قل هو للذين آمنوا هدًى وشفاء

ہادی برحق شافی مطلق کا احسان کہ نسخہ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین



… مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی ادامہ اللہ العلی القوی

… نشی نولکشور میں طبع ہوا





بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

خداوندا کرم سے اپنے تو عاجز نوازی کر | نہین ہی آسرا تیرے سوا ابناے مردم کا
پلا دے بادۂ ادراک سے اک جام تو ایسا | با آسانی ہو جس سے ترجمہ جلد چہارم کا

باب اول توبہ کا بیان

رباعی

یارب ہین مرے شیطان کی شرارت سے تباہ | او نفس کی شامت سے ہر گز ہین گناہ
توفیق یہ دے تو اپنے احمد کے طفیل | ہین توبہ نصوح پر مرون یا اللہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ گناہون سے توبہ کر کے خداے تعالی کی جناب مین رجوع کرنا سالکین کے راستے کی ابتدا ہی اور طالبین کی متاع گران بہا۔ مریداول اسی راہ پر قدم دھرتے ہین۔ اور حق سے پھرے ہوون کے لیے مفتاح استقامت اسی کو تصور کرتے ہین۔ مقربین کے لیے یہی مطلع اصطفا ہی۔ اور انبیا کے واسطے خصوصاً ہمارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام کے لیے یہی منبع اجتبا۔ اور چونکہ مثل مشہور ہی کہ باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہین تو تھوڑا تھوڑا۔ اگر کسی آدمی سے قصور اور گناہ ہو تو بعید نہین اسلیے کہ آدم زادہ ہی لیکن اگر باپ نے جبر نقصان کیا ہو اور تلافی مافات مین دل دیا ہو تو بیٹے کو بھی مناسب ہی کہ دونون باتون مین باپ کا مشابہ ہو۔ اب حضرت آدم علیہ السلام کا حال جو دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ انھون نے اپنی خطا کے بعد سلسلہ ندامت ہلایا اور مدتون تک اشک خجالت بہایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص انکو صرف خطا کرنے مین اپنا مقتدا سمجھے اور توبہ کے گرد نہ پھٹکے وہ خطا وار ہوا اور ناخلف ونا ہنجار بلکہ اصل یہ ہی کہ صرف خیر ہی کا ہو رہنا تو طریقہ ملائکہ مقربین کا ہی اور محض شر کرنا روش شیاطین کا اور شر مین پڑنے کے بعد خیر کی طرف پھرنا انسان کا کام ہی اسلیے کہ انسان کی سرشت مین دونون خصلتون کی آمیزش پائی جاتی ہی محض خیر کرنے والا فرشتہ کہلاتا ہی اور صرف شر کرنے والا شیطان۔ اور رجوع الی الخیر سے شر کی تلافی کرنے والا واقع مین انسان ہی اب اسکو دو باتین تو حاصل ہوسکتی ہین یعنی اپنا نسب شیطان سے صحیح کرے خواہ انسان سے مثلاً اگر گناہ کے بعد توبہ کرے تو آدم سے پیدا ہونے کی حجت قوی ہی کہ جو تعریف انسان کی تھی وہ اسپر صادق آئی اور جو شخص سرکشی پر مصر ہے وہ اپنے نفس پر شیطان کا

شیطنت کا باقی رہنا بھی ہر گز نہ ہے فرشتے کی طرف منسوب ہونا سو یہ انسان سے ممکن نہین اسواسطے کہ اسکے خمیر مین شر خیر کے ساتھ ایسی
مضبوط ملی ہی کہ اسکا جدا ہونا دو ہی طرح ممکن ہی یا ندامت کی حرارت سے یا دوزخ کی آنچ سے حاصل یہ کہ جوہر انسانی کو خباثت شیطانی سے
علیحدہ کرنے کے لیے دونون آگون مین سے ایک مین جلنا ضروری ہی پس جب تک انسان کا قابو چل سکتا ہی اُسکو چاہیے کہ دونون
آگون مین سے جو سہل ہو برداشت کر سکے اُسکو اختیار کرے اور جو ہلکی سمجھے اسکی طرف مبادرت کرے ورنہ بعد موت کے پھر مہلت کہان
بجز اسکے کہ یا جنت یا دوزخ مین ٹھکانا ہو جاوے۔ اور جب توبہ دین مین یہ رتبہ رکھتی ہی تو منجیات کے شروع مین اسی کا لانا اور اسکی
حقیقت اور شروط اور سبب و علامت اور ثمرہ و آفت مانع توبہ اور علاج جس سے کہ توبہ آسان ہو جاوے اُسکا بیان کرنا واجب ہوا
اور یہ سب باتین چار فصلون مین بیان ہونگی

فصل اول بیان مین توبہ کی تعریف اور حقیقت کے اور سب لوگون پر ہر حال مین اسکے علی الفور واجب ہونے کے اور توبہ صحیح کے مقبول ہونے کے مشتمل پانچ بیانون پر

بیان اول توبہ کی حقیقت اور تعریف مین جاننا چاہیے کہ توبہ تین چیزون کا نام ہی جو بترتیب پائی جاتی ہین اُنمین سے اول علم ہی دوسرا حال تیسرا فعل
اور اول دوسرے کا موجب ہی اور دوسرا تیسرے کا اور یہ نظام خدا کی عادت کے باعث سے ہی جو اُسنے عالم اجسام و ارواح مین جاری کر رکھا ہی اب انمین سے
ہر ایک کو سننا چاہیے کہ علم سے یہ غرض ہی کہ اس بات کو جانے کہ گناہون کا ضرر بہت بڑا ہی اور یہی گناہ آدمی مین اور اُسکے محبوب کے درمیان مین حجاب ہوتے ہین
جب یہ بات یقین غالب سے دل پر جم جاتی ہی تو اُسکے جاننے سے دل کو محبوب کے فوت ہو جانے کا رنج ہوتا ہی اسلیے کہ دل کو جب
یہ خبر ہوگی کہ محبوب نہ ملیگا تو بیشک رنج کریگا پس اگر محبوب کے نہ ملنے کا باعث کوئی اُسی کا فعل ہوگا تو اُس فعل پر افسوس کریگا اور اس
افسوس کا نام ندامت ہی اور اسی کو دوسری چیز توبہ کی یعنی حال سمجھنا چاہیے پھر جب یہ رنج دل پر غالب ہوتا ہی تو اُس سے ایک اور حالت
دل مین پیدا ہوتی ہی جسکو ارادہ و قصد کہتے ہین اور یہ ارادہ ایسے فعل کا ہوتا ہی جسکو تعلق تینون زمانون سے ہی زمانہ حال سے تو اس طرح
تعلق ہی کہ جو گناہ پیشتر کرتا تھا اُسکو چھوڑ دے اور زمانہ مستقبل سے اس طرح کہ جس گناہ سے محبوب نہ ملے اُسکو عمر بھر کو ترک کر دے اور
زمانہ ماضی سے اس طرح کہ اگر کوئی چیز قابل قضا اور تلافی کے فوت ہوئی ہو تو اُسکا جبر نقصان کرے غرضکہ ان سب باتون کا منشا اول
علم ہوتا ہی یعنی ایمان اور یقین کیونکہ ایمان اس بات کے سچ جاننے کا نام ہی کہ گناہ زہر مہلک ہین اور یقین اس تصدیق کی مضبوطی کا نام ہی
کہ دل پر ایسی طرح غالب ہو کہ اُسمین مجال شک نہ رہے پس اس ایمان کا نور دل پر جب چھا جاتا ہی تو اُسکا ثمرہ یہ ہوتا ہی کہ دل مین ندامت کی
آگ بھڑک اٹھتی ہی اور دل پر صدمہ گذرتا ہی اسلیے کہ نور ایمان کی چمک سے اُسکو سوجھتا ہی کہ مین اپنے محبوب سے محجوب ہو گیا جیسے کوئی اندھیرے مین
ہو اور یکایک ابر مین سے خواہ پردے مین سے آفتاب کھل جاوے اور اُسکی چمک مین اپنے محبوب کو دیکھ لے کہ یہ مرا جاتا ہی اُسیوقت اسکے
دل مین آتش محبت شعلہ زن ہوگی اور یہ حرارت اُسکو اس بات پر آمادہ کریگی کہ کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور چاہیے اسی طرح یہان بھی ندامت کے
وقت نور ایمان سے اپنے محبوب کے نہ ملنے کا رنج اس بات کا مقتضی ہوتا ہی کہ کچھ تدارک اسکا عمل مین لانا چاہیے اسی وجہ سے آدمی قصد
تدارک مافات کرتا ہی خلاصہ یہ کہ توبہ ان تین چیزون مرتب کا نام ہی جو ایک دوسرے کے بعد بتدریج ہوتی ہین اول علم دوم ندامت سوم قصد
ترک گناہ زمانہ حال و استقبال مین اور تلافی ایام ماضی ان سب کے مجموعے کو توبہ کہتے ہین اور اکثر یہ بھی ہوتا ہی کہ توبہ صرف معنی ندامت
بولتے ہین اور علم کو اُسکا مقدمہ اور ترک گناہ کو اُسکا ثمرہ قرار دیتے ہین اسی اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی الندم
توبۃ اسلیے کہ ندامت کے واسطے ضرور ہی کہ کسی وجہ سے ہوئی ہوگی اور بعد کو اُسپر کچھ ثمرہ بھی مرتب ہوگا تو گویا ندامت جو درمیان کی شی
تھی وہی قائم مقام اپنے سبب اور مسبب کے ہوگئی اور ضمناً علم اور قصد ترک اسکے دونون طرفین اسمین شامل ہوگئین اور اسی اعتبار سے

لہ ندم توبۃ رواہ ابن ماجہ والحاکم بروایت ابن مسعود والنس ۱۲

کسی نے توبہ کی تعریف یہ کی ہے کہ توبہ یہ ہے کہ خطاے سابق پر باطن کا گداز رہنا اس تعریف مین صرف رنج دل کا اشارہ پایا جاتا ہے اور بعضون نے
اسکی تصریح بھی کر دی ہے اور کہا ہے کہ توبہ ایک آگ ہے کہ دل مین بھڑکتی ہے اور ایک درد ہے کہ جگر سے جدا نہین ہوتا اور بعضون نے بلحاظ ترک
گناہ کے تعریف یون لکھی ہے کہ توبہ اسکو کہتے ہین کہ جفا کا لباس دور کرکے بساط وفا بچھاوے اور سہیل بن عبداللہ تستری رحمہ یون فرماتے ہین
کہ حرکات مذمومہ کو افعال محمودہ سے بدل دینے کا نام توبہ ہے اور یہ بات بدون عزلت اور خاموشی اور اکل حلال کے میسر نہین ہوتی غالباً اس
تعریف مین تیسری بات کی طرف اشارہ ہے اور توبہ کی تعریف مین اور بہت سے اقوال ہین اور جبکہ یہ تینون باتین جنکا ہمنے ذکر کیا ہے کہ ادمی کو
معلوم ہوجاوین اور انکا تلازم اور ترتیب بھی جان لے تو معلوم کرلے کہ لوگون نے جو کچھ اسکی تعریف مین کہا ہے کسی مین سب باتون کا احصا
اور احاطہ نہین پایا جاتا حالانکہ مقصود اہم یہی ہے کہ واقعی حقیقت توبہ کی معلوم ہو صرف لفظون سے غرض نہین ہے۔

دوسرا بیان توبہ کے واجب ہونے اور اسکی فضیلت کے ذکر مین توبہ کا واجب ہونا آیات و احادیث سے ثابت ہے اور جسکی چشم دل
کھلی ہوئی ہو اور خداے تعالی نے اسکا سینہ نور ایمان سے منور کر رکھا ہو اسکے نزدیک بھی وجوب توبہ واضح ہے حتی کہ ایسا شخص ظلمات کی
تاریکیون مین اپنے سامنے کے نور کے باعث چل سکتا ہے اسکو یہ حاجت نہین کہ ہر قدم پر کوئی آگے بتانے والا ساتھ ہو اور جس طرح کہ
چلنے والے دو قسم کے ہین بعضے اندھے ہوتے ہین کہ بدون کسی کے آگے ہوے قدم نہین بڑھاتے اور بعضے آنکھون والے ہوتے ہین
کہ جب راہ پر پڑ لیے تو اپنے آپ چلے جاتے ہین اسی طرح طریق دین کے چلنے مین آدمیون کی دو قسمین ہین ایک لوگ تو ایسے قاصر ہین کہ
تقلید سے ایک قدم بھی نہین ٹل سکتے اور ہر قدم پر نص کتاب اللہ خواہ حدیث کے سننے کے محتاج رہتے ہین اور ایسے لوگون کا بعض وقت
یہ حال ہوتا ہے کہ اگر نص صریح کے ملنے مین دشواری ہوتی ہے تو حیران ہو جاتے ہین پس اس قسم کے لوگون کی سیر باوجود محنت شاقہ اور طول عمر کے
مختصر ہوتی ہے اور قدم بھی چھوٹے پڑتے ہین اور ایک لوگ سعید ہین جنکے سینے خدای تعالی نے اسلام کے لیے کھول دیے ہین وہ اپنے رب کی
طرف سے نور کے سبب ادنی اشارے سے مشکل مشکل سلوک کی راہ کے چلنے کے لیے تیار ہو جاتے ہین اور بڑی سخت گھاٹیان طے کر ڈالتے ہین
انکے دل مین نور قرآن اور نور ایمان کی چمک ہوتی ہے اور شدت نور کے باعث ادنی اتباع انکے حق مین کافی ہو جاتا ہے انکی مثال ایسی ہے
یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار اور اگرچہ آگ نہ لگاؤ یعنی بتلانے کے بعد تو یہ مثل ہے نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ایسے لوگون کے لیے
حاجت نص منقول کی ہر واقعہ مین نہین اس طرح کا شخص اگر توبہ کا واجب ہونا جاننا چاہتا ہے تو اول نور بصیرت سے توبہ کو دیکھتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے
پھر وجوب کے معنی سمجھتا ہے پھر دونون کو ملا کر جو دیکھتا ہے تو معلوم کرلیتا ہے کہ بیشک توبہ کے لیے واجب ہونا ثابت ہے مثلاً اول یہ جانا کہ واجب اور
ضروری وہی چیز ہے جو سعادت ابدی تک پہونچنے اور ہلاک ابدی سے بچنے کے لیے ضروری ہو اسلیے کہ اگر کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے سے
سعادت خواہ شقاوت کا تعلق نہو تو اسکے واجب ہونے کے کچھ معنی نہین اور یہ جو کہتے ہین کہ فلان فعل واجب کرنے سے واجب ہو گیا
یہ صرف ایک بات ہی بات ہے کیونکہ جن چیزون سے ہماری غرض حال مین یا استقبال مین متعلق نہین انکے کرنے خواہ نکرنے مین ہمکو مشغول
ہونے سے کیا فائدہ خواہ کوئی ہمپر انکو واجب کرے یا نہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ واجب سے وہی چیز مراد ہے جو ذریعہ وصول سعادت ابدی کا
ہو۔ پھر جب یہ معنی واجب کے سمجھ لے اور یہ بھی جان لے کہ قیامت مین سوائے دیدار الٰہی کے اور کوئی سعادت نہین اور جو اس سے محجوب یا وہ
بے بہجت ہے اسکے درمیان اور اسکی آرزوون کے درمیان آڑ ہو گی آتش فراق اور نار دوزخ سے جلیگا اور یہ بھی جان لے کہ سواے اتباع
شہوات اور اس دنیا کی الفت اور ان لذات فانی قطعاً جدا ہونے والی کی محبت کے اور کوئی چیز خدای تعالی سے دور نہین کرتی اور
سواے کاٹ ڈالنے علاقہ قلبی کے اس دنیا کی زیب و زینت سے اور بتامہ متوجہ ہونے کے اللہ کی طرف تاکہ اسکے ذکر سے ہمیشہ انس رہے
اور اسکے جلال و جمال کو اپنی طاقت کے موافق جانکر اس سے محبت حاصل ہو اور کوئی چیز اس سے نزدیک کرنے والی نہین اور

کلام مترجم [?] … حدیث … ۱۲

تفسیر … ۱۲ [illegible]

یعنی … [?]

یہ بات بھی دلنشین کر لے کہ جن گناہوں سے خدا سے منہ پھرنا اور اُسکے دشمن شیاطین لعین کی اتباع کرنی ہوتی ہے اُنھیں کے باعث میں بھی
محجوب اور راندۂ درگاہ ہو جاؤنگا اتنی باتوں کے جاننے کے بعد وہ شخص ہرگز اس بات میں شک نہ کریگا کہ قرب الٰہی کے پہونچنے کے واسطے
دوری کی راہ سے پھرنا واجب ہے اور طریق بُعد سے پھرنا انھیں تین باتوں سے حاصل ہوگا یعنی علم اور ندامت اور عزم سے اسلیے کہ
جب تک یہ نہ جانیگا کہ گناہ محجوب ہونے کے اسباب ہیں ندامت نہیں کرنے کی اور نہ اپنی دوری کی راہ چلنے سے کچھ درد ہوگا
اور جب تک درد نہوگا تب تک اوس سے رجوع کرنا معلوم اور رجوع کرنے کے معنی ترک اور عزم ہیں اس سے معلوم ہوا کہ محبوب تک پہونچنے
کے لیے وہ تینوں باتیں ضروری ہیں اور جو ایمان کہ نور بصیرت سے حاصل ہوتا ہے وہ تو ایسا ہی ہوتا ہے مگر جو شخص کہ اس رتبے کے قابل نہو
چنانچہ اکثر دلونکا یہی حال ہے تو اُسکے لیے تقلید و اتباع میں بہت گنجایش ہے اسی کے ذریعے سے ورطۂ ہلاک سے ساحل نجات پر پہونچ
سکتا ہے پس اس توبہ کے باب میں قول خدای پاک اور رسول کریم اور سلف صالحین کا دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا
أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اسمین سب ایمان والوں کو توبہ کا حکم عام ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً
نَصُوحًا معنی نصوح کے یہ ہیں کہ خالص اللہ کے واسطے ہو اور آمیزش کسی طرح کی نہو مشتق ہے نصح بمعنی خلوص سے اور فضیلت توبہ پر آیت
شریف دال ہے إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں التائب حبیب اللہ اور التائب من الذنب
کمن لا ذنب لہ اور ایک حدیث میں یہ مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سرزمین ناموافق اور مہلک میں فروکش ہو اور اُسکے ساتھ اُسکی سواری جسپر
اُسکا کھانا پینا وغیرہ لدا ہو یہ شخص اپنا سر رکھکر سو رہے اور پھر جو جاگے تو سواری نپاوے اور اُسکو ڈھونڈھنے لگے یہاں تک کہ جب دھوپ
اور پیاس اور جو خدا کو منظور ہو اُسکی شدت اور غلبہ ہو تو کہے کہ میں جہاں تھا وہاں ہی لوٹ چلوں اور سو رہوں تا کہ مر جاؤں اور وہاں
پہونچکر مرنے کے لیے اپنے ہاتھ کو سر تلے رکھکر سو رہے اور پھر جو آنکھ کھلے تو دیکھے کہ جس سواری پر توشہ وغیرہ تھا وہ پاس کھڑی ہے تو جتنی
خوشی کہ اس شخص کو اپنی سواری پانے کی ہے اس سے زیادہ خدای تعالیٰ بندۂ مومن کی توبہ سے خوش ہوتا ہے اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں
کہ یہ شخص شدت خوشی میں جو شکر خداوندی بجا لاوے تو مارے خوشی کے زبان سے یوں نکلے کہ الٰہی تو میرا بندہ ہے میں تیرا پروردگار
ہوں یعنی خوشی میں الفاظ کی تقدیم و تاخیر کی تمیز نہ رہے اور حضرت حسن رح سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ
قبول کی تو اُنکو فرشتوں نے تہنیت دی اور حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام اُنکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے آدم خدای تعالیٰ
نے جو آپ کی توبہ قبول فرمائی تو آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے جبرئیل اگر بعد قبول توبہ کے بھی مجھسے سوال ہو
تو پھر میرا ٹھکانا کہاں ہے اُسوقت آپپر وحی ہوئی کہ اے آدم تونے اپنی اولاد کے لیے رنج و مشقت بھی ارث چھوڑی اور توبہ بھی
تو جو کوئی اُنمیں سے مجھکو پکاریگا میں اُسکی سنونگا جیسی تیری سُنی اور جو کوئی مجھسے مغفرت کا سوال کریگا اُسپر بخل نہ کرونگا کیونکہ میرا نام
قریب و مجیب ہے اے آدم توبہ کرنے والوں کو قبروں سے ہنستے ہوئے اور بشارت سنتے ہوئے اُٹھاؤنگا جو دعا کرینگے قبول
ہوگی اور اخبار و آثار اس باب میں بہت ہیں اور امت کا اتفاق ہے کہ توبہ واجب ہے اسلیے کہ معنی اُسکے یہ ہیں کہ اس بات کا علم ہو کہ
گناہ و معاصی مہلک چیزیں اور خدای تعالیٰ سے دور کرنے والی ہیں یہ بات وجوب ایمان میں داخل ہے مگر کبھی اس سے غفلت ہو جاتی ہے
تو توبہ کی تعریف میں جو علم مذکور ہے اُس علم سے یہی غرض ہے کہ غفلت ندکور دور ہو جاوے اور اُسکے واجب ہونے میں کچھ خلاف نہیں
اور منجملہ تعریف توبہ کے چھوڑنا معاصی کا زمانۂ حال میں اور عزم اُنکے ترک کا استقبال میں اور تدارک تقصیرات زمانۂ گذشتہ کا ہے
اُسکے واجب ہونے میں بھی کسی طرح کا شک باقی نہیں ہے البتہ ندامت اور حزن افعال گذشتہ پر سو وہ بھی واجب ہے کیونکہ حزن و ندامت تو توبہ کی
جان ہے تلافی اُسی سے پوری ہوتی ہے وہ کس طرح واجب نہوگی اسلیے کہ وہ تو ایک طرح کا رنج ہے کہ جب آدمی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عمر

خدای تعالیٰ کی مرضی کے خلاف مین مانع ہوئی اسکے بعد ضروری ہوتا ہو اب اگر کوئی کہے کہ دل کا حزن کرنا امر ضروری ہو قبضۂ اختیار مین
نہین تو اُسکو وجوب کہنا کس طرح متصور ہو اُسکا جواب یہ ہو کہ سبب اس رنج کا یہی ہوتا ہو کہ محبوب کے نہ ملنے کا علم قطعی ہوجاتا ہو اور آدمی کو
علم کے سبب کے حاصل کرنے کا اختیار رکھتا ہو اسی جہت سے علم وجوب مین داخل ہوا نہ اس جہت سے کہ بندہ خود نفس علم کو پیدا اور حادث
کرسکتا ہو کیونکہ یہ امر محال ہو بلکہ علم اور ندامت اور فعل اور ارادہ اور قدرت اور قدرت والا اور سب چیزین خدای تعالیٰ کی مخلوق ہین
اور اُسکے فعل سے موجود چنانچہ ارشاد ہو اللّٰہُ خلقکم وما تعملون ارباب بصیرت کے نزدیک یہی ٹھیک ہو باقی سب گمراہی ہو پھر یہان سوال
ہوتا ہو کہ بندے کو کیا اختیار کرنے اور نکرنے کا نہین اسکا جواب یہ ہو کہ ہان اختیار ہو مگر اس اختیار ہونے سے یہ مقصود نہ کرنا چاہیے کہ
کل چیزین خدا کی مخلوق نہین بلکہ اس اختیار کو بھی مخلوق خدا کا سمجھنا چاہیے جو اختیار کہ بندے کو عنایت ہوا ہو اسمین وہ مجبور ہو مثلاً
خدای تعالیٰ نے آدمی کا ہاتھ صحیح و سالم پیدا کیا اور لذیذ کھانے کو پیدا کیا اور معدے مین خواہش کھانے کی پیدا کی اور دل مین یہ حقیقت
پیدا کی کہ اس کھانے سے خواہش کو تسکین ہوگی اور یہ تردد پیدا کیا کہ باوجود تسکین خواہش کے اس کھانے مین کچھ ضرر ہو یا نہین اور اسکے
مقابل یہ تردد پیدا کیا کہ اس کھانے کے ساتھ کوئی ایسا امر مانع ہو یا نہین جس سے غذا کا کھانا معذور ہو پھر یہ علم پیدا کیا کہ کوئی مانع نہین
پس جب ان سب اسباب جمع ہوے تب ارادہ کھانے کا پکا ہوتا ہو تو یہی ارادہ پکا بعد اُن ترددات کے اور بعد غلبۂ خواہش غذا کے مہیا کیا جاتا ہو
اور جب اسکے سبب پورے ہوجاتے ہین تو وہ بھی ضروری موجود ہوتا ہو مثلاً جب خدای تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ارادے مین پختگی آتی ہو تو قدرت
ہاتھ کھانے کی طرف ضرور بڑھتا ہو کیونکہ بعد تمام ہونے ارادہ اور قدرت کے فعل کا بروے کار آنا ضروری ہو اسی لیے ہاتھ کو حرکت
ہوتی ہو تو جب حصول قدرت اور پختگی ارادہ خدا کے پیدا کرنے سے تھین تو حرکت ہاتھ کی بھی اسی کی مخلوق ہوئی اور پختگی ارادہ جب
ہوتی ہو جب اول خواہش صحیح اور موانع کے نہونے کا علم ہوچکے اور یہ دونون بھی خدا کی مخلوق ہین لیکن ان مخلوقات مین ایک ترتیب
خاص خداوند کریم نے رکھدی ہو خلق مین اسی ترتیب سے عادت کے موافق ہمیشہ انتظام رہتا ہو مثلاً ہاتھ مین حرکت لکھنے کے لیے نہین پیدا کرتا
جب تک کہ اسمین قدرت اور حیات اور ارادہ مصمم نہین پیدا کرتا اور ارادہ مصمم نہین پیدا کرتا جبتک کہ خواہش اور رغبت نفس مین نہین پیدا کرتا اور یہ رغبت جب تک
خوب نہین اٹھتی جب تک اس بات کا علم نہین پیدا کردیتا کہ لکھنا نفس کے موافق ہو خواہ حال مین اور علم کو بھی جو پیدا کرتا ہو تو اور اسباب
پیدا کرتا ہو جنکا مآل حرکت اور ارادہ اور علم پر آرہتا ہو غرضکہ علم اور خواہش طبع کے بعد پکا ارادہ ہوتا ہو اور قدرت و ارادے کے بعد حرکت
واقع ہوتی ہو اور ہر فعل مین اسی طرح کی ترتیب ہو اور یہ سب چیزین خدا کی پیدایش سے ہین لیکن چونکہ بعض مخلوقات بعض کے واسطے
شرط ہین اسی لیے بعض کا مقدم ہونا اور بعض کا موخر ہونا واجب ہو مثلاً ارادہ بعد علم ہی کے پیدا کرتا ہو اور علم بعد حیات کے اور حیات
بعد جسم کے تو جسم کی پیدایش شرط ہو حدوث حیات کے نہ یہ کہ حیات جسم مین سے پیدا ہوتی ہو اور حیات کی پیدایش شرط ہو علم کی پیدایش کے
نہ یہ کہ علم حیات سے نکلتا ہو بلکہ محل مین قبول استعداد جب ہوتی ہو جب وہ زندہ ہو اسی طرح علم کی پیدایش شرط ہو پختگی ارادہ کی نہ یہ کہ علم
پختگی ارادہ نکلتی ہو بلکہ ارادے کو وہی جسم قبول کرتا ہو جو زندہ اور عالم ہو غرضکہ ممکن کے سوا کوئی چیز وجود دنیاوی مین داخل نہین ہوتی
اور امکان مین ایسی ترتیب ہو جسمین تبدیل نہین ہوتی اسواسطے کہ اُسکی تبدیل محال ہو پس جب کسی وصف کی شرط پائی جاتی ہو
اُس شرط کے سبب سے محل مین لیاقت وصف کے قبول کرنے کی ہوجاتی ہو پھر وہ وصف خدا کی عنایت اور قدرت ازلی سے لیاقت
آجانے کے بعد موجود ہوجاتا ہو اور چونکہ شرطون کے سبب سے لیاقت مین ترتیب ہوتی ہو تو خدای تعالیٰ کے کرنے سے ممکنات کے موجود
ہونے مین بھی ترتیب ہوگی اور بندہ ان ترتیب ممکنات اور حوادث کے لیے محل ہو اور یہ حوادث قضاے الٰہی مین جو پل مارنے کے مانند
ایک دم کی بات ہو ترتیب کلی سے مرتب ہین جسمین تبدیل نہین ہوتی اور انکا ظہور تفصیل وار متعلق حکم و اندازہ الٰہی سے ہو کہ اس سے تجاوز

اور ہو سکتے بنایا تمکو
اور جو تم بناتے ہو

نہین کرتے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی انا کل شی خلقناہ بقدر قضاے کلی ازلی کو اس آیت مین ارشاد فرمایا کہ وما امرنا الا واحدۃ کلمح البصر اور بندے اس قضا و قدر کے جاری ہونے کے لیے مسخر ہین اور منجملہ قدر کے پیدا کرنا حرکت کا ہی کاتب کے ہاتھ مین بعد پیدا کرنے ایک صفت مخصوص کے اُسکے ہاتھ مین جسکو قدرت کہتے ہین اور بعد پیدا کرنے میل قوی اور مصمم کے اُسکے نفس مین جسکا نام قصد ہی اور بعد پیدا کرنے واقفیت علم غیب چیز کے جو ادراک کہلاتا ہی پس جب باطن ملکوت سے یہ چارون باتین کسی بندے کے جسم پر ظاہر ہوتی ہین جو زیر فرمان تقدیر مسخر ہی تو چونکہ علم ظاہری کے لوگ عالم غیب کے اسرار سے محجوب ہین یون کہنے لگتے ہین کہ اس شخص نے حرکت کی اور تو نے پھینکا اور تو نے لکھا وغیرہ مگر جسپر اوقات ملکوت اور پردہاے غیب سے یہ ندا ہوتی ہی وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم یہان اُن لوگون کی عقل حیران ہوتی ہی جو وابستہ عالم ظاہری ہین اسی جہت سے بعضے یون کہتے ہین کہ بندہ محض مجبور ہی اور بعضے اس بات کے قائل ہین کہ وہ اپنے افعال کا مخترع ہی کچھ علاقہ تقدیر سے نہین اور بعض متوسط اس بات پر جھکے ہین کہ بندے کے افعال کسب کے طور پر ہین اور اگر ان لوگون کے واسطے آسمان کے دروازے کھول دیے جاوین اور عالم غیب و ملکوت انکو سوجھے تو جان لین کہ انمین سے ہر ایک فرقہ مین وجہ سچا ہی مگر قصور سب کے شامل ہی کہ اس امر کی کسیکو نہین سوجھی اور نہ تمام پہلو پر کسیکا علم محیط ہوا اور اسکا پورا علم جب حاصل ہو جب اُس روزن سے جو عالم غیب کیطرف کھلا ہوا ہی نور کی چمک سے اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن سب کچھ جانتا ہی اپنی غیب کی بات پر کسیکو واقف نہین کرتا سوا اُس رسول کے جسکو اُسنے پسند کیا ہو اور ظاہر ہی اپنے مخصوصون کو بھی مطلع کر دیتا ہی جو زمرہ پسندیدگان مین داخل ہون اور جو شخص سلسلہ اسباب و مسببات کو حرکت دے اور اُنکے تسلسل کی کیفیت اور ارتباط کی وجہ معلوم کرے اور یہ کہ انتہا اس سلسلے کی مسبب الاسباب پر کس طرح ہی تو اُسپر از تقدیر آشکارا ہو جاوے اور یقینا جان لے کہ سواے خدا کے اور کوئی خالق اور موجد نہین۔ اب چونکہ ہمارے بیان مین ایک طرح کا تناقض ظاہر مین معلوم ہوتا ہی یعنی جب مسئلہ جبر اور اختراع اور کسب کا ہر وجہ سچا بتلایا اور پھر ہر ایک مین قصور بھی ثابت کیا تو بظاہر صدق اور قصور مین منافات ہی اسلیے ہم اسکو بسہولت سمجھ مین آنے کے لیے مثال سے سمجھاتے ہین فرض کرو کہ چند اندھون نے یہ سنا کہ فلان شہر مین ایک عجیب جانور جسکا نام ہاتھی ہی آیا ہی اور انھون نے کبھی پہلے ہاتھی کا نام سنا نہ اُسکو دیکھا اسلیے انھون نے آپس مین کہا کہ اُسکو پہچاننا اور ٹٹولکر دیکھ لینا ضرور ہی غرض انمین سے چند اندھے تلاش کرکے اُسکے پاس پہونچے اور اُسکو ٹٹولنا شروع کیا بعضون کا ہاتھ تو اُسکے پانون پر پڑا اور بعضون کا دانت پر اور بعضون کا کان پر اور جان لیا کہ ہمنے ہاتھی کو دیکھ لیا جب وہ پھر کر باقی اندھون کے پاس آئے تو انھون نے کیفیت ہاتھی کی اُنسے پوچھی ہر ایک نے مختلف جواب دیا جسنے پانون ٹٹولا تھا اُسنے تو یہ کہا کہ ہاتھی ایک کھردرے ستون کے مانند ہوتا ہی مگر اُس سے کچھ نرم ہوتا ہی جسنے دانت کو چھوا تھا اُسنے یہ کہا کہ جیسا یہ شخص کہتا ہی ہاتھی ویسا نہین بلکہ وہ سخت ہوتا ہی نرمی اسمین نام کو نہین اور چکنا ہوتا ہی کھردرا نہین اور موٹائی مین ستون جیسا نہین موسل جیسا ہوتا ہی جسنے کان ٹٹولا تھا اُسنے کہا کہ وہ تو نرم اور کھردرا ہوتا ہی مگر ستون اور موسل کیطرح نہین ہوتا موٹے چمڑے کی طرح پھیلا ہوا ہوتا ہی تو نرمی اور کھردرا پن مین پانون کے چھونے والے کو سچا کہا اور پھر اپنے دریافت کے بموجب بتلایا کہ وہ ایسا ہوتا ہی اب اگر ان سب کے بیان کو دیکھو تو من وجہ سچ ہی کیونکہ جسقدر جسکو معلوم تھا اُسنے بیان کیا اور سب نے ہاتھی ہی کے اوصاف کہے مگر سب کے بیان مین قصور ہی کہ کنہ صورت کسی کو معلوم نہوئی اس مثال کو خوب سمجھ لینا چاہیے اسلیے کہ اکثر اختلافات کی مثال یہی ہی اور چونکہ یہ بیان علوم مکاشفہ مین جا پہنچتا ہی اور اُسکے امواج کو جنبش دیتا ہی اور ہمارا غرض اسکے بیان سے نہین لہذا مناسب ہی کہ جس بیان کے درپے تھے اُسکو لکھین یعنی توبہ واجب ہی اور اُسکے تینون اجزا یعنی علم اور ندامت اور ترک ہی بھی واجب ہین اور ندامت اسوجہ سے وجوب مین داخل ہی کہ یہ اُن افعال الٰہی مین واقع ہی جو بندے کے علم و ارادے مین گھرے ہوے ہین یعنی ندامت کی ایک طرف بندے کا علم ہی اور دوسری طرف ارادہ ترک اور جس فعل کی یہ صفت ہو تو وجوب اُسکو شامل ہوتا ہی

تیسرا بیان اس بات مین کہ توبہ فوراً واجب ہی توبہ کے فوراً واجب ہونے مین کسی طرح کا شک نہین اسلیے کہ معاصی کا مہلک سمجھنا نفس ایمان مین

اور تو نے نہین
لیکن اللہ نے
(تو)ڈھاڑے تا
اللہ انکو [illegible]
۱۲

داخل ہوا اور پہلا اسی وقت واجب ہوا اور اسی وجہ سے عہدہ برا نہی ہوگا جو اس بات کو ایسی طرح جانے کہ اُسکے سبب معاصی سے باز رہے کیونکہ یہ معرفت متعلق علوم مکاشفہ سے نہیں جنپر کوئی عمل کا نہیں ہوتا بلکہ علم معاملہ سے متعلق ہوا اور جو علم اس غرض سے مقصود ہوتا ہو کہ اُس سے ترتیب عمل پر ہو تو جب تک اُسکی علت غائی ظہور مین نہ آویگی اُس سے عہدہ برائی بھی نہو گی اب یہان گناہون کے ضرر کا علم اسی غرض سے مقصود ہوتا ہو کہ اِس سے ترغیب ہون کے ترک کی ہو پس جو شخص گناہون کو نہ چھوڑیگا اُسمین یہ حصہ ایمان کا نہو گا اور یہی مراد ہو اُس حدیث شریف مین لا یزنی الزانی حین یزنی و هو مومن اسمین ایمان سے یہ مراد ہو کہ زنا جو موجب ناراضمندی خدا کا ہو اور اُس سے دور کرتا ہو اِس بات کا ایمان زنا کار مین نہیں رہتا یہ غرض نہیں کہ اُس سے وہ ایمان جاتا رہا ہو جو متعلق بعلوم مکاشفہ ہو مثلاً خدا کو جاننا اور اُسکی توحید اور صفات اور کتب اور رسولون پر جو ایمان ہو وہ منافی زنا نہیں اسی جہت سے یہ ایمان زنا سے نہ جائیگا اور اسکی مثال یہ ہو کہ کوئی طبیب مریض کو کہا کہ یہ زہر ہو اسکو مت کہا پس اگر وہ شخص کھالیگا تو اُسکو یون کہینگے کہ طبیب کا معتقد نہیں اس سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ وہ طبیب کے وجود پر یا اُسکے معالج ہونے پر ایمان نہیں رکھتا بلکہ یہ غرض ہوتی ہو کہ طبیب نے جو کہا تھا کہ یہ زہر مہلک ہو اس قول کو نہیں مانتا کیونکہ اگر اُسکو مہلک جانتا تو کبھی نہ کھاتا اس سے معلوم ہوا کہ گناہگار ناقص الایمان ہوتا ہو اور ایمان ایک ہی چیز کا نام نہیں بلکہ اُسکی چھہ اوپر ستر قسمین ہین جنمین کی ایک اعلیٰ قسم گواہی کلمہ طیب کی ہو اور ادنیٰ قسم راہ مین سے ایذا کو دور کرنا ہو جیسے کوئی یون کہے کہ انسان ایک ہی طرح سے موجود نہیں بلکہ کچھ اوپر ستر طرح کے ہین اُنمین سے اعلیٰ قسم قلب اور روح ہو اور ادنیٰ قسم دور کرنا ایذا کا جلد سے باین طور کہ مونچھین کتری ہوئی ناخن کٹے ہوئے ہون کہ میل سے جلد صاف ہو تا کہ بہائم سے متمیز اور علیحدہ ہو جاوے جو چھوٹے ہوے اور اپنے پاخانے مین آلودہ بُری صورت کے رہتے ہین ناخن اور کھر بڑھ جاتے ہین اور یہ مثال بہت ٹھیک ہو کیونکہ ایمان بمثل انسان کے ہو اور اسمین شہادت توحید اگر نہو تو بالکل باطل ہو جاتا ہو جیسا انسان روح کے نہونے سے بیکار ہو اور جو شخص صرف شہادت توحید اور رسالت رکھتا ہو وہ ایسا ہو جیسا انسان مین روح تو ہو مگر نہ ہاتھ پاؤن آنکھ اور دوسرے اعضا ظاہری و باطنی کچھ نہ رکھتا ہو اور جیسا کہ اس طرح کا شخص جسکا یہ حال ہو قریب بمرگ ہوتا ہو اسواسطے کہ اُسکی روح ضعیف جو اعضا سے علیحدہ ہو گئی ہو اور کسی طرح کی مدد اور قوت اعضا سے اُسکو نہین پہنچتی وہ جلد پرواز کر جائیگی اسیطرح جسکو صرف کلمہ طیبہ اور رسالت ہی کی شہادت ہو مگر اعمال مین قاصر وہ بھی اس حال کے نزدیک ہو کہ ذرا سی تند ہوا سے اُسکے ایمان کا درخت جڑ سے اکھڑ جاوے یعنی ملک الموت کے آنے کے وقت جو اہوال پیش آتے ہین اُنکے صدمے کے باعث ایمان ہلجاتا ہو ایسا ایمان اُنکی برداشت نہیں کر سکتا پس جس ایمان کی جڑ یقین مین نہ جمی ہوگی اور اعمال مین اُسکی شاخین نہ پھیلی ہونگی وہ ملک الموت کے ظاہر ہونے کے وقت خوف کے جھوکون مین نہ ٹھہر سکیگا کہ یہ ڈر ہو کہ اُسکا خاتمہ اچھا نہو خاتمے کے وقت ایسا ہی ایمان باقی رہتا ہو جسکی بنا طاعات پر ہمیشہ رہی ہو اور آبیاری اعمال سے مضبوطی پکڑ گیا ہو۔ اور گناہگار جو اعمال حسنہ کرنے والے کو کہا کرتے ہین کہ ہم مین تم مین فرق کیا ہو تم بھی ایماندار ہو ہم بھی ایماندار اُنکی مثال ایسی ہو جیسے کدو کے پیڑ نے صنوبر سے کہا تھا کہ تو بھی پیڑ ہو اور مین بھی مگر اُسنے کیا خوب جواب دیا کہ نام کی شرکت کا مغالطہ تجھکو جب معلوم ہوگا جب خریف کی آندھی چلیگی کہ تیری جڑ اُکھڑ جاویگی اور پتے بکھر جاوینگے اور معلوم ہو جاویگا کہ شرکت نام کے سبب تجھکو دھوکا ہوا اور جس سبب سے کہ درخت چلا رہتا ہو اس سے تو غافل ہو بیچ ہو شعر ہوتے سیرت سے ہین مردان دلاور ممتاز ہو ورنہ صورت مین تو کچھ کم نہیں شہباز سے چیل اور اسکا حال خاتمے پر کھلتا ہو اور اسیواسطے خاتمہ کی مصیبت اور اُسکے مقدمات ہائلہ کے ڈر سے عارفین کے جگر ٹکڑے ہوتے ہین اسلیے کہ وہ وقت ہی ایسا ہو کہ اُسمین بہت کم ثابت رہتے ہین پس اگر گناہگار اپنے گناہ کے باعث آگ مین ہمیشہ رہنے سے خوف نکرے تو اُسکا حال بمثل تندرست شخص کے ہو کہ اپنی صحت کے سبب سے اور اس وجہ سے کہ موت اکثر یکایک نہیں آتی مضر شہوات مین ڈوبا رہے اور موت

ح یعنی زنا کار زنا نہین کرتا جب بھی کرے اس حال مین کہ وہ مومن ہو ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

نہ ڈرے تو اُس سے کہا جاویگا کہ تندرست آدمی کو مرض کا خوف ہوتا ہے اور جب مریض ہو جاتا ہے تو موت کا خوف ہوتا ہے اسیطرح گنا ہگار کو بھی خوف خاتمے
کے برا ہونے کا لگا رہتا ہے اور اگر خدا نخواستہ خاتمہ برا ہوا تو آگ میں ہمیشہ رہنا ضروری ہے کیونکہ ایمان کے حق میں گناہ ایسے ہیں جیسے بدن کے
حق میں مضر غذائیں کہ معدے میں جمع ہو کر اخلاط کے مزاج کو بدلتی رہتی ہیں اور آدمی کو خبر نہیں ہوتی ایک دفعہ ہی مزاج بگڑ کر بیمار پڑ جاتا ہے اور
یکایک مر جاتا ہے یہی تاثیر گناہوں کی ایمان پر ہوتی ہے پس جبکہ دنیا ہی فانی میں ہلاک کے ڈر سے زہر کا کھانا اور ماکولات مضر کا استعمال کرنا
ہر حال میں اسیوقت آدمی پر واجب سمجھا جاتا ہے تو ہلاک ابدی کے ڈر سے مہلکات کا استعمال کرنا بطریق اولی فوراً واجب ہوگا اور جس طرح کہ
زہر کھانے والا جب اپنے فعل پر پشیمان ہوتا ہے تو ضرور یہی سمجھتا ہے کہ فوراً اسکو معدے سے قے کرکے یا اور کسی حیلے سے نکال ڈالنا چاہیے اور یہ
اسیواسطے کرتا ہے کہ درصورت تاثیر زہر کے یہ بدن جو خواہی نخواہی چندروز بعد فنا ہوگا ضائع نہونے پاوے اسیطرح جو شخص دین کے زہر کھاتا ہے
یعنی گناہ کرتا ہے اسپر بطریق اولی واجب ہے کہ اُن سے رجوع کرے اور انکا تدارک جب تک اُس سے بن سکے یعنی ایام حیات تک عمل میں لاوے
اسلیے کہ اس زہر سے یہ خوف ہے کہ کہیں آخرت نہ جاتی رہے حالانکہ وہ ایک شی باقی ہے اور اُسمیں دولت پایدار اور سلطنت و نازو نعیم باقی ہے اور اسکے چھٹنے
آگ دوزخ کی اور عذاب جہنم لیتے دونوں بھگتنا پڑیگا اور دنیا کی زندگی کے ایام کو اُس سے کچھ بھی نسبت نہیں اسلیے کہ اسکی مدت کی انتہا ہی نہیں جب
یہ حال ہے تو گنا ہگار کو چاہیے کہ توبہ کی طرف بہت جلد مبادرت کرے ایسا نہو کہ گناہوں کا زہر ایمان کی روح میں تاثیر کر جاوے اور پھر طبیبوں کے
ہاتھ سے اُسکا علاج نکل جاوے اور اُسکے بعد نہ کوئی پرہیز اثر کرے نہ وعظ و نصیحت کام آوے اور تباہ کاروں میں لکھ دیا جاوے اور اس آیت کا
مصداق بنے انا جعلنا فی اعناقہم اغلالا فہی الی الاذقان فہم مقمحون وجعلنا من بین ایدیہم سدا ومن خلفہم سدا فاغشیناہم فہم لا یبصرون وسواء علیہم
ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون اور ایسا نہو کہ لفظ ایمان سے مغالطہ کھا جاوے اور کہنے لگے کہ اس آیت سے مراد کافر ہیں کیونکہ یہ تو بیان کیا گیا
کہ ایمان کچھ اور بستر طرح پر ہے اور یہ کہ زانی حالت ایمان میں زنا نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایسے ایمان سے محجوب ہوگا جو شاخ اور
فرع کے مثل ہے وہ خاتمہ کے وقت اصل ایمان سے بھی محجوب ہوگا جس طرح وہ شخص کہ جسکے اعضا نہوں باوجودیکہ اعضا فرع روح کے ہیں مگر انکے
نہونے سے آدمی مر جاتا ہے اور اصل روح بھی جاتی رہتی ہے کیونکہ اصل بدون شاخوں کے قائم نہیں رہتی اور بدون اصل کے شاخوں کا وجود ہی
نہیں ہوتا اور اصل و فرع میں سوا ایک فرق کے اور کچھ فرق نہیں وہ یہ ہے کہ وجود اور بقاء فرع دونوں وجود اصل کو چاہتے ہیں مگر وجود
اصل وجود فرع پر منحصر نہیں لیکن بقاء اصل کیواسطے فرع کا ہونا ضرور ہے اور وجود فرع کیواسطے اصل کا ہونا لازم ہے علوم مکاشفہ اور علوم معاملہ آپس میں
لازم وملزوم ہیں ایسا نہیں کہ ایک کو دوسرے کی حاجت نہو اگرچہ علوم مکاشفہ رتبہ اصل رکھتے ہیں اور علوم معاملہ بجاے فرع کے اور علوم معاملہ اگر
آدمی کو عمل پر آمادہ نکریں تو انکے ہونے سے نہونا ہی اچھا ہے اسلیے کہ جو تاثیر اُنسے چاہیے تھی اگر وہ نکرینگے تو ناحق وبال جان ہونگے اور حجت بنینگے

اور اسی بناپر اگر عالم شخص فجور کرے تو اُسکا عذاب بنسبت جاہل بدکار کے زیادہ ہوگا چنانچہ اس باب میں جو اخبار وارد ہیں وہ ہم باب العلم میں لکھ چکے ہیں

چوتھا بیان اس امر میں کہ توبہ کا واجب ہونا ہر شخص پر ہر حال میں عام ہے کوئی اُس سے قطعاً علیحدہ نہیں جاننا چاہیے کہ
عموم وجوب توبہ اس آیت سے ثابت ہے جس میں کہ خطاب عام ہے وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون اور نور بصیرت سے بھی یہ بات
کچھ سمجھ میں آتا ہے اسواسطے کہ توبہ کے معنی یہ ہیں کہ جو طریق خدا سے دور کرے اور شیطان سے نزدیک اُس سے رجوع کرنا چاہیے اور یہ رجوع
شخص عاقل ہی سے ہو سکتا ہے اور اصل عقل کی جب کمال کو پہونچتی ہے جب شہوت اور غضب اور تمام صفات مذمومہ جو انسان کے بہکانے کے
لیے شیطان کے وسیلے ہیں انکی اصل کامل ہو چکتی ہے کیونکہ کمال عقل آدمی چالیس برس پر پہونچنے سے ہوتا ہے اور بناء عقل سن بلوغ ہی پر
پہونچنے سے پوری ہو جاتی ہے اور اُسکا آغاز سات برس کی عمر کے بعد سے ظاہر ہونے لگتا ہے مگر شہوت و غضب وغیرہ پہلے سے ہوتے ہیں
اور یہ سب لشکر شیطان ہے اور عقل لشکر ملائکہ ہے جب دونوں اکٹھے ہوتے ہیں تو آپس میں بالضرور لڑائی ہوتی ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی

ضد مین ایک کے ہوتے دوسرا قائم نہین رہ سکتا جیسے رات اور دن اور نور و تاریکی جمع نہین ہوتی پس جو انمین سے غالب ہو جاتا ہی دوسرے کی
بیخ کنی کر دیتا ہی اور چونکہ شہوت صغر سن ہی مین کامل ہو جاتی ہی تو شیطان کا مورچہ عقل سے پہلے ہی جم جاتا ہی اسلیے دل کو عادۃً مقتضیات
شہوت سے انس و الفت غالب ہو جاتی ہی اور اُسنے نکلنا دشوار ہو جاتا ہی پھر رفتہ رفتہ عقل ظاہر ہوتی ہی جو اللہ تعالی کے گروہ و جماعت مین سے ہی اور
اُسکے اولیا کو اُسکے دشمنون سے بتدریج بچاتی ہی پس اگر اسمین قوت و کمال نہوا تو کیفیت شیطان کے ہاتھ رہا اور اسنے اپنا وعدہ پورا کیا
جو قرآن مجید مین مذکور ہی لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا اور اگر عقل کامل اور قوی ہوئی تو اول کام اسکا یہ ہوتا ہی کہ لشکر شیطانی کی بیخ کنی شروع
کرتی ہی اسطرح کہ شہوات کو توڑتی ہی اور عادات کو چھڑاتی ہی طبیعت کو زبردستی عبادات پر لاتی ہی اور یہی غرض توبہ سے ہی یعنی توبہ مین جو
رجوع پایا جاتا ہی وہ یہان بھی متحقق ہوا کہ جس راہ کا رہبر شہوت اور رفیق شیطان ہی اُس راہ سے عقل نے آدمی کو پھیر کر خدا کی راہ پر ڈالا - اور
چونکہ یہ امر ہر انسان مین ضروری ہی کہ اُسکی شہوت عقل پر مقدم ہوتی ہی یعنی لشکر شیطان کا قبضہ ہر انسان مین عقل کے لشکر سے پہلے بیٹھ جاتا ہی
تو جو کام شہوات کی موافقت سے اُسوقت کیے ہون اُنسے رجوع کرنا ہر ایک انسان کے حق مین ضروری ہی خواہ وہ نبی ہو یا غبی اس لحاظ سے
یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ ضرورت رجوع حضرت آدم علیہ السلام ہی کو مخصوص تھی بلکہ یہ وہ حکم ازلی ہی کہ جنس انسان پر لکھ دیا گیا ہی اُسکے خلاف ہونا
ممکن نہین جب تک کہ سلسلہ عادت الٰہی کا اسطرح جاری ہی اور رب تبدیل کی توقع نہین کہ بدلے غرضکہ جو شخص بالغ ہوا اگر وہ کفر و جہالت پر ہو تو ان
باتون سے توبہ اُسپر واجب ہی اور اگر ماں باپ کی تبعیت سے مسلمان ہی مگر حقیقت اسلام سے غافل اور نادان تو اُسپر اس غفلت سے توبہ لازم ہی
اسطرح کہ معنی اسلام کے سمجھے اسلیے کہ اُسکے ماں باپ کا اسلام اُسکو کچھ فائدہ نہ کریگا جب تک کہ خود مسلمان نہوگا پھر اسلام کو سمجھنے کے بعد اپنی
عادات سے اور شہوات کے لیے بلا وجہ مطلق انسان ہونے کی الفت سے رجوع کرنا لازم ہی یعنی رعایت اللہ تعالی کے حدود کی ہر ایک بات مین
خواہ دینا ہو یا روکنا اور کسی کام سے باز رہنا ہو خواہ اُسمین لگا رہنا سب مین ملحوظ رکھے کہ ایک قدم حد حدود سے باہر نہ پڑے اور یہ قسم توبہ کی
سب اقسام سے دشوار تر ہی اسمین اکثر لوگ عاجز ہو کر تباہ ہوے غرض سب اقسام رجوع اور توبہ کے ہین پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ توبہ ہر شخص
کے حق مین فرض عین ہی ایسا کوئی شخص خیال مین نہین آتا کہ جسکو توبہ کی پروا نہو جس طرح حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام اس سے بے پروا
نہوے اسیطرح اُنکی اولاد بھی اس سے بے پروا نہین - اور بیان توبہ کے وجوب کا ہمیشہ اور ہر حال مین یہ ہی کہ ہر ایک شخص اعضا کے گناہ سے
خالی نہین اسلیے کہ اُس سے انبیا تک نہین بچے جیسا کہ قرآن و حدیث مین انبیا کی خطا اور اُنکی توبہ اور خطاؤن پر رونے کا ذکر موجود ہی
اور اگر بعض اوقات مین آدمی اعضا کے گناہ سے محفوظ رہیگا تو دل سے قصد گناہ کرنے سے نہ بچیگا اور اگر دل مین بھی قصد نہوگا تو
وسوسہ شیطان سے نہ بچیگا کہ وہ خیالات پریشان دل مین ڈالتا رہتا ہی جنسے یاد الٰہی سے غفلت ہوتی ہی اور اگر وسواس سے بھی خالی رہیگا
تو اس بات سے نہ بچیگا کہ خدا تعالی اور اُسکے صفات و افعال کی واقفیت مین غفلت اور قصور ہو اور یہ سب باتین نقصان کی ہین اور
ہر نقصان کا کوئی سبب ہی اُس سبب کو چھوڑنا اور اُسکی ضد اختیار کرنی اُس نقصان سے بہتری کیطرف رجوع کرنا ہی اور یہی غرض توبہ سے ہی اور آدمی کے
حق مین تصور نہین ہو سکتا کہ اس نقصان سے خالی ہو البتہ مقدار نقصان مین لوگ متفاوت ہین اور اصل نقصان کچھ نہ کچھ ہر ایک مین موجود ہی اس سے
زیادہ اور کیا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ اِنَّهٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ حَتّٰی اَسْتَغْفِرَ اللّٰهَ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ سَبْعِیْنَ مَرَّةً اور یہی سبب ہے
خدا تعالی نے آنکو بزرگی عنایت فرمائی کہ ارشاد فرمایا لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ پس جب آپ کا یہ حال ہو تو دوسرے کا کیا حال ہوگا یہان ایک
اعتراض ہو وہ یہ ہی کہ قلب پر جو خواطر وغیرہ طاری ہوتے ہین یہ ایک نقصان کی بات ہی اور کمال اسمین ہی کہ قلب اُنسے خالی رہے اسیطرح کنہ جلال الٰہی کی
معرفت مین قصور ہونا نقصان ہی مگر جسقدر معرفت زیادہ ہو اُسیقدر کمال ہی ایسا ہی ہر ایک سبب نقصان سے کمال کی طرف ترقی
کرنی ظاہر ہی کہ رجوع کہلاویگی اور ہر ایک رجوع کو توبہ کہ سکتے ہین اور مطابق مذکورہ بالا کے توبہ واجب ہونی چاہیے حالانکہ یہ نہین

فضائل مین داخل ہین فرض نہین کیونکہ کمال کا حاصل کرنا واجب نہین تو پھر ان امور سے ہر حال مین توبہ واجب ہونے کے کیا معنی ہین
تو اسکا جواب یہ ہے کہ پہلے گذر چکا کہ انسان ابتداے پیدایش مین اتباع شہوات سے ہرگز نہین بچتا اور اُس سے توبہ کرنے سے یہ غرض نہین کہ
اتباع شہوات صرف آگے کو چھوڑ دے بلکہ کمال توبہ یہین ہے کہ زمان ماضی کا بھی تدارک ہو اور آدمی جو شہوت کا اتباع کرتا ہے اُس سے دل پر
ایک تاریکی آجاتی ہے جیسے آئینے پر منھ کی بھاپ سے تیرگی آتی ہے پس اگر یہ اتباع شہوات بڑھ جاتا ہے تو سیاہی دل پر یعنی زنگ ہو جاویگی جیسے
منھ کی بھاپ اگر برابر آئینے پر پڑتی رہے تو زنگ لگ جاتا ہے اور شہوات سے زنگ لگنا دل پر قرآن مجید مین مذکور ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کلا بل
ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون اور زنگ اگر بہت ہوگا تو پھر دل پر مہر ہو جاتی ہے جیسے آئینے پر زنگ بہت دنون چھوڑ دیے جانے سے موجب
ہو جاتا ہے اور اُسکو بگاڑ دیتا ہے کہ پھر قابل صیقل اور جلا نہین رہتا یہی معلوم ہوتا ہے کہ میل ہی کا بنا ہوا ہے تو جس طرح کہ آئینہ کی صفائی کے واسطے یہ
کافی نہین کہ اُسپر آگے کو بھاپ اور سیاہی نہ ڈالین بلکہ پہلے بھاپ و زنگ کا مٹانا اسمین صورت نظر آنے کے لیے ضرور ہے اسیطرح جلاے دل کے
لیے بھی اسیقدر کافی نہین کہ اتباع شہوات آگے کو چھوڑ دے بلکہ ضرور ہے کہ جو تاریکی پہلے گناہون کی دل پر آگئی ہے اُسکو بھی مٹادے اور جسطرح
کہ دل پر گناہون کے باعث تاریکی آتی ہے اسیطرح طاعت اور ترک شہوت سے نور پیدا ہوتا ہے جس سے وہ تاریکی دور ہوتی ہے اور اسیکی طرف اشارہ کر
اس حدیث شریف مین اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو ہر حال مین اپنے دل سے آثار گناہون کے مٹانے کی حاجت ہے
کہ نیکیان کرکے انکو دور کرے کیونکہ نیکیون کے آثار گناہون کے آثار کی ضد مین اول ہونگے تو پہلے جاتے رہینگے یہ اُس دل کا حال ہے جسمین
اول صفائی اور جلا ہو مگر پھر اسباب عارضی سے تاریک ہو جاوے لیکن اول ہی اول جلا کرنا بہت محنت چاہتا ہے جیسے آئینے پر سے زنگ اُٹھانا
یعنی اکام نہین الا اول ہی اول آسکا آئینہ بنانا بہت دیر اور محنت چاہتا ہے غرضکہ یہ اشغال طول طویل کبھی آدمی سے علیحدہ نہین ہوتے تو
ان سب کا مآل توبہ ہی ہے اس سے ایک شق جواب کی معلوم ہوئی کہ ہر حال مین آدمی توبہ کا محتاج ہے اب دوسری شق کو لکھتے ہین کہ ہر حال مین
وجوب توبہ کے کیا معنی ہین تو جاننا چاہیے کہ واجب کے دو معنی ہین ایک واجب تو وہ ہے جو شرع کے احکام مین سے مشہور ہے اور اُسمین سب لوگ
شریک ہین اور وہ اتنا ہوتا ہے کہ اگر تمام خلق اُسکو ادا کرے تو عالم خراب نہو مثلاً نماز روزہ وغیرہ اور مدارج کمال اس قسم کے واجب مین داخل
نہین ہو سکتے کیونکہ اگر بالفرض سب لوگون پر یہ امر واجب ہو کہ اللہ سے حق ڈرنے کا ڈرین تو سب اپنی معیشت اور دنیا کو ترک کر دینگے
اور پھر سرے سے تقویٰ ہی نرہیگا کیونکہ معیشت کے جاتے رہنے سے تقویٰ کی فرصت کہان ملیگی ہر ایک شخص اپنی ضروریات کے شغل سے مہلت
نپاویگا عمر بھر بونے جوتنے بنانے بُننے مین مصروف رہیگا غرضکہ شرع مین واجب اسیقدر ہے کہ سب لوگ اگر اُسکو کرتے ہین تو نظام عالم مین
خلل نہو اور دوسرا واجب وہ ہے کہ مقام محمود صدیقین اور قرب رب العالمین تک پہونچنے کے لیے ضروری ہو اور جن چیزون سے ہمنے توبہ کرنے کو
لکھا ہے وہ سب اس درجہ کے پہونچنے کے لیے واجب ہین اور اسکی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسا کہتے ہین کہ نماز نفل مین طہارت واجب ہے
اسکے یہی معنی ہین کہ جو نفل پڑھنی چاہیے اُسکے لیے طہارت ضروری ہے کیونکہ بدون اسکے اُس نفل کا ثواب نہین مگر جو شخص کہ نماز نفل ہی سے
محروم ہے اور اس سعادت سے بہرہ اندوز نہو تو اُسپر نفل کی جہت سے طہارت واجب نہین یا اسطرح کہتے ہین کہ آنکھ اور کان اور ہاتھ
اور پانون انسان کے وجود مین شرط اور ضروری ہین یعنی اگر کوئی پورا انسان ہونا چاہے تو اُسکے واسطے یہ عضو ہونے ضرور ہین کہ اپنی
انسانیت سے منتفع ہو اور عضو کی بدولت دنیا مین درجات عالیہ کو پہونچ سکے پھر اگر کوئی شخص صرف زندگی پر قانع ہو کر گوشت کے لوتھڑے
یا کپڑے کے چیتھڑے کیطرح پڑا رہنا منظور کرے تو ایسی زندگی کیواسطے یہ اعضا ضرور نہین پس اصل واجبات جو سب لوگون پر واجب ہین
اُنسے صرف نجات ملجاتی ہے اور محض نجات کو مثل زندگی محض کے تصور کرنا چاہیے اور نجات محض کے سوا جو اور سعادات ہین اُنکو بجاے اعضا سمجھنا
چاہیے کہ زیبایش اور آرایش نجات کی اُنھین سے ہے اور انھین کیواسطے انبیا اور اولیا اور علماء اسکا سعی کرتے رہے ہین اور انھین کے حصول

کے لیے لذائذ دنیا وہی کو یکلخت چھوڑ دیا چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام نے ایکبار لیٹنے کے وقت اپنے سر کے نیچے پتھر رکھ لیا تھا آپ کے پاس
شیطان حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے تو دنیا ترک کی تھی آپ نے فرمایا کہ پھر تو نے کیا دیکھا جو خلاف ترک دنیا ہوا اسنے عرض کیا کہ پتھر کو تکیہ
بنانا دنیا کی لذت ہے زمین پر سر کیوں نہیں رکھتے آپ نے پتھر سر کے نیچے سے نکالکر پھینک دیا اور زمین پر سر رکھ لیا آپ کا پتھر کو پھینک دینا
اس لذت سے توبہ کرنا تھا اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت عیسی علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ زمین پر سر رکھنا حکم عام شرع میں واجب نہیں اسیطرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مخطط کو نماز میں خلل انداز پاکر اتار ڈالا اور جوتے کے تسمے نئے تھے کو باعث شغل جانکر پرانا پھر ڈال لیا پھر کیا
آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ باتیں اس شریعت میں جو آپ نے عام لوگوں پر مقرر کی ہیں واجب نہیں اور اگر معلوم تھا تو آپنے رجوع کیوں کیا
اس سے معلوم ہوا کہ یہ تدارک اسی جہت سے واقع ہوا کہ آپ نے ان باتوں کو اپنے دل میں ایسا موثر پایا کہ انکی تاثیر مقام محمود موعود تک پہونچنے
کی مانع تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے جب دودھ پینے کے بعد معلوم کیا کہ جو ناجائز سے آیا تھا حلق میں انگلی ڈالکر اتنی قے کی کہ اسکے ساتھ
قریب تھا کہ روح نکل جاوے کیا انکو فقہ کا مسئلہ معلوم نہ تھا کہ بھولکر پی لینے میں گناہ نہیں اور پی ہوئی چیز کا نکالنا واجب نہیں پھر اسکے پینے
کیوں [illegible] حتی الامکان معدے کو اس سے خالی کر دیا کیوں [illegible] تھا کہ انکے دل میں یہ بھید تھا کہ عوام کا حکم اور ہے
اور طریق آخرت کا خطرہ اور چیز اس خطرے کو بجز صدیقین کے اور کوئی نہیں جانتا پس ان لوگوں کے حالات پر تامل کرنا چاہیے جو سب
لوگوں سے زیادہ خدای تعالی اور راہ خدا اور عذاب خدا اور خفیہ مغالطوں کو خوب جانتے تھے اور ان احوال کو سوچکر زندگانی دنیا کے مغالطے
سے تو ایک دفعہ بچنا چاہیے اور خدای تعالی پر مغالطہ کھانے سے ہزار بار غرضکہ یہ وہ اسرار ہیں کہ اگر کسی شخص کے دماغ میں انکی بو پہونچ جاتی ہے
اسکو معلوم ہو جاتا ہے کہ سلوک راہ خدا کے واسطے ہر شخص پر توبہ نصوح ہر دم واجب ہے اگرچہ عمر نوح اسکو ملے اور توبہ بھی فورا بدون مہلت
ایسے صحیح فرمایا ہے ابو سلیمان دارانی نے کہ اگر عاقل آدمی بقیہ ایام حیات میں صرف اسوجہ سے رویا کرے کہ زمانہ ماضی بدون طاعت ضائع ہو گیا
تب بھی شایان ہے کہ اسکو یہ رنج موت تک رہے تو جو لوگ کہ بقیہ عمر میں بھی جہل کے باعث انھیں باتوں کے مرتکب ہوں جنکے زمانہ گذشتہ میں
ہوے تھے انکا کیا حال ہوگا۔ اور یہ انھوں نے اسواسطے فرمایا کہ اگر آدمی عاقل کے ملک میں کوئی عمدہ جوہر آ جاتا ہے اور بیفایدہ ضائع ہو جاتا ہے
تو اسپر ضرور رویا کرتا ہے اور اگر اسکے جانے کے ساتھ خود مالک کی بربادی بھی ہو تو ظاہر ہے کہ گریہ بہت زیادہ ہوگا اب اگر غور کرو تو ہر ایک ساعت
عمر کی بلکہ ہر ایک سانس ایک جوہر نفیس ہے کہ اسکا کچھ عوض اور بدل نہیں اسواسطے کہ اسمیں یہ صلاحیت و لیاقت ہے کہ آدمی کو سعادت ابدی تک
پہونچا دے اور شقاوت دائمی سے بچالے اس سے بڑھکر اور کونسا جوہر نفیس ہوگا پھر جب آدمی ایسے جوہر کو غفلت میں رایگان کر دے تو ظاہر ہے
کہ یہ اپنی خسارہ ہے اور اگر اسکو معصیت الہی میں ضائع کرے تو سراسر اپنی بربادی کرے پھر بھی اگر آدمی اس مصیبت پر نہ روئے تو جہالت ہے
اور جہالت کی مصیبت سب مصیبتوں سے بڑھکر ہے مگر مصیبت جہل مصیبت والے کو معلوم نہیں ہوتی کیونکہ خواب غفلت انمیں اور اسکی معرفت میں
حائل ہوتی ہے اور افسوس کہ سب آدمی اس خواب میں سرشار ہیں جب موت آویگی تب جاگینگے اسوقت مفلس کو اپنے افلاس کی خبر ہوگی اور
مصیبت والے کو اپنی مصیبت کی مگر اسوقت تدارک کہاں میسر ہو سکتا ہے بجز واماندہ حسرت و نا امیدی کے اور کچھ ہاتھ میں نہ ہوگا بعض عارفین
فرماتے ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام جب کسی بندے پر ظاہر ہو کر بتلاتے کہ تیری زندگی کی ایک ساعت رہی ہے اس سے ایک لمحے کی بھی
تاخیر نہ ہوگی تو بندے کو اسقدر حسرت اور ندامت ہوتی ہے کہ اگر بالفرض اسکے پاس تمام دنیا ہو تو اسکے دیدے ڈالنا قبول کرے بشرطیکہ عمر میں ایک
ساعت کا اضافہ ہو جاوے جسمیں تدارک اپنی تقصیر کا کرلے مگر اسوقت مہلت کہاں اور آیت وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ سے اول یہی معنی ظاہر
ہوتے ہیں اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ
وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا اجل قریب مطلوب کے یہ معنی ہیں کہ جب بندے پر ظہور ملک الموت کا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ اے ملک الموت مجھکو

ایک دن کی مہلت ملے کہ اسمین اپنے پروردگار کے سامنے عذر تقصیر اور توبہ کرون اور اپنے نفس کے واسطے توشۂ عمدہ لے لون ملک الموت جواب دیتا ہی کہ تو نے اتنے دن مفت برباد کیے اور کچھ نہ کیا اب دن کہان مل سکتا ہی پھر کہتا ہی کہ ایک ساعت ہی کی مہلت دے فرشتہ کہتا ہی بہت سی ساعتین رایگان کر چکے اب ایک ساعت کی بھی مہلت نملیگی اسکے بعد اسپر دروازہ توبہ کا بند کر دیا جاتا ہی اور جان حلق مین آجاتی ہی سانس سینے مین ہو لنے لگتا ہی اور بتدارک مافات سے نا امیدی اور حسرت ندامت کے گھونٹ پیتا ہی کہ مین نے ناحق عمر کھو دی ان دہشتون کے صدمات مین اصل ایمان مین اضطراب واقع ہوتا ہی پس جب روح نکلنے لگتی ہی تو اگر خدا نے اسکے لیے تقدیر مین اچھا لکھا ہی تو روح توحید پر نکلتی ہی اسیکا نام حسن خاتمہ ہی اور اگر معاذ اللہ سابقہ ازلی مین شقاوت کا قلم اسکے نام جاری ہی تو شک اور اضطراب پر روح پرواز کرتی ہی اور یہ خاتمہ بد ہی اسی خاتمے کی شان مین یہ ارشاد الٰہی ہی وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ اور یہ جو ارشاد ہی إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ اسکے معنی یہ ہین کہ زمانہ توبہ کا گناہ کے زمانہ سے متصل ہو یعنی اگر گناہ سرزد ہو تو فوراً اسپر ندامت کرے اور اسکے متصل ہی عمل نیک بجالاوے ایسا نہو کہ زیادہ مدت گذرنے سے دل پر اُس گناہ کا زنگ اثر کر جاوے اور پھر قابل مٹنے کے نرہے اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی أَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا اور اسیواسطے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ارشاد کیا کہ جان پدر توبہ مین تاخیرت کرنا کیونکہ موت ناگہان آجاتی ہی جو شخص توبہ کیطرف سبقت نہین کرتا اور آج کل پر ٹالتا رہتا ہی وہ دو بڑے خطرون مین مبتلا ہوتا ہی ایک تو یہ کہ گناہون کی تاریکی اکٹھا ہو کر دل پر آویگی تو زنگ اور مہر ہو کر پھر قابل محو کے نرہیگی دوسرے یہ کہ اگر اس عرصے مین مرض یا موت کے پنجے مین اسیر ہو جاویگا تو مہلت تدارک کی نملیگی اور اسی جہت سے حدیث شریف مین ہی أَكْثَرُ صِيَاحِ أَهْلِ النَّارِ مِنَ التَّسْوِيفِ اور جو شخص ہلاک ہوے وہ ٹالنے ہی کے سبب سے ہوے غرضکہ دل کا سیاہ ہونا تو سر دست اور دم نقد اسکو موجود ہی اور طاعت سے اسکی جلا کرنی ادھار ہی یہان تک کہ موت آدباوے اور خدا کے پاس وہی دل لیکر جانا پڑے حالانکہ نجات اسی شخص کو ہوگی جسکے دل مین زنگ نہو علاوہ ازین بندے کے پاس دل خدا تعالی کی امانت ہی اور زندگی بھی اسکی امانت اسیطرح سب اسباب طاعت امانت خداوندی ہین پس جو شخص امانت مین خیانت کریگا اور اس خیانت کا تدارک نکریگا تو اسکا انجام خطرناک ہی بعض عارفین ارشاد فرماتے ہین کہ اللہ تعالی اپنے بندے کو دو بھید بطریق الہام سنا دیتا ہی ایک تو یہ کہ جب ماں کے پیٹ سے نکلتا ہی تو اس سے ارشاد فرماتا ہی کہ اے بندے تجھکو مین نے دنیا مین پاک و صاف بھیجا ہی اور تیری عمر تیرے پاس امانت رکھی ہی اور تجھکو اسکا امین مقرر کیا اب مین دیکھونگا کہ تو کس طرح امانت کی حفاظت کریگا اور مجھسے کس حال مین ملیگا اور دوسرا بھید روح نکلنے کے وقت ہوتا ہی کہ یہ ارشاد فرماتا ہی کہ اے میرے بندے جو امانت مین نے تیرے پاس رکھی تھی تو نے اسمین کیا کیا آیا اسکی اسوقت تک حفاظت کی اور عہد پر جما رہا ہی تو مین بھی اپنا قول پورا کرون یا اسکو ضائع کر دیا تو مین مطالبہ اور عقاب کرون اور اسی بات کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین أَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ اور اس آیت مین وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ

پانچوان بیان اس باب مین کہ توبہ مین جب سب شرطین اکٹھی ہوتی ہین تو وہ ضرور ہی مقبول ہوتی ہی۔ جاننا چاہیے کہ جب آدمی قبول کے معنی سمجھ لے تو پھر اس بات مین شک نہ رہے کہ ہر ایک توبہ صحیح مقبول ہوتی ہی کیونکہ جو لوگ نور بصیرت سے دیکھتے ہین اور انوار قرآنی سے فیضیاب ہین وہ جانتے ہین کہ قلب سلیم یعنی جسمین مرض نہو وہ خدا تعالی کے نزدیک مقبول ہوتا ہی اور آخرت مین اسکے قرب مین مزہ اُڑاوے اور دیدار الٰہی کو اپنی چشم غیر فانی سے دیکھنے کی لیاقت اُسی مین ہی اور نیز اُن لوگون کو معلوم ہی کہ باعتبار اصل فطرت کے دل بے روگ پیدا ہوتا ہی اور اسکی سلامتی صرف گناہون کی تاریکی اور غبار کے چھا جانے سے جاتی رہتی ہی اور انکو یہ بھی معلوم ہی کہ آتش ندامت اس کدورت کو جلا دیتی ہی اور نیکی کا نور چہرۂ دل سے بدی کی تاریکی کو دور کر دیتا ہی اور اس نور کے سامنے تاریکی معاصی کی کچھ تاب نہین

جیسے کہ رات کا اندھیرا دن کے آجانے کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا یا جیسے میل کی کدورت صابون کی سفیدی کے سامنے باقی نہیں رہتی اور جس طرح کہ میلا کپڑا بادشاہ اپنے پہننے کے لیے پسند نہیں کرتا اسی طرح بادشاہ حقیقی بھی قلب کدورت آگین کو اپنے قرب میں رہنے کے لیے نہیں پسند کرتا اور جس طرح کہ ادنیٰ کاموں میں کپڑے کا استعمال کرنے سے میل اس پر جلد آجاتا ہے اور پھر گرم پانی اور صابون سے دھونے سے صاف ہو جاتا ہے اسیطرح دل کا استعمال اگر شہوات میں کیا جاتا ہے تو اسپر میل آجاتا ہے اور حرارت ندامت اور آب سرشک سے طاہر و نظیف ہو جاتا ہے اور جو دل کہ پاک و صاف ہو وہ مقبول ہوتا ہے جیسے صاف و شستہ کپڑا مقبول ہوا کرتا ہے تو آدمی پر صرف دل کا پاک و صاف اور لائق قبول رکھنا چاہیے تاکہ بموجب حکم ازلی مقبول ہو جاوے اسی قبول کا نام فلاح ہے جو اس آیت میں مذکور ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا اور جو شخص بسبیل تحقیق آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ اس بات کو نہیں جانتا کہ قلب پر تاثیر معاصی اور طاعات کی ایک دوسرے کی ضد ہوا کرتی ہے کہ ایک کو اگر مجازاً اندھیرا کہیں جیسے جہالت کو کہا کرتے ہیں تو دوسرے کو لفظ نور سے تعبیر کرینگے جیسے علم کو کہا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نور اور ظلمت میں ضد ہے اکٹھے ہرگز نہیں ہو سکتے تو ایسا شخص ناواقف ہے گویا صرف پوست پر قانع ہے اور فقط نام ہی دین کا سُن لیا ہے حقیقت دین سے دل پر بڑا گاڑھا پردہ پڑا ہوا ہے بلکہ ایسا شخص اپنے نفس کی حقیقت اور اسکی صفات سے بھی جاہل ہے اور جو اپنے نفس یعنی قلب ہی کو نہ پہچانے وہ دوسرے کو بطریق اولیٰ نہ پہچانیگا کیونکہ قلب سے دوسری چیز کو پہچانتا ہے پس جو اپنے قلب ہی کو نہ پہچانیگا وہ دوسرے کو کیسے پہچانیگا پس جسکو یہ وہم ہے کہ توبہ درست و صحیح ہو کر قبول نہیں ہوتی وہ ایسا ہے جیسا کوئی یہ وہم کرے کہ آفتاب کے نکلنے سے اندھیرا نہیں جاتا یا صابون سے کپڑا دھونے سے میل نہیں دور ہوتا ہاں اگر میل کی تہ جمکر کپڑے کے جگر میں گھس جاویگی تو پھر صابون سے اسکو دور نہیں کر سکتے اسیطرح اگر گناہ ہو کر پے در پے ہونے سے دل پر زنگ اور مہر ہو جاویگی تو ایسا دل نہ رجوع کرتا ہے نہ توبہ بلکہ کبھی زبان سے صرف توبہ توبہ کہتا ہے اس سے کیا ہو سکتا ہے یہ تو ایسا ہے جیسا دھوبی زبان سے کہے کہ میں نے کپڑا دھویا اسکے صرف کہنے سے تھوڑا ہی صاف ہو جاویگا جب تک کپڑے میں جو میل ہے اسکے چھڑانے کی تدبیر استعمال میں نہ لاویگا مگر یہ حال اصل توبہ سے باز رہنے والے کا ہے اور کچھ بعید بھی نہیں بلکہ اکثر خلق پر جو دنیا پر گرے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ سے بالکل پھرے ہوئے ہیں یہی حالت غالب ہے اب اگرچہ اسقدر بیان قبول توبہ کے لیے کافی ہے مگر چونکہ جس بات پر کتاب اللہ اور حدیث کی دلیل نہیں ہوتی اُسکا کچھ اعتماد نہیں ہوتا لہٰذا ہم بیان مذکور کو آیات و اخبار و آثار سے تقویت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ اور فرمایا غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ اور سوا اسکے بہت سے آیات قبول توبہ میں وارد ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ خدائے تعالیٰ بندے کی توبہ سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ظاہر ہے کہ خوشی کا مرتبہ قبول سے بڑھکر ہے تو یہ حدیث قبول پر کچھ زیادتی کے ساتھ دلیل ہوئی اور ایک حدیث شریف میں جو وارد ہے کہ جو شخص رات میں صبح تک گناہ کرے اور جو دن میں رات تک گناہ کرے ایسے گناہگاروں کی توبہ قبول کرنے کے واسطے خدا تعالیٰ اپنا ہاتھ پھیلایا کرتا ہے یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے نکلے اب ظاہر ہے کہ ہاتھ کے پھیلانے سے کنایۃً توبہ کی طلب معلوم ہوتی ہے اور طالب شئے کا قبول کرنے والے سے بڑھکر ہے کیونکہ بعض قبول کرنے والے طالب نہیں ہوتے مگر طالب کو قبول کرنے والا ہونا لازم ہے اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَوْ عَمِلْتُمُ الْخَطَايَا حَتَّى تَبْلُغَ السَّمَاءَ ثُمَّ نَدِمْتُمْ لَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اور فرمایا بندہ کوئی گناہ کرتا ہے اور اسی وجہ سے جنت میں داخل ہوتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ بات کس طرح ہے آپ نے فرمایا کہ گناہ سے تائب ہو کر اُس سے گریز کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہوتا ہے اور فرمایا کہ كَفَّارَةُ الذَّنْبِ النَّدَامَةُ اور فرمایا اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ اور روایت ہے کہ ایک حبشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں گناہ کیا کرتا تھا فرمایئے کہ میری توبہ بھی قبول ہوگی آپ نے فرمایا کہ بیشک توبہ قبول ہوگی وہ چلا گیا اور پھر لوٹ کر

عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب مین خطا کرتا تھا تو مجکو خدای تعالیٰ دیکھتا تھا یا نہین آپ نے فرمایا کہ ہان دیکھتا تھا یہ سنتے ہی حبشی نے ایک ایسا نعرہ مارا کہ اسی کے ساتھ اسکی روح پرواز کر گئی اور روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جب شیطان کو اپنی درگاہ عزت سے نکال دیا تو وہ خواستگار مہلت ہوا اسکو قیامت تک کی مہلت ملی پھر اسنے عرض کیا کہ قسم ہو تیری عزت کی جب تک آدمی کے بدن مین جان رہیگی جب تک مین اسکے دل سے نہین نکلنگا ارشاد ہوا کہ مجکو بھی اپنی عزت و جلال کی قسم ہو کہ جب تک اُنمین جان رہیگی تب تک اُنسے توبہ نہ روکونگا اور ایک حدیث شریف مین وارد ہو کہ ان الحسنات یذہبن السیئات کما یذہب الماء الوسخ اسی طرح اخبار بسیار در قبول توبہ مین وارد ہین اور آثار بھی بہت ہین چنانچہ حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ شان نزول اس آیت کی فانہ کان للاوابین غفورا یہ ہو کہ کوئی شخص گناہ کرے پھر توبہ کرے پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے اور حضرت فضیل رح اس حدیث قدسی کو روایت کرتے ہین کہ خدای تعالیٰ فرماتا ہو کہ گنہگارون کو مژدہ سنا دو کہ اگر وہ توبہ کرینگے تو مین قبول کرونگا اور صدیقین کو ڈرا دو کہ اگر انپر مین اپنا عدل کرونگا تو عذاب دونگا اور طلق بن حبیب رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے حق اتنے بڑے ہین کہ بندون سے ادا نہین ہو سکتے مگر صبح کو توبہ کرتے ہین شام کو توبہ کرتے ہین اس وجہ سے امید عفو ہو اور حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہین کہ جسنے کوئی قصور کیا ہو اگر اُسکو یاد کر کے دل مین خائف ہو تو وہ قصور اُسکے نامۂ اعمال سے محو ہو جاتا ہو اور روایت ہو کہ انبیاے بنی اسرائیل مین سے کسی نبی سے کوئی قصور سرزد ہوا اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ قسم ہو اپنی عزت کی اگر تونے پھر ایسا کیا تو عذاب دونگا اُنھون نے عرض کیا کہ الٰہی تو تو ہو اور مین مین ہون قسم ہو تیری عزت کی کہ اگر تو مجھکو نہ بچا دیگا تو مجھسے دوبارہ قصور ہو جائیگا اللہ تعالیٰ نے انکو دوبارہ قصور کرنے سے محفوظ کر دیا اور بعض اکابر کا قول ہو کہ بندہ بعض اوقات گناہ کرتا ہو اور ندامت الٰہی نادم رہتا ہو یہانتک کہ جنت مین داخل ہوتا ہو اسوقت شیطان کہتا ہو کہ کیا خوب ہوتا جو مین اسکو گناہ مین مبتلا نہ کرتا اور حبیب بن ثابت رح فرماتے ہین کہ قیامت کے روز کوئی بندہ اسکے گناہ پیش کیے جائینگے جو خطا اسکے سامنے آویگی یہی کہیگا کہ مین اسی سے ڈرا کرتا تھا اُسکا قصور اسی سے معاف ہو جاویگا اور روایت ہو کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود سے سوال کیا کہ مین نے ایک گناہ کیا ہو میری توبہ بھی قبول ہوگی کہ نہین آپنے اول اسکی طرف سے منھ پھیر لیا پھر متوجہ ہو کر با چشم تر اس سے فرمانے لگے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہین سب کھلتے ہین اور بند ہوتے ہین مگر دروازہ توبہ پر ایک فرشتہ معین ہو وہ بند نہین ہوتا تجھکو چاہیے کہ عمل کرے اور نا امید نہو رباعی

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ	این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اور عبد الرحمن بن ابی القاسم سے روایت ہو کہ ایکبار اُنکی مجلس مین ذکر توبہ کا تھا اور اس آیت کا ان ینتہوا یغفر لہم ما قد سلف ہوا انھون نے فرمایا کہ مجھے توقع ہو کہ مسلمان کا حال خدا کے نزدیک اچھا ہوا اور مجھکو یہ روایت پہونچی ہو کہ مسلمان کا توبہ کرنا ایسا ہو جیسا اسلام کے بعد پھر اسلام لانا اور حضرت عبد اللہ بن سلام رح نے فرمایا ہو کہ مین تمسے جو حدیث کہتا ہون وہ یا نبی مرسل سے سنی ہوئی کہتا ہون یا کتاب آسمانی دیکھی ہوئی بیان کرتا ہون وہ یہ ہو کہ بندہ گناہ کرنے کے بعد اگر ایک لحظہ ندامت کرتا ہو تو پلک مارنے سے بھی جلد تر وہ گناہ اُس سے دور ہو جاتا ہو اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ توبہ کرنے والون کے پاس بیٹھو اسواسطے کہ اُنکے دل زیادہ نرم ہوتے ہین۔ اور بعض اکابر کا قول ہو کہ مجھے خوب معلوم ہو کہ خدای تعالیٰ میری مغفرت کب کریگا لوگون نے پوچھا کہ کب کریگا اُنھون نے کہا کہ جب میری توبہ قبول کریگا اور بعضون کا قول ہو کہ اگر مین توبہ سے محروم رہون تو زیادہ خوف کرتا ہون بہ نسبت اسکے کہ مغفرت سے محروم رہون اور یہ اسلیے کہا کہ مغفرت توبہ کو لازم ہو جب توبہ قبول ہوگی تو مغفرت ہو ہی جاویگی اور روایت ہو کہ بنی اسرائیل مین ایک جوان تھا جسنے خدای تعالیٰ کی عبادت بیس برس کی تھی پھر اسکی نافرمانی بھی بیس برس تک کی پھر آئینے مین جو دیکھا تو ڈاڑھی مین سفیدی نظر آئی اور برا معلوم ہوا جناب الٰہی مین عرض کیا کہ خدایا مین نے بیس برس تک تیری طاعت کی اور بیس برس تک نافرمانی اب اگر اپنی حرکات سے باز آ کر تیری طرف رجوع کرون تو

تو قبول فرماویگا اُسوقت ایک آواز دینی مگر کہنے والا نظر نہ آیا مطلب اُسکا یہ تھا کہ تونے ہمسے دوستی کی تو ہمنے بھی تجھسے محبت کی اور
جب تونے ہمکو چھوڑ دیا تو ہمنے تجھکو چھوڑ دیا اور تونے نافرمانی کی تو ہمنے مہلت دی اب اگر رجوع کریگا تو پذیرا فرماوینگے۔ اور حضرت ذوالنون
مصری فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین جنھون نے گناہون کے پیڑ ایسے لگائے جیسے دلون مین جان ہے اور انکو
توبہ کا پانی دیتے رہے یہان تک کہ ندامت اور حزن کا پھل آنے لگا پس بدون جنون کے دیوانہ ہوگئے اور بدون عاجزی اور
گونگے پن کے عجمی بنگئے حالانکہ بڑے بلیغ اور فصیح اور خدا اور رسول کے عارف وہی ہین پھر جام صفا نوش کیا تو باوجود زیادتی مصیبت کے
صبر ہی کرتے رہے پھر اُنکے دل جو سیر عالم ملکوت کے مشتاق ہوے اور پردہاے جبروت کے خفیہ اُمور مین فکر دوڑانے لگے
اور ندامت کے جھروکے مین بیٹھکر اپنے گناہون کا صحیفہ پڑھنا شروع کیا تو اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنکے نفسون پر خوف چھا گیا
یہان تک کہ ورع کی سیڑھی لگا کر زہد کی بلندی پر چڑھ گئے اور ترک دنیا کی تلخی شیرین اور بستر کی سختی نرم معلوم ہونے لگی حتی کہ نجات
اور سلامتی کی کمند ہاتھ لگی اور اُنکی روحین سیر کرتی پھرتی بستان نعیم مین پہونچ گئین اور دریاے حیات مین جو گھسے اور ناامیدی و
واویلا کے خندقون کو پاٹا اور ہواے نفسانی کے پلون کو پار اُترے تو میدان علم مین جا پہونچے اور چشمہ حکمت سے سیراب ہوے
پھر ہوشیاری کی کشتی پر سوار ہوکر نجات کا بادبان چڑھایا اور بحر سلامت مین لنگر اُٹھا کر ساحل راحت اور عزت اور کرامت پر
پہونچ گئے۔ اسقدر بیان کافی ہے اس باب مین کہ توبہ صحیح بیشک مقبول ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ تو وہ بات ہے جو معتزلہ کہتے ہین
کہ خداے تعالی پر توبہ کا قبول کرنا واجب ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ ہم جو توبہ کا قبول ہونا واجب کہتے ہین تو اس طرح کا وجوب ہے جیسا
کوئی کہے کہ کپڑا اگر صابون سے دھویا جاوے تو میل کا چھٹنا واجب ہے یا پیاسا اگر پانی پیے تو پیاس کا جانا واجب ہے یا پانی اگر مدت تک
کسی سے روک لیا جاوے تو پیاس لگنی واجب ہے اور اگر ہمیشہ پیاسا رہے تو مرجانا واجب ہے غرضکہ اس واجب کے معنی ضروری کے ہین
معتزلہ کی مراد کے موافق اِن باتون مین سے کسی مین ایسا وجوب نہین جیسا وہ خداے تعالی پر ثابت کرتے ہین ہماری مراد یہی ہے کہ
اللہ تعالی نے طاعت کو کفارہ گناہ بنایا ہے اور نیکی کو مٹانے والی بدی کی پیدا کیا جس طرح کہ پانی کو پیاس بجھانے کے لیے بنایا ہے اور
اُسکی قدرت سے اسکے خلاف کی بھی گنجایش ہے بشرطیکہ اُسکی مشیت سابقہ ازلی مین بھی ایسی ہی ہو حاصل یہ کہ کوئی چیز خدا پر واجب نہین
الا جس چیز پر اُسکا ارادہ ازل مین ہوچکا ہے اُسکا ہونا بیشک واجب ہے۔ یہان یہ سوال ہوسکتا ہے کہ توبہ کرنے والون مین سے تو ہر ایک کو
قبول توبہ مین شک ہوتا ہے اور پانی پینے والے کو پیاس بجھنے مین شک نہین ہوتا تو توبہ والا کیون شک کرتا ہے اُسکا جواب یہ ہے
کہ وجہ شک کی یہ ہے کہ شرائط جو صحت توبہ کے لیے ضروری ہین اُنکے وجود مین شک ہوتا ہے کہ توبہ کے ارکان اور شرائط دقیق جنکا بیان
عنقریب آویگا سب موجود ہوے یا نہین اور سب شرطین اکثر موجود نہین ہوتین اسلیے قبول مین بھی شک رہتا ہے جیسا کہ جلاب
پینے والا دستون کے آنے مین شک کیا کرتا ہے کہ آوینگے یا نہین اُسکا شک اسی جہت سے ہوتا ہے کہ شرائط اسہال کے باعتبار حال اور
موسم کے پائے گئے یا نہین کیفیت ترکیب دوا اور اُسکے جوش دینے کی بن پڑی یا نہین اسہال کی مفرد دوائین سب اچھی ہین یا نہین
اسیطرح کی باتین توبہ مین بھی ہوتی ہین جو خوف دلاتی ہین اور قبول ہونے مین شک ڈالتی ہین چنانچہ اُسکی شرطون مین آگے مذکور ہوگا

فصل دوم اُس چیز کے بیان مین جس سے توبہ ہوتی ہے اور وہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ ہین۔ واضح ہو کہ توبہ کے معنی گناہ چھوڑنے کے
ہین اور کسی چیز کا چھوڑنا جب ممکن ہے جب اُسکو جان لیا جاوے اور چونکہ توبہ واجب ہے تو جس چیز سے کہ توبہ کے درجے کو
پہونچتے ہین وہ بھی واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ گناہون کا پہچاننا واجب ہے۔ گناہ اُس چیز کو کہتے ہین جو کسی کام کے کرنے
یا نہ کرنے سے مخالفت امر الہی کی پائی جاوے اور اُسکی تفصیل اس بات کی مقتضی ہے کہ تمام احکام الہی کو ابتدا سے انتہا تک بیان کیا جاوے

حالانکہ ہماری غرض یہ نہین ہے اسی لیے بطریق اجمال گناہ کے اقسام و روابط تین بیانون مین لکھے دیتے ہین

بیان اول گناہون کے اقسام کا ذکر باعتبار بندون کی صفات کے یہ تو پہلے اب عجائب قلب مین لکھا گیا کہ انسان کے اوصاف اور اخلاق بہت سے ہین مگر جنسے کہ گناہ وجود مین آتے ہین وہ صفات منحصر چار وصفون مین ہین ربوبیت اور شیطانیت اور بہیمی اور سبعی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ خمیر انسانی مختلف اخلاط سے ہوا ہے اسلیے ہر ایک خلط انسان مین اپنا اثر جدا کا نہ چاہتی ہے مثلاً سکنجبین اگر شکر اور سرکہ اور زعفران سے تیار کیجاوے تو اسمین ہر ایک کا اثر جدا جدا ہوگا اسیطرح ان چارون صفتون کا اثر جدا جدا ہوتا ہے صفت ربوبیت مقتضی ایسے امور کی ہوتی ہے جیسے کبر اور فخر اور جابر ہونا اور محبت مدح و ثنا اور عزت و توانگری اور محبت ہمیشہ باقی رہنے کی اور سب خلق پر بلندی چاہنا یہان تک کہ گویا یہ کہا چاہتا ہے انا ربکم الاعلی اور اس صفت سے ایسے گناہ کبیرہ پھوٹتے ہین کہ لوگون کو انکی خبر بھی نہین ہوتی اور انکو گناہون مین شمار نہین کرتے حالانکہ وہ بڑے مہلک اور اکثر گناہون کی جڑ ہوتے ہین چنانچہ انکو بالاستیعاب جلد ثالث مین ہم لکھ چکے ہین دوسری صفت شیطانی ہے سے یہ باتین پھوٹتی ہین حسد اور سرکشی اور حیلہ اور مکر اور جھگڑے اور بری بات کا حکم کرنا اور اسمین داخل ہے کھوٹا پن اور نفاق اور بدعت کیطرف بلانا اور گمراہی تیسری صفت بہیمی ہے اس سے یہ باتین متفرع ہوتی ہین شدت حرص و طمع اور شہوت شکم و شرمگاہ کے پورا کرنے کی خواہش اور اسی کی شاخ ہین زنا اور اغلام اور چوری اور مال یتیم کا کھا جانا اور شہوت کیواسطے مال حرام کا اکٹھا کرنا چوتھی صفت سبعی ہے اس سے یہ برائیان نکلتی ہین غضب و کینہ اور لوگون پر مار پیٹ اور گالی سے چڑھ جانا اور قتل کرنا اور کسیکا مال ضائع کرنا۔ اور اسمین سے بھی کئی گناہ متفرع ہوتے ہین۔ اور اصل پیدائش مین یہ چارون صفتین بتدریج آتی ہین سب سے پہلے صفت بہیمی غالب ہوتی ہے اسکے بعد صفت سبعی ظاہر ہوتی ہے اور یہ دونون جمع ہوکر عقل کو مکر اور فریب اور حیلے مین لگاتے ہین اور اسی سے صفت شیطانی کا زور ہوتا ہے پھر سب سے آخر مین صفات ربوبیت یعنی فخر اور تعلی اور عزت و کبریائی کی خواہش اور سب لوگون پر حاوی ہو جانے کا قصد ابھرتا ہے غرضکہ مبادی گناہون کا اور منبع عصیان تو یہی چار باتین ہین پھر انمین سے اعضا پر گناہ پھیل پڑتے ہین تو بعضے گناہ خاص متعلق بدل ہین مثلاً کفر اور بدعت اور نفاق اور لوگون کی برائی دل مین رکھنی وغیرہ اور بعضے متعلق بہ آنکھ و کان ہین اور بعضے متعلق بہ شکم و شرمگاہ اور بعضے ہاتھ پاؤن سے متعلق ہین اور بعضے تمام بدن سے اور چونکہ یہ سب واضح ہین اسلیے انکی تفصیل کی کچھ ضرورت نہین —

دوسری تقسیم گناہون کی یہ ہے کہ گناہ دو قسم کے ہین ایک وہ جو خدا تعالیٰ کے اور بندے کے درمیان ہین اور ایک وہ کہ بندون کے حقوق سے متعلق ہین پس جو گناہ حقوق خدا ہی تعالیٰ کے متعلق ہین وہ تو ایسے ہین جیسے نماز و روزہ اور دوسرے واجبات خاص کا چھوڑ دینا اور جو حقوق عباد سے بھی متعلق ہین وہ ایسے ہین جیسے زکوۃ نہ دینا اور کسی کو مار ڈالنا اور مال چھین لینا اور گالی دینی حاصل یہ کہ جو شخص کسی غیر کا حق لیتا ہے یا اسکے نفس کو یا عضو کو یا مال کو یا آبرو کو یا دین کو یا جاہ کو لیا چاہتا ہے اور دین کا لینا ایسا ہے کہ بہکا کر بدعت کیطرف راغب کرے اور گناہون کیطرف مائل کرے اور ایسے اسباب کا باعث ہو کہ جنسے اللہ پر جرأت کرنے لگے جیسے بعض واعظون کا دستور ہے کہ رجا کی جانب کو خوف کی جانب پر زیادہ غلبہ دیتے ہین کہ آدمی گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے غرضکہ جو گناہ متعلق بندون سے ہین انمین بہت دشواری ہے اور جو خدا کے اور بندے کے درمیان ہین بشرطیکہ شرک نہون انمین عفو کی توقع زیادہ ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے الدواوین ثلاثۃ دیوان یغفر و دیوان لا یغفر و دیوان لا یترک یعنی دیوان اول سے غرض وہی گناہ ہین جو بندے کے اور خدا کے درمیان ہین اور دیوان ثانی سے مراد شرک ہے اور دیوان سوم سے حقوق عباد مقصود ہین کہ انکی باز پرس ضرور ہوگی تا آنکہ معاف کیے جاوین

تیسری تقسیم گناہون کی یہ ہے کہ گناہ یا صغیرہ ہین یا کبیرہ اور انکی تعریف مین لوگون کے قول بہت مختلف ہین بعضے کہتے ہین کہ صغیرہ کوئی گناہ نہین بلکہ جسمین مخالفت امر الٰہی کی ہوگی وہ کبیرہ ہی ہے اور یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ وجود گناہ صغیرہ کا کلام اللہ اور

حدیث سے ثابت ہو چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہو ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم وندخلکم مدخلا کریما اور فرمایا یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم اور حدیث شریف مین فرمایا الصلوٰۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ یکفرن ما بینھن ان اجتنبت الکبائر اور دوسری روایت یون ہو کفارات لما بینھن الا الکبائر اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرو بن العاص روایت کرتے ہین الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس اور صحابہ اور تابعین کو گنتی مین کبائر کی چار سے لیکر سات اور نو اور دس تک اور اس سے زیادہ تک اختلاف ہو حضرت ابن مسعود چار بتاتے ہین اور حضرت ابن عمر سات کہتے ہین اور عبد اللہ بن عمرو نو فرماتے ہین اور حضرت ابن عباس کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر گناہ کبیرہ کے شمار سات فرماتے ہین تو آپ فرماتے کہ انکو ستر کہنا بنسبت سات کہنے کے قریب بصواب ہو اور یہ بھی حضرت ابن عباس کا قول ہو کہ جو چیز اللہ تعالی نے منع فرمائی ہو وہ کبیرہ ہو اور بعضون کا یہ قول ہو کہ جس گناہ پر خدا سے تعالی نے وعدہ دوزخ کا کیا ہو وہ کبیرہ ہو اور بعض سلف کا یہ قول ہو کہ جس گناہ پر دنیا مین حد واجب ہوتی ہو وہ کبیرہ ہو اور بعضون نے فرمایا کہ اسکی شمار معلوم نہین جیسے لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعت معلوم نہین ویسے ہی اسکا عدد بھی معین نہین اور حضرت ابن مسعود سے جب سوال شمار کا کیا گیا تو انھون نے فرمایا کہ سورۂ نساء کے شروع سے پڑھو اور تیس آیت تک پڑھتے جاؤ یہان تک کہ یہ آیت آجاوے ان تجتنبوا کبائر ما تنھون الخ تو جتنے گناہ کہ خدا سے تعالی نے اس سورے مین شروع سے اس آیت تک منع فرمائے ہین وہ کبیرہ ہین اور ابو طالب مکی یہ فرماتے ہین کہ کبیرہ گناہ چودہ ہین کہ انکو مین نے احادیث سے جمع کیا ہو اور اقوال حضرت ابن عباس اور ابن مسعود اور ابن عمر رض سے اکٹھے کیے ہین چار تو انمین سے دل مین ہین یعنی اللہ کا شریک کرنا اور گناہون پر اصرار کرنا اور خدا کی رحمت سے ناامید ہونا اور اسکے عذاب سے بے خوف ہونا اور چار متعلق زبان ہین اول جھوٹی گواہی دینی دوسرے پارسا مرد کو گالی یعنی تہمت زنا لگانی تیسرے جھوٹی قسم کھانی جسکو یمین غموس کہتے ہین اور اسکی تعریف یہ ہو کہ اس سے ناحق کو حق کیا جاوے یا حق کو ناحق کرنا منظور ہو اور بعضون نے یہ تعریف لکھی ہو کہ جس سے کسی مسلمان کا مال ناحق کھانا یا کرنا منظور ہو خواہ ایک سواک ہی کیون نہو اور اسکو غموس اسلیے کہتے ہین کہ غموس کے معنی غوطہ دینے والے کے ہین گویا یہ قسم اپنے مرتکب کو دوزخ مین غوطہ دیتی ہو چوتھے جادو اور اسکی تعریف یہ ہو کہ جو کلام کسی انسان خواہ کسی جسم کو اصلی خلقت سے بدل دے اور تین پیٹ سے متعلق ہین اول شراب پینا اور شراب مین ہر ایک نشے کی چیز داخل ہو دوسرے مال یتیم کا ظلم سے کھانا تیسرے سود کھانا اور دو متعلق شرمگاہ کے ہین اور وہ دو یہ ہین زنا اور اغلام ہین۔ اور دو متعلق ہاتھون سے ہین یعنی قتل اور چوری اور ایک متعلق پانون سے ہو یعنی لشکر سے بھاگنا اس طرح کہ ایک مقابل دو کے بھاگ جاوے اور دس مقابل بیس کے اور ایک متعلق تمام بدن سے ہو یعنی نافرمانی والدین کی اس طرح کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھاوین تو بیٹا انکی قسم پوری نہ کرے اور اگر کچھ حاجت چاہین تو پوری نہ کرے اور اگر برا کہین تو انکو مارے اور بھوکے ہون تو کھانا نہ دے انتہی یہ قول اگرچہ قریب ہو مگر پورا تشفی اس سے نہین ہوتی اسلیے کہ اس سے کمی اور بیشی بھی ہو سکتی ہو مثلا اس قول کی رو سے سود کھانا اور مال یتیم کا کھانا گناہ کبیرہ ہوا اور یہ گناہ متعلق بمال ہو اور گناہ متعلق نفوس سے صرف قتل کو کبیرہ لکھا ہو آنکھ پھوڑنے اور ہاتھ کاٹنے وغیرہ اقسام عذاب اہل اسلام کو نہین لکھا اسی طرح یتیم کا مارنا اور اسکو عذاب دینا خواہ اسکا ہاتھ یا کوئی عضو کاٹ ڈالنا بلاشک بڑا گناہ کبیرہ ہو بنسبت اسکے مال کھانے کے علاوہ ازین حدیث شریف مین گناہ اسکو بھی لکھا ہو کہ ایک گالی کے عوض دو دے یا کسی مسلمان کی آبرو مین دست درازی کرے اور یہ تہمت زنا سے علاوہ بات ہو اور حضرت ابو سعید خدری وغیرہ اصحاب کا قول ہو کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو جو تمھاری نظرون مین بال سے زیادہ باریک ہین مگر ہم لوگ انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین گناہ کبیرہ سمجھتے تھے اور بعض لوگون کا یہ قول ہو کہ جو گناہ آدمی عمدا کرے وہ کبیرہ ہو اور جو خدا تعالی نے منع فرمایا ہو وہ کبیرہ ہو یہ اقوال ہین لیکن اگر کوئی شخص مثلا چوری کو دریافت کیا چاہے کہ یہ کبیرہ ہو یا نہین تو اسکا یہ حال

خوب نہ معلوم ہوگا جب تک کہ کبیرہ کے مضمون سے آگاہ نہو جاوے کہ اس سے کیا مراد ہوتی ہے جیسے کوئی کہے کہ چوری حرام ہے یا نہیں
تو جب تک حرام کے معنی نہ مقرر ہونگے تب تک اسپر حکم نہیں کر سکتے یا یہ معلوم ہو کہ جو گناہ حرام میں ہوتا ہے وہ چوری میں بھی داخل ہے تو اس
صورت میں البتہ اسپر حکم حرمت کا ہو سکتا ہے بہر حال لفظ کبیرہ لفظا مبہم ہے لغت میں خواہ شرع میں اسکے واسطے کوئی معنی خاص نہیں ہوا
کبیرہ اور صغیرہ امور اضافی میں سے ہیں جو گناہ ہو وہ بعض کی نسبت بڑا ہو سکتا ہے اور بعض کی نسبت چھوٹا یعنی اگر اسکے اوپر کی جانب
دیکھو گے تو چھوٹا معلوم ہوگا اور اس سے کمتر کو دیکھو گے تو بڑا معلوم ہوگا مثلاً اجنبی عورت کے ساتھ لیٹنا زنا کی نسبت کم ہے اور صرف
آنکھ سے دیکھنے کی نسبت زیادہ ہے اور مسلمان کا ہاتھ کاٹ ڈالنا پیٹ کی نسبت بڑا ہے اور قتل کی نسبت چھوٹا علاوہ ازین اصطلاح میں کچھ
مضائقہ نہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسے گناہوں کو جنپر عذاب دوزخ ہے کبیرہ کہے اور وجہ بیان کرے کہ چونکہ آتش دوزخ کی سزا بہت
بڑی ہے اسلیے وہ گناہ کہ جس سے یہ سزا ملے وہ بھی بڑا ہوا یا یون کہے کہ جو گناہ موجب حد ہیں وہ کبیرہ ہیں اسوجہ سے کہ جو سزا دنیا میں شرع
ملتی ہے وہ بھی اور بڑی سزا ہے یا یون کہے کہ جو گناہ قرآن میں مذکور ہیں وہ کبیرہ ہیں اسلیے کہ انکے ذکر کی تخصیص قرآن میں ہونی انکی
عظمت کی دلیل ہے پھر انکی عظمت اور بڑائی میں بھی فرق اضافی ہوگا کیونکہ کلام مجید کی منصوص چیزون میں تفاوت درجات موجود ہے اور
کبیرہ کی تعریف میں جو اقوال صحابہ کے ہیں وہ بھی کچھ ایسے ہی ہیں جیسے یہ اقوال بیان ہوے ان احتمالات پر انکا مطابق کرنا بعید نہیں
اور اگر تو یہ کہے کہ قرآن مجید میں حکم ہے اِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ اور حدیث شریف میں وارد ہے الصلوۃ کفارات لما بینہن
الا الکبائر تو صغیرہ کبیرہ کے معلوم کرنے نہایت ضرور ہوے ورنہ تفصیل حکم کس طرح ہوگی پس امر تحقیق اس باب میں یہ ہے کہ باعتبار شرع
گناہ تین قسم کے ہیں اول وہ جنکا بڑا ہونا معلوم ہے دوسرے وہ جو صغیرہ میں شمار ہیں تیسرے وہ کہ انمیں حکم شرعی کچھ نہیں معلوم
ایسے شکوک کی وجہ سے گناہ کے دریافت کرنے کے لیے کسی تعریف جامع اور مانع کے ملنے کی توقع کرنی امر ناممکن کی طمع کرنی ہے اسلیے کہ یہ بات تو
جبھی ممکن تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں کچھ وارد ہوتا کہ آپ فرما دیتے کہ ہماری غرض کبائر سے دس یا پانچ چیزین ہیں
اور پھر انکی تفصیل فرماتے کہ وہ یہ ہیں اور چونکہ اس طرح نہیں ہوا بلکہ بعض روایات میں کبائر کا شمار تین اور بعض میں سات واقع ہے اور
پھر وارد ہے کہ ایک گالی کے بدلے دو گالیان دینی منجملہ کبائر ہیں حالانکہ یہ نہ ان تین میں داخل ہیں نہ سات میں اس سے معلوم ہوا کہ
آپ کو اسکا حصر کسی شمار خاص میں کرنا منظور نہیں پس جب شارع ہی نے اسکی شمار نہیں مقرر کی تو دوسرے شخص کو گنتی کی طمع کیسے ہو سکتی
اور شاید شارع نے اسکی گنتی کے واسطے معین نہ کی ہو کہ بندے کبیرہ سے ڈرتے ہیں اور انکے خوف سے صغیرہ پر بھی مبادرت نہ کرین
جیسے شب قدر کو مبہم اسلیے کر دیا ہے کہ لوگ اسکے لیے محنتین کرین ہان اتنا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اجناس اور اقسام کبائر کے تو ٹھیک ٹھیک بتلا دین
اور اسکے جزئیات کو غالب ظن اور تخمین سے بتا دیں اور جو سب میں بڑا گناہ کبیرہ ہو اسکی بھی تعریف کر دین لیکن جو سب صغیرون میں چھوٹا
گناہ ہے اسکی تعریف اور اسکی مثال نہیں ہو سکتا اور تقریر اس مطلب کی یہ ہے کہ ہمکو دلائل شرعی اور انوار بصیرت سے دونون سے معلوم ہو
کہ مقصود سب شریعتون کا یہ ہے کہ خلق کو خداے تعالی کا قرب میسر ہو اور سعادت دیدار الٰہی حاصل لیکن جب تک وہ لوگ خداے تعالی کو
اور اسکی صفات اور کتابون اور رسولون کو نہ پہچانینگے تب تک یہ سعادت انکو نہیں مل سکتی اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنی پیدایش جن و انس سے مجھکو یہ غرض ہے کہ وہ میرے بندے ہو جاوین اور بندہ اسوقت بندہ
ہوتا ہے جب اپنے مالک کی ربوبیت اور اپنے آپ کی بندگی کو پہچانے اور اپنے رب کو اور اپنے نفس کو بھی ضرور ہی جانے پس رسولون کے
بھیجنے سے مقصود یہی اور مقصود اعلی یہی ہے لیکن یہ مقصود بدون حیات دنیاوی کے پورا نہیں ہوتا اور یہی مراد ہے اس حدیث سے الدنیا
مزرعۃ الآخرۃ تو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی حفاظت بھی دین کی تبعیت میں مقصود ہے اسلیے کہ دنیا وسیلہ ہے دین کا اور جو چیز دنیا میں سے متعلق

با آخرت ہے وہ دو چیزین ہین ایک جان دوسری مال تو مقصود اصلی کے پہونچنے کے لیے تین چیزون کا حفظ مراتب ضرور رہا اول معرفت الٰہی کی
حفاظت دلون پر دوم جان کی حفاظت بدنون پر سوم مال کی حفاظت لوگون کے پاس اور انہین تین چیزون پر تفریق گناہ کی بھی ہے یعنی سب سے
بڑا کبیرہ وہ ہے جو معرفت الٰہی کا مانع ہو اور اس سے اتر کر وہ ہے جو جان لینے لوگون کے خلل انداز ہو اور اس سے کمتر وہ ہے جس سے باب معیشت کہ
کہ انسی پر مدار حیات ہے بند ہو جاوے اور یہ تین باتین ایسی ہین کہ کسی ملت مین انہین اختلاف نہین ہو سکتا اسلیے کہ یہ نہین ہو سکتا کہ خدائے تعالیٰ
کسی پیغمبر کو بھیجے اور اسکے بھیجنے سے دنیا و دین مین اصلاح خلق کا ارادہ کرے اور پھر اسکو ایسی بات کا حکم کرے جو مانع اسکی معرفت اور اسکے
رسولون کی معرفت کا ہو یا جانون خواہ مالون کے تلف ناحق کا حکم فرماوے اس سے معلوم ہوا کہ مراتب کبائر تین قسم ہین اول وہ جو مانع معرفت
الٰہی اور معرفت رسول ہو وہ کفر ہے اور اس سے بڑھکر کوئی کبیرہ نہین کیونکہ حجاب جو اللہ کے اور بندے کے درمیان ہے وہ جہالت ہے اور جس
ذریعے سے کہ قرب الٰہی ہوتا ہے وہ علم و معرفت ہے اور جسقدر معرفت ہوتی ہے اسیقدر قرب ہوتا ہے اور جتنی جہالت ہوتی ہے اتنا ہی بُعد ہوتا ہے اور
قریب بجہالت جسکو کفر بھی کہتے ہین مامون ہونا عذاب خداوندی سے اور ناامید ہونا اسکی رحمت سے کیونکہ یہ باتین بھی عین جہل ہین اسلیے کہ
جو خدائے تعالیٰ کو جانتا ہے اس سے نہین ہو سکتا کہ اسکے عذاب سے مامون ہو یا اسکی رحمت سے ناامید اور اسی رتبے کے قریب ہے اقسام
بدعت ہین جو خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال سے متعلق ہین انہین سے بعض ایک دوسرے سے شدید ہین اور انکا تفاوت بقدر
جسقدر کہ انسے جاہل رہنے مین فرق ہے اور جسقدر کہ انکا تعلق خدائے تعالیٰ کی ذات پاک اور اسکی شریعتون اوامر اور نواہی سے ہے
اور انکے مراتب بیشمار ہین اور باعتبار قرآن مین مذکور ہونے کے تین قسمین ہین ایک وہ کہ قطعًا معلوم ہے کہ وہ کبائر قرآن شریف مین مذکور ہین
انہین داخل ہین اور ایک وہ کہ معلوم ہے کہ کبائر مذکورہ قرآنی کے اندر نہین داخل ہین تیسری قسم وہ ہے جسکے کبائر قرآنی مین داخل ہونے مین
شک ہے اور اس قسم مین سے شک کا دور کرنا ایک طمع لا حاصل ہے دوسرا مرتبہ کبائر کا تعلق جانون سے ہے کیونکہ جان کے باقی رہنے سے زندگی کا
قیام ہے اور زندگی سے معرفت حاصل ہوتی ہے تو بعضے قتل کر ڈالنا بھی کبیرہ ٹھہرا مگر کفر کی نسبت کم ہے اسلیے کہ کفر سے اصل مقصود فوت ہے اور قتل سے ذریعہ مقصود
جاتا رہتا ہے یعنی لحاظ کہ حیات دنیا وہی وسیلہ معرفت الٰہی ہے اور قتل سے اسکا ضائع کرنا ہوتا ہے اور قریب بقتل ہاتھ یا پاؤن کا کاٹ ڈالنا یا ایسا
کسی فعل کا جو ہلاک کو پہونچاوے حتیٰ کہ زدوکوب سے اگر دوسرے کو ہلاک کریگا تو کبیرہ ہوگا مگر قتل عمد شدید تر ہے اور باقی افعال جو ہلاک کا
موجب ہو جاوین متفاوت ہین کسی مین شدت زیادہ ہے کسی مین کم اور اسی مرتبہ مین حرمت زنا اور اغلام بھی داخل ہے اغلام تو اسسبب سے
کہ اگر بالفرض تمام آدمی قضاے شہوت مردون ہی سے کرنے لگین تو نسل انسانی منقطع ہو جاوے تو جس طرح کہ وجود انسان کا نابود کرنا کبیرہ ہے
ویسے ہی نسل کا منقطع کرنا بھی کبیرہ ہوگا باقی رہا زنا پس اس سے اگرچہ اصل وجود نابود نہین ہوتا مگر نسب پریشان ہو جاتا ہے اور باپ دوسرے سے
وراثت جاتی رہتی ہے اور تربیت بیکار ہونا وغیرہ امور کہ انھین سے انتظام زندگی وابستہ ہے سب برطرف ہو جاتے ہین بلکہ زنا کے مباح
ہونے کی صورت مین انتظام ہونے کی کون صورت ہے بہائم مین تو رہتا ہی نہین جب تک کہ انکے نر ایک خاص مادہ کے ساتھ علیحدہ نہون
اس سے معلوم ہوا کہ جس شریعت سے اصلاح مقصود ہو اسمین ضرور زنا مباح نہین ہو سکتا قتل سے رتبے مین کم ہونا چاہیے کیونکہ اسسے نہ دوام
وجود مین خلل ہے نہ اصل وجود کا دافع الا تمیز نسب کو ضائع کرتا ہے اور ایسے اسباب کا باعث ہوتا ہے جو موجب اسکے کشت و خون کے ہین اور
اغلام کی نسبت اسکا رتبہ سخت ہونا چاہیے کیونکہ داعیہ شہوت اسمین دونون طرف سے ہوتا ہے اسلیے اسکا وقوع کثرت کے ساتھ ہوا اور ضرر
بھی زیادہ تیسرا مرتبہ اموال کا ہے کہ باعث معیشت خلق ہین تو جائز نہین کہ آدمی دوسرے کا مال جس طرح چاہے چوری کر کے یا چھین کر خیانت لینا وغیرہ
طرح سے لے بلکہ انکی حفاظت بھی ضرور ہے کہ نفوس کا باقی رہنا انھین سے ہے مگر اتنی بات ہے کہ مال اگر کوئی لے لیتا ہے تو اسکا واپس کرنا ممکن ہے
اور اگر کھالیوے تو شے ماکول کے دام لے سکتا ہے تو اس لحاظ سے مال کے لے لینے مین کچھ عظمت نہین پائی جاتی ہان اگر ایسی طرح لیا جاوے کہ

کہ تدارک مشکل پڑے اُسوقت کبیرہ ہونا چاہیے اور اس طرح کے لینے کی چار صورتین ہین اول یہ کہ چھپا کر لیوے اُسکو چوری کہتے ہین
اسمین بعدم اطلاع کی جہت سے تدارک نہین ہوسکتا دوسرے مال یتیم کا کہانا یعنی اگر ولی یا اور کوئی سرپرست جسکے پاس یتیم کا مال امانت ہو
کہا جاوے تو یہ بھی پوشیدہ صورت مین داخل ہو اور اُسکا کبیرہ ہی ہونا چاہیے کیونکہ اس مال کا حقدار سوائے یتیم کے اور کوئی نہین اور
وہ صغرسن کے باعث ناشی نہین ہوسکتا اور نہ اسکو اطلاع ہو بخلاف غصب کے اور خیانت کے اسلیے کہ غصب تو علانیہ ہوا ہوا اور خیانت مین
مالک مال مدعی ہو کر اپنا حق امانت دار سے لے سکتا ہو اسلیے انکو کبیرہ نہین کہہ سکتے تیسری صورت جھوٹی گواہی سے کسیکا مال ضبط
کرنا چوتھی ودیعت وغیرہ کو جھوٹی قسم سے لے لینا یہ چارون صورتین ایسی ہین کہ انمین تدارک ممکن نہین اور نہ انکی حرمت مین شریعتین
مختلف ہوسکتی ہین اور انمین سے بعض بہ نسبت بعض کے بڑھکر ہین مگر یہ سب مرتبہ دوم سے جو جانون کے متعلق تھا رتبے مین
کم ہین اور اگرچہ انمین سے بعض مین شریعت نے کچھ حد نہین واجب کی ہو لیکن چونکہ وعید کثرت سے کیا ہو اور انتظام دنیاوی مین ان
چارون کی تاثیر بہت بڑی ہو اسلیے انکا کبیرہ ہونا شایان ہو۔ اور سود کے کھانے مین صرف یہی بات ہو کہ دوسرے کا مال اُسکی
رضامندی سے کھایا جاتا ہو مگر جو شرط کہ شریعت نے مقرر کردی ہو اُسمین خلل واقع ہوتا ہو اور اس جیسے امر مین عجب نہین کہ شرائع
مختلف ہون اور چونکہ غصب یعنی مال کا چھین لینا باوجود دو باتون کے پائے جانے کے کبیرہ نہین کہ مال غیر کو بدون اُسکی رضا کے
کھانا ہو اور اُسکے کھانے مین رضائے شرع بھی نہین تو سود کھانا جسمین مالک کی رضا موجود ہو اور صرف رضائے شرع مفقود کیسے
کبیرہ ہوگا۔ اور اگر یہ کہو کہ شرع نے سود کے باب مین بہت بڑی زجر و توبیخ کی ہو اس سے کبیرہ ہوا تو غصب وغیرہ ظلم کے باب مین
اور خیانت کے باب مین بھی ایسا ہی جو واقع ہو وہ بھی کبیرہ ہوجاوین اور یہ کہنا کہ خیانت اور غصب کی ایک دمڑی بھی کبیرہ ہو اسمین تامل و شک ہو
غالب ظن اسی طرف میل کرتا ہو کہ کبائر کے زمرے مین داخل نہو بلکہ یون چاہیے کہ کبیرہ خاص اُسی کو کہین جسمین شرائع کا اختلاف نہو
تاکہ دین کے امور ضروریہ مین سے ہو۔ اب ابوطالب مکی کے بیان کیے ہوئے کبائر سے گالی دینی اور شراب خواری اور سحر اور
صف جہاد سے بھاگنا اور والدین کی نافرمانی باقی رہے انمین سے شراب خواری کا کبیرہ ہونا شایان ہو دو وجہ سے اول تو یہ
کہ شرع نے اس باب مین بہت سخت وعید کیے ہین دوسرے دلائل عقلی سے بھی ایسا ہی کچھ معلوم ہوتا ہو دلیل عقلی یہ ہو کہ
جس طرح نفس کی حفاظت ضرور ہو اُسی طرح عقل کی بھی حفاظت چاہیے بلکہ نفس بدون عقل کے نکما ہو اس سے معلوم ہوا کہ عقل کا
دور کرنا بھی کبیرہ ہو مگر یہ دلیل ایک قطرہ شراب مین جاری نہین ہوسکتی کیونکہ اُس سے زوال عقل نہین ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص
پانی پیے اور اُسمین ایک قطرہ شراب بھی ہو تو یہ کبیرہ نہونا چاہیے بلکہ نجس پانی کا پینا ہوا تو ہر چند صرف قطرہ شراب محل شک مین ہو
مگر چونکہ شرع نے اُسپر بھی حد واجب کی ہو اسلیے اسکی بُرائی معلوم ہوتی ہو اور شرع کے اعتبار سے کبیرہ گنا جاتا ہو اور آدمی کی تاب
نہین کہ جمیع اسرار شریعت پر واقف ہوجاوے پس اگر اجماع اُسکے کبیرہ ہونے پر ثابت ہو تو اتباع واجب ہو ورنہ مجال توقف
باقی ہو اور قذف کا حال یہ ہو کہ اُسمین صرف آبرو کا دور کرنا ہو اور رتبہ آبرو بہ نسبت مال کے کم ہو پھر اُسکے بہت سے مراتب ہین
سب مین بڑا یہ ہو کہ تہمت زنا لگاوے اور اُسکی عظمت شرع مین بہت ہو یہان تک کہ حد واجب کی ہو لہذا مجھکو گمان غالب یہ ہو
کہ صحابہ اُن گناہون کو جنپر حد واجب ہوتی ہو کبیرہ شمار کیا کرتے تھے اس اعتبار سے قذف بھی کبیرہ ہو یعنی ایسا گناہ ہو جو نماز پنجگانہ سے
اُسکا کفارہ نہین ہوسکتا اور اب کبیرہ سے ہماری غرض یہی ہو کہ جسکا کفارہ نماز پنجگانہ سے نہو لیکن چونکہ کبیرہ مین اختلاف شرائع
ممکن ہو تو اس لحاظ سے اسمین کچھ کبر و عظمت معلوم نہین ہوتی بلکہ ہوسکتا تھا کہ شریعت کا حکم یون ہوتا کہ جب ایک شخص عادل کسی شخص کو
زنا کرتے دیکھ لیتا تو اُسپر اسکو گواہی دینی درست ہوتی اور زانی کو صرف اسی کی شہادت پر سزائے زنا دیجایا کی اور اگر اُسکی

شہادت مقبول ہوتی ہو تو مصلحت دنیاوی میں جب بھی ضروری ہوتی کہ بعض مراتب حاجات کی جہت سے شہادت پہنچے تو ایسی صورت میں
اُس شخص کے حق میں جب تک حکم شرع معلوم نہوتا قذف بھی سمجھا جاتا کیا شبہ متصور ہوتا کہ جو شخص صرف یہی گواہی دیگا اُسکو بھی گواہی نہ دینی چاہیے
یا یہ گمان کرتا کہ گواہی پر ایسا شخص کوئی دوسرا بھی ہوگا تو ایسے کے حق میں اُسکا کبیرہ قرار دینا نہیں چاہیے تھا۔ اور جادو کا حال یہ ہے کہ
اگر اُس میں کفر کی باتیں نہوں تو گناہ کبیرہ ہو ورنہ اسکی عظمت اسیقدر ہوگی جسقدر ضرر اُس سے پیدا ہوگا جان کے جانے یا بیماری وغیرہ کا اور
صغیرہ قتال سے ہوتا گناہ اور مان باپ کی نافرمانی بھی قیاس کی رو سے محل توقف میں رہتی مناسب نہیں اور انتہا کہ قطعًا معلوم ہو کہ سوائے
ذاتی تکلیف کے اور کسی قسم کی گالی دینی اور مارنا اور ظلم کرنا یعنی مال چھین لینا اور گھر دن سے نکال دینا اور وطن اور شہر چھڑوا دینا داخل کبیرہ
نہیں کیونکہ یہ زیادہ سے زیادہ تھا و کبیرہ گناہوں کی شرح منقول ہیں اور یہ چیزیں اُن شرح میں مذکور نہیں تو پھر بھاگنے اور عقوق الدین
کو بھی اگر کبیرہ نہ ہونے میں توقف کیا جائے تو کچھ بعید نہیں لیکن البتہ حدیث میں انکو کبیرہ کے ساتھ کرنا پایا جاتا ہے اس لحاظ سے کبیرہ کے
شمار میں داخل کرنا چاہیے حاصل اس سب تقریر کا یہ ہو کہ کبیرہ سے ہماری غرض یہ ہو کہ جسکا کفارہ پنجگانہ نماز نہو سکے اور اسکی تین قسمیں ہیں
ایک تو وہ کہ قطعًا معلوم ہو کہ نماز پنجگانہ اُسکا تدارک نہیں کرسکتی اور ایک وہ کہ کفارہ ہو جانا چاہیے اور ایک وہ کہ اسمیں توقف کیا جاوے
اور جنکی بابت میں توقف ہو وہ بھی دو قسم ہیں ایک تو ایسے ہیں کہ جنکے کبیرہ ہونے یا نہونے کی طرف گمان غالب ہو اور ایک یہ کہ مشکوک
ہو اور وہ شک ایسا ہو کہ بدون نص کتاب یا سنت جا نہیں سکتا اور چونکہ اب نص جدید کے آنے کی توقع نہیں اسلیے اسکا شک نکلنا محال ہے
اب اگر یون کہو کہ تمہاری دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کبیرہ کی معلوم کرنی محال ہے تو پھر شریعت کا حکم ایسی چیز سے متعلق کس طرح ہوا
جسکی تعریف جاننی محال ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ جتنے گناہ کہ اُنپر دنیا میں کوئی حکم متعلق ہو ابہام تو اُنمیں بھی آ سکتا ہے اسلیے کہ کام
شرعی کی جگہ تو دنیا ہی ہو اور کبیرہ گناہ پر کبیرہ ہونے کی جہت سے کوئی خاص حکم دنیا میں نہیں بلکہ جنپر حد مقرر ہے اُنکے نام جدا جدا ہیں
جیسے چوری اور زنا وغیرہ یہ نہیں کہ صرف کبیرہ ہونے کی کوئی سزا خاص ہو اور حکم کبیرہ کا یہی ہے کہ نماز پنجگانہ سے اُسکا کفارہ نہو اور یہ
امر متعلق آخرت سے ہو اسلیے اسکا مبہم رکھنا لائق تر ہے تاکہ لوگ پُرخوف و خطر رہ کر نماز پنجگانہ پر تکیہ کر کے صغیرہ گناہوں پر بھی جرأت کرین
اور آیت اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ سے جو یہ معلوم ہوتا ہو کہ کبیرہ کے اجتناب سے صغیرہ کا کفارہ ہو جاتا ہے سو یہ بات ہر
صورت میں نہیں بلکہ اس شرط سے مشروط ہو کہ باوجود قدرت و ارادہ کے اجتناب کرے مثلاً اگر کوئی شخص کسی عورت پر قادر ہوا اور
اُس سے مباشرت بھی کر سکتا ہو مگر اپنے نفس کو روکے اور صرف دیکھنے اور ہاتھ لگانے پر قناعت کرے تو جو تاریکی کہ اسکے دل میں نظر کرنے
اور ہاتھ لگانے سے ہوگی اُسکی نسبت نفس کو زنا سے مجاہدہ کے ساتھ بچانے سے نور زیادہ ہوگا اور یہی معنی کفارہ ہونے کے بعوض ہونے کے
ہیں لیکن اگر وہ شخص نامرد ہوگا یا کسی اور ضرورت کے باعث عاجز ہوگا یا کسی خوف کی جہت سے باز رہا ہوگا تو ایسے حال میں کفارہ
نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جو شخص شراب کی خواہش نہیں رکھتا ہو کہ اگر اُسکو مباح بھی ہو جاوے تو نہ پیوے تو ایسے شخص کا شراب سے
محترز رہنا اُن چھوٹے گناہوں کا کفارہ نہوگا جو شراب خواری کی ابتدا میں ہوتے ہیں جیسے مزامیر وغیرہ کا سننا ہاں جو شخص کہ
شراب کی خواہش رکھتا ہو اور مزامیر کو بھی سننا چاہتا ہو مگر مزامیر سے تو باز نہیں آتا اور شراب کو نفس پر زور دے کر نہیں پیتا
تو البتہ شراب خواری سے اجتناب کرنا غالب ہو کہ اُسکے دل سے اس تاریکی کو دفع کرے جو راگ سننے سے دل پر آئی ہو اور یہ سب
امور احکام آخرت کے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ انمیں سے بعض محل شک میں باقی رہیں اور متشابہات کی قسم میں داخل ہوں کہ جنکی تفصیل بدون
نص کے معلوم نہو اور نص اب تک نہیں ملی اور تعریف جامع کبیرہ کی کچھ نہیں بلکہ الفاظ مختلفہ سے [illegible] چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز تک کا کفارہ ہوتی ہے اور ایک جمعہ [illegible] رمضان تک

اگر تم بچتے رہو گے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا گیا ہے تو ہم اتار دینگے تم سے تمہاری تقصیریں ۱۲

کفارہ ہوتا ہی سوا اِن تین گناہون کے یعنی شرک اور ترک سنت اور نقض عہد لوگون نے پوچھا کہ ترک سنت و نقض عہد سے کیا مراد ہی
آپ نے فرمایا کہ جماعت سے نکل جانا تو ترک سنت ہی اور نقض عہد یہ ہو کہ کسی سے بیعت کرے اور پھر تلوار لیکر اُس سے لڑنے کو نکلے
غرض اس طرح کے الفاظ اور بہت ہین کہ شمار کو محیط ہین اور نہ تعریف جامع اُنسے نکلتی ہی تو ظاہر ہو کہ مبہم ہی رہیگا اب اگر کوئی یہ کہے کہ
شہادت اُسی کی قبول ہوتی ہو جو کبائر سے بچے اور قبول شہادت مین صغیرہ گناہون سے بچنا شرط نہین اور قبول شہادت ایک حکم
دنیوی ہی اور تمنے کہا تھا کہ کبیرہ پر کوئی حکم دنیوی متعلق نہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ شہادت کا نہ قبول ہونا خاص کبیرہ کے ساتھ نہین
بلکہ ہو سکتا ہو کہ صغیرہ گناہ سے بھی آدمی کی شہادت معتبر نہو مثلاً دیکھو جو شخص بزاز ریشم کے اور حریر پہنے اور سونے کی انگوٹھی ہاتھ مین پہنے
اور چاندی سونے کے برتنون مین کھاتا پیتا ہو تو سب ائمہ کے نزدیک اسکی گواہی مقبول نہوگی حالانکہ ان چیزون مین سے کوئی بھی
کسی کے نزدیک کبیرہ نہین اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی حنفی نبیذ پیوے تو مین اُسکو حد مارونگا مگر اُسکی شہادت کو رد نکرونگا
اس مسئلے مین حد لگانے کے اعتبار سے تو نبیذ پینے کو کبیرہ ٹھہرایا مگر اُسکے باعث شہادت کو رد نہین فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ شہادت کا
قبول کرنا یا رد کرنا منحصر صغیرہ خواہ کبیرہ پر نہین بلکہ گناہ ہر قسم کے خواہ چھوٹے ہون یا بڑے عدالت کے ناقص ہین بجز ایسی باتون کے
کہ ایسے آدمی سبب عادت اگرچہ نہین سکتے مثلاً غیبت کرنی اور دوسرے کی برائی کی تلاش کرنی اور بدگمان ہونا اور بعض باتون مین
جھوٹ بولنا اور غیبت سننا اور امر معروف اور نہی منکر کو چھوڑنا اور شبہات کی چیزون کا کھانا اور لڑکے اور غلام کو گالی دینا اور غصے کے
وقت ضرورت مصلحت سے زیادہ اُنکو مارپیٹنا اور ظالم بادشاہون کی تعظیم کرنی اور بدکارون سے دوستی کرنی اور زن و فرزند کو امور دینی
ضروری کی تعلیم سے سستی کرنی وغیرہ کہ یہ سب اس قسم کے گناہ ہین کہ ہر ایک گواہ مین اُنمین سے تھوڑے یا بہت ضرور ہی پائے جاتے ہین
مگر البتہ اگر کوئی شخص صرف آخرت کو مدنظر کرکے لوگون سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور مدت تک نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے یہان تک کہ اگر
پھر لوگون مین آملے تب بھی ویسا ہی رہے جیسا خلوت مین تھا تو ایسا شخص اس قسم کے گناہون سے خالی ہو سکتا ہو اور اگر گواہی مین ایسے ہی
لوگون کے قول کا اعتبار ہوا کرے تو اول تو ملنا مشکل دوسرے احکام اور شہادات جاتے رہین مثال یہ کہ حریر پہننا اور بزاز ریشم کا سننا
اور نرد کھیلنا اور شراب خوارون کے پاس وقت میخواری بیٹھنا اور اجنبی عورتون کے ساتھ علیحدہ رہنا اور اسی طرح کے صغیرے اس
قسم مین داخل نہین اور یہین لحاظ چاہیے کہ قبول شہادت اور رد شہادت مین نہ کبیرہ پر نظر کیجاوے نہ صغیرہ پر بلکہ اتنی بات ہو کہ ان صغائر
مین سے بھی اگر کوئی شخص کسی پر مواظبت اور اصرار کریگا تو رد شہادت مین اُسکی تاثیر ہو جاویگی مثلاً اگر کوئی لوگون کی غیبت و عیب جوئی
اپنی عادت بنالے یا بدکارون کی صحبت و اتحاد پر اصرار کرے تو شہادت اُسکی معتبر نہوگی۔ غرض کہ صغیرہ گناہ بھی مواظبت و اصرار سے کبیرہ
ہو جاتا ہی اسی طرح امر مباح اصرار سے گناہ صغیرہ ہو جاتا ہو جیسے کوئی شطرنج کھیلنے یا راگ گانے پر اصرار و مداومت کرے تو صغیرہ ہونگے—
ف مترجم کہتا ہو کہ شطرنج کھیلنا مذہب امام شافعی رح مین گاہ گاہ مباح ہی اور چونکہ مصنف رح مذہب شافعی رکھتے ہین اسواسطے
مثال شطرنج کی لکھا اور حضرت امام ابو حنیفہ کوفی رح کے نزدیک اس قسم کے سب کھیل حرام ہین جیسے کتب فقہیہ مین تصریح موجود ہی

دوسرا بیان اس باب مین کہ آخرت مین درجات جنت اور طبقات دوزخ کی تقسیم دنیا کے حسنات اور سیئات کے اوپر کس طرح ہوگی

واضح ہو کہ دنیا عالم ظاہری کا نام ہی اور آخرت عالم اسرار و غیب کا نام ہی اور ہماری مراد دنیا سے آدمی کی حالت قبل موت ہی اور آخرت سے
مراد وہ حالت ہی جو بعد موت ہو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت آدمی کی دو صفتون اور حالتون کا نام ہی جنمین سے قریب والی کو دنیا کہتے ہین
اور اُس سے بعد والی کو آخرت اور اب ہم دنیا کے ذکر سے آخرت مین ذکر چھیڑتے ہین یعنی اب اگرچہ ہم کلام دنیا مین کرینگے لیکن
غرض ہماری یہ ہو کہ بیان آخرت یعنی عالم اسرار کا کرین اسلیے کہ بیان عالم باطن کا عالم ظاہر مین بدون مثال بیان کرنے کے ہو نہین سکتا

اور اسی واسطے خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ موجب اصل مثال کے
یہ دنیا خوابیست زندگانی و روے بخوابیست کہ در خواب ہم بیند آنرا یعنی دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل میں ایسی ہے جیسے آدمی کا خواب
مقابل جاگنے کے اور یہی مضمون حدیث شریف سے بھی ثابت ہے جیسا کہ فرمایا ؐ اَلنَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوا اور جو بات کہ بیداری میں ہوتی ہے
وہ خواب میں جب معلوم ہوتی ہے تو مثال کی طرح معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ اسکی تعبیر کی حاجت ہوتی ہے اسی طرح آخرت کی بیداری میں جو حالات
ہونگے وہ دنیا کے خواب میں بطور مثال ہی کے ظاہر ہو سکتے ہیں یعنی خواب کی طرح انکی پہچان بھی بے تعبیر نہیں ہو سکتی اور تعبیر خواب کی ہم حکایتیں
بطور نمونہ ہم بیان کیے دیتے ہیں کہ اصل بات خواب میں کس طرح معلوم ہوا کرتی ہے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن سیرینؒ کی خدمت میں
آیا اور عرض کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں مہر ہے اس سے میں لوگوں کے منہ پر اور شرمگاہوں پر مہر کرتا ہوں آپ نے
یہ تعبیر فرمائی کہ تو موذن ہے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں صبح صادق کے ہونے سے پہلے اذان دیتا ہے اُسنے عرض کیا کہ آپ سچ فرماتے ہیں
اور ایک دوسرا شخص آیا اُسنے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ تیل کو تلوں میں ڈال رہا ہوں آپ نے فرمایا کہ تونے اگر کوئی لونڈی خریدی ہے
تو اُسکا حال دریافت کر وہ تیری ماں معلوم ہوتی ہے کیونکہ تیل کی اصل تل ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی اصل یعنی ماں کے پاس جاتا ہے
اُس شخص نے جو تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ اسکی لونڈی واقع میں اُسکی ماں تھی کہ اُسکے صغرسن میں پکڑی گئی تھی۔ اور ایک اور شخص نے پوچھا
کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں موتیوں کے گلوبند سوروں کی گردن میں پہناتا ہوں آپ نے فرمایا کہ تو حکمت کی باتیں نااہلوں کو سکھلاتا ہے اور
واقع میں بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا ان تعبیروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مثل کو کس طرح بیان کرتے ہیں اور مثل سے
ہماری یہ مراد ہے کہ اگر اسکو باعتبار مصداق اور مفہوم کے دیکھا جاوے تو صحیح اور درست ہو اور اگر اسکی صورت ظاہری پر خیال کریں تو
جھوٹی ہو مثلاً اسکی تعبیر میں اگر موذن صرف ظاہر کی انگوٹھی کو دیکھتا اور اُس سے مہر کرنا سمجھتا تو اس خواب کو جھوٹا سمجھتا کیونکہ ایسا فعل
اُس سے کبھی نہیں صادر ہوا تھا لیکن اُسکے مفہوم اور مصداق کو جو دیکھا تو سچ تھا کیونکہ مہر کرنے کا اصل مقصود روک دینا ہے اُسکا مرتکب
یہ شخص ہوا تھا۔ اور چونکہ انبیا علیہم السلام کو حکم ہے کہ لوگوں سے انکی عقل کی مقدار پر کلام کریں اور لوگوں کا اندازہ عقل یہ ہے کہ وہ سوئے ہوئے ہیں
اور سوتے آدمی کو کسی چیز کا کشف اُس شے کی مثال سے ہوتا ہے اسلیے انبیا علیہم السلام بھی لوگوں سے مثال کے طور پر گفتگو کرتے ہیں
جس سے اصل معنی مقصود سمجھ جاویں گو لفظوں سے کچھ اور نکلتا ہو مگر لوگوں کو مرنے کے بعد جب جاگینگے تو معلوم ہوگا کہ اُنکا فرمانا بجا تھا
اور اُس سے غرض صحیح فلان چیز تھی مثلاً حدیث شریف میں وارد ہے قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ ایسی ہی مثال ہے کہ جسکو
عالموں کے سوا اور کوئی نہیں سمجھتا جاہل کی سمجھ اسی مقدار پر رہتی ہے جو ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے اسلیے کہ وہ اس تفسیر سے جسکو تاویل
کہتے ہیں محض ناواقف ہے خواب کی تفسیر کو تعبیر کہتے ہیں اور حدیث و قرآن کی تفسیر مثال کا نام تاویل ہے تاویل کی ناواقفیت کا ثمرہ جاہل پر
یہ ہوتا ہے کہ الفاظ حدیث کے بموجب خدائے تعالیٰ کے ہاتھ اور انگلیاں قرار دیتا ہے مَعَاذَ اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ اسی طرح دوسری حدیث إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ
آدَمَ عَلٰى صُورَتِهِ میں جاہل صرف ظاہر کی شکل و صورت و رنگ سمجھکر خدائے تعالیٰ کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہے حالانکہ وہ ان سب باتوں سے منزہ ہے
یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ صفات الٰہی میں لغزش کھا گئے یہاں تک کہ کلام الٰہی کو از قبیل حروف و آواز سمجھ گئے اسی طرح دوسری صفات کو بھی
قیاس کرنا چاہیے اور امور آخرت میں جو مثالیں حدیث میں وارد ہیں تو منکر اُنکی تکذیب کرتے ہیں اسوجہ سے کہ ظاہر الفاظ اُنکے نزدیک
مقصود ہے اور اُنمیں تناقض پایا جاتا ہے مثلاً حدیث شریف میں وارد ہے يُؤْتٰى بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي صُورَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ فَيُذْبَحُ تو ملحد احمق اُسکو
نہیں مانتا اور انبیا کی تکذیب کرتا ہے اس دلیل سے کہ موت ایک عرض یعنی قائم بالغیر چیز ہے اور مینڈھا جسم ہے تو عرض کا جسم بنجانا بالکل محال
اور کیا بات ہے مگر خداوند کریم نے ان بیوقوفوں کو اپنے اسرار کی معرفت سے بمراحل دور رکھا ہے اور فرمایا وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ بیچارہ

جاہل یہ بھی نہیں جانتا کہ اگر کوئی کسی سے کہے کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک مینڈھا ہے کہ لوگ اُسکو مبارک کہتے ہیں اور وہ ذبح ہو گیا ہے اور معبر نکتہ شناس یہ بیان کرے کہ تو نے یہ خواب اچھا دیکھا معلوم ہوتا ہے کہ وبا علیحدہ ہو جاویگی اور پھر کبھی نہ آویگی کیونکہ ذبح کی ہوئی چیز کے واپس آنے سے نا امید ہو جاتی ہے تو اس مثال کی تعبیر پوچھنے والا بھی سچا ہے اور تعبیر دینے والا بھی سچا ہے اور اسکی اصل یہ ہے کہ جو فرشتہ خواب پر موکّل ہے اور لوح محفوظ کی باتوں پر مطلع کرتا ہے اُسنے بیداری میں جو کچھ لوح محفوظ میں تھا اُس شخص کو مثال کی طرح سمجھا دی اسلیے کہ سونے والے کو بدون مثال کے سمجھانا ممکن نہ تھا پس اسکا مثال دینا بھی سچ تھا اور معنی بھی صحیح اسی طرح انبیا علیہم السلام بھی دنیا کے لوگون سے باتین مثال کے طور کی فرماتے ہیں کیونکہ دنیا بھی آخرت کی نسبت گویا حالت خواب کی سی ہے اگر مثال کے طور پر نہ فرماوین تو آسانی سے معانی کہان سمجھ مین آوین اس طرح کے سمجھانے مین اگر غور کرو تو کمال حکمت خداوندی اور لطف و عنایت ہے کہ جو طریق سمجھنے کا آسان تھا اُسی طرح پر انبیا نے سمجھایا پس حدیث موت کی بالکوت مین مثال اس بات کی ہے کہ موت سے یاس ہو جاویگی جیسے ذبح کی ہوئی چیز سے یاس ہوتی ہے اسی طرح قرآن شریف میں بکمال قدرت کو ان الفاظ سے فرمایا کن فیکون اور دل کے جلد بدلنے پلٹنے کو حدیث شریف مین ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ان قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن اسلیے کہ دو انگلیون سے تغیر ہونی اور ہلانے کا جلدی ممکن ہی سے خوب ہوتا ہے یہ بات دلون کی سرشت مین داخل ہے اور ہمنے اسکی حکمت جلد اول کے باب قواعد کے بیان مین لکھی ہے اب ہم اصل مقصود کی طرف توجہ کرتے ہین کہ ہماری غرض یہی ہے کہ تقسیم درجات جنت و طبقات دوزخ کی بدون کسی مثال و بیان کے سمجھنی ناممکن ہے تو جو مثال ہم بیان کرین اُس سے بھی اصل مقصود سمجھ لینا چاہیے اور الفاظ سے غرض نہ رکھنی چاہیے پس ہم کہتے ہین کہ آخرت میں لوگون کے بہت سے اقسام ہونگے اور سعادت اور شقاوت مین انکے درجات اور مراتب بیان سے زیادہ ہونگے اسکا حصر نہیں ہو سکتا جیسے کہ دنیا کی سعادت شقاوت مین مختلف ہین اور اس باب مین دنیا و آخرت مین کچھ فرق نہیں کیونکہ مدبر عالم ظاہری اور ملکوت کا واحد لاشریک ہے اور اسکا طریق جو ارادہ ازلی سے ہوتا چلا آیا ہے وہ بھی یکسان ہے مگر چونکہ ہم درجات کے افراد کے شمار سے عاجز ہین اسلیے اجناس کے حصر لکھے دیتے ہین کہ آدمی قیامت مین خواہ مخواہ چار قسم پر منقسم ہونگے اول تباہ کار و ہلاک دوسرے معذب تیسرے ناجی چوتھے فائز اور مثال اسکی دنیا مین یہ ہے کہ ایک بادشاہ کسی ولایت کو مسخر کرے تو بعضون کو تو قتل کرے وہ اول فرقہ ہے اور بعضون کو مدت تک ایذا دے وہ دوسرا فرقہ ہے اور بعضون کو چھوڑ دے وہ تیسرا فرقہ ہے اور بعضون کو خلعت عنایت کرے وہ چوتھا فرقہ ہے پھر اگر بادشاہ عادل ہے تو یہ باتین اسکی بیوجہ نہ ہونگی قتل اسی کو کریگا جو اسکی سلطنت کے استحقاق کا منکر اور اُسکے دوست کا دشمن ہوگا اور ایذا اُسی کو دیگا جسکو اسکی سلطنت کا اقرار تو تھا مگر خدمت مین قصور کرتا تھا اور رہا اُسی کو کریگا جسکو اُسکے رتبہ شاہی کا اقرار ہوگا مگر خدمت نہ کرنے سے نہ مستحق خلعت ہو اور نہ قصور خدمت سے مستحق عذاب اور خلعت انہی لوگون کو دیگا جنھون نے عمر بھر اُسکی خدمت و نصرت مین بسر کی ہو پھر یہ بھی ضرور ہے کہ جیسی جسنے خدمت کی ہوگی ویسا ہی اسکو خلعت حسب مدارج ملے اور قتل کے بھی درجات متفاوت ہونگے کہ بعضون کی صرف گردن مار دیجاوے اور بعضون کو ناک کان ہاتھ پیر کاٹ کر ہلاک کیا جاوے یعنی اُنکے عناد و انکار کے درجات کے بموجب اُنکا قتل بھی ہوگا اسی طرح جنکو عذاب دیا جاویگا اُنکے درجات بھی متفاوت ہونگے کسیکو کم کسیکو زیادہ بعضون کو تھوڑی مدت بعضون کو بہت دنون تک کسیکو کسی طرح کا اور کسیکو کسی طور کا غرضکہ تقسیم عذاب کی بھی تفریق ہوگی اس صورت مین ظاہر ہے کہ ہر ایک قسم کے درجات بے حد و شمار ہوتے ہین اسی طرح قیامت مین ان چارون فریق کے درجات بیشمار ہونگے مثلاً فرقہ چہارم جو فائز ہیں وہ فلاح پاویینگے کہ ...[illegible]... اور فرقہ معذب مین سے کسیکو تھوڑے دنون عذاب ہوگا کسیکو ہزار برس کسیکو سات ہزار برس اور تھوڑے سے پیچھے دوزخ سے نکلیگا جیسا کہ حدیث مین وارد ہے اسی طرح فرقہ ہالک

یعنی جو خدائے تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہیں اُنکے درکات مختلف ہونگے غرض جس طرح کی طاعت و عصیان جس سے ہوئی ہوگی
اُسی طرح کے درجات و درکات کے مستحق ہونگے اب ہم کیفیت تقسیم درجات کو ان فرقوں پر ذکر کرتے ہیں اول درجہ بالکلیہ ہلاک ہونا
ہماری غرض وہی لوگ ہیں جو خدائے تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہیں کیونکہ مثال مذکورہ بالا میں بادشاہ نے جسکو قتل کیا وہ وہی تھا
جو بادشاہ کی خوشنودی و اکرام و انعام سے نا امید ہوا پس مثال کے معنی و مقصود سے غافل نہ رہنا چاہیئے آخرت میں ہلاک وہی ہونگے
جو خدائے تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہیں اور وہ فرقہ منکروں کا ہے جو خدا سے منھ پھیر کر صرف دنیا کے ہو رہتے ہیں اور اللہ کو اور اسکے
رسولوں اور اسکی کتابوں کو جھٹلاتے ہیں اسلیئے کہ مدار سعادت اُخروی کا خدائے تعالیٰ سے قریب ہونے اور اسکے دیدار سے مشرف ہونے
پر ہے جیسا کہ مولوی روم فرماتے ہیں ۔ آدمی دیدست باقی پوست ست ٭ دید آن دیدہ کہ دید دوست ست ٭ اور حصول اس نعمت
عظمیٰ کا بدون اُس معرفت کے ممکن نہیں جسکو ایمان و تصدیق کہتے ہیں اور چونکہ منکر اسکی تکذیب و انکار کرتے ہیں اسلیئے اس رحمت سے
ابدالآباد تک محروم رہینگے اور پروردگار عالم اور انبیائے اکرم کی تکذیب کے باعث اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْن کے مصداق ہونگے
اور ظاہر ہے کہ جو اپنے محبوب سے جدا رہتا ہے تو اُسمیں اور اسکی دلی آرزو میں حجاب رہتا ہے اسی لیئے منکر لوگ بھی آتش فراق الٰہی میں
ہمیشہ مدام جہنم میں جلتے رہینگے اور اسی جہت سے عارفوں کا مقولہ ہے کہ ہمکو نہ آتش دوزخ سے خوف ہے نہ حوران بہشتی کا چاؤ بلکہ مطلب
ہمارا دیدار الٰہی سے ہے اور گریز صرف حجاب سے اور اُنکا یہ بھی قول ہے کہ جو شخص خدائے تعالیٰ کی عبادت کسی عوض کی توقع پر کرے وہ کمینہ ہے
یعنے اگر عبادت طلب جنت یا خوف دوزخ سے کرے تو کمینہ پن ہے بلکہ عارف خدا کی عبادت اُسکی ذات کے واسطے کرتے ہیں اور سوا
اُسکی ذات کے اور کسی چیز کے طالب نہیں ہوتے مومن دہلوی کیا خوب کہتے ہیں ۔ غضب سے تیرے ڈرتا ہوں رضا کی تیری خواہش ہے ٭
نہ میں بیزار دوزخ سے نہ میں مشتاق جنت کا ٭ حوروں اور میووں کی تمنا عارف کو نہیں ہوتی نہ آتش دوزخ سے ڈرتا ہے کیونکہ آتش فراق
جب کانوں سینے میں مشتعل ہوتی ہے تو پھر اس آگ پر جس سے کہ بدن جلتے ہیں غالب پڑتی ہے آتش فراق کی صفت یہ ہے نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ
تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ اور آتش دوزخ کا اثر صرف اجسام پر ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ دل کے دُکھنے سے بدن کا رنج معلوم ہوتا ہے تو دل کی آگ کے
سامنے آتش دوزخ کا کیا شمار ہے سچ کہا ہے کسی شاعر نے ۔ دل میں عاشق کے بھری ہے وہ محبت کی شرر ٭ گرم ہے گرم آتش دوزخ ہے جسکی سرد آہ ٭
اور آخرت میں اس حال کا انکار کیسے ہو سکتا ہے یہ بات تو دنیا میں بھی دیکھی جاتی ہے اور اسکی نظیر پائی جاتی ہے دیکھو غلبہ عشق میں آدمی
آگ میں اور کانٹوں میں چلتا ہے اور صدمہ دل کی جہت سے یہ رنج جسمی کچھ نہیں سمجھتا غصے والا حالت غضب میں معرکے میں گھس پڑتا ہے اور
زخم لگتے جاتے ہیں مگر اُسوقت کچھ تکلیف نہیں معلوم ہوتی کیونکہ غصہ بھی دل میں ایک آگ ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ
اَلْغَضَبُ قِطْعَۃٌ مِّنَ النَّارِ اور دل کی سوزش بدن کی سوزش کی نسبت بہت سخت ہوتی ہے سخت درد کے ہوتے ہوئے کمتر کا دھیان نہیں رہتا
علاوہ ازیں آدمی جو آگ یا تلوار سے رنج پاتا ہے تو صرف اسی جہت سے ہے کہ ان دونوں سے آدمی کے بدن کے دو ٹکڑے جو ظاہر میں پیوستہ
تھے علیحدہ ہو جاتے ہیں تو جس چیز سے کہ دل اور اسکا محبوب علیحدہ ہو جائے جنہیں کہ اجسام کی پیوستگی کی نسبت زیادہ اتصال ہوتا ہے
اُس سے خواہ مخواہ رنج زیادہ ہوگا بشرطیکہ آدمی ذی شعور و اہل بصیرت ہو اور جو دل ہی نہ رکھتا ہو اُس سے بعید نہیں کہ اس رنج کی
شدت کو کچھ بھی نہ سمجھے اور جسم کی تکلیف کی نسبت حقیر جانے مثلاً اگر کسی لڑکے کو اختیار دیا جاوے کہ تو بادشاہت چھوڑدے یا گیند بلا چھوڑدے
تو اُسکو بادشاہت کے چھوڑنے کا کچھ رنج نہ ہوگا بلکہ یہ کہیگا کہ گیند لیکر میدان میں دوڑنا مجھکو ہزار آفت شاہی سے بہتر ہے اسی طرح جس شخص پر
شہوت شکم غالب ہو اُسکو کہا جاوے کہ تو یا ہریسہ یا حلوا کھایا کر یا کوئی ایسا کام کر جس سے دشمن مغلوب اور دوست راضی ہوں تو وہ ہریسہ
اور حلوا ہی کو ترجیح دیگا اسکی وجہ یہی ہے کہ اس شخص میں وہ بات نہیں ہے جس سے کہ جاہ و شوکت کی قدر معلوم ہوتی ہے اسمیں وہ [illegible]

صرف موجود ہے جیسے بچے سے لذت کہانے کی معلوم ہوتی ہو اور یہ ایسے شخصون کا حال ہوتا ہو جنکو صفات بہیمی اور سبعی اپنا بندہ کر لیتی ہین اور صفات ملائکہ جو انکی حقیقت ہین انہین ظاہر نہین ہوتین اور صفات ملکی جب انسان مین ہوتی ہین تو بدون قرب الٰہی کے لذت نہین پاتین اور نہ کوئی چیز سوا اللہ کے حجاب کے اُسکو باعث رنج والم ہوا اور جس طرح کہ ہر ایک عضو ایک صفت خاص کے لیے ہو مثلاً زبان ذائقے کے لیے ہو اور کان سننے کے لیے اسی طرح یہ صفت قلب کے لیے ہو اور جسکو قلب نہوگا اُسکو قرب کی لذت اور بُعد کی کلفت کا ادراک بہی نہوگا جیسے کہ اگر کسی کے کان اور آنکہ نہو تو اُسکو آواز اور صورت ورنگ معلوم نہین ہوسکتی اور یہ ضرور نہین کہ ہر ایک انسان یہ قلب رکھتا ہو اگر سب آدمیون کے یہ دل ہوتا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا یہ قول کیسے ہوتا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ یعنی یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن سے نصیحت نہ مانے وہ قلب کا نا دار ہو اور ہماری غرض قلب سے وہ گوشت کا ٹکڑا نہین جو سینے کی ہڈیون مین ہو بلکہ اُس سے وہ لطیفہ مراد ہو جو عالم امر سے ہو اور یہ گوشت کہ عالم خلق سے ہو اُس لطیفے کا عرش ہو اور سینہ اسکی کرسی ہو اور تمام اعضا اُسکے عالم اور مملکت ہین اور ہرچند خلق اور امر دونون خدا ہی کے ہین لیکن لطیفہ مذکور جسکی شان مین قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وہ امیر اور سلطان ہو اسواسطے کہ عالم امر اور عالم خلق مین ترتیب ہو اور اول دوسرے پر امیر ہو اور قلب وہ لطیفہ ہو کہ اگر وہ اچھا ہو تو تمام بدن اچھا ہو اور جو اُسکو پہچان لے وہ اپنے نفس کو پہچان لیگا اور جو نفس کو جان لے وہ رب کو پہچان لے اور اُسوقت بندے کے دماغ میان میں معانی کی ادنی لپٹ پہنچیگی جو اس حدیث مین ہین اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اور جو لوگ اس حدیث کے ظاہر الفاظ ہی کو اُٹھائے ہوئے ہین یا جو کہ تاویل کے طریقون مین بھٹکے ہوئے ہین دونون کے حال پر رحم کریگا کہ دونون فریق حقیقت امر سے محروم رہے مگر الفاظ ظاہری والون پر زیادہ رحم کریگا اسلیے کہ رحم بقدر مصیبت ہوا کرتا ہو اور جو لوگ کہ پابند الفاظ ظاہری ہین اُنپر زیادہ تر مصیبت ہو اور حقیقت امر خدا کا فضل اور حکمت ہو جسکو چاہے دیوے اُسمین کسی کا اختیار نہین اب چونکہ ہم ایسے مطالب مین آپڑے کہ علم معاملات کی نسبت اعلیٰ ہین اور ہمکو بیان علم معاملات کا منظور ہو اسلیے اصل مقصود کی طرف عنان التفات پھیر کر کہتے ہین کہ اس بیان سے معلوم ہوا کہ درجہ ہلاک کا انہین لوگون کو ہوگا جو جاہل اور خدا تعالیٰ کے جھٹلانے والے ہین اور اسکی دلیلین کتاب اللہ اور حدیث مین لا انتہا بیشمار ہین ہمارے لکھنے کی کچھ ضرورت نہین

دوسرا رتبہ اُن لوگون کا ہو جنکو عذاب ہوگا یہ وہ فرقہ ہو کہ اصل ایمان تو رکھتے تھے مگر ایمان کے مقتضا کے موافق وفا کرنے مین قصور کیا مثلاً اصل ایمان توحید ہو یعنی سواے خدا کے اور کسی کی عبادت نہ کرنی اب اگر کوئی شخص اپنی خواہش نفس کا اتباع کرے تو اُسکا معبود وہی خواہش ہوگی اور وہ شخص صرف زبان سے توحید کہتا ہو اصل توحید اُسکو حاصل نہین اصل توحید جب ہو جب کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس قول خداوندی قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ کے معنی ایک سمجھے اس طرح کہ غیر اللہ کو بالکل چھوڑ دے اور اس آیت کے معنی بہی وہی جانے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا یعنی سواے توحید کے راہ راست پر مستقیم ہونا بہی مذکور ہو اور راہ انجا کہ صراط مستقیم جسپر قائم ہونے سے توحید کامل ہوتی ہو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو جیسا کہ پل صراط آخرت ہوگا اسواسطے ہر ایک آدمی مین کچھ نہ کچھ میل اس راہ راست سے ضرور ہوتا ہو کیونکہ ہر ایک شخص کسیقدر اتباع خواہش نفس کا ضرور ہی کرتا ہو گو کسی ذرہ ہی کام مین ہو اور اتباع خواہش نفس سے توحید کے کمال مین فرق آتا ہو جسقدر کہ آدمی کا میل راہ راست سے ہو اور یہ بات مقتضی اس امر کی ہو کہ درجات قرب مین بہی نقصان بیشک واقع اور ہر نقصان کے ساتھ دو آگ لگی ہوئی ہین ایک آگ اس نقصان کی باعث کمال کے جدا ہوجاوے گی اور ایک آگ دوزخ کی جسکا وصف قرآن مجید مین موجود ہو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص راہ راست سے مائل ہوگا اُسکا دوہرا عذاب اسطرح سے ہوگا کہ اسمین عذاب کی شدت اور ہلکا پن اور زیادہ دنون تک رہنا حسب کم و زیادہ میل کے ہوگا

منحصر ہے اول تو ایمان کی قوت وضعف پر دوم اتباع خواہش نفس کی کثرت وقلت پر کیونکہ کوئی آدمی اکثر کے اعتبار سے ان
دونوں باتوں میں سے ایک ضرور ہی رکھتا ہے اور اسی جہت سے آتش کا گذر بھی ضروری ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنْ
مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا اور صحابہ کا ہیبت خوف کرتے تھے اور
کہتے تھے کہ ہم اسواسطے ڈرتے ہیں کہ ورود آتش تو بموجب وعدہ الٰہی یقینا ہے اور اس سے نجات ملنے میں شک ہے حضرت حسن بصری نے
جب وہ حدیث بیان کی جس میں اس شخص کا حال ہے کہ دوزخ سے ہزار برس کے بعد نکلیگا اور یا حنان یا منان کہتا ہوگا تو فرمایا کہ
کیا خوب ہو جو وہ شخص میں ہی ہوں یعنی اسکا نکلنا تو قطعاً ہوگا گو مدت ہی کے بعد ہو اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ احادیث سے
معلوم ہوتا ہے کہ سب سے آخر میں جو دوزخ سے نکلیگا وہ سات ہزار برس کے بعد نکلیگا اور بعضے ایک لحظہ ہی میں دوزخ کے پار ہو جاینگے
چنانچہ روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بعضے لوگ بجلی کی طرح گذر جاوینگے اور انکو ذرہ بھی توقف دوزخ میں نہوگا اور ایک لحظہ اور
سات ہزار برس کے درمیان بہت سے درجات مختلف ہیں مثلاً لحظہ سے زیادہ پھر اس سے زیادہ دن اور پھر ہفتہ اور پھر مہینا
اور سال وغیرہ تو مدت عذاب کا تفاوت اس حساب سے بحساب معلوم ہوتا ہے اور کمی زیادتی کا حال یہ ہے کہ عذاب کی شدت کی کوئی
انتہا نہیں اور ادنیٰ عذاب یہ ہے کہ حساب میں الجھا دیا جاوے جیسے بادشاہان دنیا بعض کارندوں اہل تقصیر کو حساب میں تنگ گیری
کیا کرتے ہیں اور پھر معاف کر دیتے ہیں یا کوڑے لگوا کر یا اور کسی طرح کا عذاب دے کر چھوڑ دیتے ہیں اور سوا ان دو اختلاف کے
عذاب میں ایک اور اختلاف ہے کہ وہ نہ مدت کا اختلاف ہے نہ شدت کا بلکہ قسم عذاب کا اختلاف ہے کہ کسی کو مثلاً جرمانہ ہی کیا اور کسی کا
مال ضبط ہوا اور اولاد قتل ہوئی اور اسکے گھر کی عورتیں لونڈی بنائی گئیں اور رشتہ داروں کو تکلیف دی گئی زبان اور ہاتھ اور
ناک کان کاٹ ڈالے گئے وغیرہ اسی طرح آخرت کے عذاب میں بھی اختلاف ہوگا جیسا کہ دلائل شرعی سے واضح ہوتا ہے کہ اختلاف
عذاب بحسب اختلاف قوت وضعف ایمان اور کثرت وقلت طاعات اور کمی بیشی گناہوں کے ہوگا پھر جسقدر گناہوں کی برائی شدید
اور کثیر ہوگی اسیقدر عذاب بھی شدید اور کثیر ہوگا اور جس قسم کی خطا ہوگی اسی قسم کا عذاب مختلف ہوگا۔ ارباب کشف کو باوجود
دلائل قرآنی یہ امر نور ایمان سے بھی منکشف ہوا ہے اور یہی مراد ہے اس آیت سے وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ اور اس سے الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ
نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ اور اس سے وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى اور اس سے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا
يَرَهُ اور سوا اسکے اور بہت سی آیات واحادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کی جزا میں ثواب وعقاب عدل کے ساتھ
ہونگے جن میں ظلم نہوگا اور عفو ورحمت کی جانب ترجیح ہوگی جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي اور کلام مجید میں فرمایا
وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا اس سے معلوم ہوا کہ ارتباط درجات اور درکات کا حسنات اور سیئات سے دلائل
شرعی اور نور معرفت دونوں سے کلیتہً ثابت ہو مگر تفصیل وار کے لیے صرف ظن غالب ہے اور اسکی دلیل حدیثیں ظاہر اور ایک طرح کا
الہام ہے جو چشم عبرت دیکھنے کے نور سے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جو شخص اصل ایمان کو مضبوط کر کے تمام کبائر سے اجتناب
کرے اور سب فرائض کو یعنے ارکان پنجگانہ اسلام کو اچھی طرح ادا کرے اور اسکے ذمے صرف چند صغیرہ ہی ہوں جن پر اسنے اصرار
نہ کیا ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے صرف مناقشہ حساب ہی کا ہوگا اور کسی قسم کا عذاب نہوگا حساب کیے ہوتے ہی حسنات کا
سیئات سے [illegible]
[illegible]
[illegible]

کہ بعد پلہ بھاری ٹھہرنے کے اور حساب سے فارغ ہونے کے اچھی چین مین ہوجاوے ہان زمرہ مقربین یا اصحاب یمین مین لاحق ہونا
اور جنت عدن خواہ فردوس مین داخل ہونا منحصر اقسام ایمان پر ہے اسلیے کہ ایمان کی دو قسمین ہین ایک تقلیدی جیسے ایمان عوام کا ہی
کہ جو کچھ سنتے ہین اسکو سچ جانتے ہین اور ہمیشہ اُسی پر رہتے ہین دوسرا ایمان کشفی کہ نور الٰہی سے سینہ کھل جانے پر حاصل ہوتا ہی اور اسمین
سب موجودات جس طرح پر کہ اصل مین ہین منکشف ہوتے ہین اور واضح ہوجاتا ہی کہ سب کا مرجع خداے تعالی کی طرف ہی اسلیے کہ
سب بجز سواے خداے تعالی اور اُسکی صفات و افعال کے اور کچھ نہین تو اس قسم کے ایمان والے مقرب ہونگے اور ملاء اعلی سے
قرب نہایت درجے کا رکھتے ہونگے اور فردوس اعلی مین انکا مقام ہوگا پھر انکے بہت سے ہنافت ہونگے یعنے آگے بڑھے ہوے ہونگے
پیچھے نہین ہونگے غرضکہ جتنا تفاوت اُنکی معرفت مین ہوگا اُتنا ہی اُنکے قرب مین ہوگا معرفت مین درجات عارفین کے بیحد ہین
اسلیے کہ جلال خداوندی کی کنہ کو معلوم کرنا ناممکن ہی اُسکی معرفت دریاے ناپیدا کنار ہی جسکا نہ ساحل ہی نہ تھاہ پھر اسمین جو لوگ غوطے
لگاتے ہین وہ اپنی طاقت کے موافق ہاتھ پانون مارتے ہین یا جسقدر کہ ازل مین اُنکے نام لکھدیا ہی اُسقدر بہرہ یاب ہوتے ہین پس جو کہ
طریق الی اللہ کے منازل بے نہایت ہین تو سالکین کے درجات بھی بے نہایت ہونگے۔ اب جو شخص ایمان تقلیدی رکھتا ہوگا وہ
اصحاب یمین کے زمرے مین تو ہوگا مگر اُسکا درجہ مقربین کے درجے سے کم ہوگا پھر اصحاب یمین کے بھی بہت مدارج ہونگے اُنمین کا اعلی
رتبے والا مقربین کے ادنی درجے والے کے قریب قریب ہوگا یہ حال اُس شخص کا بیان ہوا جسنے تمام کبیرون سے اجتناب کیا اور سب
فرائض کو یعنی پانچون ارکان اسلام نماز روزہ حج زکوۃ کلمہ شہادت زبان سے ادا کیا اب اُس شخص کا حال معلوم کرنا چاہیے جسنے ایک
یا زیادہ کبیرہ گناہ کیا ہو اور بعض ارکان اسلام کو چھوڑدیا ہو ایسا شخص اگر موت کے وقت سے پہلے توبہ خالص کریگا تب تو ایسا ہوگا
جیسا وہ شخص تھا جسنے کبیرہ نہین کیا تھا اسلیے کہ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ واقع ہوا اور کپڑا دھونے کے بعد میلا نہین رہتا
گویا سرے سے میل اُسپر لگا ہی نہ تھا اور اگر توبہ سے پیشتر مریگا تب البتہ موت کے وقت اُسکے حال کا خوف ہی کیونکہ موت اگر اُس گناہ کے
اصرار پر ہوگی تو کیا عجب ہی کہ ایمان لغزش کھا جاوے اور انجام برا ہو خصوصاً جب کہ ایمان تقلیدی ہو کہ تقلید اگرچہ پختہ ہوتی ہی اتا
ادنی شبہ اور خیال سے ڈھیلی ہوجاتی ہی اور عارف اہل بصیرت پر خوف خاتمے کے بگڑنے کا نہین اور یہ دونون اگر ایمان پر مرینگے
تو اگر معاف نہونگے حساب کے بازپرس کی نسبت کچھ زیادہ عذاب ہوگا اور اس عذاب سابق کی کثرت بقدر زیادتی مدت اصرار کے ہوگی اور
شدت بسبب کبائر کے برائی کی اور قسم عذاب کا اختلاف موافق اختلاف اقسام خطاؤن کے ہوگا اور مدت عذاب کی پوری ہونے کے
بعد بھولے مقلد تو اصحاب یمین کے درجات مین ملجاینگا اور عارف اہل بصیرت اعلی علیین مین چلے جاوینگے حدیث شریف مین ہی
کہ جو شخص آخر کو دوزخ مین سے نکلیگا اُسکو ساری دنیا کے دس گنے کے برابر دیا اس سے غرض پیمایش اجسام نہ سمجھنی چاہیے کہ اگر دنیا
مثلاً ایک ہزار کوس کے ہی تو اُسکو دس ہزار کوس مین ملیگی اسمین مثال بیان کرنے کے طریق سے ناواقفیت پائی جاتی ہی بلکہ اسکو
یون سمجھنا چاہیے مثلاً کوئی کہے کہ اُسنے اونٹ لیا اور اسکا دس گنا اُسکو دیا یعنے اگر اونٹ دس روپیہ کا تھا تو اُسکو سو روپیہ دیے
اور اگر اس سے مثل ہی سمجھے تو وہ بات ہی کہ سو روپیہ اونٹ کے دسوین حصے کے بھی وزن مین برابر نہین ہوسکتے بلکہ مثال مین مقابلہ
معانی اور ارواح اجسام کا ہوتا ہی نہ اُنکے وجود اور شکل کا مثلاً اونٹ سے غرض اُسکا وزن اور طول و عرض نہین بلکہ مقصود اُسکی
مالیت ہی پس اُسکی روح مالیت ہی اور گوشت و پوست اُسکا جسم ہی تو سو روپیہ اُسکے دس گنے باعتبار وزن روحانی کے ہین نہ باعتبار
وزن جسمانی کے اور جو شخص کہ مالیت نقد کی اور اونٹ کی جانتا ہی اُسکے نزدیک سو روپیہ کو دس گنا اونٹ کا کہنا صحیح ہی یہانتک
کہ اگر اُسکو سو روپیہ کی عوض ایک جوہر جسکا وزن چند ماشہ اور مول سو روپیہ ہوتا دیدیتا اور کہتا کہ مین نے اسکو دس گنا دیا

تو درست تھا مگر اس قول کی سچائی سوائے جوہریون کے اور کوئی نہین جان سکتا کیونکہ جوہر کی روح صرف آنکھ سے نہین معلوم ہوتی اسکے لیے سوائے نظر ظاہری کے ایک اور دانائی کی بھی حاجت ہے اسی جہت سے اس قول کو لڑکا اور گنوار نہ مانیگا وہ کہینگے کہ جوہر کا وزن تو چند ماشہ ہے اور اونٹ کا وزن اس سے ہزار گنا زیادہ ہے تو یہ شخص جو کہتا ہے کہ مین نے دس گنا دیا جھوٹ بولتا ہے حالانکہ حقیقت مین یہی دونون جھوٹے ہین مگر انکے نزدیک یہ بات جب سچی ہو جب اُن دونون کو وہ نور دل مین آجاوے جس سے کہ روح جوہر اور مال کی معلوم ہوتی ہے اور یہ بات لڑکے کو بعد بلوغ کے اور گنوار کو بعد تعقل کے آتی ہے اُسوقت انکو اُس قول کی راستی معلوم ہوتی ہے اسی طرح عارف آدمی مقلد کو اسی اس حدیث شریف کی نہین سمجھا سکتا کہ دنیا کی دس گنی جنت کس طرح ملیگی مقلد یہ تقریر کرتا ہے کہ موجب مضمون احادیث جنت آسمانون مین ہے اور آسمان دنیا مین شمار ہوتے ہین تو پھر جنت اُسکی دس گنی کس طرح ملیگی یہی حال اُس بالغ کا ہے جو لڑکے کو سمجھانے لگے کہ جوہر کس طرح بڑا ہے یا جوہری گنوار کو سمجھاوے کہ جوہر مین قیمت ہوتی ہے۔ اور جس طرح کہ جوہری کسی گنوار یا ناواقف کو قدر جوہر سمجھانے مین قابل رحم ہے اسی طرح جو عارف کہ کسی عجمی جاہل کو یہ تقریر حدیث کی سمجھاوے تو وہ بھی قابل رحم ہے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِرْحَمُوا ثَلَاثَةً عَالِمًا بَيْنَ الْجُهَّالِ وَغَنِيَّ قَوْمٍ اِفْتَقَرَ وَعَزِيْزَ قَوْمٍ ذَلَّ اور اسی سبب سے انبیا بھی اپنی امت مین قابل رحم ہین کہ نقصان عقول امت کی جہت سے جو کچھ انکو پہنچے ہوئے وہ انکے حق مین اللہ کی طرف سے امتحان اور آزمایش تھی کہ بحکم تقدیر ازلی انپر پڑی تھی اور یہی مراد ہے اس حدیث شریف مین کہ اَلْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالْاَنْبِيَاءِ ثُمَّ الْاَوْلِيَاءِ ثُمَّ الْاَمْثَلِ فَالْاَمْثَلِ پس بلا کو اس حدیث مین مثل مصیبت حضرت ایوب علیہ السلام کے نہ سمجھنا چاہیے جو بدن پر نازل ہوتی ہے بلکہ بلا سے وہی مصیبت وایذا مراد ہے جو نا سمجھون کے ساتھ معاملہ پڑنے سے ہوتی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو ایسے لوگون سے کام پڑا تھا کہ جتنا انھون نے انکو خدا کی طرف بلایا اُتنا ہی انکو نفرت و کفر زیادہ ہوتی پایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض لوگون کے کلام سے ایذا ہوئی تو فرمایا کہ خداے تعالی رحم کرے میرے بھائی موسی پر کہ لوگون نے انکو اس سے زیادہ ستایا مگر انھون نے صبر کیا پھر جس طرح کہ انبیا کو منکرین سے کام پڑتا ہے اور اسی سے انکی آزمایش ہوتی ہے اسی طرح اولیا اور علما کو بھی جاہلون سے کام پڑتا ہے اور انکے امتحان کا باعث ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اولیا کسی نہ کسی طرح کی ایذا سے خالی نہین ہوتے انکا بھی امتحان لیا جاتا ہے یا اس طور کہ شہر سے نکال دیے جاتے ہین سلاطین وقت کے سامنے انکی چغلی کھاتے ہین کچھ لوگ انکے کفر پر گواہی دیتے ہین اور کچھ بددین کہتے ہین۔ اور یہ تو ضروری ہے کہ جو لوگ اہل معرفت ہین وہ جاہلون کے نزدیک کافر ہین جیسے کہ اگر کوئی اپنا اونٹ جوہر کے بدلے دے ڈالے تو جاہل اُسکو بیوقوف اور مال اُڑاؤ کہینگے جب تک یہ تحقیق معلوم ہو چکی اب ایمان لانا چاہیے کہ واقع مین جو مضمون حدیث شریف مین مذکور ہے کہ دوزخ سے پچھلا شخص جو نکلیگا اُسکو دس گنے دنیا کے برابر ملیگا بیشک درست و بجا ہے اور خبردار کہین ایسا نہ ہو کہ تصدیق کو منحصر ایسی چیزون پر کرو جو حواس سے اور آنکھ سے معلوم ہوتی ہین ایسا کرو گے تو خاصے چوپائے گدھے ہوگے اسلیے کہ یہ اس حس سے جانتے ہین تو گدھا بھی تمھارا شریک ہے تمکو جو گدھے سے تمیز ہے تو اسی لطیفے کی جہت سے ہے جو آسمانون اور زمینون اور پہاڑون پر پیش ہوا اور سب نے اُسکے اٹھانے سے انکار کیا اور جو چیز عالم حواس سے خارج ہے وہ اُسی لطیفے سے معلوم ہوتی ہے جس سے آدمی گدھے اور تمام چوپایون سے ممتاز ہے پس جو شخص اسکو بیکار کردے اور اس سے کام نہ لے اور محسوسات تک اپنی معلومات کو منحصر کردے آگے نہ بڑھے صرف بہائم کے درجے پر قانع ہو وہ اپنے نفس کو خرابی مین ڈالتا ہے اے برادران دینی تم ایسے نہ ہو اسلیے کہ جو شخص صرف محسوسات ہی کو ادراک کریگا تو خدا کو بھول جاویگا کیونکہ خدا کی ذات تو حواس سے قابل ادراک نہین اور جو خدا کو بھولیگا خداے تعالی اُسکو اُسکا نفس بھلا دیگا یعنی پھر ترقی اُسکو نصیب نہوگی بہائم ہی مین رہ جاویگا اسوجہ سے کہ جو امانت خداوندی تھی اسمین اُسنے خیانت کی اور اُسکی نعمت کا منکر ہوا اور اپنے آپ کو اُسکے انتقام کے لیے پیش کیا

ش م بخاری بروایت ابو ہریرہ ۱۲

م رحم کرو تین شخصون پر عالم پر درمیان جاہلون کے اور کسی قوم کے غنی پر جو فقیر ہوگیا ہو اور کسی قوم کے عزیز پر جو ذلیل ہوگیا ہو ۱۲ ابن حبان در ضعفا بروایت انس اور اسکی سند مین عیسی متہم ہے ۱۲ ه

م بلا سپرد ہے انبیا کے پھر اولیا کے پھر جو ان سے بہتر ہون پھر جو ان سے بہتر ہون ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان

م بخاری بروایت ابن مسعود ۱۲

م سند ضعیف ۱۲

بلکہ ایسے شخص کا حال تو بہیمہ سے بھی برا ہوگا اسواسطے کہ بہیمہ کو مرنے پر چھٹی تو ہو جاویگی اور اس شخص کا یہ حال ہوگا کہ امانت مالک کے سپرد کر دی پڑیگی کیونکہ امانت کا ٹھکانا اور رجوع اسی کی طرف ہے اور یہ امانت آفتاب تابان کی طرح تھی اس بدن فانی مین آکر غروب ہوگئی مگر جب یہ قالب بگڑ جائیگا تو وہی امانت پھر غروب ہونے کی جگہ سے نکلیگی اور اپنے پیدا کرنے والے کے پاس چلی جائیگی یا تو دھندلی کسوف لگی نکلیگی یا چمکتی ہوئی ہوگی چمکتی کو تو دربار کی حضوری سے کچھ حجاب نہوگا اور دھندلی بھی وہان ہی پہونچیگی کیونکہ وہ دربار تو مرجع کل ہے مگر اوندھے منہ سے نیچے اسکا رخ اعلی علیین کی طرف سے اسفل السافلین کی طرف کو پھرا ہوگا اور اسی واسطے اللہ تعالی فرماتا ہے ولو تری اذ المجرمون ناکسوا رءوسہم عند ربہم ترجمہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجرم بھی پروردگار کے پاس ہونگے مگر اوندھے منہ ہونگے کہ انکے چہرے پشت کی طرف بدل گئے ہونگے اور اوپر کی طرف پیچھے ہو گئے ہونگے اور انہین کچھ اختیار نہین جو شخص توفیق سے محروم رہتا ہے اسپر خدا کا حکم اسی طرح ہے خداے تعالی اپنے فضل و کرم سے جاہلون کے مقام پر نہ پہونچاوے اور گمراہی سے بچاوے یہ جو بیان تفریق ان لوگون کا جو دوزخ سے نکلکر دنیا سے دس گنا یا زیادہ پاوینگے اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ دوزخ سے بجز موحد کے اور کوئی نہین نکلیگا اور ہماری غرض توحید سے یہ نہین کہ زبان سے کہ لیا لا الہ الا اللہ کیونکہ زبان عالم ظاہری سے ہے اسکا فائدہ فقط دنیا ہی تک ہوتا ہے مثلاً جو صرف زبان سے یہ کلمہ کہتا ہے اسکی گردن نہین ماری جاتی اسکا مال لوٹ سے محفوظ رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ گردن اور مال کی مدت زندگی تک ہے تو جس جگہ کہ نہ گردن ہوگی نہ مال وہان زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا کیا فائدہ دیگا وہان توحید کا کمال اور اسکا سچا ہونا کام آویگا اس طرح کہ تمام امور کو خدا کی طرف سے جانے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ خلق مین سے کسی پر غصہ نہو کہ اسکے ساتھ کوئی کچھ سلوک کرے کیونکہ جب سب چیزین خدا کی طرف سے ہین تو خلق خدا صرف ذریعہ ہین مسبب الاسباب سب کا تو وہی ایک ذات ہے چنانچہ اسکی تحقیق باب توکل مین آویگی اس توحید مین بھی لوگ مختلف درجے کے ہین بعضون کی توحید پہاڑ کے برابر ہے اور بعضون کی مثقال کے برابر اور بعضون کی رائی کے برابر پس جسکی توحید دینار کے برابر ہوگی وہ دوزخ سے اول نکلیگا حدیث شریف مین ہے کہ اخرجوا من النار من فی قلبہ مثقال دینار من ایمان اور سب سے پیچھے جو دوزخ سے نکلیگا وہ ہوگا کہ اسکے دل مین ذرہ برابر ایمان ہوگا اور مثقال اور ذرے کے درمیان بہت تفاوت اور مدارج ہین کہ انکے بموجب نکلتے جاوینگے یعنی اول مثقال کے طبقے کے لوگ پھر اس سے کم پھر اس سے کم حتی کہ آخر کو ذرہ برابر ایمان والون کی جماعت نکلیگی اور وزن مثقال و ذرہ کو بطور ضرب المثل سمجھنا چاہیے جیسا کہ ہم بعض نقدون کے عوض کے باب مین لکھ چکے ہین اور موحدین جو دوزخ مین جاوینگے تو اسکی غالباً وجہ یہی ہوگی کہ لوگون کے حق انکے ذمے رہینگے اور یہ حقوق بموجب حدیث شریف کے چھوٹنے کے نہین باقی اقسام گناہون کے قابل عفو و تکفیر ہین چنانچہ روایت ہے کہ بندہ خداے تعالی کے سامنے کھڑا کیا جاویگا اور اسکی نیکیان اتنی ہونگی کہ اگر اسکے پاس رہتین تو جنتی ہوتا مگر اسوقت اہل حقوق جنپر اسنے ظلم کیا ہوگا کھڑے ہونگے بعضون کو تو گالی دی ہوگی بعضون کو مارا ہوگا بعضون کا مال لے لیا ہوگا پس اسکی نیکیون مین سے ان لوگون کو دیا جاویگا یہان تک کہ اسکے پاس ایک نیکی بھی نہ بچیگی فرشتے عرض کرینگے کہ خداوندا اس شخص کی نیکیان تو ہو چکین اور ابھی طالب بہت باقی ہین اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ ان لوگون کی بدیون مین سے اسکی بدیون پر اضافہ کر دو اور دوزخ کے نام ایک قبالہ اسکے لیے لکھ دو۔ اور جس طرح کہ آدمی دوسرے کے بدلے انکی بدیون کے سبب ہلاک ہوتا ہے اسی طرح مظلوم آدمی کے پاس جب ظالم کی نیکیان ظلم کے بدلے مین آتی ہین تو اسکو نجات ہو جاتی ہے ابن جلاء صوفی کے حال مین لکھا ہے کہ انکے کسی بھائی نے انکی غیبت کی بعد اسکے معاف کرانے کے لیے آدمی بھیجا انھون نے فرمایا کہ مین معاف نہین کرونگا میرے نامۂ اعمال مین اس سے بڑھکر کوئی نیکی نہین مین اسے کیسے مٹا دون اور یہ بھی کہا کہ یہ غیبت اور جو اور بھائیون نے مجھکو کہا تو انکے حق مین گناہ ہین مگر میرے لیے حسنات ہین تو مین چاہتا ہون کہ اپنے نامۂ اعمال کو انسے زینت دون

ح نکالو دوزخ مین سے اس شخص کو جسکے دل مین دینار کے برابر ایمان ہو ۱۲

یہ ہی جو آخرت مین درجات سعادت و شقاوت مین لوگ مختلف ہونگے مگر جیسے جو حکم ہر ایک فرشتے کا لکھا تو باعتبار ظاہر اسباب کے لکھا ہی جیسے طبیب ایک بیمار کو کہدیتا ہی کہ یہ بیشک مر جاویگا اسکا مرض قابل علاج نہین اور دوسرے بیمار کو کہتا ہی کہ اسکی بیماری بہت خفیف ہی اور علاج بھی آسان تو یہ قول طبیب کا ان دونون کے حق مین باعتبار اکثر احوال کے ہی ورنہ بعض اوقات قریب مرگ زندہ ہو جاتا ہی اور خفیف مرض والا چل دیتا ہی طبیب کو خبر نہین ہوتی غرض کہ یہ امر اللہ تعالی کے خفیہ اسرار مین سے ہی جو زندہ آدمیون کی روحون مین رکھے ہین اور ایسے دقیق اسباب ہین کہ مسبب الاسباب نے ایک وقت و اندازہ مقرر پر انکو مرتب کر رکھا ہی آدمی کی طاقت نہین کہ انکی کنہ کو جان سکے اسی طرح آخرت کی نجات و فلاح کے بھی اسباب خفیہ ہین کہ انکی اطلاع آدمی کی طاقت سے باہر ہی جس سبب خفی سے نجات ہوتی ہی اسکو عفو اور رضا کہتے ہین اور جو موجب ہلاک ہی اسکو غضب و انتقام سے تعبیر کرتے ہین اور انکے سوا ایک اور مشیت ازلی الٰہی کا بھید ہی جسکی اطلاع خلق کو نہین ہوتی اسلیے ہم پر واجب ہی کہ گنہگار پر عفو کی جائے باکے گو اسکی خطائین ظاہری بہت ہون اور مغضب کو مطیع پر نہ سمجھین اگرچہ طاعات ظاہری زیادہ ہون اسلیے کہ اعتبار تقوی کا ہی اور تقوی ایسی چیز نہین دل مین ہی کہ خود متقی کو اسپر اطلاع نہین ہوتی دوسرے کو کس طرح ہو پھر بھی ارباب قلوب پر یہ بات منکشف ہوئی ہی کہ جب بندے مین کوئی سبب خفی عفو کا مقتضی ہوتا ہی تبھی عفو پیدا کرتا ہی اور غضب بھی تبھی ہوتا ہی جب کوئی سبب باطنی مقتضی غضب کا اس سے ہو اور اگر یہ بات نہو تو عفو و غضب اعمال و اوصاف کی جزا نہون اور اگر جزا نہو تو عدل نہو اور عدل نہو تو یہ آیت نہ بنے وما ربک بظلام للعبید اور یہ آیت ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ حالانکہ یہ سب قول صحیح ہین اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو وہی ملیگا جو اس نے کیا ہوگا اور اپنی کمائی کو خود ہی دیکھیگا کرنی خویش آمدنی پیش اگر انسان کجروی کریگا تو خدا تعالی اسکے دل کو کج کر دیگا جب اپنے نفس کو بدلتا ہی تو خدا تعالی بھی اسکی حالت بدل دیتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتا ہی ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم اور یہ سب باتین اہل دل کو آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ واضح ہوئی ہین کیونکہ آنکھ کے دیکھنے مین غلطی کا احتمال ہی کہ کبھی بڑے چھوٹا دیکھتی ہی اور دور کو نزدیک اور دل کے مشاہدے مین غلطی نہین ہوتی اسکو یہ کیفیت بعد بصیرت کے کھلنے کے حاصل ہوتی ہی اور اسکے مثل ہی دیکھا کرتا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اسمین کذب کا تصور نہین ہو سکتا اور اسکی طرف اشارہ ہی اس آیت مین
ما کذب الفؤاد ما رای

تیسرا رتبہ نجات والون کا ہی اور نجات سے ہماری غرض صرف بچنے سے ہی نہ سعادت و فلاح سے یہ لوگ ایسے ہونگے کہ انھون نے خدمت کی جو خلعت ہو اور نہ قصور کیا جو عذاب ملے اور غالب ہی کہ یہ حال کفار مین سے مجنونون اور لڑکون کا اور بیہوشون اور ان لوگون کا ہوگا جنکو دعوت اسلام نہ پہونچی ہو اور شہرون سے علیحدہ رہتے ہون اور جہالت اور عدم معرفت پر انکی عمر کٹ گئی ہو ایسے لوگون کو نہ معرفت ہی نہ انکار نہ طاعت ہی نہ معصیت نہ کوئی وسیلہ ہی کہ قرب الٰہی حاصل ہو نہ کوئی خطا ہی جو خدا سے دور کرے اسی لیے اس قسم کے لوگ نہ اہل جنت ہین نہ دوزخی بلکہ ایک ایسی جگہ رہینگے جو جنت و دوزخ کے درمیان ہی اور جسکو شرع مین اعراف کہتے ہین اس مقام مین کچھ فرقون کا خلق مین سے رہنا تو آیات و احادیث صحیح سے یقینا ثابت ہی اور نور بصیرت سے بھی ایسا ہی کچھ پایا جاتا ہی مگر کسی خاص فرقے کو یہ کہنا کہ یہی اعراف مین قطعا رہینگے یہ امر ظنی ہی مثلا لڑکون کو کفار کے اعراف مین رہنے کا حکم مظنون ہی یقینی نہین اور اسکی اطلاع ٹھیک ٹھیک عالم نبوت مین ہی اولیا و علما کے رتبے کی ترقی اس درجے تک بعید ہی۔ علاوہ ازین لڑکون کے باب مین اخبار بھی مختلف ہین یہان تک کہ جب ایک لڑکا مر گیا حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ جنت کی چڑیون مین سے ایک چڑیا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسے پوچھا کہ تمھین کیسے معلوم ہوا اس صورت مین اشتباہ اس مقام مین غالب تر ہی

اور یہ ترتیب ایسا نہین کہ ظلم کرے بعضون پر اللہ حق نہین رکھت کسی کا ذرہ سے کم برابر

چوتھا رتبہ فلاح والوں کا ہی یہ لوگ بدون تقلید کے عارف ہونگے اور وہی مقرب اور سابق ہین اسلیے کہ مقلد کو اگرچہ اسمسئلہ کسی
مقام مین جنت کے فوز ہوگا یعنی تو اصحاب یمین ہی سے رہیگا اور یہ لوگ مقرب ہونگے اور جو کچھ انکو ملیگا حد بیان سے باہر ہی اور
جسقدر بیان ہوسکتا ہی وہ وہ ہی جو قرآن شریف مین مذکور ہی خداے تعالی کے بیان سے زیادہ کیا کوئی کہیگا اور جس بات کی
تعبیر اس عالم مین نہین ہوسکتی اُسکو خداے تعالی نے بطور اجمال ارشاد فرمایا ہی چنانچہ فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ
اور حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ اور عارفون کا مقصود
وہی حالت ہوتی ہی جو کسی بشر کے دل پر اس عالم مین نہین گذر سکتی اور حور و قصور و میوہ جات اور دودھ اور شہد اور شراب و کنگن و زیور
جو جنت کی اشیا ہین اُنپر عارفون کو حرص نہین ہوتی اور اگر انکو یہ چیزین دی جاوینگی تو انھین پر قناعت نہ کرینگے بلکہ طالب لذت دیدار
الٰہی ہونگے کہ غایت سعادت اور انتہاے لذت وہی ہی اور اسی واسطے جب حضرت رابعہ عدویہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی
رغبت جنت مین کیا ہوگی اُنھون نے فرمایا کہ اول صاحب خانہ پھر خانہ مطلب یہ کہ ان لوگون کے دلون مین صاحب خانہ یعنی خداوند
کریم کی محبت ایسی ہی ہوتی ہی کہ انکو خانہ یعنی جنت اور اسکی آرایش کی کچھ پروا نہین بلکہ سواے محبوب کے کسی چیز کی تمنا نہین یہانتک
کہ اپنے نفس سے بھی اُسکے عشق مین بیخبر ہوتے ہین اور انکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی عاشق کہ اپنے معشوق کے دیکھنے کی فکر مین ڈوبا ہو
اس حال مین اسکو اپنے نفس کی خبر نہین ہوتی اور جو صدمہ انکو پہنچتا ہی ذرا انھین معلوم نہین ہوتا اس حالت کو فنا فی اللہ
کہتے ہین یعنی اسکی نوبت اس درجے کو پہونچ گئی کہ سواے محبوب کے اور کوئی چیز اسکے پیش نظر نہین رہی نہ دل مین غیر محبوب کی گنجایش
باقی تاکہ اسکی طرف التفات کرے وہ خیر خواہ اسکا نفس ہو یا دوسری کوئی چیز ہو۔ اس حالت سے آخرت مین وہ چیز عنایت ہوگی
جو اس دنیا مین کسی بشر کے دل مین نہین آسکتی ہی جیسے کہ صورت رنگ آواز کی بہرے اندھے آدمی کے دل مین مفہوم نہین آتی
لیکن اگر اُسکے کان اور آنکھ کا حجاب دور ہو جاوے تو ان چیزون کا حال معلوم کرنے لگیگا اور جان لیگا کہ واقع مین پیشتر میرے
دل مین انکا آنا متصور نہ تھا اسی طرح دنیا بھی درحقیقت ایک حجاب ہی اسکے اٹھنے سے آدمی کو لذت حیات طیب کی جسکو شوق
اور اس مضمون کا ادراک ہوتا ہی کہ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ پس اس قدر بیان تقسیم درجات کا اسوقت کافی ہی
اور اللہ ہی کے ہاتھ توفیق ہی

تیسرا بیان اس باب مین کہ کون سی بات سے صغیرہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہی جاننا چاہیے کہ صغیرہ چند اسباب سے کبیرہ ہو جاتا ہی
انمین سے ایک اصرار و مواظبت ہی اور اسی بنا پر کہا گیا ہی کہ اصرار کے ساتھ کوئی سا گناہ صغیرہ نہین اور نہ استغفار کے ساتھ
کوئی کبیرہ اسکا حاصل یہ ہوا کہ اگر آدمی ایک کبیرہ کر کے باز رہے اور پھر دوسرا کبیرہ نہ کرے اگر یہ امر ممکن ہو تو توقع عفو کی
اس صورت مین زیادہ ہی بہ نسبت گناہ صغیرہ کے جسپر مداومت کیجاوے اور اسکی مثال یہ ہی کہ اگر پتھر پر پانی کا ایک ایک قطرہ
برابر گرتا رہے تو اسمین نشان پڑ جاویگا اور اگر سارا پانی اسی مقدار جتنا قطرون مین گرا ہی ایک دفعہ پتھر پر ڈال دیا جاوے
تو کچھ نشان نہوگا اسی تاثیر کی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خَيْرُ الْأَعْمَالِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ اور چونکہ چیزین
اپنی ضدون سے معلوم ہوا کرتی ہین تو جب اس حدیث سے یہ پایا گیا وہ عمل دائم گو قلیل ہو نافع ہوتا ہی اسلیے معلوم ہوا کہ بہت سا
عمل جو آدمی ایک ہی بار کرے اُس سے دل کی جلا و تطہیر مین نفع کم ہوتا ہی اسی طرح گناہ صغیرہ پر اگر آدمی دوام کرے تو اسکی تاثیر
دل کو میلا اور تاریک کرنے مین زیادہ ہوگی۔ مگر اتنی بات ہی کہ آدمی کا گناہ کبیرہ پر ایکبار کی مرتکب ہو جانا بدون اسکے کہ اس سے
پہلے اور پیچھے گناہ صغیرہ نہ کرے کم پایا جاتا ہی مثلاً زانی جب زنا کرتا ہی تو یہ کم ہوتا ہی کہ پہلے سے ارادہ اور مقدمات زنا نہ کرے

اسی طرح قاتل یکایک قتل نہیں کر بیٹھتا جب تک کہ پہلے سے دشمنی اور عداوت نہو اسی طرح ہر ایک کبیرہ کے ارتکاب میں منشا ابتدا
اور انتہا میں صغیرہ بھی پائے جاتے ہیں اور اگر بالفرض کوئی ایسا کبیرہ سرزد ہوگا اسکے ارتکاب میں صغیرہ نہ کرنا پڑے یکایک کبیرہ ہی
ہو جاوے اور دوبارہ اسکے کرنے کی نوبت نہ آوے تو شاید اُسکے معاف ہونے کی توقع زیادہ ہے بہ نسبت اس صغیرہ کے جسپر انسان
عمر بھر مواظبت کرے اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ ہو جانے کا یہ ہے کہ گناہ کو چھوٹا جانے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جتنا آدمی اپنے گناہ کو زیادہ
سمجھیگا وہ خدائے تعالی کے نزدیک چھوٹا ہوگا اور جتنا گناہ کو صغیرہ جانیگا وہ خدا کے نزدیک کبیرہ ہوگا اسواسطے کہ گناہ کو بڑا سمجھنا اس
بات کی دلیل ہے کہ دل میں کراہت و نفرت اُس گناہ کی موجود ہے اسی لیے اُسکی تاثیر بھی دل میں خوب نہیں ہوتی اور گناہ کو چھوٹا
جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دل کو اُسکے ساتھ اُلفت ہے اور اسی وجہ سے دل میں اُسکا اثر بہت ہوتا ہے اور طاعات سے مطلب ہی یہ ہے کہ
دل میں روشنی ہو جاوے اور خطاؤں سے یہی خوف ہے کہ دل پر سیاہی نہ آوے اور یہی وجہ ہے کہ جب آدمی سے کوئی بات غفلت
میں ہو جاوے تو اُسپر مواخذہ نہیں ہوتا کیونکہ غفلت میں دل پر تاثیر نہیں ہوتی اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ مومن اپنے
گناہ کو ایسا جانتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ اوپر آگیا اب سر پر گر پڑیگا اور منافق اپنی خطا کو ایسا سمجھتا ہے جیسے ناک پر مکھی بیٹھی اور اُسکو
اُڑا دیا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جس گناہ کی مغفرت نہیں ہوتی وہ وہ گناہ ہے کہ جسکے بعد آدمی یہ کہے کہ کیا اچھا ہوتا جو تمام
گناہ میں نے کیے ہیں سب ایسے ہی ہوتے اور ایمان دار کے دل میں گناہ کی عظمت کی یہ وجہ ہے کہ اُسکو خدائے تعالی کے جلال کا
علم ہوتا ہے جب اُسکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اس گناہ سے کسکی نافرمانی کی تو صغیرہ بھی نظروں میں کبیرہ سوجھتا ہے۔ روایت ہے کہ
اللہ تعالی نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ ہدیہ کی کمی کا لحاظ مت کر بلکہ یہ دیکھ کہ جسنے بھیجا ہے وہ کتنا بڑا ہے اور اپنی خطا کے چھوٹا ہونے کو
مت دیکھ بلکہ اس بات کا لحاظ کر کہ اُس خطا سے تو نے کسکا مقابلہ کیا ہے۔ اور اسی اعتبار سے بعض عارفوں کا مقولہ ہے کہ صغیرہ گناہ کا
وجود ہی نہیں جس امر میں مخالفت الٰہی ہو وہ کبیرہ ہی ہے اسی طرح بعض صحابہ رض سے منقول ہے کہ اُنھوں نے تابعین کو ارشاد فرمایا کہ
تم ایسے عمل کرتے ہو کہ تمہاری نظروں میں وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہیں حالانکہ ہم اُنکو زمانہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں
مہلکات سے سمجھتے ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ صحابہ رض کو جلال کبریائی بروجہ کامل معلوم تھا اسی لیے صغیرہ گناہ بھی اُنکے نزدیک بسبب
جلال خداوندی کے کبیرہ تھے اور اسی وجہ سے عالم شخص سے بعض باتیں بڑی معلوم ہوتی ہیں بہ نسبت جاہل کے اور عامی شخص سے
بعض باتیں درگذر کر دی جاتی ہیں وہ عارف سے کیونکہ گناہ اور مخالفت اُسیقدر بڑے ہوتے ہیں جسقدر کہ کرنے والے کی معرفت
زیادہ ہوتی ہے اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ ہونے کا یہ ہے کہ گناہ کر کے خوش ہو اور فخر کرے اور جانے کہ جیسے جو یہ کام ہوا تو
خدا کی نعمت کے سبب سے ہوا اور اس بات سے غافل ہو کہ یہ تصور موجب شقاوت ہے پس جسقدر کہ صغیرہ کا آدمی کو مزہ معلوم ہوگا
اُتنا ہی وہ بڑا ہوگا اور دل کی تاریکی میں اُسکی تاثیر بھی قوی ہوگی یہاں تک کہ بعض گنہگار ایسے ہوتے کہ اپنی خطا کی داد
چاہتے ہیں اور اُسکے ارتکاب سے مباہات و شیخی بگھارتے ہیں مثلاً مناظرہ والا کہتا ہے کہ کیوں تمنے دیکھا ہم نے فلانے شخص کو
کیسا فضیحت کیا اور کیسے عیب بیان کیے کہ خجالت زدہ کر دیا اور کیسا بنایا اور خفیف کیا اور تاجر کہتا ہے کہ دیکھو ہمنے کھوٹی چیز
کیسی دے ڈالی اور اسکو فریب دے دیا اور اُسکے مال میں کیسا اُسکو دم دیا اور اُلّو بنایا وغیرہ اس قسم کی باتیں ایسی ہیں کہ اُنسے
صغیرہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے اسلیے کہ گناہ مہلکات میں سے ہیں جب آدمی اُنمیں مبتلا ہو جاوے اور شیطان کی بن پڑے کہ اُس سے
اپنی مرضی کے موافق کام لے تو اس امر میں مقام افسوس اور مصیبت کا ہے کہ دشمن اپنے اوپر غالب ہوا اور راندہ آپ کو دوری خدا
تعالی سے حاصل ہوئی دیکھو اگر بیمار کسی برتن میں دوا پیتا ہو اور وہ اتفاق سے ٹوٹ جاوے اور اُسکے ٹوٹنے سے بیمار کو سوجھے

ح بخاری بروایت حارث بن سعید ۱۲

خوشی ہو کہ اسپنج دوا پینے کا جاتا رہا تو اُسکے اچھا ہونے کی توقع نہ رہیگی اور ایک وجہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی یہ ہو کہ خدا کی
پردہ پوشی اور مہلت دینے اور حلم کرنے کو اُسکی عنایت کا باعث سمجھے اور یہین لحاظ گناہ کے ترک کرنے مین کاہلی کرے اور یہ
نہ جانے کہ مہلت دینے سے خدا تعالیٰ کو یہ منظور ہو کہ اور زیادہ گناہ کرے تو یہ مہلت دلیل خفگی کی ہو جسکو یہ شخص موجب عنایت
سمجھا تو معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہو اور خدا پر مغالطہ کھانے سے ناواقف ہو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو
وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ اور ایک سبب صغیرہ گناہ کے کبیرہ ہوجانے کا یہ ہو کہ
گناہ کرکے اسکو کہتا پھرے یا دوسرے کے سامنے کرے اسلیے کہ اسمین اول تو خدا کی پردہ پوشی کو دور کرتا ہو اور دوسرے غیر شخص کو
اُس گناہ کی رغبت دیتی تو گویا ایک گناہ کے ضمن مین دو خطائین یہ ہوئین اسی جہت سے وہ قصور زیادہ ہوگیا اور اگر اس
دوسرے سے کہنے پر اتنی بات اور کرے کہ اُسکے لیے سامان اس قصور کا جمع کردے تو چوتھا قصور ہوگا اور نہایت خراب بات ہوگی
اور حدیث شریف مین وارد ہو کہ سب آدمیون کے قصور معاف ہونگے مگر اُن لوگون کے جو افشا کرتے ہین کہ رات کو کوئی قصور کیا
جسکو خدا نے پوشیدہ رکھا مگر انھون نے صبح کو اُسکا خدا کے پردے کو توڑ ڈالا اور اپنے گناہ کو کہدیا اور ایسے شخص کے قصور
معاف نہ ہونگے یہ وجہ ہو کہ صفات و انعامات خداوندی مین سے ایک یہ بھی ہو کہ اچھی بات کو ظاہر کرتا ہو اور عیوب کو چھپاتا ہو اور
پردہ فاش نہین فرماتا تو اپنے عیب کو ظاہر کرنا اُس نعمت کی ناشکری کرنی ہو اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اول تو آدمی کو گناہ ہی
نہ کرنا چاہیے اور اگر کرے ہی تو دوسرے کو ترغیب نہ دے ورنہ دو گناہ کا مرتکب ہوگا اور یہین لحاظ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو
الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ اور بعض سلف کا قول ہو کہ آدمی اپنے بھائی مسلمان کی
پردہ دری اس سے بڑھکر نہین کرتا کہ اسکی مدد کسی گناہ مین کرے اور پھر اُس قصور کو اُسپر آسان کردے اور ایک وجہ کبیرہ ہوجانے کی
یہ ہو کہ گناہ کرنے والا عالم مقتدا ہو تو عالم شخص جب کوئی صغیرہ گناہ کرے اس طرح کہ اسکی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی کرنے لگین تو یہ
گناہ اُسکے حق مین کبیرہ ہوجاویگا مثلاً اگر حریری کپڑے پہنے یا سونے کی سواری مین سوار ہو یا شبہہ کا مال لے لے یا بادشاہون کے
پاس آمد و رفت رکھے اور اُنکے حال کو بُرا نہ جانے بلکہ اُنکی موافقت کرے یا مسلمانون کی عزت مین زبان درازی کرے یا مناظرہ
مین سخت سست بکے یا کسی کی تنقیص کرنے کا ارادہ ہو یا علوم مین سے ایسے علوم سیکھے جنسے صرف جاہ حاصل ہوتا ہو جیسے علم
مناظرہ اور جدل وغیرہ پس اس طرح کے قصور عالم کے ایسے ہین کہ لوگ اُنکی سند کیا کرتے ہین عالم تو مرجاتا ہو مگر اُسکی بُرائی باقی
رہتی ہو اور مدتون تک جہان مین پھیلتی ہو تو کیا خوب آدمی ہو وہ شخص کہ جسکے گناہ بھی اُسکے ساتھ ہی مرجاوین۔ اور حدیث
شریف مین ہو کہ جو شخص ایک طریق بُرا نکالے تو اُسپر خود اُسکے کرنے کا گناہ ہوگا اور اُن لوگون کا گناہ جو اُس فعل کے مرتکب ہون
حالانکہ اُنکے وبال سے بھی کچھ کم نہ کیا جاویگا یعنی مجرم کو جدا گناہ ہوگا اور بانی کو جدا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ
آثار اُنھین اعمال کو کہتے ہین کہ بعد گذر جانے عمل اور عامل کے عامل کو پہونچتے رہین اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ عالم کی
خرابی دوسرون کے اتباع سے ہوتی ہو اُس سے اگر لغزش ہوجاتی ہو تو توبہ کرلیتا ہو مگر لوگ اُس بات کو کرنے لگتے ہین اور جہان مین
منتشر کردیتے ہین اور بعضون کا قول ہو کہ عالم کا قصور مثل کشتی کے ٹوٹنے کے ہو کہ وہ خود بھی ڈوبتی ہو اور جو لوگ اُسپر سوار ہون اُنکو
بھی ڈبوتی ہو۔ اور بنی اسرائیل کی حکایتون مین مذکور ہو کہ ایک عالم لوگون کو بدعت سکھا کر گمراہ کیا کرتا تھا پھر اُسکو توبہ نصیب
ہوئی تھا ایک مدت تک خلق کی اصلاح کی خدا تعالیٰ نے اُسوقت کے پیغمبر پر وحی بھیجی کہ اُس سے کہدے کہ اگر تو نے صرف میرا ہی
قصور کیا ہوتا تو البتہ مین معاف کردیتا لیکن اسکا کیا علاج ہو کہ تو نے میرے بندون کو گمراہ کیا اور اُنکو گمراہی کے باعث مین نے

منافق مرد اور عورتین سب کی ایک چال ہو سکھاتے ہین بات بُری اور چھوڑاتے ہین بھلی سے ۱۲

مسلم بروایت جریر بن عبد اللہ ۱۲

اور لکھتے ہین جو آگے بھیج چکے اور جو پیچھے نشان رہے ۱۲

دوزخ میں ڈال دیا۔ اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ علما کے لیے بڑا خطرہ ہے اسلیے انکو دو باتیں کرنی چاہییں اول توبہ کہ گناہ کو
ترک کریں اور دوسرے یہ کہ اگر سرزد ہو جاوے تو مخفی ہو ظاہر ہونے نہ پاوے اور جس طرح کہ علما کے حق میں گناہوں کے باعث وبال
زیادہ ہوتا ہے اسی طرح انکی نیکیوں کا ثواب بھی دوسروں کے اتباع کے باعث زیادہ ہوتا ہے مثلاً اگر عالم زینت ظاہری اور دنیا کی
رغبت چھوڑ دے اور دنیا سے تھوڑی شی پر قناعت کرے اور کھانا بقدر سد اوقات کھاوے اور کپڑا اتنا پہنے اور یہ باتیں اسکے
اتباع سے اور لوگ عالم خواہ عوام اختیار کرلیں تو جتنا ثواب اور ون کو ملیگا وہ سب اسکو بھی ملیگا اور اگر وہ عالم زینت کا
راغب ہوگا تو اس سے کم رتبہ والے اسکی دیکھا دیکھی ضرور ادھر کو جھکینگے اور تکلفات ظاہری بدرجہ غایت مکان ظلم اور مال
حرام کے اکٹھا کرنے کے بغیر نہیں ہو سکتا تو گویا یہی عالم ان امور کا باعث ہوگا غرضکہ عالم کے حرکات سے جیسے کہ نفع زیادہ ہوتا ہے
ویسا ہی نقصان بھی زیادہ ہوتا ہے اور تفصیل گناہوں کی جن سے توبہ کرنی چاہیے اسیقدر کافی ہے جو بیان کی گئی۔

تیسری فصل اس باب میں کہ توبہ کامل کیا ہے اور اسکے شرائط اور آخر عمر تک دوام ہونے کے ذکر پر مشتمل ہے تین بیانوں پر

بیان اول توبہ کامل کا حال۔ یہ بات ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ توبہ اس ندامت کو کہتے ہیں جو سبب ہو اور قصد کا ہو اور
یہ ندامت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ علم گناہوں کے حائل ہونے کا اپنے اور اپنے محبوب کے درمیان ہو جاتا ہے اب یہ جاننا
چاہیے کہ ان تینوں اجزاء توبہ یعنی علم اور ندامت اور عزم میں سے ہر ایک کے لیے دوام اور کمال ہے اور کمال کی پہچان سے
اور دوام کے لیے شرطیں ہیں تو ضرور ہوا کہ سب کو ذکر کیا جاوے علم کا بیان تو سبب توبہ کا بیان ہے جو عنقریب آویگا
اول ندامت کو سننا چاہیے کہ ندامت دل کے درد کا نام ہے جو محبوب کے فوت ہونے کی اطلاع سے اسکو ہوتا ہے اور اسکی پہچان
یہ ہے کہ حسرت دیر تک رہے اور بے پایاں کا ہونا اور آنسوؤں کا بہانا اور بہت رونا اور فکر میں رہنا جیسے کوئی اپنی اولاد یا کسی دوسرے
عزیز قریب کی مصیبت سے واقف ہو کر اسپر بلا نازل ہوگی تو ظاہر ہے کہ اسپر بھی [illegible] بہت روتا ہے اب ہم
پوچھتے ہیں کہ نفس سے زیادہ آدمی کا کونسا عزیز ہے اور آتش دوزخ سے بڑھکر کونسی بلا ہے اور گناہوں سے زیادہ کونسی دلیل
عذاب کے نازل ہونے کی ہے اور خدا و رسول سے بڑھکر کونسا مخبر صادق ہے بلکہ ایک انسان جسکو طبیب کہتے ہیں اگر کسی شخص سے
کہدے کہ تیرے بیٹے کو ایسا مرض ہے کہ اس سے جانبر نہوگا اور عنقریب مرجاویگا تو اسیوقت اسپر رنج ٹوٹ پڑیگا اب یہ کہو
کہ نہ تو بیٹا اپنے نفس سے زیادہ عزیز ہے اور نہ طبیب خدا و رسول کی نسبت زیادہ جانتا ہے اور نہ زیادہ سچا ہے اور نہ موت دوزخ کی
آنچ سے زیادہ سخت ہے اور نہ مرض زیادہ تر دلالت موت پر رکھتا ہے بہ نسبت گناہوں کی دلالت کے خدا کے غضب پر اور دوزخ میں
پڑجانے پر اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنے حال پر زیادہ حسرت و اندوہ کرنا چاہیے جسقدر رنج و ندامت زیادہ ہوگا اسیقدر
گناہوں کے دور ہونے کی توقع زیادہ ہوگی بہرحال ندامت صحیح کی پہچان یہی ہے کہ دل نرم ہو آنسو کثرت سے نکلیں اور حدیث
شریف میں وارد ہے کہ توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو کہ انکے قلب نرم ہوتے ہیں اور ایک پہچان یہ ہے کہ گناہوں کی حلاوت
کے بدلے تلخی دل میں جم جاوے کہ میل کے عوض کراہت اور رغبت کے عوض نفرت کرنے لگے بنی اسرائیل کے حالات میں
نقل ہے کہ ایک شخص نے بہت مدت تک عبادت میں کوشش کی مگر اسکی توبہ کے قبول کا نام نہوا اسلیے وہ پیغمبر وقت سے
خدا یا ان سفارش ہوا انھوں نے جناب باری میں اسکے لیے دعا کی خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی
اگر تمام آسمان و زمین کے رہنے والے اسکی سفارش کرینگے تب بھی اسکی توبہ قبول نہ کرونگا جب تک جس گناہ سے توبہ
کی ہے اسکا مزہ اسکے دل میں رہیگا۔ اب بیان اگر کوئی کہے کہ گناہ تو طبعاً آدمی کو مرغوب ہوتے ہیں انکی تلخی دل میں کس طرح

یہ حدیث مرفوعاً نہیں ملی اور یہ قول عون بن عبداللہ کا ہے

[illegible]

جا گزین ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ فرض کرو کہ کسی نے شہد کھایا جسمین زہر ملا ہوا تھا اور مزے کے وقت معلوم ہوا بلکہ لذیذ معلوم ہوا
مگر پھر بیمار پڑا اور مرض بڑھ گیا بال بکھر گئے اعضا اینٹھ گئے - اب اگر پھر اُسکے سامنے شہد آوے جسمین ویسا ہی زہر ملا ہوا ہو اور اُسکو نہایت
درجے کی بھوکھ ہو اور خواہش شیرینی ہو تو بتاؤ کہ اُسکا نفس اس شہد سے نفرت کریگا یا نہین اگر کہو کہ نہ کریگا تو یہ تجربہ اور امتحان کے خلاف ہے
وسعت بریہ ہو کہ بعد اسقدر تکلیف کے اگر پھر شہد خالص بھی آویگا تو رنگ کے یکسان ہونے سے اُس سے بھی نفرت کریگا چنانچہ مثل
مشہور ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو پھونک کے پیتا ہے پس توبہ کرنے والا جو گناہون کی تلخی دل مین پاتا ہے اُسکو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیے
کہ دل اُسکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک گناہ کا مزہ تو شہد کی طرح لذیذ ہے مگر اُسکی تاثیر زہر کی سی ہے اور جب تک اس طرح کا اعتقاد نہ ہو
تب تک توبہ صحیح اور سچی نہین ہوتی اور چونکہ اس جیسا ایمان بہت کمیاب ہے اسلیے توبہ کا وجود اور توبہ کرنے والے بھی کمیاب ہین
سب کا یہی حال ہے کہ اللہ کی طرف سے روگردان اور گناہون پر مصر اور کسل کرنے والے ہین غرضکہ شرط کمال ندامت کی
وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی اُسکی مداومت موت تک چاہیے اور تلخی مذکورہ کو جمیع گناہون مین یکسان جاننا چاہیے گو پہلے اُسکا
مرتکب ہوا ہو مثلاً اگر شہد کے ساتھ زہر کھانے سے ہلاک ہونے کے ڈر سے پانی مین بھی ویسا ہی زہر جان لے تو ہرگز اُسکو بھی نہ پیئے گا اسلیے
کہ اُسکو ضرر شہد سے نہین ہوا تھا بلکہ ضرر کی چیز جو شہد مین تھی وہ پانی مین بھی موجود ہے اسی طرح تائب آدمی کا نقصان کسی خاص
گناہ سے مثلاً چوری یا زنا سے اسوجہ سے نہین تھا کہ یہ اُس شخص سے سرزد ہوا بلکہ اسوجہ سے ہے کہ مخالفت امر الٰہی کی ہوئی اور
یہ بات ہر ایک گناہ مین موجود ہے باقی رہا قصد جو ندامت سے پیدا ہوتا ہے یعنی ارادہ تدارک تو اُسکو تینون زمانے سے علاقہ ہے
ارادہ تدارک زمانہ حال مین اس بات کا موجب ہے کہ جو ممنوع بات کر رہا ہو اُسکو چھوڑ دے اور جس فرض کے ادا کرنے پر متوجہ ہو
اُسوقت ادا کرے اور زمانہ گذشتہ سے تعلق اس بات کا خواہان ہے کہ جو پہلے قصور ہو گیا اُسکا تدارک کرے اور زمانہ مستقبل سے
اس بات کا مقتضی ہے کہ موت کے وقت تک مدام طاعت کرتا رہے اور گناہ کا تارک - اور شرط صحت توبہ کی زمانہ گذشتہ کے
تعلق کے اعتبار سے یہ ہے کہ فکر کر کے یہ بات معلوم کرے کہ مین کس روز بالغ ہوا تھا خواہ عمر کی رو سے یا احتلام کی نظر سے جب یہ بات
معلوم ہو جاوے تو روز بلوغ سے اُسوقت تک جتنی عمر اُسکی ہوئی ہو اُسکا ایک ایک سال اور مہینا اور دن اور سانس تلاش کرے
کہ طاعتین کون کونسی طاعات مین مجھسے قصور ہوا یا کتنے گناہ مجھسے سرزد ہوے پس جب معلوم ہو کہ کوئی نماز نہین پڑھی یا ناپاک
کپڑے مین پڑھی تھی یا شرطانیت کی ناواقفیت سے بدون نیت صحیح ادا کی تھی تو اُس نماز کو پھر سے پڑھے اور اگر نماز جو فوت
ہو گئی ہون اُنکی شمار معلوم نہ ہو تو مدت بلوغ سے حساب کرے اور جسقدر یقینی ادا کی ہون اُنکی تعداد چھوڑ کر باقی کو قضا پڑھے
اور تعداد باقی کی غالب ظن اور اٹکل سے مقرر کر لینی جائز ہے اور اگر روزہ حالت سفر مین افطار کیا ہو اور پھر اُسکے عوض کا
نہ رکھا یا قصداً افطار کیا ہو یا رات کو نیت نہ کی ہو اور ایسے روزون کی قضا نہ کی ہو تو اس طرح کے جتنے ہون اُنکا شمار تخمین
اور اٹکل سے معلوم کر کے اُنکو قضا رکھے اور زکوٰۃ اگر نہ دی ہو تو اپنے سارے مال کو دیکھے کہ کب سے میری ملک مین آیا کیونکہ زکوٰۃ
تو لڑکے کے مال کی بھی واجب ہے اسمین بلوغ کی قید نہین پھر حساب سے جس قدر گمان غالب کی رو سے اپنے ذمے نکلے اُسکو
ادا کر دے اور اُسکے ادا کرنے کے لیے اپنے مذہب کے مطابق یہ خیال نہ کیا مثلاً کوئی شخص شافعی مذہب تھا اُسنے زکوٰۃ کا مال
آٹھون مصرف مین صرف نہ کیا یا مال زکوٰۃ کا عوض دے دیا تو اُسکو چاہیے کہ زکوٰۃ از سر نو دے کیونکہ اُسکے امام کے نزدیک اُسکی
ادا درست نہین ہوئی اور چونکہ مسائل زکوٰۃ کے طویل ہین اور اُنکے حساب معلوم کرنے مین خوب تامل چاہیے اسلیے تائب کو لازم ہے
کہ اُسکو علما سے پوچھ لے کہ ایسی ایسی صورت مین عہدہ برائی کا کیا طور ہے اور حج کا حال یہ ہے کہ اگر کسی برس مین اُسکو قدرت

حج کی تھی لیکن نہ گیا اور اب مفلس ہوگیا تو اسپر جانا واجب ہے اگر افلاس کے باعث قدرت جانے کی نہیں رکھتا تو چاہیے کہ مال حلال سے
مقدار زاد کی کمالے اور اگر نہ مال ہو نہ کوئی کمانے کی تدبیر جانتا ہو تو چاہیے کہ لوگوں سے کہے کہ مجھکو اپنی زکوٰۃ و صدقات میں سے
اتنا دو کہ حج ہو سکے اسلیے کہ اگر یہ شخص بدون حج کیے مرجاویگا تو گناہگار مریگا حدیث شریف میں ہے مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَاءَ
یَہُودِیًّا وَّاِنْ شَاءَ نَصْرَانِیًّا اور بعد قدرت کے جو عاجز ہو گیا اس سے فرضیت حج کی ساقط نہیں ہوتی یہ طور ہے طاعات کی تفتیش اور انکے
تدارک کا۔ اور معاصی کی صورت یہ ہے کہ شروع بلوغ سے توبہ کے دن تک اپنے سب اعضا کان اور آنکھ اور زبان اور پیٹ اور ہاتھ پاؤں
اور شرمگاہ وغیرہ کے گناہ چھوٹے بڑے تمام دنوں اور گھنٹوں میں سوچے اور دفتر معاصی کو کھولکر جدے جدے گناہ پر واقف ہو
پھر یہ بات دیکھے کہ ان گناہوں میں سے صرف خدا کے حقوق کے متعلق کون سے ہیں جو اس طرح کے پاوے مثلاً غیر محرم کی طرف
دیکھنا اور ناپاکی کی حالت میں مسجد میں بیٹھنا اور بے وضو کلام مجید کو چھونا اور کسی بدعت کا معتقد ہونا اور شراب پینا اور مزامیر سننا وغیرہ
جنکو تعلق لوگوں کے حقوق سے نہیں تو ایسے گناہوں سے توبہ کی صورت یہ ہے کہ انپر ندامت اور حسرت کرے اور ہر ہر گناہ
کے لیے ایک مقدار بری ہونے کی مقرر کرلے اور مدت بھی ہر ایک کے لیے ٹھہرالے اب ہر ایک کی عوض ایسی نیکی کرے جو
مقدار اور وقت میں اس گناہ کے مقدار اور وقت کے برابر پڑے اس حساب سے جتنی بدیاں کی ہونگی اتنی ہی نیکیاں کرنی
پڑینگی اور اسکی وجہ یہ حدیث شریف ہے اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ بلکہ یہ آیت ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ
اب تدارک کی مثالیں سن لینی چاہییں مثلاً اگر مزامیر سنے ہوں تو انکی عوض اتنی ہی دیر قرآن یا وعظ یا ذکر سنے اور اگر مسجد میں
ناپاکی کی حالت میں بیٹھا ہو تو اعتکاف کی نیت سے بیٹھکر مشغول عبادت ہو اور اگر بے وضو کلام مجید کو ہاتھ لگایا ہو تو اسکی تعظیم
زیادہ کرے اور کثرت سے اسمیں تلاوت کرے اور کثرت سے اسکو بوسہ دیا کرے اور ایک قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھے اور
وقف کردے اور شراب پی ہو تو شربت عمدہ حلال کا جو شراب سے بھی زیادہ محبوب ہو صدقہ کرے سب گناہوں کا شمار
غیر ممکن ہے مقصود یہی ہے کہ جو طریق گناہوں کے خلاف ہو اسکا سلوک کیا ہو کیونکہ مرض کا علاج اسکی ضد سے ہوتا ہے تو جو تاریکی دل پر
کسی گناہ سے آگئی ہو وہ بجز اسی نیکی کے نور کے جو اس گناہ کے مقابل ہو مرتفع نہوگی اور ضدین میں آپس میں مناسبت ہوا کرتی ہے
اسلیے یوں چاہیے کہ ہر ایک گناہ کو اسی طرح کی نیکی سے محو کیا جاوے مگر یہ نیکی انکی ضد سے ہو اسلیے کہ سپیدی مثلاً سیاہی ہی سے
جاتی ہے گرمی اور سردی سے نہیں جاتی اور یہ تدریج اور تحقیق طریق محو میں بہت آسانی ہے اور اسی وجہ سے اس طرح عمل کرنے سے
توقع گناہوں کے دور ہونے کی زیادہ ہے بہ نسبت اسکے کہ ایک ہی طرح کی عبادت پر مواظبت کرے گو یہ بھی گناہوں کے مٹنے سے
خالی تاثیر سے نہیں اب رہی یہ بات کہ گناہ اپنی ضد سے کیوں دور ہو جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے
اور دنیا کے اتباع کا اثر دل میں یہ ہوتا ہے کہ دنیا سے خوش ہو اور اسکی طرف اشتیاق کرے تو ضرور ہوا کہ اگر کوئی ایسی مصیبت انسان پر
پڑے کہ جس سے دل اسکا دنیا سے علیحدہ ہو تو وہ بھی اسکے حق میں کفارہ ہوگا کیونکہ رنج و غم سے دل کو دنیا سے علیحدگی ضرور ہوتی ہے
چنانچہ یہ مضمون حدیث شریف میں موجود ہے کہ بعضے گناہ ایسے ہیں کہ انکا کفارہ صرف رنج ہی ہوتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ فکر
طلب معیشت اسکا کفارہ ہوتا ہے اور حضرت عائشہؓ سے جو حدیث مروی ہے اسمیں یوں ارشاد ہے کہ جب بندے کے گناہ زیادہ ہوتے ہیں
اور اعمال انکے کفارے کے لیے نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ اسپر بہت سے رنج ڈال دیتا ہے وہی اسکے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں
اور کسی کا قول ہے کہ جو رنج کہ بندے کے دل پر آتا ہے اور وہ اسکو نہیں پہچانتا وہ گناہوں کی تاریکی ہے اور اسے رنج کرنا یوں ہوتا ہے کہ
دل حساب کے لیے توقف کرے اور حشر کی دہشت سے واقف ہو یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ انسان کا رنج اکثر دل [illegible]

لعل
جو مرے اور حج نہ کرے وہ چاہے یہودی مرے اور چاہے نصرانی یہ حدیث باب الحج جلد اول میں ترمذی ۱۲

اولاد اور جاہ کے لیے ہوتا ہو اور یہ گناہ ہو پس گناہ کا کفارہ گناہ کس طرح ہوگا تو اسکا جواب یہ ہو کہ ان چیزون کی محبت گناہ ہو اور انسے محروم رہنا اُسکا عوض ہو اگر محبت کی اقتضنا کے بموجب متمتع ہوتا تو پورا قصور ہوتا چنانچہ روایت ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قیدخانے مین گئے آپ نے اُنسے پوچھا کہ اُس درد مند بوڑھے یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کو کس حال مین چھوڑا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ تیرا اتنا رنج کیا جتنا سو عورتون کو ہو جنکے بچے مر گئے ہون آپ نے پوچھا کہ پھر اُسکا ثواب خدا کے یہان اُنکو کتنا ہوگا اُنھون نے فرمایا کہ سو شہیدون کا ثواب ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ رنج بھی خدا کے حقوق کا کفارہ ہوجاتے ہین یہان تک حال اُن گناہون کا ہوا جو بندے مین اور خداے تعالیٰ مین ہون اب حقوق عباد کو سُننا چاہیے کہ اُنمین بھی خداے تعالیٰ کا حق ہوتا ہو اسلیے کہ خداے تعالیٰ نے بندون پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہو پس جو شخص کہ دوسرے پر ظلم کریگا وہ خداے تعالیٰ کی مخالفت پہلے کریگا غرض جو قصور اس قسم کے ہون اُنمین سے حقوق الٰہی کا تدارک تو یہ ہو کہ ندامت اور حسرت کرے اور آگے ویسا کام نہ کرے اور جو نیکیان اُن قصورون کی ضد ہون اُنکو بجا لاوے مثلاً اگر لوگون کو ستایا ہو تو اُنپر احسان کرے اور مال چھین لیا ہو تو اپنی ملک حلال اُسکے کفارے کے لیے خیرات کرے اور اگر کسی کی غیبت یا طعن و تشنیع کی ہو تو اُسکی ثنا کرے بشرطیکہ دیندار ہو اور اپنے ہمسرون کی جو بات اچھی ہو اُسکو ظاہر کرے اور اگر کسی کو قتل کیا ہو تو بردہ آزاد کرے اسمین بھی گویا ایک طرح کا زندہ کرنا پایا جاتا ہو اسلیے کہ غلام اپنے نفس کے اعتبار سے نابود ہو اور مالک کے اعتبار سے موجود آزاد کرنے مین وہ حیات اُسکو حاصل ہوتی ہو جو خاص اُسکے نفس کے لیے ہو اسی لیے آزاد کرنا ایک طرح کا ایجاد ہو کہ مقابل اس جو ہستی کے اور انسان اس سے بڑھکر اور کوئی ایجاد نہین کرسکتا اور کفارہ اور محو کے باب مین ہمنے طریق مخالف کا چلنا لکھا ہو شریعت مین اسکی نظیر موجود ہو مثلاً کفارۂ قتل نفس مین آزاد کرنا غلام کا اسی وجہ سے ہو کہ ایجاد مقابل فنا کرنے کے ہو بہرحال حقوق عباد مین صرف یہی کافی اور موجب نجات نہوگا کہ ندامت و حسرت کرلے یا اُسکے مقابل نیکی کرلے بلکہ اسکے لیے حقوق عباد کا ادا کرنا بھی ضرور ہو اور حقوق عباد یا متعلق جان سے ہین یا مال سے یا عزت سے یا دل سے اور متعلق بدل سے ہار ہی غرض ایذاے محض اب ہر ایک کی تفصیل سُننی چاہیے کہ اگر ظلم جان پر ہوا ہو بایں طور کہ قتل خطا کا مرتکب ہوا تھا تو اُسکی توبہ یہ ہو کہ خونبہا مستحق شخصون کو دے خواہ اپنے پاس سے دے یا اپنے رشتہ دارون سے دلادے جب تک مستحق کو خونبہا نہ پہونچیگا تب تک اُس خطا سے بری نہوگا۔ اور اگر قتل عمد موجب قصاص کا مرتکب ہوا تو اُسکی توبہ قصاص سے مقبول ہوگی اور اگر کسی کو قتل کا حال معلوم نہو تو قاتل پر واجب ہو کہ مقتول کے ولی سے جا کر قتل کا حال کہدے اور اپنی جان اُسکے اختیار مین کر دے چاہے وہ معاف کرے چاہے مار ڈالے اور بدون اس بات کے اور کسی طرح بری الذمہ نہوگا اور اسکا چھپانا ہرگز درست نہین اور اسکی صورت ایسی نہین جیسے زنا اور چوری اور شراب خواری اور راہزنی یا اور کسی فعل کی جسپر خداے تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی سزا واجب ہوتی ہو ان صورتون مین توبہ کے لیے یہ ضرور نہین کہ اپنے نفس کو فضیحت کرے اور پردے کو فاش کردے اور ولی سے سوال کرے کہ خداے تعالیٰ کا جو حکم ہو مجھپر جاری کر بلکہ یہ واجب ہو کہ جیسا خداے تعالیٰ نے اسکا پردہ رکھا ہو ویسا ہی رہنے دے اور اپنے نفس پر ان اعمال کی سزا قائم کرے طرح طرح کے مجاہدے اور عذاب نفس کے لیے تجویز کرے اسلیے کہ محض حقوق خداوندی کا عفو توبہ اور ندامت سے ہو سکتا ہو۔ اور اگر ان صورتون مین بھی حاکم تک نوبت پہونچا دیگا اور اپنے اوپر حد جاری کرا دیگا تب بھی توبہ صحیح اور اپنے موقع پر ہوگی اور خداے تعالیٰ کے نزدیک مقبول ٹھہریگی چنانچہ مروی ہو کہ ماعز بن مالک رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ مین نے ظلم اپنے نفس پر کیا کہ مجھسے زنا ہوگیا اور

مسلم بروایت بریدہ ۱۲

میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھکو اس قصور سے پاک کر دیں آپ نے اُنکا کہنا پذیرا نہ فرمایا دوسرے روز پھر آکر اُسی طرح عرض کیا اُس روز
بھی آپ نے ٹال دیا جب تیسرے روز پھر عرض کیا تو آپ نے اُنکے لیے گڑھا کھُدوایا اور سنگسار کرا دیا گئے اب میں لوگوں کے دو فریق
ہو گئے ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ انکی موت ایسے حال میں ہوئی کہ گناہوں نے چار طرف سے گھیر لیا تھا اور ایک فرقہ کا قول یہ تھا کہ اسکی
توبہ سے سچی توبہ اور کوئی نہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ دوم کی تصدیق کے لیے فرمایا کہ اس شخص نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر
تمام امت میں اسکی توبہ تقسیم کی جاوے تو منقسم ہو سکتی ہے اسی طرح غامدیہ کا حال مشہور ہے کہ اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
اقدس میں عرض کیا کہ مجھسے زنا صادر ہوا آپ مجھکو پاک کر دیجیے آپ نے اُسکو پذیرا نہ فرمایا دوسرے روز اُسنے پھر عرض کی کہ آپ مجھکو
کیوں نہیں پاک فرماتے کیا مجھکو ماعز کی طرح آپ سمجھتے ہیں مجھکو تو بخدا زنا کا حمل موجود ہے آپ نے فرمایا کہ جب تک تیرے بچہ نہ ہو لے گا
تب تک حد جاری نہ ہو گی جب اُسکے بچہ ہوا اُسکو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائی اور عرض کیا کہ بچہ بھی ہو چکا آپ نے فرمایا کہ جا اسکو دودھ
پلا جب دودھ چھُٹیگا تب دیکھا جائیگا جب اُس بچے کا دودھ چھُٹا تو وہ عورت اسکو لائی اُسکے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور
عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکا دودھ چھُٹ گیا اور یہ غذا کھانے لگا آپ نے اس لڑکے کو ایک مسلمان کے حوالے کر دیا اور اُسکے لیے سینے تک
گڑھا کھُدوایا اور لوگوں کو حکم سنگسار کرنے کا دیا جب خالد بن ولید نے آکر جو ایک پتھر اُسکے سر میں مارا تو خون کی چھینٹیں اُنکے چہرے پر
پڑیں انھوں نے اُسکو گالی دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی گالی سنکر فرمایا کہ اے خالد گالی مت دے قسم ہے اُس ذات کی جسکے
قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ ایسی توبہ صاحب مکس کرے تو اُسکی بھی مغفرت ہو جائے پھر آپ نے
حکم دیا تو اُسکی نماز پڑھی گئی اور دفن کی گئی **فائدہ** مکس اُس ڈانڈ کو کہتے ہیں جو عشر لینے والا لوگوں سے لیا کرتا ہے اور حدیث
شریف میں مذکور ہے کہ مکس لینے والا جنتی نہ ہوگا اس حدیث میں مذکور فرمایا کہ اگر مکس والا بھی ایسی توبہ کرے تو ہر چند قابل دخول جنت
نہیں مگر اُسکی بھی مغفرت ہو جاوے فقط۔ غرضکہ حقوق الٰہی کی توبہ بدون معاف کرانے بندوں کے بھی ہو سکتی ہے مگر قصاص اور
حد قذف میں مستحق شخص کو اپنے اوپر اختیار دے دینا ضروری ہے اور مال کا حال یہ ہے کہ اگر کسیکا مال غصب یا خیانت یا معاملے میں
غبن کرنے سے لے لیا ہو مثلاً کسی کو فریب دیا ہو یا اپنی چیز کا عیب خریدار سے نہ کہا ہو یا کھوٹا دام چلا دیا ہو یا مزدور کی مزدوری
کم دی ہو یا نہ دی ہو تو ایسی قسم کی سب باتوں کی تلاش واجب ہے اور اسمیں کچھ قید بعد بلوغ کی نہیں بلکہ روز پیدائش سے توبہ کے دن تک
جو مال اس طرح آیا ہو سب کی تلاش کرے اسلیے کہ لڑکے کے مال میں اگر اس قسم کا مال آ جاوے تو بعد بلوغ اُسکا تملیک کرنا واجب ہے
بشرطیکہ اُسکے ولی نے اسمیں کوتاہی کی ہو اور اگر بعد بلوغ ایسا نہ کریگا تو ظالم ٹھہریگا اور اُسکا مواخذہ گردن پر رہیگا تو حق مالی میں
لڑکا اور جوان یکسان ہیں اسلیے شروع پیدائش سے توبہ کے دن تک کوڑی کوڑی کا حساب کر لے ایسا نہو کہ اُسکا حساب قیامت پر
جا پڑے اور مواخذے میں پھنس جاوے اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کا حساب دنیا میں نہیں کرتا اُسکا حساب قیامت میں بہت لمبا
ہوتا ہے جب اس طرح حساب کرنے سے گمان غالب اور قدر طاقت کے موجب معلوم ہو جاوے کہ میرے ذمے لوگوں کا اتنا مال ہے
تو چاہیے کہ وہ مال جس جس کا ہو اسامی وار لکھے اور پھر شہر و دیار میں گھومتا پھرے اور ہر ایک کی تلاش کرے اور پھر یا معاف کرا لے
یا اُسکا حق جتنا ہو حوالہ کرے اور یہ توبہ ظالموں اور تاجروں پر دشوار ہے اسلیے کہ انسے سب اہل معاملہ کا تلاش کرنا نہیں ہو سکتا نہ اُنکے
وارثوں کی تلاش کر سکتے ہیں لیکن اُنپر بھی واجب ہے کہ حتی الامکان اس باب میں سعی کریں اور اگر اس سے عاجز ہو تو اسکا اور
کوئی علاج نہیں بجز اسکے کہ حسنات اس کثرت سے کرے کہ قیامت کے روز حقدار کا حق اُنسے ادا ہو سکے اور اُسکے نامہ اعمال میں سے
حقداروں کے پلے میں رکھدیے جاویں تو ضرور ہوا کہ جتنے حق لوگوں کے اپنے ذمے ہوں اُنھیں کے موافق حسنات بھی ہوں

ع بلکہ اسمعیلی حدیث کا ۱۲ عشر کی ۱۲

ورنہ اگر حسنات حقوق کو وفا نکرینگے تو حقداروں کے گناہ اُسکے ذمے کردیے جاوینگے اور دوسروں کے گناہوں کے بدلے مارا جاویگا پس جو شخص حقداروں کے حقوق ادا کرنے چاہے اُسکی توبہ کا یہ طریق ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ تمام عمر حسنات ہی میں کاٹے بشرطیکہ بقیہ عمر اتنی ہو کہ جتنی حق دبانے میں گذری مگر چونکہ عمر کا حال معلوم نہیں شاید موت تک کا زمانہ بنسبت ایام ظلم کے قلیل ہو اسلیے ضرور ہوا کہ جسقدر سیئات کیواسطے مستعد تھا اس سے زیادہ حسنات کیواسطے مستعد ہے کیونکہ گناہوں کے لیے وقت بہت تھا اور حسنات کے لیے معلوم نہیں شاید تھوڑا ہی وقت ہو اور جو مال کہ پاس موجود ہو اور اُسکا مالک بھی معلوم ہو تو اُسکے حوالہ کر دینا چاہیے اور جسکا مالک معلوم نہو تو اُسکو خیرات کر دینا چاہیے اور اگر مال حلال اور حرام ملگیا ہو تو اُسکل سے جسقدر مال کہ حرام ہو اُسکو نکال کر خیرات کر دینا چاہیے چنانچہ اُسکی تفصیل باب حلال اور حرام میں گذر چکی۔ باقی رہا دلون کا ایذا دینا کہ لوگوں کے سامنے ایسی باتیں کہے جنسے اُنکو ایذا ہو یا غیبت کسی کی کرے تو اُسکا تدارک یہ ہے کہ جسپر کچھ زبان درازی کی ہو یا دل دُکھایا ہو تو ایک ایک کو ڈھونڈھ کر معاف کراوے اور اگر کوئی اُنمین سے مرگیا ہو یا مفقود الخبر ہو گیا ہو تو اُسکا تدارک کچھ نہیں بجز اسکے کہ حسنات بہت سی کرے تاکہ قیامت کو عوض کے وقت حسنات سے دے سکے اور جو کوئی ملجاوے اور بخوشی خاطر معاف کردے تو اُسکی نسبت جو قصور کیا ہوگا اُسکا کفارہ ہو جاویگا مگر اُسپر واجب ہے کہ جتنا قصور کیا ہو اور جو کچھ زبان سے اُسے کہا ہو وہ بیان کردے مبہم معاف کرانا کافی نہوگا کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی دوسرے شخص کی زیادتی اپنے اوپر معلوم ہوتی ہے تو اُسکا دل معاف کرنے کو نہیں چاہتا ہے اور قیامت پر چھوڑتا ہے کہ اُس روز اُسکی حسنات میں سے عوض لونگا یا میرے قصور اُسکے ذمے چلے جاوینگے۔ پس اگر منجملہ قصور کوئی ایسا ہو کہ اُسکے بیان کرنے سے دوسرے کو ایذا ہوگی مثلاً کسی کی لونڈی سے زنا کیا ہو یا کسی کی منکوحہ سے یا زبان سے اُسکو ایسا عیب لگایا ہو جو اُسکے خفیہ عیبوں میں سے ہو تو ظاہر ہے کہ ان باتوں کو اگر اُسکے سامنے بیان کریگا تو اُسکو بہت بڑی ایذا ہوگی ایسی صورت میں راہ معاف کرانے کی مسدود ہے مگر یہ ہو سکتا ہے کہ مبہم معاف کرالے پھر جو کسر رہجاویگی اُسکو حسنات سے پورا کرے جیسا کہ مردہ اور مفقود الخبر کے حق کے لیے بیان ہوا لیکن ذکر کرنا اور مشہور کرنا ایک نیا قصور ہے اُسکو بھی معاف کرانا واجب ہے اور اگر جسکا قصور کیا ہے اُسکے سامنے قصور کا ذکر کیا اور وہ معاف کرنے پر راضی نہوا تو اُسکا وبال مجرم کے ذمے رہیگا اسلیے کہ دوسرے کا حق ابھی باقی ہے اس صورت میں مجرم کو چاہیے کہ اُسکے ساتھ نرمی پیش آوے اور اُسکے کار خدمت اور حاجات میں کام آوے اور اُسکے ساتھ اپنی محبت اور شفقت ظاہر کرے جس سے اُسکا دل اُسکی طرف مائل ہو جاوے کیونکہ انسان بندۂ احسان ہوتا ہے جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر بنجش اے پسر کآدمی زادہ صید ٭ باحسان توان کرد وحشی بقید ٭ تو جب کوئی شخص خطا کے سبب اُچٹ جاتا ہے وہ سلوک سے راضی ہو جاتا ہے غرضکہ جب اُس شخص کا دل مجرم کی طرف سے نرمی اور دوستی دیکھیگا تو معاف کرنے کے لیے راضی ہو جاویگا اور اگر اسپر بھی اصرار معاف نہ کرنے پر کیے جاویگا تو مجرم کی نرمی اور معذرت منجملہ اُن حسنات کے ہوگی جنسے قیامت میں قصور کا عوض ہو سکے مگر اہل حق کی خوشی اور رضامندی اور دلجوئی اور نرمی میں اُسیقدر سعی کرے جتنی کہ اُسکی ایذا میں کی تھی تاکہ مقابلہ کے وقت اگر برابر خواہ زیادہ ٹھہرے تو قیامت میں عوض ہو سکے مثلاً اگر دنیا میں کوئی شخص کسیکا مال ضائع کردے اور اُتنا ہی مال لا کر مالک کو دے اور وہ نہ لے اور نہ اپنا مال معاف کرے تو حاکم اُس مال کے لیے مالک کو اجازت لے لینے کی کر دیگا خواہ اُسکی مرضی ہو یا نہو اسیطرح میدان قیامت میں جب احکم الحاکمین اور عادل تر منصفین کا حکم جاری ہوگا تو وہاں بھی ایسا ہی حکم ہوگا بخاری اور مسلم میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی اُمتوں میں ایک شخص تھا جسنے ننانوے ۹۹ لوگوں کو قتل کیا تھا اُسنے پوچھا کہ جہان میں سب سے بڑا عالم کون شخص ہے لوگوں نے کہا کہ فلان راہب ہے وہ اُسکے

پاس آیا اور کہا کہ مین نے ننانوے آدمی جان سے مار ڈالے ہین میری توبہ بھی مقبول ہوگی راہب نے جواب دیا کہ نہین اُسنے راہب کو
بھی مار ڈالا اور سو قتل پورے کیے پھر لوگون سے پوچھا کہ اب زیادہ عالم کون ہے لوگون نے بتلا دیا کہ فلانا عالم ہے وہ اسکے پاس گیا
اور کہا کہ مین نے سو آدمی قتل کیے ہین میری توبہ قبول ہوگی یا نہین عالم نے فرمایا کہ توبہ قبول ہونے کے واسطے کون چیز مانع ہے
جب توبہ کریگا قبول ہوگی تو فلانی سرزمین مین جا وہان کچھ لوگ خدا کی عبادت کیا کرتے ہین تو بھی اُنکے ساتھ عبادت کرنا اور اپنے
وطن مین نہ آنا کہ وہ زمین اچھی نہین وہ شخص جب نصف راہ طے کرچکا اُسکو موت نے آلیا اب رحمت اور عذاب کے فرشتون مین بحث
ہوئی رحمت کے فرشتون نے کہا کہ یہ شخص تائب ہو کر دل سے متوجہ الی اللہ ہو کر آیا ہے اسکی روح کے مستحق ہم ہین اور عذاب کے
فرشتون نے کہا کہ اسنے کبھی کوئی کام اچھا نہین کیا اسلیے اسکی روح کے مستحق ہم ہین اس اثنا مین ایک اور فرشتہ بصورت انسان وہان
پہونچا دونون فریق نے اسکو اپنے معاملے کا پنچ کر دیا اُسنے کہا کہ دونون زمینون کا فاصلہ معلوم کرنا چاہیے جس طرف کا فاصلہ کم ہو یہ
اُسی طرف شمار کرنا چاہیے جب فاصلہ دیکھا گیا تو جس زمین مین اسکو جانا منظور تھا اُسکا فاصلہ کم ٹھہرا اسی جہت سے رحمت کے فرشتون نے
اُسکی روح لے لی اور ایک روایت مین یون ہے کہ اُس موضع صالح تک ایک بالشت کم نکلا تو اُسی کے لوگون مین متصور ہوا اور ایک روایت مین
یہ ہے کہ خدائے تعالی نے اُس زمین کو دور ہونے کا اور اسکو قریب ہو جانے کا حکم کیا اور پھر فرشتون کو حکم فرمایا کہ دونون کا فاصلہ دیکھو
تو جس سرزمین کو جاتا تھا وہ ایک بالشت کم فاصلے پر تھی اسلیے معاف کر دیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات کی صورت اسی مین ہے کہ
حسنات کا پلہ جھکا رہے گو ذرہ ہی سا ہو اسی جہت سے تائب کیواسطے کثرت سے حسنات کرنی ضرور ہین یہان تک بیان اُس قصد کا تھا
جو زمانہ گذشتہ سے متعلق ہو اب جو قصد کہ زمانہ آیندہ سے متعلق ہے اسکو سننا چاہیے کہ تائب کو چاہیے کہ اللہ تعالی کے ساتھ عہد مستحکم کرے
کہ اُن گناہون کی طرف کبھی رجوع نہ کریگا اور نہ اُن معصیون کا کبھی مرتکب ہوگا جیسے بیمار آدمی اپنے مرض مین یہ جانے کہ فلان میوہ
مجھکو ضرر کرتا ہے اور پکا ارادہ کر لے کہ جب تک بیماری سے اچھا نہوگا کبھی میوہ نہ کھاؤنگا یہ ارادہ اُسوقت تو پکا ہی ہوتا ہے گو ممکن ہے
کہ دوسرے وقت اُسپر غلبہ شہوت ہو جاوے گو تائب جبھی کہلاویگا جب توبہ کے وقت ارادہ پکا کریگا اور تائب کو یہ بات ابتدا مین
پوری جب ہوگی جب گوشہ نشینی اور سکوت اور قلت غذا اور کم خوابی اور قوت حلال اختیار کریگا پس اگر اُسکے پاس مال موروثی حلال
موجود ہے یا کوئی پیشہ ایسا کرتا ہو جس سے بسر اوقات کے موافق حاصل کر لیتا ہے تو اُسی پر اکتفا کرنی چاہیے اسلیے کہ حرام کھانا تمام
گناہون کی جڑ ہے اگر حرام خواری پر اصرار کیے جائیگا تو تائب کیسے ہوگا اور جو شخص غذا اور لباس مین سے اپنی من مانتی چیزین نہین
چھوڑ سکتا اُس سے مال حلال پر کفایت نہین ہو سکتی اور نہ مال شبہ اُس سے چھوٹ سکے بعض اکابر کا قول ہے کہ جو شخص خواہش کے
چھوڑنے مین سچا ہو اور خدا کے واسطے سات دفعہ اپنے نفس پر جہاد کیے تو پھر اُسمین مبتلا نہوگا اور ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہین کہ
جو شخص گناہ سے توبہ کر کے سات برس تک پکا رہے تو پھر کبھی اُس سے وہ گناہ نہوگا اور تائب کیواسطے یہ بھی ضروری ہے کہ اگر سیکھنا ہو
تو جو چیز اسکو زمانہ آیندہ مین کرنی واجب ہے یا اُسپر حرام ہے اسکو سیکھ لے تاکہ راہ راست پر چل سکے اور اگر عزلت اختیار نکریگا تو استقامت
جسکا نام ہے وہ بھی کامل نہوگی صرف یہ ہوگا کہ کچھ گناہون سے توبہ کر لیگا مثلاً شراب اور زنا اور غصب سے توبہ کر لی لیکن مطلق توبہ نہین
بلکہ ایسی توبہ کو بعض لوگ کہتے ہین کہ درست ہی نہین اور بعض کہتے ہین کہ درست ہے اور درست کا لفظ اس جگہ مجمل ہے اسکی تفصیل چاہیے
اب ہم اول فرقہ سے پوچھتے ہین کہ تم جو نادرست کہتے ہو اس سے اگر تمھاری یہ غرض ہے کہ آدمی اگر بعض گناہون کو چھوڑے تو [illegible] اسکے
لیے مفید نہین بلکہ چھوڑنا اور نہ چھوڑنا دونون یکسان ہین تو یہ تمھاری صریح غلطی ہے اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ گناہون کی کثرت عذاب کی
کثرت کا سبب ہے اور اُنکی کمی موجب کمی عذاب کا ہے اور جو درست بتلاتے ہین اُنسے ہم پوچھتے ہین کہ اگر تمھاری یہ غرض ہے کہ

بعض گناہون سے توبہ کرنا موجب ایسے قبول کا ہی جس سے آدمی نجات اور فوز کے درجے کو پہونچ جاوے تو یہ بھی غلطی ہی کیونکہ نجات
اور فوز بسبب ظاہر سب گناہون کے چھوڑنے سے حاصل ہوتی ہی اور خفیہ اسرار عفو الٰہی مین ہم کلام نہین کرتے مگر ظاہر کے اعتبار سے
قرین قیاس یہی ہی اب اگر فریق اول یون کہے کہ ہماری غرض نادرستی سے یہ ہی کہ توبہ ندامت کا نام ہی اور گناہ پر جو آدمی
ندامت کرتا ہی اسی جہت سے کرتا ہی کہ اسمین نافرمانی خداے تعالیٰ کی ہی مثلاً چوری پر چوری ہونے کی جہت سے ندامت نہین
کرتا بلکہ اسوجہ سے کہ معصیت الٰہی کا سبب ہی جب علت ندامت خدا کی نافرمانی ٹھہری۔ تو پھر یہ نہین ہوسکتا کہ چوری پر ندامت
کرے اور زنا پر نہ کرے کیونکہ دونون مین خدا کی نافرمانی موجود ہی تو ندامت جیسا ایک پر چاہیے ویسا ہی دوسرے پر چاہیے
مثلاً جو شخص اپنے بیٹے کی تلوار سے مقتول ہونے پر درد کریگا چھری سے قتل ہونے پر بھی اسکو ضرور درد ہوگا اسلیے کہ درد فوت
محبوب کے جانے کا ہی وہ تلوار سے ضائع ہو جب گیا اور چھری سے ذبح ہو جب گیا اسیطرح بندے کو اپنے محبوب کے جاتے رہنے کا
درد ہوتا ہی اور نافرمانی سے محبوب جاتا رہتا ہی تو پھر کوئی سی نافرمانی ہو سب پر درد یکسان چاہیے ایک پر ہو اور ایک پر نہو اسکے
کیا معنی اسلیے کہ ندامت اسی حالت کا نام ہی جو اس علم کے بعد آتی ہی کہ نافرمانی سے محبوب ہاتھ سے نکل جاتا ہی تو اب ممکن نہین کہ بعض
گناہون پر تو یہ ندامت ہو اور بعض پر نہو اور اگر یہ ممکن ہو تو اسکا بھی قائل ہونا پڑیگا کہ اگر کوئی شخص یون توبہ کرے کہ دو مشکون مین سے
ایک مشک کی شراب سے توبہ کرتا ہون نہ دوسرے کی تو یہ توبہ درست ہو اور اگر یہ بات محال ہی اسوجہ سے کہ نافرمانی دونون
مشکون کی شراب مین ایک سی ہی اور مشکے صرف ظرف ہین انکے جدا ہونے سے حکم جدا نہین ہوسکتا اسی طرح چوری زنا وغیرہ سب
گناہ اسباب نافرمانی جدا جدا ہین اور مخالفت امر سب مین مشترک ہی تو ہم جو توبہ کو نادرست کہتے ہین اسکے یہ معنی ہین کہ خدا تعالیٰ نے
تائبون کے لیے جس بہشت کا وعدہ کیا ہی وہ رتبہ بے خدمت نہین ملیگا اور ایک سی چیزون مین سے نہین ہوسکتا کہ ایک پر
ندامت ہو اور ایک پر نہو تو توبہ کا حاصل ہونا ندامت کے بعد ایسا ہی جیسا ایجاب و قبول کے بعد ملک حاصل ہوتی ہی اور جب تک
ایجاب و قبول تمام نہین ہوتا تو معاملہ بھی نادرست رہتا ہی یعنی جو ثمرہ ملک کا اسپر مترتب ہونا چاہیے وہ نہین ہوتا اسی طرح
جب تک ندامت اس جہت سے نہو گی کہ گناہ باعث نافرمانی ہین تب تک اسکا ثمرہ توبہ بھی نادرست ہوگی اور گناہون کا
نافرمانی الٰہی ہونا سب معاصی کو شامل ہی کسی کی تخصیص نہین اور اسکی تحقیق یہ ہی کہ ترک اور ندامت مین فرق ہی صرف چھوڑنے کا
ثمرہ تو یہ ہی کہ جس چیز کو چھوڑ دیگا اُسیکا عذاب منقطع ہو جاویگا اور ندامت کا ثمرہ یہ ہی کہ پہلے گناہ کا کفارہ ہوتا ہی مثلاً اگر چوری
چھوڑ دیگا تو جس چوری کو چھوڑیگا اُسیکا عذاب بھی اسکو نہوگا یہ نہین ہوگا کہ پہلے جو چوری کی تھی اس چھوڑنے سے وہ بھی محو
ہو جاوے بلکہ اُسکے محو ہونے کے واسطے ندامت ضرور ہی تو یہ تقریر البتہ سنجیدہ ہی اور اس بات کو چاہیے ہی کہ منصف آدمی ایسی
تفصیل بیان کرے جس سے صاف مطلب کھل جاوے اسلیے ہم کہتے ہین کہ بعض گناہون سے توبہ کرنے کی تین صورتین ہین یا تو
صرف گناہ کبیرہ سے ہو صغیرہ سے نہو یا صغیرہ سے ہو اور کبیرہ سے نہو یا بعض کبیرہ سے ہو اور بعض سے نہو صورت اول ممکن ہی
اس طرح کہ توبہ کرنے والا جان لے کہ گناہ کبیرہ خدا کے نزدیک بڑے ہوتے ہین اور انپر اسکا غصہ جلد ہوتا ہی اور صغیرون پر
عفو جلد ہو جاتا ہی تو اب ہوسکتا ہی کہ وہ شخص بڑے گناہون سے توبہ کرلے اور انھین پر نادم ہو جیسے کوئی بادشاہ کی حرم کے
ساتھ کچھ تقصیر کرے اور اُسکے جانور کو بھی مثلاً مارے تو اسکو حرم پر گستاخی کا خوف زیادہ ہوگا جانور کے مارنے کو حقیر جانیگا اور
جتنا بڑا گناہ ہوتا ہی اور جسقدر اُسکے باب مین خداے تعالیٰ سے دور کرنے کا اعتقاد زیادہ ہوتا ہی اُسیقدر ندامت زیادہ ہوتی ہی
اور شرع مین ایسا ہونا ممکن ہی پہلے زمانون مین تائب بہت گذرے ہین حالانکہ کوئی اُنمین معصوم نہ تھا اس سے معلوم ہوا

کہ توبہ کے لیے عصمت ضرور نہیں اور اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی طبیب بیمار کو شہد سے تو زیادہ ڈراوے اور شکر سے کم ڈراوے اور اسطرح
شکر کا بیان کرے جس سے مریض کو معلوم ہو کہ بعض مرتبہ کچھ بھی ضرر نہیں کرتی تو بیمار مذکور طبیب کے کہنے سے شہد سے تو توبہ کریگا
مگر شکر سے نہیں کریگا اور اگر شہوت کے غلبہ میں دونوں کو کھالیگا تو ندامت شہد کھانے پر کریگا شکر پر نہیں کریگا غرضکہ اس
صورت کا پایا جانا محال نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ بعض کبیروں سے توبہ کرے اور بعض سے نہ کرے یہ بھی ممکن ہے کیونکہ آدمی کے
اعتقاد میں یہ بات ہوتی ہے کہ بعض کبیرہ بہ نسبت بعض کے شدید اور سخت ہیں مثلاً کوئی شخص قتل اور غارت اور ظلم اور لوگوں کے
حق دبانے سے توبہ کرے اس خیال سے کہ حقوق عباد ہرگز فروگذاشت نہونگے اور جو حقوق صرف خدا تعالیٰ کے ہیں انپر عفو [illegible]
غرضکہ جیسا کبیرہ اور صغیرہ میں فرق تھا اور اس لحاظ سے صورت اول ممکن ہوئی تھی ویسا ہی گناہ کبیرہ بھی ایک دوسرے سے
شدت میں کم و بیش ہیں اور انمیں خود بھی تفاوت متحقق ہے اور مرتکب کے اعتقاد کی رو سے بھی تفاوت ممکن اور اسی لحاظ سے
آدمی کبھی ایسے گناہوں سے بھی توبہ کرلیتا ہے جنکو تعلق بندوں سے نہو مثلاً شراب پینے سے تائب ہوتا ہے زنا سے نہیں ہوتا کیونکہ
اسکو اس بات کا اعتقاد ہوتا ہے کہ شراب سب برائیوں کی کنجی ہے اور اگر اسکے پینے سے عقل لغزش کھا جاویگی تو نادانستہ سب گناہوں کا
مرتکب ہو جاویگا تو جسقدر شراب خواری کی برائی اسکے ذہن میں جمیگی اسیقدر اسکو خوف پیدا ہوگا جس سے آگے کو نہ پیوے اور
گذشتہ پر ندامت کرے تیسری صورت یہ ہے کہ ایک صغیرہ یا چند صغائر سے تو توبہ کرے مگر کبیرہ پر باوجود جاننے کے کہ یہ گناہ
کبیرہ ہے اصرار کیے جاوے مثلاً کوئی شخص غیبت سے یا غیر محرم کی طرف دیکھنے سے یا اور کسی ایسے ہی گناہ سے توبہ کرے مگر
شراب خواری پر مصر ہو تو یہ صورت بھی ممکن ہے اور اسکے امکان کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایماندار ایسا نہیں جو اپنے گناہوں سے
نہ ڈرتا ہو اور اپنے افعال پر ندامت نہ کرتا ہو کسی کو تھوڑی ہوتی ہے کسی کو زیادہ لیکن جسقدر گناہ میں اسکو لذت ہوتی ہے اسقدر
خوف کے باعث دل میں رنج نہیں ہوتا بلکہ لذت قوی ہوتی ہے اور خوف ضعیف اور وجہ خوف کے کمزور ہونے کی جہالت خواہ
غفلت یا اور کوئی سبب ہوتا ہے اور غلبۂ شہوت اسباب سے لذت قوی رہتی ہے اسیواسطے گو ندامت ہوتی ہے مگر اتنی نہیں ہوتی
کہ اس سے آدمی تحریک عزم ہوتا ہے پس اگر شہوت قوی سے بچ رہے اور بمقابلہ خوف شہوت ضعیف پڑے تو خوف غالب ہوکر
شہوت کو دبا لیگا اور اسکا انجام یہ ہوگا کہ آدمی معصیت کو چھوڑ دے اور کبھی فاسق کو شراب کی ایسی رغبت ہوتی ہے کہ اس سے
صبر نہیں کرسکتا مگر غیبت اور عیب جوئی اور غیر محرم کے دیکھنے کی خواہش چنداں نہیں ہوتی ہے اور خوف خدا اس درجے کا رکھتا ہے کہ رغبت
ضعیف کا استیصال اس سے ہوسکتا ہے قوی کا نہیں ہوسکتا تو اس خوف کے باعث عزم ترک ایسے افعال کا کرلیتا ہے جنکی رغبت کم ہوتی ہے
اور اپنے دل میں کہتا ہے کہ اگر شیطان بعض گناہوں میں غلبۂ شہوت کے باعث مجھپر غالب ہوگیا تو مجھے یہ نچاہیے کہ اسی کے قابو کا
ہو رہوں اور باگ ڈھیلی چھوڑ دوں بلکہ بعض گناہوں میں تو اس سے مجاہدہ کروں اور غالب آؤں تاکہ شاید انھیں میں غالب آنا
کفارہ بعض گناہوں کا ہو اور اگر فاسق کو یہ خیال نہو تو پھر نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا اسکا سمجھ میں نہیں آتا۔ اور اگر اس سے یہ
کہا جاوے کہ تو جو نماز پڑھتا ہے اگر غیر خدا کے لیے ہے تو ناجائز ہے اور اگر خدا کے واسطے ہے تو فسق کو بھی خدا کے واسطے چھوڑ دے کیونکہ
خدا کا حکم دونوں چیزوں کو ایک سا ہے پھر نماز سے تقرب الی اللہ کا قصد کرنا اور ترک فسق سے نکرنا غیر ممکن ہے تو اس بات کا جواب
وہ یہ دیگا کہ خدا تعالیٰ نے میرے اوپر دو حکم کیے ہیں اگر دونوں کو نمانوں تو دو عذاب مجھپر ہوں لیکن ایک امر کی بجا آوری کی
تو میں قدرت شیطان کے دبانے کی رکھتا ہوں اور دوسرے کی بجا آوری میں عاجز ہوں تو جسمیں قادر ہوں اس سے شیطان کو
مغلوب کرتا ہوں اور اپنے مجاہدے سے مجھے توقع ہے کہ خدا تعالیٰ اس مجاہدے کو کفارہ اس تقصیر کا کردے جسمیں میں عاجز ہوں

غرضکہ اس بات کے امکان مین کچھ شک نہین بلکہ ہر مسلمان کا یہی حال ہو کونسا مسلمان ہو جو جامع طاعت و معصیت کا نہو اور اسکی وجہ سوائے تقریر مذکورۂ بالا کے کچھ اور نہین اور جب یہ بات سمجھ چکے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خوف کا تمام آنا شہوت پر بعض گناہون مین ممکن ہو اور یہ کہ خوف اگر فعل گذشتہ سے ہوگا تو موجب ندامت ہوگا اور ندامت مورث عزم ہوتی ہی علاوہ ازین حدیث شریف مین مذکور ہی الندم توبۃ اسمین یہ شرط نہین کہ سب گناہون پر ندامت ہو اسیطرح دوسری حدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ مین سب گناہون سے تائب نہین فرمایا اس تحقیق سے وہ قول مذکورۂ بالا جاتا رہا کہ دو مشکون مین سے ایک مشکے کی شراب سے توبہ کرنی غیر ممکن ہو اسوجہ سے کہ ان دونون کا حال شہوت کے باب مین اور خدائے تعالی کے غضب مین گرفتار کرنے کے باب مین یکسان ہو۔ ہان یہ ہو سکتا ہو کہ آدمی شراب خواری سے توبہ کرے اور نبیذ سے نہ کرے اسلیے کہ غضب الٰہی کے مقتضا کے اعتبار سے ان دونون مین فرق ہو اسیطرح بہت گناہون سے توبہ کرے اور تھوڑے سے نکرے تو ہو سکتا ہو اسلیے کہ کثرت گناہون کو کثرت عقوبت مین تاثیر ہوتی ہو تو خوف زیادتی عقوبت سے بعض شہوتین خدا کیواسطے چھوڑ دیتا ہو اور جس خواہش مین اس خوف کا کچھ اثر نہین ہوتا اسکو نہین چھوڑتا جیسے کسی بیمار کو طبیب میوے کی ممانعت کر دے تو وہ کم کھانے پر تو جرأت کر بیٹھتا ہو اور زیادہ پر جرأت نہین کرتا زیادتی طبیب کے کہنے کے بموجب چھوڑ دیتا ہو اور کم کو کچھ چندان مضر نہین جانتا اسواسطے اسکو نہین چھوڑتا۔ حاصل اس سے یہ ہوا کہ یہ بات غیر ممکن ہو کہ آدمی ایک چیز سے تو توبہ کرے اور اسکے مثل سے توبہ نکرے بلکہ ضرور ہو کہ جس سے توبہ کی ہو وہ مخالف ہو اسکے جس سے توبہ نہین کی خواہ مخالفت باعتبار شدت کے ہو یا باعتبار غلبۂ شہوت کے اور جب یہ فرق توبہ کرنے والے کے اعتقاد مین موجود رہتا ہو تو اسی کے بموجب اسکا حال بھی خوف اور ندامت مین مختلف ہوتا ہو اور اسی سے ترک آیندہ کا حال بھی مختلف ہوتا ہو پس توبہ کرنے والا اگر گناہ گذشتہ پر نادم ہوا اور عزم ترک کو نباہے تو ان لوگون مین ملحق ہوگا جنھون نے گناہ نہ کیا ہو گو انسے طاعت الٰہی سبب امر و نواہی مین کمی ہو۔ اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ اگر کوئی نامرد پہلے نامردی سے زنا کر بیٹھے اور حالت نامردی مین اس سے توبہ کرے تو اسکی توبہ درست ہوگی یا نہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ جائز نہوگی اسلیے کہ توبہ اس ندامت کا نام ہو جس سے عزم ترک ایسے افعال کا پیدا ہو جنکے کرنے کی آدمی کو قدرت ہو اور جسپر قدرت ہی نہین وہ خود بخود جاتے رہے کچھ اسکے چھوڑنے سے نہین گئے لیکن ایک بات ہو کہ اگر بعد نامردی کے اسکو اپنے زنا کے ضرر کی واقفیت اچھی طرح ہوئی اور اس جہت سے ایسی حسرت و ندامت جوش زن ہوئی کہ اگر بالفرض اسکو شہوت باقی بھی ہوتی تو اس ندامت سے جاتی رہتی یا مغلوب ہو جاتی تو ایسی صورت مین کچھ توقع ہو کہ اسکا قصور معاف ہو جاوے اور یہ ندامت اسکا کفارہ ہو جاوے کیونکہ اسمین تو کچھ خلاف نہین کہ اگر پہلے نامردی کے توبہ کر لیتا اور توبہ کے بعد مر جاتا تو تائبون سے ہوتا گو اسپر کوئی ایسی حالت طاری نہین ہوئی جسمین ہیجان شہوت ہوتا اور مقتضائے شہوت کے سامان میسر ہوتے مگر اسکو تائب اسی نظر سے کہتے ہین کہ اسکی ندامت ایسے درجہ کو پہونچ گئی ہو کہ اگر بالفرض قصد زنا ظاہر بھی ہوتا تو ندامت کے سبب اس سے باز رہتا اس سے معلوم ہوا کہ نامرد کے حق مین ندامت کا اس درجے کو پہونچنا محال تو نہین مگر یہ اسکو اپنے نفس کا حال معلوم نہین اسلیے کہ جو شخص کسی چیز کی خواہش نہین رکھتا وہ اپنے نفس کو ادنی خوف سے اسکے ترک پر قادر فرض کر لیتا ہو حالانکہ خدائے تعالی اسکے دل کا حال اور مقدار ندامت کو خوب جانتا ہو شاید اسکی توبہ قبول کر لے اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہو کہ قبول فرماوے۔ اور حاصل اس سب کا یہ ہو کہ گناہ کی تاریکی دل سے دور ہونے کے لیے دو باتین چاہیین اول سوزش ندامت دوم ترک معصیت کے لیے آیندہ کو مجاہدے کی شدت اور صورت مفروض مین زوال شہوت کی جہت سے مجاہدہ نہین ہو سکتا لیکن اگر ندامت ہی اتنی قوی ہو کہ بدون مجاہدے کے گناہ کی ظلمت دور کر دے تو کچھ محال نہین اور اگر ایسا نہو تو اسکا

ح پشیمانی گناہ پر توبہ ہی

ح گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہین

قائم ہونا پڑیگا کہ تائب کی توبہ جب قبول ہوتی ہے جب بعد توبہ کے کچھ دنوں زندہ رہے اور اُن دنوں میں چند بار جس میں اُس قصور کی
تمنا میں اپنے نفس پر مجاہدہ کرے اور ظاہر شرع سے ہرگز یہ شرط مفہوم نہیں ہوتی - اب اگر دو تائب فرض کیے جاویں جنمیں سے ایک کو تو
میل گناہ کی طرف نہیں رہا اور ایک کو خواہش ہو مگر وہ نفس پر مجاہدہ کرکے اُسکو روکتا ہو تو اُنکے ایک دوسرے کی فضیلت میں علما کا
اختلاف ہے احمد بن ابی الحواری اور ابو سلیمان دارانی کے ہمراہی تو مجاہدہ کرنیوالے کو افضل بتلاتے ہیں اس وجہ سے کہ اُسکو توبہ کے ساتھ مجاہدہ کی
زیادتی ہے اور علماے بصرہ اول شخص کو افضل بتلاتے ہیں اس نظر سے کہ وہ اگر توبہ میں کچھ سستی بھی کرے تو سلامتی کی طرف قریب ہے
بہ نسبت مجاہد کے کہ اُسمیں یہ احتمال ہے کہ ایک … ہو اور اِن دونوں فریق کے قول میں کچھ اثبات آتی ہے مگر … صحیح
کسی میں بھی نہیں اور اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ جس شخص کا میل گناہ کی طرف نہیں رہا اُسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ نفس شہوت
فقط … میل نہ رہا ہو تب تو ایسے شخص سے مجاہد ہی افضل ہے کیونکہ گناہ کرنا … اس بات کی دلیل ہے کہ …
اور اسکا دین شہوت پر غالب ہے تو ظاہر ہے کہ اُسکا یقین بھی قوی ہوگا اور دین … قوی ہونے سے ہماری غرض
اُس ارادہ کا قوی ہونا ہے جو یقین کے اشارے سے پیدا ہوتا ہے اور اس شہوت کی … جو شیاطین کے اشارے سے
پیدا ہوتی ہے غرضکہ مجاہدے سے دین و یقین کی قوت قطعاً معلوم ہوتی … خواہش … کیطرف
زیادہ قریب ہے اسلیے کہ اگر توبہ میں سستی کرے تو گناہ … افضل … کرنا اس مقام میں صحیح نہیں بلکہ
ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ نامرد افضل ہے مرد سے اسلیے کہ نامرد شہوت … اور … افضل ہے بالغ سے اس وجہ سے
کہ وہ سالم ہے اور مفلس آدمی اُس بادشاہ سے افضل ہے جو اپنے دشمنوں … اسلیے کہ مفلس کا کوئی دشمن ہی نہیں اور
بادشاہ کو یہ خطرہ موجود ہے کہ اگر آپ چند بار غالب ہوگا تو ایک … ہوگا اُس … کی باتیں ایسے شخص کیا کرتے ہیں جو …
سامنے ہوں اور ظاہر ہی پر اپنی نظر رکھتے ہوں اور یہ نجانتے ہوں کہ عزت اور … کی نگاہوں میں گھٹنے سے حاصل ہوتی ہے
ہرچند کہ کل … نجاست خود مشہور ہے بلکہ ان لوگوں کا قول ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ جس شکاری کے پاس گھوڑا اور کتا نہ ہو وہ
فن شکار میں افضل ہے اُس شخص کی نسبت جسکے پاس یہ دونوں ہوں اسلیے کہ گھوڑے اور کتے والے کو یہ خطرہ موجود ہے کہ
گھوڑا شرارت کرکے کہیں ٹپک دے اور ہاتھ پاؤں توڑ دے اور کتا شرارت کرکے کہیں کاٹ کھائے حالانکہ یہ بات غلط ہے
صحیح یہی ہے کہ گھوڑے اور کتے والا جب زبردست ہوگا اور اُن دونوں کو سدھانا جانتا ہوگا وہ رتبے میں دوسرے سے اعلیٰ
ہوگا اور شکار ملنا اُسکو زیبا ہوگا - دوسری حالت یہ ہے کہ نہونا میل گناہ کا اس وجہ سے کہ یقین قوی ہوگیا ہو اور اول مجاہدہ
سچا کرکے شہوت کا استیصال کردیا ہے یہاں تک کہ شریعت کے ادب کے مخلوط ہوگئی ہو اور بدون اشارہ دین کے ہیجان میں
نہ آتی ہو اور غلبہ دین کے باعث ساکن ہوگئی ہو تو ایسا شخص البتہ اُسکی نسبت اچھا ہے جسکو ہیجان شہوت کا رنج کھینچنا پڑتا ہو اور
یہ جو کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو مجاہدے کی زیادتی ہے تو اُنکو مقصود مجاہدہ کی خبر نہیں ورنہ ایسا نہ کہتے اصل یہ ہے کہ مجاہدہ خود تو مقصود
نہیں بلکہ اُس سے دشمن کا اپنے آپ سے … کرنا منظور ہے تاکہ وہ اپنی شہوات کی طرف نکھینچ لیجاوے اور اگر کھینچ نہ سکے تو راہ
دین کے چلنے سے نہ روکے پس اگر دشمن کو دبا پایا اور مقصود حاصل ہوگیا تو تمہاری جیت ہے اور اگر اُس سے لڑائی جھگڑا قائم ہے تو
فتح نہیں ہوئی ابھی دہلی دور ہے مثلاً اگر ایک شخص دشمن کو پکڑ کر غلام بنالے اور ایک ابھی اپنے دشمن سے لڑتا ہو اور طریق نجات
نہیں جانتا تو ظاہر ہے کہ اول شخص نہایت اعلیٰ ہوگا اسیطرح اگر ایک شخص کتے اور گھوڑے کو اتنا سدھا دے کہ دونوں اپنی اپنی
حرکات ناشائستہ چھوڑ کر اُسکے پاس سو رہیں اور دوسرا شخص اُنکی تادیب ہی میں ابھی مشغول ہو تو رتبے میں اول ہی شخص …

اور اس باب میں بعض لوگوں نے غلطی کی ہے انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ مقصود اعلیٰ صرف مجاہدہ کرنا ہے اور یہ نہ جانا کہ مجاہدہ صرف اسلیے ہے
کہ راستے کے عوائق سے نجات ہو جاوے اور بعض لوگوں کو یہ گمان ہو گیا کہ مقصود یہ ہے کہ شہوات کی بیخ کنی ہو اور بالکل انکو نابود
کر دیا جاوے اور اسی گمان پر انھوں نے اپنے نفس کا امتحان لیا اور جب یہ بات نہ حاصل ہوتی تو اس بات کے قائل ہوے کہ
یہ امر محال ہے اور شریعت کو جھوٹا جانا اور اباحت کا رستہ اختیار کیا اور شہوات کے اتباع میں ڈھیلی باگ کر دی حالانکہ یہ سب باتین
جہالت اور گمراہی کی ہین اور اسکی تقریر ہم نے جلد ثالث کے باب ریاضت نفس مین لکھی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ ایک تائب تو اپنے گناہ کو
بھول گیا اور اسکا ذکر نہین کرتا اور دوسرے نے گناہ کو پیش نظر کر رکھا ہے اور ہمیشہ اسکو سوچ کر ندامت کی آگ مین جلتا رہتا ہے تو
ان دونون مین افضل کونسا شخص ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس باب مین بھی لوگ مختلف قول کہتے ہین بعضون کا قول تو یہ ہے کہ توبہ کی
حقیقت یہی ہے کہ آدمی اپنے گناہ کو پیش نظر رکھے اور بعض یہ کہتے ہین کہ توبہ اسکا نام ہے کہ گناہ کو نسیاً منسیاً کر دے اور یہ دونون قول
ہمارے نزدیک درست ہین مگر دو حالون سے متعلق ہین اور صوفیون کے کلام مین ہمیشہ قصور رہتا ہے اسواسطے کہ انمین ہر ایک کی
یہ عادت ہے کہ صرف اپنے نفس کا حال بیان کیا کرتے ہین دوسرے کے حال سے انکو غرض نہین ہوتی حالانکہ احوال کے اختلاف سے
جواب بھی مختلف ہوا کرتے ہین اور علما کے اعتبار سے یہ بات صوفیون کی ذاتی نقصان ہے کیونکہ اشیا کی اصل حقیقت کو جاننا
افضل اعلیٰ ہے لیکن اگر ہمت والا دونون نظر سے انکے قول کو دیکھے تو کامل ہے یا نہیں وجہ کہ جب آدمی اپنے ہی نفس کو دیکھتا رہیگا تو
اسکو دوسرے کے حال سے غرض نہو گی کیونکہ طریق الی اللہ اسکے حق مین اسکا نفس ہے اور منازل اس رستے کے نفس کے
حالات ہین تو اس لحاظ سے دوسرے کے حالات جاننے کی کچھ ضرورت نہین اور کبھی بندے کا راستہ خدا کی طرف سیکھنے سکھانے
ہوتا ہے اسلیے کہ اسکی طرف راستے بہت ہین گو بعضے نزدیک ہین اور بعضے دور اور اصل ہدایت مین سب شریک ہین مگر خدا کو معلوم ہے
کہ سب سے زیادہ ہدایت پر کون ہے اب ہم کہتے ہین کہ گناہ کا سامنے رکھنا اور اسپر رونا مبتدی کے حق مین کمال ہے اسلیے کہ اگر مبتدی
گناہ کو بھول جاوے گا تو اسکو خوب سوزش نہوگی اور اسی وجہ سے اسکا ارادہ بھی قوی نہوگا اور شوق زیادہ نہ ابھریگا اور اگر گناہ کو یاد
رکھیگا تو اسکا خوف واندوہ اس بات کا مقتضی ہوگا کہ پھر ویسی حرکت نہ کرے غرضکہ یاد رکھنا گناہ کا مبتدی نمافل کی نسبت داخل
کمال ہے اور سالک طریق کے لیے نقصان ہے اسلیے کہ یاد کرنا بھی ایک شغل مانع راہ چلنے کا ہے سالک طریق کو سوا راہ چلنے کے اور
طرف دھیان نہین چاہیے مثل مشہور ہے کہ راہ بے کاٹے نہین کٹتی اگر سالک کی نظر ان مین ہو پہنچنے کے آثار معلوم ہون اور انوار
معرفت اور غیب کی چمک منکشف ہو جاوے تو اسمین مستغرق ہو جاویگا اور پھر اسکو یہ گنجایش نہوگی کہ اپنے پہلے حالات پر التفات
کرے یہ درجہ کمال کا ہے بلکہ اگر کوئی مسافر اپنے راستے مین نہر پاوے کہ جسکا پل پہلے سے توڑ ڈالا اور پھر پار اترنے کے واسطے
مدت تک حیران پریشان رہے اور کسی وجہ سے پار اتر کر نہر کے کنارے بیٹھکر رونا شروع کرے کہ ہاے افسوس مین نے اسکا
پل کیون توڑا تھا تو اس رونے سے اور زیادہ حرج ہوگا اترنے مین جو وقت ہوئی اس سے یہ حرج علاوہ ہے ہان اگر پار اترنے کے
وقت سفر کا وقت نرہے مثلاً رات کا وقت ہو کہ اسمین نہین چل سکتا یا راستے مین اور بہت سی نہرین ہون جنکے پار ہونے مین ان کو
خطرہ ہو تو اسوقت اگر رات کو نہر کے کنارے بیٹھکر خوب سا اندوہ وملال وگریہ وزاری پل توڑنے کے لیے کرے تاکہ پھر ویسی حرکت
کبھی عمل مین نلاوے تو کیا مضائقہ ہے لیکن اگر اسکو ایک ہی غرابی مین اسقدر تنبہ ہو گیا ہو جس سے اسکو اعتماد ہو کہ پھر ایسی حرکت
نہ کریگا تو ایسے شخص کے حق مین راہ کا چلنا ہی بہتر ہے اس بات سے کہ پل کے توڑنے کو یاد کر کر روتا ہے اور وہان ہی کا ہو رہے
اور یہ بات وہی شخص جانتا ہے جو طریق اور مقصد اور عائق اور چلنے کے طور کو جانتا ہے اور ان امور کو ہم نے انشاء اللہ باب علم مین یاد

جلد ثالث مین بیان کیا ہی بلکہ ہمارے عندیے مین تو دوام توبہ کی شرط یہ ہی کہ آدمی آخرت کی دولت کو بہت سوچتا رہے تاکہ رغبت آخرت اور زیادہ ہو لیکن اگر حیوان آدمی ہو تو ایسی چیزون مین جنکا نظیر دنیا مین موجود ہو مثلاً حور وقصور بہت فکر کیا کرے کیونکہ اس فکر سے کبھی محبت مجازی حور وقصور کی پیدا ہو جاتی ہی حقیقی کی طرف نہین رہتی مناسب یہ ہی کہ ہمیشہ تفکر لذت دیدار الٰہی کیا کرے جسکا نظیر دنیا مین نہین اسی طرح گناہ کا یاد کرنا بھی کبھی محرک شہوت ہوتا ہی اور مبتدی کو اس سے نقصان ہوتا ہی اسی وجہ سے بھول جانا گناہ کا مبتدی کے حق مین افضل معلوم ہوتا ہی اور ایسا نہو کہ اس تحقیق کی تصدیق مین تمکو یہ وہم تامل ہو کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے گناہ پر گریہ و نوحہ کیا تھا اسلیے کہ اپنے نفس کو انبیا کے نفس پر قیاس کرنا بڑی کج فہمی ہی کیونکہ انبیا اپنے اقوال و افعال مین کبھی اس درجہ کی کمی کرتے ہین جو انکی امت کے حال کے لائق ہو اس نظر سے کہ انکی بعثت صرف امت کے ارشاد کے لیے ہی تو جس فعل و قول سے کہ امت دیکھکر منتفع ہو وہ انکو کرنا پڑتا ہی گو انکے درجے سے وہ اُترکر ہو دیکھو بعض شیوخ ایسے تھے کہ اپنے مرید کو جو ریاضت بتاتے تھے اُسکو آپ بھی اُسکے ساتھ کرتے تھے گو انکو اُسکی حاجت نہتھی وہ مجاہدہ اور تادیب نفس سے فارغ تھے مگر انکا یہ فعل اسوجہ سے تھا کہ مرید کو ریاضت سہل ہو جاوے اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہی انما انی لاانسی ولکنی انسی لاشرع اور ایک روایت مین ہی کہ انما اسھو لاسن اور اس امر کا تعجب نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ امت انبیا کے سایہ لطف مین ایسی ہوتی ہی جیسے لڑکا اپنے باپ کے ظل عاطفت مین ہوتا ہی یا جیسے مواشی اپنے چرواہے کے سایہ حمایت مین ہوتے ہین باپ اپنے بیٹے کو جب بولنا سکھاتا ہی تو جانتے ہی ہو کہ کیسی اپنی آواز توتلا تا ہی مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو جبکہ انھون نے چھوہارا صدقے کا اٹھاکر اپنے منھ مین رکھ لیا آپ نے فرمایا کخ کخ یعنی چھی چھی حالانکہ آپ کی فصاحت اس بات سے قاصر نہتھی کہ کوئی اور لفظ فصیح چھوہارے کے پھینکنے کے لیے فرماتے مگر چونکہ آپ نے جان لیا تھا کہ ہماری گفتگو نہ سمجھینگے تو فصاحت کو ترک فرماکر انکی ہی توتلی زبان کرکے ارشاد فرمایا۔ اسیطرح جو شخص بکری یا کسی پرند کو تعلیم کرتا ہی تو انکے لیے سیٹی اور آواز مثل بہائم و پرند کے استعمال کرتا ہی تاکہ انکے سکھلانے مین سہولت ہو۔ اس طرح کے دقائق سے غفلت نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ یہ مقام ایسا ہی کہ اسمین عارفون کے قدم لغزش کھا جاتے ہین غافلون کا تو کیا ذکر ہی اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور الطاف سے حسن توفیق عنایت فرماوے

دوسرا بیان دوام توبہ مین لوگون کے اقسام کا۔ جاننا چاہیے کہ توبہ کرنے والے توبہ کے باب مین چار طبقہ ہین اول طبقہ تو یہ ہی کہ گناہگار گناہ سے توبہ کرکے آخر عمر تک اسی پر جا رہے جو کچھ پہلے قصور کیا ہی اُسکا تدارک کرے اور گناہون کے دوبارہ کرنے کا خیال بھی دل مین نہ لاوے سوا ان لغزشون کے جنسے کہ آدمی بشرطیکہ نبی نہو بحسب عادت خالی نہین ہوتا اور کسی گناہ کا خطرہ نگذرے پس توبہ پر جارہنا اسیکا نام ہی اور ایسے ہی تائب کو کہتے ہین کہ خیرات مین آگے نکل گیا اور اپنی برائیان کو بھلائیون سے بدل لیا اسی توبہ کو توبہ نصوح کہتے ہین اور ایسے ہی نفس کو نفس مطمئنہ بولتے ہین جو اپنے پروردگار کے سامنے ایسی طرح جاویگا کہ یہ اُس سے راضی اور وہ اس سے خوش اور ایسے ہی لوگون کی طرف اشارہ ہی اس حدیث شریف مین کہ سبق المفردون المستھترون بذکر اللہ تعالیٰ وضع الذکر عنھم اوزارھم فوردوا القیامۃ خفافا کیونکہ اسمین یہ اشارہ ہی کہ اُنپر بوجھ تھا مگر ذکر نے انکا بوجھ اُتار دیا پھر اس طبقے کے کئی مراتب ہو سکتے ہین مثلاً بعض تو ایسے ہونگے کہ جسوقت توبہ کی اُسوقت انکی شہوات معرفت کے قہر مین دبگئین اب نہ انکو اُسکے نفس سے چندان نزاع ہی نہ سلوک طریقت کے لیے اُس سے مزاحمت اور بعض ایسے ہونگے کہ شہوات کا نزاع اُنکے نفس سے رہیگا مگر وہ مجاہدہ نفس اور رد شہوات مین تاخیر و دیر کرتا ہی پھر نزاع کے درجات بھی باعتبار کثرت اور قلت اور اختلاف مدت اور اختلاف نوع کے متفاوت ہین اسیطرح عمر کی کمی بیشی سے بھی تفاوت ہوجاتا ہی مثلاً بعض

آدمی ایسے ہوتے ہین کہ توبہ کرتے ہی مرجاتے ہین ایسون کے حال پر غبطہ ہوتا ہی کہ سلامت چلے گئے اور کچھ فتور توبہ مین ہوا اور بعض ایسے ہوتے ہین کہ توبہ کے بعد مدتون جیتے ہین اور نفس پر مجاہدہ اور صبر کرتے ہین اور توبہ پر جمے رہتے ہین اور بہت سے حسنات بجا لاتے ہین ایسے لوگون کا حال اعلیٰ اور افضل ہی اسواسطے کہ ہر ایک خطا کے مٹانے کے لیے ایک نیکی ہوتی ہی بلکہ بعض علما کا تو یہ قول ہی کہ گناہگار جس گناہ کا مرتکب ہوتا ہی وہ جب تک محو نہین ہوتا جب تک عاصی دس بار اُس گناہ پر قدرت پاکر خدا کے خوف سے اپنی شہوت نہ توڑدے ہر چند یہ شرط لگانی دور از قیاس ہی الا اگر ایسی صورت ہو تو اسمین شک نہین کہ اسکی تاثیر بڑی ہوگی پھر بھی مرید کمزور کو سچا ہیے کہ اس حال پر چلے یعنی اول شہوات کو ہیجان مین لاوے اور سب اسباب موجود کر لے یہان تک کہ قدرت گناہ کرنے کی بخوبی ہوجاوے پھر طمع کرے کہ مین اس سے محفوظ رہون تو ایسا نکرنا چاہیے اسلیے کہ ایسی صورت مین غالب یہی ہی کہ شہوت کی باگ اپنے اختیار سے باہر ہوجاوے اور توبہ کو توڑ کر گناہ مین مبتلا ہو بلکہ ایسے شخص کے حق مین توبہ کا طریق یون مناسب ہی کہ معصیت کی ابتدا اس بات سے گریز کرے جس سے کہ گناہ آسان ہوجاتا ہی یہان تک کہ راہ شہوت اُسکے نفس پر بالکل بند ہوجاوے اور اُسکے ساتھ ہی جتنا ہوسکے شہوت کے توڑنے مین کوشش کرے تاکہ اسکی توبہ محفوظ رہے

دوسرا طبقہ ایسا توبہ والا ہی جو اصول طاعات کی بجا آوری اور کل گناہ کبیرہ کے ترک پر استقامت کرے مگر تاہم ایسے گناہون سے خالی نہین جو اس سے بے قصد و ارادہ صادر ہو جاتے ہین یعنی اپنے کام کاج مین اُن گناہون مین پھنس جاتا ہی یہ نہین کہ پہلے سے انکا ارادہ پختہ کیا ہو اور جب کبھی اُس سے اس طرح کا گناہ سرزد ہوتا ہی تو اپنے نفس کو ملامت کرتا ہی اور شرمندہ ہوتا ہی اور افسوس کرتا ہی اور نئے سرے سے ارادہ مصمم کرتا ہی کہ اُن اسباب سے بچتا رہونگا جنسے گناہون مین مبتلا کرنے والے ایسے نفس کو نفس لوامہ کہنا زیبا ہی اسلیے کہ جو احوال ذمیمہ آدمی پر بے قصد و ارادہ آجاتے ہین اُنپر اُسکو ملامت کرتا ہی ہر چند طبقہ اول اعلیٰ تھا اس طبقے کے عالی رتبہ ہونے مین بھی تامل نہین اور اکثر تائبون کا حال ایسا ہی ہوتا ہی اسلیے کہ بدی انسان کی سرشت مین خمیر ہی اُس سے جدا ہونا قریب بمحال ہی الا انسان سے اتنا ہوسکتا ہی کہ کوشش کرکے اپنی خیر بہ نسبت شر کے زیادہ کرے یہان تک کہ پلہ حسنات بھاری ہوجاوے مگر پلہ بدیون کا بالکل خالی رہنا نہایت مشکل ہی بہر حال ایسے لوگون کے لیے خداے تعالیٰ نے وعدہ عمدہ فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ یعنی جو صغیرہ کہ آدمی سے بے دل جاے سرزد ہوجاوے چاہیے کہ وہ لمم مین داخل ہو جو معاف ہی اور فرمایا والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبہم یعنی باوجود لوگون کے ظلم کرنے کے اپنی جانون پر جو انکی ثنا فرمائی اسوجہ سے ہی کہ اُن لوگون نے بعد کو ندامت کی اور اپنے نفس کو ملامت اور اسی جیسے رتبے کیطرف اشارہ ہی اس حدیث شریف مین جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین خیارکم کل مفتتن تواب اور دوسری حدیث مین ہی المومن کالسنبلۃ یفیئ احیانا ویمیل احیانا اور ایک حدیث مین ہی کہ ایماندار کے لیے یہ ضروری ہی کہ کبھی کبھی گناہ کا مرتکب ہوجاوے ان سب روایات سے قطعاً ثابت ہوتا ہی کہ اس مقدار قصور سے توبہ نہین ٹوٹتی اور نہ ایسے قصور والا زمرے مین اصرار کرنے والون کے داخل ہوا اور جو شخص ایسے لوگون کو درجہ تائبین سے مایوس کرے وہ ایسا ہی جیسے کوئی طبیب کسی ایسے شخص تندرست کو کہ جو میوے اور گرم غذا کبھی کبھی کھا لیتا ہو اور بمداومت اُنپر نہ کرتا ہو کہ تو ہمیشہ اچھا نہ رہیگا یا کوئی فقیہ کسی طالب فقہ کو مایوس کردے کہ تجھکو فقہا کا درجہ نہ ملیگا اسوجہ سے کہ تو کبھی کبھی سبق کو دہراتا نہین نہ یاد کرتا ہی حالانکہ اُس سے یہ امر بہت کم اور تھوڑے ہی وقت کے لیے اتفاقاً چھوٹ جاتا ہی پس ایسے کو مایوس کرنا نہ چاہیے اور نہ ظاہر ہوگا کہ فقیہ اور طبیب خود ناقص ہین دین کا فقیہ اُسے کہتے ہین جو خلق کو اسوجہ سے کہ اُنسے لغزشین ہوتی ہین اور گناہ کرتے رہتے ہین درجہ سعادت پر پہونچنے سے مایوس نکرے دیکھو حدیث شریف مین وارد ہے

کل بنی آدم خطاؤن و خیر الخطائین التوابون المستغفرون اور فرمایا المؤمن واہ راقع خیرہم من مات علی رقعہ یعنی گناہون کے سبب اپنے
ایمان کو پہاڑتا ہی اور توبہ اور ندامت سے پھر پیوند لگاتا ہی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی اولئک الذین یؤتون اجرہم مرتین بما صبروا
ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ اسمین یہ وصف بیان کیا کہ خطا کے بعد نیکی کرتے ہین یہ نہین فرمایا کہ بالکل خطا نہین کرتے

تیسرا طبقہ یہ ہی کہ توبہ کرکے ایک مدت تک اُسپر جمارہے پھر کسی گناہ کی خواہش اُسپر غالب ہو جاوے اور اسکو قصداً اور ارادۃً
کر بیٹھے اسوجہ سے کہ اُس خواہش کے دبانے سے عاجز ہی مگر باوجود اسکے طاعات کی بجا آوری ہمیشہ کرتا رہتا ہی اور گناہون کا بھی باوجود
قدرت و خواہش کے تارک ہی صرف ایک خواہش یا دو خواہشون سے مجبور ہی کہ وہ اُسپر غالب آجاتی ہین تاہم یہ چاہتا ہی کہ اگر خدائے تعالی
مجھکو اس شہوت کے روکنے پر بھی قادر کر دے تو کیا خوب ہو یہ آرزو تو قبل معصیت ہوا اور بعد سرزد ہونے خطا کے اُسپر نادم ہو
اور کہے کہ کیا اچھا ہوتا جو مین اس کام کو نہ کرتا اور اب مین جہاد نفس کرکے اُسکو اس شہوت سے روکونگا اور اس خطا سے توبہ
کرونگا مگر اُسکا نفس ٹالتا رہتا ہی اور آج کل کیا کرتا ہی اسطرح کے نفس کو وہ نفس سمجھنا چاہیے جسکا نام مسولہ ہی اور ایسے لوگ وہ ہین
جنکی شان مین خدائے تعالی ارشاد فرماتا ہی وآخرون اعترفوا بذنوبہم خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا تو ایسا شخص جو کہ اپنی طاعات پر
مداومت رکھتا ہی اور اپنے کردار کو بُرا جانتا ہی اس نظر سے تو متوقع ہی کہ خدائے تعالی اُسکی توبہ قبول فرماوے مگر اس لحاظ کا توبہ میں ٹال مٹول
اور لیت ولعل کرتا ہی اُسکا انجام پُرخطر ہی کیا معلوم ہی جو موت پہلے ہی توبہ سے آدبائے پھر جو خدا کو منظور تھا ویسا ظہور مین آوے
یعنی اگر خدائے تعالی نے اپنے فضل سے اُسکا تدارک کیا اور اُسکے جبر نقصان کے لیے قبول توبہ سے سرفراز فرمایا تو وہ شخص زمرہ
سابقین مین لاحق ہوگا اور اگر خدانخواستہ بدبختی غالب ہوگی اور شہوت دبالیگی تو یہ خوف ہی کہ کہین اُسپر خاتمے کے وقت قول ازلی
صادق نہ آجائے کیونکہ یہ معمول ہی کہ اگر کسی طالب علم سے ایسی باتون سے نہ بچا جاوے جو مانع تحصیل ہین تو اس سے یہی سمجھا جاویگا
کہ اُسکی قسمت مین علم نہین اور اگر اُسکے لیے سامان تحصیل کا سب طرح خواہ میسر ہو تو دلالت اسپر ہو گی کہ ازل مین ہم اُسکا نام عالمون مین لکھا ہو گا
یہ حال آخرت کی سعادت حسنات سے اور وہان کا عذاب سیئات سے ایسے متعلق ہین جیسے مرض اور صحت غذا اور دوا سے مرتبط ہین
یا حاصل ہونا فقہ کا جس سے دنیا کے مراتب اعلی ملتے ہین کاہلی کے ترک کرنے اور نفس کو ہمیشہ فقہ کا عادی رکھنے سے متعلق ہین پس جیسا
کہ منصب ریاست اور قضا اور علم مین بڑھنا اُسی نفس کو حاصل ہوتا ہی جو مدت تک فقہ سیکھنے مین لگا رہا ہو اور فقیہ ہو گیا ہو اسی طرح
ملک آخرت اور اُسکی دولت اور خدائے تعالی کی نزدیکی سے وہی دل مشرف ہوتا ہی جو مدت تک محنت کرکے پاک و صاف ہوا ہو خدائے
تعالی نے اپنی تدبیر ازل سے اسی طرح مقرر فرمائی ہی اور اسواسطے ارشاد فرمایا ونفس وما سواہا فالہمہا فجورہا وتقواہا قد افلح من زکاہا
وقد خاب من دساہا پس جب بندہ کسی گناہ مین مبتلا ہو اور گناہ نقد اور توبہ اُدھار ہو تو یہ علامت رسوائی کی ہی اور ایک حدیث مین آیا ہی
کہ بندہ ستر برس تک عمل اہل جنت کا سا کیا کرتا ہی یہان تک کہ لوگ اُسکو جنتی کہنے لگتے ہین اور اُسمین اور جنت مین صرف ایک بالشت کا
فاصلہ رہ جاتا ہی لیکن نوشتۂ ازلی غالب ہوتا ہی پھر وہ شخص دوزخیون کے سے کام کرتا ہی اور دوزخ مین جاتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ
خوف خاتمے کا توبہ سے پیشتر ہی اور ظاہر ہی کہ ہر ایک سانس آدمی کی عمر گذشتہ کا خاتمہ ہی کیونکہ ممکن ہی کہ اسی سانس سے موت ملی ہوئی
اسلیے ضرور ہوا کہ انفاس کی محافظت کیجاوے ورنہ ممنوع چیز مین مبتلا ہو جاویگا اور حسرت دائمی ایسے وقت مین ہوگا جبوقت کچھ فائدہ نہو

شعر کرلے غافل زندگی مین نیکی جتنی ہو سکے + ورنہ وقت نزع تو ارمان ہی لیجائیگا +

چوتھا طبقہ وہ ہی کہ توبہ کرکے کچھ روز جما رہے پھر گناہ کا یا گناہون کا مرتکب ہو بدون اُسکے کہ دل مین توبہ کرنے کا خیال ہو
یا گناہ کرنے پر افسوس ہو بلکہ غافل آدمی کی طرح اتباع شہوت مین ڈوبا رہے تو ایسا شخص گناہ پر اصرار کرنے والون کے زمرے مین ہی

آدمی سب خطاوار ہین اور خطاوارون مین بہتر وہ ہین جو توبہ کرین اور مغفرت کے خواہان ہون ۱۲ ترمذی و حاکم بروایت انس
مگر التوابون بھی اسکے مستغفرون سے روایت کی ہی ۱۲ آدمی بہتر ہی جو پیوند لگانے والا ہو ۱۲

اور اسکا نفس امارہ بالسوء یعنی بدی کا حکم کرنے والا ہو اور خیرات سے بھاگنے والا ایسے شخص پر خوف انجام کے برا ہونے کا ہو جدا جائے کیا ہوا اگر معاذ اللہ برائی پر خاتمہ ہوا تو ایسا بدبخت ہوگا جسکی بدبختی کی کچھ انتہا نہیں اور اگر بھلائی پر انجام ہوا یہان تک کہ توحید پر مرا تو اسکو توقع دوزخ کی آگ سے رہائی کی ہوگی گو کچھ مدت کے بعد ہو اور یہ بھی محال نہین کہ خداے تعالی کسی سبب خفیہ کے باعث جسکی اُس شخص کو اطلاع نہو اُسکو معاف فرماوے جیسے کوئی شخص کسی اجاڑ جگہ مین جاوے اس نیت سے کہ خزانہ پاوے تو محال نہین کہ اتفاق سے اسکو ملجاوے یا مثلاً کوئی شخص گھر مین بیٹھ رہے اس قصد سے کہ علوم بدون تحصیل کے آجاوین جیسے انبیا علیہم السلام کو حاصل تھے تو یہ بھی محال نہین خداے تعالی کی قدرت سے ممکن ہے مگر طاعات کے عوض مین خدا کی مغفرت کا خواہان ہونا تو ایسا ہے جیسا کوئی محنت اور بحث سے علم کا خواہان ہو یا تجارت کی مشقتین خشکی و تری کی اُٹھانے سے مال کا طالب ہوا اور باوجود اعمال کی خرابی کے مغفرت کا طالب ہونا اور اسکا متوقع ہونا ایسا ہی جیسا ویرانون مین خزانے کا ڈھونڈھنا تھا اور فرشتون کی تعلیم سے علم کا سیکھنا کہ ہرچند محال نہین الا بعید از عقل ہے اور کوشش کرنے کے بعد ہی اگر علم آجاوے اور تاجر غنی ہوجاوے اور جو نماز روزہ ادا کرتا ہو اُسکی مغفرت ہوجاوے تب بھی غنیمت ہے کسی بزرگ کا قول ہے کہ آدمی سب محروم ہین سواے عالمون کے اور تمام سب محروم ہین سواے عاملین کے اور عامل سب محروم ہین سواے مخلصون کے اور مخلص لوگ بڑے خطر مین ہین اور جس طرح کہ ارباب دانش کے نزدیک ایسا شخص خارج از عقل گنا جاتا ہے جو اپنا گھر بار اور مال ضائع کر دے اور اپنے نفس اور خاندان کو بھوکا چھوڑے اس توقع پر کہ کیا عجب ہے کہ خداے تعالی اپنے فضل سے اس کھنڈر مین جو پڑے ہین تلے سے خزانہ عنایت فرماوے گو اس شخص کی یہ توقع خداے تعالی کی قدرت سے محال نہین ہے اسی طرح جو شخص اللہ تعالی کے فضل سے مغفرت کی توقع رکھے اور بجا آوری طاعت مین قصور اور گناہون پر اصرار کرتا ہے مغفرت کی راہ نہ چلتا ہو تو وہ ارباب دل کے نزدیک بیوقوف اور مغالطے مین پڑا ہوا ٹھہریگا اور بڑا تعجب اس ناقص العقل کی عقل سے ہے کہ اپنی حماقت کی بات کو خوبی کے پیرایے مین رواج دیتا ہے یعنی کہتا ہے کہ خداے تعالی کریم ہے اور مجھ ایسے آدمی سے اسکی جنت کچھ تنگ نہین ہوگی اور میرے گناہ سے اسکا کچھ ضرر نہین لیکن باوجود اس قول کے روپیہ کی تلاش مین خشکی اور تری کے سخت مشکل سفر اختیار کرتا ہے اور اگر اُس سے کہا جاوے کہ خداے تعالی کریم ہے اُسکے خزانے کے روپے تمھاری حاجت سے قاصر نہین اور تم بھی اگر تجارت مین سستی کرو تو تمھارا کیا ضرر ہے اسلیے تم گھر مین بیٹھ رہو خداے تعالی تمکو ایسی جگہ سے روزی دیگا جہان سے تم نہ جانتے ہو پس کہنے والے کو احمق بناویگا اور اُس سے تمسخر کریگا اور کہیگا کہ آسمان سے سونا اور چاندی تو نہین برستا یہ چیزین ہاتھ پاؤن کے ہلانے سے حاصل ہوتی ہین خداے تعالی کی عادت اسیطرح جاری ہے جو راہ مقرر کر دی اسمین کچھ تبدیل نہین ہوتی اب اُس احمق سے کہنا چاہیے کہ دنیا و آخرت کا خدا ایک ہی ہے اور جو طریق اُسنے اُن دونون مین مقرر رکھا ہے اسمین کچھ تبدیل نہوگی اور اُسنے یہ ارشاد فرمایا ہے و ان لیس للانسان الا ما سعی قولہ تعالی تو پھر تُمنے یہ اعتقاد کیسے کر لیا کہ خداے تعالی آخرت مین کریم ہے اور دنیا مین نہین اور اس بات کے کیسے قائل ہوے کہ اُسکے کرم کے بھروسے پر حصول مال کے لیے قصور نہین کرنا چاہیے مگر آخرت کی سلطنت جاوید اور دولت پایدار کے ملنے کے لیے کرنا چاہیے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خداے تعالی اپنے کرم سے اتنی دولت پایدار تو آخرت مین بے محنت دیدیگا اور دنیا کا مال فانی جسمین اکثر بہت مشقتین اُٹھانی پڑتی ہین نہین دیگا تم اس ارشاد خداوندی کو بھول گئے و فی السماء رزقکم و ما توعدون خدا اس جہالت سے بچاوے یہ اعتقاد کرنا تو سر کے بل جاہ ضلالت اور حماقت مین گرنا اسیطرح کے لوگ اگر اس آیت کے مصداق ہون تو زیبا ہے و لو تری اذ المجرمون ناکسوا رؤسھم عند ربھم ربنا ابصرنا و سمعنا فارجعنا نعمل صالحا یعنی ہمنے معلوم کرلیا کہ تیرا قول درست تھا و ان لیس للانسان الا ما سعی اب تو ہمکو دنیا مین ہٹادے کہ ہم کوشش کرین پھر اُسوقت پھرنا کہان بلکہ عذاب ہوگا اور اُسکی جان خداے تعالی جہالت اور شک سے بچاوے جسکے سبب ضرور ہی انجام خراب ہوتا ہے

اور کبھی تو بہت سے لوگ جو منکر مرد اسکے ہوئے ہین پاس ایک روپیہ نہیں رکھو اور بس لیا اب بھی ہم کیسے بھلا ہی ۱۲

تیسرا بیان اِس بات کا کہ اگر تائب سے اتفاقاً یا قصداً کوئی گناہ ہوجاوے تو اُسکو کیا کرنا چاہیے واضح ہو کہ جب تائب شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوجاوے تو اُسپر دو باتین واجب ہین اول یہ کہ توبہ اور ندامت کرے دوسرے یہ کہ اُس گناہ کے محو کرنے کے لیے کوئی نیکی اُسکی ضد مین کرے جیسا کہ ہم اوپر اُسکا طریق لکھ چکے ہین پس اگر نفس نے عزم آیندہ کے چھوڑنے کا بسبب غلبۂ شہوت کے نہ کیا تو گویا ایک واجب کی بجا آوری سے عاجز ہو اِس صورت مین نہین چاہیے کہ دوسرے واجب کو بھی ترک کرے بلکہ نیکی کرکے بدی کے محو کرنے کی تدبیر کرے اور حسنات سے اُن سیئات کا کفارہ کرتے تاکہ اور کچھ نہو تو یہ تو ہو کہ عمل صالح اور عمل بد دونون کا عامل ٹھہرے اور حسنات جنسے کہ سیئات محو ہوتے ہین وہ یا دل سے ہوتے ہین یا زبان سے یا اعضاء سے پس جس جگہ سے کہ بدی کا مرتکب ہوا ہو یا بدی کا سبب جہان سے پیدا ہوا ہو نیکی بھی اُسی جگہ سے کرنی چاہیے مثلاً اگر بدی کا ظہور دل سے ہوا ہو تو اُسکو اِس طرح مٹاوے کہ خدائے تعالیٰ کی جناب مین گریہ و زاری کرے اور مغفرت اور عفو کا خواہان ہو اور جیسے غلام بھاگا ہوا ذلیل ہوتا ہے ویسا ہی اپنے آپ ذلیل بنے حتی کہ سب لوگون پر ذلت ظاہر ہوجاوے اور اُسکا طور یہ ہے کہ جسقدر بُرائی اُنمین کرتا ہو اُسکو کم کردے اسواسطے کہ بھاگے ہوے غلام کو دوسرے غلامون پر تکبر کرنے کی کیا وجہ ہے اُسکو تو ہر دم یہ خیال چاہیے کہ بزدر آمد بندۂ بگریختہ آبروے خود ز عصیان ریختہ اور نیز دل سے عزم طاعات کا اور اہل اسلام پر خیرات کا رکھے اور زبان سے کفارہ کا طور یہ ہے کہ اپنے ظلم کا اقرار کرے اور یون کہے رب ظلمت نفسی وعملت سوءً فاغفرلی ذنوبی جسکا مضمون اِن اشعار مین ہے اشعار

پادشاہا جرم ما را در گذار	ما گنہگاریم و تو آمرزگار	تو نکو کاری و ما بد کردہ ایم
مغفرت دارم امید از لطف تو	زانکہ خود فرمودۂ لا تقنطوا	جرم بے اندازہ بیحد کردہ ایم

اور اقسام استغفار کے جو ہمنے باب دعا و ذکر مین لکھے اُنکو بہت کہتا رہے۔ اور اعضا سے کفارہ کرنے کا طور یہ ہے کہ طاعات اُنسے بجا لاوے اور صدقات اور اقسام عبادات ادا کرے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی گناہ کے پیچھے آٹھ کام کرے تو توقع ہے کہ وہ گناہ معاف ہوجاوے چار کام تو دل کے اعمال مین سے ہین اول توبہ کرنا یا قصد توبہ کرنا دوم گناہ سے احتراز کرنے کا اچھا معلوم ہونا سوم گناہ پر عذاب سے ڈرتے رہنا چہارم اُسکے بخشے جانے کی توقع کرنی اور چار کام اعضا کے اعمال مین سے ہین اول یہ کہ گناہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھے دوم اس دوگانے کے بعد ستر بار استغفار اور سو مرتبہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے سوم کچھ صدقہ دے چہارم ایک روزہ رکھے اور بعض روایات مین ہے کہ وضو کامل کرکے مسجد مین جاوے اور دوگانہ نماز پڑھے اور بعض مین چار رکعتون کا مذکور ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ جب کوئی بُرائی کرے اُسکو چاہیے کہ اُسکے بعد بھلائی کرے تاکہ اُسکی مکافات ہوجاوے پوشیدہ بُرائی کے عوض پوشیدہ بھلائی کرے اور ظاہر کے عوض ظاہر اور اسی بنا پر یہ قول ہے کہ پوشیدہ صدقہ دینے سے رات کے گناہ محو ہوتے ہین اور ظاہر صدقہ دینے سے دن کے اور ایک حدیث صحیح مین ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے سب کچھ کیا مگر زنا نہین کیا جو خدائے تعالیٰ کا حکم ہو وہ آپ میرے اوپر جاری فرمائیے آپ نے اُس سے پوچھا کہ تونے ہمارے ساتھ کیا صبح کی نماز نہین پڑھی اُسنے عرض کیا کہ پڑھی ہے آپ نے فرمایا کہ نیکیان بدیون کو کھودیتی ہین اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زنا سے کم مباشرت عورتون کی گناہ صغیرہ ہے اسلیے کہ نماز کے باعث سے جاتا رہتا ہے اور کبیرہ گناہ نماز سے نہین محو ہوتا چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ الصلوات الخمس کفارات لما بینہن الا الکبائر بہر حال آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس کا حساب ہر روز کیا کرے اور اپنی خطاؤن کو جمع کیا کرے اور اُنکے دور کرنے مین محنت کرکے اُتنی ہی حسنات کیا کرے اب اگر یہ کہو کہ حدیث شریف مین مذکور ہے کہ جو شخص گناہ سے استغفار کرے اور اُسپر اصرار کرتا جاوے وہ گویا خدائے تعالیٰ کے ساتھ ہنسی کرتا ہے پس جب تک کہ اصرار کا

ح اصحاب سنن بروایت ابوبکر صدیق رضہ ح بیہقی در شعب

ح روایت ابن عباس رضہ

ح بیہقی در شعب مرسل ...

ح بروایت انس رضہ

ح مسلم بروایت ابو ہریرہ رضہ

ح ... بیہقی در شعب ... ابن عباس رضہ

عقدہ حل نہوگا تب تک استغفار کیسے مفید ہوگا اور بعض اکابر فرماتے تھے کہ مین اپنی زبانی استغفار سے بھی استغفار کرتا ہون اور یہ قول ہے کہ صرف زبان سے استغفار پڑھنا جھوٹون کی توبہ ہے اور حضرت رابعہ عدویہ فرماتی ہین کہ ہمارے استغفار کے لیے بہت سا استغفار چاہیئے اور روایات مین کونسا استغفار مراد ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ استغفار کی فضیلت مین اخبار بیشمار وارد ہین چنانچہ انکا ذکر باب ادعیہ اور اذکار مین لکھا گیا اور اس سے بڑھکر اور کیا فضیلت ہوگی کہ خداوند کریم نے استغفار کا اثر وہی ارشاد فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف رکھنے سے فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون اسی جہت سے بعض صحابہ رضہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لیے دو پناہین تہین ایک پناہ تو چلی گئی یعنی وجود باجود جناب سرور کائنات کا ہم مین نرہا اور ایک ابھی باقی ہے یعنی استغفار موجود ہے اگر وہ بھی نرہیگا تو ہم ہلاک ہوجاوینگے - اب ہم کہتے ہین کہ جو استغفار کہ جھوٹون کی توبہ ہے وہ صرف زبانی استغفار ہے اسطرح کہ دل کی شرکت اسمین کچھ نہو جیسے عادۃً براہ غفلت کہدیا کرتے ہین کہ استغفر اللہ یا جیسے آگ دوزخ کا بیان سنا تو کہدیا کہ نعوذ باللہ منہا بدون اسکے کہ دل مین کچھ اسکی تاثیر ہو اسمین صرف زبان کی حرکت ہوتی ہے اُس سے کچھ فائدہ نہین ہان اگر اُسکے ساتھ دل سے خدا کی طرف تضرع اور التجا کرے اور ارادہ صادق اور نیت خالص اور رغبت کامل سے مغفرت کا سائل ہو تو یہ البتہ ایک حسنہ ہے اور اسمین لیاقت اس بات کی ہے کہ برائی کو دور کرسکے اور اخبار فضائل استغفار مین وارد ہین انمین اسی استغفار سے غرض ہے یہانتک کہ ارشاد فرمایا ما اصر من استغفر ولو عاد فی الیوم سبعین مرۃ اس حدیث مین استغفار سے استغفار قلبی مراد ہے اور توبہ اور استغفار کے بہت سے درجات ہین اوائل درجات بھی خالی از فائدہ نہین گو آخر تک نوبت نہ پہونچے اسی بنا پر حضرت سہیل تستری فرماتے ہین کہ بندے کو ہر حال مین ضرورت اپنے مالک کی ہوتی ہے تو اسکے حق مین بہتر یہی ہے کہ سب چیزون مین مالک ہی کی طرف رجوع کرے مثلاً گناہ مین مبتلا ہو تو التجا کرے کہ الٰہی میرا پردہ فاش نکر اور گناہ کر چکے تو دعا مانگے کہ الٰہی میری توبہ قبول فرما اور توبہ کے بعد عرض کرے کہ مجھے عصمت نصیب کر اور جب کوئی عمدہ کام کرے تو التماس کرے کہ خداوندا اس عمل کو مجھسے قبول کر اور کسی شخص نے اُنسے پوچھا کہ وہ استغفار کونسا ہے جو گناہون کو مٹاتا ہے آپنے جواب دیا کہ استغفار کا شروع تو استجابت ہے پھر انابت پھر توبہ استجابت سے اعمال اعضا کے مراد ہین مثل دوگانہ و دعا اور انابت سے اعمال قلوب یعنی صدق ارادت اور خلوص نیت وغیرہ مراد ہین اور توبہ سے یہ غرض ہے کہ خلق کو چھوڑکر مالک کی طرف متوجہ ہو اور نعمت الٰہی کی ناواقفیت اور اُسکے شکر گزار نہونے کا قصور جو اسمین ہے اُس سے مغفرت کا خواہان ہو تاکہ وہ قصور معاف ہو اور مالک کے پاس اُسکا ٹھکانا ہے پھر توبہ کے بعد تنہائی اختیار کرنی پھر توبہ پر ثابت رہنا پھر بیان اُسکے بعد فکر اُسکے بعد معرفت اُسکے بعد مناجات اُسکے بعد صفاء ثابت اُسکے بعد موالات اُسکے بعد راز کی گفتگو جسکو خلت کہتے ہین یہ سب نتائج استغفار پر مرتب بتدریج ہوتے ہین اور یہ بات اُسی بندے کے دل مین ٹھہرتی ہے جسکی غذا علم ہو اور قوام ذکر الٰہی اور توشہ رضا اور اُسکا رفیق توکل ہو ایسے دل کی طرف خدائے تعالی نظر عنایت سے دیکھکر اُسکو عرش پر اٹھا لیتا ہے اُسکا مقام اور عرش کے اٹھانے والون کا مقام ایک ہوجاتا ہے اور کسی شخص نے اس حدیث کا حال پوچھا کہ التائب حبیب اللہ آپنے فرمایا کہ حبیب جب ہوتا ہے جب وہ باتین اسمین پائی جاوین جو اس آیت مین مذکور ہین التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناہون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ اور فرمایا کہ حبیب اُسکو کہتے ہین کہ جو چیز اپنے حبیب کو بری معلوم ہو اُسکے گرد نہ پھیرے - حاصل یہ ہے کہ توبہ کے ثمرے دو ہین اول گناہون کو مٹانا یہانتک کہ ایسا ہوجاوے کہ گویا گناہ کیا ہی نہین اور دوسرا ثمرہ درجات کا ملنا تاکہ حبیب ہوجاوے اور گناہ کے مٹانے کے درجات مختلف ہین بعضون سے اصل گناہ بالکل زائل ہوجاتا ہے اور بعض مین صرف گناہ کی تخفیف ہوتی ہے الخ

درجات کا اختلاف بسبب اختلاف توبہ کے درجات کے ہوتا ہی حاصل یہ کہ دل سے استغفار کرنا اور حسنات سے تدارک کرنا اگرچہ ابتدائی
درجات مین اصرار کے عقدے کو حل نکرین تاہم فائدے سے خالی نہین پس یہ گمان نکرنا چاہیے کہ ایسے استغفار و حسنات کا وجود و عدم
برابر ہی بلکہ ارباب مشاہدہ اور اہل دل کو قطعاً معلوم ہو گیا ہی کہ قول خداوندی فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ بیشک درست ہی ہر ذرہ خیر مین
کچھ نہ کچھ اثر ضرور رہتا ہی جیسے کانٹے مین ایک طرف ایک چانول ڈالدو تو کچھ نہ کچھ جھک جاویگا اور اسکی کچھ تاثیر نہو تو چاہیے کہ دوسرا چانول
اگر ڈالدین جب بھی کچھ اثر نہو اور اس سے یہ لازم آتا ہی کہ چانول اگر زیادہ بھی اسمین ڈالے جاوین تب بھی پلہ نہ جھکے حالانکہ یہ قطعاً محال ہی
یہی حال حسنات اور ذرات خیر کا ہی کہ انسے بھی میزان اعمال مین پلۂ حسنات پر ضرور ہی اثر ہوتا ہی اور بہت سی ہو کر سیات کا پلہ جھکے
مقابل مین اٹھ جاتا ہی پس آدمی کو چاہیے کہ کسی حال مین تھوڑی سی خیر کو اور ذرہ بھر طاعت کو حقیر جانکر فروگذاشت نہ کرے اور
نہ کبھی ادنی گناہ کو قلیل سمجھکر اسکا مرتکب ہو جیسے کوئی بیوقوف عورت کاتنے کے لیے بہانہ کرے کہ مین ایک گھڑی مین صرف ایک
ڈورا کات سکتی ہون اس ایک دھاگے سے کونسا مال جمع ہو جاویگا یا کیا کپڑا تیار ہوگا اس احمق کو یہ معلوم نہین کہ دنیا کے جتنے کپڑے
ہین سب ایک ایک تار ہی سے بنے ہین اور تمام دنیا خود بھی باوجود اتنی وسعت کے موجودات ہی سے بنی ہی غرضکہ تضرع اور استغفار
دل سے کرنا ایک ایسی نیکی ہی جو خدا کے نزدیک ہرگز ضائع نہین ہوتی بلکہ میرا تو یہ قول ہی کہ صرف زبان ہی سے استغفار کرنا بھی
حسنہ مین داخل ہی کیونکہ زبان کو غفلت کے ساتھ استغفار کے لیے ہلانا اس سے تو بہتر ہی کہ اسوقت مین کسی مسلمان کی غیبت یا کلام
فضول کے لیے حرکت دے اور چپ رہنے کی نسبت بھی بہتر ہی گو عمل قلبی کی نسبت ناقص ہی مگر زبان کے سکوت اور لغویات سے
بہرصورت افضل ہی چنانچہ بعض مریدین نے اپنے مرشد ابو عثمان مغربی سے عرض کیا کہ میری زبان بعض اوقات ذکر و قرآن پر
جاری ہو جاتی ہی حالانکہ میرا دل غافل ہوتا ہی انھون نے فرمایا کہ خدا کا شکر کرو کہ اسنے تمھارے ایک عضو کو خیر مین لگایا اور ذکر کا
عادی بنایا اور شر مین نہ لگایا نہ فضول کا عادی فرمایا۔ اور بیشک ان حضرت کا قول درست ہی اسلیے کہ اعضا کو اگر خیر کی عادت
مثل امور طبعی ہو جاتی ہی تو موجب بہت سے گناہون کے دفع کی ہوا کرتی ہی مثلاً ایک شخص استغفار کا عادی ہی وہ جب کسی سے کوئی
جھوٹ بات سنیگا فوراً کہہ بیٹھیگا استغفر اللہ اور جسکی عادت لغو گوئی کی ہوگی وہ جلدی سے یہی کہیگا کہ تم نے کیا بیوقوف ہو یا کیسا بڑا
جھوٹ تمھارا ہی یا ایک شخص عادی نعوذ باللہ منہ کہنے کا ہی وہ جب کسی شریر کی شرارت کے افعال سنیگا عادت کے طور پر کہیگا کہ نعوذ
باللہ منہ الا اگر فضول و لغو کا عادی ہوگا تو کہیگا خدا اسپر لعنت کرے انمین ایک کلمہ کہنے مین گنہگار ہوگا اور دوسرا کہنے مین
بچا رہیگا اور بچاؤ کی صورت زبان کے عادی خیر ہونے کا اثر ہی اور منجملہ معانی اس آیت کے ہی ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور اس
آیت کے قرآن تک حسنة یضاعفها و یؤت من لدنه اجرا عظیما تو دیکھنا چاہیے کہ صورت مذکورہ بالا مین کس طرح حسنہ کو دو چند کیا
یعنی غفلت مین استغفار پڑھنا زبان کی عادت کردے یہان تک کہ اس عادت کے باعث گناہ کے شر کو دفع کیا کہ غیبت اور لعن اور
فضول سے روک دیا یہ زیادتی تو دنیا مین اس ادنی طاعت کی ہی اور آخرت کی جو بہتری کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہین حال آدمی کو
نہین چاہیے کہ طاعات مین صرف اوقات کا لحاظ کرکے انکی رغبت کم کردے اسلیے کہ ایک مکر شیطانی ہی کہ شیطان اس سے
مغالطہ کھانے والون کو دم دیا کرتا ہی انکو یہ سمجھاتا ہی کہ تم ارباب دانش ہو کہ خفیہ اسرار و رازون کو پہچانتے ہو زبان سے ذکر کرنا
اور دل کا غافل رہنا محض بیفائدہ ہی اس مکر کے باعث خلق کی تین قسمین ہو گئین ایک تو وہ جنھون نے اپنی جان پر ظلم کیا اور
ایک خیرات مین آگے بڑھنے والے اور ایک میانہ رو جو سبقت خیرات مین کرتے ہین وہ تو شیطان کے جواب مین کہتے ہین کہ تو
درست کہتا ہی مگر اس کلمہ حق سے مطلب تیرا باطل ہی ہم تجکو دوبارہ ستاوینگے اور دو طور سے تجھے ذلیل بناوینگے اسکے بعد حرکت

جو کوئی ذرہ بھر بھلائی دیکھ لیگا ۱۲
تحقیق کہ اللہ نہین کھوتا ... کا ۱۲

زبان کے ساتھ حرکت دل بھی شامل کر لیتے ہین اور انکی مثال اس باب مین ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی شیطان کے زخم کا علاج کرے اور اسپر نمک چھڑک دے اور ظالم اپنے نفس کے وہ لوگ ہین جو اپنے آپ کو واقف دقیقہ سمجھکر جونکہ اخلاص قلبی سے عاجز ہوتے ہین تو زبان کی عادت بھی ذکر کے ساتھ چھوڑ دیتے ہین ان لوگون پر شیطان کی بن پڑتی ہے اور کمال درجے کی موافقت ہو جاتی ہے بلکہ سگ زر دیرا در شغال و ہر دون ایک سے ہو جاتے ہین۔ اور میانہ رو وہ ہے جو شیطان کے برخلاف اپنے دل کو عمل مین شریک تو نہین کر سکتا الا یہ جانتا ہے کہ صرف ذکر لسانی بہ نسبت قلبی کے ناقص ہوتا ہے مگر پھر بھی سکوت اور لغو گوئی کی نسبت کر افضل ہے اس خیال سے حرکت زبانی نہ چھوڑے اور خدا سے دعا کرے کہ جیسی میری زبان کو عادت خیر ڈالی ہے ایسا ہی دل کو بھی شریک کا فرمائے اور انمین سے اول شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی جولاہہ اپنے کام کو برا سمجھکر مہر بنجا دے اور دوسرے کی مثال یہ ہے کہ جولاہہ اپنا پیشہ برا جانکر جلال خور کا کام کرنے لگے اور میانہ رو کی مثال یہ ہے کہ پیشہ نوربافی والا جو کتابت سے عاجز ہو کے کہ مین اس پیشہ کی مذمت کا منکر نہین ہون الا بہ نسبت کتابت کے یہ برا ہے بہ نسبت پاخانہ اٹھانے کے برا نہین اور چونکہ مین کتابت سے عاجز ہون اسلیے اپنا پیشہ کیون چھوڑدون۔ اب ہم کہتے ہین کہ قول حضرت رابعہ عدویہ کا یعنی ہماری استغفار کے لیے بھی بہت سا استغفار چاہیے اس سے یہ غرض ہے کہ از انجا کہ ہمارے استغفار مین دل غافل رہتا ہے اور صرف زبان حرکت کرتی ہے اس جہت سے بباعث غفلت دل کے اس استغفار سے بھی استغفار چاہیے یہ معنی نہین کہ زبان کی حرکت کی مذمت اس قول سے پائی جاتی ہے بلکہ غفلت دل ہی کی قباحت مراد ہے جس سے حاجت استغفار کی ہوتی ہے ذکر زبانی سے حاجت استغفار کرنے کی نہین پس اگر بالفرض کوئی استغفار زبانی بھی نہ کرے تو اس صورت مین دو استغفارون کی حاجت ہوگی ایک تو استغفار سے غفلت کے باعث اور دوسرے استغفار مین غفلت قلبی کے باعث غرضکہ مذمت مذموم چیز کی اور تعریف عمدہ چیز کی اسطرح سمجھنی چاہیے نہین تو اس حدیث کے معنی سمجھ مین نہ آوینگے حسنات الابرار سیئات المقربین کیونکہ یہ باتین باضافت پائی جاتی ہین انکو بدون اضافت نہ لینا چاہیے بلکہ کسی ذرہ بھر طاعت اور گناہ کو حقیر و ناچیز نہ سمجھنا چاہیے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے تین چیزین تین چیزون مین مخفی رکھی ہین اول اپنی رضا مندی کو اپنی طاعت مین پس کسی طاعت کو حقیر مت جانو شاید خدا ہی تعالی کی رضامندی اسیمین ہو دوم اپنے غضب کو معاصی مین تو کسی گناہ کو چھوٹا مت سمجھو شاید اسکا غضب اسیمین ہو سوم اپنی ولایت کو بندون مین مخفی رکھا ہے تو بندون مین سے کسی کو حقیر مت سمجھو شاید اللہ کا ولی وہی ہو **شعر** خاکساران جہان را بحقارت منگر توچہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد ۔ پھر ان تین باتون پر آپ نے یہ اور زیادہ فرمایا کہ اجابت کو بھی خداے تعالی نے دعا مین پوشیدہ رکھا ہے پس دعا مانگنی ترک نکرو شاید قبولیت اسیمین ہو

چوتھی فصل توبہ کی دوا کے بیان مین اور اس علاج کے طریق مین جس سے کہ گناہ پر اصرار رہنے نہ پاوے واضح ہو کہ آدمی دو قسم کے ہین ایک تو وہ کہ جنکو میل بری بات کا ہوا انکا نشو و نما شر سے احتراز کرنے اور خیر ہی پر ہوا ہو ایسے ہی لوگون کی شان مین یہ حدیث شریف وارد ہے عجب ربک من شاب لیس لہ صبوۃ مگر ایسے لوگ نادر و کمیاب ہین اور دوسری قسم وہ ہین کہ ارتکاب گناہ و نہین بچتے پھر اس قسم کے دو فریق ہین ایک اصرار کرنے والے دوم تائب اور ہماری غرض یہ ہے کہ اصرار کے دور کرنے کا علاج بیان کرین اور اسی کی دوا بتا دین اسلیے ہم کہتے ہین کہ شفا توبہ بدون علاج میسر نہین ہوتی اور از انجا کہ اسباب مرض کے خلاف کرنے کا نام علاج کرنا ہے تو جو شخص مرض سے واقف نہوگا وہ علاج سے بھی جاہل رہیگا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو مرض کسی سبب سے پیدا ہوا اسکی دوا یہی ہے کہ اس سبب کو دور اور بیکار کیا جاوے اور ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز اپنی ضد سے بیکار ہوتی ہے

ع حسنات الابرار سیئات المقربین

ع ایسے جوان سے ... طبرانی بروایت ... ابن ماجہ

اب اگر مرض اصرار کو لحاظ کرو تو دریافت ہوگا کہ اُسکا سبب غفلت اور شہوت ہے جسمین غفلت سب بُرائیون کی جڑ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے اولٰئک ہم الغافلون لاجرم انہم فی الآخرۃ ہم الخاسرون بہرحال جو چیز غفلت اور شہوت کی ضد ہوگی اُسی سے اُسکا
علاج بن پڑیگا اور چونکہ غفلت کی ضد علم ہے اور شہوت کی ضد محرکات شہوت کے چھوڑنے پر صبر کرنا اسی واسطے توبہ کا علاج بھی
اُس معجون سے ہوگا جسمین حلاوت علم کی اور تلخی صبر کی موجود ہو۔ اور جس طرح کہ سکنجبین مین شیرینی شکر کی اور ترشی سرکے کی اُٹھی
رہتی ہے مگر اُس سے علاج کرتے ہین مقصود اور فائدہ دونون چیزون کا ملحوظ رہتا ہے اور اسباب صفرا کے ہیجان مین آنے والے متاصل
ہوجاتے ہین اسی طرح جس دل مین مرض اصرار ہے اُسکے علاج مین بھی فائدہ معجون کے دونون اجزا کا یعنی علم اور صبر کا جدا جدا سمجھنا چاہیے
علم مین تو یہ بات قابل تحقیق کرنے کے ہے کہ اصرار کے دور کرنے مین ہر ایک علم کارآمد ہے یا کوئی علم مخصوص اسکے لیے ضروری ہے تو
معلوم کرنا چاہیے کہ علوم سب کے سب امراض دل کے علاج ہین الا ہر ایک مرض کے لیے ایک علم مخصوص ہے جیسا کہ علم طب سب مرضون کے
علاج مین فی الجملہ نافع ہے مگر ہر علت کے لیے ایک خاص علم چاہیے اسی طرح اصرار کے علاج کو سمجھنا چاہیے پس ہم خاص وہی علم
لکھتے ہین جو اس علاج مین کام آوے اور اُسکو بدن کے امراض کی مثال پر لکھتے ہین تاکہ سمجھ مین جلد آوے اب ہم کہتے ہین کہ
مریض آدمی کو کئی باتین تصدیق کرنی پڑتی ہین اول تو یہ کہ اس بات کو مانے کہ مرض اور صحت دونون کے لیے کچھ سبب ہین اور
وہ سبب خداوند کریم نے ہمارے اختیار مین رکھدیے ہین اس سے اصل طب کا یقین ہوتا ہے جسکو یہ یقین نہین ہوتا وہ علاج بھی
نہین کراتا اور مستحق موت کا ہوتا ہے اسی طرح اصرار مین اول ایمان اصل شرع پر ہونا چاہیے یعنی اس بات کو جانے کہ سعادت
اُخروی کا بھی ایک سبب ہے جسکو طاعت کہتے ہین اور شقاوت کا بھی ایک سبب ہے جسکو معصیت بولتے ہین اس ایمان کا ہونا
ضروری ہے خواہ بطور تحقیق ہو یا بطور تقلید دوسرے یہ کہ مریض کو کسی طبیب خاص کا اعتقاد چاہیے کہ وہ طب کا عالم اور حاذق ہے
جو دوا بتلاتا ہے ٹھیک ہوتی ہے جھوٹ نہین کہتا نہ کچھ لاگ لپیٹ رکھے اسلیے کہ صرف علم طب پر یقین کرنے سے کیا ہوتا ہے اسی طرح
اصرار والے کو ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق ہونے پر چاہیے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا بیشک ویسا ہی ہوگا اُسکے خلاف
سرمو نہوگا تیسرے یہ کہ مریض کو طبیب کا قول سُننا چاہیے کہ کس کس میوے کے کھانے اور کونسے اسباب مضر کو منع کرتا ہے تاکہ
بدپرہیزی کا خوف دل مین سما جاوے اور اُسکے باعث پرہیز پر آمادہ ہو اسی طرح اصرار والے کو اُن آیات و اخبار کا سننا اور پڑھنا
چاہیے جنمین ترغیب تقوی کی اور ڈرانا گناہون کے مرتکب ہونے اور خواہش نفس کی پیروی سے مذکور ہے جو کچھ اس بات مین سُنے
اُسکو بلاتردد مان لے تاکہ اس سبب سے خوف پیدا ہو جس سے کہ صبر کو قوت ہوتی ہے اور یہی صبر پچھلا رکن علاج مین ہے چوتھے یہ کہ مریض کو
چاہیے کہ طبیب جو کچھ اُسکے مرض خاص کے لیے بتاوے اور جس پرہیز کو خود اُسکے لیے لازم کر دے اُسپر خوب دھیان کرے یعنی
اول تفصیل اپنے احوال اور افعال اور اکل و شرب کی معلوم کرلے کہ اُنمین سے میرے مرض خاص کے لیے کونسی مضر ہے
اسواسطے کہ ہر ایک مریض کو ہر چیز سے پرہیز ضرور نہین نہ ہر ایک دوا مفید بلکہ ہر ایک مرض خاص کے لیے علم بھی خاص ہے اور
علاج بھی خاص اسی طرح ہر ایک انسان تمام شہوات کا اور کل معاصی کا مرتکب نہین ہوتا بلکہ ہر مومن کے لیے ایک گناہ یا چند گناہ
خاص ہوتے ہین اُسکو سردست اسقدر جاننا ضرور ہے کہ یہ گناہ ہین پھر یہ جاننا چاہیے کہ ان گناہون کے آفات کیا ہین اور اُنسے
دین مین کسقدر نقصان ہوتا ہے پھر علم اس بات کا چاہیے کہ اُنسے صبر کس طرح ہو سکتا ہے پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ پہلے جو گناہ ہوچکے
اُنکا محو کیسے ہو تو یہ علوم وہ ہین جنکو خاص علماے دین جو وارث مرسلین ہین جانتے ہین پس گناہگار کو جب پتا لگا تو معلوم ہو کہ اُسکو
چاہیے کہ اپنے روگ کا علاج کسی طبیب یعنی عالم دین سے شروع کرے اور اگر اُسکو نہ معلوم ہو کہ جس فعل کا مین مرتکب ہون وہ

گناہ ہی تو عالم کو چاہیے کہ اُسکو یہ بات سوجھاوے اور اُسکی صورت یہ ہو کہ ہر ایک عالم ایک ولایت یا شہر یا محلہ یا مسجد یا مجمع کا کفیل ہو جاوے کہ وہان کے لوگون کو دین بتلاوے اور جو بات اُنکے حق مین مضر ہو اور جو مفید ہو سب جدا جدا سمجھاوے اسباب سعادت اور شقاوت کو واشگاف کہدے اور اس بات کا منتظر نرہے کہ کوئی پوچھے تو بتاؤن بلکہ خود لوگون کو اپنے پاس بلا کر فہمایش کا کفیل ہو اسلیے کہ علما وارث انبیا ہین انبیا علیہم السلام نے لوگون کو اُنکی جہالت پر نہ چھوڑا بلکہ عین مجمعون مین اُنکو پکارتے اور شروع مین اُنکے گھر گھر پھرتے اور ایک ایک کو تلاش کرکے ہدایت کرتے کیونکہ دل کے مریضون کو اپنے مرض کا حال معلوم نہین ہوتا مثلاً اگر کسی کے منھ پر برص کے داغ ہون اور آئینہ اُسکے پاس نہو تو اُسکو اپنے مرض کا حال معلوم نہو گا جب تک کہ کوئی دوسرا شخص نہ بتلاوے - اور یہ بات سب علما پر فرض عین ہے اور تمام سلاطین پر فرض ہے کہ ہر ایک گانوُن اور ہر محلہ مین ایک فقیہ متدین مقرر کردین جو لوگون کو دین سکھلایا کرے کیونکہ آدمی سب جاہل ہی پیدا ہوتے ہین تو دعوت اسلام اصل اور فرع کے لیے بھی ضروری ہے اور دنیا ایک بیمارخانہ ہے اسلیے کہ پیٹ کے اندر ہے وہ تو مردہ ہی اور جو اُسپر موجود ہے وہ بیمار ہے اور دل کے بیمار بنسبت جسم کے بیمارون کے زیادہ ہین اور علما طبیب ہین اور سلاطین اس بیمارخانہ کے منتظم پس جو بیمار کہ علاج نہ مانے اور عالم کی بتائی ہوئی دوا کو پذیرا نہ کرے وہ سلطان کے سپرد ہونا چاہیے تاکہ اُسکے شر سے لوگون کو بچاوے جیسے کوئی مریض پرہیز نہین کرتا یا دیوانہ ہو جاتا ہے تو طبیب اُسکو پاگل خانے کے داروغہ کے سپرد کردیتا ہے تاکہ اُسکے بیڑیان اور ہتکڑیان ڈالکر اپنے آپ کو اور تمام خلق کو اُسکے شر سے بچاوے - اور دل کے مرض جو بدن کی نسبت زیادہ ہوگئے ہین اُسکی تین وجہین ہین اول تو یہ کہ دل کے مریض کو یہ معلوم نہین ہوتا کہ مین مریض ہون دوسری یہ کہ انجام اس مرض کا دنیا مین مشاہدہ نہین ہوتا بدن کے مرض کا انجام تو سب دیکھتے ہین کہ موت ہوتی ہے جس سے طبیعت کو نفرت ہے اور موت کے بعد کا احوال کسی کو نہین سوجھتا اور گناہون کا انجام دل کی موت ہے جو دنیا مین معلوم نہین پڑتی اسی واسطے نفرت گناہون سے کم ہوتی ہے گو مرتکب کو معلوم بھی ہو کہ مین گناہ کرتا ہون اور یہی وجہ ہے کہ دل کے مرض کے لیے تو خدا کے فضل پر تکیہ سمجھتا ہے اور بدن کے مرض کے لیے علاج مین خوب کوشش کرتے ہین کسی دوا پر بس نہین کرتے اور تیسری وجہ جو مرض لاعلاج ہے وہ یہ ہے کہ طبیب نایاب ہے اسلیے کہ اس مرض کے طبیب عالم ہین اور وہ اس زمانے مین مرض سخت مین مبتلا ہین کہ جسکے علاج سے تھک گئے ہین اور چونکہ یہ مرض سب مین موجود ہے اسلیے اُنکا نقصان ظاہر نہین ہوتا تو ناچار مخلوق کو بہکاتے ہین اور ایسی باتین اُنکو بتاتے ہین جنسے اُنکا مرض اور زیادہ ہو کیونکہ مرض مہلک تو محبت دنیا ہے اور یہی مرض طبیبون پر غالب ہے پس یہ مضمون مریضون کے لیے ہو رہا ہے ع فردہ باد ای گم طبیبی آپ ہی بیمار ہو ع یہ لوگ خلق کو محبت دنیا سے نہین ڈراتے اس خیال سے کہ کوئی یہ نکہے کہ اورون کو تو علاج بتاتے ہو اپنے آپکو اس سے بچا ہی وجہ سے یہ مرض پھیل گیا اور بڑی وبا چھا گئی لوگ تباہ ہوگئے دوا کا نام نہ رہا نہ طبیب کا نشان بلکہ طبیب بہکانے مین طرح طرح سے مشغول ہوگئے کیا خوب ہوتا جو یہ لوگ نصیحت نہ کرتے تو خیانت ہی چھوڑ دیتے اگر اصلاح نہ کرتے تو بگاڑ ہی ترک کردیتے بلکہ اگر چپ رہتے اور کچھ نہ بولتے جب بھی بہت خوب تھا کیونکہ جب کچھ کہتے ہین تو تمام وعظ مین زیادہ تو غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح لوگون کے دل ہماری طرف رجوع ہون اور اس بات کا حاصل ہونا بدون اسکے نہین ہوسکتا کہ اُنکو توقع مغفرت کی بندھوا دین اور اسباب رجا کو ترجیح دین اور رحمت کے دلائل ذکر کرین اسلیے کہ یہ باتین کانون کو اچھی معلوم ہوتی ہین اور طبیعت پر ہلکی گذرتی ہین ایسے وعظ سنکر جو لوگ گھرون کو لوٹتے ہین تو اور زیادہ جرأت گناہون کی ہوجاتی ہے اور اللہ کے فضل پر تکیہ بڑھ جاتا اور انتہا کہ نیم حکیم خطرۂ جان مشہور ہی تو ظاہر ہے کہ جو طبیب جاہل یا خائن ہوگا تو اُسکا نسخہ سم قاتل ہوگا کیونکہ جہان موقع کسی دوا کا ہے وہان اور کچھ اُسکو دیگا ہر چند رجا اور خوف دونون دوائین ہین مگر دو شخصون کے لیے ہین جنکو جدا جدا مرض ہو پس

جس شخص پہ خوف اتنا غالب ہو کہ دنیا کو ترک کردے اور اپنے نفس کو جو بات نہو سکے اُسکی تکلیف دے اور بالکل عیش و زندگی کو نفس پر تنگ کردے تو ایسے شخص کی کثرت خوف کو اسباب رجا بیان کرنے سے کم کرنا چاہئے تاکہ حد اعتدال پر آجاوے اسی طرح جو شخص گناہون پر مصر ہو اور توبہ کا متمنی مگر ناامیدی اور یاس کے سبب توبہ نکرتا ہو اور گناہون گذشتہ کو بڑا جانتا ہو تو ایسے شخص کے علاج مین بھی اسباب رجا کا ذکر کرنا مضائقہ نہین تاکہ اُسکو طمع توبہ کے قبول کی ہو اور توبہ کرے لیکن جو شخص کہ گناہون مین خوب ڈوبا ہوا ہو اور باوجود اسکے خدا کے فضل پر مغرور ہو اُسکا علاج اسباب رجا کے ذکر کرنے سے ایسا ہی ہے جیسا حرارت والے کا علاج شہد سے کرنا کہ شفا حاصل ہو یہ طریق جاہلون اور غبی لوگون کا ہے غرضکہ طبیبون کا فساد مرض کو لاعلاج کیے ہوئے ہے کہ اُسکی کچھ تدبیر نہین اب ہم وعظ کا وہ طریق بتلاتے ہین کہ جس سے مرض اصرار مین لوگون کو نفع ہو ہرچند وہ بہت طویل ہے کہ اُسکا بیان کامل ممکن نہین تاہم اُسکے وہ اقسام جن سے لوگون کو گناہ کے ترک کرنے پر آمادگی ہو اور اصرار کو چھوڑ دین لکھتے ہین پس جاننا چاہیے کہ واعظ کو چار قسمین بیان کرنی وعظ مین ضرور ہین اول یہ کہ قرآن مجید مین جو آیات عاصیون اور گناہگارون کے خوف دلانے کے لیے مذکور ہین انکو ذکر کرے اسی طرح احادیث مین جو روایات اس طرح کی ہین انکو بیان کرے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر روز جب فجر ہوتی ہے اور ہر شب جب شفق ڈوبتی ہے دو فرشتے چار آوازون مین ایک دوسرے کا جواب دیتے ہین اول ایک کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو یہ خلق پیدا نہوتی پھر دوسرا کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو اہل خلق بعد پیدا ہونے کے جان لیتے کہ کس واسطے پیدا ہوے ہین پھر پہلا کہتا کہ کاش ان لوگون کو جب یہ معلوم ہوا کہ کس واسطے پیدا ہوے ہین تو اپنے علم کے بموجب ہی عمل کرتے اور ایک روایت مین یہ قول یون آیا ہے کہ کیا اچھا ہوتا جو لوگ آپسمین بیٹھکر جو کچھ جانا تھا اسکا چرچا کرتے پھر دوسرا کہتا ہے کہ خوب ہوتا اگر یہ لوگ اپنے علم کے بموجب عمل نکرتے تو اپنے عملون سے توبہ ہی کرلیتے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو داہنا فرشتہ بائین سے کہتا ہے اپنی جو کہ وہ اُسپر حاکم ہے کہ چھ ساعت تک اس عمل کو مت لکھنا پس اس عرصہ مین اگر اُسنے توبہ و استغفار کیا تو نہین لکھتا ہے اور نہ لکھ لیتا ہے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو زمین پر جس جگہ ہوتا ہے وہ خدا سے اجازت چاہتی ہے کہ مجھکو حکم ہو تو اسکو دھنسا دون اور اسکے سر پر کا آسمان اجازت چاہتا ہے کہ مجھکو حکم ہو تو اسپر ٹوٹ پڑون ان دونون کو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندے سے باز رہو اور اسکو چھوڑ دو تمنے اسکو نہین پیدا کیا اگر تم اُسکو پیدا کرتے تو تمکو اُسپر رحم آتا شاید وہ توبہ کرے اور مین اُسکو معاف کر دون یا اس گناہ کے عوض کوئی عمل صالح کرے اور مین اس گناہ کو بھی اُسکے پاداش مین نیکی سے بدل دون پس اس آیت شریف مین یہی معنی مراد ہین ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ اور حضرت عمر سے یہ حدیث مروی ہے کہ مہر کرنے والا عرش کے پایہ سے لٹکا ہوا ہے جب بہت سی بے حرمتیان ہوتی ہین اور حرام چیزین حلال کیجاتی ہین اللہ تعالی مہر کرنے والے کو بھیج دیتا ہے وہ دلون پر مہر لگا جاتا ہے جو چیزین دلون کے اندر ہوتی ہین وہ اُسمین رہ جاتی ہین اور حضرت مجاہد رضہ اس حدیث کے راوی ہین کہ دل کی مثال ایسی ہے جیسے ہتھیلی کھلی ہوئی جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک انگلی بند ہو جاتی ہے یہان تک کہ سب انگلیان بند ہو جاوین جب دل بند ہو جاتا ہے تو وہی اسکا قفل ہے۔ اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ بندے کے اور خداے تعالی کے درمیان گناہون کی ایک حد معلوم ہے جب بندہ اُسپر پہونچ جاتا ہے تو اللہ تعالی اُسکے دل پر مہر کردیتا ہے اور پھر کبھی توفیق نیک کام کی نہین دیتا اسی طرح اخبار و آثار گناہون کی مذمت اور تائبین کی مدح مین بیشمار ہین واعظ کو چاہیے کہ اس طرح کی روایات کثرت سے بیان کرے اگر دعوی وراثت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ آپ نے روپیہ اشرفی تو چھوڑا ہی نہین تھا صرف علم و حکمت کو چھوڑا ہے اور ہر ایک عالم کو اسمین سے اُسیقدر ملا ہے جسقدر اُسنے قبول کیا اور دستور العمل بنایا

ح ابو منصور دیلمی فی مسند فردوس مین بروایت ابن عمر رض بسند ضعیف یہ مضمون اور الفاظ مین لکھا ہے

ترجمہ تحقیق اللہ تعالی روکتا ہے آسمانون کو اور زمین کو کہ ٹل جاوین اور اگر ٹل جاوین تو کوئی تھامے ۔۔۔

دوسری قسم قابل بیان حکایات انبیا علیہم السلام اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی ہین کہ گناہون کے سبب انپر کیسے مصائب گذرے
اس طرح کی حکایات دل پر بہت تاثیر کرتی ہین اور نفع محسوس ہوتا ہو مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا حال کہ گناہ کی بدولت کیا کیا
تھا یعنین اٹھائین جنت سے نکالے گئے یہانتک کہ روایت ہو کہ جب آپ نے درخت مین سے کھایا تو لباس بہشتی بدن پر سے
اُڑگیا اور سب ستر کھل گیا ننگی ہوگئی مگر تاج اور سہرے کو شرم آئی کہ آپ کے سر سے مفارقت کرین حضرت جبریل علیہ السلام نے تشریف لاکر
تاج سر سے اُتارا اور سہرے کو پیشانی پر سے کھولا پھر عرش کے اُوپر سے آواز ہوئی کہ تم دونون میرے پاس سے اُتر جاؤ جو میرا نافرمان ہو
اُسکا میرے پاس ٹھکانا کہان حضرت آدم علیہ السلام نے رو کر حضرت حوا علیہا السلام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ گناہ کی اول شامت
یہ ہو کہ حبیب کے پاس سے نکالے گئے اور روایت ہو کہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام پر جب خطا کے باعث عتاب ہوا یعنی اُس تقصیر پر
جو اُنکے گھر مین چالیس روز پوجی گئی اور بعضون کا یہ قول ہو کہ وہ خطا یہ تھی کہ ایک عورت نے آپ سے درخواست کی تھی کہ میرے باپ کی
مرضی کے موافق حکم فرمانا اور آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اچھا مگر پھر ویسا نہ کیا اور بعض فرماتے ہین کہ قصور یہ تھا کہ اُس عورت کی خاطر
دل مین یہ آیا تھا کہ فیصلے مین اُسکے باپ کو جتا دین بہرحال خطا کی عوض چالیس روز کے لیے آپ کی سلطنت چھن گئی اور آپ برے حال
بھاگے پھر تو یہ حال تھا کہ اگر کھانے کے لیے ہاتھ پھیلاتے تھے تو ٹکڑا نہ ملتا تھا اگر لوگون سے کہتے کہ مجھکو کھانا دو مین داؤد کا بیٹا سلیمان
ہون تو لوگ مارکر اور گالیان دے کر نکال دیتے روایت ہو کہ ایک بڑھیا کے گھر سے آپ نے کھانا مانگا اُسنے جھڑک دیا اور منھ پر تھوک دیا
اور ایک روایت مین ہو کہ ایک بڑھیا نے ایک پیشاب کا گھڑا آپ کے سر پر الٹ دیا سچ ہو شعر عزیزے کہ ہر کز درش سر بتافت ٭ بہر در
کہ شد ہیچ عزت نیافت ٭ پھر جب حکم الٰہی سے آپ کی انگوٹھی مچھلی کے پیٹ مین سے نکلی اور چالیس روز یعنی مدت عقوبت کے بعد آپ نے
اُسکو پہنا تب تو پرندے جدا آپ کے سر پر سایہ کر کے کھڑے ہوئے اور جن اور شیطان و وحوش جدا پاس آئے اُنمین سے بعض نے جو آپ کی
خدمت مین کسی طرح کا قصور یا گستاخی کی تھی معذرت کی آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے نہ تمھارے افعال گذشتہ پر ملامت ہو نہ اس
معذرت پر محمدت یہ بات ایک سماوی تھی جسکا ہونا ضرور تھا۔ اور بنی اسرائیل کے قصون مین یہ بھی مذکور ہو کہ ایک شخص نے کسی دوسرے
شہر مین نکاح کیا تھا اپنے غلام کو اُس عورت کے لانے کے لیے بھیجا اُثنا راہ مین اُسکے نفس نے براہ نفسانیت اُس عورت سے اپنا
مقصود چاہا مگر اُس غلام نے اپنے نفس پر مجاہدہ کر کے روک رکھا اور اُسکی خواہش کا مغلوب ہوا اللہ تعالیٰ نے اُسکے تقویٰ کی بدولت
اُسکو بنی اسرائیل کا پیغمبر کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصون مین مذکور ہو کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ
خدا تعالیٰ نے آپ کو علم غیب کس لیے عنایت فرمایا اُنھون نے فرمایا کہ اس وجہ سے کہ مین نے خدا کے واسطے گناہ چھوڑ دیے
اور روایت ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہوا چلتی تھی آپ نے اپنے نئے قمیص کی طرف دیکھا اور گویا کہ اُسکو اچھا جانا
ہوا نے اُسکو گرا دیا آپ نے پوچھا کہ تو نے یہ کیون کیا مین نے تو تجھکو نہین حکم کیا تھا اُسنے عرض کیا کہ ہم آپ کی اطاعت جبھی کرتے ہین
جب آپ خدا کی اطاعت کرتے ہین۔ اور روایت ہو کہ خدا تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تمکو معلوم ہو کہ مین نے
تمھارے لخت جگر یوسف کو تمسے کیون جدا کیا اُنھون نے عرض کیا کہ مجھکو معلوم نہین ارشاد ہوا کہ اس وجہ سے کہ تمنے اسکے بھائیون سے
کہا تھا اخاف ان یاکلہ الذئب وانتم عنہ غافلون تمنے بھیڑیے کا خوف کیون کیا مجھسے توقع کیون نہ کی اور بھائیون کی غفلت کو
کیون دھیان کیا میری حفاظت کی طرف کیون نہ دیکھا پھر ارشاد ہوا کہ تمکو معلوم ہو کہ مین نے یوسف کو تمپر کیون واپس کیا
عرض کیا کہ نہین فرمایا کہ تمنے جب مجھسے توقع کی اور یہ کہا عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعاً اور نیز یہ کہا کہ اذہبوا فتحسسوا من یوسف و
اخیہ ولا تیاسوا من روح اللہ تب اُنکو تمسے ملایا اسی طرح جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہی مصاحب سے قید مین ارشاد فرمایا تھا

کہ میرا ذکر اپنے آقا سے کرنا تو اللہ تعالیٰ اُس قصہ کو اس طرح ارشاد فرماتا ہے فانساہ الشیطان ذکر ربہ فلبث فی السجن بضع سنین اور سلف کی حکایات بیشمار ہیں قرآن احادیث میں جو یہ حکایات وارد ہیں تو کچھ کہانی اور قصہ خوانی کے طور پر نہیں بلکہ اُن سے عبرت اولی الابصار اور بصیرت مردان ہوشیار مقصود ہے کہ اُنکو دیکھکر جانیں کہ سب انبیاء علیہم السلام سے چھوٹے گناہ فروگذاشت نہیں ہوئے تو اور لوگوں سے کبیرہ کس طرح درگذر کیے جاوینگے البتہ اُنکی سزا دنیا ہی میں ہوگئی آخرت پر کچھ ذخیرہ نہ رہا یہ بات اُنکی سعادت کے باعث ہوئی تھی آدمیوں کو مہلت دی جاتی ہے تاکہ خوب گناہ کرلیں اور یہی وجہ اُنکی مہلت کی ہے کہ دنیا کی سزا خفیف ہے اور آخرت کا عذاب شدید اور بڑا ہے اُنکے عمل کی پاداش ایسے ہی سخت عذاب کو چاہتی ہے اسلیے مہلت دی جاتی ہے اس قسم کی باتیں مصر لوگوں کے سامنے زیادہ کہنی چاہییں اسلیے کہ توبہ پر آمادہ کرنے کے لیے اکثر مفید پڑتی ہیں

تیسری قسم یہ کہ لوگوں کے سامنے یہ بیان کرے کہ گناہوں پر دنیا میں عقوبتیں کے ہونے کی توقع ہوتی ہے اور جسقدر کہ بندے پر مصائب پہونچتے ہیں وہ گناہوں کے سبب ہوتے ہیں اسلیے اکثر آدمی امر آخرت میں سہل انگاری کرتے ہیں مگر خداے تعالیٰ کے عذاب دنیاوی سے جہالت کے باعث زیادہ ڈرتے ہیں تو ضرور ہوا کہ ایسے لوگوں کو اسی قسم کی باتوں سے راہ راست پر لایا جاوے کیونکہ اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ گناہوں کی نحوست دنیا ہی میں آدمی پر آتی ہے جیسا کہ قصہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہم السلام میں گذرا یہاں تک کہ بعض اوقات شامت گناہوں میں روزی تنگ ہو جاتی ہے کبھی لوگوں کے دلوں سے اپنی منزلت اُتر جاتی ہے دشمن غالب ہو جاتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ بندہ گناہ کرنے کے باعث رزق سے محروم ہوتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہیں کہ میری دانست میں گناہ کے باعث آدمی علم بھی بھول جاتا ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث شریف میں کہ جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اُسکی عقل اُس سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور پھر کبھی اُسکے پاس نہیں آتی اور بعض اکابر رحمہ کا قول ہے کہ لعنت منہ کے سیاہ ہونے اور مال کے ناقص ہونے کا نام نہیں بلکہ لعنت یہ کہ آدمی ایک گناہ سے نکلکر دوسرے ویسے ہی یا اُس سے زیادہ میں مبتلا ہو اور واقع میں بھی اُنھوں نے درست فرمایا اسواسطے کہ لعنت کے معنی محروم کردینا اور رحمت سے دور کرنا ہیں پس جب آدمی کو توفیق خیر نہ ملی اور بدی کے لوازم مہیا ہوے تو ظاہر ہے کہ رحمت سے دور رہا اور توفیق کا عنایت ہونا کیسا بڑا احسان ہے علاوہ ازیں ہر ایک گناہ دوسرے گناہ کی طرف بلاتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ آدمی اُسکے باعث اُس رزق سے محروم رہتا ہے جو اُسکی غذاے روحانی ہوتی اور بکار آمد ہوتا یعنی پاس بیٹھنا علما کا جو منکر گناہوں کے ہیں اور ہمنشینی صلحا کی میسر نہیں ہوتی بلکہ ایسے شخص سے خداے تعالیٰ ناخوش رہتا ہے تاکہ صلحا بھی اُس سے ناراض رہیں بعض عارفین کے حال میں لکھا ہے کہ وہ اپنے کپڑے اُٹھائے ہوے کیچڑ میں جاتے تھے اور پانوں کراکر رکھتے تھے کہ پھسل نہ جاوے الا اُنکا پانوں پھسل گیا اور گر پڑے پھر اُٹھکر عین کیچڑ میں روتے ہوے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہی حال بندے کا ہے کہ ہمیشہ گناہوں سے بچتا جاتا ہے اور کنارہ کشی کرتا ہے یہاں تک کہ ایک یا دو گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر تو بالکل گناہوں میں دھس جاتا ہے اس قول سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ گناہ کی عقوبت ہی میں یہ بھی داخل ہے کہ دوسرے گناہ کا مرتکب ہو یہ حال دنیا کے مصائب عارفین کے نزدیک داخل عقوبت گناہ ہیں چنانچہ حضرت فضیل رحمہ نے فرمایا کہ آدمی پر جو گردش زمانہ یا ستم ابناے جنس ہو تو جانے کہ سب میرے گناہوں کی بدولت ہے اور بعض اکابر رحمہ کا قول ہے کہ اگر میرے گدھے کی عادت بھی بگڑ جاوے تو میں یہی جانوں کہ میرے ہی قصور کی جہت سے ہے اور ایک عارف فرماتے ہیں کہ میں اپنے گناہ کی عقوبت اپنے گھر کے چوہے میں بھی جانتا ہوں اور بعض صوفی راوی ہیں کہ میں نے شام کے ملک میں ایک غلام نصرانی خوبصورت کو دیکھا اور کھڑا ہو کر اُسکے جمال کو تاکنے لگا اتنے میں میرے پاس ابن جلاد دمشقی آ گیا اور میرا ہاتھ پکڑا مجھکو شرم آئی اور بات بنا کر اُس سے عرض کیا کہ مجھے اُسکی صورت دیکھکر تعجب تھا

سو بھلا دیا انکو شیطان نے ذکر کرنا اپنے خاوند سے پھر رہا قید مین کئی برس ۱۲

صح ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم

صح بیہقی [illegible]

نہ جانے خدا کی کیا حکمت ہی کہ ایسی صورت بیچ آگ مین جا پڑی اُنھون نے میرا ہاتھ دبایا اور فرمایا کہ جنید روز بعد اسکی سزا تمکو ملیگی راوی کہتے ہین کہ تیس برس بعد مجھکو اسکی سزا ملی کسی مصیبت مین گرفتار ہوا۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ احتلام ہونا بھی ایک عقوبت ہی اور فرمایا کہ کسی آدمی کو جو نماز جماعت نہین ملتی تو کسی گناہ کے مرتکب ہونے سے۔ یہ امر ظہور مین آتا ہی اور حدیث شریف مین ہی انما تم من زنا کم فیاء تم من اعمالکم سچ کہا ہی جسنے کہا شامت اعمال ما صورت نادر گرفت۔ اور ایک حدیث قدسی مین مذکور ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ جب بندہ اپنی شہوت کو میری طاعت پر مقدم سمجھتا ہی تو اسکی ادنی سزا یہ ہی کہ اُسکو اپنی مزہ دار مناجات سے محروم کر دیتا ہون۔ اور ابو عمرو بن علوان سے ایک قصہ منقول ہی سب قصہ تو بہت طویل ہی الا یہ ہی کہ اُنھون نے لکھا ہی کہ مین ایک روز نماز پڑھتا تھا اثنائے نماز مین میرے دل مین خواہش اُبھری اسکی سوچ بہت دیر تک کیے گیا یہان تک کہ اُس سے خواہش لونڈے بازی کی پیدا ہوئی فوراً مین زمین پر گر پڑا اور تمام جسم سیاہ ہو گیا لوگون کی شرم سے مین تین دن گھر مین چھپا رہا اور بدن کو صابون سے حمام مین جاکر دھوتا مگر سیاہی بڑھتی گئی تین دن کے بعد رنگ صاف ہوا پھر مین حسب الطلب حضرت جنید بغدادی کے موضع رقہ سے بغداد کو گیا جب انکی خدمت مین پہونچا تو فرمایا کہ تجھے شرم نہ آئی کہ خدا کے سامنے کھڑا ہو کر تیرا نفس ایسی شہوت مین ڈوبا کہ تجھکو مغلوب کر کے حضور کی الٰہی سے نکال دیا اگر مین تیرے لیے دعا نہ کرتا اور تیری طرف سے خدا کے سامنے تائب نہوتا تو تو خدا کے سامنے اُسی کالے رنگ سے جاتا مجھے بڑا تعجب ہوا کہ حضرت جنید رح نے میرا حال کس طرح معلوم کیا مین تو رقہ مین تھا اور آپ بغداد مین تشریف رکھتے تھے۔ اب جاننا چاہیے کہ آدمی جو گناہ کرتا ہی تو اُسکا چہرہ دل سیاہ ہو جاتا ہی پس اگر نیکبخت ہوتا ہی تو سیاہی ظاہر بدن پر بھی معلوم ہونے لگتی ہی تاکہ وہ اپنی حرکت سے باز رہے اور اگر بدبخت ہوتا ہی تو سیاہی اندر ہی اندر رہتی ہی یہان تک کہ تمام باطن سیاہ ہو کر مستحق آتش ہو جاوے۔ اور دنیا مین گناہون کی آفات فقر و مرض وغیرہ آنے کے باب مین بہت اخبار وارد ہین بلکہ دنیا مین یہ بھی کچھ گناہ کی ہی شامت ہی کہ گناہ کے بعد اسکی صفت حاصل کرے یعنی اگر کسی مصیبت مین مبتلا ہو تو گناہ کی عقوبت مین ہو اور اُسپر اچھی طرح صبر کرنے سے بھی محروم رہے تاکہ بدبختی دوبالا ہو جاوے اور اگر کوئی نعمت ملے تو اُسکے حق مین مہلت ہو اور اُسپر شکر سے محروم کیا جاوے تاکہ ناشکری پر عقوبت کیجاوے مگر مطیع کا حال اسکے خلاف ہی اُسکے حق مین طاعت کی برکت سے جو نعمت ہوتی ہی وہ جزاء طاعت ہوتی ہی اور اُسکے شکر کی توفیق اُسکو مرحمت ہوتی ہی اور جو مصیبت اُسپر آتی ہی تو اُسکے گناہون کا کفارہ ہوتا ہی اور اُسپر صبر کرنے سے درجات بڑھتے ہین چوتھی قسم جو وعظ مین بیان کرنے کی ہی یہ ہی کہ جو جو عقوبت علیحدہ علیحدہ گناہون پر وارد ہی اُسکو بیان کرے مثلاً شراب خواری کی جیسے اور زنا اور چوری اور قتل اور غیبت اور کبر اور حسد کی برائی جدا جدا کہے کہ ہر ایک مین بیشمار روایتین وارد ہین الا اتنا خیال چاہیے کہ جو شخص جس چیز کا اہل ہو اُس سے اُسی چیز کا حال بیان کرے بیموقع بیان کرنا ایسا ہی کہ بیماری ہو کچھ اور دوا کرے کچھ بلکہ عالم کا حال مثل طبیب حاذق کے ہونا چاہیے کہ اول نبض اور رنگ و حرکات اور سکنات سے علت باطنی پر واقف ہو کر علاج کیا کرتا ہی عالم بھی اسیطرح قرائن احوال سے صفات پوشیدہ آدمی کے معلوم کر کے اُنھین کا حال بیان کرے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کامل ہو چنانچہ روایت ہی کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو کچھ وصیت فرمائیے مگر بہت نہو آپ نے فرمایا کہ غصہ نکر اور ایک اور شخص نے جو آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو وصیت کیجیے تو آپ نے فرمایا علیک بالیاس عما فی ایدی الناس فان ذلک ھو الغنی وایاک والطمع فانہ الفقر الحاضر وصل صلوۃ مودع وایاک ما تعتذر منہ اور ایک اور شخص نے آپ سے وصیت کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ جھوٹ مت بولا کر اور ایک شخص نے حضرت محمد بن واسع رح سے کہا کہ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ مین وصیت کرتا ہون کہ تو دنیا اور آخرت مین بادشاہ رہنا اُسنے عرض کیا کہ یہ بات مجھکو کیسے میسر ہوگی آپ نے فرمایا کہ دنیا مین

زہد کو اپنے اوپر لازم کرنا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا کہ سائل اول مین علامات غضب معلوم فرمائے تھے اسلیے اسکو غصہ
کرنے سے منع فرمایا اور دوسرے سائل مین علامات لوگون سے طمع کی اور طول امل کی ملاحظہ فرمائین اسکو ویسا ہی حکم فرمایا تیسرے مین
علامات کلام کے بدل ڈالنے کی پائین اسکو اسی کے مناسب جھوٹ نہ بولنے کا فرمایا۔ اور حضرت محمد بن واسع رح نے بھی اپنے
سائل مین علامات حرص بفراست معلوم کرکے اسیکے موافق وصیت فرمائی۔ اور ایک شخص نے حضرت معاذ رح سے عرض کیا کہ
مجھکو وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ اگر تو رحم کیا کرے تو مین تیرے لیے جنت کا کفیل ہون گویا آپ کو بفراست اسکا سخت دل ہونا
معلوم ہوگیا تھا اسلیے رحم کی وصیت کی۔ اور ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے وصیت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ
آدمیون سے علیحدہ رہا کر اور آدمیون کے ساتھ رہا کر اور اچھے آدمیون کی ضرورت اسلیے ہے کہ بھول چوک آدمی کا کام ہے اور
سب آدمی آدمی نہین ہوتے آدمی گذر گئے اور بھوت رہگئے انکو آدمی کیسے جانین کہ آدمیون کی ہتک کرتے رہتے ہین شعر
اینچہ می بینم بہ کم دیدیم و بسیار ست و نیست ۔ نیست جز انسان درین عالم کہ بسیار ست و نیست ۔ تو گویا حضرت ابراہیم بن ادہم نے
اپنی فراست سے اس شخص مین علامت آفت ملاقات معلوم کی اور جو حال اسپر اسوقت غالب تھا اسکو بتا دیا اور غالب حال
اسپر یہی تھا کہ لوگون کو ایذا دیتا تھا۔ غرضکہ گفتگو مناسب حال سائل کے ہونی چاہیے نہ لائق شان قائل کے۔ اور حضرت معاویہ رضہ نے
حضرت عائشہ رضہ کو لکھا کہ میرے واسطے ایک نوشتہ آپ لکھ بھیجین جسمین کوئی مختصر وصیت ہو حضرت عائشہ رضہ نے جواب مین لکھا
کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم ہو کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص کہ خدائے تعالی کی رضامندی
لوگون کی ناراضی سے چاہے اللہ تعالی لوگون کی مشقت سے اسکو بچا دیتا ہے اور جو شخص کہ خدا کی ناراضی لوگون کی رضامندی مین
چاہتا ہے اللہ تعالی اسکو لوگون ہی کے حوالہ کر دیتا ہے والسلام۔ اس خط سے فہم و فراست حضرت عائشہ رضہ کی دیکھنی چاہیے کہ کس طرح
اسی آفت کو لکھا جسکے درپے حکام و امراء رہتے ہین یعنی لوگون کی طرفداری اور انکی رکھنا جوئی اکثر لوگون کو ملحوظ رہتی ہے اور ایک دفعہ
اور آپ نے حضرت امیر رضہ کو خط لکھا تھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم ہو کہ خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ جب خدا سے ڈرو گے تو اللہ تعالی تمکو
لوگون سے بچا دیگا اور جب لوگون سے ڈرو گے تو اللہ کے سامنے تمھارے لیے انکی کچھ پیش نہ جائیگی والسلام۔ ان روایات سے معلوم
ہوتا ہے کہ ناصح و واعظ پر ضرور ہے کہ اسکی توجہ اس بات کی طرف مصروف ہو کہ صفات پوشیدہ کو فراست سے جانے اور احوال
مناسب اور مصلحت وقت کو پہچانے تاکہ جو امر ضروری ہے اسیکا بیان کرے ورنہ ساری نصیحتون کو ہر ایک شخص سے کہنا غیر ممکن ہے علاوہ
ازین جس چیز کی حاجت بیان کرنے کی نہو اسمین مشغول ہونا تضییع اوقات ہے یہان یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر واعظ مجمع مین وعظ کہتا ہو
یا اس سے کوئی ایسا شخص سوال وعظ کرے جسکے باطن کا حال معلوم نہین تو واعظ کو کیا کرنا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ دونون
صورتون مین واعظ ایسا بیان کرے جسمین تمام خلق شریک ہو یعنی ایسی ضروری باتین کہے جنکی طرف سب کو حاجت ہوتی ہے
خواہ ہر وقت بکار آمد ہون یا اکثر اوقات ضروری ہوتی ہون اور علوم شرع مین یہ بات ممکن ہے اسلیے کہ وہ علوم غذا اور دوا دونون پر مشتمل ہین
غذا تو سب لوگون کے لیے ہین اور دوا انکے لیے ہین جو روگی ہین اور ایسے وعظ کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابو سعید
خدری رح سے عرض کیا کہ مجھکو وصیت فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کا خوف اپنے اوپر لازم کر کہ ہر ایک بہتری کی جڑ یہی ہے اور
جہاد کرنا اپنے اوپر لازم کر کہ اسلام مین رہبانیت اسکو کہتے ہین اور قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھا کر کہ وہ تیرے لیے زمین والون مین
نور ہوگا اور آسمان کے لوگون مین تیری یاد رہیگی اور بہتر بات کے سوا سکوت اختیار کر کہ اسکے باعث شیطان پر غالب ہو جاویگا
اور ایک شخص نے حضرت حسن رضہ سے پوچھا کہ مجھکو وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ خدا کی بات کی بڑائی کر خدائے تعالی تیری عزت

کریگا - اور لقمان رح نے اپنے بیٹے سے کہا کہ علما سے اپنے زانو بھڑا مگر اُنسے مجادلہ مت کر ورنہ تجھکو بُرا سمجھینگے اور دنیا مین مقدار
قوت بشری رکھے اور باقی جو کمائی بچے اُسکو آخرت کے لیے خرچ کر اور دنیا کو بالکل ترک مت کر کہ اپنا بوجھ لوگون کے ذمہ ڈالے اور
اُنکی گردن کا وبال بنے اور روزہ ایسا رکھ جس سے شہوت ناقص ہو ایسا مت رکھ جس سے نماز مین خلل ہو اسلیے کہ نماز روزہ سے
افضل ہی - اور بیوقوف کے پاس مت بیٹھ اور نہ دوزخی آدمی سے مل - اور یہ بھی اُنھین کی نصیحت اپنے فرزند کو ہی کہ بدون تعجب کے
مت ہنسنا اور بدون حاجت کے مت پھرنا اور جس چیز سے تجھے کچھ فائدہ نہو اُسکا حال مت پوچھنا اور اپنے مال کو کھو کر دوسرے کا
مال مت سنوارنا اس سے مراد یہ ہی کہ تیرا مال وہ ہی جو مرنے سے پہلے لوگون کو دیجاوے اور دوسرے کا مال وہ ہی جو چھوڑ جاوے
اے فرزند جو رحم کرتا ہی اُسپر رحم ہوتا ہی اور جو چپ رہتا ہی وہ سلامت رہتا ہی اور جو اچھی بات کہتا ہی وہ غنیمت پاتا ہی اور جو بری
بات کہتا ہی وہ گنہگار ہوتا ہی اور جو اپنی زبان نہین روکتا وہ ندامت اُٹھاتا ہی شعر زبان بریدہ بکنجے نشستہ صم بکم * بہ از کسیکہ
نباشد زبانش اندر حکم * اور کسی شخص نے ابو حازم رح سے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے اُنھون نے فرمایا کہ جو کام ایسا ہو کہ اگر بالفرض اُسمین
تجھکو موت آجاوے تو اُسپر مرنا اچھا معلوم ہو ایسے کام کو ضرور کیا کر اور جو فعل اس طرح کا ہو کہ شاید اگر اُسکے ارتکاب کے وقت موت
آجاوے تو مرنے کو مصیبت جانے ایسے کام سے اجتناب کیا کر - اور حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ
مجھکو وصیت فرمائیے اُنھون نے فرمایا کہ ہنستی صورت رہا کرو غصہ بہت مت کیا کرو اور ایسے رہو کہ دوسرون کو تُمسے فائدہ ہو تمکو
ضرر نہ پہونچے اور خصومت سے کنارہ کرو بے حاجت مت چلو پھرو اور بدون اچنبھے کی چیز کے مت ہنسو اور اہل قصور کو اُنکی
خطاؤن کا عیب وطعنہ مت کرو بلکہ اے ابن عمران اپنی خطا پر رونا چاہیے - اور ایک شخص نے محمد بن کرام رح سے وصیت چاہی
تو اُنھون نے فرمایا کہ اپنے خالق کی رضامندی مین اتنی کوشش کرنی چاہیے جتنی اپنے نفس کی رضامندی مین کوشش کرتے ہو
اور ایک شخص نے حامد لفاف سے وصیت کے لیے عرض کیا تو اُنھون نے فرمایا کہ اپنے دین کا غلاف ایسا بناؤ جیسا کلام مجید
کے لیے بناتے ہو کہ کسی طرح کی گرد اُسپر نہ پڑنے پاوے سائل نے پوچھا کہ دین کے غلاف سے کیا مراد ہی آپ نے فرمایا کہ طلب
دنیا کو چھوڑ دینا الا بقدر ضرورت اور کثرت کلام نہ کرنا ضرورت کا کبھی تارک ہونا اور بے ضرورت لوگون سے ملاقات ترک
کرنی - اور حضرت حسن بصری رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو نامہ لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ جس چیز سے
اللہ تعالی خوف دلاتا ہی اور ڈراتا ہی اُس سے ڈرنا اور خوف کرنا چاہیے اور جو تمھارے پاس اب موجود ہی اُسمین سے آگے کے
واسطے لے لو اور موت پر یہ حال ٹھیک ٹھیک معلوم ہوگا والسلام - اور ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے حضرت حسن بصری رح کو
لکھا کہ آپ مجھکو کچھ وعظ و نصیحت کیجیے اُسکے جواب مین آپ نے اُنکو لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے واضح ہو کہ سب بڑی ہول اور امور
دہشتناک تمھارے آگے ہین اور تمکو اُنکا دیکھنا ضرور پڑیگا یا نجات سے یا تباہی کے ساتھ اور یہ بھی جان لو جو شخص اپنے نفس کو
جانچتا رہتا ہی وہ نفع مین رہتا ہی اور جو اُس سے غافل رہتا ہی وہ نقصان اُٹھاتا ہی اور جو شخص انجام کار پر نظر رکھتا ہی وہ نجات پاتا ہی
اور جو ہوائے نفس کی اطاعت کرتا ہی وہ گمراہ ہوتا ہی اور جو شخص حلم کرتا ہی اُسکو غنیمت ملتی ہی اور جو ڈرتا رہتا ہی وہ بچ جاتا ہی اور
جو مامون رہتا ہی وہ عبرت پکڑتا ہی اور عبرت والا صاحب بصیرت ہوتا ہی اور اہل بصیرت فہیم ہوتا ہی اور فہیم آدمی واقف کار ہوتا ہی
پس جب تمسے کوئی لغزش ہو جاوے تو اُس سے باز آنا چاہیے اور جب ندامت کرو تو خطا کو جڑ سے اُکھاڑ دو اور اگر کوئی بات
نہ آتی ہو تو پوچھ لو اور جس وقت تمکو غصہ آوے اُسکو روک لو انتہی - اور مطرف بن عبد اللہ رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین
لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ دنیا عقوبت کا گھر ہی اُسکو وہی جمع کرتا ہی جسکو عقل نہین اور اُس سے مغالطہ اُسکو ہوتا ہی

جسکو علم نہین ہو امیر المومنین رضی اللہ عنہ ایسے ہین جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرتا ہو کہ خوف انجام کے درد سے شدت دوا پر صبر کیا کرتا ہو اور حضرت
عمر بن عبد العزیز نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ دنیا خدا کے اولیا کی اور اسکے اعدا کی دونون کی دشمن ہو
اسکے اولیا کو رنج پہونچاتی ہو اور اعدا کو مغالطہ دیتی ہو۔ اور نیز اپنے بعض عاملون کو آپ نے لکھا کہ تمکو قدرت بندون پر ظلم کرنے کی
حاصل ہو مگر جب کسی پر ظلم کا ارادہ کرو تو یاد کرنا کہ تمھارے اوپر بھی خدا قادر ہو اور اس بات کو خوب سمجھ لینا کہ جو کچھ لوگون پر تم جور و ستم
کروگے وہ اُنپر گذر جائیگا مگر تمپر باقی رہیگا اور یہ بھی جان لو کہ خداے تعالیٰ مظلومون کے انتقام مین ظالمون کو پکڑیگا والسلام۔ حاصل یہ
کہ وعظ عام اس طرح کا ہونا چاہیے اور جسکا حال معلوم ہو اسکو بھی اسیطرح نصیحت کرنی چاہیے اسلیے کہ یہ نصیحتین مثل غذاؤن کے ہین
جس سے ہر ایک فائدہ ہو سکتا ہو اور ان اشیا کا اسطرح کے واعظ نایاب ہین اسی لیے اب وعظ بالکل مسدود ہو گیا اور معاصی فساد
غالب ہوگئے لوگون کو ایسے واعظون سے کام پڑا جو سجع اور قافیے سے باتین چکناتے ہین اور اشعار سناتے ہین اور جو بات کہ اُنکے
حوصلہ علمی کے موافق نہین اسکو بھی بتکلف ذکر کرتے ہین اور دوسرے لوگون کے مشابہ ہونے پر مرتے ہین اسوجہ سے عوام کے
دلون سے اُنکا وقار جاتا رہا اُنکا کلام دلون پر اثر نہین کرتا اسلیے کہ وہ خود دل سے نہین کہتے انچہ از دل خیزد بر دل ریزد [illegible]
ہین کہنے والے خالی از لاف نہین نہ سننے والے تکلف سے معاف دونون کے دونون دین سے روگردان اور متخلف ہین اور
چونکہ اول علاج مریض کا تلاش طبیب ہو تو گناہگارون کے لیے بھی اول تدبیر علما کا طلب کرنا ہو ایک رکن علاج کا تو اسکی اصل یہ ہو جو ذکر
ہوئی دوسری اصل اصرار کے علاج کی صبر ہو اور صبر کی طرف حاجت کی وجہ یہ ہو کہ مریض کا مرض جو بڑھتا ہو تو صرف مضر چیزون کے
استعمال سے بڑھتا ہو اور استعمال مضر چیزون کا دو سبب سے ہوتا ہو یا تو اس سبب سے کہ اسکے ضرر سے غافل ہو یا اس سبب سے
کہ غلبہ شہوت مین ضرر کا خیال نہ کرے اوپر جو مذکور ہوا وہ تو علاج غفلت کا تھا اب صرف شہوت کا علاج باقی رہا اور اسکے
علاج کا طریق ہم باب ریاضت نفس مین لکھ چکے ہین جسکا حاصل یہ ہو کہ مریض کو جب اشتیاق کسی مضر غذا کا بہت ہو تو اسکی تدبیر
یہ ہو کہ اول اسکے ضرر کی زیادتی سے واقف ہو پھر وہ چیز اسکی آنکھ سے پوشیدہ کر دی جاوے اور کبھی سامنے نہ آنے پاوے اور اسکے
بدلے مین کوئی اور چیز اسی کے قریب جو صورت مین مشابہ اور ضرر مین کمتر ہو استعمال کرے پھر درد و تکلیف جو اسکے استعمال سے ہو
اسکے خوف کی قوت سے اسے بھی چھوڑ دے اور اسکے چھوڑنے پر صبر کرے پس مریض کو بہر حال تلخی صبر ضرور ہو اسیطرح معاصی کی
شہوت کا علاج ہونا چاہیے مثلاً اگر کسی جوان آدمی کو شہوت کا جوش ہو اور وہ اپنی آنکھ اور دل اور اعضا کو مقتضاے شہوت سے
نہ روک سکے تو اسکو چاہیے کہ اول اپنے گناہ کے ضرر سے واقف ہو یعنی وہ وعید جو کتاب اللہ اور احادیث مین اس باب مین
وارد ہین انکی تلاش کرے خواہ کسی سے پڑھوا کر سنے پس جب خوف زیادہ ہوگا تو ان اسباب سے دور بھاگیگا جو شہوت کو جوش مین
لاوین اور جوش شہوت کا سبب یا تو خارج سے ہوتا ہو یعنی جسکی خواہش ہو اسکو دیکھنے اور سامنے ہونے سے اس سبب کا علاج تو یہ ہو
کہ اسکے پاس نہ رہے اور بھاگ کر تنہائی اختیار کرے اور یا سبب شہوت داخل سے ہوتا ہو یعنی لذیذ اور مقوی غذاؤن سے تو اسکا
علاج بھوکا رہنا اور ہمیشہ کو روزہ دار رہنا اور یہ دونون علاج صبر کے محتاج ہین اور صبر بدون خوف کے اور خوف بدون علم کے اور
علم بدون بصیرت و تامل کے حاصل نہین ہوتا یا سننے اور تقلید سے بھی علم حاصل ہو سکتا ہو پس اول سب باتون [illegible] مجلسون یعنی
وعظ کے مجمع مین حاضر ہونا چاہیے پھر دل کو سب شغلون سے خالی کرکے سننے کی طرف مصروف ہو اور جو سنے اسکو خوب سمجھنے کے لیے
غور کرے اس تدبیر سے بیشک خوف پیدا ہوگا اور جب خوف قوی ہو جاویگا تو اسکی اعانت سے صبر میسر ہوگا اور اسباب طلب علاج کے
پیدا ہونگے اسکے بعد خداے تعالیٰ کی توفیق اور اس امر کو اسپر آسان کر دینا اضافہ ہوگا پس جو شخص اپنا دل لگاکر سنیگا اور خوف سے

واقف ہوکر خداے تعالیٰ سے ڈریگا اور منتظر ثواب ہوگا اور بھلی بات کو سچ جانیگا تو خداے تعالیٰ اُسکو رفتہ رفتہ آسانی پر پہونچا دیگا اور جو شخص اس باب مین بخل کریگا اور اپنا کان نہ دیگا اور بے پروائی برتیگا اور عمدہ بات کو جھٹلا دیگا اُسکو خداے تعالیٰ آہستہ آہستہ سختی مین پہونچا دیگا پھر دنیا کی لذیذ چیزون سے اُسکے کچھ کام نہ آویگا جب ہلاک ہوکر گڑھے مین جا پڑیگا انبیا کا کام یہی تھا کہ ہدایت کے طریق بیان کردین باقی دنیا و آخرت دونون خدا ہی کے ہین - اب اگر کوئی یون کہے کہ اس تقریر کا مآل ایمان پر جا رہا اسواسطے کہ ترک گناہ بدون اس سے صبر کیے ممکن نہین اور صبر بدون واقفیت خوف کے ممکن نہین اور خوف بدون علم کے نہین ہوتا اور علم جب حاصل ہوتا ہی جب زیادتی ضرر گناہون کی تصدیق ہو اور زیادتی ضرر کی تصدیق بعینہٖ اللہ و رسول کی تصدیق ہی جسکا نام ایمان ہی تو گویا خلاصۂ تقریر یہ ہی کہ جو کوئی گناہ پر اصرار کرتا ہی وہ اسلیے کرتا ہی کہ اُسکو ایمان نہین حالانکہ یہ بات قیاس کے خلاف ہی کہ اصرار والے کو ایماندار نہ کہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ اصرار مین ایمان مفقود تو نہین ہوتا بلکہ ضعف ایمان سے یہ حرکت ظاہر ہوتی ہی اسلیے کہ یہ بات تو ہر ایک ایماندار مانتا ہی کہ گناہ کرنا سبب خدا کی دوری کا اور عذاب اُخروی کا ہوتا ہی پھر جو گناہ مین مبتلا ہوتا ہی تو اسکی کئی وجہین ہین وجہ اول تو یہ کہ جس عذاب کا وعید ہی وہ موجود نہین نظر سے غائب ہی اور نفس انسانی کی سرشت اس طور پر ہی کہ اسکو جتنا اثر حاضر سے ہوتا ہی اتنا غائب سے نہین ہوتا اسلیے موعود چیز کی تاثیر اُسپر بہ نسبت حاضر چیز کے ضعیف ہوتی ہی دوسری وجہ یہ کہ شہوات جو گناہون کی باعث ہوتی ہین اُنکی لذتین نقد ہین جو آدمی کے گلے کا ہار ہوتی ہین اور اُنکی عادت و الفت ہونے سے قوت و غلبہ پاجاتی ہین اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت ہوتی ہی اور حال کی لذت آیندہ کے خوف سے چھوڑنی نفس پر دشوار ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ اور فرمایا بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا اور اس امر کی سختی حدیث شریف سے بھی ثابت ہی کہ آپ نے فرمایا حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کرکے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم کیا کہ جاکر اُسکو دیکھو اُنھون نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم ہی تیری عزت کی جو کوئی اُسکا حال سُنیگا کبھی اُسمین نہ جاویگا پھر اُسکو شہوات سے ڈھانک دیا اور حضرت جبریل کو ارشاد ہوا کہ اب جاکر دیکھو اُنھون دیکھکر عرض کیا کہ قسم ہی تیری عزت کی اب مجھے یہ خوف ہی کہ کوئی بدون اُسمین داخل ہوے نہ رہیگا اور جنت کو پیدا کرکے حضرت جبریل کو حکم کیا کہ جاکر دیکھو اُنھون نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم ہی تیری عزت کی جو کوئی اُسکا حال سُنیگا وہ اُسمین داخل ہوگا پھر جنت کو خداے تعالیٰ نے مکروہات مین چھپا کر حضرت جبریل کو ارشاد فرمایا کہ اب جاکر دیکھو اُنھون نے دیکھکر عرض کیا کہ اب مجھے یہ خوف ہی کہ اُسمین کوئی داخل نہو انتہی - اس سے معلوم ہوا کہ شہوات کا سردست موجود ہونا اور عذاب کا انجام کو دیر کر ہونا اصرار کے لیے دو سبب کھلے ہوے ہین باوجودیکہ اصل ایمان موجود رہتا ہی دیکھو ہر ایک شخص جو اپنے مرض مین برف کا پانی شدت پیاس کے باعث پیتا ہی وہ اصل طب کا منکر نہین ہوتا نہ اس بات کا منکر کہ یہ پانی میرے حق مین مضر ہی مگر چونکہ شہوت غالب ہی اور اس صبر کرنے کا رنج بالفعل موجود ہی اسلیے جو تکلیف و مضرت کہ آیندہ کو ہوگی وہ آسان معلوم ہوتی ہی تیسری وجہ یہ کہ گناہگار مومن اکثر توبہ کا ارادہ رکھتا ہی اور اپنی بُرائیون کو حسنات سے مٹانا چاہتا ہی اور وعدہ بھی شرع مین موجود ہی کہ حسنات سے سیئات دور ہوجاتی ہین مگر چونکہ طول امل طبیعتون پر غالب رہتی ہی اسواسطے وہ ہمیشہ توبہ مین تاخیر کرتا رہتا ہی خلاصہ یہ کہ باوجود ایمان کے توفیق توبہ کی اُمید مین گناہ کا مرتکب ہوتا ہی چوتھی وجہ یہ کہ کوئی مسلمان بالیقین ایسا نہین جسکو یہ اعتقاد نہو کہ گناہ موجب ایسی عقوبت کے نہین ہوتے جنکا معاف ہونا ممکن نہو بس گناہ کرتے ہین اور حق تعالیٰ کے فضل پر بھروسا کرکے اُسکے معاف ہوجانے کی توقع رکھتے ہین چنانچہ کسیکا شعر ہی شعر ہم بھی کہینگے داور محشر سے روز حشر

گھیری گئی ہے بہشت مکروہ چیزون سے اور گھیری گئی ہے دوزخ خواہشون سے بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ترمذی و حاکم بروایت ابوہریرہ ۱۲

کیا کیا گنہ کیسے تیری رحمت کے زور پر تو یہ چار وجہین ہین کہ با وجود باقی رہنے اصل ایمان کے موجب اصرار گناہون کی ہوتی ہین
ہان بعض اوقات مجرم ایک پانچوین سبب سے مرتکب گناہ ہوتا ہی جس سے اصل ایمان ہی مین خلل واقع ہوتا ہی اور وہ سبب یہ ہی کہ اسکے
مجرم کو رسول کے صادق ہونے مین شک ہوتا ہی اسکا نام کفر ہی جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو بتا دے کہ فلان چیز تمہارے حق مین
مضر ہی اور مریض اس طبیب کا معتقد نہو کہ اُسکو طب آتی ہی تو وہ بالضرور اُسکے قول کو جھوٹ جانیگا یا شک کریگا بہرحال اُسکے کہنے کی
کچھ پروا نکریگا اور نہ اُسکی بات مانیگا اسیکا نام کفر ہی اب ان پانچون اسباب کا علاج معلوم کرنا چاہیے سبب اول یعنی عقاب کے غائب
ہونے مین تو یہ سوچے کہ جو چیز ہونی ہی وہ ہو کر رہیگی آنے والی چیز چلی آتی ہی اگر تامل سے دیکھو تو فردا نزدیک ہی اور موت ہر ایک کی
جوتی کے تسمے سے نزدیکتر تو کیا معلوم ہو شاید قیامت بھی نزدیک ہو جسوقت آ کھڑی ہو جبھی موجود ہو جاویگی اور یہ بھی اپنے دل مین
سوچے کہ دنیا مین آیندہ کے خوف کے لیے فی الحال تعب و مشقت اُٹھاتے ہین مثلاً اس خوف سے کہ شاید کبھی محتاج ہو جاوین
خشکی و تری کا سفر کر کے نفع حاصل کرتے ہین کہ اسوقت کام آوے بلکہ اگر کوئی طبیب نصرانی کسی مریض سے کہدے کہ ٹھنڈا پانی تیرے
حق مین مضر ہی اس سے تو مر جائیگا تو گو مریض کے نزدیک ٹھنڈا پانی سب چیزون سے لذیذ ہی کیون نہو مگر موت کے خوف سے
اُسکو چھوڑ دیگا باوجودیکہ موت کا رنج صرف ایک لحظہ کا ہوتا ہی بشرطیکہ اُسکے بعد کا خوف نہوا اور دنیا کی مفارقت بھی ضروری ہی
اور دنیا کے وجود کو ازل اور ابد کے عدم کے ساتھ کچھ نسبت نہین پس مقام غور ہی کہ ایک نصرانی کے قول سے کس طرح اپنی لذیذ
چیز چھوڑ دیتا ہی حالانکہ اُسکی طبابت پر کوئی معجزہ قائم نہین ہوا تو دل مین یہ کہے کہ میری عقل کے شایان نہین کہ میرے نزدیک
قول انبیا علیہم السلام کا جنکو معجزات سے تائید تھی ایک نصرانی کے قول سے بھی کم ہو جو صرف اپنے آپ کو طبیب بتاتا ہی اور اُسکی
طب پر کوئی معجزہ قائم نہین نہ عوام کے سوا کوئی اور اُسکا گواہ اور یہ کہ میرے نزدیک دوزخ کا عذاب بہ نسبت مرض کی
تکلیف کے ہلکا ہو حالانکہ قیامت کا ہر ایک دن دنیا کے دنون کی نسبت پچاس ہزار برس کا ہوگا اور اسیطرح کی فکر سے
سبب ثانی کا علاج ہو سکتا ہی یعنی اگرچہ گناہ کی غلبۂ لذت ہو تو بزور اُسکو نفس سے چھڑا دے اور یون کہے کہ جب مین اپنا
لذت کو زندگی بھر نہین چھوڑ سکتا حالانکہ زندگی کے دن بہت تھوڑے ہین تو ابد الآباد کی لذت مجھے کیسے چھوٹیگی اور جب دنیا
رنج صبر کا اگر نہین اُٹھ سکتا تو دوزخ کی تکلیف کی برداشت کیسے ہوگی اور جب دنیا کی زیبایش کی چیزون پر جنہین کدورت
اور تغیر ہوتا ہی اور کوئی خالی از رنج نہین مجھسے صبر نہین ہو سکتا تو آخرت کے مزے سے کیسے صبر ہوگا اور وجہ سوم یعنی توبہ کے
کے لیے آج کل کرنے کا علاج یہ ہی کہ یون سوچے کہ دوزخیون کی اکثر فریاد اسی سے ہوگی کہ ہمنے توبہ کے وقت کو کیون ٹالا علاوہ
ازین ٹالنے والا اپنے کام کی بنا ایسی چیز پر رکھتا ہی جو اُسکے اختیار مین نہین یعنی فرض کر لیتا ہی کہ مین آگے کو موجود رہونگا اور توبہ
کر لونگا یہ کیسے معلوم ہوا کہ زندہ ہی رہیگا شاید جب تک مر جاوے اور اگر زندہ بھی رہے تو گناہ نہ چھوڑ سکے جیسا اب نہین
چھوڑ سکتا اسلیے کہ وجہ گناہ نہ چھوڑنے کی جو اسوقت ہی یعنی غلبۂ شہوت وہ آگے کو بھی رہیگی بلکہ عجب نہین کہ اتنے دنون عادی
ہونے سے اور زیادہ مضبوط ہو جاوے کیونکہ جس شہوت کا آدمی عادی ہوتا ہی وہ زیادہ قوی ہوتی ہی بہ نسبت اُسکے کہ جسکی عادت
نہین ہوتی اور اسیوجہ سے ٹالنے والے تباہ ہو جاتے ہین کیونکہ وہ ایک ہی صورت کی دو چیزون مین فرق سمجھتے ہین یہ نہین جانتے
کہ دون ایک دوسرے سے مشابہ ہین ترک شہوات انہین ہمیشہ دشوار ہی اور ٹالنے والون کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی ایک پیڑ کو جڑ سے
اُکھاڑنا چاہے اور جب اُسکو دیکھے کہ یہ تو مضبوط ہی بدون محنت شدید کے نہین اُکھڑیگا تو یون کہے کہ اسے برس روز اور
چھوڑ دون پھر اُکھاڑونگا اور یہ جانتا ہی کہ درخت جتنے دنون زمین مین رہیگا مضبوط ہوتا جاویگا اور مین جتنا بڑا ہوتا جاؤنگا

مجھ مین کمزوری آتی جاویگی - تو اب دنیا مین اسکی برابر کوئی احمق نہوگا کہ جب اپنے بدن مین جان تھی اور درخت کمزور تھا جب تو اسکو نہ اُکھاڑا ایسے وقت پر چھوڑا کہ وہ تو مضبوط ہو جاوے اور آپ کمزور پس ایسے وقت مین کیسے عہدہ برا ہوگا اور جو کچھ کہ وجہ یعنی توقع خدا کے عفو کی اسکا علاج پہلے گذر چکا اسکی وہی مثل ہے کہ کوئی شخص اپنا سب مال خرچ کر ڈالے اور اپنے آپ کو اور عیال کو فقیر بنے دے اور توقع کرے کہ خدا تعالی اپنے فضل سے کسی ویرانے مین خزانہ بتلا دیگا یا کوئی شخص ایسے شہر مین ہو کہ وہان کے لوگ زبردستی مال لوٹ لیتے ہون تو یہ شخص اپنا مال گھر کے صحن مین ڈال دے اور باوجود قدرت دفن اور پوشیدہ کرنے کے کچھ نہ کرے اور کہے کہ مجھے خدا کے فضل سے توقع ہے کہ غارتگرون کو غافل کر دے یا انپر کوئی ایسی مصیبت ڈالے کہ میرے گھر مین نہ آوین اور اگر آوین تو دروازے ہی پر مر جاوین پس ان مثالون مین خزانے کا ملنا اور غارتگرون کا غافل رہنا خواہ مر جانا ممکن ہے اور بعض اوقات ایسا ہو بھی گیا ہے مگر جو کوئی اسپر تکیہ کر کے اپنا مال ضائع کرے وہ نہایت احمق ہے اسیطرح گناہ کا معاف ہونا ممکن ہے لا اسپر خواہ نخواہ تکیہ کرنا داخل جہالت ہے رہی پانچوین وجہ یعنی شک کرنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق ہونے مین پس اسکا علاج وہ اسباب ہین جنسے صدق رسول کا جانا جاوے اور وہ اگرچہ طول طویل ہین مگر جو ایسے شخص کی عقل کے قریب ہون اُن سے اسکا علاج ہو سکتا ہے مثلاً اُس سے یون کہا جاوے کہ جس امر کو انبیاء علیہم السلام نے کہ معجزات اُنسے صادر ہوے ہین سچا کہا ہے وہ بات یعنی امر آخرت تیرے نزدیک ممکن ہے یا اسکو تو ایسا محال جانتا ہے جیسا دو جگہ مین ایک ہی وقت ایک شخص کا ہونا محال ہے پس اگر وہ جواب دے کہ مین ایسا ہی محال جانتا ہون تو اسکو خارج از عقل سمجھنا چاہیے اور غالباً ایسا عقلا مین کوئی نہوگا اور اگر جواب دے کہ مجھے اس امر مین شک ہے تو اس سے یہ کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے گھر مین کھانا چھوڑ جاوے اور کوئی اجنبی آدمی تجھسے یہ کہے کہ تیرے پیچھے اس کھانے مین سانپ نے اپنا منہ ڈالکر زہر اُگل دیا ہے اور تجھکو اسکی بات مین شک ہو کہ نہین معلوم سچ کہتا ہے یا جھوٹ تو ایسی صورت مین اُس کھانے کو تو کھاویگا یا باوجود لذیذ ہونے کے چھوڑ دیگا پس وہ یہی جواب دیگا کہ مین اُس کھانے کو نہ کھاؤنگا اسواسطے کہ مین یہ سوچونگا کہ اگر بالفرض اُسنے جھوٹ کہا ہے تو صرف اسیقدر نقصان ہے کہ وہ کھانا جاتا رہا اور اُس سے صبر کرنا اگرچہ مشکل ہے مگر ہو سکتا ہے اور اگر اُسنے سچ کہا ہے تو میری زندگی جاتی رہیگی اور موت ظاہر ہے کہ بنسبت کھانے سے صبر کرنے اور اُسکے تلف ہو جانے کے بہت سخت ہے تو اس سے کہنا چاہیے کہ سبحان اللہ ایک مجہول آدمی کا کہنا تو تو مانتا ہے کہ اُسمین یہ بھی احتمال ہے کہ شاید کسی لاگ سے کہدیا ہو اور تمام انبیاء علیہم السلام کا قول باوجود معجزات کے اور سب اولیاء اور علماء اور حکماء بلکہ تمام عقلا کا قول نہین مانتا جاہلون سے تو ہمکو بحث نہین کیا عقلا کن مین کوئی تو ایسا تہا وہ جسکو قیامت کا یقین نہوا اور ثواب و عذاب کو درست سمجھتا ہو گو کیفیت مین ان اشیا کی انمین اختلاف ہو مگر اُنکے وجود کے سب قائل ہین اب اگر یہ لوگ سچے ہین تو بیشک تجھپر ایسا عذاب ہوگا جو ہمیشہ ابد الآباد تک رہیگا اور اگر جھوٹے ہین تو تیرا کچھ ہرج نہین صرف اتنا ہوگا کہ بعض شہوات اس دار فانی پر کدورت کے تجھسے فوت ہو جاوینگے پس اگر وہ شخص عاقل ہوگا تو اس تقریر کے بعد اُسکو کچھ گنجایش توقف نہ رہیگی اسواسطے کہ مدت زندگی ابد الآباد کے ساتھ کچھ نسبت نہین بلکہ اگر تمام دنیا مین چینا بھرا ہوا ہو اور فرض کرو کہ ایک پرند دس لاکھ برس کے بعد اُنمین سے ایک دانہ اُٹھالے تب بھی انجام کو فنا ہو جاویگی بخلاف ابد الآباد کے کہ وہ کبھی فنا نہوگا پس عاقل آدمی دنیا کے تھوڑے دن شہوات سے صبر کر کے سعادت ابد الآباد کی حاصل کرنے مین کیسے سستی کریگا - اور تقریر اور بحث مذکورہ بالا ویسے ہی ہے جیسے حضرت علی رض نے اُس شخص سے فرمائی تھی جسکی عقل امور واقعی کے سمجھنے سے قاصر تھی اور اسکو امر آخرت مین شک تھا آپ نے اُس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تیرا کہنا ٹھیک ہے تو ہم اور تو دونون بچینگے اور اگر ہمارا کہنا درست ہے تو ہم بچینگے اور تو تباہ ہوگا اسکا حاصل یہ ہے کہ عاقل آدمی سب احوال و دہشت کے مقامات مین وہ

راہ اختیار کرے جسمین امن ہو اب اگر یہ پوچھو کہ یہ باتین بدیہی ہین مگر بدون تامل کے حاصل نہین ہوتین تو دلون پر کیا آفت ہے کہ اس باب مین فکر چھوڑ دیا ہوا ور اسکو گران جانتے ہین اور دلون کے پھیرنے کا علاج اس فکر کی طرف کیا ہے خصوصاً ایسے شخص کا جو ایمان اصل شرع اور اسکی تفصیل پر رکھتا ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ فکر کی مانع دو باتین ہین ایک یہ کہ فکر نافع آدمی کے لیے وہ ہے جو عذاب آخرت اور اسکے اہوال و شدائد اور گنہگارون کی حسرت اور انکے جنت سے محروم رہنے کے باب مین کرے مگر یہ فکر آدمی کے دل مین کانٹا ہے اسیوجہ سے دل کو اس سے نفرت ہوتی ہے اور دنیاوی امور مین فکر کرنے سے لذت پاتا ہے اور فرحت و راحت اُٹھاتا ہے دوسرے یہ کہ فکر بھی ایک ایسا شغل ہے کہ جسوقت آدمی پر مسلط ہوتا ہے تو لذائذ دنیاوی اور قضائے شہوات سے روکتا ہے کیونکہ کوئی انسان ایسا نہین جسکو ہر ایک حال اور ہر ایک دم مین شہوت کسی چیز کی نہوتی ہو یہی شہوت کبھی اسپر مسلط ہو کر عقل کو مغلوب کرلیتی ہے اسیوجہ سے اس شہوت کے حیلے کی تدبیر مین لگا رہتا ہے اور یہی اسکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یا کوئی تدبیر نکالیے یاد شہوت بیچیے اور فکر مین یہ بات کہان ہو سکتی ہے بہر حال ان دونون مانع کا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنے دل سے کہے کہ تو کتنا سخت اور جنبی ہے کہ موت اور اسکے مابعد کی فکر سے بچتا ہے اور اسکی یاد سے رنج اٹھاتا ہے اور اسکے آنے کو حقیر جانتا ہے جب آپڑیگی تو کیسے سہیگا تجھسے تو موت اور مابعد کے ماننے کی بہی برداشت نہین ہوتی اسی سے رنج پاتا ہے اور فکر کے باعث جو لذات دنیا کے فوت ہو جانے کا خوف ہوتا ہے اسکا علاج یہ ہے کہ یہ بات یقیناً جان لے کہ آخرت کی لذات کا جاتا رہنا بہت سخت اور گران ہوگا اسلیے کہ اول تو ان لذات کی کچھ پایان نہین دوسرے انمین کسی طرح کی مشقت یا کدورت نہین اور لذات دنیاوی نہ پائدار ہین اور نہ نالائق کدورت تو انمین لذت خالص بے کدورت بھی نہین ہو سکتی البتہ گناہون سے توبہ کرکے طاعت الٰہی پر متوجہ ہونے سے لذت مناجات الٰہی اور اسکے معرفت و طاعت سے آرام ملنا اور زیادہ اُنس پانا بڑی عمدہ لذت ہے کہ اگر مطیع کو عمل کی جزا سوا اس حلاوت کے اور کچھ نہ ملتی تب بھی کافی تھی پھر جب اسپر اور جنت کی نعمتین بھی بیجاوینگی تو اس لذت کا کیا کہنا ہے اتنا ہے کہ یہ لذت توبہ کے بعد ہی نہین میسر آتی لیکن توبہ کے بعد اگر مدت تک اسپر صابر رہیگا اور خیر کا اتنا عادی ہو جاویگا جتنا شر کا عادی پہلے تھا تو البتہ شاہد مقصود سے ہم آغوش ہو سکتا ہے کیونکہ نفس اُسی چیز کو قبول کرتا ہے جسکا عادی ہو خیر کا بھی عادی ہو سکتا ہے اور شر کا بھی ۔

حاصل یہ کہ یہ فکر اسطرح کی ہین جنسے خوف اُبھرتا ہے جو باعث جوش قوت صبر ہے اور یہ فکر واعظون کی وعظ سے اور ایسی تنبیہات سے جو کبھی اتفاقاً اسباب بیشمار سے دل پر آجاتی ہین اُبھرتی ہین اور پھر موافق طبع ہو جاتی ہین اور دل کو انکی طرف رغبت ہوتی ہے اور جو سبب کہ طبیعت اور ان فکرون مین موافقت ڈالتا ہے اُسکو توفیق کہتے ہین اسلیے کہ توفیق اسیکا نام ہے کہ ارادہ مین اور مطلوب یعنی اُس اطاعت مین جو آخرت مین نافع ہو موافقت ہو جاوے چنانچہ ایک حدیث طویل مین مذکور ہے کہ حضرت عمار بن یاسر کھڑے ہوے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت مین عرض کیا کہ کفر کی بنا کس چیز پر ہے ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ چار ارکان پر اسکی بنا ہے اول جفا دوم نابینائی سوم غفلت چہارم شک پس جو جفا کریگا وہ حق کو حقیر جانیگا اور باطل کو کھلا کھلی کریگا اور علما کو برا جانیگا اور جو اندھا ہوگا ذکر کو بھول جاویگا اور غفلت کریگا وہ راہ رست سے پھریگا اور جو شک کریگا وہ آرزو کے مغالطے مین پڑیگا پھر حسرت اور ندامت اُسکو آ ناویگی اور جس چیز مین اُسکو شک تھا وہ خدا کی طرف سے اسپر ظاہر ہو جاویگی یہ بیان ہے بعض آفات کا جو فکر کی غفلت سے ہوتی ہین اور اس قدر توبہ کے باب مین کافی ہے اور از انجا کہ صبر ایسا رکن ہے جسپر دوام توبہ منحصر ہے اسلیے اسکا بیان علٰحدہ باب مین ضروری ہوا باب توبہ خدا کی حسن توفیق سے تمام ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً

وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ وسلم

باب دوم صبر اور شکر کے بیان مین

رباعی

گر دولت سرمدی تجھے ہے منظور | کر صبر و شکر دل سے حتی المقدور | ہوتا ہے خدا سے ایک صابر کا رفیق | نعمت اُسے دیتا ہے جو ہوتا ہے شکور

یہ بات احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ ایمان کے دو حصے ہین نصف صبر ہے اور نصف شکر اور اسیواسطے اللہ تعالیٰ کے اسماے حسنی مین
صبور اور شکور دونون نام ہین تو صبر و شکر کا اوصاف الٰہی اور اسماے حسنی مین داخل ہونا بھی متحقق ہوا اور ان دونون سے جاہل رہنا
گویا ایمان کے دونون حصون سے جاہل رہنا ہے یا خدا کے دو وصفون سے غافل رہنا اور بدون ایمان کے قرب خدا کے حاصل ہونے کی کوئی
صورت نہین اور طریق ایمان پر چلنا بدون اس بات کے پہچاننے کہ کس چیز پر اور کس شخص پر ایمان چاہیے غیر ممکن ہے جو اس بات کے پہچاننے مین سستی
کرے وہ صبر اور شکر کی معرفت سے بھی بیٹھ رہیگا اس سے معلوم ہوا کہ بیان ہو جانا ایمان کے دونون حصون کا بہت ضرور ہے اسلیے ہم اس
باب مین صبر اور شکر کو اکٹھا لکھتے ہین باین خیال کہ دونون مین ارتباط و مناسبت زیادہ ہے اس باب مین دو فصلین ہین

فصل اول صبر کے ذکر مین اسمین سات بیان ہین

بیان اول صبر کی فضیلت مین اللہ تعالیٰ نے صابرین کو بہت سے اوصاف سے ذکر فرمایا ہے اور صبر کا ذکر قرآن مجید مین
کچھ اوپر ستر جگہ کیا ہے اور بہت سے درجات اور خیرات کو صبر کی طرف منسوب کیا ہے اور اسکا ثمرہ ٹھہرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وجعلنا منہم
ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا اور فرمایا وتمت کلمۃ ربک الحسنی علی بنی اسرائیل بما صبروا اور فرمایا ولنجزین الذین صبروا اجرہم باحسن ما کانوا
یعملون اور فرمایا اولئک یؤتون اجرہم مرتین بما صبروا اور فرمایا انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ
اور نیکیون کا ثواب سواے صبر کے کسی مقدار خاص اور حساب کے موافق ہوگا اور صبر کا ثواب بیحساب ہوگا اور اسیلیے کہ روزہ بھی صبر
مین داخل ہے کیونکہ نصف صبر ہے اسوجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الصوم لی وانا اجزی بہ اس حدیث قدسی مین روزہ کو اپنی طرف منسوب
فرمایا اور کسی عبادت کو اپنے لیے مخصوص نہین فرمایا اور ثواب صبر مین ارشاد فرمایا کہ مین انکے ساتھ ہون جیسا کہ ارشاد فرمایا واصبروا
ان اللہ مع الصابرین اور دوسری جا اپنی نصرت کو صبر پر مشروط فرمایا کہ بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورہم ہذا یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف
من الملائکۃ مسومین اور تیسری جا صابرین کے لیے ایسی باتین اکٹھی فرمائین جو اورون کے واسطے نہین چنانچہ ارشاد ہے اولئک علیہم
صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون اس آیت مین ہدایت اور رحمت اور صلوۃ صابرون کے لیے ایک جا ہین غرضکہ صبر کی
فضیلت مین جتنی آیات وارد ہین سب کا لکھنا طول چاہتا ہے اخبار بھی اس باب مین بہت وارد ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم نے فرمایا الصبر نصف الایمان اور اسکے نصف ہونے کی وجہ عنقریب مذکور ہوگی اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا
کہ جو چیزین کہ تمکو کم عنایت ہوئی ہین انھین مین سے یقین اور صبر ہین اور جسکو ان دونون مین سے بہرہ وافی ملا ہے اُسکو اگر تہجد اور
روزۂ نفل نہ ملے تو کچھ پروا نکریگا اور جس حال پر تم اب ہو اگر اُسپر صبر کرو تو مجھکو اس بات کی نسبت زیادہ محبوب ہے کہ تم مین سے میرے پاس
ایک ایک آدمی اتنے عمل لاوے جتنے تم سب کرتے ہو لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ میرے بعد تمپر دنیا مفتوح ہوگی اور تم ایک دوسرے کو برا
جانوگے اسوقت آسمان کے لوگ تمکو برا جانینگے اور جو شخص اس حال مین صبر کریگا اور ثواب کی نیت کریگا اُسکو ثواب پورا ملیگا بعد اسکے
آپ نے یہ آیت پڑھی ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق ولنجزین الذین صبروا اجرہم باحسن ما کانوا یعملون اور حضرت جابر روایت کرتے ہین

کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کو پوچھا کہ کیا چیز ہی آپ نے فرمایا کہ صبر کرنا اور سخاوت کرنا اور ایک حدیث مین فرمایا
الصبر کنز من کنوز الجنۃ اور ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ ایمان کیا ہی آپ نے فرمایا کہ صبر ہی اور ایمان کو صبر فرما دینا آپ کا ایسا ہی جیسا
ایکبار آپ نے حج کے باب مین فرمایا تھا کہ حج عرفہ ہی یعنی بڑا رکن حج کا عرفہ ہی اسی طرح بڑا رکن ایمان کا صبر ہی اور ایک حدیث مین ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب عملون مین بہتر وہ ہین جنپر نفسون کو جبر ہو۔ اور ایک روایت ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت داود
علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میرے اخلاق کی طرح تم بھی اخلاق اپنے درست کرو اور ایک میرا خلق یہ ہی کہ مین صبور ہون اور عطاء رح ابن عباس سے
یہ حدیث روایت کرتے ہین کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار پر داخل ہوے تو آپ نے پوچھا کہ تم ایماندار ہو سب چپ ہو رہے
پھر حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ ہم ایماندار ہین آپ نے فرمایا کہ تمھارے ایمان کی پہچان کیا ہی تو انصار نے عرض کیا کہ ارزانی پر شاکر
رہتے ہین اور مصیبت پر صابر اور حکم الہی پر راضی آپ نے فرمایا کہ قسم ہی خداے کعبہ کی ایماندار ہین اور ایک حدیث مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی الصبر علی ما تکرہ خیر کثیر اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جس چیز کو تم محبوب جانتے ہو وہ تمکو جبھی ملیگی
جب اس چیز پر صبر کرو گے جو بری جانتے ہو اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو کان الصبر رجلا لکان
کریما واللہ یحب الصابرین اس باب مین احادیث بیشمار ہین اور آثار سے بھی اسکی فضیلت ثابت ہی چنانچہ حضرت عمر رض نے جو خط حضرت
ابو موسی اشعری کو لکھا تھا اسمین یہ بھی تھا کہ اپنے اوپر صبر کو لازم کرو اور جان لو کہ صبر کی دو قسمین ہین ایک دوسری سے بہتر ہی صبر کرنا
مصیبتون پر اچھا ہی مگر اس سے افضل یہ ہی کہ جو چیز خداے تعالی نے حرام کی ہی اسپر صبر ہو اور جان لو کہ صبر ایمان کی اصل ہی کیونکہ نیکیون مین سے
عمدہ تقوی ہی اور وہ صبر سے حاصل ہوتا ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ ایمان کی بنا چار ارکان پر ہی یقین اور صبر اور جہاد
اور عدل اور نیز فرمایا کہ صبر کو ایمان سے وہ نسبت ہی جو سر کو ہی بدن سے پس جس طرح کہ بدون سر کے بدن نہین ہوتا اسی طرح جسکو
صبر نہو اسکا ایمان نہین ہوتا اور حضرت عمر رض فرمایا کرتے صابرون کے لیے دونون گٹھریان بھی خوب ہین اور انپر کا اضافہ بھی اچھا ہی
گٹھریون سے مراد صلوۃ اور رحمت ہی اور اضافہ سے ہدایت یعنی یہ جو ثواب صبر کا قرآن مجید مین مذکور ہی اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ
واولئک ہم المہتدون اسکی طرف آپ اشارہ فرماتے تھے کہ صابرون کو گویا صلوۃ اور رحمت ایسی ہین جیسے سودا کسی کے دونون طرف کا
بوجھ اور ہدایت بمنزلہ ایک چھوٹی گٹھری کے ہی جو اوپر رکھ دیتے ہین اور حضرت حبیب بن ابی حبیب جب اس آیت کو پڑھتے انا وجدناہ
صابرا نعم العبد انہ اواب تو رو دیتے اور کہتے کہ سبحان اللہ عنایت بھی کیا اور تعریف بھی کی یعنی خود ہی خداوند کریم نے صبر عطا فرمایا اور آپ ہی
تعریف فرماتا ہی اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ ایمان کا کنگورہ حکم پر صبر کرنا اور تقدیر پر راضی رہنا ہی یہان تک بیان فضیلت صبر کا
نقلی تھا اب اگر باعتبار چشم بصیرت کے اسکی فضیلت معلوم کرنی ہو تو بدون حقیقت اور معنی صبر کے معلوم کیے بن نہین آتی اسلیے
کہ فضیلت اور رتبہ کسی چیز کا اسکی صفت ہوتی ہی اسکا جاننا بدون موصوف کے جاننے کے نہین ہو سکتا ہی اسی واسطے صبر کی

حقیقت اور معنی کو ذکر کیا جاتا ہی

بیان دوم صبر کی حقیقت اور معنی کے ذکر مین واضح ہو کہ صبر دین کے ایک مقام اور سالک کی ایک منزل کا نام ہی اور دین کے
جتنے مقام ہین تین چیزون سے منتظم ہوتے ہین اول معارف دوم احوال سوم اعمال معارف سب کی اصل ہین اور انکی کیفیت سے
احوال پیدا ہوتے ہین اور احوال سے اعمال بروے کار آتے ہین پس معارف کو مثل درخت کے اور احوال کو مثل شاخون کے
اور اعمال کو مثل پھلون کے سمجھنا چاہیے اور یہ بات سالکین کی سب منزلون مین پائی جاتی ہی اور لفظ ایمان کبھی تو معارف ہی پر
بولا جاتا ہی اور کبھی ان تینون چیزون کے مجموعے پر چنانچہ اختلاف لفظ ایمان اور اسلام کے بیان مین جو باب قواعد عقائد جلد اول مین

مذکور ہوئی ہم اسکو بھی لکھ چکے ہین اسیطرح صبر کامل بھی ہوتا ہی جب اول معرفت ہوا اور اسکے بعد ایک حالت آدمی پر قائم ہوا اور واقع مین یہ ایکہی
دونون چیزون کا نام ہی علم و مثل ثمرہ کے ہی کہ انھین دونون سے صادر ہوتا ہی اور یہ امر دونون دریافت ترتیب فرشتون اور انسانون
اور بہائم کے معلوم نہین ہوسکتا اسواسطے کہ صبر خاصۂ انسان ہی ملائک اور بہائم مین نہین ہوسکتا ملائکہ مین انکے کمال کی جہت سے
اور بہائم مین انکے نقصان کے سبب سے اور اسکی تفصیل یہ ہی کہ بہائم پر شہوات مسلط کردیئے گئے ہین وہ انھین کے مسخر ہین انکی
حرکت و سکون کا باعث سواے شہوت کے اور کچھ نہین اور انمین کوئی ایسی قوت نہین جو شہوت کی مزاحم ہو کر اسکو اسکے مقتضی سے
روکے اور شہوت کے مقابلے مین اس قوت کا ثابت رہنا صبر کہا جاے اور ملائکہ علیہم السلام صرف اسلیے پیدا ہوے ہین کہ شوق
حضرت ربوبیت کا انکو ہیجان ہوا اور درجۂ قرب سے خوش رہین انکے اندر شہوت نہین رکھی گئی جو اس درجہ اور شوق سے انکو روکے اور نہ انکو
کسی ایسے لشکر کی احتیاج کہ اسکی مدد سے ان موانعات پر غالب ہون جو انکی حضوری سے باز رکھتے ہون اسلیے کہ مقتضاے شہوات
موانع ہین جو سرے سے موجود نہین اور انسان کا حال یہ ہی کہ ابتداے لڑکپن مین ناقص مثل بہیمہ کے پیدا ہوا اسوقت سواے خواہش
غذا کے جسکی اسکو احتیاج ہوتی ہی اور کسی چیز کی خواہش پیدا نہین ہوتی پھر بعد چندے اسمین خواہش کھیل اور آرایش کی پیدا ہوتی ہی
پھر نکاح کی شہوت ظاہر ہوتی ہی اور یہ شہوات بترتیب ظاہر ہوتی ہین اور شروع مین قوت صبر نہین ہوتی اسلیے کہ صبر اسکا نام ہی
کہ جن دو لشکرون مین اختلاف مطالب اور ضدیت مقصود کے باعث لڑائی ہو تو ایک لشکر انمین سے دوسرے کے مقابل
جما رہے اسی جمنے کا نام صبر ہی مگر لڑکپن مین صرف ایک لشکر شہوات کا ہوتا ہی جیسے بہائم مین لیکن اللہ تعالی نے اپنے کرم اور جود کے
باعث انسان کو اشرف بنایا ہی اور اسکا درجہ بہائم سے اعلی رکھا ہی اسلیے جب اسکا وجود کامل ہو جاتا ہی اور بلوغ کے قریب
پہونچتا ہی اسپر دو فرشتے معین کرتا ہی کہ ایک اسکو ہدایت کرے اور دوسرا اسکی کمک کرتا رہے انھین دو فرشتون کی مدد سے
انسان بہائم سے متمیز ہوتا ہی علاوہ اسکے انسان مین دو وصف خاص ہین جو انھین دو فرشتون کی جہت سے حاصل ہوتے ہین
اول صفت تو معرفت خدا و رسول کی دوم شناخت انجام کی مصلحتون کے یہ باتین اس فرشتے سے حاصل ہوتی ہین جسکا کام ہدایت
اور شناخت کرانے کا ہی بہیمہ کو نہ تو پہچان خدا اور رسول کی ہی نہ شناخت انجام کی بہتری کی بلکہ اسکو اسی چیز کی راہ سوجھتی ہی جو
بالفعل اسکی خواہش کے موافق ہو اور اسی وجہ سے سواے لذیذ چیز کے اور کسی کی تلاش اسکو نہین ہوتی یہان تک کہ اگر کوئی دوا
نافع اسکے لیے ہو مگر حال مین مضر ہو تو اسکی طالب ہرگز نہوگی اور نہ اسکو پہچانیگی اور انسان نور ہدایت سے یہ جانتا ہی کہ اتباع شہوات
میرے حق مین انجام کو برا ہی لیکن صرف یہ ہدایت کافی نہین جب تک کہ اسکو قدرت مضر چیز کے چھوڑنے کی نہو بہت سی مضر چیزین
ایسی ہین کہ انسان انکو جانتا ہی مگر دفع نہین کرسکتا جیسے مریض ہو جانا مثلاً تو ایسے حال مین اسکو ایک ایسی قدرت و قوت کی حاجت
پڑے جس سے شہوات کو دھکا دے اور انسے اس قدر مجاہدہ کرے کہ انکی دشمنی کو اپنے نفس سے علیحدہ کرے اس غرض کے لیے
اللہ تعالی نے ایک اور فرشتہ مقرر کیا جو انسان کو بہتری پر رکھے اور اسکی تائید و تقویت ایسے لشکرون سے کرے جو نظر نہ آتے ہون
اور یہ لشکر اس بات پر مامور ہی کہ لشکر شہوت سے لڑے پس کبھی تو دب جاتا ہی اور کبھی قوت پکڑتا ہی اور اسکا کمزور یا زور آور ہونا
اسیقدر ہی جسقدر کہ بندے کو اللہ کی طرف سے تائید غیبی کی کمک ہوتی ہی جس طرح کہ نور ہدایت خلق مین انتہا متفاوت ہی کہ جسکی
کچھ انتہا نہین اب ہم اس صفت انسانی کا جس سے کہ اسکو شہوات کی بیخ کنی اور مغلوب کرنے مین بہائم پر امتیاز ہوا باعث دینی
نام رکھتے ہین اور شہوات کے مطالبہ مقتضیات کو باعث ہوی کہتے ہین اور تصور کرنا چاہیے کہ ان دونون چیزون یعنی باعث
دینی اور باعث ہوی یا شہوت مین لڑائی برپا ہی اور کبھی یہ غالب ہوتا ہی اور کبھی وہ اور اس جنگ کا میدان بندے کا دل ہی اور

باعث دینی کو کمک فرشتوں سے پہونچتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی جماعت کے مددگار ہین اور باعث شہوت کو مدد شیاطین سے ملتی ہو
جو اللہ تعالیٰ کے دشمنون کی مدد کرتے ہین پس صبر کی حقیقت یہ ہے کہ باعث شہوت کے مقابلہ مین باعث دینی ثابت قدم رہے
پھر اگر ثابت رہکر حریف کو مغلوب کرے اور شہوت کی مخالفت پر مدام آمادہ رہے تو اللہ کی جماعت کی نصرت کریگا اور زمرۂ صابرین
مین لاحق ہوگا اور اگر ضعیف و خفیف ہوا اور شہوت نے دبا لیا اور اُسکو دفع نہ کر سکا تو شیطان کے تابعین مین داخل ہوگا اس
بیان سے معلوم ہوا کہ افعال شہوت کا چھوڑنا وہ عمل ہے جو حالت صبر سے پیدا ہوتا ہے یعنی حالت صبر کا ثمرہ یہ ہے کہ آدمی شہوت کے
مقتضیات کو چھوڑدے اور صبر باعث دینی کے ثابت رہنے کا نام ہے باعث شہوت کے مقابلے مین اور اسکا ثابت رہنا ایک ایسا
حال ہے جو شہوات کی عداوت اور ضدیت کے جاننے سے پیدا ہوتا ہے یعنی اس معرفت سے کہ شہوات اسباب سعادت کے لیے دنیا
و آخرت مین دشمن اور طریق خدا کے راہزن ہین پس جب اس معرفت کا یقین جسے ایمان کہتے ہین قوی ہوتا ہے تو باعث دینی
قوی ہوتا ہے اور جب اس باعث کا استقلال اور ثبات خوب ہوتا ہے تو افعال انسانی خواہش شہوت کے خلاف سرزد ہوتے ہین
غرضکہ ترک شہوت کمال کو جبھی پہونچیگا جب باعث دینی جو باعث شہوت کا مقابل اور حریف ہے قوی ہوگا اور انجام شہوات کی
بُرائی کا یقین بھی قوی ہوگا۔ اور وہ دونون فرشتے جنکا اوپر ذکر ہوا خدا کے فضل سے ان دونون لشکرون کے کفیل رہتے ہین
اللہ تعالیٰ نے ان دونون کو اسلیے پیدا کیا ہے اور ہر ہر شخص پر آدمیون مین سے دو فرشتے اسطرح مقرر ہین اور انکو کرام کاتبین
کہتے ہین اور چونکہ رتبہ ہادی فرشتے کا تقویت دینے والے فرشتے کی نسبت زیادہ ہے تو ظاہر ہے کہ داہنی طرف جو آدمی مین اشرف ہے
اُسکو ملنی چاہیے اسی لیے ہادی داہنی طرف رہتا ہے اور مقوی بائین طرف پر اب غفلت کرنے اور فکر کرنے مین اور کُھلا چھوڑنے مین
مطلق العنان رہنے اور مجاہدہ کرنے مین بندے کے دو حال ہین جب غفلت کرتا ہے تو داہنے فرشتے سے گویا منہ پھیرتا ہے اور اُسکے
ساتھ بدی کرتا ہے اسلیے وہ اُسکے منہ پھیرنے کو بدی لکھ لیتا ہے اور جب فکر کرتا ہے تو اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے تاکہ اس سے ہدایت کا
مستفید ہو تو اس صورت مین گویا اس فرشتے کے ساتھ سلوک کرتا ہے اسلیے وہ اسکے متوجہ ہونے کو نیکی لکھتا ہے اسیطرح جب کُھلا چھوڑنے مین
مطلق العنان رہتا ہے تو بائین فرشتے سے اعراض کرتا ہے اور اُسکی مدد کا خواہان نہین ہوتا اور اپنی اس حرکت سے اُسکے ساتھ
بدی کرتا ہے اسی لحاظ وہ اُسپر برائی لکھدیتا ہے اور اگر نفس پر مجاہدہ کرتا ہے تو گویا اس فرشتے سے مدد کا خواہان ہے اسی نظر سے
وہ اُسکے لیے نیکی لکھدیتا ہے اور چونکہ نیکیون اور بدیون کا وجود انھین دو فرشتون کے لکھنے سے ہوتا ہے اسیواسطے انکو کرام کاتبین
کہتے ہین کرام تو اس وجہ سے کہ بندے کو اُنکے کرم سے نفع ہوتا ہے اور نیز فرشتے سب کے سب بزرگ اور پاک ہین اور کاتب اس لحاظ سے
کہ حسنات اور سیئات کو لکھتے اور جن صحیفون پر کہ یہ لکھتے ہین وہ سر قلب مین لپٹے ہین الا سر قلب سے مخفی ہین یہان تک کہ اس
عالم مین انپر اطلاع نہوگی اسلیے کہ وہ دونون فرشتے اور اُنکے خط اور نوشتے اور جو کچھ اُنسے متعلق ہے عالم غیب اور ملکوت سے ہین
عالم ظاہری سے نہین اور کوئی چیز عالم ملکوت کی قابل محسوس ہونے کے چشم ظاہری سے اس عالم مین نہین پھر یہ نامجات مخفی
دو دفعہ کھولے جاوینگے ایکبار قیامت صغریٰ مین اور ایکبار قیامت کبریٰ مین اور قیامت صغریٰ سے ہماری غرض حالت موت ہے
چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے من مات فقد قامت قیامتہ الخ اس قیامت مین بندہ اکیلا ہوتا ہے اور اسمین اُس سے کہا جاتا ہے
ولقد جئتمونا فرادی کما خلقناکم اول مرۃ اور ارشاد ہوتا ہے کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا اور قیامت کبریٰ جو تمام خلق کی جامع ہوگی
وہان آدمی تنہا نہوگا بلکہ غالبًا حساب مجمع کے سامنے لیا جاویگا اور اس قیامت مین متقی جنت مین اور مجرم دوزخ مین گروہ کے گروہ
جاوینگے ایک ایک نہین بھیجا جاویگا اور سب سے پہلے دہشت چھوٹی قیامت کی ہے اور جتنی دہشتین اور حالات کہ بڑی قیامت مین

جو کوئی مرتا ہے اُسکی قیامت برپا ہو جاتی ہے ۱۲ ابن ابی الدنیا بروایت انس بسند ضعیف ۱۲

اور تم ہمارے پاس آئے

اکیلے اکیلے جیسے ہم نے تمکو بنایا تھا پہلی بار

تو ہی بس ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا ۱۲

ہونگے انکی سب کی مثال اور نظیر چھوٹی قیامت مین موجود ہے مثلاً زمین کا ہلنا جو قیامت کبریٰ مین ہوگا اُسکی نظیر موت انسانی مین یہ ہے کہ جو
زمین خاص اُسکے لیے ہے یعنی اُسکا بدن وہ مرنے پر ڈگمگا جاتا ہے تو اسکے حق مین زلزلۂ زمین کا موجود ہو گیا اسلیے کہ اگر کسی ملک مین زلزلہ آوے
تو یہی کہینگے کہ فلان جا بھونچال آیا گو اُسکے پاس پڑوس والون کو اُسکا صدمہ نہوا ہو غرضکہ زلزلے کا ہونا انھین لوگون کے حق مین شمار
ہوگا جنکو اس سے صدمہ پہونچا ہو اس اعتبار جسکے گھر خواہ اور کسی چیز کو اس سے صدمہ ہوا ہوگا اسکے حق مین زلزلہ کا ہوا کیونکہ تمام
زمین کے زلزلے سے اسکو نقصان جبھی ہے جب اُسکا گھر ہل جاوے دوسرے کے مکان وغیرہ کے زلزلے سے اسکا کیا نقصان ہے اب اگر
موت کو دیکھو تو بدن پر اسکا صدمہ کسطرح کم نہین زلزلے سے بڑھکر ہے اور بدن کو زمین پر قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ آدمی خاکی ہے اور مٹی سے
بنا ہے اُسکے حصے مین جسقدر مٹی خاص ہے وہ اسکا بدن ہے جسکا بدن اُسکے حصے مین نہین اور جس زمین پر کہ آدمی بیٹھا ہوا ہے وہ بدن کا
ظرف اور مکان ہے اور ساری زمین کے ہلنے سے جو آدمی کو ڈر لگتا ہے اسکی یہی وجہ ہے کہ کہین بدن اُسکے سبب سے نہ لغزش کھا جاوے
ورنہ ہوا تو ہمیشہ چلتی اور ہلتی رہتی ہے اُس سے کبھی خوف نہین لگتا اسلیے کہ اُس سے بدن مین کچھ اضطراب نہین ہوتا بہرحال تمام زمین کی
جنبش سے آدمی کا حصہ اسیقدر ہے کہ اُسکے بدن کو جنبش ہوتی ہے جو اُسکی مٹی اور زمین خاص ہے اب جس طرح زمین کے واسطے اور سامان
ہوتے ہین اسی طرح زمین بدن مین بھی انھین چیزون کی نظیرین موجود ہین ہڈیان مثل پہاڑون کے ہین اور سر بمنزلہ آسمان کے اور دل
آفتاب ہے اور آنکھ اور کان اور ناک اور دوسرے حواس اس زمین کے ستارے ہین اور پسینے کا بہنا دریا ہے اور بال روئیدگی اور گھاس
پاؤن درخت اس زمین کے ہین اسیطرح سب اجزا کو قیاس کرنا چاہیے پس جب موت کے باعث ارکان بدن منہدم ہوجاتے ہین
تو یہ قول صادق آتا ہے زلزلت الارض زلزالھا اور جب ہڈیان گوشت سے علیحدہ ہوتی ہین تو یہ واقعہ قیامت کا ٹھیک ہوتا ہے
حملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ اور جب ہڈیان گلجاوینگی تو مضمون اذا الجبال نسفت کا اور جب دماغ پھٹے گا تو مضمون
اذا السماء انشقت کا صادق ہوگا اور جب موت کے وقت دل پر تاریکی چھا جاویگی تو مضمون اذا الشمس کورت کا اور کان اور آنکھ اور
دوسرے حواس کے بیکار ہونے سے مضمون اذا النجوم انکدرت کا خوف و موت کے باعث پیشانی پر عرق آنے سے مضمون اذا البحار فجرت
کا اور ایک پنڈلی دوسری پر لپٹنے سے مضمون اذا العشار عطلت اور جسم سے روح کی مفارقت ہونے سے مضمون واذا الارض مدت
والقت ما فیہا وتخلت کا واقع ہوگا یعنی جو جو واقع کہ کلام مجید مین احوال و حالات قیامت کے باب مین موجود ہین موت انسانی مین
انمین سے ہر ایک کی نظیر پائی جاتی ہے سب حالات و احوال کا بیان طویل ہے پھر بھی یہ کہہ سکتے ہین کہ مرنے کے ساتھ ہی آدمی پر یہ
چھوٹی قیامت ٹوٹ پڑتی ہے اور اس موت سے قیامت کبریٰ کی کوئی چیز جو خاص اُسکے لیے ہوگی وہ اُس سے فوت نہوگی مگر جو چیز
دوسرون کے لیے خاص ہے وہ البتہ اُس سے فوت ہو جاویگی مثلاً دوسرے کے حق مین ستارون کا باقی رہنا مردے کو کیا فائدہ دے سکتا
جب اُسکے حواس و بینائی مین ابتری ہوگئی ہے جیسے اندھے آدمی کے سامنے رات اور دن برابر ہوتے ہین آفتاب کی روشنی اور اُسکا
گہن اُسکے نزدیک یکسان ہے کیونکہ اُسکے حق مین ایک ہی بار آفتاب کو گویا گہن لگ گیا اُسکو اسیقدر اُس سے بہرہ ہے اب جو آفتاب
صاف و روشن ہوگا تو وہ دوسرے کے حصے مین ہوگا اور جسکا سر پھٹ جاوے اُسکا گویا آسمان پھٹ گیا کیونکہ آسمان اُسکو کہتے ہین
جو جانب سر ہو پس جب کسیکا سر ہی نہو تو دوسرے کے لیے آسمان کا ہونا اُسکے کس کام آویگا یہ حال ہے چھوٹی قیامت کا اور ہنوز دلی
دور ہے خوف اور دہشت تو آگے ہوگی یعنی جب بڑی قیامت کی ہل چل پڑیگی اور خصوصیت کسی کی نرہیگی آسمان و زمین بیکار ہو جاوینگے
پہاڑ چلتے رہینگے اور خوف و احوال کمال کو پہونچینگے اور واضح ہو کہ قیامت صغریٰ کا حال اگرچہ ہمنے بہت سا لکھا ہے الا ہنوز
عشر عشیر بھی اُسکے اوصاف مین سے نہین لکھا اور یہ قیامت بڑی قیامت کے سامنے ایسی ہے جیسے ولادت صغریٰ ولادت کبریٰ کے

اور جیسے تارے بیچلے ہو جب ڈوبی ۱۲

جیسے دریا بہ پڑتے ہین ۱۲

جیسے بال اور زعفران چھوٹی گھاس ۱۲

جیسے زمین کو پھیلا دیا جاوے اور نکال ڈالے جو کچھ اسمین ہے اور خالی ہو جاوے ۱۲

سامنے یعنی آدمی کے لیے دو پیدایش ہین اول تو نکلنا پشت پدر سے رحم مادر مین کہ یہان پہونچکر ایک مدت مقرری تک نو مہینے ٹھہرتا ہی اور پورا ہونے تک کئی حالتین بدلتا ہی گویا یہ حالتین اُسکے حق مین کمال کی منازل ہین پہلے نطفہ ہوتا ہی پھر خون جما ہوا پھر لوتھڑا وغیرہ ہوکر تنگی رحم سے وسعت آباد عالم مین قدم رکھتا ہی اسکا نام ولادت دوم ہی۔ اب قیامت کبری کے عموم کو قیامت صغری کے خصوص کی طرف وہ نسبت تصور کرنی چاہیے جیسے وسعت عالم کو ہی رحم سے اور جس عالم مین کہ بندہ بعد موت کے پہونچتا ہی اُسکی وسعت کو دنیا کی وسعت سے وہ نسبت ہی جو دنیا کی وسعت کو ہی رحم کی وسعت سے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہی اسی نسبت آخرت کو دنیا کی نسبت کر قیاس کرنا چاہیے اسیلیے قرآن مجید مین ارشاد ہوا ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ دوسری دفعہ کا پیدا کرنا بھی مثل اول بار کے پیدا کرنے کے ہی بلکہ اگر تامل کیا جاوے تو شمار پیدایشون کی منحصر دو مین نہین رہتی اور اسکی طرف اشارہ ہی اس قول مین وننشئکم فی ما لا تعلمون غرضکہ جو شخص دونون قیامتون کا مقر ہو وہ دونون عالم ظاہری و باطنی کا معتقد ہو اور ملک و ملکوت دونون کا یقین رکھتا ہو اور جو شخص صرف قیامت صغری کا مقر ہو اور کبری کو نہین مانتا اسکی ایک آنکھ پھوٹی ہی کہ ایک ہی جہان سوجھتا ہی اسکا نام جہل اور گمراہی ہی اور ایک چشم دجال کی پیروی ہی آدم بیچارہ کتنا غافل ہی اور اس غفلت مین ہم سب برابر ہین لوگو جب سامنے تمہارے اس طرح کے خوف سے مقامات درپیش ہین تو پھر غفلت کے کیا معنی اگر بالفرض جہالت اور گمراہی کے باعث قیامت کبری کا اعتقاد نہین تو قیامت صغری کیا تھوڑی ہی کیا تمنے یہ حدیث شریف صحیح نہین سنی کفی بالموت واعظا کیا یہ نہین سنا کہ سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کے وقت کیا کرب تھا کہ فرماتے تھے اللھم ھون علی محمد سکرات الموت کیا اس بات کی شرم نہین آتی کہ موت کے آنے مین توقف سمجھکر بیوقوفون اور غافلون کی پیروی کرتے ہو جنکی شان مین یہ آیت ہی ما ینظرون الا صیحۃ واحدۃ تاخذھم وھم یخصمون فلا یستطیعون توصیۃ ولا الی اھلھم یرجعون ان غافلون کا یہ حال ہی کہ اگر مرض انکے نصیحت دلانے کو آتا ہی تو اس سے نہین دبتے اور اگر بڑھاپا موت کا پیام سناتا ہی تو اس سے عبرت نہین پکڑتے اسی لحاظ سے خدا تعالی فرماتا ہی یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون پھر اگر انکو یہ گمان ہو کہ ہم دنیا مین ہمیشہ رہینگے تو انکو یون ارشاد ہوا الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون اور اگر یہ سمجھتے ہون کہ مرنے والے پاس سے غیبت ہو گئے تو معدوم ہی ہین انکا وجود کہین نہین تو اس خیال کے دفع کے لیے فرمایا وان کل لما جمیع لدینا محضرون پھر آیات خداوندی سے انکے اعراض اور روگردانی کی وجہ ارشاد فرمائی کہ کس وجہ سے ہر ایک آیت سے اعراض کرتے ہین وہ یہ ہی کہ وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشیناھم فھم لا یبصرون وسواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون اب بات کہین کی کہین چلی گئی یہ تقریر ایسے امور کی طرف اشارہ کرتی ہی جو علوم معاملہ سے اعلی ہین اسلیے غرض اصلی کیطرف رجوع کرکے ہم کہتے ہین کہ یہ معلوم ہو گیا کہ صبر باعث دینی کے جمے رہنے کا نام ہی مقابلہ مین باعث ہوا کے اور یہ مقابلہ خاصہ آدمیون کا ہی اس وجہ سے کہ کراما کاتبین مقرر ہین اور وہ فرشتے لڑکون اور دیوانون پر کچھ نہین لکھتے کیونکہ پہلے ہم لکھ چکے ہین کہ اگر انکی طرف استفادہ کے لیے توجہ کیا جاوے تو وے حسنہ لکھتے ہین اور اگر اُنسے روگردانی کیجاوے تو بدی لکھتے ہین اور چونکہ لڑکون اور مجنونون مین استفادے کی استعداد نہین ہوتی تو اُنسے ظہور متوجہ ہونے کا نہ روگردانی کا کبھی متصور نہین ہو سکتا اور کراما کاتبین سوا توجہ اور روگردانی کے اور کچھ نہین لکھتے اور یہ بھی ایسے لوگون کے لیے لکھتے ہین جنکو قدرت متوجہ ہونے اور روگردانی کرنے کی ہو ہان بعض اوقات نور ہدایت کا آغاز سن تمیز ہی سے شروع ہوتا ہی اور بتدریج حالت بلوغ تک بڑھتا جاتا ہی جیسے صبح کی روشنی کہ آفتاب کے نکلنے تک آغاز ناپید ہوتی باقی ہو مگر یہ ہدایت ناقص ہی اسکے موجب عمل نکرنے سے آخرت کے ضرر سے محفوظ رہتا ہی دنیا کے ضرر سے نہین بچتا مثلاً اگر ایسے وقت مین نماز نپڑھے تو اسپر نزدیک کچھ گناہ نہوگی مگر آخرت مین کچھ عقاب اسپر نہوگا اور نہ اسکے لیے کوئی نامہ اعمال لکھا جاتا ہی جو آخرت مین

کھولا جاویگا بلکہ جو شخص کسی لڑکے کا کفیل خواہ مربی خواہ ولی شفیق ہوا و کراماً کاتبین کی طرح نیک بخت ہو تو اسکو چاہیے کہ لڑکے کی بھلائی اور برائی اُسکے دل کے صحیفے پر لکھدیا کرے یعنی اول اُسکو خوب یاد کرا دے کہ دل پر نقش حجر ہو جاوے پھر اُس صحیفے کا پھیلانا یہ ہو کہ اگر کام قابل تعریف ہو تو اُسکی تعریف کرے ورنہ زدوکوب سے سزا دے جس مربی کا لڑکے کے حق میں یہ طور ہوگا تو وہ شخص فرشتوں کی عادت کا وارث ہو اور اُنکو لڑکے کے حق میں استعمال کرکے درجہ قرب الٰہی کا فرشتوں کی طرح حاصل کریگا اور انبیا اور صدیقین اور مقربین کی جماعت میں ہوگا اور اسیکی طرف اشارہ ہو اس حدیث شریف میں انا وکافل الیتیم کہاتین یعنی میں اور یتیم کا کفیل ان دونون کی طرح ہیں یہ کہکر دو انگشت مبارک کیطرف اشارہ فرمایا

تیسرا بیان صبر کے نصف ایمان ہونے کی وجہ۔ واضح ہو کہ ایمان کبھی تو اصول دین کی تصدیقات پر بولتے ہین اور کبھی اُن اعمال پر بولتے ہین جو ان تصدیقات کے باعث سرزد ہوتے ہین اور کبھی دونون کے مجموعے پر بولتے ہین اور چونکہ معارف کے بھی بہت اقسام ہین اور اعمال کے بھی اور لفظ ایمان سب پر بولا جاتا ہو اسلیے ایمان کچھ اوپر ستر قسم کا ہوا چنانچہ اسکی تقریر باب قواعد العقائد جلد اول مین ہو چکی ہو مگر یہ صبر کو جو نصف ایمان کہتے ہین صرف دو اعتبار سے کہتے ہین اور ایمان کے دو ہی معنی اس بات کے مقتضی ہین کہ صبر نصف ایمان ہو اول معنی تو یہ کہ ایمان کو تصدیقات یعنی معارف اور اعمال پر دونون پر بولا جاوے اس صورت مین ایمان کے دو رکن ہونگے ایک یقین اور دوسرا صبر یقین سے مراد وہ معارف قطعی اصول دین کے ہین جو بندے کو خداے تعالیٰ کی ہدایت سے حاصل ہوتے ہین اور صبر سے مقصود عمل کرنا ہو بموجب یقین کے اسلیے کہ یقین آدمی کو یہ بات بتلا دیتا ہو کہ گناہ مضر ہو اور طاعت مفید اور ترک معصیت اور مداومت طاعت کی بدون صبر کے نہین ہوسکتی یعنی اسکے لیے باعث دینی کو باعث ہوا و کسل کے مغلوب کرنے کے لیے کام مین لانا پڑتا ہو اور اسیکا نام صبر ہو پس اس اعتبار سے صبر نصف ایمان ٹھہرا اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین اور صبر کو ایک جا ارشاد فرمایا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا من اقل ما اوتیتم الیقین وعزیمۃ الصبر دوسرے معنی یہ ہین کہ ایمان اُن احوال پر بولا جاوے جو موجب اعمال ہون نہ معارف پر اب جمیع حالات بندہ کی دو قسم ہین ایک وہ کہ دنیا و آخرت مین اُسکی نافع ہو دوسری وہ کہ مضر ہون اور بندے کو باعتبار مضر چیزون کے لحاظ کے حالت صبر ہو اور نافع چیزون کی نسبت کر دیکھیے تو حالت شکر ہو اس سے معلوم ہوا کہ اس معنی کی رو سے شکر ایک نصف ایمان کا ہو جیسے کہ پہلے معنی کے اعتبار سے یقین نصف ایمان تھا اور اسی بنا پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ایمان کے دو نصف ہین ایک نصف صبر ہو اور ایک شکر اور یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مرفوعاً روایت کی گئی ہو۔ اور از انجا کہ صبر کرنا ہو باعث ہوے سے باعث دینی کے ثابت رہنے کے باعث ہوا کی دو قسمین ہین ایک باعث شہوت کیطرف سے اور ایک غضب کی طرف سے کیونکہ اگر لذیذ چیز کی طلب کے لیے ہوگا تو شہوت کیطرف سے ہوگا اور اگر درد دینے والی چیز سے گریز کے لیے ہوگا تو غضب کی طرف سے ہوگا اور روزہ مین صرف رُکنا مقتضاے شہوت یعنی فرج و شکم کی خواہش سے پایا جاتا ہو مقتضاے غضب سے صبر کرنا اسمین داخل نہین اسلیے حدیث شریف مین وارد ہو کہ الصوم نصف الصبر کیونکہ کمال صبر اُس صورت مین ہو کہ دواعی شہوت اور مقتضیات غضب دونون سے صبر کیا جاوے اور روزہ مین صرف ایک شق سے صبر ہو اسلیے روزہ نصف صبر ہوا اور چونکہ صبر نصف ایمان تھا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایک چوتھائی ایمان کی ہو۔ حاصل یہ کہ شریعت مین جو اعمال و احوال کے حدود مقرر ہین اور اُنکی نسبت ایمان کی طرف آدھی یا چوتھائی وغیرہ بیان ہوئی ہو اُنکو اسیطرح سمجھنا چاہیے اور اس بات مین اصل یہ ہو کہ اول ایمان کے اقسام معلوم ہونے چاہیین تاکہ معلوم ہو کہ ایمان کے کونسے معنی کی رو سے یہ نسبت بیان کی گئی ہو ورنہ سمجھنا دشوار ہو اسلیے کہ لفظ ایمان بہت سے معانی مختلفہ پر بولا جاتا ہو

چوتھا بیان اُن چیزون کا جن پر سے صبر کیے جانے کے لحاظ سے صبر کے اور اور نام ہوتے ہین جاننا چاہیے کہ صبر کی

دو قسمیں ہیں اوّل تو صبر بدن سے کرنا مثلاً بدن پر مشقتوں کا تحمل ہونا اور یہ مستقل رہنا وغیرہ پھر اسکی بھی دو صورتیں ہیں یا تو خود کوئی
فعل کرنا یا دوسرے کے فعل کی برداشت کرنی اول کی مثال جیسے کوئی مشکل کام یا عبادت بجا لانا اور دوسرے کی مثال جیسے سخت
مار کو پی جانا یا بڑے مرض کو اور زخم مہلک کو سہنا وغیرہ یہ قسم کبھی محمود ہوا کرتی ہے بشرطیکہ موافق شرع ہو مگر کمال محمودگی دوسری قسم میں ہے
یعنی صبر نفس سے کرنا کہ نفس کو طبیعت کے مقتضیات اور باعث ہوا سے روکے پھر اس قسم میں اگر صبر شہوت شکم اور شرمگاہ سے
ہوگا تو اسکا نام عفت ہے اور اگر کسی جیسی بات سے ہو تو ہر ایک کا جدا جدا نام ہے صبر کے لیے جدا نام ہے مثلاً اگر کسی مصیبت پر ہو تو اسکو
صبر ہی کہتے ہیں اور اسکی ضد وہ حالت ہے جسکو جزع و فزع کہتے ہیں یعنی مقتضاء ہوا سے کہ مطلق اعنان کر دینا کہ خوب چیخے اور
پیٹے اور گریبان پھاڑے وغیرہ اور اگر تونگری کی برداشت کرنے میں صبر ہو تو اسکو ضبط النفس کہتے ہیں اور اسکی ضد اترانا اور اگر صبر
مقام جنگ اور صف قتال میں ہو تو اسکو شجاعت کہتے ہیں جسکا مقابل نامردی و بزدلی ہے اور اگر غصہ کے پینے میں ہو تو اسکا نام
حلم ہے جسکی ضد جھنجھلانا ہے اور اگر زمانہ کی کسی آفت پر صبر ہو تو اسکا نام فراخی حوصلہ ہے اور اسکی ضد کم حوصلگی ہے اور اگر کلام کے چھپا
رکھنے میں ہو تو اسکو رازداری اور جس شخص میں یہ صفت ہو اسکو رازدار کہتے ہیں اور اگر صبر عیش زائد از حاجت سے ہو تو اسکا نام زہد
جسکی ضد حرص ہے اور اگر ہر ایک بقدر کفاف پر صبر ہو تو اسکو قناعت کہتے ہیں اسکا مقابل شرہ ہے حاصل یہ کہ ایمان کے اکثر
اخلاق صبر میں داخل ہیں اسی وجہ سے جب ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ایمان سے سوال کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا
کہ صبر ہے اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے اعمال میں سے سب میں بڑا اور گران صبر ہی ہے جس طرح کہ حج کو آپ نے اسی خیال سے
عرفہ فرمایا کہ وہ بھی حج کے ارکان میں سب سے زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان اقسام کو اکٹھا ذکر فرمایا اور سب کا نام صبر ہی رکھا ہے
جیسا کہ ارشاد ہے والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون یا سارے غرض وقت
مصیبت ہو اور ضرر سے وقت افلاس و حین البأس سے وقت مقاتلہ یہ ہیں اقسام صبر کے کہ اختلاف متعلقات کے باعث جدا
نام سے مسمی ہوتے ہیں اور جو شخص کہ الفاظ کے معانی سمجھا کرتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ چونکہ یہ الفاظ مختلف ہیں اسلیے ضرور ہو کہ انکے معانی
میں بھی فی الحقیقت اختلاف ہو یعنی یہ جانتے ہیں کہ ان الفاظ سے سمجھی جاتی ہیں انکی ذات و ماہیت علیحدہ علیحدہ ہونی چاہیے اور جو
شخص کہ صراط المستقیم پر چلتا ہے اور نور الٰہی سے دیکھتا ہے اسکی نظر اول معانی پر پڑتی ہے پھر انکی حقیقت سے ماہر ہو کر الفاظ کی طرف
متوجہ ہوتا ہے اسلیے کہ الفاظ معانی کے لیے وضع ہوئے ہیں تو اصل معانی ہی ہیں اور الفاظ تابع ہیں اور جو شخص فرع سے اصل کا طالب ہے
وہ بیشک لغزش کھائیگا اور ان دونوں فریق کی طرف اشارہ کلام مجید میں مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہے افمن یمشی مکبا علی وجہہ اہدی
امن یمشی سویا علی صراط مستقیم اور اگر غور سے دیکھو تو کفار کو جو پہلے غلطی ہوئی تو اسیطرح کے انعکاس سے ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے
کرم و لطف سے حسن توفیق عنایت فرمادے

پانچواں بیان صبر کے اقسام کا قوت و ضعف کے مختلف ہونے کی جہت سے - واضح ہو کہ اگر باعث دینی کو باعث ہوا کی
نسبت کر دیکھیں تو اسکے تین احوال ہوتے ہیں ایک حال تو یہ ہے کہ داعیہ ہوا کو بالکل زیر کرے انمیں کچھ قوت نزاع کی باقی نہ رہے
اور یہ بات دوام صبر سے حاصل ہوتی ہے ایسی ہی صورت میں یہ جملہ کہا جاتا ہے کہ من صبر ظفر اور اس رتبہ کے پہنچنے والے بہت کم ہیں اور اگر ہیں
تو وہ لوگ صدیق و مقرب ہیں کہ خداوند کریم کو اپنا رب جانکر اسی عقیدے پر جمے ہیں اور راہ راست کو کبھی نہ چھوڑا اور نہ اس طرف
منہ موڑا اور انکے نفسوں کو باعث دینی کے مقتضا سے اطمینان ہے ایسے ہی لوگوں کو پکارنے والا پکاریگا یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی
الی ربک راضیۃ مرضیۃ دوسری حالت یہ ہے کہ ہوا کے دواعی غالب ہو جاویں اور باعث دینی کی منازعت انکے ساتھ بالکل جاتی رہے

ح ابو بکر رازی ۱۲

ح اصحاب سنن بروایت عبد الرحمن بن احمد ۱۲

پس آدمی اپنے نفس کو لشکر شیطانی کے حوالہ کرے اور مجاہدے سے مایوس ہوکر کوشش سے باز رہے یہ لوگ زمرہ غافلین میں ہیں
اور بکثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں یہی لوگ ہیں کہ بندۂ شہوات ہو گئے ہیں اور بدبختی کا جو زور انپر ہوا تو اپنے دلوں پر جو اسرار
الٰہی اور امر ربانی میں سے تھے اعداء الٰہی کو مسلط کر دیا انھیں کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں ولو شئنا لآتینا کل نفس ہداہا و
لکن حق القول منی لاملان جہنم من الجنۃ والناس اجمعین یعنی ان لوگوں نے آخرت کے بدلے میں زندگی دنیا کو مول لیا اور گھٹی کھائی اور
جب کوئی شخص ایسوں کو ہدایت کرنا چاہے تو اسکو یہ حکم ہے فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغہم من العلم اور اس
حالت کی پہچان یاس اور ناامیدی مجاہدے سے اور آرزوؤں سے مغرور رہنا ہے اور یہ نہایت درجے کی بیوقوفی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع ہواہا وتمنی علی اللہ اور اس حالت والے کو اگر کوئی نصیحت کرے
تو یہ جواب دیتا ہے کہ میں توبہ کرنی تو بہت چاہتا ہوں مگر مجھسے وہ نہیں ہو سکتی اسواسطے اسکی طمع بھی نہیں کرتا یا اشتیاق توبہ نہیں تو یہ کہتا ہے
کہ خدائے تعالیٰ غفور اور رحیم اور کریم ہے پھر توبہ کی کیا حاجت ہے اس بیچارے کی عقل شہوت کی غلام ہو گئی ہے اسکو صرف ایسے ہی باریک
حیلے نکالنے میں لگاتا ہے جنسے اپنی شہوت پوری کر سکے اسکی عقل شہوات کے ہاتھ میں ایسی گرفتار ہوتی ہے جیسے کوئی مسلمان کافروں کی قید میں
پڑے اور وہ اُس سے سور چرواویں اور شراب کی حفاظت اور اُسکا اٹھانا اُسکے ذمے کر دیں ایسے شخص کا حال خدا کے نزدیک ایسا ہی
ہوگا جیسا اُس شخص کا جو کسی مسلمان کو زبردستی پکڑکر کفار کے حوالہ کرے اور انکا مقید کر دے اسواسطے کہ اس شخص کی بڑی خطا یہی ہے
کہ جس شخص کا غالب رہنا چاہیے تھا اسکو ایسے کا مسخر کر دیا جسکا مسخر و مغلوب رہنا زیبا تھا یعنی مسلمان کا حق ہادی اور غالب رہنا اسواسطے شایان ہے
کہ اسمیں معرفت دین اور باعث دینی موجود ہے اور کافر کو مغلوب رہنا بہتر ہے کہ اسمیں دین کی جہالت اور باعث شیاطین پایا جاتا ہے
اور مسلمان کا حق اپنے نفس پر بہ نسبت دوسروں کے زیادہ تر واجب ہے پس جب اُس شریف بات کو جو اللہ کی جماعت اور لشکر ملائکہ
میں سے ہے یعنی عقل کو ایک ایسی رذیل چیز کا مسخر کر دیگا جو گروہ شیاطین میں سے ہے اور خدائے تعالیٰ سے دور کرتی ہے تو یہ شخص بعینہ
ویسا ہی ہوگا جیسا کوئی مسلمان کو کافروں کے حوالہ کر دے بلکہ جیسے کوئی بادشاہ محسن اور منعم پر چڑھائی کرکے اُسکے سب سے عزیز
لڑکے کو پکڑ کے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے دشمن کے حوالہ کر دے اب تامل کیا چاہیے کہ اس بات میں کیسی ناشکری پائی جاتی ہے
اور کتنی بڑے انتقام شاہی کا یہ شخص سزاوار ہوا اور یہ مثال اسلیے مناسب تر ہے کہ ہوائے نفسانی سب سے بڑا معبود ہے جو زمین پر پرستش
کیا جاتا ہے اور تمام روئے زمین میں عمدہ چیز اللہ کی مخلوقات میں سے عقل ہے تو ایسی عمدہ چیز کو ایسی بری چیز کے حوالہ کرنا نہایت
ناشکری ہے تیسری حالت یہ ہے کہ لڑائی برابر کی ہے کبھی فتح باعث دینی کو ہوا اور کبھی باعث ہوائے کو ایسا شخص مجاہدین ہی میں ہے فتح پانے
والوں میں نہیں اور اس قسم کے لوگوں کا حال اس آیت میں مذکور ہے خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا عسی اللہ ان یتوب علیہم یہ تینوں حالتیں
باعتبار قوت وضعف کے ہیں اور آدمی پر تین حالتیں اور بھی باعتبار شمار صبر کی چیزوں کے ہو سکتی ہیں اول یہ کہ تمام شہوات پر غالب ہو
جاوے دوم یہ کہ کسی پر غالب نہ ہو سوم یہ کہ بعض پر غالب ہو اور بعض پر نہو اور آیت خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا کو اس تیسری حالت
والوں کی شان میں کہنا بہتر ہے اور جو لوگ شہوات کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتے وہ چوپاؤں کے مانند بلکہ اُنسے بھی گمراہ تر ہیں اسواسطے کہ
بہیمہ کے واسطے معرفت اور قدرت نہیں پیدا ہوئی جس سے کہ مقتضائے شہوات کا مجاہدہ کرے اور انسان کے لیے قدرت پیدا ہوئی ہے
مگر اُسکو بیکار رکھا پس واقع میں ناقص اور بدبخت بلاشک ایسا ہی شخص ہے جو قدرت پاکر درجۂ کمال کو حاصل نہ کرے۔ اور آسانی اور
دشواری کی راہ سے بھی صبر کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں ایک وہ کہ نفس پر شاق گذرے اور بدون بہت سی محنت اور سخت مشقت کے اسپر
مداومت ممکن نہو اسکا نام بزور صبر کرنا ہے دوسری وہ کہ بدون شدت اور محنت کے حاصل ہو جاوے یعنی نفس پر ادنی زور دینے سے متحمل

صبر کا ہو جاوے کچھ مشقت نہ معلوم ہو اس صورت کا نام صبر ہے۔ اور جب آدمی ہمیشہ تقوی کرتا ہے اور انجام کی بہتری کا یقین قوی ہوتا ہے تو صبر آسان ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری اور اس تقسیم کو ایسی جاننی چاہیے جیسے پہلوان کی قدرت دوسرے شخص پر کہ اگر آدمی قوی اور کشتی گیر ہوگا تو کمزور کو ذرا سے حیلے اور ادنی قوت سے پچھاڑ دیگا اس طرح کہ پچھاڑنے میں نہ کچھ تھکن ہوگی نہ ماندگی نہ سانس پھولیگی نہ اور کسی طرح کا اضطراب پیش آویگا لیکن اگر طرف مقابل بھی سخت اور قوی ہوگا تو اسکے پچھاڑنے کے لیے بہت محنت چاہیے اسی طرح باعث دینی اور باعث ہوے کی کشتی کو خیال کرنا چاہیے کہ درحقیقت وہ بھی لشکر ملائکہ اور لشکر شیاطین کا مقابلہ ہے غرضکہ جب شہوات بالکل رفع ہو جاتے ہیں اور باعث دینی مسلط ہو کر حاکم ہو جاتا ہے اور طول مواظبت سے صبر کرنا آسان پڑ جاتا ہے تو اسکے باعث مقام رضا ملتا ہے چنانچہ باب رضا میں عنقریب مذکور ہوگا یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ رضا کا رتبہ صبر سے بڑھکر ہے اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعبدوا اللہ علی الرضا فان لم تستطع ففی الصبر علی ما تکرہ خیر کثیر اور بعض عارفین کا قول ہے کہ صبر والوں کے تین درجے ہیں اول جو شہوات کا ترک کرے یہ توبہ کرنے والوں کا درجہ ہے دوسرا راضی ہونا تقدیر پر یہ درجہ زاہدین کا ہے تیسرا درجہ محبت کرنا اس کام سے جو خدا تعالی اسکے ساتھ کرے اور یہ درجہ صدیقین کا ہے اور باب محبت میں ہم عنقریب بیان کرینگے کہ رتبہ محبت رضا کے مرتبے سے بڑھکر ہے جس طرح کہ مقام رضا صبر سے اشرف ہے اور یہ فرق ایک صبر خاص میں ہو سکتے ہیں یعنی مصائب اور بلاء پر صبر کرنے میں۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ صبر باعتبار حکم کے تین قسم کا ہے فرض اور نفل اور حرام بعض نفل اور بعض حرام ہوتا ہے ممنوعات شرعی سے صبر کرنا فرض ہے اور مکروہات سے صبر کرنا نفل ہے اور جو ایذا کہ شرعا ممنوع ہو اس پر صبر کرنا حرام ہے مثلا کوئی شخص اسکا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ کاٹے اور یہ چپ چاپ صبر کرے یا کوئی شخص اسکی منکوحہ سے قصد شہوت رانی کرے اور اسکو جوش غیرت ہو مگر اظہار غیرت پر صبر کرے اور چپکا دیکھا کرے تو یہ بھی صبر حرام ہے اور اگر وہ ایذا شرعا مکروہ ہو تو اس پر صبر کرنا مکروہ ہے حاصل یہ کہ شریعت کو صبر کی کسوٹی جاننی چاہیے فقط اس صبر کو نصف ایمان جانکر یہ سمجھنا چاہیے کہ تمام صبر اچھے ہی ہوتے ہیں بلکہ اچھے صبر سے اقسام مخصوص ہیں۔

چھٹا بیان صبر کی طرف حاجت ہونے کا اور یہ کہ بندہ کسی حال میں صبر سے گریز نہیں ہر حال میں اسکی حاجت ہے

جاننا چاہیے کہ جو حالات بندے کو اس زندگی میں پیش آتے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتے یا تو اسکی خواہش کے موافق ہوتے ہیں یا ناموافق اور اسکو حاجت صبر کی دونوں حالوں میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو ہر حال میں صبر کی حاجت ہے اب اسکی فصل بیان کرتے ہیں قسم اول یعنی وہ احوال جو خواہش کے موافق ہیں وہ صحت اور تندرستی اور مال و جاہ کا ہونا اور بہت سا جتھا ہونا اور کثرت سے اسباب کا ہونا اور یار مددگار و خدمت گزار بہت سے ہونے اور تمام لذات کا مہیا ہونا ان احوال میں بندے کو صبر کی بڑی حاجت ہے اسواسطے کہ آدمی اگر لذات دنیاوی میں ٹھہر کر اپنے نفس کو نہ روکیگا اور انہیں مطلق العنان اور ڈوبا رہیگا تو گو وہ لذائذ مباح ہی ہوں مگر آخر کو سرکشی اور اترانے پر پہنچا دینگے اسواسطے کہ انسان کا قاعدہ ہے کہ جب اپنے آپ کو غنی جانتا ہے تو طغیان کرتا ہے چنانچہ کلام مجید میں ہے ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنی یہاں تک کہ بعض عارفین ارشاد فرماتے ہیں کہ بلا پر تو ایماندار صبر کرتا ہے مگر عافیت پر صبر کرنا صرف صدیق کا کام ہے اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہیں کہ صبر کرنا عافیت پر بہ نسبت بلا پر صبر کرنے کے بہت سخت ہے اور جب احوال دنیا صحابہ رض کے پاس آ گئے تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا امتحان مصیبت اور فقر میں مبتلا ہونے سے ہو لیا گیا تو ہم نے صبر کیا مگر جب فتنہ عافیت و تونگری میں مبتلا ہوئے تو ہم نے صبر نہ کیا۔ اور اسی لحاظ خدا وند کریم نے مال اور اولاد اور زوجہ کے فتنے سے اپنی کتاب پاک میں خوف دلایا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا

یاایہا الذین امنوا لا تلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ اور فرمایا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروہم اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین الولد مبخلۃ مجبنۃ محزنۃ اور جب آپ نے اپنے لخت جگر حضرت امام حسن کو دیکھا کہ کرتے مین اٹک گرا چاہتے ہین
تو منبر سے اتر کر گود مین اٹھا لیا اور فرمایا کہ خدا تعالی سچ فرماتا ہی کہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ مین نے جب اپنے فرزند کو لڑکھڑاتے
دیکھا تو اپنے آپ کو نہ روک سکا یہان تک کہ اسکو اٹھا لیا اسکا نتیجہ ارباب دانش سوچین کہ کیا ہی معلوم ہوا کہ بڑا مرد وہی ہی جو عافیت پر
صبر کرے اور عافیت پر صبر کرنے کے یہ معنی ہین کہ اسکی طرف رغبت نہ کرے اور جانے کہ یہ چندروزہ ودیعت ہی بلکہ مجھسے جاتی رہیگی
اور اس سے زیادہ خوش نہو اور تنعم اور لذت اور لہو ولعب مین ڈوبا نرہے بلکہ جو جو افعال اللہ کے اسپر ہین انسے حقوق اللہ کے
ادا کرے مثلاً مال کو خدا کی راہ مین دینے سے اسکا حق ادا کرے اور بدن سے دوسرون کو اعانت کرکے اسکا حق اور زبان سے
سچ بولکر اسکا حق ادا کرے اور اسی طرح کا صبر شکر کے متصل ہی جب تک آدمی شکر قائم نہو تب تک یہ صبر کامل نہوگا چنانچہ عنقریب
مذکور ہوگا اور عافیت پر صبر کرنا اسلیے سخت تر ہی کہ اسمین قدرت با وجود ہی ورنہ عصمت بی بی سے چادری مشہور ہی جسکو قدرت نہی
وہ اگر صبر نکرے تو کیا کرے اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ اگر ایک شخص کسیکی فصد کھولے یا پچھنے لگاوے تو بعض کو صبر کرنا آسان ہوگا بہ نسبت
اسکے کہ خود یہ کام اپنے اوپر کرے اور بھوکا آدمی اگر کھانا اسکے سامنے نہو تو صبر آسانی سے کر سکتا ہی بہ نسبت اس صورت کے کہ عمدہ
کھانا لذیذ اسکے سامنے ہو اور اسکو قدرت بھی کھانے کی ہو اسی لحاظ سے فتنہ عافیت کا سخت تر ہی دوسری قسم جو خواہش اور طبیعت کے
ناموافق ہو اسکی تین صورتین ہین اول تو وہ جو بندہ کے اختیار سے مربوط ہون جیسے طاعات اور معاصی دوم وہ کہ اسکے
اختیار مین نہون جیسے مصائب اور حوادث سوم یہ کہ شروع مین تو اختیار کو کچھ دخل نہو مگر اسکا دور کرنا اختیار مین ہو جیسے موذی سے
بدلا لینا صورت اول یعنی وہ افعال کہ بندہ کے اختیار سے وابستہ ہون انمین بندہ کے تمام افعال جو طاعت و معصیت سکے ہین
داخل ہین انکی دو نوع ہین نوع اول طاعت اور دوسری نوع معصیت اور ہر ایک مین صبر کی حاجت ہی طاعت پر صبر کرنا دشوار ہی
اسواسطے کہ نفس کو طبعًا عبودیت سے نفرت ہی ربوبیت کو چاہتا ہی اسیواسطے بعض عارفین نے فرمایا ہی کہ کوئی نفس ایسا نہین ہین
وہ بات چھپی نہو جسکو فرعون نے انا ربکم الاعلی کہکر ظاہر کی تھی مگر فرعون کو اسکے ظاہر کرنے کا موقع ملگیا تھا کہ جب اپنی قوم کو حقیر جانا تو
انھون نے اسکی اطاعت کرلی اور جو کچھ کہا مان لیا اور انکو ظاہر کرنے سے تو انکار ہی مگر نفس سب مین وہی بات ہی دیکھو آدمی اپنے غلام
اور نوکر اور محکوم اور زیردست اور مطیع سے انکی تقصیر کے وقت کیسا اٹھلایا ہوتا ہی اور قصور خدمت کو اپنے بعید جانتا ہی اسکی وجہ
اگر کبر باطنی اور دعوی ربوبیت نہین تو اور کیا ہی اس سے معلوم ہوا کہ عبودیت نفس پر مطلقًا شاق ہی پھر عبادات مین سے بعض
ایسے ہین جو کسل کے باعث برے معلوم ہوتے ہین جیسے نماز اور بعض بخل کے باعث جیسے زکوۃ اور بعضے دونون کے باعث
جیسے حج اور جہاد پس طاعت پر صبر کرنا بہت سے شدائد پر صبر کرنا ہوتا ہی اور مطیع کو اپنی طاعت پر صبر کرنے مین تین وقت کی
احتیاج ہوتی ہی اول طاعت سے پیشتر اسوقت درستی نیت اور اخلاص پر اور شوائب ریا اور لوازم آفات سے صبر کرنا اور عزم
اخلاص و وفا پر جمنا ضرور ہی اور جو شخص کہ حقیقت نیت اور اخلاص کو اور آفات ریا اور مکائد نفس کو پہچانتا ہی اسکو خوب معلوم ہی
کہ یہ قسم صبر کی بڑی سخت ہی اور نیت کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمادی کہ انما الاعمال بالنیات ولکل امرء ما نوی
اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین اور اسیوجہ سے اللہ تعالی نے صبر کو عمل پر مقدم فرمایا چنانچہ
ارشاد ہی کہ الا الذین صبروا وعملوا الصالحات دوسرے عین عمل کے وقت صبر کرنا کہ اثنا عمل مین خدا سے غافل نرہے اور
اسکے سنن وآداب کی بجاآوری مین کسل کو دخل نہ دے اور شرط ادب کو عمل کے آخر تک ملحوظ رکھے یعنی عمل سے فارغ ہونے تک

جن لوازم سے کہ خلل عمل میں ہوتا ہو اُنسے صبر کرنا پڑیگا اور یہ صبر بھی سخت ہو اور غالباً اس آیت میں بھی صبر مراد ہو نعم اجر العاملین
الذین صبروا یعنی جن لوگوں نے عمل کے پورا ہونے تک صبر کیا تیسرے بعد عمل سے فارغ ہونے کے یعنی اب صبر کی حاجت یہ
کہ عمل کا افشا نکرے اور شہرت اور ریا کا خواہان نہو اور اپنی طرف عجب کی نظر سے نہ دیکھے غرض جو چیزین مبطل عمل بعد عمل کے
ہوتی ہیں اُنسے صبر کرے ورنہ عمل باطل ہوگا اور اسکا اثر یہ ہیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ولا تبطلوا اعمالکم اور فرمایا لا تبطلوا صدقاتکم
بالمن والاذی پس جو شخص کہ صدقہ دینے کے بعد احسان جتانے اور ایذا دینے پر صبر نکریگا اُسکا عمل باطل ہوگا اب طاعت کی
دو قسمیں ہیں فرض اور نفل اور بندے کو دونوں میں صبر کی حاجت ہو اور اللہ تعالیٰ نے انکو اس آیت میں جمع فرما دیا ہو ان اللہ یامر
بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ عدل کرنا فرض ہو اور احسان نفل ہو اور اقارب کو دینا مروت اور صلۂ رحم ہو اور ہر ایک میں صبر کی حاجت ہے
اور نوع دوم یعنی معصیت پر بھی صبر کرنا بڑا ضروری ہو اور اللہ تعالیٰ نے جمیع اقسام معاصی کو اس آیت میں جمع کر دیا ہو وینہیٰ عن الفحشاء
والمنکر والبغی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المهاجر من هجر السوء والمجاهد من جاهد هواه اور معاصی باعث ہوائے اور لازم
ہین اور صبر کے اقسام میں زیادہ شدید اُن معاصی پر صبر کرنا ہو جو عادت کے باعث مالوف ہو گئے ہوں اسلیے کہ عادت بھی ایک
دوسری طبیعت ہوتی ہو جب خواہش نفس پر عادت زیادہ ہو جاتی ہو تو گویا شیطان کے دو لشکر آپہمیں ملکر ایک دوسرے کی کمک
کرتے ہیں اور باعث دینی کا مقابلہ کرتے ہیں اسلیے وہ اُنکے قلع قمع پر قادر نہیں ہوتا پھر اگر وہ گناہ ان افعال میں سے ہوں جنکے
کرنے میں کچھ وقت نہیں ہوتی بآسانی ہو سکتے ہیں تو اس سے صبر کرنا نہایت دشوار ہو مثلاً زبان کے گناہ ہوں مثل غیبت اور جھوٹ
اور خصومت اور اشارۃً یا صراحۃً اپنے نفس کی تعریف کرنے وغیرہ سے صبر کرنا یا اقسام مزاح سے جو دلوں کو ایذا دیں اور اُن کلمات سے
جو بقصد تحقیر و تذلیل بولے جاویں اور مُردوں کا ذکر کرنا اور اُنپر خواہ اُنکے علوم اور سیرت و منصب پر اعتراض کرنا اِن سب سے صبر کرنا
بہت دشوار ہو اسلیے کہ ظاہر میں تو یہ غیبت ہیں مگر باطن میں اپنے نفس کی ثنا پائی جاتی ہو ایسے گناہ میں نفس کو دو چاٹ ہوتی ہیں
ایک تو دوسرے کا منہ بنا دوسرے اپنا ہونا انہیں دونوں باتوں سے ربوبیت پوری ہوتی ہو جو نفس کی سرشت میں ہو اور یہ بات
عبودیت کی ضد ہو جسکا آدمی کو حکم ہو انھیں دو شہوتوں کے اجتماع اور زبان کے ہلانے میں دقت نہونے اور عادات میں ملانے
ہو جانے سے صبر ایسی باتوں سے مشکل ہو بلکہ لوگ انکو برا نہیں جانتے نہ دلوں میں ان امور کی کچھ قباحت ہو کیونکہ اکثروں کا روزمرہ
یہی ہو گیا ہو اور سب لوگوں میں یہ بلا پھیلی ہوئی ہو۔ اگر کوئی مسلمان آدمی ریشم کا کپڑا پہنے تو لوگ نہایت بعید جانیں لیکن اگر
تمام دن اپنی زبان سے لوگوں کو بُرا کہے جاوے تو کوئی شانے والا کہ حدیث شریف میں وارد ہو کہ غیبت زنا سے بھی سخت تر ہو
اور جو شخص گفتگو میں اپنی زبان نہ روک سکے اور اُسکے معاصی سے صبر نکرسکے تو اسپر گوشہ نشینی اور تنہائی واجب ہو اسکے سوا اُسکے
لیے اور کوئی صورت نجات کی نہیں اسلیے کہ اکیلے رہنے پر صبر کرنا اس سے آسان ہو کہ لوگوں میں رہکر سکوت پر صبر کرے۔ اور جیسا
جس معصیت کا سبب قوی یا ضعیف ہوگا ویسا ہی صبر کرنا بھی سخت یا آسان ہوگا۔ اور زبان ہلانے کی نسبت کہ وسوسوں کے
خلجان سے دلوں کی حرکت اور بھی زیادہ سہل ہو یہ آفت تنہائی میں بھی باقی رہتی ہو وساوس سے صبر ہونا ہرگز ممکن نہیں الا اُس
صورت میں کہ دل پر کوئی اور فکر دینی غالب ہو جاوے اور سب طرف سے خالی الذہن ہو کر ایک ہی فکر کا ہو رہے ورنہ جب تک
کسی خاص شے میں اپنی فکر کو نہ لگا دیگا وسواس کا دور ہونا اُس سے ممکن نہ ہوگا صورت دوم وہ افعال جنکا آنا اختیار سے وابستہ
مگر اُنکے دفع کرنے کا اختیار ہو مثلاً اگر کسیکو کسی نے فعل سے یا قول سے ایذا دی یا اُسکے نفس یا مال میں کوئی قصور کیا تو اسپر صبر کرنا
اور مکافات کا چھوڑنا کبھی تو واجب ہوتا ہو اور کبھی صرف فضیلت کا موجب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہو کہ ہم آدمی کے ایمان کو ایمان

سمجھاتے تھے جب تک کہ ایذا پر صبر کرتا تھا اور کلام مجید میں انبیاء کی طرف سے مخالفین کے جواب میں ارشاد ہے ولنصبرن علی ما آذیتمونا
وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار کچھ مال تقسیم فرمایا تو بعض مسلمان اعراب نے کہا کہ یہ ایسی تقسیم نہیں
جس سے خدا کی رضا منظور ہو یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ کے رخسار مبارک سرخ ہوگئے پھر فرمایا کہ اللہ رحم کرے میرے
بھائی موسی علیہ السلام پر کہ انکو لوگوں نے اس سے بھی زیادہ ستایا مگر انھوں نے صبر کیا اور کلام مجید میں جا بجا آپ کو صبر کا ارشاد ہے
چنانچہ فرمایا دع اذاہم وتوکل علی اللہ اور فرمایا واصبر علی ما یقولون واہجرہم ہجرا جمیلا اور فرمایا ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون
فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین اور فرمایا لتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا
فان ذلک من عزم الامور اس صبر سے غرض یہی ہے کہ مکافات سے صبر کرو اور یہی وجہ ہے کہ مکافات سے صبر کرنے کا بڑا ثواب ہے اور
اللہ تعالی نے قصاص وغیرہ میں حقوق کے معاف کرنے والوں کی مدح فرمائی چنانچہ ارشاد ہے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم
بہ ولئن صبرتم لہو خیر للصابرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صل من قطعک واعط من حرمک واعف عمن ظلمک اور میں نے
انجیل میں دیکھا ہے کہ حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمکو پہلے سے یہ حکم ہے کہ دانت کے بدلے دانت اور ناک کے بدلے ناک
یعنی جتنی برائی کوئی تم سے کرے اتنی قدر تم اس سے کرو لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ شر کا بدلا شر مت دو بلکہ جو کوئی تمہارے دہنے
رخسار پر مارے تو اسکے سامنے بایاں کردو اور جو کوئی تمہاری چادر لے لے تو اسکو تہبند بھی دیدو اور جو تمکو ایک میل بیگار لیجاوے تو
تم دو میل اسکے ساتھ جاؤ انتہی۔ ان سب روایتوں میں ایذا پر صبر کرنا پایا جاتا ہے حاصل یہ کہ لوگوں کی ایذا پر صبر کرنا مراتب صبر میں
اعلی ہے اسلیے اس صورت میں باعث دینی کے مقابلے میں غضب اور باعث شہوت دونوں ہوگئے ہیں تو دونوں کو مغلوب کرنا
تھوڑا کام نہیں صورت سوم ایسا امر جسکی ابتدا و انتہا کچھ بھی بندے کے اختیار میں نہیں جیسے عزیزوں کا مرنا اور مال تلف ہونا
اور مرض سے تندرستی کا جاتا رہنا اور اعضا کا بگڑ جانا اور تمام اقسام مصائب کہ انپر صبر کرنا مقامات صبر میں سے اعلی مقام ہے حضرت
ابن عباس فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں صبر تین صورت پر ہے اول ادائے فرائض پر اسکا ثواب تین سو درجے ہیں دوم صبر
خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اسکے لیے چھ سو درجے ہیں تیسرا مصیبت پر پہلے صدمے کے وقت اسکے لیے نو سو درجے ہیں
اور یہ رتبہ باوجودیکہ فضائل میں سے ہے درجوں کی نسبت کیا دیکھو فرائض میں سے ہے اسوجہ سے افضل ہے کہ محرمات میں سے
تو ہر ایک ایماندار صبر کر سکتا ہے مگر مصیبت پر صبر وہی کریگا جسکو سرمایہ صدیقوں کا حاصل ہوگا اسلیے کہ یہ نفس پر بہت سخت
ہوتا ہے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا مانگتے کہ اسالک من الیقین ما تہون علی بہ مصائب الدنیا اس سے معلوم
ہوا کہ اس صبر کا منشا حسن یقین ہوتا ہے اور حضرت ابو سلیمان فرماتے ہیں کہ قسم بخدا جس چیز کو ہم محبوب جانتے ہیں اسپر صبر
نہیں کرتے تو جو ہمکو بری معلوم ہوتی ہے اسپر کیسے صبر کرینگے اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالی فرماتا کہ جب میں
اپنے بندے کے بدن میں خواہ مال میں یا اولاد میں مصیبت بھیجتا ہوں اور وہ اسکو صبر جمیل سے برداشت کرتا ہے تو قیامت کو
مجھے شرم آتی ہے کہ اسکے لیے ترازو کھڑی کروں یا نامہ اعمال پھیلاؤں اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ انتظار
الفرج بالصبر عبادة اور ایک حدیث میں ہے کہ جب کسی بندے کو مصیبت پہونچے اور وہ بموجب حکم الہی انا للہ وانا الیہ راجعون

اور پھر کہے اللہم اجرنی فی مصیبتی واعقبنی خیرا منہا تو خداے تعالی ویسا ہی کرتا ہی اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ مجھکو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ خداے تعالی نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے جبریل جسکی مین دونون آنکھین لے لون اسکا بدلہ کیا ہی انھون نے عرض کیا سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا ارشاد ہوا کہ اسکا بدلہ یہ ہی کہ ہمیشہ میرے گھر مین رہے اور میرے دیدار سے مشرف ہو اور ایک حدیث قدسی مین وارد ہی کہ خداے تعالی فرماتا ہی کہ جب مین اپنے بندون کو کسی بلا مین مبتلا کرتا ہون اور وہ صبر کرتا ہی اور اپنے عیادت کرنے والون سے میری کچھ شکایت نہین کرتا تو مین اسکے گوشت سے بہتر گوشت بدل دیتا ہون اور خون کے عوض عمدہ خون عنایت کرتا ہون اور جب اسکو شفا دیتا ہون تو کوئی گناہ اسکے ذمے نہین رہتا اور اسکو وفات دیتا ہون تو اپنی رحمت مین لاڈالتا ہون اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی اس غمزدہ کا بدلہ کیا ہی کہ جو تیری رضا کی خواہش کے باعث مصائب پر صبر کرے ارشاد ہوا کہ اسکا بدلہ یہ ہی کہ اسکو لباس ایمان پہنا کر کبھی اسکے بدن سے جدا نکالونگا اور ایکبار حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ جب کبھی اللہ تعالی کسی بندے پر انعام کرتا ہی اور پھر وہ نعمت اس سے لیتا ہی اور بندہ اسکے عوض مین صبر کرتا ہی تو اللہ تعالی اس نعمت کے عوض مین جو کچھ عنایت فرماتا ہی وہ اس پہلی نعمت سے افضل ہوتی ہی بعد اسکے یہ آیت پڑھی انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اور حضرت فضیل رح سے صبر کی حقیقت پوچھی تو فرمایا کہ وہ راضی ہونا ہی خدا کے حکم پر لوگون نے پوچھا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ جو شخص راضی ہوتا ہی وہ اپنے رتبے سے زیادہ کی تمنا نہین کرتا اور روایت ہی کہ حضرت شبلی رح شفاخانے مین محبوس رہے تو انکے پاس کچھ لوگ گئے آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو انھون نے عرض کیا کہ آپ کے دوست ہین زیارت کو آئے ہین آپ نے انکو ڈھیلون سے مارنا شروع کیا یہان تک کہ وہ بھاگنے لگے پھر آپ نے فرمایا کہ اگر تم میرے آشنا ہوتے تو میری مصیبت پر صبر کرتے اور بعض عارفین کی جیب مین ایک رقعہ تھا کہ ہر گھڑی اسکو نکالکر دیکھ لیا کرتے اسمین یہ لکھا تھا واصبر لحکم ربک فانک باعیننا اور روایت ہی کہ فتح موصلی رح کی بی بی ایکبار پھسل پڑین اور انکا ناخن ٹوٹ گیا وہ ہنس پڑین لوگون نے پوچھا کہ تمکو تکلیف نہین معلوم ہوتی انھون نے کہا کہ اسکے ثواب کے مزے مین میرے دل سے تلخی درد کی جاتی رہی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا کہ مومن کے تقوی پر تین باتون سے استدلال کیا جاتا ہی اول جو چیز نہین ملی اسمین اچھی طرح توکل کرنا دوسرے جو چیز اسکو ہوگئی اسمین اچھی طرح راضی ہونا تیسرے جو چیز ہلکر جاتی رہی اسپر اچھی طرح صبر کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من اجلال اللہ ومعرفۃ حقہ ان لاتشکو وجعک ولا تذکر مصیبتک اور کہتے ہین کہ ایک شخص ایک روز آستین مین کچھ لیکر نکلے پھر جو تلاش کیا تو وہان نہ پائی معلوم ہوا کہ وہ چوری ہو گئی آپ نے فرمایا کہ جسنے لی ہو خداے تعالی اسکو اسمین برکت دے شاید اسکو مجھسے زیادہ اسکی ضرورت ہوگی اور ایک شخص بزرگ راوی ہین کہ مین سالم مولی ابی حذیفہ رح کے پاس اس حال مین گیا کہ انمین کچھ جان باقی تھی مین نے پوچھا کہ تمھین پانی پلاؤن انھون نے کہا کہ مجھکو تھوڑا سا دشمن کیطرف سرکا دو اور پانی میری ڈھال مین رکھدو کیونکہ مین روزے سے ہون اگر شام تک جیتا رہونگا تو پی لونگا سالکین طریق آخرت کا صبر ایسا ہوتا تھا جیسا اوپر ذکر ہوا اب اگر کوئی کہے کہ مصیبت مین درجۂ صبر کس طرح ملے کہ امر اختیاری نہین اضطراری کی صورت ہی اسلیے کہ اگر صبر سے یہ مراد ہی کہ دل مین مصیبت کی کراہت نہو تو یہ بات آدمی کے اختیار مین داخل نہین پس اسکا جواب یہ ہی کہ صابرون کے درجے سے آدمی جبھی خارج ہوتا ہی جب جزع فزع کرے اور منھ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور شکایت بہت کرے اور رنج کو ظاہر کرے اور لباس اور فرش اور غذا مین عادت کے خلاف کرے اور یہ سب باتین آدمی کے اختیار مین ہین ان سب سے احتراز واجب ہی اور بجز حکم خدا پر راضی ہونے کے اور کچھ بیان نکرے اور جسطرح عادت کھانے پینے وغیرہ کی

الٰہی تو مجھکو اجر دے میری مصیبت مین اور اس کے پیچھے اس سے بہتر چیز عنایت کر ۱۲

پاک ہی تو ہمکو معلوم نہین مگر جتنا تو نے سکھایا ۱۲ طبرانی در اوسط بروایت ہلال بن میمون ۱۲

مالک در موطا بروایت عطاء بن یسار مرسلا ۱۲

ٹھہر نے والی ہی ہماری آنکھون کے سامنے ۱۲

[illegible]

تھی ویسی ہی پھیر دو تو ہمنے اسکو کسی طرح کا فرق نہ کرے اور یہ جانے کہ وہ شئی میرے پاس ودیعت تھی اب مالک نے واپس لی لی چنانچہ ربیعا ام سلیم سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہین کہ میرا ایک لڑکا گذر گیا اور میرے شوہر حضرت ابوطلحہ رض موجود نہ تھے مین نے اٹھکر گھر کے ایک کونے مین کر کے اسپر کپڑا ڈال دیا بعد اسکے حضرت ابوطلحہ رض تشریف لائے مین اٹھی اور انکا کھانا تیار کیا وہ کھانے لگے پھر پوچھا کہ لڑکا کس طرح ہے مین نے کہا کہ الحمد للہ اچھے حال مین ہے اور یہ اسلیے کہا کہ جب سے وہ بیمار ہوا تھا کسی رات ایسی چین لی تھی جیسے اس شب دنات کو تھی پھر مین نے اپنے آپ کو اور روزون کی نسبت کر زیادہ بنایا سنوارا یہان تک کہ وہ مجھسے ہم بستر ہوئے پھر مین نے اُنسے کہا کہ دیکھیے ہمارے ہمسایہ کی بات کہ اُسکو ایک چیز مانگے ملی تھی جب مالک نے مانگی اور واپس لے لی تو غل مچانے لگا حضرت ابوطلحہ رض نے فرمایا کہ ہمسایہ نے بہت برا کیا اگر ایسا کیا پھر مین نے کہا کہ تمھارا فرزند خدا کی طرف سے عاریت تھا اللہ تعالیٰ نے اُسکو لے لیا انھون نے اللہ کا شکر کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ الٰہی اس رات کے معاملے مین برکت دے راوی کہتے ہین کہ بعد اس دعا کے مسجد مین مین نے اُنکے سات لڑکے دیکھے کہ سب قاری قرآن تھے اور حضرت جابر رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مین خواب مین جنت کے اندر گیا اور حضرت ابوطلحہ رض کی بی بی ربیعا کو جنت مین دیکھا۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ صبر جمیل یہ ہے کہ مصیبت والا دوسرون سے پہچانا نہ جائے اور درد سے پر دل دکھنے اور آنسو بہانے سے صابرین کی حد سے نہین نکلتا اسلیے کہ یہ باتین بشریت کے تقاضا سے ہین اور موت کے وقت تک انسان اُنسے علیحدہ نہین ہوسکتا اور یہی وجہ جب حضرت ابراہیم لخت جگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپ کی آنکھون سے آنسو نکلتے تھے لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے اس سے ہمکو منع فرمایا آپ نے فرمایا کہ ان ہذہ رحمۃ وانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء بلکہ یہ امر مقام رضا سے بھی خارج نہین کرتا مثلاً جو شخص پچھنے لگواتا ہے یا فصد کھلواتا ہے وہ راضی ہوتا ہے اور درد بھی معلوم ہوتا ہے اور کبھی شدت درد مین آنسو بھی نکل پڑتے ہین اور انشاء اللہ اُسکا بیان باب رضا مین آئیگا اور ابن ابی نجیح نے بعض خلفا کی تعزیت مین یہ لکھا کہ جو شخص خدائے تعالیٰ کا حق اُس چیز مین چاہتا ہے جو خدائے تعالیٰ نے اُس سے لے لی ہے وہ اس بات کا مستحق زیادہ ہے کہ جو چیز خدائے تعالیٰ نے اُسکے لیے باقی رکھی ہے اُسمین اُسکے حق کی عظمت جانے اور جان لے کہ جو تم سے پہلے گذر گیا وہ تمھارے لیے باقی ہے اور جو تمھارے بعد رہیگا اُسکو تمھارے باب مین ثواب ملیگا اور جان لو کہ صابرون کا ثواب مصیبت مین اُس نعمت کی نسبت کہ بڑھکر ہے جو مصائب سے بچے رہنے سے اُنپر ہوتی ہے۔ غرضکہ ثواب کی نعمت کو سوچے اگر نفس کی کراہت ملیگا تو صابرون کا درجہ پائیگا ہان صبر کا کمال اسمین ہے کہ مرض اور افلاس وتمام مصیبتون کو چھپاوے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ احسان کے خزانون مین سے ہے مصائب اور دردون اور صدقات کا پوشیدہ رکھنا۔ ان تقسیمات سے ظاہر ہوا کہ سب احوال و افعال مین صبر واجب ہے اسلیے کہ جو شخص سب شہوات سے تنہا عزلت نشین ہو وہ بھی صبر سے بے پروا نہوگا ظاہر مین تو عزلت اور تنہائی پر صبر کرنا پڑیگا اور باطن مین وساوس شیطانی سے کیونکہ وساوس کا خلجان چین نہین لینے دیتا اور اکثر باتین جو دل مین آتی ہین وہ یا ایسی چیزون کے باب مین ہوتی ہین جو گذر چکین اور اُنکا تدارک ممکن نہین یا آیندہ چیزون کے باب مین کہ اگر مقدر مین ہونگی تو ضرور ملینگی بہرحال ان دونون صورتون مین وقت کا تلف کرنا ہے اور آدمی کا اوزار اور سرمایہ اُسکا قلب ہے پس اگر ایک سانس بھی دل ذکر اور فکر سے غافل رہیگا تو خسارہ ہوگا اور ذکر سے مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس پیدا ہوتا ہے اور فکر سے ایسا فکر غرض ہے جس سے خدائے تعالیٰ کی معرفت ہو اور معرفت سے محبت الٰہی حاصل ہو یہ صورت جب ہے کہ جب فکر اور وسواس مباحات ہی مین منحصر ہوا اور ایسا اکثر وقوع مین نہین آتا

بخاری و مسلم بروایت انس مع اختلاف

یہ رحمت ہے اور اللہ اپنے بندون مین رحم کرنے والون ہی پر رحم کرتا ہے بخاری و مسلم بروایت انس مع اختلاف

بلکہ شہوات کے پورا کرنے کے لیے حیلوں کی صورتیں سوچا کرتا ہے کیونکہ ہمیشہ ایسے مقصودوں سے نزاع کرتا ہے تو تمام دنیا میں ایک شخص
بھی اسکے خلاف مرضی ہوئے ہوں یا جس کی طرف وہم بھی نزاع کا ہو سمجھے ہیں میرے مقصد میں مخالفت کریگا اور اس سے کوئی مخالفت
بھی اس باب میں ظاہر ہوتی ہے بلکہ جو آدمی سب لوگوں سے زیادہ اپنا مخلص ہو گو اپنے اہل اور اولاد ہی کیوں نہو اسکو مخالف کر
کر لیتا ہے پھر یہ سوچتا ہے کہ انکو کس طرح زیر اور قہر کیجیے اور کیسے انکے مخالفت کے حیلوں کا جواب دیجیے انھی باتوں کے شغل دائمی
میں رہتا ہے واسطے کہ شیطان کے دو لشکر ہیں ایک ظاہر اور ایک باطن لشکر ظاہر کی حرکت کا نام وسوسہ ہے اور باطن کی حرکت کا
نام شہوت اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان آگ سے مخلوق ہوا ہے اور انسان کھنکتی مٹی ٹھیکری جیسی سے اور ٹھیکری میں آگ کے ساتھ
مٹی اکٹھی ہے اور مٹی کی طبیعت سکون ہے اور آگ کی سرشت حرکت پس کوئی آگ ایسی نہیں ہو سکتی کہ بھڑکے اور نہ جلے بلکہ ہمیشہ
اپنی طبیعت کے مقتضاء سے حرکت کرتی رہتی ہے اور شیطان لعین کو چونکہ آگ سے مخلوق ہوا ہے اس بات کا حکم ہوا تھا کہ جسکو اللہ
تعالی نے مٹی سے پیدا کیا اسکو سجدہ کرے مگر دشمن ہوا اور تکبر سے اسنے انکار کیا اور نافرمانی کی اور شیخی کا اور نافرمانی کی وجہ کو یوں
بیان کیا کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین پس جب اس ملعون نے یہ بات کہ جد امجد آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو پھر انکی اولاد
کیسے سجدہ کریگا انکو سجدہ کرنے سے مقصود یہی ہے کہ دل پر جو وسواس اور خطرات اور نیا ... کرتا رہتا ہے اس سے باز رہے اسلیے
کہ ان حرکات سے اسکا باز رہنا گویا انقیاد و طاعت انسان کا بننا ہے کہ انسان سے وہ پست ... رہے اور واقع میں سجدہ کی
حالت انقیاد و طاعت ہی ہے پیشانی کا زمین پر رکھنا جسکا ہم دیرہ اصطلاح میں جیسا سجدہ ... ہو
ہو سکتا تھا کہ اصطلاح میں اسی سر رکھنے کو حقارت کی علامت ٹھہرا لیتے ... [illegible]
ہوتا ہے پس آدمی کو چاہیے کہ قلب اور روح اور بدن اور مرد اور پوست اور ... ایسا ...
مقید ہے کہ عالم غیب سے غافل ہو جاوے - اور اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شیطان کو سلطنت ملکی ہو تو قیامت تک ایسا نہوگا
کہ آدمی کو وسواس دلانے سے باز رہے اور اسکا انقیاد ہو جاوے اگر سوائے خدا کے اور فکر آدمی کو ہو ... [illegible]
آدمی میں نہیں رہتی بلکہ ایسا شخص اللہ کے مخلص بندوں میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ نص قرآنی کے شیطان لعین ... خارج
ہیں اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ دل میں فکر الہی بھی ہوا اور شیطان بھی اسمیں ہو اسواسطے کہ شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے
ایک سیال چیز ہے اور اسکا سیلان ایسا ہے جیسے پیالے میں ہوا پس اگر کوئی یہ چاہے کہ پیالے میں ... اور پانی
وغیرہ اسمیں کچھ نہ بھرا جاوے تو ظاہر ہے کہ یہ امر نا ممکن ہے بلکہ جسقدر پانی پیالے میں ... اسی طرح جو دل
کسی ضروری فکر دینی سے ... ہوگا وہ تو البتہ شیطان کی جولانی سے خالی ہوگا ورنہ جو شخص ایک لحظہ بھی ... اسکا
علاوہ اسکے شیطان کے کچھ نہ ہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فہو لہ قرین اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللہ تعالی یبغض الشاب الفارغ اور اسلیے فرمایا کہ جب جوان آدمی کو کوئی ایسا کام نہ ملیگا جس سے اسکا
دل امر مباح میں مشغول ہو اور دین پر اعانت ملے تو گو ظاہر میں وہ بیکار ہوگا الا دل اسکا خالی نہ رہیگا اسمیں شیطان گھر
بنا کر انڈے بچے دیگا پھر اسکے بچے جفتی کھا کر دوبارہ انڈے بچے دینگے اسیطرح اسکی نسل سب حیوانات کی نسل سے زیادہ بڑھتی
جاویگی اسلیے کہ اسکی سرشت آگ سے ہے اور آگ کے سامنے اگر سوکھا گھاس آ جاوے تو کیسے پھیلتی ہے اور آگ ... [illegible]
اور کہیں نہیں ٹھہرتی بلکہ تھوڑی تھوڑی بڑھتی ہی جاتی ہے تو جوان آدمی کے نفس میں شہوت کا ہونا شیطان کے لیے ایسا ہے جیسا
سوکھا گھاس آگ کے واسطے اور جس طرح کہ آگ کی غذا نہ رہنے سے وہ بجھ جاتی ہے یعنی لکڑی وغیرہ نہ رہنے سے باقی نہیں رہتی اسیطرح

مجھکو بنایا تونے آگ سے اور اسکو بنایا مٹی سے ۱۲

اور جو کوئی آنکھیں چرائے ... [illegible]

شہوت کے غلبہ ہونے سے شیطان کی مجال بھی معدوم ہوجاتی ہی اب اگر غور سے دیکھو تو معلوم ہوجاوے کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اسکی شہوت ہی اور وہ نفس کی ایک صفت ہی اور اسیواسطے جب کسی نے منصور حلاج سے دار پر چڑھنے کے وقت تصوف سے سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ آدمی کا نفس ہی کہ اگر اُسکو مشغول نہ رکھے تو وہ آدمی کو مشغول کردیتا ہی یعنی نفس سے اگر کچھ کام آخرت نہ لے تو وہ اپنے دھندے مین پھنسا دیتا ہی حاصل اس سب کا یہ ہوا کہ صبر کی حقیقت اور کمال یہی ہی کہ ہر ایک حرکت بد سے صبر کیا جاوے اور حرکت باطن سے صبر کرنا بطریق اولیٰ چاہیے اور یہ صبر دائمی ہی کہ بجز موت کے منقطع نہین ہوتا اللہ تعالیٰ ہمکو بھی اسکی توفیق نیک اپنے کرم واحسان سے عنایت فرماوے

ساتوان بیان صبر کی دوا مین اور جس چیز سے کہ صبر پر مدد ملے۔ واضح ہو کہ جس شخص نے بیماری بھیجی ہی اُسی نے اُسکی دوا بھی اُتاری ہی اور شفا کا وعدہ فرمایا ہی اس نظر سے گو صبر بہت مشکل اور دشوار ہی مگر اُسکا حاصل ہونا معجون علم وعمل سے ممکن ہی اور علم وعمل ایسے مفردات ہین کہ امراض قلوب کی سب دوائین انسے بنتی ہین مگر ہر مرض کے لیے علم وعمل جدا جدا چاہیے اور اسلئے کہ اقسام صبر کے مختلف ہین تو جو علتین کہ مانع صبر ہین وہ بھی مختلف ہین اسیواسطے علاج بھی مختلف ہی کیونکہ علاج علت کی ضد ہوتا ہی اور جو ہر دوا اُسکی بیخ کنی علاج سے مقصود ہوتی ہی اور اسکا بیان بالاستیعاب کرنا تو طوالت چاہتا ہی مگر طریق علاج ہم بعض مثالون مین بتائے دیتے ہین مثلاً آدمی شہوت زنا سے صبر کرنے کا محتاج ہی اور یہ شہوت اُسپر اتنی غالب ہی کہ اُس سے اپنی شرمگاہ کو نہین روک سکتا یا شرمگاہ کو روکتا ہی آنکھ کے روکنے پر قادر نہین یا اُسپر بھی قادر ہی پر نفس پر قادر نہین کہ وہ ہمیشہ مقتضیات شہوات مین پھنسائے رکھتا ہی اور ذکر اور فکر اور اعمال صالحہ کی مواظبت مین وجہ سے نہین ہوسکتی تو اسکا علاج یہ ہی کہ پہلے یہ ذکر ہو چکا کہ باعث دینی اور باعث ہوا مین کشتی ہوتی رہتی ہی اب اگر ہمکو یہ منظور ہو کہ دونون کشتی والون سے ایک جیت جاوے اور دوسرا ہار جاوے تو جسکو جتانا منظور ہو اُسکی تقویت کرنی چاہیے اور دوسرے کو دبانا چاہیے اور چونکہ مثال مفروض مین صبر کا حاصل کرنا منظور ہی اور صبر جبھی حاصل ہوتا ہی جب باعث دینی کو اپنے حریف پر غلبہ ہو اسلیے ضرور ہوا کہ باعث دینی کو تقویت دی جاوے اور دوسرے کو کمزور کیا جاوے تاکہ مدعا حاصل ہو باعث شہوت کے کمزور کرنے کے تین طریق ہین اوّل قوت یہ کہ اُسکی قوت اصل دیکھین کہ کہانسے اسکو زور ہوتا ہی تو معلوم ہوگا کہ شہوت کی حرکت اور قوت کی اصل عمدہ غذائین ہین باعتبار اقسام اور کثرت کے پس اصل ہی کو لینا چاہیے یعنی غذا کو منقطع کرنا چاہیے اسطرح کہ ہمیشہ روزہ رکھین اور افطار کے وقت کچھ تھوڑی سی غذا کم زور ہو کی کھائین مثلاً گوشت وغیرہ غذائین جنسے شہوت ہو ترک کردین دوسرے یہ کہ جو اسباب شہوت بالفعل موجود ہون اُنکو دور کرنا چاہیے یعنی ہیجان شہوت کا باعث نظر ہوتی ہی اسلیے کہ نظر سے دل کو حرکت ہوتی ہی اور دل سے شہوت کو لہذا اس سے احتراز ضرور ہی یا ین طور کہ عزلت اختیار کرین اور جہان شبہہ بھی اچھی صورتون کے دیکھنے کا ہو وہان سے کوسون بھاگین حدیث شریف مین ہی النظر سہم مسموم من سہام ابلیس اور یہ تیر وہ ملعون ایسا پھینکتا ہی کہ جسکے لیے کوئی ڈھال نہین بجز اسکے کہ آنکھین بند کیجاوین یا جس سمت سے وہ پھینکتا ہی وہان سے ٹل جاوین اور یہ تیر وہ ملعون قوس ہوا سے نہ مارتا ہی پس جب آدمی خوبصورتون کی سمت سے ٹل جاویگا تو تیر شیطانی اُسکو نہ لگیگا تیسرے یہ کہ نفس کو مباح چیز اُسی جنس کی جسکی خواہش ہی دے کر تسلی دیجاوے مثلاً صورت مفروضہ مین نکاح سے نفس کو تسلی دیجاوے اسواسطے کہ جس چیز کو طبیعت چاہتی ہی وہ مباح مین موجود ہی پھر ممنوع کی کیا ضرورت ہی یہ علاج اکثر دون کے حق مین مفید ہی پھر بھی اکثر مردون کی شہوت کا استیصال اس سے نہین ہوتا اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہی علیکم بالباءة فمن لم یستطع فعلیه بالصوم فان الصوم له وجاء غرضکہ غذا موقوف کرنی سب کامون سے آدمی کو کمزور کردیتی ہی اور غذا اکا موقوف کرنا ان تین علاجون مین سے ایسا ہی جیسا ... جاوے

یا ایذا دہندہ کتے کو کھانا نہ دیں تاکہ ضعیف ہو کر اسکی قوت جاتی رہے اور دوسرا علاج ایسا ہے جیسا کتے سے گوشت کو چھپا دیں اور
جانور سے ہٹا دیں تاکہ نہ دیکھے نہ خواہش کرے اور تیسرا علاج ایسا ہے جیسا جانور درندے کتے کی مرغوب چیز میں سے تھوڑی سی اسکو دیں تاکہ اتنی قوت
اسمیں رہے کہ تادیب پر صبر کر سکے۔ اور باعث دینی کی تقویت دو طرح سے ہوتی ہے اول تو نفس کو فوائد مجاہدہ اور دین و دنیا میں اسکے
ثمرات کی طمع دلانی اس طرح کہ جو اخبار کہ صبر کی فضیلت میں اور دین و دنیا میں اسکے انجام کے بہتر ہونے میں ہم نے لکھے ہیں انمیں غور و
تامل کرے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ثواب مصیبت کا فوت ہونے والی چیز سے زیادہ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ایسی مصیبت پر
اسکی غبطہ کیجاتی ہے اسواسطے کہ اسکے پاس سے ایسی ہی چیز گئی ہے جو صرف زندگی بھر اسکے پاس رہتی اور اسکو حاصل ایسی چیز ہوئی
جو بعد موت اسکے ساتھ ابدالآباد تک رہیگی اسکی مثال ایسی ہی ہوئی کہ کوئی شخص بیع سلم اس طرح کرے کہ نکمی چیز دیدے اور
آئندہ کو عمدہ چیز لینی کرے تو ظاہر ہے کہ اسکو اس ادنی شی پر غم کرنا نہ چاہیے مگر یہ امر متعلق معرفت کے ہے اور از قبیل ایمان ہے اور کبھی
یہ معرفت قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف اسکی قوت سے باعث دینی کو بڑی قوت ہو جاتی ہے اور ہمت جوش اسمیں پیدا ہوتا ہے اور
اسکے ضعف سے اسمیں ضعف آجاتا ہے اور اس معرفت یعنی قوت ایمانی کو یقین کہا کرتے ہیں اور عزیمت صبر کا محرک ہے مگر بقول
حدیث مذکورہ سابق آدمیوں کو یقین اور عزیمت صبر کمتر عنایت ہوئے ہیں۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ باعث دینی کو باعث شہوت کے
پچھاڑنے کا آہستہ آہستہ ربط ڈالے یہاں تک کہ مزہ فتح کا اسکو معلوم ہوا اور ایکبارگی اسپر دلیر ہو جاوے۔ اور اسکا پچھاڑنا کچھ
بڑی بات نہ سمجھے کیونکہ عادت اور مہارت محنت کے کاموں کی ان قوی کو مضبوط کر دیتی ہیں جنسے وہ اعمال سرزد ہوتے ہیں
اسیوجہ سے طاقت پلہ داروں اور کسانوں اور سپاہیوں کی زیادہ ہوتی ہے اور جو محنت کا کام کرتے ہیں وہ درزیوں اور عطاروں
اور فقہا اور صلحا سے زور آور ہوتے ہیں اسلیئے کہ ان لوگوں کے قوی مہارت سے مضبوط نہیں ہوتے ان دو علاجوں میں سے
پہلا علاج تو ایسا ہے جیسا کشتی گیر کو وعدہ کیا جاوے کہ اگر پچھاڑ دوگے تو تمکو خلعت ملیگا اور انواع و اقسام کے انعامات دیئے جاوینگے
جیسے فرعون نے ساحروں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل کہا تھا کہ اگر تم جیتوگے تو تمکو مقرب کرونگا اور دوسرا علاج ایسا ہے
کہ اگر کسی لڑکے کو کشتی اور سپہ گیری سکھانی منظور ہو تو لڑکپن ہی سے اسکو ان فنون کے لوازم کا عادی کرتے ہیں تاکہ اسنے
الفت ہوا اور جرأت و قوت بڑھے۔ پس جو شخص سرے سے صبر کے ساتھ مجاہدہ ہی چھوڑ دے اسمیں باعث دینی کمزور ہو جاویگا اور
ایسا دب جاویگا کہ شہوت گو ضعیف اور قلیل ہی ہو اسپر بھی غالب آویگا اور جو شخص اپنے نفس کو خواہش نفسانی کے خلاف پر
عادی کریگا وہ جسوقت چاہیگا شہوت پر غالب ہو سکتا ہے۔ یہ ہے طریق علاج کا صبر کے تمام اقسام میں اور ہر جنس کا بیان کرنا
دشوار ہے مگر سب میں سخت باطن کا روکنا ہے حدیث نفس سے خصوص ایسے شخص پر جو اسکا ہو رہے یعنی شہوات ظاہری کا استیصال
کرکے عزلت نشینی اختیار کرے اور مراقبہ اور ذکر و فکر کے لیے بیٹھ رہے کیونکہ ایسے شخص کو وسواس ادھر سے ادھر لیے پھرتا ہے
اور اسکا کوئی علاج بجز اسکے نہیں کہ ظاہری و باطنی علاقوں کو توڑ کر زن و فرزند و مال و جاہ و دوست آشنا سے یکسو ہو اور
قدر قلیل قوت لیکر کسی گوشے میں بیٹھ رہے اور اسی پر قانع ہو اور یہ سب امور جب کافی ہونگے جب ہمت ایک ہی طرف
کریگا یعنی دھیان بجز خدائے تعالیٰ کے اور کسی چیز کا نہ رہیگا اور جب دل پر یہ خیال غالب ہوگا تو یہ بھی کار آمد نہیں جبتک
کہ فکر کی جولانی سے ملکوت آسمان و زمین اور عجائب صنع الٰہی اور تمام اقسام معرفت الٰہی کی سیر باطنی نکرے جب یہ معاملہ
نصیب ہوگا تب البتہ شیطان کے وسوسوں کی کشاکشی میں مشغول ہونا دور ہوگا اور اگر سیر باطنی میسر نہو تو نجات کی صورت یہ
ہے کہ اوراد و وظائف ہر لحظہ میں برابر پڑھتا رہے مثلاً تلاوت اور ذکر اور نماز سے کوئی دم خالی نہ رہے اور اسکے ساتھ ہی تکلف

دل کو حاضر کرے کیونکہ ظاہر کے ورد و وظیفہ سے مشغولی دل نہین ہوتی باطن کی فکر ہی سے ہوتی ہی جب یہ سب باتین کرلیگا تو صرف بعض
اوقات کا فکر رہجاویگا اسلیے کہ تمام اوقات مین کوئی نہ کوئی حادثہ ایسا بھی پیدا ہوجاتا ہی جو مانع فکر و ذکر ہو مثلاً مرض اور خوف اور
کسیکی ایذا رسانی اپنے آپ کو اور ملنے والے کی نافرمانی وغیرہ کہ عزلت مین خواہ مخواہ ایسے شخص سے ملنے کی ضرورت پڑتی ہی جو
اسباب معیشت مین اعانت کرے غرض یہ سب باتین مانع ذکر و فکر ہین اور چند امور ضروری اور بھی ہین کہ انکی نسبت کر زیادہ ضروری ہین
مثلاً کھانے اور لباس اور اسباب معاش مین مشغول ہونا کہ انکے لیے بھی ایک وقت چاہیے بشرطیکہ خود کفیل انکی تیاری کا ہو
اور اگر کوئی دوسرا شخص کفیل ہو تو یہ امور اُسکے دل کے مانع ہونگے مگر بعد کل علاقون کے قطع کر ڈالنے کے اکثر اوقات صفائی
رہینگے اگر کوئی مصیبت نہ آجاوے اور ان اوقات مین دل صاف ہوجاتا ہی اور فکر آسان ہوتا ہی اور اسرار الٰہی ملکوت آسمان و زمین
ایسے منکشف ہوتے ہین کہ باوجود علائق کے مدت دراز مین اُنکا سوان حصہ بھی نہین منکشف ہوتا اور اس رتبے پر تعارف کا پہونچنا
انتہائے مراتب مین سے ہی جنپر کہ انسان اپنی کوشش سے پہونچ سکتا ہی لیکن مقدار منکشف ہونے کی اور الطاف الٰہی کے وارد
ہونے کی احوال و اعمال مین معلوم نہین اسکا حال شکار اور رزق کا سا تصور کرنا چاہیے کہ بعض اوقات تھوڑی سی محنت مین
بڑا شکار ہاتھ لگ جاتا ہی اور بعض اوقات بہت سی محنت مین تھوڑا ہی ملتا ہی اور اسمین اپنی کوشش کو کچھ دخل نہین صرف کشش
الٰہی پر اعتماد ہی جو ثقلین کے اعمال کے مقابل ہی اور بندے کا اختیار اسپر کچھ نہین ہان بندے کا اختیار اتنا ہی کہ اپنے آپ کو مستعد
اُس کشش کا کردے بایں طور کہ اپنے دل سے جو باتین کہ دنیا کی طرف کھینچتی ہین اُنکو قطع کردے اسلیے کہ جو کشش اوپر کو کبھی ہوگی جب
نیچے کے تناو کاٹ ڈالے جاوینگے چنانچہ حدیث شریف مین انھین علائق دنیاوی کے قطع کا اشارہ ہی کہ فرمایا ان لربکم فی ایام دہرکم
نفحات الا فتعرضوا لها اور اسکی وجہ یہ ہی کہ ان نفحات اور جذبات الٰہی کے لیے اسباب آسمانی ہین کیونکہ خداے تعالیٰ فرماتا ہی وفی السماء
رزقکم وما توعدون اور کشش الٰہی اور معرفت سے بڑھکر کونسا رزق ہوگا اور امور آسمانی ہماری نظرون سے غائب ہین ہمکو معلوم
نہین کہ کس وقت اللہ تعالیٰ رزق کے اسباب ہم پر آسان کریگا تو صرف ہمکو اسیقدر چاہیے کہ جگہ کو خالی کرکے منتظر نزول رحمت اور وقت
معین کے رہین جیسے کوئی زمین کو جوت کر اور گھاس کوڑے سے صاف کرکے بیج ڈال دے تو اسکو یہ مفید نہوگا جب تک کہ مینھ
نہ برسے اور اسکو معلوم بھی نہین کہ سامان باران رحمت کب ہوگا مگر چونکہ خدا کے فضل پر اعتماد ہوتا ہی کہ کوئی برس مینھ سے خالی
نہین رکھتا اسلیے یہ سب محنت گوارا کرتا ہی اسیطرح کوئی سال و مہینا اور دن جذبۂ یزدانی اور کشش و نفحۂ رحمانی سے خالی نہین گذرتا
پس بندے کو چاہیے کہ اپنے دل کو شہوات کے کوڑے سے صاف کرے اور اُسمین تخم ارادت بووے اور ہبوب ریاح رحمت کے سامنے
کردے اور جسطرح کہ بادل دیکھکر خواہ اوقات برسات مین مینھ برسنے کی زیادہ توقع ہوتی ہی اسیطرح ان نفحات کے نزول کی توقع اوقات
شریفہ اور اجتماع ہمت و قلوب کی ساعت کے وقت زیادہ تر ہی مثلاً عرفہ کے روز یا جمعہ کے روز یا رمضان وغیرہ ساعات اجابت
اسلیے کہ ہمتین اور انفاس کبھی خدا کے حکم سے اسباب نزول رحمت الٰہی ہین کہ اُنکے طفیل سے قحط سالی مین مینھ برس جاتا ہی جب پہاڑون کی
اطراف اور سمندرون کی جوانب سے اُنکے طفیل پانی کے قطرات کی درخواست ہوتی ہی تو خزائن ملکوت سے بارش مکاشفات اور معارف
لطیفہ کی استدعا کرنی زیادہ تر مناسب ہی بلکہ احوال و معارف آدمی کے ساتھ دل مین موجود ہین مگر اسوجہ سے کہ علائق اور شہوات
اُسمین اور اُن معارف مین حجاب ہوتے ہین اسلیے اُنکی طرف پروا نہین کرتا اس صورت مین آدمی کو اتنی ہی حاجت ہی کہ اُس
حجاب کو دور کردے تاکہ انوار معارف دل کے اندر سے چمکنے لگین اور ظاہر ہو کہ زمین کے پانی کا نمود کرنا اس طرح سہل اور قریب تر ہی
کہ کھود کر پانی ظاہر کردیا جاوے اور دور دراز جگہ سے پانی کا اُسمین لانا دقت رکھتا ہی خصوص ایسی جگہ سے جو اس زمین کی نسبت

[illegible]

اور آسمان مین ہی روزی تمہاری اور جو کچھ وعدہ کیا

پست ہوا اور چونکہ معارف ایمانی دل میں حاضر ہیں اور انسان انکی طرف سے بے پروا ہو کر انکو بھولا ہوا ہی اسلیے خدا تعالیٰ نے
تمام معارف ایمانی کو لفظ تذکر سے بیان فرمایا جیسا کہ ارشاد ہی ولیتذکر اولوا الالباب اور فرمایا ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر
پس وساوس اور شواغل کا یہ علاج ہوا اور یہ مرتبہ درجات صبر میں سب سے بعد ہوا اور تمام علائق سے صبر کرنا خواطر اور وساوس پر صبر
کرنے سے مقدم ہی حضرت جنید رحمہ فرماتے ہیں کہ دنیا سے آخرت کی طرف چلنا سہل ہی مگر حق کے مقابل میں خلق کا چھوڑنا سخت ہی اور
نفس سے گریز کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف جانا اور بھی سخت ہی اور اللہ کے ساتھ صبر کرنا سب سے زیادہ سخت ہی اس قول میں اول
آپ نے شدت اور سختی صبر کی شواغل دلی سے بیان فرمایا ہی اسکے بعد خلق کے چھوڑنے کی سختی کا ذکر کیا۔ اور نفس پر سب علائق سے
زیادہ شدید خلق کا علاقہ اور محبت جاہ ہی اسواسطے کہ ریاست اور غلبہ اور تفوق اور حاکم ہونے کا مزہ دنیا کی سب لذات سے
عاقلوں کے نفس پر غالب ہی اور یہ چسکا کس طرح غالب نہو حالانکہ مقصود اس سے ایک ایسی صفت ہی جو قلب انسانی کو طبعاً محبوب
اور مطلوب ہی اور وہ صفت اوصاف الٰہی میں سے ہی جسکو ربوبیت کہتے ہیں اور وجہ ربوبیت کے محبوب ہونے کی قلب کو یہ ہی کہ
اسمیں مناسبت امور ربوبیت سے پائی جاتی ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی قل الروح من امر ربی اور قلب کو محبت ربوبیت کی ہونی
بری نہیں بلکہ اسکی مذمت اسوجہ سے ہوتی ہی کہ شیطان لعین جو عالم امر سے دور کرنے والا ہی اسکو بہکا کر دھوکے میں ڈالدیتا ہی
یعنی وہ مردود قلب پر اس وجہ سے حاسد ہی کہ یہ عالم امر سے کیوں ہی اسیوجہ سے اسکو بہکا کر گمراہ کرتا ہی ورنہ طلب ربوبیت میں
دل کے لیے کچھ برائی نہیں بلکہ وہ تو عین سعادت اخروی ہی کیونکہ اگر واقع میں ربوبیت کا طالب ہی تو گویا ایسی بقا چاہتا ہی
جسکو فنا نہو اور ایسی عزت کا طالب ہی جسمیں ذلت نہو اور ایسا امن چاہتا ہی جسمیں خوف نہو اور ایسی تونگری کا خواہاں ہی جسمیں
افلاس نہو اور ایسی کمال کا متمنی ہی جسمیں نقصان نہو یہ سب باتیں ربوبیت کی ہیں اگر انسان انکا طالب ہو تو کسی طرح قابل مذمت
نہیں بلکہ بندے پر فرض ہی کہ ایسے ہی ملک یعنی سلطنت کا طالب ہو جسکا اور چھور نہ ملے اور جو شخص طالب ملک ہوتا ہی وہ ضرور
عزت اور کمال کا خواہاں پہلے ہوتا ہی لیکن ملک دو ہیں ایک ملک تو وہ ہی جسمیں اقسام کے رنج ملے ہوے ہیں اور [illegible]
مگر جلد دستیاب ہی یہ ملک تو دنیا میں ہی اور ایک ملک وہ ہی جسمیں دوام اور بقا ہی اور کدورت والم کا نام ونشان کو اسمیں نہیں مگر اسکے
روکنے سے موقوف ہو مگر وہ دیر کر ملیگا اور اسکا نام ملک آخرت ہی اور از انجا کہ انسان جلد باز پیدا ہوا ہی اور حال کی چیز کو مآل پر ترجیح
دیتا ہی تو شیطان نے اسکی طبیعت جلدی کی طرف راغب دیکھکر اسی ملک موجود دنیاوی کو اسکی نظروں میں آراستہ کیا اور اسکے
مزاج میں حمق معلوم کرکے آخرت کے باب میں اسکو وعدہ فریب دیا اور ملک دنیا کے ہوتے ہوے ملک آخرت کی توقع اسکے
دل میں ڈالدی جیسا کہ حدیث شریف میں ہی والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ تعالیٰ پس جسکو توفیق رفیق
نہو وہ تو اسکے مغالطے میں آکر حسب الوسع دنیا کی عزت وسلطنت کی طلب میں مشغول ہوا اور جو شخص توفیق سے بہرہ یاب ہوا وہ اسکے
جال میں نہ آیا کیونکہ اسکو اس لعین کی گھاتیں خوب معلوم تھیں اسلیے اسنے اس سلطنت حال سے روگردانی اختیار کی خداوند کریم نے
اول قسم کے لوگوں کا حال کلام مجید میں یوں ارشاد فرمایا کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ اور فرمایا ان ہولاء یحبون العاجلۃ
ویذرون وراءہم یوما ثقیلا اور فرمایا فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغہم من العلم اور جبکہ شیطان کا
[illegible] تمام خلق میں پھیلگیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے رسولوں کے پاس بھیجا اور انکو طریق اس دشمن کے ہلاک کرنے اور بہکانے کا
بتلادیا اسی لیے تمام انبیا علیہم السلام خلق کو اس ملک وسلطنت [illegible] کہ اگر بالفرض مل بھی جاوے تو بے اصل اور
مطلقاً فانی ہی حقیقی ملک کے [illegible] میں مشغول ہوے چنانچہ انہیں کا ارشاد خلق کو کلام مجید میں مذکور ہی کہ انہوں نے یہ فرمایا

یا ایہا الذین آمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل غرضکہ توریت اور انجیل اور زبور اور قرآن اور صحیفے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے اور ہر ایک آسمانی کتاب اسی لیے اتری ہیں کہ خلق کو سلطنت دائمی کی طرف بلاوین اور منظور یہی ہے کہ سب لوگ دنیا مین بھی شاہ رہین اور آخرت مین بھی بادشاہ دنیا کی شاہی سے یہ غرض ہے کہ اسمین زہد اختیار کرین اور تھوڑی شے پر قناعت کرین اور آخرت کی بادشاہی یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریے وہ بقا حاصل کرین جسکو فنا نہو اور وہ عزت پاوین جسمین ذلت نہو اور تحقیق ایسی خوشی کی چشم کے ہوں جو اس عالم مین مخفی ہے اور کوئی نفس اسکو نہین جانتا۔ اور شیطان خلق کو سلطنت دنیا کی طرف بلاتا رہتا ہے اسلیے کہ جانتا ہے کہ اسکی وجہ سے سلطنت اخروی انسے فوت ہو جاویگی کیونکہ دنیا اور آخرت دو سوتین ہین ایک کے ہوتے دوسری نہین رہتی اور یہ بھی اسکو معلوم ہے کہ دنیا کسی کے پاس نہین رہتی اسیوجہ سے اسکی طرف راغب کرتا ہے اور اگر کسی کے پاس رہتی تو اسپر بھی حسد کرتا مگر اسمین طرح طرح کے جھگڑے اور کدورتین اور بڑی بڑی مشقتین اور تدبیرات کرنی پڑتی ہین اور تمام اسباب جاہ کے لیے ایسا ہی کچھ سامان ہوتا ہے پھر اگر اسباب درست ہوے اور دنیا مل بھی گئی تو پھر فنا ہو جاتی ہے گویا یہ صورت پیش آتی ہے حتی اذا اخذت الارض زخرفہا وازینت وظن اہلہا انہم قادرون علیہا اتاہا امرنا لیلا او نہارا فجعلناہا حصیدا کان لم تغن بالامس اور اسکی مثل اور بھی حق تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور وہ آیت ہے واضرب لہم مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض فاصبح ہشیما تذروہ الریاح اور زہد دنیا مین چونکہ سر دست کی سلطنت ہے اسلیے شیطان نے اسپر حسد کی اور آدمی کو اسسے روک دیا۔ اور زہد کو سلطنت اسوجہ سے کہتے ہین کہ زہد کے معنی یہ ہین کہ آدمی اپنی شہوت اور غضب کا مالک ہو جاوے اور یہ دونون چیزین باعث دین اور اشارہ ایمان کے مطیع ہو جاوین تو واقع مین سلطنت اسیکو کہنا چاہیے اسلیے کہ اسکے باعث آدمی آزاد ہو جاتا ہے ورنہ اگر شہوت غالب ہوے تو انسان بندۂ شکم خواہ بندۂ شرمگاہ خواہ اور کسی غرض کا ہو جاتا ہے اور چوپایہ کیطرح اسکی نیا مین پڑ جاتا ہے شہوت کی رسی گردن مین ہوتی ہے جدھر جا کھینچتی ہے ادھر لیے پھرتی ہے۔ مقام غور ہے کہ انسان کو کیسا بڑا دھوکا ہے کہ شہوت کے غلام ہونے کو تو سلطنت کا ملنا خیال کرتا ہے اور دوسری چیز کا بندہ ہوکر گمان کرتا ہے کہ ربوبیت کو پہونچ جاویگا پس ایسا شخص بجز اسکے کہ دنیا مین بھی مسکوس رہے اور آخرت مین منکوس اور کیا تصور ہو سکتا ہے اسیوجہ سے جب کسی بادشاہ نے ایک زاہد سے کہا کہ تمکو کچھ حاجت ہے انھون نے جواب دیا کہ مین تمسے کیا حاجت مانگون میری سلطنت تمہاری سلطنت سے بڑی ہے اسنے پوچھا کہ کسطرح انھون نے کہا کہ جسکے تم غلام ہو وہ میرا غلام ہے اسنے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے انھون نے کہا کہ تم اپنی شہوت اور غضب اور فرج و شکم کے بندے ہو اور مین ان سب کا مالک ہون وہ میرے غلام ہین اس سے معلوم ہوا کہ واقع مین دنیا مین سلطنت زہد ہی ہے اور اسیکے باعث سلطنت اخروی ملتی ہے پس جو شخص کہ شیطان کے مغالطے مین آ گئے انکو دنیا و آخرت دونون مین خسارہ ہوا اور جنکو راہ راست پر قائم رہنے کی توفیق ملی وہ دونون چیزون پر کامیاب ہوے اب جسوقت کہ معنی سلطنت اور ربوبیت اور تسخیر اور عبودیت کے معلوم ہو چکے اور شیطان کے دھوکا دینے کا طریق اور اسکا تعمیہ و تلبیس بھی معلوم ہوا تو آدمی پر ملک و جاہ دنیاوی سے اعراض کرنا اور اسکے فوت ہونے پر صابر ہونا آسان ہو گیا اسواسطے کہ انکے چھوڑنے سے سر دست سلطنت پاویگا اور سلطنت اخروی کی توقع ہوگی اور جو شخص کہ ان باتون کو جاہ کے ساتھ مالوف و مانوس ہونے کے بعد جانے اور اسکے اسباب کا میسر ہونا عادت کی وجہ سے اسکے دل مین جا رہا ہو تو ایسے کے لیے فقط ان باتون کا جاننا ہی علاج کیواسطے کافی نہوگا جب تک کہ اس علاج پر کچھ عمل نہ بڑھاوے اور عمل کے واسطے تین باتین ہین اول یہ کہ جاہ کی جگہ سے بھاگ جاوے

اور ان سکو بیان کیا ہے ... قید کرنا ... قناعت ... جو شخص اسکو ...

یاد رکھو یہ کہ ... کاٹ کر ... دکھلا یا گیا ... بیان ... کی ...

یعنی ... اور اب کہ دنیا کی زندگی کی بے ثباتی ... پھر گھاس نکلا اسی زمین کا سبزہ ... پھر کل کو ہوا ... اڑا لیجاتی ہین ۱۲

جیسا کہ غلبۂ شہوت میں ان صورتوں کے دیکھنے سے بھاگنا ضروری ہے جو محرک شہوت ہوں اور جو شخص ایسا نہ کریگا وہ وسعت زمین کی نعمت میں جو خدا تعالیٰ نے دی ہے اسکا ناشکر ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیہا دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو ایسے اعمال کا بتکلف پابند کرے جو خلاف عادت سابقہ ہوں مثلاً اگر بنا وسنگار کا عادی ہے تو اسکو ترک کرے اور ذلیلوں کی سی طرح ہو جاوے اور لباس پرتکلف کو چھوڑ کر تواضع اور مسکنت کا جامہ اپنے بدن پر راست کرے اسیطرح ہر ایک صورت اور حالت اور فعل کو مکان اور لباس اور اکل و شرب اور نشست و برخاست میں بدل ڈالے اور ضد اس مقتضاے حاجت کے موافق ہر ایک رکھے اور عادت گذشتہ کی ضدیت ملحوظ رکھے یہانتک کہ یہ نئے افعال و احوال بہ طبیعت میں جم جاویں اور ذہن کا عادی ہو جاوے اسواسطے کہ علاج سے غرض یہی ہے کہ جن عادت سے کوئی خرابی ہوتی ہو انکی ضد اختیار کرے تیسرے یہ کہ علاج کرنے میں تلطف اور آہستگی کا لحاظ ہے ایسا نہ کرے کہ ایکبارگی بڑے سرے کی حقارت و ذلت اختیار کر لے اسلئے کہ طبیعت انسانی میں وحشت بھی ہوتی ہے اسکے اخلاق کا چھوڑنا بدون آہستگی ممکن نہیں پس بہتر یہ ہے کہ اول بعض افعال کو ترک کرے اور جب بقیہ پر قانع ہو جاوے تو انمیں سے کچھ اور چھوڑ دے اسیطرح تھوڑے تھوڑے چھوڑ کر بالکل کا استیصال کرے یہانتک کہ جو صفات اسمیں جمے ہوئے ہوں وہ سب جاتے رہیں اور اسی تدریج اور آہستگی کی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں کہ ان ہذہ الدین متین فادخل فیہ برفق ولا تبغض الی نفسک عبادۃ اللہ اور اس حدیث میں بھی اسکی طرف ایما ہے لا تشادوا ہذا الدین فان من یشادہ یغلبہ اب اس بیان کو جو ہمنے وسواس و شہوت اور جاہ سے صبر کرنے میں ذکر کیا ہے اس بیان پر قیاس کر لیجئے جو ہم جلد ثالث کے باب ریاضت نفس میں طریق مجاہدہ کے قوانین کے حال میں لکھ آئے ہیں اور پھر سب کو دستور العمل کرلو تاکہ سب امراض مفصلہ سابق کا علاج معلوم ہو جاوے کیونکہ تفصیل ہر ہر فرد کی جداگانہ طویل ہے اور جو شخص کہ تدریج کی رعایات مد نظر رکھیگا وہ اسکو ایسے حال پر پہونچا دیگا کہ بدون اسکے اسکو چین نہ پڑیگا جیسا پہلے صبر کی پرہیز کے بدون چین نہ تھا غرض معاملہ بالکل برعکس ہو جاویگا کہ جو چیز پہلے محبوب تھی وہ مبغوض ہو جاویگی اور جو ناپسند تھی اسکے بدون صبر نہ کر سکیگا اور یہ بات ایسی عیان ہے کہ تجربہ اور مشاہدے سے بھی ثابت ہو سکتی ہے دیکھو لڑکے کو اول پڑھنے پڑھانے پر بٹھلاتے ہیں اور بجبر قہر اسکتا ہے اور کھیلنے سے صبر کرنا اسکو نہایت شاق ہوتا ہے اور علم میں مشغول رہنے پر صبر نہیں کر سکتا مگر جب اسکی عقل آتی ہے اور علم کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے تو پھر معاملہ الٹا ہوتا ہے کہ کھیلنے پر صبر کر سکتا ہے اور علم سے صبر نہیں کر سکتا اور اسی طرف اشارہ ہے اس روایت میں جو بعض عارفین سے منقول ہے کہ انھوں نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ سے سوال کیا کہ کونسا صبر سخت زیادہ ہے انھوں نے فرمایا کہ خدا کے باب میں صبر کرنا عارف نے کہا کہ یہ نہیں انھوں نے فرمایا کہ خدا کے واسطے صبر کرنا اسنے جواب دیا کہ یہ بھی نہیں آپ نے فرمایا کہ خدا کے ساتھ صبر کرنا یعنی مشغول بخدا رہنا عارف نے کہا کہ یہ بھی نہیں تب آپ نے پوچھا کہ پھر کونسا صبر سخت تر آپ ہی بتلائیں عارف نے فرمایا کہ خدا سے صبر کرنا یہ سنکر حضرت شبلی نے ایک ایسی چیخ ماری کہ قریب تھا کہ روح فنا ہو جاوے سچ ہے **شعر** عشق شور انگیز را بیحد در راست تا صلائے درد ہا این در رواست اور ارشاد خداوندی اصبروا وصابروا ورابطوا کے معنوں میں بعضوں نے یہ فرمایا ہے کہ صبر کرو خدا کے باب میں اور مصابرت کرو بخدا اور لگے رہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ خدا کے واسطے صبر کرنا رنج و عنا ہے اور صبر بخدا دوام و بقا اور صبر ہمراہ خدا وفا ہے اور صبر از خدا جفا **شعر** صبر کرنا جملہ چیزوں میں گنا جاتا ہے خوب ٭ لیک تجھسے صبر کرنا رکھتا ہے انجام بد ٭ معلوم و اسرار صبر کی شرح ہو چکی اب بیان شکر کیطرف متوجہ ہوتے ہیں

فصل دوم شکر کے ذکر میں

اسمیں تین ارکان ہیں اول میں خود شکر کا بیان ہے دوسرے میں نعمت کی تعریف اور اسکے

کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ کہ وطن چھوڑ جاتے وہاں ۱۲ ع

یہ دین مضبوط ہے سو اسمیں نرمی سے داخل ہو اور اپنے نفس پر خدا تعالیٰ کی عبادت کو گراں مت کرو ۱۲

اقسام خاص و عام کا ذکر تیسرے مین اس بات کی کیفیت کہ شکر اور صبر مین سے افضل کونسی چیز ہے

رکن اول خود شکر کا ذکر اُسمین چار بیان ہین اول بیان شکر کی فضیلت مین جاننا چاہیے کہ خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید مین شکر کو ذکر کے ساتھ بیان فرمایا ہے باوجودیکہ یہ بھی ارشاد فرمایا و لذکر اللہ اکبر یعنی ذکر خدا بہت بڑا ہے پس ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولاتکفرون ایسی بڑی چیز کے ساتھ اسکا ذکر کرنا کمال فضیلت پر وال ہے اور فرمایا ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم اور فرمایا وسنجزی الشاکرین اور ابلیس لعین کے قول کو جو نقل فرمایا ہے یعنی لاقعدن لہم صراطک المستقیم اسمین صراطک المستقیم کے معنی بعض مفسرین نے طریق شاکرین بیان کئے ہین اور چونکہ شکر رتبہ عالی رکھتا ہے اسیلیے اُس ملعون نے خلق کو یہ طعن کیا و لاتجد اکثرہم شاکرین اور خدا ے تعالی نے ارشاد فرمایا وقلیل من عبادی الشکور اور شکر کے ساتھ زیادتی نعمت کو قطعاً ارشاد فرمایا اور اسمین استثنا نہین کیا جیسا کہ ارشاد ہے لئن شکرتم لازیدنکم حالانکہ پانچ اور نعمتون مین یعنی غنی کرنے اور دعا قبول فرمانے اور روزی دینے اور مغفرت کرنے اور توبہ قبول کرنے مین استثنا کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء اور فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء اور یرزق من یشاء بغیر حساب اور ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء اور ویتوب اللہ علی من یشاء اس سے معلوم ہوا کہ شکر نہایت عمدہ چیز ہے کہ اسمین قیدا پنی مشیت کی نہین رکھی قطعی وعدہ زیادتی نعمت فرمایا اور کیون نہو کہ شکر ایک خلق ہے اخلاق ربوبیت مین سے اسیلیے کہ خدا ے تعالی اپنے آپ کو فرماتا ہے واللہ شکور حلیم یعنی خدا ے تعالی صاحب شکر اور حلم والا ہے علاوہ ازین شروع کلام اہل جنت کا شکر ہے چنانچہ خدا ے تعالی فرماتا ہے وقالوا الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ اور وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین اور احادیث بھی فضیلت شکر مین بہت ہین چنانچہ ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر اور حضرت عطاء سے روایت ہے کہ مین ایکبار حضرت عائشہ رض کی خدمت مین گیا اور عرض کیا کہ جو سب سے زیادہ عجیب حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ نے دیکھا ہو وہ مجھسے بیان فرمائیے وہ رونے لگین اور فرمانے لگین کہ کونسی حالت آپ کی عجیب نتھی سب عادتین عجیب ہی تھین ایک رات وہ میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر یالحاف مین میرے ساتھ لیٹے یہان تک کہ انکا بدن مبارک میرے بدن سے لگا پھر فرمایا کہ اے ابوبکر کی بیٹی مجھے چھوڑ دے کہ عبادت اپنے پروردگار کی کرون مین نے عرض کیا کہ مین تو آپکا پاس ہی رہنا چاہتی ہون الا آپ کی مرضی کی تابع ہون مین نے اجازت دے دی آپ اُٹھے اور ایک مشک پانی کے پاس تشریف لیگئے اُس سے وضو کیا اور پانی بہت نہین ڈالا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر اتنا روئے کہ آنسو چھاتی مبارک پر بہنے لگے پھر رکوع مین روئے پھر سجدے مین روئے پھر دونون سجدون کے درمیان مین روئے اسیطرح آپ روتے رہے یہان تک کہ حضرت بلال رض نے آپ کی خدمت مین نماز کی اطلاع کی مین نے عرض کی کہ یارسول اللہ خدا ے تعالی نے تو آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیے ہین پھر آپ کے گریہ کا کیا باعث ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا مین بندہ شکر گذار نہون اور کیسے گریہ نہ کرون حالانکہ خدا ے تعالی نے مجھپر یہ آیت اُتاری ہے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار آخر تک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رونا کبھی موقوف نہونا چاہیے اور اسی راز کی طرف اشارہ ہے اس روایت مین کہ بعض انبیا علیہم السلام کا گذر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جسمین سے بہت پانی نکلتا تھا آپ کو اُس سے تعجب ہوا خداوند کریم نے اُسکو گویا فرمایا اُسنے عرض کیا کہ جب سے مین نے

قول خداوندی سنتا ہوں کہ آتش دوزخ کی ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے تب سے خوف کے مارے روتا ہوں انھوں نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی کہ الٰہی اس پتھر کو آگ سے بچا دے انکی دعا قبول ہوئی کچھ مدت کے بعد آپ نے اس پتھر کا وہی حال دیکھا اور پوچھا کہ اب کیوں روتا ہے عرض کیا کہ پہلا رونا خوف کا تھا اور یہ شکر اور سرور کا ہے اور پس بندے کا دل بھی مثل پتھر کے یا اس سے سخت تر ہے اسلیے اسکی سختی بدون اسکے دور نہیں ہوتی کہ حالت خوف اور شکر دونوں میں رویا کرے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ندا ہوگی کہ بہت حمد کرنے والے کھڑے ہوں پس ایک گروہ کھڑا ہوگا انکے لیے ایک نشان کھڑا کیا جاویگا اور اسی صورت سے جنت میں داخل ہونگے لوگوں نے عرض کیا کہ بہت حمد کرنے والے کون لوگ مراد ہیں آپ نے فرمایا کہ جو ہر حال میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جو خوشی اور تکلیف میں شکر الٰہی کرتے ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ الحمد رداء الرحمن یعنی شکر خدا کی چادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی … بہت کچھ تھا اور یہ بھی ارشاد تھا کہ میں اپنے اولیا کے مکافات میں شکر سے راضی ہوتا ہوں اور … انکے وصف میں انھیں ہوتی ہے کہ انکا گھر دار السلام ہو جب یہ اس میں داخل ہونگے میں انکو شکر کا الہام کرونگا جو سب کلاموں سے بہتر ہو اور شکر کرنے کے وقت اور زیادہ کی طلب کرونگا اور اپنی طرف نظر کرنے سے انکو زیادتی رتبہ عنایت کرونگا اور جب خزینوں کے باب میں آیت الذین یکنزون الذہب والفضۃ اتری تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ کونسا مال ہم کمائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لیتخذ احدکم لسانا ذاکرا وقلبا شاکرا یعنی مال کے عوض میں قلب شاکر کا ذخیرہ کرے اور ارشاد فرمایا اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ شکر نصف ایمان ہے

دوسرا بیان شکر کی تعریف و ماہیت میں واضح ہو کہ شکر سالکین کی منازل میں سے ایک منزل کا نام ہے اور وہ بھی تین باتوں سے مرکب ہے علم اور حال اور عمل علم سے اصل علم ہے اس سے حال پیدا ہوتا ہے اور حال سے عمل علم سے یہ غرض ہے کہ نعمت کو منعم کی طرف سے جانے اور حال اسکا نام ہے کہ منعم کے انعام سے خوش ہو اور عمل سے یہ مراد ہے کہ جو منعم کا مقصود اور محبوب ہے اسکو بجا لاوے پھر عمل متعلق قلب سے بھی ہے اور جوارح اور زبان سے بھی پس ان سب کا بیان ضروری ہوتا ہے تب شکر کی ماہیت پوری معلوم ہو کیونکہ جتنے اقوال شکر کی تعریف میں منقول ہیں کسی میں پورے معنی شکر کے نہیں سب اول علم ہے وہ تین باتوں کا علم چاہیے ایک تو خود نعمت دوسرے اس نعمت کا اپنے حق میں نعمت ہونا تیسرے ذات منعم کا اور اسکے صفات کا جن سے کہ صدور اس انعام کا ہو اسلیے کہ انعام کے لیے یہی چیزیں ضروری ہیں ایک نعمت اور ایک نعمت کا دینے والا اور ایک وہ جسکو کہ قصد و ارادے سے نعمت پہنچتی ہو ان سب کا جاننا ضروری ہے لیکن یہ امر سوائے خدا کے اوروں کے لیے ہے خدا کے باب میں علم ایسی بات کا چاہیے کہ تمام نعمتیں خدا کی طرف سے ہیں اصل نعمت دینے والا وہی ہے درمیانی لوگ سب اسکی طرف سے مسخر ہیں اور یہ معرفت تقدیس اور توحید سے بڑھکر ہے اسلیے کہ وہ دونوں اسمیں داخل ہیں کیونکہ ایمان کی معرفتوں میں شروع کا رتبہ تقدیس ہے یعنی اگر پاک جاننا کا ہو اور جب پاک ذات کو پاک جان لیا تو پھر معرفت ہوتی ہے کہ ذات مقدس ایک ہی ہے اسکے سوا جتنی ہیں وہ اسکی ذات کی نہیں اسکا نام توحید ہے یعنی خدا کو ایک جاننا ہو پھر اسکے بعد یہ علم متواتر کہ جتنی چیزیں عالم میں موجود ہیں وہ اسی واحد سے موجود ہیں یعنی ہر شے اسی کی طرف سے ہے یہ معرفت ہو تو یہ معرفت ان دونوں معرفتوں کے بعد ہوتی ہے اسلیے اسکا رتبہ ان دونوں سے بڑھکر ہے اگرچہ کہ اسمیں تقدیس اور توحید کے ساتھ کمال قدرت اور افعال میں یکتا ہونا بھی پایا جاتا ہے اور اسی بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ جو سبحان اللہ کہے اسکو دس نیکیاں ہیں اور جو لا الہ الا اللہ کہے اسکو بیس اور جو الحمد للہ کہے اسکو تیس اور ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ اور فرمایا لیس شئی من الاذکار یضاعف ما یضاعف الحمد للہ اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ یہ نیکیاں صرف ان کلمات کو

رواہ ابو القاسم والبیہقی فی شعب الایمان بروایت ابن عباس ۱۲
مع
مسلم … نہیں ملی ۱۲
مع
باب اسکے کہ تم میں سے کوئی زبان ذاکر اور دل شکر گزار حاصل کرے ۱۲ جلد دوم باب النکاح میں گذری ۱۲
مع
جلد اول باب سوم میں گذری ۱۲

زبان پر بھی جاری کرنے سے ہین بدون اسکے کہ اُنکے معانی دل مین آوین بلکہ اصل یہ ہو کہ سبحان اللہ کلمۂ تقدیس ہو اور لا الہ
الا اللہ کلمۂ توحید اور الحمد للہ وہ کلمہ ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ تمام نعمتین خداے واحد برحق کیطرف سے ہین پس نیکیان ان مین باتون کی
معرفت کے عوض ہوتی ہین جو ایمان و یقین کے اقسام مین سے ہین نہ صرف زبان کے ہلانے کی عوض مین - اب یہ معلوم کرنا
چاہیے کہ یہ معرفت پوری جب ہوتی ہو جب افعال مین شرک نہو مثلاً اگر کسی شخص کو کسی بادشاہ نے کچھ انعام دیا تو یہ شخص اگر اُس
انعام کے ملنے اور اپنے پاس پہونچنے مین بادشاہ کے وزیر یا وکیل کا بھی دخل جانیگا تو اوسکی نعمت مین دوسرے کو شریک جانیگا
اور پھر صرف اُس نعمت کو بادشاہ کیطرف سے نہین سمجھیگا بلکہ کچھ اُسکی طرف سے اور کچھ کسی دوسرے امیر خواہ وزیر کیطرف سے
اور اسوجہ سے اسکی خوشی بھی دو طرف پہونچیگی اور اسکی خوشنودی بادشاہ کے حق مین موحد نرہیگا ہان اگر یہ جانیگا کہ جو نعمت مجھکو ملی وہ بادشاہ
کے فرمان کی جہت سے ہو جسکو اُسنے اپنے قلم سے کاغذ پر لکھا اور اُس سے بادشاہ کے حق مین توحید کو کچھ خلل نہ آویگا نہ کمال شکر مین
نقصان ہوگا اسلیے کہ اسکو قلم اور کاغذ کے بادشاہ کو خوش ہونا نہین نہ اُنکا مشاہدہ کیونکہ اُنکا خود کا دخل ہی اس انعام مین کچھ نہین
اگر ہو تو اسقدر ہے کہ [illegible] اسیطرح اگر آدمی وکیل بادشاہی یا خزانچی کو جانے کہ انکو بادشاہی
دباؤ ہو تو دیتے ہین ورنہ اگر خود [illegible] اور بادشاہ کا ڈر نہوتا تو کچھ بھی نہ دیتے تو اسی طرح
جاننے سے توحید مین شرک لازم نہ آویگا [illegible] صرف بادشاہ کی طرف منسوب رہیگی وکیل و خزانچی مثل کاغذ و قلم مقصود
اسی طرح جو شخص خداے تعالی کو جانے اور اسکے افعال کو پہچانے اُسکو معلوم ہو جاوے کہ آفتاب اور چاند اور ستارے سب
اسکے امر کے تابع ہین جیسے قلم کاتب کے ہاتھ مین اور جن حیوانات کو اختیار ہو وہ اپنے نفس اختیار کے زیر حکم ہین اس لیے کہ
خداے تعالی نے اپنے افعال کی دواعی کو مسلط کر دیا ہو کہ کام کرین خواہ چاہین یا نہ چاہین جیسا کہ خزانچی کہ بادشاہ کے حکم کے خلاف
نہین کر سکتا اور اگر خود اُسکا اختیار رہے تو کسی کو خاک بھی نہ دے اسی طرح اگر کسی شخص کو خداے تعالی کی نعمت دوسرے
شخص کے ہاتھون پہونچے تو جاننا چاہیے کہ وہ اوسکے پہونچانے کے لیے مضطر تھا اسلیے کہ خداے تعالی نے اُسپر ارادے کو
مسلط کر دیا اور اُسکے اسباب کا ہجوم ہوا اور اُسکے دل مین یہ بات ڈالی کہ میری بھلائی دارین مین اسی مین ہو کہ یہ چیز فلان
شخص کو دون بدون اسکے میرا مقصود دنیا و مال کا پورا نہوگا جب خداے تعالی نے یہ اعتقاد اسکے دل مین پیدا کیا تو اب
اُسکو فعل نہ کرنے کی کیا وجہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو کسی کو کچھ دیتا ہو تو صرف اپنے فائدے کے لیے دیتا ہو دوسرے کے
مقصود سے غرض نہین اگر اس دینے سے اُسکا کچھ مطلب نہ نکلتا تو کبھی نہ دیتا وہ اپنا فائدہ نکلتا دیکھکر دوسرے کو کچھ دیتا ہو
تو وہ دوسرے پر انعام نہین کرتا بلکہ اُسکو [illegible] کسی دوسری نعمت کا جسکی اُسکو توقع ہو کرتا ہو معلوم ہوا کہ منعم اصل مین وہی ہو
جسنے اسکو انعام کے واسطے مسخر کیا اور اُسکے دل مین اعتقاد و ارادہ خیر ڈالا جنکے باعث اُسنے دوسرے کو کچھ پہونچایا
جب ان باتون کو آدمی اچھی طرح جان لے تو خدا کو اور اُسکے افعال کو بھی جان لیگا اور موحد ہوکر اُسکی شکرگزاری پر بھی قادر ہوگا
بلکہ صرف اسی معرفت سے شاکر ہو جاویگا چنانچہ روایت ہو کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی مناجات مین جناب باری سے عرض
کیا کہ الہی تو نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور کیسے کیسے حالات کیے انھون نے تیرا شکر کس طرح ادا کیا اللہ جل شانہ نے
ارشاد فرمایا کہ اُسنے ان تمام باتون کو میری ہی طرف سے جانا یہی جاننا اُسکی شکرگزاری تھی اس سے ظاہر ہوا کہ شکرگزاری
مین ضرور یہ ہو کہ سب نعمتون کو خداے تعالی کی طرف سے جانے اور اگر اسمین کچھ شک کریگا تو نہ نعمت کا عارف ہوگا
نہ منعم کا اسی لیے انسان کو چاہیے کہ صرف منعم ظاہری ہی پر نہ بھولے اُسکے سوا کا بھی دھیان رکھے ورنہ نقصان

علم سے نقصان حال فرح ہوگا اور فرح کی حالت کے ناقص ہونے سے عمل ناقص رہیگا - امر دوم وہ حال ہے جو اصل معرفت
نعمت سے حاصل ہوتا ہے یعنی منعم سے خوش ہونا اور صورت خضوع اور تواضع کی اُسکے ساتھ اختیار کرنی اور یہ بھی جداگانہ شکر ہے
جیساکہ معرفت کیطرف شکر تھی مگر یہ حالت شکر اُسوقت ہوتی ہے کہ حالت اپنے مشروط کی ہو اور شرط اسکی یہ ہے کہ خوشی صرف
منعم سے ہو نہ نعمت سے ہو نہ انعام سے اور شاید یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آوے - اسلیے اسکے لیے ہم ایک مثال لکھتے ہین کہ
مثلاً کوئی بادشاہ سفر کو نکلا چاہتا ہے اُسنے کسی شخص کو گھوڑا انعام میں دیا تو وہ شخص اس گھوڑے کے ملنے سے تین وجہ سے خوش
ہوسکتا ہے صورت اول تو یہ ہے کہ صرف گھوڑے ہی سے خوش ہو کہ یہ مال فائدہ مند ہے اور سواری کے قابل اور اپنی غرض کے
موافق اور نفیس و اصیل ہے پس اس قسم کی خوشی تو وہ شخص کریگا جسکو بادشاہ سے کچھ غرض نہ ہو صرف گھوڑے ہی سے غرض ہو
حتی کہ اگر گھوڑا اُسکو جنگل میں ملجاتا تب بھی اتنا ہی خوش ہوتا جتنا اب ہوا دوسری صورت یہ ہے کہ خوشی اس وجہ سے نہ ہو کہ گھوڑا پایا
بلکہ اس وجہ سے ہو کہ بادشاہ کا عنایت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ بادشاہ کو اُس شخص پر نظر عنایت و شفقت ہے اور اُنکے خیال منزل
شاہی میں اُسکی جگہ ہے یہان تک کہ اگر یہ گھوڑا بادشاہ کے سوا کوئی اور اُسکو دیتا یا جنگل میں پڑا ملجاتا تو یہ کبھی خوش نہوتا کیونکہ اُسکا
مطلب صرف گھوڑا تو نہ تھا بلکہ بادشاہ کے دل میں جگہ کا ہونا مقصود تھا وہ حاصل نہیں ہوا اور گھوڑے کی اسکو چندان ضرورت
نہ تھی یا مطلب اصلی کے سامنے اُسکا پانا ایسا ہی حقیر سمجھتا ہے تیسری صورت یہ ہے کہ خوشی اس وجہ سے ہو کہ اسپر سوار ہوکر محنت سفر کو
برداشت کرونگا اور بادشاہ کی خدمت کرونگا تاکہ رتبہ تقرب حاصل ہو اور کیا عجب ہے کہ درجہ وزارت پر ترقی ہوجاوے یعنی
وہ صرف اسی بات پر قناعت نکرے کہ بادشاہ کے دل میں میری اتنی جگہ ہے کہ گھوڑا عنایت فرمایا اسیقدر توجہ ہی کافی ہے بلکہ چاہتا ہے
کہ بادشاہ جو کچھ اپنا مال کسی کو مرحمت کرے وہ میرے ہی ذریعہ سے کرے پھر وزارت کا جو خواہان ہے تو وزارت بھی مقصود بالذات
نہیں بلکہ اسمین بھی اسکا مقصود یہ ہے کہ بادشاہ کا دیدار اور قرب منزلت میسر ہونگے یہان تک کہ اگر اُس سے کہا جاوے کہ خواہ
وزیر ہوکر پاس نہ رہو خواہ پاس رہو اور وزارت کے مستحق نہو تو وہ دوسری ہی شق کو اختیار کریگا پس ان درجوں میں سے
اول میں تو معنی شکر پائے ہی نہیں جاتے اسواسطے کہ اُس درجے والے کی نظر صرف گھوڑے پر ہے اور اُسکی خوشی بھی گھوڑے ہی
تک ہے دینے والے سے نہیں اور یہ حال ایسے لوگون کا ہے جو نعمت پر اسوجہ سے خوش ہوتے ہین کہ وہ لذیذ اور غرض کے موافق ہو
ایسے لوگ شکر سے بمراحل دور ہین اور درجہ دوم اگرچہ معنی شکر میں داخل ہے اور اُسکی خوشی منعم کے ساتھ پائی جاتی ہے مگر منعم کی
ذات کے اعتبار سے یہ خوشی نہیں بلکہ اس جہت سے ہے کہ عنایت سلطانی کا یقین ہوا جو آگے کو انعام کا باعث ہوگی اور
یہ حال اُن صلحا کا ہے جو اللہ تعالی کا شکر و عبادت کرتے ہین اسوجہ سے کہ اُسکے عقاب سے خائف اور ثواب کے متوقع ہین
جب ان دونون درجون میں شکر ناقص ہا تو معلوم ہوا کہ شکر کامل کے معنی تیسرے درجے میں پائے جاتے ہین یعنی بندے
کی خوشی نعمت الٰہی پر اس نظر سے ہو کہ اس نعمت کے باعث خدا کا قرب حاصل کرسکتا ہے اور اُسکے جوار رحمت میں فروکش ہوکر
دائم دیدار سے مشرف رہ سکتا ہے یہ بہت بڑا مرتبہ ہے اور اُسکی پہچان یہ ہے کہ آدمی دنیا کی کسی چیز پر خوش نہو سوا ایسی اشیا کے
جو آخرت کی کھیتی اور اُسکی معین ہون اور جو چیز خدا کی یاد سے بھلاوے اور اُسکی راہ سے روکے ایسی چیزون سے رنج کرے
اسواسطے کہ اُسکی غرض نعمت سے کچھ یہ نہیں کہ نعمت مزہ دار لذیذ ہے خواہ عمدہ و نفیس ہے جیسے تیسرے درجے والے کو گھوڑے سے
غرض نہ تھی بلکہ اُسکی خوشی اسوجہ سے تھی کہ اُسپر سوار ہوکر بادشاہ کے ساتھ رہنا اور ہمیشہ مشاہدہ و قرب سے بہرہ ور ہونا ہوگا یہی
حال یہان بھی سمجھنا چاہیے چنانچہ حضرت شبلی رح فرماتے ہین کہ شکر سے غرض دیدار منعم ہے نہ دیدار نعمت اور حضرت ابراہیم خواص رح

فرماتے ہیں کہ عوام ادائے شکر کھانے پینے لباس وغیرہ پر کرتے ہیں اور خواص دلوں کے احوال پر اور یہ رتبہ ایسے شخص کو نہیں معلوم ہو سکتا جو لذات کو منحصر شکم اور شرمگاہ اور اشیائے محسوسہ رنگ اور آواز وغیرہ میں جانتا ہو اور دل کے مزے سے خالی ہو اسلئے کہ دل تندرستی کے وقت سوائے ذکر خدا اور اسکے دیدار معرفت کے اور کسی چیز سے لذت نہیں پاتا اور چیزیں جبھی اسکو مزہ دیتی ہیں کہ سبب بیمار ہوا اور بری عادتوں کا روگ رکھتا ہو جیسے بعضے لوگوں کو مٹی کھانے سے مزہ آتا ہے بعض بیمار شیرین چیز تلخ جانتے ہیں اور تلخ کو شیرین جانتے ہیں اسی طرح دل کے مریض کو اچھی بات سے مزہ نہیں آتا۔ غرضکہ شکر نعمت خدا ایسا ہی ادا چاہیے جیسا اوپر مذکور ہوا اور اگر کسیکو یہ رتبہ نصیب نہ ہو تو پھر تیسرا ہے کہ کم از کم اگر نہ ہو تو غنیمت ہے تو دوسرے درجے کو اختیار کرے اور پہلا تو کسی گنتی ہی میں نہیں دوسرے اور تیسرے ہی درجے میں بہت فرق ہے دوسرے درجہ والے کا مطلب بادشاہ ہے اس لحاظ کے گھوڑا دے اور تیسرے والے کی غرض گھوڑے کا ملنا ہے تاکہ خدمت سلطان کرے دونوں مقصودوں میں فرق زمین و آسمان ہے جو شخص اللہ کا طالب اسلئے ہو کہ اسپر انعام کرے اور دوسرا خدا کی نعمتوں کا طالب اس لحاظ سے ہو کہ انکے ذریعہ سے مدارج قرب الٰہی حاصل ہوں ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ تیسرا امر یہ ہے کہ جو خوشی معرفت منعم سے حاصل ہوتی ہے اسکے موافق عمل کرنا اور یہ عمل قلب اور زبان اور اعضا سے ہے جو متعلق ہے دل سے تو یہ چاہیے کہ خیر کا قصد کرے اور تمام خلق کے حق میں نیت خیر اور سلوک کا ارادہ خفیہ رکھے اور زبان سے اظہار شکر خدا ایسے الفاظ سے جو شکر پر دال ہوں چاہیے اور دوسرے اعضا سے اسطرح کہ انکو نعمت الٰہی جانکر اسکی طاعت میں لگائے اور انسے اسکی نافرمانی پر مدد نہ لے مثلاً آنکھوں سے ادائے شکر یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کا عیب دیکھے تو اسکو چھپائے اور کانوں کا شکر یہ ہے کہ جو عیب کسی بھائی کا سنے اسکو افشا نہ کرے اور زبان کا شکر یہ ہے کہ ایسے الفاظ منہ سے نکلیں جنسے اظہار خدا سے راضی ہونے کا پایا جاوے اسطرح کرنے سے ان خدا کی نعمتوں کا شکر ادا ہوتا ہے اور اسیکا حکم بھی ہے چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا کہ آج کیسے ہو اسنے جواب میں عرض کیا کہ خیریت سے ہوں پھر آپ نے ویسے ہی پوچھا اور اس شخص نے وہی جواب عرض کیا تیسری دفعہ جو آپ نے پوچھا تو اسنے عرض کیا کہ بخیر خدا کی حمد کرتا ہوں اور اسکا شکر گزار ہوں آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی یہی منظور تھا کہ تم یہ کہو۔ اور اکابر سلف جو تمہیں مزاج پرسی کرتے تھے انکا مدعا بھی یہی تھا کہ کسی طرح زبان سے شکر الٰہی نکلے اسمیں دو فائدے تھے اول تو شاکر کا مطیع ہونا دوسرے جسنے باعث ہو کر شکر کہلایا اسکا مطیع ہونا انکی غرض یہ نہ تھی کہ ظاہر کے اظہار شوق سے ریا کریں اور جس شخص کا حال کوئی پوچھے تو تین حال سے خالی نہیں یا شکر کریگا یا شکایت یا سکوت اول صورت میں مطیع ہوگا اور دوسری صورت اہل دین سے نہایت بری ہے اسلئے کہ شکایت شاہنشاہ کی کہ جسکے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے اسکے کسی بندہ سے جسکے کچھ بھی قابو نہیں نہایت قبیح ہے بندہ کے حال کے شایان یہی ہے کہ اگر مصیبت اور حکم الٰہی پر اچھی طرح صبر نہ کر سکے اور کم زوری کے باعث شکایت ہی کی نوبت پہونچے تو خدا تعالیٰ ہی سے شکایت کرے کیونکہ بلا کا بھیجنے والا اور اسکے ٹالنے پر قدرت رکھنے والا وہی ہے بندہ اگر اپنے مالک کے سامنے ذلیل بنے تو اسکی عزت ہے اور دوسرے سے اسکی شکایت کرنے میں ذلت خصوصاً ایسی صورت میں کہ جب دوسرا بھی اسی جیسا ہو اور کچھ نہ کر سکتا ہو اس سے شکایت مالک کی نہایت بیجا ہے اسلئے ضرور ہوا کہ ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرے چنانچہ خداوند ارشاد فرماتا ہے ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ اور دوسری جگہ فرمایا ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم حاصل یہ کہ زبان سے شکر کا کہنا بھی شکر گزاری میں داخل ہے روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے امیر المؤمنین سے ایک جوان آدمی کچھ عرض کرنے کو اٹھا آپ نے فرمایا کہ اول جو عمر رسیدہ ہو وہ کلام کرے اور پھر اس سے چھوٹا

اسیطرح ترتیب گفتگو کرنی چاہیے اُسنے عرض کیا کہ امیر المومنین اگر پھر ایک بات عمر ہی پر منحصر ہوتی تو مسلمانوں کا حاکم کوئی ایسا
شخص ہوتا جو آپ سے بڑا ہوتا آپ نے فرمایا کہ اچھا جو کچھ کہنا ہو کہو اُسنے عرض کیا کہ ہم کچھ آپ سے مانگنے نہیں آئے نہ خوف کے
باعث آئے ہیں اسلیے کہ آپکی سخاوت ہمکو گھر بیٹھے پہونچ گئی تو مانگنے کی کیا حاجت اور آپکی عدالت کے سامنے ڈرنے کی کیا
ضرورت ہم جو آئے ہیں تو صرف آپکا شکر ادا کرنے کے لیے آئے ہیں زبان سے ادا شکر کرکے چلے جاوینگے۔ غرضکہ یہ تینوں
امور مذکورہ بالا شکر کے معنی کے اصول ہیں کہ انسے سب حقیقت شکر کی محدود ہوجاتی ہے اب بعض لوگوں نے جو شکر کی یہ
تعریف کی ہے کہ شکر اسکا نام ہے کہ منعم کی نعمت کا خضوع کے طور پر اقرار کرے اس تعریف میں قول زبانی اور بعض حال قلب کا
لحاظ ہوا ہے جیسے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ محسن کا احسان ذکر کرکے اُسکی ثنا کرے اسمیں صرف عمل زبانی ہی ملحوظ ہوا اور جیسے یہ کہا ہے
کہ شکر یہ ہے کہ بساط شہود پر معتکف ہو اور حرمت منعم کی ہمیشہ یاد رکھے یہ تعریف اکثر باتوں کو شکر کے شامل ہے البتہ اس سے صرف
عمل زبان کا نکل جاتا ہے اور حمدون ابو صالح کا قول اس باب میں یہ ہے کہ شکر نعمت اسکو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے نفس کو شکر کرنے
میں طفیلی جانے اسمیں صرف یہ بات پائی جاتی ہے کہ معانی شکر میں معرفت بھی داخل ہے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ نے تعریف شکر کی ارشاد
فرمائی ہے کہ شکر یہ ہے کہ آپ کو نعمت کا قابل نہ تصور کرے اسمیں صرف ایک خاص حال دل کا پایا جاتا ہے ان سب لوگوں کے اقوال سے
اُنکے احوال معلوم ہوتے ہیں اور چونکہ حالات ہر ایک کے مختلف تھے اسواسطے اقوال بھی مختلف ہیں بلکہ ایک ہی شخص کا
قول دو حالتوں میں دو طرح کا ہوگا اسلیے کہ ان لوگوں کا دستور ہے کہ جو حالت اُنپر غالب ہوتی ہے تو اُسکے موجب ارشاد
کیا کرتے ہیں تاکہ اپنی بکار آمد بات میں مصروف رہیں اور نکمی بات میں مشغول نہوں خواہ ایسا کلام فرمائیں جو سائل کے حال کے لائق ہو
جسقدر کی حاجت اسکو دیکھتے ہیں اُسیقدر کہدیتے ہیں غیر حاجت بیان نہیں فرماتے اسوجہ سے ناظرین کو یہ وہم نہو کہ ہم یہ باتیں اُنپر
طعن کی وجہ سے لکھتے ہیں یا یہ کہ شکر میں جو تحقیق ہمنے لکھی ہے اسمیں اُنکو انکار تھا بلکہ اسکا انکار تو کوئی عاقل بھی نکریگا ہاں غایت
مافی الباب یہ ہے کہ لغت کی راہ سے کوئی نزاع کرے کہ لفظ شکر اصل زبان میں ان سب امور پر حاوی ہے یا نہیں یا بعض معانی
اسکے [illegible] مقصود بالذات ہیں اور باقی اُسکے لوازم اور توابع میں سے ہیں اور چونکہ تحقیق لغت کا کام طریق آخرت میں کچھ نہیں
اسلیے ہمکو بیان لغت کی کچھ ضرورت نہیں معلوم ہوتا نہ ہمکو اُس سے کچھ مطلب تھا۔

تیسرا بیان اس امر کی توضیح میں کہ خداے تعالی کے باب میں شکر کے کیا معنی ہیں شاید کسی کو شبہ ہو کہ شکر ایسی جگہ متصور ہوسکتا ہے جہاں منعم ہو اور اسکو شکر سے کچھ فائدہ ہو مثلاً بادشاہوں کا شکر جو ہم کرتے ہیں تو کئی طرح سے ہوسکتا ہے اور ہر ایک طرح
[illegible] شکر ہوتا ہے تو اسمیں بادشاہوں کا یہ فائدہ ہے کہ لوگوں [illegible] میں اُنکی بڑائی ہو [illegible]
[illegible] آوازہ اور جاہ بڑھ جاتا ہے تو وہ بھی [illegible] خدمت سے شکر کرتے ہیں
[illegible] اُنکے سامنے کھڑا ہونے سے [illegible] شکر کرتے ہیں تو
[illegible] کوئی بات اسی قسم کی [illegible] لیے ہوتی ہے
[illegible] تعالی سب غرضوں اور مطلبوں سے
[illegible] بشرت [illegible] آنکے سامنے رکوع سجدہ کرتے
[illegible] کچھ بہرہ اسمیں [illegible] ایسا ہے جیسا کسی بادشاہ [illegible] کے
[illegible] نہیں [illegible] بادشاہ کو کچھ بہرہ نہیں

اسلیے کہ اسکو کچھ علم غیب نہیں کہ ہمارا حال جان لے اور خداوند کریم کو بندے کے کسی فعل میں سے کچھ بہرہ اور حظ نہیں اسیلیے شکر بھی اُسکے
حق میں چاہیے کہ نہو دوسری وجہ یہ کہ جتنے افعال ہم اپنے اختیار سے کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے دوسری نعمت ہیں کیونکہ
ہمارے اعضا اور قدرت اور ارادہ و خواہش اور جتنے اسباب ہماری حرکت کے ہیں اور خود حرکت سب کے سب اللہ تعالیٰ کے پیدا
کیے ہوے اور اُسیکی نعمت ہیں پس اُسکی نعمت کا شکر اُسکی نعمت سے کیسے ہو سکتا ہو فرض کرو کہ کسی بادشاہ نے ہمکو ایک گھوڑا دیا اور ہمنے
ایک دوسری سواری اُسکی لیکر سواری کی یا خود بادشاہ نے دوسرا گھوڑا ابھی ہمیں دیا تو ظاہر ہو کہ دوسرا گھوڑا پہلی عطا کا شکر نہوگا بلکہ ہمکو
اول دوم دونوں عطاؤں کے شکر کی حاجت رہیگی۔ پھر اس نعمت ثانی کیواسطے اور شکر اگر ہیگا وہ بھی نعمت ہی ہوگی اور اسی طرح
سلسلہ بیکار خانہ رہیگا اُس سے معلوم ہوتا ہو کہ خداے تعالیٰ کے حق میں ان دونوں وجہوں مذکورہ سے شکر محال ہو شعر از دست و زبان کہ بر آید
کز عہدہ شکرش بدر آید۔ اور ان دونوں باتوں میں ہمکو کچھ شک نہیں کیونکہ شرع سے ان دونوں کا ثبوت پایا جاتا ہو پس کوئی ایسی
سبیل چاہیے جسمیں یہ خرابی بھی لازم نہ آوے اور اداے شکر بھی ہو اس شبہے کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ حضرت داؤد اور حضرت
موسی علیہما السلام کو بھی یہی شبہہ ہوا تھا کہ اُنھوں نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی ہم تیری نعمت کا شکر کس طرح ادا کریں کیونکہ
جب شکر کرینگے تو تیری ہی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہی سے کرینگے یعنی ہمارا شکر کرنا تیری دوسری نعمت ہوگی جسپر شکر واجب ہوگا خداے
تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ جب تمنے یہ جان لیا تو گویا شکر میرا کر چکے اور ایک روایت میں یہ ہو کہ جب ہمکو معلوم ہوگیا کہ نعمت میری ہی
طرف سے ہو تو میں تمسے شکر کی عوض اسی بات سے خوش ہوں۔ اب اگر کہو کہ سوال حضرات انبیا علیہم السلام کا تو ہم سمجھ گئے
مگر مضمون وحی کے سمجھنے سے ہماری سمجھ قاصر ہو یعنی یہ تو ہم سمجھ گئے کہ خداے تعالیٰ کا شکر کرنا محال ہو اور یہ نہیں سمجھے کہ اس محال ہونے کو
جان لینا شکر کیسے ہوگا کیونکہ جان لینا بھی ایک نعمت الٰہی ہو وہ کیسے شکر ہو جاویگی ورنہ اسکا حاصل یہ ہوگا کہ جو شکر نہ کرے وہ شاکر کہلاوے
یا جیسے کوئی بادشاہ وقت سے دوسری نعمت قبول کرے وہ نعمت اول کا شکر ہوا کرے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اگر اسمیں کوئی راز ہو تو
اُسکو کسی مثال سے سمجھانا چاہیے کہ یہ بڑی مہم چیز ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ اس بھید کے بیان کرنے سے معارف میں بات جا پڑتی ہو
اور علوم معاملہ سے وہ بڑھکر ہیں اُنکا بیان ان علوم کے مناسب نہیں تاہم اشارات کے طور پر ہم کچھ مختصر بیان کیے دیتے ہیں اور وہ
یہ ہو کہ اس باب میں دو اعتبار ہیں ایک اعتبار تو صرف توحید و وحدت وجود کا ہو جس سے یقینی یہ معلوم ہوتا ہو کہ شاکر اور مشکور اور
محب اور محبوب ایک ہی چیز ہو اور یہ نظر ایسے لوگوں کی ہو جو جانتے ہیں کہ سواے خداے تعالیٰ کے اور کوئی موجود نہیں کل شئی ہالک
الا وجہہ اُنکے دل میں کھُبی ہو اور اس بات کو ہر حال اور ہر زمانہ میں ازلاً و ابداً سچ جانتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہونا چاہیے
اسلیے کہ غیر وہ ہو سکتا ہو جسکا بذات خود قیام ہو اور اس طرح کا غیر کوئی موجود نہیں بلکہ اُسکا پایا جانا محال ہو کیونکہ موجود حقیقی وہ ہو جو
اپنی ذات سے قائم ہوا اور جسکو کہ بذات خود قیام نہ ہو وہ بذات خود موجود بھی نہوگا اور از انجا کہ اُسکا قیام غیر سے ہو تو اُسکا وجود بھی
غیر سے ہوگا یہاں تک اگر صرف اسی کی ذات پر لحاظ کریں اور غیر کا دھیان نہ کریں تو اُسکا وجود یقیناً ساقط ہوگا کیونکہ موجود تو وہی ہو
جسکو اپنی ذات سے قیام ہو اور قائم بالذات اُسکو کہتے ہیں کہ اگر اُسکے غیر کو معدوم فرض کیا جاوے تو اُسکے وجود میں کسی طرح کا
خلل نہ آوے وہ بدستور قائم رہے پھر اگر اس طرح کا موجود قائم بالذات اپنے وجود اور اپنے غیر کے وجود کو قائم رکھتا ہو تو اُسکو
قیوم کہتے ہیں اور قیوم سواے ذات یکتا کے اور کوئی نہیں اور نہ ہو سکتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ سواے حی قیوم کے اور کوئی
موجود حقیقتہ نہیں اور وہ ذات واحد پاک کی ہو پس جب اس اعتبار سے دیکھو تو معلوم ہوتا ہو کہ سب کا مصدر اور مرجع وہی ذات
واحد ہو اسی لیے وہی شاکر ہو اور وہی مشکور اور وہی محب ہو اور وہی محبوب یہی وجہ تھی کہ جب حبیب ابن حبیب نے

انا وجدناه صابرا نعم العبد انه اواب پڑھا تو فرمایا کہ عجیب بات ہو کہ آپ ہی صبر دیا اور آپ ہی تعریف کی اسمین یہ اشارہ ہو کہ جب اپنی
دی ہوئی چیز پر تعریف اُنکی کی تو گویا اپنی ذات پاک کی تعریف کی اسلیے جسکی ثنا کی اور جسنے ثنا کی وہ ایک ہی ہوئے
شیخ ابو سعید میہنی نے جب یہ آیت سُنی یحبہم و یحبونہ تو فرمایا کہ بیشک اُنکو چاہتا ہو اور چاہتے بھی وہ وہ تو حق ہی چاہتا ہو کیونکہ اپنے
نفس ہی کو چاہتا ہو اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ وہی محب اور وہی محبوب ہو اور یہ مقام نہایت اونچا ہو جب تک اُسکی کوئی مثال
عام فہم نہ کہی جاوے جب تک سمجھ مین نہ آویگا اُسکو یون سمجھنا چاہیے کہ مصنف کو جب اپنی تصنیف محبوب ہو تو واقع مین اپنا
نفس محبوب ہو اور صانع جب اپنی صنعت سے محبت رکھتا ہو تو اپنے آپ سے محبت رکھتا ہو اور والد جب اپنے بیٹے سے
اس نظر سے محبت رکھتا ہو کہ یہ میرا لڑکا ہو تو واقع مین اپنی ذات سے محبت رکھتا ہو اب جو تامل کرو تو جو چیزین سوا خدا
تعالی کے موجود ہین وہ سب خدا تعالی کی تصنیف اور صنعت سے ہین پس انہین سے اگر کسیکو خدا تعالی محبوب جانے
تو یہ محبت صرف اپنی ذات پاک سے ہوگی اور جب اُسکو اپنی ہی ذات مقدس کی محبت ہوئی تو ظاہر ہو کہ محبت حق پر ہو
غرضکہ یہ حالات چشم توحید سے دیکھنے کی صورت مین ہین اور صوفیہ کرام اس حال کو فنا سے نفس کہتے ہین یعنی سالک اپنے نفس
اور غیر اللہ سے فنا ہو کہ سوا اللہ تعالی کے اور کچھ نہین دیکھتا۔ اور جس شخص کی فہم مین یہ بات نہین آتی وہ اس حالت کا انکار کرتا
اور کہتا ہے کہ ہمارے جسم شخص کا سایہ چار ہاتھ لمبا ہو اور روز ایک سیر بلکہ تین سیر روٹیاں چٹ کر جاتا ہو وہ فنا کیسے ہوجاتا ہو اور اور باتین
جہالت کی کہکر اُنپر ہنستے ہین اور اُنکی تقریر کے معانی نہین سمجھتے۔ عارفون کے لیے یہ بھی ضرور ہو کہ جاہلون کے لیے باعث خندہ
بنین اور اسی کی طرف اشارہ ہو اس آیت مین ان الذین اجرموا کانوا من الذین امنوا یضحکون واذا مروا بہم یتغامزون واذا انقلبوا
الی اہلہم انقلبوا فکہین واذا راوہم قالوا ان ہؤلاء لضالون وما ارسلوا علیہم حافظین پھر فرمایا کہ عارفون کا ہنسنا کل کو انکے
ہنسنے سے بڑھکر ہوگا چنانچہ ارشاد ہو فالیوم الذین امنوا من الکفار یضحکون علی الارائک ینظرون اسی طرح جب حضرت نوح علیہ السلام
کشتی بناتے تھے تو انکی امت انسے تمسخر کرتی تھی آپ نے جواب مین ارشاد فرمایا کہ اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو ہم بھی اسکی عوض تم سے
تمسخر کرینگے دوسرا اعتبار یہ ہو کہ وجود کی طرف نظر نہ کرو بالاستقلال نہ دیکھا جاوے یعنی دیکھنے والے کو مقام فنا سے نفس حاصل
ہوا ہو جو لوگ اس رتبہ پر نہین پہونچے انکی دو قسمین ہین۔ ایک قسم تو وہ ہو کہ اپنے وجود کے سوا اور کسیکو موجود ہی نہین
مانتے اور اس بات کو برا جانتے ہین کہ انکا کوئی معبود ہو ایسے لوگ بالکل اندھے اور دونون آنکھون کے اندھے ہین اور
اور اُلٹے اس جہت سے ہین کہ جو چیز کہ تحقیقا ثابت تھی یعنی ذات قیوم کہ قائم بالذات ہو اور ہر ایک شخص کے اعمال کا نگاہ
رکھنے والا ہو اور جتنی چیزین موجود ہین وہ سب اُسی کے باعث موجود ہین اُسکو نہ مانا اور ان نامعقولون نے اسی پر اکتفا
نکیا بلکہ اُسکے مقابل مین اپنے نفس ہی کو قائم بالذات ٹھہرایا اور اگر سوچتے تو معلوم ہوتا کہ ہمارا کچھ قیام نہین نہ وجود انکا وجود اسلیے
کہ دوسرے نے اُنکو ایجاد فرمایا ہو اپنے آپ سے موجود نہین ہوئے اور ظاہر ہو کہ موجود اور ایجاد کی ہوئی چیز مین بہت فرق ہو
موجود وہی چیزین ہین یا موجود کیا یا ایجاد کی اشیا جنمین سے موجود حق ہو اور ایجاد کی ہوئی چیزین بذات خود باطل اور موجود باللہ
قائم اور قیوم ہو اور ایجاد کی چیز ہالک اور فانی یہان تک کہ جب کوئی بھی نہ رہیگا تب ذات پاک حق رہیگی دوسری قسم کے لوگ
تو نہین مگر کانے ہین یعنی ایک آنکھ سے وجود معبود حقیقی کا دیکھتے ہین اور اُسکے منکر نہین مگر دوسری آنکھ اگر بالکل چوپٹ ہو
یہ نہین سمجھتا کہ سواے موجود برحق کے اور سب فانی ہین اسی لیے اللہ تعالی کے ساتھ دوسرے کو بھی معبود ثابت کرتے ہین
یہ لوگ مشرک ہین جیسے کہ اول اسکے منکر تھے اور اگر دوسری آنکھ مین کچھ بینائی ہوئی تو جیسے ہوئے تو اس بینائی کے باعث

ف ۱ — اُسکو پایا صابر اچھا بندہ وہ ہو رجوع ہونے والا ۱۲

ف ۲ — وہ جو گنہگار ہین وہ تھے ایمان والون سے ہنستے اور جب نکلتے ان پاس آنکھین مارتے اور جب [illegible]

موجود دو میں فرق ثابت کرتے ہیں ایک کو رب اور ایک کو بندہ کہتے ہیں اور اسیقدر تفاوت ثابت کرنے اور دوسرے موجود کو
ناقص سمجھنے سے حد توحید میں داخل ہو جاتے ہیں گو پورے موحد نہیں ہوتے پھر اگر آنکھ میں سرمہ لگایا جاوے اور چندھاپن کم
ہو تو جتنا نور آنکھ کا بڑھتا جاویگا اتنا ہی وجود ماسوا اللہ کا کم ہوتا جاویگا اور سلوک راہ معرفت میں یہی حال اگر رہا تو کم ہوتے ہوتے
دوسرا وجود محو ہو جاویگا اور خدا کے سوا کچھ نہ سوجھیگا اسوقت پوری توحید کا رتبہ حاصل ہوگا اور یہاں سے کہ دوسرے وجود کو
ناقص سمجھا تھا وہ ابتداے توحید تھی اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان میں درجات بے انتہا ہیں اور اسی سے درجات
موحدین کے مختلف ہوتے ہیں اور جس سرمے سے کہ نور بصر زیادہ ہوتا ہے وہ خدا کی کتابیں ہیں جو اپنے رسولوں پر نازل کی
ہیں اور پیغمبر سرمہ لگانے والے ہیں کہ سب کو توحید محض کیطرف بلاتے ہیں جسکا مضمون لا الہ الا اللہ میں موجود ہے یعنی اس کلمۂ طیبہ کے
معنی یہ ہیں کہ سواے خداے تعالی واحد برحق کے اور کچھ نہ دیکھے اور جو لوگ کمال توحید پر پہنچے ہوں وہ بھی کم ہیں اور منکر اور مشرک
بھی کم اور یہ دونوں توحید کی طرف مقابل کے پرلے سرے پر ہیں کیونکہ بت پرستوں کا قول تو یہ ہے کہ ما نعبدہم الا لیقربونا
الی اللہ زلفی پس اوائل توحید میں کچھ ضعیف طور پر داخل ہیں اور وہ دونوں فرقے کسیطرح داخل توحید نہیں ہو سکتے اور متوسط درجے
کے لوگ بہت ہیں جو نہ موحد کامل ہیں نہ مشرک و منکر پھر ان میں بعض ایسے ہیں کہ کسی حال میں انکی بصیرت کھل جاتی ہے تو بجلی کی طرح
حقائق توحید انپر ظاہر ہوتے ہیں مگر انکو قیام نہیں ہوتا اور بعضے ایسے ہیں کہ انپر یہ حقائق ظاہر ہو کر کچھ ٹھہرتے ہیں الا ہمیشہ نہیں
رہتے اور دوام اسکا بہت کم ہوتا ہے عالی رتبہ کیطرف ہوتے ہیں سب کو حرکات ہے لیک کمتر ہیں جنمیں ہووے دوام اور ثبات
اور جب خداوند کریم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب کے لیے حکم فرمایا کہ واسجد واقترب تو آپ نے سجدے میں یہ دعا پڑھی
اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک اول جملہ اس دعا کا
یعنی اعوذ بعفوک من عقابک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خداے تعالی کے فعل کو مشاہدہ فرما کر عرض کیا گویا کہ اسوقت بجز
خداے تعالی اور اسکے افعال کے اور کچھ ملاحظہ نہیں فرمایا تھا اسلیے اسکے فعل کی مدد سے اسکے فعل سے پناہ مانگی پھر اس درجے
ترقی کی اور مشاہدۂ افعال سے فنا ہو کر ان افعال کے مصادر کو مشاہدہ فرمایا یعنی صفات کو تو یہ عرض کیا کہ اعوذ برضاک من سخطک
رضا اور سخط دونوں صفات ہیں پھر اسمیں بھی نقصان توحید ملاحظہ فرمایا تو اور نزدیک ہوے اور مشاہدۂ صفات سے مشاہدۂ
ذات پر ترقی فرما کر فرمایا اعوذ بک منک اسمیں ذات الٰہی کی طرف گریز ہے کسی فعل و صفت کا لحاظ نہیں مگر چونکہ اسمیں بھی اتنی
بات تھی کہ اپنے نفس کو گریز کرنے والا اور پناہ چاہنے والا اور ثنا گو دیکھا تو اسکو بھی خلل انداز توحید سمجھکر اور نزدیک ہوے
اور عرض کیا لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک پس لا احصی سے تو یہ نکلتا ہے کہ آپ اپنے نفس سے فنا ہو کر اسکے
مشاہدے سے متجاوز ہو گئے اور انت کما اثنیت علی نفسک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ثنا کرنے والا اور جسکی ثنا کیجاوے
وہ ذات واحد ہے مادح اور ممدوح ایک ہی ہیں اور سب اسی سے نکلے اور اسیکی طرف رجوع رکھتے ہیں اور سوا اسکی ذات کے
اور سب فانی ہیں۔ غرضکہ جو مقام کہ موحدین کے لیے انجام کو حاصل ہوتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع ہی میں
حاصل ہوا یعنی اول ہی اول بجز اللہ تعالی اور اسکے افعال کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اور آپ کا دستور تھا کہ جب ایک رتبے سے
دوسرے پر ترقی فرماتے تھے تو رتبۂ اول کو بہ نسبت دوم کے بعد اور دوری خداے تعالی سے سمجھتے تھے اسی لحاظ سے
پچھلے رتبے سے استغفار فرماتے اور اسکو اپنے سلوک اور مقام میں نقصان تصور فرماتے اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس
حدیث میں انہ لیغان علی قلبی حتی استغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ اور ستر دفعہ کی تخصیص اسلیے ہے کہ ہر دفعہ آپ

ستر مقام پر ترقی فرماتے تھے جو ایک دوسرے سے اوپر تھے اور ان میں جو پہلا مقام تھا وہ اگرچہ خلق کی طاقت کے باہر تھا
مگر چونکہ پچھلے مدارج کی نسبت اسمیں نقصان تھا اسی لیے آپ استغفار کیا کرتے تھے اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں
عرض کیا کہ خدا تعالیٰ نے کیا آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں فرمائے کہ جو آپ نماز میں اتنا روتے ہیں اور اتنی سخت
محنت فرماتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں بندۂ شاکر نہوں اسکے یہ معنی ہیں کہ کیا میں طالب زیادہ مقامات کا نہوں
کیونکہ شکر سے زیادتی نعمت کی ہوتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم اب چونکہ ہم دریائے ناپیدا کنار مکاشفہ
میں جا گھسے اسلیے وہاں سے باگ روک کر جو بات علوم معاملہ کے شایاں ہے اسکی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیا
علیہم السلام اس غرض سے بھیجے گئے ہیں کہ خلق کو توحید کامل کی طرف جسکا بیان اوپر گذرا بلاویں مگر لوگوں کے اس تک
پہونچنے میں بہت سی مسافت اور سخت گھاٹیاں ہیں اور شریعت تمام و کمال طریق اس مسافت کے چلنے اور ان گھاٹیوں کے
طے کرنے کا بتلاتی ہے تو یہ نظر اور یہی مشاہدہ اور مقام کی ہے اس مشاہدہ کے اعتبار سے البتہ شکر اور شاکر اور مشکور جدا جدا
معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ بات بدون مثال سمجھ میں نہ آویگی اسلیے اسکی مثال سے سمجھنا اس طرح ممکن ہے کہ فرض کرو کہ کسی
بادشاہ نے اپنے کسی غلام کے پاس جو اس سے دور تھا سواری اور لباس اور نقد زاد راہ کے واسطے بھیجا کہ قطع مسافت کرکے
درگاہ سلطانی سے قریب ہو جاوے اور اس قرب کی دو صورتیں ہیں یا تو بادشاہ کو یہ منظور ہے کہ اگر دربار میں آ جاویگا تو کچھ کام
کریگا اور بعض خدمات سے بے فکری ہو جاویگی اور تیسری صورت یہ ہے کہ قرب سے بادشاہ کو کچھ فائدہ نہیں نہ اس غلام کی ضرورت
دربار میں ہے نہ اسکے آنے سے سلطنت بڑھے کیونکہ اس سے کوئی ایسی خدمت نہیں ہو سکتی جس سے بادشاہ کو بے فکری ہو جاوے
اور نہ اسکے غائب رہنے سے سلطنت ناقص ہے پس اسکو سواری اور زاد راہ جو عنایت ہوا تو صرف یہی منظور ہے کہ وہ قریب ہو کر
سعادت حضوری سے مشرف ہو اور خود اسکا فائدہ ہو یہ غرض نہیں کہ بادشاہ کو کچھ نفع ہو تو بندوں کو خدا تعالیٰ کی نسبت صورت
دوم کے رتبے میں تصور کر لینا چاہیے اول صورت تو خدا تعالیٰ پر محال ہے اسلیے کہ خدا تعالیٰ کو کسی کی طرف کچھ حاجت نہیں
اور دوسری صورت محال نہیں پھر جاننا چاہیے کہ پہلی صورت میں بندہ صرف سوار ہو کر بادشاہ کے پاس چلے آنے سے
شاکر نہوگا جب تک کہ وہ خدمت جو بادشاہ کو اس سے لینی منظور ہے بجا نہ لاوے اور دوسری صورت میں تو بادشاہ کو خدمت کی
مطلق پروا ہی نہیں مگر پھر بھی شاکر اور کافر ہو سکتا ہے شکر تو اسطرح ہوگا کہ جو چیز بادشاہ نے دی ہے اسکو ایسے مصارف میں لگاوے جو اسکو محبوب
ہوں نہ اپنی من مانتی چیزوں میں اور کفر اس طرح ہے کہ جو مالک کو منظور تھا اسی میں استعمال اسکے انعام کا نہ کیا یعنی یا تو اسکی بھلا کو
بیکار محض رہنے دیا یا ایسے مصارف میں لگایا جسمیں اسکا بعد زیادہ ہو جاوے پس اگر بادشاہی خلعت پہنا اور گھوڑے پر سوار ہوا اور
زاد راہ کو راہ ہی میں خرچ کیا تو آقا کا شاکر ہوگا کیونکہ اسکی نعمت کو اسی کی چاہتی بات میں صرف کیا یعنی جس طرح یہ کہ غلام کا
نفع اسکو محبوب تھا اسی طرح ان اشیا کا استعمال کیا اور اگر غلام مذکور اسکی سواری پر سوار ہو کر بادشاہ کی سمت سے پشت پھیر کر
چلے اور زیادہ دور ہوتا جاوے تو کافر ہوگا اسلیے کہ اسنے اسکے انعام کو ایسے امور میں خرچ کیا جو اسکے آقا کو اسکے حق میں
برے معلوم ہوتے تھے نہ اپنے حق میں اور اگر بیٹھ رہا اور سوار ہونا نہ طلب قرب کی نہ تلاش بعد تب بھی کافر نعمت ہوگا کہ آقا کے
انعام کو مہمل و بیکار رکھا مگر بعید ہونے والے کی نسبت یہ کافر کم ہے اسیطرح خداوند کریم نے خلق کو پیدا کیا اور وہ ابتداے پیدائش میں
شہوات کے استعمال کے محتاج ہیں تاکہ انکے بدن پورے ہو جاویں اور شہوات کے سبب دربار اعلیٰ سے بعید ہو جاتے ہیں
اور انکی سعادت اسمیں ہے کہ اس سے قریب رہیں پس انکے لیے ایسی نعمتیں بھی مہیا فرمائیں کہ درجہ قرب کے ملنے کے لیے انکے

استعمال پر قادر ہیں اور اسی بعد و قرب کو خداے تعالیٰ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات فلہم اجر غیر ممنون اس سے معلوم ہوا کہ خداے تعالیٰ کی نعمتیں ایسے آلات ہیں جنسے بندہ اسفل السافلین سے ترقی کرکے درجہ سعادت قرب الٰہی حاصل کرے اور اس سے نفع بندے ہی کو ہے خداے تعالیٰ کو کچھ نفع نہیں چاہے بندہ قریب ہو چاہے بعید ہو سچ ہے من نکردم خلق تا سودے کنم ٭ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم ٭ اب بندے کو اختیار ہے اگر اُسکی نعمتوں کا استعمال طاعت میں کریگا تو شاکر ہوگا کہ مولیٰ کی مرضی کے موافق کام کیا اور اگر اُسکی نافرمانی میں استعمال کریگا تو کافر ہوگا کہ جو بات اُسکو اُسکے لیے منظور نہ تھی اور اُسکے حق میں اُسکے نزدیک بری تھی وہ اُسنے اختیار کی ولا یرضی لعبادہ الکفر خود فرماتا ہے اور اگر ان نعمتوں کو بیکار رکھے نہ اطاعت میں لگاوے نہ معصیت میں تو یہ بھی کفران نعمت ہے کہ نعمت کو تلف کرتا ہے اور جو چیز دنیا میں مخلوق ہوئی ہے وہ اسلیے ہے کہ بندہ اُسکے سبب سعادت اخروی تک پہونچے اور قرب الٰہی حاصل کرے اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک اطاعت کرنے والا اپنی طاعت کے موجب شکر اُن نعمتوں الٰہی کا کرتا ہے جنکو طاعت میں استعمال کیا ہے اور جو کسلمند ہے کہ کسی سے استعمال ہی نہیں کرتا یا فرمان ہے کہ انکو طریق بعد میں صرف کرتا ہے وہ ناشکر ہے اور اسکی مرضی کے موافق کام نکرنے میں زیادتی کرتا ہے غرضکہ طاعت اور معصیت کو دونوں کو مشیت ایزدی شامل حال ہے مگر اچھا معلوم ہونا اور برا معلوم ہونا مشیت کے علاوہ ہے بعضی خواہش کی چیز محبوب ہوتی ہے بعضی مکروہ اور اس دقیقے کے بیان کی آڑ میں تقدیر کا راز ہے جسکے افشا کا حکم نہیں۔ اس تقریر سے اعتراض اول جاتا رہا یعنی یہ کہ اگر مشکور کو بہرہ شکر سے نہیں تو شکر کیسے ہوگا اُسکا جواب یہ ہوا کہ نعمت الٰہی کو اُسکی مرضی کے موافق استعمال کرنا بھی شکر ہے اور دوسرے اعتراض کا جواب بھی ہوگیا اسلیے کہ شکر سے تو ہماری مراد یہی ہے کہ نعمت الٰہی کو جس طرح اُسکو محبوب ہے اُسطرح صرف کرے پس جب نعمت الٰہی اُسکے فعل سے ایسی جگہ صرف ہوئی ہے اُسکو محبوب تھی تو مراد حاصل ہے اور آدمی کا فعل اللہ تعالیٰ کی عطا ہے مگر چونکہ محل اُس فعل کا انسان ہے اسیواسطے انسان کی ثنا کی جاتی ہے اور ثنا کا ہونا یہ دوسری نعمت خدا کی ہے انسان پر کیونکہ وہی دیتا ہے اور وہی وصف کرتا ہے اور اُسکے دو کاموں میں سے ایک کام اس بات کا باعث ہوا کہ دوسرا فعل وجہ محبت میں صرف کیا جاوے تو ہر حال میں اُسکو شکر چاہیے اور انسان کو جو شاکر کہتے ہیں تو اس غرض سے کہتے ہیں کہ وہ محل شکر ہے نہ اسوجہ سے کہ وہ موجد شکر ہے مثلاً کہا کرتے ہیں کہ انسان عارف یا عالم ہے اسکے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ عرفان و علم کا موجد ہے بلکہ یہ مقصود ہوتا ہے کہ عرفان اور علم کا محل ہے حالانکہ انکا وجود آدمی میں قدرت ازلیہ سے ہے وہ خود ایجاد نہیں کرسکتا پھر اُسکے شاکر کہنے سے یہی مطلب ہے کہ وہ بھی کوئی چیز ہے اور کچھ شئ اسلیے ہے کہ خالق اشیا نے شئ بنادیا اور اگر خود اپنے جی میں گمان کرے کہ میں اپنی ذات کے باعث سے چیز ہوا ہوں تو محض ناچیز ہے لیکن اگر اُس ذات کے اعتبار سے دیکھیں جسنے کہ اشیا کو شئ ہونا عنایت فرمایا ہے تب تو انسان شئ ہے اسلیے کہ اُسی نے شئ بنایا ہے اور اُسکے بنانے کا لحاظ اُٹھا دیا جاوے تو واقع میں لاشئ ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہ نے پوچھا کہ جب سب چیزوں سے پہلے ہی فراغت ہوچکی ہے تو عمل سے کیا فائدہ ہے آپ نے فرمایا کہ اعملوا فکل میسر لما خلق لہ اس حدیث سے بھی اشارہ مطلب مذکورہ بالا کی طرف ہے پس ظاہر ہوا کہ خلق اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جاری ہونے کی جگہ اور اُسکے افعال کا محل ہے گو خلق خود بھی اُسکے افعال ہی میں سے ہے لیکن خداے تعالیٰ کا بعض فعل بعض کا محل ہوتا ہے مثلاً حدیث شریف میں لفظ اعملوا اگرچہ زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلا مگر افعال الٰہی میں سے وہ بھی ایک فعل ہے اور اس بات کا سبب ہے کہ خلق کو معلوم ہوجاوے کہ عمل کرنا مفید ہے اب لوگوں کا جاننا بھی ایک خدا کا فعل ہے اور وہ بھی ایک اور بات کا سبب ہے یعنی علم ہی کے باعث ارادہ پختہ حرکت و طاعت کا پیدا ہوتا ہے پھر ارادہ و شوق بھی

اپنے بندوں کی ناشکری ۱۲

عمل کرو اسلیے کہ ہر ایک شخص کو وہی کام میسر ہوگا جسکے لیے وہ پیدا ہوا ہے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت علی مرتضیٰ و عمران بن حصین ۱۲

فعل الٰہی ہو اور حرکت اعضا کا سبب ہو اور حرکت اعضا بھی خدا کے افعال میں سے ہو اسیطرح سب باتیں اُسکے افعال میں سے مگر ایک دوسرے کا سبب ہوتی ہیں یعنی فعل اول شرط ہوتا ہے دوسرے کی جیسے جسم کا پیدا ہونا عرض کے لیے شرط ہے یعنی عرض پہلے جسم کے نہیں پیدا ہوتا اور زندگی کا پیدا ہونا علم کی پیدایش کے لیے شرط ہے اور علم کا پیدا ہونا ارادے کی پیدایش کے لیے شرط ہے یہ سب افعال خداے تعالیٰ کے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے اسی اعتبار سے سبب ہیں اُنکے سبب ہونے سے یہ مقصود نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے موجد ہیں بلکہ یہ غرض ہے کہ غیر کے قابل ہونے کے لیے شرط ہیں کہ اول یہ ہو چکے تو دوسرا امر جیسے زندگی جب ہو چکے اور علم کے قبول کی استعداد جب ہو جیسے پہلے حیات ہولے اور ارادہ اسوقت ہو جسوقت علم پیشتر آچکے اسیطرح اگر آدمی تحقیق کریگا تو یہ ترتیب توحید ہم اوپر لکھ آئے اُس تک ترقی کر جائیگا۔ اب یہاں یہ اعتراض ہے کہ جب ہمارے اختیار میں کچھ نہیں سب کچھ خداے تعالیٰ ہی کو اختیار ہے تو ہمکو یوں کیوں حکم ہوا ہے کہ عمل کرو ورنہ نافرمانی پر عتاب ہوتا ہے ہمکو یہ عتاب کی وجہ کیا ہے شعر ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی # چاہتے ہیں سو آپ کرے ہیں ہمکو عبث بدنام کیا # تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حکم الٰہی ہم میں ایک اعتقاد کے آنے کا سبب ہوتا ہے اور یہ اعتقاد سبب ہے ہیجان خوف کا اور جوش خوف باعث ہے ترک شہوات اور دنیا کے اعتزال کا اور یہ سبب ہے خداے تعالیٰ مسبب الاسباب کا قرب نصیب ہوتا ہے یہی ترتیب اسباب میں خداے تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے پس جو شخص کہ ازل میں سعید لکھ گیا ہے اُسکے لیے یہ اسباب اسی ترتیب سے میسر ہوتے ہیں یہانتک کہ سلسلہ دار اُسکو جنت میں پہنچا دیتے ہیں اور اسی سے اشارہ ہے حدیث مذکورہ بالا میں کہ کل میسر لما خلق له اور جسکے نام نیکی کا قلم ازل میں جاری نہیں ہوا وہ کلام خدا اور حدیث مصطفے اور نصائح علما سے دور بھاگتا ہے اور کان نہیں دھرتا اور نہ سننے کی جہت سے جانتا نہیں اور نہ جاننے کے باعث خوف نہیں کرتا اور جب خوف نہیں کرتا تو میل دنیا کیسے چھوڑیگا اور جب تک رغبت دنیا نچھوڑیگا تب تک مردہ شیطانوں میں رہیگا جنکا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اس تقریر گذشتہ کو اگر تامل سے دیکھو تو عجب بات معلوم ہو کہ ایک قوم جنت میں زنجیروں سے کھینچی جاتی ہے اور ایک گروہ دوزخ میں زنجیروں سے کھینچا جاتا ہے یعنی جس شخص کو جنت ملیگی وہ بھی اُسکے اسباب کی زنجیروں میں پابند ہے کہ علم اور خوف اسپر مسلط ہیں اور جو دوزخی ہے وہ بھی زنجیروں میں پابند ہے کہ اُسپر غفلت اور خدا کے عذاب سے نڈر رہنا اور اسی قسم کی باتیں مسلط ہیں متقی تو جنت میں بزور کھینچے جاتے ہیں اور مجرم دوزخ میں زبردستی کھینچے جاتے ہیں اور یہ زبردست سواے اُس ذات واحد قہار کے اور کوئی نہیں نہ اُسکے سوا کسی کو کچھ قدرت مگر غافلوں کی آنکھ پر پردہ ہے جس روز یہ پردہ اُنکی آنکھ سے دور ہوگا اُس روز اِس کیفیت کو دیکھینگے اور اسوقت سرادقات جلال سے آواز ہوگی لمن الملك اليوم لله الواحد القهار ہر چند ملک و سلطنت ہر روز واحد قہار ہی کے لیے ہے کچھ تخصیص اُس روز کی نہیں لیکن غافلوں کو یہ آواز اسی روز سنائی دیگی پس اُس روز کی تخصیص اسی بات سے یعنی ہے کہ غفلت والوں کو اپنے وقت ہوگا کہ کچھ مفید نہو خداے تعالیٰ جہالت اور غفلات سے بچائے کہ اصل اسباب ہلاکت یہی ہیں۔

چوتھا بیان اس بات کی تمیز میں کہ خداے تعالیٰ کی محبوب چیزیں کونسی ہیں اور اُسکو بُری کونسی معلوم ہوتی ہیں واضح ہو کہ حقیقت شکر اور ترک ناشکری بدون پہچاننے خداے تعالیٰ کی محبوب چیزوں کے پورا نہیں ہوتا اسلیے کہ شکر کے معنی یہ ہیں کہ نعماے الٰہی کو ایسی چیزوں میں استعمال کرے جو اُسکو محبوب ہیں اور کفر یعنی ناشکری کے معنی یہ ہیں کہ اُن نعمتوں کو یا تو بالکل استعمال ہی نکرے یا ایسی چیزوں میں کرے جو اُسکو بُری معلوم ہوتی ہیں پھر خداے تعالیٰ کی محبوب اور مکروہ چیزوں کے دریافت کے لیے دو مدرک ہیں ایک سننا جسکا مستند آیات و احادیث ہیں اور دوسرے دل کی بصیرت یعنی چشم اعتبار سے دیکھنا اور یہ پچھلا امر دشوار ہے اور یہی نادر و کمتر پایا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خداے تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور اُنکے باعث خلق پر طریق کو

آسان کر دیا اور اس طریق کی پہچان تمام احکام شرع کے متعلق با فعال عباد جاننے پر موقوف ہے پس جو شخص اپنے سب افعال مین
احکام شرع سے مطلع ہوگا وہ ہرگز شکر کے عہدے سے بری الذمہ نہوگا۔ رہی دوسری بات یعنی چشم اعتبار سے دیکھنا اُسکے یہ معنی ہین
کہ جو موجود خدا کی مخلوق ہے اسمین حکمت معلوم کرے کیونکہ دنیا مین کوئی ایسی شئ نہین جسمین کچھ حکمت نہو اور اس حکمت سے کچھ مقصود
نہو تو جو مقصود ہر شئ سے ہے وہی خدا تعالیٰ کو محبوب ہے۔ اب اس حکمت کی دو قسمین ہین ایک ظاہر اور ایک پوشیدہ حکمت ظاہر
جیسے یہ جاننا کہ آفتاب کی پیدایش مین حکمت ہے کہ اُس سے دن اور رات پیدا ہوتے ہین یعنی دن سے مقصود تحصیل معاش ہے
اور رات سے آرام و چین کا حاصل ہونا کیونکہ سو جانے کے وقت حرکت ہوسکتی ہے اور اندھیرے کے وقت سکون پیدا ہوتا ہے
غرضکہ آفتاب کی حکمتون مین سے ایک یہ ہے جو مذکور ہوئی اور اُسکے سوا اسمین اور بہت سی حکمتین دقیق ہین اسی طرح بادل اور
مینھ کی حکمت کو معلوم کرنا ہے کہ اُنسے زمین مین طرح طرح کا سبزہ اگتا ہے جو حیوانون اور انسانون کی غذا بنتا ہے اور ظاہری حکمتین جو
خلق کی سمجھ مین آوین خدا تعالیٰ نے بھی ابر و مینھ کی قرآن مجید مین ارشاد فرمادی ہین وہ حکمتین جنسے کہ عقل کی فہم قاصر ہے
ارشاد نہین فرمائین چنانچہ ارشاد ہے فلينظر الانسان الى طعامه انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فيها حبا وعنبا
وقضبا وزيتونا ونخلا وحدائق غلبا وفاكهة وابا متاعا لكم ولانعامكم اور ستارون یعنی ثوابت اور سیارون کی حکمت پوشیدہ ہے کہ اسکو
عام لوگ نہین جانتے اور جسقدر کہ اُنکی سمجھ مین آتا ہے وہ یہ ہے کہ اُنسے آسمان کی زینت ہے تاکہ آنکھ اُنکو دیکھکر لذت یاب ہو اور اسکی
طرف خدا تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے اس آیت مین انا زينا السماء الدنيا بزينة الكواكب حاصل یہ کہ تمام اجزا عالم کے خواہ
آسمان ہو یا ستارے یا ہوا یا سمندر یا پہاڑ یا کھان یا روئیدگی یا حیوانات یا اعضاء حیوانات سب کے ہر ایک ذرے مین بہت سی
حکمتین موجود ہین ایک سے لیکر ہزار اور دس ہزار تک حکمتین ہر ذرے مین پائی جاتی ہین اعضائے حیوانات کی حکمتین بعضی تو
ایسی ہین کہ معروف ہین جیسے یہ معلوم ہو کہ آنکھ دیکھنے کے لیے ہے پکڑنے کو نہین ہاتھ گرفت کو ہے چلنے کو نہین پاؤن رفتار کے واسطے ہے
سونگھنے کو نہین اور علی ہذا القیاس لیکن اعضائے باطنی مثلاً آنتین اور پتہ اور جگر اور گردہ اور رگین اور پٹھے اور جھلیان وغیرہ
اور جو باتین کہ ان اعضا مین ہین مثلاً بعضون مین خلو ہے اور بعضون مین پیچ ہے بعضے ایک دوسرے مین جال کیطرح ہین بعضون کا
رخ اور طرف کو ہے بعضے پتلے ہین بعضے گاڑھے یا اور اسیطرح کے صفات تو انکی حکمتین سب لوگون کو معلوم نہین اور جو لوگ
جانتے ہین وہ بھی خدا کے علم کی نسبت کر کچھ تھوڑا ہی جانتے ہین چنانچہ خود فرماتا ہے وما اوتيتم من العلم الا قليلا بیان مذکورہ
بالا سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی چیز کو ایسی وجہ سے استعمال نکریگا جسکے لیے وہ مخلوق ہوئی ہے اور نہ اسطرح پر جو اس سے مقصود ہے
تو وہ اُس چیز مین نعمت الٰہی کی ناشکری کریگا مثلاً کسی شخص نے دوسرے شخص کو اپنے ہاتھ سے مارا تو اول شخص ہاتھ کی نعمت کا
ناشکر ہوگا اسواسطے کہ ہاتھ اسکو اسی لیے دیے گئے ہین کہ مضر چیز کو اپنے پاس سے دفع کرے اور مفید چیز کو لیوے اسواسطے
نہین ہوے کہ دوسرے کو اُنسے ہلاک کرے اور جو شخص کسی غیر محرم کیطرف دیکھیگا وہ آنکھون کی نعمت مین ناشکر ہوگا اور نعمت
آفتاب کا بھی ناشکر ہوگا کیونکہ سوجھنا آنکھین دونون چیزون سے ہوتا ہے اور یہ دونون اسواسطے پیدا ہوئی ہین کہ اُس سے
ایسی چیزین دیکھے جو دین و دنیا مین اسکو مفید ہین اور جو چیزین مضر دین و دنیا کی ہون اُنسے بچے پس اس شخص نے اُن دونون کو
ایسی جگہ استعمال کیا جو اُنسے مقصود نہ تھا اسوجہ سے کہ مقصود پیدایش خلق اور دنیا اور اُسکے اسباب سے یہ ہے کہ تمام لوگ اُن
اسباب کی استعانت سے خدا تک پہونچین اور بدون محبت الٰہی اور اُنس خداوندی کے دنیا مین اور دنیا کے مغالطے سے علٰحدہ
رہنے کے خدا تک پہونچ نہین سکتے اور اُنس بدون ذکر دائمی کے اور محبت بدون ایسی معرفت کے جو دوام فکر سے

اور پیوستہ اور دوب
کام چلانے کو ٹھارنا اور
ٹھارسے جو پاؤن کا ہو
پچھلا وقت دن کا جبکہ آسمان پر
ایک رونق جو تارے جیسی
اور سبکو خبر دی ہو تھوڑی سی

نا حاصل ہوتی ہو حاصل نہیں ہوتی اور ذکر اور فکر پر دوام بغیر بدن کی پائداری کے ممکن نہیں اور بدن بے غذا کے باقی نہیں رہتا اور
غذا زمین اور پانی اور ہوا کے سوا تیار نہیں ہو سکتی اور بدون پیدائش آسمانوں اور زمین اور پیدائش تمام خلق کے اعضاے
ظاہری اور باطنی کے تمام نہیں ہو سکتی یہ سب چیزیں بدن کے لیے ہیں اور بدن نفس کی سواری ہو اور خدا کی طرف رجوع کرنے والا
وہی نفس ہو جسنے مدت تک عبادت اور معرفت کر کے اطمینان حاصل کیا ہو اور اسواسطے اللہ تعالی فرماتا ہو وما خلقت الجن
والانس الا لیعبدون غرضکہ جو شخص کسیکو ان اشیا میں سے سواے طاعت الہی کے اور کسی چیز میں استعمال کریگا تو وہ خداے
تعالی کی نعمت کا اُن لوازم و اسباب میں ناشکر ہوگا جو ارتکاب معصیت کے لیے ضروری تھے۔ اب خفیہ حکمتوں کی ہم ایک
مثال لکھے دیتے ہیں جسمیں بہت خفا نہیں تاکہ آدمی اُس سے اور باتوں پر قیاس کر کے طریق شکر اور ناشکری نعمتوں کا معلوم کر لے
پس ہم کہتے ہیں کہ خداے تعالی کی نعمتوں میں سے ایک یہ ہو کہ روپیہ اور اشرفی کو پیدا کیا کہ اُنسے انتظام دنیا قائم ہو اور یہ
دونوں پتھر ہیں کہ خود اُنسے کوئی نفع نہیں ہوتا نہ کھانے میں آویں نہ پینے اور پہننے میں اگر خلق کو اُنکی بدرجہ غایت احتیاج ہو
اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو کھانے اور پینے اور لباس اور دوسری حاجات میں بہت سی چیزوں کی ضرورت رہتی ہو اور کبھی حاجت
کی چیز سے خود عاجز ہوتا ہو اور بدون حاجت کی چیز اپنے پاس رکھتا ہو مثلاً اُسکے پاس زعفران ہو اور اُسکو ضرورت سواری کے اونٹ کی ہو
اور جسکے پاس اونٹ ہو شاید اُسکو اسکی ضرورت نہو اور زعفران کی حاجت ہو تو ان دونوں میں مبادلہ بھی ہونا چاہیے اور مقدار عوض بھی
معین ہونی ضروری ہو کیونکہ یہ تو ہوگا نہیں کہ اونٹ کا مالک ہر ایک مقدار زعفران کے بدلے اونٹ حوالہ کر دے اور اونٹ اور
زعفران میں کچھ مناسبت بھی نہیں ہو سکتی کہ یہ کہ سکیں کہ اونٹ کے برابر وزن میں یا صورت میں دینی چاہیے اسیطرح جو شخص کپڑے کے
عوض میں گھر مول لیا چاہے یا گھوڑے کے عوض آٹا یا موزے کی عوض غلام لیا چاہے تو ان چیزوں میں کچھ تناسب نہیں اسی لیے یہ
نہیں معلوم ہو سکتا کہ مبادلہ کے اسباب میں مساوات کس طرح ہوگی اور معاملات بند رہینگے اس وقت کے دور کرنے کے لیے حاجت
متوسط چیز کی ہوگی جو ایسی اشیا غیر متناسبہ میں حکم مساوات کر سکے کہ اگر اسکی نسبت کر دونوں چیزوں کو دیکھا جاوے تو مساوی یا غیر مساوی
معلوم ہو جاوے لہذا خداوند کریم نے روپیہ اشرفی کو پیدا فرمایا تاکہ یہ دونوں سب مالوں میں متوسط ہو سکیں اور ان سے مال کا
اندازہ ہو سکے مثلاً کہ سکیں کہ یہ اونٹ سو روپیہ کا ہو اور اتنی زعفران سو روپیہ کی ہو اور دونوں چونکہ مساوی ایک ہی چیز سے ہیں
اسلیے آپسمیں مساوی ہیں اور روپیہ اشرفی سے اسلیے مساوات ممکن ہوئی کہ اُنسے خود سے کوئی غرض متعلق نہیں اور اگر یہ بھی کسی
کام خورد و نوش وغیرہ میں آتے تو پس مطلب ہوتے انہی مطلب والے کے حق میں انکو ترجیح ہوتی دوسرے کے حق میں نہوتی اور انتظام
نہوتا پس جبکہ اللہ تعالی نے انکو اسواسطے پیدا کیا کہ یہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جاویں اور اموال غیر متناسبہ کے درمیان
مساوات پیدا کریں اور یہ حکمت بھی انہیں میں تھی کہ انسے تمام اشیا حاصل ہو سکیں کیونکہ یہ دونوں محبوب ہیں اور انکی ذات سے کوئی
غرض نہیں نکلتی اور انکی نسبت سب مالوں کی طرف ایکسی ہو تو ان دونوں کا مالک ہونا گویا تمام چیزوں کا مالک ہونا ہو ایسا نہیں
جیسا کوئی کپڑے کا مالک ہو کیونکہ اسکے پاس صرف کپڑا ہی ہو اگر مثلاً اسکو حاجت کھانے کی ہو تو شاید کوئی کپڑے کی عوض نہ دے
اسلیے کہ جس سے کھانا لیا چاہتا ہو شاید اُسکو حاجت کپڑے کی نہو بلکہ سواری کی ضرورت ہو تو ایسی چیز کی حاجت ہوئی کہ ظاہر
میں تو کچھ نہو اور باطن میں سب کچھ ہو اور جب کوئی ایسی چیز ہوتی ہو کہ ظاہر میں اُسکی صورت خاص نہیں ہوتی تو اُسکی نسبت مختلف
چیزوں کیطرف یکساں ہوتی ہو مثلاً آئینہ میں کوئی خاص رنگ نہیں ہوتا مگر ہر ایک رنگ اُسمیں آسکتا ہو اسیطرح نقد روپیہ اشرفی بھی
بظاہر کسی مطلب کی نہیں مگر اُنکے ذریعہ سے ہر ایک مطلب نکل سکتا ہو جیسے حرف کہ بذات خود اُسکے معنی مستقل نہیں ہوتے مگر اُسکے

وسیلے سے اور کلمات مین معنی ظاہر ہوتے ہین - غرضکہ روپیہ اشرفی کا ذریعہ حصول اغراض ہونا دوسری حکمت ہی اور ان دونون مین
اور بھی بہت سی حکمتین ہین جنکا ذکر طول چاہتا ہی - اب جو کوئی روپیہ اشرفی مین وہ بات کرے جو انکے لائق نہو بلکہ جس مطلب کے لیے
یہ پیدا ہوے ہین اُسکے مخالف ہو تو خدا ے تعالی کی نعمت کا ان دونون مین ناشکر ہوگا مثلاً جو کوئی انکو داب رکھے تو انکے ساتھ
ناانصافی کریگا اور جس حکمت کے لیے یہ پیدا ہوے ہین اُسکو بیکار کریگا اور اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی مسلمانون کے حاکم کو قید
کرلے کہ قید کے مارے وہ حکم نہ کرسکے اسیطرح روپیہ اشرفی بھی مساوات اموال کے لیے حاکم ہین جو انکو گاڑ رکھیگا وہ انکا حکم تلف کریگا
اور جو غرض مقصود ان سے تھی وہ حاصل نہوگی اور روپیہ اشرفی کسی خاص فرد بشر زید و عمرو کے واسطے پیدا نہین ہوے کیونکہ خود
انکی ذات سے کسی کی غرض کھانے پینے کی متعلق نہین وہ تو پتھر ہین اسیلیے مخلوق ہوے ہین کہ ایک ہاتھ سے دوسرے مین
جاوین اور لوگون کے معاملات مین مساوات کے حاکم رہین یہ حکمتین صفحات موجودات پر قدرتی خط سے منقوش رہتی ہین انمین حرف
و آواز نہین نہ آنکھ سے سوجھین بلکہ چشم بصیرت چاہیے جس سے یہ نوشتے معلوم ہون ؎ برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ؎
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ؎ اور جو لوگ ان نقوش کے پڑھنے سے عاجز ہین تو انکو حرف اور صوت کے ذریعے سے
اپنے رسول مقبول کی زبان سے وہ بات خدا ے تعالی نے سنادی جو انکی فہم مین نہ آئی تھی چنانچہ ارشاد فرمایا والذین یکنزون
الذہب والفضة ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم اور جو شخص چاندی سونے کے برتن بناوے وہ بھی کافر نعمت ہوگا
اور داب رکھنے والے کی نسبت کہ اسکا برا حال ہی اسلیے کہ اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص حاکم شہر سے نوربافی یا جاروب کشی یا
کوئی اور ذلت کا کام لیوے کہ اسکی نسبت قید ہی اسکے حق مین مفید ہی اور چاندی سونے کے برتن بنوانے اسلیے برے ہین
کہ برتن صرف چیزون کی حفاظت کے لیے ہوتے ہین اور سیال چیزون کے روکنے مین مستعمل ہین پس اس مطلب کے لیے مٹی اور
لوہا اور جست اور تانبا کام مین آسکتے ہین اور چاندی سونے کے قائم مقام ہوسکتے ہین مگر جس مقصود کے لیے چاندی سونا ہین
اُسکے لیے لوہا اور جست وغیرہ کافی نہین اور جسکو یہ حکمت یون نہین معلوم ہوتی اُسکو زبان جناب رسالت مآب سے سنوا دیا
کہ من شرب فی آنیة من ذہب او فضة فکانما یجرجر فی بطنہ نار جہنم اسیطرح جو شخص کہ روپیہ اشرفی مین معاملہ سود جاری کرے وہ بھی
کافر نعمت اور ظالم ہی اسواسطے کہ یہ دونون چیزین وسیلہ دوسری چیزون کا بنی ہین اپنی ذات خاص سے فائدے کے لیے نہین تو
جو کوئی انھین مین خود مین تجارت کریگا تو انکو خلاف وضع حکمت مقصود بنا دیگا کیونکہ نقد کو ایسی چیز کیواسطے لینا جسکے واسطے
وہ موضوع نہین ظلم ہی اور جس شخص کے پاس کپڑا ہی اور نقد نہین تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ اسکی عوض غذا اور سواری نہین لے سکتا
کیونکہ ہو سکتا ہی کہ غذا اور سواری کپڑے کی عوض نہ بکتی ہو تو خواہ نخواہ وہ کپڑے کو نقد کی عوض بیچیگا تاکہ نقد کے باعث اپنے مقصود پر
پہونچ سکے اسلیے کہ نقد حصول اغراض کا ذریعہ ہوتا ہی اسکی ذات سے کچھ غرض نہین ہوتی اسکا حال مال مین ایسا ہی جیسا حرف
کلام مین جسکی تعریف نحو والے کہتے ہین کہ حرف وہ ہی جو ایسے معنون کے لیے آوے جو غیر مین ہون یا نقد کو اموال مین مثل
آئینے کے رنگون کے لیے سمجھنا چاہیے - لیکن جسکے پاس نقد ہو اور اُسکو اُسکا بیچ ڈالنا دوسرے نقد کی عوض درست ہو
اور اپنا کاروبار اسی پر منحصر کردے تو نقد اسکی قید مین رہیگا اور گویا داب رکھنے کے برابر ہو جاویگا اور حاکم کا قید کرنا یا قاصد کا
محبوس رکھنا داخل ظلم ہی اور نقد کو بدلے نقد کے بیچنے کے یہی معنی ہین کہ اسکے جمع کرنے کے لیے مقصود ٹھہراے
اور یہ صاف ناانصافی ہی - اب اگر یہ کہو کہ پھر اشرفی بھنانے اور روپیہ سے اشرفی مول لینی اور روپیہ کی عوض پیسا
اور لینا کیون درست ہوے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ ہر ایک نقد سے جدا جدا مطلب نکلتا ہی ایک کا کام دوسرے سے

۲۶ جو شخص چاندی سونے کے برتنون مین پیتا ہی گویا وہ اپنے پیٹ مین جہنم کی آگ کو غٹ غٹ کر کے ڈالتا ہی بخاری و مسلم بروایت ام سلمہ ۱۲

نہین نکلتا مثلاً اشرفی کے اگر روپے کیے جاوین تو بہت سے اغراض کا وسیلہ ہو سکتے ہین اور تھوڑا تھوڑا کرکے سب حاجات پوری ہو سکتی ہین
ورنہ ایک ہی حاجت مین اشرفی ہر گز جاویگی غرض جو کام اشرفی سے نکلتا ہو وہ روپیہ سے نہین اور جو روپیہ سے مقصود ہو وہ اشرفی سے نہین
پس اگر اسکے مبادلہ سے منع کیا جاوے تو مقصود خاص مین خلل ہوگا یعنی باسانی ذریعہ دوسری چیز کے حاصل ہونے کا نہ ہوگا اور ایک
روپیہ کی بیع اسی جیسے روپیہ سے اسلیے درست ہے کہ اسمین کسی عاقل کو رغبت نہین ہوتی نہ کوئی تاجر اسمین مشغول ہو اسلیے کہ یہ حرکت
لغو ہے اور ایسی ہے جیسے کوئی روپیہ زمین پر رکھکر پھر اٹھالے اب ظاہر ہے کہ کوئی عاقل اپنی اوقات اسمین ضائع نکریگا کہ روپیہ زمین پر رکھکر
جون کا تون اٹھا لیا کرے پس جس شے کیطرف نفسون کو شوق نہین اس سے ہم منع بھی نہین کرتے مگر اس صورت مین کہ ایک کھرا ہو
اور ایک کھوٹا کہ یہ بات بھی چلتی نہین معلوم ہوتی کیونکہ کھرے روپیہ والا اپنے اچھے روپے کو دیکر برا لینے پر کیون راضی ہوگا اور
انمین معاملہ بننے کی کیا صورت ہے اور اگر وہ کچھ بٹا مانگیگا تو یہ مقصود چیز ہے اسمین بیشک ہم منع کرینگے اور کہینگے کہ روپیہ مین کھرا کھوٹا
برابر ہے کیونکہ کھرا اور کھوٹا ان اشیا مین دیکھنا چاہیے جو بذات خود مقصود ہوتی ہین اور جنمین ذات سے کچھ غرض نہو انمین ایسے
باریک تغیرات کا لحاظ نچاہیے اس حال ظلم اس شخص کا ہے جسنے روپیون کو مختلف بنایا کسیکو کھرا کسیکو کھوٹا یہانتک کہ وہ بذات خود
مقصود ہوگئے حالانکہ چاہیے یون تھا کہ مقصود نہوتے اور روپیہ کی بیع روپیہ کی عوض نسیئۃ اسواسطے ناجائز ہے کہ اسپر وہی شخص
اقدام کریگا جسکو کچھ مسامحت واحسان کرنے مین منظور ہو تو قرض دینے کی صورت مین اس بیع کی کچھ حاجت نہین رہتی اور قرض کی
فضیلت بھی زیادہ ہے تو ایسی ہی بات نہ کرے جسمین مقصود احسان بھی نکلے اور ثواب بھی ہو اور بیع کی صورت مین نہ صدقہ ہے نہ ثواب اسلیے
وہ داخل ظلم ہے کیونکہ اسمین مسامحت خاص کا معاوضہ کے پیرایہ مین برباد کرنا ہے اسیطرح غلے اسلیے پیدا ہوے کہ انسے غذا ملین اور
وہ ایسے ہوسکین تو انکو انکی جہت مقصود سے پھیرنا نچاہیے اگر انمین باب تجارت مفتوح کیا جاوے تو انکا ہاتھون مین قید
کر دینا لازم آویگا اور کھانا جو انسے مقصود ہے وہ مؤخر پڑجاویگا اور چونکہ غلے کھانے ہی کے لیے پیدا ہوے ہین اور غذا کی طرف
حاجت سخت ہے اسلیے ضرور ہوا کہ جسکو غلے کی احتیاج نہو اسکے قبضے سے غلہ نکال لیا جاوے اور غلے کا کاروبار وہی کرے جسکو انکی
حاجت ہو اسواسطے کہ جسکے پاس غلہ ہے وہ اسکو کھا کیون نہین لیتا اگر حاجتمند ہے اور سرمایہ تجارت کیون کرتا ہے اور اگر سرمایہ تجارت
کرتا ہے تو جو شخص سواے غلہ کے کسی اور چیز کے بدلے مین جسکی ضرورت اسکو ہو بیچڈالنا چاہیے لیکن جو شخص غلہ کا طالب ویسے ہی
غلے کے عوض مین ہے تو وہ غلے کا محتاج نہین بلکہ صرف روکنا غلہ کا چاہتا ہے اسیواسطے شرع مین محتکر یعنی غلے کے جمع کرنے والے پر
لعنت وارد ہے اور اس باب مین اور بھی سخت سخت وعیدین ہین جنکو ہمنے باب آداب کسب مین لکھا ہے ہان جو گیہون تمر کے عوض
بیچے وہ معذور ہے کیونکہ جو غرض ایک سے نکلتی ہے وہ دوسرے سے نہین نکلتی اور جو شخص گیہون کا پیمانہ اسی کے پیمانہ کی عوض بیچے
تو وہ شخص معذور نہین بلکہ حرکت لغو کرنے والا ہے اسی لیے اسکے منع کی ضرورت نہین کہ نفس ایسی باتون کو خود گوارا نہین کرتا
جب تک کہ اچھے ہونے مین فرق نہو اور اگر اچھے اور برے کا مقابلہ ہوگا تو اچھے والا اتنے ہی برے لینے پر کیون راضی ہوگا لیکن
اچھے کا ایک پیمانہ دے کر برے کے دو پیمانے لینے کو مقصود بالذات ہو سکتے ہین لیکن از انجا کہ غذا ضروری چیز ہے اور
اصل فائدے مین اچھا برا غلہ برابر ہے صرف لذت کی راہ سے علحدہ ہے اسی لیے شارع نے غرض لذت کو ایسی چیز مین جو
باعث قوام انسان ہے گرا دیا یہی حکمت شرعی سود کے حرام ہونے کی ہے اور یہ حکمت فن فقہ سے اعراض کرنے کے بعد
سمجھی تو اسکو بھی فقہیات مین شامل کیے دیتے ہین کیونکہ جتنی باتین ہمنے خلافیات مین لکھی ہین ان سب مین یہ قوی تر ہے
اور اسی سے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا غلبہ ربا کے باب مین پایا جاتا ہے کہ انھون نے تخصیص نقدے کی کی ہے یہ نہین کہ جو چیز

کیلی ہو اسمین ربا ہو ورنہ اگر چہ نہ مثلاً ربا کی چیزون مین داخل ہو تو کپڑے اور جانور بطریق اولی داخل ہونگے اور اگر حدیث شریف مین
نمک مذکور نہوتا تو مذہب امام مالک جو کا سب مذاہب مین درست ہوتا کہ اُنھون نے ربا کے لیے تخصیص قوت کی لگائی ہو لیکن
جن معنون کی شرع رعایت کرتی ہو اُنکا کسی تعریف وحد سے منضبط ہونا ضرور ہو اور اس جگہ قوت سے حد مقرر کرنی ممکن ہو
اور طعام سے بھی تو شرع نے جنس مطعوم سے حد کر دی ایسی اشیا جنکے لیے بقا ضروری ہو مناسب سمجھی اور شرع کا حد مقرر کرنا بھی
ایسے اطراف کو محیط ہوتا ہو جنمین اصل معنی جو باعث حکم ہوتے ہین قوی نہین ہوتے مگر ضرورت کے باعث اسیطرح حد
کر دی جاتی ہو ورنہ درصورت حد مقرر نہونے کے خلق کو اصل معنی کے اتباع مین بڑی حیرانی پڑتی کہ ایک ہی حکم احوال اور
اشخاص کے متباین ہونے سے متعدد ہو جاتا ہو گو کیسا ہی قوی ہو اسیلیے حد مقرر کرنی ضروری ہو اسی جہت سے حق
تعالی فرماتا ہو ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ اور یہ بھی وجہ ہو کہ اصل حکم مین تو اختلاف شریعتون کا ہوتا نہین بلکہ اختلاف حد
مقرر کرنے کی صورتون مین ہوتا ہو مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت مین شراب کی حرمت کی حد نشا رہی ہو تو جسقدر سے نشا
ہو وہ حد حرمت مین داخل ہو اور ہماری شریعت نے اُسکی حرمت کی وجہ جنس مسکر ٹھہرائی ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر کیونکہ تھوڑی سے
بہت کی رغبت ہوتی ہو پس قطع مادہ فساد کے لیے تھوڑی بھی حرمت مین داخل ہوگی کہ حد مین داخل ہو یعنی جنس نشہ آور جسطرح
کہ اصل حرمت حکمت اصلی کے باعث تھی یہ حکمت خفیہ کی جو نقدین مین ہو ایک مثال ہو اسی سے شکر نعمت اور ناشکری کو سمجھ لینا چاہیے
یعنے جو چیز کہ کسی حکمت کے لیے بنی ہو اُسکو اُس حکمت سے پھیرنا نچاہیے اور یہ بات وہی جانیگا جو حکمت کو جانیگا جسکی شان مین
یہ آیت ہو ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور جن دلون مین کہ شہوات کے ڈھیر لگے اور شیطان کے کھیلنے کی جگہ ہین وہ
ان حکمتون کے موتیون کے لیے صدف نہین بن سکتے انکے سمجھنے کے لیے اہل عقل ہی ہین اسیلیے حدیث شریف مین وارد ہو
کہ اگر بنی آدم کے دلون پر شیطان نہ گھومتے ہون تو وہ آسمان کے ملکوت یعنی اسرار غیب دیکھنے لگین اور جب یہ مثال معلوم
ہو چکی تو اسی پر اپنی حرکت اور سکون اور کلام و سکوت اور ہر فعل صادر کو خیال کر لینا چاہیے کہ وہ بھی یا شکر ہوگا یا ناشکری
ان دونون سے سوا کوئی تیسری چیز نہوگی اور ناشکری مین سے بعض کو زبان فقہ جو عوام کی فہمایش کے لیے ہو مکروہ اور
بعض کو حرام کہتی ہو لیکن اہل دل سب کو حرام جانتے ہین مثلاً اگر کوئی دہنے ہاتھ سے استنجا کرے تو دونون ہاتھون کی
نعمت کا ناشکر ہوگا اسیلیے کہ اللہ تعالی نے انسان کے دو ہاتھ پیدا کیے اور ایک اُنمین سے زیادہ قوی دوسرے کی نسبت کر
بنایا تو جو قوی ہو وہ زیادہ تر فضیلت اور شرف کا مستحق ہو اور کمتر کو فضیلت دینی عدل کے خلاف ہو ان اللہ یامر بالعدل واقع ہو
پھر جسنے دو ہاتھ دیے اُسی نے انسان کو ایسے اعمال کا محتاج کیا جنمین سے بعض شریف ہین مثلاً کلام مجید کا لینا اور بعض کثیف
مثلاً نجاست کا دور کرنا پس اگر آدمی قرآن مجید بائین ہاتھ سے لے اور نجاست دہنے ہاتھ سے دھووے تو جو شریف چیز تھی
اُس سے خسیس کام لیگا اور جس بات کا وہ مستحق تھا اُس سے اسکو کم رتبہ پر رکھیگا اور اس سے شریف پر ظلم اور عدل سے
عدول پایا جاتا ہو اسی طرح اگر کوئی قبلہ کی طرف کو تھوکے یا پاخانہ پھرتے وقت اُسکی طرف کو منھ کرے تو جو نعمت کہ اللہ تعالی
نے اطراف درست عالم مین پیدا کی ہو اُسکا ناشکر ہوگا اسیلیے کہ اُسنے سمتین جو بنائین تو اسی لیے کہ آدمی اپنی حرکات مین
تنگ نہو جدھر چاہے حرکت کرے اور جہات کو ایسی طرح تقسیم کیا کہ بعضے طرف مین کچھ شرف نہین رکھا اور بعض مین یہ
شرف رکھا کہ اُس طرف ایک مکان بنایا جسکو اپنے نفس کیطرف منسوب فرمایا تا کہ آدمی کا دل اُس طرف مائل ہو اور جب اپنے
پروردگار کی عبادت کرے تو قلب کا استفادہ ہے اور قلب کے سبب سے تمام بدن سکون اور وقار کے ساتھ اسی طرف

مقید رہے اسی طرح افعال کو بھی تقسیم فرمایا کہ بعض افعال شریف ہیں جیسے عبادت اور بعض کمتر ہیں جیسے قضائے حاجت اور تھوکنا
پس جب آدمی قبلہ کی طرف تھوکیگا تو قبلہ پر ظلم ہوگا اور خدائے تعالی نے جو نعمت قبلہ کی عبادت کے پورا ہونے کے لیے بنائی ہے اسکا
ناشکر ہوگا اسیطرح جب آدمی جوتا پہنتا اور شروع بائیں پاؤں سے کرے تو ناانصافی اور کمینہ پن ہے جوتا پاؤں کے بچاؤ کے لیے ہے پاؤں کو
اس سے کچھ بہرہ اور حظ ہے اور جتنی چیزیں خدا کی ہیں انہیں اشرف کا لحاظ ضرور ہے اگر لحاظ نہ کیا تو وہ اوفق عدل و حکمت کے ہونا اور ضرور
خلاف کے ظلم اور ناشکری جوتے اور پاؤں کی ہوگی اور فقہا اس مسئلے کو اگرچہ مکروہ کہتے ہیں مگر ہمارے نزدیک گناہ کبیرہ ہے
چنانچہ منقول ہے کہ کسی عارف نے بہت سے پائے گیہوں کے جمع کیے اور پھر انکو صدقہ کیا کرتے کسی نے اسکا سبب پوچھا تو فرمایا
کہ ایکبار میں نے جوتا پہننے میں سہواً بائیں سے شروع کر لیا تھا اسلیے میں چاہتا ہوں کہ اسکا تدارک خیرات سے کروں۔ ہاں فقیہ کا
منصب نہیں کہ وہ اس طرح کی باتیں کبیرہ گنا کرے اسواسطے کہ اس بیچارے کے ذمے اصلاح عوام کی ہے جنکا درجہ چوپایوں سے قریب تر ہے اور
عوام ویسے گناہوں میں مبتلا ہیں کہ انکے سامنے ان ادنیٰ باتوں کی کچھ حقیقت ہی نہیں مثلاً جو شخص اپنے ہاتھ میں پیالہ شراب لیے اسکو
یہ نہ کہینگے کہ اسنے دو وجہ سے شریعت سے تجاوز کیا ایک تو شراب پی دوسرے پیالہ بائیں ہاتھ میں لیا یا کسی شخص نے اذان جمعہ کے بعد
ایک آزاد کی بیع کی تو اسکو یہ کہنا اچھا نہیں کہ اسنے مخالفت شرع دو وجہ سے کی اول تو آزاد کی بیع دوسرے اذان کے وقت خرید
کرنا یا جس شخص نے مسجد کی محراب میں قبلہ کی طرف پشت سے کرکے پاخانہ پھیر دیا تو اس سے یہ کہنا کہ تو نے خلاف ادب کیا کہ
قبلہ کو داہنی طرف کیوں نہ کر لیا غرض کہ گناہ ... بہت اندھیرا ہے ... بیٹھے ... اندھیرے ... بلکہ ...
مثلاً اگر کوئی غلام اپنے آقا کی چھری بدون اجازت استعمال کرے تو آقا اسکو تنبیہ کریگا لیکن اگر غلام مذکور اس چھری سے اسکے نہایت
پیارے لڑکے کو ذبح کر ڈالے تو اس صورت میں آقا کو چھری کے بدون اذن لینے کا کچھ بھی خیال نہ ہوگا ... کوئی ظلم ہے اسکا نہ اور
عذاب فرماویگا بلکہ اسی بڑے گناہ قتل کی پاداش اسکو پہنچاویگا ... اور ... کی مراعات کی ہر
اور بہتے نقص میں عوام کے حق میں اشد ... کونسا ایسا ہے جس میں
عدل سے عدول اور ناشکری نعمت کی اور نقصان درجہ قرب الٰہی کا نہیں ہوتا بات ہے کہ بعض باتیں تو صرف نقصان درجہ اور
انحطاط منزلت ہی کرتی ہیں اور بعضی بالکل حدود قرب سے نکال کر عالم ہلاکت میں جو سکونت شیاطین ہے پہنچا دیتی ہیں
اسی طرح اگر کوئی شخص کسی درخت کی شاخ بدون حاجت کامل اور غرض صحیح کے توڑے تو وہ ہاتھ کی نعمت اور ... اشجار کی
نعمت کا ناشکر ہوگا ہاتھ کا تو اسوجہ سے کہ ہاتھ لغو کے واسطے نہیں بنا بلکہ طاعت کے لیے اور ... جو طاعت پر
مددگار ہوں بنا ہے اور درخت کا اس طرح کہ خدائے تعالی نے اسکو پیدا کیا اور اسکی رگیں بنائیں اور اسکو پانی پہنچایا اور اس میں
قوت غذا لینے اور بڑھنے کی پیدا کی تاکہ جتنا نشو و نما اسکو ہونا ہو اتنا بڑھے اور بندوں کو اس سے نفع ہو پس نشو و نما کامل کے
پہلے توڑ ڈالنا اور کچھ غرض اور نفع لوگوں کا اس سے نہ ہونا صریح مخالف مقصود حکمت کے اور ... عدل کے ہے البتہ اگر کوئی غرض
صحیح ہو تو آدمی کو شاخ کا توڑنا جائز ہے اسلیے کہ درخت اور حیوان آدمی کی اغراض کے فدا ہیں کیونکہ یہ دونوں فانی اور ہالک
ہیں پس کمتر کا فنا کرنا کچھ دونوں شرف کے باقی رہنے کے لیے عدل کے قریب ہے اور اس سے بہتر ہے کہ انکو مفت بیفائدہ
برباد کرے اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ ہاں اگر باوجود حاجت
کے غیر کے ملک سے توڑیگا تب بھی ظالم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک درخت تو سب بندوں کی حاجات کو کافی نہیں ہو سکتا
بلکہ ایک درخت سے ایک ہی شخص کی حاجت پوری ہوگی اور اگر بے کسی ترجیح کے کسی شخص کی خصوصیت کسی خاص درخت سے

اور کام لگائے تمہارے جو کچھ ہیں آسمانوں میں اور جو کچھ ہیں زمین میں سب اپنی طرف سے

کیجیاوے تو ظلم ہوگا پس صاحب اختصاص وہ ہی جسنے تخم پیدا کرکے زمین مین بویا اور پانی دیا اور اسکی پرداخت کی تو غیر کی نسبت
یہ شخص ان افعال کے بجالانے سے زیادہ تر مستحق اُس درخت سے فائدہ لینے کا ہی پھر اگر وہ درخت زمین غیر مملوک مین جما ہو اور
کسی کے بونے سے نہوا ہو بلکہ خودرو ہوگیا ہو تو ایسی اور خصوصیت کی حاجت ہی یعنی جسنے اسکو اول لیا ہو وہ اُسکا مستحق ہو کہ اول
ہونا بھی خصوصیت ایک طرح کی ہی تو قرین عدل یہی ہی کہ وہی اُسکا مستحق ہوا اور اس ترجیح کو فقہا ملک سے تعبیر کرتے ہین حالانکہ ملک
کہنا صرف مجازی ہی اسلیے کہ شایان ملک وہ شاہنشاہ ہی جو مالک آسمان و زمین کا ہی بندہ کس طرح مالک ہوسکتا ہی وہ اپنے نفس کا
تو مالک ہی نہین بلکہ خود ملک غیر ہی۔ ہان خلق اللہ کے بندے ہین اور زمین اُسکا دسترخوان ہی ع ادیم زمین سفرۂ عام اوست ۞
اُسنے اُنکو اجازت دی ہی کہ اس دسترخوان پر سے بقدر حاجت کھائے جیسے کوئی بادشاہ اپنے غلامون کی دعوت کرے پس
اگر ایک شخص لقمہ اپنے ہاتھ مین لے اور انگلیون مین دبالے اتنے مین ایک اور غلام آوے اور اُسکا چھیننا چاہے تو نہ ہوسکیگا
نہ اسلیے کہ لینے کے سبب لقمہ غلام اول کی ملک ہوگیا ہی کیونکہ قبضہ اور صاحب قبضہ دونون مملوک ہین بلکہ اسوجہ سے کہ ایک لقمہ معین
سب غلامون کی حاجت کو کافی نہین تو عدل اسی کا مقتضی ہی کہ جب کوئی سی ترجیح اور اختصاص ایک کو ہوجاوے تو وہ لقمہ اُسی کے لیے
خاص ہو اور قابض ہونا ایسی خصوصیت ہی کہ اول غلام سے متعلق ہوگئی اسی لیے جس غلام مین وہ خصوصیت نہوگی اُس لقمے سے منع
کیا جاویگا اور پہلے شخص کی مزاحمت نہ کرنے پاویگا اسی طور پر خدا کا امر بندون مین سمجھنا چاہیے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جو شخص مال
دنیاوی زائد از حاجت لیکر گاڑ رکھے اور جن اللہ کے بندون کو اُسکی حاجت ہو اُنکو نہ دیوے تو وہ شخص ظالم ہی اور اُن لوگون مین سے ہی
جنکی شان مین یہ آیت ہی والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم اور اللہ کا راستہ اُسکی
طاعت ہی اور خدا کی طاعت مین خلق کا توشہ مال دنیاوی ہی کیونکہ اُنکے سبب اُنکی ضرورات مندفع اور حاجات مرتفع ہوتی ہین۔ ہان
یہ بات حکم فقہ کی حد مین داخل نہین اسواسطے حاجات کی مقدار پوشیدہ ہین اور زمان آیندہ مین افلاس پر مطلع ہونے مین نفوس
مختلف ہین اور عمرون کی انتہا معلوم نہین اس لحاظ سے عوام کو اس امر کی تکلیف دینی ایسی ہی جیسے لڑکون سے کہین کہ وقار کے ساتھ
رہو کر سوائے کلام ضروری کے اور کچھ مت بولو حالانکہ وہ اپنے نقصان عقل کے باعث اُس حکم کی تعمیل نہین کرسکتے اسلیے ہمنے اُنپر
کھیل کود کا اعتراض بھی چھوڑدیا اور لڑکون کے لیے جو ہمنے کھیل کود کو مباح کیا تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ کھیل کود جائز اور حق ہی
اسی طرح عوام کو مال کی حفاظت اور خرچ مین میانہ روی اور دینے مین بقدر زکوٰۃ جو مباح کیا ہی بایں لحاظ کہ اُنکی سرشت مین بخل ہی
تو اس سے یہ نہ جاننا چاہیے کہ یہ امور نہایت حق ہین اس بخل سرشتی پر خدا تعالیٰ بھی اشارہ فرماتا ہی ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا
بلکہ جو بات بے کدورت حق ہی اور اُسمین نام کو ظلم نہین عدل ہی عدل ہو وہ یہ ہی کہ کوئی شخص اللہ کے بندون مین مال خدا ایسے
اُسیقدر لے جسقدر کہ توشہ سوار کا ہو یعنے ہر ایک بندہ خدا اپنے بدن کی سواری کا سوار ہی تاکہ حضور مین بادشاہ حقیقی کے پہنچے
پس جو شخص حاجت سے سوا مال لے اور دوسرے سوار محتاج کو نہ دے وہ ظالم ہوگا اور عدل کا تارک اور مقصود حکمت سے علیحدہ
اور اللہ کی نعمت کا ناشکرا اور یہ امر قرآن اور حدیث اور عقل کی رو سے ثابت ہی کہ توشہ کے سوا جسقدر آدمی کے پاس ہوگا وہ
دنیا و آخرت مین اُسپر وبال ہوگا۔ پس جو شخص تمام اقسام موجودات مین خدائے تعالیٰ کی حکمتون کو سمجھتا ہی وہ وظیفۂ شکر کے ادا پر
قدرت رکھتا ہی اور اُسکا پورا بیان اگر کیا جاوے تو بہت سے دفتر چاہیین اور پھر بھی تھوڑا ہی بیان ہوگا یہان اسقدر ہمنے
اسواسطے لکھدیا تاکہ صادق ہونے اس آیت کی معلوم ہوجاوے وقلیل من عبادی الشکور اور سبب ابلیس کی خوشی کا اُس اپنے
قول سے مفہوم ہو ولا تجد اکثرھم شاکرین تو جو شخص ان سب باتون مذکورہ بالا کو سمجھ لیگا اُسکو معنی اس آیت کے معلوم ہونگے اور

آیت
اور تھوڑے ہین میرے
بندون مین حق ماننے والے ۱۲

آیت
اور نپاویگا تو اکثر
اُنمین شکر گزار ۱۲

ان سب کے سوا یہان اور بھی امور ہین کہ انکی انتہا کا تو کیا ذکر ہم مبادی ہی بیان کرنے کے لیے عمر نوح چاہیے اور تفسیر آیت کی اور معنی لفظی کو ہر ایک شخص جو لغت سے واقف ہو جانتا ہو اور اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہو کہ معنی الفاظ و تفسیر مین کیا فرق ہو اب اگر یہ کہو کہ حاصل تمھاری تقریر کا یہ ہوا کہ خداے تعالیٰ نے ہر شے مین ایک حکمت رکھی ہو اور اُسکے تمام ہونے کا باعث بندون کے بعض افعال کو بنایا کہ نہایت مراد حکمت اُنسے حاصل ہو اور بعض افعال کو مانع اُس حکمت کے کمال کا بنایا تو جو فعل مقتضاے حکمت کے موافق ہو کہ اُس سے حکمت اپنی مراد و علت غائی کو پہنچ جاوے وہ تو شکر ہو اور جو فعل کہ مخالف ہو اور سبب کہ علت غائی تک پہونچنے نہ دے وہ ناشکری ہو یہ تو سمجھ مین آیا مگر اعتراض ابھی تک باقی ہو وہ یہ ہو کہ بندے کا فعل جو دو شق کا ہو ایک حکمت کا پورا کرنے والا اور دوسرا اسکا مخالف یہ بھی خداے تعالیٰ کا فعل ہو تو بندہ بیچ مین کہان آکود الہ کبھی شاکر کہلاتا ہو اور کبھی کافر اسکا جواب دینا چاہیے اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اسکی تحقیق بوجہ کمال کے لیے ایک موج بحر ناپیدا کنار علوم مکاشفہ کی چاہیے اور پہلے ہم کچھ رموز و اشارات کے طور پر اُسکے مبادی لکھ چکے ہین اب بھی ایک عبارت مختصر مین اُسکا اجمال اور نہایت لکھے دیتے ہین جو شخص کہ پرندون کی گفتگو سمجھتا ہو وہ اسکو بھی سمجھیگا اور جو تیز نہین چل سکتا وہ اسکا منکر ہوگا اور یہ تو ممکن ہی نہین کہ ملکوت کی جو مین پرندون کی طرح اُڑا پھرے پس ہم کہتے ہین کہ خداے تعالیٰ کے جلال اور کبریا مین ایک صفت ہو جس سے خلق اور اختراع نکلتا ہو اور یہ صفت ایسی نہین کہ واضع لغت کی آنکھ اُسکو دیکھ سکے اور کسی ایسے لفظ سے اُسکو بیان کرے جس سے کنہ اور حقیقت خاص اُسکے جلال کی سمجھی جاوے اور چونکہ اُس صفت کی شان بہت عالی ہو اور بڑی مین ابتدا کی بات اس سے کمتر ہو کہ انکی آنکھ اُسکے مبادی اشراق پر بھی پڑ سکے اسی لیے عالم مین اُسکے لیے کوئی لفظ نہین جس سے وہ بیان ہو سکے بیمین لوگ وہ نہین بلکہ اُنکی آنکھ اُس سے ایسی رُکگئی جیسے شیر کی آنکھ سورج کے نور سے پست ہو جاتی ہو کچھ اس جہت سے نہین کہ کوئی قصور مین ہوتا ہو بلکہ اس بات سے کہ نور شیرون کی بینائی مین ضعف ہوتا ہو تو جن لوگون نے اُس صفت کے جلال کے دیکھنے کے لیے آنکھین کھولین تھین وہ اس بات کیطرف مضطر ہوے کہ ہر چند لفظ تحقیقی اسکے واسطے ملنا معلوم مگر جو زبان کہ اہل لغت مین مروج ہو اسمین سے کوئی لفظ مجازاً بطور استعارہ ہی ایسا مقرر کرنا چاہیے جس سے کچھ بہت ہی ضعیف حال اُس حقیقت کی مبادی کا سمجھ مین آوے اسی لیے اُسکے واسطے لفظ قدرت استعارہ کرنے کے باعث ہمکو بھی جرات گفتگو ہوئی اور کہنے لگے کہ خداے تعالیٰ کی ایک صفت قدرت ہو جس سے کہ پیدا کرنا اور اختراع صادر ہوتا ہو پھر خلقت وجود مین آکر بہت سے اقسام اور صفات خاص مین منقسم ہوتی ہو اور جس صفت سے کہ خلقت مین یہ اقسام اور اختصاص ہوتا ہو وہ دوسری صفت خداے تعالیٰ کی ہو اور اسکا حال بھی ویسا ہی ہو جیسا پہلی صفت کا گذرا اسکے لیے بھی حسب ضرورت مذکورہ بالا استعارہ کی حاجت ہوئی اور اُسکے لیے لفظ مشیت مقرر کیا اس لفظ مین اُس صفت الٰہی کا حال اُن لوگون کو جو زبان یعنی حروف و اصوات سے گفتگو کرتے ہین مجملاً مفہوم ہوتا ہو اور لفظ مشیت اُس صفت کی اصل حقیقت سے اتنا ہی قاصر ہو جیسا کہ لفظ قدرت صفت خلق و اختراع کی کنہ ماہیت سے قاصر تھا پھر جو افعال کہ قدرت سے صادر ہوتے ہین وہ بھی دو قسمون منقسم ہوتے ہین ایک وہ کہ انتہا تک جو نہایت حکمت ہو اُس تک پہونچ جاوین اور ایک وہ کہ نہایت کے اسیطرف رہجاوین اور انمین سے ہر ایک کو صفت مشیت کے ساتھ علاقہ ہو کہ ونکا انجام تو انکا یہی ہو کہ اختصاصون کے باعث قسمت اور اختلافات کامل ہو جاوین پس جو فعل کہ نہایت کو پہونچنے والا ہو اُسکے علاقہ کے لیے لفظ محبت کو استعارہ کیا اور جو نہایت کے اس طرف توقف کرنے والا ہو اُسکی نسبت کیواسطے لفظ کراہت ٹھہرالیا اور بعضون کا یہ قول ہو کہ یہ دونون وصف مشیت مین داخل ہین مگر نسبت کی رو سے ہر ایک مین وہ خاصیت ہو جو مجملاً لفظ محبت اور کراہت سے ارباب لغت والفاظ کی سمجھ مین آتی ہو کہ

حکمت

بندگان خدا اُسی کی خلق و اختراع مین سے ہین انکی بھی دو قسمین ہین ایک وہ کہ مشیت ازلی انکے حق مین اسی طور ہوئی ہو کہ وہ کام کرین جنسے حکمت اپنی غایت پر نہ پہونچے اور یہ امر انکے حق مین ٹھیرتا ہو کہ دواعی اور بواعث ایسے ہی اُنپر مسلط کر دیے جاتے ہین اور ایک وہ کہ مشیت ازلی انکے باب مین یون ہوئی ہو کہ انسے ایسے کام لے جو حکمت کو بعض امور مین غایت تک پہنچا دین غرض دونون فریقون کو مشیت کیطرف ایک نسبت خاص ہو جو نسبت کہ فریق ثانی کو ہو اُسکا نام رضا ٹھیرالیا ہو اور پہلے فریق کی نسبت کے لیے لفظ غضب مستعار لیا ہو تو جس شخص پر کہ ازل مین غضب ہوا تھا اُس سے وہ فعل ظاہر ہوا کہ اُسکے باعث حکمت متوقف ہوئی اور اپنی غایت کو نہ پہونچی اُسکو کفران کہنے لگے اور اُسکے بعد لعن اور ملامت اضافہ کی گئی اور جس شخص پر کہ ازل مین رضا تھی اُس سے وہ فعل سرزد ہوا کہ اُس سے حکمت اپنے کمال غایت کو پہونچ گئی اُسکو شکر کہنے لگے اور زیادتی رضا کے لیے اُسپر خلعت مدح و ثنا کا عنایت ہوا۔ حاصل یہ ہوا کہ جمال بھی خدا تعالیٰ نے دیا اور اسپر ثنا کی اور تعریف بھی اُسی نے دی اور تعریف کیا گویا اسکی مثال یہ ہوئی کہ کوئی بادشاہ اپنے غلام کو میل اور گرد و رت سے صاف کرے اور خلعت فاخرہ اسکو پہنا دے فرمائے اور جب سب طرح کی زینت کر چکے تو اُس سے ارشاد کرے کہ او خوبصورت تو کیسا بھلا معلوم ہوتا ہو اور تیری صورت کیسی صاف ہو تو حقیقت وہ آپ ہی زیبایش دینے والا ہو اور آپ ہی تعریف کرنے والا اور اگر واقع مین دیکھو تو وہ اپنی ہی تعریف کرتا ہو غلام تو صرف ظاہر ہو وصف و ثنا ہو اسیطرح ازل مین سب امر کا حال ہو اور جو کچھ ہوتا ہو سب اسیطرح کر رکھا ہو اور سب اسباب مقرر کر دیا ہو اور یہ امور کچھ اتفاقی نہین بلکہ ارادہ اور حکمت اور نظم محکم اور امر حق سے ظہور مین آتے ہین جسکے لیے مستعار لفظ قضا کیا ہو اور کہتے ہین کہ قضا کا حکم مثل پلک جھپکنے کے یا اُس سے بھی کم ہی مین ہوتا ہو اور اسکے باعث سب کارخانہ اور انتظام بتبیت تقدیر مین ہو چکا ہو تا جاتا ہو اور اُسکی ترتیب اور اندازہ کے لیے لفظ قدر ٹھیرالیا ہو پس گویا کہ قضا ایک امر واحد کلی کا نام ہو اور قدر اُس تفصیل کے لیے ہوا ہو جسکی نہایت نہین ہوتی چلی جاتی ہو اور بعض فرماتے ہین کہ ان امور مین سے کوئی بھی چیز نہایت قضا و قدر سے نہین اسی بنا پر بعض عابدین کو یہ وسوسہ ہوا کہ قسمت مقتضی اس تفصیل کی کیون ہوئی اور باوجود اسقدر تفاوت کے تفصیل عدل کیسے بنا رہا اور بعض اشخاص اپنے قصور کی جہت سے اس امر کی اصل ماہیت کے ملاحظے کی تاب نہ رکھتے تھے وہ اسکو تفصیل عدل خیال مین لاسکتے تھے تو جس کے مین گھسنے کی انکو طاقت نہ تھی اُس سے انکو روک دیا گیا اور مُہر خاموشی انکے منھ پر لگ گئی اور حکم ہوا کہ چپ رہو تم اسواسطے نہین بنے ہو اُس دربار کی شان یہ ہو کہ لایسئل عما یفعل وہم یسئلون اور بعضون کے دلون پر ایک لمعہ انوار الٰہی سے پڑا اور پہلے سے انکی سرشت صاف تھی پھر اُس پر توفیق شدید نے اپنی تجلی پائی تو انکا نور دوبالا ہو گیا اور اس نور کبریائی سے اطراف عالم ملکوت کے انکی نظر دین میں چمکنے لگے اور سب چیزون کو انھون نے ویسا ہی جانا جیسے وہ واقع مین تھے اُنکے لیے یہ حکم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے آداب سے متادب ہوا اور چپ رہو اور جب تقدیر کا ذکر آئے تو زبان بند کرو کیونکہ دیوار بھی کان ہین اور تمھارے پیچھے وہ لوگ ہین جنکی نظر بصر ہو تم بھی ضعیفون کی سی چال چلو اور آفتاب کے اوپر سے پردہ مت ہٹاؤ ورنہ وہ ہلاک ہو جاوینگے پس وہ خدا تعالیٰ کے اخلاق کو اختیار کرو اور اُسکے تنزل کی طرح سے آسمان دنیا پر اُترو تاکہ تم سے ضعفا انس کرین اور تمھارا نور جو پردہ کے اندر سے ہو اُسکی جھلک سے بہرہ لیا کرین جیسے چمگادڑ بقیہ نور آفتاب اور ستارون کے نور سے سب میں اقتباس لیتے ہین اور شب مین زندگی کرتے ہین کہ انکے وجود اُسکی برداشت نہین کر سکتے ہین اُس سے زیست کرتے ہین کہ ویسی زیست انکو میسر نہین جو بحر حدید پر نور آفتاب پائین اور قربت کرنے والون کی زندگی ہے اور ایسے لوگون کے مانند ہو جاؤ جنکی شان مین یہ شعر ہے شراب پاک پیئین پی گیا اون سے انکے ساقی کے جام سے جو ہی ہین کرتے ہین

Margin notes (left): [illegible] ... اس مضمون کو نقل کیا ہے

ہے جسکی ابتدا اور انتہا اس شاق و اختراع کی بدون ہوئی ہو جیسے اوپر مذکور ہوا اور جسکو وہی سمجھیگا جو اسکا اہل ہوگا اور جب کوئی اسکا
اہل ہوگا تو اسکو کچھ تکلیف دیکھ لیگا اسکو حاجت کسی اپنے چلنے والے کی نہیں اور اندھا شخص بھی دوسرے کے پیچھے جا سکتا ہو مگر اسکے لیے
ایک معین ہو جب راستہ ایسا تنگ ہو کہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہو تو پرندا اسپر اڑ سکتا ہو مگر اندھے کو اپنے پیچھے نہیں
گھسیٹ سکتا اور جب گذرگاہ کم ہو اور پانی میں زن ہوجاوے کہ بدون شناوری کے اُس سے گذرنا دشوار ہو تو ظاہر ہو کہ جو شخص فن
شناوری میں یکتا ہوگا وہ اپنے آپ پار ہو سکتا ہو مگر یہ ضرور نہیں کہ ہمیشہ اندھے کو پار اتار سکے کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اندھے کو
اتارنے کی قدرت نہ رکھتا ہو - یہ ایسی باتیں ہیں کہ جو کوئی انپر سیر کرتا ہو اسکی سیر کہ عامہ خلائق کی سیر کیطرف وہ نسبت ہو جو
پانی پر چلنے کو زمین پر چلنے سے ہو اور پیرنا تو آدمی سیکھ بھی سکتا ہو مگر پانی پر چلنا سیکھنے سے نہیں آتا بلکہ بزور یقین حاصل ہوتا ہو
اور اسیوجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو مشہور کرتے ہیں
کہ پانی پر چلتے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے - یہ رموز و اشارات ہیں محبت اور کراہت اور رضا
اور غضب اور شکر اور کفران کے معنی بیان میں علم معاملہ میں اس سے زیادہ لکھنا شایان نہیں - خداوند کریم نے لوگون کے سمجھانے
کے لیے ایک مثال کی طور پر ارشاد فرمایا کہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی لوگون کا عبادت کرنا ہی انکے حق میں
نہایت حکمت ہو پھر یہ بتلایا کہ ہمارے دو بندے ہیں ایک سے محبت رکھتے ہیں اُسکا نام جبریل اور روح القدس اور امین ہو
اور وہ اللہ تعالی کے نزدیک محبوب اور مطاع اور امین اور مکین ہو اور دوسرے سے اُسکو بغض ہو جسکا نام ابلیس ہو وہ
رانندہ درگاہ ہو اور قیامت تک کی مہلت پائے ہوئے ہو پھر راہ راست دکھانے کو جبریل پر حوالہ کرتا ہو قل نزلہ روح القدس
من ربک اور فرماتا ہو یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ اور بہکانے کو ابلیس کی طرف منسوب فرما کر ارشاد فرماتا ہو لیضلہم عن سبیلہ
اور بہکانا کیا ہو کہ بندون کو نہایت حکمت پر پہونچنے سے روک دینا ہو تو دیکھو کہ اس بہکانے کو کیسے اُس بندے کیطرف منسوب کیا جسپر
غضب کیا تھا اور راہ دکھانے کے معنی یہ ہیں کہ بندون کو نہایت حکمت تک پہونچا دینا یہان بھی مقام غیرت ہو کہ اُسکو منسوب اس بندے
کیطرف کیا جو اسکا محبوب تھا - اور عادت میں اسکی مثال ہو سکتی ہو فرض کرو کہ کسی بادشاہ کو دو آدمیون کی ضرورت ہو ایک پانی پلانے والا
اور ایک پچھنے لگانے والا اور جھاڑو دینے والا اور اُسکے پاس دو غلام ہیں تو وہ جھاڑو اور پچھنے کا کام ایسے کو دیگا جو اُن دونون میں
برا اور کمتر ہوگا اور پانی پلانے کا کام اسی کو دیگا جو انمیں اچھا اور کامل اور اُسکے نزدیک محبوب تر ہوگا - اب کوئی یہ نہ کہے کہ میں
جو فعل کرتا ہوں وہ میرا ہی ہو اور فعل سے لذت پاتا ہوں پھر خدا کا فعل کیسے ہو سکتا ہو اسلیے کہ کسی فعل کو اپنی طرف
منسوب کرنا غلط ہو بلکہ خدا تعالی ہی آدمی کا ارادہ پھیر دیتا ہو کہ بُرے فعل کو مخصوص بُرے شخص سے کرنے لگتا ہو اور اچھے فعل کو
اچھے شخص سے یہ بھی تمام اُسکے عدل کا ہو اسلیے کہ اُسکا عدل کبھی تو ایسی باتون سے پورا ہوتا ہو جنمین انسان کو کچھ دخل نہیں اور کبھی
انسان ہی میں کامل ہو جاتا ہو کیونکہ وہ بھی منجملہ اُسکے افعال کے ہو یعنی اُسکا ارادہ اور قدرت اور علم و عمل اور تمام اسباب حرکات
تعیین میں سب اُسیکے فعل ہیں جنکو اُسنے عدل کے ساتھ ایسی ترتیب پر رکھا ہو کہ اُس سے افعال معتدلہ صادر ہوتے ہیں مگر چونکہ آدمی کا
اپنے نفس کے سوا اور کچھ نہیں سوجھتا اسلیے اُسکو یہی گمان ہو کہ جو کچھ مجھسے دنیا میں ظاہر ہوتا ہو اُسکا کوئی سبب عالم غیب اور ملکوت
میں نہیں اور اسواسطے اُسکو اپنے نفس کیطرف منسوب کرتا ہو حالانکہ اُسکی مثال ایسی ہو جیسے لڑکے رات کو کٹ پتلیون کا ناچ دیکھتا ہو
کہ وہ پردہ کے پیچھے سے نکلکر ناچتی اُچھلتی ہیں اور طرح طرح کی حرکات کرتی ہیں حالانکہ وہ کپڑے کی بنی ہوئی ہوتی ہیں اپنے آپ
انکو کچھ حرکت نہیں ہوتی بلکہ انمیں حرکت تارون خواہ بالون سے ہوتی ہو جو رات کی تاریکی میں نہیں سوجھتے اور انکے سرے بازیگر کے ہاتھ میں ہوتے ہیں

اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے ... بکر بن عبداللہ سے ... روایت کیا ... جن اور آدمی کو

اور وہ لڑکون کی آنکھ سے چھپا ہوا پردے کے پیچھے رہتا ہو لڑکے خوش ہوتے ہین اور تعجب کرتے ہین اور جانتے ہین کہ پتلیان ہی ناچتی ہین
اور یہی آکتی مٹکتی ہین مگر عقلمند جانتے ہین کہ یہ خود متحرک نہین انکو کوئی اور حرکت دیتا ہو لیکن انکو مفصل معلوم نہین ہوتا کہ کس طرح
حرکت دیتا ہو اور اگر کسیکو تفصیل کچھ معلوم بھی ہوتی ہو تو جیسے بازیگر کو معلوم ہوتی ہو ویسی نہین جانتا۔ اسیطرح دنیا کے لوگون کو قیاس
کرنا چاہیے یہ بھی سواے علما کے سب لڑکے ہین جب اپنے آپ کو اور اشخاص کو دیکھتے ہین تو گمان کرتے ہین یہی اشخاص حرکت کرتے ہین
اور اس حرکت کو منسوب متحرک کی طرف کرتے ہین اور علما جانتے ہین کہ انکا کوئی حرکت دینے والا ہو یہ خود متحرک نہین مگر کیونکر حرکت
دینے کی نہین جانتے اور اس سے اکثر علما ناواقف ہین مگر عارفین اور علماے راسخ کو اس حرکت کی کیفیت بھی مشاہدہ ہوتی ہو
یعنی وہ لوگ اپنی تیزی نظر کے باعث دیکھتے ہین کہ مکڑی کے جالے کے سے تار بلکہ اس سے بھی نہایت باریک آسمان سے لٹکے ہوے ہین
اور زمین والون کے اشخاص مین انکے سرے لگے ہوے ہین اور باریکی کے سبب چشم ظاہری سے نہین سوجھتے پھر دیکھتے ہین
کہ ان تارون کے دوسرے سرے دستگیرون مین بندھے ہوے لٹک رہے ہین اور ان دستگیرون کے قبضے ان فرشتون کے
ہاتھ مین ہین جو آسمانون کو حرکت دیتے ہین اور یہ فرشتے حاملین عرش کی تاک مین مصروف ہین کہ حضرت ربوبیت سے کیا حکم
محکم ہوتا ہو تاکہ جس بات کا حکم ہو اسکی نافرمانی نہونے پاوے اور جیسا ارشاد ہو ویسا بجالائین اور ان مشاہدات کو قرآن مجید مین
بھی خداے تعالی نے بیان فرمایا ہو وفی السماء رزقکم وما توعدون اس سے اس کیفیت مرقومہ بالا کی طرف اشارہ ہو اور آسمانون کے
فرشتون کا قدر اور امر کیواسطے منتظر رہنا بھی مذکور فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا ہو خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن یتنزل الامر بینہن
لتعلموا ان اللہ علی کل شئ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئ علما اور یہ وہ باتین ہین کہ انکی تاویل سواے خدا اور راسخین علما کے اور
کوئی نہین جانتا حضرت ابن عباس نے علم مین راسخون سے یہ مراد فرمائی ہو کہ ایسے علوم جانتا ہو جنکی خلق کی فہم برداشت نکر سکے
اور جب آپ کے سامنے یتنزل الامر بینہن پڑھا گیا تو فرمایا کہ کچھ اس آیت کے معنی مجھے معلوم ہین اگر مین بیان کرون تو تم مجھکو
سنگسار کرو اور ایک روایت مین ہو کہ تم مجھے کافر کہو۔ اللہ اللہ عو کجا بود اشہب کجا تاختیم ؛ عنان کلام قبضہ اختیار سے
نکل گئی مطلب سے بہت دور جا پڑا علم معاملہ مین وہ بات ملگئی جو اسمین شمار نہین ہوتی اسلیے اس بیان کو اسیقدر پر تمام کرکے
اصل مقصد جو اول سے بیان کر رہے تھے اسکے درپے ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ جب حقیقت شکر یہ ٹھہری کہ بندہ ایسا عمل کرے
جسمین اللہ تعالی کی حکمت پوری ہو جاوے تو سب مین زیادہ جو بندہ شاکر ہوگا وہی اللہ کا محبوب اور اس سے زیادہ نزدیک
ہوگا اور سب سے زیادہ قریب اللہ سے اسکے فرشتے ہین اور انمین بھی ترتیب ہو ہر ایک کا درجہ جدا مقرر ہو اور رتبہ قرب مین سب سے
بڑھکر حضرت اسرافیل علیہ السلام ہین اور فرشتون کے درجے اس وجہ سے اعلی ہین کہ وہ بذات خود کرام اور بررہ ہین اور انکے باعث سے
اللہ تعالی نے انبیاء علیہم السلام کو صالح کیا جو زمین کے پردے پر سب مخلوق سے زیادہ اشرف ہین اور ملائکہ کے رتبے سے قریب
درجہ انبیا علیہم السلام کا ہو کہ وہ بھی اپنی ذات سے بہتر ہین اور انکے باعث اللہ تعالی نے تمام خلق کو ہدایت کی اور انسے اپنی
حکمت پوری کی اور انبیاء علیہم السلام مین سب سے اعلی رتبہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو جنکی ذات پاک سے اللہ تعالی نے
دین کو پورا کیا اور انبیا کو ختم فرمایا اور انبیا کے درجے کے متصل رتبہ علما کا ہو جو وارث انبیا ہین وہ بھی بذات خود اہل صلاح ہین
اور انکے ذریعے سے بھی خداے تعالی ساری خلق کی اصلاح کرتا ہو اور عالمون مین سے ہر ایک کا درجہ اسقدر ہوگا جسقدر کہ اس نے
اپنے نفس اور غیر کی اصلاح کی ہوگی اور علما کے متصل درجہ سلاطین عادل کا ہو اسلیے کہ جیسے علما نے لوگون کے دین کی اصلاح
کی سلاطین نے لوگون کے دنیا کی اصلاح کی ۔ اور چونکہ دین اور سلطنت دونون ہمارے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے

رزق — اور رزق آسمان میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسباب رزق کے آسمان میں ہیں ۱۲

بینہن — یعنی ساتوں آسمان اور زمینوں میں بھی امر الٰہی اترتا ہے ... ۱۲

پاس جمع تھیں اسلیے تمام انبیا سے آپ کا رتبہ زیادہ ہوا کیونکہ خداوند کریم نے آپ کے باعث دین و دنیا کی اصلاح کی حالانکہ تلوار
اور سیف پہلے کسی نبی کے لیے نہیں ہوئی تھی اور نبیوں کو تمنا آپ کے اُمتی ہونے کی تھی جیسا مولانا روم حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی مناجات نقل فرماتے ہین ؎ غوطہ دہ موسیٰ خود را در بحار ٭ درمیانِ دورۂ احمد برآر ٭ بعد علما اور سلاطین کے رتبے کے
متصل اور نیکبخت ہین جنھون نے اپنے ہی دین اور نفس کی اصلاح کی اور اپنے آپ ہی مین حکمت الٰہی کو پورا کیا اور جو اسواہین کم مرتبہ ہین
تنبیہ واضح ہو کہ سلطان سے دین کی تقویت اور بقا ہوتی ہے انکو حقیر سمجھنا نہ چاہیے گو ظالم و فاسق ہی ہو حضرت عمرو
بن عاصؓ فرماتے ہین کہ امام ظالم فتنہ و فساد دائم سے بہتر ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ سیکون بعدی علیکم امراء تعرفون منہم و
تنکرون یفسدون وما یصلح اللہ بہم اکثر فان احسنوا فلہم الاجر وعلیکم الشکر وان اساءوا فعلیہم الوزر وعلیکم الصبر اور حضرت سہیل فرماتے ہین
کہ جو شخص سلطان کی رعیت کا منکر ہو وہ کافر ہے اور جسکو بادشاہ بلاوے اور وہ نہ جاوے وہ بدعتی ہے اور جو اُسکے پاس بن بلاے
جاوے وہ نادان ہے اور جب اُنسے کسی نے پوچھا کہ آدمیون مین کون شخص بہتر ہے انھون نے فرمایا کہ سلطان لوگون نے عرض کیا
کہ ہم تو سلطان کو سب لوگون سے بُرا جانتے تھے انھون فرمایا کہ ایسا نہ سمجھنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہر روز دو باتین اُسکی دیکھتا ہے ایک تو
یہ کہ اُسکے باعث مسلمانون کا مال سلامت ہے دوسرے یہ کہ انکو کسی طرح کا فکر و تردد نہیں پس یہ دونون باتین اُسکے صحیفے مین پاکر
اور اسکے سب گناہ بخشدیتا ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ سیاہ لکڑیان انکے دروازون پر لٹکی ہوئی ستر واعظون سے بہتر ہین جو وعظ
کہین یعنی حاکمون کی سیاست وعظ کی نسبت کر زیادہ مفید ہے

دوسرا رکن ارکان شکر مین سے اس چیز کے بیان مین ہے جس پر شکر ہوتا ہے یعنی نعمت کے ذکر مین اور اس رکن مین نعمت کی
حقیقت اور اُسکے اقسام و درجات کا ذکر ہے اور یہ کہ کس چیز مین نعمت خاص ہے اور کس مین عام اسلیے کہ شمار کرنا خدا کی نعمتون کا اُسکے
بندون پر انسان کی طاقت سے خارج ہے جیسا کہ خود ارشاد فرماتا ہے وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا اسیوجہ سے ہم اول چند امور کلی
ذکر کرتے ہین تاکہ وہ قائم مقام قوانین معرفت نعمتون کے ہون پھر ذکر جدا جدا ہر ایک نعمت کا کرینگے واللہ الموفق للصواب

اور اس رکن مین تین بیان ہین

بیان اول نعمت کی حقیقت اور اُسکے اقسام کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ ہر ایک چیز لذت اور سعادت بلکہ ہر ایک مطلوب اور
موثر کا نام نعمت کہ سکتے ہین مگر واقع مین نعمت سعادت اخروی ہی کا نام ہے اور اُسکے سوا اور کو نعمت کہنا یا تو غلط ہے یا بطور
مجاز کے ہے مثلاً سعادت دنیاوی جس سے آخرت پر کچھ مدد نہ ملے اُسکو نعمت کہتے ہین محض غلط ہے اور کبھی کسی چیز کو نعمت کہنا
درست ہوتا ہے مگر نعمت کا اطلاق سعادت اخروی پر درست و صادق تر ہے تو جو سبب کہ سعادت اخروی تک پہونچاوے
اور اُسپر اعانت کرے خواہ ایک واسطے سے یا کئی واسطون سے اُسکا نام نعمت رکھنا صحیح اور درست ہے اسلیے کہ اسکے باعث
نعمت حقیقی ملتی ہے اور جو اسباب و لذات کہ سعادت اخروی کی معین ہوتی ہین اور جنکا نام نعمت ہے انکی شرح ہم کئی تقسیمون سے
کرتے ہین پہلی تقسیم جتنے امور ہین انکو ہم اگر اپنی طرف خیال کرکے دیکھین تو چار طرح کے ہین اول وہ کہ دنیا و آخرت مین دونون مین
نافع ہون جیسے علم اور حسن خلق دوم وہ کہ دونون مین مضر ہون جیسے جہل اور بدخلقی سوم وہ کہ دنیا مین مفید ہون اور آخرت مین مضر ہون جیسے
اتباع شہوت سے لذت پانا چہارم وہ کہ دنیا مین مضر ہون اور آخرت مین مفید جیسے شہوات کا استیصال اور نفس کی مخالفت انمین سے اول
جو حال و مآل مین نافع ہو وہ تو نعمت حقیقی ہے مثلاً علم اور حسن خلق اور جو دونون مین مضر ہو وہ اسکی ضد ہے اور مصیبت حقیقی ہے اور جو حال کی
نافع اور مآل کی مضر ہو وہ ارباب بصیرت اور زیرکون کے نزدیک نری مصیبت ہے مگر جہال اُسکو نعمت گمان کرتے ہین اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے

کوئی بھوکا شخص شہد پاوے جسمین زہر ملا ہو تو وہ اگر زہر سے ناواقف ہوگا تو اُس شہد کو نعمت جانیگا اور جب واقف ہو جاویگا تو جانیگا
کہ یہ میرے حق مین بلا ہو اور جو چیز حال مین مضر اور مآل مین مفید ہو وہ ارباب عقل کے نزدیک نعمت ہو اور جہال کے نزدیک بلا ہو اور اُسکی
مثال ایسی ہو جیسے کڑوی دوا کہ حال مین اُسکا ذائقہ برا ہوتا ہو مگر انجام کو عمدہ کہ دوا وہی تلخ نفع مرض کا مضمون ہوتا ہو اور صحت
اور تندرستی کا مثمر ہوتا ہو پس لڑکا ناواقف اگر ایسی دوا پلایا جاتا ہو تو اُسکو وبال جانتا ہو اور عاقل اُسکو نعمت تصور کرتا ہو اور جو شخص
اُسکو وہ دوا پلاتا ہو یا اُسکا سامان مہیا کردیتا ہو اُسکا ممنون و مشکور ہوتا ہو اور یہی وجہ ہو کہ ماں شفقت اپنے بچے کا خون نہین نکلوانے دیتی
اور باپ اُسکا خواہان ہوتا ہو کیونکہ باپ اپنی عقل کے کمال سے انجام کو دیکھتا ہو اور ماں کو فرط محبت اور نقصان عقل کے باعث حال ہی
نظر ہوتی ہو اور لڑکا ناواقفیت کے باعث ماں کا ممنون ہوتا ہو اور اُسی سے مانوس ہوتا ہو اُسکو اپنا شفیق سمجھتا ہو اور باپ کو
دشمن تصور کرتا ہو لیکن اگر اُسکو عقل ہو تو معلوم کرے کہ ماں باطن مین دشمن ہو اور ظاہر مین دوست اسلیے کہ خون نکلوانے سے
روک لینا انجام کو ایسے امراض پیدا کریگا جنکی تکلیف خون نکلوانے کی نسبت بہت زیادہ ہوگی علاوہ ازین جاہل دوست عاقل دشمن
سے برا ہوتا ہو اور ہر ایک انسان اپنے نفس کا دوست ہو مگر دوست جاہل یہی وجہ ہو کہ اُسکے ساتھ ایسا کام کرتا ہو جو دشمن بھی نکریگا
یعنی نفس کی خواہشون کو پورا کرتا ہو جو انجام کو نہایت وبال ہوگا دوسری تقسیم واضح ہو کہ دنیا کے جتنے اسباب ہین وہ سب ایک
دوسرے مین ملے جلے ہین بھلائی کے ساتھ برائی ہر ایک مین ملی ہوئی ہو ایسا کم ہو کہ جو اسباب بہتر ہین وہ صاف و پاک ہون مثلاً
مال اور اہل اور اولاد اور اقارب اور جاہ اور دوسرے اسباب سب اسیطرح کے ہین مگر اُنکے تین نوع ہین اول وہ کہ جنکا نفع ضرر کی
نسبت زیادہ ہو مثلاً مال اور جاہ اور دوسرے اسباب مین سے بقدر حاجت اور کفایت ہونا دوسرے یہ کہ اکثر لوگون کے حق مین
اُسکا ضرر نفع کی نسبت زیادہ ہو مثلاً مال کثیر اور بہت سا جاہ تیسرے یہ کہ ضرر و فائدہ دونون مساوی ہون اور یہ وہ باتین ہین کہ
لوگون کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہین بہت سے آدمی نیکبخت اسطرح کے ہین کہ اچھے مال سے گو بہت سا ہو فائدہ اُٹھاتے ہین
یعنی اللہ کے راستے مین اور خیرات مین اُسکو خرچ کرتے ہین تو ایسا مال اگر اس توفیق کے ساتھ آدمی کے پاس ہو تو اُسکے حق مین نعمت ہو
اور بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہین کہ تھوڑے مال سے ضرر پاتے ہین یعنی ہمیشہ اُسکو کم جانتے ہین اور خدا سے شکوہ اور طلب
زیادتی کی کیا کرتے ہین تو اس طرح کا مال اس عدم توفیق کے ساتھ اُسکے حق مین مصیبت ہو تیسری تقسیم جتنی خیرات یعنی نیکیاتین
ہین وہ ایک اور اعتبار سے تین قسم کی ہین اول وہ جو بذاتہ مقصود اور محبوب ہون دوسری وہ جو غیر چیز کے لیے محبوب ہون
تیسری وہ کہ بذات خود بھی محبوب ہون اور غیر کے حاصل کرنے کی جہت سے بھی مقصود ہون اول کی مثال جیسے دیدار الٰہی کی
لذت اور اُسکے وصال کی سعادت یعنی سعادت اخروی کہ کبھی منقطع ہی نہوگی اس سعادت کی طلب اسلیے نہین ہوتی
کہ یہ ذریعہ کسی دوسری سعادت کے حاصل ہونے کا ہو بلکہ اُسکی طلب خود مقصود بالذات ہونے کی جہت سے ہو دوسری وہ
کہ اُسکو دوسری چیز کے پیدا کرنے کے لیے چاہتے ہین خود اُس سے کچھ سروکار نہین جیسے روپیا اشرفی کہ اگر حاجات اس سے
پوری نہوا کرتین تو یہ دونون اور کنکر برابر ہوتے مگر چونکہ لذات کا ذریعہ ہین اور اُنکی طرف جلد آدمی کو پہونچا دیتی ہین اسی لیے
جہال کے نزدیک روپیا اشرفی خود ہی محبوب ہوگئے ہین یہانتک کہ اُنکو جمع کرکے گاڑتے ہین اور ریا کے ساتھ خرچ کرتے ہین
اور یہ گمان کرتے ہین کہ مقصود بالذات یہی دونون ہین اور اُن لوگون کی مثال ایسی ہو کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو چاہتا ہو
اور اُسکی محبت کے باعث اُسکے قاصد کو بھی چاہتا ہو جسکے باعث پیام آپس کے ایک دوسرے کو پہونچتے ہین پھر ہوتے ہوتے
قاصد کے ساتھ اتنی محبت کرے کہ اصل محبوب کو بھول جاوے اور عمر بھر اس سے روگردان ہی رہے اور ہمیشہ قاصد کی

خبر گیری اور رعایت اور شفقت کیا کرے حالانکہ یہ نہایت جہالت اور گمراہی ہو تیسرے وہ کہ بذاتہ اور بغیرہ دونون ہو جیسے صحت اور
سلامتی کہ انسان اسلیے چاہتا ہو کہ اسکے باعث مشغول بذکر و فکر ہو سکے جس سے دیدار الٰہی ملتا ہو یا کہ لذات دنیاوی تمام و کمال کے حاصل
ہونے کا ذریعہ ہوتی ہو اسلیے چاہتا ہو لیکن بعض اوقات صحت فی نفسہ ہی مطلوب ہوتی ہو اس سے غرض نہین کہ وہ دوسری چیز
کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہو یا نہو مثلاً جس شخص کو کہ پیادہ چلنے کی حاجت نہو وہ بھی اپنے پاؤن کی سلامتی چاہا کرتا ہو حالانکہ پاؤن
کی سلامتی اسلیے ہوتی ہو کہ چلنے کے لیے ذریعہ ہو مگر چونکہ سلامتی خود بھی ایک محبوب چیز ہو اسلیے بذاتہ بھی مقصود ہو اب ان تینون قسام میں سے
خیر و نعمت حقیقی صورت اول ہو جو بذاتہ محبوب ہو اور جو خیر کہ لذاتہ اور لغیرہ مقصود ہو وہ بھی نعمت ہو مگر اول سے کمتر ہو لیکن جو چیز کہ
مطلوب غیر ہی کیواسطے ہوتی ہو جیسے سونا چاندی تو انکو بذات خود معدنی ہونے کی جہت سے نعمت نہین کہتے بلکہ اس جہت سے
نعمت کہلاتے ہین کہ وہ وسیلہ اور اغراض کے ہین تو اس صورت مین یہ ایسے ہی شخص کے حق مین نعمت ہونگے جو اپنی مراد کو بدون انکے
ذریعہ کے نہ پہونچ سکے پس اگر اسکی مراد علم اور عبادت ہو اور اسکے پاس بقدر ضرورت بسر اوقات کے لیے موجود ہو تو اسکے نزدیک سونے
اور ڈھیلے مین کچھ فرق نہوگا اور انکا وجود و عدم یکسان معلوم ہوگا اور اگر سونے چاندی کے ہونے سے یہ نوبت پیش ہوتی ہو کہ فکر و
عبادت نہونے دیتی ہو تو ایسے شخص کے حق مین یہ مال نعمت نہین زحمت ہو چوتھی تقسیم ایک دوسرے اعتبار سے خیرات کی تین
قسمین ہین اول لذیذ جسکا نفع اسیوقت معلوم ہو دوسرے نافع جو آخر کو مفید ہو تیسرے جمیل جو سب احوال مین اچھی معلوم ہو اور
برائی بھی تین قسم کی ہین ضار اور قبیح اور ایذا رسان پھر خیر و شر کی دو قسمین ہین مطلق اور مقید خیر مطلق اسکو کہتے ہین جسمین تینون
اوصاف خیر کے جمع ہون جو اوپر مذکور ہوے مثلاً علم و حکمت کہ ارباب علم و حکمت کے نزدیک یہ نافع بھی ہین اور جمیل اور لذیذ بھی اور
شر مطلق جیسے جہل کہ وہ مضر اور قبیح اور ایذا رسان سب کچھ ہو مگر جاہل کو اپنی جہل کے ایذا کی جب خبر ہو جب اسکو یہ معلوم ہو کہ مین
جاہل ہون اسطرح کہ دوسرے شخص اپنے ہم عصر ہم رتبہ کو عالم دیکھے اور اپنے نفس کو جاہل پس فوراً اسے نقصان کا پتہ لگیگا کہ مین کیون
کم ہون اور اس رنج سے شوق علم کا ابھریگا کیونکہ وہ مزہ دار ہوتا ہو پھر یہ شوق کبھی مانع تحصیل علم سے حسد اور
کبر اور شہوات ہوتے ہین اب دو چیزون کی کشاکش مین یہ شخص پڑگیا اگر سیکھنا ترک کرتا ہو تو جہالت کا الم رہیگا
اور اپنے آپ کو ناقص جانکر جلیگا اور اگر سیکھنے مین مشغول ہوگا تو شہوات کے چھوڑنے یا کبر کے چھوڑنے اور تعلیم کی ذلت اٹھانیکا
رنج سہیگا غرضکہ یہ شخص ہمیشہ بیشک عذاب الیم مین رہیگا اور دوسری قسم مقید ہو کہ جسمین کچھ اوصاف خیر کے اور کچھ اوصاف شر کے
ملے ہون مثلاً بعض اوقات ایک نافع چیز سے ایذا ہوتی ہو جیسے کوئی انگلی سڑ جاے یا سولی وغیرہ کہ ایذا دے اور کبھی نافع چیز قبیح ہوتی ہو جیسے
حمق کہ بعض احوال کے اعتبار سے نافع ہوتا ہو اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہو کہ استراح من لا عقل لہ یعنی بے عقل چین سے رہتا ہو کیونکہ آئندہ کے
انجام کا اہتمام نہین ہوتا اور اسی واسطے درست راحت مین رہتا ہو یہان تک کہ وقت وفات پہونچے اور کبھی جو چیز کہ
من وجہ مضر ہوتی ہو من وجہ نافع ہوتی ہو جیسے ڈوبنے کے خوف کے وقت مال کو دریا مین پھینک دینا ہر چند کہ اس سے
مال کو ضرر ہوتا ہو مگر نفس کو نفع ہو کہ اسکی نجات ہو جاتی ہو یعنی بوجھ کے اتار ڈالنے سے کشتی بچ جاتی ہو پھر نافع چیز دو قسم پر ہو
ایک ضروری جیسے ایمان اور حسن خلق سعادت اخروی تک پہونچانے مین اور ہمارے نزدیک یہی غرض علم اور عمل اور انکا ضروری ہونا
اس وجہ سے ہو کہ کوئی دوسری چیز انکی قائم مقام نہین اور دوسری غیر ضروری جیسے سکنجبین صفرا کی تسکین کے لیے کہ کبھی دوسری
چیزین بھی اسکو ساکن کر سکتی ہین پانچوین تقسیم پہلے معلوم ہو چکا کہ نعمت نام لذت کا ہو اور لذتین اس اعتبار سے کہ انسان کیساتھ
مخصوص ہین یا غیر مین بھی شریک ہین تین طرح کی ہین اول عقلی دوم بدنی کہ بعض حیوانات کے ساتھ شریک ہین سوم بدنی کہ سب

حیوانات انمین شترک ہین عقلی لذتون کی مثال جیسے علم اور حکمت کی لذت کو صرف قلب کو اس سے لذت ہوتی ہو کان اور آنکھ اور
باقی حواس خمسہ کو اور پیٹ اور شرمگاہ کو کچھ بہرہ اس سے نہین اور قلب کو جو لذت علم و حکمت سے ہوتی ہو اسوجہ سے کہ وہ صفت جسکا
نام عقل ہو قلب کے ساتھ خاص ہو اور اس لذت کا وجود باوجودیکہ سب لذتون مین اشرف ہو نہایت کمتر ہو اُسکے کم ہونے کی وجہ یہ ہو
کہ علم و حکمت سے سوائے عالم اور حکیم کے اور کوئی لذت نہین پاتا اور اہل علم اور ارباب حکمت بہت ہی کم ہین گو نام کو بہتیرے عالم و حکیم
ہین اور اُسکے اشرف ہونے کی یہ وجہ ہو کہ وہ لذت آدمی کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہو نہ دنیا مین اُسکو زوال نہ آخرت مین اور اُس سے
طبیعت پر ملال نہین ہوتا کھانا اگر خوب تنکر کھاؤ تو سستی لاتا ہو اور صحبت سے فارغ ہونے کے بعد ثقالت اور تھکن پیدا ہوتی ہو مگر علم
و حکمت سے تھکن و سستی کبھی نہین ہوتی اور جو شخص ایسی دائمی شریف و باقی چیز کے حاصل کرنے پر قادر ہو کر ادنی چیز چندروز کے بعد فنا
ہونے والی پر راضی ہو جاوے تو وہ مجنون ہو اور اپنی بدبختی کے باعث محروم ادنی بات علم کی یہ ہو کہ علم و عقل کے لیے حاجت مددگارون
اور چوکیدارون کی نہین بخلاف مال کے علم آدمی کی حفاظت کرتا ہو اور مال کی حفاظت خود آدمی کو کرنی پڑتی ہو علم خرچ کرنے سے
بڑھتا ہو اور مال کم ہوتا ہو مال چوری جاتا ہو عہدہ موقوفی سے جاتا رہتا ہو مگر علم پر نہ چورون کا داؤ چلے کہ لے سکین نہ حاکمون کا زور
کہ موقوف کر سکین اسی لیے اہل علم ہمیشہ چین مین رہتا ہو اور مالدار کو مدام خوف لگا رہتا ہو پھر علم بہرحال لذیذ اور نافع اور
جمیل ہو اور مال کبھی تو نوبت ہلاک کی پہونچاتا ہو اور کبھی نجات کی اسی وجہ سے ہرچند جناب باری نے مال کو لفظ خیر سے
چند جا ذکر فرمایا مگر اُسکی برائی بھی چند جا ذکر فرمائی اب رہی یہ بات کہ اکثر لوگ لذت علم سے کیون قاصر ہین تو انکا قصور یا تو اسوجہ سے ہو
کہ انکو ذوق نہین اور جسکو ذوق نہوگا وہ کس طرح جانیگا اور کیسے مشتاق ہوگا کیونکہ اشتیاق تو ذائقہ کے بعد ہوا کرتا ہو یا اسوجہ سے کہ
اُنکے مزاج خراب ہین اور دل بباعث اتباع شہوات کے روگی ہو رہے ہین تو جیسے بیمار کو شہد کا مزہ نہین معلوم ہوتا اور اُسکو کڑوا
بتاتا ہو ایسے یہ لوگ بھی علم کو اچھا نہین سمجھتے یا یہ کہ اُنکی طبیعت و دانائی مین قصور ہو کہ ابھی تک وہ صفت جس سے کہ علم کی لذت معلوم
ہوتی ہو انمین پیدا نہین ہوئی جیسے شیرخوار لڑکا شہد اور پرندون کا مزہ نہین جانتا اُسکو سوائے دودھ کے اور کوئی چیز اچھی نہین معلوم
ہوتی سب چیزون سے منھ بناتا ہو اور اُسکو اچھا نہ معلوم ہونے سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ چیزین مزہ دار نہین اور نہ اُسکے دودھ کو اچھا
جاننے سے یہ معلوم ہو کہ سب سے لذیذ تر وہی ہو غرضکہ جو لوگ لذت علم کے ادراک سے قاصر ہین وہ تین طرح کے ہین ایک وہ کہ ابھی تک
اُنکا باطن زندہ ہی نہین ہوا جیسے لڑکے کا باطن ہوتا ہو دوم وہ کہ اتباع شہوات کے باعث زندگی کے بعد اُنکا دل مردہ ہو گیا ہو
سوم وہ کہ اتباع شہوات کے سبب دل مریض ہو رہا ہو اور ارشاد الٰہی فی قلوبہم مرض اشارہ ہو عقلون کی بیماری کی طرف اور یہ قول
لینذر من کان حیا اشارہ ہو اُس شخص کیطرف جو زندگی باطنی سے زندہ ہو اور جو شخص کہ بدن کا زندہ اور دل کا مردہ ہو
وہ خدا کے نزدیک مردہ ہو گو جاہلون کے نزدیک زندہ ہو اور اسی بنا پر شہدا خدائے تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہین
اور کھاتے ہین خوش ہوتے ہین اگرچہ بدن سے مردہ ہین دوسری لذت جسمین انسان بعض حیوانات کے شریک ہین
جیسے ریاست اور غلبہ کی لذت کہ شیر اور چیتے اور بعض حیوانات مین بھی پائی جاتی ہو تیسری لذت جسمین انسان سب
حیوانات کا شریک ہو جیسے پیٹ اور شرمگاہ کی لذت یہ لذت سب لذتون سے ادنی اور خسیس ہو مگر وجود اسکا بہت ہو اور یہی وجہ ہے
جتنے حیوانات زمین پر ہین سب اسمین شریک ہین یہانتک کہ کیڑے اور حشرات الارض بھی اسمین شریک ہین اور جو اس درجہ سے تجاوز کرتا ہو
وہ پنجۂ لذت غلبہ مین گرفتار رہتا ہو اور یہ لذت غافلون سے بہت ہی چسپان ہو جب اس سے تجاوز کرتا ہو تو اول لذت پر پہونچتا ہی جو اس وقت
آدمی پر سب لذتون سے زیادہ لذت علم و حکمت غالب ہوتی ہو خصوصاً معرفت الٰہی اور اُسکی صفات و افعال کی معرفت کی لذت غالب ہے

ہوتی ہے اور یہ رتبہ صدیقین کا ہے اور یہ رتبہ بوجہ کمال حب ملتا ہے جب دل میں سے غلبۂ حبِ ریاست نکل جاتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ جو
چیز صدیقین کے سر میں سے سب میں آخر کو نکلتی ہے وہ محبت ریاست ہے اور پیٹ اور شکم کی حرص کے توڑنے پر تو اور عقلا بھی قدرت
رکھتے ہیں مگر خواہش ریاست کو دبا دینا صدیقوں ہی کا کام ہے پھر بھی اس شہوت کا بالکل استیصال کر دینا کہ کبھی معلوم ہی نہو اور
کسی حال میں اسکا احساس نہونے پاوے غالب ہے کہ انسان کے مقدور سے خارج ہے ہاں یہ صورت ہو جاتی ہے کہ معرفت الٰہی کی
لذت اکثر حالات میں ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ اُسکے باعث لذت ریاست کچھ نہیں سوجھتی لیکن یہ حالت دائمی نہیں کہ عمر بھر
ایسی ہی رہے بلکہ اُسمیں کچھ کمی بھی ہو جاتی ہے اور ایسی صورت میں انسان کی طرف صفات بشریہ رجوع کراتے ہیں اس سے معلوم ہوا
کہ محبت غلبۂ ریاست رہتی ضرور ہے مگر دبی ہوئی رہتی ہے ایسی نہیں ہوتی کہ نفس کو ورغلا کر عدل سے منحرف کر دے پس اس
اعتبار سے دل کی چار قسمیں ہیں ایک دل وہ ہے کہ سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی سے محبت نہیں کرتا اور نہ بدون زیادتی
معرفت الٰہی اور اُسکی فکر کے آرام پاوے دوسرا وہ دل کہ اُسکو خبر ہی نہیں کہ لذت معرفت کسکو کہتے ہیں اور خدائے تعالیٰ سے
اُنس ہونے کے کیا معنی ہیں اُسکی لذت صرف جاہ و ریاست اور مال اور تمامی شہوات بدنیہ سے ہے تیسرا وہ دل کہ اکثر تو خدائے
تعالیٰ سے مانوس ہی رہتا ہے اور اُسکی معرفت اور فکر سے لذت پاتا ہے مگر کبھی بعض اوقات اُسکو اوصاف بشری پیش ہو جاتے ہیں
چوتھا وہ دل کہ اکثر حالات میں تو اوصاف بشریہ سے لذت پاتا رہتا ہے الا کبھی کبھی علم و حکمت سے بھی لذت پاتا ہے انمیں سے
اول قسم کا دل تو غیر ممکن سا ہے اگر اُسکا وجود ممکن ہو تو بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہے بشر کی طاقت سے باہر ہے کہ اس صفت سے
متصف ہو اور دوسرے دل سے دنیا پُر ہے اور تیسرا اور چوتھا دل بھی موجود ہیں مگر کم ہیں اور یہ ہمیشہ شاذ و نادر ہی رہینگے اور
باوجود قدرت کے قلت و کثرت میں فرق ہر زمانہ میں ہوتا جاویگا یہانتک کہ اس قسم کے دل اُن زمانوں میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے عہد مبارک سے قریب تھے بہت پائے جاتے تھے اب جتنا وہ زمانہ دور ہوتا جاتا ہے اُتنا ہی یہ دل کم ہوتے جاتے ہیں
یہانتک کہ قیامت آ جاوے اور اللہ تعالیٰ کو جو امر کرنا ہے وہ کر دے۔ اور وجہ اس قسم کے دلوں کے کمتر ہونے کی یہ ہے کہ ایسا
دل ہونا آغاز سلطنت آخرت ہے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ بہت نہیں ہوا کرتے گو ملک سب کو اچھا معلوم ہوتا ہے تو جیسا دنیا میں
ملک اور جمال میں فائق ایک ہی دو ہوتے ہیں اور باقی لوگ اُنسے کم ہوتے ہیں اسی طرح ملک آخرت کے فائق بھی کم ہی ہونے
چاہییں اسلیے کہ دنیا آخرت کا آئینہ ہے کیونکہ دنیا عالم ظاہری کا نام ہے اور آخرت عالم غیب کا اور جس طرح کہ آئینے کے اندر کا
عکس دیکھنے والے کی صورت کے مطابق ہوتا ہے اسی طرح دنیا بھی آخرت کے مطابق ہی ہوتی ہے اور آئینے کے اندر کی تصویر
اگرچہ وجود میں مرتبہ ثانی رکھتی ہے کہ پہلے دیکھنے والا ہوتا ہے تب اُسکی صورت بنتی ہے مگر دیکھنے کے اعتبار سے وہی اول ہے
کیونکہ دیکھنے والا اپنے نفس کو تو دیکھ ہی نہیں سکتا بلکہ اپنی صورت کو جو آئینے میں ہے اول دیکھتا ہے اور اس عکس سے اپنا چہرہ
جو خود اُسکا ہے اُسکو سمجھتا ہے کہ وہ بھی ایسا ہی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ جو چیز وجود میں تابع تھی یعنی عکس وہ جاننے کے باب میں متبوع اور مقدم
ہو گئی اور جو چیز وجود میں پیچھے تھی وہ شناخت میں مقدم ہو گئی لیکن اس طرح کا اختلاف اور تغیر ایسی دنیا میں ہو سکتا ہے اور دنیا
کے لیے چیز وہ بھی ہے اسی طرح عالم دنیا شاہد عالم غیب کا ہے پس بعض لوگ جنکو ہم عبرت سے دیکھنا نصیب ہوا تو اس ملک کی کسی چیز کو نہیں
دیکھتے جب سے عالم ملکوت پر عبور کر جاتے ہیں اسی گذر کا نام عبرت ہے جسکا خدائے تعالیٰ نے خلق کو ارشاد فرمایا ہے فاعتبروا یا
اولی الابصار اور بعضے ایسے ہیں کہ انکی آنکھ کی چھوٹی ہے اس جہت سے عبرت نہ کی اور دنیا ہی میں محبوس رہے انکے قید خانے کیطرف
عنقریب دروازے جہنم کے کھل جاوینگے اور یہ قید خانہ ایسی آگ سے لبریز ہے جو دلوں ہی پر چھا جاتی ہے مگر آدمی کو جو اُسکی تکلیف

نہین معلوم ہوتی اُسکی وجہ یہ ہو کہ اُسکے اور اس آگ کے درمیان مین حجاب ہو جب وہ حجاب موت سے دور ہو جاویگا تب اُسکی تکلیف
معلوم ہوگی اور یہی بات خداے تعالی نے اُن لوگون کی زبان سے نکلوا دی جنکا امر حق ہی سے گویا کرتا ہو وہ فرماتے ہین کہ
جنت اور دوزخ دونون مخلوق ہین مگر دوزخ کبھی تو ایسے ادراک سے معلوم ہوتی ہو جسکو علم الیقین کہتے ہین اور کبھی ایسے ادراک سے
جسکو عین الیقین کہتے ہین اور عین الیقین سواے آخرت کے اور کہین نہوگا اور علم الیقین دنیا مین بھی کبھی ہوتا ہو مگر انہین لوگون کو
جو دریقین سے بہرہ کامل رکھتے ہین اسیواسطے اللہ تعالی فرماتا ہو کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم یعنی دنیا مین ثم لترونها عین الیقین
یعنی آخرت مین اس بیان سے اب معلوم ہوا کہ جو قلب صلاحیت سلطنت آخرت کی رکھتا ہو وہ کمتر ہی ہوگا جیسا کہ ملک دنیا کے
قابل کمتر ہوا کرتا ہو چھٹی تقسیم جو سب نعمتون کو حاوی ہو یہ ہو کہ نعمتین دو قسم کی ہین یا تو غایت مطلوب بالذات یا وسیلے اُس غایت
مقصود بالذات کے غایت سے سعادت آخرت مراد ہو جو چار باتون کو شامل ہو اول وہ بقا جسکو فنا نہو دوم سرور جسمین غم نہو
سوم علم جسمین جہل نہو چہارم تونگری جسکے بعد افلاس نہو انہین چارون باتون کو نعمت حقیقی جاننا چاہیے اور اسی وجہ سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا عیش الا عیش الآخرۃ یہ الفاظ ایکبار سختی کے وقت ارشاد فرماے تا کہ نفس کو سختی ناگوار نہ گذرے
یعنے جسوقت غزوۂ خندق مین خندق کی تیاری کے وقت شدت سے تکلیف تھی اُسوقت آپ نے فرمایا تا کہ نفس کو تسلی ہوا اور ایکبار
یہی الفاظ وقت سرور بھی فرماے تا کہ نفس مائل سرور دنیا نہو یہ اُسوقت فرماے تھے جب حجۃ الوداع مین لوگ ہالے کیطرح اُس
ماہ سپہر نبوی کے گرد کھڑے ہوے تھے اور ایک شخص نے دعا مانگی کہ الٰہی مین تجھ سے کمال نعمت کی درخواست کرتا ہون آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تو جانتا ہو کہ کمال نعمت کیا ہو اُسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ کمال نعمت
جنت مین داخل ہونا ہو۔ اور وسائل کی چار قسمین ہین اول تو وہ جو سب سے زیادہ خاص ہون جیسے نفس کے فضائل دوسرے
جو قرب مین ان فضائل نفس کے قریب ہون جیسے بدن کے فضائل تیسرے وہ جو اُنکے قریب ہون مگر بدن مین نہون جیسے
اسباب بدن کے قریب مثل مال اور اہل اور اقربا کے چوتھے وہ کہ ان اسباب خارج از نفس اور موجود اور نفس کے جامع ہون
جیسے توفیق اور ہدایت مین پس ان چارون کو مفصل بیان کیا جاتا ہو اول قسم اخص وسائل یعنی فضائل نفسی ہین اور اگرچہ اُسکے فروع
بہت ہین مگر حاصل اُنکا دو مین آجاتا ہو اول ایمان دوم حسن خلق پھر ایمان کی دو قسمین ہین اول علم مکاشفہ یعنی اللہ تعالی اور اُسکی
صفات اور ملائکہ اور انبیا کا علم دوسرے علم معاملہ اور حسن خلق کی بھی دو قسمین ہین ایک چھوڑنا مقتضاے شہوات و غضب کا جسکو
عفت کہتے ہین دوسرے مقتضاے شہوت کے ارتکاب اور ترک کرنے مین عدل کا لحاظ رکھنا یعنی ایسا نہو کہ جہان دل چاہے
وہان اقدام کرے اور جہان بچنا چاہے وہان باز رہے بلکہ جرات کرنی اور تارک ہونا میزان عدل کے ساتھ جیسکہ خداوند کریم نے
اپنے رسول مقبول کی زبان پر شریعت اتارا ہو ان لا تطغوا فی المیزان و اقیموا الوزن بالقسط و لا تخسروا المیزان اس صورت مین اگر کوئی شہوت کے
دور کرنے کے لیے اپنے آپ کو خصی کرے یا باوجود قدرت نکاح کے سب آفتون سے محفوظ رہنے کے لیے نکاح نکرے یا غذا چھوڑ دے
یہان تک کہ عبادت اور ذکر و فکر مین ضعف آجاوے تو ایسا شخص میزان عدل کے خلاف کمی کریگا اور جو شہوت پیٹ اور پیٹھ مین
ڈوبا ہے وہ زیادتی پر کہلاویگا اور صورت عدل یہ ہو کہ وزن کا خالی ہونا اور بھرنا زیادتی اور کمی کے ساتھ نہو بلکہ دونون پلے میزان کے
ٹھہرے رہین کوئی نیچے جھکے نہ اوپر چڑھے اس سے معلوم ہوا کہ فضائل نفسی جو بندے کو اللہ تعالی سے قریب کرتے ہین وہ چار چیزین ہین علم مکاشفہ
اور علم معاملہ اور عفت اور عدالت اور یہ چارون باتین اکثر بدون فضائل بدنی یعنی دوسری قسم فضائل کے کامل نہین ہوتین اور فضائل
بدنی بھی چار ہین اول تندرستی دوسری قوت تیسری جمال چوتھی عمر کا زیادہ ہونا اور یہ فضائل بدنی تیسری قسم فضائل یعنی فضائل خارج از بدن

۱۰ روایت انس ۱۲
۱۱ حاکم اور بیہقی سے حدیث باب اول مین گذری ۱۲
۱۲ ترمذی بروایت معاذ ۱۲

اور محیط بدن سے حاصل ہوتی ہین اور وہ بھی چار چیزین ہین اول مال دوم اہل سوم جاہ چہارم عمدہ ہونا نسب کا اور ان فضائل ہین کسی سے آدمی منتفع نہین ہوسکتا جبتک کہ چوتھی قسم کے فضائل یعنی وہ اسباب جو جامع فضائل بدنی اور خارجی اور فضائل نفسی کے ہون حاصل نہون اور وہ بھی چار ہین اول خداے تعالی کی ہدایت دوم اسکا ارشاد سوم اسکی تسدید چہارم تاکید اب چونکہ نعمتون کی جتنے چار قسمین لکھی گئین اور ہر ایک انمین سے چار چار چیزین ہوئین تو معلوم ہوا کہ نعمتین سب سولہ ہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انمین سے بعض نعمتین بعض کی طرف محتاج ہین خواہ حاجت ضروری ہو خواہ بطور نافع ہونے کے ہو حاجت ضروری کی مثال یہ ہو کہ سعادت اخروی ایک نعمت ہو اور اسکو ایمان و حسن خلق کی حاجت ہو تو یہ حاجت ضروری ہو کیونکہ اُس تک رسائی انسان کی بدون ان دو باتون کے نہین ہوسکتی اسلیے کہ انسان کو وہی ملیگا جو کما ویگا اور جو دنیا مین زاد کر لیگا آخرت مین وہی کام آویگا اسی طرح فضائل نفسی کو حاجت کسب علوم کی ضروری ہو اور تہذیب اخلاق کے لیے صحت بدن ضروری درکار ہو اور جس حاجت مین کچھ فی الجملہ فائدہ ہوتا ہو ضروری نہین اُسکی مثال یہ ہو کہ جتنی نعمتین نفسی ہین خواہ بدنی اُنکو خارجی نعمتون کی طرف حاجت ہوتی ہو مگر یہ حاجت ضروری نہین بلکہ نافع ہو اور کام بہت نکلتا ہو مثلاً مال و جاہ اور اہل جو خارجی نعمتین ہین اگر بالفرض آدمی کو حاصل نہون تو کیا عجب ہو کہ بعض فضائل نفسی مین خلل واقع ہو جاوے اور طریق آخرت کے لیے جو ان خارجی نعمتون کی حاجت پڑتی ہو اسکی وجہ یہ ہو کہ یہ اسباب قائم مقام بازو کے سمجھنے چاہیین کہ جنسے مقصود تک پہونچنا سہل ہو یا مثل آلہ کے متصور کرنا چاہیے مثلاً مال ہی پر نظر سے دیکھو تو کتنا بڑا فائدہ اسکا ہو کہ کھانے پینے وغیرہ ضروریات سے بیفکر رہتا ہو ورنہ محتاج آدمی اگر تحصیل علم یا کسب کمال کیا چاہے اور اُسکے پاس قوت بشری کی صورت کچھ نہو تو اسکی مثال ایسی ہو جیسے کوئی بدون ہتیارون کے لڑائی کے لیے کوشش کرے یا کوئی باز شکار پکڑنا چاہے اور اُس سے اُڑا نہ جاتا ہو ایسے ہی کے لیے یہ شعر ہو شعر شب چو عقد نماز بر بندم ٭ چہ خورد بامداد فرزندم غرض اس سے یہ ہو کہ مفلسی مین کوئی کام آدمی سے نہین بن پڑتا ہر وقت تلاش معاش اور فکر لباس اور دوسرے تردداتمین مبتلا رہتا ہو ذکر و فکر نہین کرنے پاتا فضیلت حج و زکوۃ اور دوسری خیرات و صدقات سے محروم رہتا ہو اور اگر مال اپنے پاس ہو تو یہ سب قباحتین دور ہو جاتی ہین اور مقصود تک پہونچنا نہایت آسان ہو جاتا ہو چنانچہ حدیث شریف مین ہو نعم المال الصالح للرجل الصالح اور فرمایا نعم العون علی تقوی اللہ المال اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ نعمت کیا شئ ہو اُنھون نے فرمایا کہ تو انگری کیونکہ میرے نزدیک فقیر کی کچھ زندگی نہین سائل نے پوچھا کہ اور کہو حکیم نے جواب دیا کہ دوسری نعمت امن ہو خوف والے کی کچھ عیش نہین پھر سائل نے پوچھا کہ اور بیان کرو حکیم نے کہا کہ تیسری نعمت تندرستی ہو اسلیے کہ مریض کو زندگی کی کچھ حلاوت نہین اُسنے پوچھا کہ اور فرمایئے کہا کہ اور نعمت جوانی ہو کہ بوڑھے کی زندگی بھی بے مزہ ہو پس اس قول مین حکیم کے دنیا کی نعمتون کی طرف اشارہ ہو مگر اسی اعتبار سے کہ آخرت پر معین ہون نعمت کہلاتی ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہو من اصبح معافی فی بدنہ امنا فی سربہ عندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذا فیرہا اب اہل اور اولاد صالح کو دیکھو تو اُنکی طرف حاجت ہونے کی وجہ مخفی نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین نعم العون علی الدین المرأۃ الصالحۃ اور لڑکے کے باب مین فرمایا اذا مات العبد انقطع عملہ الامن ثلث ولد صالح یدعو لہ الحدیث اور اہل و ولد کے فوائد ہم باب النکاح مین لکھ آئے ہین یہان دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہین حاصل یہ کہ جب آدمی کی اولاد اور اقارب زیادہ ہوتے ہین تو اُسکے بازو اور آنکھ کی جگہ ہوتے ہین اُنکے سبب سے اُسکو وہ امور دنیاوی جو دین مین ضروری ہوتے ہین حاصل ہوتے ہین اور اگر وہ اکیلا اُن امور کی بجا آوری مین مشغول ہو تو ذکر و شغل بھی جاتا رہیگا اور کبھی ضروریات دنیا سے بالکل فراغت نہوگی جب اقارب و اہل دین پر معین و مددگار ٹھہرے تو اُنکے نعمت ہونے مین کیا شک ہو۔ اور عزت و جاہ کے باعث

آدمی اپنے نفس پر سے ذلت اور ظلم دفع کرتا ہو اور اسکی حاجت سب اہل اسلام کو ہو اسواسطے کوئی اہل ایمان ایسا نہین ہوتا جسکا کوئی دشمن موذی نہو یا ظالم کہ اسکو عمل نکرنے دے اور فراغبالی مین تشویش و پریشانی مین ڈالے حالانکہ دل ایمانداروں کا اس بال ہو جب بھی تشویش و تردد مین رہیگا تو پھر کیا کرسکتا ہو مگر یہ تشویش عزت و جاہ سے دفع ہو جاتی ہو اسیواسطے اکابر کا قول ہو کہ دین اور سلطان دونون توام ہین یعنی ایک دوسرے کو لازم ہین اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض اور دلون کے مالک ہونے کو جاہ کہتے ہین جیسے کہ روپیون کے مالک ہونے کو تو انگری کہتے ہین اور جو شخص دلون کا مالک ہو جاتا ہو تو ارباب قلوب اسکے اوپر سے ایذا دور کرنے کے لیے خود مستعد ہو جاتے ہین ۔ اور جسطرح کہ انسان کو ضرورت چھت کی مینہ کے دفع کرنے کیواسطے ہوتی ہو اور کپڑے کی ضرورت جاڑے کے دور کرنے کے لیے اور شکاری کتے کی ضرورت اپنے مال کی حفاظت کے لیے اسیطرح اس شخص کی بھی احتیاج ہو جو شر کو اسکے اوپر سے دفع کرے ۔ اور یہی وجہ تھی کہ انبیا علیہم السلام ملک و سلطنت نہ رکھتے تھے وہ سلاطین کی رعایت کرتے تھے اور انکے دلون مین اپنی جگہ کر لیتے تھے اسیطرح علماے دین کبھی بادشاہون کے خزانون کے طامع نہین ہوتے نہ کچھ سلاطین کی متابعت سے طالب اپنی ترجیح یا دولت دنیا کے ہوتے ہین بلکہ انکی غرض یہی ہوتی ہو کہ کوئی شخص خلل انداز انکے شغل مین نہو ۔ اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ اللہ تعالی کی نعمت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر اسیوقت زیادہ تھی کہ انکو فتح دی اور انکے دین کو کامل کیا اور تمام اعدا پر انکو غلبہ عنایت فرمایا اور لوگون کے دلون مین انکی محبت ڈالی یہان تک کہ انکی عزت و جاہ پھیلگئی اور اسوقت نعمت کم تھی جب لوگ انکو ایذا دیتے تھے اور مارتے تھے یہان تک کہ نوبت ہجرت کی پہونچی بلکہ نعمت دونون وقتون مین یکسان تھی مگر ان احوال مین کچھ حکمتین باریک تھین ۔ اب باقی رہا عمدہ ہونا نسب کا اور شرف خاندان سو یہ بھی نعمت ہو چنانچہ حدیث شریف مین ہو کہ الائمۃ من قریش یعنی سردار قریش مین سے ہین اور یہین بلحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی آدم کے اشرف خاندان مین سے ہوے اور آپ نے فرمایا ہو کہ اپنے نطفون کے لیے اچھی جگہ پسند کیا کرو اور فرمایا کہ ایاکم وخضراء الدمن یعنی اپنے آپ کو گھورے کے سبزے سے بچاؤ لوگون نے عرض کیا کہ نجاست کے سبزے سے کیا مراد ہو آپ نے فرمایا کہ خوبصورت عورت جسکا نسب اچھا نہو اس سے معلوم ہوا کہ شرف خاندان بھی ایک نعمت ہو اور ہماری غرض خاندانی ہونے سے یہ نہین کہ ایسے شخصون سے اسکا نسب ہو جو ظالم اور دنیادار ہون بلکہ اس سے یہ مراد ہو کہ نسب یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ مین ملتا ہو یا ائمہ علما اور صلحا جو علم و عمل مین معروف تھے ان سے ملتا ہو ۔ اب اگر یہ کہو کہ فضائل بدنی کی کیا حاجت پڑتی ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ انکی بھی سخت حاجت ہو مثلاً صحت اور قوت اور طول عمر کی نہایت ضرورت ہو کیونکہ علم و عمل انھین سے تمام ہوتا ہو اور اسیوجہ سے حدیث شریف مین ہو کہ افضل سعادات یہ ہو کہ آدمی طاعت الہی مین مدت تک زندہ رہے لیکن جمال مین البتہ ذرا دقت ہو کہ وہ بھی نعمت ہو یا نہین کیونکہ اسمین یہ کہسکتے ہین کہ بدن کا سالم ہونا امراض سے کافی ہو کہ مرض کے باعث خیرات نہین کرنے پاتا الا اتنا معلوم ہوتا ہو کہ ہرچند جمال کیطرف حاجت چندان نہین مگر اسکے بہتر ہونے مین کچھ شک نہین دنیا مین تو اسکا نفع ظاہر ہو چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہین شعر گفت خاموش ہر آنکس کہ جمالے دارد ۔ ہر کجا پا بنہد دست بدارندش پیش ۔ اور آخرت مین بھی دو وجہ سے نافع ہو اول تو یہ کہ بدصورت کو لوگ برا کہتے ہین اور طبیعتون کو اس سے نفرت ہوتی ہو بخلاف خوبصورت کے کہ اسکی حاجت جلد پوری کیجاتی ہو اور دلون مین اسکی جگہ بھی زیادہ ہوتی ہو اس نظر سے گویا جمال بھی مال و جاہ کے مانند ایک آلہ اور ذریعہ مقصود تک پہونچنے کا ہو اسلیے کہ اسمین ایک طرح کی قدرت پائی جاتی ہو کہ خوبصورت اپنی حاجات پوری کرنے مین بہ نسبت بدصورت کے زیادہ قادر ہو اور جو چیز کہ حاجات دنیاوی کے لیے معین ہوتی ہو وہ آخرت کے لیے بھی معین ہوتی ہو یعنی بذریعہ حاجات دنیاوی آخرت پر بھی مددگاری ممکن ہو دوسرے یہ کہ خوبصورتی سے اکثر نفس کی فضیلت پائی جاتی ہو کیونکہ جب نفس کا نور خوب

اور اگر نہ دفع کرتا اللہ لوگونکو ایک کو دوسرے سے [illegible] ۱۲
صح [illegible] ۱۲
صح [illegible]
صح [illegible] ۱۲
صح جلد دوم باب النکاح مین گذری ۱۲
صح یہ حدیث احیاء کے الفاظ سے غریب ہو مگر ترمذی نے روایت کیا ہو [illegible] جنکی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہون ۱۲

چمکتا ہے تو اُسکا اثر بدن پر آجاتا ہے اکثر ظاہر و باطن ایک دوسرے کے موافق ہی ہوتے ہین اسیواسطے اصحاب فراست نفس کی بزرگیان معلوم
کرنے کے لیے بدن کی ہیئت کا اعتبار کیا کرتے ہین اور کہتے ہین کہ چہرہ اور آنکھ آدمی کے باطن کا آئینہ ہے کہ اُس سے حال باطن کا کھل جاتا ہے
اسیلیے جو حال آدمی کے اندر ہوتا ہے اُسکا اثر چہرہ اور آنکھ پر آجاتا ہے مثلاً غصہ اور سرور اور غم اگر جیمین ہوتا ہے تو اسکا اثر آنکھ اور چہرے پر معلوم
ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ طلاقت وجہ یعنی کشادہ پیشانی ہونے کو عنوان نفس کے اچھے ہونے کا کہا کرتے ہین اور بعضون کا قول ہے کہ دنیا مین
جتنے بدصورت ہین انکے لیے یہی کافی ہے کہ صورت مین حالش ہیں۔ روایت ہے کہ ایکبار خلیفہ مامون نے کچھ امیدوار فوج مین بھرتی کرنے کو
سامنے بلائے ایک بدصورت بھی انمین تھا اُس سے جو خلیفہ نے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ زبان مین لکنت رکھتا ہے اُسکا نام فہرست سے
خارج کیا اور کہا کہ اگر روح کی چمک آدمی کے ظاہر بدن پر ہوتی ہے تو خوبصورتی حاصل ہوتی ہے اور اگر باطن پر ہوتی ہے تو فصاحت کا جوہر
ہوتی ہے اس شخص کا نہ ظاہر ہی کچھ ہے نہ باطن اور حدیث شریف مین ہے کہ اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جب تم
قاصد کہین کو بھیجو تو خوبصورت اور اچھے نام کا تلاش کیا کرو۔ اور فقہا کتب فقہیہ مین لکھتے ہین کہ جب نمازیون کے درجات ہر ایک
چیز مین مساوی ہون تو امامت کیواسطے بہتر وہ ہے جو زیادہ خوبصورت ہو اور اللہ تعالی نے خوبصورتی پر احسان جتا کر ارشاد فرمایا ہے
وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم اور یہ روایت خود مشہور ہے ان اللہ جمیل ویحب الجمال یعنی اللہ تعالی خود بھی اچھا ہے اور خوبی ہی اسکو محبوب ہے
لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری غرض جمال سے وہ جمال نہین جو محرک شہوت ہو اسطرح کا جمال مونث کا ہوتا ہے بلکہ جمال سے یہ غرض ہے
کہ آدمی میانہ قد راست قامت گوشت مین معتدل اعضا متناسب چہرہ کا اچھا ہو کہ لوگون کو اُسکی طرف دیکھنے سے نفرت نہو۔ اب یہان
یہ اعتراض ہوتا ہے کہ تقریر مذکورہ بالا سے مال و جاہ اور نسب اور اہل اور اولاد سب نعمت مین داخل معلوم ہوتے ہین حالانکہ خدائے تعالی
نے مال و جاہ کی مذمت کی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروہم اور فرمایا انما اموالکم واولادکم فتنۃ اسیطرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دونون کی مذمت فرمائی ہے اور علما بھی انکو برا کہتے چلے آئے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نسب کی
مذمت مین فرماتے ہین کہ آدمی اپنے اعمال نیک کی اولاد ہین اور ہر ایک انسان کی قیمت وہی چیز ہے جو اُسکو اچھا کر دے اور بعض اکابر کا
قول ہے کہ آدمی اپنی ذات سے ہوتا ہے نہ اپنے باپ سے جب مال و جاہ و نسب کا یہ حال ہے تو یہ چیزین نعمت کیسے ہوئین اسکا جواب
یہ ہے کہ جو شخص علوم کو الفاظ منقول اور ماول سے اور روایات عامہ مخصوص البعض سے حاصل کرتا ہے اُسپر گمراہی غالب رہتی ہے جبتک کہ
نور الہی سے ہدایت پاکر اُن علوم کو اصل ماہیت پر حاصل کر لے اور جب انکی حقیقت معلوم ہو جاوے تو نقل کو اُسکے مطابق خواہ تاویل
کر لے یا تخصیص سے اب یہان جو ہم دیکھتے ہین تو ان چیزون کے نعمت ہونے اور آخرت پر معین ہونے مین کچھ انکار نہین ہو سکتا
لیکن انمین فتنے اور خوف بہت ہین مثلاً مال کو ایک سانپ تصور کرنا چاہیے جسمین تریاق نافع اور زہر ہلاہل دونون ہین اب اگر
اسکو کوئی منتر والا پکڑیگا جو زہر سے بچنے کی ترکیب اور تریاق نکالنے کی تدبیر سے ماہر ہے تو اُسکے لیے سانپ پکڑنا نعمت ہے لیکن اگر کوئی
مغرور اسکو پکڑ لیگا تو اُسکے حق مین مصیبت ہے یا مال کو ایک سمندر فرض کرو جسکی تہ مین اقسام جواہر اور موتی ہین تو جو شخص
فن شناوری اور غوطہ زنی مین یکتا ہوگا اور سمندر کی اور آفات سے بچنے کی گھاتین جانتا ہوگا اسکو سمندر کی نعمتین ملینگی اور اگر ہر ایک
امر سے ناواقف ہے تو بیشک ہلاک ہو جاویگا جب اسمین نعمتون کا وجود یقینا ہے تو اسیوجہ سے اللہ تعالی نے مال کی تعریف کی اور اسکو
خیر کی لفظ سے تعبیر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکی تعریف کی چنانچہ حدیث مذکورہ بالا مین گذرا کہ اللہ تعالی کے خوف
کیواسطے مال بہت عمدہ مددگار ہے اسیطرح جاہ و عزت کی بھی خداوند تعالی نے مدح کی کہ آنکے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کیا یعنی
اُنکو سب دینون پر غلبہ دیا اور خلق کے دلون مین انکو محبوب فرمایا اور یہی غرض جاہ سے بھی ہوتی ہے ہان اتنی بات ہے کہ ان دونون کی

مدح تھوڑی سی ہو اور مذمت بہت سی اور جہان برائی ریا کی ہو وہ بھی جاہ کی برائی ہو اسلیئے کہ ریا کا مقصود دلونکا اپنی طرف کھینچنا ہی اور جاہ کا مقصود دلون کا مالک ہونا دونون ایک ہی سے ہین ۔ اور وجہ مدح کی کمی اور ذم کی کثرت کی یہ ہو کہ اکثر آدمی مال کے سانپ کا منتر نہین جانتے اور جاہ کے سمندر مین غوطہ لگانے سے ناواقف ہین اسلیئے انکو انسے ڈرانا ضرور ہوا کیونکہ انکو تریاق ملنے سے پہلے ہی زہر مال کا چڑھ جاتا ہی اور جاہ کے مرواریدپر اطلاع ہی نہین ہونے پاتی کہ اسکی موج برباد کر دیتی ہو ۔ اور اگر مال و جاہ بذات خود ہر ایک شخص کے حق مین برے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ جاہ عنایت نہوتا نہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت ملتی بلکہ بات وہی ہو کہ اور لوگ مثل لڑکون کے ہین اور انبیاء علیہم السلام اور عارفین منتردان ہین جس حیثیت سے لڑکون کو ضرر ہوتا ہی منتروالون کو نہین ہوتا فرض کرو کہ ایک منتردان کا ایک لڑکا محبوب ہو جسکی صلاح اور زندگی اسکو منظور ہو انسے ایک سانپ دیکھا اور جانا کہ اگر مین اس سانپ کو تریاق کے لیے پکڑونگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور جہان سانپ دیکھیگا کھیل کیواسطے پکڑ لیگا اور ہلاک ہو جاویگا تو یہان اسکو دو غرضین پیش ہوتی ہین ایک سانپ مین سے تریاق نکالنا دوسرے لڑکے کی حفاظت تو اسکو چاہیے کہ ان دونون غرضون کو مقابلہ کرے اگر یہ سمجھے کہ تریاق نہ ملنے سے مجھے چندان ضرر نہوگا لیکن اگر سانپ کو پکڑونگا تو یہ لڑکا ضرور میری دیکھا دیکھی پکڑیگا اور اسکے ہلاک ہونے سے میرا بڑا نقصان ہوگا تو اس صورت مین اسکو واجب ہو کہ جب سانپ نظر آوے اسکے پاس سے بھاگے اور لڑکے کو بھی اسکے پاس سے بھگا دے اور اسکی برائی اسکے سامنے بیان کرے کہ خبردار اسکے گرد نہ پھرنا اسمین ایسا زہر ہوتا ہو کہ اس سے کوئی نہین بچتا اور اس سے ہرگز تریاق کا ذکر نہ کرے کہ اسمین تریاق نافع بھی نکلتا ہی کیونکہ مبادا وہ بدون واقفیت کامل اسپر جرات کر بیٹھے اور تباہ ہو جاوے اسیطرح غوطہ خور اگر سمندر مین غوطہ لگانا چاہے اور اسکا لڑکا موجود ہو اور تصور کرے کہ اگر مین غوطہ لگاؤنگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور ڈوب جاویگا تو اسکو چاہیے کہ لڑکے کو سمندر اور دریا کے کنارے سے ڈراوے کہ انکے پاس آنا اچھا نہین یہان آدمی کا پتہ نہین لگتا اور اگر صرف کہنے سے لڑکا باز نرہے بلکہ اپنے باپ کو کنارے پر دیکھکر خود بھی اسی پر سیر کرے تو باپ پر واجب ہو کہ جب لڑکا ساتھ ہو کبھی کنارے پر نجاوے اس سے دور دور رہے ۔ اور چونکہ امت بھی انبیاء علیہم السلام کی کنار شفقت مین مثل ناواقف لڑکون کے ہوتی ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہو انما انا لکم مثل الوالد لولدہ[ح۱] اسلیئے جوش شفقت پدری اسی بات کا مقتضی ہو کہ ہلاک ہونے کی جگہ سے ان ناواقفون کو بچائے جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہو انکم تتہافتون علی النار تہافت الفراش وانا اخذ بحجزکم[ح۲] یعنی تم آگ پر پروانون کی طرح گرتے ہو اور مین تمہاری کمرین پکڑتا ہون ؎ چہ غم دیوار امت راکہ باشد چون تو پشتیبان ؎ اور از اسیجا کہ انبیاء علیہم السلام کا بڑا مقصد اپنی اولاد یعنی امت کا بچانا ہی تھا اور اسلیئے مبعوث بھی ہوے تھے اور مال مین انکو بجز قوت کے اور کوئی غرض نہتی اسلیئے صرف بقدر قوت کے مال پر کفایت کی اور جو بچا اسکو اپنے پاس نرکھا بلکہ دے ڈالا کیونکہ دے ڈالنا ہی اسکا تریاق ہو اور روکنا اسکا زہر قاتل ہو اگر لوگون کے واسطے کسب مال کی اجازت دی جاتی اور اسکے راغب کیے جاتے تو مال کے زہر کی طرف متوجہ ہوتے اور خرچ کرنے کے زہرمہرے پر دھیان نہ دھرتے اسی لیے مال کی مذمت کی گئی اور اس مذمت سے مقصود یہی ہو کہ اسکا روکنا اور اسکے زیادہ ہونے کی حرص کرنی بری بات ہو کہ اس سے دنیا کی رغبت اور اسکے لذات کا میل پایا جاتا ہی اور بقدر کفایت مال کا لینا اور باقی کو خیرات مین خرچ کرنا برا نہین ہر مسافر پر ضرور ہو کہ سفر مین بقدر زاد ہی اپنے ساتھ لے بشرطیکہ اس امر کا ارادہ پختہ ہو کہ اسمین سے اور کسی کے صرف مین نہ آوے مگر جس صورت مین کہ اسکو دوسرون کا کھلانا اور رفقا پر صرف کرنا منظور ہو تو زیادہ زاد سے لینا بھی کچھ مضائقہ نہین اور یہ جو حدیث شریف مین مذکور ہو کہ لیکن بلاغ احدکم من الدنیا کزاد الراکب اسکے یہ معنی ہین کہ صرف اپنے نفسون کے لیے بقدر چاہیے ورنہ اسی حدیث کے راویون مین سے بعض ایسے بھی تھے

ح ۱ مین تمہارے لیے ایسا ہون جیسا باپ اپنے بیٹے کے لیے ۱۲ روایت کیا اسکو ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ [illegible] ۱۲

ح ۲ [illegible] مجھکو چاہیے کہ دنیا میں سے کسی کا توشہ اتنا ہو جتنا سوار کا توشہ ہوتا ہے ۱۲ ابن ماجہ و حاکم بروایت سلمان ۱۲

کہ حدیث مذکور پر عمل بھی کرتے تھے اور ایک جگہ میں لاکھ درم لیتے اور اسی جگہ دے ڈالتے اور ایک کوڑی نہ بچاتے اور جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ تونگر آدمی جنت میں دشواری سے جاوینگے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رض نے آپ سے اجازت
چاہی کہ جو کچھ میرے پاس ہے سب دیے ڈالتا ہوں آپ نے انکو اجازت دے دی اسیوقت حضرت جبریل علیہ السلام اترے اور فرمایا
کہ انکو حکم فرمائیے کہ کھانا کھلاویں اور ننگوں کو کپڑا دیں اور مہمان کی خدمت کریں۔ حاصل یہ کہ دنیا کی نعمتوں میں دوا کے ساتھ ضرر
اور نفع کے ساتھ ضرر ملا ہوا ہے پس جس شخص کو اپنی بصیرت اور کمال معرفت پر اعتماد ہو اسکو چاہیے کہ دنیا کے پاس اسی طرح جاوے
کہ دوا حاصل کرے اور اسکے مرض سے بچا رہے اور جسکو اعتماد نہو اسکو دنیا سے علیحدہ رہنا اور گریز کرنا ہی لازم ہے کہ نہایت محل خوف ہے
سلامت رہنا بہت عمدہ بات ہے بموجب مثل مشہور تندرستی ہزار نعمت ہے ایسے لوگوں کے حق میں سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں اور تمام
لوگ ایسے ہی ہیں صرف وہ لوگ جنکو خداے تعالی بچاوے اور اپنے طریق کی راہ بتاوے وہ البتہ ارباب بصیرت ہیں۔ اب چوتھی
قسم کی نعمتوں یعنی توفیقی نعمتوں کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ انکی طرف حاجت کس طرح ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جسکو توفیق کی
حاجت نہو اور توفیق کے معنی یہ ہیں کہ بندے کے ارادہ و قضا و قدر الہی میں تالیف اور ربط کا ہونا اور اسمیں خیر و شر دونوں شامل
ہیں اور سعادت اور شقاوت دونوں داخل مگر عادت یہ ہوگئی ہے کہ توفیق خاص اسیکو کہتے ہیں جو قضا و قدر میں سے سعادت کے
موافق ہو جسطرح کہ الحاد کو لغت میں میل کو کہتے ہیں مگر اصطلاح میں خاص اس میلان کا نام ہے جو صدق کیطرف سے باطل کیطرف ہو اور اسیطرح
ارتداد کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اسکے معنی بھی لغۃً پھرنے کے ہیں مگر عادۃً امر حق سے پھر جانے کو کہتے ہیں بہرحال توفیق کی حاجت
ہونے میں کچھ شک نہیں جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر گر از حق نہ توفیق خیرے رسد ٭ کز از بندہ خیرے بغیرے رسد ٭ اور ہدایت کا حال
یہ ہے کہ اسکے بدون کوئی شخص سعادت کا طالب نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ انسان کا ارادہ کبھی ایسی چیز کیطرف ہوا کرتا ہے جسمیں اسکی آخرت
کی بہتری ہو لیکن جب ہی سمجھتا ہو کہ میری صلاح و بہتری کس چیز میں ہے یہاں تک کہ فساد کی شی کو بہتری کی چیز جان لے تو صرف
ارادے سے کیا نفع ہوگا غرضکہ ارادہ اور قدرت اور اسباب سے بدون ہدایت کے کچھ فائدہ نہیں اور اسیواسطے اللہ جل شانہ نے
فرمایا ربنا الذی اعطی کل شیء خلقہ ثم ہدی اور فرمایا ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد ابدا ولکن اللہ یزکی من یشاء اور حدیث
شریف میں ملا ہے کہ ما من احد یدخل الجنۃ الا برحمۃ اللہ تعالی یعنی کوئی شخص جنت میں بدون خداے تعالی کی رحمت کے داخل نہوگا
اسمیں رحمت سے مراد ہدایت ہے اس حدیث کو سنکر لوگوں نے عرض کیا کہ آپ بھی بدون رحمت داخل جنت نہونگے آپ نے فرمایا کہ
میں بھی بدون رحمت نہ جاؤنگا۔ اب یہ جاننا چاہیے کہ ہدایت کے تین درجے ہیں پہلا درجہ طریق خیر و شر کا بتانا ہے جو اس آیت میں
مراد ہے وہدیناہ النجدین یعنی ہمنے سوجھا دی اسکو دو گھاٹیاں اور یہ انعام خداوندی اسکے سب بندوں پر ہے بعضوں کو اسنے عقل ہی سے
طریق خیر و شر بتادیا اور بعضوں کو انبیا علیہم السلام کی زبان سے چنانچہ فرمایا آیت واما ثمود فہدیناہم فاستحبوا العمی علی الہدی غرضکہ
اسباب اس ہدایت کے کتب الہی اور انبیا علیہم السلام و بینائی عقول ہیں اور انکے کسیکو روک نہیں مگر وہی شخص رکتا ہے جسکو حسد اور
کبر اور دنیا کی محبت اور ایسے لوازم جنسے دل اندھے ہو جاویں گو آنکھیں نہ پھوٹیں موجود ہوں انہیں سے عادت اور کسی چیز سے مانوس
ہونا اور اسکو اچھا جاننا ہے جو اس آیت میں مراد ہے انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی آثارہم مقتدون اور کبر و حسد کو ان آیات میں ارشاد فرمایا
وقالوا لولا نزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم اور ابشرا منا واحدا نتبعہ یہ باتیں دل کو اندھا کر دیتی ہیں اور اسیوجہ سے راہ پر نہیں آنے دیتیں
دوسرا درجہ ہدایت کا جو اس ہدایت عام کے بعد ہے یہ ہے کہ خداوند کریم اسکے باعث بندہ کی مدد ہر حال میں کرتا رہتا ہے اور نتیجہ مجاہدے کا
یہ ہدایت ہوتی ہے جو اس آیت میں مذکور ہے والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا اور اسمیں بھی یہی مراد ہے والذین اہتدوا زادہم ہدے

تیسرا رتبہ ہدایت کا دوسرے کے بعد ہوا اور وہ ایک نور ہو جو کمال ہدایت کے بعد عالم نبوت اور ولایت مین چمکتا ہو اسکے باعث آدمی کو وہ باتین سوجھتی ہین جو عقل سے نہین معلوم ہوتین جیسے دارا و امر و نواہی الٰہی اور امکان تحصیل علوم کا ہر اس ہدایت کا نام ہدایت مطلق ہو اور اسکے سوا اور ہدایتین اسکے مقدمات اور حجب ہین یہی وہ درجہ ہو جسکو خداے تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا اگرچہ سب اسکی طرف سے ہین چنانچہ فرمایا قل ان ہدی اللہ ہو الہدیٰ اور اسکا نام حیات ہو جو اس آیت مین مذکور ہو اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس اور اس آیت مین بھی یہی مراد ہو افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علیٰ نور من ربہ اور رشد سے ہماری غرض وہ عنایت الٰہی ہو جو انسان کو اپنے مقصد کیطرف متوجہ ہونے کے وقت مدد کرتی ہو یعنی اگر مقصد مذکور مین اسکی بہتری ہوتی ہو تو اسکو قوت دیتی ہو اور اگر اسکے حق مین برائی ہوتی ہو تو اسکو سست کر دیتی ہو اور یہ بات باطن سے ہوتی ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ولقد آتینا ابراہیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین حاصل یہ کہ رشد اس ہدایت کو کہتے ہین جو سعادت کی طرف کو باعث اور محرک ہو مثلاً کوئی لڑکا اگر ایسے حال مین بالغ ہو کہ مال کی حفاظت اور تجارت کے طریقے اور مال کے زیادہ کرنے کی تدبیرون سے واقف ہو مگر باوجود اسکے اسراف کرے اور قصد مال کے بڑھانے کا نکرے تو اسکو رشید نہ کہینگے مالانکہ وہ طریق خیر و شر جانتا ہو مگر چونکہ اسکی ہدایت ناقص ہو کہ اسکے ارادے کو محرک نہوئی اس جہت سے رشید نہوا اسیطرح جو شخص کسی مضر چیز پر عمداً جرات کرے تو اسکو ہدایت تو عنایت ہوئی اور جاہل سے تمیز بھی حاصل ہوئی جو مطلق اسکے ضرر کو سمجھتا ہو لیکن رشد عنایت نہین ہوا اس سے معلوم ہوا کہ صرف اعمال کے طرق پر ہدایت ہونے کی نسبت رشد مین زیادہ کمال ہو اور یہ نعمت بھی بڑی ہو اور تسدید سے یہ غرض ہو کہ بندے کے حرکات کو مطلوب کیطرف متوجہ کرنا اور ان حرکات کا اسپر آسان کر دینا تاکہ بہت جلد صواب کیطرف پختہ ہو جاوے پس جیسے اکیلے ہدایت سے کام نہین چلتا اور حاجت رشد کی جو محرک ارادہ ہو باقی رہتی ہو اسیطرح رشد بھی کافی نہین اسمین ضرور ہو کہ حرکات کی آسانی بذریعہ مساعدت اعضا اور آلات کے ہوتی ہو یہان تک کہ مراد پوری ہو غرضکہ صرف بتلا دینا اور شناخت کرا دینا تو ہدایت ہو اور ارادے کو حرکت کیواسطے متنبہ اور بیدار کرنا رشد ہو اور درستی کیطرف اعضا کی حرکت کو مدد دینی تسدید ہو رہی تائید اسکو ان سب کی جامع سمجھنا چاہیے یعنی اسکے معنی یہ ہین کہ بندے کے کام مین اندر سے تو بصیرت کے باعث قوت دینی اور باہر سے بباعث موافقت اسباب لوازم کے اعانت کرنی اور اس آیت مین بھی مراد ہو اذ ایدتک بروح القدس اور تائید کے قریب قریب عصمت ہو جسکے یہ معنی ہین کہ آدمی کے دل مین عنایت پروردگار ہو جسکے باعث آدمی خیر پر جرات اور شر سے احتراز کرنے پر قادر ہو گویا کوئی اندر روکنے والا موجود ہو کہ معلوم نہین ہوتا اور اسیکو برہان کے لفظ سے خداے تعالیٰ نے ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہو ولقد ہمت بہ وہم بہا لولا ان رای برہان ربہ یہ ہین نعمتین کلی طور پر اور یہ سب انسان مین جبھی جمع ہوتی ہین جبکہ اللہ تعالیٰ فہم صاف اور تیز اور گوش حق نیوش اور دل بصیرت منزل تواضع گزین مراعات آئین اور استاد خیر خواہ اور مال ہین سے اسقدر کہ نہ کمی کے باعث مہمات ضروریات ہی سے قاصر ہو نہ کثرت کی جہت سے مانع اشتغال دینی ہو اور وہ عزت جس سے کہ احمقون کی جہالت اور اعدا کے ظلم سے بچا رہے عنایت فرماتا ہو اور ان سولہ اسباب مین سے ہر ایک چیز بہت سے اسباب چاہتی ہو پھر ان اسباب کے اور اسباب چاہئین یہان تک کہ یہ سلسلہ مسبب الاسباب پر ختم ہوا اور از بسکہ وہ اسباب بہت طول طویل ہین کہ اس جیسی کتاب مین اسکا پورا بیان کرنا ممکن نہین اسلیے ہم نمونہ کے طور پر کچھ لکھے دیتے ہین تاکہ اس سے اس آیت کے معنی سمجھ مین آجاوین وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا

دوسرا بیان اس بات کے نمونہ مین کہ خداے تعالیٰ کی نعمتین بہت اور سلسل خارج حد شمار سے ہین۔ واضح ہو کہ ہم نے تمام نعمتون کو سولہ قسمون مین جمع کیا ہو اور تندرستی منجملہ انکے ایک نعمت ہو جو تیچھلے مرتبے مین واقع ہو اگر اسی کے اسباب

جتنے سے نعمت پوری ہوتی ہی ہم بالکل لکھا چاہین تو یہ ممکن نہین مگر اسباب صحت مین سے ایک کھانا بھی ہو اسکے وہ لوازم جنسے
کھانے کی نعمت پوری ہوتی ہی کچھ تھوڑے سے لکھ دیتے ہین تاکہ مشتے نمونہ از خروارے ہو۔ یہ تو معلوم ہی ہی کہ کھانا ایک فعل ہی
اور یہ فعل اس قسم کا ہی وہ حرکت ہی اور ہر ایک حرکت کے لیے ایک جسم بھی ضرور ہی جو آلۂ حرکت ہی اور اسکو حرکت پر قدرت اور
ارادہ بھی شرط ہی اور اپنی مراد کا علم و ادراک بھی چاہیے پھر کھانے کے لیے غذا ضروری ہی اور غذا کے لیے کوئی چیز ایسی چاہیے
جس سے غذا حاصل ہو اور اسکا کوئی بنانے والا چاہیے جو غذا کو درست کر دے بہین لحاظ اول ہم اسباب ادراک بیان
کرینگے پھر اسباب ارادہ پھر اسباب قدرت پھر اسباب غذا اور ان چارون کو اشارۃ اور مجملاً بیان کرتے ہین مفصل طور پر

اور چونکہ اس بیان مین چند چیزون کا ذکر ہی لہذا اسکے آٹھ نکتے مقرر کیے گئے

نکتۂ اول ان نعمتون کا ذکر جو اسباب ادراک کے پیدا کرنے مین خداے تعالی نے رکھے ہین۔ جاننا چاہیے کہ خداے تعالی
نباتات کو پتھر اور ڈھیلا اور لوہے اور تانبے اور تمام جواہر سے جو بڑھتے اور کھاتے نہین وجود مین کامل تر بنایا ہی بایں طور کہ
نباتات مین ایک ایسی قوت رکھی ہی جس سے وہ غذا اپنی طرف کھینچتے ہین اور یہ قوت انکی رگون اور جڑ مین ہوتی ہی جو زمین مین
رہتی ہین اور انکے لیے یہ رگ و ریشہ آلات ہین کہ انھین کے ذریعے سے غذا کو جذب کرتے ہین اور یہ رگین اول باریک
ہوتی ہین جو پتون پر سو جھتی ہین پھر انکی جڑین موٹی ہوکر پھیلنے لگتی ہین کہ موٹی مین سے اور پتلی رگین متفرع ہوتی ہین اور
انھین سے اور پتلی یہان تک کہ پتلی ہوتے ہوتے پتے کے اجزا مین نظر سے غائب ہو جاتی ہین۔ اور باوجودیکہ نباتات کو یہ کمال ہی مگر پھر بھی
وہ ناقص ہی اسلیے کہ اسکی غذا اگر انکی جڑ مین نہ پہونچیگی اور انکی رگون سے متصل نہوگی تو سوکھ جاوینگا اسکو یہ قدرت نہین کہ غذا
دوسری جگہ سے تلاش کرے کیونکہ تلاش کے لیے دو چیزین چاہیین ایک مطلوب چیز کا جاننا دوسرے اس تک جانا اور نبات ان
دونون باتون سے عاجز ہی تو یہ بھی ایک خداے تعالی کی نعمت ہی جو انسان کے لیے ذریعہ معلوم کرنے کا اور آلات حرکت واسطے
تلاش غذا کے پیدا کیے پھر ترتیب حواس خمسہ مین بھی حکمت خدا نظر آتی ہی یہ سب حواس آلۂ ادراک ہین پہلا حاسہ لمس یعنی چھونے کا ہی
یہ اسواسطے پیدا کیا گیا ہی کہ جب آدمی پر آتش سوزان یا تیغ بران گرے تو اسکے لگتے ہی معلوم کر لے اور علیحدہ ہو جاوے اور یہ
حس حیوان مین اول پیدا ہوتی ہی بدون اسکے حیوان نہوگا اور سب سے کمتر درجہ حس کا یہ ہی کہ جو چیز بدن سے چھو جاوے اسکو
معلوم کر لے کیونکہ دور کی چیز کا معلوم کرنا حس کامل مین داخل ہی اور یہ حس ناقص ہر ایک حیوان مین ہوتی ہی یہان تک کہ کیچوے مین
بھی ہی کہ جب سوئی اسکے بدن پر لگاؤ تو فوراً سمٹنے کے واسطے سکڑ جاویگا اور نبات مین یہ بات نہین اسکو اگر کاٹنے لگتے بھی
نہین سکڑتا اسواسطے کہ اسکو کاٹنے کی خبر نہین ہوتی۔ پھر اگر آدمی مین یہی قوت لامسہ ہوتی تو یہ بھی کیڑے کیطرح ناقص ہوتا
کہ دور سے غذا کی تلاش نہ کر سکتا بلکہ جو چیز بدن کو لگتی اسی کو اپنی طرف کھینچ لیتا اسی لیے حاجت ایسے حس کی بھی ہوئی جس سے
دور کی چیز معلوم ہو سکے اسلیے خداے تعالی نے قوت شامہ پیدا کی کہ اسکے ذریعے سے آدمی کو بو معلوم ہوتی ہی مگر بو سے یہ نہین معلوم
ہو سکتا کہ کس طرف سے آئی اگر انسان بو ہی پر رہتا تو چارون طرف پھرا کرتا جب تک بو والی چیز کے پاس نہ پہونچ جاتا جب بھی ناقص ہی
رہتا اسکے واسطے بینائی پیدا کی کہ دور کی چیز کی جہت بھی معلوم ہو جاوے تاکہ اسی طرف کو حرکت کرے اور اگر صرف آنکھ ہی
ہوتی جب بھی نقصان تھا کیونکہ دیوارون اور پردے کے پیچھے کی چیز معلوم نہوتی وہ غذا کہ جسمین کوئی آڑ حائل نہوتی وہی دیکھا
کرتی ایسے ہی دشمن جو آنکھ کے سامنے ہوتا نظر آیا کرتا لیکن اگر اوجھل ہوتا تو وہ سوجھتا اور کبھی ایسا ہوتا کہ دشمن کے نزدیک پہونچنے تک
اطلاع نہوتی اور بروقت بھاگ نہ سکتا اسکے لیے کان پیدا کیے اور قوت شنوائی عنایت کی جس سے دیوارون اور پردے کے

پیچھے کی آواز سنے کیونکہ آنکھ سے تو سامنے کی چیز معلوم ہو سکتی ہے غائب کا حال بدون کلام و آواز حرکت کے جو قوت سامعہ سے
معلوم ہوتی ہے ادراک نہیں ہو سکتا اسی لیے قوت سامعہ پیدا ہوئی اور کلام کے سمجھنے کی قوت بھی دی گئی جسکے باعث اور حیوانات سے
تمیز ہو گئی اور یہ سب حواس بھی کافی نہوتے اگر قوت ذائقہ نہوتی کیونکہ غذا کے ملنے کے بعد آدمی کو کیا معلوم ہوتا کہ یہ موافق ہے
یا ناموافق کہ کھاتے ہی مرجاویگا جیسے درخت کا حال ہوتا ہے کہ جو چیز سیال اسکی جڑ میں پہونچتی ہے اسکو کھینچ لیتا ہے حالانکہ بعض اشیا
مضر ہوتی ہیں اور انکے باعث سے سوکھ جاتا ہے پھر اگر یہی حواس ہوتے تب بھی نقصان رہتا اگر ایک اور ادراک دماغ کے اگلے
حصے میں پیدا نہوتا جسکو حس مشترک کہتے ہیں جسکے وسیلے سے ان حواس کے محسوسات جمع رہتے ہیں اگر حس مشترک نہوتا تو آدمی بڑی
دقت میں پڑتا مثلاً جب کوئی چیز زرد رنگ کی کڑوی کھاتا اور اسکو ناموافق اپنی طبیعت کے پاکر چھوڑ دیتا تو جب دوبارہ اس چیز کو
دیکھتا تو نہ پہچانتا کہ یہ مضر ہے جب تک کہ دوبارہ نہ چکھتا کیونکہ آنکھ سے زردی سوجھتی ہے تلخی نہیں معلوم ہوتی اور ذائقہ سے تلخی
معلوم ہوتی ہے زردی نہیں سوجھتی تو ضرور ہوا کہ ایک ایسی قوت بھی ہو جس سے زردی اور تلخی دونوں جمع رہیں یہانتک کہ جب
زرد چیز نظر آوے تو وہ قوت حکم کردے کہ یہ کڑوی ہے اور دوسری دفعہ کھانے کی نوبت نہ آوے اور یہ سب حواس مع حس مشترک
انسان میں جیسے پائے جاتے ہیں حیوانات میں بھی ہیں مثلاً بکری میں سب چیزیں موجود ہیں پس اگر انسان کے لیے یہی حواس ہوتے
تب بھی ناقص رہتا جیسے حیوانات ہیں کہ حیلے سے گرفتار ہو سکتے ہیں پھر انکو اس حیلے کے دفع کی قوت نہیں کہ کسی تدبیر سے قید سے
آزاد ہو جاویں اور بعض اوقات کنوئیں میں گر پڑتے ہیں اور انکو یہ نہیں معلوم کہ اسمیں گرنے سے مرجاوینگے اور یہیں وجہ چوپایہ کبھی
ایسی چیز کھا لیتا ہے جو اسکو بالفعل مزہ دار معلوم ہو اور آئندہ کو مضر پڑے تو کھاتے ہی بیمار ہو کر مر جاتا ہے کیونکہ اسکو اسی وقت کا ادراک ہے
انجام کا سوچنا اسکو حاصل نہیں - اور انسان کو خدا تعالیٰ نے ایک اور صفت سے ممتاز کیا جو سب میں اشرف و افضل ہے اور
جسکو عقل کہتے ہیں اس سے انسان غذاؤن کا نفع اور ضرر پہچانتا ہے اور انجام کو جو مضر پڑے وہ معلوم کرتا ہے غذا کا پکانا اور
اسکو مرکب کرنا اور اسکے سامان مہیا کرنے یہ سب باتیں عقل سے ہوتی ہیں تو صرف غذا کے باب میں جو سبب آدمی کی تندرستی کا ہے
عقل اتنی کافی ہے حالانکہ یہ فائدہ عقل کا نہایت ادنی ہے اور ایک ذراسی حکمت ہے بڑی حکمت عقل میں خدا تعالیٰ کی معرفت اور اسکے
افعال کا جاننا اور عالم میں اسکی حکمت کو پہچاننا ہے اس صورت میں فائدہ حواس کا اور کا اور ہو جاتا ہے یعنی حواس خمسہ آدمی کے
حق میں مثل جاسوسوں اور مخبروں کے ہو جاتے ہیں جو سلطنت کے اطراف میں بادشاہوں کی طرف سے مقرر رہتے ہیں اور انمیں سے
ہر ایک کو ایک خاص کام سپرد ہو جاتا ہے مثلاً آنکھ کو رنگوں کی خبر اور کان کو آوازوں کی خبر اور ناک کو خوشبو کی خبر اور ذائقے کو
غذا کی خبر اور لامسہ کو سردی گرمی اور سختی و نرمی اور ہمواری و ناہمواری کی خبر متعین ہو جاتی ہے اور یہ جاسوس تمام مملکت میں سے
خبریں لیکر حس مشترک کو حوالہ کرتے ہیں جو دماغ کے پھاٹک پر بیٹھا ہوا ہے جیسے پرچہ نویس اور عرض بیگی بادشاہوں کی ڈیوڑھی پر رہتے ہیں
کہ جو کچھ اطراف سلطنت میں سے کاغذات یا اخبار آتے ہیں انکو بجنسہ بادشاہ کے حضور میں پہونچا دیتے ہیں زیادہ انکو اختیار نہیں
فقط اتنے ہی واسطے ہیں کہ جو ان کے تئین اخبار و کاغذات سربمہر جمع کریں اور حفاظت سے بادشاہ کے پاس پہونچا دیں مگر انکے
اندر کی حقیقت انکو کچھ نہیں معلوم ہوتی اسی طرح حس مشترک بھی تمام محسوسات حواس خمسہ کے دل کے پاس جو بمنزلہ امیر و بادشاہ کے ہے
پہونچا دیتا ہے اور وہ اگر عاقل ہوتا ہے تو ان اخبارات کی تفتیش کرتا ہے اور انہیں سے اسرار مملکت پر واقف ہو کر احکام عجیبہ نافذ
کرتا ہے جنکا بیان کامل یہاں نہیں ہو سکتا اور جب حکم و مصلحت کو وہ مناسب جانتا ہے اسی کے موافق اپنے لشکر یعنی اعضا کو جنبش دیتا ہے
کبھی تلاش کے لیے اور کبھی گریز کے لیے اور کبھی اتمام تدبیرات کے لیے جو اسکو پیش آتی رہتی ہیں غرضکہ ادراک کی چیزوں میں

خداے تعالی کی نعمتون کا اس طرح انتظام ہوا اور یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ ہمنے اسکا بیان پورا لکھا ہو اسلیے کہ اگر کامل بیان کیا جاوے
تو دفتر کے دفتر چاہیین مثلا حواس ظاہری انسان کے تھوڑے سے حواس ہین یعنی بالکل یہی نہین ہین انکے سوا اور بھی ہین جیسے
حواس باطنی مثلا اور ان حواس مین ایک حس بینائی ہو اور اسکے لیے آنکھ ایک آلہ ہو اور اسمین اگر تامل کیا جاوے تو دس
طبقات مختلف سے بنی ہوئی ہین کہ بعضے انمین سے رطوبات ہین اور بعض پردے ہین اور ان پردون مین بعضے مکڑی کے
جالے ہین اور بعضے رحم کی جھلی کی طرح کے ہین اور رطوبتون مین سے بعضے انڈے کی سفیدی کے مثل ہین اور بعض برف کے
مانند اور ان دسون طبقات مین سے ہر ایک کے لیے ایک صفت اور صورت اور عرض اور گولائی اور بناوٹ خاص ہو کہ اگر دس
مین سے ایک مین بھی خلل آجاوے یا کسی صفت ہی مین قصور ہو جاوے تو بینائی مین ایسا قصور ہو جاوے کہ اطبا اور کحال ب
اسکے علاج سے عاجز ہو جاوین جب ایک حس مین یہ حال ہو تو قوت شنوائی یا دوسرے حواس کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔ بلکہ
اصل یہ ہو کہ اللہ تعالی نے جو حکمتین اور نعمتین آنکھ مین اور اسکے طبقات مین رکھی ہین انکا بیان بہت کتابون مین بھی نہین سما سکتا ہو
حالانکہ سب ملک بدن کا ایک چھوٹا سا حصہ ہو پھر سارے بدن اور عضا مین جو باتین ہین وہ کس طرح بیان ہو سکتی ہین حاصل یہ
اور اکات کی پیدایش مین جو خداے تعالی نے نعمتین رکھی ہین انکے نمونہ یہ ہین جو بیان ہوے۔

نکتہ دوم ان نعمتون کے اقسام مین جو ارادون کی پیدایش مین خداے تعالی نے رکھی ہین۔ واضح ہو کہ اگر آدمی مین بینائی ہوتی
جس سے دور کی غذا دیکھ لیا کرتا اور طبیعت مین میل اور رغبت اسکی طرف پیدا نہوتی جس سے کہ حرکت اس طرف کو ہوتی ہو تو بینائی بیکار
ہوتی دیکھو بہت مریض ایسے ہوتے ہین کہ غذا کو دیکھتے ہین اور سب سے زیادہ نافع چیز یہی ہو مگر چونکہ رغبت انکے دل مین نہین رہتی تو
نہین کھاتے انکی بینائی اس باب مین بیکار ہو اسی لیے انسان کے واسطے ضرور ہوا کہ موافق چیز کی طرف رغبت ہو جسکا نام شہوت ہے
اور مخالف چیز سے نفرت ہو جسکو کراہت کہتے ہین تاکہ شہوت کے باعث سرگرم طلب ہو اور کراہیت کے سبب سے بھاگے پس اللہ تعالی
نے اسمین خواہش غذا پیدا کر کے اسکو اسپر مسلط کر دیا کہ اشتہا کے تقاضے سے خواہ مخواہ کھانے کی طرف مضطر ہو اور غذا کھا کر زندہ
رہے اور اس بات مین حیوانات کو بھی انسان سے شرکت ہو مگر نباتات کو نہین پھر بقدار ضرورت کے کھانے کے بعد اگر یہ شہوت
نہ ٹھہرتی اور نوبت زیادتی کی ہوتی تو آدمی مر جاتا جیسے کھیتی کہ جتنا پانی ڈالو کھینچتی چلی جاتی ہو یہان تک کہ بگڑ جاوے اسکے واسطے
آدمی کی ضرورت ہو جو پانی کا اندازہ مقرر کرے اور حاجت کے وقت دیوے ورنہ روک دیوے اسوقت کے دور کرنے کے لیے
خداے تعالی نے آدمی مین نفرت پیدا کی کہ پیٹ بھرنے کے بعد دل پھر جاوے اور غذا ترک کرے اور جس طرح کہ انسان کے لیے
کھانے کی شہوت پیدا ہوئی کہ اسکے باعث کھاوے اور بدن سلامت رہے اسی طرح شہوت جماع بھی پیدا کی کہ اسکے باعث
نسل قائم رہے اور اگر ہم خداے تعالی کی صنعت بیان کرین کہ رحم کو کیسے بنایا اور پیدایش حیض کی اور مرکب ہونا بچے کا منی اور
خون حیض سے اور کیفیت پیدایش خصیتین کی اور جو رگین کہ انمین پشت کی ان ہڈیون سے گئی ہین جنمین نطفہ رہتا ہو اور کیفیت
عورت کی منی گرنے کی سینہ کی رگون سے اور کیفیت رحم کے اندر کے سانچون کی جنمین سے بعض مین نطفہ جا کر مرد بنتا ہو اور
بعض مین عورت اور کیفیت نطفہ کے پھیلا کر کی چھلکے اور لوتھڑے اور ہڈی اور گوشت اور خون مین اور کیفیت اسکے اجزا کے
تقسیم کی یعنی سر اور ہاتھ اور پاؤن اور پیٹ اور پیٹھ اور تمام اعضا کی بیان کیجاوے تو ناظرین کو اپنی ابتدا سے پیدایش مین انواع
و اقسام کے عجائب الٰہی معلوم کر کے نہایت تعجب ہو گا نہ کہ ایسے کہ سنکر بھی تعجب نہ کرین لیکن چونکہ ہمکو صرف نعمتین کھانے کی بیان
کرنی منظور ہین اسلیے طول کلام کو ترک کر کے اسی پر اکتفا کرتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ خواہش طعام انسان مین منجملہ ارادون کے ہو

اور صرف یہی کافی نہین اسلیے کہ اُسکے گرد چہار طرف سے مہلکات بھی تو آتے ہین پس اگر اُسمین غضب پیدا کیا جاوے جس سے کہ
مخالف اور ناموافق کو اپنے اوپر سے دفع کر سکے تو بہتیری آفات کا ہدف بنیگا اور جو غذا کہ مین سے پیدا کریگا چھن جاویگی کیونکہ
ہر ایک اُسکا خواہشمند ہی اسلیے ضرور ہوا کہ ارادہ دفع اور مقاتلہ بھی آدمی مین ہو جسکا نام غضب ہی۔ پھر شہوت و غضب سے بھی کام نہین نکلتا
اسلیے کہ ان دونون کا فائدہ و نقصان حال ہی مین رہتا ہی مآل مین کچھ کام نہین آتے اس لحاظ سے خداے تعالی نے آدمی مین ایک اور
ارادہ پیدا کیا جو عقل کے اشارے پر چلتا ہی جس سے کہ انجام سوچا جاتا ہی اور شہوت و غضب کو جسکے ادراک کا محکوم بنایا جس سے حالت
موجود معلوم ہوتی ہی غرضکہ اس ارادے کے باعث آدمی کو عقل سے نفع کامل ہوا اسلیے کہ صرف یہ جان لینا کہ شہوت مثلاً مضر ہی اوس سے
بچنے کے لیے کافی نہین جب تک کہ اس معرفت کے موافق رغبت عمل نہو اور یہ ارادہ صرف انسان کو ملا ہی بہائم کو نہین ملا جیسے کہ
انجامون کا سوچنا بھی انسانون ہی کو عنایت ہوا ہی اسمین انسان کا شرف منظور تھا اسی ارادے کا نام ہمنے باعث دینی رکھا ہی اور
صبر کے بیان مین یہان سے زیادہ اُسکی تفصیل کی ہی۔

تیسرا نکتہ قدرت اور آلات حرکت کی پیدائش مین خداے تعالی کی نعمتون کا بیان۔ جاننا چاہیے کہ حس سے صرف ادراک
ہو جاتا ہی اور ارادے سے خواہش طلب یا گریز کی ہوتی ہی مگر جب تک آلہ طلب یا گریز نہو تو ادراک و خواہش کو کیا کرے دیکھو
مریض درماندہ دور کی چیز دیکھکر اُسکا مشتاق ہوتا ہی لیکن پاؤن مین قوت نہونے سے اُس تک نہین جا سکتا یا بعض اوقات
فالج وغیرہ مارتا ہی تو وہ خود بیکار ہو جاتا ہی اگر چیز ملی بھی تو نہین کھا سکتا اسلیے ضرور ہوا کہ آدمی کے لیے آلات حرکت بھی ہون اور
حرکت پر قدرت بھی ہو تاکہ مقتضاے شہوت کے بموجب حرکت کرنی طلب کہلاوے اور کراہت کے باعث گریز اسی حکمت کے
لیے خداے تعالی نے انسان و حیوان کو اعضا عنایت فرمائے کہ جو ظاہر مین نظر آتے ہین اور اُنکے اسرار معلوم نہین۔ انمین سے
بعض اعضا ایسے ہین جو طلب اور گریز دونون کے لیے ہین جیسے انسان و چوپایون کے لیے پاؤن اور پرندون کے لیے پر اور
بعض دفع کے لیے ہین جیسے انسان کے ہتیار اور حیوان کے سینگ اور اسباب مین حیوانات بہت مختلف ہین بعض جاندار ایسے ہین
کہ اُنکے دشمن بہت ہین اور غذا اُنکی دور رہتی ہی اسی لیے اُنکو تیز حرکت کی حاجت ہوتی ہی تو اُنکے لیے پر عنایت ہوے کہ جلد
اُڑ سکین اور بعض کو چار پاؤن عنایت ہوے بعض ایسے ہین کہ انکے دو ٹانگین ہین بعضے زمین ہی پر رینگتے ہین اس اختلاف کا
ذکر طول چاہتا ہی اسوجہ سے ہم ان اعضا کا ذکر کرتے ہین جنسے کھانا پورا ہوتا ہی تا کہ اور اعضا کو بھی اُسپر قیاس کر لیا جاوے۔
پس ہم کہتے ہین کہ اگر آدمی دور سے کھانا دیکھے اور اُسکی طرف حرکت کرے تو صرف حرکت کافی نہوگی جب تک کہ اُسکو لے نہ لے
اسی لیے حاجت ایک پکڑنے کی چیز کی بھی ہوئی اسکے لیے خداے تعالی نے دو ہاتھ پیدا کیے جو لمبے اور چیزون کی طرف پھیلتے ہوے
ہین اور انمین بہت سے جوڑ ہین تاکہ ہر طرف حرکت کر سکین اور پھیل سکین سکڑ سکین گڑے ہوے لکڑی کی طرح نہون پھر ہاتھ کے
سرے پر ہتھیلی لگا کر اسکو چوڑا کر دیا اور ہتھیلی کا سرا پانچ جگہ انگلیون مین پھانٹ کر دیا اور انگلیون کی دو طرف کین ایک طرف کو انگوٹھا
باقی کے چارون پر گھومتا ہوا بنایا اگر سب انگلیان ایکجانب کو یا جڑی ہوئی ہوتین تو پورا مطلب نکلتا اسلیے اُنکو اسی طرح پر
رکھا کہ آدمی پھیلا دے تو بیلچے کا کام دے اور اگر ملا کر خم دے تو چمچہ ہو جاتا ہی اور اگر خوب بند کر لے تو مارنے کا آلہ یعنی گھونسا
بنجاتا ہی اور کسی چیز پر ملا کر بند کرنے سے پکڑنے کا آلہ ہی پھر ان انگلیون کے سرون پر ناخن پیدا کیے تاکہ ٹوٹنے نپاوین اور جو
چیز باریک انگلیون سے نہ اُٹھے وہ ناخنون سے لے سکین۔ اب فرض کرو کہ غذا ہاتھ مین بھی آجاوے تب بھی بیکار ہی جب
تک کہ معدے مین نپہونچے اور معدہ اندر ہے تو ضرور ہی کہ باہر کیطرف اُسمین پہونچنے کی کوئی راہ ہونی چاہیے تاکہ اُس

راہ سے غذا معدے میں جاوے اسکے واسطے خداے تعالی نے منہ بنادیا جس سے راستہ معدے کی طرف ہوا اور منہ میں
کچھ بھی فائدہ نہیں کہ کھانے کو معدے تک پہونچا دیتا ہو بلکہ اسکے سوا اور بہت سے حکمتیں ہیں پھر اگر غذا کے لقمے کو منہ میں بھی کھلا لیا
تو ثابت کا نگلنا دشوار ہوا اسکے واسطے ایک چکی چاہیے جسمیں غذا پیس جایا کرے پس خداے تعالی نے دو جبڑے ہڈی کے
بنائے اور انمیں دانت لگائے اور اوپر کی داڑھوں کو نیچے کی داڑھوں پر مطابق کر دیا تاکہ انمیں غذا پیس جایا کرے پھر بعض
غذا محتاج پیسنے کی ہوتی ہو اور بعض کاٹنے کے بعد اور بعض توڑنے کے بعد محتاج پیسنے کی ہوتی ہو اس غرض کیواسطے دانتوں کی
تقسیم بھی تین طرح کی ہوئی ایک داڑھیں جنکا کام پیسنا اور چبانا دوسرے آگے کے دانت جو تیز ہیں اور کاٹنے میں کام
آتے ہیں تیسرے کیلیاں جو غذا کے توڑنے اور جدا کرنے میں مستعمل ہوتی ہیں پھر جبڑوں کا جوڑ ڈھیلا بنایا تاکہ نیچے کا جبڑا آگے پیچھے
ہو سکے اور اوپر کے جبڑے پر چکی کیطرح پھر سکے اگر یہ بات نہوتی تو صرف دونوں جبڑے کھٹا کھٹ ہوجایا کرتے چبانے کی غرض
پوری نہوتی مگر خداے تعالی کا انعام ہو کہ اسنے نیچے کے جبڑے میں تو حرکت دیدی رکھی اور اوپر کے جبڑے کو ساکن بے حرکت
رکھا یہ بھی ایک صنعت عجیب ہو تمام جہان کی بنائی ہوئی چکیوں میں نیچے کا پاٹ جار رہتا ہو اور اوپر کا گردش کرتا ہو لیکن خدا کی
بنائی ہوئی چکی میں نیچے کا گھومتا ہو اوپر والے پر واقع میں اسکی شان اور برہان اور اسکے لطف و احسان کا کیا کہنا ہو
پھر اگر یہی مان لیا جاوے کہ آدمی غذا کو منہ میں بھی رکھ لے تو کھانا دانتوں کے تلے کیسے جا سکتا ہو دانت اسکو کھینچ نہیں
سکتے انگلی سے ادھر ادھر ہٹانے میں نہایت دقت ہو اسکے لیے دیکھو اللہ تعالی نے کیا عمدہ نعمت زبان کی پیدا کی کہ منہ میں
سب طرف گھومتی ہو اور غذا کو بیچ میں سے حاجت کے موافق دانتوں میں پہونچاتی رہتی ہو جیسا آٹا پیسنے میں تھوڑا تھوڑا
مٹھی سے ڈالتے جاتے ہیں اور یہ فائدہ زبان کا ایک ادنی فائدہ ہو اور دوسرے فوائد مثلا ذائقہ اور عجائب طاقت کلام اور دوسری
حکمتیں اتنی ہیں کہ انکو ذکر کرنے سے ہم گفتگو نہیں بڑھاتے پھر فرض کرو کہ آدمی نے غذا کو کتر کر چبا لیا اور وہ سوکھی ہو تو نگلنے پر
قادر نہوگا جب تک کہ کوئی رطوبت ایسی نہو جس سے کہ غذا حلق میں پھسل جاوے اسکے لیے خداے تعالی نے زبان کے نیچے
ایک چشمہ رکھا ہو جسمیں سے لعاب بہتا ہو اور بقدر حاجت گرتا جاتا ہو یہاں تک کہ غذا اس سے خمیر ہو جاتی ہو اور یہ بھی قابل غور ہو
کہ زبان کو اس کام کے لیے کیا مسخر کیا ہو کہ ابھی کھانا دور ہی ہوتا ہو مگر یہ بیچاری خدمت کے لیے اور لعاب گرانے کو تیار
ہوجاتی ہو حتی کہ بعض اوقات باچھوں تک رال آجاتی ہو اور کھانا ابھی دور ہی ہوتا ہو پھر یہ غذا جو لعاب سے گوندا ہوا جاتی ہو
معدے میں اسکو کون پہونچا دے ہاتھ سے دھکیلی نہیں جاتی نہ معدے میں ہاتھ ہو کہ منہ میں سے غذا کو گھسیٹ لے اسلیے خداے
تعالی نے مری اور نرخرہ بنائے اور نرخرہ کے سرے پر کچھ پردے بنا دیے جو غذا کے لینے کیواسطے کھل جاتے ہیں پھر بند
ہو کر بھنچتے ہیں یہاں تک کہ انکے دبنے کے باعث غذا لڑھکتی ہوئی معدے میں جا پڑتی ہو اور جب معدے میں پہونچتی ہو
تو کتری ہوئی روٹی یا چھوٹے چھوٹے ٹکڑے میوہ کے ہوتے ہیں انمیں یہ لیاقت نہیں ہوتی کہ بدن کا گوشت یا ہڈی
اسیطرح بنجاویں بلکہ ضرور ہو کہ پکا کر غذا کے اجزا مثل ان اشیا کے ہوجاویں بہمیں وجہ خداے تعالی نے معدے کو ہنڈیا کی
صورت بنایا جب کھانا اسمیں پہونچتا ہو تو بیچ بطن کے دروازے بند ہوجاتے ہیں اور یہاں تک معدے میں ٹھہرتا ہو کہ
ہضم اور پختگی اسمیں اچھی طرح ہوجاوے اور پختگی کھانے کی اس گرمی سے ہوتی ہو جو معدے کے چار طرف کے اعضا کے
محیط سے اسکو پہونچتی ہو کیونکہ داہنی طرف اسکے جگر ہو اور بائیں طرف تلی اور آگے کیطرف چربی کی چادر اور پیچھے پیٹھ کا گوشت
ان اعضا کی گرمی سے چار طرف سے معدے میں حرارت پہونچتی ہو یہاں تک کہ غذا ایک گرم بہتی چیز بشکل آشجو ہوجاتی ہو اور

اس قابل ہوتی ہو کہ رگون کے اندر جاسکے کیونکہ ابھی اس قابل نہین کہ غذاے بدن ہو اب معدے سے جگر تک چند راستے رگون کے
خداے تعالی نے بنائے ہین اور انہین بہت سے منفذ رکھے ہین کہ غذا انہین ہو کر جگر تک پہونچ جاتی ہو جگر کا خمیر خون سے بنا ہو گویا کہ
خون ہی ہو اور اسمین بہت سی باریک رگین ہین کہ اُسکے تمام اجزا مین پھیلی ہوئی ہین پس غذا جو جگر مین آتی ہو ان رگون کے ذریعے سے
تمام جگر مین پھیل جاتی ہو یہان تک کہ جگر کی قوت اسپر غالب آکر خون کا رنگ کر دیتی ہو اور یہ غذا جگر مین اتنی دیر ٹھہرتی ہو کہ اُسکو ایک
پختگی آ ورہو جاوے اور صاف خون کی صورت ہو جاوے جسکو لیاقت غذاے اعضا کی ہو پھر جب حرارت جگر اُسکو پکاتی ہو تو اس
خون مین سے دو میل نکلتے ہین جیسے اور پکتی چیزون مین سے نکلا کرتے ہین ایک تو تیل کی گاد کی صورت ہوتا ہو جسکو خلط سوداوی
کہتے ہین اور ایک مسکہ کی صورت جسکو صفرا کہتے ہین اور اگر یہ دونون فضلے غذا مین سے علیحدہ نہون تو اعضا کا مزاج بگڑ جاوے
اسیلیے خداے تعالی نے پتا اور تلی بنائی اور ہر ایک کی ان دونون مین سے ایک گردن جگر تک لمبی کہ اُسکے اندر گھسی رہتی ہو بنائی
پتے کا کام یہ ہو کہ فضلہ صفراوی کو کھینچ لیتا ہو اور تلی سوداوی فضلے کو جذب کرتی ہو اب یہ دونون فضلے نکلکر خون صاف رہجاتا ہو
صرف اسمین رقت اور رطوبت رہتی ہو اگر یہ رقت اور رطوبت نہو تو خون پتلی رگون مین جاسکے نہ اور اعضا مین چڑھ سکے اور
زیادتی رطوبت بھی ٹھیک نہین اسکے دور کرنے کے لیے خداوند حکیم نے دو گردے پیدا کیے اور انہین سے بھی ایک ایک گردن
جگر تک رکھدی اور عجیب حکمت یہ رکھی کہ انکی گردنون کو جگر کے اندر نہین کیا بلکہ ان رگون کے پاس رکھا جو جگر کے اوپر کو نکلی
ہوئی ہین اسمین یہ حکمت ہو کہ گردے رطوبت خون اسوقت جذب کرین جب خون جگر کی باریک رگون مین سے نکل آوے کیونکہ
اگر اس سے پہلے جذب کرین تو خون گاڑھا ہو جاوے اور رگون سے نہ نکلنے پاوے بہرحال جب خون مین سے رطوبت بھی جدا
ہو جاتی ہو تو تینون فضلون سے خون صاف ہو کر ان اشیا سے جو غذا کی مفسد ہین پاک و شستہ ہو جاتا ہو پھر اللہ تعالی نے جو جگر سے
رگین نکالی ہین اُنکے بہت سے اقسام کیے ہین اور ہر قسم مین سے بہت سے شعبے جدا کر کے تمام بدن مین سر سے پانون تک اندر
اور باہر پھیلا دیے ہین اور وہ خون صاف انہین کو ہو کر تمام اعضا مین پہونچتا ہو اور ان رگون کے شعبے پتلے ہوتے ہوتے
ایسے ہو جاتے ہین کہ آنکھ سے نہین سوجھتے جیسے درخت اور پتون کی رگین آخر کو ہو جاتی ہین۔ غرضکہ انھین کے ذریعے سے تمام
اعضا مین غذا پہونچتی ہو اور اگر پتے پر کوئی آفت آتی ہو اور فضلہ صفراوی کو نہین کھینچتا تو خون فاسد ہو جاتا ہو اور اُس سے
امراض صفراوی مثل یرقان اور پھنسیون اور سرخ باد وغیرہ کے پیدا ہوتے ہین اور اگر تلی پر کوئی آفت ہوتی ہو اور خلط سوداوی کو
جذب نہین کرتی تب سوداوی مرض مثل چھیپ اور جذام اور مالیخولیا وغیرہ کے پیدا ہوتے ہین اور اگر گردون کی طرف رطوبت
نہین جاتی تو اسوقت رطوبت کے امراض مثل جلندر وغیرہ کے ظاہر ہوتے ہین۔ اب حکیم مطلق کی حکمت کو دیکھنا چاہیے کہ ان
ادنی چیزون سے کیسے فائدے رکھے ہین پتا اپنی ایک گردن سے فضلہ کھینچتا ہو اور دوسری راہ سے اُس فضلے کو آنتون مین بہا دیتا ہو
تاکہ اسمین غذا کے آگے چلنے کے لیے ایک چکناہٹ رہے اور آنتون مین خراش پیدا ہو جس سے طبیعت تقاضاے حاجت کو چاہے
اور پاخانے کے وقت چکنائی کے باعث فضلہ جلد نکلے اور زردی رنگ پاخانے کی اسیوجہ سے ہو کہ اسمین خلط صفراوی کا میل
ہوتا ہو۔ اور تلی اپنے فضلے کو ایسا کر دیتی ہو کہ اُسمین ترشی اور بستگی آجاوے اور اُسمین سے کسیقدر ہر روز منہ معدہ پر پہونچا دیتی ہو
تاکہ ترشی کے باعث اشتہا جنبش مین آوے اور معدے کو غذا پر انگیختہ کرے اور باقی فضلے کو پاخانے کے ساتھ باہر نکال دیتی ہو
اور گردے اس رطوبت مین سے جسقدر خون ہوتا ہو اُسقدر کو اپنی غذا کرتا ہو اور باقی کو مثانہ مین دفع کرتا ہو۔ اب چاہیے کہ
اسباب غذا کی نعمتون کو ہم یہان ہی تک چھوڑ دین ورنہ اگر ذکر کرین کہ جگر کو حاجت دل اور دماغ کی کس طرح ہو اور اعضاے

رئیسہ مین سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی حاجت کیونکر ہو اور دل مین سے اچھلتی رگین تمام بدن مین کیسے پھیلی ہین جنکے ذریعے سے حس اعضا مین ہوتی ہو اور دوسری رگین جنمین سے ہوکر غذا تمام بدن مین پہونچتی جگر سے کس طور متفرق ہوئی ہین پھر اُس سے اعضا کیونکر بنتے ہین اور ہڈیان اور پٹھے اور رگین اور اوتار اور رباط اور کرّی ہڈیان بدن مین کتنی ہین تو کلام بہت بڑھ جاویگا حالانکہ کھانے کے واسطے ہر ایک کی احتیاج ہو اور دوسری غرضون کے واسطے بھی ہین بلکہ آدمی مین ہزارون پٹھے اور رگین اور جھلیان چھوٹی اور بڑی اور پتلی اور موٹی کہ بعضی بہت پھیلاؤ رکھتی ہین اور بعضی کم یہ سب موجود ہین اور انمین سے ایسی کوئی نہین جسمین ایک یا دو یا تین یا چار یا دس یا زیادہ حکمتین نہون اور یہ سب خدا کی نعمتین ہین جو انسان پر اُسنے کی ہین اگر ان سب مین سے کوئی چلتی رگ ٹھہر جاوے یا ساکن رگ حرکت کرے تو بیچارہ آدمی ہلاک ہو جاوے پس آدمی کو چاہیے کہ اول ان نعماے الٰہی کو اپنے اوپر دیکھے تاکہ پھر شکر کر سکے۔ آدمی کو خداے تعالیٰ کی نعمتون مین سے بجز ایک ادنیٰ نعمت کھانے کے اور کیا معلوم ہو اور اسمین بھی یہی معلوم ہو کہ بھوک لگی تو کھا لیا اور اتنی بات گدھا بھی جانتا ہو کہ بھوکا ہوا تو کھا لیا اور تھک گیا تو سو رہا اور شہوت ہوئی دفع شہوت کر لی اور آرام سے رہا تو ٹاپنے اور لات مارنے لگا جب آدمی اپنے نفس مین اُسیقدر جانتا ہو جتنا گدھا جانتا ہو تو اداے شکر الٰہی اُس سے کس طرح ہو۔ یہ مقدار جو ہمنے مختصراً بطور اشارہ نعماے الٰہی کے بیان کی ایک قطرہ بحر نعماے الٰہی سے ہو اسی پر بھلا اُن باتون کو بھی قیاس کر لینا چاہیے جنکو طول کلام کے خوف سے ہمنے چھوڑ دیا ہو اور نعمتون مین سے جسقدر ہمنے بیان کی ہین اور تمام خلق کو معلوم ہین اگر اس مقدار کو اُن نعمتون کی نسبت کر دیکھین جنکو لوگ نہین جانتے تو سمندر کے ایک قطرے سے بھی کم نظر آوین مگر اتنی بات ہو کہ جو شخص انمین سے کچھ جانتا ہو اُسکو شمہ معنی اس آیت کا معلوم ہو جاتا ہو وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوہا پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ خداے تعالیٰ نے قوام ان اعضا کا اور انکے منافع کا کیسے ایک بخار لطیف سے منتظم کر رکھا جو اخلاط اربعہ سے نکلتا ہو اور دل مین اُسکا قرارگاہ ہو وہان سے تمام بدن مین بذریعہ اچھلتی رگون کے پھیلتا ہو اسطرح کہ جس جزو بدن تک پہونچتا ہو اُسکے پہونچتے ہی اُس جزو مین قوت حس اور ادراک اور قوت حرکت اور سب حاجت کی چیزین پیدا ہو جاتی ہین جیسے چراغ کو گھر مین پھراؤ تو جس کونے مین جاویگا وہی اسکی روشنی سے بحکم خدا اور اُسکے اختراع سے روشن ہو جاویگا اُسنے اپنی حکمت سے چراغ کو سبب روشنی کا بنایا ہو اور یہ بخار لطیف اصطلاح اطبا مین روح کہلاتا ہو اُسکا محل دل ہو مثال مفروض مین جرم شعلہ کو بخار سمجھنا چاہیے اور قلب مثل ظرف چراغ کے ہو اور خون سیاہ جو دل کے اندر ہو وہ مثل بتی کے ہو اور غذا اُسکے لیے مثل روغن کے ہو اور حیات ظاہری جو سب اعضا مین اُسکے باعث ہو اُسکو بمنزلہ روشنی چراغ کے تمام گھر مین تصور کرنا چاہیے اور جسطرح کہ چراغ روغن نہ رہنے سے گل ہو جاتا ہو اسیطرح چراغ روح بھی غذا نہ ملنے سے ٹھنڈا ہو جاتا ہو اور جسطرح کہ بتی کبھی جلکر خاک ہو جاتی ہو اور تیل نہین پیتی اور باوجود کثرت روغن کے چراغ سرد ہو جاتا ہو اسیطرح وہ خون جو دل مین ہو کبھی زیادتی حرارت دل سے جل جاتا ہو اور باوجود غذا روح تحلیل ہو جاتی ہو اسلیے کہ خون دل غذا کو قبول نہین کرتا جس سے کہ روح باقی رہے جیسے کہ راکھ تیل کو ایسی طرح نہین پیتی جس سے شعلہ پیدا ہو اور جیسے چراغ کبھی تو سبب داخل کے باعث بجھ جاتا ہو جیسا اوپر گذرا اور کبھی سبب خارجی سے گل ہوتا ہو مثلاً آندھی چلنے کے باعث اسیطرح روح بھی کبھی اسباب داخلی مذکورہ بالا سے فنا ہوتی ہو اور کبھی سبب خارج مثل قتل وغیرہ کے باعث اُسکی فنا کا ہوتا ہو اور جیسے کہ تیل کے نہ رہنے یا بتی کے بگڑنے یا آندھی چلنے یا کسی آدمی کے گل کرنے سے چراغ کے گل ہونے کے لیے اسباب خداے تعالیٰ کے علم مین مقدر اور مرتب ہین اور یہ سب باتین بموجب تقدیر الٰہی کے سرزد ہوتی ہین اسیطرح روح کا فنا ہونا کسی علت سے بموجب حکم خدا کے ہوتا ہو اور جسطرح کہ چراغ کا گل ہونا اُسکے وجود کی انتہا ہو تو یہ بھی اُسکی

اگر گنو نعمتیں اللہ کی تو نہ گن سکو

مدت ام الکتاب مین معین ہوئی ہوگی اسیطرح روح کی فنا کو تصور کرنا چاہیے اور جس طرح کہ چراغ کے گل ہوتے ہی تمام گھر مین اندھیرا ہوجاتا ہی ایسے ہی روح کی رخصت ہوتے ہی بدن مین تاریکی ہوجاتی ہی یعنی وہ نور کہ بدن کو روح سے پہونچتا تھا اور اسکے باعث حس اور قدرت اور ارادہ اور دوسرے لوازم حیات اسکو میسر تھے وہ کچھ نہین رہتا۔ یہ بھی ایک رمز مختصر خداے تعالی کی نعمتون اور اسکی عجائب صنعت وحکمت کے اقسام مین سے ایک قسم کی طرف ہی اس سے مضمون اس آیت کا معلوم ہوتا ہی کہ لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی پس جو شخص اب بھی خداوند کریم کا منکر ہو اور اسکی نعمت کا ناشکر وہ خداے تعالی کی رحمت سے دور ہو اور اسکے عذاب ولعنت مین مقہور۔ اب اگر کوئی کہے کہ تمنے روح کو بتلایا اور اسکی مثال بیان کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب روح کا حال پوچھا گیا تو اتنا ہی فرمایا کہ الروح من امر ربی یعنی یہ ایک امر ربانی ہی آپ نے اسکی تعریف کیون نہ فرمائی اور لوگون کو اسکا کیون نہ ارشاد کیا جیسے تمنے تقریر کی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ اعتراض اس امر پر مبنی ہی کہ لفظ روح جو بہت سے معنون مین مشترک بولا جاتا ہی اسکے اشتراک پر دھیان نکیا جاوے روح کے سب معنون کو ہم نہین ذکر کرتے یہان جو ہمنے معنی روح کے بیان کیے ہین تو ان سب معنون مین سے ایک معنی یہ بھی ہین کہ وہ ایک جسم لطیف ہی جسکو اطبا روح کہتے ہین اور انھون نے اسکی صفت اور وجود اور اعضا مین جاری ہونے کی کیفیت اور اس سے حس وقدرت اعضا مین آنے کا حال سب بیان کیا ہی یہان تک کہ اگر کوئی عضو بے حس ہوجاتا ہی تو جان لیتے ہین کہ کوئی سدہ روح کے چلنے کی جگہ مین پڑگیا ہی اور بے حس جگہ کا علاج نہین کرتے بلکہ پٹھون کے نکلنے کی جگہ کا علاج کرتے ہین جہان سدہ پڑا کرتا ہی اور علاج بھی ایسا کرتے ہین جس سے سدہ کھل جاوے اسلیے کہ یہ روح اپنی لطافت کے باعث پٹھون کے جال مین اسکے ذریعہ سے دل مین سے تمام بدن مین پھیلتی ہی پس یہ معنی روح کے جو اطبا نے لکھے ہین یہ کچھ مشکل نہین مگر وہ روح اصلی کہ جسکے فساد سے تمام بدن فاسد ہوجاتا ہی وہ ایک سر ہی اسرار الہی سے ہمنے اسکی تعریف بیان نہین کی اور نہ اسکے بتلانے کی اجازت اسکے لیے اتنا ہی کہہ سکتے ہین جتنا خداے تعالی نے فرمایا ہی قل الروح من امر ربی یعنی روح امر ربانی ہی اور جتنے امور ربانی ہین عقل کو تاب انکے وصف کی نہین اکثر خلق کی عقل انمین حیران ہی اور وہم وخیال تو کسی نہج انکو دریافت نہین کر سکتے انمین لیاقت ہی انکے ادراک کی نہین جیسے آنکھ سے آواز کا ادراک نہین ہوسکتا۔ غرض کہ مبادی وصف امور ربانی کا عقل کی مجال سے باہر ہی اسلیے کہ عقل کے پانوون مین جوہر وعرض کی بیڑیان پڑی ہین وہ انھین مین محبوس رہتی ہی اس سے امور ربانی کس طرح دریافت ہون ہان انکے دریافت کے لیے ایک اور نور ہی جو عقل سے اعلی اور اشرف ہی اور عالم نبوت اور ولایت مین چمکا کرتا ہی اس نور کو عقل کیطرف وہ نسبت ہی جو عقل کو وہم وخیال کی طرف اور اللہ تعالی نے خلق کو سب طرح کا بنایا ہی تو جس طرح کہ لڑکا سواے محسوسات کے معقولات کو نہین جانتا اسلیے کہ انکے جاننے کے طور پر ابھی اسکی عقل نہین پہونچی اسی طرح بالغ بھی سواے معقولات کے اور کچھ نہین جانتا کیونکہ ماوراے معقولات کے جاننے کا وہ ڈھنگ ہی جو ابھی اسکو حاصل نہین ہوا اور وہ مقام بیشک شریف اور رتبہ عالی ہی وہان سے نور ایمان ویقین کے باعث بارگاہ حق سے جھتی ہی یہ رتبہ ایسا نہین کہ ہر کسیکو ملجاوے بلکہ ایک کے بعد ایک کو ملتا ہی مصرع

این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند ❊

اس بارگاہ حق کا ایک مقام صدر ہی اور صدر مقام کے اوپر ایک نہایت وسیع میدان ہی جسکے شروع پر ایک آستان ہی اور وہ امر ربانی اس آستان کا پاسبان تو جو شخص اس آستان تک نہ پہونچے اور نہ اسکے پاسبان کو دیکھے اسکا میدان ہی مین پہونچنا محال ہی اسکے بعد کے مشاہدات عالیہ تو کہان دیکھ سکتا ہی اسلیے اکابر ارشاد فرماتے ہین کہ جسنے اپنے نفس کو نہین پہچانا اسنے خدا کو نہین پہچانا بھلا طبیبون کی کتابون مین یہ بات کہان اور طبیب کا لحاظ ان معانی کیطرف کجا بلکہ جن معنی کو طبیب روح کہتے ہین انسکو اس امر ربانی کی طرف ایسی نسبت ہی جیسے بادشاہ کے گیند کو بادشاہ کی طرف یعنی اگر

بخاری ومسلم
ابن مسعود

بادشاہ ڈنڈے بنے گیند کو حرکت دے اور کوئی شخص گیند کو دیکھکر خیال کرے کہ مین نے بادشاہ کو دیکھ لیا تو یہ اُسکی خام خیالی اور غلطی فاش گنی جاویگی اسیطرح اگر کوئی روح طبی کو معلوم کرکے جانے کہ مین نے امر ربانی کو جان لیا وہ بھی بڑی غلطی پر ہوگا بلکہ شخص اول کی نسبت اسکی غلطی فاحش تر ہوگی اور از انجا کہ عقول انسانی کہ جنکے باعث احکام ربانی صادر ہوتے ہین اور مصالح دنیاوی معلوم ہوتے ہین ایسے نہین جو اس امر ربانی کو دیکھ سکین اسی لیے خداے تعالی نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہ دی کہ اُسکا حال کسی سے ارشاد فرماوے بلکہ اُنکو فرمایا کہ لوگون سے اُنکی عقل کے موجب گفتگو کرو شعر باہیچ نہ فہم لاف معنی چہ زنی ☆ طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد ☆ اور اپنی کتاب مجید مین بھی خداے تعالی نے اُسکی حقیقت بیان نہ فرمائی صرف اُسکی نسبت اور فعل کو ذکر فرمایا ذات کو ذکر نہ کیا نسبت تو ان الفاظ مین ارشاد فرمائی کہ الروح من امر ربی اور اُسکا فعل اس آیت مین ذکر فرمایا یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اب کلام کہین کا کہین جا پڑا یہان سے غرض کی طرف رجوع کرتے ہین کہ مقصود ذکر نعماے الٰہی کا کھانے مین اور آلات غذا کی بعض نعمتین ہم ذکر کر چکے

چوتھا نکتہ اُن اصول کی نعمتون کے بیان مین جنسے غذا پیدا ہو کر اس قابل ہوتی ہو کہ آدمی اسکو اپنے فعل سے درست کرے واضح ہو کہ غذا ئین بہت ہین اور خلق خدا مین عجائب لاتعد ولاتحصی اور اسباب بیشمار و بے انتہا ہین اور ہر ایک غذا کے عجائب اور اسباب کا ذکر کرنا نہایت طول چاہتا ہو اسلیے کہ کھانے کی تین قسمین ہین یا دوائین ہین یا میوے یا غذا اور انکے اجناس بے نہایت ہین کہان تک کوئی لکھے گا اسی لیے غذا جو کہ اصل ہو اُسکو ہم اختیار کرتے ہین اور منجملہ اُسکے اجناس کے دانۂ گندم کو لیتے ہین باقی غلات اور سبب کو چھوڑے دیتے ہین اب ہم کہتے ہین کہ اگر آدمی کو ایک دانہ یا چند دانے گیہون کے ملین اور اُنکو کھالے تو وہ ہو چلینگے اور بھوکا رہیگا تو ضرور ہوا کہ دانۂ گندم مین یہ خاصیت ہو کہ وہ بڑھ سکے اور کثرت سے ہوا کرے تاکہ حاجت انسانی کے لیے کافی و وافی ہو اسلیے خداے تعالی نے دانۂ گندم مین وہ قوت پیدا کی جس سے وہ بھی انسان کی طرح غذا حاصل کرے کیونکہ انسان اور رو ئیدگی مین فرق صرف حس و حرکت کا ہو غذا مین دونون مساوی ہین نبات بھی بذریعہ رگون باطنی کے اپنے اندر غذا کو کھینچتا ہو جس طرح انسان کھینچتا ہو اور ہم نبات کی غذا کے جذب کرنے کے آلات طول کلام کے خوف سے ترک کیے دیتے ہین مگر اُسکی غذا کی طرف اشارہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جس طرح آدمی لکڑی اور مٹی سے پیٹ نہین بھرتا اور ایک غذا خاص کا محتاج ہو اسیطرح غلہ کا دانہ بھی ہر چیز سے غذا نہین پاتا اُسکے لیے بھی غذا خاص ہو اسوجہ سے کہ اگر اُسکو گھر مین رکھ چھوڑو تو نہین بڑھیگا کیونکہ اس صورت مین اُسکے گرد صرف ہوا ہو اور تنہا ہوا اُسکی غذا کو کافی نہین اور اگر پانی مین ڈال دو تب بھی نہین بڑھیگا یہ بھی اُسکی غذا نہین اور اگر زمین مین بو و جسمین پانی نہو تب بھی نہ زیادہ ہوگا بلکہ اُسکے لیے ایسی زمین چاہیے جسمین پانی پہونچا ہو اور پانی مٹی مین ملکر گارا ہو گیا ہو اور اسی کی طرف اشارہ ہو اس آیت مین فلینظر الانسان الی طعامہ انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا اور پھر پانی اور مٹی بھی کافی نہین کیونکہ اگر بالفرض گیہون کو زمین نرسخت اور ٹھوس مین بو دو تو ہوا کے نہونے سے نہ جمیگا پس ضرور ہوا کہ اسکو نرم اور پلپلی زمین مین بویا جاوے جسمین ہوا کا گذر ہو سکے پھر ہوا اپنے آپ نہین اندر جاتی اسکے لیے ضرور ہوا کہ تیز آندھی سے اسکو حرکت دیجاوے اور آندھی اُس ہوا کو ایسے زور سے زمین پر مارے کہ ہوا مذکور زبردستی اندر چلی جاوے اور اسی بات کی طرف اشارہ ہو اس آیت مین وارسلنا الریاح لواقح کہ بار دار کرنے سے مراد یہی ہو کہ ہوا اور پانی اور زمین مین خلط ملط کر دیتی ہو۔ پھر یہ سب باتین کافی نہین اگر شدت جاڑے مین واقع ہون اسی لیے حاجت حرارت بہار اور گرمی کی ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ گیہون کی غذا کے لیے چار چیزین ہوا اور پانی اور زمین اور گرمی چاہیین

اور انہیں سے ہر ایک کو خیال کرنا چاہیے کہ کس کس چیز کی حاجت کتنے ہیں مثلاً پانی کے لیے ضرور ہو کہ دریاؤں اور چشموں اور
نہروں اور نالیوں سے کھیت میں جاوے اسکے لیے دیکھنا چاہیے کہ خداوند کریم نے کیسے دریا اور چشمے بنائے اور اُنسے نہریں
نکالیں پھر قطعات زمین جو اونچے ہیں اور انہیں پانی نہیں پہونچ سکتا اُنکے لیے دیکھو کہ کس طرح بادل پیدا کیے اور کیسے اُنپر ہوا کو
مسلط کر دیا کہ خدا کے حکم سے تمام روے زمین پر اُنکو لیے پھرتی ہیں حالانکہ بادل پانی میں بھرے ہوے بھاری ہوتے ہیں پھر
دیکھو کہ زمین پر ربیع و خریف ہی کے دنوں میں حاجت کے موافق برستے ہیں اور پہاڑوں کو دیکھو کہ پانی کے محافظ بنائے کہ
اُنہیں سے بتدریج پانی بہتا ہے اگر یکبارگی نکل پڑے تو تمام شہر غرقاب ہو جاویں اور زراعت اور مواشی آشنا سے تجھ ابل ہیں نہ اور
پہاڑوں اور ابر اور سمندر اور باران میں خداے تعالیٰ کی اتنی نعمتیں ہیں کہ انکا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ پانی اور زمین دونوں
سرد ہیں اُنہیں حرارت نہیں ہو سکتی تھی اسلیے خداے تعالیٰ نے آفتاب کو مسخر کیا اور اسکو باوجود بہت فاصلہ کے زمین سے
ایسا بنایا کہ جاڑے کے وقت جاڑا اور گرمی کے وقت گرمی ہو یعنی جیسی حاجت ہو اُسکے بموجب سردی و گرمی ہو سکے اور آفتاب
کی پیدائش ایک حکمت ہے اور اسمیں حکمتیں لاانتہا ہیں۔ پھر جب نبات زمین سے اونچا ہوتا ہے تو میووں میں ایک طرح کی بستگی اور سختی
ہوتی ہے اور اسوجہ سے حاجت ایک رطوبت کی ہے جس سے وہ پک جاویں اسکے واسطے خداے تعالیٰ نے چاند کو پیدا فرمایا اور
رطوبت دینا اُسکا خاصہ کر دیا جیسے کہ حرارت پہونچانا آفتاب کی خاصیت تھی پس چاند کے باعث میووں کی پختگی اور رنگ حاصل
ہوتا ہے اور اسمیں لحاظ اگر درخت سایہ کے اندر ہو کہ جسپر سورج کی دھوپ اور چاند اور ستاروں کی روشنی نہ آسکے تو وہ بگڑ جاتا ہے
جیسے کہ چھوٹا پیڑ اگر بڑے پیڑ کے سایہ میں ہو تو خراب اور ناقص رہیگا اور چاند کی رطوبت پہونچانی اس طرح معلوم ہو سکتی ہے
کہ رات کو چاند کی روشنی میں سر کھولکر بیٹھو تو سر میں رطوبت زیادہ ہو جاویگی جسکو زکام کہتے ہیں پس جیسے آدمی کے سر میں رطوبت
پہونچاتا ہے ویسے ہی میووں کو بھی رطوبت دیتا ہے اور زیادہ گفتگو ایسے امور کی جو کبھی تمام نہوں کیا ضرور ہے صرف اسیقدر کافی ہے کہ آسمان میں
کوئی ستارہ ایسا نہیں جسمیں کوئی فائدہ نہو جیسے آفتاب میں حرارت اور چاند میں رطوبت ہے کیونکہ ہر ایک ستارے میں حکمتیں اتنی زیادہ
ہیں کہ طاقت بشری اُسکے شمار سے عاجز ہے اور اگر ایسا نہو تو انکا پیدا کرنا لغو اور بیکار ہو اور ان آیتوں کے معنی درست نہوں ربنا ما خلقت
ہذا باطلا اور وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین اور جس طرح کہ آدمی کے بدن میں کوئی عضو خالی فائدے سے نہیں
اسیطرح عالم کے جسم میں کوئی عضو خالی فائدے سے نہیں اور تمام عالم مثل ایک جسم کے ہے اور اجسام مثل اسکے اعضا کے ہیں
جسطرح آدمی کے بدن میں ایک عضو سے دوسرے کو مدد پہونچتی ہے اسیطرح عالم کے اجسام میں ایک سے دوسرے کو مدد پہونچتی ہے اور
اسکی شرح نہایت طویل ہے۔ اب اس تقریر سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ آفتاب اور چاند اور ستاروں کو جن آثار کے لیے خداے تعالیٰ نے
اپنی حکمت سے مسخر کیا ہے انکے مسخر ہونے پر ایمان لانا مخالف شریعت ہے اسوجہ سے کہ شرع میں منجمین اور علم نجوم کی تصدیق سے ممانعت ہے
کیونکہ شرع میں جو علم نجوم کی ممانعت ہے تو اسمیں دو باتیں ممنوع ہیں اول تو یہ کہ آدمی یہ جانے کہ نجوم اپنے آثار کے خود فاعل مستقل ہیں
اپنے خالق مدبر کی تدبیر اور قہر کے مسخر نہیں پس اسطرح جاننا کفر ہے دوسری صورت یہ ہے کہ نجم جو بابت مفصل ستاروں کی ایسے آثار ہیں سے
بیان کریں جو سب خلق کو معلوم نہیں ہوتے اُسکو سچ جانے تو یہ بھی ممنوع ہے اسلیے کہ وہ لوگ یہ سب خبریں جانتے نہیں اور کہہ دیتے ہیں
اور وجہ انکے نہ جاننے کی یہ ہے کہ علم نجوم کے احکام کا بعض انبیا علیہم السلام کے واسطے معجزہ تھا پھر وہ جاتا رہا اور جو کچھ باقی ہے وہ
مختلط ہے جسمیں صواب اور خطا کی تمیز نہیں ہوتی۔ حاصل یہ کہ ہر ایک کو ایسے آثار کا سبب اعتقاد کرنا جو خداے تعالیٰ کے پیدا
کرنے کے باعث زمین میں اور نباتات اور حیوانات میں ہوتے ہیں دین کا مخل نہیں بلکہ راست و درست ہے باوجودیکہ نجانے کے

ابوداود و ابن ماجہ بروایت ابن عباس

یہ دعوی کرنا کہ ہم سب آثار کو مفصل جانتے ہیں یہ امر محل دین ہے اور اسی کی تصدیق کی ممانعت ہے ورنہ اگر کوئی شخص اپنا کپڑا دھوکے
اور اسکا خشک کرنا چاہے اور دوسرا شخص اسکو کہدے کہ اب دھوپ نکلی ہوئی ہے اور ہوا گرم ہے کپڑا اسکا الگ پھیلا دو تو اس بات کو چھوڑنا
نہ جاننا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اسنے آفتاب کے نکلنے سے ہوا کی گرمی کیسے کہدی یا کسی شخص کے رنگ پر کدورت
آجاوے اور اس سے اسکی وجہ پوچھو اور وہ بیان کرے کہ راستے میں سورج کی دھوپ کے باعث رنگ متغیر ہو گیا تو یہ ضرور نہیں
کہ اسکو چھوڑ یا سمجھ لو کہ آفتاب کا اثر کیسے بیان کرتا ہے اسیطرح اور آثار کو قیاس کر لو کہ آثار میں بعضے معلوم ہوتے ہیں اور بعضے نامعلوم
جو آثار کہ معلوم نہیں انمین دعوی علم ناجائز ہے اور جو معلوم ہیں انکی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ سب لوگوں کو معلوم ہوں جیسے
دھوپ اور گرمی کا ہونا آفتاب سے اور دوسرے وہ کہ بعض لوگوں کو معلوم ہوں جیسے چاندنی سے زکام کا ہونا۔ غرض فلک ستارے
بے فائدہ نہیں پیدا ہوئے بلکہ انمین بہت سی حکمتیں ہیں اور اسی وجہ سے تہجد کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف دیکھتے
اور یہ آیت پڑھتے ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار اور ایکبار اسکو پڑھکر فرمایا کہ بلا کی ہے اس شخص کو جو اس
آیت کو پڑھے اور پھر مونچھوں پر تاؤ دے اور اس سے غرض یہ ہے کہ آیت کو پڑھکر اسمین تامل نکرے اور اسرار سماوی کے
سمجھنے کی عوض صرف آسمان کا رنگ اور ستاروں کی روشنی ہی جان لے حالانکہ اتنی بات بہائم بھی سمجھتے ہیں پس جو کوئی کہ آیت
مذکورہ سے فقط ظاہری رنگ و روشنی پر اکتفا کرے اور اسرار و عجائب کو نہ سوچے وہ ایسا ہی ہے کہ مونچھوں پر تاؤ دے لیا کہ افلاک
کو نہیں سمجھا۔ خداوند تعالی کے عجائب آسمانوں کے ملکوت میں اور آفاق و نفوس و حیوانات و نباتات میں بہت سے ہیں انکے
طالب وہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہیں اسلیے کہ دنیا میں جس شخص کو کسی عالم کے ساتھ محبت ہوتی ہے وہ ہمیشہ
اسکی تصانیف کا طالب رہتا ہے تاکہ اسکی تصنیفات سے اسکے عجائب علمی پر زیادہ وقوف ہو اور اسکے باعث محبت اور زیادہ ہو
اسیطرح عجائب صنع الٰہی کو خیال کرنا چاہیے کہ تمام عالم اسکی تصنیف ہے بلکہ مصنفوں کی تصنیف بھی اسکی تصنیف ہے کہ بذریعہ اپنے بندوں کے
دلوں کے بنائی ہوئی ہے اگر آدمی کو کسی تصنیف پر تعجب آوے اور اچھی معلوم ہو تو اسکے مصنف پر تعجب نکرنا چاہیے بلکہ اس ذات پر تعجب
کرنا چاہیے جسنے مصنف کو وہی تصنیف کے لیے آمادہ اور مسخر کیا اور اپنے انعام و کرم سے اسکو ایسی تصنیف کی ہدایت کی اور انجام کو
پہونچا دیا جیسے کبھی کٹھ پتلیوں کو دیکھیں کہ ناچتی ہیں اور بہت عمدہ حرکات موزوں کرتی ہیں تو ان کھلونوں پر تعجب نکرنا چاہیے وہ تو
کپڑے کی گڑیاں ہیں کہ اپنے آپ نہیں ہلتیں بلکہ تعجب بازیگر کی دستکاری پر چاہیے جو انہیں پتلے پتلے تار جو آنکھ سے بھی نہیں
سوجھتے باندھکر ہلا رہا ہے۔ اسیطرح جہان خدا ہر ایک چیز دنیاوی کو دیکھکر صنعت خدا کو اسمین تامل کرتے ہیں مطلب یہ کہ نباتات کی
غذا پانی اور ہوا اور سورج اور چاند اور ستاروں سے تمام ہوتی ہے اور ان اجرام کے لیے آسمان ہیں جنمین کہ یہ گڑے ہوئے ہیں اور
افلاک کے لیے حرکتیں ہیں اور حرکتوں کی تمامی آسمان کے فرشتوں سے ہے جو انکو حرکت دیتے ہیں اور اسیطرح ایک دوسرے کا سبب ہوتا چلا گیا ہے
پانچواں نکتہ آدمی اسباب کی نعمتوں میں جیسے غذا آدمی تک پہونچتی ہے۔ مخفی نرہے کہ سب غذائیں ہر جگہ نہیں ملتیں بلکہ انکے
کچھ خاص شرطیں ہیں کہ بعض جگہوں میں جہاں وہ شرطیں پائی جاتی ہیں وہاں وہ غذا ابھی ملتی ہے نہیں تو نہیں اور آدمی تمام
روے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں کہ بعضوں سے غذا دور پڑ گئی اور انکے اور غذا کے درمیان جنگل و سمندر حائل ہو گئے گو دیکھنا
چاہیے کہ خداے تعالی نے اس غرض کے لیے کیسا تاجروں کو مسخر کر دیا اور انپر مال کی حرص غالب کر دی اور نفع کی توقع بڑھا دی
کہ جسکے سبب تری و خشکی کے سفر کے شدائد اٹھاتے ہیں اور جان پر کھیلتے ہیں اور غذا اور دوسرے حوائج انسانی شرق سے
غرب کے لوگوں کے پاس اور غرب سے شرق والوں کے پاس پہونچاتے ہیں انکو کیسی نفقات اور جہالت خداے تعالی نے

ڈالدی ہو ورنہ اگر واقع مین تامل کیا جاوے تو اکثر ان لوگون کی محنت رایگان ہو کیونکہ جو کچھ یہ جوڑتے ہین یا تو کشتیون مین
ڈوب جاتا ہو یا رہزنون کے ہاتھ آتا ہو یا کہین سفر مین مرجاتے ہین تو لا وارثی کے حیلے یا ہن حکام کے قبضے مین پڑتا ہو اور سب مین
عمدہ حال انکا یہ ہو کہ مال وارثون کے ہاتھ لگے لیکن اگر وہ سمجھین تو وارث ہی سب سے زیادہ انکے دشمن ہین مگر اسمین بھی حکمت ہو کہ
انپر جہل و غفلت مسلط ہو پھر دیکھنا چاہیے کہ خدا سے تعالیٰ نے انکو کشتی بنانے اور جہازرانی کا کام کیسے سکھایا اور حیوانات کو سواری اور
باربرداری کے لیے کس طرح مسخر کیا ہو ہر جانور مین ایک وصف جداگانہ عنایت فرمایا گھوڑے کو سبک رفتار گدھے کو مشقت پر صبر
اونٹ کو کم خواری اور کثرت باربرداری مرحمت کی پھر دیکھو کہ انسانون کو تری اور خشکی مین بذریعہ کشتیون اور حیوانات کو کس طرح
پھراتا ہو تاکہ غذا وغیرہ حوائج انسان کے پاس پہونچا دین اور یہ بھی سوچو کہ حیوانات کے لیے اسباب اور سامان اور گھاس دانہ
وغیرہ کی کیا کیا ضرورت ہوتی ہو اور کشتیون کیواسطے کون کون لوازم کی حاجت پڑتی ہو ان سب چیزون کو خدا سے تعالیٰ نے
بقدر حاجت اور زائد از حاجت پیدا کیا ہو اور انکا شمار کرنا غیر ممکن ہو پھر اسکے اور امور بیشمار کی نوبت پہونچتی ہو جنکا چھوڑ دینا

اختصار کے لیے ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہو

چھٹا نکتہ غذا کی اصلاح مین جاننا چاہیے کہ جو چیزین زمین مین از قسم نباتات پیدا ہوتی ہین اور جو حیوانات پیدا ہوتے ہین انکا بطرح
کھا لینا ممکن نہین بلکہ ہر ایک مین کچھ اصلاح اور پکانے کی ضرورت ہوتی ہو کہ بعض کو پھینک دینا پڑتا ہو اور بعض کو باقی رکھنا
اور اصلاح کی بہتیری باتین کرنی پڑتی ہین اور ہر غذا مین ان ترکیبون کا مفصل لکھنا دشوار ہو اسلیے ہم صرف ایک روٹی کو
خاص کرکے دیکھتے ہین کہ بیج ڈالنے کے بعد اسکے گول ہونے اور غذا کے قابل ہونے کے لیے کیا کیا کرنا پڑتا ہو پس اول
جو حاجت ہوتی ہو وہ زمین کی درستی ہو جسکے لیے کسان کی حاجت ہو پھر بیلون اور ہل کی ضرورت ہو مع جمیع لوازم کے پھر
بیج ڈالنے کے بعد اسکے مدت تک پانی دینا پھر کھیت کو لونا پھر کاٹنا پھر گاہنا اور اناج علیحدہ کرنا پھر پیسنا پھر گوندھنا پھر پکانا۔ تو سوچنا
چاہیے کہ یہ کتنے کام ہوے اور ہمنے بہت سے نہین لکھے وہ علاوہ ہے اور جتنے لوگ ان کامون کو کرتے ہین اور جتنے اوزار
کرتے ہین انکو بھی تامل کرنا چاہیے اور یہ آلات لوہے اور لکڑی اور پتھر کے ہوتے ہین کھیتی کے آلات بنانے والون کو
لحاظ کرو اور پیسنے اور پکانے والون کو دیکھو پھر انکے کاریگرون کے لہارون کو دیکھو کہ لوہے اور تانبے اور سیسے کی حاجت
پڑتی ہو پھر دیکھو کہ خدا سے تعالیٰ نے پہاڑون اور پتھرون اور کھانون کو کیسا جدا جدا بنایا۔ غرضکہ اگر تلاش کرو تو جان لو
کہ ایک روٹی گول ہوکر غذا کے قابل جب ہوتی ہو جب اس پر ہزار سے زیادہ کاریگرون نے کام کرلیا ہو یعنی اس فرشتے سے شروع
کرو جو ابر کے لیے ہو اور آخر تک دیکھتے چلے جاؤ یہان تک کہ فرشتون کی طرف کے کام ختم ہوکر نوبت انسان کے عمل کی
پہونچی اور گول ہونے پر اسکا ملاحظہ کرو ایک ہزار کاریگر ہوتے ہین نہین سے ہر ایک کاریگر ایسی اصل چیز بناتا ہو جس سے خلق کی
مصلحت پوری ہوتی ہو پھر انسان کی کثرت عمل کو لحاظ کرنا چاہیے کہ ان آلات مین کتنا کام کیا ہو مثلاً ایک چھوٹا سا آلہ سوئی ہو کہ
اسکا فائدہ لباس کا سینا ہو جو مانع سردی کا انسان سے ہو اسکو اگر دیکھو تو اسکی شکل لوہے سے جب بنتی ہو جب سوئی بنانے والے
ہاتھ مین پچیس مرتبہ گذرتی ہو اور ہر دفعہ وہ ایک ایک کام اسمین کرتا جاتا ہو پھر اگر خدا سے تعالیٰ شہرون کو جمع نکرتا اور بازارون کو منتظم
نکرتا اور آدمی کو مثلاً گیہون کاٹنے کے لیے درانتی کی حاجت پڑتی تو تمام عمر اسمین کٹ جاتی اور نہ بن سکتی مگر خدا سے تعالیٰ کی
شان ہو کہ آدم خاکی کو نطفۂ ناپاک سے پیدا کرکے ایسے عجیب عجیب آلات بنانے کی ہدایت کی مقراض ہی کو دیکھو کہ دو ٹکڑے
ایک دوسرے پر منطبق رہتے ہین مگر چیز کو لیتے ہی جلد جلد کاٹتی چلی جاتی ہو اگر خدا سے تعالیٰ اسکے بنانے کا طریق پہلے لوگون پر منکشف

نہ فرماتا اور ہمکو اسکا طریق نکالنے کی حاجت اپنی فکر سے ہوتی اور طریق لوہے کے نکالنے کا پتھر سے اور پیدا کرنا اُن آلات کا
جنسے مقراض بنائی جاتی ہی سوچنا پڑتا اور ہماری عمر بھی مثل حضرت نوح علیہ السلام کے ہوتی اور عقل بھی نہایت کامل دی جاتی تو تمام عمر
اس ایک آلہ کے ایجاد کرنے ہی سے قاصر ہوتے دوسرون کا تو کیا ذکر ہی مگر خداوند کریم کا بڑا انعام و احسان ہی کہ اُسنے سب کچھ
اپنے کرم سے بتلا دیا اب اگر فرض کرو کہ کسی شہر مین پیشے والا نہ رہے یا آدمیا حجام یا جولاہا یا کوئی اور ادنی پیشہ ور رہے تو
لوگون کو کیسی ایذا پہونچے اور کیسی ابتری کار و بار مین پڑے خدا کی شان ہی کہ اُسنے بعض بندون کو بعض کا مسخر کر رکھا ہی تاکہ اسکی
مشیت پوری ہو اور حکمت کا احاطہ اب اس قول کو ہم مختصر کرتے ہین اس نظر سے کہ مقصود نعمتون پر تنبیہ کرنی ہی نہ انکو نام بنام لکھنا

ساتواں نکتہ غذا کے درست کرنے والون کی اصلاح کی نعمت مین - واضح ہو کہ پیشہ ور جو اصلاح غذا کرتے ہین اگر انکی رایین
مختلف ہوتین اور طبیعت مین وحشیون کی سی نفرت ہوتی تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہوکر دور رہتے اور کوئی کسی سے منتفع
نہ ہوتا بلکہ جیسے وحشی ایک جگہ مین نہین رہتے نہ ایک غرض پر متفق ہوتے ایسے ہی یہ لوگ بھی ہوتے لیکن لحاظ کرنا چاہیے کہ
اللہ تعالی نے کس طرح انکے دلون مین الفت اور انس و محبت پیدا کی ہی جیسا کہ خود فرماتا ہی لو انفقت ما فی الارض جمیعا
ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم پس الفت و محبت کا ڈالنا خود اُسیکا کام ہی اسی الفت اور ارواح کی شناسائی کے
باعث لوگ اکٹھے ہوے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ انس ہوا اور شہر و قصبات بنائے اپنے مکانون کو پاس پاس تعمیر کیا
اور انکو آرایشون سے قرین کیا بازار اور دوکانین مرتب کین اور تمام اقسام کے کارخانے بنائے جنکا حصر طویل ہی پھر چونکہ انسان کی
سرشت مین غصہ اور حسد اور حرص اصلی ہی اس جہت سے محبت جاتی بھی رہتی ہی اور جہان دو آدمیون کی غرض ایک ہی مطلب پر
جمع ہوئی وہان آپس کی تفتیش و نفرت بلکہ نوبت کشت و خون بھی پہونچتی ہی تو دیکھنا چاہیے کہ خداے تعالی نے کیسے اپنی سلاطین کو
مسلط کر دیا اور قوت اور سامان سے انکی اعانت کی اور انکا رعب رعایا کے دلون مین ڈال دیا کہ جبراً قہراً فرمانبرداری کرتے ہین
خواہ طبیعت چاہے یا نچاہے پھر سلاطین بھی لحاظ کرنا چاہیے کہ انکو اصلاح شہرون کا انتظام کیسے ہدایت کر دیا یہان تک کہ انھون نے
شہرون کو ایسی وضع پر بنایا اور انکے حصے ایسے کیے جیسے ایک شخص کے اجزا ہوتے ہین کہ بعض کو بعض سے نفع ہوتا ہی اسی لیے
انھون نے ہر ایک شہر مین رئیس اور قاضی اور کوتوال اور چودھری مقرر کیے اور خلق کو بزور قاعدہ عدل کا پابند کیا اور آپس کی
موافقت اور معاونت سب پر ضروری کر دی یہان تک کہ لہار سنار قصاب اور نان پز اور تمام اہل شہر سے منتفع ہوتا ہی جیسے
اُن سب کو لہار سے فائدہ پہونچتا ہی حجام کسان سے اور کسان حجام سے اور ہر ایک شخص ایک دوسرے سے منتفع ہوتے ہین
اسی جہت سے کہ سلطان کی ترتیب و جمع کے موافق سب متفق اور مجتمع رہتے ہین جس طرح کہ تمام اعضاے بدن ایک دوسرے کے
معاون ہوتے ہین اور باہم منتفع ہوتے ہین پھر دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے سلاطین کی اصلاح کے لیے انبیا کو مبعوث فرمایا
جنھون نے انکو علاوہ اصلاح دین کے ارشادات کے یہ قوانین شریعت بھی سکھلائے کہ مراعات عدل کی خلق مین رہنی چاہیے
اور انتظام کیسے آئین سیاست جاری رہے اسی طرح احکام سلطنت اور امامت اور احکام فقہ متعلق باصلاح دنیا سب بتلا دیے
پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ انبیا علیہم السلام کی اصلاح خداے تعالی نے فرشتون سے کی اور فرشتون مین سے ایک کی اصلاح
دوسرے سے ہوئی یہان تک کہ انتہا اس سلسلے کی اُس فرشتۂ مقرب پر پہونچتی ہی کہ اُسمین اور خداے تعالی مین کوئی واسطہ
نہین رہتا مثلاً نان پز آٹے کی اصلاح پکانے سے کرتا ہی اور پیسنے والا دانہ کی اصلاح پیسنے سے اور کسان غلہ کی اصلاح
کاٹنے سے اور آلات زراعت کی اصلاح لہار کرتا ہی اور انکے اوزار کی اصلاح بڑھئی کرتا ہی اسیطرح ہر ایک پیشہ والون کو جو

آلات غذا کو درست کرتے ہین جاننا چاہیے اور ان سب پیشہ ورون کی اصلاح سلطان کرتا ہی اور سلطان کی اصلاح علما کرتے ہین
جو وارث انبیا علیہم السلام ہین اور علما کی اصلاح انبیا کرتے ہین اور انکی اصلاح عالم قدس سے بترتیب ہوتی ہی یہان تک کہ سلسلہ
بارگاہ احدیت پر پہونچتا ہی جو اصل ہر ایک انتظام کی اور منشا تمام ترتیب و نظام کا ہی اور یہ سب باتین اُس رب الارباب اور
مسبب الاسباب کی نعمتون مین سے ہین اور اگر وہ اپنے کرم و فضل سے یہ نہ فرماتا والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا تو ہمکو ذرہ
نعمتین بھی معلوم نہوتین اور اگر بحکم قہر و قدرت اس آیت کے باعث وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا ہماری چشم دل کو اپنی نعمتون کے
شمار سے معزول نہ فرماتا تو ہم بھی شوق انکی کنہ کے دریافت کا اور انکو شمار کرنے کا کرتے مگر کیا کرین بس کچھ نہین جو کچھ بولے
وہ بھی اسی کے حکم سے بولے اور جو چپ ہو رہے تب بھی اسی کے روکنے سے رکے کیونکہ جو چیز وہ عنایت کرتا ہی اُسکا کوئی
روکنے والا نہین اور جس چیز کو وہ نہین دیتا اُسکا کوئی دینے والا نہین اسی لیے کہ زندگی کے ہر ہر لحظہ مین گوش دل مین یہ آواز
اُس بادشاہ زبردست کی سنتے ہین لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار پس خدا کا شکر ہی کہ اُسنے ہمکو کافر و مومن تمیز کیا اور سوتے پہلے یہ ندا سنائی
آٹھوان نکتہ فرشتون کی پیدایش مین خداے تعالی کی نعمت کے بیان مین پہلے مذکور ہوچکا کہ فرشتون کی پیدایش مین خدا
تعالی نے یہ نعمت رکھی ہی کہ اُنسے انبیا علیہم السلام کی اصلاح فرماتا ہی اور ہدایت اور وحی کا پہونچانا انپر انھین کے ذریعے سے ہوتا ہی
مگر اس سے یہ نسمجھنا چاہیے کہ فرشتون کے افعال صرف اسیقدر ہین بلکہ فرشتون کے طبقات باوجود کثرت اور ترتیب مراتب کے
تین طبقات مین منحصر ہین اول ملائکہ زمین کے دوم آسمان کے سوم عرش کے اٹھانے والے اب ان طبقات مین سے انکو
دیکھنا چاہیے جنکو خداے تعالی نے غذاے انسانی پر موکل کر رکھا ہی اور دین سے کچھ غرض نہین جیسے ہدایت و ارشاد وغیرہ
متعلق ہی پس تحقیق یہ ہے کہ ہر ایک جزو انسان کے بدن کا بلکہ نبات کے جسم کا غذا نہین پاتا جب تک کہ اُسپر سات فرشتے جو
اقل مرتبہ ہی خواہ دس خواہ سو یا زیادہ موکل نہون توضیح اسکی یہ ہی کہ غذا کے معنی یہ ہین کہ ایک جزو غذا کا دوسرے جزو کا قائم مقام
ہو جاتا ہو مثلاً غذا انجام کو خون ہو کر گوشت اور ہڈی بنجاتی ہی اور جب یہ حالت ہو چکتی ہی تو غذا کامل ہو جاتی ہی اور خون اور
گوشت اجسام ہین کہ انکو کچھ قدرت اور معرفت اور اختیار نہین نہ اپنے آپ حرکت کر سکین نہ اپنے آپ متغیر ہو سکین اور صرف طبیعت
اس بات کو کافی نہین کہ کبھی کوئی چیز ملجاوے کبھی کوئی جس طرح گیہون کہ خود بخود نہ پستا ہی نہ گندھتا ہی نہ روٹی ہوتا ہی جب تک
کہ کوئی کاریگر نہو اسیطرح خون بھی خود بخود نہ گوشت ہوتا ہی نہ ہڈی بنتا ہی نہ رگ و پٹھ بنتا ہی جب تک کہ کوئی بنانے والا نہو اور باطن کے
بنانے والے فرشتے ہین جیسے ظاہر کے پیشہ ور اہل شہر ہین اور چونکہ خداوند کریم نے نعمتین اپنی ظاہر و باطن دونون مین عنایت
کی ہین تو باطن کی نعمتون سے غافل نہونا چاہیے پس ہم کہتے ہین کہ ایک فرشتہ تو ایسا چاہیے جو غذا کو گوشت اور ہڈی کے پاس تک
پہونچا دے اسلیے کہ غذا تو خود حرکت کرتی نہین اور دوسرا وہ ہو جو غذا کو وہان سے ٹلنے نہ دے انھین کے پاس
روکے رہے اور تیسرا وہ جو غذا پر سے خون کی صورت دور کرے اور چوتھا وہ جو اُسکو گوشت خواہ ہڈی یا رگ کی صورت دیا کرے
اور پانچوان وہ جو زیادتی باقی رہجاوے اُسکو دفع کرے اور چھٹا وہ جو ان چیزون کو جہان کی تہان ملادے یعنی جس جزو
غذا مین صفت گوشت کی آئی ہو اُسکو گوشت مین ملادے اور جسمین ہڈی کی ہو اُسکو ہڈی مین ملادے تاکہ علٰحدہ نرہجاوے
اور ساتوان وہ کہ اس اتصال مین رعایت اصل مقدار کی رکھے کہ جو چیز گول ہو اُسکی گولائی نہ جاتی رہے اور جو چوڑی ہو اُسکی
چوڑائی قائم رہے اور مجوف کی گہرائی بنی رہے اور ہر عضو پر مقدار حاجت بھی ملحوظ رکھے مثلاً اگر لڑکے کی ناک پر غذا اسقدر جمع
کردے جسقدر ران پر چاہیے تو ناک بہت بڑی ہوجاوے اور نتھنے جاتے رہین اور صورت ڈرانی ہوجاوے بلکہ مثلاً

یہ ہی کہ جو چیز جسکے لائق ہو وہی پہونچا وے مثلاً پلکون مین تیار ہی ہو اور ڈھیلے مین صفائی اور رانون مین موٹاپن اور ہڈی مین
سختی تو پھر ایک کیواسطے ایسی ہی غذا پہونچانی چاہیے جو مقدار و شکل مین اُنکے مناسب ہو ورنہ صورت بگڑ جاویگی اور بعض جگہ
بڑھ جاویگی اور بعض کم زور رہینگی بلکہ یہ فرشتہ اگر عدل کا لحاظ قسمت و تفریق مین نہ کرے اور لڑکے کے سر اور تمام بدن مین
غذا پہونچا وے اور ایک پانؤن مثلاً چھوڑ دے تو سارا بدن تو بڑھیگا مگر ایک پانؤن ویسا ہی رہیگا جیسا لڑکپن مین تھا ایسا
شخص اپنے جینے سے کیسے منتفع ہوگا جو سب اعضا بڑے آدمی کے سے رکھے اور ایک پانؤن لڑکے کا ... غرض رعایت
مقدار بھی اس قسمت مین ایک فرشتے کو سپرد ہی اور یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ خون اپنی سرشت کے باعث اپنی شکل بدل لیتا ہو اسلیے
کہ جو شخص ایسے امور کا حوالہ طبیعت پر کرتا ہو وہ جاہل ہی اپنے قول کو نہین جانتا بلکہ یہ کام زمین کے فرشتون کے سپرد ہی کہ وہ
آدمی کے اندر سب اپنے اپنے کام مین مصروف ہین خواہ آدمی خواب استراحت مین ہو یا کسی غفلت مین متردد ہو وہ اپنا کام
کیے جاتے ہین اور اسکو اُنکی کچھ خبر نہین اور یہ بات اجزاے بدن کی ہر ایک چیز مین موجود ہی کیسا ہی چھوٹا جز ہو یہان تک
کہ بعض اجزا مثل آنکھ اور دل مین حاجت سو سے زیادہ فرشتون کی ضرورت ہی جنکی تفصیل بقصد اختصار ہم ترک کیے دیتے ہین
اب ان زمین کے فرشتون کو آسمان کے فرشتون سے مدد پہونچتی ہی اور انمین وہ ترتیب ہی جسکی کنہ سواے خداے
تعالی کے اور کوئی نہین جانتا اور آسمان کے فرشتون کو عرش کے اُٹھانے والون سے مدد پہونچتی ہی اور ان سب پر انعام
تائید اور ہدایت اور تسدید کا بارگاہ رفیع الشان قدوس مالک ملکوت وجبروت شاہنشہ جلال عزت والا کی طرف سے ہوتا ہی
اور فرشتے جو آسمانون اور زمین پر مقرر ہین اور اجزاے نبات وحیوانات پر موکل ہین یہان تک کہ ہر ایک قطرہ باران اور ہر
بادل کے قطعات پر جو ادھر اُدھر پھرتے ہین مامور ہین انکے باب مین احادیث بہت ہین اسلیے کچھ حاجت دلیل لانے کی نہین
لیکن یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہی کہ یہ سب کام آدمی کے اندر کے ایک ہی فرشتے کو کیون نہ سپرد ہوے اتنے فرشتون کی
ضرورت کیون ہوئی گیہون مین بھی تو بہت سے افعال کیے جاتے ہین اول پیسے جاتے پھر آٹا چھانا جاتا ہی پھر پانی ڈالا جاتا ہی پھر
گوندھا جاتا ہی پھر پیڑے بنائے جاتے ہین پھر روٹی بنائی جاتی ہی پھر تنور یا توے مین پکائی جاتی ہی مگر بعض اوقات ایک ہی آدمی یہ سب باتین
کرلیتا ہی اسی طرح اعمال باطنی انسان کے اعمال ظاہری کی طرح کیون نہوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ فرشتون کی پیدایش
آدمی کی پیدایش کے مخالف ہی جو فرشتہ ہی اسکی صفت بھی ایک ہی ہی اسمین کسی طرح کا خلط یا ترکیب نہین سو یہ بات ہی کہ ہر ایک
فرشتے سے ایک ہی فعل ہوگا اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین وما منا الا له مقام معلوم اور یہین کے لحاظ سے انمین آپس مین
نہ ایک دوسرے سے نفرت ہی نہ باہم مقابلہ بلکہ وہ اپنے کامون پر ایسے مامور ہین جیسے حواس خمسہ کہ بینائی مثلاً شنوائی کی مزاحم
نہین ہوتی کہ ادراک اصوات مین اُس سے پرخاش کرے نہ قوت شامہ اُن دونون کی مزاحم ہی نہ وہ دونون اسکے مانع حواس کا
حال اور اعضا کا سا نہین دیکھو بعض اوقات آدمی پانؤن کی انگلیون سے گرفت کرلیتا ہی جو ہاتھ کا کام ہی اگرچہ اسکی گرفت ضعیف
ہوتی ہی مگر ہاتھ کا شریک و مزاحم تو ہو سکتا ہی اسی طرح کبھی ایک شخص دوسرے آدمی کو ٹکر مارتا ہی اور جو کام ہاتھ کا ہی وہ سر سے لیتا ہی
اور نہ حواس خمسہ کا حال انسان کا سا ہی کہ ایک ہی آدمی بیسیون کام کرلیتا ہی اور یہ بات انسان مین ایک طرح کی کمی اور میلان
عدل کی ہی اور وجہ اسکی یہی ہی کہ انسان کے صفات اور ارادات مین اختلاف ہی یہ ایک ہی وحدت نہین رکھتا اسلیے خوب سے
ایک ہی فعل کا پابند بھی نہین اور یہین لحاظ ہم دیکھتے ہین کہ آدمی کبھی خداے تعالی کی اطاعت کرتا ہی اور کبھی نافرمانی کرتا ہی
کیونکہ اسکے صفات و ارادات مین اختلاف ہی اور یہ بات فرشتون کی طبیعت مین ناممکن ہی انکی سرشت طاعت ہی ...

مجال نہین تو بالضرور انکا یہی حال ہی جو خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون اور یسبحون اللیل والنہار
لا یفترون جو انمین رکوع کرنے والا ہی وہ ہمیشہ رکوع ہی کرتا ہی اور سجدہ کرنے والا ہی وہ ہمیشہ سجدے ہی کرتا ہی جو کھڑا ہی وہ ہمیشہ کو
کھڑا ہی کچھ اختلاف انکے افعال مین نہین نہ کسی طرح کا فتور بجا آوری امور مین اور ہر ایک کے لیے ایک مقام اور رتبہ ہی کہ اس سے
تجاوز نہین کرتا انکا طاعت بجا لانا اس طرح کہ اسمین مجال عدول حکمی کی نہو ایسا ہو سکتا ہی جیسے آدمی کے ہاتھ پاؤن وغیرہ آدمی کی
اطاعت کرتے ہین اور مخالفت کی مجال متصور نہین مثلاً جب وہی پلکین کھولنی چاہے تو اگر وہ صحیح و سالم ہونگی تو انکو کچھ تردد کھلنے مین
نہوگا نہ یہ ہوگا کہ کبھی کھلنے مین اطاعت کرین اور کبھی کہنا نمانین بلکہ وہ گویا منتظر امر و نہی انسان کے ہین کہ اشارے کے ساتھ ہی
کھل جاتی ہین اور اشارے کے ساتھ ہی بند ہو جاتی ہین پس یہ تشبیہ اگرچہ عدول حکمی کے نہونے مین ہو سکتی ہی مگر من وجہ درست
نہین وہ یہ ہی کہ پلکون کو علم اپنے کھلنے اور بند ہونے اور بجا آوری حکم انسان کا نہین اور فرشتے زندہ ہین جو کرتے ہین اسکو جانتے ہین
اسوجہ سے تشبیہ انکی اعضا سے ناتمام ہی حاصل اس سب بیان کا یہ ہی کہ زمین اور آسمان کے فرشتون مین جو خداے تعالی نے انسان پر
صرف کھانے کے باب مین نعمت رکھی ہی اسکا بیان یہان تک ہوا اور حرکات اور حاجات کا ذکر نہین کیونکہ انکے بیان کو طول چاہیے
پس فرشتون کی نعمت ایک درجہ جدا گانہ ہی نعمت کے درجات مین سے اور مجموع طبقات نعمت کا بھی شمار کرنا غیر ممکن ہی انکے افراد کا
تو کیا ذکر ہی پس جب ثابت ہوا کہ انسان پر خداے تعالی نے نعمت ظاہری اور باطنی دونون پوری کی ہین اور پھر فرمایا وذروا ظاہر
الاثم وباطنہ تو باطن کے گناہ کا چھوڑنا جسکو لوگ نہین جانتے یعنی حسد اور بدگمانی اور لوگون کی بدی دل مین رکھنی وغیرہ گناہان
قلبی سے محترز ہونا باطنی نعمتون کا شکر ہوگا اور ظاہری گناہون کا ترک کرنا نعمت ظاہری کا شکر ہوگا بلکہ ہم کہتے ہین کہ جو شخص خداے
تعالی کی نافرمانی کرے اگرچہ پلک جھپکنے ہی مین ہو مثلاً اپنی آنکھ ایسی جگہ کھولدے جہان بند کرنا واجب ہی تو ایسا شخص سب اللہ
تعالی کی نعمتون کا جو آسمان و زمین اور انکے درمیان مین ہین منکر ہوگا کیونکہ جو چیز اللہ تعالی نے پیدا کی ہی یہان تک کہ فرشتے
اور آسمان اور زمین اور حیوانات اور نباتات اور سب کے سب ہر ہر بندہ کے حق مین نعمت ہین کہ اسکا نفع اسنے پورا ہوتا ہی گو غیر کا
بھی فائدہ ہوتا ہو اور مثال مذکور مین ہر پلک جھپکنے مین خداے تعالی کی دو نعمتین خود پلک مین ہین اسلیے کہ ہر پلک کے نیچے
عضلات پیدا کیے ہین اور نہین اوتار اور رباطات ہین جو دماغ کے پٹھون مین ملے ہین جنکے ذریعے سے اوپر کی پلک نیچے کو دبتی ہی
اور نیچے کی اوپر کو اٹھتی ہی اور ہر پلک مین سیاہ بال ہین اور انکے سیاہ ہونے مین یہ نعمت ہی کہ آنکھ کی روشنی کو اکٹھا رکھین
سفید چیز روشنی کو متفرق کرتی ہی اور سیاہ مجتمع رکھتی ہی اور انکو ایک صف مین جو برکھا ہی اسمین یہ نعمت ہی کہ چھوٹے کیڑے آنکھ
کے اندر نہ جا سکین اور جو تنکے ہوا مین اڑتے ہین وہ آنکھ مین نہ پڑین بالون مین رک رہین اور خداے تعالی کی نعمتین ہر بال مین
دو ہین کہ جو بالون کی نرم بنائی اور باوجود نرمی کے پھر کھڑا رکھا اور دونون پلکون کے بال اوپر نیچے ہین بلکہ جو جال کی صورت
ہو جاتے ہین اسمین سب سے بڑی نعمت ہی وہ یہ ہی کہ ہوا کا غبار کبھی آنکھ کے کھلنے کا مانع ہوتا ہی اور آنکھ بند کر لی تو کچھ سوجھتا نہین
اسلیے ایسے وقت مین آدمی ایسی طرح آنکھ بند کر سکتا ہی کہ اوپر نیچے کی پلک کے بال بشکل جال ہو جاوین اور وہ غبار ہوا کو آنکھ مین
نہ جانے دے اور بالون کی آڑ مین سے پلکین نیچے اوپر کی ایسی ڈھیلے سے ملی پیدا ہوئی ہین اور کنارے انکے پتلے
بنے ہین کہ وہ ڈھیلے پر وہ اثر کرتے ہین جو صیقل آئینہ پر کرتی ہی یعنی جہان ایک دو دفعہ پلکین کھولین بند کین فوراً
ڈھیلا غبار سے صاف ہو جاتا ہی اور تنکا وغیرہ کونون اور پلکون مین نکل آتا ہی اور مکھی کے ڈھیلے مین چونکہ پلکین مخلوق
نہین ہوئین اسلیے اسکے دو پاؤن انکے عوض زیادہ ہین جنسے وہ ہمیشہ اپنی آنکھون کو ملتی رہتی ہی تاکہ ڈھیلے صاف ہین

سلہ نہین بے حکمی کرتے اللہ کی جو بات فرماوے ان کو اور وہی کام کرتے ہین جو ان کو حکم ہو ۱۲

سلہ یاد کرتے ہین رات اور دن نہین تھکتے ۱۲

سلہ اور چھوڑ دو کھلا گناہ اور چھپا ۱۲

اور چونکہ سب کو مفصل بیان کرنا نعماے الٰہی کا منظور نہیں اسلیے کہ اسمین طول بہت ہے اور کتاب بہت بڑھ جاویگی اور شاید اگر زمانے نے فرصت دی
اور توفیق یاور ہوئی تو ہم ایک کتاب جداگانہ اس باب مین لکھکر عجائب صنع اللہ نام رکھینگے اسلیے اب اصل غرض کی طرف رجوع کرتے ہین اور
کہتے ہین کہ مثال مذکورہ بالا مین جس شخص نے مثلاً غیر محرم کی طرف آنکھ کھولی تو اُسنے آنکھ کھولنے مین خداے تعالیٰ کی نعمت جو پلکون مین
تھی اسکی ناشکری کی اور چونکہ پلکین بدون آنکھ کے نہین ہوتین اور نہ آنکھ بدون سر کے اور نہ سر بدون دھڑ کے اور نہ دھڑ بدون غذا کے
اور نہ غذا بدون پانی اور زمین اور ہوا اور مینھ اور ابر اور آفتاب و ماہتاب کے اور نہ یہ چیزین بدون آسمانون کے اور نہ آسمان بدون
فرشتون کے کیونکہ یہ سب چیزین مثل ایک شی کے ہین جیسے اعضاے بدن ایک دوسرے سے مرتبط ہین ویسے ہی یہ اشیا بھی ایک
دوسرے سے مرتبط ہین تو معلوم ہوا کہ اس شخص نے ہر ایک نعمت کی ناشکری کی جو سماک سے سماک تک موجود ہین اور یہین لحاظ کوئی
آسمان یا فرشتہ یا حیوان یا نبات یا پتھر ایسا نہین رہتا جو اس شخص کو لعنت نکرے اور اسیواسطے حدیث[۱] شریف مین وارد ہی کہ جس
زمین پر آدمی جمع ہوتے ہین اور پھر علیحدہ ہوتے ہین تو وہ انکو یا لعنت کرتی ہی یا انکی طلب مغفرت کرتی ہی اسی طرح ایک اور حدیث[۲]
شریف مین وارد ہو کہ عالم کے واسطے تمام چیزین طلب مغفرت کرتی ہین یہان تک کہ سمندر مین مچھلی بھی اسکے لیے بخشش کا سوال
کرتی ہی اور فرشتے نافرمانون کو لعنت کرتے ہین اسی طرح بہت سی روایتین اس باب مین ہین کہ ان سب کا لکھنا دشوار ہی اور ان
روایات سے سب سے یہ پایا جاتا ہی کہ جو شخص ایک دفعہ کے پلک مارنے سے بھی گناہگار ہوگا وہ تمام ملک اور ملکوت کا قصوروار ٹھیریگا
اور اگر اس بدی سے کہ جسکے تدارک کے لیے توبہ نکریگا تو اپنے آپ کو ورطۂ ہلاکت مین ڈالیگا اور نیکی کرنے کی صورت مین سب چیزین
لعنت کی عوض اُسکے لیے طلب مغفرت کرینگی تو کیا عجب ہی کہ خداے تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماکر اسکی خطا سے درگذر فرماوے اور
اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ آدمیون مین سے میرے ہر بندہ کے ساتھ دو فرشتے ہین جب وہ
میرا شکر کرتا ہی تو فرشتے کہتے ہین کہ الٰہی اسکو نعمت پر نعمت زیادہ کر اسواسطے کہ تو لائق حمد و شکر کے ہی تو اے ایوب تو بھی جلد شاکرین مین
ہوجا کیونکہ انکو اتنا ہی علو مرتبہ میرے نزدیک کافی ہی کہ مین خود انکے شکر کا شکر گزار ہوتا ہون اور میرے فرشتے اُسکے لیے دعا
مانگتے اور تمام جگہین اُنسے محبت رکھتی ہین اور آثار اُنپر روتے ہین۔ اور جس طرح کہ یہ معلوم کیا کہ ہر پلک مارنے مین بہت سی نعمتین ہین
اسی طرح یہ بھی کہان لو کہ جو سانس نیچے اور اوپر آتی جاتی ہی اسمین بھی دو نعمتین ہین یعنی سانس کے اوپر آنے سے دھوان جلا ہوا
دل مین سے نکل جاتا ہی اگر وہ نہ نکلے تو آدمی ہلاک ہوجاوے اور سانس کے نیچے جانے سے باہر کی تازہ ہوا دل کو پہونچتی ہی کہ
اگر یہ نہ پہونچے تب بھی دل جل جاوے اسلیے کہ ہوا کی روح اور سردی سانس کے ساتھ جب نہ جاویگی تو حرارت کے باعث
دل تباہ و ہلاک ہوجاویگا۔ اب اگر رات دن کا حساب کرو تو دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہین اور ہر گھنٹے مین قریب ہزار
سانس کے ہوتے ہین اور ہر سانس مین دس لحظے کے قریب ہوتے ہین اس حساب سے ہر لحظہ مین آدمی کے ایک ایک جزو بدن پر
ہزارہا نعمتین ہوتی ہین بلکہ ہر جزو عالم مین لاکھون کروڑون نعمتین ہر لحظے مین ہوتی ہین بھلا کہین ان نعمتون کا شمار ممکن ہی اور
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حقیقت اس قول خداوندی کی کھلی وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا تو انھون نے عرض کیا کہ الٰہی
مین تیرا شکر کیسے کرون ہر ایک بال مین میرے جسم کے تیری دو نعمتین موجود ہین کہ اسکی جڑ تو نے ملائم بنائی اور اسکا سر اونچا بنایا۔
اور اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو شخص خداے تعالیٰ کی نعمت کو سواے اپنے کھانے اور پینے کے نجانے تو اسکا علم
کم ہی اور اسکو سخت عذاب ہوگا اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا کھانے اور پینے ہی کی نعمتون کا حال ہی اس سے اور نعمتون کو قیاس
کر لینا چاہیے کیونکہ ہوشیار و دانا شخص کی آنکھ عالم مین جس چیز پر پڑتی ہی یا جو چیز اسکے دل مین گذرتی ہو وہ اسمین سے اپنے اوپر

۱ غ اسکی سند مجھے نہین ملی
۲ ح جلد اول باب العلم مین گذری

کوئی نعمت متحقق کر لیتا ہو اتفصیل کو ہم موقوف کرتے ہین کہ محال چیز کی طمع سے کچھ فائدہ نہین۔

تیسرا بیان اس سبب کا جس سے خلق شکر نہین کرتی۔ جاننا چاہیے کہ خلق شکر نعمت جہالت اور غفلت کے باعث نہین کرتی۔ اسوجہ سے جہالت اور غفلت کے بارے نعمت کو نہین جانتے اور جب تک نعمت معلوم نہو تب تک اسکا شکر کیسے ادا ہو علاوہ ازین جو لوگ نعمت کو جانتے بھی ہین انکو یہ گمان ہو کہ شکر نعمت یہی ہو کہ زبان سے الحمد للہ اور شکر اللہ کا شکر ہی کہنا ہو اور یہ نہین جانتے کہ شکر کے معنی یہ ہین کہ جو نعمت جس حکمت کیواسطے بنی ہو اسکو اسی حکمت کے کمال کرنے مین مستعمل کرے اور حکمت جو نعمت سے مطلوب ہے وہ طاعت خداے عزوجل ہو اگر یہ دونون باتین لوگ جانتے ہون تو پھر شکر کا مانع سواے غلبہ شہوت اور استیلاے شیطان کے اور کچھ نہین رہتا۔ اب معرفت نعمت سے غافل رہنے کے کئی سبب ہین جنہین سے ایک یہ ہو کہ آدمی جہالت کے باعث جو باتین کہ سب لوگون مین پائی جاتی ہو اور ہر حال مین انکے پاس ہو اسکو نعمت نہین جانتے اسواسطے کوئی اسکا شکر گذار نہین ہوتا مثلاً جو نعمتین ہمنے اوپر ذکر کی ہین یعنی کھانے کے باب مین اور اعضاے متعلق غذا کے باب مین انپر کوئی شکر نہین کرتا اسلیے کہ یہ نعمتین عام ہین سب کو ہر وقت حاصل ہین کسیکو اپنے ساتھ انکی خصوصیت معلوم نہین ہوتی پہ۔ ہی ہوجہ اسکو نہ نعمت جانتا ہین نہ شکر ادا کرین یا مثلاً روح ہوا پر شکر نہین کرتے حالانکہ اگر ایک لحظہ گلا پکڑ لیا جاوے کہ ہوا باہر کی اندر نہ جاسکے تو مر جاوینگے یا کسی ایسے حمام مین بند کیے جاوین جسمین ہوا گرم ہو یا کسی کنوئین مین جسکی ہوا پانی کی تری سے بھاری پڑ گئی ہو تو گھٹکر مر جاوینگے ہان اگر کوئی ایسی طرح بند ہو کر پھر نکالا جاوے تو البتہ روح ہوا کو نعمت جانیگا اور پھر اسپر شکر کریگا اسی لیے مثل مشہور ہو کہ قدر نعمت بعد زوال کے اور یہ بڑی جہالت ہو کیونکہ اس صورت مین شکر اس بات پر موقوف ہوا کہ نعمت انسے چھن جاوے اور پھر کسی وقت دی جاوے جب یہ قدر اسکی جانکر شکر گذاری کرین حالانکہ نعمت کا ہر وقت شکر گذار رہنا چاہیے مثلاً بینا آدمی کو ہم نہین دیکھتے کہ وہ اپنی آنکھون کی سلامتی کا شکر کرتا ہو یہان تک کہ اندھا ہو جاوے اندھا ہونے پر قدر آنکھون کی معلوم ہوتی ہو اور پھر اگر بینائی واپس آتی ہو تو اسکو نعمت جانکر شکر کرتا ہو مگر چونکہ رحمت الٰہی سب پر عام ہو اور ہر حال مین ہر ایک پر مبذول تو اسکو جاہل آدمی نعمت نہین جانتا اس جاہل کی مثال ایسی ہو جیسے کوئی بد ذات غلام کہ ہمیشہ سزا اور زد و کوب ہو یہان تک کہ اگر ایک گھڑی اسکی مار پیٹ موقوف کیجاوے تو بڑا احسان مانے اور اگر ہمیشہ کو موقوف کر دی جاوے تو اکڑنے لگے اور شکر گذاری ترک کرے۔ لوگون کا یہ حال ہو رہا ہو کہ شکر صرف مال ہی کا کرتے ہین جسپر کچھ اختصاص انکا ہو جاتا ہو خواہ بہت مال ہو یا تھوڑا اسکے سوا اور تمام نعمتون کو بھول جاتے ہین کہ خداے تعالیٰ نے بدن مین کیا کیا نعمتین دی ہین۔ روایت ہو کہ بعض عقلا نے کسی اہل دل سے شکایت اپنی مفلسی کی کی اور اسکے باعث اپنا شدت سے غمگین رہنا بیان کیا انھون نے فرمایا کہ تمہین یہ منظور ہو کہ تم اندھے ہو جاؤ اور دس ہزار درم لو اسنے انکار کیا پھر انھون نے فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ دس ہزار درم لو اور گونگے ہو جاؤ اسنے عرض کیا کہ نہین انھون نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے عوض تمکو لنجا اور لولا ہونا منظور ہو اسنے کہا کہ نہین انھون نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے بدلے تم دیوانہ بننا پسند کرتے ہو اسنے کہا نہین انھون نے فرمایا کہ تمہین اپنے آقا کی شکایت کرتے شرم نہین آتی کیا وجہ ہے پچاس ہزار درم کی مالیت اسنے تمکو دی پھر شکایت کرتے ہو اور حکایت ہو کہ کوئی قاری مفلسی کے باعث نہایت تنگدل اور غمگین ہوا خواب مین دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہو کہ تم چاہتے ہو تو ہزار دینار لے لو ہم سورۂ انعام تمکو بھلا دینگے اسنے کہا کہ مجھے منظور نہین پھر منادی غیب نے کہا سورۂ ہود کو بھلا دین اسنے کہا نہین کہا سورۂ یوسف کہا نہین اسیطرح دس سورتون کے نام لیے اور وہ سب پر انکار کرتا گیا تب اسنے کہا کہ تیرے پاس ایک لاکھ دینار کی چیز ہو اور تو شکایت کرتا ہو صبح کو اسکا افلاس جاتا رہا اور

حضرت ابن السماک رح کسی خلیفہ کے پاس تشریف لیگئے وہ اُسوقت پانی کا پیالہ لیے پی رہا تھا اُسنے عرض کیا کہ مجھکو کچھ نصیحت کیجیے
آپ نے فرمایا کہ فرض کرو یہ پیالہ پانی کا ہمکو تمھارے تمام نقدی کے عوض ملتا نہین تو پیاسے رہتے تو تم نقدی سے دست بردار ہوتے
یا نہین اُسنے عرض کیا کہ بیشک سب نقدی دے ڈالتا پھر آپ نے فرمایا کہ اگر اُسکی عوض تمام ملک تمکو دینا پڑتا تب بھی دیتے اُسنے کہا
بیشک آپ نے فرمایا کہ پھر ایسے ملک پر خوشی مت کرو جسکی قیمت ایک گھونٹ پانی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کی نعمت بندے پر
پیاس کیوقت گھونٹ پانی مین ساری زمین کی سلطنت سے زیادہ ہی۔ اور چونکہ طبیعتین اسی بات کی طرف مائل ہین کہ نعمت خاص ہی کو
نعمت جانتے ہین نہ عام کو اور ہمنے اب تک نعمت عام ہی کا ذکر کیا ہی اسلیے کچھ مختصر اشارہ نعمت خاص کیطرف بھی کرتے ہین اور کہتے ہین
کہ کوئی بشر ایسا نہین کہ اگر اپنے احوال کو بغور دیکھے تو اپنے آپ مین ایک نعمت یا چند نعمتین ایسی نہ پاوے جو اسی مین خاص ہون
سب لوگ اُسمین اسکے شریک نہون بلکہ یا تھوڑے سے شریک ہون یا کوئی بھی شریک نہو اور تین باتون مین ہر کوئی اسکا مقر ہی اول
عقل دوم خلق سوم علم عقل کا حال تو خود اس مثل مشہور سے واضح ہی کہ ہر کس را عقل خود بکمال نماید کوئی اللہ کا بندہ ایسا نہین جو اپنی
عقل سے خوش نہو اور اپنے آپ کو عقلمند نہ سمجھتا ہو اور یہین جہت خداے تعالی سے عقل کا سوال کم کرتا ہی اور اُسکے لیے دعا
نہین کرتا۔ اور یہ بات بھی شرف عقل مین داخل ہی کہ جو اُس سے خالی ہو وہ بھی اُس سے خوش ہو اور جو اُس سے متصف ہو وہ بھی۔
پس جب ہر کوئی اپنے اعتقاد کے موافق سب لوگون سے زیادہ عقل رکھتا ہی تو واقع مین اگر ایسا ہی ہی تو اُسپر شکر اس نعمت کا
واجب ہی اور اگر ایسا نہین صرف اُسکا اعتقاد عقلمند ہونے کا ہی جب بھی شکر واجب ہی کہ اُسکے حق مین تو نعمت موجود ہی جیسے
کوئی شخص زمین مین خزانہ گاڑ دے اور اُسپر خوشی کا اظہار کرے اور شکر کرے پس اگر اُس خزانے کو کوئی نکال لیجاوے اور اُسکو
معلوم نہو تو اپنے اعتقاد کے موافق خوشی اُسکی باقی رہے اور شکر بھی باقی رہیگا کیونکہ اُسکے حق مین تو خزانہ گویا موجود ہی۔ اور خلق کا
حال یہ ہی کہ کوئی بشر ایسا نہین جو دوسرے شخص مین کچھ عیب ناپسند کرتا ہو اور بعض اخلاق دوسرون کے برے سمجھتا ہو اور دوسرے کی
مذمت اسی لیے کرتا ہی کہ اپنے آپ کو اُن اخلاق سے بری جانتا ہی تو جب دوسرے کی برائی مین نہ مشغول ہو تو چاہیے کہ خدا کا
شکر کیا کرے کہ میری عادت اچھی بنائی اور بری عادت مین دوسرے کو مبتلا کیا۔ اور علم کا حال یہ ہی کہ کوئی بشر ایسا نہین جو
اپنے نفس کے امور باطن اور افکار خفیہ ایسے نرکھتا ہو جو خاص اُسمین ہون اور اگر اُنپر ایک شخص بھی مطلع ہو جاوے تو وہ فضیحت
ہو جاوے اور اگر سب لوگ اُسکی دلی باتون پر واقف ہو جاوین تو کیا صورت ہو غرضکہ ہر ایک بشر کو علم ایک امر خاص کا ہوتا ہی
کہ اُسمین کوئی بندۂ خدا اُسکا شریک نہین ہوتا پس ایسی صورت مین وہ شخص خداے تعالی کی پردہ پوشی کا شکر گذار کیون نہین ہوتا
کہ اللہ تعالی نے اُسکے عیوب پوشیدہ رکھے اور لوگون کی نظر مین سے غائب اور اچھی بات کو ظاہر کیا اور بری بات کا علم سوا
اُسکے اور کسی کو نہ دیا تو یہ تین نعمتین خاص ایسی ہین جنکا اقرار ہر ایک شخص کرتا ہی خواہ سب باتون مین یا بعض مین اب ہم اس طبقے سے
اُتر کر اور طبقہ اختیار کرتے ہین جو کچھ اس طبقے کی نسبت عام ہی اور کہتے ہین کہ کوئی آدمی ایسا نہین جسکو خداے تعالی نے صورت
یا وجود یا اخلاق یا صفات یا اہل یا اولاد یا مسکن یا شہر یا رفیق یا قریب یا عزیز یا جاہ و عزت یا دوسری محبوب چیزون مین سے ایسے
امور نہ دیے ہون کہ اگر بالفرض اُس سے وہ چھن جاوین اور جو دوسرون کو دیا گیا ہی وہ اسکو ملے تو ہرگز راضی نہو مثلاً کسی شخص کو خدا
تعالی نے ایماندار بنایا کافر نہین بنایا یا زندہ بنایا نہ پتھر اور انسان پیدا کیا نہ چوپایہ اور مرد بنایا نہ عورت اور تندرست پیدا کیا
نہ مریض بھلا چنگا بنایا نہ عیبی تو یہ سب خواص اگرچہ انمین بھی عموم ہین لیکن اگر اُنکے مقابل سے بدلے جاوین تو ہرگز کوئی راضی نہوگا
بلکہ بندے کے لیے بعض امور ایسے خاص ہوتے ہین کہ اُنکو آدمیون کے احوال سے بھی نہین بدلتا اور یہ دو طرح کے ہوتے ہین

یا تو ایسے کہ جنکے حال سے بدلنا منظور نکرے یا یہ کہ اکثر کے احوال سے بدلنا منظور نہو پھر حال جب اپنا حال دوسرے کے حال سے
نہیں بدلتا تو معلوم ہوا کہ اُسکا حال بہ نسبت غیروں کے بہتر ہوا اور جب یہ حال ہو کہ کوئی شخص اپنے حال کو غیر کے حال سے
فی الجملہ بدلنے پر راضی نہیں یا کسی خاص بات میں بدلنا نہیں چاہتا تو ضرور ہوا کہ خداے تعالیٰ کی اُسپر ایسی نعمت ہو جو اُسکے سوا
دوسرے بندوں پر نہیں اور اگر اپنا حال بعض اشخاص کے حال سے بدلنا چاہتا ہو اور بعض سے نہیں تو جنکے احوال سے بدلنا
چاہتا ہو تو اُنکے شمار کو دیکھنا چاہیے شمار کی رو سے ایسے لوگ بیشک کم نکلینگے جنکے حال سے یہ شخص اپنا حال بدلنا چاہتا ہو اور
اس سے یہ نکلتا ہو کہ جو لوگ اسکی بہ نسبت کم ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اُن لوگوں کی نسبت جو اس سے بہتر ہیں پس بڑے تعجب کی
بات ہو کہ آدمی خداے تعالیٰ کی نعمت حقیر جاننے کے لیے اپنے آپ سے بہتر کی طرف دیکھے اور کمتر کیطرف نہ دیکھے اور دین کا معاملہ
دنیا کی برابر بھی نکرے یعنے اگر کوئی خطا اس سے سرزد ہوتی ہو تو یہی عذر کرتا ہو کہ ایسے خطاوار بہت ہیں اگر مجھسے بھی قصور ہوا
تو کیا ہوا تو دین کے معاملات میں ہمیشہ نظر کمتر کیطرف کرتا ہو دنیا میں ایسا کیوں نہیں کرتا کہ جب اپنے پاس مال یہ کم ہو تو کہے کچھ
مضائقہ نہیں مجھسے لوگ بہت ہیں حاصل یہ کہ جب حال اکثر خلق کا دین میں اس سے بہتر ہوا اور اُسکا حال دنیا میں اکثر سے بہتر ہو
تو اُسکو شکر کیسے نہ واجب ہوگا اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں اپنے سے کمتر کو دیکھے اور دین کے
باب میں اپنے آپ سے بہتر کو تو اللہ تعالیٰ اُسکو صابر و شاکر لکھتا ہو اور جو شخص دنیا کے باب میں اپنے آپ سے زیادہ کو دیکھے
اور دین کے باب میں اپنے سے کمتر کو تو اللہ تعالیٰ اُسکو نہ صابر لکھتا ہو نہ شاکر اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے حال کو بنظر عبرت
دیکھے اور جو اوصاف کہ خداے تعالیٰ نے اُسکے لیے خاص کیے ہیں اُنکی تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں اپنے نفس پر
معلوم کریگا خصوصاً جس شخص کو کہ حدیث اور ایمان اور علم و قرآن اور فارغ بالی اور تندرستی اور امن وغیرہ حاصل ہوئی ہوں اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یستغن بآیات اللہ فلا اغناہ اللہ اسمیں اشارہ نعمت علم کا ہو اور فرمایا ان القرآن ہو الغنی
الذی لا غنی بعدہ ولا فقر معہ اور فرمایا من آتاہ اللہ القرآن فظن ان احدا اغنی منہ فقد استہزا بآیات اللہ اور فرمایا لیس منا من لم یتغن
بالقرآن اور فرمایا کفی بالیقین غنی اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ بعض کتب آسمانی میں مذکور ہو کہ خداے تعالیٰ فرماتا ہو کہ اگر میں کسی بندے کو
تین باتوں سے بے پروا کر دوں تو اُسپر میری نعمت کامل ہو جاتی ہو اول کسی سلطان کی اُسکو حاجت نہو دوم کسی معالج کی سوم کسی کے
مال کی اور یہی مضمون اس شعر سے مراد ہو شعر جبکہ حاصل ہو تجھے صحت و امن اور غذا ؎ ہیچ گر پھیر کرو تو ہیچ سخا دیگا کبھی ؎ اور ان
معانی کو افصح العرب جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح پر ارشاد فرمایا ہو کہ من اصبح آمنا فی سربہ معافی فی بدنہ عندہ قوت
یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرہا اور اگر لوگوں کے حال کو سوچو تو دیکھوگے کہ ان تینوں باتوں کے سوا اور ہی شکوہ کرتے ہونگے
حالانکہ وہ امور اُنکے اوپر وبال ہیں اور ان تینوں باتوں کا شکر نہ کرتے ہونگے اور نہ نعمت ایمان کا شکر کرتے ہیں جسکے باعث نعمت دائم
اور ملک باقی تک پہونچینگے۔ آپ ہوشیار صاحب بصیرت کو ضرور ہوا کہ سواے نعمت معرفت اور یقین اور ایمان کے اور کسی چیز پر
خوش نہو بلکہ ہم بعض علما کو جانتے ہیں کہ اگر بالفرض تمام روے زمین کے بادشاہوں کا مال و ملک پورب سے پچھم تک اور اتباع اور
انصار اُنکو دے دیا جاوے اور اُنسے کہا جاوے کہ یہ سب مال و دولت وغیرہ اپنے علم کے بدلے میں بلکہ سوویں حصہ علم کی

ح یقین کافی ہے ۱۲ طبرانی بروایت عقبہ بن عامر ۱۲

جو شخص صبح کرے اور بدن کی تندرست اور نفس ... ۱۲

عوض مین سے لو تو وہ کبھی نہ لیوین اسلیے کہ انکو توقع ہی کہ نعمت علم آخرت مین قرب الٰہی پر پہونچا ویگی بلکہ اگر یون کہا جاوے کہ تمکو
آخرت مین تمھاری آخرت کے موافق بلا کم وکاست ملیگا تو ان لذات دنیاوی کو انھین لذات کے بدلے مین لے لو جو تم علم سے دنیا مین
پاتے ہو تب بھی وہ ملک وبال کو لذات علمی کے عوض مین اختیار نکرینگے اسواسطے کہ انکو معلوم ہی کہ لذت علم دائمی ہی کبھی منقطع نہوگی
اور اپنے ساتھ رہیگی نہ چوری جاویگی نہ غصب ہوگی نہ اسپر کوئی حسد کریگا علاوہ ازین یہ لذت صاف ہی کسی طرح کی کدورت اسمین نہین
اور دنیا کی لذات سب ناقص اور پر کدورت اور تشویش مین ڈالنے والی ہین نہ انکی توقع فوت کے ہم پلہ ہو نہ لذت مساوی رنج کے
نہ خوشی مقابل غم کے اب تک ایسی ہی رہی اور آیندہ کبھی ایسی ہی رہیگی اسلیے کہ لذات دنیا اسیواسطے پیدا ہوئی ہین کہ ناقص عقلین
انکے جال مین پھنس جاوین اور وہ مین آجاوین جب وہ انکے فریب مین مقید و مبتلا ہو جاتے ہین تو پھر وہ لذتین انسے انکار کرتی ہین اور
پاس نہین پھٹکتی جیسے کوئی خوبصورت عورت ظاہر مین اپنے آپ کو کسی جوان رعنا مالدار کے لیے بناوے اور جب وہ اسی سے
دوچار ہو کر دل سے فریفتہ اور شیفتہ ہو تو پردے مین چلی جاوے اور اسکے پاس کی نرہے تو ظاہر ہی کہ وہ شخص ہمیشہ اسکے عشق مین
رنج ومصیبت اور درد و زحمت سہیگا اور کہتا پھریگا ع دیدار مینمائی و پرہیز میکنی ۞ بازار خویش و آتش ما تیز میکنی ۞ اور یہ سب
مصیبت اسپر صرف اس جہت سے ہوئی کہ نظر کے فریب مین آگیا اگر عقل کو کار فرما کر آنکھ بند کر لیتا اور اس لحظہ بھر کی لذت کو حقیر
جانتا تو تمام عمر بیچارہ کیسا ہی حال دنیا کے حال مین ارباب دنیا کا ہی۔ اور یہ نہ کہنا چاہیے کہ جو لوگ دنیا سے اعراض کرتے ہین
انکو اسپر صبر کرنے سے ایذا ہوتی ہی کیونکہ ایذا تو ایسون کو بھی ہوتی ہی جو اسپر متوجہ ہین کہ کہین حفاظت کا دکھ کہین تحصیل کا رنج
کہین چورون کا خوف وغیرہ تکلیفات عائد حال رہتی ہین اور اکثر دنیا کے تارکون کو یہان تکلیف ہو تو آخرت مین تو لذت و راحت
ہوگی بخلاف دنیا دارون کے کہ یہان کا تردد جدا اور آخرت کا رنج جدا ہوگا پس جو لوگ اسکی طرف متوجہ نہین انکو اپنے نفس پر
یہ آیت پڑھنی چاہیے ولا تهنوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا تالمون فانهم یالمون کما تالمون وترجون من اللہ ما لا یرجون خلاصہ تقریر
یہ ہی کہ خلق پر پورا شکر مسدود ہوئی تو اسی جہت سے ہوئی کہ انکو نعمتون ظاہری اور باطنی اور خاص اور عام سے واقفیت نہوئی
اب علاج غافل دلون کا لکھا جاتا ہی اس توقع پر کہ شاید خواب غفلت سے بیدار ہون اور شکر بجا لاوین پس ہم کہتے ہین کہ جو دل
دانا اور ہوشیار ہین انکا علاج تو یہ ہی کہ جتنی تمام نعمتون کی اشارۃً بیان کی ہین انکو تامل کرین اور جو دل غبی ہین کہ جب تک
کوئی نعمت خاص انپر نہو تو نعمت ہی نہ جانین یا مصیبت آنے کے بعد اسکو نعمت سمجھائین تو انکا علاج یہ ہی کہ ہمیشہ اپنے سے کمتر کو
دیکھا کرین اور وہ تدبیر کرین کہ بعض صوفی کیا کرتے تھے انکا دستور تھا کہ ہر روز شفاخانہ اور گورستان اور ایسی جگہ مین جہان مجرمون کو
سزا ملتی تھی جایا کرتے تھے شفاخانہ مین اسلیے جاتے تھے کہ بیمارون کو انواع واقسام کے امراض مین مبتلا دیکھکر اپنی صحت و
سلامتی کا دھیان کرین اور دل کو یہ لوگون کے مصائب دیکھکر شعور اپنی صحت کی نعمت ہونے کا ہو جاوے اور شکر نعمت
بجا لاوے اور مجرمون کو اسلیے دیکھتے تھے کہ انکو باعث قتل وچوری وغیرہ کے طرح طرح کے عذاب دیے جاتے تھے کوئی جان سے
مار ڈالا جاتا تھا کسیکا ہاتھ کٹتا تھا کسیکا پاؤن تو انکو دیکھکر اسکا شکر کرتے کہ اوسنے گناہون سے محفوظ رکھا اور ان سزاؤن کی
نوبت نہ آنے دی اور گورستان مین جانے کی وجہ یہ تھی کہ انکو دیکھکر یہ تصور آوے کہ مردون کو سب سے زیادہ محبوب یہ ہی کہ دنیا مین
واپس آوین گو ایک ہی روز کے لیے آوین عاصی تو اسلیے رجوع پسند کرتا ہی کہ تدارک ایام گذشتہ کرے اور مطیع اسلیے کہ طاعات
زیادہ کرے اسلیے کہ قیامت کا روز خسارہ کا دن کہلاتا ہی مطیع کو خسارہ کی صورت یہ ہی کہ جب اپنی طاعات کا بدلہ دیکھیگا تو کہیگا
کہ مین تو اس سے زیادہ طاعات کرسکتا تھا مجھکو بڑا خسارہ رہا کہ اپنی عمر کے بعض اوقات مین نے مباحات مین کھو دیے اور

عاصی کا خسارہ صاف ظاہر ہے پس جب آدمی مقابر کو دیکھا اور تصور کرو کہ مردے بالائی کرے تو جان لے کہ جس بات کیواسطے کہ یہ لوگ آرزو لوٹنے کی کرتے ہیں وہ مجھکو حاصل ہے یعنی تدارک ایام گذشتہ خواہ زیادتی طاعت میں اب کر سکتا ہوں باقی ایام حیات کو انہیں صرف کرون کہ بھلا اتنے ہی دنوں خدا تعالیٰ کی نعمت جان لوں بلکہ ایک ایک سانس کی مہلت اور زندگی نعمت ہے پس جب اس نعمت کو جانیگا تو اسکا شکر بھی کریگا یعنی عمر کو ایسے کام میں صرف کریگا جسکے واسطے وہ بنائی گئی ہے یعنی دنیا سے آخرت کیواسطے توشہ لینے کے واسطے زندگی دی گئی ہے اسیمیں صرف کرے — یہ ہو علاج ان غافل دلوں کا اس علاج سے توقع ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون سے واقف ہوکر انکا شکر کرین حضرت ربیع ابن خثیم رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ اس مرتبہ کے اسی طرح سے مدد لیا کرتے تھے کہ معرفت فنائے الٰہی نصیب ہو جاوے انھون نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی اپنے گلے میں ایک طوق ڈالکر اسمیں لیٹتے اور کہتے رب ارجعون لعلی اعمل صالحا پھر کھڑے ہوجاتے اور کہتے کہ ربیع تیرا سوال پورا ہوا اسوقت سے پہلے کچھ کر لے جسوقت درخواست رجوع کرنے کی کریگا اور واپس بھی نہ پایگا اور بدول شکر کے وہ نہیں رہتے ہیں انکا علاج یہ بھی ہو کہ اس بات کو جان لیں کہ نعمت کا شکر جب نہیں ہوتا تو وہ نعمت باقی رہتی ہو اور پھر دوبارہ نہیں آتی اسیواسطے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگو نعمتون کا شکر ضرور کیا کرو ایسا کم ہوتا ہو کہ نعمت کسی قوم کے پاس سے جاکر پھر آئی ہو اور بعض اکابر کا قول ہو کہ نعمتیں وحشی ہیں انکو شکر سے قید کر لیا کرو اور حدیث میں ہو کہ جب کسی بندے پر خدا تعالیٰ کی نعمت زیادہ ہوتی ہو تو اسکی طرف لوگون کی حاجتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں پس اگر وہ انمیں سستی برتتا ہو تو اس نعمت کے کھونے کا در پے ہوتا ہو اور اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہو

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

تیسرا رکن — باب صبر و شکر کا ایسے اشیاء کے بیان میں جنمیں صبر و شکر کیا ہے اور ایک دوسرے سے ارتباط کے بیان میں اسمیں دو بیان ہیں

اول بیان ایک چیز پر صبر اور شکر کے جمع ہونے کی وجہ کے ذکر میں — شاید کوئی یہ کہے کہ تمہاری تقریر سے معلوم ہوتا ہو کہ ہر موجود چیز میں خدا تعالیٰ کی نعمت پائی جاتی ہو اور اس سے یہ لازم آتا ہو کہ مصیبت کا وجود ہی سرے سے نہ ہو اور جب مصیبت نہ ہے تو صبر کس چیز پر ہوگا اور اگر مصیبت ہو تو اسپر شکر کیسے بنے گا اور یہ جو بعضے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مصیبت پر شکر کرتے ہیں نعمت کا تو کیا ذکر ہی تو مصیبت پر شکر کیسے خیال میں آوے یعنی جس چیز پر صبر کیا جاتا ہو اسپر شکر کیونکر ہوگا اسواسطے کہ مصیبت پر صبر کرنے میں تو درد پایا جاتا ہو اور شکر خوشی کا مقتضی ہو اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور جو تم نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز ایجاد کی ہر سب میں بندون پر نعمت ہو اسکے کیا معنی ہیں تو اسکا جواب یہ ہو کہ جسطرح نعمت موجود ہو اسیطرح مصیبت بھی موجود ہو جب نعمت کے وجود کے قائل ہوگئے تو بلا کے وجود کا بھی قائل ہونا پڑیگا اسلیے کہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہیں مصیبت کا دور ہونا نعمت کہلاتا ہو اور نعمت کا جاتا رہنا مصیبت تو دونون کا وجود ضروری ہو لیکن یہ پہلے گذر چکا ہو کہ نعمت کی دو قسم ہیں ایک مطلق کہ ہر وجہ سے نعمت ہو خواہ آخرت میں جیسے سعادت قرب الٰہی سے بندے کا مشرف ہونا خواہ دنیا میں جیسے ایمان اور حسن خلق اور جو ان دونون پر معین و مددگار ہون دوسرے مقید کہ ایک طرح سے نعمت ہو اور دوسری طرح سے مصیبت جیسے مال کہ اس سے من وجہ دین کی بہتری ہوتی ہو اس نظر سے نعمت ہو اور چونکہ اس سے فساد بھی دین میں ہو سکتا ہو اس اعتبار سے مصیبت ہو اسیطرح بلا بھی دو طرح پر ہو ایک مطلق دوسری مقید جو مصیبت کہ ہر طرح سے بلا ہو اسکی مثال آخرت میں خدا سے کچھ مدت یا ہمیشہ کو دور رہنا ہو اور دنیا میں کفر اور معصیت اور بدخلقی ہو کہ انکا انجام ہر طرح سے مصیبت ہی ہو اور بلائے مقید کی مثال جیسے فقر اور مرض اور خوف اور تمام انواع کے مصائب جو صرف دنیا میں ہون اور دین میں نہ ہون

دو سبب مقتضی ہین او نعمت پر شکر کی تقریر یہ اس طرح ہی کہ جو نعمت مطلق ہو اسپر شکر مطلق چاہیے اور جو مصیبت مطلق دنیاوی ہو اسپر
صبر کرنے کا حکم نہین مثلاً کفر مصیبت مطلق دنیاوی ہی اسپر صبر کرنے کے کچھ معنی نہین اسیطرح کسی معصیت پر صبر کرنیکو جاننا چاہیے بلکہ
کافر کو لازم ہی کہ اپنا کفر چھوڑ دے اور عاصی پر ضرور ہی کہ عصیان سے باز آوے ہان البتہ یہ بات ہو کہ کافر کو کبھی یہ معلوم نہین ہوتا کہ
مین کافر ہون جیسے کوئی شخص غشی اور بیہوشی کے عالم مین اپنا مرض نہین جانتا اور یہ اسکی بڑی مصیبت ہی ابتدا سے اگر آسکے وسے
صبر نہ ہو اور گنہگار جانتا ہو کہ مین گناہ کرتا ہون اسلئے معصیت کا چھوڑنا اسپر واجب ہی بلکہ جو مصیبت کہ آدمی اسکے دور کرنے پر
قدرت رکھتا ہو اسپر صبر کرنیکا مامور نہوگا مثلاً ایک شخص نے پانی پینا باوجود شدت پیاس کے چھوڑ دیا یہان تک کہ دونون
آگئی تو اسکو صبر کی حاجت نہ تھی بلکہ پیاس کی تکلیف دور کرنیکا حکم ہوگا صبر کا موقع وہ رنج ہوتا ہی جسکا دور کرنا بندے کے
قابو مین نہو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا مین صبر کا موقع مصیبت مطلق نہین ہی بلکہ ہو سکتا ہی کہ وہ مصیبت جسپر صبر کیا جاوے کسیوجہ سے
نعمت بھی ہو جب یہ بات ہوئی تو خیال مین آسکتا ہی کہ ایک ہی موقع پر صبر اور شکر دونون جمع ہو سکتے ہین مثلاً تونگری اگرچہ
نعمت ہی مگر مال اسکے باعث کبھی مالدار اور اسکی اولاد کی جان جاتی ہی اسیطرح تندرستی نعمت ہی مگر اسپر بھی کوئی حسد کرے اور مار ڈالے
تو وبال ہو سکتی ہی تو بعضی نعمتین دنیاوی ہین وہ نعمت والے کے حق مین مصیبت ہو سکتی ہین اور علی ہذا القیاس جتنے مصائب
دنیا مین ہین وہ بھی اہل مصیبت کے حال کے اعتبار سے نعمت ہو سکتے ہین مثلاً اکثر آدمی ایسے ہوتے ہین کہ فقر و مرض ہی انکو
محبوب ہوتا ہی تو یہ دونون چیزین اگرچہ مصیبت ہین مگر انکے حق مین نعمت ہین اسوجہ سے کہ اگر مال بہت ہوتا اور بدن درست
رہتا تو اترا کر سرکشی اختیار کرتے چنانچہ خداے تعالیٰ فرماتا ہی ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض اور فرمایا کلا ان الانسان لیطغیٰ
ان راٰہ استغنیٰ اور حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خداے تعالیٰ اپنے بندہ ایماندار کو دنیا سے بچاتا ہی باوجودیکہ
وہ دنیا کو اچھا جانتا ہی جیسے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہی اور یہی حال زوجہ اور اولاد اور قریب اور تمام ان اشیا کا ہی جو ہمنے
نعمت کے سولہ اقسام مین بیان کیا ہی سواے ایمان اور حسن خلق کے کہ بعضون کے حق مین یہ بھی مصیبت ہو سکتے ہین اسلیے
ضرور ہوا کہ انکے مقابل کی اشیا اسی صورت مین انکے حق مین نعمت ہون مثلاً پہلے گذر چکا ہی کہ معرفت سب چیزون کی ایک کمال اور
نعمت ہی کیونکہ ایک صفت خدا کی صفات مین سے ہی مگر بعض صورتون مین یہی نعمت وبال ہو جاتی ہی اسوقت نجاننا ہی نعمت
ہوتا ہی مثلاً آدمی اپنی موت کو نہین جانتا کہ کب ہوگی تو ہر چند جاننا ہر ایک شے کا داخل نعمت کمال ہی مگر موت کا نجاننا ہی نعمت ہی
اسلیے کہ اگر وقت موت کو معلوم کرے تو زندگی تلخ ہو جاوے اور بڑا غم ہو اور کوئی کام نکر سکے اسیطرح لوگون کے دلون کا اعتقاد
اپنی نسبت اور اپنے اقارب کی نسبت نہ معلوم ہونا نعمت ہی کیونکہ اگر اعتقاد معلوم ہو جایا کرتا تو انسان کو بہت رنج اور کینہ اور حسد
لوگون سے پیدا ہوتا اور عوض لینے کے لیے آمادہ ہونا پڑتا اسیطرح دوسرے شخص کی بری صفات کا نجاننا بھی نعمت ہی کیونکہ اگر
انکو جان لیا کرتے تو اس شخص سے بغض رکھتے اور اسکو ایذا دیتے اور یہی ایذا باعث خرابی دین و دنیا کی ہوتی بلکہ دوسرے شخص کی
صفات عمدہ کا بھی نجاننا کبھی داخل نعمت ہی کیونکہ بعض اوقات ایک شخص خواہ مخواہ دوسرے کو ایذا دیتا اور اسکی اہانت کرنی
چاہتا ہی اور فرض کرو کہ وہ شخص ولی ہی تو نادانستگی مین اگر اسکو ایذا دیگا تو اتنا گناہ نہوگا جتنا جاننے کے بعد ایذا دینے سے ہوگا
اسلیے کہ جو شخص نبی اور ولی کو جان کر ستاوے وہ کچھ اور ہی ہی اور جو نادانستہ ستاوے وہ اور ہی علی ہذا القیاس خداے تعالیٰ نے
جو قیامت کے امر اور لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعت مقبول کو خفیہ رکھا اور بعض کبائر گناہ کو مبہم رکھا تو یہ بھی نعمت ہی اسلیے کہ اسکے
خفیہ رہنے سے تلاش مین کوشش اور ارادہ زیادہ کرنا پڑتا ہی جب نجاننے کی صورت مین نعماے الٰہی کا یہ حال ہو تو علم

اشیا میں کہنے نعمت نہو گی اور تمنے یہ جو کہا ہے کہ ہر ایک موجود چیز میں خداے تعالیٰ کی ایک نعمت ہے تو یہ امر درست ہے اور ہر شخص کے
حق میں عام ہے اور اس سے کوئی بات خارج بھی نہیں رہتی مگر ایسے تکلیفات اس سے خارج ہیں جنکو خداے تعالیٰ نے بعض لوگون میں
پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بھی کبھی ایذا یاب کے حق میں نعمت ہوتی ہیں اگر اُسکے حق میں نعمت نہون مثلاً کسیکو مصیبت کے باعث تکلیف
پہونچے یعنی اپنا ہاتھ آپ ہی کاٹ لے اور اپنے چہرے کو آپ ہی گود لے تو اس فعل سے مرتکب گناہ بھی ہوگا اور درد بھی پاویگا
اور کافرون کا رنج آتش دوزخ میں بھی نعمت ہے مگر انکے حق میں نعمت نہیں بلکہ اُنکے غیرون کے حق میں ہے کیونکہ ایک قوم کی مصیبت سے
دوسرے کے بہت فائدے ہوتے ہین اگر بالفرض خداے تعالیٰ عذاب کو پیدا نفرماتا اور اُس سے کسی فرقے کو عذاب نکرتا تو
جنکو نعمت عنایت ہوتی ہے وہ قدر نعمت خاک نجانتے اور نہ اُسکی جنت سے خوش ہوتے اسلیے کہ اُنکی بہت سی خوشی اسطرح پر جبکی
کہ دوزخ والون کا رنج سوچینگے- دیکھو دنیا دار آفتاب کی روشنی دیکھکر با وجود شدت حاجت کے اُس سے خوش نہیں ہوتے کیونکہ
یہ نعمتین سب پر عام ہین اور کسی سے روک نہیں اسیطرح آسمان کے ستارون کو دیکھکر خوش نہیں ہوتے حالانکہ کوئی باغ زمین کا اُنکی
نسبت کہ اچھا نہیں جنکی تعمیر میں جان و مال کھپاتے ہین لیکن چونکہ آسمان کی آرایش عام ہے اسلیے اُس سے واقف نہیں اور اُسکے
باعث خوش نہیں ہوتے جب یہ ثابت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز ایسی نہیں پیدا کی جسمین کچھ حکمت نہو اور نہ ایسی جسمین کچھ نعمت نہو
خواہ سب بندون پر یا بعض پر تو اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مصیبت کو پیدا کیا ہے اُسمین بھی نعمت ہے خواہ اہل مصیبت پر ہو
یا اُن لوگون پر جو اُس مصیبت میں مبتلا نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس حالت کو نہ بلاے مطلق کہ سکتے ہیں نہ نعمت مطلق
اس طرح کی حالت میں بندے کو صبر اور شکر دونون کرنے پڑینگے- اب اگر یہ کہو کہ صبر اور شکر اکٹھے کیسے ہونگے وہ دونون تو ایک
دوسرے کی ضد ہین اسلیے کہ صبر غم پر ہوتا ہے اور شکر خوشی پر تو اجتماع کی صورت کس طرح ہوسکتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ آدمی ایک ہی
چیز سے بعض اوقات غم بھی کرتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے تو غم کے لیے صبر ہوگا اور خوشی کے لیے شکر مثلاً فقر اور مرض اور خوف اور
مصیبت دنیاوی میں اگرچہ رنج ہوتا ہے جو مقتضی صبر ہے مگر پانچ باتین ایسی بھی ہین عاقل کو اُنپر خوش ہونا چاہیے اور اُنپر شکر کرنا چاہیے
اول تو یہ کہ جو مصیبت اور مرض ہے اس سے بڑھکر بھی کوئی دوسرا مرض اور مصیبت ممکن ہے اور از انجا کہ خداے تعالیٰ کی قدرت
میں کسیکو دخل نہیں تو اگر بالفرض اُس مرض اور مصیبت کو دو چند کر دے تو کوئی کیا کرسکتا ہے اور کون مانع ہوسکتا ہے تو ہر مرض
و مصیبت پر آدمی کو شکر کرنا چاہیے کہ اُسیقدر پر خداے تعالیٰ نے اکتفا کی اُس سے زیادہ مصیبت نہ بھیجی- دوسرے یہ کہ
مصیبت دنیاوی ہوئی دین کی نہیں ہوئی یہ بات بھی سزاوار شکر ہے چنانچہ کسی شخص نے حضرت سہیل تستری رح سے عرض کیا
کہ میرے گھر میں ایک چور گھسکر تمام اسباب لیگیا آپ نے اُسکو فرمایا کہ خدا کا شکر کر اگر شیطان تیرے دل میں گھسکر توحید کو بگاڑ دیتا
تو تو کیا کرتا اسی پر خیریت گذری- اور اسیواسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا کہ الٰہی مصیبت میرے اوپر میرے
دین میں مت ڈالنا اور حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہین کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں آئی جسمین خداے تعالیٰ کے چار انعام مجھپر
نہوے ہون اول یہ کہ وہ مصیبت میرے دین پر نہ تھی دوم اُس مقدار ہوئی زیادہ نہوئی سوم مجھکو اُسپر راضی رہنے سے محروم
نہ فرمایا- چہارم مجھکو اُسپر توقع ثواب کی ہوئی- اور روایت ہے کہ کسی اہل دل کا کوئی دوست تھا اُسکو بادشاہ نے مقید کیا
اُسنے یہ خبر اُن بزرگ کو کہلا بھیجی اور شکوہ اپنے قید ہونے کا لکھا- اُنھون نے جواب میں فرمایا کہ خدا کا شکر کرو بادشاہ نے
اُس شخص قیدی کو ہنڈوایا اُسنے پھر شکایت اُن بزرگ کے پاس کہلا بھیجی اُنھون نے پھر فرمایا کہ شکر بجا لا اتنے میں ایک
مجوسی قید ہوا جسکو دستون کی بیماری تھی سلطان کے حکم سے ایک ہی بیڑی میں دونون کو رکھا ایک کڑا اُس شخص کے

پانون مین اور دوسرا مجوسی کے پانون مین اُسنے یہ ماجرا بھی کہلا بھیجا اُنھون نے فرمایا کہ شکر خدا کر پھر وہ مجوسی پاخانے کیواسطے
بہت دفعہ اُٹھتا اور اس شخص کو بھی اُسکے ساتھ اُٹھنا پڑتا اور بوقت فراغت تک اسکے سر پر کھڑا رہنا پڑتا غرض اس تکلیف کو بھی
اُسنے بزرگ کی خدمت مین لکھا اُنھون نے فرمایا کہ شکر خدا کر تب اُسنے دلتنگ ہوکر لکھا کہ کہان تک شکر کیے جاؤن اس مصیبت سے
بڑھکر کونسی مصیبت ہو اُنھون نے جواب دیا کہ جو زنار مجوسی کی کمر مین ہو اگر تیری کمر مین ڈال دیا جاتا تو کیا کرتا اس سے معلوم
ہوا کہ جو فرد بشر کہ مبتلاے مصیبت ہوتا ہو اگر وہ خوب غور سے جیسا کہ چاہیے ویسا تامل کرے کہ مین نے ظاہر و باطن مین اپنے
آقا کے حق مین کتنی بے ادبی کی ہو تو اُسکو معلوم ہوگا کہ جسقدر مجھکو مصیبت پہونچی وہ کم ہو اور مین سزاوار اُس سے زیادہ کا تھا یعنی
جسقدر مجرم تھا اُسقدر سزا نہین دی مثلاً سو کوڑے لگنے کے قابل گستاخی تھی تو دس ہی لگے یا دونون ہاتھ کاٹے جانے کے
لائق بے ادبی تھی مگر ایک ہی کٹا تو ظاہر ہو کہ مقام شکر ہو چنانچہ حضرت ابو یزید بسطامی رح کے حال مین لکھا ہو کہ کسی کوچے مین
تشریف لیے جاتے تھے اوپر سے کسی نے راکھ کا طشت آپ کے اوپر ڈال دیا آپ نے جناب الٰہی مین سجدہ شکر کیا لوگون نے
پوچھا کہ یہ سجدہ کیسا ہو آپ نے فرمایا کہ مجھے انتظار اپنے اوپر آگ گرنے کا تھا تو صرف راکھ کا گرنا میرے حق مین نعمت ہو اور بعض
اکابر سے کسی نے درخواست کی کہ آپ دعاے استسقا کے لیے باہر نہین نکلتے مینہ مدت سے بند ہو اُنھون نے فرمایا کہ تم مینہ کی
بارش مین تاخیر جانتے ہو اور مین پتھر کی بارش مین تاخیر سمجھتا ہون یعنی اعمال خلق قابل پتھر برسنے کے ہین پس اسمین گویا تاخیر کا
ہونا داخل انعام ہو اسلیے مین طلب باران کو نہین نکلتا کہ مقام شکر مین اظہار مصیبت کو گنجایش نہین اب اگر کوئی کہے کہ مصیبت
مین ہم خوشی کیسے ہون کیونکہ دیکھتے ہین کہ بعضے لوگون نے ہمسے زیادہ گناہ کیے ہین اور ہماری سی مصیبت اُنپر نہ آئی یہان
تک کہ کفار برابر کفر کرتے ہین مگر ہماری طرح مبتلاے مصیبت نہین ہوتے تو اسکا جواب یہ ہو کہ کافر کے لیے تو بہت زیادہ مصائب
ہونگے آج نہ سہی بعد موت اُسپر آوینگے اور دنیا مین اُسکو مہلت اسلیے ہو کہ گناہ بہت سے کرے اور عذاب بہت طویل دیا جاوے
چنانچہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہو (ترجمہ) انما نملی لہم لیزدادوا اثما باقی رہا گناہگار پس کہان سے معلوم ہوا کہ جہان مین کوئی ہمسے بھی
زیادہ خطاوار ہو ظاہر کے شراب خواری اور زنا سے کچھ نہین ہوتا بہت سے دل کے وسوسے اس گستاخی کے خداے تعالیٰ کے
اور اسکی صفات کے باب مین ایسے بُرے ہوتے ہین کہ شراب خواری اور زنا کی کچھ اصل اُنکے سامنے نہین ہوتی نہ وہ کبھی
گناہ اعضا کی حقیقت اور ایسے گناہون کے باب مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہو تحسبونہ ہینا وہو عند اللہ عظیم تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ دوسرا
شخص ہمسے زیادہ خطاوار ہو پھر اگر بالفرض واقع مین تقصیر کسی دوسرے کی زیادہ ہو تو یہ ہوسکتا ہو کہ اسکی سزا آخرت مین ہو اور
اُسکی دنیا مین تو یہ بات بھی قابل شکر ہو کہ مواخذۂ اخروی سے نجات دی اور یہ تیسری وجہ ہو شکر کی یعنی جو سزا جرم کی ہو سکتا ہو
کہ وہ آخرت تک ملتوی رہے اور دنیا کی مصیبت کے تو چند اسباب ایسے بھی ہوسکتے ہین جنسے وہ سہل اور خفیف ہوجاوے مگر
آخرت کی مصیبت اول تو دائمی ہوتی ہو اور دائمی نہو تو اتنی بات ضرور ہو کہ اُسمین کچھ تخفیف نہین ہوسکتی اسواسطے کہ اسباب
تسلی کے عذاب والون سے آخرت مین بالکل جدا ہوجاتے ہین تو تخفیف کہان سے آوے اور یہ بھی ثابت ہو کہ جسکو عذاب
دنیا مین ہولیگا اُسکو دوبارہ عذاب نہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب بندہ گناہ کرتا ہو اور اُسپر کوئی شدت
یا مصیبت دنیا مین پہونچ جاتی ہو تو خداے تعالیٰ اس بات سے غنی ہو کہ اُسکو دوبارہ عذاب دے چوتھی وجہ یہ کہ مصیبت و بلا
لوح محفوظ مین لکھی ہوئی تھی کہ فلان شخص پر آویگی اور اُسکا پہونچنا ضروری تھا اور جب وہ پہونچ گئی خواہ تھوڑی ہو یا سب تو جسقدر
سے فراغت و راحت ہوگئی وہی نعمت ہو پانچوین بات یہ ہو کہ مصیبت کا ثواب مصیبت سے بڑھکر ہو اسلیے کہ دنیا کے مصائب

دو وجہ سے آخرت کی راہ ہین اول وجہ تو وہ ہی جس سے بدمزہ اور تلخ دوائین مریض کے حق مین نعمت ہین اور لوازم کھیل و کود سے روکدینا
لڑکے کے حق مین نعمت ہی کیونکہ مثلاً اگر لڑکے کو اُسکی طبیعت پر چھوڑ دیا جاوے اور کھیل مین مصروف رہنے دین تو علم و ادب کیسے سیکھیگا
تمام عمر تلف ہو جائیگی اسیطرح مال اور اہل اور اقارب اور اعضا یہانتک کہ آنکھ بھی کہ سب اشیا سے عزیز ہی کبھی سبب ہلاک بعض احوال مین
ہو جاتی ہی بلکہ عقل جو سب سے زیادہ عزیز ہی کبھی سبب ہلاک ہوتی ہی ملحد لوگ عقل ہی سے تباہ ہوتے ہین اسیلیے قیامت کو تمنا کرینگے کہ
مجنون اور لڑکے ہوتے تو خوب ہوتا ہمنے اپنی عقلون پر کیون کام کیا خداے تعالیٰ کے دین مین اگر عقل کے بموجب تصرف نکرتے
تو اچھا تھا غرض کہ ان اسباب مین ہر ایک چیز مین آدمی کے لیے دینی بہتری بھی ہوسکتی ہی تو خداے تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کرکے
ان اشیا مین دینی بہتری مان لے اور اُسپر شکر بجا لاوے اسلیے کہ اُسکی حکمت بہت وسیع ہی اور بندون کی مصلحت کو وہ انکی نسبت
زیادہ جانتا ہی اور قیامت کے روز بندے جب دیکھینگے کہ مصیبت پر ثواب ملتا ہی تب شکر نعمت کرینگے جیسے لڑکا عقل کے بعد اپنے باپ
اور استاد کا شکر مارنے اور ادب دینے پر کیا کرتا ہی کیونکہ ثمرہ تادیب اور تکلیف کا اُسوقت پاتا ہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے
مصیبت کا آنا بھی تادیب اور عنایت بندون کے حال پر ہی اور یہ عنایت الٰہی باپ کی عنایت سے زیادہ اور کامل تر ہی اسکو محض
خیر و برکت جاننا چاہیے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا
کہ مجھکو کچھ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو حکم الٰہی تیرے اوپر ہو اُسمین خداے تعالیٰ پر بدگمانی مت کر اور ایک بار آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف دیکھکر ہنسے لوگون نے سبب ہنسنے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات سے تعجب ہوا کہ ایماندار
کے لیے خداے تعالیٰ کا حکم اگر اُسکی آسایش کا ہو تو راضی رہتا ہی اور اُسکے حق مین بہتر ہوتا ہی اور اگر اُسکی تکلیف کا ہو تب بھی راضی
رہتا ہی اور اُسکے حق مین مفید ہوتا ہی شعر انچہ رود بر سرم چون تو پسندی رواست ٭ بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست ٭ دوسری وجہ یہ
کہ سب خطاؤن مہلک کی جڑ محبت دنیا ہی اور سب اسباب نجات کی اصل دنیا سے دل سے علحدہ رہنا اور ظاہر ہی کہ اگر نعمتین دنیاوی
مراد کے موافق بے بلا و مصیبت ملا کرین تو اس سے دل کو دنیا کی طرف میل اور اُسکے اسباب کے ساتھ اُنس ہو جاتا ہی یہانتک کہ
آدمی کے حق مین دنیا مثل جنت ہو جاتی ہی تو مرنے کے وقت اُسکے اسباب کی مفارقت بڑی مصیبت ہو جاتی ہی اور اگر مصیبتین
آتی رہین تو دل اُسکی طرف سے کھٹا ہو جاتا ہی نہ اُس سے اُلفت ہوتی ہی نہ رغبت بلکہ دنیا مثل زندان اسکے حق مین ہو جاتی ہی کہ
یہان سے چھوٹنا گویا قید سے چھوٹنا تصور کرتا ہی اور نہایت لذت دنیا سے خلاصی ہونے مین پاتا ہی اسی بنا پر حدیث شریف مین ہی
الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر اور کافر اُسکو کہتے ہین جو خداے تعالیٰ سے روگردان ہو کر صرف دنیا کی زندگانی کا خواہان ہو اور اسی
اطمینان رکھے اور مومن وہ ہی جو دل سے دنیا سے پھرا ہوا ہو اور اُس سے نکلنے کا نہایت مشتاق ہو اور کفر کچھ ظاہر ہوتا ہی اور
کچھ پوشیدہ اور جسقدر محبت دنیا کی دل مین ہوتی ہی اُسیقدر شرک خفی بھی اُسمین رہتا ہی۔ موحد مطلق وہ شخص ہی جو واحد
مطلق ہی کو محبوب جانے۔ حاصل یہ کہ مصیبت مین ان پانچون وجہ سے نعمت بھی ہوتی ہی اسلیے اُسپر خوش ہونا ضرور ہی اور رنج کرنا
تو ظاہر ہی کہ ہوتا ہی اور رنج مین خوش ہونے کی مثال ایسی ہی جیسے کسیکو حاجت پچھنے لگوانے کی ہو اور دوسرا شخص مفت لگا دے
یا کسی مرض مین دوا مفت کڑوی پلا دے تو ظاہر ہی کہ پچھنے اور کڑوی دوا سے تکلیف ہوتی ہی مگر اُسپر آدمی صبر کرکے دوسرے
شخص معالج کا شکر گزار ہوتا ہی اسلیے کہ مفت مین علاج ہونے کی خوشی ہوتی ہی اسیطرح جو مصیبت امور دنیاوی مین ہوتی ہی اُسکو
کڑوی دوا کی طرح جاننا چاہیے جو سر دست تکلیف دیتی ہی اور انجام کو راحت پہونچاتی ہی۔ بلکہ اگر کوئی شخص سیر کے لیے کسی بادشاہ
کے محل مین جاوے اور جان لے کہ یہان سے بیشک نکلنا پڑیگا اور وہان کوئی اچھی صورت دیکھے اور اُسکے ساتھ انس کرے

ح
[illegible]

ح
[illegible] آسمان کی طرف دیکھکر ہنسنے اور تعجب کرنے کا بیان ۱۲

ح ۳
دنیا قیدخانہ ہی ایماندار کا اور جنت ہی کافر کی ۱۲ مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

محل میں سے نہ نکلے تو یہ بات اسپر وبال اور مصیبت کی ہو کہ ایسی جگہ اُنس کرتا ہو جہاں ٹھہرنے کا مقام نہیں اور اگر اپنے دل میں یہ
خطرہ رکھیگا کہ ایسا نہو کہ بادشاہ کو اطلاع ہو تو وہ سزا دے اور اس خطرے کی جہت سے اُس مقام سے نفرت کریگا تو اُسکے حق میں
نعمت ہوگی اسیطرح دنیا بھی ایک مکان ہو جسمیں لوگ رحم کے دروازے سے گھستے ہیں اور لحد کے پھاٹک سے نکل جاتے ہیں تو جسقدر
کہ انکا اُنس اس مکان سے ثابت ہوگا اُسیقدر اُنکے حق میں وبال و مصیبت ہو اور جسقدر دل اُسکی طرف نا مائل رہیگا اور رغبت
نہوگی اُسیقدر نعمت ہو - پس جو شخص اس امر کو جانتا ہو وہ تو بلا پر بھی شکر کریگا اور جو بلا میں ان نعمتوں سے ناواقف ہو اُسکا شکر گزار
ہونا ناممکن ہو کیونکہ شکر بعد شناخت نعمت کے ہوتا ہو اور جسکو اس بات کا اعتقاد ہی نہیں کہ مصیبت کا ثواب مصیبت سے بڑھکر ہو
وہ مصیبت پر شکر کیوں کرنے لگا تھا - اور روایت ہو کہ ایک اعرابی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضہ کو اُنکے والد عباس رضہ کی
وفات میں ایک قطعہ تعزیت کا لکھا جسکا ترجمہ یہ ہو **قطعہ** درصبر کوش تا بصبوری نہیم دل ✤ صبر ہمہ کہان اثر صبر مقتدرست ✤
اجر تو بہتر ست ز عباس بعد از و ✤ عباس را خداے کریم از تو بہتر ست ✤ حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ اس شخص کی تعزیت سے
بہتر اور کسی شخص نے تعزیت میری نہیں کی اور احادیث مصائب پر صبر کرنے کے باب میں بہت ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہو من یرد اللہ
بہ خیرا یصب منہ اور ایک حدیث قدسی میں روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو کہ جب میں اپنے بندے پر مصیبت بدن کی یا مال کی
یا اولاد کی بھیجتا ہوں اور وہ اُسکو صبر جمیل کے ساتھ سہتا ہو تو قیامت کے روز مجھکو شرم آتی ہو کہ ایسے شخص کے لیے عمل کی ترازو کھڑی
کروں یا دفتر اعمال کھولوں اور ایک حدیث شریف میں ہو کہ جب کسی بندے پر کوئی مصیبت آتی ہو اور وہ حکم الٰہی کے موجب انا للہ
وانا الیہ راجعون کہکر اللھم اجرنی فی مصیبتی واعقبنی خیرا منہا کہتا ہو تو خداے تعالیٰ ویسا ہی کرتا ہو اور فرمایا کہ خداے تعالیٰ فرماتا ہو کہ جس
شخص کی میں دونوں آنکھیں لے لیتا ہوں تو اُسکا بدلہ یہ ہو کہ وہ میرے گھر میں ہمیشہ رہیگا اور میری طرف کو تاکتا رہیگا اور روایت ہو
کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا مال جاتا رہا اور جسم بیمار ہو آپ نے فرمایا کہ جس بندے کا مال نجاوے
اور مریض نہو اسمیں کچھ بہتری نہیں اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہو تو اُسکو مبتلا کرتا ہو اور جب مبتلا کرتا ہو تو صبر عنایت
فرماتا ہو اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہو کہ آدمی کیواسطے خداے تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہوا کرتا ہو جسپر کہ وہ عمل کے باعث
نہیں پہونچ سکتا اسلیے خداے تعالیٰ اُسکے جسم پر کوئی مصیبت بھیجدیتا ہو کہ اُسکے باعث وہ درجہ اُسکو ملجاتا ہو اور خباب
بن ارت سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم حاضر ہوے آپ اسوقت اپنی چادر مبارک کا تکیہ لگاے
خانہ کعبہ کے سایہ میں تشریف رکھتے تھے ہمنے آپ سے شکایت کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ خداے ہمارے لیے دعا
نہیں کرتے کہ وہ ہماری نصرت کرے آپ کے رخسار مبارک سرخ ہو گئے اور اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں بعض لوگ
ایسے تھے کہ زمین کھود کر اُنکو گاڑ دیتے تھے اور آرہ لاکر سر پر رکھکر چیر ڈالتے تھے مگر باوجود اسکے وہ لوگ اپنے دین سے نہیں پھرتے
تھے - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ جس شخص کو بادشاہ ظلم کی راہ سے قید کرے اور وہ مر جاوے تو شہید
مریگا اور اگر اسکو اتنا مارے کہ مر جاوے تب بھی شہید ہوگا اور ایک حدیث میں ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
من اجلال اللہ ومعرفۃ حقہ ان لا تشکو ولا تذکر مصیبتک اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہیں کہ تم موت کے لیے پیدا ہوتے ہو اور
اجاڑ ہونے کے لیے عمارت بناتے ہو فانی چیز کے حریص ہو اور باقی کے تارک آگاہ رہو کہ تینوں مکروہات بہت عمدہ اشیا ہیں
یعنی فقر اور مرض اور موت اور حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خداے تعالیٰ کو کسی بندے کی
بہتری منظور ہوتی ہو اور اُس سے دوستی کیا چاہتا ہو تو اُسپر مصیبتوں کو ڈال دیتا ہو اور حوادث کی بوچھار سے اُسپر گراتا ہو جب وہ

بندہ خدائے تعالیٰ کو پکارتا ہو تو فرشتے کہتے ہیں کہ یہ آواز تو جانی بوجھی ہو اور اگر دوبارہ پکارتا ہو اور یا رب کہتا ہو تو اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہو کہ اے بندے کہ کیا کہتا ہو میں حاضر ہوں جو کچھ تو مجھ سے مانگیگا میں دونگا اگر یہاں تجھے کوئی بہتر چیز دونگا تو تیرے لیے
اس سے بہتر اپنے پاس رکھ چھوڑونگا جب قیامت کا دن ہوگا تو عمل والے حاضر ہونگے اور انکے اعمال نماز و روزہ اور صدقہ اور
حج سب ترازو میں تولے جاوینگے اور پورا پورا ثواب عنایت ہوگا مگر جب مصیبت والے اوینگے تو انکے لیے نہ ترازو کھڑی ہوگی نہ
نامۂ اعمال کھولا جاویگا اور ثواب انپر ایسے ہی ڈالا جاویگا جیسے بلا ڈالی گئی تھی اسوقت جن لوگوں کو دنیا میں عافیت رہی تھی یہ تمنا
کرینگے کہ کیا خوب ہوتا جو ہمارے جسم مقراضوں سے کاٹے جاتے اور ایسا ہی ثواب ہمکو عنایت ہوتا جیسا اہل مصائب کو ملا اسی بنا پر
یہ آیت قرآن مجید میں ہو انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہو کہ کسی پیغمبر نے جناب باری میں
شکایت کی کہ الٰہی بندۂ مومن تیری اطاعت کرتا ہو اور گناہوں سے اجتناب کرتا ہو مگر تو اس سے دنیا کو علیحدہ رکھتا ہو اور مصیبت
بھیجتا ہو اور بندۂ کافر تیری اطاعت نہیں کرتا اور گناہوں پر جرأت کرتا ہو اس سے تو بلا علیحدہ رکھتا ہو اور دنیا بہت سی دیتا ہو
یہ کیا بات ہو خداوند کریم نے انپر وحی بھیجی کہ بندے بھی میرے ہیں اور بلا بھی میری اور ہر ایک میری حمد میں تر زبان ہو وجہ یہ ہو کہ بندۂ
مومن پر گناہ ہوتے ہیں اسواسطے میں اس سے دنیا کو علیحدہ رکھتا ہوں اور بلا بھیج دیتا ہوں کہ انکے گناہوں کا کفارہ ہو جاوے
یہانتک کہ جب میرے پاس آوے تو اسکی نیکیوں کا عوض اسکو عنایت کروں اور کافر کی کچھ نیکیاں ہوتی ہیں اسلیے میں اسکو رزق
زیادہ دیتا ہوں اور بلا کو اس سے علیحدہ رکھتا ہوں کہ اپنے حسنات کا بدلا دنیا میں حاصل کر لے اور جب میرے پاس آوے تو اسکو
سزا اسکے سیئات کی دوں۔ اور روایت ہو کہ جب یہ آیت اتری من یعمل سوءا یجز بہ تو حضرت ابوبکر صدیق رض نے عرض کیا کہ اس
آیت کے بعد خوشی کس طرح ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر خدا تجھکو معاف کرے کیا تو بیمار نہیں ہوتا یا تجھکو کچھ
ایذا نہیں پہونچتی کہ جسپر غم ہوتا ہو یہی بدلہ ہو تمہارے اعمال کا یعنی جمیع مصائب کفارہ تمہارے گناہوں کا ہوتے ہیں۔ اور عقبہ بن عامر رض
سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اسکی مراد دیئے جاتا ہو اور وہ اپنی
خطا پر مصر ہو تو جان لو کہ یہ امر اسکے مہلت دینے کے لیے ہو بعد اسکے یہ آیت پڑھی فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء حتی اذا
فرحوا بما اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون یعنی جب انھوں نے امر کے بموجب کام کرنا چھوڑ دیا تو ہمنے انپر ہر طرح کی بہتری کے دروازے
کھولدیے یہانتک کہ جب وہ اس بہتری سے خوش ہوے تو ایک دفعہ ہی انکو ماخوذ کر لیا اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ ایک
شخص نے صحابہ رض سے ایک عورت کو دیکھا جسکو جاہلیت میں جانتے تھے اس سے کچھ گفتگو کرکے چھوڑ دیا اور چلتے جاتے تھے اور
اسکی طرف پھر کر دیکھتے جاتے تھے اسی اثنا میں سامنے سے ایک دیوار کا دھکا جو انکو لگا تو منہ پریشان ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہو تو اسکی سزا
دنیا ہی میں دے دیتا ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں تمکو ایک آیت قرآن مجید کی ایسی بتائے دیتا ہوں جو سب
آیات سے زیادہ توقع کی ہو لوگوں نے عرض کیا کہ فرمائیے آپ نے یہ آیت پڑھی وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر
غرضکہ دنیا کے مصائب گناہوں کے باعث ہوا کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ بندے کو دنیا میں سزا دے لیتا ہو تو پھر دوبارہ عذاب
دینے سے غنی ہو اور اگر دنیا میں معاف کر دیا تو پھر اسکا کرم اس بات کا مقتضی نہیں کہ قیامت میں سزا دے اور حضرت انس رض
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک دو گھونٹوں سے زیادہ بندے کا کوئی
گھونٹ محبوب تر نہیں اول غصے کا گھونٹ کہ حلم کے باعث پی جاوے دوم مصیبت کا گھونٹ جو صبر کے سبب پی جاوے اور

عـــه احمد و طبرانی و بیہقی در شعب ۱۲

عـــه احمد و طبرانی بروایت حسن عن عبد اللہ بن مغفل ۱۲

عـــه اور بڑی چیز کی معافی سو یہ لازم ہوگا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور معاف کرتا ہی بہت ۱۲

عـــه ابن ماجہ بروایت ابن عمر بالفاظ جید ۱۲

نہ کوئی قطرہ محبوب تر خدا سے تعالی کے نزدیک دو قطروں سے ٹپکتا ہو ایک قطرۂ خون جو اُسکی راہ مین گرے دوم قطرۂ اشک جو شب تاریک مین بندے کی آنکھ سے سجدے کی حالت مین گرے اور اُسکو سوا خدا کے اور کوئی نہ دیکھتا ہو اور نہ کوئی قدم بندے کا خدا سے تعالی کے نزدیک دو قدمون سے محبوب تر ہو ایک قدم فرض نماز کے لیے دوم قدم قرابتیون سے میل کرنے کے لیے۔ اور حضرت ابو درداء رضہ سے روایت ہو کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے لڑکے نے وفات پائی آپ کو نہایت قلق ہوا آپ کے پاس دو فرشتے آئے اور سامنے دو زانو بیٹھ گئے جیسے دو مدعی مدعا علیہ ہون ایک نے اُنمین سے عرض کیا کہ مین نے کھیت بویا تھا جب وہ تیار ہوا تو اس شخص نے اُسکو پامال کر دیا آپ نے دوسرے سے فرمایا کہ تو کیا جواب دیتا ہو اُسنے عرض کیا کہ مین راستہ چلا جا رہا تھا ایک کھیت پر گذر ہوا دہنے بائین سب طرف دیکھا معلوم کیا تو راہ کھیت ہی مین کو تھی وہان ہی کو گذرا آپ نے مدعی سے فرمایا کہ تو نے راستے مین بیج کیون ڈالا تھا تجھے معلوم نہین کہ لوگون کے لیے راستہ ضرور ہو اُسنے عرض کیا کہ پھر آپ اپنے لڑکے پر کیون غم کرتے ہین آپ کو معلوم نہین کہ موت آخرت کی سڑک ہو حضرت سلیمان علیہ السلام نے توبہ کی اور پھر کبھی لڑکے پر رنج نکیا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحہ ایک اپنے بیمار لڑکے کے پاس گئے اور فرمایا کہ جان پدر اگر تو میری ترازو مین ہو تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہو کہ مین تیری ترازو مین ہون اُسنے عرض کیا کہ آپ کی مرضی کے موافق اگر ہو تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہو کہ میری مرضی کے موافق ہو خلاصہ حضرت عمرؓ کے قول کا یہ ہو کہ اگر تو وفات پائے اور مین صبر کرون تو اس سے اچھا سمجھتا ہون کہ مین وفات پاؤن اور تو صبر کرے یعنی جزاے صبر میرے نامۂ اعمال مین رہے۔ اور حاصل لڑکے کے جواب کا ظاہر ہو کہ جو بات والد کو محبوب دیکھی اُسکو محبوب جانا۔ اور حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہو کہ کسی نے اُنکے لڑکے کی وفات کی خبر سنائی آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ خدا سے تعالی نے ایک عیب کو چھپایا اور مشقت کو ٹالا اور ثواب پہونچایا پھر اُترکر دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ جو کچھ خدا سے تعالی کا حکم ہمکو تھا وہ ہم کر چکے یعنی خدا سے تعالی ارشاد فرماتا ہو واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ تو ہمنے دونون باتین ادا کین۔ اور حضرت ابن مبارک رحہ کا ایک لڑکا گذر گیا تھا ایک مجوسی نے بطور تعزیت یہ جملہ اُنکی خدمت مین عرض کیا کہ عاقل کو چاہیے کہ آج وہ کام کرے جو جاہل چند روز کے بعد کرتا ہو مراد اس سے بہتر ہو آپ نے فرمایا کہ یہ جملہ اسکا لکھ لو۔ اور بعض علما کا قول ہو کہ اللہ تعالی بندے پر مصیبت ڈالے جاتا ہو حتی کہ وہ زمین پر چلتا ہو اور ایک گناہ بھی اُسکے ذمہ نہین رہتا اور حضرت فضیل رحہ فرماتے ہین کہ جیسے آدمی اپنے گھر والون کے لیے خیر کا کفیل ہوتا ہو اللہ عز و جل اپنے بندۂ مومن کے واسطے بلا کا عہد کر لیتا ہو اور حاتم اصم سے مروی ہو کہ اللہ تعالی خلق کے چار طرح کے لوگون پر قیامت کے دن چار چیزون مین حجت فرماویگا۔ تو انگرون پر حضرت سلیمان علیہ السلام اور فقیرون پر عیسی علیہ السلام سے۔ اور غلامون پر یوسف علیہ السلام سے۔ اور مریضون پر ایوب علیہ السلام سے کہ ہم لوگ ایسے کیون نہوے۔ اور روایت ہو کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب کفار بنی اسرائیل سے بھاگ کر درخت کے اندر چھپ گئے اور شیطان مردود نے انکا حال اُنسے کہدیا تو وہ ایک آرہ لائے اور درخت کو چیرنا شروع کیا جب آپ کے سر مبارک پر آرہ پہونچا تو آپنے ایک آہ سرد دل پر درد سے نکالی وحی الٰہی ہوئی کہ اے زکریا اگر دوبارہ آواز نکلی تو دفتر نبوت سے نام مٹا دونگا حضرت زکریا علیہ السلام نے دانتون تلے زبان دے لی اور صبر کیا یہانتک کہ دو ٹکڑے ہو گئے **شعر** گر کشی ور جرم بخشی روے و سر بر آستانم ❋ بندہ را فرمان نباشد ہرچہ فرمائی برآنم ❋ اور حضرت ابن مسعود بلخی فرماتے ہین کہ جس شخص کو کوئی مصیبت آوے اور وہ اپنے کپڑے پھاڑے یا چھاتی کوٹے تو ایسا ہو کہ نیزہ لیکر خدا سے تعالی سے لڑنے کو تیار ہو۔ اور حضرت لقمان رحہ نے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا کہ سونا آگ سے امتحان کیا جاتا ہو اور ایماندار بندہ کا امتحان مصیبت سے ہوتا ہو پس جب اللہ تعالی کسی قوم کو محبوب جانتا ہو

تو انکو مبتلائے مصیبت کر کے امتحان لیتا ہے اس صورت مین جو شخص اُس سے راضی رہتا ہے وہ بھی اُس سے راضی ہوا اور جو ناراض ہے
اُس سے وہ ناراض ہے۔ اور احنف بن قیس رح کہتے ہین کہ ایک روز میری داڑھ مین بہت درد تھا مین نے اپنے چچا سے کہا کہ داڑھ کے
درد کے مارے مجھے رات بھر نیند نہین آئی اسی طرح تین بار مین نے کہا اُنھون نے فرمایا کہ تو ایک ہی رات مین داڑھ کی اتنی شکایت
کرتا ہے میری آنکھ تیس برس سے جاتی رہی ہے مگر کسی کو معلوم بھی نہین ہوا اور حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ جب تجھپر بلا نازل
ہو تو میری شکایت میری مخلوق سے مت کر جو کہنا ہو مجھی سے کہہ جیسے مین تیری شکایت اپنے فرشتون سے نہین کرتا جسوقت کہ تیرے
عیوب و خطائین میرے پاس آتی ہین سچ ہے شعر بس پردہ بینید عملہاے بد ÷ ہم او پردہ پوشد بآلاے خود

دوسرا بیان نعمت کی فضیلت مصیبت پر شاید کوئی فضل مصائب سنکر یہ سمجھے کہ ان اخبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین
نعمت کی نسبت مصیبت کا آنا بہتر ہے تو اب سب انسانون کو چاہیے کہ مصیبت کا سوال کرنا خدا سے جائز ہو اُسکے جواب مین ہم
کہتے ہین کہ درخواست مصیبت ناجائز ہے اُسکی کوئی وجہ نہین جس سے درست ہو بلکہ مصائب سے پناہ مانگنا البتہ مشروع ہے
چنانچہ احادیث مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت دونون کی مصیبت سے پناہ مانگا کرتے تھے اور
آپ کا اور دوسرے انبیا علیہم السلام کا یہی قول تھا ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ اور شماتت اعدا وغیرہ سے پناہ
مانگتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ اُنھون نے اپنی دعا مین فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے صبر کی درخواست کرتا ہون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مصیبت کا سوال کرتے ہو خداے تعالیٰ سے عافیت کی درخواست کرو۔ اور حضرت
ابوبکر صدیق رض آپ سے روایت کرتے ہین کہ فرمایا کہ خداے تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو کیونکہ ایسا کوئی شخص نہین جسکو عافیت سے
عمدہ تر چیز سوائے یقین کے ملی ہو اور یقین سے دل کی عافیت اور صحت مراد ہے جسمین شبہہ کا روگ اور مرض جہل نہو اسلیے کہ دل کا
اچھا رہنا بدن کی تندرستی سے اعلیٰ تر ہے۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جو چیز کہ جسمین شر ہی نہین وہ تندرستی ہے شکر کے ساتھ
کیونکہ بعضے لوگ نعمت پاتے ہین مگر اُسکا شکر نہین کرتے۔ اور مطرف بن عبد اللہ رح فرماتے ہین کہ مجھکو تندرستی ملی اور اسپر مین
شکرگزار رہون تو اس سے بہتر ہے کہ مجھپر مصیبت آوے اور اُسپر صبر کرون اور ایک دعا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وعافیتک احب الیّ اور یہ امر ظاہر ہے اسمین کچھ دلیل کی حاجت نہین کیونکہ مصیبت دو اعتبار سے نعمت ہو جاتی ہے اول تو یہ
مصیبت کی نسبت جو اُس سے بڑی ہو خواہ دنیا مین یا دین مین اور دوسرے اُس توقع ثواب کے اعتبار سے جو خداے تعالیٰ
عنایت فرماویگا اسی لحاظ سے آدمی کو چاہیے کہ خداے تعالیٰ سے دنیا مین نعمت کامل کی درخواست کرے اور اپنے اوپر سے
بلا کے دور ہونے کی دعا کرتا رہے اور نیز اُسکی نعمت کی شکرگزاری پر ثواب اخروی کی استدعا کرے کیونکہ وہ اس بات پر قادر ہے
کہ شکر ہی کے عوض مین وہ کچھ دے ڈالے جو صبر مین دینا ہے اب اگر کوئی کہے کہ بعض لوگون نے ایسے مضمون لکھے ہین جنسے استدعا
مصیبت کی اپنے لیے پائی جاتی ہے مثلاً لکھا ہے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ دوزخ کا پل بنجاؤن کہ تمام خلق مجھپر سے اُتر جاوے اور نجات
پاوے اور صرف مین دوزخ مین رہجاؤن یا سمنون رح کا قول ہے جسکا ترجمہ یہ ہے شعر تجھ سوا اور کیا ہے مطلب ÷ جانچ جسطرح تو چاہے مجھے
تو یہ اُنکے اقوال دلالت سوال مصیبت پر کرتے ہین یہ کیا بات ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ سمنون محب کا تو یہ حال ہوا کہ بعد اس شعر کے
وہ قبض کی بیماری مین مبتلا ہوے اور مکتبون کے دروازے پر لڑکون کے پاس پھرتے اور لڑکون سے کہتے کہ اپنے جھوٹے
چچا سمنون کے لیے دعا کرو کہ جیسے امتحان مین پورا نہین نکلا باقی رہی انسان کی محبت کہ فقط اکیلا دوزخ مین رہے اور تمام خلق نجات
پاوے سو یہ ناممکن ہے لیکن آدمی کے دل پر غلبہ محبت کبھی اسقدر ہوتا ہے کہ اس جوش محبت مین اپنے نفس کو ایسی ہی باتون سے

لائق سمجھ لیتا ہو کیونکہ شراب عشق مین نشہ ہوتا ہو جو شخص اُسکو پیتا ہو مست ہوجاتا ہو اور عالم مستی مین بہت کچھ باتین اس قسم کی سرزد
ہوجاتی ہین کہ اگر بالفرض اُنکا نشہ جاتا رہے تو خود اُسکو معلوم ہو کہ یہ کلام واقعی نہین بلکہ ایک حالت تھی تو جو جملے اس قسم کے
سنو کلام عاشقانہ پر حمل کرنا چاہیے جنکو افراط محبت ہوتی ہو اور عاشقون کا کلام سننے مین اچھا ہوتا ہو مگر اُنکی بات قابل اعتبار
نہین ہوتی چنانچہ حکایت ہو کہ ایک فاختہ کا نر اُس سے جفتی چاہتا تھا وہ مانع ہوتی تھی اُسنے کہا کہ تو مجھسے کیون رُکتی ہو اگر مین چاہون
تو تیرے واسطے سلیمان کی سلطنت زیر و زبر کر دون یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنی اور اُسکو بلا کر عتاب فرمایا اسنے عرض کیا کہ
اے نبی اللہ عاشقون کا کلام قابل کہنے کے نہین ہوتا اور واقع مین ایسا ہی ہو اور ایک شاعر کہتا ہو شعر مین تو ہون طالب وصل اور وہ ہو طالب ہجر
اُسکی خواہش کے لیے اپنی مین خواہش چھوڑی ؛ تو یہ مضمون بھی محال ہو اسلیے اس سے یہ لازم آتا ہو کہ جو مرضی محبوب نہین اُسکا طالب
ہین کیونکہ وصل مرضی محبوب کے خلاف ہو جسکا اپنے آپ کو طالب قرار دیا ہو اور پھر کہتا ہو کہ اسکی خواہش کے لیے مین نے اپنی خواہش
چھوڑ دی اور ہجر کو چاہنے لگا تو جو شخص وصل کا خواہان ہو وہ ہجر کا خواہان کیسے ہوگا ان دونون مین تو ضد ہو لیکن اگر تاویل کیجاے
تو دو طرح سے اسکے معنی بن سکتے ہین اول تو یہ کہ یہ صورت بعض اوقات مین پیش آتی ہو تاکہ رضاے محبوب حاصل ہو جو وسیلہ وصال
زمانہ مستقبل مین ہو تو اب یہ معنی ہوے کہ ہجر وسیلہ رضا ہو اور رضا وسیلہ وصال محبوب یا اور وسیلہ محبوب بھی محبوب ہوتا ہو اسلیے ہجر کو پسند
کرتا ہو جسطرح کمال کا چاہنے والا ایک درم دے اور بعد چندے وہ دو درم لے تو وہ دو درم کو چاہتا ہو مگر سر دست ایک درم کا تارک ہو
اسیطرح عاشق بھی خواہان وصال ہو مگر سر دست اُسکو ترک کرتا ہو تاکہ آیندہ کو اچھی طرح حاصل ہو دوسرے معنی یہ ہین کہ عاشق کو صرف
رضاے دوست مطلوب ہو اگر اُسکو علم ہو کہ دوست مجھسے راضی ہو تو اتنی لذت پاوے کہ اگر مشاہدہ اُسکا میسر ہو اور وہ راضی نہو
تو اُس مشاہدہ سے مین بھی وہ لذت نہو ایسی صورت مین ہوسکتا ہو کہ اسکی خواہش وہی ہو جسمین رضا ہو اسیواسطے بعض عاشقان خدا
کا حال اس درجہ پر پہونچ گیا ہو کہ جب معلوم کر لیا کہ خداے تعالیٰ ہمسے اس مصیبت مین راضی رہتا ہو اور عافیت مین رضا کا حال معلوم
نہین ہوتا کہ راضی ہو یا نہین تو مصیبت مین عافیت کی نسبت زیادہ مزہ پاتے ہین اور بلا ہی کو زیادہ محبوب جانتے ہین اور غلبہ
عشق مین اس حال کا واقع ہونا کچھ بعید نہین مگر یہ حالت قائم نہین رہتی اور اگر قیام کرتی ہو تو یہ معلوم کرنا کہ صحیح حالت ہو یا دوسری کسی
حالت کے باعث دل پر وارد ہو گئی ہو اور اسکے باعث دل طریقہ اعتدال سے مائل ہو گیا اسمین شک ہو اور اسکی تحقیق مناسب
اس مقام کے نہین غرضکہ تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ عافیت بلا کی نسبت بہتر ہو اللھم انا نسألک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والآخرۃ
تیسرا بیان صبر اور شکر مین سے افضل کونسا ہو۔ اس باب مین لوگون کے اقوال مختلف ہین بعض لوگ کہتے ہین کہ صبر شکر سے افضل ہو
اور کچھ یہ فرماتے ہین کہ شکر افضل ہو اور بعضون کا قول ہو کہ دونون برابر ہین اور چند لوگون کی یہ راے ہو کہ فضیلت احوال کے
اعتبار سے مختلف ہو یعنی بعض احوال مین صبر کو فضل ہو اور بعض مین شکر کو اور ان لوگون نے اپنے اپنے قول کی دلیل بھی بہت ہی
غیر منتظم سی بیان کی ہو جس سے مطلب کا حاصل ہونا بعید ہو اسلیے اسکی نقل سے کچھ فائدہ نہین بلکہ اظہار حق بہتر ہو پس ہم کہتے ہین
کہ اس باب مین دو تقریرین ہین تقریر اول مسامحت کے طور پر ہو یعنی صرف ظاہر امر پر لحاظ کرنا اور تفتیش اور تحقیق کے درپے نہونا
اس طرح کا بیان عوام کے سمجھانے کے لائق ہو کیونکہ اُنکا فہم باریک باتون کے سمجھنے سے قاصر ہوتا ہو واعظین کو بھی حال کے مناسب ایسا ہی
کلام ہو اسلیے کہ اُنکا مقصود عوام سے گفتگو کرنے کا یہی ہو کہ اُنکی اصلاح ہو جاوے جیسے دایہ مشفقہ کہ لڑکے کو موٹا اور تیار جانور اور اقسام
اور انواع شیرینی کی نہین کھلاتی بلکہ لطیف دودھ سے اُسکی پرورش کرتی ہو اور یہی اُسکو چاہیے بھی کہ نفیس غذائین لڑکے کے پاس
نہ لاوے جبتک کہ اُنمین قوت اُنکے ہضم کی نہ آوے اور ضعف جسم دور نہو جاوے اسیطرح یہ بیان بھی بحث و تفصیل کے لائق نہین

ع سوال کرنا اور با فراغت کا ... ہے

بلکہ صرف شرعی اور لُغت سے ظاہر مفہوم جو عوام کے شایان ہو نکال لیتا ہی اور باعتبار ظاہر جو لحاظ کیا جاتا ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ صبر افضل ہی
ہرچند فضائل شکر مین بھی بہت سے اخبار وارد ہین مگر جب فضائل صبر کی نسبت اُنکو دیکھتے ہین تو صبر ہی کے فضائل زیادہ پائے جاتے ہین
اور خود الفاظ مین بھی تصریح فضل صبر کی موجود ہی جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی من افضل ما اوتیتم الیقین وعزیمۃ الصبر اور ایک حدیث مین ہی
کہ قیامت کے ایک شخص روے زمین سے زیادہ تر شاکر بلایا جاویگا اور اُسکو شاکرین کا ثواب عطا ہوگا پھر جو کہ تمام لوگون سے زیادہ
صابر ہوگا وہ بُلایا جاویگا اور اُس سے ارشاد ہوگا کہ اگر ہم تجھکو اتنا ثواب دین جتنا اس شاکر کو دیا ہی تو تو راضی ہوگا وہ عرض کریگا
کہ بیشک راضی ہونگا اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ ایسا نہوگا ہمنے تجھپر نعمت بھیجی تو تو نے شکر کیا اور تجھکو مبتلاے مصائب کیا تو تو نے
صبر کیا ہم تجھکو دونا ثواب عنایت فرماوینگے پھر اُسکو شاکر سے دونا ثواب مرحمت کیا جاویگا اور اللہ تعالی فرماتا ہی انما یوفی الصابرون
اجرہم بغیر حساب اور یہ حدیث شریف مین وارد ہی الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر یعنی غذا کھانے والا جو شکر کرے وہ ایسا ہی جیسا
روزہ دار جو صبر کرے تو اس سے بھی فضیلت صبر کی پائی جاتی ہی اسلیے کہ درجہ شکر کے بڑھانے کو اُسکو صبر سے تشبیہ دی اور تشبیہ دینے مین
اکثر ایسا ہی ہوتا ہی کہ مشبہ بہ رتبہ مین اعلی ہووے تو اگر صبر کو فضل نہوتا تو شکر کو اُسکے ساتھ شریعت مین تشبیہ نہ دیجاتی اور یہ تشبیہ
ایسی ہی جیسے ان حدیثون مین ارشاد ہی کہ الجمعۃ حج المساکین وجہاد المرأۃ حسن التبعل اور شارب الخمر کعابد الوثن اسیطرح یہ حدیث الصبر
نصف الایمان سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ شکر اُسکے برابر ہی اور یہ فرمانا ایسا ہی جیسا یہ فرمایا ہی الصوم نصف الصبر بالجملہ اصل یہ ہی کہ جس چیز کی
دو قسمین ہوتی ہین اُنمین سے ایک کو اُس شی کا نصف کہدیا کرتے ہین گو دونون مین فرق ہو مثلاً کہتے ہین کہ ایمان علم و عمل کا نام ہی
اس سے معلوم ہوا کہ عمل نصف ایمان ہی اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ عمل برابر علم کے ہی علاوہ ازین ایک حدیث شریف مین ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیون مین سے جنت مین حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت کے باعث سب سے
پیچھے داخل ہونگے اور میرے اصحاب مین سے عبد الرحمن بن عوف اپنے غنا کے سبب سب سے پیچھے جنت مین جاوینگے اور ایک
روایت مین ہی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس برس پیچھے نبیون سے جنت مین داخل ہونگے یہ حال تو غنا کا فرمایا اور فقرا اور
اہل مصائب کے باب مین ارشاد ہی کہ جنت کے سب دروازون کے دو کواڑ ہین مگر باب صبر کا ایک ہی کواڑ ہی اول جو شخص اُسمین
گھسینگے وہ اہل مصائب ہونگے اُنکے پیشوا حضرت ایوب علیہ السلام ہونگے تو فضائل فقر سے بھی صبر کی فضیلت معلوم ہوتی ہی
اسواسطے کہ صبر فقیر کے حال کا نام ہی اور شکر غنی کے حال کا غرض یہ وہ تقریر ہی کہ عوام اُسپر قانع ہوتے ہین اور جو وعظ کہ اُنکے
شایان حال ہی وہ اُسمین اسقدر بتلا دینا کافی ہی کہ اسمین اُنکے دین کی مصلحت ہی۔ دوسری تقریر وہ ہی جس سے کہ اہل علم و بصیرت
کو حقائق امور پر بطریق کشف اطلاع دینا مقصود ہی اسکے لیے ہم کہتے ہین کہ ہر ایک قسم کے دو مبہم امرون مین باوجود ابہام
مقابلہ نہین ہوسکتا جب تک کہ ہر ایک کی حقیقت نہ واضح ہو اور جن چیزونکی حقیقت بھی کھل جاوے اور وہ چند اقسام پر مشتمل
ہون اُنمین بھی ہیئت اجتماعی برابری نہین ہوسکتی بلکہ ضرور ہی کہ ہر ایک چیز کی ایک ایک فرد کا مقابلہ کیا جاوے تا کہ زیادتی
معلوم ہو۔ اب صبر اور شکر کو جو دیکھتے ہین تو اُنکے اقسام اور فروع بہت ہین اسلیے کمی زیادتی مجملاً نہین بیان ہوسکتی بلکہ دونون
کے ہر ہر فرد کو مقابلہ کرنا چاہیے پھر یہ امر پہلے گذر چکا ہی کہ اس طرح کے مقامات خواہ صبر و شکر ہون اور کوئی تین افراد سے مرکب

[illegible]

ح ۶ صبر آدھا ایمان ہی [illegible] پہلے گذری ۱۲

ح ۷ روزہ آدھا ہی صبر کا ۱۲ پہلے گذری ۱۲

ح ۸ طبرانی در اوسط بروایت معاذ بن جبل پہلا حصہ اور بزار بروایت انس اور [illegible] ضعیف ہی ۱۲

ح ۹ طبرانی بروایت معاذ بن جبل اسکی اصل مجھے نہین ملی اور جو احادیث کہ اوسکے باب مین صحیحین مین مروی ہین اُنسے تفرقہ ثابت ہوتا ہی ۱۲

ہوتے ہین علوم اور احوال اور اعمال اور ان تینون چیزون مین سے اگر ایک دوسرے کی مساوات پر غور کرتے ہین تو ظاہر ہے کہ
دیکھنے والون کو یون معلوم ہوتا ہے کہ علوم سے مراد احوال ہین اور احوال کی طلب اعمال کے لیے ہوتی ہے تو اس اعتبار سے اعمال
افضل ٹھہرے مگر ارباب باطن کے نزدیک معاملہ برعکس ہے انکو اعمال سے غرض حصول احوال ہے اور احوال کی طلب علوم معرفت
کے لیے کرتے ہین تو انکے نزدیک علوم افضل ہین اور پھر احوال ہین پھر اعمال کیونکہ جو چیز ذریعہ کسی دوسری چیز کا پڑتی ہے تو وہ دوسری
چیز اس سے عمدہ ہوتی ہے اور ان تینون چیزون کے جدا جدا افراد کو اگر دیکھتے ہین تو اعمال کے افراد اگر ایک دوسرے کی نسبت کر
دیکھے جاوین تو بعضے مساوی ہین اور بعضے کم و بیش اسیطرح احوال کے افراد کا حال ہے کہ اگر انمین بھی ایک دوسرے کی طرف لحاظ
کرکے دیکھین تو برابر ہونگے یا کم و بیش ایسا ہی افراد علوم و معارف کو سمجھنا چاہیے اور سب معارف مین سے افضل علوم مکاشفہ ہین
اور یہ علوم معاملہ کے علوم سے اعلی اور اشرف ہین اور علوم معاملہ خود معاملہ کی نسبت کر بھی کمتر ہین اسلیے کہ انکی طلب معاملہ ہی
کے لیے ہوتی ہے یعنی انکا فائدہ اصلاح عمل ہے اور حدیث مین جو فضیلت عالم کی عابد پر آئی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ علم اسکا ایسا ہو جسکا
نفع عام ہو پس عالم البتہ کسی خاص عبادت کرنے والے کی نسبت افضل ہوگا ورنہ اگر علم اسکا عمل سے قاصر ہو تو یہ علم نرے عمل سے
افضل نہین ہو سکتا - پھر ہم کہتے ہین کہ اصلاح عمل سے یہ فائدہ ہے کہ حال قلب کی اصلاح ہو اور حال قلب کی اصلاح کا یہ فائدہ ہے کہ اس پر
جلال ذات و صفات و افعال الٰہی منکشف ہون اس سے معلوم ہوا کہ علم مکاشفہ مین بڑا رتبہ معرفت الٰہی کا ہے اور یہی انتہا سے
مقصود ہے کہ نفس نفیس مطلوب ہو اسلیے کہ سعادت اخروی اسی سے ملتی ہے بلکہ عین سعادت یہی ہے مگر دل کو کبھی اس بات کا علم
دنیا مین نہین بھی ہوتا کہ عین سعادت معرفت الٰہی ہے بلکہ آخرت مین اس سے واقف ہوتا ہے غرضکہ معرفت الٰہی سب مین عمدہ چیز ہے
اسپر کچھ روک نہین تو غیر کے مقید بھی نہین اور اسکے سوا جتنی معرفتین ہین سب اسکی تابع اور خادم ہین کیونکہ اور معارف اسلیے مطلوب
ہوتے ہین کہ معرفت الٰہی حاصل ہو اور جب یہ بات ٹھہری کہ سب معرفتین معرفت الٰہی کے حاصل ہونے کے لیے مطلوب ہوتی ہین
تو جسقدر جو معرفت اس مطلب مین بکار آمد ہوگی اسیقدر انکا تفاوت بھی ایک دوسرے سے ہوگا مثلاً بعض معارف ایک ہی واسطے
سے معرفت الٰہی تک پہونچاتے ہین اور بعض کو بہت سے وسائل چاہیین تو جس معرفت مین اور معرفت الٰہی مین واسطہ کم ہوگا
وہ دوسرے کی نسبت کر افضل ہوگی اور احوال قلب سے ہماری غرض اسکا صاف و پاک ہونا ہے دنیا کی آلودگی اور خلق کے
اشغال سے یہان تک کہ پاک و صاف ہو کر اسپر حقیقت حق واضح ہو جاوے اس سے معلوم ہوا کہ احوال مین فضیلت اسیقدر ہوگی
جسقدر کہ انکی تاثیر قلب کی اصلاح اور صفائی مین ہوگی اور جسقدر کہ اسمین لیاقت علوم مکاشفہ کے حاصل ہونے کی پیدا کر سکینگے
اور جسطرح کہ آئینہ کی جلا سے کامل ہین ایسے احوال کے مقدم کرنے کی حاجت ہوتی ہے جنمین سے بعض جلا دینے مین قریب ہوتے ہین
بعض سے اسیطرح احوال قلب کا حال ہے پس جو حالت کہ صفائے قلب کے قریب ہوگی وہ دوسری حالتون سے افضل ہوگی اسلیے کہ
وہ اورون کی نسبت اصل مقصود کے قریب ہوگی - اور اسی ترتیب کو اعمال مین بھی تصور کرنا چاہیے اسواسطے کہ اعمال کی تاثیر ہی سے
قلب کی صفائی کی تاکید ہوتی ہے اور انہین کے باعث دل پر حالات آتے ہین اور جو عمل ہے وہ دو صورتون سے خالی نہین یا تو دل پر
ایسے حالات لاتا ہے جو مانع مکاشفہ کے ہے اور موجب تاریکی دل اور باعث کشش مکروہات دنیاوی کی طرف ہو یا ایسی حالت لاوے
جس سے دل مکاشفہ کے لیے مستعد ہو اور صفائی پیدا کرے اور علائق دنیاوی برطرف ہو جاوین حالت اول کا نام معصیت ہے
اور دوسری کا نام طاعت اور معاصی باعتبار قلب کے تاریک و سخت کرنے کے متفاوت ہین اسیطرح طاعات بھی دل کے
روشن و صاف کرنے مین مختلف ہین یعنی معاصی اور طاعت کے درجات انکی تاثیر پر منحصر ہین اور یہ امر احوال کے اختلاف سے

مختلف ہوتا ہی مثلاً ہم مطلقاً کہہ سکتے ہین کہ نماز نفل سب نفل عبادتون سے افضل ہی اور حج کرنا صدقہ سے بہتر ہی اور تسبیح پڑھنا اور
نوافل سے بہتر ہی مگر تحقیق یہ ہی کہ جو مالدار کہ اُسپر بخل غالب ہو اور محبت مال کی زیادہ رکھتا ہو تو اسکے لیے ایک درم خیرات کرنا بہت سی
شب بیداریون اور روزون سے افضل ہی اسلیے کہ روزہ اُس شخص کے شایان ہی جسپر شہوت شکم غالب ہو اور وہ اُسکو توڑنا چاہے یا
شکم سیری اُسکو مانع فکر و ذکر سے ہوتی ہو اسکو دور کرنے کی تدبیر بھوک سے کرتا ہو مگر مبتلے بخیل کا تو یہ حال نہین کہ پیٹ کی شہوت سے
اُسکو ضرر پہنچتا یا شکم سیری سے فکر علوم مکاشفہ نہین کر سکتا تھا پھر اسکا روزہ رکھنا اپنی حالت چھوڑکر دوسرے کی اختیار کرنا ہو اُسکی مثال
ایسی ہی جیسے کسی بیمار کے پیٹ مین درد ہو اور وہ علاج دردِ سر کا کرے تو بھلا اس علاج سے اُسکو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اُسکو تو یہ مناسب ہی
کہ جو بلاے مہلک اپنے اوپر مسلط ہی اُسکو دور کرے اور بخل اُن مہلکات مین سے ہی کہ اگر سو برس کے روزے رکھا کرے اور ہزار راتین
جاگے تو اُسمین سے ایک ذرہ بھی کم نہوگا اُسکو دور کرنے کی تدبیر سواے مال کے خیرات کرنے کے اور کوئی نہین اُسکے اوپر واجب یہی ہی
کہ جو کچھ اپنے پاس ہی اُسکو خیرات کر دے اور اسکی تفصیل جلد سوم مین اس کتاب کی موجود ہی وہان دیکھ لینی چاہیے غرضکہ تاثیر طاعت
حالات کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہی اب اہل ذکا کو معلوم ہوا ہوگا کہ اسباب مین مطلق جواب کہہ دینا غلط ہی مثلاً اگر کوئی سوچے
کہ روٹی افضل ہی یا پانی تو اسکا جواب ٹھیک جبھی ہوگا جب یہ کہو کہ بھوکے کو روٹی افضل ہی اور پیاسے کو پانی اور اگر کسیکو دونون چیزین
موجود ہون تو جو ان دونون مین سے غالب ہوگی اُسکے اعتبار سے حکم فضیلت کا دیا جاویگا یعنی پیاس غالب ہوگی تو پانی کو افضل کہینگے
اور بھوک غالب ہوگی تو روٹی کو اور اگر دونون مساوی ہونگے تو یہ دونون بھی مساوی ہونگے اسیطرح اگر یہ پوچھا جاوے کہ سکنجبین
اچھی ہی یا شربت نیلوفر تو مطلق جواب ہرگز درست نہوگا ہان اگر کوئی یہ پوچھے کہ سکنجبین افضل ہی یا صفرا کا نہونا تب ہم صفرا کے
نہونے کو عمدہ بتاوینگے اسواسطے کہ سکنجبین کی ضرورت اُسکے لیے ہوتی ہی اور یہ قاعدہ کلیہ ہی کہ جو شی غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہی تو
غیر چیز اُس سے اچھی ہوتی ہی حاصل یہ کہ شخص مذکور کے لیے بہتر مال کا دینا ہی اسلیے کہ مال کا دے ڈالنا ایک عمل ہی جس سے ایک حالت
یعنی زوال بخل اور محبت دنیا کا دل سے نکلنا حاصل ہوتی ہی اور جب دل مین سے محبت دنیا نکل جاتی ہی تو اُسکو معرفت الٰہی کی
حاصل ہوتی ہی پس افضل تر معرفت ہی اور اُس سے کمتر حال اور اُس سے کمتر عمل۔ اب یہان کوئی اگر اعتراض کرے کہ تم عمل کو
افضل نہین بتلاتے حالانکہ شرع مین ترغیب اعمال کی موجود ہی اور اُنکے فضل کے ذکر مین بہت مبالغہ پایا جاتا ہی یہان تک کہ شارع نے
خود صدقات کو طلب فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً اور فرمایا و یاخذ الصدقات پس کیا وجہ ہی کہ عمل افضل
نہین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ طبیب اگر کسی دوا کی تعریف کرے تو اُسکی تعریف کرنے سے یہ نسمجھنا چاہیے کہ وہی دوا بذات خود
مقصود ہی اور شفا سے بڑھکر ہی جو اُس سے حاصل ہوتی ہی بلکہ اُسکی تعریف مین ایک حکمت ہوتی ہی کہ اگر مریض اسکا استعمال کریگا
تو شفاے مطلوب حاصل ہو جاویگی اسیطرح اعمال بھی دل کے امراض کی دوا ہین اور بیماری دل اکثر معلوم نہین ہوا کرتی جیسے
کسی کے منھ پر برص کے داغ ہون اور اُسکے پاس آئینہ نہو تو اُسکو کبھی خبر نہوگی کہ مجھ مین یہ عیب ہی اور اگر کوئی اُس سے کہیگا تو
اُسکی بات نہ مانیگا تو ایسے شخص کا علاج یہی ہی کہ اُسکے سامنے بہت مبالغہ سے تعریف مثلاً گلاب سے منھ دھونے کی کیجاوے
اگر گلاب سے داغ برص دور ہوتے ہون یا دوسری کسی ایسی ہی چیز سے جو برص کو زائل کرتی ہو اُس سے منھ دھونے کا مبالغہ
کیا جاوے تاکہ بہت سی تعریف سے شخص مذکور مداومت اُس شی کی کرے اور مرض اُسکا دور ہو جاوے کیونکہ اگر اُس سے اول ہی
کہدیگا کہ مقصود یہ ہی کہ تیرے منھ پر سے برص زائل ہو جاوے تو وہ علاج چھوڑ دیگا اور کہیگا کہ میرے منھ پر تو کوئی عیب نہین
ایک اور مثال اس سے بھی قریب تر سننی چاہیے کہ ایک شخص کے ایک لڑکا ہی جسکو اُسنے قرآن پڑھایا اور علم سکھایا اور اُسکو

ف ۱ شخص مذکور کے لیے ... [illegible]

ف ۲ اور ایسا ہی ذکر کوثر ۱۲۰

منظور ہو کہ یہ دونوں چیزیں اسکو یاد ہیں اور کبھی فراموش نہوں اور یہ جانتا ہو کہ اگر میں اسکو مکرر پڑھنے کی اور مطالعہ کی تاکید کرونگا تو وہ جواب میں کہدیگا کہ مجھے یاد ہیں کچھ حاجت دور و تکرار کی نہیں کیونکہ اسکو یہ گمان ہو کہ جو چیز مجھے اب یاد ہو وہ ہمیشہ کو ایسی ہی رہے گی اور فرض کرو کہ اس شخص کے یہاں کچھ غلام بھی ہیں اُسنے اپنے لڑکے کو حکم کیا کہ تو ان غلاموں کو پڑھایا کر ہم تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آوینگے اور اور عمدہ وعدے اسکو سنا دیتے تاکہ اسکا ارادہ تعلیم کے لیے خوب مستحکم ہو جاوے تو ایسی صورت میں لڑکا سادہ لوح یہی گمان کرتا ہو کہ مقصود صرف غلاموں کی تعلیم ہو کہ انکو قرآن آجاوے اور اس خیال سے بڑا پریشان ہوتا ہو کہ عجب طرح کا حال ہو کہ باوجودیکہ باپ کے نزدیک میرا رتبہ ان غلاموں سے بڑھکر ہو مگر پھر بھی مجھسے انکی خدمت کرائی جاتی ہو کہاں میں کہاں یہ لوگ اور مجھے معلوم ہو کہ اگر میرا باپ انکو پڑھانا چاہتا اور مجھکو تکلیف نہ دیتا تب بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر یہ سب غلام میرے باپ کے یہاں نرہیں تو اُسکا کچھ نقصان نہیں تو اگر عالم قرآن نہونگے تو کونسی خرابی پیش آویگی ایسے ایسے خیالات سے وہ بیچارہ کبھی کسل کرنے لگتا ہو کہ انکو پڑھا کر کیا ہوگا ہمارے باپ کو انکی کیا پروا ہو اور اگر یہ کام میں نہ کرونگا تو وہ مجھے انکی عوض میں کچھ نہ کہیگا بلکہ معاف کر دیگا پس علم قرآن کے فوت ہونے سے دونوں بھول جاتا ہو اور بدبخت و محروم رہتا ہو اور اسکو خبر بھی نہیں ہوتی بعض لوگ اسی طرح کے خیال خام میں دھوکا کھا گئے اور طریق اباحت کو اختیار کرلیا انکی تقریر یہ ہو کہ اللہ تعالی کو نہ ہماری عبادت کی پروا نہ ہمسے قرض لینے کی ضرورت پھر اسکے کیا معنی ہیں من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا اور اگر خدا تعالی کو مسکین کا کھلانا منظور ہو تو کھلا سکتا ہو اسکی کیا حاجت ہو کہ ہم ہی اپنا روپیہ انکو دیں تو انکو غذا ملے چنانچہ کفار کا اسی طرح کا قول خداوند کریم نقل فرماتا ہو واذا قیل لھم انفقوا مما رزقکم اللہ قال الذین کفروا للذین امنوا انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ[1] اور دوسری جگہ یہ قول لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا اباؤنا[2] تو اب دیکھنا چاہیے کہ ان کفار کا قول کیسا سچا تھا مگر اپنی سمجھ ہی سے کیسے تباہ ہو گئے سبحان اللہ کیا شان ہو جب چاہے سچ سے ہلاک کردے اور جب چاہے جہل سے سعادت کو پہونچا دے یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا[3] خود فرماتا ہو ان لوگوں نے عجب یہ خیال کیا کہ ہمسے مساکین کی خدمت کرائی جاتی ہو کہ خدا کے واسطے انکو خیرات دو اور ہمکو نہ مساکین سے کچھ ملتا ہو نہ خدا تعالی کو ہمسے اور ہمارے مال سے کچھ فائدہ ہو تو پھر دینا اور نہ دینا برابر ہو تو یہ لوگ بھی ہلاک ہوگئے جیسا کہ اوپر کی مثال میں وہ لڑکا ہلاک ہوا تھا جسنے یہ خیال کرلیا کہ باپ نے مجھکو انکی خدمت کرنے پر مقرر کردیا اُسنے یہ نہ جانا کہ باپ کا مقصود یہ تھا کہ صفت علم پسر کے نفس میں خوب پختہ اور مستحکم ہو جاوے اور دل پر نقش الحجر ہو جاوے تاکہ موجب سعادت دنیا و دین ہو اور یہ بات والد کی طرف سے کمال شفقت کی تھی کہ ایسے دھیان میں لگایا تھا جسمیں سعادت پسر کی تھی اس مثال سے اُن لوگوں کی گمراہی جنہوں نے اس طریق کو چھوڑ دیا ناظرین پر واضح ہو۔ اس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ جو مسکین سے کچھ لیتا ہو وہ بواسطہ اس ادنی مال کے بخل کی خباثت اور دنیا کی محبت دینے والے کے دل میں سے نکالتا ہو اور یہ دونوں مہلک چیزیں ہیں تو سائل کی مثال ایسی ہو جیسے پچھنے لگانے والا کہ وہ آدمی کا خون اسلیے نکالتا ہو کہ خون کے ساتھ مرض مہلک بھی جاتا رہے پس واقع میں پچھنے لگانے والا مریض کا خادم ہو نہ مریض اُسکا خادم اور اگر بالفرض حجام کو بھی کوئی غرض خون نکالنے سے مثلاً خون میں کپڑا رنگنا ہو تب بھی وہ خادم ہونے سے نہ نکل جاویگا اور چونکہ صدقات باطن کو پاک کرتے ہیں اور اندر سے بری صفات کو دور کرتے ہیں اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات کو نہ لیا اور اپنے لیے ناجائز سمجھا اور اپنے اہلبیت کو بھی اُسنے شرف صیانت عنایت فرمایا اور پچھنے لگانے والے کی مزدوری کو بھی بہمین وجہ منع فرمایا[4] اور اسکا نام سب مالوں کا میل رکھا حاصل یہ کہ اعمال دلوں پر اثر کرتے ہیں جیسا کہ جلد سوم میں گذرا[5] اور جسقدر عمل سے تاثیر دل میں ہوتی ہو اسیقدر دل کو استعداد قبول ہدایت اور نور معرفت کی

[1] اور جب کہئے انکو خرچ کرو کچھ اللہ کا دیا کہتے ہیں منکر ایمان والوں کو ہم کیوں کھلاویں ایسے کو کہ اللہ چاہتا تو اسکو کھلاتا ۱۲

[2] اگر اللہ چاہتا تو ہم شریک نہ ٹھہراتے اور نہ ہمارے باپ ۱۲

[3] گمراہ کرتا ہے اس سے بہتیرے اور راہ پر لاتا ہے اس سے بہتیرے ۱۲

[4] مسلم روایت عبد المطلب بن ربیعہ ۱۲

[5] جلد دوم میں شرح گذری (?) ۱۲

حاصل ہوتی ہی پس یہ ہی قول کلی اور قاعدہ اصلی جسکی طرف فضائل اعمال اور احوال اور معارف کے پہچاننے مین رجوع کرنا چاہیے۔
اب ہم خاص اُن دونون اشیا یعنی صبر اور شکر کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ ان دونون مین سے ہر ایک مین معرفت اور
حال اور عمل ہی اور یہ ہو نہین سکتا کہ ایک کی معرفت کو دوسرے کے حال اور عمل سے مقابلہ کیا جاوے بلکہ مقابلہ نظیر کا نظیر سے چاہیے
تاکہ تناسب ظاہر ہو اور تناسب کے باعث ایک کا فضل دوسرے پر ثابت ہو اب معرفت شاکر اور معرفت صابر کو جو مقابلہ کیا جاتا ہی تو
دونون کا مآل ایک ہی معرفت پر آرہتا ہی مثلاً معرفت شاکر کی آنکھ کے باب مین یہ ہی کہ آنکھون کی نعمت کو خدائے تعالی کی طرف سے
جانے اور معرفت صابر کی آنہین یہ ہی کہ نابینائی کو خدا کی طرف سے جانے اور یہ دونون معرفتین ایک دوسرے کے لازم اور
مساوی ہین اور یہ اُس صورت مین ہی کہ صبر کو بلا اور مصائب مین لیا جاوے اور از انجا کہ موافق بیان گذشتہ کے صبر کبھی طاعت
پر بھی ہوتا ہی اور کبھی صبر معصیت سے ہوتا ہی تو ایسے مقامات مین صبر اور شکر ایک ہی ہونگے باین وجہ کہ طاعت پر صبر کرنا عین
شکر گزاری طاعت کی ہوگی کیونکہ شکر کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی کی نعمت کو اُس حکمت کی طرف پہنچانا جو اُس سے مقصود ہی اور صبر کے
یہ معنی ہین کہ باعث ہوا کے مقابلہ مین باعث دینی کا قائم اور مستقل رہنا تو یہان صبر اور شکر دو الفاظ مختلف ایک معنی خاص کے
ہین دونون مین فرق اعتباری ہی دیکھو اگر باعث دین کا ثابت رہنا مقابلہ مین باعث ہوا کے باعتبار باعث ہوا کے لحاظ
کرو تو اُسکا نام صبر ہوگا اور اگر باعث دین کے نسبت کر کے دیکھو تو شکر کہلاویگا کیونکہ باعث دین ایسی حکمت کے لیے پیدا ہوا ہی کہ
اُس سے باعث ہوا کو پچھاڑا جاوے تو صبر کی صورت مین باعث دین اپنی حکمت مقصود تک پہونچ جاتا ہی غرض جب دونون کا
مدلول ایک ہی ہوا تو ایک ہی چیز اپنے نفس سے کیسے کم زیادہ ہوگی اور از انجا کہ صبر تین جگہ مین ہوا کرتا ہی طاعت اور معصیت
اور بلا اور طاعت اور معصیت مین اُسکا حکم معلوم ہو چکا تو اب بلا کا حکم سننا چاہیے کہ بلا نعمت کے جاتے رہنے کو کہتے ہین اور
نعمت یا تو ضروری ہی جیسے آنکھین ہین اور یا حاجت کے محل مین واقع ہو یعنی اُسکی طرف حاجت پڑتی ہو جیسے مال مقدار کفایت سے
زیادہ ہی پس آنکھون کے باب مین اندھے کے صبر سے یہ غرض ہی کہ شکایت ظاہر نہ کرے اور حکم خدا پر رضامندی ظاہر کرے اور
اپنی نابینائی کے بعض گناہون کی اجازت نہ مانگے اور بینا آدمی کا شکر اُن عمل کے اعتبار سے دو طرح پر ہی اول تو آنکو معصیت مین
استعمال نہ کرے دوسرے یہ کہ طاعت مین استعمال کرے اور یہ دونون باتین صبر سے خالی نہین مثلاً اندھے کو خوبصورتون سے
صبر کرنے کی ضرورت ہی نہین ہوا اسواسطے کہ وہ آنکھ دیکھتا ہی نہین اور بینا آدمی کی آنکھ جو خوبصورت پر پڑیگی اور صبر کریگا تو آنکھون
کی نعمت کا شکر گزار رہیگا اور اگر دوبارہ پھر دیکھیگا تو اُس نعمت چشم کا ناشکر ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ شکر کی حالت مین صبر داخل ہی
اسیطرح جب آنکھون سے طاعت پر مدد لیگا تب بھی صبر طاعت پر کرنا پڑیگا پھر کبھی آدمی آنکھون کی نعمت کا شکر اس طرح ادا کرتا ہی
کہ خدائے تعالی کی صنعت کے عجائبات دیکھتا ہی تاکہ اُس سے معرفت خدائے پاک تک پہونچ جاوے تو اس طرح کا شکر صبر سے
افضل ہی اور اگر یہ بات نہو تو چاہیے یون کہ رتبہ حضرت شعیب علیہ السلام کا جو انبیا علیہم السلام مین سے ایک پیغمبر تھے حضرت موسی
علیہ السلام اور دوسرے انبیا کے رتبے سے بڑھکر ہوا سلیے کہ انھون نے بینائی کے جاتے رہنے پر صبر کیا اور حضرت موسی اور
دوسرے انبیا نے نہین کیا اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہی کہ کمال اسی مین ہی کہ آدمی کے سب اعضا جاتے رہین اور ایک مضغہ
گوشت ہو کر پڑا رہے حالانکہ یہ بات نہین اسلیے کہ اعضا مین سے ہر ایک عضو ایک آلہ دین کا ہی جب وہ عضو جاتا رہیگا تو وہی
رکن دین جسکا یہ عضو آلہ تھا جاتا رہیگا اور شکر ہر ایک عضو کا یہ ہی کہ جس بات دین کے واسطے وہ بنا ہی اُسکو اُسمین برتے اور یہ
استعمال بھی بدون صبر نہوگا۔ اور جو نعمت کہ محل حاجت مین واقع ہوتی ہی مثلاً مال مین سے قدر کفایت پر زیادہ ہونا اسکا

یہ حال ہی کہ اگر آدمی کو قدر ضرورت ہی مال ملا ہو اور اسکو حاجت زیادہ کی بھی ہی تو اُس زیادتی سے صبر کرنا مجاہدہ ہی اور یہ جہاد فقرا کا
ہوتا ہی اور اگر قدر ضرورت سے زیادہ ملا تو زیادتی نعمت کہلاتی ہی اور اُسکا شکریہ ہی کہ خیرات مین صرف کیجاوے معصیت مین صرف
نہو پس اگر صبر کو اُس شکر کی نسبت کر دیکھین جس سے غرض صرف کرنا مال کا طاعت مین ہی تو شکر درجے مین افضل ہی کیونکہ ایسا
شکر متضمن صبر کو بھی ہی اسلیے کہ اُسکے معنی یہ ہین کہ اللہ کی نعمت پر خوش ہو کر فقرا پر صرف کرنے کی تکلیف گوارا کی اور عیش
مباح مین صرف نہ کیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے شکر مین دو باتین موجود ہین جنمین سے ایک صبر ہی اس صورت مین شکر کل ہوا اور صبر
جزو ہوا اور ظاہر ہی کہ کل اپنے جزو سے بڑا ہوتا ہی اور اس دلیل مین اتنا خدشہ ہی کہ مقابلہ کل کا جزو سے درست نہین لیکن جس صورت مین
کہ شکر اس طور پر ہوگا کہ اُس نعمت کو معصیت مین صرف نہ کرے بلکہ عیش مباح مین صرف کرے تو یہان صبر شکر کی نسبت افضل
ہوگا اور فقیر صابر اُس مالدار کی نسبت افضل ہوگا جو اپنا مال روک کر مباحات مین صرف کرتا ہو مگر اُس مالدار کی نسبت افضل نہوگا
جو اپنے مال کو خیرات مین صرف کرتا ہو اسواسطے کہ فقیر نے اپنے نفس پر مجاہدہ کیا اور اُسکی حرص کو توڑا اور خدا تعالی کے
امتحان پر اچھی طرح راضی رہا اور اسکے لیے ایک قوت چاہیے بخلاف اول قسم کے غنی کے کہ اُسنے اپنی حرص کا اتباع کیا اور
شہوت کی اطاعت کی مگر صرف مباح ہی پر اکتفا کیا اور مباح مین حرام سے بچا ہی ہر چند حرام سے بچنے کے لیے بھی صبر مین قوت
چاہیے مگر جو قوت کہ اُس سے فقیر کا صبر صادر ہوتا ہی وہ اُس غنی کی قوت سے بہت اعلی اور کامل ہی جو صرف مباحات پر اکتفا
کرتا ہی علاوہ ازین شرف اُسی قوت کو ہوتا ہی جسپر عمل دلالت کرے اسلیے کہ اعمال صرف اسی لیے مطلوب ہوتے ہین کہ
اُنسے قلب کے حالات حاصل ہون اور یہ قوت فقیر کے قلب کی ایک حالت ہی کہ جسقدر قوت یقین و ایمان مین ہوگی اُسیقدر
اسمین بھی ہوگی پس جو چیز کہ قوت ایمان کی زیادتی پر دلالت کرے وہ بیشک اورون سے افضل ہوگی اس سے ثابت ہوا کہ قوت
صبر فقیر کی افضل ہی غنی کی قوت سے اور جسقدر کہ آیات و اخبار مین فضیلت صبر کے ثواب کی شکر کے ثواب پر وارد ہی اُس سے
یہی خاص مرتبہ مراد ہی کیونکہ لوگ نعمت سے ابتداءً یہی معنی سمجھتے ہین کہ اموال اور اُنسے متمتع ہونے کا نام ہی اور شکر سے بھی
یہی سمجھتے ہین کہ آدمی اپنی زبان سے الحمد للہ کہے اور نعمت سے معصیت پر مدد نہ لے یہ کوئی نہین سمجھتا کہ نعمت کو طاعت ہی مین
صرف کرے پس اسی لحاظ سے صبر شکر کی نسبت افضل ہی خلاصہ یہ ہوا کہ صبر جسکو تمام لوگ سمجھتے ہین وہ اُس شکر سے افضل ہی جسکو عوام جانتے ہین
اور اسی بات کیطرف جنید رح نے اشارہ کیا تھا جب آنسے کسی نے پوچھا کہ صبر اور شکر مین سے کونسا افضل ہی تو انھون نے ارشاد فرمایا کہ غنی کی مدح مال کے
ہونے سے نہین نہ فقیر کی تعریف مال کے نہونے سے بلکہ دونون کی مدح اس صورت مین ہی کہ جس حالت مین وہ دونون ہین اُسکے شرائط لحاظ
رکھین مگر حالت غنا کے شروط ایسے ہین کہ نفس کے مناسب پڑتے ہین اور تمتع اور لذت پاتا نفس کا اسمین موجود ہی اور فقیر کی
حالت کی شرطون مین ایسی چیزین ہین جو نفس کو ایذا دین اور اُسکو رنج کا ہوا اور منکسر رکھین اب ظاہر ہی کہ جب دونون خدا کے لیے
اپنی اپنی حالت کی شرطین ادا کرتے ہون تو جو شخص اپنے نفس پر مشقت ڈالیگا اور منکسر رکھیگا وہ اُس سے اچھا ہوگا جو اُسکو
تمتع اور عیش مین رکھیگا انتہی اور واقع مین بھی ایسا ہی ہی جیسا کہ انھون نے فرمایا مگر یہ بات صبر و شکر کے اقسام مین سے صرف
قسم اخیر مین صادق آتی ہی جو ابھی اوپر گذری اور حضرت جنید رح کا بھی مقصود اس قول سے یہی قسم ہی اور مشہور یون ہی کہ
ابو العباس بن عطا اس مسئلہ مین اُنکے خلاف کہتے تھے اُنکا قول یہ تھا کہ غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہی اُنکے حق مین حضرت
جنید رح نے بد دعا کی اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑی خرابیون مین مبتلا ہوئے مال جاتا رہا اولاد قتل ہوئی چودہ برس تک
عقل جاتی رہی خود کہا کرتے کہ جنید رح کی بد دعا مجھکو لگ گئی پھر اپنے قول سے باز آئے اور فقیر صابر کو غنی شاکر پر ترجیح

دینے لگے اور جو باتین ہمنے لکھی ہین اگر انکو ملاحظہ کرو تو معلوم ہو جاوے کہ ان دونون قول کے لیے بعض احوال مین ایک وجہ ہو یعنی
بہت سے فقیر صابر غنی شاکر کی نسبت افضل ہوتے ہین جیسا اوپر گذرا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہو کہ غنی شاکر فقیر صابر کی نسبت افضل
ہوتا ہو اور یہ وہ غنی ہو جو اپنے نفس کو فقیر کے مانند جانتا ہو اور مال اپنے نفس کے لیے قدر ضرورت کے سوا نہین رکھتا باقی کو یا
خیرات مین خرچ کر دیتا ہو یا اسلیے رکھتا ہو کہ محتاجون اور مساکین کے کام آوے اور انکی حاجت کو تاکتا رہتا ہو کہ جب موقع ملے
تبھی صرف کر دے پھر صرف کرنے مین ابھی طلب جاہ وشہرت یا استدعاء قبول منت منظور نہین ہوتی بلکہ صرف اداے حقوق خدا وند
بندون کے اوپر رحم کرنے مین ملحوظ رکھتا ہو تو ایسا غنی بیشک فقیر صابر کی نسبت کہ افضل ہو اب اگر کوئی یہ کہے کہ دنیا تو نفس پر
گران نہین معلوم ہوتا اور فقیر پر فقر بھاری پڑتا ہو اسلیے کہ غنی لذت قدرت سے واقف ہو اور فقیر صبر کی تکلیف کو جانتا ہو اگر غنی کو مال کے
جانے کا کچھ الم ہوتا بھی ہو تو دینے مین جو لذت قدرت ہو اس سے یہ رنج مٹ جاتا ہو پس غنی کس طرح افضل ہوگا تو اسکا جواب
یہ ہو کہ ہماری دانست مین وہی غنی افضل ہو جو اپنا مال رغبت اور خوشی خاطر سے دیوے ایسا شخص جو مال کا بخیل ہوا اور اپنے
نفس سے اسکو بتکلف جدا کرتا ہو اسکا حال خوب نہین چنانچہ اسکی تفصیل باب توبہ مین ہم لکھ آئے ہین حاصل یہ ہو کہ صرف نفس کا الم
پہونچانا مطلوب نہین بلکہ تادیب کے واسطے تکلیف دینی ہوتی ہو اور یہ بات ایسی ہو جیسے شکاری کتے کو مارنے تو جو کتا کہ ادب
سیکھا ہوا ہو وہ اوس سے اچھا ہو جسکو مار کی حاجت ہو گو مار پر صبر کرتا ہو اور اسی جہت سے اول اول حاجت رنج دینے اور صبر کی
ہوا کرتی ہو اور آخر کو ضرورت نہین ہوتی بلکہ انتہا مین یہ حال ہوتا ہو کہ جو چیز اول مین ناگوار گذرتی تھی وہی لذیذ معلوم ہوتی ہو جیسے
ہوشیار لڑکے کو پڑھنا لذیذ معلوم ہوتا ہو مگر ابتدا مین ناگوار تھا اور انتہا کر آدمی سب کے سب الا ماشاء اللہ ابتدا مین بلکہ اُس کے
بھی بہت پہلے سے لڑکون کی طرح ہین اسلیے حضرت جنید رحمہ نے مطلق بیان فرما دیا کہ وہ شخص کہ اپنے نفس کو تکلیف دے افضل ہو اور
عوام مین آپ کا فرمانا بہت درست ہو اس صورت مین اگر کسیکو جواب مفصل کہنا منظور نہو اور باعتبار اکثر خلق کے مطلق بیان کرنا
منظور ہو تو یہی کہنا چاہیے کہ صبر افضل ہو شکر سے اسلیے کہ جو معنی صبر وشکر کے عوام سمجھتے ہین اُنکے اعتبار سے یہ قول ٹھیک ہو
لیکن اگر تحقیق منظور ہو تو جواب مذکور کافی نہوگا تفصیل کرنی چاہیے اسلیے کہ صبر کے بھی بہت درجات ہین کمتر یہ ہو کہ مصیبت
کو برا جانکر شکایت نکرے اور ان درجات کے بعد مقام رضا ہو جو صبر سے اوپر ہو اور رضا کے اوپر شکر کرنا ہو مصیبت پر
اور وجہ اس شکر کے اوپر ہونے کی رضا سے یہ ہو کہ صبر تکلیف پر ہوتا ہو اور رضا ایسی چیز مین بھی ہو سکتی ہو جسمین نہ رنج ہو نہ خوشی
اور شکر ایسی ہی چیز پر ہو سکتا ہو جو محبوب اور خوشی کی چیز ہو تو ظاہر ہو کہ بلا پر راضی ہونا اور بات ہو اور اسکو خوشی کی چیز اور محبوب
سمجھکر اُسپر شکر گزار ہونا اور بات۔ اور اسیطرح شکر کے بھی بہت درجات ہین جنہین سے ہمنے سب سے اعلیٰ لکھے ہین حالانکہ نہین کچھ
باتین ایسی بھی ہین جو مراتب سابق کی نسبت کم ہین مثلاً اپنے اوپر خداے تعالیٰ کی نعمتون کے پے در پے آنے سے شرمانا
اور اپنے آپ کو شکر سے قاصر جاننا اور قلت شکر کا عذر کرنا اور خداے تعالیٰ کے علم اور اُسکی پردہ پوشی کو سمجھنا اور اس بات کا اقرار
کرنا کہ نعمتین خداے تعالیٰ کی جانب سے بدون استحقاق آپ ہی آپ آتی ہین اور یہ جاننا کہ اداے شکر بھی ایک نعمت خدا کی
طرف سے اور اُسکا کرم ہو اور نعمتون مین اچھی طرح تواضع اور انکسار کرنا اور انکے لیے خشوع کے ساتھ رہنا یہ سب باتین جدا گانہ
شکر ہین اور جو شخص واسطہ نعمت ہو اُسکا شکر گزار رہنا بھی شکر ہو چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہو کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور
اُسکی حقیقت ہمنے باب اسرار زکوۃ مین لکھی ہو اور اعتراض کم کرنا اور منعم کے سامنے مؤدب رہنا بھی شکر ہو اور نعمتون کو اچھی طرح
قبول کرنا اور چھوٹی سی نعمت کو بڑا جاننا بھی داخل شکر ہو غرضکہ جتنے اعمال اور احوال کہ لفظ شکر اور صبر کے اندر داخل ہین وہ

یہ حدیث ... ذکر کی اللہ تعالیٰ کا جلد اول باب اذکار ... مین گذر چکی ہو

بھی ویسا ہی ہیں اور ہر ایک کا درجہ مختلف ہے تو کیسے کوئی مجملاً ایک دوسرے پر ترجیح دے سکتا ہے جب تک کہ لفظ عام سے کوئی خاص قسم کا صبر اور شکر مراد نہ لے جیسا کہ اخبار و آثار میں وارد ہوا اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ میں نے ایک سفر میں ایک بوڑھا نہایت سالخوردہ دیکھا میں نے اُسکا حال پوچھا اُسنے کہا کہ ابتداے جوانی میں میں اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور وہ مجھکو ایسا ہی چاہتی تھی اور اتفاق سے اُسکا نکاح بھی مجھسے ہی ہوا شب زفاف کو میں نے اس سے کہا کہ آؤ اس رات کو نوافل شکر میں کاٹیں کہ خدا کا شکر ہے کہ ہمکو ملایا غرض وہ رات ہم دونوں نے نماز میں کاٹی اور کسیکو فرصت ایک دوسرے کے پاس ہنے کی نہوئی ہر ایک کی زبان حال گویا کہ رہی تھی ع چلو بس ہو چکا ملنا نہ ہم خالی نہ تم خالی ﴿ جب دوسری رات ہوئی تب بھی ہم دونوں نے وہی گفتگو کی اور رات بھر شکر گذاری میں کاٹ دی اسی طرح ستر یا اسی برس سے اسی حال پر ہم دونوں ہیں پھر اُسنے بڑھیا سے پوچھا کہ یونہی ہے اُسنے کہا کہ واقع یہی ہے جیسا کہتا ہے ویسا ہی ہوا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اگر بالفرض خداے تعالی ان دونوں کو نہ ملاتا اور انکو فراق میں صبر کرنا پڑتا تو اُس صبر کو اس شکر وصال کی طرف جیسے اُنھوں نے ادا کیا نسبت کرو تو واضح ہوگا کہ بیشک یہ شکر اور صبر سے افضل ہے بہر حال مشکل امور کے حقائق بدون تفصیل معلوم نہیں ہو سکتے فقط

تیسرا باب خوف و رجا کے بیان میں مشتمل دو فصلون پر

رباعی

ہیں جو کہ معارف سے ذرا بھی آگاہ	رہتے ہیں سدا خوف و رجا کے ہمراہ	احسن وہی عالم ہیں جو رکھتے ہیں خوف	قرآن میں دیکھ انما یخشی اللہ

واضح ہو کہ خوف و رجا دو بازو ہیں جنسے مقرب آدمی عمدہ مقامات تک اُڑتے ہیں یا اُنکو سواری رکھنا زیبا ہے کہ جسپر سوار ہونے سے راہ آخرت کی ہر ایک گھاٹی طے ہو جاتی ہے غرضکہ قرب رحمن اور راحت جاودان روضہ رضوان جو بہت دور و دراز فاصلہ پر ہے اور مکروہات قلبی اور اعضا کی محنتون سے چھپی ہوئی ہے ممکن نہیں کہ بدون ذریعہ بشارت رجا کے اُس تک کوئی پہونچ سکے یا نار جحیم اور عذاب الیم جو شہوات لطیفہ اور لذائذ عجیبہ کے اندر مخفی ہے اس سے بدون تازیانہ خوف کے کوئی بچ سکے تو معلوم ہوا کہ انکی حقیقت اور خوبی اور باوجود ایک دوسرے کے ضد ہونے کے تسہیل انکے جمع کی بیان کرنی بہت ضرور ہے لہذا اس باب کو دو فصلون میں منقسم کرتے ہیں اول فصل میں رجا کا حال دوسری میں خوف کا حال لکھتے ہیں

فصل اول رجا کے ذکر میں اور اسمیں تین بیان ہیں

بیان اول رجا کی حقیقت میں۔ واضح ہو کہ رجا منجملہ مقامات سالکین اور احوال طالبین کے ہے اور فرق مقام اور حال میں یہ ہے کہ جب کوئی وصف سالک میں ثابت اور قائم ہو جاتا ہے اُسکو مقام کہتے ہیں اور اگر عارض اور جلد زائل ہونے والا ہو تو اُسکو حال کہتے ہیں اور جیسے زردی تین طرح کی ہوتی ہے ایک پایدار جیسے سونے کی اور ایک جلد جانے والی جیسے زردی خوف اور ایک بین بین کہ نہ بہت جلد جاوے نہ ہمیشہ رہے جیسے زردی بیمار کے رنگ کی اسی طرح صفات قلبی کی بھی یہی تقسیمیں ہیں انمیں سے جو صفت کہ ثابت نہیں رہتی اسکو حال کہتے ہیں بایں وجہ کہ جلد متغیر ہو جاتی ہے اور یہ بات اوصاف قلب میں سے ہر ایک میں جاری ہے اور ہماری غرض اب رجا کی حقیقت سے ہے تو اُسکو بیان کرتے ہیں کہ رجا میں ہر چند علم اور حال اور عمل تینون باتیں ہوتی ہیں اور علم باعث حال ہوتا ہے اور حال موجب عمل مگر گویا کہ انمیں سے رجا صرف حال ہی کا نام ہے اور اسکی توضیح یہ ہے کہ جو چیز آدمی کو محبوب یا مکروہ معلوم ہوتی ہے تو تین حال سے خالی نہیں یا وہ زمانہ ماضی میں موجود ہو یا حال میں یا استقبال میں پس جب اُسکا دھیان دل میں آتا ہے اور اُسکا وجود زمانہ ماضی میں ہو چکا تو اس دھیان کو ذکر اور تذکر کہتے ہیں اور اگر وہ چیز موجود

دل میں آئی ہو اُس وقت موجود ہی تو اُسکا نام وجد اور ذوق ہے اور یہیں وجد وجد کہتے ہیں کہ یہ ایک حالت ہے جسکو آدمی اپنے نفس کی
طرف سے پاتا ہے اور اگر دل میں کسی چیز کے وجود کا خطرہ زمانۂ آئندہ میں ہوا اور یہی خطرہ دل پر چھا گیا ہو تو اسکا نام انتظار اور توقع
ہے اگر جس چیز کا انتظار ہے وہ بُری ہو کہ اُس سے دل پر صدمہ ہو تو اس انتظار کو خوف کہتے ہیں اور اگر وہ شی محبوب ہو کہ اُسکے ساتھ
دل کے لگا رہنے اور اُسکو سوچنے سے دل کو راحت اور لذت معلوم ہوتی ہو تو اس راحت حاصل کرنے کا نام رجا ہے اس سے
معلوم ہوا کہ رجا کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز دل کو محبوب ہو اُسکے انتظار میں دل کا خوش ہونا اور ظاہر ہے کہ جو چیز محبوب ہوگی اُسکے توقع
کرنے کا کچھ سبب بھی ہوگا پس اگر اس جہت سے اسکا متوقع ہے کہ اُسکا اکثر سامان اپنے پاس موجود ہے تو ایسی توقع پر رجا کا کہنا
درست ہے اور اگر اسباب بالکل نہوں یا ابتر اور بے کینڈے ہوں تو اس صورت کی توقع کا غرور اور بیوقوفی نام رکھنا چاہیے رجا کی
نسبت اسپر بھی خوب پھبتا ہے اور اگر اسباب کا وجود معلوم نہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ کوئی سبب نہیں ہے تو ایسے انتظار کو تمنی کہتے ہیں اسوجہ سے
کہ انتظار بے سبب ہے۔ بہرحال رجا اور خوف ایسی اشیاء پر بولتے ہیں جنکے ہونے میں تردد ہو اور جنکا وجود یقینی ہو وہاں رجا
نہیں بولتے مثلاً طلوع کے وقت یوں نہیں کہتے کہ ہمکو آفتاب کے نکلنے کی رجا ہے اور غروب کے وقت یوں نہیں بولتے کہ
مجھے خوف آفتاب کے چھپ جانے کا ہے کیونکہ طلوع و غروب یقینی چیزیں ہیں ہاں یہ کہا کرتے ہیں کہ مینہ برسنے کی رجا ہے اور خشکی کا
خوف ہے اور ارباب دل پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دل مثل زمین کے ہے اور ایمان گویا تخم ہے اور طاعات
ایسے ہیں جیسے زمین جوتنا اور صاف کرنا اور نہریں کھودنی اور اُنمیں پانی پہونچانا ہے اور جو دل کہ دنیا کا حریص اور اُسمیں ڈوبا
ہوا ہے وہ ایسا ہے جیسے زمین شور کہ جسمیں بیج نہ جمے اور چونکہ آخرت کا روز کھیت کاٹنے کا ہے تو جو کچھ کوئی بوئیگا وہی کاٹیگا اور
وہاں کی کھیتی بدون تخم ایمان کے نہیں بڑھتی اور ایمان خبث قلبی اور بد خلقی کے ہوتے فائدہ کم کرتا ہے جیسے شور زمین میں بیج
کچھ فائدہ نہیں دیتا تو جو بندہ توقع مغفرت کی رکھتا ہے اُسکا حال کھیت والے ہی کا سا سمجھنا چاہیے یعنی اگر کسی کسان نے
زمین عمدہ تلاش کر لی اور اسمیں بیج بھی قسم اول کا ڈالا جو نہ بگڑا تھا نہ بودا اور پھر اور حاجتیں جو کھیتی کے لیے چاہییں وہ بھی اور کہیں
کے وقت پر پانی دیا اور کانٹوں اور گھاس سے اسکو نلایا اور جو چیز مانع بیج کے جمنے اور بڑھنے کی نظر آئی اسکو دفع کیا پھر اللہ کے
فضل سے توقع کی کہ کھیتی کے تیار ہونے تک وہ آفات ارضی و سماوی سے اسکو محفوظ رکھکر ہمکو غلہ عنایت فرماویگا تو اسکی
توقع کو رجا کہینگے اور اگر تخم کسی اونچی زمین میں ڈالا کہ جہاں پانی نہیں پہونچ سکتا اور بیج کی خبر نہ لی پھر منتظر کھیت کاٹنے کا ہو
تو اُسکے انتظار کو رجا نہ کہینگے بلکہ بیوقوفی اور حمق بولینگے اور اگر تخم اچھی زمین میں بویا لیکن اسمیں پانی نہ تھا اور منتظر مینہ کا ایسے
وقت میں ہوا کہ جسمیں اکثر پانی نہیں برستا تو ایسے انتظار کا نام بھی رجا نہیں بلکہ اسکو تمنا کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ رجا صرف
اُس صورت میں ہوتی ہے کہ محبوب چیز کا انتظار ہو اور جتنے اسباب کہ بندے کے اختیار میں ہوں وہ سب ہو چکیں فقط وہی
باقی رہ جاویں جو اُسکے اختیار میں نہوں اور وہ فضل الٰہی شامل حال ہونا ہے کہ جسکے موانع اور آفات دور رہیں اسی طرح بندہ اگر
تخم ایمان مزرعۂ دل میں بوے اور اُسکو طاعات کے پانی سے سینچے اور اخلاق بد کے کانٹوں سے زمین دل کو صاف کرے
اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے منتظر ثبوت ایمان کا وقت موت تک اور متوقع حسن خاتمہ کا جو موجب مغفرت ہے رہے تو اُسکا انتظار
رجا حقیقی اور بذات خود عمدہ کہلاویگا اور یہ رجا اس بات کی باعث ہوگی کہ جن اسباب ایمان سے لوازم مغفرت کامل ہوتے ہیں اُنکی
مرتے دم تک مواظبت کرے اور اگر تخم ایمان کی تو خبر لی اور طاعات کا پانی بھی نہ دیا یا دل کو اخلاق رذیلہ سے بھرا رکھا اور لذات دنیا کی
طلب میں ڈوبا رہا اور پھر منتظر مغفرت ہو تو یہ انتظار حمق اور غرور ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الاحمق من اتبع نفسہ ھواھا

یعنی جس چیز کا ... کرے اور اللہ تعالیٰ پر تمنا کرے ۱۲

وتمنی علی اللہ اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیا اور فرمایا فخلف من
بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی ویقولون سیغفر لنا اور باغ والے کی مذمت مین فرمایا کہ جب باغ مین گیا تو یون کہا ما
اظن ان تبید ہذہ ابدا وما اظن الساعۃ قائمۃ ولئن رددت الی ربی لاجدن خیرا منہا منقلبا غرضکہ بندہ طاعات مین کوشش کرے اور
گناہون سے بچا رہے وہ سزاوار اسکا ہی کہ خدا کے فضل سے توقع نعمت کے پورا ہونے کی کرے اور کمال نعمت بجز دخول جنت کے نہوگی
مگر گنہگار جب توبہ کرے اور جو کچھ خطا ہوئی ہو اسکا تدارک کرے تو توبہ کے قبول ہونے کی رجا اسکو زیبا ہی اور اگر توبہ سے پہلے
گناہ کو برا جانتا ہو اور نیکی سے خوش ہوتا ہو اور اپنے نفس کو برا بھلا کہتا ہو اور توبہ کا خواہشمند و مشتاق ہو تو ایسے شخص کو رجا توبہ کی
توفیق کی کرنی لائق ہی کیونکہ گناہ کا برا جاننا اور توبہ کی حرص کرنی قائم مقام اس سبب کے ہی جو توبہ تک پہونچا دیتا ہی اور رجا جبھی
ہوتی ہی جب اسباب پختہ ہو جاتے ہین اور اسی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہی ان الذین امنوا والذین ہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ
اولئک یرجون رحمۃ اللہ اسکے یہ معنی ہین کہ یہی لوگ مستحق رجاے رحمت الہی ہین یہ معنی نہین کہ رجا کا وجود صرف انھین لوگون
مین ہی کیونکہ رجا تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہین جنہین یہ صفات نہون مگر انکو استحقاق رجا نہین ہی استحقاق انھین کو ہی جو اوصاف مذکورہ
رکھتے ہون اور جو شخص کہ ایسی چیزون مین ڈوبا ہوا ہو جو خداے تعالی کو ناپسند ہین اور اپنے نفس کی مذمت بھی نکرتا ہو نہ قصد توبہ اور
رجوع کا رکھتا ہو تو ایسے شخص کو رجاے مغفرت کرنی بیوقوفی ہی جس طرح کہ اس شخص کو رجاے غلہ تھی جسنے زمین شور مین تخم ڈالا اور اسکی
خبرگیری پانی دینے اور نولانے سے نہ کی حضرت یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ بڑی غلطی میرے نزدیک یہ ہی کہ معاف ہونے کی
توقع بدون ندامت گناہ کیے جائے اور بدون طاعت توقع قرب الہی کی رکھے اور آگ کا بیج بو کر منتظر جنت کا رہے اور گناہون کی
عوض طالب مطیعون کے مقام کا ہو اور بدون عمل آرزو ثواب کی کرے اور باوجود زیادتی کے خداے تعالی سے کسی امر کا متمنی ہو ہیچ ہی
شعر ہر انکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت ٭ دماغ بیہدہ پخت و خیال باطل بست ٭ پس جب حقیقت رجا کی معلوم ہوئی تو جان لیا ہوگا
کہ وہ ایک حالت ہی جو علم سے بسبب واقع ہونے اکثر اسباب کے پیدا ہوتی ہی اور یہ حالت اس امر کی مقتضی ہی کہ جو اسباب باقی رہ گئے ہون
انکی بجا آوری مین بقدر امکان کوشش کیجاوے مثلا اسی مثال مذکور مین جس شخص کا بیج اچھا ہوگا اور زمین عمدہ ہوگی پانی بھی بہت ہوگا اس
شخص کی رجا سچی ہوگی اور یہ رجا اس شخص کو اس بات پر آمادہ کریگی کہ زمین کی خبرگیران رہے جو گھاس اسمین جمے اسکو صاف کرے اور
خبرگیری مین کچھ کاہلی نکرے کاٹنے کے وقت تک دیکھا بھالا کرے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ رجا کی ضد یاس یعنی ناامیدی ہی ناامیدی مین
خبرگیری نہین ہوسکتی مثلا جو شخص جانتا ہی کہ زمین شور ہی اور پانی بھی پہونچنا دشوار اور بیج جمنے کا نہین وہ ہرگز زمین کے تردد مین نہ پڑیگا
اور خبرگیری کی مشقت کا تحمل نہوگا اور رجا عمدہ چیز ہی کیونکہ اس سے ترغیب ہوتی ہی اور ناامیدی بری ہی اور رجا کی ضد کیونکہ عمل سے باز
رکھتی ہی اور خوف ضد رجا نہین بلکہ اسکا رفیق ہی چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا بلکہ وہ ایک جداگانہ باعث عمل ترہیب کے طور پر ہی جیسے
کہ رجا باعث عمل ترغیب کے طور پر ہو غرضکہ رجا کی حالت موجب اس امر کی ہو کہ اعمال مین خوب مجاہدہ کیا جاوے اور احوال کچھ ہی ہوتے ہین
طاعتون پر مواظبت نہ جانے پاوے اور اسکا نتیجہ یہ ہی کہ ہمیشہ خداے تعالی کیطرف متوجہ ہونے مین لذت ملے اور مناجات الہی مین چین
آوے اور اسکی خوشامد کرنی سے لذت ہے اور یہ امور تو اس شخص پر بھی ظاہر ہوتے ہین جو کسی بادشاہ وغیرہ سے رجا رکھتا ہو تو بادشاہ حقیقی
سے رجا رکھنے مین کیسے نہ ظاہر ہونگے اور اگر ظاہر نہون تو دلیل اس بات کی ہی کہ وہ شخص مقام رجا سے ابھی محروم ہی اور پستی غرور و تمنا مین گرا
ہوا ہی یہ ہی بیان حالت رجا کا اور جس سے پیدا ہوتی ہی یعنی علم اور جو عمل اس سے پیدا ہوتے ہین اور رجا سے ان اعمال کا پیدا ہونا اس حدیث سے
پایا جاتا ہی جو زید خیل سے مروی ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ مین اسواسطے حاضر ہوا ہون کہ

آپ سے یہ پوچھون کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری چاہتا ہو اسمین کیا پہچان رکھتا ہو اور جو شخص ایسا نہین اسمین کیا علامت ہی
آپنے فرمایا کہ تیرا کیا حال ہی اُسنے عرض کیا کہ میرا یہ حال ہی کہ خیر اور اہل خیر کو دوست رکھتا ہون اور جب کسی خیر کی بات پر قادر ہوتا ہون تو
اُسکی بجاآوری مین جلدی کرتا ہون اور اُسکے ثواب کا یقین کرتا ہون اور اگر کوئی خیر مجھسے جاتی رہتی ہی تو اُسپر غم کرتا ہون اور اُسکا
اشتیاق کرتا ہون آپ نے فرمایا کہ یہی پہچان ہی اُس شخص کی جسکے ساتھ خداے تعالیٰ بہتری چاہتا ہو اور اگر تمھارے لیے کوئی اور چیز چاہتا
تو اُسکے لیے تمکو آمادہ کر دیتا اور پھر پروا نہ فرماتا کہ اُسکے کونسے جنگل مین تم کھپ گئے اس حدیث مین آپ نے پہچان اہل خیر کی مذکور
فرمائی پس جو شخص رجا کرے اہل خیر مین سے ہون اور یہ علامات نہون تو وہ مغرور ہی۔

دوسرا بیان رجا کی فضیلت اور اسمین رغبت دلانے کے ذکر مین- جاننا چاہیے کہ رجا کے ساتھ عمل کرنا خوف کے ساتھ
عمل کرنے سے اعلیٰ اور عمدہ ہی اسلیے کہ خداے تعالیٰ سے زیادہ قریب وہی بندہ ہوتا ہی جو سب سے زیادہ محبت الٰہی رکھتا ہو اور
محبت رجا سے زیادہ ہوا کرتی ہی اور اسکو ایسا سمجھو کہ دو بادشاہون مین سے ایک کی خدمت تو لوگ اُسکے ڈر کے مارے کرین اور
دوسرے کی خدمت اُسکے احسان کی امید مین کرین تو ظاہر ہی کہ محبت دوسرے ہی کے ساتھ زیادہ ہوگی اور اسی بنا پر رجا اور حسن ظن
کے باب مین خصوص موت کے وقت بہت سی ترغیبین شرع مین وارد ہین اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی لا تقنطوا من رحمة الله اس آیت مین
سے ناامیدی کو ممنوع و حرام فرمایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے حالات مین ہی کہ خداے تعالیٰ نے اُنپر وحی بھیجی کہ تمکو معلوم ہی
کہ مین نے تم مین اور یوسف مین کیون جدائی کر دی اسکی وجہ یہ ہی کہ تمنے کہا تھا واخاف ان یاکله الذئب وانتم عنه غافلون تمنے بھیڑیے کا
خوف کیون کیا مجھسے رجا کیون نہ کی اور یوسف کے بھائیون کی غفلت کا لحاظ کیون کیا میری حفاظت کا کیون نہ کیا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لا یموتن احدکم الا وهو یحسن الظن بالله تعالیٰ اور ایک حدیث قدسی مین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی
انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ما شاء اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس حالت نزع مین تشریف لیگئے اور فرمایا
کیا حال ہی اُسنے عرض کیا کہ اپنے گناہون سے ڈرتا ہون اور رحمت الٰہی کا متوقع ہون آپ نے فرمایا کہ اسوقت مین جس بندہ کے
دل مین یہ دونون چیزین اکٹھی ہوتی ہین اُسکو خداے تعالیٰ اُسکی توقع عنایت فرماتا ہی اور جس چیز سے وہ ڈرتا ہی اُس سے مامون
کر دیتا ہی اور حضرت علی رض نے اُس شخص سے ارشاد فرمایا جو اپنے گناہون کی کثرت کے خوف سے ناامید ہوگیا تھا کہ اے شخص تیرے
سب گناہون سے بڑھکر یہ ہی کہ خداے تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوتا ہی اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی گناہ
کرے اور یہ سمجھے کہ خداے تعالیٰ نے مجھکو اُسپر قدرت دی اور بخشش کی رجا رکھے تو اللہ تعالیٰ اُسکو بخشدیتا ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اللہ
تعالیٰ نے ایک قوم کا عیب یون ارشاد فرمایا وذلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم ارداکم اور فرمایا وظننتم ظن السوء وکنتم قوما بورا اور ایک حدیث
شریف مین ہی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندہ کو ارشاد فرماویگا کہ اسکی کیا وجہ تھی کہ جب تونے برائی دیکھی تو منع کیون نہ کیا
پس اگر خداے تعالیٰ اُسوقت جواب سوجھا دیگا تو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مین نے تجھسے رجا کی اور لوگون سے خوف کیا تو خداے تعالیٰ
ارشاد فرماویگا کہ مینے تیرا قصور معاف کیا اور ایک حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ایک شخص لوگون کو قرض دیا کرتا تھا پھر تونگرون سے
سہولت برتتا اور مفلس کو معاف کر دیتا جب خداے تعالیٰ کے یہان حاضر ہوا تو کوئی عمل خیر کبھی نہ کیا تھا یعنی کوئی طاعت نہ کی
تھی مگر خدا کے ساتھ حسن ظن اور رجا رکھتا تھا کہ مین طاعت سے مفلس ہون الا وہ معاف کر دیگا اُسکو حکم ہوا کہ اُسکے لیے تجھسے زیادہ
کون مستحق ہوگا اور معاف کر دیا گیا اور قرآن مجید مین ارشاد ہی ان الذین یتلون کتاب الله واقاموا الصلوة وانفقوا مما رزقناهم
سرا وعلانية یرجون تجارة لن تبور اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رض سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمکو اُس بات کا علم ہو جسکو

بروایت واثلہ بن الاسقع
ابن ماجہ بروایت انس

مین جانتا ہون تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا گریہ کرو اور جنگلون مین چھاتی پیٹو اور اپنے رب کیطرف چلاتے پھرو تو حضرت جبرئیل
علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ میرے بندون کو نا امید کیون کرتے ہو آپ لوگون کے پاس تشریف
لائے اور انکو رجا اور شوق کے کلمات تعلیم فرمائے اور حدیث مین وارد ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی
کہ مجھسے دوستی کرو اور جو مجھسے محبت کرے اس سے بھی محبت کرو اور مجھکو خلق کے دلون مین محبوب کرو انھون نے عرض کیا کہ خلق کے
نزدیک تجھکو کیسے محبوب کرون ارشاد ہوا کہ میرا ذکر نہایت خوبی سے کیا کرو اور میری نعمتین اور احسان بیان کرو اور انکو یاد دلایا کرو سوا
احسان کے وہ اور کچھ نہین جانتے۔ اور ابان بن ابی عیاش جو اکثر رجا کے کلمات لوگون سے کہا کرتے تھے انکو مرنے کے بعد
لوگون نے خواب مین دیکھا کہتے ہین کہ خدا تعالی نے مجھکو اپنے سامنے کھڑا کرکے پوچھا کہ اس طرح تو کیون کہا کرتا تھا
مین نے عرض کیا کہ مین چاہتا تھا کہ تجھکو خلق کے نزدیک محبوب کردون حکم ہوا کہ ہمنے تجھکو بخشدیا۔ اور یحیی بن اکثم کو بعد موت کے
خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے تمسے کیا معاملہ کیا انھون نے کہا کہ مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا او بد پیر تو نے
یہ کام کیے ہین اسکو سنکر مجھپر اسقدر خوف غالب ہوا کہ خدا ہی جانتا ہی پھر مین نے عرض کیا کہ الہی حدیث مین تو مجھکو تیرا اس طرح
حال نہین پہونچا حکم ہوا کہ پھر کیا حال پہونچا ہی مین نے عرض کیا کہ مجھکو حدیث پہونچی عبد الرزاق سے اور انکو معمر سے اور انکو
زہری سے اور انکو انس سے اور انکو تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور انکو جبرئیل علیہ السلام سے کہ تو نے ارشاد فرمایا کہ انا عند
ظن عبدی بی فلیظن بی ماشاء مجھکو تیری طرف یہ گمان تھا کہ تو مجھکو عذاب نہ دیگا اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ سچ کہا جبرئیل نے اور
سچ کہا میرے نبی نے اور سچ کہا انس نے اور سچ کہا زہری نے اور ٹھیک بیان کیا معمر نے اور سچ بیان کیا عبد الرزاق نے
اور واقعی بیان کیا تو نے پھر مجھپر خلعت ہوا اور جنت تک غلام میرے آگے آگے چلے اسوقت مین نے کہا کہ خوشی اسکو کہتے ہین
اور ایک خبر مین ہی کہ ایک آدمی بنی اسرائیل مین سے لوگون کو نا امید کیا کرتا تھا اور ان پر سختی کرتا تھا قیامت کے روز خدا تعالی
اسکو فرماویگا کہ جیسا تو نے میرے بندون کو نا امید کیا مین آج تجھکو اپنی رحمت سے نا امید کرونگا۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص دوزخ مین داخل ہوگا اور وہان ہزار برس رہیگا اور یا حنّان یا منّان پکاریگا اللہ تعالی جبرئیل
علیہ السلام کو ارشاد فرماویگا کہ جاؤ اور میرے بندے کو یہان لے آؤ حضرت جبرئیل تعمیل حکم فرماوینگے اور اسکو پاس لاکر کھڑا کردینگے
اللہ تعالی پوچھیگا کہ اپنی جگہ کا حال بیان کر کہ کیسی ہی وہ عرض کریگا کہ نہایت بری ہی حکم ہوگا کہ اسکو اسی جگہ لیجاؤ وہ اس طرف
جاویگا اور پھر پیچھے کو دیکھتا جاویگا حکم ہوگا کہ کیا چیز تاکتا جاتا ہی عرض کریگا کہ مین نے یہ توقع کی تھی کہ اس مکان سے نکلنے کے
بعد پھر تو اسمین مجھے نہین ڈالیگا حکم ہوگا کہ اسکو جنت مین لیجاؤ اس سے معلوم ہوا کہ اسکی نجات کا سبب صرف رجا ہی ہو گئی

تیسرا بیان رجا کی تدبیر اور جسسے حالت رجا حاصل ہوکر غالب ہوجاوے۔ جاننا چاہیے کہ رجا کی ضرورت دو آدمیون کو ہوتی
یا تو وہ شخص جسپر نا امیدی غالب ہو اور عبادت ترک کرے یا وہ شخص جسپر خوف غالب ہو اور مواظبت عبادت مین اتنی زیادتی کرے
کہ اپنے نفس اور اپنے گھر والون کو ضرر پہونچائے ایسے شخص دونون اعتدال سے تجاوز کرکے افراط و تفریط کیطرف مائل ہوتے ہین اور ایسے
علاج کے محتاج ہین جس سے وہ اعتدال پر آجاوین لیکن جو آدمی گناہ پر مغرور ہوکر خدا تعالی پر تمنا کرے اور عبادت سے روگردان رہے
اور گناہون مین گھسا رہے تو اسکے حق مین رجا کی دوا زہر ہلاک ہوجاتی ہی جیسے شہد کہ جسپر غلبہ برودت ہو اسکے حق مین شفا ہی مگر جسپر غلبہ
حرارت ہو اسکے حق مین زہر ہی اسلیے مغرور کے لیے بجز دواے خوف اور ان اسباب کے جنسے خوف پیدا ہو اور کچھ بکار آمد نہین نظر برین جو
شخص لوگون مین وعظ کہتا ہو اسکو واجب ہی کہ موقع علت کو دیکھتا رہے اور ہر علت کا اسکی ضد سے علاج کرے ایسی چیز سے علاج

نکرے جس سے بیاری زیادہ ہوجاوے اسلیے کہ مطلوب یہی ہو کہ ہر ایک صفت اور خلق مین اعتدال اور درجۂ اوسط جو سب سے عمدہ ہو ہو حاصل ہوجاوے اور جب اُس سے تجاوز ہوجاوے جبھی علاج اُسکا درجۂ اوسط پر آنے کا کرنا چاہیے نہ ایسی طرح کہ اوسط سے اور زیادہ دور ہی ہوجاوے اور یہ وقت ایسا ہو کہ جسمین اسباب رجا کے لوگون مین بیان نہین کرنے چاہیین بلکہ خوف دلانے مین بھی اگر مبالغہ کیا جاوے تب بھی راہ راست پر آنا دشوار ہو اور اسباب رجا کا ذکر کرنا بالکل ہی تباہ و برباد کردیتا ہو مگر چونکہ ذکر رجا دلون پر ہلکا معلوم ہوتا ہو اور نفسون کو لذیذ تر اور واعظون کی غرض بھی دلون کا پھیرنا اور ہر حال مین اپنے لیے اُنکا ثنا خوان رہنا ہوتی ہو اسلیے وہ رجا کے بیان پر جھک پڑے یہان تک کہ خرابی بڑھ گئی اور سرکشون کو دونی سرکشی چڑھ گئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ عالم وہ شخص ہو جو لوگون کو نہ خدا کی رحمت سے نا امید کرے نہ اُسکے عذاب سے بیخوف۔ اور ہم اسباب رجا کے جو ذکر کرتے ہین تو نا امیدی کے باب مین استعمال کرنے کے لیے ذکر کرتے ہین یا اُس شخص کے حق مین جسپر خوف غالب ہو کتاب اللہ اور حدیث شریف کا مقتضا یہی ہو کیونکہ دونون مین خوف و رجا ساتھ ہی پائے جاتے ہین یعنی قرآن شریف اور حدیث مین سب اقسام کے مریضون کے اسباب شفا انکو ہین تاکہ علما جو وارث انبیا ہین حاجت کے بموجب انکو استعمال کرین جیسے کوئی طبیب حاذق علاج کیا کرتا ہو بیوقوف کا سا علاج نکرین جنکو یہ وہم ہوتا ہو کہ ہر ایک دوا ہر مریض کے لیے مناسب ہو کیسا ہی مرض کیون نہ ہو۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ حالت رجا کے غالب ہونے کی دو صورتین ہین۔ اول صورت یہ ہو کہ جو کچھ ہم اقسام نعمتون مین لکھ آئے ہین شکر کے باب مین اُسکو خوب تامل سے دیکھے یہان تک کہ اُسکو اللہ تعالی کی نعمتون کے لطیفے دنیا مین بندون پر معلوم ہوجاوین اور جو حکمتین عجیب کہ اُسنے انسان کی پیدایش مین ملحوظ رکھی ہین اُنکا علم ہوجاوے کہ دنیا مین جو چیز انسان کے ہمیشہ موجود رہنے مین ضروری تھی وہ سب اُسکے لیے مہیا کردی جیسے غذا کے آلات اور جو چیز کام آنے مین کام کی تھی وہ بھی مثلاً انگلیان اور ناخن اور اسلیے زینت بھی عنایت فرمائین جیسے ابرو کا خمدار ہونا اور آنکھ مین کئی طرح کا رنگ ہونا اور لبون کا سرخ ہونا وغیرہ کہ اگر یہ چیزین مثلاً نہوتین تو کسی غرض انسانی مین خلل نہوتا صرف خوبصورتی باقی رہتی عنایت الٰہی سے وہ بھی موجود رہی پس مقام غور ہو کہ جب اُسنے اپنے بندون سے ان جیسے دقائق مین قصور و کوتاہی نہین کی اور زیادتی زینت اور حاجت اور بقا کی چیزین بندون سے جانے نہین دین تو وہ کیسے راضی ہوگا کہ اپنے بندون کو ہلاک ابدی مین پہونچاوے علاوہ ازین اگر دنیا ہی مین خوب تامل کرو تو معلوم ہو کہ اکثر لوگون کے لیے دنیا مین اسباب سعادت موجود ہین یہان تک کہ اُنکو دنیا سے جدا ہونا بُرا معلوم ہوتا ہو اگرچہ اُنسے یہ کہدیا جاوے کہ بعد موت کے تمکو نہ کبھی عذاب ہوگا نہ کچھ حساب کتاب پس وہ لوگ جنت ہونے کو بُرا جانتے ہین یہی وجہ ہو کہ اسباب نعمت کے اکثر زیادہ رہتے ہین موت کے تمنا کرنے والے بہت کم ہین اور اگر تمنا بھی کرتے ہین تو کسی حالت شاذ و نادر اور حادثہ عجیب و غریب مین کرتے ہین تو جب اکثر خلق پر دنیا مین غالب حال خیر و سلامتی ہی ہو تو خدا تعالی کا طریق بدلتا نہین ایک سا رہتا ہو اس سے ظن غالب ہوتا ہو کہ آخرت کا امر بھی ایسا ہی ہو کیونکہ مدبر دنیا و آخرت کا ایک ہی جسکا نام غفور رحیم و لطیف ہو جیسے یہان بندون پر لطف و کرم نگاہ رکھتا ہو وہان بھی ایسا ہی سلوک کریگا جب آدمی اس طرح سوچیگا تو اُسپر اسباب رجا غالب ہوجاوینگے اور کہیگا شعر تو گو یار ابدین شہ بار نیست * بر کریمان کارہا دشوار نیست * اور اسی صورت مین یہ بھی ہو کہ شریعت کی حکمت مین تامل کرے اور دنیا مین جو مصالح اُس سے بروے کار آتے ہین اُنکو دیکھے کہ بندون کے لیے کیسی کیسی رحمت کی ہو بعض عارفین سورہ بقر کی آیت مداینت کو اسباب رجا مین سے زیادہ قوی سمجھتے ہین لوگون نے پوچھا کہ اسمین رجا کیا ہو فرمایا کہ دنیا سب کی سب تھوڑی ہو اور آدمی کا رزق اُسمین سے تھوڑا ہو اور رزق کی نسبت قرض تھوڑا ہوتا ہو مگر خدا تعالی نے اُسکے باب مین سب سے بڑی آیت اُتاری تاکہ بندے دین کی یادداشت مین احتیاط کرین جب ایسی قلیل چیز کی احتیاط کا اتنا پاس کیا تو

دین کی احتیاط کیسے نہیں فرماویگا یہ تو ایسی چیز ہو کہ اُسکا کوئی عوض ہی نہیں۔ دوسری صورت تلاش کرنا آیات و اخبار و آثار کا جو رجا کے
باب میں وارد ہیں اور بیشمار ہیں آیات یہ ہیں کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ
یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم اور قرأت نبوی میں ولا یبالی انہ ہو الغفور الرحیم ہے اور فرمایا والملائکۃ یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون لمن فی الارض
اور یہ ارشاد فرمایا کہ دوزخ کو دشمنوں کے لیے تیار کیا ہے اور اُس سے اپنے دوستوں کو ڈرایا چنانچہ فرمایا لہم من فوقہم ظلل من النار ومن تحتہم
ظلل ذلک یخوف اللہ بہ عبادہ اور فرمایا واتقوا النار التی اعدت للکافرین اور فرمایا فانذرتکم نارا تلظی لا یصلاہا الا الاشقی الذی کذب وتولی
اور فرمایا فان ربک لذو مغفرۃ للناس علی ظلمہم روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امت کے باب میں سوال کیا کرتے تھے یہاں تک
کہ آپ پر یہ آیت فان ربک الخ اتری اور حکم ہوا کہ اب بھی تم راضی نہیں ہوتے۔ اور ولسوف یعطیک ربک فترضی کی تفسیر میں آپ نے
ارشاد فرمایا کہ اگر ایک بھی امت محمد میں سے دوزخ میں رہیگا تو محمد راضی نہوگا صلی اللہ علیہ وآلہ وجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء اور حضرت امام
محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے کہ تم عراق والے کہتے ہو کہ کلام مجید میں سب سے زیادہ توقع کی آیت یہ ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علی
انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اور ہم اہلبیت کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ توقع کی آیت ولسوف یعطیک ربک فترضی ہے اور اخبار رجا کے یہ ہیں
کہ حضرت ابو موسی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت مرحوم ہے اسپر آخرت میں عذاب نہوگا اسکی
سزا خدا تعالی دنیا ہی میں زلزلوں اور آفات سے دیتا ہے قیامت کے روز ہر ایک شخص کو میری امت میں سے ایک شخص اہل کتاب کا
ملیگا اور کہا جاویگا کہ دوزخ کی آگ کا فدیہ تیرے لیے یہ شخص ہے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ہر ایک آدمی اس امت کا ایک
یہودی یا نصرانی لاویگا اور یہ کہیگا کہ میرا عوض آگ دوزخ کے لیے یہ ہے اور اتنا کہکر دوزخ میں ڈال دیگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا الحمی من فیح جہنم وہی حظ المؤمن من النار اور خداوند کریم کے اس قول یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ کی تفسیر میں
روایت ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی کہ میں حساب تمہاری امت کا تمہارے سپرد کیے دیتا ہوں آپ نے فرمایا کہ الٰہی
ایسا نکر میری نسبت انکے لیے تو بہتر ہے حکم ہوا کہ اب ہم انکے باب میں تمکو رسوا نکرینگے اور حضرت انس سے اس طرح مروی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں استدعا کی کہ میری امت کے گناہوں کا حساب میرے سپرد فرماوے تاکہ انکی خطاؤں پر میرے سوا
اور کوئی مطلع نہو حکم ہوا کہ یہ لوگ تمہاری قوم ہیں امت ہیں اور میرے بندے ہیں تمہاری نسبت میں انپر زیادہ رحیم ہوں انکا حساب اپنے سوا
اور کسیکو نہ دونگا تاکہ انکی خطائیں تمکو معلوم ہوں نکسی دوسرے کو سبحان اللہ بکرمہ باعی شانا تو کریمی رسول تو کریم + صد شکر کہ ہست میان دو کریم
مارا چہ غم ار جرم بیشمار داریم سلطان چو کریمست و دیوان چو کریم اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
زندگی اور موت دونوں تمہارے حق میں بہتر ہیں زندگی میں تو تمہارے لیے طریق شریعت مسنون اور مشروع کرتا ہوں اور مرنے پر تمہارے
عمل مجھپر پیش ہونگے جو انمیں سے عمدہ ہوگا اسپر خدا کا شکر کرونگا اور اگر کوئی برا ہوگا تو تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرونگا
[illegible] ہست بیگانہ [illegible] اور ایک روز آپ نے یا کریم العفو فرمایا حضرت جبریل نے پوچھا کہ آپ کو اس
لفظ کی تفسیر معلوم ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ اول سیات کو اپنی رحمت سے معاف کیا پھر اپنے کرم سے انکو نیکیوں سے بدل دیا اور آنحضرت

جلتی آگ کی ۱۲ [illegible] مشرکون کے ۱۲ [illegible] اور پیچھے سے بادل ۱۲ [illegible] اور کہا [illegible] ترمذی [illegible] زیادتی کی اپنی جان پر ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ کہتا ہے کہ الٰہی میں تجھسے تمام نعمت کی التجا کرتا ہون آپنے پوچھا کہ تجھکو معلوم ہے کہ نعمت کو تمام کیا ہو جیسے
عرض کیا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ نعمت کا کمال جنت میں داخل ہونا ہے علما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر اپنی نعمت پوری کی کہ ہمارے
لیے دین اسلام کو پسند فرمایا چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اور حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ
کرکے طالب مغفرت اور عفو کی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتون سے ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندے کو اُسنے گناہ کیا اور پھر جانا کہ میرا ایک رب ہے
جو گناہ بخشتا ہے اور گناہون کی عوض پکڑتا بھی ہے میں تمکو گواہ کرتا ہون کہ میں نے اسکو معاف کر دیا۔ اور ایک حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ اگر بندہ
اتنے گناہ کرے کہ اُسکے گناہ بلندی میں آسمان تک پہنچ جاوین تو جب تک مجھسے بخشش چاہتا رہیگا اور مجھسے امید رکھیگا میں بخشدونگا۔ اور ایک اور حدیث
قدسی میں مذکور ہے کہ اگر بندہ زمین کی مقدار بھرے ہوئے گناہ لیکر آویگا میں بھی اُسی قدر مغفرت سے ملاقات کرونگا۔ اور ایک حدیث میں ہے
کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو چھ گھڑی تک فرشتہ نامہ اعمال میں نہیں لکھتا اس اثنا میں اگر توبہ استغفار کر لیتا ہے تو اس گناہ کو نہیں لکھتا ورنہ ایک
برائی لکھتا ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب اُسکی برائی لکھ لیتا ہے اور وہ کچھ عمل خیر پھر کرتا ہے تو داہنی طرف کا فرشتہ جو حاکم ہے بائین طرف والے
اپنے تابع سے کہتا ہے کہ تو یہ برائی جو اسکی لکھی ہے اپنے یہان سے دور کر دے میں اپنے یہان سے ایک نیکی اسکی دور کر دونگا یعنی جو عمل نیک
اُسنے اب کیا ہے اسکو دس کی جگہ نو لکھونگا اس طرح وہ برائی بندہ کی دور کر دی جاتی ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اسکے ذمہ لکھا جاتا ہے ایک اعرابی نے پوچھا کہ اگر وہ توبہ کرے آپنے فرمایا کہ مٹا دیا جاتا ہے اسنے پوچھا کہ اگر دوبارہ
پھر خطا کرے آپنے فرمایا کہ اسکے اوپر لکھی جاویگی پھر اُسنے عرض کیا کہ اگر وہ توبہ کرے آپنے فرمایا کہ نامہ اعمال سے محو کر دی جاویگی اسنے عرض کیا کہ
یہ معاملہ کب تک رہیگا آپ نے فرمایا کہ جب تک وہ شخص توبہ و استغفار کرتا رہیگا خدا تعالیٰ مغفرت سے نہیں گھبرایا یہان تک کہ بندہ استغفار سے گھبرا
جاوے پھر جب کوئی بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے تو داہنا فرشتہ عمل سے پہلے ہی ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر وہ شخص قصد کے بعد اس کام کو کرتا بھی ہے
تو فرشتہ مذکور دس نیکیان لکھتا ہے پھر اسکو خدا تعالیٰ سات سو گنی تک بڑھا دیتا ہے اور جب آدمی قصد خطا کرتا ہے تو اسپر لکھی نہین جاتی
اور جب کر گذرتا ہے تو ایک قصور ہی ذمہ لکھا جاتا ہے اور حسن عفو الٰہی اسکے بعد ہے یعنی عجب نہیں کہ معاف ہی ہو جاوے۔ اور ایک شخص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوکر کہنے لگا کہ میں ایک مہینے سے زیادہ کے تو روزے نہیں رکھتا اور
پانچ نمازون سے زیادہ نماز نہیں پڑھتا اور میرے مال میں صدقہ اور حج و زکوٰۃ اور خیرات کچھ نہیں تو ایسے حال میں اگر میں مرونگا
تو کہان رہونگا آپ نے فرمایا کہ جنت میں اُسنے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ یا رسول اللہ آپ نے تبسم فرماکر کہا کہ ہان میرے ساتھ بشرطیکہ
تو دل کو دو باتون سے محفوظ رکھے یعنی کینہ اور حسد سے اور زبان کو دو چیزون غیبت اور جھوٹ سے بچائے اور اپنی آنکھون کو ان
دو ہی چیزون سے کہ ایک تو دیکھنا خدا تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزون کو دوسرے حقارت کرنی اور شناسائی کسی مسلمان پر اگر ان سب
باتون سے اپنے آپ کو بچاویگا تو میرے ساتھ کیا میری ان دونون کف دست پر تو جنت میں جاویگا اور ایک بڑی حدیث میں ہے
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خلق کے حساب کا متکفل کون ہوگا آپ نے
فرمایا کہ خدا تعالیٰ جل شانہ ہوگا اُسنے عرض کیا کہ آیا وہ خود حساب لیگا آپ نے فرمایا کہ ہان اعرابی نے تبسم کیا آپ نے پوچھا کہ
کس بات سے تبسم کرتے ہو اسنے عرض کیا کہ اس وجہ سے خوشی ہے کہ کریم جب قدرت پاتا ہے تو معاف کر دیا کرتا ہے اور اگر حساب لیتا ہے تو
چشم پوشی کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اعرابی سچ کہتا ہے جان لو کہ کوئی کریم خدا تعالیٰ سے زیادہ کرم والا نہیں ہے سب سے اکرم وہی ہے پھر
فرمایا کہ اعرابی بات سمجھ گیا اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کعبے کو شرف اور عظمت عنایت فرمائی ہے اور اگر بالفرض
کوئی بندہ ایک ایک پتھر کرکے گرا دے اور پھر پھونک دے تو اتنا گناہ نہوگا جتنا کسی ولی اللہ کی حقارت کرنے سے ہوتا ہے اعرابی نے

عرض کیا کہ اولیاء اللہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ ایماندار سب کے سب اولیاء اللہ ہیں کیا تونے قول خداے تعالی کا نہیں سنا
اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور اور بعض احادیث میں ہے المومن اشرف من الکعبۃ والمومن طیب طاہر والمومن اکرم علی اللہ
تعالی من الملائکۃ اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی رحمت کے بقیہ سے دوزخ کو ایک کوڑا بنایا کہ جس سے بندوں کو جنت
کی طرف ہنکاتا ہے اور ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے خلق کو اسلیے پیدا کیا کہ وہ مجھ سے کچھ نفع لیں نہ اسلیے
کہ میں اُن سے کچھ نفع لوں اسی مضمون کے قریب مولانا روم فرماتے ہیں شعر من نکردم امر تا سودے کنم * بلکہ تا بر بندگان جودے کنم *
اور حضرت ابو سعید خدری رض سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ خداے تعالی نے کوئی چیز ایسی نہیں پیدا کی کہ جس سے بڑھکر دوسری
چیز نہ بنائی ہو اور اپنی رحمت کو غصہ سے غالب پیدا کیا ہے اور حدیث مشہور میں مروی ہے کہ خداے تعالی نے قبل پیدائش خلق کے
اپنے نفس پر یہ جملہ لکھ لیا ہے کہ ان رحمتی تغلب غضبی اور معاذ بن جبل اور انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ ومن کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ لم تمسہ النار ومن لقی اللہ لا یشرک بہ شیئا حرمت علیہ النار
ولا یدخلہا من فی قلبہ مثقال ذرۃ من ایمان اور ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کافر کو وسعت رحمت الہی معلوم ہو جاے تو خداے تعالی کی
بہشت سے ناامید نہو اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم تو اصحاب رض سے پوچھا کہ تمکو
معلوم ہے کہ یہ کونسا دن ہے یہ وہ دن ہے کہ آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ کھڑے ہو کر اپنی اولاد میں سے دوزخ کی رسد نکالو وہ عرض کرینگے
کہ کتنے حکم ہوگا کہ ہزار میں سے نوسو ننانوے دوزخ کے لیے نکالو اور ایک شخص جنت کے لیے یہ سنکر سب لوگ حیران رہگئے اور رونا
شروع کیا اور اس روز کچھ شغل اور کام نہ کیا اس اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس آئے اور فرمایا کہ تم لوگ کام کیوں نہیں کرتے [illegible]
عرض کیا کہ آپسے وہ حدیث سنکر اب کسکو تاب ہے کہ کام میں مشغول ہو آپنے فرمایا کہ تمکو یہ بھی معلوم ہے کہ اور قوموں کی نسبت کہ [illegible]
تاویل اور تاریس اور منسک اور یاجوج اور ماجوج کی قومیں کہاں گئیں اتنی قومیں ہیں کہ انکی شمار خداے تعالی کے سوا [illegible]
تمھارے انکے سامنے کچھ بھی شمار نہیں تم تو سب کی نسبت کر ایسے ہو جیسے سیاہ بیل کے چمڑے میں ایک سفید بال ہوتا ہے یا گھوڑے
پاؤں میں اور رنگ کا داغ ہوتا ہے اس حدیث سے معلوم کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خوف کے تازیانہ سے
کیسا ہانکتے تھے اور پھر رجا کی باگ سے کیسے اللہ تعالی کی طرف کھینچتے تھے چنانچہ اول خوف کے تازیانے سے سب کو ہنکایا مگر جب
معلوم کیا کہ شدت خوف نے انکو حد اعتدال سے باہر کردیا اور ناامیدی میں جا پڑے تو اسیوقت دواے رجا سے انکا علاج کیا اور
انکو پھر اعتدال کی صورت پر کردیا اور دوسرا قول مخالف اول قول کے نہ تھا بلکہ اول جس چیز کو سبب شفا جانا اسکو بیان کردیا
اُسی پر اکتفا فرمائی مگر جب حاجت معالجے کی رجا سے دیکھی تو اصل بات پوری ذکر فرما دی پس واعظین کو بھی چاہیے کہ پیروی اُس
جناب مقدس کی وعظ کے باب میں ہاتھ سے نہ دیں اور استعمال اخبار خوف ورجا میں حاجت کے موافق رعایت کریں یعنی جیسی علت
طبعی دیکھیں ویسی ہی تدبیر اُسکے دور کرنے کی کریں اور اگر کوئی واعظ اس بات کا لحاظ نکریگا تو جسقدر اُسکی وعظ سے درستی اور صلاح
کی توقع ہے اس سے زیادہ بگاڑ ہو رہیگا اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم گناہ نکرو تو خداے تعالی اور خلقت پیدا کرے کہ وہ

بخاری مسلم [illegible] ۱۲ — ابن حبان ۱۲ — بخاری [illegible] ۱۲ — ابن ماجہ بروایت [illegible] ۱۲ — بخاری ومسلم میں ہے روایت [illegible] ۱۲ — ابن ماجہ بروایت ابن عمر ۱۲ — [illegible]

گناہ کریں اور انکے قصور بخشدیے جاویں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ خدا تمکو لیجاوے اور دوسری خلقت لاوے جو گناہ کریں اور
بخشے جاویں کیونکہ اسکی ذات غفور و رحیم ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ اگر تم گناہ نکرو تو مجھکو تم پر ایسی چیز کا خوف ہے کہ وہ گناہ سے بھی بڑی ہے
لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عجب ہے اور ایک حدیث شریف میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے
قبضے میں محمد کی جان ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندہ مومن پر زیادہ رحم کرتا ہے بہ نسبت مادر شفقہ کے رحم کے اپنی اولاد پر اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی
قیامت کے روز ایسی مغفرت کریگا کہ کبھی کسی کے دل پر نہ گذری ہو یہاں تک کہ ابلیس بھی اسکا منتظر ہوگا کہ شاید مجھکو بھی یہ مغفرت پہونچ
جاوے اسی مضمون کو سعدی رحمہ نے نظم کیا ہے شعر اگر در دہد یک صلای کرم ۞ عزازیل گوید نصیبے برم ۞ اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی
کی سو رحمتیں ہیں جنمیں سے ننانوے اپنے پاس رکھ چھوڑی ہیں اور ایک دنیا میں ظاہر کی ہے اسی ایک کے باعث تمام خلق ایک دوسرے پر
رحم کرتے ہیں اور والدہ اپنے لڑکے پر اور جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں جب قیامت کا روز ہوگا تو خداوند کریم اس ایک رحمت کو
ان ننانوے میں ملا کر خلق پر پھیلا دیگا انمیں سے ہر ایک رحمت مقدار سب طبقات آسمان و زمین کے ہوگی بھلا ایسی رحمت کے
ہوتے اُس روز بجز تباہ کار کے اور کون ہلاک ہوگا اور ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے ایسا کوئی نہیں جسکو اسکا عمل جنت میں پہونچا
یا دوزخ سے بچاوے (یعنی بدون رحمت الٰہی عمل بیکار ہیں) لوگوں نے عرض کیا کہ آپ بھی ایسے نہیں آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایسا نہیں
الا اس صورت میں کہ مجھکو رحمت میرے پروردگار کی ڈھانپ لے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا اعملوا وابشروا واعلموا ان احدا
لن ینجیہ عملہ اور فرمایا کہ میں نے اپنی شفاعت اپنی امت کے بڑے گناہ کرنے والوں کے لیے چھپا رکھی ہے کیا تم یہ جانتے ہو کہ
شفاعت اہل تقوی و طاعت کے ہی لیے نہیں بلکہ آلودگان عصیان کے لیے ہے شعر دلا خوش باش کان محبوب جانی + بدر بخشایش گنہگاران [illegible]
اور فرمایا بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ السہلۃ اور فرمایا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اہل کتاب یعنی یہود و نصاری جان لیں کہ ہمارے
دین میں وسعت ہے اور ایسی سختی کی طرف یہ دلیل ہے کہ خداوند تعالی نے مومنین کی دعا قبول فرمائی کہ انکی استدعا کے جواب میں لا تحمل
علینا اصرا ارشاد فرمایا ویضع عنہم اصرہم والاغلال التی کانت علیہم اور محمد بن حنفیہ حضرت علی رض سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ قول الٰہی
نازل ہوا فاصفح الصفح الجمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ صفح جمیل کسکو کہتے ہیں حضرت جبرئیل نے
فرمایا کہ جس شخص نے تمپر ظلم کیا ہو اگر تم اسکو معاف کر دو تو پھر عتاب نکرو آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل اس سے معلوم ہوا کہ اگر خدا تعالی
کسیکو معاف فرما دیگا تو اسپر بھی عتاب نکریگا پس حضرت جبرئیل علیہ السلام روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے خداوند کریم نے
ان دونوں کے پاس حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا انھوں نے آکر کہا کہ تمھارا پروردگار تمکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جسکو
میں معاف کر دونگا اسپر کیسے عتاب کرونگا یہ امر میرے کرم کے لائق نہیں غرضکہ اخبار اسباب رجا میں بیشمار ہیں اب آثار کو سُننا
چاہیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور دنیا میں اسکو خدا تعالی پوشیدہ رکھے اسکا کرم اس
بات کو نہیں چاہتا کہ اسکا پردہ آخرت میں کھولے اور جو کوئی گناہ کرے اور اسکو دنیا ہی میں سزا مل جاوے تو عدل الٰہی اس بات کا
مقتضی نہیں کہ اپنے بندہ کو دوبارہ آخرت میں سزا دے اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میرا حساب اگر میرے ماں باپ ہی
کے حوالہ کیا جاوے تب بھی میں اچھا نہیں جانتا اسلیے کہ مجھکو یقین ہے کہ خدا تعالی میرے اوپر ماں باپ کی نسبت کر زیادہ رحیم ہے

بعض اکابر کا قول ہے کہ ایماندار جب نافرمانی کرتا ہے تو خداے تعالی اسکی تقصیر فرشتون کی آنکھ سے چھپا دیتا ہے کہ ایسا نہو کہ خطا دیکھکر گواہی دیوین
اور محمد بن سعد نے اپنے ہاتھ سے اسود بن سالم کو لکھا کہ جب بندہ اپنے نفس پر زیادتی کرتا ہے اور پھر ہاتھ اٹھا کر یارب کہتا ہے تو فرشتے اسکی
آواز روک دیتے ہین اسیطرح دوسری بار اور تیسری بار اتفاق ہوتا ہے یہانتک کہ چوتھی دفعہ جب یارب کہتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ کیونتک
مجھسے میرے بندہ کی آواز کب تک چھپاؤگے میرے بندہ نے جان لیا ہے کہ اسکے لیے سواے میرے اور کوئی پروردگار ایسا نہین جو گناہ
بخشدے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اسکو بخشدیا۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ ایک رات خانہ کعبہ کا طواف مجھکو
تنہا نصیب ہوا اور وہ رات بہت اندھیری تھی مین نے ملتزم مین دروازہ کعبہ کے پاس کھڑے ہوکر التجا کی کہ الٰہی مجھکو گناہ سے محفوظ
رکھ کہ کبھی تیری نافرمانی نکرون اسیوقت ہاتف غیبی نے خانہ کعبہ کے اندر سے آواز دی کہ اے ابراہیم تو مجھسے سوال عصمت کرتا ہے اور
سب ایماندار ایسا ہی چاہتے ہین پس اگر مین سب کو معصوم کرون تو اپنا فضل و مغفرت کس پر کرون اسی کے قریب [illegible] فرماتے ہین
گناہ مین ارتداد سے درشمار ہے ترا نام کر ہو سے آمرزگار ہے اور حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایماندار گناہ نکرے تو عالم غیب اسرار
آسمانی مین اڑتا پھرے مگر خداے تعالی نے گناہون کے باعث اسکو نیچے کھینچ دیا ہے اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ اگر کرم کی نظر
ہوگی تو بدون کو نیکون مین ملادیگی۔ اور حضرت مالک بن دینار ابان سے ملے اور انسے فرمایا کہ کب تک لوگون کو تم رخصتون کی حدیثین
سناؤگے انھون نے جواب دیا کہ میان صاحب مجھکو توقع ہے کہ قیامت کے روز خداے تعالی کا عفو تمکو اتنا نظر آویگا کہ خوشی کے مارے جامہ مین
نسماؤگے۔ اور ربعی بن حراش تابعی اپنے بھائی کا حال جو عمدہ تابعین مین سے تھے اور موت کے بعد گفتگو انھون نے کی تھی اسطرح بیان
کرتے ہین کہ جب میرے بھائی کی وفات ہوئی تو انکو کفن دیکر جنازہ تیار کیا انھون نے کفن اپنے منھ پر سے ہٹایا اور سیدھے بیٹھکر کہا کہ
مین نے اپنے رب سے ملاقات کی اسنے میری خاطرداری راحت اور روزی سے فرمائی اور خداوند کریم مجھسے ناراض نہ تھا اور جتنا گمان ہے
اس سے مین نے یہ امر آسان پایا آپ سستی نکرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب میری راہ دیکھ رہے ہین کہ مین انکے پاس پھرکر
جاؤن یہ کہکر پھر گر پڑے جیسے کنکر کسی طشت مین گرتی ہے ہمنے انکو اٹھا کر دفن کیا۔ اور حدیث مین یہ قصہ مذکور ہے کہ بنی اسرائیل مین سے
دو شخصون نے آپسمین خدا کیواسطے بھائی چارہ کیا تھا ایک ان دونون مین سے اپنے نفس پر زیادتی کرتا تھا اور دوسرا عابد تھا اور ہمیشہ
اول کو وعظ و ملامت کیا کرتا وہ اسکے جواب مین کہدیتا کہ مین جانون اور میرا پروردگار تم میرے اوپر ناظر مقرر نہین یہانتک کہ ایک روز
عابد نے اس دوسرے شخص کو گناہ کبیرہ کرتے دیکھ لیا اور غصے مین آکر کہا کہ خدا تجھکو نہ بخشے خداے تعالی اس عاصی سے قیامت کے روز فرماویگا
کہ کیا کسیکو یہ تاب و طاقت ہے کہ میری رحمت میرے بندون سے روک لے جا مین نے تجھکو بخشدیا اور عابد سے ارشاد فرماویگا کہ تجھپر مین نے دوزخ کو
لازم کردیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عابد نے ایسی ایک بات کہی جس سے اپنی دنیا و دین خراب کردی اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل
مین ایک چور چالیس برس تک رہزنی کیا کرتا تھا اسکے پاس حضرت عیسی علیہ السلام کا گذر ہوا اور آپ کے پیچھے ایک عابد حواریین مین سے
تھا چور نے اپنے دل مین کہا کہ یہ پیغمبر خدا یہان کو گذرتے ہین اور انکے ساتھ مین ایک حواری بھی ہے اگر مین بھی اترکر انکے ساتھ ہوجاؤن تو
بہتر ہو یہ ارادہ کرکے اترا اور چاہتا تھا کہ عابد کے قریب جاوے مگر اسکی تعظیم اور اپنے نفس کی تحقیر کرکے کہتا تھا کہ مجھ جیسے شخص کو
اس عابد کے برابر چلنا نہین چاہیے ادھر عابد نے جو معلوم کیا کہ میرے ساتھ چور آتا ہے تو اپنے دل مین کہا کہ یہ شخص میری برابری
کرتا ہے اس خیال سے اس سے کنارہ کرکے آگے بڑھ گیا اور حضرت عیسی علیہ السلام کے برابر چلنے لگا صرف چور پیچھے رہگیا راوی کہتے ہین
کہ خداے تعالی نے عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ان دونون سے کہدو کہ تمھارے پہلے عمل ہمنے باطل کردیے اب نئے سرے
عمل کرو حواری کے حسنات جاتے رہین اسوجہ سے کہ اسنے اپنے نفس پر عجب کیا اور اس دوسرے شخص کی برائیان مٹادین

اسلیے کہ اُسنے اپنے نفس کو حقیر جانا حضرت نے بموجب حکم کے ان دونون کو اطلاع کردی اور چور کو اپنے ساتھ لیا اور اُسکو حواری کیا اور مشرق سے روایت ہی کہ ایک نبی انبیا علیہم السلام مین سے سجدے مین تھے کہ کسی سرکش نے اُنکی گردن پر پانون ایسے زور سے رکھا کہ کنکر اُنکی پیشانی مین گھس گیا اُنھون نے سر اُٹھا کر غصے مین اُسکو فرمایا کہ جا تجھکو خدا ہرگز نہ بخشیگا اُسیوقت اُنپر وحی آئی کہ میرے بندون کے باب مین مجھپر قسم کھاتے ہو مین نے اُسکو بخشدیا۔ اور اسی کے قریب وہ روایت ہی جو حضرت ابن عباس رضہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے لیے بد دعا نماز مین کیا کرتے تھے تو یہ آیت اُتری لیس لک من الامر شئی او یتوب علیہم او یعذبہم آپنے بد دعا چھوڑدی اور اللہ تعالی نے انمین سے اکثر لوگون کو مشرف باسلام فرمایا۔ اور روایت ہی کہ دو شخص عابدون مین سے عبادت مین برابر تھے جب وہ جنت مین گئے تو ایک کو بہ نسبت دوسرے کے اونچا درجہ ملا اس کم رتبہ والے نے عرض کیا کہ الٰہی دنیا مین اس شخص نے مجھسے زیادہ عبادت نہین کی مگر تونے اُسکو بڑا رتبہ عنایت فرمایا اللہ تعالی نے فرمایا کہ وہ شخص مجھسے دنیا مین بڑے درجون کی درخواست کیا کرتا اور تو صرف آتش دوزخ سے نجات کی دعا مانگا کرتا تھا مین نے ہر ایک بندہ کو اُسکی درخواست کے بموجب عنایت کیا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ عبادت رجا کے ساتھ کرنی افضل ہی اسواسطے کہ رجا والے پر محبت غالب ہوا کرتی ہی بہ نسبت خائف کے دیکھو جو بادشاہ کی اسکی خدمت عقاب کے خوف سے کرین اور دوسرے کی خدمت انعام کی توقع سے کرین تو ان دونون مین بہت فرق ہوگا اسی جہت سے خدائے تعالی نے حکم حسن ظن کا فرمایا ہی اور اسیمین لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی سے بڑے بڑے درجات طلب کرو کیونکہ تم سخی سے مانگتے ہو اُسکے نزدیک دے دینا کیا بڑی بات ہی اور فرمایا کہ جب تم خدائے تعالی سے کچھ سوال کرو تو نہایت رغبت سے مانگو اور فردوس اعلی کی درخواست کرو اسلیے کہ اُسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہین جسکو وہ نہ دے سکے۔ بکر بن سلیم صواف فرماتے ہین کہ ہم مالک بن انس کے پاس اُس شام کو گئے جسمین اُنکا انتقال ہوا ہمنے پوچھا کہ آپکا کیا حال ہی اُنھون نے فرمایا کہ مجھے نہین معلوم کہ تمکو کیا جواب دون مگر عنقریب تم خدائے تعالی کا عفو آنکھون سے دیکھوگے جسکا کچھ تمکو گمان بھی نہوگا پھر ہم وہان ہی تھے یہان تک کہ آپکی آنکھین ہم ہی نے بند کین۔ اور یحیی بن معاذ رح اپنی مناجات مین کہتے کہ جو توقع مجھکو گناہون کے ساتھ تجھسے ہی وہ اُس توقع کے ساتھ بڑی ہوجاتی ہی جو مجھکو اعمال کے ساتھ تجھسے ہی اسواسطے کہ اعمال مین بڑا اخلاص ہی اور وہ مجھمین کہان سے آیا تھا مین تو آفت مین معروف ہون اور گناہون کے ساتھ مجھکو تیرے عفو پر بھروسا ہوتا ہی تو پھر تو کیسے گناہ نہ بخشیگا تو تو جود مین موصوف ہی۔ روایت ہی کہ ایک مجوسی نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے یہان مہمان ہونا چاہا آپنے اُس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہوجاوے تو مین کھانا کھلاؤنگا وہ مجوسی چلا گیا اللہ تعالی نے آپپر وحی بھیجی کہ تمنے اُسکے دین کے اختلاف کے باعث اُسکو کھانا نہ کھلایا ہم اُسکو ستر برس سے باوجود کفر کے کھانا دیے جاتے ہین اگر تم ایک رات کھلا دیتے تو کیا تھا حضرت ابراہیم اُسیوقت اُس مجوسی کے پیچھے دوڑتے گئے اور اُسکو ہٹا لائے اور ضیافت کی مجوسی نے پوچھا کہ اب سبب ضیافت کیا ہی اول تو آپنے انکار ہی کردیا تھا آپنے سارا قصہ اس سے مذکور فرمایا مجوسی نے عرض کیا کہ خدائے تعالی مجھسے یہ معاملہ کرتا ہی پھر آپ سے عرض کرکے مسلمان ہوگیا۔ اور استاد ابو سہل صعلوکی ہمیشہ ڈرانے مین معروف تھے اُنھون نے ابو سہل زجاجی کو خواب مین دیکھا اور حال پوچھا اُنھون نے جواب دیا کہ جسقدر تم ڈرایا کرتے تھے اُس سے ہمنے معاملہ سہل دیکھا اور کسی نے استاد ابو سہل کو بہت عمدہ صورت مین خواب مین دیکھا کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا اور پوچھا کہ یہ درجہ تمکو کیسے ملا اُنھون نے کہا کہ میرے حسن ظن کے باعث یعنی خدائے تعالی کے ساتھ مجھکو گمان تھا ویسا ہی ہوا اور ابو العباس بن شریح رحمہ نے اپنے مرض موت مین خواب مین دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہی اور خداوند جبار ارشاد فرماتا ہی

[illegible]

نہین ملی ترمذی نے بروایت ابن مسعود نقل کیا ہو سلو اللہ من فضلہ فان اللہ یحب ان یسال

مسلم روایت ابوہریرہ

کہ بھلا کہاں ہین جب وہ حاضر ہوئے تو اُنسے سوال ہوا کہ تمنے اپنے علم سے کیا عمل کیا سب علمانے جواب دیا کہ الٰہی ہمسے تقصیر ہوئی
اور ہمنے بُرا کیا۔ راوی کہتے ہین کہ گویا یہ جواب جناب باری مین پسند نہوا اور پھر وہی سوال ہوا تا کہ کوئی اور جواب دیوین ابن شریح
کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ میرے نامۂ اعمال مین شرک نہین اور تونے وعدہ کر لیا ہی کہ شرک سے کمتر گناہ کو معاف کرونگا حکم ہوا
کہ اسکو لیجاؤ ہمنے اسکو بخشدیا اور یہ بزرگ اس خواب سے تین دن کے بعد رحلت کر گئے۔ اور روایت ہی کہ ایک آدمی بہت شراب خوار
تھا ایکبار اپنے ہمنشینون کو جمع کر کے چار درم غلام کو دیے کہ اس مجلس کے واسطے کچھ میوہ خرید لا وہ غلام منصور بن عمار کے دروازہ پر
پہونچا وہ اسوقت کسی فقیر کے لیے کچھ مانگ رہے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو کوئی اس فقیر کو چار درم دیگا مین اُسکے لیے چار دعا
مانگونگا غلام نے یہ سنکر چارون درم اُس فقیر کو دیدیے منصور نے غلام سے پوچھا کہ تیرا مطلب کیا ہی کس چیز کے واسطے دعا مانگون
اُسنے کہا کہ میرا ایک آقا ہی مین یہ چاہتا ہون کہ اُس سے مجھکو نجات ملے منصور نے دعا کی اور پوچھا کہ دوسرا مطلب بیان کر اُسنے کہا
کہ ان درمون کا عوض خداے تعالیٰ مجھکو عنایت کرے انھون نے یہ بھی دعا کی اور پوچھا تیسری غرض کیا ہی اُسنے کہا کہ خداے تعالیٰ
میرے آقا کو توبہ نصیب کرے اور اُسکی توبہ قبول ہو انھون نے دعا کر کے چوتھی بات پوچھی اُسنے کہا کہ خداے تعالیٰ میری اور
تیری اور میرے آقا کے اور قوم کی سبکی مغفرت کرے منصور نے یہ دعا بھی کی پھر وہ غلام واپس آیا اُسکے آقا نے پوچھا کہ تو نے دیر
کیون کی اُسنے تمام قصہ کہا اُسنے پوچھا کہ پھر اُن چارون دعا کی تشریح کر اُسنے کہا کہ اول دعا تو یہ منگوائی کہ مین آزاد ہو جاؤن
آقا نے جواب دیا کہ جا تو آزاد ہی دوسری دعا کیا تھی اُسنے کہا کہ خداے تعالیٰ میرے درمون کا عوض مجھکو دے آقا نے کہا کہ تجھکو
چار ہزار درم ہمنے دیے تیسری دعا بتلا اُسنے کہا کہ آپکو خداے تعالیٰ توبۂ نصوح نصیب کرے آقا نے کہا کہ مین نے توبہ کی اب چوتھی
دعا بتلا اُسنے کہا کہ چوتھی یہ تھی کہ خداے تعالیٰ مجھکو اور تجھکو اور قوم کو اور منصور کو بخشدے آقا نے کہا کہ یہ بات میرے اختیار مین نہین
جب اُس رات سویا تو خواب مین دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہی کہ جو بات تیرے اختیار مین تھی وہ تو کر چکا کیا تو یہ سمجھتا ہی کہ جو ہمارے
اختیار مین ہی ہم نہ کرینگے ہمنے تجھکو اور غلام اور منصور بن عمار اور سب حاضرین وقت کو بخشدیا۔ اور عبد الوہاب بن عبد المجید
ثقفی سے روایت ہی کہ مین نے دیکھا کہ تین مرد اور ایک عورت ایک جنازہ لیے جاتے ہین مین نے عورت کی طرف کا پایہ لے لیا
اور قبرستان مین جا کر بعد نماز اُس میت کو دفن کیا پھر مین نے اُس عورت سے پوچھا کہ یہ مردہ تیرا کون تھا اُسنے کہا کہ میرا بیٹا تھا
مین نے پوچھا کہ تمھارے کوئی پڑوسی نہ تھا اُسنے کہا کہ پڑوسی کیون نہین ہین مگر اِس مردے کو حقیر سمجھتے تھے مین نے پوچھا کہ اسمین
کیا برائی تھی اُسنے کہا کہ یہ لڑکا مخنث تھا مجھے اُس عورت پر رحم آیا اور اُسکو اپنے گھر لیجا کر کچھ نقد اور جنس اور کپڑا دیا اور اُسی رات مین نے
خواب مین دیکھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا گویا چودھوین رات کا چاند ہی اور سفید کپڑے پہنے ہی اور میرا شکر گذار ہی مین نے پوچھا کہ
تو کون ہی اُسنے کہا کہ مین وہی مخنث ہون جسکو تمنے آج دفن کیا تھا لوگون نے جو مجھکو حقیر سمجھا اس لیے خداے تعالیٰ نے مجھپر رحم کیا
اور ابراہیم اطروش سے روایت ہی کہ ہم بغداد مین دجلہ کے کنارے پر حضرت معروف کرخی کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اس دریا مین
ایک چھوٹی سی ڈونگی پر کچھ جوان لوگ ڈھول بجاتے اور شراب پیتے اور کھیلتے نکلے لوگون نے حضرت معروف کرخی کی خدمت مین
عرض کیا کہ دیکھیے یہ لوگ علانیہ خدا کی نافرمانی کرتے ہین انپر بددعا کیجیے آپنے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی کہ الٰہی جیسا تونے انکو دنیا مین
خوش کیا آخرت مین بھی خوش کر لوگون نے عرض کیا کہ ہماری غرض تو یہ تھی کہ آپ انپر بددعا کرین آپنے فرمایا کہ اگر خداے تعالیٰ
انکو آخرت مین خوش کریگا تو اول دنیا مین تائب کر دیگا یعنی خلاصہ میری دعا کا یہ ہی انکو ان حرکات سے توبہ نصیب کرے۔ اور بعض
اکابر دعا مین یون کہتے کہ الٰہی دنیا مین کون ایسا ہی جو تیری نافرمانی نکرتا ہو مگر تیری نعمت سب کے اوپر کامل اور رزق جاری ہی

تیری شان بہت بڑی ہی اور حلم نہایت افزون کہ تیری نافرمانی بھی ہوتی ہی مگر تو رزق دیے چلا جاتا ہی اور نعمت پوری عنایت فرماتا ہی
گویا کہ پروردگار تو غصہ ہی نہین ہوتا۔ حاصل یہ کہ یہ اسباب ایسے ہین جنسے رجا کی روح خوف والون اور ناامیدون کے دلون مین
پڑتی ہی مگر احمق و مغرورون کو ہرگز ان باتون مین سے کچھ سُنانا نہین چاہیے اُنکے لیے وہی ہی جو ہم اس باب خوف مین عنقریب
لکھتے ہین اسواسطے کہ اکثر لوگ صرف خوف ہی سے صلاح پر آتے ہین جیسے کہ شریر غلام اور لڑکا بدون کوڑے اور چھڑی اور سخت کلامی
کے درست نہین ہوتا اگر اُنکے خلاف اُنسے برتا جاوے تو اُنکی دین و دنیا کی بہتری مین خلل واقع ہو۔

دوسری فصل خوف کے بیان مین اور اسمین بھی بیان ہین **اول بیان** خوف کی حقیقت مین۔ واضح ہو کہ خوف صدمۂ دل اور سوزش درونی کا نام ہی
جو زمان آیندہ کی کسی بُری توقع کے سبب ہوتا ہی اور رجا کی حقیقت کے بیان مین یہ بات خوب معلوم ہو چکی ہی اور جو شخص کہ خدا سے
تعالیٰ کے ساتھ مانوس ہو اور حق اُسکے دل پر محیط ہو جاوے کہ ہمیشہ جمال حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے زمانے کا یکتا ہو تو ایسے
شخص کو کچھ توجہ زمانۂ مستقبل پر نہین رہتی اس جہت سے اُسکو نہ خوف ہوتا ہی نہ رجا بلکہ اُسکا حال ان دونون سے اعلیٰ ہوتا ہی اسلیے
کہ یہ دونون چیزین تو دو باگین ہین کہ نفس کو اُسکی رعونتون پر نہین جانے دیتین اور اسیکی طرف اشارہ کیا ہی واسطی رحمہ نے اپنے
قول مین کہ خوف حجاب ہی درمیان خداے تعالیٰ اور بندے کے اور یہ بھی اُنھین کا قول ہی کہ جب باطن پر حق غالب ہوتا ہی تو دل مین
گنجایش رجا اور خوف کی نہین رہتی خلاصہ یہ کہ محب کا دل اگر مشاہدۂ محبوب مین خوف فراق سے مشغول ہوگا تو مشاہدے مین نقصان
ہوگا بلکہ مشاہدے کا مدام رہنا انتہاے مقامات ہی لیکن اب ہم شروع مقامات مین گفتگو کرتے ہین جہان خوف بھی ہوتا ہی پس کہتے ہین
کہ حالت خوف بھی تین چیزون سے مرکب ہوتی ہی اول علم دوم حال سوم عمل علم سے وہ علم مقصود ہی جس سے ادراک اُس سبب کا ہو جو بُرائی
پہونچاوے مثلاً کسی شخص نے کسی بادشاہ کا قصور کیا اور پھر اُسکے ہاتھ مین اسیر ہوا تو اُسکو ڈر اپنے مارے جانیکا ہوگا ہر چند معاف ہو جانا اور
بھاگ جانا بھی ممکن ہی الا اُسکے دل کو صدمہ خوف کا اسیقدر رہیگا جسقدر علم اسباب موجب قتل کا قوی ہوگا اور وہ اسباب یہ ہین کہ اپنے
قصور کا بڑا ہونا اور بادشاہ کا بذات خاص کینہ ور اور غضبناک اور انتقام کش ہونا اور اُسپر ایسے لوگون کا محیط ہونا جو انتقام پر مادہ کرین
اور کسی سفارشی کا اُسکے باب مین وہان نہونا اور خود خائف کا تمام وسائل اور حسنات سے عاری ہونا جنسے اپنے قصور کا نشان
صفحۂ خاطر بادشاہ سے مٹا سکے پس ان اسباب کا جمع ہونا اور اُنکا علم مجرم کو ہونا سبب قوت خوف اور شدت صدمۂ دل کا ہی اور
جسقدر یہ اسباب ضعیف ہونگے اُسیقدر خوف بھی کم ہوگا اور کبھی خوف کسی قصور کے کرنے سے نہین ہوتا بلکہ خوف کی چیز کی خاصیت
کے جاننے سے ہوتا ہی مثلاً کوئی شخص کسی درندے کے پنجے مین گرفتار ہو تو اُسکو درندے کا خوف اسی جہت سے ہی کہ اُسکا وصف
چیر پھاڑ کا معلوم ہی گو یہ وصف درندے کا اختیاری ہی اور کبھی خوف ایسے وصف سے ہوتا ہی جو ڈر کی چیز مین اختیاری نہین ہوتا
بلکہ سرشت مین ہوتا ہی جیسے کوئی رو کی دھار مین جا پڑے یا جہان آگ لگی ہو اُسکے پاس رہتا ہو تو پانی اور آگ کا خوف اسی
جہت سے ہی کہ یہ چیزین اپنی طبیعت کی رو سے ڈبونے اور جلانے پر مجبول ہین غرضکہ علم بُرے اسباب کا اس بات کا سبب
ہوتا ہی کہ اُس سے سوزش دل اور درد درونی اُٹھے اور اسی سوزش کا نام خوف ہی اسیطرح خدا سے خوف کرنا کبھی تو خداے تعالیٰ کی
معرفت اور اُسکے صفات کے جاننے سے ہوتا ہی کہ اگر وہ تمام عالم کو ہلاک کر دے تو اُسکو کچھ پروا نہو اور نہ اُسکو کوئی روک سکے اور
کبھی بندہ اپنے گناہون کی کثرت کے باعث خوف کرتا ہی اور کبھی ان دونون باتون کے جمع ہونے سے ہوتا ہی اور جسقدر کہ اپنی بُرائیان
اور خداے تعالیٰ کی بزرگی اور اُسکا استغنا معلوم ہوگا اور یہ کہ جو کچھ وہ کرتا ہی اس سے کوئی پوچھنے والا نہین اور بندون سے
ہر ایک بات کی پرسش ہوگی اُسیقدر خوف کو بھی قوت ہوگی اس سے یہ لازم آیا کہ سب سے زیادہ خداے تعالیٰ سے وہی شخص

ڈریگا جو اپنے نفس کو اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ جانتا ہوگا اور اسی جہت سے حدیث شریف مین ارشاد[1] فرمایا کہ تحقیق مین تمہارے
نسبت خداے تعالیٰ کا خوف زیادہ کرتا ہون اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء پھر جب یہ معرفت پوری
ہوتی ہی تو صورت حالت خوف اور سوزش دل کی ہوتی ہی پھر اثر اس سوزش کا دل سے بدن اور اعضا اور صفات پر پہونچتا ہی
بدن مین اسکی تاثیر لاغری اور زردی اور بیہوشی اور رونا اور چیخنا ہی اور کبھی اس سوزش کے باعث پتا پھٹ جاتا ہی اور موجب
موت ہوتا ہی یا اگر حرارت مذکور دماغ مین چڑھ جاتی ہی تو عقل فاسد ہو جاتی ہی اور اگر یہ حرارت قوی ہوتی ہی تو صورت ناامیدی
اور یاس کی ہوتی ہی۔ اور اعضا مین اسکی تاثیر یہ ہی کہ انکو گناہون سے روکتی ہی اور طاعات کا مقید کر دیتی ہی تاکہ تلافی تقصیر گذشتہ اور
استعداد آیندہ حاصل ہو اور اسیواسطے کہتے ہین کہ خائف اسکو نہین کہتے جو روکر اپنی آنکھین پونچھ ڈالے بلکہ خائف وہ ہی کہ جس چیز سے
خوف سزا جانے اسکو چھوڑ دے اور ابو القاسم حکیم رح کہتے ہین کہ جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہی اس سے دور بھاگتا ہی مگر جو خدا سے ڈرتا ہی
وہ اسی کی طرف بھاگتا ہی اور ذو النون رح سے کسی نے پوچھا کہ بندہ خائف کب ہوتا ہی انھون نے فرمایا کہ جب اپنے آپ کو مریض کی طرح
بنالے جو زیادتی مرض کے خوف سے پرہیز کیا کرتا ہی۔ اور صفات مین اثر خوف سے شہوات کی بیخ کنی ہو جاتی ہی اور لذات سب
مکدر معلوم ہوتے ہین یہان تک کہ جو گناہ محبوب تھے وہ برے معلوم ہوتے ہین جیسے کسیکو شہد کی رغبت ہو مگر جب سنے کہ اسمین زہر ہی
تو خوف کے مارے رغبت اسکی نہین رہتی اسیطرح اور شہوات کا حال ہوتا ہی کہ خوف سے جلجاتے ہین اور اعضا مین ادب آجاتا ہی اور
دل مین انکسار اور خشوع اور سکنت آتی ہی اور کبر اور حقد اور حسد دور ہوتی ہی بلکہ تمام ہمت اپنے خوف ہی مین آدمی لگ جاتا ہی
اور اپنے انجام کار کا خطرہ مدنظر رکھتا ہی اور چیز کی طرف مشغول ہونے کی فرصت ہی نہین رہتی بجز مراقبہ اور محاسبہ اور مجاہدہ کے اور
کام نہین کرتا اسکی ایک ایک سانس اور ایک ایک لحظہ اور قدم اور لفظ کے ضائع کرنے کا بخل ہو جاتا ہی اور اسکا حال ایسا ہوتا ہی جیسے کوئی
موذی درندے کے پنجے مین پڑجاوے اور اسکو یہ معلوم ہو کہ اسکی غفلت مین مین بھاگ جاونگا یا اسکے حملے مین لقمۂ اجل ہونگا
تو ایسی صورت مین اس شخص کا ظاہر و باطن اسی درندے کی طرف لگا رہیگا غیر چیز کو مجال اسمین آنے کی نہوگی یہی حال اس
شخص کا ہوتا ہی جسپر غلبۂ خوف زیادہ ہو اور کچھ لوگون کا صحابہ و تابعین رض مین سے یہی حال تھا۔ اور مراقبہ و محاسبہ و مجاہدہ اسیقدر
قوی ہوتا ہی جتنا قوی خوف ہوتا ہی جو درد دل اور اسکی سوزش کا نام ہی اور خوف کو اسیقدر قوت ہوتی ہی جسقدر کہ معرفت خداے تعالیٰ کے
جلال اور صفات اور افعال کے اور اپنے نفس کے عیوب کی اور ان خطرون اور دہشتون کی جو نفس کو پیش آمدنی ہین قوی ہوتی ہی
اور تاثیر خوف کے ظاہر ہونے کا عمل مین ادنی درجہ یہ ہی کہ آدمی محرمات اور ممنوعات شرعی سے باز رہے اور حرام چیزون سے باز
رہنے کو ورع کہتے ہین اگر خوف کی اور قوت زیادہ ہوگی تو ایسی اشیا سے بھی باز رہیگا جنمین امکان حرمت کا آسکتا ہو یعنی جو اشیا
یقینی حرام نہین کچھ شبہہ انکی حرمت کا ہی انسے بھی ہاتھ کھینچیگا اس رتبے کا نام تقوی ہی کیونکہ تقوی اسکو کہتے ہین کہ شبے کی چیز کو ترک
کرے اور یقینی پر عمل کرے اور کبھی یہ حال ہوتا ہی کہ ایسی چیزون کو جنمین کچھ مضائقہ نہین ہوتا شبہات کے خوف کے باعث ترک کردیتا
ہی اس رتبے کا نام صدق اور تقوی ہی اور اگر اسپر اتنی بات اور زیادہ ہو کہ تجرد بھی ہو یعنی محض انھین اشیا کو استعمال کرے جو اسکے کام کی
ہین مثلاً جس گھر مین رہتا ہو اسکی تعمیر نہ کرے اور جو کھانے کی چیز ہو اسکو جمع نہ کرے اور دنیا کی طرف التفات نہ کرے اور جانے
کہ یہ علیحدہ ہوجاویگی اور کوئی سانس اپنا غیر خداے تعالیٰ مین صرف نکرے تو اسکا نام صدق ہی اور ایسے شخص کو صدیق کہنا
زیبا ہی اور یہ درجات ایسی طرح ہین کہ اوپر کا درجہ نیچے والے سے عام ہی اور اسمین نیچے کا درجہ داخل ہی مثلاً صدق مین
تقوی داخل ہی اور تقوی مین ورع اور ورع مین عفت کیونکہ عفت نام اسی ورع کا ہی جو صرف مقتضا سے شہوت سے باز

[1] بخاری بروایت انس ۱۲

رہنے کے لیے ہو۔ غرضکہ تاثیر خوف کی اعضا مین رُکنے سے بھی ہی اور اعمال پر مبادرت کرنے سے بھی مگر اعضا جو اعمال سے باز رہتے ہین تو ہر ایک چیز سے باز رہتے ہین ایک نیا نام ہو جاتا ہی مثلاً اگر شہوت سے باز رہین تو اُس رُکنے کو عفت کہتے ہین اور اُس سے اوپر مرتبہ ورع کا ہی جو اُسکی نسبت عام ہی کیونکہ ورع ہر ممنوع چیز سے رُکنے کو کہتے ہین تخصیص شہوت کی نہین اور ورع سے بڑھ کر تقوی ہی اسواسطے کہ تقوی امنوع اور شبہے کی چیز دونون سے باز رہنے کا نام ہی اور اس سے بڑھ کر صدق اور قرب ہی کہ شبہے کے خوف سے مباح چیز سے باز رہنے کا نام ہی اور چونکہ ان درجات مین سے ہر ایک درجہ اپنے پہلے درجے سے بڑھ کر ہی تو اگر سب سے آخر کا درجہ بولا جاویگا تو اُسمین گویا سب درجے آجاوینگے مثلاً اگر یون کہو کہ انسان عربی ہی یا عجمی اور عربی یا قرشی ہی یا نہین اور قرشی ہاشمی ہی یا نہین اور ہاشمی یا اولاد علی رض ہی یا نہین اور اولاد حضرت علی رض کی یا حسنی ہی یا حسینی تو سب سے بڑھ کر درجہ انسان مین حسنی اور حسینی ہو گا پس اگر کسی شخص کو مثلاً حسینی کہو گے تو اسمین سب نیچے کے اوصاف ضرور ہونگے مثلاً وہ حضرت علی رض کی اولاد اور ہاشمی اور قرشی اور عربی ہوگا اسی طرح اگر کسی شخص کو صدیق کہین تو اس رتبے کے نیچے جتنے اوصاف ہین وہ سب اُسمین ہونگے یعنے صدیق کہنا ایسا ہی کہ وہ شخص متقی اور صاحب ورع اور عفت والا ہی تو یہ نہ گمان چاہیے کہ ان درجات کے جو الفاظ جُدا جُدا ہین انکے معانی بھی ایک دوسرے سے متباین اور علیحدہ ہونگے اگر ایسا سمجھا جاویگا تو امر حق مشتبہ ہو جاویگا چنانچہ جو لوگ الفاظ سے معانی کی طلب کیا کرتے ہین اُنکا یہی حال ہوتا ہی اگر الفاظ کو تابع معانی کرین تو ہرگز شبہے مین نہ پڑین۔ یہ ہی اشارہ خوف کے معنی کلی کا اور اُس چیز کا جسکو اُوپر کیطرف سے متضمن ہی یعنے وہ معرفت جو موجب خوف ہوتی ہی اور جسکو نیچے کی طرف سے شامل ہی یعنی وہ اعمال جو خوف سے صادر ہوتے ہین یا متروک

دوسرا بیان خوف کے درجات کا اور قوت وضعف مین اُسکے مختلف ہونے کا۔ یہ تو پہلے گذر چکا کہ خوف اچھی چیز ہی اور کبھی قیاس اس بات کا مقتضی ہوتا ہی کہ اچھی چیز جتنی قوی اور زیادہ ہو گی اُتنی ہی خوبی کی بات ہی اس اعتبار سے خوف کی قوت وشدت جسقدر ہو بہتر ہی حالانکہ یہ غلط ہی بلکہ خوف ایک تازیانہ ہی کہ جس سے خداے تعالے اپنے بندون کو علم وعمل کی مواظبت کے لیے ہنکاتا ہی تاکہ اُن دونون سے مرتبہ قرب الٰہی حاصل ہو اور چوپایہ اور لڑکے سے کسی دم کوڑے کو علیحدہ نہین کرنا چاہیے مگر اُس سے نہ جاننا چاہیے کہ بہت پیٹنا اچھا ہی بلکہ اُسکی ایک حد معین ہی اسی طرح خوف کے لیے بھی کمی اور بیشی ہی اور عمدہ بات اعتدال ہی جو خوف کہ کم ہو اُسکو مثل عورتون کے رونے کے جاننا چاہیے کہ جب کوئی آیت قرآنی سنتی ہین یا اور کوئی سبب خوفناک پیش آتا ہی تو ڈر کر رونے اور آنسو بہانے لگتی ہین جب وہ سبب آنکھون سے غائب ہوا تو دل غفلت کی طرف رجوع کرتا ہی تو اسطرح کا خوف حد اعتدال سے کم ہی اور اُسمین فائدہ بھی قلیل ہی اور اُسکی مثال ایسی ہی جیسے بڑے قوی جانور کے ایک نرم وکم زور ٹہنی درخت کی مارو کہ اُس سے نہ اُسکو رنج پہونچیگا اور نہ روبراہ ہوگا اور نہ کام خاطر خواہ دیگا اور لوگون کا خوف سبکا اسی قسم کا ہی عارف اور علما البتہ اس سے مستثنے ہین اور ہماری غرض علما سے وہ عالم نہین کہ لباس عالمون کا سا پہن لیا اور نام کے فاضل بنگئے ایسے لوگ تو سب لوگون سے زیادہ بیخوف ہین بلکہ ہماری غرض عالمون سے وہ لوگ ہین جو خداے تعالے اور اُسکی نعمتون اور افعال کو جانتے ہون اور ایسے لوگون کا وجود اب کم ہی اور اسی جہت سے حضرت فضیل ابن عیاض رح فرماتے ہین کہ جب تمسے کوئی سوال کرے کہ خداے تعالے سے ڈرتے ہو تو اُسکے جواب مین چپکا ہو رہو کیونکہ اگر کہوگے نہین ڈرتے تو کافر ہو جاؤگے اور اگر کہوگے کہ ڈرتے ہین تو جھوٹے ہوگے اور اسمین یہ بھی اشارہ فرمایا کہ خوف وہی ہی جو اعضا کو گناہون سے روک دے اور طاعات کا پابند کردے اور جب تک تاثیر خوف کی اعضا مین

نہوگی تو اُسکا نام وسوسہ اور جنبش خاطر کہنا چاہیے اُسکو خوف کہنا زیبا نہین اور حد اعتدال سے زیادہ خوف یہ ہی کہ آدمی ناامیدی اور یاس مین
جا پڑے اور یہ بھی ممنوع ہی اسلیے کہ عمل کی مانع ہی حالانکہ غرض خوف سے وہی ہی جو کوڑے سے ہوتی ہی کہ کام پر آمادہ کرتا اور اگر
خوف مین علم ہی نہوا تو خوبی کی بات نہوگی کیونکہ حقیقت مین تو نقصان ہی اور وجہ نقصان کی یہ ہی کہ منشا اس خوف کا جہل اور عاجزی
ہی جہل تو یہ ہی کہ اپنے انجام کار کو نہین جانتا اور اگر جانتا تو خائف نہوتا کیونکہ خائف ہی کو انجام مین تردد رہا کرتا ہی اور عاجزی
یہ ہی کہ اس امر سے ایسے ایک پیچ مین پڑ جاتا ہی کہ جسکے دور کرنے کی قدرت اُسکو نہین۔ غرضکہ اگر باعتبار نقص آدمی کے دیکھین
تب تو اس قسم کے خوف کو اچھا کہہ سکتے ہین کہ نہونے سے ہونا اچھا ہی اگر واقع مین عمدہ بذات خود علم و قدرت اور ایسی چیزین ہین
جنسے خداے تعالے کا وصف ہو سکتا ہی اور جنسے کہ نہین ہو سکتا وہ بذات خود کچھ کمال کی اشیا نہین بلکہ باعتبار ایسے نقصان کے جو اُن
وصف سے زیادہ ہی اچھے متصور ہوتے ہین مثلاً مشقت دوا کی اُٹھانی خود اچھی نہین بلکہ باعتبار اسکے کہ وہ مرض اور موت کی نسبت
آسان ہی اسلیے اچھی ہی بہرحال جو خوف کہ موجب ناامیدی ہو مذموم ہی اور کبھی خوف موجب مرض اور ضعف اور حیرانی اور بیہوشی اور
دیوانگی اور موت کا ہو جاتا ہی اور یہ قسم بھی مذموم ہی جیسے کہ وہ مار جس سے لڑکے کی جان جاتی رہے اور کوڑا جس سے جانور ہلاک ہو جاوے
یا بیمار پڑ جاوے یا کوئی عضو ٹوٹ جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسباب رجا کے مذکور فرمائے اور اُنکی کثرت بیان فرمائی
اسی غرض سے کہ خوف مفرط کے صدمہ کا علاج اُس سے کیا جاوے جو باعث ناامیدی یا مرض وغیرہ اشیا کا ہو اسلیے کہ جو چیز کسی دوسری شی
کے لیے مطلوب ہوتی ہی تو اُسمین سے عمدہ وہی ہوتی ہی جس سے مقصود حاصل ہو اور جو مقصود تک نہ پہونچ سکے یا اُس سے بڑھ جاوے
تو وہ مذموم ہوتی ہی اور ازانجا کہ خوف کا فائدہ بچنا اور پرہیز و تقوےٰ کرنا اور مجاہدہ و عبادت و فکر و ذکر مین مشغول ہونا اور تمام اسباب
خداے تعالے تک پہونچانے والون کا حاصل ہونا ہی اور ان مین سے ہر ایک امر زندگی اور تندرستی اور سلامتی عقل پر موقوف
ہی اسلیے کہ جو خوف کہ ان اسباب مین خلل انداز ہوگا وہ مذموم ہی ہوگا۔ اب اگر یہ کہو کہ جو شخص خوف خدا کرے اور خوف کے
مارے مرجاوے تو وہ شہید ہوتا ہی تو ایسے شخص کا حال مذموم کیسے کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اُس شخص کے شہید ہونے کے یہ معنی ہین
کہ خوف کے باعث مرنے سے اسکو ایسا رتبہ ملیگا کہ اگر اُسوقت مین خوف کے باعث نہ مرتا تو ویسا رتبہ نہ پاتا پس اسی نظر سے اسکو فضیلت
ہی لیکن اگر فرض کرو کہ وہ زندہ رہتا اور بہت عمر پاتا اور خدا کی اطاعت اور سلوک راہ معرفت مین سرگرم رہتا تو اس حالت پر اُسکی موت
کو کسیطرح فضیلت نہین بلکہ یہان معاملہ اور ہی ہی کہ جو شخص فکر اور مجاہدہ سے اللہ تعالی کی معرفت مین قدم مارتا ہی اور معارف کے درجات
مین ترقی کرتا ہی اُسکو ہر لحظہ رتبہ ایک شہید کا کیا بہت سے شہدا کا ملتا ہی اور اگر ایسا نہو تو لازم آویگا کہ جو لڑکا کہ قتل ہو جاوے یا دیوانہ
کہ اُسکو کوئی درندہ چیر ڈالے اُسکا رتبہ نبی اور ولی سے جو اپنی موت وفات پاوین افضل ہو حالانکہ یہ امر محال ہی پس ہرگز گمان نکرنا چاہیے
کہ خوف سے مرجانا افضل ہی بلکہ افضل سعادات یہی ہی کہ طاعت آلہی مین عمر زیادہ ہو تو جس خوف سے کہ عمر جاتی رہے یا عقل یا صحت مین
فتور پڑے کہ اُس سے زندگی بیکار ہو جاوے تو اُسکو چند امور کی نسبت نقصان جاننا چاہیے گو اُسکے بعض اقسام کو بعض امور کے اعتبار سے
فضیلت ہو جیسے شہادت کو مثلاً فضیلت ایسی باتون پر ہی جو اُس سے کمتر ہین نہ نبین اور صدیقین کے درجہ کی نسبت بہرحال خوف اگر عمل
مین کچھ اثر نہ کرے تو اُسکا وجود و عدم مساوی ہی جیسا وہ کوڑا جس سے جانور اپنی چال نہ بڑھاوے اور اگر تاثیر کرے تو جسقدر اُسکی
تاثیر ظاہر ہوگی ویسا ہی اُسکا درجہ ہوگا مثلاً اگر صرف خوف کے باعث مقتضاے شہوت ہی سے باز رہے تو صرف عفت کا درجہ ملیگا اور
اگر خوف موجب ورع ہوگا تو پہلے کی نسبت زیادہ درجہ ہوگا اور سب سے بڑا درجہ یہ ہی کہ اُسکا ثمرہ صدیقین کا درجہ ہو جاوے یعنی اپنے
ظاہر و باطن کو خداے تعالے کے غیر سے ہٹاوے یہانتک کہ غیر اللہ کی اُسمین گنجایش ہی نہ رہے یہ درجہ خوف کا نہایت محمود ہی اور یہ تندرستی

اور عقل کی سلامتی کے ساتھ میسر ہوتا ہو پس اگر خوف اس درجہ سے بڑھجاوے اور عقل خواہ صحت کو دور کردے تو اُسکو مرض جاننا چاہیے اور اُسکا علاج ضروری ہو اگر ہوسکے اور اگر یہ درجہ اچھا ہوتا تو اسباب رجا وغیرہ سے اُسکا علاج کیا ضرور تھا کہ خوف نہ رہے اسی جہت سے حضرت سہیل تستری رح اپنے اُن مریدوں سے جو بہت دنون فاقہ کرتے تھے فرمایا کرتے کہ اپنی عقلون کی حفاظت کرتے رہنا اسلیے کہ خدا تعالے کے اولیا مین سے کوئی شخص کم عقل نہین ہوا۔

تیسرا بیان خوف کے اقسام بہ نسبت اُس چیز کے جس سے خوف کیا جاتا ہو۔ پہلے معلوم ہوچکا کہ خوف کسی بُری بات کی توقع سے ہوتا ہو اور بُری چیز دو طرح کی ہوتی ہو یا تو یہ کہ خود اپنی ذات سے بُری ہو جیسے آتش دوزخ یا یہ کہ اسمین برائی ہو کہ ذریعہ دوسری بُری چیز کا پڑتی ہو مثلاً گناہ کو اس جہت سے بُرا جانتے ہین کہ آخرت مین اُنکے ذریعہ سے تکلیف ہوگی جیسے بیمار آدمی مضر چیزون کو بُرا سمجھتا ہو اسلیے کہ وہ موت کا باعث ہوتے ہین پس ہر خوف کرنے والے کو ضرور ہو کہ اپنے نفس مین کوئی بات تکلیف دہ ان دونون قسمون مین سے ٹھہرالے اور اُسکی توقع دل مین اتنی بڑھے کہ دل اُسکی تکلیف کو سوچکر جلنے لگے۔ اور خائفین کا حال باعتبار امر مکروہ کے دل پر چھا جانے کے جدا جدا ہو اول فرقہ وہ لوگ ہین جنکے دل پر ایسی چیز غالب ہوجاتی ہو جو بذات خود مکروہ نہین ہوتی بلکہ کسی دوسری چیز کے باعث مکروہ ہوتی ہو مثلاً بعضون پر توبہ سے پیشتر مرجانے کا خوف ہوتا ہو اور بعضون کو توبہ شکنی اور عہد شکنی کا اسی قسم کے خوف مین یہ خوف بھی داخل ہین کہ اس بات سے ڈرنا کہ حقوق آلہی کے پورا کرنے کے لیے ہماری قوت ضعیف ہو یا دل کی نرمی کے جاتے رہنے اور سختی سے بدل ہونے کا خوف یا استقامت سے ٹل جانے کا خوف یا اتباع شہوات مین عادت کے مستولی ہونے کا خوف یا اس بات سے ڈرنا کہ کہین خداے تعالے ہمکو ہمارے حسنات کے حوالہ نہ کردے جنپر ہمکو بھروسا ہو اور بندون مین اُنکے باعث ہماری عزت ہو یا کثرت نعماے آلہی سے اترانے کا ڈر یا اللہ کی طرف سے اعراض کرکے غیر اللہ کی طرف مشغول ہونے کا ڈر یا پے درپے نعمتون کے آنے سے مہلت ملنے کا خوف یا طاعات کے مکر و فریب خدا کے حضور مین منکشف ہونے کا ڈر یا لوگون سے باب مین جو کچھ غیبت اور خیانت اور کینہ اور بدمعاملگی کی ہو اُسکی جزا کا خوف یا یہ ڈر کہ نہ معلوم بقیہ زندگی مین کیا کیا قصور سرزد ہونگے یا گناہون کی سزا دنیا مین ہونے اور موت سے پہلے رسوا ہونے کا خوف یا دنیا کی زیبائش سے دھوکے مین پڑجانے کا خوف یا اپنے باطن پر غفلت کی حالت مین خداے تعالے کے واقف ہونے کا ڈر یا موت کے وقت بُرا خاتمہ ہونے کا خوف یا اپنی تقدیر سابق ازلی کا خوف غرض اسطرح کے خوف عارفین کو ہوا کرتے ہین اور ہر ایک خوف سے ایک فائدہ خاص ہو یعنے جس شے سے خوف ہو اُس سے آدمی بچا رہتا ہو مثلاً جو شخص اپنے اُوپر کسی عادت کے پڑجانے کا خوف کرتا ہو گا وہ اُس عادت کے چھوڑنے کی سوا ظبت کریگا اور جو شخص کہ اس بات سے ڈرتا ہوگا کہ خداے تعالے میرے باطن پر غفلت مین واقف ہو تو وہ اپنے دل کی صفائی کی فکر کرے گا اور اُسکو وسوسون سے پاک کریگا اسی طرح اور اقسام کو خیال کرنا چاہیے اور ان سب ڈر کی چیزون سے متقیون پر خاتمے کا خوف اکثر رہتا ہو اسلیے کہ اسمین بڑا خطرہ ہے اور اعلے قسم خوف کی جس سے کمال معرفت پر دلیل ہو وہ سابقہ ازلی کا خوف ہو کہ خدا جانے کہ قسمت مین ہمارے کیا لکھا ہوگا + اسلیے خاتمہ اُس سابقہ تقدیر کا ثمرہ اور فرع ہو فقط بیچ مین چند اسباب پڑگئے ہین خاتمے سے جو بات کہ لوح محفوظ مین لکھی ہوئی ہو ظاہر ہو جاتی ہو اور اگر دو شخص فرض کیے جاوین کہ ایک سابقے سے ڈرتا ہو اور ایک خاتمے سے تو انکی مثال ایسی ہوگی جیسے دو شخص جنکے حق مین بادشاہ کوئی فرمان لکھ دے اور معلوم نہ ہو کہ اُسمین گردن مارنے کو لکھا ہو یا عہدۂ وزارت اور انعام و خلعت دینے کو اور وہ فرمان ابھی اُن دونون کے پاس نہین پہونچا مگر ایک شخص کا دل تو پہونچنے کے وقت پر لگا رہے کہ جب کھلے گا تو نہ معلوم

کیا لکھا ہوگا اور دوسرے شخص کا دل حکم دینے کی حالت پر وابستہ ہو کہ نہ معلوم بادشاہ کا مزاج اسوقت بر سر رحم تھا یا بر سر
غضب تو ظاہر ہی کہ اس دوسرے شخص کی التفات سبب علم کی طرف ہی اور اول کی فرع کی طرف اسی جہت سے التفات
دوم بہ نسبت اول کے اعلی ہی اسیطرح لحاظ کرنا قضاے ازلی کا جسکے لکھنے کے لیے قلم چل چکا ہی اعلی ہی بہ نسبت لحاظ کرنے
اس بات کے جو خاتمے پر ظاہر ہوگی اور اسی کی طرف اشارہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس وقت کہ آپ منبر پر تشریف
رکھتے تھے پس آپ نے اپنی دہنی مٹھی بند کی اور فرمایا کہ یہ نوشتہ الہی ہی اسمین اہل جنت کے نام اور انکے باپ کے نام لکھے ہین
نہ ان مین زیادہ ہونگے نہ کم پھر بائین مٹھی بند کی اور فرمایا کہ یہ خداے تعالے کا نوشتہ ہی اسمین دوزخیون کے نام اور انکے آبا کے
نام مندرج ہین کمی بیشی کچھ نہو گی جو لوگ تقدیر مین اہل سعادت ہین وہ بدبختون کے کام کرینگے یہان تک کہ لوگ انکو کہینگے کہ
یہ بھی گویا بدبختون ہی مین سے ہین بلکہ یقیناً وہی ہین مگر خداے تعالے مرنے سے پہلے گو ایک لمحہ پہلے ہی کیون نہو انکو بچا لیتا ہی
اور جو ازلی بدبخت ہین وہ نیک بختون کے کام یہان تک کرینگے کہ لوگ کہینگے کہ یہ بھی گویا سعید ہین بلکہ یقیناً ہین مگر خدا تعالے
انکو مرنے سے پیشتر اگرچہ تھوڑا ہی پہلے ہو زمرۂ نیکبختون سے خارج کر دیتا ہی سعید وہی ہی جو قضاے الہی مین سعید ہو چکا ہی اور
بدبخت بھی وہی ہی جسپر قلم شقاوت ازل مین چل چکا ہی اور عملون کا مدار خاتمون پر ہی انتہی - اور ان دونون خوف کرنے والون
کو یہ بھی کہ سکتے ہین کہ انکا خوف ایسا ہی جیسے دو شخص جنمین سے ایک اپنے گناہ و تقصیر سے ڈرتا ہو اور دوسرا خود خدا تعالے
سے ڈرتا ہو باین وجہ کہ اسکا وصف اور جلال جو مقتضے ہیبت و رعب ہی جانتا ہو تو ان دونون مین سے بھی دوسرا شخص
رتبے مین اعلی ہی اور اسی وجہ سے یہ خوف باقی رہتا ہی گو آدمی صدیقین کی سی طاعت مین ہو مگر شخص اول دھوکا کھانے کے
مقام پر ہی اور اگر مواظبت طاعت پر کرے تو امن بھی حاصل کر سکتا ہی غرضکہ گناہ سے ڈرنا صلحا کا خوف ہوتا ہی اور خدا تعالی
سے ڈرنا موحدون اور صدیقون کا خوف ہی اور یہ خوف معرفت الہی کا ثمرہ ہی جس شخص نے کہ خدا کو پہچانا اور اسکے صفات کو
جانا تو اسکے اوصاف ایسے بھی اسکو معلوم ہونگے کہ انکے ہوتے ہوے اس سے ڈرنا ہی زیبا ہی گو قصور نکیا ہو بلکہ اگر گناہگار خدا تعالے
کو حق معرفت پہچانے تو خدا ہی سے ڈرے اور اپنے گناہ سے نہ ڈرے اور اگر خداے تعالے کو اپنی ذات پاک سے خوف
دلانا منظور نہوتا تو گناہگار کو گناہ کے قابو مین کیون کرتا اور گناہ کی سبیل اسپر آسان کیون ہوتی اسکے اسباب مہیا کیون
فرماتا اسباب معصیت کے مہیا کر دینے بھی تو رحمت سے دور کرنا ہی اور مجرم سے قبل گناہ کوئی ایسی خطا نہین ہوئی تھی جسکے
باعث اس بات کا مستحق ہی کہ معصیت مین مبتلا کیا جاوے اور اسکے لوازم اسپر جاری ہون اور نہ جو شخص طاعت گذار ہی اسکے
لیے طاعت سے پہلے کوئی وسیلہ تھا جسکے باعث اسکے لیے اسباب طاعت مہیا ہوگئے اور ثواب کے طریق بتلا دیے گئے بہر حال گناہگار
پر حکم گناہ کا ہوگیا وہ چاہے یا نہ چاہے اور مطیع پر حکم طاعت ہو چکا اسکی مرضی ہو یا نہو پھر جب اس دربار کا یہ حال
ہو کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بدون کسی ذریعہ سابق کے تو اتنا اونچا درجہ دے کہ اعلے علیین تک پہونچا دے
اور ابو جہل کو اتنا نیچے اتارے کہ اسفل السافلین مین پہونچا دے حالانکہ اسنے اپنے ہونے سے پہلے کوئی قصور نکیا تھا
پس ایسی ذات سے اور ایسے جلال سے ڈرنا ہی زیبا ہی دیکھو جو کوئی اطاعت کرتا ہی تو اسیطرح کرتا ہی کہ خدا تعالی اسپر ارادہ
طاعت کا مسلط کر دیتا ہی اور اسکو قدرت عنایت فرماتا ہی اور بعد پیدایش ارادہ پختہ اور قدرت کامل کے فعل ضرور ہی ہوتا
ہی یعنے ظہور طاعت مطیع سے ہوتا ہی اسیطرح گناہگار جو گناہ کرتا ہی اسپر ارادہ پختہ گناہ کا مسلط کر دیا جاتا ہی اور قدرت و اسباب
اسکے سب دے دیے جاتے ہین جب ارادہ مصمم اور قدرت و لوازم ہین تو گناہ ضرور ہی ہوگا - اب ہمکو یہ معلوم نہین کہ کیا

م از ترمذی بروایت عبداللہ بن عمرو ۱۲

وجہ یہ کہ تشخص اول کو بزرگی دی گئی اور بار ارادہ طاعات کو اسی پر مخصوص کر دیا اور دوسرے کی اہانت اور رد کرنے کا باعث
کیا ہوا کہ اُس پر لوازم معصیت مسلط کیے گئے اور یہ بھی نہین جانتے کہ ان باتون کو بنا سے پر ہوا ایسے کرین اور نہ یہ کہ انجام
خوا اقتضاے ازلی ہے بدون تقصیر اور بدون وسیلے ٹھہرتا ہو تو ظاہر ہو کہ ایسے شخص سے خوف ہی کرنا ہو اقل کر دیا ہو جو
ہر وقت بھی جاہے سو کرے علاوہ ازین اس سے زیادہ اور کچھ کہہ نہین سکتے کیونکہ اسکے بعد معاملہ تقدیر کا ہو جسکا افشا کرنا
نہین اور اس سے خوف کا سمجھانا خداے تعالیٰ کے صفات مین بدون مثال کے ممکن نہین اور اگر شرع اذن نہ دیتی تو کسی
بصیرت والے کی مقدور نہ تھی کہ مثال ذکر کرے مگر چونکہ حدیث مین مثال مذکور ہو اسلیے اسکا نقل کرنا سمجھانے کے لیے روا ہے
چنانچہ وارد ہو کہ خداے تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ اے داود مجھ سے ایسا ڈر جیسا درندہ ایذا رساں سے
ڈرتا ہو اس مثال سے حاصل مطلب معلوم ہوتا ہو کہ سبب [illegible] ضرورت نہین [illegible]
نہین بتلایا جاتا شیر کا ایسا ہونا ہو اسکو بتلایا جاتا ہو اور مطلب مثال مذکور کا یہ ہو کہ درندے سے جو آدمی خوف کرتا ہو تو اس وجہ سے
نہین کہ اسنے کوئی قصور اس جانور کا کیا ہو بلکہ اسکے خاصیت گرفت اور حملہ اور کبر اور ہیبت سے ڈرتا ہو کہ جو چاہتا ہو سو کر بیٹھتا ہو
ذرا تامل نہین کرتا اگر آدمی کو چیر ڈالے تو دل مین کچھ رقت اور درد نہین کرتا اور اگر چھوڑ دے تو کچھ اس وجہ سے نہین کہ اسکے
آدمی پر شفقت آگئی اور جان بچانے کے مارے چھوڑ دیا بلکہ آدمی کا چیرنا اسکے نزدیک اتنا بھی نہین کہ حالت حیات مین بایں
اسکی طرف لحاظ کرے ایک آدمی کیا ہزار آدمیون کا مار ڈالنا اور ایک چیونٹی کا مار ڈالنا اسکے نزدیک برابر ہو کیونکہ دونون مین اسکی
درندگی اور قدرت اور حملے مین کچھ فرق نہین آتا پس حاصل مطلب مثال کا یہ ہوا کہ باقی رہا خوف خدا اسکی مثال اس سے اعلیٰ ہو
وہ خود فرماتا ہو ولله المثل الاعلیٰ لیکن جس شخص نے کہ خداے تعالیٰ کو پہچانا ہو اسنے تئین باطن سے جو کہ بنسبت مشاہدہ ظاہری کے
قوی تر اور معتبر اور واضح ہو جان لیا ہو کہ خداوند کریم نے جو حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا ہو ہولاء فی الجنۃ ولا ابالی وہولاء فی النار
ولا ابالی اس استغنا اور لاپروائی ہی مین ہیبت اور خوف کے موجبات کافی ہین دوسرا فرقہ خائفین کا وہ ہو جنکے دلون مین
وہ بات جم جاوے جو خود بری ہو مثلاً سکرات موت کا خوف یا سوال منکر نکیر کا یا عذاب قبر کا یا دہشت قبرون سے اٹھنے کی یا
ہیبت خداے تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کی اور شرم پردہ فاش ہونے کی اور تنکے تنکے سے سوال ہونے کی یا خوف
پل صراط اور اسکی تیزی اور اسپر سے اترنے کا یا دوزخ کی آگ اور اسکے طوقون اور بلاؤن کا یا خوف جنت سے محروم ہونے کا
جو خانہ عشرت اور سلطنت جاوید ہو یا خوف درجات کے کم ہونے کا یا خوف خداے تعالیٰ سے حجاب ہونے کا اور یہ سب چیزین
بذات خود بری ہین تو بالضرور خوف کی چیزین ہین انہین بھی خوف کرنے والون کا حال جدا ہو سب سے اعلیٰ مرتبہ وہ لوگ ہین جنکو
خوف فراق یعنی خداے تعالیٰ سے محجوب رہنے کا ہو یہ خوف عارفین کو ہوتا ہو اور جو خوف اس سے پہلے ہین وہ عابدین اور صلحا
اور زاہدین کو اور تمام عالمون کو ہوتے ہین اور جسکی معرفت کامل نہین ہوتی اور اسکی چشم بصیرت نہین کھلتی وہ لذت وصال سے
اور پیچ فراق سے آگاہ نہین ہوتا اور جب اسکے سامنے کہا جاوے کہ عارف دوزخ سے نہین ڈرتا بلکہ حجاب سے ڈرتا ہو تو
دل مین اس بات کو برا جانتا ہو اور تعجب سمجھتا ہو اور کبھی لذت دیدار الٰہی کا منکر ہو جاتا ہو مگر چونکہ شرع سے انکار جائز نہین
اسواسطے زبان سے تو اقرار کرتا ہو مگر دل نہین مانتا کیونکہ اسکی تو صرف لذت شکم اور شرمگاہ اور آنکھ کی معلوم ہو کہ رنگ اچھے
دیکھیے خوبصورت لوگ دیکھیے غرض جو لذت کہ حیوان بہائم بھی شریک ہون اسکو لذت جانتا ہو لذت عارفین کو نہین
جانتا جسکے واسطے مولانا روم فرماتے ہین شعر آدمی دید ست باقی پوست است * دید آن دیدہ کہ دید دوست است

یعنی یہ لوگ بہشت مین اور مین پروا نہین کرتا اور یہ لوگ دوزخ مین اور مین پروا نہین کرتا ۱۲ بروایت ابو درداء بادنیٰ اختلاف ۱۲

اور اس لذت کی تفصیل وشرح اُن لوگون سے بیان کرنی جو اُسکے اہل نہین حرام ہی اور جو لوگ اُسکے اہل ہین اُنکو خود معلوم ہوجاتا ہی اس بات کی حاجت نہین کہ کوئی دوسرا شخص اُنسے بیان کرے۔

چوتھا بیان خوف کی فضیلت اور اُسکی رغبت دلانے مین - جاننا چاہیے کہ خوف کی فضیلت ایک تو تامل اور قیاس سے معلوم ہوتی ہی اور ایک آیات واحادیث سے تامل اور قیاس سے اسطرح کہ ہر ایک چیز کی فضیلت اُسیقدر ہی جسقدر کہ وہ آخرت مین سعادت دیدار الٓہی تک پہونچانے مین مدد کرے کیونکہ سعادت کے سوا اور کچھ مطلب نہین اور بندے کی سعادت بجز دیدار اپنے مولیٰ اور اُس سے قریب ہونے کے اور کیا ہوگی پس جو چیز کہ بندے کو اُس سعادت پر اعانت دیگی تو جسقدر اعانت کریگی اُسیقدر اُسکی فضیلت ہوگی اور یہ معلوم ہوچکا ہی کہ سعادت دیدار سے آخرت مین بہرہ ور ہونا بدون حاصل کرنے اُسکی محبت اور اُنس کے دنیا مین ممکن نہین اور محبت بدون معرفت نہین ہوتی اور معرفت بے فکر نہین ملتی اور اُنس بدون محبت اور ذکر دائمی کے نہین حاصل ہوتا اور ذکر کا مدام کرنا اور ہمیشہ فکر کرتے رہنا بدون دنیا کی محبت دل سے علیحدہ کرنے کے نہین بنتا اور محبت دنیا دل سے بدون لذات وشہوات دنیاوی کے چھوڑے علیحدہ نہین ہوسکتی اور چھوڑنا شہوات کا بدون اُنکی بیخ کنی کے ممکن نہین اور اُنکی بیخ کنی جیسے آتش خوف سے ہوتی ہی اور کسی چیز سے نہین ہوتی اُس سے معلوم ہوا کہ خوف وہ آگ ہی جس سے شہوتین جلجاتی ہین تو ضرور ہوا کہ اُسکی فضیلت اُسیقدر ہو جسقدر کہ یہ شہوت کو جلاتا اور گناہون سے بچاتا اور طاعات کی ترغیب دیتا ہو اور یہ بات موافق اختلاف درجات خوف کے مختلف ہی چنانچہ پہلے گذرا اور خوف مین فضیلت کیون نہوگی اسکے باعث تو عفت وورع اور تقویٰ اور مجاہدہ حاصل ہوتے ہین یہ سب کام فضیلت کے ہین اور عمدہ اور خدا تعالیٰ سے قریب کرنے والے پس جو چیز باعث ایسی عمدہ اور افضل باتون کی ہو جو قیاس بھی چاہتا ہی کہ وہ بھی عمدہ اور افضل ہو اور احادیث اور آیات سے جسقدر خوف کے باب مین وارد ہین وہ زائد از حد ہین اسکی فضیلت اُسیقدر بس ہی کہ خدا تعالیٰ نے ہدایت اور رحمت اور علم اور رضا جو اہل جنت کے کل مقام ہین ان چارون کو خائفین کے لیے تین آیتون مین ارشاد فرمایا ہی چنانچہ ہدایت ورحمت کو اس آیت مین فرمایا وهدى ورحمة للذين هم لربهم يرهبون اور علم کو اس آیت مین انما يخشى الله من عباده العلماء اور رضا کو اسمین رضي الله عنهم ورضوا عنه ذلك لمن خشي ربه علاوہ ازین جو کچھ فضیلت علم مین وارد ہی اُس سے فضیلت خوف بھی سمجھی جاتی ہی اسلیے کہ خوف ثمرہ علم کا ہی اسیواسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حدیث مین مذکور ہی کہ خائفون کا یہ حال ہوگا کہ اُنکو رفیق اعلیٰ کا ساتھ ہوگا اور اس امر مین اُنکا شریک اور کوئی نہوگا تو اب دیکھنا چاہیے کہ رفیق اعلیٰ کی مرافقت خاص اُنکے لیے کیسے فرمائی اسکی وجہ یہی ہی کہ خوف والے علما ہوتے ہین اور علما کو درجہ انبیا کی رفاقت کا ہی اسلیے کہ وہ وارث انبیا ہین اور رفیق اعلیٰ کی ہمراہی نبیون کو اور جو لوگ اُسکے لواحق مین سے ہین اُنکو ہوگی اور اسی جہت سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے مرض موت مین اختیار دیا گیا کہ خواہ آپ دنیا مین رہین خواہ خدا تعالیٰ کے پاس چلے آوین تو آپ یہی فرماتے تھے کہ اسالک الرفيق الاعلى یہ حال اگر خوف کی اصل کیطرف نظر کرو تو علم ہی اور اگر اُسکے ثمرہ کی طرف دیکھو تو ورع وتقویٰ ہی اور جو کچھ کہ ورع اور تقویٰ کے فضائل مین وارد ہوا ہی وہ ظاہر ہی یہان تک کہ خود عاقبت تقویٰ کے ساتھ مخصوص ہوگئی ہی جیسے حمد مخصوص خدا تعالیٰ سے ہی اور درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسیطرح عاقبت کو خصوصیت تقویٰ سے ہی یہان تک کہ یون لکھتے ہین الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة على محمد وآله اجمعين اور تقویٰ کو خدا تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے واسطے خاص فرمایا چنانچہ ارشاد ہی لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم اور تقویٰ کے معنی

اوپر گذر چکے کہ مقتضاے خوف کے باعث رُک گئے اور باز رہنے کا نام ہی اور اسیواسطے اسکی بزرگی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہو
ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور یہی بہت سے خداے تعالی نے اولین اور آخرین سب کو وصیت تقوی کی فرمائی جیسا کہ فرمایا ولقد وصینا
الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ اور فرمایا وخافون ان کنتم مؤمنین اس آیت مین خوف کا ارشاد فرمایا اور اسکو واجب کیا
یعنی صیغۂ امر سے بیان فرمایا اور ایمان مین اسکی شرط لگادی باین لحاظ کوئی مومن خوف سے خالی نہین متصور ہوسکتا ہر ایک مین خوف
ضرور ہوگا گو تھوڑا یا کمزور ہو اور خوف مین کمزوری اُسیقدر ہوگی جسقدر معرفت اور ایمان مین کمزوری ہوگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فضیلت تقوی مین ارشاد فرماتے ہین کہ جب خداے تعالی اولین وآخرین کو روز معلوم کے وعدے پر اکٹھا فرماویگا تو یکایک انکو
ایک آواز آویگی جسکو دور والے اور پاس والے یکسان سُنینگے اور وہ آواز یہ ہوگی کہ اے لوگو جب سے مین نے تمکو پیدا کیا اُس روز سے
آج تک مین چپکا رہا اب آج تم خاموش رہو تمھارے عمل تمھارے سامنے آتے ہین اے لوگو مین نے ایک نسب مقرر کیا تھا تمنے اور
نسب بنایا میرے نسب کو پست جانا اور اپنے نسب کو عالی سمجھا مین نے تو کہا تھا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تمنے نہ مانا اور یہی کہا کہ
فلان بن فلان زیادہ غنی ہی فلان سے تو آج مین تمھارے نسب کو نیچا کر دونگا اور اپنے نسب کو اونچا متقی لوگ کہان ہین اُسیوقت ایک
جھنڈے اونچے ہوگئے اور سب اُنکے ساتھ ساتھ اپنے مکانون کے اندر جنت مین بیحساب چلے جاوینگے اور ایک حدیث شریف
مین ہی راس الحکمۃ مخافۃ اللہ یعنی حکمت کی اصل خوف الٰہی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رض کو ارشاد فرمایا کہ اگر تمکو
منظور ہو کہ مجھسے ملو تو بعد میرے خوف بہت کیا کرنا اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہی خوف اُسکو ہر طرح کی
بہتری سوجھا دیتا ہی۔ اور حضرت شبلی رح فرماتے ہین کہ جب مین اللہ تعالی سے ڈرا ہون تو میرے سامنے ایک دروازہ حکمت وعبرت کا
ایسا کھل جاتا ہی جو مین نے کبھی نہ دیکھا ہو اور یحیی بن معاذ رح کا قول ہی کہ جو مومن کچھ خطا کرتا ہی اُسکے پیچھے دو نیکیان ہوتی ہین اول
عذاب کا خوف دوم معاف ہونے کی توقع تو وہ برائی ان دونون خوف ورجا کی درمیان ایسی ہو جاتی ہی جیسے دو شیرون مین لومڑی
اور حضرت موسی علیہ السلام کی حدیث مین ہی کہ خداے تعالی قیامت کے روز ارشاد فرماویگا کہ کوئی شخص ایسا نہین رہیگا جسکا حساب
مین نکرون اور اُسکے عمل کی تفتیش نہ بجالاؤن بجز اہل ورع کے کہ اُنسے مجھکو شرم آتی ہی اور اُنکی قدر اس بات سے زیادہ ہی کہ انکو حساب
لینے کے واسطے کھڑا کرون۔ اور یہ دونون چیزین یعنی ورع اور تقوی الفاظ ہین کہ ایسے معانی سے مشتق ہین جنمین خوف کی شرط ہی
اگر خوف سے یہ دونون خالی ہون تو انکا نام ورع اور تقوی نہوگا اور اسیطرح جو اخبار کہ فضیلت ذکر مین وارد ہین ظاہر ہین انکو بھی
اللہ تعالی نے مخصوص خائفین سے کیا ہی چنانچہ فرمایا سیذکر من یخشی اور فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان اور ایک حدیث قدسی مین
وارد ہی کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ قسم ہی اپنی عزت وجلال کی کہ مین اپنے بندے پر دو خوف جمع کرونگا نہ دو امن پس اگر دنیا مین
مجھسے امون اور نڈر رہیگا تو قیامت مین اُسکو ڈراؤنگا اور اگر دنیا مین مجھسے خوف کریگا تو قیامت مین امن اور بیخوفی دونگا اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ من خاف اللہ تعالی خافہ کل شئ ومن خاف غیر اللہ خوفہ اللہ من کل شئ اور دوسری حدیث
شریف مین فرمایا اتمکم عقلا اشدکم خوفا للہ تعالی واحسنکم فیما امر اللہ تعالی ونہی عنہ نظرا اور حضرت یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ بیچارہ
انسان اگر آتش دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا افلاس سے ڈرتا ہی تو جنت مین داخل ہوتا۔ اور حضرت ذوالنون رح فرماتے ہین کہ جو شخص

خدا سے تعالیٰ سے ڈرتا ہے اُسکا دل نرم ہو جاتا ہے اور خدا سے تعالیٰ سے محبت پختہ ہو جاتی ہے اور عقل درست ہو جاتی ہے۔ اور یحییٰ
ابن معاذ کا قول ہے کہ خوف رجا کی نسبت زیادہ چاہیے اسلیے کہ جب رجا غالب ہوتی ہے تو دل پریشان ہو جاتا ہے۔ اور ابو حسین نابینا
کہا کرتے تھے کہ سعادت کی پہچان یہ ہے کہ بدبختی کا خوف آدمی کو ہو اسلیے کہ خوف بندے کے اور خدا سے تعالیٰ کے درمیان ایک باگ ہے
جب وہ جاتی رہتی ہے تو بندہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اور کسی نے حضرت یحییٰ بن معاذ رح سے پوچھا کہ سب سے زیادہ قیامت مین بیخوف کون
ہوگا انھون نے فرمایا کہ جو دنیا مین سب سے زیادہ خوف رکھتا ہے۔ اور حضرت سہل تستری رح فرماتے ہین کہ جب تک آدمی حلال
نہ کھاویگا خوف اُسکو حاصل نہوگا۔ اور حضرت حسن رح سے بعض لوگون نے کہا کہ ہم کیا علاج کرین ہم ایسے لوگون مین بیٹھتے ہین کہ وہ
ہمکو اتنا ڈراتے ہین کہ ہمارے دل گویا اوڑنے لگتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکو خوب جان لو کہ ایسے لوگون مین بیٹھنا کہ وہ تمکو ڈراوین
یہان تک کہ تمکو امن پہونچ جاوے اس سے بہتر ہے کہ تم ایسون کے ساتھ بیٹھو کہ وہ تمکو بیخوف کرتے رہین اور تمکو ایک دفعہ ہی
خوف آدباوے۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ جس دل سے خوف علحدہ ہوتا ہے وہ خراب ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہ رض
فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس آیت مین والذین یؤتون ما اتوا وقلوبہم
وجلۃ سے وہ آدمی مراد ہین جو چوری کرتے ہین یا زنا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ وہ لوگ مراد ہین کہ نماز و روزہ ادا کرتے ہین
اور صدقہ دیتے ہین اور اس بات سے ڈرتے ہین کہ کہین غیر مقبول نہو۔ اور جو جو تختیان اور مذمت کہ خدا سے تعالیٰ کے عذاب
و مکر سے بیخوف رہنے کے باب مین وارد ہین وہ بھی سب خوف کی خوبی پر دال ہین اسواسطے کہ کسی چیز کی مذمت کرنے سے
خوبی اُسکی ضد کی ہوا کرتی ہے اور امن ضد ہے خوف کی جیسے کہ رجا ضد ہے یاس کی تو جیسے نا امیدی کی برائی سے رجا کی فضیلت معلوم
ہوتی تھی ایسی ہی امن کی مذمت سے خوف کی فضیلت معلوم ہوتی ہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ جو کچھ رجا کی فضیلت مین آیا ہے وہ بھی خوف
کی فضیلت پر دال ہے کیونکہ رجا اور خوف ایک دوسرے کے ساتھ ہی ہوتی ہین اسلیے کہ جو شخص کسی محبوب کا متوقع ہوگا تو ضرور ہے
کہ اسکے نہ ملنے کا خوف بھی اُسکو ہو اور اگر نہ ملنے کا خوف نہوگا تو اُس شے سے محبت نہین رکھتا ہوگا تو اُسکا انتظار بھی توقع کے طور پر
نہ کریگا بہر حال خوف اور رجا لازم و ملزوم ہین کہ ایک کا جدا ہونا دوسرے سے محال ہے ہان یہ ہوسکتا ہے کہ دونون اکٹھے ہون اور
ایک کو دوسرے پر غلبہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قلب انمین سے ایک ہی کے ساتھ مشغول ہو اور اُسوقت دوسرے کیطرف غفلت
کے باعث التفات نکرے اور ان دونون کے لزوم کی وجہ یہ ہے کہ رجا اور خوف دونون کی شرط یہ ہے کہ جس چیز مین شک ہو اُس سے
متعلق ہون اسلیے کہ معلوم چیز کی نہ رجا کیجاتی ہے نہ خوف اب اگر محبوب چیز کو خیال کرو تو جس چیز کا وجود ہوسکتا ہے اُسکا عدم بھی
ممکن ہے پس اگر محبوب کا وجود فرض کیا جاوے تو اُس سے دل کو راحت ہوگی اور اسیکا نام رجا ہے اور اگر اُسکا عدم فرض کرو تو
دل کو صدمہ ہوگا اور اسیکا نام خوف ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونون صورتین ایک دوسری کی ضد ہین بشرطیکہ وہ امر جسکی بابت ہے مشکوک
ہو ہان یہ ہوتا ہے کہ شک کی دونون طرفون مین سے بعض اوقات ایک کو بعض اسباب کے موجود ہونے سے دوسرے پر ترجیح
ہو جاتی ہے اور اسکا نام ظن ہے اور اسی ظن کے باعث رجا و خوف کو ایک دوسرے پر غلبہ ہو جاتا ہے یعنی جب ظن پر وجود محبوب کا
غالب ہوتا ہے تو رجا کو غلبہ اور قوت ہوتی ہے اور خوف چھپ جاتا ہے اور اسکی نسبت کہ گویا نہین تھا اسیطرح اگر ظن پر عدم محبوب کا غلبہ
ہوتا ہے تو خوف کی قوت کے سامنے رجا دب جاتی ہے بہرحال انمین لزوم پایا جاتا ہے اسلیے خدا سے تعالیٰ نے دونون کو ایک ساتھ
ارشاد فرمایا ویدعوننا رغبا و رہبا اور فرمایا یدعون ربہم خوفا و طمعا اور بہین کے لحاظ سے بھی خوف کو رجا سے تعبیر کرتے ہین جیسے اس
آیت مین مالکم لا ترجون للہ وقارا کہ لا ترجون کے معنی لا تخافون ہین اور قرآن مجید مین اکثر جا رجا بمعنی خوف آیا ہے اور وجہ یہی ہے کہ

دونون لازم اور ملزوم ہین اور عادت اہل عرب کی ہی کہ ایک لفظ بولین اور اس سے اسکا لازم خواہ ملزوم مراد لین ایسا ہی رجا کے
لفظ سے خوف مراد لینا ہی۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ جو خوبی خوف کے باعث رونے مین ہی تو اس سے بھی خوبی خوف ہی کی معلوم ہوتی ہی
اسلیے کہ رونا خوف کا نتیجہ ہی اللہ تعالی فرماتا ہی فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا اور فرمایا یبکون و یزیدہم خشوعا اور فرمایا افمن ہذا الحدیث
تعجبون و تضحکون ولا تبکون وانتم سامدون اور رونے کے فضائل سے احادیث مملو ہین چنانچہ ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ ایماندار ایسا نہین کہ اسکی آنکھ سے کوئی آنسو اگرچہ مکھی کے سر کی برابر ہی کیون نہو خدا کے
خوف سے بہکر رخسارہ پر کچھ روان ہو اور پھر اسکو خداے تعالی آتش جہنم پر حرام نکرے ؎ آنرا کہ نکو کاری گرفت ؎ زور را
بگذاشت زاری گرفت ؎ اور دوسری حدیث مین فرمایا جب ایماندار کے دل پر خداے تعالی کے خوف سے لرزہ پڑجاتا ہی تو
اسکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہین اور ایک حدیث مین فرمایا لا یلج النار احد بکی من خشیۃ اللہ حتی یعود
اللبن فی الضرع اور حضرت عقبہ بن عامر رض فرماتے ہین کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ نجات کی
کیا صورت ہی آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان بند رکھ اور گھر سے باہر مت نکل اور اپنی خطا پر رویا کر ؎ ہرگز نباشد برق ال ابرو چشم
کو نشنید آتش تہدید و ختم ؎ اور حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت مین سے کوئی شخص بے حساب بھی جنت مین
داخل ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہان جو شخص اپنے گناہون کو یاد کرکے رویگا وہ بے حساب جنت مین جاویگا اور ایک حدیث مین
فرمایا کہ خداے تعالی کے نزدیک دو قطرون سے زیادہ اچھا کوئی قطرہ نہین ایک قطرہ آنسو کا جو خداے تعالی کے خوف سے
نکلے اور ایک قطرہ خون کا جو خدا کی راہ مین بدن سے گرے ؎ اشک کان از بہر او بارند خلق ؎ گوہرست و اشک پندارند خلق
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے کہ اللہم ارزقنی عینین ہطالتین تشفیان بذروف الدمع قبل ان تصیر الدموع دما والاضراس
جمرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہین جنکو خداے تعالی اُس روز سایہ مین رکھیگا جس روز سوا اُسکے سایہ کے
اور کوئی سایہ نہوگا اور انمین سے ایک شخص کو آپ نے فرمایا کہ ایک وہ ہوگا جو خداے تعالی کو تنہائی مین یاد کرکے روے
اور حضرت ابو بکر صدیق رض کا قول ہی کہ جو شخص رو سکے وہ روے اور جس سے نہو سکے وہ رونی صورت بناوے اور حضرت محمد بن منکدر رح
جب روتے تو اپنے چہرے اور ریش پر آنسو مل لیتے اور فرماتے کہ مجھکو خبر پہونچی ہی کہ جس جگہ آنسو لگ جاوینگے وہان آتش دوزخ
نہ پہونچیگی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہین کہ گریہ کرو اور اگر گریہ نکرو تو رونے کی سی صورت بناؤ اسلیے کہ اگر تم مین سے
کوئی حقیقت امر جان لے تو اتنا چیخے کہ دم بند ہو جاوے اور اتنی نماز پڑھے کہ کمر ٹوٹ جاوے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح
فرماتے ہین کہ جس کسی کی آنکھ آنسوؤن سے ڈبڈبا وے گی اسکے چہرے پر غبار اور ذلت قیامت کو نہ آویگی اور اگر اسکے آنسو بہہ نکلے
تو اول ہی قطرے سے بہت سی آگ کے سمندر سرد ہو جاوینگے اور اگر کوئی شخص کسی جماعت مین رویگا تو اُس جماعت کو عذاب
نہوگا اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ رونا خوف سے ہوتا ہی اور رجا و طرب شوق سے۔ اور حضرت کعب احبار رض فرماتے ہین کہ مجھکو
خدا کے خوف سے اسقدر رونا کہ آنسو میرے رخسارہ پر نکلین اس بات سے اچھا معلوم ہوتا ہی کہ ایک سونے کا پہاڑ خیرات
کرون اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہین کہ میرے نزدیک میری آنکھ سے ایک آنسو کا نکلنا ہزار دینار کی خیرات دینے سے
اچھا ہی اور حضرت حنظلہ رض سے روایت ہی کہ وہ کہتے ہین کہ ہم ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھے
آپ نے ہمکو ایسی نصیحت کی کہ اس سے دل نرم ہوگئے اور آنکھون سے آنسو جاری ہوئے اور اپنے نفسون کو ہمنے جان لیا
پھر جب مین اپنے گھر آیا تو گھر والے میرے پاس آئے اور دنیا کی باتین ہم دونون مین جاری ہوئین یہان تک کہ وہ حال

وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا وہ مجھکو یاد نہ رہا اور دنیا میں جا پڑا پھر مجھکو یاد ہوا تو اپنے دل میں میں نے کہا کہ میں منافق ہو گیا اس جہت سے کہ جو خوف و رقت مجھکو تھی وہ حال نہ رہا اس خیال میں میں گھر سے باہر نکلا اور پکار کر کہنے لگا کہ حنظلہ منافق ہو گیا اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضہ مجھکو سامنے سے ملے اور انھوں نے فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہیں ہوا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور زبان سے یہی کہتا تھا کہ حنظلہ منافق ہو گیا آپ نے فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہیں ہوا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس تھے آپ نے ہمکو ایسا وعظ سنایا جس سے دلوں پر ترس چھا گیا اور آنکھوں سے آنسو روان ہوے اور اپنے نفسوں کی ہمکو اطلاع ہو گئی مگر جب میں اپنے گھر گیا اور دنیاوی باتیں شروع کین تو وہ سب کیفیت بھول گیا جو آپ کے سامنے تھی آپ نے فرمایا کہ اے حنظلہ اگر تم ہمیشہ اسی حال پر رہو تو تم سے فرشتے راستوں میں اور تمھارے بستروں پر مصافحہ کرین مگر ہر ایک بات کے لیے ایک وقت ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو باتین کہ رجا اور گریہ کی خوبی میں اور تقوی اور ورع کی فضیلت میں اور علم کی بہتری اور امن کی برائی میں وارد ہیں وہ سب خوف کی خوبی پر دلالت کرتی ہیں اسلیے کہ ان سب اشیا کو تعلق خوف سے ہے

بعضے تو خوف کا سبب ہیں اور بعض کا سبب خود خوف ہے۔

پانچوان بیان اس امر کا کہ غلبہ خوف افضل ہے یا غلبہ رجا یا دونون کا اعتدال جاننا چاہیے کہ خوف و رجا کی فضیلت میں خبار بہت وارد ہین اور بعض لحاظ ناظر کو شک ہوتا ہے کہ ان دونون میں سے افضل کونسا ہے اور مطلق پوچھنا کہ خوف افضل ہے یا رجا قول فاسد ہے اور ایسا ہے جیسے کوئی پوچھے کہ روٹی بہتر ہے یا پانی اور اسکا جواب یہی ہوگا کہ بھوکے کے لیے روٹی افضل ہے اور پیاسے کو پانی اور اگر بھوک اور پیاس دونون کسی شخص کو ہوں تو ان دونون میں سے جونسی غالب ہوگی اسیکا اعتبار ہوگا یعنی اگر بھوک غالب ہوگی تو روٹی افضل ہوگی اور اگر پیاس زیادہ ہوگی تو پانی اور اگر دونون مساوی ہون تو روٹی اور پانی بھی مساوی ہونگے اسلیے کہ جو چیز کسی مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے تو اسکی خوبی اسی مقصود کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ خود اپنی ذات کے لحاظ سے اور انسان کو خوف و رجا دو دوا ہیں جنسے دلون کا علاج ہوتا ہے تو انکی خوبی اسیقدر ہوگی جسقدر روگ موجود ہوگا پس اگر دل پر مرض بےخوف ہونے کا خدا کے عذاب سے اور مغرور ہونے کا اللہ پر ہوگا تو اس صورت میں خوف افضل ہوگا اور اگر دل پر یاس اور قنوط غالب ہوگا تو رجا افضل ہوگی اسیطرح اگر بندے پر گناہ کا غلبہ ہو تو بھی خوف افضل ہوگا۔ اور یہ ہوسکتا ہے کہ یون کہیں کہ خوف مطلقاً افضل ہے جیسے کہ کہ سکتے ہین کہ روٹی سکنجبین سے بہتر ہے اسواسطے کہ روٹی سے بھوک کا علاج ہوتا ہے اور سکنجبین سے صفرا کا مگر بھوک کا مرض بہت ہے اسلیے روٹی کی حاجت بہت ہے تو وہی افضل ہے اسی اعتبار سے غلبہ خوف بھی افضل ہے کیونکہ گناہ اور مغالطہ کھانا خلق میں بہت پایا جاتا ہے اور اگر خوف و رجا کے مطلع کو دیکھیں تو رجا افضل ہے اسواسطے کہ رجا کا منبع بحر رحمت ہے اور خوف کا بحر غضب اور جو شخص کہ صفات الٰہی میں سے ایسے صفات پر لحاظ رکھیگا جو مقتضی لطف و رحمت کے ہوں اسپر محبت غالب ہوگی جسکے بعد کوئی اور مقام نہیں اور خوف کا موجب یہ ہوتا ہے کہ توجہ ایسے صفات الٰہی کی طرف ہوتی ہے جو مقتضی درشتی کی ہون تو اس التفات میں محبت کا میل اتنا نہیں ہوتا جتنا رجا میں ہوتا ہے بہرحال جو شی غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہے اسمین مناسب یہ ہے کہ لفظ اصلح مستعمل ہو نہ لفظ افضل اس بنا پر ہم کہتے ہین کہ اکثر خلق کے حق میں رجا کی نسبت خوف اصلح ہے اسوجہ سے کہ معاصی اکثر پر غالب ہیں مگر متقی شخص جنے گناہ ظاہری و باطنی چھوڑ دیے ہوں تو اسکے حق میں اصلح یہ ہے کہ خوف و رجا اعتدال کے ساتھ ہم پلہ رہیں۔ اور اسیواسطے یہ قول مشہور ہے کہ اگر مومن کے خوف و رجا تولے جاوین تو دونون برابر اتریں۔ اور روایت ہے حضرت علی رضہ نے اپنے کسی بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا خدا سے اتنا ڈر کہ اگر بالفرض تو اسکے پاس تمام روے زمین کے باشندوں کی حسنات

لیجاوے تو تجھسے پیدا نکیے اور رجا بھی ایسی کر کہ اگر تمام لوگون کی برائیان تو اُسکے پاس لیکر جاوے تو وہ تجھکو بخشدے اور
اسیواسطے حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ اگر بالفرض یون ندا ہوکر ایک آدمی کے سوا سب لوگ دوزخ مین جاوینگے تو مین یہی رجا
کرون کہ وہ اکیلا مین ہی ہون اور اگر بر تقدیر یون پکارا جاوے کہ سب لوگ جنت مین جاوینگے صرف ایک آدمی نجاویگا تو مجھکو
یہ خوف ہو کہ مین وہ شخص مین ہی نہون اور یہ نہایت خوف ورجا کا درجہ ہی کہ دونون اعتدال پر بھی ہین اور غلبہ اور استیلا بھی برابر رکھتے
لیکن حضرت عمر رضہ ہی کے خوف ورجا برابر ہین گناہگار آدمی کو جب یہ گمان ہو کہ دوزخ سے نکلنے والے لوگون مین مین ہی ہونگا تو یہ صورت
اُنکے مغالطہ کہانے کی ہی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عمر رضہ جیسے شخص کے لیے خوف ورجا کا برابر ہونا نہین چاہیے بلکہ رجا کا
غلبہ چاہیے جیسا کہ شروع باب رجا مین گذرا کہ قوت رجا بقدر قوت اسباب کے ہوا کرتی ہی چنانچہ اُسکی مثال تخم اور زراعت مین
بیان ہوئی اور ظاہر ہی کہ جو شخص عمدہ بیج کو صاف زمین مین ڈالے اور ہمیشہ خبرگیری کرے اور جو شرطین زراعت کی ہین سب
ادا کرے تو ایسے شخص کے دل پر رجا ہی کا غلبہ ہوگا اُسکا خوف رجا کے برابر ہرگز نہوگا بس اسیطرح حال متقیون کا ہونا چاہیے
تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص الفاظ اور شاہدون سے کسی چیز کی معرفت حاصل کرتا ہی اُسکو اکثر لغزش ہوتی ہی تو جو مثال ہم اوپر
لکھ آئے ہین وہ ہر وجہ سے مطابق اس امر خاص کے نہین جسکو ہم لکہ رہے ہین کیونکہ سبب غلبۂ رجا کا علم ہوتا ہی جو تجربہ سے
حاصل ہوتا ہی پس مثال زراعت مین تجربہ سے زمین کا اچھا اور صاف ہونا اور بیج کا عمدہ ہونا اور ہوا کی درستی اور صواعق مہلکہ
کی قلت اُس سرزمین مین معلوم ہوسکتی ہی بخلاف مسئلہ مذکورہ کے کہ ہان بیج کا امتحان نہین ہوا اور ایک اجنبی زمین مین بیج الدیا
اور ڈالنے والے نے اُسکی نہ خبر لی نہ جانچا اور نہ اُسکو یہ معلوم کہ اُس سرزمین مین صواعق زیادہ ہوتی ہین یا کم تو ایسے کسان کی
رجا خوف پر زیادہ نہین ہوسکتی گو اپنی تمام کوشش اور تدبیر کر چکے کہ مسئلہ سابق مین تخم ایمان ہی اور اُسکے عمدہ اور سالم ہونے کی
شرطین باریک ہین اور زمین اُس تخم کے لیے دل ہی جسکی پوشیدہ خباثتین اور صفات یعنی شرک خفی اور نفاق اور ریا اور پوشیدہ
عادتین بڑی دقیق ہین۔ اور آفات اس زمین کی شہوات ہین اور دنیا کی زیبایش اور دل کا آیندہ کو اُسکی طرف ملتفت ہونا
گو سردست سنوار رہین سے بھی کوئی ایسی بات نہین جسکو تجربہ سے معلوم کیا جاوے اسلیے کہ کبھی ایسے اسباب پیش آتے ہین
کہ جنکی مخالفت تاب بشر سے خارج ہوتی ہی اور اُس جیسے امر کا امتحان کبھی نہین ہوا ہوتا۔ اور صواعق مزرعۂ دل کے لیے سکرات
موت کے احوال اور اُسوقت اعتقاد کا متزلزل ہونا ہی اور یہ بھی ایسی ہی چیز ہی کہ جسکا تجربہ نہین ہوا پھر اس کھیت کے پکنے اور
کٹنے کا وقت وہ ہی کہ قیامت سے پھر کر جنت مین جاوے اُسکا بھی تجربہ نہین ہی پس جو شخص کہ ان امور کے حقائق کو جانتا ہی
تو وہ اگر دل کا ضعیف اور کچا ہوتا ہی تو اُسپر خوف بہ نسبت رجا کے زیادہ ہوجاتا ہی چنانچہ ایسے شخصون کا حال صحابہ اور تابعین کا
عنقریب مذکور ہوگا اور اگر دل کا قوی اور پکا اور معرفت مین کامل ہوتا ہی تو اُسکا خوف ورجا دونون برابر ہوتے ہین یہ نہین
کہ رجا کو غلبہ ہو حضرت عمر رضہ اپنے دل کی تفتیش مین بہت مبالغہ کرتے تھے یہان تک کہ حضرت حذیفہ رضہ سے پوچھا کرتے کہ تمکو
کچھ مجھ مین آثار نفاق کے معلوم ہوتے ہین یا نہین اور وجہ اُنسے پوچھنے کی یہ تھی کہ اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے
پہچاننے کے لیے مخصوص فرمادیا تھا اب کون ایسا ہی کہ اپنے دل کو پوشیدہ نفاق اور شرک خفی سے بچاوے اور اگر اپنے گمان مین
سمجھے کہ میرا دل صاف ہی تو خداے تعالی کے مکر سے کہان سے بچیگا ہوسکتا ہی کہ اُسکے حال کو مشتبہ کر دیا ہو اور واقع مین حال
کچھ اور ہو اور اُسکو کچھ اور طرح پر اعتقاد ہو اپنے عیب نسوجھتے ہون اور اگر بالفرض صفاے دل قطعًا حاصل ہو اور بندے کو عمل بھی
اُسی کے موجب ہو تو یہ کہان سے جان لیا کہ اسیطرح کا حال حسن خاتمہ تک رہیگا حالانکہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ آدمی اہل جنت

اس کی اور بارش کی اور دودھ دہنے کے عرصے کی بہین ۱۲

کے سے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہی یہانتک کہ اسمین اور دوزخ مین صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہجاتا ہی اور بعض روایات
مین مقدار فواق آیا ہی یعنی دودھ نکالنے کے وقت دو دفعہ دوہنے کے بیچ مین جتنا وقت ہوتا ہی اسقدر زمانہ جنت اور اس شخص مین
رہجاتا ہی مگر نوشتہ ازلی سبقت کرتا ہی اور خاتمہ اسکا دوزخیون کے عمل پر ہوتا ہی اب ظاہر ہی کہ ایسے تھوڑے زمانے مین آدمی
کوئی عمل اعضا سے تو کر ہی نہین سکتا ہی البتہ دل مین خطیات وسوسہ کا اتنی دیر مین ہو سکتا ہی پس اگر موت کے وقت ایسا ہی
وسوسہ آجاوے تو سب کمائی برباد ہو جاویگی اور خاتمہ برا ہوگا اس سے خوف ہونا کس طرح ہو سکتا ہی حاصل یہ کہ انتہی غایت
ایماندار کی یہ ہی کہ خوف ورجا دونون برابر ہون اور اکثر لوگون پر رجا کا غالب ہونا دلیل دغا بازی مین پڑنا اور معرفت کے
کم ہونے کی ہی اور اسیواسطے خدا تعالی نے جو اپنے اچھے بندون کے اوصاف ذکر فرمائے اسمین ان دونون کو ایک ساتھ
ذکر کیا اور فرمایا یدعون ربہم خوفا وطمعا اور فرمایا ویدعوننا رغبا ورہبا مگر حضرت عمر رض جیسے آدمی کہان جنکے لیے خوف ورجا
برابر ہووے اسلیے جو لوگ اب موجود ہین انکے حق مین مناسب ورجا خوف کا غالب ہونا بشرطیکہ خوف کے غلبے سے یاس نہ چھاجاوے
کہ مغفرت تو ہونے کی نہین عمل کرنا بھی فضول ہی اور اس خیال سے ترک عمل ہو جاوے اور گناہون مین ڈوب جاوے ایسی صورت کو
قنوط کہتے ہین اسکا نام خوف نہین کیونکہ خوف وہی ہی جو رغبت عمل کی ہو اور تمام شہوات کدورت آمیز معلوم ہون اور
میل جانب دنیا نہ رہے یہ نہین کہ دل مین تو خوف وسوسے کیطرح گذر گیا مگر اثر اسکا برائی سے روکنا یا بھلائی پر ترغیب دینا
کچھ بھی نہوا اور دنیا اسکا نام خوف ہی جو موجب انس کی ہو۔ حضرت یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعالی کی
عبادت صرف خوف سے کریگا وہ فکر کے سمندرون مین ڈوب جاویگا اور جو کوئی اسکی عبادت محض رجا سے کریگا تو وادی مغالطہ
مین سرگشتہ رہیگا اور اگر خوف ورجا دونون کے ساتھ عبادت کریگا تو طریق ذکر مین مستقیم رہیگا۔ اور مکحول دمشقی رح فرماتے ہین کہ جو شخص
عبادت الہی خوف سے کرتا ہی وہ خارجی ہی اور جو شخص رجا کے ساتھ عبادت کرے وہ مرجیہ ہی اور جو صرف محبت کے باعث عبادت
کرے وہ زندیق ہی مگر جو شخص خوف اور رجا اور محبت تینون سے عبادت کریگا وہ موحد ہی اس سے معلوم ہوا کہ جمع رہنا ان سبکا ضروری ہی
مگر اصلح اور مناسب خوف کا غلبہ ہی جبتک کہ موت نہ آوے اور مرنے کے وقت غلبہ رجا کا مناسب تر ہی اور قوت حسن ظن زیبا
اسلیے کہ خوف تو قائم مقام کوڑے کے ہی جو عمل پر آمادہ کیا کرتا ہی اور نزع کی صورت مین وقت عمل تو گذر گیا سکرات موت مین تو برے
کچھ عمل نہین ہو سکتا نہ لوازم خوف کی برداشت کر سکتا ہی اسلیے کہ اس سے تو اور زیادہ پشیمانی ہوتی ہی اور کل کا مرتا آج مرجاتا ہی
ہان رجا کی صورت مین دل کو تقویت ہوتی ہی اور جس ذات پاک سے رجا ہوتی اسکی محبت دل مین سماتی ہی اور آدمی کو یہی مناسب
بھی ہی کہ جب دنیا سے کوچ کرے تو محبت الہی مین ہی سفر کرے تاکہ خدا کی ملاقات بھی دلپسند ہو کیونکہ معلوم ہو کہ جو شخص خدا سے ملنا اچھا
جانتا ہی خداے تعالی اس سے ملنا اچھا جانتا ہی اور یہ صورت رجا مین بن سکتی ہی اسلیے کہ محبت رجا سے ملی ہوئی ہی غرضکہ جو
شخص اسکے کرم کا راجی ہوگا وہ محبوب ہوگا اور تمام علوم اور اعمال سے غرض معرفت الہی ہی یہانتک کہ معرفت سے محبت
پیدا ہو جاوے کیونکہ انجام کو اسی کیطرف جانا ہی اور مرنے کے بعد اسی تک آنا اور جو شخص اپنے محبوب کے پاس آتا ہی تو بمقدار
محبت اسکی خوشی ہوتی ہی اور اگر جدا ہوتا ہی تو اسیقدر رنج وعذاب بھی ہوتا ہی پس اگر مرنے کے وقت دل پر محبت زن وفرزند
اور مال اور مسکن اور اراضی اور رفقا واحباب کی غالب ہوگی تو یہ شخص ایسا ہوگا کہ اسکی سب محبوب چیزین دنیا ہی مین تھین تو دنیا
اسکی جنت تھی اسواسطے کہ جنت اسی مقام کا نام ہی جسمین سب مطلوب چیزین موجود ہون تو ایسے شخص کا مرنا گویا جنت مین سے
نکلنا اور اسکی خواہش کی چیزون مین اور اسمین حجاب پڑجاتا ہی اور ظاہر ہی کہ آدمی کی خواہش کی اشیا مین حجاب پڑجانا

بڑا سخت ہوتا ہی اسلیے ایسے شخص کو مرنا بڑی مصیبت ہو مگر جس شخص کا محبوب سوا خداے تعالی اور اُسکے ذکر اور معرفت اور فکر کے اور کچھ نہین اور دنیا اور اُسکے علائق خارج اوقات ہین تو ایسے کے حق مین دنیا قیدخانہ ہی اسواسطے قیدخانہ اُسکو کہتے ہین جسمین قیدی اپنی دل چاہتی بات سے راحت نہ لینے پاوے پس ایسے کے لیے مرنا گویا قید سے چھوٹنا ہو اور اپنے محبوب کے پاس آنا ہو اور قید سے چھٹنے مین جو حال قیدی کا ہوتا ہو اور جس شخص کو اپنے محبوب کا وصال بلا مزاحم میسر آتا ہو اُسکی کیفیت معلوم ہو اسی سے قیاس کرنا چاہیے کہ اُس شخص کو کیسی خوشی ہوتی ہوگی اور یہ ثواب و عقاب وہ ہو جو بعد موت کے آدمی کو پہلے پہلے ملتا ہو اور ابھی نہ اُس ثواب کا ذکر ہو جو خداے تعالی نے اپنے نیک بندون کے لیے رکھ چھوڑا ہی جو نہ آنکھون دیکھا نہ کانون سُنا نہ کسی بشر کے دل پر گذرا اور نہ اسمین وہ عذاب شامل ہو جو اللہ تعالی نے اُن لوگون کے واسطے تیار کر رکھا ہو جو زندگی دنیا کو آخرت کی نسبت اچھا جانتے ہین اور اُسی پر راضی اور تسلی سے بیٹھے ہین اور وہ عذاب طرح طرح کا وبال اور زنجیرین اور طوق اور انواع و اقسام کی ذلت و رسوائی ہو ہم خداے تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ اللہ تعالی ہمکو مسلمان اُٹھاوے اور صالحا مین ملاوے اور اس عمل کے قبول ہونے کی طمع بجز حاصل کرنے محبت الٰہی کے نہین اور حصول محبت الٰہی کی سبیل بدون نکالنے غیر اللہ کی محبت کے دل سے اور جتنے علاقے سوا خداے تعالی کے ہین مال اور جاہ اور وطن وغیرہ اُنکے قطع کرنے کے نہین بن پڑتی تو بہتر ہو کہ ہم وہ دعا مانگین جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہو چنانچہ آپ نے فرمایا اللھم ارزقنی حبک وحب من احبک وحب ما یقربنی الی حبک واجعل حبک احب الی من الماء البارد خلاصہ یہ کہ موت کے وقت غلبہ رجا کا مناسب ہو اسواسطے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہو اور موت سے پیشتر غلبہ خوف کا مناسب ہو کیونکہ اس سے بخوبی شہوات کی آگ بجھ جاتی ہو اور دل سے محبت دنیا کا استیصال اچھی طرح ہوجاتا ہو اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایموتن احدکم الا وھو یحسن الظن بربہ اور حدیث قدسی مین مذکور ہو انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ماشاء اور جب کہ حضرت سلیمان تیمی رح کی وفات قریب ہوئی تو اپنے بیٹے سے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث رخصت کا ذکر کرو اور جب تک میرا وصال ہو رجا کا بیان کرتے رہو کہ مین خدا سے حسن ظن کے ساتھ ملون اور جب حضرت سفیان ثوری رح کو نزع کا عالم ہوا اور خوف بہت معلوم ہوا تو اپنے گرد علما کو جمع کیا کہ وہ توقع دلاوین اور حضرت امام احمد بن حنبل رح نے اپنے لڑکے کو نزع کے وقت ارشاد فرمایا کہ مجھسے وہ احادیث بیان کرو جنمین رجا اور حسن ظن کا مذکور ہو اور مقصود ان سب سے یہی ہو کہ اسوقت اللہ تعالی اپنا محبوب بنجاوے اور اسی بنا پر حضرت داود علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام پر وحی آئی کہ مجھکو میرے بندون کے نزدیک محبوب کردے انھون نے عرض کیا کہ الٰہی کس طرح ارشاد ہوا کہ اُنسے میرے انعام و احسان کو بیان کر غرضکہ غایت سعادت آدمی کی اسمین ہو کہ اللہ کی محبت مین مرے اور محبت الٰہی دو چیزون سے حاصل ہوتی ہو اول معرفت دوم محبت دنیا کو دل مین سے نکالنے سے یہان تک کہ دنیا ایسی معلوم ہو گویا قیدخانہ ہو کہ محبوب سے ملنے نہین دیتا چنانچہ بعض صلحا نے حضرت ابو سلیمان دارانی رح کو خواب مین دیکھا کہ وہ اُڑتے ہین انھون نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہو آپ نے فرمایا کہ مین ابھی قید سے چھوٹا ہون صبح کو جو جاگے تو لوگون سے ابو سلیمان کا حال پوچھا لوگون نے کہا کہ شب گذشتہ اُنکا وصال ہوا

چھٹا بیان اُس تدبیر کا جس سے حالت خوف کی حاصل ہو۔ جاننا چاہیے کہ جو علاج ہمنے صبر کے حال مین لکھا ہو اور باب صبر و شکر مین اُسکی تشریح کی وہ اس غرض مین کافی ہو اسلیے کہ صبر بھی ہوسکتا ہو جب اول خوف و رجا ہولین کیونکہ اول مقام دین کے مقامات سے یقین ہو یعنی اعتقاد قوی اور ایمان پکا اللہ تعالی اور روز جزا اور جنت و دوزخ پر ہونا اور ظاہر ہو کہ اس اعتقاد سے خوف دوزخ کا اور رجا جنت کی ضرور ہیجان مین آویگی اور رجا اور خوف

مگر اس حال مین کہ گمان رکھتا ہو اپنے رب کا

صبر سے زبردست ہین کیونکہ جنت مکروہات سے ڈھانپی ہوئی ہو اُنکے تحمل پر صبر کرنا بدون قوت رجا کے نہین ہوسکتا
اسیطرح دوزخ شہوات سے چھپی ہوئی ہو اُنکے استیصال پر صبر کرنا بدون قوت خوف کے ممکن نہین۔ اور حضرت
علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص مشتاق جنت کا ہوتا ہو وہ شہوات کی چیزون کو بھول جاتا ہو اور جو شخص کہ
دوزخ کی آگ سے ڈرتا ہو وہ حرام چیزون سے باز رہتا ہو پھر یہ مقام صبر جو خوف و رجا سے حاصل ہوتا ہو اس سے مقام
مجاہدہ اور ذکر الٰہی اور فکر دائمی کے لیے تنہا رہنا حاصل ہوتا ہو اور دوام ذکر سے نوبت انس کی اور دوام فکر سے
کمال معرفت اور کمال معرفت و انس سے محبت کا مقام ملتا ہو اور محبت کے بعد رضا اور توکل وغیرہ مقامات ملتے ہین
پس منازل دین کے سلوک مین یہ ترتیب ہو اول اصل یقین ہو اُسکے بعد کوئی مقام بجز خوف و رجا کے نہین نہ اُنکے بعد
سوا صبر کے کوئی مقام ہو اور مجاہدہ اور خدا کے لیے ظاہر و باطن مین مجرد ہوجانا صبر ہی سے حاصل ہوتا ہو اور بعد مجاہدہ کے
آگے یکو راہ کھلتا ہو تو سوا ہدایت اور معرفت کے اور کوئی مقام نہین اور معرفت کے بعد اُنس محبت کے سوا کوئی مقام
نہین اور محبت کے لیے ضروری ہو کہ محبوب کے فعل پر راضی رہے اور اسکی عنایت پر اعتماد رکھے جس سے رضا اور توکل کے
مقامات حاصل ہون۔ خلاصہ یہ کہ ہر چند جو کچھ ہم صبر کے علاج مین لکھ آئے ہین اُسیقدر بیان کافی ہو الا تاہم خوف کو ہم علیحدہ
ایک مختصر کلام مین بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ خوف دو صورتون مختلفہ سے پیدا ہوتا ہو جنمین سے ایک صورت دوسری کی
نسبت اعلیٰ ہو اور ان دونون صورتون کی مثال یہ ہو کہ فرض کرو کہ ایک لڑکا ایک گھر مین موجود ہو اور یکایک اُسمین
کوئی درندہ یا سانپ چلا آوے تو کیا عجب ہو کہ لڑکا اُس سے نہ ڈرے بلکہ سانپ کے پکڑنے کو ہاتھ بڑھاوے اور اُس سے
کھیلنا چاہے لیکن اگر اُسکے ساتھ اُسکا باپ بھی ہو اور اُسکو کچھ سمجھ بھی ہو اور اُسکا باپ سانپ یا درندے کو دیکھکر ڈر جاوے اور
بھاگ کھڑا ہو تو لڑکا بھی جب باپ کو کانپتے اور بھاگتے دیکھیگا اُسکے ساتھ ہی بھاگیگا اور خوف اُسپر چھا جاویگا پس یہان ایک
خوف تو باپ کا ہو جو سانپ کی خاصیت اور اُسکا زہر جانتا بوجھتا ہو اور درندے کی پکڑ اور جھپٹ اور بیدردی کو سمجھتا ہو اور ایک
خوف لڑکے کا ہو جو صرف باپ کی تقلید سے ہو اسوجہ سے کہ جانتا ہو کہ باپ کا ڈرنا کسی خوفناک چیز ہی سے ہو پس اُسکی دیکھا دیکھی
جانتا ہو کہ درندہ اور سانپ خوفناک چیز ہو اور اُسکی وجہ نہین جانتا جب اس مثال کو جان چکے تو جان لو کہ خدائے تعالیٰ سے
ڈرنے کے بھی دو مقام ہین اول خوف اُسکے عذاب سے دوم خوف اُسکی ذات سے دوسری قسم کا خوف اُن لوگون کو ہوتا ہو جو
اہل علم اور ارباب کشف ہین اور اُسکے صفات مین سے وہ امور جانتے ہین جو مقتضی ہیبت اور رعب اور خوف کے ہین اور
نیز بعید سے اس قول خداوندی کے ویحذرکم اللہ نفسہ اور اس قول کے اتقوا اللہ حق تقاتہ خوب واقف ہین اور قسم اول
خوف عام خلق کا ہو جو محض جنت اور دوزخ پر ایمان لانے اور اُنکو پاداش طاعت و معصیت اعتقاد کرنے سے ہوتا ہو اور یہ
خوف غفلت کے باعث اور ضعف ایمان کے سبب کمزور ہوجاتا ہو اور یہ غفلت وعظ و نصیحت کے سننے اور قیامت کی
دہشتون کے ہمیشہ سوچنے اور تمام عذاب آخرت کے یاد کرنے سے جاتی رہتی ہو اور نیز خائفین کو دیکھنے اور اُنکے پاس
بیٹھنے اور اُنکے احوال کے مشاہدہ کرنے سے زائل ہوجاتی ہو اگر مشاہدہ نہو تب بھی سُننا خالی تاثیر سے نہین اور دوسری قسم
خوف کی جو بڑھکر ہو وہ یہ ہو کہ خود خدائے تعالیٰ سے خوف کیا جاوے یعنی اُسکی دوری اور حجاب سے خوف ہو اور قرب کی رجا
حضرت ذوالنون رح فرماتے ہین کہ خوف دوزخ کا بمقابلہ خوف فراق کے ایسا ہو جیسا ایک قطرہ سامنے سمندر کے اور یہ
خوف علما کو ہوتا ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ اور عام مومنین کو بھی اس خوف سے بہرہ ہو مگر

نکا خوف صرف تقلیدی ہو جیسے لڑکے کا خوف سانپ سے اپنے باپ کی تقلید سے تھا اور چونکہ اس خوف تقلیدی میں
بصیرت نہیں ہوتی اسواسطے ضعیف ہوتا ہو اور جلد جاتا رہتا ہو یہانتک کہ لڑکا اگر کبھی کسی منتر والے کو سانپ پکڑتے دیکھتا ہو
وخود مغالطہ کھا کر اسکی دیکھا دیکھی آپ بھی جرات اسکے پکڑنے کی کرتا ہو جیسے باپ کی دیکھا دیکھی خوف کرتا تھا بہر حال عقائد تقلیدی
اکثر ضعیف ہوتے ہیں الا اس صورت میں کہ انکے اسباب کو ہمیشہ دیکھا جاوے جیسے کہ انکی تاکید ہوتی ہو اور پھر مقتضاے
اسباب کے بموجب طاعت کی کثرت اور معاصی سے اجتناب پر مدت دراز تک مواظبت کیجاوے تو البتہ عقائد قوی ہوجاتے ہیں
حاصل یہ کہ جو شخص درجہ معرفت پر پہونچکر خداے تعالیٰ کو پہچانتا ہو وہ خواہ مخواہ خوف کرتا ہو اسکے لیے کسی علاج کی ضرورت نہیں
اس سے کہ خوف اسکو حاصل ہو جیسے کوئی شخص درندے کو جان لے اور اپنے آپ کو اسکے پنجوں میں مبتلا دیکھے تو اسکے لیے
اس بات کی حاجت نہیں کہ درندے سے ڈرنے کے لیے اسکے واسطے کوئی تدبیر کیجاوے بلکہ وہ تو درندے سے خواہ مخواہ
ڈریگا اور اسیواسطے خداے تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مجھسے ایسا ڈر جیسے درندہ ایذا رسان سے ڈرتا ہو
اور درندہ ایذا رسان سے ڈرنے کے لیے بجز درندے کی معرفت اور اسکے پنجوں میں واقع ہونے کی کیفیت معلوم
ہونے کے اور کچھ تدبیر نہیں چاہیے پس جو شخص کہ خداے تعالیٰ کو جانیگا وہ یہ جان لیگا کہ وہ جو چاہتا ہو سو کرتا ہو کچھ پروا
نہیں رکھتا جو چاہتا ہو سو حکم دیتا ہو کسی سے نہیں ڈرتا فرشتوں کو بدون کسی وسیلہ سابقہ کے قرب عنایت فرمایا اور ابلیس کو
بغیر کسی جرم گذشتہ کے راندہ درگاہ کیا اسکی صفت وہی ہو جو حدیث قدسی میں مذکور ہو هؤلاء في الجنة ولا أبالي وهؤلاء في النار
ولا أبالي اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وہ عذاب بدون معصیت کے نہیں دیتا اور نہ ثواب بدون طاعت کے تو اسکو تامل
کرنا چاہیے کہ پھر مطیع کے لیے اسباب طاعت سے کیوں اعانت کرتا ہو کہ اسکو خواہ مخواہ اطاعت ہی کرنی پڑتی ہو اور عاصی کو
لوازم معصیت کیوں مہیا فرماتا ہو جس سے کہ وہ طوعاً و کرہاً گناہ کرتا ہو یعنی جب خداے تعالیٰ نے غفلت اور شہوت اور قدرت
شہوت کے ادا کی پیدا کردی تو فعل تو اس سے ضرور ہی ہوگا اب جو اسکو اپنی درگاہ سے دور کیا تو اسلیے کیا کہ وہ مرتکب جرم
ہوا اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اسکو جو قدرت گناہ دی اور اس سے گناہ کرایا یہ کس سبب سے ہوا کیا پہلے اس سے کوئی اور خطا
ہوئی تھی جسکی سزا میں یہ گناہ اس سے سرزد ہوا پھر اس خطا کو کہینگے کہ وہ کس لیے ہوئی تھی یہانتک کہ ایک لا انتہا سلسلہ
پہنچ جاوے یا اول ہی قصور پر یوں کہا جاوے کہ پہلے سے بندے کا قصور کوئی نہیں تھا بلکہ ازل میں اسپر یوں ہی لکھا گیا تھا
اور اسی بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس حدیث میں کہ قصہ گفتگو حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا
خداے تعالیٰ کے سامنے مذکور فرمایا کہ دونوں میں گفتگو ہوئی اور حضرت آدم غالب ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت
آدم علیہ السلام سے کہا کہ تم وہی آدم ہو جنکو خداے تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح ڈالی اور اپنے فرشتوں سے
سجدہ کرایا اور اپنی جنت میں رکھا پھر تمنے اپنی خطا کے باعث لوگوں کو زمین پر اتارا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم وہی موسیٰ
ہو جنکو خداے تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام سے مخصوص فرمایا اور تختیاں عنایت فرمائیں جنمیں ہر ایک چیز کا بیان تھا اور تمکو
اپنی سرگوشی میں سرفراز فرمایا تو بھلا یہ تو بتاؤ کہ خداے تعالیٰ نے میری پیدایش سے کتنا پہلے توریت کو لکھا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے فرمایا کہ چالیس برس پیشتر حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ توریت میں یہ بھی ہو کہ نہیں وعصى آدم ربه فغوى انھوں نے
فرمایا کہ ہو حضرت آدم نے فرمایا کہ کیا تم مجھکو ایسے عمل کرنے پر ملامت کرتے ہو جو چالیس برس پیشتر میرے عمل کرنے اور پیدا
ہونے سے اللہ تعالیٰ نے مجھپر لکھ دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس تقریر سے حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ

ح ۱۲ یہ لوگ جنت میں ہیں اور مجھکو پروا نہیں اور یہ دوزخ میں ہیں اور مجھکو پروا نہیں ۱۲
مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲
اور حکم نہ مانا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا ۱۲

علیہ السلام پر غالب ہے پس جو شخص اس امر مین سبب کو معلوم کریگا اور معلوم کرنا بھی نور ہدایت سے ہوگا تو وہ شخص خاص عارفون مین سے
ہوگا جو تقدیر کے بھید سے واقف ہین اور جو شخص سنکر ایمان لاویگا اور سنتے ہی یقین کر لیگا وہ عام مومنین سے ہوگا اور انمین سے
ہر ایک فریق کو ایک طرح کا خوف ہوگا کیونکہ ہر ایک بشر قبضۂ قدرت مین ایسی طرح ہے جیسے ضعیف لڑکا درندے کے جنگل مین
اور درندہ کبھی تو بھول جاتا ہے اور لڑکے کو چھوڑ دیتا ہے اور کبھی غرا کر چیر پھاڑ ڈالتا ہے اور یہ صورتین حسب اتفاق ہوا کرتی ہین
اور اس اتفاق کے لیے بھی اسباب تقدیری معین ہوا کرتے ہین لیکن اگر اس امر کو بلحاظ نہ جاننے والے کے دیکھین تو اتفاق
کہینگے اور اگر خداے تعالی کے علم کے اعتبار سے دیکھین تو اتفاق نہ کہینگے۔ اور جو شخص کہ درندہ کے جنگل مین پڑا ہے اگر اسکی
معرفت کامل ہو تو وہ اس سے خوف نہین کریگا اسواسطے وہ بھی مسخر ہے اگر اسپر بھوک مسلط کیجاوے تو شکار کریگا اور اگر غفلت
حاوی کردی جاویگی تو چھوڑ دیگا تو مسخر سے کیا ڈرنا چاہیے خوف اس سے چاہیے جسنے درندے کو اور اسکی صفات کو پیدا کیا
اسی لیے ہم یہ بھی نہین کہ سکتے کہ اللہ تعالی سے ڈرنے کی مثال درندہ سے ڈرنا ہے بلکہ اگر پردہ اٹھا لیا جاوے تو معلوم ہو کہ
درندہ سے ڈرنا بعینہ خدا سے ڈرنا ہے اسواسطے کہ درندے کے ذریعہ سے ہلاک کرنیوالا تو وہی ہے۔ اب یہ جاننا چاہیے کہ
آخرت کے درندے مثل دنیا کے درندون کے ہین اور اللہ تعالی نے اسباب عذاب اور اسباب ثواب دونون کو پیدا
کیا اور دونون کے واسطے انکے اہل بھی پیدا کیے جنکو تقدیر الہی بحکم قضاے ازلی کے اس طرف ہنکائے لیے جاتی ہے جسکے واسطے
وہ پیدا ہوے ہین مثلاً جنت کو خداے تعالی نے پیدا کیا اور اسکے لیے کچھ لوگ بنائے کہ وہ جنت کے سامان کے لیے
مسخر کردیے ہین وہ چاہین یا نہ چاہین اور دوزخ کو پیدا کیا اور اسکے لیے کچھ لوگ پیدا کیے اور انکو دوزخ ہی کے اسباب کا
مسخر کردیا انکو منظور ہو یا نہو پس جو کوئی اپنے نفس کو گرداب تقدیر اور مدار قضا مین دیکھیگا اسپر بیشک خوف غالب ہوگا۔
یہ خوف ان لوگون کا ہے جو راز تقدیر کو پہچانتے ہین مگر جسکو پہونچنا کنگرۂ استبصار تک دشوار ہو اسکا علاج یہ ہے کہ اپنے نفس کی
دوا اخبار و آثار کے سننے سے کرے یعنی خائفین اور عارفین کے احوال و اقوال کا مطالعہ کرے اور پھر انکے عقول اور
مناصب کو مغرور رجا والون کے منصب کے ساتھ نسبت دے تو کچھ شک نہ کریگا اس بات مین کہ پیروی کرنی اول فریق کی
اولی ہے کیونکہ وہ لوگ انبیا اور علما ہین اور فریق ثانی یعنی بیخوف لوگ فرعون اور جاہل اور غبی ہین زیادہ اس سے کیا ہوگا کہ
ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الاولین والآخرین ہین وہ سب سے زیادہ خائف رہتے تھے یہان تک کہ روایت ہے کہ ایک
لڑکے کی نماز جنازہ آپ پڑھتے تھے کہ آپ نے کسیکو پڑھتے سنا اللھم قہ عذاب القبر و عذاب النار اور ایک روایت مین یہ ہے
کہ کسیکو یون کہتے سنا ھنیئا لک عصفور من عصافیر الجنۃ آپ غصہ ہوے اور فرمایا کہ تونے کیسے جانا کہ یہ ایسا ہی ہے بخدا کہ مین رسول خدا
ہون مگر مجھکو معلوم نہین کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جاویگا اللہ تعالی نے جنت کو پیدا کیا اور اسکے واسطے کچھ لوگ بنائے کہ
انمین نہ زیادہ ہون نہ کم۔ اور ایک روایت یون ہے کہ یہی ارشاد آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رض کے جنازے پر جو اول
مہاجرین مین سے تھے اسوقت فرمایا تھا کہ جب حضرت ام المومنین ام سلمہ رض نے انکو کہا تھا ھنیئا لک الجنۃ حضرت ام سلمہ رض
بعد کو فرمایا کرتی تھین کہ عثمان کے بعد مین کسیکو پاک نہ کہونگی اور محمد بن خولۃ الحنفیہ یعنے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرماتے ہین
کہ بخدا مین سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسیکو پاک نہین کہتا نہ اپنے باپ کو کیونکہ جنکا مین تخم ہون راوی کہتے ہین
کہ اس بات سے فرقہ شیعہ نے انپر ہجوم کیا تو آپ نے فضائل اور مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیان کرنے شروع کردیے
اور ایک دوسری حدیث مین ایک شخص اہل صفہ کا حال مروی ہے کہ جب وہ شہید ہوے تو انکی مان نے کہا بیٹا جنت مبارک ہو

تو جنت کی چڑیون مین سے ہی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور راہ خدا مین مارا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی مان سے کہا کہ تمکو کیسے اُسکا جنتی ہونا معلوم ہوا شاید وہ اپنی حیات مین کلام غیر نافع کیا کرتا ہو یا ایسی چیز کو منع کیا کرتا ہو جو اُسکو مضر نہو اور ایک اور حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کی عیادت کو تشریف لیگئے وہان سنا کہ کوئی عورت کہہ رہی ہو کہ تجھکو جنت مبارک ہو آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہو جو خدا پر حکم کرتی ہو مریض نے عرض کیا کہ یہ میری مان ہو آپ نے اُس عورت کو ارشاد فرمایا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا شاید تمہارا لڑکا کلام بیفایدہ کیا کرتا ہو اور ایسی چیز مین بخل کیا کرتا ہو جسکے پاس رہنے سے تو انگر نہوتا ہو یہ علاوہ انہین سب مسلمان کس طرح خوف نہ کرین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مجھکو بوڑھا کر دیا سورۂ ہود اور اُسکی ہم مضمون سورۂ واقعہ اور کورت اور عم یتساءلون نے علما اسکی وجہ یہ فرماتے ہین کہ شاید یہ قول آپ کا اسلیے ہو کہ سورۂ ہود مین دور کرنے کا مضمون بہت ہو جیسے الا بعدا لعاد قوم ہود اور الا بعدا لثمود اور الا بعدا لمدین کما بعدت ثمود باوجودیکہ آپ کو معلوم تھا کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو یہ قوم شرک نہ کرتی کیونکہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت کر دیتا اور سورۂ واقعہ مین یہ مضمون ہو لیس لوقعتہا کاذبۃ خافضۃ رافعۃ یعنی جو شدنی ہو اسپر قلم خشک ہوگیا تو پہلا لکھا پورا ہوگا جب تک کہ واقعہ آوے اور وہ یا خافضہ یعنے پست کرنے والی ہوگی اُن لوگون کی جو دنیا مین اونچے تھے یا رافعہ ہوگی یعنی اونچا کرنے والی اُن لوگون کی جو دنیا مین پست تھے اور سورۂ کورت مین قیامت کے احوال ہین اور خاتمے کا ظاہر ہونا چنانچہ ارشاد ہو واذا الجحیم سعرت واذا الجنۃ ازلفت علمت نفس ما احضرت اور عم یتساءلون مین بھی کچھ ایسا ہی مضمون ہو یوم ینظر المرء ما قدمت یداہ اور لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا اور قرآن مجید اول سے آخر تک خوف ہی ہو اگر کوئی سمجھکر پڑھے اور اگر تمام قرآن مین صرف ایک یہی آیت ہوتی کہ وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اہتدی تو کافی ہوتی اسلیے کہ اسمین مغفرت کو چار شرطون پر معلق کیا ہو کہ بندہ انمین سے ایک کو ادا کرنے سے بھی عاجز ہو کہ اس سے زیادہ سخت یہ قول خداوندی ہو فاما من تاب وامن وعمل صالحا فعسی ان یکون من المفلحین یعنی باوجود بجا آوری شروط کے بھی یقین فلاح نہین اور یہ قول لیسئل الصادقین عن صدقہم اور سنفرغ لکم ایہا الثقلان اور افامنوا مکر اللہ اور وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وہی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید اور یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا اور وان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا اور اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر اور من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب اور فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ہباء منثورا اور والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر اس صورت مین نقصان اور خسران سے بچنے کی چار شرطین کی ہین اور انبیا علیہم السلام جو باوجود انعام واحسان الٰہی کے ڈرتے تھے تو یہی وجہ تھی کہ وہ خداے تعالی کے مکر سے بیخوف نہ تھے فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون خود خداے تعالی فرماتا ہو یہان تک کہ

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام خداے تعالیٰ کے خوف سے روئے اللہ تعالیٰ نے دونون کو وحی کی
کہ تم کیون روتے ہو مین نے تمکو مامون کر دیا عرض کیا کہ الٰہی تیرے مکر سے بیخوف کون ہو سکتا ہے گویا کہ جب دونون نے جان لیا
کہ اللہ تعالیٰ عالم غیب ہے اور ہمکو اطلاع کامون کے انجام کی نہین تو اس بات سے مامون نہ رہے کہ خداے تعالیٰ کا فرمانا کہین براہ
امتحان اور ابتلا اور مکر کے نہو یعنی اگر ارشاد خداوندی کے بعد خوف ساکت ہو جاتا تو معلوم ہوتا کہ مکر سے مامون ہین اور اپنے
قول سابق کی وفا نہوتی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام جبکہ گوپھن مین رکھے گئے تو فرمایا کہ حسبی اللہ یعنی مجھکو اللہ بس ہے اور
یہ ایک بڑا دعوی تھا اسی لیے آپ کا امتحان لیا گیا اور ہوا مین حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت جبرئیل
علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ تمسے کچھ مطلب نہین تو یہ فرمانا آپ کا واقع مین اس اول قول حسبی اللہ
کا پورا کرنا تھا اسی قصے کو خداے تعالیٰ نے بیان فرمایا وابراہیم الذی وفیٰ یعنی ابراہیم جیسا کہا تھا ویسا ہی نباہ دیا اور اسی طرح
حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی قال لا تخافا اننی معکما اسمع و
اریٰ اور باوجود اسکے جب جادوگرون نے اپنا جادو پھیلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل مین خوف ہوا اسلیے کہ آپ خدا
تعالیٰ کے مکر سے بیخوف نہ تھے اور امر مشتبہ ہو گیا تھا یہان تک کہ نئے سرے سے انکے لیے امن کا ارشاد کیا گیا لا تخف انک
انت الاعلیٰ اور جب شوکت مسلمانون کی بدر کے روز کم ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب احدیت مین عرض کیا
کہ الٰہی اگر اس جماعت کو تو ہلاک کر دیگا تو روے زمین پر کوئی ایسا نہین رہیگا جو تیری عبادت کرے تو حضرت ابوبکر صدیق رض
نے عرض کیا کہ آپ یہ الفاظ جانے دیجیے آپ کے لیے جو وعدہ خداے تعالیٰ نے کیا ہے وہ اسکو پورا فرماویگا یہان حضرت
صدیق رضکو تو اعتماد اللہ تعالیٰ کے وعدے پر تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام خوف خدا کے مکر سے حاصل تھا اور یہ مقام
بڑا کامل ہے اسواسطے کہ یہ جبھی صادر ہوتا ہے جب اسرار الٰہی اور افعال خفیہ اور معانی صفات خداوندی کی معرفت کامل ہو ان صفات سے
جو مکر ہوتا ہے اسمین سے بعض کو مکر کہتے ہین اور بشر مین سے کسیکو طاقت نہین کہ کنہ صفات الٰہی کو معلوم کرلے اور جو شخص معرفت کی
حقیقت کو جان لے اور یہ بھی سمجھ لے کہ میری معرفت کنہ امور کے احاطے سے قاصر ہے اسکا خوف بیشک بہت زیادہ ہوگا اور اسیواسطے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جب سوال ہوا کہ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ انھون نے جواب مین عرض کیا
کہ ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک اور آخر کو فرمایا کہ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم
آپ نے سارا کام مشیت پر سونپ دیا اور اپنے آپ کو بالکل درمیان سے علیحدہ کر دیا اسلیے کہ معلوم تھا کہ ہمکو کچھ اختیار نہین سب
کام مشیت ایزدی سے ایسے وابستہ ہین کہ عقل و عادت کے حیطے سے خارج ہین انپر حکم قیاس اور گمان اور وہم سے بھی نہین ہو سکتا
چہ جاے کہ تحقیق اور یقین کسی امر کا ہو سکے اور یہی بات وہ ہے جس سے عارفون کے دل ٹکڑے ہوتے ہین یعنی قیامت کبری
وہ ہے جسمین آدمی کو کام ایسی ایک ذات سے پڑیگا جسکو کچھ پروا نہین اگر وہ ہلاک کرے تو اس جیسے بیشمار کو ہلاک کر دیا ہے اور ہمیشہ دنیا مین
انکو انواع و اقسام کی تکلیفات و امراض سے عذاب دیتا ہے اور باوجود اسکے انکے دین کو کفر اور نفاق کا روگ لگا کر ابد الآباد کو
انپر عذاب مقرر فرماتا ہے پھر آپ ہی فرماتا ہے ولو شئنا لاتینا کل نفس ہداہا ولکن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین اور دوسری

جبکہ فرماتا ہی وتمت کلمۃ ربک لاملان جہنم من الجنۃ والناس اجمعین اب سوچنے کی بات ہی کہ جب ازل مین یہ قول ہو چکا اور اُسکے تدارک کی
کچھ طمع نہین تو کس طرح خوف نہوگا اگر بالفرض تقدیر نہوتی معاملہ حال ہی کی وید اوپر منحصر ہوتا تب بھی طمع کسی حیلے اور تدبیر کی ہوتی مگر اب
تو بجز تسلیم کے اور کیا ہو سکتا ہی یا یہ ہو سکتا ہی کہ جو اسباب دل اور اعضا پر کھلا کھلی معلوم ہوتے ہین اُنسے قرینۂ سابقۂ ازلی کا معلوم
ہو جاوے مثلاً جس شخص کے لیے اسباب شر کے مہیا ہون اور اسباب خیر بین اور اُنمین حجاب واقع ہوا ور اُسکا علاقہ دنیا سے خوب پکا ہو
تو گویا اُسکو واقع مین راز تقدیر کا کھل گیا ہی کہ میرے نصیب مین بدبختی لکھی ہی کیونکہ جو شخص جس واسطے پیدا ہوا ہی اُسکے واسطے ویسے ہی
سامان مہیا ہوتے ہین اور اگر کسی کے واسطے خیرات میسر ہون اور دل بالکل دنیا سے علیحدہ او ظاہر و باطن دونون سے متوجہ الی اللہ
ہو تو یہ باتین اس امر کو چاہتی ہین کہ خوف تھوڑا ہو بشرطیکہ اسی حال پر ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہو لیکن ایک حال پر جا رہنا دشوار ہی شعر
اگر درویش بر حالے بماندے ٭ سر دست از دو عالم برفشاندے ٭ علاوہ ازین خاتمے کا خطر آتش خوف کو دوبالا کرتا ہی اور اس شعلہ کے
بجھنے کی کوئی تدبیر نہین حال کے بدلنے کا خوف ناخن رگ جان پر مارتا ہی اور کیون نہو کہ حدیث شریف مین وارد ہی مومن کا دل خدا
تعالی کی دو انگلیون مین ہی اور دوسری حدیث مین ہی کہ دل بدلنے مین ہنڈیا کے اُبال سے بھی زیادہ ہی اور خدا تعالی فرماتا ہی
ان عذاب ربہم غیر مامون ان اقوال کو سنکر کوئی بڑا ہی جاہل ہوگا جو بیخوف ہو جاویگا یعنی جس صورت مین کہ خدا تعالی علانیہ
امن سے ڈراتا ہی تو پھر گنجایش بیخوفی کی کہان ہی اور خدا تعالی کا بڑا احسان ہی عارفون پر کہ اُنکے دلون کو رجا کی روح سے تازہ
رکھتا ہی ورنہ آتش خوف سے بلکہ اُنکے دل کباب ہو جاتے اور جس طرح کہ رجا کے اسباب خواص الٰہی کے لیے رحمت ہین اسیطرح لوازم
غفلت عام لوگون کے حق مین من وجہ رحمت ہین اگر غفلت دور کر دی جاوے اور اصل حال لوگون کو معلوم ہو جاوے تو جان
بدنون سے رخصت ہو اور تقلب القلوب کے خوف سے دل ٹکڑے ہو جاوین ۔ بعض عارفین کا قول ہی کہ اگر کوئی شخص میرے ساتھ
پچاس برس تک موحد رہے اور فقط ایک ستون کی آڑ مین ہو کر مر جاوے تو مین اُسکی توحید کو یقیناً نہین کہہ سکتا ہون اسواسطے کہ مجھے
کیا معلوم ہی کہ اتنے عرصے مین کہ وہ ستون کی آڑ مین گیا اُسکے دل پر کیا کیا تغیر ہوا ۔ اور بعض عارف فرماتے ہین کہ اگر گھر کے
دروازے پر مرنے سے شہادت ملتی ہو اور کوٹھری کے دروازے پر مرنے سے مسلمانی پر خاتمہ ہوتا ہو تو مجھکو یہی منظور ہو کہ اسلام پر
مرون اور حجرے کے باہر نہ نکلون اسواسطے کہ حجرے کے دروازے سے گھر کے دروازے تک جانے مین مجھے کیا معلوم ہی کہ
میرے دل پر کیا تبدل ہو جاویگا ۔ اور حضرت ابو درداء رض قسم سے یہ بات فرماتے کہ جو شخص موت کیوقت اپنے ایمان کے چھن
جانے سے بیخوف ہو جاتا ہی اُسکا ایمان ضرور ہی چھن جاتا ہی اور حضرت سہل تستری رح فرماتے ہین کہ صدیقون کو خوف ہر قدم اور
ہر وسوسے پر خاتمے کے برا ہونے سے رہتا ہی اور اُنکا وصف بھی خدا تعالی اسی خوف سے فرماتا ہی وقلوبہم وجلۃ اور جب حضرت
سفیان ثوری کا وقت مرگ قریب پہونچا تو رونے لگے اور نہایت خائف تھے لوگون نے اُنسے کہا کہ آپ کو رجا کرنی چاہیے
خدا تعالی کا عفو تمھارے گناہون سے بڑا ہی شعر گر عظیمست از فرودستان گناہ ٭ از بزرگان عفو کردن اعظم ست ٭ آپ نے
فرمایا کہ مین گناہون کے واسطے نہین روتا اگر مجھے یہ معلوم ہو جاوے کہ خاتمہ توحید پر ہوگا تو مجھے کچھ پروا نہین گو میرے ساتھ پہاڑون
کے برابر گناہ جاوین ۔ حکایت ہی کہ بعض خائفین مین سے ایک شخص نے اپنے کسی بھائی کو وصیت کی کہ جب مین مرنے لگون میرے
سرہانے بیٹھنا اگر دیکھو کہ میرا خاتمہ توحید پر ہوا تو تمام میرا مال لیکر اُسکے بادام اور شکر خرید کر شہر کے لڑکون کو تقسیم کرنا اور کہنا کہ ایک
شخص قید مین سے چھوٹا ہی اسکی شیرینی ہی اور اگر میرا خاتمہ توحید پر نہو تو لوگون کو خبر کر دینا کہ یہ شخص توحید پر نہین مرا ایسا نہو کہ کوئی
دھوکے مین آ کر میرے جنازے پر آوے اور مرنے کے بعد مجھکو ریا لاحق ہو اگر تم سب سے کہدوگے تو جسکا دل چاہیگا آویگا یا کے باعث

ترجمہ اور پورا ہوا تیرے رب کا قول کہ البتہ بھر دونگا دوزخ جنون سے اور آدمیون سے سبھی

ترجمہ بیشک اُنکے رب کے عذاب سے نڈر نہو جاوے ۱۲

ترجمہ اور اُنکے دل ڈرتے ہین ۱۲

کوئی نہ آویگا انکے بھائی نے پوچھا کہ میں کیسے جانوں کہ آپ کا خاتمہ توحید پر ہوا یا نہیں انھوں نے کچھ علامت بتا دی کہ توحید کی پہچان
یہ ہوگی جب انکی وفات ہوئی تو انکے بھائی نے علامت توحید پائی اور بموجب وصیت بادام و شکر لیکر تقسیم کر دی ۔ اور حضرت
سہل رح کا قول ہے کہ مرید کو خوف گناہ میں مبتلا ہونے کا ہوتا ہے اور عارف کفر میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہے اور حضرت ابو یزید
بسطامی رح فرماتے ہیں کہ جب میں مسجد کو جاتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے گویا میری کمر میں زنار ہے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں گرجا یا آتش خانے میں نہ
لیجاوے اور مسجد میں گھسنے تک وہ زنار رہتا ہے مسجد میں جانے سے علیحدہ ہو جاتا ہے یہ بات ہر روز پانچ بار ہوا کرتی ہے ۔ اور حضرت
عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے گروہ حواریان تم گناہوں سے ڈرتے ہو اور ہم پیغمبروں کی جماعت کفر سے ڈرتے ہیں اور انبیاء کے
حالات میں کہیں مذکور ہے کہ ایک پیغمبر نے خدائے تعالی سے برسوں تک شکایت بھوک اور برہنگی اور جوؤں کی کی اور انکا لباس اون کا
تھا انپر وحی ہوئی کہ ہمنے تجھکو کفر سے بچا لیا پھر کہا اس بات سے راضی نہیں ہو کہ دنیا مانگتے ہو انھوں نے خاک اپنے سر پر ڈالی اور
عرض کیا کہ الہی میں راضی ہوں مجھکو کفر سے محفوظ رکھ [illegible] عارفوں کا ڈرنا اس سبب سے ہے کہ خاتمہ کی برائی [illegible] عارف [illegible]
راسخ اور ایمان قوی ہیں تو ضعیف بیچارے کیسے نہیں ڈرینگے اور خاتمہ کے برے ہونے کے چند اسباب ہیں جو موت سے پیشتر ہوا
کرتے ہیں مثلاً بدعت اور نفاق اور کبر اور کچھ اور صفات مذمومہ اور چونکہ نفاق [illegible] خاتمہ [illegible] اسی وجہ سے
صحابہ رض نفاق سے نہایت ڈرتے تھے حتی کہ حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ اگر مجھکو یہ معلوم ہو جاوے کہ میں نفاق سے بری
صاف ہوں تو یہ بات مجھکو دنیا و ما فیہا سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور ان لوگوں کے [illegible] نفاق سے وہ نفاق مراد نہیں جو
اصل ایمان کی ضد ہے بلکہ اس سے وہ نفاق مراد ہے جو ایمان کے ساتھ اکٹھا ہو سکتا ہے [illegible] آدمی مسلمان [illegible] منافق بھی
اس نفاق کی علامات بہت ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اربع من کن فیہ فہو منافق خالص وان صلی وصام و
زعم انہ مسلم وان کانت فیہ خصلۃ منہن ففیہ شعبۃ من النفاق حتی یدعہا من اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف و اذا اؤتمن خان و
اذا خاصم فجر اور ایک روایت میں واذا عاہد غدر وارد ہوا ہے اور صحابہ رض اور تابعین رح نے نفاق کی ایسی تفسیر کی ہے جس سے
بجز صدیق کے اور کوئی خالی نہیں چنانچہ حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ نفاق میں سے ہے ظاہر و باطن کا مختلف ہونا اور
دل و زبان کا مختلف ہونا اور اندر اور باہر دو طرح پر ہونا اب ہم پوچھتے ہیں کہ ان باتوں سے کون خالی ہے بلکہ یہ باتیں لوگوں میں
ایسی مانوس اور معتاد ہو گئی ہیں کہ کوئی انکو برا ہی نہیں جانتا علاوہ انکے یہ امور قریب بعہد فیض کا شانہ جناب رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری تھے اس زمانے کو تو کون پوچھتا ہے حضرت حذیفہ رح فرماتے ہیں کہ عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم میں آدمی ایسا لفظ کہا کرتا تھا کہ جس سے منافق ہو جاتا تھا اور وہی لفظ میں تم سے [illegible] دن میں دس دس بار سنتا ہوں ۔ اور
اصحاب رض فرماتے تھے کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو کہ تمہاری نظروں میں وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہیں حالانکہ ہم انکو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد میں کبیرہ جانتے تھے اور بعض [illegible] فرماتے ہیں کہ نفاق کی علامت یہ ہے کہ جیسا کام آدمی خود کرے ویسا لوگوں
اگر کوئی کرے تو برا جانے [illegible] اور حق بات کہنا باعث بغض ۔ اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ
نفاق اسکا نام ہے کہ جب کوئی تعریف ایسی بات سے کرے جو اس میں نہیں تو اسکو یہ تعریف کرنا اچھا معلوم ہو اور ایک شخص نے
حضرت ابن عمر رض سے پوچھا کہ ہم جب امرا کے پاس جاتے ہیں تو جو کچھ وہ کہتے ہیں اسکو درست و سچا کہے جاتے ہیں اور جب انکے
پاس سے اٹھ آتے ہیں تو انکی شکایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم نفاق جانا کرتے تھے
اور روایت ہے کہ آپ نے کسی کو سنا کہ حجاج کو برا کہ رہا ہے آپ نے اسکو فرمایا کہ اگر حجاج موجود ہوتا تب بھی یہ کہتا کہ نہیں اسنے عرض کیا کہ

اسکے سامنے تو نہ کہتا آپ نے فرمایا کہ ایسی بات کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نفاق جانا کرتے تھے۔ اور اس سے
بھی زیادہ صحت یہ روایت ہے کہ چند لوگ حضرت حذیفہ رضہ کے دروازے پر بیٹھے انکا انتظار کر رہے تھے اور آپ کا حال کچھ
آپس میں بیان کرتے تھے جب آپ گھر میں سے نکلے تو سب لوگ آپ سے حیا کر کے چپ ہو رہے آپ نے فرمایا تم جو باتیں
کرتے تھے وہی کرو سب خاموش رہے آپ نے فرمایا کہ اسکو ہم عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نفاق جانتے تھے اور یہ حضرت
حذیفہ وہ ہیں جو منافقین کے جاننے میں اور اسباب نفاق کے پہچاننے میں مخصوص تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ دل پر ایک
گھڑی ایسی آتی ہے کہ ایمان سے بھر جاتا ہے یہاں تک کہ اسمیں نفاق کو ایک سوئی کے برابر بھی گنجایش نہیں ہوتی اور پھر ایک
ساعت ایسی آتی ہے کہ نفاق سے بھر جاتا ہے حتی کہ ایمان کو گنجایش سوئی چھپانے کی نہیں ہوتی۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ عارفون
کو خوف خاتمے کی برائی کا لگا رہتا ہے اور اسکے اسباب چند امور ہوتے ہیں جو خاتمے سے پہلے واقع ہوتے ہیں انمیں سے بدعتیں
اور گناہ اور نفاق ہی ہیں اور بندہ انمیں سے کسی سے کب خالی ہوتا ہے اور اگر گمان کرے کہ میں نفاق سے خالی ہوں تو یہ بھی نفاق ہے
کیونکہ یہ قول مشہور ہے کہ جو شخص نفاق سے بیخوف ہو وہ منافق ہے اور بعض اکابر نے کسی عارف سے کہا کہ میں اپنے نفس پر نفاق سے
ڈرتا ہوں انھوں نے فرمایا کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا غرض کہ عارف کو ہمیشہ التفات سابقہ ازلی اور خاتمے کی طرف رہتا ہے
اور دونوں سے خائف رہتا ہے اسواسطے حدیث شریف میں ہے العبد المؤمن بین مخافتین بین اجل قد مضی لا یدری ما اللہ صانع فیہ
وبین اجل قد بقی لا یدری ما اللہ قاض فیہ فوالذی نفسی بیدہ ما بعد الموت من مستعتب ولا بعد الدنیا دار الا الجنۃ او النار

سا تواں بیان برے خاتمے کے معنی کے ذکر میں چونکہ بیان گذشتہ سے اکثر خوف عارفین کا سوء خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے اسلئے اسکے
معنی لکھنے ضروری ہیں پس جاننا چاہیے کہ خاتمے کا برا ہونا دو طرح پر ہے جنمیں سے ایک طرح دوسرے کی نسبت زیادہ خوفناک ہے وہ یہ ہے
کہ دل پر سکرات موت کے وقت اور شدت اہوال کے ظاہر ہونے کے وقت یا تو شک یا انکار ذات الٰہی میں غالب ہو جاوے
اور اسی انکار اور شک کی صورت میں جان نکل جاوے تو یہ گرہ انکار کی بندہ میں اور خداے تعالیٰ میں حجاب ہو جاتی ہے اور ہمیشہ کی
دوری اور حجاب دائمی کا مستحق کرتی ہے اور دوسری طرح خاتمے کی جو اسکی نسبت کم ہے وہ یہ ہے کہ بندے کے دل پر مرنے کے وقت محبت کسی
چیز کی دنیا کی چیزوں میں سے غالب ہو جاوے یا کوئی شہوت دنیاوی دل پر چھا جاوے اور دل اسمیں ایسا ڈوبے کہ اس حال میں
اور کسیکی گنجایش اسمیں نہ رہے اور اتفاق سے ایسے ہی وقت جان نکل جاوے تو ایسی صورت میں دل کے ڈوبا رہنے کا نتیجہ یہ ہوگا
کہ بندے کا منھ اور سر دنیا کی طرف کو پھرا ہوا ہوگا اور جب منھ خداے تعالیٰ سے پھر گیا تو حجاب ہو گیا اور جہاں حجاب ہے عذاب
نازل ہوا اسواسطے کہ جو آگ خداے تعالیٰ نے سلگائی ہے وہ صرف محجوب لوگوں ہی کو لگتی ہے جو ایماندار کہ انکے دل محبت دنیا سے
سالم ہیں اور ہمہ تن انکی ہمت مصروف الی اللہ ہے انکو آگ یوں کہیگی کہ اے مومن گذر جا کہ تیرے نور نے میرے شعلے کو گل کر دیا
غرض کہ اگر غلبہ محبت دنیا کی صورت میں اتفاق جان نکلنے کا ہوگا تو اندیشے کی بات ہے اسواسطے کہ آدمی اسی صورت پر مرتا ہے
جس پر زندہ تھا مرنے کے بعد کوئی صفت حاصل نہیں ہو سکتی جو دل کے اوپر چھائی ہوئی صفت کے مخالف ہو کیونکہ دلوں میں
تصرف بدون اعمال جوارح کے نہیں ہوتا اور مرنے سے جوارح سب بیکار ہو گئے انکے عمل بھی بند ہو گئے تو نہ طمع کسی عمل کی ہے
نہ اس بات کی توقع کہ دنیا میں پھٹ کر تدارک مافات کیا جاوے اس صورت میں حسرت بہت بڑی ہوگی مگر چونکہ اصل ایمان
اور محبت الٰہی دل میں مدت مدید تک جمی رہی تھی اور اعمال صالحہ سے مستحکم ہوئی تھی تو ان دونوں سے وہ حالت جو آدمی کو
موت کے وقت عارض ہو گئی تھی مٹ جاویگی پس اگر ایمان قوت میں مثقال کے برابر ہوگا تب تو آدمی کو جلد دوزخ سے نکالیگا اور

ح ۱۲ یعنی مجھے نہیں معلوم

ح ۱۲ بندہ ایماندار دو ڈرون میں ہے ایک مدت جو گذر گئی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسمیں کیا کیا اور ایک وہ مدت کہ باقی ہے نہیں جانتا کہ اللہ اسمیں کیا حکم کریگا قسم ہے اسکی کہ جسکے قبضے میں میری جان ہے کہ نہیں ہے بعد مرنے کے کوئی رضا حاصل کرنے کی صورت اور نہیں ہے بعد دنیا کے کوئی گھر سوا جنت یا دوزخ کے ۱۲ بیہقی از شعب بروایت حسن عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

اگر اس سے کم ہوگا تو بہت دنون دوزخ مین رہنا پڑیگا یہان تک کہ اگر صرف ایک رتی کے برابر ہوگا تب بھی دوزخ سے نکلیگا گو ہزارون برس کے بعد نکلے۔ اب اگر کوئی کہے کہ تمھاری تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ آتش دوزخ مجرم پر موت کے بعد ہی آ جاتی پھر قیامت تک کی تاخیر اور اتنی مدت کی مہلت کیون ہوتی ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ جو شخص عذاب قبر کا منکر ہو وہ بدعتی ہو اور نور خدا اور نور قرآن اور نور ایمان سے محجوب ہو صاحبان بصیرت کے نزدیک صحیح اور درست یہی ہو کہ قبر یا ایک گڑھا ہو دوزخ کے غارون سے یا ایک چمن ہو جنت کے باغون سے اور یہی امر احادیث صحیح سے بھی معلوم ہوتا ہو پس اگر آدمی کا خاتمہ اچھا نہین ہوا اور بدبخت جہان سے اٹھا تو فوراً روح کے جدا ہوتے ہی مورد بلا ہوتا ہو اور قبر ہی سے عذاب شروع ہو جاتا ہو بعض اوقات اسکی قبر پر ستر دروازے دوزخ کے کھل جاتے ہین اور اقسام عذاب کے بھی بحسب اختلاف اوقات کے مختلف ہوتے ہین مثلاً قبر مین رکھنے کے بعد سوال منکر نکیر کا ہوتا ہو پھر اسکے بعد سزا ہوتی ہو پھر حساب کا الجھاؤ اور سب کے سامنے قیامت مین فضیحت ہونا پھر اسکے بعد پل صراط کا خوف اور دوزخ کے فرشتون کی ہیبت وغیرہ جو جو امور احادیث مین مذکور ہین تو بدبخت آدمی اپنے سب احوال اور تمام عذاب مین پھرا کرتا رہتا ہو اور اپنے کیے کو بھگتتا ہو مگر اس صورت مین کہ اللہ تعالیٰ اسکو اپنی رحمت مین چھپا دے اور یہ خیال نکرنا چاہیے کہ ایمان کی جگہ کو مٹی کھا لیتی ہو بلکہ مٹی تمام اعضاے ظاہری کو کھا کر متفرق کرتی ہو یہان تک کہ وہ وقت مقرر پر آ پہونچے اسوقت سب اجزاے متفرق جمع ہونگے اور انمین روح دوبارہ آویگی جو کہ محل ایمان ہو اور یہ روح مرنے کے بعد سے لیکر اسوقت تک یا تو ان جانورون سبز کے پوٹون مین رہی ہوگی جو عرش کے نیچے لٹکے ہوے ہین بشرطیکہ سعید ہو اور یا اگر خدا نخواستہ بدبخت ہوگی تو کسی حالت بد مین جو خلاف پہلی حالت کے ہو رہیگی۔ اب ان سببون کا ذکر کیا جاتا ہو جو موجب سوء خاتمہ کے ہوتے ہین اگرچہ یہ باتین ان کے اسباب بیحد و شمار ہین کہ انکا مفصل حیطۂ بیان مین آنا غیر ممکن ہو مگر کلیۃً اشارہ ہو سکتا ہو تو جاننا چاہیے کہ جو خاتمہ کہ شک اور انکار پر ہوتا ہو اسکا سبب دو صورتون مین منحصر ہوتا ہو صورت اول کہ باوجود ورع اور زہد کامل اور اعمال مین صلاحیت تام کے متصور ہو سکتی ہو وہ یہ ہو کہ زاہد بدعتی ہو کیونکہ بدعتی کا انجام خطرناک ہو گو عمل اچھے ہون اور ہماری غرض بدعت سے کسی مذہب معین کی نسبت کو اسکو بدعت قرار دین اسلیے اسکے بیان کیواسطے ایک قول طول طویل چاہیے بلکہ بدعت سے یہ مراد ہو کہ آدمی خدا تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال مین کوئی بات بغیر واقع اعتقاد کرلے اور یہ اعتقاد ناحق یا تو اپنی تجویز اور قیاس اور عقل سے ہو کہ جب اپنی تجویز و قیاس سے حریف کو زک دے تو عقل پر اعتماد اور غرہ کیا اور کسی امر ناحق کا عقل ہی کے اعتماد سے اعتقاد کر لیا اور یا کسی دوسرے ایسے ہی شخص کی پیروی سے یہ اعتقاد اپنے آپ مین آ گیا بہرحال جب ایسے شخص کو موت نزدیک ہوتی ہو اور ملک الموت کا چہرہ نظر آتا ہو اور دل کو اپنے اندر کی چیز سے گھبراہٹ ہوتا ہو تو بعض اوقات سکرات موت کی حالت مین اسپر کھل جاتا ہو کہ جو کچھ پہلے سے اعتقاد کر رکھا تھا وہ جہالت سے تھا اور باطل محض ہو اور سکرات موت مین معلوم ہونے کی وجہ یہ ہو کہ موت کا حال پردہ اٹھ جانے کا وقت ہو یعنی جیسی چیزین حقیقت مین ہین ویسی بعد موت کے معلوم ہوتی ہین اور سکرات موت یا موت ہی مین شامل ہین یا اسکی سبب بعض باتین واقعی سکرات موت مین کھل جاتی ہین پس جب آدمی کو معلوم ہوا کہ یہ میرا پہلا اعتقاد جسپر میں الیقین تھی اور اعتماد کیے تھا باطل ہو گیا تو وہ صرف اسی ایک اعتقاد کو جھوٹا نہین سمجھتا جسمین اپنی راے ناقص کو دخل دیا تھا بلکہ یہ گمان کرلیتا ہو کہ جو چیزین مین نے سمجھ رکھی تھی سب کی کچھ اصل نہین یعنی پہلے سے اللہ و رسول پر ایمان رکھنے اور اپنے اعتقاد فاسد کو صحیح جاننے مین کچھ فرق نکرتا تھا مرنے کیوقت جو بعض اعتقادات کا حال جہالت کے نشا سے معلوم ہوگا اس سے اور اعتقادات جو واقع مین صحیح تھے انکو بھی باطل سمجھیگا یا انمین شک کریگا اب اگر اس حالت مین اسکی روح اتفاق سے نکل جاوے اور قبل ایمان اور حالت اصلی پر رجوع نکرنے پاوے

تو ظاہر ہو کہ اُسکا خاتمہ برا ہوگا اور اُسکی روح معاذ اللہ منہا شرک پر نکلیگی پس ایسے ہی لوگ مرادین اس آیت مین وبدالھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون اور اس آیت مین قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوٰۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اور جس طرح کہ خواب مین کبھی حال آیندہ کا معلوم ہوجاتا ہو اور اُسکی وجہ یہ ہوتی ہو کہ دل پر سونے کے وقت اشغال دنیا کے کم ہوتے ہین اسیطرح سکرات موت مین بھی بعض امور منکشف ہوجاتے ہین کیونکہ کاروبار دنیاوی اور شہوات بدن قلب کو اس بات سے مانع ہین کہ ملکوت کی طرف دیکھکر لوح محفوظ مین سے اشیا کا مطالعہ کرے اور جس طرح پر وہ واقع مین ہین اُسکو معلوم ہوجاوے تو ایسی حالت دل کو سبب کشف ہوا کرتی ہو اور کشف کے باعث باقی اعتقادات مین شک آجاتا ہو اور جو شخص کہ خدائے تعالی مین اور اُسکے صفات وافعال مین کسی امر غیر واقعی کا معتقد ہو خواہ براہ تقلید یا اپنی عقل و سمجھ سے تو اُسکے لیے یہ خطرہ مذکورہ بالا ہو اور زہد و صلاح اس خطر کے دور کرنے کو کافی نہین اس خطرے سے بجز اعتقاد حق کے اور کوئی صورت نجات نہین اور بھولے آدمی اس خطرے کنارے پر ہین یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالی اور اُسکے رسول اور آخرت پر ایمان مجمل لائے اور اُسی پر پختہ ہے جیسے بدو اور دیہاتی اور عوام جو بحث و اعتراض مین نہین پڑتے اور نہ کلام کو مقصود بالذات جانکر شروع کرتے ہین اور نہ متکلمین جو اقوال مختلفہ کی تقلید بیان کرتے ہین انمین سے کسی کی سنین سیواسطے ایسے لوگون کے حق مین حدیث شریف مین آیا ہو اکثر اہل الجنۃ البلہ اور یہی وجہ تھی کہ بزرگان سلف بحث اور نظر اور کلام اور ان امور کی تفتیش سے منع کرتے تھے اور خلق کو یہی کہتے تھے کہ خدا تعالی نے جو کچھ آثار اُسپر ایمان لاؤ اور جو کچھ ظاہر الفاظ سے سمجھ مین آتا ہو اسکو درست جانو اور تشبیہ کا اعتقاد نرکھو اور تاویلات مین نہ پڑو کیونکہ صفات مین گفتگو کرنی بہت بڑی بات ہو اور اُسکی گھاٹیان سخت ہین اور راستے دشوار گذار اور عقلین ادراک جلال الہی سے قاصر ہین اور چونکہ دل محبت دنیا پر مجبول ہین اسلیے نوریقین سے جو ہدایت الٰہی پر ہوتی ہو وہ رکی ہوئی ہو اور بحث کرنے والے جو کچھ اپنی بساط عقل کے موافق کہتے ہین وہ اکثر اور ایک دوسرے کے خلاف ہو اور دل انھین باتون کے ساتھ مالوف اور متعلق ہوتے ہین جو ابتدا سے نشو ونما مین انمین پڑتے ہین اور تعصبات جو خلق مین پھیلے ہوئے ہین وہ عقائد موروثی کی جڑ ہین اور نیز ان عقائد کے جو علماوں سے اول اول حسن ظن کے باعث حاصل ہوتے ہین پھر طبیعتون کا یہ حال ہو کہ دنیا کی محبت پر مشغوف اور اُسکی طرف متوجہ ہین اور شہوات دنیاوی اُنکا گلا دبائے ہین اور فکر کامل سے پھرے ہوئے پس ایسے حال مین جب خدائے تعالی کے باب مین اور اُسکے صفات مین اپنی اپنی رائے کے موافق گفتگو کرنے کا دروازہ کھلا ہو تو لوگون کی طبیعت مین اختلاف اور ذہنون مین تفاوت تو ہوا ہی کرتا ہو اور ہر جاہل کو یہی حرص ہو کہ مدعی کمال ہو اور کنہ حق کا صحیح نظر پر جو جسکو سوجھے گا کہنے لگیگا اور جو کوئی سنیگا اُسکا دل اُسی بات کا معتقد ہو جاویگا اور رفتہ رفتہ اُس عقیدے کے ساتھ مالوف ہونے سے اُسکو ایک اچھا کام ہو جاویگا غرضکہ طریق خلاصی کی بجز اسکے لیے کوئی صورت نہیگی پس خلق کی سلامتی اور خیریت اسی مین ہو کہ نیک کام کرین اور جو بات کہ اُنکی حد طاقت سے خارج ہو اُسکے مزاحم نہون مگر کیا کیجیے اب معاملہ بہت سست ہوگیا بیہودگی پھیل گئی ہر جاہل کے گمان مین جو سا گیا اُسیکا ہو رہا وہ اپنے اعتقاد مین وہمی امر کو علم اور ایقان جانتا ہو اور اپنے آپ کو متصف بصفات ایمان اور سمجھتا ہو کہ جس بات پر مین نے اپنی رائے سے قناعت کی ہو علم یقین اور عین یقین یہی ہو حالانکہ چند روز بعد اسکا مزہ معلوم ہوگا جب سوجھیگا کہ مسئلہ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم اور اس بات کو یقینا جان لینا چاہیے کہ جو شخص خدائے تعالی اور اُسکے رسولون اور کتابون پر ایمان خالص کو چھوڑکر اس بحث مین پڑتا ہو وہ خطرہ مذکورہ مین اپنے آپ کو ڈالتا ہو اور اُسکی مثال ایسی ہو جیسے کسی کی کشتی

اور جھگڑا اُسکو ایک خیال کے باعث بحث ہو بڑے خیال کے سمت سے بچنا

یعنی بہت ایکار جنکی ووہ ہمیشہ ہی ہو دنیا کی زندگی مین اور وہ سمجھتے ہین کہ خوب بناتے ہین کام ۱۲

اکثر جنت والے بھولے ہین ۱۲ بزار روایت انس

ٹوٹ گئی ہو اور وہ صدمات امواج مین پڑا ہوا ہو کہ موجین اُسکو اِدھر سے اُدھر پھینکتی ہون تو اس حال مین ایسا کم اتفاق ہوتا ہے کہ آدمی سلامت کنارے پر چلا آوے بلکہ غالب صورت ہلاک ہی ہے چنانچہ سعدی رح فرماتے ہین شعر درین ورطہ کشتی فروشد ہزار کہ پیدا نشد تختہ بر کنار۔ پس کنہ حقیقت یا اوصاف مین پڑنا سراسر جہالت ہے۔ علاوہ ازین جو لوگ اپنی عقل کے بموجب کچھ کہتے ہین اور دوسرے لوگ اُنسے یہ عقیدہ سیکھتے ہین تو دو حال سے خالی نہین یا تو اُسکی کوئی دلیل بھی ہوگی یا بے دلیل اُس عقیدے کو مانا ہے اب اگر اس فرقۂ دوم کو آئین شک ہوگا تو انکا دین فاسد ہے اور اگر فرقۂ اول کے قول کا اعتماد ہوگا تو خدا تعالی کے مکر سے مامون ہونا اور اپنی عقل ناقص پر مغرور ہونا لازم آتا ہے اسیطرح جو کوئی اس بحث مین مبتلا ہوگا اُسکی بھی دو حالتین ہوسکتی ہین مگر یہ اُس صورت مین کہ عقل کی حدود سے نکل جاوے اور نور کا شعلہ جو عالم ولایت اور نبوت مین چمکتا ہے وہان تک جا پہونچے یہ بات ہر چند کبریت احمر ہے مگر کہان حاصل ہوسکتی ہے۔ اور اس خطرے سے بھولے آدمی اور عوام آزاد ہین جو آگ کے خوف سے طاعت الٰہی مین مصروف ہین اور اسرار فضول مین خوض نہین کرتے حاصل یہ کہ خاتمے کی بُرائی مین ایک سبب اندیشناک یہ بھی ہے۔ صورت دوم شک و انکار پر خاتمہ ہونے کے سبب کی یہ ہے کہ دل مین ایمان ضعیف ہوتا ہے پھر محبت دنیا دل پر غالب ہوجاتی ہے اور جب ایمان ضعیف ہوتا ہے تو محبت الٰہی بھی ضعیف ہوتی ہے اور محبت دنیا قوی ہوتی ہے اور اسکی قوت اس درجے کو پہونچتی ہے کہ دل مین جگہ محبت الٰہی کی نہین رہتی صرف ایسی رہجاتی ہے جیسے دل کا وسواس اور خطرہ یعنی محبت الٰہی ایسی نہین رہتی کہ نفس کی مخالفت کرے اور شیطان کی راہ سے پھیرنے مین کچھ اُسکا اثر دل پر ہو جب یہ حال ہوتا ہے تو آدمی اتباع شہوات مین ڈوب جاتا ہے یہان تک کہ دل سیاہ اور سخت ہوجاتا ہے اور گناہون کے پے در پے ہونے سے سیاہی کی تہ دل پر جم جاتی ہے اور وہ نور ایمان جو ذرا سا تھا اسپر جو پیشتر کم ہوتا جاتا ہے یہان تک کہ نوبت مہر اور زنگ کی دل پر پہونچ جاتی ہے اور جب سکرات موت شروع ہوتے ہین تو محبت الٰہی اور بھی ضعیف ہوجاتی ہے کیونکہ اُسوقت معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز سب سے زیادہ محبوب تھی اُسکی جدائی کا وقت آپہونچا اور اس جدائی سے دل پر شدت کا صدمہ ہوتا ہے اور وہ جدائی کی خداے تعالی ہی کو جانتا ہے تو دل مین یہ بات آتی ہے کہ خداے تعالی نے میرے اوپر موت کو کیون بھیجا یہ تو ایک بُری چیز ہے اور موت کا آنا اور اپنے محبوب کا جدا ہونا خدا کی طرف سے بُرا معلوم ہوتا ہے تو اُسوقت یہ خوف ہوتا ہے کہ خداے تعالی کی محبت کے بدلے مین کہین اُسکے دل سے بغض نہ جوش کرے جیسے کوئی شخص بیٹے کو تھوڑا سا چاہتا اور مال کو بہت سا اور اُسکا لڑکا اُسکا مال لیکر اُڑا دے یا پھونک دے تو وہ ذرا سی محبت جو اُسکو بیٹے سے تھی وہ بغض سے بدل جاتی ہے اسیطرح یہان تصور کرنا چاہیے پس اگر اتفاق سے آدمی کی روح اُسی دم نکلے جس وقت کہ خدا کی طرف سے اُسکے دل مین بغض ہو تو جانا ہے کہ خاتمہ بُرا ہوگا اور ہمیشہ کے لیے تباہ ہوگا اور جو سبب کہ اُس سے ایسا خاتمہ ہو اور وہ غلبہ محبت دنیا اور اسکی طرف میل کرنا اور اسکے اسباب سے خوش ہونا ہے اُس حال مین کہ ایمان ضعیف ہو جو موجب ضعف محبت الٰہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے دل مین محبت الٰہی کو بہ نسبت محبت دنیا کے غالب دیکھے اگرچہ دنیا سے بھی محبت رکھتا ہو تو وہ اس خطرے سے برکنار ہے مگر دنیا کی محبت ہر ایک خطا کی جڑ ہے یہی مرض لاعلاج ہے اور سب خلقت اسمین مبتلا ہے اور وجہ یہی ہے کہ خدا کو کم پہچانتے ہین اگر پہچانتے ہوتے تو محبت ضرور کرتے جو کوئی اُسکو پہچانتا ہے بیشک اُس سے محبت کرتا ہے اور یہی محبت سے اللہ تعالی فرماتا ہے قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموہا وتجارۃ تخشون کسادہا ومساکن ترضونہا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ خلاصہ یہ کہ جس شخص کی روح ایسے وقت مین نکلے

کہ اُسکے دل مین خداے تعالی پر انکار ہوا اور اللہ تعالی کا یہ فعل کہ اُسمین اور اُسکے زن و فرزند و مال اور سب محبوب چیزون مین جدائی
ڈال دے اُسکو دل سے بُرا معلوم ہوتا ہو تو ایسے شخص کا مرنا اُسی بغض کے ساتھ جانا اور اپنی محبوب چیز کو چھوڑنا ہوگا اور خداے
تعالی کے سامنے ایسی طرح آویگا جیسا غلام جو آقا سے بغض رکھتا ہوا اور بھاگا ہوا اور زبردستی گرفتار ہوکر سامنے لایا گیا ہو اب
جو کچھ آقا کی طرف سے رسوائی اور گت ایسے شخص کی ہوگی وہ صاف ظاہر ہوا اور جس شخص کی وفات محبت الٰہی پر ہوگی وہ خداے
تعالی کے پاس ایسا آویگا جیسا اچھا غلام خدمتگار مشتاق اپنے آقا کا ہوا اور کار خدمت مین جانکاہی اور محنت شاقہ اُٹھا وے اور
اُسکے دیدار کے لیے سختیان سفر کی سے پس ایسے شخص دربار مین پہونچتے ہی جیسا خوش ہوگا وہ ظاہر ہے اُس پر اکرام وانعام
انواع و اقسام کے اس خوشی سے علاوہ ہونگے۔ اب دوسرے خاتمے کا حال سننا چاہیے جو شک و انکار پر مرنے کی نسبت
کم ہو اور مستحق ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا نہین ایسے خاتمے کے بھی دو سبب ہین اول گناہون کی کثرت گو ایمان قوی ہو دوم
ضعف ایمان اگرچہ گناہ کم ہون اور اُسکی وجہ یہ ہو کہ گناہون کا مرتکب ہونا اس سبب سے ہوتا ہو کہ شہوات غالب ہوتے ہین
اور الفت و عادت کی کثرت سے دل مین جم جاتے ہین اور جن چیزون سے کہ آدمی عمر بھر الفت رکھتا ہو موت کے وقت اُن
سب کی یاد دل مین بھی آتی ہو مثلاً اگر اکثر میل طاعتون کی طرف ہوتا ہو تو نزع مین یاد طاعت الٰہی ہی اکثر ہوتی ہو اور اگر میل
گناہون کی طرف زیادہ ہوتا ہو تو انھین کا ذکر دل پر موت کی حالت مین غالب ہوتا ہو اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہو کہ جب کوئی شہوت
دنیا کی شہوتون مین سے یا کوئی گناہ دل پر غالب ہوتا ہو تو اُسی حال مین اُسکی روح نکلتی ہو اور دل اُسیکا مقید ہوکر خداے
تعالی سے محجوب ہوجاتا ہو پس جو شخص کہ ارتکاب گناہ کا کبھی کبھی کرتا ہو تو وہ اُس خطرے سے بری ہو اور جو کبھی نہین کرتا وہ یقیناً
اُس سے مامون ہو بلکہ جسپر کہ معاصی غالب ہین اور طاعات کی نسبت زیادہ ہین اور اُسکا دل بھی اُنسے زیادہ خوش ہو بہ نسبت
طاعات کے تو ایسے شخص کے حق مین یہ خطر بیشک بہت زیادہ ہو اور اسکو ایک مثال سے سمجھ لینا چاہیے وہ یہ ہو کہ ایک امر یہ بھی ہو
کہ آدمی خواب مین اُنھین باتون مین سے اکثر دیکھا کرتا ہو جنکو زندگی بھر کرتا رہتا ہو یہان تک کہ جو باتین جاگنے کی حالت مین اُسکو
ہوتی ہو اُسیکے مشابہ خواب مین دیکھتا ہو حتی کہ مراہق یعنی مرد قریب بلوغ جسکو احتلام ہوتا ہو وہ خواب مین صورت جماع کی نہ دیکھیگا
بشرطیکہ جاگنے مین اُسنے جماع نہ کیا ہو اور اگر مدت تک ایسا ہی رہے تو احتلام کے وقت کبھی صورت جماع نظر نہ آویگی اسیطرح اگر
کوئی شخص اپنی عمر فقہ سیکھنے مین صرف کرے تو ایسے حالات دیکھیگا جو متعلق علم اور علماء سے ہون اور اس قسم کے خواب تاجر سے زیادہ
اُسکو معلوم ہونگے جو اپنی عمر تجارت مین بسر کرتا ہو اور تاجر کہ احوال متعلق تجارت اور اُسکے لوازم کے طبیب اور فقیہ سے زیادہ دیکھیگا
کیونکہ نیند کی حالت مین دل پر وہی بات ظاہر ہوتی ہو جسکو دل کے ساتھ کثرت ممارست و الفت سے مناسبت ہو گئی ہو اور
موت بھی مثل نیند کے ہو مگر اُس سے بڑھکر ہوا اسکرات موت اور موت سے پہلے جو بیہوشی سی آجاتی ہو وہ نیند کے قریب ہی
قریب ہو جب یہ ٹھہرا تو لازم آیا کہ نیند کی طرح اسمین بھی یاد کرنا الفت کی چیزون کا ہو اور دل مین اُن چیزون کا آنا متحقق ہو
اسی وجہ سے کہ دل کو اُنکی ساتھ مدت تک الفت اور عادت رہی ہو یہی ترجیح اُسوقت یاد ہونے کے لیے کافی ہو اور معاصی اور
طاعات کے ساتھ مالوف ہونا بھی ایک ایسی وجہ ہو کہ جس سے اُنکی یاد کو مرنے کے وقت ترجیح ہو اور اسیوجہ سے نیکبختون کے
خواب اور بدکارون کے خواب مین مخالفت ہوتی ہو غرضکہ زیادہ مالوف ہونا بھی ایک سبب ہو جس سے کہ برائی کی صورت
دل مین منقش ہوتی ہو اور نفس کو اُسکی طرف رغبت ہوتی ہو اب اگر اتفاقاً اسی حال مین روح بدن سے پرواز کر جاے تو
خاتمہ اچھا نہوگا گو اصل ایمان باقی ہو جس سے کہ امید نجات و خلاص ہو اور جیسے کہ جاگنے کی حالت مین جو بات دل پر

گذرتی ہی اُسکا کوئی سبب خاص ہوتا ہی اسیطرح جتنی خوابین ہوتی ہین سب کے اللہ تعالی کے نزدیک اسباب ہوتے ہین کہ ہم بعض کو
پہچانتے ہین اور بعض کو نہین جانتے اور ہمکو معلوم ہی کہ خیالات دلی ایک چیز سے دوسری کی طرف جو اول کے مناسب ہو
منتقل ہوجاتے ہین خواہ دونون چیزون مین مشابہت کے باعث مناسبت ہو جیسے کسی خوبصورت کو دیکھکر دوسرا خوبصورت
یاد آوے یا دونون مین بوجہ ضد ہونے کے علاقہ ہو مثلاً خوبصورت کو دیکھکر کسی بدصورت کا دھیان ہوا اور دونون کی تفاوت
مین تامل کیا جاوے یا اُن دونون چیزون مین صرف ایک ساتھ ہونے کا علاقہ ہو جیسے کوئی گھوڑا نظر پڑے کہ اُسکو پہلے
بھی کسی آدمی کے پاس دیکھا ہو اور اب اُسکو دیکھکر اُس آدمی کا خیال آوے۔ اور کبھی خیال ایک چیز سے دوسری چیز کی
طرف جاتا ہی مگر مناسبت کی وجہ دونون مین کچھ نہین معلوم ہوتی اور یہ اسطرح ہوتا ہی کہ پہلے ایک چیز سے دوسری کا خیال ہو
اور دوسری سے تیسری کا پھر دوسری چیز کو بھول گیا اور اول اور تیسری چیز مین کچھ نسبت نہین ہی مگر اول مین اور دوسری مین
تھی اور دوسری اور تیسری مین تھی جب دوسری ذہن مین نرہی تو اول اور تیسری مین کچھ نسبت معلوم نہین ہوتی اسیطرح خواب
مین بھی خیالات دلی کے انتقال کے لیے کچھ اسی قسم کے اسباب ہوتے ہین اور سکرات موت کے وقت بھی ویسا ہی سمجھنا چاہیے
کہ جو چیز دماغ مین چڑھی ہوتی ہی اُسیکا خیال اُسوقت رہتا ہی مثلاً سلائی والا ایسے وقت سر کیطرف ہاتھ کو دوڑاتا ہی گویا سوئی
لینا چاہتا ہی پھر اپنے اوپر کی چادر پر بالشت رکھتا ہی گویا بیونتنے کے لیے ناپتا ہی ایسے ہی اور کام والون کے خیالات کو
قیاس کرنا چاہیے پس جس شخص کو منظور ہو کہ خیال گناہون اور شہوات کیطرف نہ جاوے اُسکا طریق بجز اسکے نہین کہ
تمام عمر نفس کو شہوات سے علیحدہ رکھنے مین مجاہدہ کرے اور دل سے شہوات کی بیخ کنی مین جہد بلیغ کو کام مین لاوے
اسلیے کہ اتنی ہی بات اختیار مین ہی اگر ہمیشہ خیر پر مواظبت رہیگی اور فکر شر سے پاک و صاف ہوگا تو سکرات موت کی حالت
کے لیے یہ ایک ذخیرہ اور سامان ہوجاویگا کیونکہ آدمی اُسی حالت پر مرتا ہی جس حالت پر کہ جیتا ہی اور جس حالت پر مرتا ہی
اسی حالت پر قیامت کو اُٹھیگا۔ کسی بقال کی نقل ہی کہ اُسکو مرنے کیوقت کلمہ شہادت لوگ سکھلانے لگے تو وہ چار پانچ چھ
کہنے لگا اسلیے کہ موت سے پہلے بہت دنون حساب مین مصروف تھا۔ اور بعض عارفین کا قول ہی کہ عرش ایک جوہر ہی کہ نور سے
چمکتا ہی جو بندہ کسی حال پر ہوتا ہی اُسکی صورت اسی حال پر عرش مین نقش ہوجاتی ہی پس جب سکرات موت مین ہوتا ہی تو اُسکو
وہی صورت عرش سے سوجھتی ہی تو کہین ایسا بھی ہوتا ہی کہ اپنے آپکو گناہ کی صورت پر دیکھتا ہی اور اسیطرح قیامت کو بھی اُسکو
اپنی صورت سوجھیگی اور اپنے سارے احوال دیکھیگا تو اُسوقت جسقدر حیا اور خوف اُسکو ہوگا اُسکا بیان نہین ہوسکتا اور یہ
قول ان صاحب کا درست ہی اور خواب صحیح کا سبب بھی اسیکے قریب ہی یعنی سونے والا معلوم کرلیتا ہی لوح محفوظ کے مطالعہ سے
کہ آیندہ کو کیا ہوگا اور خواب صحیح کا معلوم ہونا بھی ایک جزو ہی اجزاے نبوت سے ہر کسیکو میسر نہین ہوا کرتا۔ بہرحال معلوم ہوا
کہ سوء خاتمہ کا مآل راجع ہی قلب کے احوال اور جولان خواطر کیطرف اور ان دلون کا بدلنے والا خداے تعالی ہی اور اتفاقات
جو مقتضی بری خواطر کے ہین وہ بالکلیہ داخل بندے کے اختیار مین نہین گو بہت دنون کی عادت سے انہین کچھ تاثیر ہوتی ہی
بہمین لحاظ عارفین کو سوء خاتمہ سے بڑا خوف رہتا ہی کہ خاتمہ کا اچھا ہونا اختیاری نہین کیونکہ اگر کوئی شخص چاہے کہ خواب مین
بجز احوال صالحین اور صادقین کے یعنی انکی طاعات و عبادات کے اور کچھ نہ دیکھون تو یہ امر اُسپر دشوار رہیگا اگرچہ وہ کثرت نیکی
اور اُسپر مواظبت کرنے کو اس باب مین تاثیر ہی مگر خیال کا بھٹکنا اپنے قابو مین نہین اگرچہ اکثر یہی ہوتا ہی کہ جو چیز خواب مین نظر آتی ہی
وہ اُسکے مشابہ اور مناسب ہوتی ہی جو جاگتے مین آدمی پر غالب رہتی ہی یہانتک کہ مین نے اپنے استاد ابو علی فارمدی رحمتہ

سنا ہی کہ مجھسے یہ بیان فرماتے تھے کہ مرید پر واجب ہی کہ اپنے مرشد کا اچھی طرح ادب کرے اور جو کچھ مرشد کہے اسکا انکار گو جیسا ہو
نہ زبان پر ہووے نہ دل مین ہو اسی ذکر مین انھون نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایکبار مین نے اپنے مرشد ابو القاسم گرکانی رحمہ سے ایک خواب
بیان کیا اور عرض کیا کہ مین نے یہ دیکھا کہ آپ نے مجھسے فلان بات کہی اور مین نے خواب ہی مین کہا کہ یون کیون ہی انھون نے مجھکو
مہینا بھر چھوڑ دیا اور کچھ کلام نہ کیا اور فرمایا کہ اگر تیرے دل مین میرے قول کا انکار اور اعتراض نہوتا تو خواب مین ہرگز تیری زبان پر
یہ کلمہ جاری نہوتا اور واقع مین انکا قول درست ہی اسواسطے کہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہو کہ حالت بیداری مین جو چیز آدمی کے دل پر
غالب ہو خواب مین اُسکے خلاف دیکھے۔ اب اسرار فاتحہ کا اس سے زیادہ ہم نہین لکھ سکتے علم معاملہ مین اسیقدر مناسب ہی اسکے سوا
علم مکاشفہ مین داخل ہی۔ اور اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ سوء خاتمہ سے آدمی کو اس طرح ہوسکتا ہی کہ جتنی چیزین ہین انکا علم
جیسی وہ واقع مین ہین بدون جہالت کے آجاوے اور تمام عمر خدا کی طاعت مین بدون معصیت کے گذرے پس اگر یہ جان لیوے تو اسکو
یقین ہو کہ یہ دونون باتین محال یا دشوار ہین تو چاہیے وہ خوف غالب ہونا چاہیے جو عارفین پر غالب تھا تاکہ اُسکے باعث ہر دم
چشم گریان اور دل بریان رہے اور ہمیشہ حزن و قلق و فکر خاطر رہے چنانچہ کچھ احوال انبیا اور اولیا اور سلف صلحا کے خوف کا
آگے لکھا جاویگا شعر اے خشک چشمے کہ آن گریان اوست ٭ دی ہمایون دل کہ آن بریان اوست ٭ اس گریہ و قلق دائمی سے
توقع ہی کہ تمھارے دلون مین خوف کی آگ مشتعل ہو۔ اور اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال تمام عمر کے ضائع ہین اگر وقت
جان کندنی اور دم واپسین مین جبکہ جان نکلتی ہی آدمی سلامت نرہے اور یہ بھی ظاہر ہی کہ آدمی کی سلامتی باوجود ان وسوسون کے
موجون کے نہایت دشوار ہی چنانچہ مطرف بن عبد اللہ رحمہ کہا کرتے تھے کہ مین اس بات سے نہین تعجب کرتا ہون کہ ہلاک ہونے والا
کیسے ہلاک ہوا بلکہ مجھکو یہ تعجب ہوتا ہی کہ نجات پانے والا کیسے نجات پا گیا۔ اور حامد لفاف رحمہ کہتے ہین کہ جب بندہ مومن کی روح
لیکر فرشتے چڑھتے ہین اور خیر اور اسلام پر اوسکا خاتمہ ہوتا ہی تو فرشتے تعجب کی راہ سے کہتے ہین کہ یہ شخص دنیا سے کیسے بچا جسمین
ہم مین سے بہتر بگڑ گئے۔ اور ایک روز حضرت سفیان ثوری رحمہ روتے تھے اُنسے لوگون نے پوچھا کہ آپ کس چیز پر روتے ہین
آپ نے فرمایا کہ کچھ دنون ہم گناہ پر روتے تھے اب اسلام پر روتے ہین یعنی اندیشہ ہی کہ ساتھ دیگا یا نہین حاصل یہ کہ جسکی کشتی گرداب
مین پڑگئی ہو اور طوفان کے باعث موجون کا بھی کچھ ٹھیکا نہو اس شخص کے حق مین بچنا بہ نسبت تباہ ہونے کے بعید معلوم ہوتا ہی
اور مومن کا دل کشتی کی نسبت زیادہ مضطرب ہی اور وسوسون کی موجین سمندر کی موجون سے زیادہ صدمہ پہونچاتی ہین اور ڈرنے کی
چیز صرف یہی ہی کہ مرتے وقت اندیشۂ بد دل مین نہ گذرے اور یہ وہی ہی جسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ
آدمی جنت والون کے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہی یہان تک کہ اُسمین اور جنت مین صرف اتنا وقت رہجاتا ہی جتنا دودھ
نکالنے کی دو دو دھارون مین مگر اُسکا خاتمہ اُس حال پر ہوتا ہی جو پہلے لکھا گیا ہی انتہی۔ اور دو دھارون کے بیچ کا وقت اتنا نہین کہ اُسمین
کوئی عمل موجب شقاوت ہو سکے بلکہ اُسوقت وساوس اور خواطر ہی ہو سکتے ہین کہ بجلی کیطرح گذر جاتے ہین۔ حضرت سہیل تستری
فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین یہ دیکھا کہ گویا جنت مین گیا ہون اور تین سو پیغمبرون سے ملاقات ہوئی اُن سب سے مین نے پوچھا
کہ دنیا مین آپ سب سے زیادہ کونسی چیز سے ڈرتے تھے سبھون نے فرمایا کہ سوء خاتمہ سے اور اسی خوف عظیم کے باعث شہادت عمدہ
اور غبطہ کی چیز ہی اور مرگ ناگہانی مکروہ اسلیے کہ ناگہانی موت کبھی ایسے وقت ہو جاتی ہی کہ اندیشہ بد دل پر غالب ہو اور دل ایسے
اندیشون سے خالی نہین رہتا مگر یہ کہ ہٹا جائے گو خواہ نور معرفت سے آلکو ٹال دیوے اور شہادت کا حال یہ ہی کہ اُسکے معنی یہی ہین کہ
قبض روح ایسے حال مین ہو کہ دل مین سوا محبت الٰہی کے کچھ نرہا ہو دنیا کی محبت اور گھر والون اور مال و اولاد اور تمام شہوات کی

محبت دل مین سے نکل گئی ہو کیونکہ صف قتال مین لقمہ نہنگ اجل ہونے کو وہی جاتا ہی جو اللہ کی محبت رکھتا ہوا ور اسکی رضا کا طالب
اور دنیا کو آخرت کے بدلے مین بیچنا منظور رکھتا ہوا ور جو معاملہ کہ خدا ے تعالی نے اس سے بیع و شرا کا کیا اسپر راضی ہو جسکا
ذکر اس آیت مین ہی ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ اور ظاہر ہی کہ جو شخص کسی چیز کو بیچتا ہی اس سے اپنا دل
اُٹھا لیتا ہوا ور اسکے عوض کی چیز کی محبت دل مین سماتی ہی اور ہر چند ایسی حالت دل پر کبھی کبھی ویسے بھی آجاتی ہی مگر اسمین جان نکلنا
اختیاری نہین اور صف قتال مین اسی حال پر جان جانا اغلب ہی اسیوجہ سے شہادت محبوب ہی لیکن یہ ایسے شخص کا حال ہی
جو غلبہ اور غنیمت اور شہرت شجاعت کا خواہان نہو ورنہ جسکا ارادہ ان باتون مین سے کوئی ہوگا وہ اگرچہ میدان جنگ ہی مین
مارا جاوے اُسکو رتبہ شہادت ملنا بعید ہی چنانچہ احادیث سے ایسا ہی پایا جاتا ہی۔ اور جب برادر تجھکو سوء خاتمہ کی حقیقت اور
جو چیز اسمین خوفناک ہی معلوم ہو چکی تو اُسکی تیاری کے لیے مشغول ہوا ور ذکر الٰہی کی مداومت کر اور اپنے دل سے محبت دنیا
نکال دے اور اپنے اعضا کو گناہ کے ارتکاب سے اور دل کو اسکی فکر سے محفوظ رکھ اور معاصی کے دیکھنے اور گنہگارون کی ملاقات
سے حتی الوسع احتراز کر کہ یہ تدبیر بھی تیرے دل پر موثر ہوگی اور تیری فکر و خطرات کو خدا کی طرف پھیر یگی اور ایسا نکر نا کہ کہین ساب مین
لیت و لعل کرے اور یون کہے کہ جب خاتمہ آ پہنچیگا تو اُسکی تیاری کر لونگا کیونکہ ہر ایک تیرے نفسون مین سے تیرا خاتمہ ہی یعنی
ہو سکتا ہی کہ اسمین تیری جان نکل جاوے اسلیے ضرور ہوا کہ ہر لحظہ دل کی نگرانی کرے اور کسی دم اُسکو بیکار نچھوڑے شاید وہی دم
آخرین ہوا ور روح پرواز کر جاوے یہ حال تو جاگنے کا ہوا ور سونے کے وقت یہ چاہیے کہ ظاہر و باطن کی طہارت پر سووے
اور نیند کا غلبہ جبھی ہو جب دل پر غلبہ ذکر الٰہی کا ہو چکے ہماری غرض ذکر لسانی سے نہین کیونکہ صرف زبان کی حرکت بہت
کم تاثیر کرتی ہی اور اس بات کو قطعًا جان لے کہ نیند کے وقت دل پر وہی بات غالب ہوتی ہی جو نیند سے پہلے اسپر غالب تھی
اور خواب مین بھی وہی غالب رہیگی جو جاگنے مین غالب تھی اور خواب سے اُٹھنے مین بھی وہی غالب ہوگی جو سوتے مین غالب ہی اور یاد رہے کہ موت اور
سونا ایک دوسرے کے مشابہ ہین اور جاگنا اور قیامت کو اُٹھنا بھی ایک دوسرے کے مانند ہین تو جیسے آدمی نہین سوتا ہی مگر اُن خیالات پر جو بیداری
مین اسپر غالب رہتے ہین اور نہین جاگتا مگر انھین باتون پر جو خواب مین غالب رہتے ہین اسیطرح نہین مرتا مگر اُسی حال پر جو
زندگی مین غالب رہا اور نہین اُٹھیگا مگر اُسی پر جسپر مرا مصرعہ چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد ؂ اور موت اور اسکے بعد
اُٹھنے کو اپنی دو حالتین جاننی چاہیین جیسے کہ خواب و بیداری دو حالتین ہین اور اس بات کو تہ دل سے سچ جاننا اور اُسپر
ایمان لانا چاہیے اگر تجھکو عین الیقین اور نور بصیرت سے اسکا مشاہدہ نہو سکے اور اپنی سانس اور لحظون کی حفاظت کرنی چاہیے
اور خبردار خدا سے ایک پل بھی غافل نہونا کیونکہ باوجود ان سب باتون گذشتہ کے کرنے کے پھر بھی بڑے خوف کی جگہ ہی جب
تک یہ گات کیا حال ہوگا شعر چونکہ بر کرہ ہی بترس ایمن مباش ؂ زانکہ تخم ست و برویاند خدا ش ؂ سچ ہی کہ آدمی سب ہلاک ہین مگر
عالم اور عالم بھی سب ہلاک ہین مگر عامل اور عامل سب ہلاک ہین مگر اخلاص والے اور اخلاص والے بڑے خوف پر ہین۔
اب جاننا چاہیے کہ یہ بات تجھکو میسر نہوگی بجز اس صورت کے کہ دنیا سے بقدر ضرورت پر قانع ہوا ور دنیا کی ضرورت تین چیزین ہین
کھانا اور پوشاک اور مکان اور باقی سب فضول ہی اور کھانے مین سے اُسقدر ضروری ہی کہ جس سے تو زندہ رہے اور جان بچی رہے
تو تجھکو چاہیے کہ غذا ایسی طرح کھاوے جیسے کوئی مجبوری اور نفرت کی صورت مین کھاتا ہی اور کھانے کی خواہش پاخانہ پھرنے کی
خواہش سے زیادہ نہو کیونکہ کھانے کا پیٹ مین ڈالنا اور اسکو پیٹ مین سے نکالنا دونون یکسان ہین اور دونون ضروری داخل
سرشت انسانی ہین تو جیسے پاخانہ پھرنے مین ایسی ہمت نہین کرتا جس سے تیرا دل بھی مصروف ہو جاوے اسیطرح کھانا کھانے مین

اشترا ت اللہ نے خرید لی مسلمانون سے انکی جان اور مال اس قیمت پر

بھی مشغول دل نہین چاہیے اور جان لینا چاہیئے کہ اگر آدمی کی ہمت اُسی چیز مین لگی ہے جو اُسکے پیٹ کو بھرے تو اُسکی قیمت وہ ہوگی جو پیٹ سے نکلے یعنی اُسمین اور نجاست مین کچھ فرق نہین اور جب کھانے سے غرض بجز قوت عبادت الٰہی اور کچھ نہو اور کھانے اور پاخانہ پھرنے کو داخل ضرورت یکسان جانے تو اُسکی پہچان تین باتون مین معلوم ہوتی ہی اول وقت غذا دوم مقدار غذا سوم جنس غذا وقت مین تو یہ پہچان کہ رات دن ایکبار پر کفایت کرے اور روزے پر مواظبت کرے اور مقدار کی علامت یہ ہو کہ تہائی پیٹ سے زیادہ نہ کھاوے اور جنس کی صورت یہ ہو کہ پابند لذیذ کھانون کا نرہے بلکہ جو میسر ہوا اسپر قانع ہو سب بھائی جان اگر تو ان تینون باتون پر قادر ہوجاویگا اور شہوات ولذتون کی فکر تجھسے دور ہوجاویگی تو بعد اسکے تو شبہات کے ترک پر قادر ہوگا اور ہو سکیگا کہ بجز حلال اور کچھ نہ کھاوے کیونکہ حلال اول تو کم ملتا ہی دوسرے جمیع شہوات کو وافی نہین ہوتا اسواسطے اُسکے اوپر قانع ہونا ذرا دقت رکھتا ہی مگر بقدر ضرورت کھانا اختیار کرنے سے حاصل ہوسکتا ہی اور لباس مین یہ چاہیے کہ غرض اُس سے دور کرنا گرمی اور سردی کا ہو اور ستر عورت منظور ہو تکلف منظور نہو مثلاً اگر ایک دمڑی کی ٹوپی سے سر کا جاڑا موقوف ہوجاوے تو اُسکے سوا اور کی تلاش کرنی فضول اور تضیع اوقات ہی جسمین ہمیشہ کا شغل اور مصیبت کہین کمائی کے کہین حرص کے مال حرام او شبہہ سے قائم ہی اسی قیاس پر سردی اور گرمی تمام بدن کو لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر کسی پوشاک سے باوجود کم حیثیت ہونے کے مقصود لباس حاصل ہو کہ مقدار ستر عورت کے بھی ہو اور حرارت وبرودت کو بھی جسم مین اثر نہ کرنے دے تو تیرا اسپر بس نہ کرنا خیال خام ہی بلکہ اس صورت مین تو ایسے لوگون مین سے ہی جنکے شکم بجز خاک کے اور کوئی چیز نہ بھریگی یہی حال مکان کا ہی کہ اگر اُسکے مقصود پر لحاظ کیجیے تو صرف آسمان کی چھت اور زمین رہنے کو کافی ہی اگر گرمی یا سردی غالب ہو تو مسجدون مین جا پڑنا چاہیے ورنہ اگر اپنا مکان خاص چاہو تو بہت دشوار ہوگا اور اکثر عمر اُسی مین لگ جاویگی اور وہی تیرا سرمایہ ہی پھر اگر تیرے سامان مکان بہم پہونچ گیا اور دیوار سے تونے سوا آڑ ہونے کے تجھ مین اور لوگون مین کوئی اور غرض سوچی یا چھت سے تونے سوا دور کرنے مینہ کے اور کوئی مطلب سمجھا اور اس خیال سے دیوارون کو اونچا کرنا شروع کیا اور چھتون کو مزین کرنے لگا تو پھر ایسے گڑھے مین گریگا کہ اسمین سے نکلنا دشوار ہو اور یہی حال تمام اپنے ضروری مطلبون کا جاننا چاہیے کہ اگر انپر کوتاہی کریگا تو خداے تعالیٰ کیواسطے فارغ ہوجاویگا اور اپنے خاتمے کی تیاری اور آخرت کی زاد کے لیے مستعد رہیگا اور اگر بالفرض حد ضرورت سے بڑھیگا اور آرزوؤن مین مبتلا ہوگا تو سب قصد پراگندہ ہوجاوینگے اور خداے تعالیٰ پروا نکریگا کہ کون سے جنگل مین تجھکو ہلاک کردے اے عزیز اس نصیحت کو قبول کر کہ نصیحت کرنے والا تیری نسبت کر زیادہ تر محتاج نصیحت کا ہی اور جاننا چاہیے کہ جتنا وقت تدبیر اور زاد راہ لینے کا اور احتیاط کا ہی وہ یہی چھوٹی سی زندگی ہی پس اگر اسکو ایک کے روز غفلت مین ٹالتا ہوگا تو کیا تعجب ہی کہ ایسے وقت مین موت تیری آوے جسمین تیرا دل مرنے کے لیے نہ چاہتا ہو پھر تو حسرت اور ندامت کبھی نجاویگی اب اگر جو بات تجھسے کہی گئی ہی اگر خوف کی کمی کے باعث تجھسے اسکی پیروی نہوسکے اور جسقدر ہمنے خاتمے کا حال لکھا ہی وہ تیرے ڈرانے کے لیے کافی نہو تو ہم کسیقدر احوال خائفین کا لکھتے ہین جس سے ہمکو توقع ہی کہ کچھ سختی تیرے دل کی موقوف ہوجاوے کیونکہ یہ تو تجھے بھی خوب معلوم ہی کہ انبیا اور اولیا اور علما کی عقل اور اُنکے عمل اور رتبے خداے تعالیٰ کے یہان تیری عقل اور رتبے سے بڑھکر تھے تو یہ سوچنا چاہیے کہ انپر خوف کیون زیادہ تھا اور اُسکے غم وگریہ کی کیا وجہ تھی کہ انمین سے بعض چیخین مارتے تھے اور بعض مدہوش ہوجاتے تھے بعضے غش کھاکر گرتے تھے بعض مردہ ہوکر زمین پر جا پڑتے تھے اور اگر اُنکے احوال سے بھی تیرے دل مین خوف نہ پیدا ہو تو بھی کچھ تعجب نہین اسلیے کہ غفلت والون کے دل پتھر جیسے یا اُس سے بھی سخت ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی

فهی کالحجارة او اشد قسوة وان من الحجارة لما یتفجر منه الانهار وان منها لما یشقق فیخرج منه الماء وان منها لما یهبط من خشیة الله وما الله بغافل عما تعملون

آٹھوان بیان انبیا اور فرشتون علیہم السلام کے حالات خوف خدا مین حضرت عایشہ رضہ روایت کرتی ہین کہ جب ہوا بدلتی تھی اور آندھی چلتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا تھا اور کھڑے ہو کر حجرے مین پھرنے لگتے تھے اور باہر اندر جاتے تھے یہ سب باتین خدائے تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ہوتی تھین اور ایکبار آپ ایک آیت سورہ حاقہ کی پڑھکر بیہوش ہو گئے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وخر موسیٰ صعقا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صورت جبرئیل علیہ السلام کی زمین بطحا مین دیکھی اور بیہوش ہو گئے اور روایت ہے کہ آپ جب نماز مین ہوتے تھے تو آپ کے سینے کا جوش ہنڈیا کے جوش کی طرح سنائی دیتا تھا اور آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل کبھی نہین آئے مگر اس صورت سے کہ خوف خدائے جبار سے کانپتے تھے اور روایت ہے کہ جب ابلیس مردود ہوا تو حضرت جبرئیل و میکائیل علیہم السلام نے رونا شروع کیا انکو وحی آئی ہوئی کہ تم اتنا کیون روتے ہو انھون نے عرض کیا کہ الٰہی ہم تیرے داؤ سے بےخوف نہین حکم ہوا کہ تم ایسے ہی رہو میرے مکر سے بےخوف نہ رہو اور محمد بن منکدر رح روایت کرتے ہین کہ جب دوزخ پیدا ہوئی تو فرشتون کے دل اپنی جگہون سے ہٹ گئے مگر جب بنی آدم پیدا ہوئے تو پھر دل اپنی جگہ آ گئے اور حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ مین میکائیل علیہ السلام کو ہنستے نہین دیکھتا انھون نے کہا کہ جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے وہ کبھی نہین ہنستے اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہین کہ جب سے آگ پیدا ہوئی ہے وہ نہین ہنستے اس خوف سے کہ کہین خدائے تعالیٰ ہم پر غصہ ہو کر اسی سے ہمکو عذاب نہ دیوے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ فرماتے ہین کہ ایکبار مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب باہر نکلا یہان تک کہ آپ کسی باغ مین انصار کے تشریف لائے اور خرما اٹھا کر کھانا شروع کیا اور مجھکو فرمایا کہ تم کیون نہین کھاتے مین نے عرض کیا کہ مجھکو اسکی بھوک نہین آپ نے فرمایا کہ مجھکو اسکی اشتہا ہے اور یہ چوتھا روز ہے کہ مین نے کھانا نہین چکھا اور نہ مجھکو ملی اور اگر مین اپنے پروردگار سے مانگتا تو وہ مجھکو روم اور فارس کی سلطنت عنایت فرما دیتا اے ابن عمر تمھارا کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگون مین رہو گے جو اپنی خوراک برس دن کی ذخیرہ کر کر رکھینگے اور اُنکے دل مین یقین کم زور ہوگا حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ ہم وہان سے نہ ٹلے تھے کہ اتنے مین یہ آیت اُتری وکاین من دابة لا تحمل رزقها الله یرزقها وایاکم وهو السمیع العلیم آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو مال کے دبانے اور شہوات کے اتباع کا حکم نہین دیا جو شخص دینار اسلیے دابتا ہے کہ اس سے اسکی غرض حیات ناپایدار ہو تو زندگی اللہ کے قبضے مین ہے خبردار ہو کہ مین نہ دینار جمع کرتا ہون نہ درہم نہ کل کے لیے رزق کا ذخیرہ کرتا ہون۔ اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز مین کھڑے ہوتے تھے تو اُنکے دل کا جوش خدا کے خوف سے ایک کوس کے فاصلے سے سنائی دیتا تھا اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس روز سجدے مین رویا کیے اور اپنا سر نہ اُٹھاتے تھے یہان تک کہ اُنکے آنسوؤن سے سبزہ جم آیا اور سر اُسمین اُنکا چھپ گیا آواز آئی کہ اے داؤد اگر تو بھوکا ہے تو کھانا ملے اور پیاسا ہے تو پانی پلایا جاوے اور ننگا ہے تو کپڑا دیا جاوے آپ نے ایسی چیخ ماری کہ آپ کے خوف کی حرارت سے لکڑی جل گئی پھر اللہ تعالیٰ نے اُنپر توبہ اور مغفرت اُتاری عرض کیا کہ الٰہی میرا گناہ میرے ہاتھ مین کر دے فوراً اُنکا گناہ اُنکی ہتھیلی مین لکھ گیا تو جب کھاتے یا پیتے یا اور کسی مطلب کیواسطے ہاتھ بڑھاتے تھے اُس خطا کو دیکھکر روتے تھے راوی کہتے ہین کہ پانی کا پیالہ جو اُنکے سامنے آتا تھا تو تہائی خالی ہوتا تھا جب اپنی خطا آپ دیکھتے تو ہونٹون ملانے تک آنسوؤن سے لبریز ہو جاتا۔ اور یہ بھی آپ کے احوال مین مروی ہے کہ کبھی اپنا سر شرم کے مارے آسمان کیطرف نہین اُٹھایا

یہان تک کہ وفات پائی اور دعا مین یون عرض کیا کرتے کہ الٰہی اگر مین اپنی خطا یاد کرتا ہون تو زمین باوجود وسعت کے مجھپر تنگ ہوتی ہی اور جب تیری رحمت کو یاد کرتا ہون تو جان مین جان آتی ہی تو پاک ہی بار خدایا مین تیرے بندون مین سے جو طبیب مین اُنکے پاس گیا کہ میری خطا کا علاج کرین وہ سب کے سب تجھے ہی بتلاتے ہین تو خرابی ہی اُسکی جو تیری رحمت سے آس توڑے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ مجھے یہ روایت پہونچی ہی کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا گناہ یاد کیا اُسیوقت چیختے اپنا ہاتھ سر پر رکھے اُٹھے یہان تک کہ پہاڑون مین چلے گئے آپ کے پاس درندے اکٹھے ہوے آپ نے فرمایا کہ تم چلے جاؤ مجھے تم سے کچھ مطلب نہین مجھکو وہی چاہیے جو اپنی خطا پر روے تو میرے سامنے روتا ہی آوے اور جو خطاوار نہین اُسکا داؤد خطاوار کے پاس کیا کام ہی اور جب کوئی آپکو کثرت گریہ سے منع کرتا تو فرماتے کہ مجھکو رونے دو پہلے اس سے کہ رونے کا دن ہاتھ سے جاتا رہے اور ہڈیان جل جاوین اور آنتین بھڑک اُٹھین اور پیشتر اس سے کہ مین حوالے ایسے فرشتون کے ہون جنکی شان یہ ہی ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون اور عبد العزیز بن عمیر رح فرماتے ہین کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا ہوئی تو آپ کی آواز پڑ گئی آپنے عرض کیا کہ الٰہی صدیقین کی آواز صاف ہی اور میرا گلا پڑ گیا اور روایت ہی کہ جب آپ بہت روئے اور کچھ فائدہ نہوا تو آپ کا دل تھک گیا اور بہت رنج ہوا جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تو میرے رونے پر رحم نہین کرتا حکم ہوا کہ اے داؤد اپنا گناہ بھول گیا رونا یاد ہی عرض کیا اے اللہ اے میرے آقا اپنے گناہ کو کیسے بھولونگا میرا تو یہ حال تھا کہ جب زبور پڑھتا تھا تو پانی اور ہوا چلنے سے رہجاتے تھے اور پرندے میرے سر پر سایہ کرتے تھے وحشی میری محراب مین مانوس ہوتے تھے اے اللہ اب یہ کونسی وحشت ہی جو مجھ مین اور تجھ مین ہی حکم ہوا کہ اے داؤد وہ انس طاعت تھا اور یہ وحشت گناہ کی ہی اے داؤد آدم ایک میری مخلوق ہی جسکو مین نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح اُسمین پھونکی اور اپنے فرشتون سے اسکو سجدہ کرایا اور اپنے اکرام کا خلعت اُسکو پہنایا اور تاج وقار کا اُسکے سر پر رکھا اور جب مجھسے شکایت تنہائی کی کی تو اُسکا جوڑا اپنی لونڈی حوا کو بنایا اور اپنی جنت مین اُسکو رہنے دیا مگر جب اُسنے نافرمانی کی اُسکو اپنے پاس سے ننگا اور ذلیل نکال دیا اے داؤد میرا قول سن اور مین سچ ہی کہتا ہون کہ تو نے ہماری اطاعت کی تو ہمنے تیرا کہنا کیا اور جو مانگا سو دیا اور نافرمانی کی تو ہمنے چھوڑ دیا اور باوجود اسکے اگر تو ہماری طرف رجوع کریگا ہم تجھکو قبول کرینگے اور یحییٰ بن کثیر رح فرماتے ہین کہ مجھکو یہ روایت پہونچی ہی کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب نوحہ کرنا چاہتے تھے تو سات روز پیشتر نہ کچھ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ عورتون کے پاس جاتے تھے جب ایک روز رہتا تھا تو اُنکے لیے ایک منبر جنگل مین نکالا جاتا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم کرتے تھے کہ شہرون اور حوالی شہرون مین جنگلون اور پہاڑون اور ٹیلون اور تنہائیون اور کنیسون سے پکار پھرین کہ لوگو جسکو حضرت داؤد کا نوحہ اپنے نفس پر سُننا منظور ہو وہ آوے تو جنگلون اور ٹیلون سے وحشی اور نیستانون سے درندے اور پہاڑون سے جانور اور گھونسلون سے پرند اور باکرہ عورتین اپنے پردون سے آتے تھے اور لوگ وہان جمع ہوتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام آکر منبر پر چڑھتے تھے اور آپ کے گرد بنی اسرائیل ہوتے تھے اور ہر ایک قسم علیحدہ آپ کے گرد ہوتی تھی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے سر پر کھڑے ہوتے تھے اول آپ خدا کی ثنا شروع کرتے تھے اور لوگ رونے مین چیخین اور دھاڑین مارنے لگتے تھے پھر آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو زمین کے اندر کے رہنے والے جانور اور کچھ وحشی اور درندے آدمی مر جاتے تھے پھر قیامت کی دہشتون اور اپنے اوپر نوحہ کا بیان فرماتے تھے تو ہر قسم کے جاندارون مین سے پرے کے پرے اُلٹ جاتے تھے جب حضرت سلیمان علیہ السلام مُردون کی کثرت دیکھتے تھے تو والد بزرگوار کی خدمت مین عرض کرتے تھے کہ آپ نے سُننے والون کے ٹکڑے بکھیر دیے۔ اور بنی اسرائیل مین سے بہت سے گروہ مر گئے اور وحوش و حشرات

ت فرشتے تند خو زبردست نہین بیحکمی کرتے جو بات انکو فرمائی اور وہی کرتے ہین جو حکم ہوا ۱۲

زمین سے بہت سے فنا ہوئے تب آپ دعا مانگنی شروع کرتے وہ دعا ہی مین ہوتے تھے کہ کوئی بنی اسرائیل کا عابد انکو پکارتا تھا
کہ اے داؤد جزا کے مانگنے مین آپ نے جلدی فرمائی یہ سنکر آپ بیہوش ہوکر پڑتے تھے جب حضرت سلیمان آپ کا یہ حال
دیکھتے تھے تو ایک چارپائی لاتے اور انکو اسپر اٹھاتے پھر ایک پکارنے والے کو فرماتے کہ یون پکار دے کہ اگر کسیکا دوست
یا آشنا یا قریب داؤد کے ساتھ مین تھا تو وہ چارپائی لیکر اسے اٹھا لاوے کیونکہ جو لوگ انکے ساتھ تھے انکو جنت اور دوزخ کے
بیان نے مار ڈالا تو عورت چارپائی لاتی اور اپنے رشتہ دار کو اسپر اٹھاتی اور کہتی کہ اے وہ شخص جسکو ذکر دوزخ نے مار ڈالا اے وہ
شخص جسکو خوف خدا نے فنا کیا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کو جب افاقہ ہوتا تو کھڑے ہوتے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوئے اپنے
عبادت خانے مین جاکر دروازہ بند کر لیتے اور کہتے کہ اے داؤد کے مالک کیا تو داؤد سے ناراض ہے اور اسی طرح مناجات مین
رہتے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام دروازے پر آکر اندر آنے کا اذن چاہتے اور ایک ٹکیا جو کی لیکر اندر جاتے اور عرض کرتے
کہ بابا جان اسکو کھا کر جو بات چاہتے ہو اسکی قوت پیدا کر لو آپ اسمین سے کسیقدر کھاتے پھر بنی اسرائیل مین نکل آتے تھے۔ اور یزید رقاشی
راوی ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز چالیس ہزار آدمیون سے نکلے کہ انکو وعظ سناتے تھے اور ڈراتے تھے انمین سے
تیس ہزار مر گئے اور دس ہزار کے ساتھ آپ واپس آئے اور آپ کی دو لونڈیان تھین کہ انکو یہ کام سپرد تھا کہ جب آپ پر خوف آتا
اور تڑپتے تو وہ دونون سینے اور پانون پر بیٹھ جاتین کہ کہین جوڑ علیحدہ ہوکر بکھر نہ جاوین۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین
کہ حضرت یحیی بن زکریا علیہم السلام بیت المقدس کے اندر آٹھ برس کی عمر مین گئے عابدون کو دیکھا کہ بال اور اونکے کپڑے پہنے ہوئے اور
انمین سے جو نہایت کوشش کرنے والے ہین انکو دیکھا کہ اپنے گلے کی ہڈیون کو چھیدکر انمین زنجیرین ڈال رکھی ہین اور اپنے
آپ کو بیت المقدس کے کونے مین باندھ رکھا ہے انکو دیکھکر آپ کو ہول ہوئی اور اپنے ماں باپ کیطرف رجوع کیا کچھ لڑکون پر
آپ کا گذر ہوا کہ وہ کھیل رہے تھے انھون نے آپ کی خدمت مین بھی درخواست کیا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو آپ نے فرمایا کہ مین کھیلنے کو
نہین پیدا ہوا کہ کھیلون گھر پر آکر ماں باپ سے عرض کیا کہ ایک بالون کا ٹاٹ بنا دو انھون نے بنا دیا آپ بیت المقدس کو چلے آئے
دن کو اسکی خدمت کرتے اور رات کو وہان ہی کاٹ کر صبح کر دیتے یہان تک کہ پندرہ برس گذرے تب آپ بیت المقدس سے
نکلکر پہاڑون اور گھاٹیون کے غارون مین جا رہے آپ کے ماں باپ ڈھونڈھنے نکلے انکو بحیرہ اردن پر پایا کہ پانی مین پانون تر کرکے
ہین اور پیاس کی شدت سے گویا جان نکلی جاتی ہے اور یہ کہتے ہین کہ قسم ہے تیری عزت اور بزرگی کی ٹھنڈا پانی نہ پیونگا جبتک مجھکو معلوم
نہ ہو کہ تیرے نزدیک میرا ٹھکانا کہان ہے آپ کے ماں باپ ایک جو کی ٹکیا ساتھ لیگئے تھے انھون نے کہا کہ اسمین سے کھا کر پانی پی لیجئے
انھون نے منظور کیا اور حکم کی تعمیل کی اور اپنی قسم کا کفارہ دیا اسلیے اللہ تعالی نے انکی تعریف مین وبرا بوالدیہ فرمایا غرضکہ
انکو ماں باپ بیت المقدس کو پھیر لائے تو آپ کا دستور تھا کہ جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ درخت اور پتھر رونے
لگتے اور حضرت زکریا علیہ السلام بھی آپ کے رونے سے اسقدر روتے کہ بیہوش ہو جاتے تو ہمیشہ اسطرح رویا کرتے حتی کہ انکے
آنسوون سے انکے رخسارون کا گوشت جاتا رہا اور دیکھنے والون کو آپ کی ڈاڑھین معلوم ہونے لگین انکی ماں نے انسے
فرمایا کہ بیٹا اگر تم کہو تو کوئی ایسی چیز تمھارے لیے بنا دون جس سے تم اپنی ڈاڑھین لوگون کی نظر سے چھپاؤ آپ نے عرض کیا
کہ بہتر انھون نے دو پھل نمدے کے لیکر آپ کے گالون پر چپکا دیے پس جب نماز کو کھڑے ہوتے تو روتے اور جب وہ پھل
آنسوون سے بھیگ جاتے انکی مادر مشفقہ انکو نچوڑ ڈالتین جب اپنے آنسو اپنی ماں کے ہاتھون سے بہتے دیکھتے تو فرماتے کہ الٰہی یہ میرے
آنسو ہین اور یہ میری ماں ہے اور مین تیرا بندہ ہون اور تو ارحم الراحمین ہے پس ایک روز انکو حضرت زکریا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

کہ جان پدر مین نے تو خدا سے یہ دعا مانگی تھی کہ تجھکو میری آنکھون کی ٹھنڈک بنا دے اور تو رویا ہی کرتا ہی تیرے حال زار سے ہمکو کیسے چین ہو آنھون نے فرمایا کہ بابا جان حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھسے کہا ہی کہ جنت اور دوزخ کے بیچ مین ایک جنگل ہی جسکو بجز رونے والونکے اور کوئی طی نہین کرسکتا حضرت ذکریا نے فرمایا کہ تو بیٹا اب رو یا کرو میرا اطمینان ہوا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ ای گروہ حوارئین خدا کا خوف اور جنت کی محبت اس بات کے باعث ہین کہ مشقت پر صبر کیا جاوے اور دنیا سے دور کرتے ہین مین تم سے سچ کہتا ہون کہ جو کا کھانا اور جنگل خاشاک پر کتون کے ساتھ سو رہنا جنت کی تلاش مین ایک ادنیٰ بات ہی اور روایت ہی کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام جب اپنی خطا یاد کرتے تھے بیہوش ہو جاتے تھے اور آپکے دل کی تڑپ ایک کوس تک سنی جاتی تھی اسوقت آپکے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے اور کہتے کہ خدا تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہی اور کہتا ہی کہ تمنے کبھی دیکھا کہ کوئی خلیل اپنے خلیل سے ڈرتا ہو آپ فرماتے کہ ای جبرئیل جب مین اپنا قصور یاد کرتا ہون تو اپنی خلت بھول جاتا ہون۔ حاصل یہ کہ انبیا کا یہ حال تھا جو تونے سنا اسمین خوب سوچنا چاہیے کہ جب یہ لوگ تمام خلق سے زیادہ خدا تعالیٰ کے عارف اور اسکی صفات کے عالم تھے انکا یہ حال تھا تو ہمکو کس طرح رہنا چاہیے سعدی فرماتے ہین شعر بجائیکہ دہشت خورند انبیا ۞ تو عذر گناہ را چہ داری بیا ۞

نوان بیان صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کے شدت خوف کا ذکر۔ روایت ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے ایک پرند کو دیکھا اُسکی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا جو مین تجھ جیسا پرند ہوتا اور آدمی نہوتا۔ اور حضرت ابوذر رضہ نے فرمایا کہ مین یہ بات چاہتا ہون کہ کاش مین درخت ہوتا اور کوئی کاٹ ڈالتا اور ایسا ہی حضرت طلحہ رضہ نے فرمایا ہی۔ اور حضرت عثمان رضہ فرماتے ہین کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہی کہ مرنے کے بعد اُٹھایا نجاؤن۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہین کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہی کہ مین نسیًا منسیا ہو جاؤن۔ اور روایت ہی کہ حضرت عمر رضہ جب کوئی آیت قرآن مجید کی سنتے تو مارے خوف کے بیہوش ہوکر گر پڑتے اور پھر چند روز انکی عیادت ہوا کرتی اور ایک روز آپ نے ایک تنکا زمین پر سے اُٹھایا اور کہا کہ کیا خوب ہوتا جو مین یہ تنکا ہوتا کاش مین کوئی چیز مذکور نہوتا کاش مین نسیًا منسیا ہوتا کاش میری ماں مجھکو نہ جنتی شعر مرا ای کاشکے مادر نمیزادے ۞ و گر میزادے کس شیرم نمیدادے ۞ آپکے منہ پر آنسوؤن کے دو کالے خط تھے اور فرماتے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہی وہ اپنا غصہ نہین نکالتا اور جو کوئی اُس سے تقویٰ کرتا ہی اپنی جی چاہتی بات نہین کرتا اور اگر قیامت نہوتی تو ہم کچھ اور ہی ھنگ دیکھتے اور جب آپ نے سورۂ کورت پڑھی اور اس آیت پر پہونچے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ بیہوش ہوکر گر پڑے اور ایک روز ایک شخص کے مکان کے پاس کو گذرے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور سورۂ طور پڑھتا تھا آپ کھڑے ہوکر سننے لگے جب اُسنے پڑھا اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ اپنی سواری سے اُترے اور ایک دیوار سے تکیہ لگا کر تھوڑی دیر ٹھہرے پھر مکان کو چلے آئے اور مہینا بھر بیمار رہے لوگ عیادت کو آتے مگر کسیکو نہ معلوم تھا کہ آپ کو کیا مرض ہی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز فجر کے سلام کے بعد فرمایا اسوقت کہ آپکو کچھ رنج تھا اور اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے کہ مین نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا ہی لیکن آج کوئی چیز ایسی نہین دیکھتا جو انکی سی ہو اُنکا دستور تھا کہ پراگندہ مو زرد رنگ غبار آلود رہتے انکی آنکھون کے بیچ مین بکریون کے زانو کا سا گھٹا تھا رات کو اللہ کیواسطے سجدہ کرتے اور کھڑے رہتے خدا کی کتاب پڑھتے عبادت مین پیشانی اور پاؤن پر نوبت بنوبت زور دیتے اور جب صبح ہوتی تو جیسے تیز ہوا سے درخت ہلتا ہی اسطرح کانپتے آنکھون سے اتنے آنسو بہاتے کہ اُنکے کپڑے تر ہو جاتے اور اب تو یہ سجھا کہ گویا مین ایسے لوگون مین ہون جو رات کو خواب غفلت مین رہتے ہین پھر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور جب تک کہ آپکو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا کبھی کسی نے اس تقریر کے بعد ہنستے نہ دیکھا۔

ترجمہ
... اور جیسا پیدا ہوا ہون
ویسا ہی رہتا

ترجمہ
بیشک ایک تقدیر رب کی ہونا ہی
اُسکو کوئی نہین ہٹانے والا

اور عمران بن حصین رض فرماتے ہین کہ مین اچھا سمجھتا ہون کہ راکھ ہو جاؤن اور میرے اجزا ہوا مین آندھی کے دن مین متفرق کر دین۔ اور حضرت ابو عبیدہ جراح رض کا قول ہو کہ مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہو کہ مین مینڈھا ہوتا اور میرے گھر والے مجھکو ذبح کرین اور کھالین اور میرا شوربا پی لین۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا اُنکے گھر والے پوچھتے کہ وضو کے وقت آپ کا یہ کیا حال ہوتا ہو آپ فرماتے کہ تمکو معلوم ہو کہ کسکے سامنے مین کھڑا ہونا چاہتا ہون اور موسی بن مسعود رح کہتے ہین کہ جب ہم حضرت سفیان ثوری کے پاس بیٹھتے تو اُنکے خوف کو دیکھکر یہ جانتے کہ گویا آگ ہمارے چارطرف محیط ہو۔ اور ایک روز مضر قاری نے پڑھا ہٰذا کتابنا ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون پس عبد الواحد بن زید اتنا روئے کہ غش آگیا جب افاقہ ہوا تو کہا کہ قسم ہو تیری عزت کی اپنے مقدور بھر کبھی تیری نافرمانی نکرونگا تو اپنی توفیق سے مجھکو اپنی طاعت پر مدد کر۔ اور مسور بن مخرمہ بسبب شدت خوف کے باعث کلام مجید کچھ نہین سن سکتے تھے جب کوئی ایک حرف یا ایک آیت پڑھتا تھا تو ایک چیخ مارتے تھے اور کئی دن تک ہوش نہ آتا تھا ایک روز ایک شخص قبیلہ خثعم سے آیا اور اُنکے پاس یہ آیت پڑھی یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا تو اُنھون نے فرمایا کہ مین تو مجرمین مین ہون متقی نہین ہون ذرا قاری صاحب پھر سے تو پڑھیے اُسنے پھر پڑھا وہ ایک نعرہ مار کر سفر آخرت کر گئے۔ اور یحیی رونے والے رح کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی ولو تری اذ وقفوا علی ربہم اُنھون نے ایک چیخ ماری کہ اُس سے چار مہینے بیمار رہے بصرہ کے نواح تک کے لوگ اُنکی بیمار پرسی کو آئے اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین طواف خانہ کعبہ کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہون کہ ایک جوان عورت عابدہ کعبے کا پردہ پکڑے کہ رہی ہو کہ الٰہی بہت سی شہوتون کی لذت تو جاتی رہی عذاب اُنکا باقی رہا الٰہی تیرے پاس سوائے دوزخ کے کیا اور کوئی سزا اور ادب کی چیز نہین اور یہ کہکر روتی تھی اسیطرح روتے روتے صبح کر دی مین نے یہ حال دیکھکر اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخ ماری کہ وائے ہمارے حال پر۔ اور روایت ہو کہ حضرت فضیل رح عرفہ کے روز خوب پھوٹ پھوٹ روتے تھے اور لوگ دعا مانگ رہے تھے کہ جب آفتاب قریب بغروب ہوا تو اپنی ڈاڑھی مٹھی مین پکڑ کر آسمان کیطرف سر اوٹھایا اور کہا کہ اگر تو بخش بھی دیگا تب بھی مجھکو تجھسے بڑی حیا ہو پھر لوگون کے ساتھ وہان سے چلے آئے اور کسی نے حضرت ابن عباس رض سے حقیقت خائفین کی پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ خائف وہ ہین جنکے دل خوف سے خوش ہین اور آنکھین روتی ہین اور کہتے ہین کہ ہم کیسے خوش ہون اس صورت مین کہ موت پیچھے لگی ہو اور قبر سامنے ہو اور قیامت ہمارا وعدہ گاہ ہو اور دوزخ پر ہمارا راستہ ہو اور خدائے تعالی کے سامنے ہمکو کھڑا ہونا ہو۔ اور حضرت حسن بصری رح ایک جوان پر گذرے کہ اپنی ہنسی مین ڈوبا ہوا تھا اور ایک مجلس مین لوگون کے ساتھ بیٹھا تھا آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو پل صراط پر کو گذرا ہو اُسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے پوچھا کہ تجھے معلوم ہو کہ تو جنت مین جاویگا یا دوزخ مین اُسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی ہو راوی کہتا ہو کہ پھر اُس شخص کو کسی نے ہنستے نہ دیکھا۔ اور حماد بن عبد ربہ رح جب بیٹھتے تو ایسی طرح بیٹھتے گویا منتظر کھڑے ہین اگر کوئی اُنسے کہتا کہ آپ اطمینان سے بیٹھین تو فرماتے کہ اطمینان کا بیٹھنا نڈر شخص کا ہوتا ہو مین تو بیخوف نہین اسلیے کہ خدائے تعالی کی نافرمانی کی ہو اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے جو اپنے بندون کے دلون پر غفلت ڈالدی ہو یہ بھی رحمت ہو تاکہ خوف خدا سے مر نجاوین۔ اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین نے ارادہ کیا ہو کہ جب مرونگا لوگون کو کہدونگا کہ میرے بیڑیان اور طوق ڈالکر مجھکو خدا کے پاس ایسی طرح لیجاوین جیسے کسی بھاگے ہوئے غلام کو آقا کے سامنے لیجاتے ہین اور حاتم اصم رح فرماتے ہین کہ کسی مکان اچھے پر فریفتہ مت ہو کہ جنت سے زیادہ اچھی کوئی جگہ نہین مگر آدم کا حال اُسمین جو ہوا

سو ہوا اور نہ کثرت عبادت پر فریفتہ ہو کہ ابلیس کا حال بعد کثرت عبادت کے خود ظاہر ہوا اور نہ کثرت علم سے مغرور ہو کہ بلعام اسم اعظم اچھی طرح
جانتا تھا مگر انجام اسکا کیا ہوا اور نہ صلحا کی زیارت پر فریفتہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو بڑھکر کسی کا رتبہ نہین مگر بعض اقارب
اور اعدا کو آپکی زیارت کام نہ آئی۔ اور سری رح فرماتے ہین کہ مین اپنی ناک کو دن مین کئی بار دیکھ لیتا ہون اس خوف سے کہ کہین میرا
منھ تو کالا نہین ہوگیا۔ اور ابو حفص رح کہتے ہین کہ چالیس برس سے میرا اعتقاد یہ ہو کہ اللہ تعالی مجھکو غضب کی نگاہ سے دیکھتا ہو اور میرے اعمال
اسپر دلالت کرتے ہین اور حضرت عبد اللہ بن مبارک رح ایک روز اپنے یاروں مین نکلے اور فرمایا کہ رات تو مین نے اللہ پر بڑی جرأت
کی کہ اُس سے جنت کا سوال کیا۔ اور محمد بن کعب القرظی کی ماں نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ بیٹا مین تجھکو جانتی ہون کہ لڑکپن مین بھی
پاک تھا اور بڑا ہوکر بھی اچھا رہا اور چونکہ رات دن تو عبادت ہی کرتا ہو تو یہ ایک عمل گویا اپنے اوپر مہلک تو نے رکھ لیا ہو اسی مشقت
کیون کرتا ہو انھون نے کہا کہ امی یا در مشفقہ مین کون سی بات سے اس امر سے نڈر ہو جاؤن کہ اگر خداے تعالی نے مجھکو کوئی گناہ
کرتے دیکھ لیا ہو اور ناراض ہو گیا ہو اور یہ فرماوے کہ اپنی عزت و جلال کی قسم مین تجھکو نہین بخشونگا۔ اور حضرت فضیل رح
فرماتے ہین کہ مجھے نہ کسی نبی مرسل کا غبطہ ہوتا ہو نہ فرشتے مقرب کا نہ کسی بندۂ نیک کا کیونکہ ان لوگون پر کیا قیامت کو عتاب
نہ ہوگا مجھے تو غبطہ صرف اُس شخص کی ہو جو پیدا ہی نہین ہوا۔ اور روایت ح ہو کہ ایک جوان کو انصار مین سے خوف دوزخ ہوا
تو ہمیشہ رویا کرتے یہان تک کہ رونے کے باعث گھر سے باہر بھی نہ نکلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے یہان تشریف لائے
اور اُسکو گلے لگایا وہ اسیوقت مردہ ہو کر گر پڑا آپ نے لوگون کو فرمایا کہ اپنے ساتھی کو تجہیز و تکفین کرو کہ خوف آتش نے اُسکے
جگر کو ٹکڑے کر دیا ہو۔ اور ابن ابی میسرہ کے حال مین کہتے ہین کہ جب اپنے بستر پر آتے تو کہتے کہ کاش میری ماں مجھکو نہ جنتی انکی
ماں نے کہا کہ ای میسرہ اللہ نے تو تیرے اوپر احسان کیا کہ تجھکو مسلمان کیا پھر تو کیون خائف ہو انھون نے کہا کہ اُسکے بیان مین
شک نہین مگر اُسنے ہمسے کہا ہو کہ ہم سب دوزخ مین جاوینگے اور یہ نہین بیان کیا کہ اُسمین سے نکل آوینگے۔ اور فرقد سبخی کو کسی نے کہا
کہ بنی اسرائیل کی کوئی بڑی عجیب خبر جو تمھین پہونچی ہو ہم سے کہو جواب دیا کہ مجھے یون خبر پہونچی ہو کہ بیت المقدس مین پانسو باکرہ
عورتین جنکا لباس کمل اور ٹاٹ تھا آئین اور خدا کے ثواب و عذاب کا آپسمین ذکر کیا اور سب کی سب ایک ہی روز مین مر گئین
اور حضرت عطاء سلمی رح بھی خائفین مین سے تھے اللہ تعالی سے کبھی جنت کا سوال نہ کرتے صرف معاف کرنے کی درخواست
کیا کرتے اور مرض مین اُنسے لوگون نے کہا کہ آپ کا دل کسی چیز کو چاہتا ہو انھون نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف نے میرے دل مین
کسی چیز کی خواہش کے لیے جگہ نہین چھوڑی کہتے ہین کہ چالیس برس تک انھون نے اپنا سر آسمان کیطرف نہین اُٹھایا تھا
نہ کبھی اس عرصے مین ہنسے تھے اور ایک روز جو سر آسمان کیطرف کو کیا تو ڈرنا ڈرے کہ گر پڑے اور انتڑی پھٹ گئی آپ کا
دستور تھا کہ رات کو کسیوقت اپنا جسم ٹٹولا کرتے اس خوف سے کہ کہین مسخ تو نہین ہو گیا اور جب کبھی آندھی چلتی یا بجلی گرتی یا غلہ
گران ہوتا تو فرماتے کہ یہ سب آفتین میرے ہی باعث ہین اگر مین مر جاؤن تو لوگ راحت پاوین اور خود فرماتے ہین کہ ایک دن
ہم عتبہ غلام کے ساتھ نکلے اور ہم مین ایسے جوان اور ادھیڑ لوگ تھے کہ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے کثرت قیام سے اُنکے پاؤن
سوج گئے تھے اور آنکھین اندر کو دھس گئی تھین اور پوست استخوانون پر چپکا تھا رگین تار ستار کیطرح معلوم ہوتی تھین ایسے ہو گئے
تھے جیسے تربوز کے چھلکے کہ اندر کچھ نہین ہوتا گویا قبرون سے نکلے ہین یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالی نے اطاعت کرنے والون کو
کیسی بزرگی دی اور نافرمانون کو کیسے ذلیل کیا اسی حال مین چلے جاتے تھے کہ یکایک اُنمین سے ایک شخص کا گذر ایک جگہ پر ہوا
فوراً بیہوش ہو کر گر پڑا اُسکے ساتھی گرد بیٹھکر رونے لگے جاڑا بہت شدت سے تھا مگر اُسکی پیشانی سے پسینا ٹپکتا تھا جب ہوش

ح
ابن ابی الدنیا و بیہقی در شعب
بروایت سہل بن سعد بسند ضعیف ۱۲

پانی کا چھینٹا دیا تو اُسکو ہوش آیا اُس سے ماجرا پوچھا اُسنے کہا کہ مین نے اس جگہ خدا کی نافرمانی کی تھی جگہ دیکھکے مجھے یاد آگئی اور خوف سے یہ پچھاڑ کھائی۔ اور صالح مری کہتے ہین کہ مین نے ایک زاہد کے پاس یہ آیت پڑھی یوم تقلب وجوہہم فی النار یقولون یالیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسولا وہ شخص بیہوش ہوگیا اور پھر جو ہوش آیا تو کہا کہ اے صالح کچھ اور پڑھ کہ مجھے رنج معلوم ہوتا ہی مین نے کہا کلما ارادوا ان یخرجوا منہا اعیدوا فیہا وہ شخص مردہ ہو کر گر پڑا۔ اور روایت ہی کہ زرارہ بن ابی اوفی نے لوگون کو صبح کی نماز پڑھائی جب پڑھا فاذا نقر فی الناقور بیہوش ہو کر گر پڑے اور مر گئے۔ اور یزید رقاشی رح حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کے پاس گئے آپنے فرمایا کہ اے یزید مجھکو کچھ نصیحت کر انھون نے کہا کہ اے امیرالمومنین تمھین اول خلیفہ نہین ہو کہ مرو گے یعنی تمسے پہلے بھی بہت خلیفہ مر چکے ہین آپ روئے اور فرمایا کہ کچھ اور نصیحت کیجیے فرمایا کہ اے امیرالمومنین تمھارے اور حضرت آدم کے درمیان تمھارا کوئی بزرگ ایسا نہین جو مرا نہو آپ روئے اور فرمایا کہ اور کچھ فرمائیے انھون نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین تمھارے اور جنت اور دوزخ کے درمیان مین کوئی منزل نہین سنکر آپ بیہوش ہو گئے۔ اور میمون بن مہران رح کہتے ہین کہ جب یہ آیت اُتری وان جہنم لموعدہم اجمعین حضرت سلمان فارسی نے چیخ ماری اور اپنا ہاتھ سر پر رکھکر باہر نکل گئے تین دن تک پتا نہ ملا۔ اور حضرت داؤد طائی رح نے ایک عورت کو اپنے لڑکے کی قبر پر روتے دیکھا کہ یہ کہہ رہی ہی بیٹا نہ معلوم تیرے کونسے گال کو پہلے کیڑے نے کھایا وہ سنتے ہی اُسی جگہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور روایت ہی کہ حضرت سفیان ثوری رح بیمار پڑے انکا قارورہ ایک ذمی طبیب کو دکھلایا گیا اُسنے کہا کہ اس شخص کے جگر کو خوف نے ٹکڑے کر دیا ہی پھر آکر نبض دیکھی تو کہا کہ ملت اسلام مین اس جیسا آدمی مجھکو نہین معلوم ہوا۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رح فرماتے ہین کہ مین نے خدای تعالی سے دعا مانگی کہ میرے اوپر ایک دروازہ خوف کا کھولدے دعا مقبول ہوئی اور وہ دروازہ مفتوح ہوا کہ مین اپنی عقل پر ڈرا اور التماس کیا کہ الٰہی میری طاقت کے مقدار رہے تب میرا دل ساکن ہوا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رض فرماتے ہین کہ گریہ کرو اور اگر نہ رو سکو تو رونی صورت بناؤ کہ قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضے مین میرا دم ہی اگر تمکو علم ہو جاوے تو اتنا چیخو کہ گلا پڑ جاوے اور نماز اتنی پڑھو کہ پیٹھ ٹوٹ جاوے اس قول مین گویا آپ نے اس حدیث شریف کے مضمون کیطرف اشارہ فرمایا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا اور عنبری روایت کرتے ہین کہ ارباب حدیث حضرت فضیل ابن عیاض رح کے دروازے پر جمع ہوئے آپ نے ایک روشندان سے انکی طرف سر نکالا داڑھی آپ کی ہلتی تھی اور روتے تھے فرمایا کہ لوگو قرآن پر مواظبت کرو اور نماز کو ہمیشہ پڑھو یہ وقت حدیث کا نہین بلکہ یہ وقت رونے اور تضرع اور مسکنت اور ڈوبنے والے کیطرح دعا مانگنے کا ہی یہ وہ زمانہ ہی کہ آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنی جگہ کسیکو نہ بتاوے اور اپنے دل کا علاج کرے جو معلوم ہو اُسکو وستور العمل کرے جو نہ جانتا ہو اُسکو ترک کرے۔ اور ایکبار آپ خوف کے مارے حیران چلے جاتے تھے اُنسے کسی نے پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین فرمایا کہ مین نہین جانتا۔ اور ذر بن عمر رح نے اپنے باپ عمر بن ذر سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہی کہ اور کہنے والے کچھ کہتے ہین تو کوئی نہین روتا مگر جب تم کچھ کہتے ہو تو سب طرف سے آواز رونے کی سنتا ہون آپ نے فرمایا کہ جس عورت کا بچہ مر جاوے اُسکا رونا اور جو اجرت لیکر روئے اُسکا رونا برابر نہین ہوتا غرض یہ کہ گریہ خوف کو دل مین تاثیر زیادہ ہی اور حکایت ہی کہ کچھ لوگ ایک عابد کے پاس کھڑے ہوئے جو رو رہا تھا اس سے پوچھا کہ خدا تجپر رحم کرے اس رونے کا باعث کیا ہی اُسنے کہا کہ ایک خوف ہی جسکو ڈرنے والے اپنے دلون مین پاتے ہین اُنھون نے کہا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ خدائے تعالی کے سامنے پیش ہونے کے واسطے جو ندا ہوگی اُسکا خوف ہی۔ اور خواص رح روتے اور مناجات مین کہتے کہ الٰہی مین بوڑھا ہوا اور میرا بدن تیری خدمت سے کمزور ہوگیا تو مجھکو آزاد کر دے۔ اور صالح مری کہتے ہین کہ ایکبار ابن السماک میرے پاس آئے اور کہا کہ

مجھکو اپنی قوم کے عابدون کی کچھ عجیب بات دکھلاؤ مین انکو ایک محلے مین ایک شخص کے پاس لیگیا جو ایک جھونپڑے مین بیٹھا تھا
ہمنے اُس سے اجازت پاس آنے کی چاہی اور چلے گئے دیکھا تو ایک شخص چٹائی بنا رہا تھا مین نے اُسکے سامنے یہ آیت پڑھی
اذ الاغلال فی اعناقھم والسلاسل یسحبون فی الحمیم ثم فی النار یسجرون وہ شخص ایک چیخ مارکر بیہوش ہوگیا ہم اُسکو ویسا ہی چھوڑ کر
نکل آئے اور دوسرے کے گھر گئے اُسکے پاس بھی مین نے وہی آیت پڑھی وہ بھی چیخا اور بیہوش ہوکر گر گیا وہان سے ہم تیسرے
کے پاس گئے اور اُس سے اجازت چاہی اُسنے کہا کہ اگر ہمکو ہمارے پروردگار سے نہ روکو تو چلے آؤ اُسکے پاس مین نے پڑھا
ذلک لمن خاف مقامی وخاف وعید اُسنے ایک نعرہ مارا اور اُسکے نتھنون سے خون نکلنے لگا اور اسی خون مین تڑپنے لگا
یہان تک کہ خون خشک ہوگیا اُسکو بھی ہم ویسا ہی چھوڑ آئے غرضکہ مین نے ابن السماک کو چھ شخصون کے پاس پھرایا کہ ہر ایک کو
بیہوش چھوڑ کر اُسکے پاس سے چلے آئے پھر مین انکو ساتوین کے پاس لایا اور اجازت چاہی تو ایک عورت نے جھونپڑے کے
اندر سے کہا کہ چلے آؤ دیکھا تو ایک پیر فرتوت اپنے مصلے پر بیٹھا ہوا ہے اُسکو ہمنے سلام کیا وہ خبر نہوا مین نے بڑی آواز سے کہا
کہ خبردار لوگون کو کل کو کھڑا ہونا ہی بوڑھے نے کہا کہ کس کے سامنے اتنا کہکر حیران منہ کھلا ہوا آنکھین اوپر کو رہگیا اور ایک
آواز پست سے اوہ اوہ کرنے لگا یہان تک کہ آواز بند ہوگئی اُسکی عورت نے کہا کہ اب اُنکے پاس سے جاؤ کیونکہ اسوقت
تمکو اس سے کچھ نفع نہوگا اُسکی حالت کچھ اور ہوگئی ہی پھر کچھ دنون بعد مین نے وہان کے لوگون سے اُن ساتون کا احوال پوچھا
اُنھون نے کہا کہ اُنمین سے تین تو اچھے ہوگئے اور تین جان بحق ہوے اور بوڑھے کا یہ حال ہوا کہ تین دن تک تو ویسا ہی حیران
اور مبہوت رہا کہ فرض بھی نہین پڑھتا تھا مگر بعد تین دن کے ہوش آیا۔ اور روایت ہی کہ یزید بن الاسود رح کو لوگ ابدال مین سے
جانتے تھے اُنھون نے قسم کھائی تھی کہ کبھی نہ ہنسونگا نہ کبھی لیٹ کر سوؤنگا نہ کبھی گھی کی چیز کھاؤنگا اور اس قسم پر اپنے مرنے تک
قائم رہے۔ اور حجاج نے حضرت سعید بن جبیر رض سے پوچھا کہ مین نے سنا ہی کہ تم کبھی نہین ہنستے اُنھون نے فرمایا کہ ہنسنے کی کیا صورت ہی
دوزخ دھونک دی گئی ہی اور طوق تیار ہین اور فرشتے دوزخ کے مستعد و آمادہ کھڑے ہین اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح سے
پوچھا کہ اے ابو سعید آپ کو صبح کیسے ہوئی آپ نے فرمایا کہ خیریت کے ساتھ اُسنے پوچھا کہ آپ کا حال کیا ہی آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ تو
میرا حال پوچھتا ہی یہ بتاؤ کہ اگر کچھ لوگ کشتی مین سوار ہوکر بیچ مین سمندر کے پہونچین اور کشتی ٹوٹ جاوے اور ایک ایک آدمی ایک ایک
تختے سے لگا رہجاوے تو اُنکا حال تمھارے ذہن مین کیسا ہی اُسنے کہا کہ بہت سخت مصیبت کا ہی آپ نے فرمایا کہ تو میرا حال
اُنکے حال سے بھی زیادہ سخت ہی۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی ایک لونڈی اُنکی خدمت مین حاضر ہوئی اور سلام کرکے
اُنکے گھر مین جو مسجد تھی اسمین دو رکعتین نماز کی پڑھین اور پھر اُسکو نیند آگئی اور سو رہی اور خواب ہی مین روئی جب جاگی تو
آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا امیر المومنین مین نے اسوقت عجیب معاملہ دیکھا آپ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہی اُسنے کہا کہ مین نے
دیکھا کہ دوزخ دوزخیون کے واسطے دھڑ دھڑ جل رہی ہی پھر پل لاکر اُسکی پشت پر رکھا گیا آپ نے فرمایا کہ پھر کیا ہوا اُسنے کہا
کہ پھر عبد الملک ابن مروان کو لائے اور اُس پل پر اُسکو چڑھایا وہ تھوڑا ہی جانے پایا تھا کہ پل اُلٹ گیا اور وہ دوزخ مین جا پڑا
آپ نے فرمایا کہ پھر اُسنے کہا کہ پھر عبد الملک کے بیٹے ولید کو لائے اور اُسکو پل پر سوار کیا وہ بھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پل نے
کروٹ لی اور دوزخ مین جا پڑا آپ نے پوچھا کہ پھر اُسنے کہا کہ پھر سلیمان بن عبد الملک کو لائے اور پل پر چڑھایا وہ بھی تھوڑا ہی
چلا تھا کہ پل کا یہی حال ہوگیا اور وہ دوزخ مین گر پڑا آپ نے پوچھا کہ پھر اُسنے کہا کہ پھر مین نے یہ دیکھا کہ آپ کو لائے یہ اُسکا کہنا
تھا کہ آپ نے ایک دفعہ ایسی ایک چیخ ماری کہ بیہوش ہوکر گر پڑے اور وہ لونڈی اُٹھی اور اُنکے کان مین پکار پکار کہنے لگی کہ

[illegible]

قولہ ملتا اور اسکو جو ڈرا کر رسا ہونے سے میرے سامنے اور ڈرا میرے ڈر سے ۱۲

اے امیر المومنین بخدا مین نے یہ دیکھا کہ آپ بچ گئے آپ نے نجات پائی ہر چند وہ کان مین پہنچتی رہی مگر آپ برابر نعرے مارتے
تھے اور پانون دیدے مارتے تھے - اور روایت ہے کہ حضرت اویس قرنی رح قاص کے پاس آتے اور اُنکے کلام سے روتے
جب وہ دوزخ کا ذکر کرتے تو آپ چیخ مارتے پھر بھاگے چلے جاتے تو لوگ اُنکو دیوانہ کہتے اور حضرت معاذ بن جبل رض فرماتے ہین
کہ مومن کا خوف جب تک نہین ٹھہرتا جب تک کہ دوزخ کے پل کو اپنے پیچھے نہ چھوڑے - اور حضرت طاؤس رح کے لیے بستر کیا جاتا
تو لیٹتے اور گرم کڑاہی کے دانے کیطرح اسپر ادھر اُدھر لوٹتے پھر اسپر سے اُچھلکر اسکو لپیٹ دھرتے اور قبلہ کیطرف صبح تک
متوجہ ہوتے اور کہتے رہتے کہ دوزخ کے بیان نے خوف والون کی نیند اُڑا دی - اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ دوزخ
مین سے ایک شخص ہزار برس کے بعد نکلیگا کیا اچھا ہو کہ وہ شخص مین ہون اور یہ اسی لیے فرمایا کہ خوف دوزخ مین ہمیشہ رہنے
اور سوء خاتمہ کا تھا کہتے ہین کہ آپ چالیس برس نہین ہنسے اور راوی کہتے ہین کہ جب مین اُنکو بیٹھا دیکھتا تھا تو یہ معلوم
ہوتا تھا کہ گویا قیدی ہے کہ گردن مارنے کے لیے پکڑا ہوا آیا ہے اور اگر آپ وعظ فرماتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آخرت کو سامنے
دیکھتے ہین اور اسکا حال آنکھون دیکھا بیان کرتے ہین اور جب چپ ہوتے تو گویا آنکھون کے سامنے آگ بھڑک رہی ہے اور
جب آپپر اس شدت خوف و غم کا لوگون نے عتاب کیا تو فرمایا کہ مین کیسے بیخوف ہوجاؤن اس سے کہ خداے تعالی نے اگر کوئی
مجھسے برائی دیکھ لی ہو اور مجھکو بُرا جانکر فرمانے لگے کہ چلا جا مین تجھکو نہ بخشونگا تو پھر عمل کرنا میرا بیفائدہ ہے - اور حضرت ابن السماک رح
سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ مین نے ایک مجلس مین وعظ کہا ایک جوان اُنمین سے اُٹھا اور کہا کہ تمنے آج ایک ایسا
جملہ کہا کہ اگر ہم اُسکے سوا اور کچھ نہ سُنین تو کچھ پروا نہین مین نے پوچھا کہ وہ کیا جملہ ہے اُسنے کہا کہ آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ خائفین
کے دل کے دو خلود یعنی ہمیشہ رہنے نے ٹکڑے کیے ہین اور وہ یہ ہین کہ یا جنت مین ہمیشہ رہنا ہے یا دوزخ مین حضرت ابن السماک
فرماتے ہین کہ پھر وہ چلا گیا اور دوسرے وعظ مین مین نے اُسکو نہ پایا لوگون سے اسکا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ بیمار ہے مین اسکی
عیادت کو آیا اور پوچھا کہ بھائی تیرا کیا حال ہے اُسنے جواب دیا کہ اے ابو العباس یہ نوبت اُسی تمھارے جملے سے ہوئی ہے کہ دو خلود
یعنی خلود جنت خواہ خلود دوزخ نے خائفین کے دل کے ٹکڑے کرڈالے ہین پھر وہ شخص اسی مرض مین مرگیا مین نے اُسکو
خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تجھسے کیا معاملہ کیا اُسنے کہا کہ مجھکو بخشدیا اور رحم کیا اور جنت مین داخل کیا
مین نے پوچھا کہ کس وجہ سے کہا کہ اسی جملے کی بدولت - حاصل یہ کہ انبیا اور اولیا اور علما و صلحا سب کے خوف کا حال تمنے سُنا
جب ان لوگون کا یہ حال ہو تو ہمکو خوف کرنا لائق تر ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جب بہت گناہ ہون تبھی خوف ہو بلکہ اگر قلب
صاف اور معرفت کامل ہو تب بھی خوف ہی چاہیے ورنہ کثرت طاعت اور کمی گناہون کی بیخوف ہوجانے کی مقتضی نہین بلکہ
مامون ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس شہوات کے مطیع ہین اور بدبختی غالب و غفلت اور سختی دل کے مارے اپنے احوال کو نہ دیکھ
سکتے ہون نہ موت کے پاس آنے سے جاگین اور نہ کثرت گناہون سے ہلین نہ خائفین کا احوال دیکھکر عبرت پکڑین نہ اندیشہ
خاتمہ کو دل مین جگہ دین اس صورت مین اگر خدا ہی اپنے فضل سے ہمارے احوال کا تدارک فرماوے تو اصلاح ممکن ہے اسی لیے اسی
بات کی دعا مانگتے ہین بشرطیکہ صرف زبانی دعا ہو ان استعداد کے مقبول ہو - اور عجیب تر بات یہ ہے کہ جب ہم دنیا مین مال کا ارادہ
کرتے ہین تو اُسکے کتنے لوازم جمع کرتے ہین جوتتے ہین اور بوتے ہین اور تجارت کرتے ہین اور خشکی و تری مین کیسی کیسی اندیشناک
باتین اختیار کرتے ہین اور اگر علم مین کوئی مرتبہ حاصل کیا چاہتے ہین تو اُسکے واسطے کتنی مشقتین اُٹھاتے ہین اور کتابون کی بحث و
تکرار اور یاد کرنے مین راتون کو جاگتے اور کوششین کرتے ہین رزق کی تلاش مین کیا کیا محنتین کرتے ہین اور اللہ تعالی نے

جو کفالت اور ضمانت روزی دینے کی فرمائی ہو اسپر یقین و وثوق کرکے گھر مین نہین بیٹھتے اور بیٹھے بیٹھے خدا ہی تعالی سے نہین
عرض کرتے کہ الٰہی ہمکو روزی دے مگر جب ملک دائم اور سلطنت پایدار آخرت پر نظر کرتے ہین تو اُسکے واسطے صرف اسی پر
کفایت کرتے ہین کہ زبان سے کہہ لیا کہ الٰہی تو معاف کر الٰہی تو رحم کر حالانکہ جس ذات کیطرف توقع ہو اور جسکے نام سے دھوکا
کھائے ہوئے ہین وہ یون ارشاد فرماتا ہی وان لیس للانسان الا ماسعی اور ولا یغرنکم باللہ الغرور اور یاایہا الانسان ما غرک
بربک الکریم مقام غور ہی کہ ان اقوال مین سے کسی سے بھی ہمکو تنبہ ہوتا ہی کوئی بات بھی ہمکو ہمارے مغالطون اور جھوٹی آرزو دینے
والی ہی اگر خوب تامل کرو تو یہ کٹ رہنے کی بات ہی بشرطیکہ خداے تعالی اپنے فضل سے توبۂ نصوح مرحمت نہ فرماوے اور
اُسکے باعث ہمکو پناہ دے ہم خدا سے دعا مانگتے ہین کہ ہماری توبہ قبول کرے بلکہ یہ التجا ہی کہ شوق توبہ ہمارے دلون کے
اندر ڈال دے صرف زبانی حرکت توبہ کی دعا کے لیے ہمارے واسطے کافی نہ فرماوے ورنہ ہم اُن لوگون مین سے ہوجاوینگے
جو کہتے ہین اور نہین کرتے اور سنتے ہین اور نہین مانتے جب وعظ سُنا تو رو پڑے اور جب کام کا وقت آیا تو پہلو تہی
کرگئے اس سے زیادہ رسوائی کی نشانی اور کیا ہوگی خداے تعالی ہمکو توفیق اور رشد اپنے کرم اور فضل سے عنایت کرے۔

اب ہم احوال خائفین کی حکایت کو اسیقدر پر کفایت کرتے ہین بموجب مثل مشہور در خانہ اگر کس ست حرفیش بس ست ورنہ
شعر اگر صد باب حکمت پیش نادان ٭ بخوانی آیدش بازیچہ درگوش ٭ اور عیسی بن مالک خولانی جو بڑے عمدہ عابدون مین سے
ہین ایک راہب کا حال کہتے ہین کہ اُنھون نے اُسکو بیت المقدس کے دروازے پر غمگین صورت بنائے کھڑا دیکھا سخت
حیران تھا اور کثرت گریہ سے آنسو نہین تھمتا تھا راوی کہتے ہین کہ جب مین نے اُسکو دیکھا تو اُسکی صورت سے ڈر گیا
اور اُس سے کہا کہ اے راہب مجھے وصیت کر کہ تجھے یادگار رکھون اُسنے جواب دیا کہ اے عزیز کیا نصیحت تجھکو کرون سوا اسکے
یہ ہی کہ اگر تجھ سے ہوسکے تو ایسی طرح رہو جیسے کسیکو چار طرف سے درندون اور کیڑون نے گھیر لیا ہو اور وہ ہراسان اور خائف
رہتا ہو کہ کہین ایسا نہو کہ ذرا سی غفلت ہو جائے تو درندے چیر ڈالین یا چوک جاوے تو نیشدار کیڑے کاٹ لین غرضکہ
رات بھر اسکا دل خوف و ہراس ہی مین رہتا ہی کہ مغالطہ کھانے والے بیخوف ہوا کرین اور دن بھر رنج مین گذرتا ہو کہ نیک
لوگ خوش ہوا کرین پھر وہ راہب مجھے چھوڑ کر چلا مین نے کہا کہ کچھ اور تم کہتے تو شاید مجھکو زیادہ نفع ہوتا اُسنے کہا کہ پیاسے کو
جتنا پانی ملتا ہی وہی کافی ہوتا ہی اور یہ اُسنے درست کہا اسواسطے کہ صاف دل کو تو ادنی سا خوف ہلا دیتا ہی اور سخت دل سے
وعظ و نصیحت بر اصل دور رہتی ہی اور اُسنے جو مثال بیان کی کہ ایسی طرح رہو جیسے وہ شخص جسکے چار طرف درندے اور زہریلے
جانور ہون تو اُسکو یون نہ جاننا چاہیے کہ یہ مثال فرض ہی بلکہ بصورت واقعی ہی کیونکہ اگر آدمی نور عقل سے اپنے باطن کو
دیکھے تو معلوم ہوگا کہ انواع و اقسام کے درندون اور زہریلے جانورون سے بھرا ہی مثلاً غضب اور شہوت اور کینہ اور
حسد اور کبر اور عجب اور ریا وغیرہ جو ہمیشہ اُسکو چیرتے اور نیش زنی کرتے رہتے ہین بشرطیکہ ایک لحظہ بھی اُنسے غافل رہے
مگر یہ کہ آدمی کو انکا گزند اور ایذا دینا نہین سوجھتا جب پردہ اُٹھا لیا جاویگا اور آدمی قبر مین رکھا جاویگا اسوقت دیکھیگا
کہ یہ سب صفات اپنے اپنے معانی کی صورت بنکر آوینگے اُسوقت یہ نظر آویگا کہ سانپ اور بچھوون نے قبر مین آکر
بدن کو گھیر لیا حالانکہ نہ سانپ ہونگا نہ بچھو بلکہ یہی صفات جو زندگی مین ہین یہی ہونگے انکی صورت اُسدن سوجھ پڑیگی پس
اگر یہ منظور ہو کہ انکو مار ڈالنا چاہیے اور انپر غالب ہونا چاہیے حالانکہ مرنے سے پیشتر یہ بات آدمی کے اختیار مین ہی تو اس سے
ہر گز چوکنا نہ چاہیے ورنہ انکا کاٹنا اور نوچنا خوب اچھی طرح دل مین ٹھان لینا چاہیے۔

باب چہارم فقر اور زہد کے بیان میں

رباعی

گر چاہیے تو دلسے ہو شے سچا عابد | کر فقر تو اختیار اور ہو زاہد
کہتے ہیں رسول فقر کو اپنا فخر | تیرے لیے بس یہی ہے کافی شاہد

واضح ہو کہ دنیا اللہ جل شانہ کی دشمن ہے اسکے فریب میں بہت لوگ گمراہ ہوئے اور اسکے مکر سے بہتوں کو لغزش ہوئی تو اسکی دوستی خطایا اور سیات کی جڑ ہوئی اور اسکی دشمنی طاعات و قربات کی اصل اور ہمنے اسکا حال اور اسکی دوستی کی مذمت کو باب ذم دنیا میں جلد سوم کے مفصل لکھا ہے یہاں جو فضیلت اس سے بغض رکھنے میں اور اسمیں زہد کرنے میں ہے اسکو ذکر کرتے ہیں کہ منجیات میں اصل یہی ہے کیونکہ نجات کی طمع بدون دنیا سے علیحدگی اور دوری کے نہیں ہو سکتی لیکن اس سے علیحدگی کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ خود آدمی سے الگ رہے اسکو تو فقر کہتے ہیں یا آدمی اس سے کنارہ کش رہے اسکو زہد کہتے ہیں اور یہ ان دونوں چیزوں کو سعادات کے حاصل ہونے کے باب میں دخل ہے اور فوز و نجات پر مدد کرنے میں اثر ہے اسلیے ہم ان دونوں کی حقیقت اور درجات و اقسام اور شرطیں اور احکام ذکر کرتے ہیں اور اس باب کی دو فصل کرتے ہیں

اول میں فقر اور دوسری میں زہد کو لکھتے ہیں

فصل اول فقر کی حقیقت اور فضیلت اور فقرا کی فضیلت اور آداب کے ذکر میں اور اسمیں نو بیان ہیں

بیان اول فقر کی حقیقت اور فقیر کے احوال و اسما کے اختلاف میں جاننا چاہیے کہ فقر حاجت کی چیز کے نہونے کا نام ہے اور بے حاجت چیز کے نہونے کو فقر نہیں کہتے اور اگر حاجت کی چیز موجود ہو اور اسپر آدمی قادر ہو تو اس شخص کو فقیر نہ کہینگے اور جب یہ معلوم ہو چکا تو اب ظاہر ہے کہ جو شے سوا خدا تعالی کے موجود ہے وہ فقیر ہے اسواسطے کہ ہر ایک موجود چیز کو اپنے دوسرے وقت موجود ہونے کی حاجت ہے اور وجود کا ہمیشہ رہنا خدا کے فضل و احسان سے ہے پس اگر ہستی کے پردے پر کوئی موجود ایسا ہو جسکا وجود دوسرے سے مستفاد نہو تو وہ غنی مطلق ہے اور ایسا موجود سوا ایک ذات کے ہو نہیں سکتا اس سے معلوم ہوا کہ وجود میں غنی ایک ہی ہے اور اسکے سوا جتنے ہیں وہ اسی کی طرف محتاج ہیں تاکہ انکو دوام وجود کی مدد دیوے اور اسی حصر کی طرف اشارہ ہے اس قول خداوندی میں واللہ الغنی وانتم الفقراء لیکن یہ معنی فقر مطلق کے ہیں اور یہاں غرض فقر مطلق کے بیان سے نہیں بلکہ خاص فقر مال کا بیان کرنا منظور ہے ورنہ بندے کی حاجت کو اگر باعتبار اسکی ضروریات کے دیکھیے تو کچھ بھی شمار نہیں ہو سکتی اسلیے کہ ضروریات و حاجت آدمی کی بیشمار ہیں اور منجملہ اسکے حاجتوں کے وہ ہیں جو مال سے مل سکتی ہیں پس انہیں کا ہمکو بیان بھی اسوقت مد نظر ہے اسی لیے کہتے ہیں کہ جو شخص مال نہیں رکھتا اسکو ہم اس مال کے لحاظ سے فقیر کہتے ہیں جو اسکے پاس نہیں بشرطیکہ اس شخص کو اس مال مفقود کی طرف حاجت بھی ہو پھر یہ خیال میں آتا ہے کہ فقر میں آدمی کے پانچ احوال ہیں اور ہم ان سب کو تمیز کے واسطے جدا جدا نام رکھے دیتے ہیں تاکہ انکے احکام بھی علیحدہ بیان کر سکیں **پہلی حالت** جو سب سے عمدہ ہے یہ ہے کہ آدمی ایسی طرح ہو کہ اگر اسکے پاس مال آوے تو اسکو برا معلوم ہو اور ایذا پاوے اور اسکے قبول سے بھاگے اور اسمیں مشغول ہونے سے اجتناب کرے اور اسکے شر سے محترز رہے ایسے شخص کو زاہد کہتے ہیں **دوسری حالت** یہ ہے کہ مال کی رغبت اتنی نہو کہ اسکے حاصل ہونے سے خوش ہو اور نہ اتنی نفرت ہو کہ اس سے ایذا پاتا ہو یا اگر ملے تو چھوڑ دے ایسے شخص کا نام ہم راضی کہتے ہیں **تیسری حالت** یہ ہے کہ مال کا ہونا اسکے نزدیک نہونے کی نسبت محبوب ہو اس وجہ سے کہ کچھ مال کی رغبت رکھتا ہے مگر رغبت اتنی نہیں کہ اسکی طلب میں سرگرم ہو بلکہ اس قسم کی ہے کہ اگر بلا محنت و کدورت ملے تو لیکر خوش ہو جاوے اور اگر طلب میں کچھ مشقت کا

محتاج ہو اُسمین مشغول ہو ایسی حالت والے کا نام ہم قانع رکھتے ہین کیونکہ اُسنے موجود چیز پر قناعت کرکے طلب کو موقوف کیا
باوجودیکہ کسیقدر رغبت بھی تھی چوتھی حالت کہ طلب مال کو موقوف کرنا عاجزی کے باعث ہو ورنہ رغبت اتنی ہو کہ اگر کوئی سبیل
اسکی تلاش کی ملے گو محنت ہی سے ہو تو اُسکو ضرور طلب کرے یا طلب ہی مین مشغول ہو ایسی حالت والے کو ہم حریص کہتے ہین۔
پانچوین حالت یہ ہو کہ جو مال اُسکے پاس نہین اُسکی ضرورت ہو مثلاً بھوکا ہے یا ننگا ہے بھوکے پاس روٹی نہو اور ننگے کے پاس لباس نہو ایسی حالت
والے کو ہم مضطر کہتے ہین اُسکی رغبت طلب کے باب مین کسی طرح کی ہو ضعیف ہو یا قوی اور یہ حالت رغبت سے بہت کم جدا ہوتی ہے
پس یہ پانچ احوال ہین جنمین سے اعلیٰ زہد ہے اور اضطرار کے ساتھ مین اگر زہد ملا لیا جاوے اور یہ صورت ممکن ہو تو ایسا حال زہد کے
اقصی درجات مین ہے اور ان پانچون حالتون سے بڑھکر ایک اور حالت ہے جو زہد سے بھی اعلیٰ ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کے نزدیک ہونا اور
نہونا مال کا برابر ہو کہ آنے کی خوشی نہ گئے کا غم اور اسکا حال ایسا ہو جیسا حضرت عائشہ رضہ کا تھا کہ جب انکے پاس ایک لاکھ درہم کسیکی طرف
مین سے آئے تو لے لیے اور اسی روز تقسیم کر دیے اور جب انکی خادمہ نے عرض کیا کہ اگر آج کے درہمون مین سے آپ ایک درہم کا گوشت
لے دیتین تو اسی سے افطار کرتے آپ نے فرمایا کہ اگر پہلے سے یاد دلاتی تو ایسا ہی کرتی - پس جس شخص کا حال ایسا ہو اگر تمام دنیا
اُسکے قبضے اور خزانے مین ہو تب بھی اُسکو ضرر نکریگی اسلیے کہ وہ شخص تمام مال کو خداے تعالیٰ کے خزانے مین جانتا ہے نہ اپنے قبضے
مین اور اسیوجہ سے مال خواہ اُسکے قبضے مین ہو یا کسی دوسرے کے اُسکے نزدیک وہ دونون یکسان ہین اور مناسب ہے کہ ایسی حالت
والے کو مستغنی کہین اسلیے کہ وہ مال کے وجود اور عدم دونون سے غنی ہے اور مستغنی کے معنی لفظ غنی سے علیحدہ سمجھنے چاہیین جو خداے
تعالیٰ پر اور اُسکے بندون مین سے بہت سامان رکھنے والون پر بولا جاتا ہے کیونکہ بندون مین سے جسکے پاس مال زیادہ ہوتا ہے اور وہ
اُس سے خوش ہوتا ہے تو وہ محتاج اس بات کا ہے کہ مال مذکور اُسکے پاس رہے ہرچند وہ مال کے قبضے مین آنے سے غنی ہے تاہم اُسکے
باقی رہنے کا محتاج ہے اسی لیے وہ من وجہ فقیر ہے مگر مستغنی مال کے قبضے مین آنے اور اُسکے باقی رہنے اور اُسکے قبضے مین سے نکل
جانے سب سے غنی ہے کیونکہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اسکو مال سے ایذا نہین ہوتی اور نہ خوشی ہوتی ہے پس احتیاج قبضے سے نکالنے اور
قبضے مین رکھنے کی دونون نہ رہی اور یہ بھی نہین کہ اُسکے پاس نہو تاکہ محتاج قبضے مین آنے کا ہو بہرحال مستغنی کی غنا عام ہے اور اسی
جہت سے ایسا شخص اُس غنی سے جو وصف خداوندی ہے قریب تر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بندے کا قرب خداے تعالیٰ سے اسی طرح ہے کہ
صفات الٰہی مین قریب ہو قرب مکانی تو ہوتا ہی نہین لیکن ہم ایسی حالت والے کو مستغنی ہی کہتے ہین تاکہ لفظ غنی اُس ذات پر
بولسکین جسکو غناء مطلق ہر چیز سے ہے اور اس قسم کا بندہ اگرچہ مال کے وجود اور عدم سے مستغنی ہے مگر سوا اُسکے اور چیزون سے مستغنی نہین
نہ مدد و توفیق الٰہی سے مستغنی ہے جس سے اسکا استغنا باقی ہے یہ استغنا بڑی نعمت ہے کہ خداے تعالیٰ نے اس سے اُسکے دل کو زینت دی ہے جو دل
مال کی محبت مین مقید رہتا ہے وہ غلام ہے اور جو اُس سے مستغنی ہے وہ آزاد ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہی اُسکو اس غلامی سے آزاد کیا ہے تو
اس آزادی کے ہمیشہ رہنے کی حاجت اُسکو البتہ ہے اور دل غلامی اور آزادی مین دم بدم ادلتے بدلتے رہتے ہین کیونکہ سب دل
درمیان خداے تعالیٰ کی انگلیون کے ہین اسی لیے ایسے شخص کو مطلقاً غنی کہدینا درحقیقت نہین زیبا ہے اگر کہا جاوے تو مجازاً ہوگا۔
اب جاننا چاہیے کہ زہد ابرار کے درجے کا کمال ہے اور اس حالت والا یعنی مستغنی مقربین مین سے ہے تو ضرور ہوا کہ زہد اُسکے حق مین
درجہ نقصان ہو اسلیے کہ ابرار کی نیکیان مقربین کی برائیان ہوتی ہین اور نیز دنیا کا برا جاننے والا بھی دنیا مین مشغول ہے جیسا اُسکا شغف
کرنے والا ہے اور شغل ماسواے خداے تعالیٰ کا خداے تعالیٰ سے حجاب ہوتا ہے کیونکہ خداے تعالیٰ کچھ فاصلے پر تو نہین ہے کہ دوری
اُسکا حجاب ہو جاوے بلکہ وہ تو آدمی کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہے اور نہ خداے تعالیٰ کسی مکان مین ہے تاکہ آسمان و زمین اُسمین

اور آدمی مین حجاب ہوجاوین تو اب ضرور ہی کہ حجاب سمین اور آدمی مین بجز غیر اللہ کے ساتھ مشغول ہونے کے اور کوئی نہو اور اپنے
نفس اور شہوات مین مشغول ہونا بھی غیر اللہ کے ساتھ مشغول ہونے مین داخل ہی اور چونکہ آدمی ہمیشہ اپنے نفس اور شہوات مین مشغول
رہتا ہی اسی لیے ہمیشہ خداے تعالیٰ سے محجوب رہتا ہی حاصل یہ کہ جو شخص اپنے نفس کی محبت مین مشغول ہی وہ خداے تعالیٰ سے منحرف ہی
اور جو شخص اپنے نفس کے بغض مین لگا ہی وہ بھی خدا کے ساتھ مشغول نہین اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ جس مجلس مین عاشق و معشوق
ہون اگر رقیب بھی آجاوے تو اگر عاشق کا دل رقیب کیطرف اور اس سے بغض رکھنے کی طرف اور اسکے آنے کو برا جاننے کی طرف
متوجہ ہوگا تو چونکہ وہ ان واہیات مین مصروف ہی لذت مشاہدۂ معشوق سے محروم رہیگا اور اگر عشق مین مستغرق ہوگا تو غیر سے غافل
ہوگا اور اسکی طرف توجہ نکریگا غرضکہ جس طرح معشوق کے ہوتے ہوے دوسرے کو محبت کی راہ سے دیکھنا عشق مین شرک ہی اور عیب
نقصان اسیطرح بغض کی راہ سے بھی دوسرے کو تاکنا معشوق کے ہوتے ہوے عشق مین شرک و نقصان ہی گو یہ نقصان بہ نسبت
اول کے خفیف تر ہی تاہم پورا کمال نہین اور کمال پورا یہ ہی کہ قلب محبوب کے سوا اور کسی کیطرف نہ دوستی کی راہ سے نظر کرے نہ دشمنی کی
راہ سے کیونکہ جیسے ایک دل مین دو محبت ایک حالت مین نہین جمع ہوتین ایسے ہی ایک حالت مین دوستی اور دشمنی بھی نہین جمع ہوتی پس
جو شخص دنیا کی دشمنی مین مشغول ہی وہ بھی خدا سے غافل ہی جیسے وہ شخص کہ اسکی دوستی مین مشغول ہی مگر اتنا فرق ہی کہ جو دنیا کی دوستی مین
مشغول ہی وہ غافل ہی اور اپنی غفلت مین راہ بعد طے کرتا ہی اور جو اسکی دشمنی مین مصروف ہی وہ بھی غافل ہی مگر غفلت مین طریق قرب پر
راہ چلتا ہی اسواسطے کہ ایسے شخص کے لیے توقع پڑتی ہی کہ اسکا حال انجام کو ایسا ہو جاوے کہ اتنی سی غفلت جاتی رہے اور صرف حضوری
اور مشاہدہ میسر ہو جاوے غرضکہ درجۂ کمال ایسے شخص کیواسطے متوقع ہی باین وجہ کہ بغض دنیا ایک سواری ہی جو خداے تعالیٰ کیطرف پہونچاتی ہی
تو دنیا سے محبت اور بغض والون کی ایسی مثال ہی جیسے دو شخص راہ حج مین سواری پر چڑھنے اور اسکے گھاس دانے کی خبر گیری اور
ہانکنے مین مشغول ہون لیکن ایک تو کعبے کی طرف کو منہ کرکے جاتا ہو اور دوسرا پیٹھ پھیر کر ایک طرف مقابل مین جاتا ہو تو یہ دونون
شخص اس بات مین برابر ہین کہ کعبے سے محجوب اور اس سے غافل اور اپنی سواری کی فکر مین مشاغل ہین لیکن جو کعبہ کو جاتا ہی اسکا حال دوسرے
کی نسبت کہ اچھا ہی جو پشت بکعبہ چلتا ہی کیونکہ اسکو کبھی پہونچنا نصیب نہوگا مگر شخص اول کا حال اگر ملاحظہ اس شخص کے دیکھو جو کعبے مین
معتکف ہو اور وہان سے باہر ہی نہین جاتا کہ حاجت سواری کی فکر کی پہونچنے کیواسطے پڑے تو اسکی نسبت البتہ اچھا نہین اس سے
معلوم ہوا کہ یہ تصور کرنا نہ چاہیے کہ دنیا کا بغض کرنا مقصود بالذات چیز ہی بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ دنیا خدا سے روکنے والی چیز ہو اس تک
پہونچنا بدون اسکے روک کے دفع کرنے کے ممکن نہین اسواسطے حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہی کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے
اور اسی پر کفایت کرسکے تو جلدی ہی راحت چاہتا ہی بلکہ اسکو چاہیے کہ آخرت مین مشغول ہو اس قول مین بتلادیا کہ راہ آخرت کا چلنا زہد کے
سوا ہی جیسے طریق حج کا چلنا اور ہی اور قطع مسافت و مانع حج کا دفع کرنا اور اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ دنیا مین زہد کرنے سے اگر مقصود یہ ہی کہ اسکے
وجود اور عدم دونون مین رغبت نہو تب تو یہ نہایت درجہ کا کمال ہی اور اگر صرف اسکے نہونے کی رغبت منظور ہو تو البتہ یہ درجہ بہ نسبت
درجہ راضی اور قانع اور حریص کے تو کمال گنا جاویگا مگر مستغنی کے درجے کی نسبت کرنا نقص ہیگا بلکہ مال کے حق مین کمال یہی ہی کہ آدمی
کے نزدیک مال اور پانی ایک سا ہو اور پانی کی کثرت ہمسایہ مین ہونے سے اسکو کچھ ایذا نہین ہوتی مثلاً جیسے کوئی دریا کے کنارے ہو اور نہ پانی
کی قلت سے ایذا ہو بشرطیکہ مقدار ضروری سے کم نہو باوجودیکہ پانی اور مال دونون حاجت کی چیز ہین تو جیسے بہت سا پانی دیکھکر اسکے
پڑوس سے بھاگنے کی تجویز مین مشغول نہین ہوتا نہ اسکو برا سمجھتا ہی بلکہ دل مین یہ کہتا ہی کہ اس سے بقدر حاجت مین بھی پیونگا اور خدا کے بندون کو پلادونگا
اور کسی پر بخل نکرونگا اسی طرح مال کا حال بھی ہونا چاہیے اسلیے کہ روٹی اور پانی حاجت کے باب مین ایک ہین فرق صرف ایک کی قلت

اور دوسرے کی کثرت کا ہی۔ اور جب آدمی خداے تعالی کو پہچانے اور جس تدبیر سے اُسنے انتظام عالم کیا ہی اُسکو جانے تو معلوم ہو جاوے کہ جب تک وہ زندہ رہیگا اُسکو بقدر حاجت روٹی ضرور پہونچیگی جیسے پانی بقدر حاجت آتا ہی چنانچہ اُسکا بیان عنقریب باب توکل مین انشاء اللہ آویگا۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے ابو سلیمان دارانی رح سے کہا کہ حضرت مالک بن دینار نے مغیرہ سے فرمایا کہ گھر مین جاکر وہ کوزہ جو تو نے مجھکو تحفۃً دیا ہی لے لے اسلیے کہ شیطان مجھے وسوسہ ڈالتا ہی کہ اُسکو چور لیگیا حضرت ابو سلیمان نے فرمایا کہ یہ بات صوفیہ کے دلون کے ضعف کی ہی مالک نے دنیا مین زہد کیا اگر کوئی کوزہ لیجاتا تو اُنکو کیا تھا۔ اس سے غرض یہ ہوئی کہ کوزہ کے گھر مین رہنے کی کراہت مین بھی اُسکی طرف التفات پایا جاتا ہی جسکا سبب ضعف اور نقصان ہی۔ اب اگر کوئی کہے کہ جب نفرت دنیا داخل کمال نہین تو انبیا اور اولیا کیون دنیا سے بشدت تنفر اور بھاگتے رہے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ انکا بھاگنا ایسا تھا جیسے پانی سے بھاگنا یعنی پانی کو مقدار حاجت پی لیا اور جسقدر بچا اُسکو مشکون اور پکھالون مین بھر کر اپنے ساتھ لیے نہ پھرے بلکہ نہرون اور کنوون اور چشمون ہی مین اُن لوگون کیواسطے چھوڑ دیا جنکو اُسکی ضرورت ہو نہ اس جہت سے کہ اُنکے دل اُسکی دوستی یا دشمنی مین مصروف تھے دیکھو زمین کے خزانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضہ اور حضرت عمر رضہ کے پاس آئے ح۲ اور آنھون نے لیکر اُنکے محل اور موقع مین خرچ کر دیے اُنسے بھاگے نہین کیونکہ اُنکے نزدیک مال اور پانی اور سونا اور پتھر برابر تھے اور اگر کسی سے مال کے لینے سے انکار منقول ہی تو یا تو ایسے شخص سے منقول ہی کہ اُسکو خوف ہوا کہ اگر لونگا تو شاید مال کے فریب مین آکر دل مقید ہو جاویگا اور شہوات کی طرف بلاویگا اور یہ حال ضعیفون کا ہی پس اُنکے حق مین مال کی دشمنی اور اُس سے بھاگنا ہی کمال ہی اور سب خلق کے لیے ایسا ہی حکم ہی اسلیے کہ سواے انبیا اور اولیا اور علما کے سب ضعیف ہین اور یا کسی شخص قوی سے منقول ہی جو درجۂ کمال کو پہونچا ہو اُسکے انکار کی وجہ یہ تھی کہ نفرت اور انکار اسواسطے ظاہر کیا کہ ضعفا دیکھکر پیروی کرین اور مال نہ لین ورنہ لینے کی پیروی مین اُنکی بربادی متصور تھی ح۳ جیسا کہ سانپ کا منتر والا اپنی اولاد کے سامنے سانپ سے بھاگتا ہی اُسکا بھاگنا کچھ اسوجہ سے نہین ہوتا کہ وہ سانپ پکڑنے سے عاجز ہی بلکہ اس جہت سے ہوتا ہی کہ اگر مجھکو سانپ پکڑتے میری اولاد دیکھیگی تو وہ بھی پکڑینگے اور ہلاک ہونگے اسی طرح انبیا اور اولیا بھی ضعیفون مین ضعیفون کا سا حال بنا لیتے ہین تاکہ اُنکی اقتدا کیجاوے۔ خلاصہ اس بیان کا یہ ہی کہ مراتب چھ ہین جنمین سب سے اعلیٰ رتبہ مستغنی کا ہی پھر زاہد اُسکے بعد راضی اُسکے بعد قانع پھر حریص کا باقی رہا مضطر تو اُسکے باب مین زہد اور رضا اور قناعت کا تصور ہو سکتا ہی اور ان احوال کے اختلاف کے بموجب اُسکا رتبہ مختلف ہوتا ہی مگر فقیر ان پانچون شخصون زاہد و راضی و قانع و حریص و مضطر کو کہ سکتے ہین لیکن مستغنی کو اس معنی کر فقیر نہین کہ سکتے اگر اُسکو فقیر کہینگے تو اس اعتبار سے کہینگے کہ وہ خداے تعالی کی طرف ہر ایک چیز مین محتاج ہی خاصکر اپنے استغنا مین مال سے پس مستغنی کو فقیر کہنا ایسا ہی جیسا وہ شخص کہ اپنے نفس کو پہچانے کہ خدا کا بندہ ہی اور اقرار بھی عبودیت کا کرے تو ایسے شخص پر بندے کا اطلاق غافلون کی نسبت زیادہ شایان ہی گو بندہ کا لفظ تمام خلق کے لیے عام ہی اسی طرح لفظ فقیر بھی عام ہی اور جو شخص اپنے نفس کو جانے کہ اللہ تعالی کا فقیر یعنی محتاج ہی تو اُسکو فقیر کہنا زیادہ اچھا ہی غرضکہ لفظ فقیر دونون معنی مین مشترک ہی اور جب یہ بات معلوم ہوئی تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ح۴ جو فقیر کے باب مین یہ فرمایا ہی کہ اعوذ بک من الفقر اور کاد الفقر ان یکون کفرا ح۵ مخالف اس دعاے نبوی کے نہین اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا کیونکہ اول مین مضطر کا فقر مراد ہی جس سے کہ آپ نے پناہ مانگی ہی اور جس فقر کی دعا مانگی ہی وہ یہ ہی کہ اقرار مسکنت اور ذلت اور احتیاج کا خدا کی طرف ہی اب دونون حدیثون مین مخالفت نہ رہی۔

دوسرا بیان فقر کی مطلق فضیلت مین۔ آیات قرآنی سے فضیلت فقر ثابت ہی چنانچہ ارشاد ہی للفقراء المہاجرین

ح۱ بخاری و مسلم بروایت [illegible]

ح۲ [illegible] جلد اول [illegible] مین گزر چکی ہی ۱۲

ح۳ [illegible] باب [illegible] صفت [illegible] غضب [illegible] مین گزر چکی ہی ۱۲

ح۴ الٰہی زندہ رکھ مجھکو مسکین اور مار مجھکو مسکین ۱۲ ترمذی بروایت انس و حاکم بروایت ابو سعید ۱۲

ح۵ واسطے اون مفلسون وطن چھوڑنے والون کے

الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا و ینصرون اللہ و رسولہ اور فرمایا للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض اول سیاق کلام مدح کے طور پر فرمایا پھر فقر کی صفت کو ہجرت اور گھر جانے کے وصف سے مقدم فرمایا اور اس تقدیم سے ظاہر طور فقر کی مدح پائی جاتی ہے اور احادیث میں بھی فقر کی مدح بہت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رض سے پوچھا کہ لوگوں میں سے کون بہتر ہے عرض کیا کہ جو مالدار ہوا اور اللہ کا حق اپنے نفس و مال میں ادا کرتا ہو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اچھا ہے مگر جسکو میں نے پوچھا ہے وہ نہیں پھر اصحاب رض نے عرض کیا کہ پھر کون شخص بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ فقیر یعطی جہدہ اور حضرت بلال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الق اللہ فقیرا و لا تلقہ غنیا اور ایک حدیث میں فرمایا ان اللہ یحب الفقیر المتعفف ابا العیال اور حدیث مشہور میں ہے یدخل فقراء امتی الجنۃ قبل اغنیاءھم بخمسمائۃ عام اور ایک روایت میں چالیس خریف یعنی چالیس برس آئے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فقیر حریص غنی حریص کی نسبت چالیس برس پیشتر جاویگا اور فقیر زاہد غنی راغب کی نسبت پانسو برس پیشتر جنت میں داخل ہوگا اور ہمنے جو درجات فقر کا اختلاف ذکر کیا ہے اس سے تمکو قطعاً فرق فقرا کے درجات کا ذہن میں آیا ہوگا اور اس تحریر بالا سے معلوم کرلوگے کہ فقیر حریص کا درجہ فقیر زاہد کی نسبت ساڑھے بارھواں ہے جو کہ نسبت چالیس کو ہے پانسو کی طرف اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ مقدار معین فرمائی تو بسبب اتفاق یا لغو کی طرح زبان سے نکل گئی ہے بلکہ آپ تو ہر بات میں حقیقت بیان فرماتے تھے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی اور ان درجات فقر کے باب میں جو تعیین ہے وہ ایسی ہے جیسے آپ نے فرمایا ہے الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ و اربعین جزءا من النبوۃ اسمیں جو سچے خواب کو چھیالیسواں حصہ نبوت کا فرمایا ہے تو یہ انداز در حقیقت ایسا ہی ہے لیکن آپ کے سوا کسی مجال نہیں کہ اس نسبت کی وجہ سوائے تخمین کے جان لے واقعی علت کسیکو معلوم نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ یہ بات معلوم ہے کہ نبوت اسکو کہتے ہیں جو نبی سے خاص ہو اور اسی کے باعث نبی اور لوگوں سے علیحدہ بھی ہوا اور نبی میں بہت سے خواص ہوتے ہیں اول تو یہ کہ جو امور خدائے تعالی سے اور اسکی صفات اور فرشتوں اور دار آخرت سے متعلق ہیں انکا احوال واقعی جانتا ہو نہ اس طرح کہ جیسے اور لوگ سمجھتے ہیں بلکہ کثرت معلومات اور زیادتی یقین اور تحقیق اور کشف میں عوام کے مخالف ہو دوسرے یہ کہ نبی کے نفس میں وہ صفت ہوتی ہے کہ جس سے افعال عادات کے خلاف پورے ہوتے ہیں جس طرح ہم میں ایک صفت ہے کہ اسکے باعث ہمارے حرکات ہمارے ارادے اور اختیار یعنی قدرت سے پورے ہوتے ہیں گو قدرت اور مقدور سب اللہ تعالی کے افعال ہیں تیسرے یہ کہ نبی میں ایک ایسی صفت ہوتی ہے جسکے باعث فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے جیسے بینا آدمی میں مثلاً ایک صفت ایسی ہے جو اندھوں میں نہیں وہ یہ ہے کہ محسوسات کو دیکھ لیتا ہے چوتھی صفت یہ ہے کہ نبی میں وہ خاصیت ہوتی ہے جس سے غیب کا حال اسکو بیداری یا خواب میں معلوم ہوجاتا ہے یعنی اسی خاصیت کے باعث لوح محفوظ کا مطالعہ کرلیتا ہے اور جو کچھ اسمیں غیب کا حال لکھا ہوتا ہے اسکو معلوم کرلیتا ہے پس یہ کمالات و صفات ایسے ہیں کہ انکا ثبوت انبیا کے لیے ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انمیں سے ہر ایک خاصیت کئی اقسام میں منقسم ہوسکتی ہے اور ہم بھی انکی تقسیم اگر چالیس اور پچاس اور ساٹھ وغیرہ تک کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں بلکہ اگر تکلف کریں تو ہوسکتا ہے کہ تمام صفات متعلقہ نبی کو چھیالیس ہی ثابت کردیں تاکہ سچی خواب چھیالیسواں حصہ نبوت کا ہو

جو نکالے گئے ہیں اپنے گھروں سے اور مالوں سے ڈھونڈھتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اسکی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اسکے رسول کی ۱۲ واسطے ان مفلسوں کے جو اٹکے ہیں اللہ کی راہ میں اور چل پھر نہیں سکتے ملک میں ۱۲

ان تقسیمات کے طریقوں کا معین کرنا بدون ظن اور تخمین کے نہوگا تو ٹھیک ٹھیک معلوم نہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چھیالیسوان
حصہ اسی تقسیم کی رو سے مراد لیا ہی یا نہین ہان صفات کلی جنسے نبوت کامل ہوتی ہی وہ معلوم ہین اور اُنکے منقسم ہونے کی اصل
معلوم ہی مگر اس سے مقدار خاص مقرر کرنے کی وجہ معلوم نہین ہوسکتی اسی طرح حدیث مذکور مین ہم جانتے ہین کہ فقرا کے بہت سے درجات
ہین جیسا پہلے معلوم ہوا مگر یہ فقیر حریص کا درجہ فقیر زاہد کی نسبت کر ساٹھے بارھوان حصہ کیون ہوا جسکی جہت سے اول تو صرف
چالیس برس ہی پیشتر علی سے رہیگا اور دوسرا پانسو برس کے تقدم کا سزاوار ہوگا تو اُسکا جاننا سوائے انبیاء علیہم السلام کے طاقت
بشری سے خارج ہی البتہ اگر کوئی کچھ کہیگا تو اٹکل سے کہیگا جسپر اعتماد و وثوق نہو غرضکہ ہماری غرض یہ تھی کہ کوئی ضعیف الایمان یہ
نہ سمجھے کہ آپ نے جو مقادیر مقرر فرماتے ہین یہ قیدیں اتفاقی ہین کیونکہ منصب نبوت ایسی باتون سے مبرا ہی تو یہی جان لینا چاہیے
کہ اندازہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہی وہ سچا اور درست ہی۔ اب اصل غرض کیطرف متوجہ ہوتے ہین یعنی احادیث فقر کی مدح کی لکھتے ہین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خیر ہذہ الامۃ فقراءہا واسرعہا تضجعا فی الجنۃ ضعفاءہا اور فرمایا ان لی حرفتین اثنتین فمن احبہما
فقد احبنی ومن ابغضہما فقد ابغضنی الفقر والجہاد اور روایت ہی کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور فرمایا کہ
ای محمد اللہ عز وجل تمکو سلام کہتا ہی اور فرماتا ہی کہ کیا تمکو پسند ہی کہ مین ان پہاڑون کو سونے کا کر دون جہان تم رہو تمہارے ساتھ رہا کرین
پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساعت سر جھکا لیا پھر فرمایا کہ ای جبریل ان الدنیا دار من لا دار لہ ومال من لا مال لہ ولہا
یجمع من لا عقل لہ حضرت جبریلؑ نے عرض کیا کہ یا محمد ثبتک اللہ بالقول الثابت اور روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام اپنے سفر مین
ایک سوتے آدمی کے پاس کو گذرے جو ایک کملی مین لپٹا ہوا تھا آپ نے اُسکو جگایا اور فرمایا کہ ای سونے والے اُٹھ اور خدا کا
ذکر کر اُسنے کہا کہ آپ مجھسے کیا چاہتے ہین مین نے دنیا کو اُسکے اہل کے لیے چھوڑ دیا ہی آپ نے فرمایا کہ ای حبیب اب تو سو رہو۔ اور
حضرت موسی علیہ السلام ایک شخص پر گذرے جو مٹی پر سوتا تھا اور سر کے تلے اینٹ تھی اور چہرے اور ڈاڑھی پر خاک تھی اور ایک کملی کا
تہمد باندھے تھا آپ نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تیرا یہ بندہ دنیا مین ضائع ہی حکم ہوا کہ ای موسی تجھکو معلوم نہین کہ جب مین اپنے
کسی بندے کیطرف سارے منھ سے توجہ کرتا ہون تو اُس سے تمام دنیا کو علیحدہ کر دیتا ہون اور حضرت ابو رافع رضہ سے روایت ہی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان ایک مہمان وارد ہوا آپ کے پاس اُسوقت اُسکی خاطر داری کی کوئی چیز نہ تھی آپ نے مجھکو
ایک خیبر کے یہودی کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اُس سے کہنا کہ رجب کے مہینے کے وعدے پر ہمکو آٹا خواہ قرض دیدے یا فروخت کر کے
اُسکے دام وعدے پر لے مین نے اُس یہودی کے پاس آکر پیام حضرت کا ادا کیا اُسنے کہا کہ مین بدون رہن کے نہین دونگا مین نے
آپ کی خدمت مین ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ آگاہ رہو بخدا کہ مین آسمان والون مین امین ہون اور زمین والون مین امین ہون
اگر وہ شخص میرے ہاتھ بیچتا یا قرض دیتا تو مین ادا کر دیتا جا میری زرہ لیجا اور گرو کر دے پس جب مین نکلا تو یہ آیت اُتری ولا تمدن
عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم زہرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنہم فیہ ورزق ربک خیر وابقی اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر
مبارک کو دنیا سے تسلی دینی خدائے تعالی کو منظور ہی اور ایک حدیث مین آپنے فرمایا الفقر ازین بالمومن من العذار الحسن علی خد الفرس اور

یعنی آنکھیں اُس چیز پر جو برتنے کو دی ہم نے اُن بھانت بھانت کے لوگوں کو رونق دنیا کی جانچنے کو اُنکے اور بہتر ہے رب کی دی روزی اور دیر رہنے والی ۱۲

فقر مومن پر زیادہ اچھا ہے بہ نسبت عمدہ پوزی کے گھوڑے کے گلے پر ۱۲ طبرانی بروایت شداد بن اوس بسند ضعیف ۱۲

اور فرمایا من اصبح منکم معافی فی جسمہ امنا فی سربہ عندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرہا اور حضرت کعب احبار رض فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسیٰ جب تو فقیر کو آتے دیکھے تو یون کہہ کہ خوب ہوا کہ صلحا کا شعار آیا اور عطار خراسانی کہتے ہین کہ
ایک نبی انبیا علیہم السلام مین سے کنارہ دریا پر تشریف لیگئے دیکھا تو ایک شخص شکار کھیلتا تھا اُسنے بسم اللہ کہکر جال ڈالا مگر کچھ نہ نکلا
پھر ایک دوسرے شخص پاس کو گذر ہوا اُسنے جال بسم الشیطان کہکر پھینکا تو اسمین اسقدر مچھلیان آئین کہ کثرت کی جہت سے انکے پکڑنے
سے سیلہ بھی کرتا تھا آپ نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی یہ کیا بات ہے یہ تو مین جانتا ہون کہ سب تیرے ہی قبضۂ قدرت مین ہے خدائے
تعالیٰ نے فرشتون کو حکم فرمایا کہ میرے بندے کیواسطے ان دونون کا مرتبہ دکھلا دو جب آپ نے اول شخص کی بزرگی اور دوسرے کی
اہانت اور ذلت کو مشاہدہ کیا تو فرمایا کہ الٰہی میرا اطمینان ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین جنت مین جھانکا تو اکثر
اُسکے لوگون کو فقیر دیکھا اور دوزخ مین جو جھانکا تو اُسکے لوگ اکثر غنی اور عورتین نظر آئین اور ایک روایت مین ہے کہ مین نے پوچھا غنی
کہان ہین حکم ہوا کہ انکو غنا نے روک دیا اور مقید کیا اور ایک روایت مین ہے کہ اکثر دوزخ والون کو مین نے عورتین دیکھین مین نے
پوچھا کہ انکا کیا حال ہے یعنی یہ سب دوزخ مین کیون گئین حکم ہوا کہ دو سرخ چیزون مین لگے رہنے سے یعنی سونا اور زعفران کے شغل کے
باعث اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ مومن کا تحفہ دنیا مین فقر ہے اور یہ بھی وارد ہے کہ انبیاء علیہم السلام مین سب سے پیچھے جنت مین حضرت
سلیمان علیہ السلام جاوینگے اپنی سلطنت کے باعث اور اصحاب مین سے حضرت عبدالرحمن بن عوف اپنی غنا کی وجہ سے سب کے بعد
جنت مین جاوینگے اور ایک روایت مین ہے کہ مین نے عبدالرحمن کو دیکھا کہ جنت مین آہستہ آہستہ چلکر داخل ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
فرماتے ہین کہ غنی جنت مین شدت یعنی بڑی محنت سے داخل ہوگا اور ایک حدیث مین جو اہل بیت سے مروی ہے وارد ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا احب اللہ عبدا ابتلاہ فاذا احبہ الحب البالغ اقتناہ لوگون نے اقتناہ کے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ اسکے
لیے نہ اہل چھوڑا نہ مال اور ایک حدیث مین ہے کہ جب تو فقیر کو آتے دیکھے تو کہہ مرحبا بشعار الصالحین اور جب غنا کو آتے دیکھے تو کہہ کہ
کسی گناہ کا عذاب جلد آگیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا الٰہی تیری مخلوق مین سے تیرے دوست
کون لوگ ہین مجھے معلوم ہون تو مین بھی انکو تیری خاطر دوست رکھون حکم ہوا کہ کل فقیر فقیر یعنی میرے دوست ہر ایک فقیر محتاج ہین
دوبارہ فرمانا فقیر کا یا بغرض تاکید ہے یا دوسرے فقیر سے سخت مصیبت والا مراد ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین مسکنت کو
پسند کرتا ہون اور دولت کو برا جانتا ہون اور اگر کوئی آپ کو یا مسکین کہکر پکارتا تو اس نام کو سب نامون سے اچھا جانتے۔ اور جب
اور عرب کے توانگرون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ایک روز ہمارے لیے مقرر کر دیجیے اور ایک روز فقرا
یعنی حضرت بلال جیسے اور سلمان فارسی اور صہیب رومی اور ابوذر غفاری اور خباب بن ارت اور عمار بن یاسر اور ابوہریرہ اور فقرائے
اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے ٹھہرا دیجیے کہ جس روز وہ آپکے پاس آوین تو ہم نہ آوین اور ہم آوین تو وہ نہ آوین اور اسکی وجہ
یہ تھی کہ ان لوگون کا لباس اُون کا ہوتا تھا گرمی کی شدت مین عرق جو نکلتا تو کپڑون مین سے بو پیدا ہوتی اور توانگرون کو مثل
اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن بدر فزاری اور عباس بن مرداس وغیرہ کے انکی بو سے ایذا ہوتی تھی اسلیے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہ درخواست کی آپ نے انکی درخواست پذیرا فرمائی کہ اچھا ایک مجلس مین دونون فریق کو جمع نکرینگے پس یہ آیت اتری

سے ابو [illegible] گذری ۱۲ ۔ ابو [illegible] گذری ۱۲ ۔ سے روایت معاذ بن جبل ۱۲ ابو منصور دیلمی در مسند فردوس ۔ سے جلد دوم [illegible] مین گذری ۱۲ ۔ سے احمد بروایت عبداللہ بن عمرو ۱۲ ۔ سے ابوبکر گذری ۱۲ ۔ [illegible] ۱۲ ۔ اور مامون [illegible] ۱۲ ۔ [illegible] ۱۲

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ ولا تعد عیناک عنہم ترید زینۃ الحیٰوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ
عن ذکرنا یعنی فقراء کے ساتھ رہو اور دنیا کی اطاعت نہ کرو اور دوسری جگہ ارشاد ہے وقل الحق من ربکم یعنی فقراء کے ساتھ ہو فمن شاء فلیؤمن
ومن شاء فلیکفر اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کے لیے اجازت چاہی اسوقت آپکی
خدمت اقدس میں ایک شخص قریش کے رؤسا میں سے حاضر تھا آپ کو انکا حاضر ہونا ناگوار ہوا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وارد فرمائی عبس و
تولی ان جاءہ الاعمیٰ وما یدریک لعلہ یزکی او یذکر فتنفعہ الذکری یعنی ابن ام مکتوم کو اما من استغنی فانت لہ تصدیٰ اس سے مراد وہ رئیس ہے اور
ایک حدیث شریف میں ہو کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن فقیر کو اللہ تعالیٰ اس طرح معذرت فرمائیگا جیسے آدمی آپس میں ایک دوسرے
عذر کرتے ہیں ارشاد فرمائیگا کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی میں نے دنیا تجھسے اس وجہ سے علیحدہ نہیں رکھی کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا بلکہ اس
جہت سے کہ تجھکو یہاں کرامت اور فضیلت موجود کر رکھی تھی میرے بندے اب قطاروں صفوں میں جا اور جسے جان کر کہ تجھکو دنیا میں میرے واسطے کھلایا
یا پہنایا ہو اور اسکی غرض سوا میری رضا کے اور کچھ نہو تو اسکا ہاتھ پکڑ لے اسکا میں نے تجھکو اختیار دیا اور اسوقت لوگوں کا یہ حال ہوگا
کہ عرق منہ تک آیا ہوا ہوگا یہ شخص صفوں کو چیریگا اور دیکھیگا کہ کسنے میرے ساتھ یہ سلوک بالا کیا تھا جسکو ایسا دیکھیگا اسکا ہاتھ پکڑ کے جنت میں لیجاویگا
اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ فقیروں کی شناخت بہت کیا کرو اور انکے پاس سے منت حاصل کرو اسلیے کہ انکے پاس دولت ہے لوگوں نے عرض کیا
کہ انکے پاس کیا دولت ہے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انسے یہ کہا جاویگا کہ دیکھو جسنے تمکو ایک ٹکڑا کھلایا ہو یا ایک گھونٹ پانی دیا ہو یا کوئی
کپڑا پہنایا ہو تو اسکا ہاتھ پکڑو اور جنت میں پہونچا دو۔ اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو اپنے آگے ایک چال سنی پھر جو دیکھا
تو بلال تھا اور جنت کے اوپر کے طبقات جو دیکھے تو انمیں میری امت کے فقراء اور اولاد نظر آئی اور نیچے کو جو دیکھا تو انمیں تونگر اور
عورتیں کم دکھائی دیں اور انکی بھی تعداد کم میں نے پوچھا کہ انکی قلت کی وجہ کیا ہے حکم ہوا کہ عورتوں کو تو دو سرخ چیزوں یعنی سونے اور حریر نے
نقصان میں ڈالا اور تونگر شرے حساب میں پھنس گئے اور میں نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو جو وہاں تلاش کیا تو عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا
پھر وہ میرے پاس روتے ہوئے آئے میں نے پوچھا کہ تم مجھسے پیچھے کیوں رہے تھے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو آپ تک آنا میسر
یہاں تک کہ سب شیبات کو طول کر گیا اور مجھے یہ شک تھا کہ دیکھئے آپ سے ملتا ہوں یا نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیوں انہوں نے
عرض کیا کہ مجھسے میرے مال کا حساب لیا جاتا تھا اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑے
سابقین میں سے ہیں اور ان دس آدمیوں میں سے ہیں جو مخصوص اور قطعی جنتی ہیں اور ایسے تونگر ان میں سے ہیں جنکی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے الا من قال بالمال ہکذا وہکذا یعنی داد و دہش بموجب مقولہ اس حدیث کے آپ بہت کرتے تھے اگرچہ سب کچھ تھا اور باوجود اسکے تونگری نے
اس حد کا ضرر پایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک فقیر آدمی کے پاس تشریف لیگئے اور اسکے پاس کچھ نہ دیکھا فرمایا کہ اگر اسکا نور تمام زمین والوں کو تقسیم
کیا جاوے تو سب کو پہونچے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کیا نہ بتاؤں میں تمکو جنت والوں کے بادشاہ لوگوں نے عرض کیا کہ بتلائیے آپنے فرمایا
کل ضعیف مستضعف اغبر اشعث ذی طمرین لا یؤبہ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھکو جناب سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عزت اور منزلت تھی آپنے فرمایا کہ تمہاری ہم عزت و منزلت کرتے ہیں اگر کہو تو اپنی لخت جگر فاطمہ کی بیمار پرسی کو چلیں
میں نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ کھڑے ہوئے اور میں بھی ساتھ چلا یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر کھڑے ہو کر دستک دی اور فرمایا السلام علیکم

مین اندر آؤن حضرت فاطمہ زہرا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تشریف لاوین آپنے فرمایا کہ مین اور میرے ساتھ والا دونون آتے ہین انھون نے
پوچھا کہ آپ کے ہمراہ کون ہین آپنے فرمایا عمران حضرت فاطمہ رضنے عرض کیا کہ قسم ہو اُس ذات کی جسنے تمکو نبی برحق کرکے بھیجا ہو میرے بدن پر
سوا ایک کملی کے اور کچھ نہین آپنے فرمایا کہ اُسکو یون لپیٹ لو اور ہاتھ سے اشارہ کردیا انھون نے عرض کیا کہ مین نے اپنا بدن تو چھپا لیا مگر
سر کو کیا کرون آپ کے پاس ایک پرانی چادر بدن پر تھی وہ اُنکے پاس پھینکدی اور فرمایا کہ اس سے سر باندھ لو غرض جب انھون نے بدن اور سر
چھپا لیا تو اجازت اندر آنے کی دی اور السلام علیکم کہکر پوچھا کہ بیٹیا صبح کو تمھارا کیا حال ہا انھون نے عرض کیا کہ مین مبتلاے درد رہی اور
دُکھ پر زیادہ دُکھ یہ ہو کہ میرے پاس کھانے کے لیے کچھ نہین بھوک نے مجھکو ستایا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا کہ اے جان پدر
گھبراؤ مت کہ بخدا مین نے بھی تین دن سے کھانا نہین چکھا اور میری عزت خدا کے نزدیک تجھسے زیادہ ہو اور اگر مین اپنے پروردگار سے
درخواست کرتا تو وہ مجھکو کھلا دیتا مگر مین نے آخرت کو دنیا پر اختیار کیا پھر اپنا دست مبارک اُنکے شانے پر مارا اور فرمایا کہ تجھکو مژدہ ہو کہ تو
جنت والی عورتون کی سردار ہو انھون نے عرض کیا کہ آسیہ فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی کا درجہ کہان ہو آپ نے فرمایا کہ آسیہ
اپنے وقت کی عورتون کی سردار ہو اور مریم علیہا السلام اپنے وقت کی عورتون کی اور خدیجہ رضہ اپنے وقت کی اور تو اپنے وقت کی عورتون کی
سردار ہو تم سب کی سب جنت کے ایسے مکان مین رہوگی کہ جو زبرجد کے بنے یاقوت سے جڑے ہونگے کہ انمین نہ کسی طرح کی ایذا ہوگی نہ شور و
غل نہ تعب و مشقت پھر فرمایا کہ اپنے چچا کے بیٹے پر یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر قانع رہ کہ مین نے تیرا نکاح ایسے سے کیا ہو جو دنیا مین سردار
اور آخرت مین سردار ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ اپنے فقیرون کو بُرا جاننے
لگینگے اور دنیا کی عمارت ظاہر کرینگے اور روپیہ جمع کرنے مین خصومت باہم کرینگے تو اللہ تعالی اُنکو چار خصلتون کا نشانہ بناویگا اول قحط
دوم ظلم بادشاہ سوم والیان احکام یعنی قاضی و مفتی وغیرہ کی خیانت چہارم دشمنون کا زور۔ اور فضل فقر مین آثار بھی بہت ہین چنانچہ
حضرت ابو الدرداء رضہ فرماتے ہین کہ دو درم والا ایک درم والے کی نسبت کہ سخت روکا جاویگا یا کڑا حساب لیا جاویگا اور حضرت عمر رضہ نے
سعید بن عامر کے پاس ہزار دینار بھیجے تو بہت رنجیدہ اور دردمند گھر مین آئے اُنکی بی بی نے پوچھا کہ کیا کوئی نئی بات پیدا ہوئی آپ نے
فرمایا کہ اس سے بھی بڑھکر ہو پھر فرمایا کہ ذرا اپنا پرانا دوپٹہ مجھے دو جب دوپٹہ آیا تو اُسکو پھاڑ کر تھیلیان بنائین اور انمین وہ دینار تقسیم
کردیے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی اور صبح تک روتے رہے پھر فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ
میری امت کے فقیر جنت مین توانگرون کی نسبت پانسو برس پیشتر داخل ہونگے یہان تک کہ اگر کوئی غنی اُنکی جماعت مین گھس جاویگا
تو اُسکا ہاتھ پکڑ کر نکال دیا جاویگا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ تین آدمی جنت مین بےحساب داخل ہونگے ایک وہ شخص کہ اپنا
کپڑا دھونا چاہے تو پرانا اُسکے پاس نہو کہ اُسکو پہن لے دوسرے وہ کہ اپنے چولھے پر دو ہنڈیان نہ چڑھائی ہون تیسرے وہ کہ پانی مانگے
تو اُس سے یہ نہ کہا جاوے کہ کونسا پانی منظور ہو یعنی تکلف اور کثرت کھانے اور پینے اور لباس مین نہو۔ اور روایت ہو کہ ایک فقیر حضرت
سفیان ثوری کی مجلس مین آیا تو آپ نے اُس سے کہا کہ نزدیک آؤ اگر تو غنی ہوتا تو کبھی پاس نہ بلاتا اور جو لوگ اُنکے یارون مین توانگر
تھے وہ یہ تمنا کرتے کہ کاش ہم بھی فقیر ہوتے کیونکہ فقرا کو آپ بہت پاس بٹھلاتے تھے اور توانگرون کی طرف توجہ نکرتے تھے اور مومل
کہتے ہین کہ غنی کو جیسا ذلیل مین نے اُنکی مجلس مین دیکھا ہو ایسا کہین نہین دیکھا اسی طرح فقیر کی عزت جیسی اُنکے یہان ہوتی تھی اور
کسی جگہ نہین ہوتی تھی اور بعض حکما کا قول ہو کہ اگر بیچارہ آدمی دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا درویشی سے ڈرتا ہو تو دونون سے نجات پاتا
اور اگر جنت کی رغبت ایسی کرتا جیسے مالداری کی تو دونون باتین حاصل ہوتین اور اگر دل مین خداے تعالی سے اتنا ڈرتا جتنا
ظاہر مین اُسکی مخلوق سے ڈرتا ہو تو دونون جہان مین سعادت پاتا۔ اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص مالداری کی جہت سے

تعظیم کرے اور فقیری کی جہت سے اہانت تو وہ ملعون ہوا اور حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ کسی کو پرانے کپڑے
ہونے کی جہت سے حقیر مت جاننا کیونکہ تیرا اور اُسکا پروردگار ایک ہی ہی شعر خاکساران جہان را بحقارت منگر ۔ تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد
اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ فقرا کی محبت پیغمبرون کی عادات مین سے ہی اور اُنکی ہمنشینی اختیار کرنی صلحا کی شناخت ہی اور اُنکی صحبت سے
بھاگنا منافقون کی علامات مین سے ہی سچ ہی شعر گر تو خواہی ہمنشینی با خدا ۔ گو نشین اندر حضور اولیا ۔ اور پہلی کتابون سے یہ خبر
منقول ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض انبیا علیہم السلام پر وحی بھیجی کہ اس بات سے ڈرتا رہ کہ مین تجھپر غصہ ہون پھر تو میری نظر سے گر جاوے
پھر مین دنیا تیرے اوپر یکبارگی انڈیل دون اور حضرت عائشہ رضہ کا دستور تھا کہ ایک روز مین لاکھ لاکھ درم بانٹ دیتین اور یہ درم
آپ کے پاس حضرت معاویہ اور ابن عامر وغیرہ بھیج دیا کرتے تھے اور باوجود اس کثرت مال کے دوپٹہ آپ کا پیوند لگا رہتا تھا اور
اگر آپ کی خادمہ کہتی کہ ایک درم کا گوشت اگر آپ خرید دیتین تو روزہ اسی سے افطار کرتین آپ فرماتین کہ اگر تو یاد دلا دیتی تو مین ایسا
کرتی اور یہ سب اسلیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تو مجھسے ملنا چاہتی ہی تو فقرا کی سی زندگی اختیار
کرنا اور تو انگرون کے پاس مت بیٹھنا اور اپنا دوپٹہ جب تک مت اُتارنا جب تک اُسمین پیوند نہ لگا لے اور ایک شخص حضرت ابراہیم
بن ادہم کے پاس دس ہزار درم لایا آپ نے اُسکے قبول کرنے سے انکار فرمایا اس شخص نے بہت منت کی تو آپ نے فرمایا کہ کیا
تجھے منظور ہی کہ دس ہزار درم کے عوض مین میرا نام فقیرون کے دفتر مین سے مٹا دے سو ایسا مین کبھی نکرونگا۔

تیسرا بیان فضیلت فقرائے خاص یعنی راضیون اور قانعون اور صادقون کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طوبی لمن
ہدی الی الاسلام وکان عیشہ کفافا وقنع بہ اور دوسری حدیث مین ارشاد ہی یا معشر الفقراء اعطوا اللہ الرضی من قلوبکم تظفروا بثواب
فقرکم والا فلا اول حدیث مین قانع کی فضیلت ہی اور دوسری مین راضی کی اور دوسری حدیث کے معانی سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ
حریص کو فقر کا ثواب نہین ہوتا مگر عام احادیث جو فقر کی فضیلت مین وارد ہین اُنسے معلوم ہوتا ہی کہ حریص کو بھی ثواب ملیگا چنانچہ
عنقریب اُسکی تحقیق آویگی تو شاید یہان مراد عدم رضا سے یہ ہوگی کہ خداے تعالیٰ کے اس فعل کو کہ دنیا اُس سے روک لی برا جاننے
اسی برا جاننے سے فقر کا ثواب جاتا رہتا ہی اور بہت سے حریص ایسے ہوتے ہین کہ اُنکے دل مین انکار خداے تعالیٰ کے فعل پر یا اُسکو
برا جاننا نہین گذرتا تو انکو ثواب بھی ہوگا۔ اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک شی کی ایک کنجی ہی
اور جنت کی کلید مساکین کی محبت ہی اور صابر فقیر قیامت کے دن خداے تعالیٰ کے جلیس ہونگے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
یہ حدیث مروی ہی کہ بندون مین سے محبوب تر خداے تعالیٰ کے نزدیک وہ ہی جو اُسکے رزق پر قانع ہو اور خداے تعالیٰ سے خوش ہو
اور ایک حدیث مین فرمایا اللہم اجعل قوت آل محمد کفافا اور فرمایا ما من احد غنی ولا فقیر الا ود یوم القیامۃ انہ کان اوتی قوتا فی الدنیا
اور خداے تعالیٰ نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مجھکو اُن لوگون کے پاس تلاش کرنا جنکے دل شکستہ ہون اُنھون نے عرض کیا
کہ الٰہی وہ کون لوگ ہین حکم ہوا کہ فقراے صادق۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ کوئی فقیر کی نسبت افضل نہین ہی جب کہ وہ راضی ہو
اور ایک حدیث مین فرمایا کہ خداے تعالیٰ قیامت کے روز فرماویگا کہ میری خلق مین سے برگزیدہ لوگ کہان ہین فرشتے عرض کرینگے کہ
الٰہی وہ کون ہین فرماویگا کہ مسلمان فقیر جو قانع تھے میری دہش پر اور راضی تھے میرے حکم پر انکو جنت مین داخل کرو پس وہ لوگ جنت مین
جا کر کھاوین پیوینگے اور لوگ حساب مین پڑے ہونگے یہ فضیلت قانع اور راضی کی ہی اور زاہد کی بزرگی ہم اس باب کی فصل دوم مین
لکھینگے اور قناعت اور رضا کے باب مین آثار بھی بہت ہین اور ظاہر ہی کہ قناعت کی ضد طمع ہی اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ طمع
محتاجی ہی اور نا امید ہونا لوگون سے تو انگری ہی اور جو شخص کہ لوگون کے مال سے توقع منقطع کرتا ہی اور قانع ہوتا ہی وہ اُسنے

۷ ابو منصور دیلمی در مسند فردوس

غنی ہو جاتا ہے ~ شعر ~ قناعت توانگر کند مرد را ❁ خبر کن حریص جہانگرد را ❁ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ کوئی روز ایسا نہین کہ جو ایک فرشتہ عرش کے نیچے سے یہ نہ پکارتا ہو قلیل یکفیک خیر من کثیر یطغیک یعنی تھوڑا مال جو تجھے کافی ہو بہت مال سے بہتر ہے جو تجھکو سرکش کرے۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ کوئی آدمی ایسا نہین جسکی عقل مین کچھ نقصان نہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب دنیا بڑھتی ہے تو آدمی خوش ہوتا ہے حالانکہ رات اور دن اسکی عمر کو پارہ پارہ کیے جاتے ہین اور اسکا غم اسکو نہین ہوتا ارے کمبخت مال کی زیادتی کیا کام آویگی اگر عمر کم ہوتی ہے اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ غنا کیا چیز ہے کہا کہ تھوڑی تمنا کرنی اور قدر کفایت پر راضی رہنا اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم خراسان کے امراء مین سے تھے ایک روز اپنے ایک محل کی کھڑکی سے جھانک رہے تھے دیکھا کہ اس مکان کے صحن مین ایک شخص ہے اور اسکے ہاتھ مین ایک روٹی ہے کہ اسکو کھا رہا ہے جب کھا چکا تو سو رہا آپ نے اپنے کسی خادم سے کہا کہ جب یہ شخص اٹھے میرے پاس لے آنا جب وہ اٹھا تو سامنے گیا آپ نے اس سے پوچھا کہ تونے وہ روٹی کھائی تھی تو بھوکا تھا اسنے کہا کہ ہان آپ نے پوچھا کہ اس سے شکم سیر ہوگیا کہا کہ ہان آپ نے کہا کہ پھر مزے سے سویا اسنے کہا کہ ہان آپ نے اپنے دل مین کہا کہ پھر مین دنیا لیکر کیا کرونگا نفس تو اتنے پر قناعت کرتا ہے۔ اور ایک شخص عامر بن عبدالقیس کے پاس ہوا اور وہ نمک اور ساگ کھا رہے تھے اسنے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ دنیا سے اسیقدر پر راضی ہوگئے آپ نے فرمایا کہ مین تجھکو وہ شخص بتا دون جو اس سے بُری چیز پر راضی ہوا اسنے کہا بہتر آپ نے فرمایا کہ وہ وہ شخص ہے جو آخرت کے بدلے دنیا پر راضی ہوا۔ اور محمد بن واسع رح سوکھی روٹی نکالتے اور اسکو پانی مین تر کرتے اور نمک سے کھا لیتے اور فرماتے کہ جو دنیا سے اسقدر پر راضی ہو وہ کسی کا محتاج نہوگا۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ خدا لعنت کرے ان لوگون پر جنکے لیے خدا نے تو قسم کھائی اور انھون نے اسکو سچا نہ جانا پھر آپ نے پڑھا وفی السماء رزقکم وما توعدون فورب السماء والارض انہ لحق اور حضرت ابو ذر رض ایک روز لوگون مین بیٹھے ہوے تھے انکی بی بی آئین اور کہا کہ آپ یہان بیٹھے ہین اور گھر مین نہ سالن کا ریزہ ہے نہ ستو کی مٹھی آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہین ہمارے سامنے ایک بڑی سخت گھاٹی دشوار گذار ہے اوس پر وہی چڑھیگا جو ہلکا ہوگا انکی بی بی راضی ہو چلی گئین۔ اور حضرت ذوالنون رح فرماتے ہین کہ لوگون مین سے کفر کے قریب تر وہ شخص ہے کہ فاقے مین بیصبر ہے۔ اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا مال کیا ہے آپ نے کہا کہ ظاہر کی زینت اور باطن کی میانہ روی اور لوگون کے مال سے توقع منقطع کرنی اور روایت ہے کہ خداوند کریم نے بعض کتب سابقہ مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے ابن آدم اگر تمام دنیا تیری ہو جاوے تب بھی تجھکو دنیا مین سے بجز غذا کے اور کچھ نہ ملیگا پس اگر مین تجھکو دنیا مین سے روزی دیے جاؤن اور اسکا حساب اوروں پر رکھون تو میرا احسان ہے اور قناعت اور لوگون سے

آس نہ رکھنے کے باب مین یہ اشعار ہین جنکا ترجمہ یہ ہے ~ قطعہ

شادی بیار نگاہ خدا کن نہ پیش خلق
آنکس غنی بود کہ شد از خلق بے نیاز
راسے بہ ہیچ بکر کہ پون [illegible]
ایام صرف نیستی کن [illegible]
خرم دل آنکہ گرچہ [illegible]
ریش ہمیشہ تازہ بر آید ز ترک آز

قانع بباش بخش کہ این است عز و ناز
[illegible]
رو زندہ باش [illegible]
[illegible]
کو روز و شب [illegible]
در ساختہ قناعت خوش سایہ کرفت

استغنیا نہ کن [illegible]
اندازہ [illegible] فراز
مال و منال [illegible] بگو
[illegible]
بس ہیچ [illegible] آبروے او
فکر [illegible] نکند گاہ دیدہ باز

حق بیان فقر کی فضیلت مین توانگری پر۔ جاننا چاہیے کہ لوگ اس باب مین مختلف ہین حضرت جنید اور خواص اور اکثر لوگ تو فقر کو فضیلت دیتے ہین اور ابن عطا کہتے ہین کہ غنی شاکر جو اپنے حق ادا کرتا رہے وہ فقیر صابر سے افضل ہے

اور کہتے ہین کہ حضرت جنید رح نے اس مخالفت کی جہت سے ابن عطا رح پر بددعا کی تھی اور اُسکی جہت اُنکو رنج و تکلیف پہونچی
اور اسکا حال ہم باب الصبر مین لکھ آئے ہین اور صبر اور شکر مین فرق کی وجہ بھی لکھ آتے ہین اور یہ بھی لکھ دیا ہو کہ اعمال و احوال مین
فضیلت بدون تفصیل معلوم نہین ہو سکتی اب فقر و غنا کو اگر مطلق دیکھین تو جس شخص نے اخبار و آثار کا مطالعہ کیا ہوگا اُسکو فقر کی
فضیلت مین کچھ تردد نہوگا مگر اسمین تفصیل ضرور ہو اسلیے کہ دو مقامون مین شک پڑتا ہو ایک تو یہ کہ فقیر صابر جو طلب کا حریص نہین
بلکہ قانع ہو یا راضی اُسکو بمقابلہ ایسے غنی کے دیکھین جو اپنا مال خیرات مین دیتا ہو اور مال کے امساک کا حریص نہو دوسرے یہ کہ
فقیر حریص کو غنی حریص کی بنسبت خیال کرین کیونکہ فقیر قانع تو بلاشبہ غنی حریص ممسک کی بنسبت افضل ہو اور غنی خیرات کرنے والا بھی
فقیر حریص کی بنسبت کر افضل ہو تو صرف دو ہی صورتین شک کی رہین پہلی صورت مین کبھی یہ گمان ہوتا ہو کہ غنی بہ نسبت فقیر کے افضل ہو
اسلیے کہ مال کی حرص تو دونون مین کم ہو اسمین تو برابر ہی رہے مگر غنی صدقات اور خیرات سے تقرب کرتا ہو جو فقیر سے نہین ہو سکتا
کہ عاجز ہو اور ہماری دانست مین ابن عطا کے قول کا منشا یہی ہو لیکن جو غنی کہ مال سے متمتع ہو گو مباح ہی مین ہو وہ فقیر قانع پر
افضل نہین ہو سکتا اور اُنکی شاہد وہ روایت ہو جو حدیث مین وارد ہو کہ فقرا نے شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی کہ
غنی خیرات اور صدقات و حج اور جہاد مین ہمسے بڑھکر ہین آپ نے اُنکو چند کلمات تسبیح مین ارشاد فرمائے اور فرمایا کہ تمکو ان
کلمات سے غنیون کی بنسبت زیادہ ثواب ملیگا پھر غنیون نے بھی وہ کلمات سیکھ لیے اور پڑھنا شروع کیے فقرا دوبارہ آپکی خدمت مین
حاضر ہوے اور عرض کیا کہ اب تو غنی بھی یہ کلمات پڑھنے لگے آپ نے فرمایا ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء یعنی یہ خداے تعالی کا
فضل ہو جسکو چاہے عنایت فرماے اس سے ظاہرا غنی کی افضلیت معلوم ہوئی یعنی اغنیا کو جو دونون باتون کا ثواب ملگیا تو خدا کی
عنایت اُنکے شامل حال ہو اور ابن عطا رح نے اپنے قول کی یہ وجہ بھی بیان کی ہو یعنی جب اُنسے غنی اور فقیر کی فضیلت کا سوال
کیا گیا تو کہا کہ غنی افضل ہو اسلیے کہ غنی خداے تعالی کی صفت ہو اس سے معلوم ہوا کہ جو وصف حق ہو وہی افضل ہو ان دونون
دلیلون سے اُنھون نے غنی کا افضل ہونا ثابت کیا ہو مگر دونون دلیلین ٹھیک نہین دلیل اول مین تو یہ بات ہو کہ حدیث مین
ایسی تفصیل پائی جاتی ہو جو دلالت اُنکے مقصود کے خلاف پر کرے وہ یہ کہ تسبیح مین فقیر کا ثواب غنی کے ثواب سے زیادہ ہو
اور فقرا کا اس مرتبے پر پہونچنا خدا کے فضل سے ہو جسکو وہ چاہے فضل عنایت کرے یعنی ذٰلک فضل اللہ کا اشارہ الیہ
ثواب فقیر کی طرف کرنا چاہیے نہ حال غنی کی اسلیے کہ دوسری حدیث مین جو زید بن اسلم حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہین
یہ مضمون ہو کہ فقرا نے ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیام لیکر بھیجا اُسنے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مین فقرا کا
قاصد ہون آپ نے فرمایا کہ تجھکو بھی مرحبا اور جنکے پاس سے تو آیا ہو اُنکو بھی مرحبا وہ ایسی قوم ہو کہ جنکو مین چاہتا ہون اُسنے
عرض کیا کہ فقرا نے عرض کیا ہو کہ تونگر خیر لیگئے کہ حج کرتے ہین اور ہم حج پر قادر نہین اور عمرہ کرتے ہین اور ہمکو قدرت نہین اور
جب وہ مریض ہوتے ہین تو جو مال اُنکے پاس زیادہ ہو اُسکو ذخیرہ بنانے کے لیے دے ڈالتے ہین آپ نے فرمایا کہ اُنکو میری طرف سے
یہ کہدینا کہ جو کوئی تم مین سے صبر کریگا اور طالب ثواب ہوگا اُسمین تین باتین ہونگی جو اغنیا مین نہونگی ایک تو یہ کہ جنت مین
بہت کھڑکیان ہین کہ انکو جنت والے ایسی طرح دیکھینگے جیسے زمین کے لوگ آسمان کے ستارون کو دیکھتے ہین اُسمین
بجز پیغمبر فقیر اور شہید فقیر اور ایماندار فقیر کے اور کوئی نہین جاویگا دوسری بات یہ کہ فقرا تونگرون کی بنسبت جنت مین
پانسو برس پیشتر جاوینگے تیسرے یہ کہ غنی جب کہتا ہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اور فقیر بھی یہی کلمات
کہتا ہو تو غنی فقیر کے ثواب کو نہین پہونچ سکتا اگرچہ دس ہزار درم اسکے لیے خرچ کرے اور سب اعمال نیک کا ایسا ہی

خیال کرنا چاہیے وہ قاصد یہ سنکر واپس آیا اور فقراسے ماجرا بیان کیا سبھون نے کہا کہ ہم راضی ہوے ہمارا اطمینان ہوا انتہی۔ تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء سے آپ کی مراد ثواب فقرا کی زیادتی ہی اغنیا کے ذکر سے رہی دوسری دلیل کہ غنی وصف حق ہی پس اسکا جواب بعض اکابر نے انکو یہ دیا کہ خدا سے تعالی کچھ اسباب و اعراض کے باعث غنی نہیں جو غنی کو وصف حق کہتے ہو ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک ہو آدمی کے غنا کو خدا کے غنا سے کیا علاقہ اس بات کا جواب ابن عطا نے کچھ ندیا اور بعض اکابر نے یہ بھی جواب دیا کہ جیسے غنی وصف حق ہی ویسے ہی تکبر بھی خدا کا وصف ہو تو چاہیے کہ تواضع کی نسبت افضل ہو پھر ان جواب دینے والون نے یہ فرمایا کہ نہیں یون کہنا چاہیے کہ فقر افضل ہی اسواسطے کہ بندے کی صفت ہو اور بندے کے حق مین صفات بندگی ہی افضل ہین جیسے خوف و رجا وغیرہ اور صفات ربوبیت مین تو منازع ہی نہ چاہیے اسلیے حدیث قدسی مین وارد ہو کہ کبریا میری چادر ہو اور عظمت میرا تہبند ہو جو کوئی ان دونون مین مجھسے منازع کریگا اسکو مین توڑ دونگا۔ اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ عزت اور باقی رہنے کی محبت سے ربوبیت مین شرکت اور منازع پایا جاتا ہے کیونکہ یہ دونون صفات رب مین سے ہین غرضکہ تفضیل غنا اور فقر مین اسیطرح کی گفتگو ہین ہین اور سب کا حاصل متعلق عام ہدایات سے ہو جنہین تاویل کی گنجایش ہو اور ہر ایک کا دل ایسے کلمات پر ہو کہ اُنسے خلاف ثابت ہونا کچھ بعید نہین مثلاً جس طرح ابن عطا کا قول غنا کی فضیلت مین بایں وجہ کہ وصف حق ہی تکبر سے قدح کر دیا گیا اسیطرح جو لوگ فقر کو بندے کا صفت کہکر افضل کہتے ہین انکا قول بھی مردود ہو سکتا ہی کہ جہل و غفلت بندے کے اوصاف ہین اور علم اور معرفت صفات ربوبیت مین سے ہین تو چاہیے کہ جہل و غفلت افضل ہون علم اور معرفت سے حالانکہ اسکا کوئی بھی قائل نہوگا کہ جہل بہ نسبت علم کے افضل ہو پس امر واقعی وہی ہی جو ہمنے باب صبر مین ذکر کیا ہی یعنی جو چیز خود اپنی ذات سے مقصود نہین بلکہ اُسکی طلب کسی دوسری چیز کے لیے ہو تو چاہیے کہ اُسکو مقصود چیز ہی کے لحاظ سے دیکھین کہ اُسی سے اسکا فضل ظاہر ہوا کرتا ہو اور دنیا کا مال صرف اسی جہت سے ممنوع ہو کہ وہ خدا تک پہونچنے سے مانع ہو اسیطرح فقر بھی خود مطلوب نہین بلکہ اس جہت سے مطلوب ہو کہ اُسکے سبب خدا تعالی سے جو چیز مانع ہو وہ دور ہو جاتی ہو اور بہت سے غنی ایسے ہین کہ انکو غنا نے خدا سے تعالی سے نہین روکا جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عثمان و عبد الرحمن بن عوف رض اسیطرح بہت سے فقیر ایسے ہوتے ہین کہ فقیری کے شغل مین مقصود سے پھر جاتے ہین اور دنیا مین غایت مقصد اللہ تعالی کی محبت اور اُسکے ساتھ انس کرنا ہو اور محبت و انس بدون معرفت ممکن نہین اور معرفت کی راہ کا چلنا اور اشغال کے ہوتے ہوے ممکن نہین اور فقر ہی کبھی مانع اس سلوک کا ہوتا ہو جیسے غنا کبھی عائق ہوتی ہو اور واقع مین مانع محبت دنیا ہو کہ اُسکے ساتھ محبت الٰہی دل مین جمع نہین ہوتی اور کسی چیز کا محبت رکھنے والا اُسمین مشغول رہتا ہو خواہ اُسکی جدائی مین ہو یا وصال مین اور بعض اوقات تو فراق مین شغل زیادہ ہوتا ہو اور بعض اوقات وصال مین اور دنیا غافل شخصون کی معشوقہ ہو جو اس سے محروم ہو وہ اسکی طلب مین پھنسا ہو اور جو اسپر قادر ہو وہ اُسکی حفاظت اور اُس سے متمتع ہونے مین لگا ہوا ہو اس صورت مین اگر دو شخص ایسے فرض کرو جو مال کی محبت سے خالی ہون اسی طرح کہ مال اُنکے نزدیک پانی جیسا ہو کہ ہوا تو واہ واہ اور نہوا تو واہ واہ یعنی ہر ایک مال سے اُسیقدر تمتع لیتا ہو جسقدر کی اُسکو حاجت ہو اور بقدر حاجت کا وجود اُسکے عدم کی نسبت افضل ہو اسلیے کہ فاقے والا موت کی راہ طے کرتا ہو نہ معرفت کی اور اگر بلحاظ اکثر کے دیکھو تو فقیر خطرے سے دور تر ہو اسواسطے کہ غنا کا فتنہ مفلسی کے فتنے سے سخت تر ہو اور اس سے بچاؤ کی صورت بھی ہو کہ آدمی کو مقدور نہو اور اسی واسطے صحابہ رض نے فرمایا کہ مفلسی کے فتنے مین جو ہم مبتلا ہوے تو ہمنے صبر کیا اور تونگری کے فتنے سے جو

امتحان لیے گئے تو صبر نہ کیا اور یہ بات ہر ایک آدمی کی سرشت مین ہو کوئی شاذ و نادر ایسا ہوگا جو اسطرح کا ہو اُسکا وجود بہت سے
زمانون مین کم ہوا کرتا ہو اور از انجا کہ خطاب شرع ایک شخص نادر و کمیاب کے لیے نہین بلکہ کل شخصون کے لیے ہو اور مفلسی سب کے لیے
مناسب تر ہو گو کسی نادر کے لیے نہو اسی لیے شرع نے غنا سے منع فرمایا اور اُسکی مذمت کی اور فقر کی فضیلت و مدح بیان فرمائی یہان تک
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ دنیا دارون کے مال کی طرف مت تاکو کیونکہ اُنکے مال کی چمک تمھارے ایمان کے نور کو کھو دیگی
اور بعض علما کا قول ہو کہ مالون کا الٹ پھیر کرنا ایمان کی حلاوت چوس لیتا ہو - اور حدیث[ح۱] مین ہو کہ ہر امت کے لیے ایک بچھڑا ہوا اور
میری امت کا بچھڑا دینار و درم ہین اور اصل گوسالہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا بھی سونے اور چاندی کے زیور کا بنا تھا - حاصل یہ
کہ مال اور پانی اور سونے اور پتھر کا آدمی کے نزدیک مساوی ہونا اولیا اور انبیا علیہم السلام کے لیے مقصود ہو سکتا ہو پھر انکو بھی یہ بات
جب کامل ہوتی ہو جب خدا کے فضل سے بہت سا مجاہدہ کرین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم[ح۲] دنیا سے فرماتے کہ مجھسے علیحدہ رہ
جبکہ وہ آپ کے سامنے اپنی زینت کے ساتھ مجسم ہوتی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ اے زرد رنگ والی میرے سوا کسی
اور کو فریب دے اور اے سفید رنگ والی کسی اور کو دھوکا دے یعنی جب دنیا سے مغالطہ کھانے کے آغاز اپنے جی مین ظاہر پاتے
تو یہ کلمات ارشاد فرماتے بایں لحاظ کہ حجت اپنے پروردگار کی پیش نظر رکھتے تھے - اور مال و پانی برابر ہونے کو غنا مطلق کہتے ہین
چنانچہ حدیث شریف[ح۳] مین ہو کہ غنا کثرت مال سے نہین ہو بلکہ نفس کی غنا سے ہو سعدی رح اسکا ترجمہ یون کرتے ہین توانگری بدل ست
نہ بمال - اور چونکہ یہ بات بہت دشوار ہو تو ضرور ہوا کہ عام خلق کے حق مین صلاح اور بہتری مال کے نہونے مین ہو گو مال کے
ہونے پر وہ اُسکو صدقے اور خیرات ہی مین صرف کیا کرین کیونکہ جب مال پر قادر ہوتے ہین تو یہ امور ضروری ہوتے ہین کہ مال سے
اُنس ہو اور اُسکے اوپر قدرت سے متمتع ہون اور اُسکے خرچ کرنے سے راحت پاوین اور ان سب باتون سے اس عالم کے ساتھ اُنس
پیدا ہوتا ہو اور جسقدر آدمی سے اُنس کرتا ہو اُسیقدر آخرت سے وحشت کرتا ہو اور جسقدر کہ اپنی کسی صفت سے سواے صفت معرفت کے
مانوس ہوتا ہو اُسیقدر خداے تعالیٰ اور اُسکی دوستی سے وحشت کرتا ہو اور جب اسباب اُنس دنیا کے جاتے رہتے ہین تو دل بھی دنیا اور
اُسکی زینت سے علیحدہ ہو جاتا ہو - اور جب دل ماسوے اللہ علیحدہ ہوتا ہو اور اللہ پر ایمان رکھتا ہو تو بالضرور خداے تعالیٰ کیطرف
متوجہ ہوتا ہو اسلیے کہ دل خالی تو رہتا نہین اور موجود وہی چیزین ہین یا خداے تعالیٰ یا اُسکا غیر تو جس دل کو توجہ غیر کیطرف ہوگی
وہ خداے تعالیٰ سے علیحدہ ہوگا اور جو خداے تعالیٰ کیطرف متوجہ ہوگا وہ غیر سے الگ رہ ہوگا اور جسقدر ایک کیطرف متوجہ ہوگا اُسیقدر
دوسرے سے منحرف ہوگا اور جتنا ایک کیطرف نزدیک ہوگا اتنی ہی دوسرے سے دوری ہوگی اور ان دونون کی مثال مشرق اور
مغرب سمجھنی چاہیے کہ یہ دونون طرفین مختلف اور مقابل ہین جو انکے بیچ مین پھریگا تو وہ جسقدر ایک سے قریب ہوگا دوسرے سے دور
ہوگا بلکہ دونون مین سے کسیکا قرب بعینہ دوسرے کا بعد ہو اسیطرح عین محبت دنیا مین بغض الٰہی کی ہو پس نظر عارف اپنے
دل ہی پر ہونی چاہیے کہ دنیا سے زہد کرتا ہو یا نہین اور اُس سے مانوس ہو یا نہین غرضکہ فقر اور غنی کا فضل بلحاظ اُنکے دل کے تعلق کے ہو مال
پس اگر تعلق دلی مال سے دونون مین یکسان ہوگا تو اُنکا درجہ مساوی ہو مگر یہ کہ دھوکے کی جگہ ہو اور لغزشگاہ ہو اسلیے کہ غنی اکثر
خیال کرتا ہو کہ مین مال سے دل برداشتہ ہون حالانکہ اُسکی محبت دل مین گڑی رہتی ہو اور اسکو خبر نہین ہوتی اور جبھی ہوتی ہو جب
وہ مال جاتا رہتا ہو اسلیے چاہیے کہ اپنے نفس کا امتحان کرے خواہ تو مال کو دے ڈالنے سے خواہ جب چوری ہو جاوے
پس اگر دل کو التفات پاوے تو جان لے کہ ع خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم ٭ دل برداشتہ ہونے کا خیال صرف وہم اور
مغالطہ تھا بعض آدمیون نے اس گمان سے کہ مجکو لونڈی کی طرف میل نہین اپنی لونڈی بیچدی مگر جب بیع ہو چکی اور لونڈی

ح۱ ابو منصور دیلمی نے [illegible]
ح۲ یہ حدیث پہلے گذر چکی ۱۲
ح۳ بخاری و مسلم نے بروایت ابوہریرہ ۱۲

دے دی تب اُسکے دل سے ایک آگ شعلہ زن ہوئی جو دل مین پوشیدہ تھی پھر معلوم ہوا کہ اس شخص کو مغالطہ ہوا اور عشق اُسکے دل مین ایسا چھپا تھا جیسے راکھ مین چنگاری۔ اور یہ حال سب اغنیا کا ہو بجز انبیا اور اولیا کے پس جب اغنیائے مطلق کا حاصل ہونا محال یا نہایت دشوار ہو تو ضرور ہوا کہ یہی کہا جاوے کہ عام لوگون کے لیے فقیری ہی اصلح ہو کیونکہ فقیر کا انس و علاقہ دنیا سے کم ہوتا ہو اور جسقدر علاقہ ضعیف ہوتا ہو اسیقدر ثواب تسبیحات کا اور عبادات کا زیادہ ہوتا ہو اسواسطے کہ تسبیحات سے زبان کی حرکت تو منظور ہی نہین بلکہ یہ مراد ہو کہ جس چیز کا ذکر زبان پر ہو اُس سے اُنس پختہ ہو جاوے اور زبان ہلانے کی تاثیر خالی دل مین اور ہوتی ہوا اور غیر چیزون سے بھرے ہوے مین اور ہیواسطے بعض سلف کا قول ہو کہ جو شخص دنیا کی طلب مین ہو کر زہد و عبادت کرے اُسکی مثال ایسی ہو جیسے کوئی گھانس سے آگ بجھانی چاہے یا چربی دور کرنے کے لیے گھی سے ہاتھ دھووے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ فقیر کا سانس لینا بدون شہوت کے جسپر اُسکو قدرت نہو غنی کی ہزار برس کی عبادت سے افضل ہو اور ضحاک رح فرماتے ہین کہ جو شخص بازار مین جاوے اور اپنی جی چاہتی چیز دیکھے پس صبر کرے اور طالب ثواب ہو تو اُسکے لیے ہزار دینار سے بہتر ہوگا جنکو خدا کی راہ مین دیوے۔ اور ایک شخص نے بشیر بن حارث رح سے کہا کہ آپ خدا سے میرے لیے دعا مانگیے کہ مجھکو عیال نے تنگ کر رکھا ہو آپ نے فرمایا کہ جب تیرا کنبہ تجھسے کہے کہ ہمارے پاس آٹا روٹی وغیرہ نہین تو تو اسوقت دعا مانگنا کہ تیری اسوقت کی دعا میری دعا سے افضل ہو اور آپ فرمایا کرتے کہ جو غنی آدمی زاہد بننا چاہے وہ ایسا ہو جیسے باغ گھورے پر ہو اور فقیر اگر زاہد بنے وہ ایسا ہو جیسے موتیون کا ہار کسی خوبصورت کے گلے مین پڑا ہوا اور اکابر سلف کا دستور تھا کہ علم معرفت کو اغنیا سے سننا بُرا جانتے تھے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رض دعا مانگتے اللھم انی اسالک الذل عند النصف من نفسی والزہد فیما جاوز الکفاف اور جب صدیق رض اپنے حال کے کامل ہونے پر دنیا اور اسکے وجود سے خوف فرماتے تھے تو اب کیسے شک کیا جاوے کہ مال کا نہونا بنسبت وجود کے اصلح ہو علاوہ ازین غنی کے احوال مین سے عمدہ تر یہ ہو کہ حلال حاصل کرے اور اچھی جگہ مین صرف کرے اور باوجود اسکے پھر اُسکا حساب میدان قیامت مین لمبا چوڑا ہوگا اور بہت سا کار رہنا پڑیگا اور جسکو حساب مین اُلجھاوا ہوگا وہ عذاب دیا جاویگا اور ہیواسطے حضرت عبد الرحمن بن عوف رض جنت مین دیر کر داخل ہوے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا حال ملاحظہ فرمایا کیونکہ حساب دینے مین مبتلا رہے اور ہیین جہت حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ مجھے نہین پسند ہوتا کہ میری دوکان مسجد کے دروازے پر ہو اس طرح کہ کوئی نماز اور ذکر مجھسے فوت نہو اور ہر روز مجھکو نفع پچاس دینار حاصل ہون اور انکو مین اللہ کی راہ مین صرف کر ڈالا کرون لوگون نے پوچھا کہ اسمین خرابی کیا ہو آپ کو کیا خوف ہو آپ نے فرمایا کہ حساب کی بُرائی اچھی نہین معلوم ہوتی۔ اور اسیواسطے حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا ہو کہ فقرا نے تین چیزین اختیار کی ہین اور اغنیا نے تین چیزین پسند کی ہین فقیرون کی اختیار کی ہوئی چیزین یہ ہین نفس کا چین سے رہنا اور دل کا فارغ رہنا اور حساب کا ہلکا ہونا اور اغنیا نے یہ باتین اختیار کی ہین نفس پر مشقت اور دل کا مشغول رہنا اور حساب کی شدت اور ابن عطا رح نے جو کہا ہو کہ غنی وصف حق ہو اور اسی نظر سے افضل ہو تو یہ اس صورت مین درست ہو سکتا ہو کہ جب بندہ وجود اور عدم مال دونون سے غنی ہو یعنی اسکے نزدیک وجود و عدم یکسان ہو لیکن اگر مال کے ہونے سے غنی ہوا اور اُسکے باقی رہنے کا محتاج ہو تو اُسکی غنا مشابہ خدا تعالے کی غنا کے نہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ بذات خود غنی ہو ایسی چیز کے سبب نہین جسکو زوال ہو سکے اور مال اُن اشیا مین سے ہو کہ جاتا رہتا ہو مثلاً چوری جاوے یا کوئی اور آفت آوے۔ اور کسی نے جو ابن عطا کے قول پر اعتراض کیا تھا

کہ خداے تعالیٰ اعراض یعنی اموال و اسباب کے باعث غنی نہین وہ ایسی غنا کی مذمت مین درست ہی جسکا مطلب بقاے مال ہو
اور یہ جو ایک صاحب فرماتے ہین کہ صفات حق بندے کے شایان نہین صفات بندگی ہی اُسکے شایان ہین یہ درست نہین
اسلیے کہ علم بھی تو صفات حق سے ہی جو بندے کے حق مین سب سے عمدہ چیز ہی بلکہ منتہی بندے کا یہ ہی کہ خداے تعالیٰ کے اخلاق سے عادی ہو اور
مین نے بعض مشائخ سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ جو شخص خدا کا طریق یعنی راہ معرفت طے کرتا ہی ابھی راستہ قطع نہین کر لیتا کہ ننانوے نام
خداے تعالیٰ کے اُسکے اوصاف ہو جاتے ہین یعنی اُسکو ہر ایک نام مین سے ایک بہرہ ملتا ہی مگر تکبر بندے کے لائق نہین ہواسطے کہ تکبر ایسے
شخص پر کرنا جسپر استحقاق تکبر کا نہو وہ تو صفات الہی مین سے نہین اور تکبر ایسے شخص پہ کہ جسکا مستحق ہو مثلاً مومن کا تکبر کافر پر اور عالم کا تکبر
جاہل پر اور مطیع کا تکبر عاصی پہ یہ بندے کے شایان ہی۔ ہان بعض اوقات تکبر سے فخر اور بڑھکر دعوی کرنا اور ایذا دینی مقصود
ہوتی ہی اور یہ تکبر وصف خداے تعالیٰ کا نہین اُسکا وصف وہی تکبر ہی جسکے یہ معنی ہین کہ وہ ہر چیز سے بڑا ہی اور اُسکو ہو کہ
معلوم ہو کہ مین ایسا ہی ہون اور بندے کو حکم ہی کہ اگر ہو سکے تو سب سے اعلیٰ مرتبے کی طلب کرے بشرطیکہ استحقاق کما حقہ ہو
جھوٹ اور فریب اور دغابازی سے نہو اس سے یہ نکلا کہ بندے کو جائز ہی کہ جانے کہ مومن بہ نسبت کافر کے اکبر ہی اور مطیع بہ نسبت
عاصی کے اور عالم بہ نسبت جاہل کے اور انسان بہ نسبت چوپایہ اور پتھر اور نباتات کے بڑا ہی اور ان سب چیزون کی نسبت
قرب الہی زیادہ تر اسکی انسان کو ہی پس اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اس صفت کے ساتھ حقیقت مین دیکھ لیگا تو اسمین شک نہین
کہ صفت تکبر کی اُسکو حاصل ہوگی اور اُس صفت کے لائق بھی ہوگا اور اُسکے حق مین یہ صفت فضیلت ہوگی مگر مشکل یہ ہی کہ
اُسکو اپنی شناخت کی کوئی ترکیب نہین اسلیے کہ یہ امر خاتمے پر موقوف ہی اور آدمی کو اپنا خاتمہ معلوم نہین کیسے ہوگا اور کیا اتفاق
پڑیگا پس جب خاتمے کا حال معلوم نہین تو ضرور ہوا کہ اپنے نفس کے لیے کوئی رتبہ کافر کے رتبے سے بڑھکر اعتقاد نکرے
کیونکہ ایسا ممکن ہی کہ کافر کا خاتمہ ایمان پر ہو اور اُسکا خاتمہ کفر پر ایسی صورت مین شخص مذکور تکبر کے لائق نہوگا کیونکہ اُسکو اپنے
انجام کی شناخت تو معلوم ہی نہین اور جب یہ ممکن ہوا کہ چیز کو اصل حقیقت و ماہیت پر معلوم کرے تو ایسے شخص کے باب مین وہ
علم کمال ہوگا اسلیے کہ وہ صفات الہی مین سے ہی اور چونکہ بعض اور چیزون کو پہچاننے سے آدمی کا ضرر بھی ہوتا ہی تو ایسا علم اُسکے
حق مین نقصان ہوگا کیونکہ اوصاف الہی مین سے ایسا علم کوئی نہین جو اُسکو ضرر پہونچاوے غرضکہ ایسی باتون کا پہچاننا کہ جنمین
ضرر نہو بندے مین صفات اللہ تعالیٰ مین سے ہو سکتا ہی تو ضرور ہی کہ منتہاے فضیلت یہی ہو اور اسی سے انبیا اور اولیا اور
علما کو فضیلت ہی تو ثابت ہوا کہ اگر آدمی کے نزدیک مال کا وجود اور عدم یکسان ہوگا تو یہ وہ غنا ہی کہ ایک وجہ سے مشابہ اُس
غنا کے ہی جس سے خداے تعالیٰ کی صفت کیجاتی ہی اور یہی غنا داخل فضیلت ہی اور صرف وجود مال سے جو غنا ہی اُسمین
کسی طرح کی فضیلت نہین یہان تک بیان صورت اول یعنی فقیر قانع اور غنی شاکر کی نسبت کا ہوا اب صورت دوم یعنی فقیر
حریص اور غنی حریص کی نسبت کا ذکر ہوتا ہی کہ ان دونون مین سے کون افضل ہی اور اسکے لیے ہم فرض کرتے ہین کہ ایک ہی شخص
طالب مال ہی اور اسکے لیے سعی کرتا ہی مگر نہین پاتا پھر اُسکے پاس مال آگیا تو اُسکے لیے دو نون حالتین ہوئین مال کے نہونے کی
اور ہونے کی ان دونون حالتون مین سے کونسی حالت افضل ہی پس ہم کہتے ہین کہ دیکھنا چاہیے اگر اُس شخص کو مال اُسقدر
مطلوب ہی جو معیشت اور زندگی کے لیے ضروری ہی اور اسکی غرض اُس سے یہ ہی کہ دین کی راہ طے کرے اور اُسپر مدد چاہے تو
اس صورت مین حالت وجود مال افضل ہی اسلیے کہ فقر تلاش مین مشغول رکھتا ہی اور جو شخص روزی کی طلب مین رہیگا اُسکو قدرت فکر اور
ذکر کی نہین ہوگی اور اگر ہوگی تو اسمین دوسرا شغل گھسا ہوا ہوگا شعر شب چو عقد نماز بربندم * چہ خورد بامداد فرزندم *

کا نقشہ ہوگا حالانکہ فکر و ذکر کے لیے مقدار کافی قوت کی چاہیے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللھم اجعل قوت آل محمد کفافا اور فرمایا کاد الفقران یکون کفرا اسمین فقر سے وہی فقر مراد ہے جسمین آدمی ضروری چیز کے لیے مضطر ہو اور اگر مال مطلوب حاجت سے زیادہ ہے یا بقدر حاجت ہی ہے مگر غرض طالب کی یہ نہیں کہ اُس سے سلوک راہ دین پر مدد لے تو اس صورت مین حالت فقر کی افضل اور اصلح ہے اسواسطے کہ حرص مال اور اُسکی محبت مین تو غنی اور فقیر دونون مساوی ہوے اور اسمین بھی کہ دونون کی غرض دین پر استعانت لینے کی نہین اور نہ اُسمین سے کوئی متعرض کسی گناہ کا ہو مگر اتنا فرق رہا کہ جسکے پاس ہوگا اُسکو اُس سے انس ہوگا اور اُسکی محبت دل مین پختہ ہوگی اور دنیا پر اطمینان کریگا اور جسکے پاس نہوگا اُسکا دل بمجبوری دنیا سے کنارہ کریگا اور دنیا اُسکے نزدیک بمنزلہ زندان ہوگی کہ جس سے چھوٹنا چاہیگا اور جب وہ شخص سب باتون مین برابر ہے اور دنیا سے سفر کی وقت ایک کو میل دنیا زیادہ ہوا تو ظاہر ہے کہ اُسکا حال بہ نسبت دوسرے کے سخت ہوگا کیونکہ جسقدر اُسکو انس اور التفات دنیا سے ہوگا اُسیقدر آخرت سے وحشت ہوگی اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ روح القدس نے میرے نفس مین یہ بات پھونک دی ہے کہ احبب من احببت فانک مفارقہ اور یہ تنبیہ ہے اس بات پر کہ محبوب کی جدائی بڑی شاق ہوتی ہے تو چاہیے کہ ایسی چیز سے دوستی کرے جو کبھی جدا نہو اور وہ ذات پاک اللہ جل شانہ کی ہے اور جو جدا ہوجاوے اُس سے محبت نکرے اور جدا ہونے والی دنیا ہے اگر آدمی دنیا سے محبت کریگا تو خدا سے ملنے کو برا جانیگا اور اُسکی موت اُسی حال پر ہوگی جسکو وہ برا جانتا ہو اور محبوب چیز سے جدا ہوجاویگا اور جو کوئی اپنے محبوب سے جدا ہوتا ہے تو اُسکو درد فراق بقدر محبت اور اُنس کے ہوا کرتا ہے اور جسکے پاس دنیا ہے اور وہ اُسپر قادر ہے اُسکو دنیا سے اُنس بہ نسبت نادار کے زیادہ ہوا کرتا ہے اگرچہ نادار حریص ہو پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ فقر تمام خلق کے حق مین اشرف اور افضل ہے مگر وہ جگہیں مین غنی افضل ہے اور اصلح ہے اول تو غنا حضرت عائیشہ رضی کی سی کہ وجود اور عدم مال کا برابر ہو کیونکہ ایسی غنا موجب زیادتی کی ہوتی ہے یعنی اس سے یہ فائدہ ہے کہ دعا فقرا اور مساکین کی حاصل ہوتی ہے دوسرے یہ کہ فقر مقدار ضروری سے ہو یعنی مقدار ضروری کا بھی آدمی محتاج ہو تو اس حال مین بھی غنا اشرف ہے اسلیے کہ ایسے ہی فقر کے باب مین ہے کہ یکاد ان یکون کفرا اور اس فقر مین کچھ خیر نہین مگر ایسی صورت مین کہ وجود مقدار ضروری کا اُسکی حیات کو باقی رکھے اور یہ شخص اُس حیات سے خدا تعالی کی معصیت اور کفر پر مدد چاہے اور اگر بالفرض بھوکا مر جاوے تو اُسکے گناہ کم ہوں تو اُسکے مناسب حال یہی ہے کہ بھوکا مرے اور جس چیز کی طرف مضطر ہو وہ بھی نہ ملے یہ ہے تفصیل غنی اور فقیر کے باب مین گفتگو کی مگر ایک صورت یہ ہے کہ اگر کوئی فقیر حریص ہو کہ مال کی طلب مین ہمہ تن مصروف ہو اور اُسکو کوئی کام سوا اُسکے نہو اور دوسرا شخص غنی ہو کہ اُسکو مال کی حفاظت مین اُس فقیر کی بہ نسبت حرص کم ہو اور اگر مال اُسکے پاس سے جاتا رہے تو اُسکو اتنا درد نہو جتنا فقیر کو فقر سے ہے تو ان دونون کے حال مین اختلاف ہے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون کو خدا تعالی سے دوری اُسیقدر ہوگی جسقدر کہ مال کے نہونے سے اُنکو درد ہوتا ہوگا اور جسقدر یہ درد کم ہوتا ہوگا اُسیقدر قرب الٰہی ہوگا واللہ اعلم

پانچوان بیان فقیر کے آداب حالت فقر مین۔ جاننا چاہیے کہ فقیر کے لیے مراعات چند آداب کی باطن مین اور ظاہر مین اور لوگون سے ملنے مین اور اپنے افعال مین ضرور ہے باطن کا ادب تو یہ ہے کہ جسمین کراہت اس امر کی نہو جسمین خدا تعالی نے اُسکو مبتلا کیا ہے یعنی فقر کو دل مین برا نہ جانے اور یہ نہ سمجھے کہ خدا تعالی نے جو میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو اسکا کام اچھا نہین گو نفس فقر کو برا سمجھے جیسے پچھنے لگوانے والا کہ ہر چند پچھون کو ایذا کی جہت سے برا جانتا ہے مگر پچھنے لگانے والے کے فعل کو کہ خود اُسکو برا نہین جانتا بلکہ اُسکا احسانمند ہوتا ہے تو یہ درجہ ہونا اقل مرتبہ ہے فقیر کو اتنا ہونا واجب ہے اور اُسکے خلاف

حرام ہو اور فقر کے ثواب کو کھو دیتا ہو اور یہی مراد ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مین کہ اے گروہ فقرا اللہ تعالیٰ کو رضا اپنے
دلون سے دو کہ تمکو ثواب تمہارے فقر کا ملے ورنہ نہین ملیگا۔ اور اس سے اونچا درجہ یہ ہو کہ فقر کو کبھی برا نجانے بلکہ اس سے
راضی رہے اور اس سے بھی بڑھکر یہ ہو کہ فقر کا طالب ہو اور اس سے خوش ہو اس لحاظ سے کہ غنا کے آفات جانتا ہو اور اپنے
دل سے خدائے تعالیٰ پر متوکل ہو اور اعتماد رکھتا ہو کہ مقدار ضروری بیشک مجھکو ملے ہی گی اور قدر ضرورت سے زیادہ کو برا
سمجھتا ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ فقر سے اللہ تعالیٰ عذاب بھی کرتا ہو اور ثواب بھی دیتا ہو جب فقر سے ثواب
دینا منظور ہوتا ہو تو اسکی پہچان یہ ہو کہ بندے کی عادت اچھی کر دے اور اس سے اطاعت اپنے پروردگار کی کرے اور اپنے
حال کا شکوہ کسی سے نہ کرے اور فقر پر شکر خدا کرے اور جب عذاب کرنا فقر سے منظور ہوتا ہو تو اسکی علامات یہ ہین کہ آدمی
بدخلق ہو اور خدا کی نافرمانی کرے اور کثرت سے شکایت کرتا رہے اور حکم الٰہی پر غصہ ہو انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک
فقر اچھا نہین ہوتا بلکہ وہی فقر عمدہ ہو کہ جسمین آدمی غصہ نہو یا فقر پر راضی رہے یا اس سے خوش ہو باین وجہ کہ اسکا ثمرہ
جانتا ہو چنانچہ یہ قول مشہور ہو کہ بندے کو جو چیز دنیا سے ملتی ہو تو اس سے یہ کہدیا جاتا ہو کہ اسکو تین حصون پر لے یعنی تین باتین
اسکے ساتھ تجھے پیش آوینگی اول مصروف رہنا دوم فکر و تردد سوم زیادہ ہونا حساب کا اور فقیر کے ظاہر کا ادب یہ ہو کہ نہ مانگنا
اور اچھی طرح رہنا ظاہر کرے اور کسی سے شکایت اور فقر ظاہر نکرے بلکہ اپنے فقر کو چھپاوے اور اس بات کو بھی چھپاوے کہ مین
اپنا فقر پوشیدہ رکھتا ہون کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہو ان اللہ یحب الفقیر المتعفف ابا العیال اور اللہ جل شانہ ارشاد
فرماتا ہو یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ افضل اعمال کامل ہو احتیاج کی حالت مین
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ فقر کو چھپانا نیکی کے خزانون مین سے ہو اور اعمال مین ادب یہ ہو کہ کسی غنی کے لیے اسکی
توانگری کے باعث انکسار نہ کرے بلکہ اُسپر تکبر کرے چنانچہ حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ کیا عمدہ ہو غنی کا تواضع کرنا فقیر کے
واسطے از راہ رغبت ثواب کے اور اس سے بھی عمدہ فقیر کا تکبر ہو غنی پر خدائے تعالیٰ پر اعتماد کی رو سے تو ایسا حال فقیر کا
ہونا تو ایک رتبۂ عالی ہو مگر کمتر درجہ یہ ہو کہ اغنیا کے پاس نہ بیٹھے نہ انکے پاس بیٹھلانے کی رغبت کرے اسلیے کہ مبادی طمع
یہی باتین ہوتی ہین حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جب فقیر توانگرون سے ملنے لگے تو جانو کہ ریاکار ہو اور جب بادشاہ
سے ملے تو جانو کہ چور ہو۔ اور بعض عارفین کا قول ہو کہ جب فقیر توانگرون سے ملتا ہو تو اسکا اعتماد ڈھیلا ہو جاتا ہو اور جب
اُنسے طمع کرتا ہو تو عصمت جاتی رہتی ہو اور جب انمین رہنے لگتا ہو تو گمراہ ہو جاتا ہو اور چاہیے کہ اغنیا کی خاطر سے اور
اُنکی عطا کی طمع سے ذکر حق سے خاموش نرہے جو بات حق ہووے بیان کرے اور اعمال کا ادب یہ ہو کہ فقر کے باعث
کسی عبادت سے سستی نہ کرے اور اگر کسی قدر مال بچ رہے تو اُسکے خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے کیونکہ کم مایہ کی کوشش و جہد
یہی ہو اور اُسکا ثواب بہت سے مالون کے ثواب سے زیادہ ہو جو غنی کی طرف سے دیا جاوے چنانچہ زید بن اسلم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ صدقے کا ایک درم خدائے تعالیٰ کے نزدیک لاکھ درم سے
افضل ہو لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہو آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے بہت سے مال سے لاکھ درم نکالے اور خیرات
کیے اور ایک آدمی کے پاس صرف دو ہی درم ہین اور کچھ نہین اسنے اپنے جی کی خوشی سے ایک درم دے دیا تو یہ ایک درم اُلا
اُس لاکھ والے سے اچھا ہوگا انتہی۔ اور چاہیے کہ مال جمع نہ کرے بلکہ قدر حاجت لے اور باقی خرچ کر ڈالے اور جمع کرنے مین
تین درجے ہین ایک یہ ہو کہ صرف ایک دن اور ایک رات کا سامان رکھے یہ درجہ صدیقین کا ہو اور دوسرا یہ کہ چالیس روز کا

نسائی بروایت ابو ہریرہ اور زید بن اسلم سے اسکی سند ثابت نہین ۱۲

ذخیرہ کرے اور جو اسقدر پر زیادہ ہو وہ طول امل میں داخل ہے اور علما نے یہ بات حضرت موسی علیہ السلام کی میعاد سے نکالی ہے جو خدائے تعالی نے انکے لیے مقرر فرمائی تھی اس سے یہ سمجھا گیا کہ زندگی کی توقع چالیس روز کی جائز ہے اور یہ درجہ متقین کا ہے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ برس روز کا ذخیرہ کرے یہ سب سے ادنی مرتبہ ہے اور یہ صالحین کا درجہ ہے اور جو اس سے بھی زیادہ کے لیے ذخیرہ کرے وہ عوام میں داخل ہے خواص سے اسکو کچھ تعلق نہیں پس مرد صالح جو اطمینان قلب میں کمزور ہو اسکی غذا برس روز کی غذا میں ہے اور خواص کی غذا چالیس روز کی خوراک میں اور خواص سے بھی خواص کی غذا ایک دن اور ایک رات کی قوت میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کی غذا اسیطرح تقسیم فرماتے تھے یعنی جب کچھ کہیں سے آتا تو انمیں سے بعض کو سال بھر کی اور بعض کو چلے بھر کی اور بعض کو ایک دن رات کی غذا عنایت فرما دیتے اور ایک دن رات کی غذا حضرت عایشہ اور حفصہ رض کو دیا کرتے تھے۔

چھٹا بیان اس امر میں کہ اگر فقیر کے پاس بے مانگے کوئی کچھ بھیجے تو اسکے قبول کرنے میں کیا کرنا چاہیے۔ واضح ہو کہ جب فقیر کے پاس کچھ آوے تو اسکو تین باتوں کا لحاظ چاہیے اول نفس مال کا دوم دینے والے کی غرض کا سوم لینے میں اپنی غرض کا نفس مال کا لحاظ یہ ہے کہ اگر مال حلال تمام شبہات سے خالی ہو تو لے ورنہ اگر اسمیں شبہہ ہو تو لینے سے احتراز کرے اور باب حلال اور حرام میں ہم درجات شبہہ کو لکھ آئے ہیں اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ کس چیز سے اجتناب واجب ہے اور کس سے مستحب اسکو وہاں دیکھنا چاہیے اور دینے والے کی غرض تین صورتوں سے خالی نہیں یا تو دل کا خوش کرنا اور طلب محبت منظور ہو اسکو ہدیہ کہتے ہیں یا محض ثواب سے ہو اسکو صدقہ اور زکوۃ کہتے ہیں یا شہرت اور ریا مراد ہو اور یہ بھی تنہا ہو یا پہلی غرضوں سے ملی ہوئی ہو صورت اول یعنی ہدیہ کے قبول کرنے کا مضائقہ نہیں کہ سنت ہے لیکن چاہیے کہ اسمیں منت نہو ورنہ ایسے ہدیہ کا ترک اولی ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ بعض ہدیہ میں منت زیادہ ہے تو اسیقدر کو واپس کردے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھی اور پنیر اور مینڈھا ہدیہ آیا تو آپ نے گھی اور پنیر رہنے دیا اور مینڈھے کو پھیر دیا اور دستور آپ کا یہ بھی تھا کہ بعض لوگوں کا ہدیہ قبول کرتے تھے اور بعضوں کا پھیر دیتے تھے اور فرماتے کہ میں نے قصد کیا ہے کہ ہدیہ نہ لوں مگر قریشی اور انصاری اور ثقفی اور دوسی سے اور یہ بات بعض تابعین بھی کی ہے چنانچہ فتح موصلی کے پاس ایک تھیلی آئی جسمیں پچاس درہم تھے آپ نے فرمایا کہ مجھ سے عطا نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اسکی روزی بدون مانگے آوے اور اسکو ہٹا دے تو وہ خدائے تعالی پر واپس کرتا ہے پھر انھوں نے تھیلی کھولی اور ایک درہم لے لیا اور باقی سب کو واپس کر دیا اور حضرت حسن بصری رح بھی اس حدیث کو روایت کیا کرتے تھے مگر جب انکے پاس ایک شخص نے ایک تھیلی اور خراسان کے باریک کپڑوں کی گٹھری بھیجی تو آپ نے ہٹا دیا اور فرمایا کہ جو شخص میری جگہ بیٹھے اور لوگوں سے اس قسم کی چیزیں لیوے وہ قیامت کے روز خدا سے ایسے حال میں ملیگا کہ اسکو کچھ بہرہ ثواب سے نہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم اور واعظ کا بخشش کو قبول کرنا سخت تر ہے۔ اور حضرت حسن رح اپنے یاروں کا ہدیہ قبول کر لیا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم تیمی اپنے یاروں سے درہم دو درہم تک مانگ لیتے اور کوئی دوسرا اگر سیکڑوں پیش کرتا تو نہ لیتے۔ اور بعض کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی دوست انکو کچھ دیتا تو کہتے کہ اسکو اپنے پاس رہنے دو اور دیکھو کہ اگر اسکے لینے کے بعد میں تمہارے دل میں لینے سے پیشتر کی نسبت افضل ہوں تو مجھے کہدینا میں لے لونگا ورنہ نہ لونگا اور اس حال کی پہچان یہ ہے کہ اگر لینے والا ہٹا دے تو دینے والے پر ناگوار گذرے اور اگر قبول کرلے تو خوش ہو اور اسکے قبول کرنے کو اپنے اوپر احسان سمجھے پس اگر لینے والے کو معلوم ہو کہ اس ہدیہ میں کسیقدر احسان بھی مخلوط ہے تو ہدیہ کا لینا مباح ہے مگر فقرائے صادقین کے نزدیک مکروہ ہے اور بشر رح فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی سوا سری سقطی رح کے اسلیے کہ میرے نزدیک انکا زہد دنیا میں ثابت ہے تو

جب انکے قبضے سے کوئی چیز نکلتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہین اور باقی رہتی ہے تو ناخوش ہوتے ہین پس انکی خاطر خواہ چیزین ہین انکا
مددگار ہوتا ہون اور ایک خراسانی حضرت جنید بغدادی کے پاس آیا اور کچھ مال لایا اور کہا کہ آپ اسکو کھاوین آپنے فرمایا کہ اسکو فقرا پر
بانٹ دونگا اسنے کہا کہ مجھکو یہ غرض نہین آپ نے فرمایا کہ پھر مین اتنا کہان جیونگا جو اسقدر کھاؤن اسنے کہا کہ میری غرض یہ نہین کہ آپ
اسکو شیتی اور سالن مین خرچ کرین بلکہ یہ چاہتا ہون کہ شیرینی اور میوون وغیرہ مین صرف کرڈالیے آپ نے قبول کرلیا خراسانی نے
عرض کیا کہ بغداد مین کوئی ایسا نہین جسکا احسان مجھپر آپ سے زیادہ ہو حضرت جنید رح نے فرمایا کہ تم جیسے کے سوا اور کسیکا ہدیہ قبول
بھی نہین کرنا چاہیے۔ دوسری صورت یعنی اگر دینے والا صرف ثواب کے لیے دیتا ہو اور یہ یا صدقہ ہوگا یا زکوۃ تو اس صورت مین
فقیر کو اپنے حال پر نظر کرنا چاہیے کہ مستحق زکوۃ کا ہون یا نہین اگر یہ صفت مشتبہ ہو تو قبول کرنا محل شبہہ ہے اور ہمنے اسکی تفصیل باب
اسرار زکوۃ مین بیان کی ہے اور اگر فقیر کو صدقہ دین کے باعث کوئی دیتا ہے تو چاہیے کہ اپنے دل مین سوچے اور باطن مین اگر کسی
گناہ کا مرتکب ہوا ہو اور جانے کہ دینے والے کو اگر اس گناہ کی اطلاع ہوگی تو اسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اور مجھے صدقہ نہ دیگا تو ایسی
صورت مین لینا حرام ہے مثلاً اگر کسی نے اس گمان سے دیا کہ فلان شخص عالم ہے یا حضرت علی رض کی اولاد ہے اور لینے والا اس صفت کے
ساتھ موصوف نہین تو اسکو لینا حرام محض ہے کہ اسمین کچھ شک نہین۔ تیسرے یہ کہ دینے والے کی غرض دینے سے ریا اور شہرت ہو تو لینے
والے کو چاہیے کہ اسکی چیز واپس کردے اور اسکی غرض فاسد مین اسکا مددگار نہو۔ حضرت سفیان بن ثوری رح کو جو کوئی شخص کچھ
دیتا آپ واپس کردیتے اور فرماتے کہ اگر مین جانتا کہ اس دینے کو یہ لوگ فخر کی راہ سے ذکر نہین کرتے تو لے لیتا۔ اور بعض اکابر پر
جو لوگون نے عتاب کیا کہ جو بقصد صلہ آپ کے پاس لوگ بھیجتے ہین آپ اسکو کیون ہٹا دیتے ہین انھون نے فرمایا کہ مین انپر شفقت
اور نصیحت کی راہ سے واپس کرتا ہون اسلیے کہ وہ اپنی دی ہوئی چیز کو کہدیا کرتے ہین اور انکا اسکا لوگون مین ظاہر ہونا اچھا
معلوم ہوتا ہے تو انکا مال کا مال جاتا ہے اور ثواب نہین ہوتا اسلیے ہٹا دیتا ہون اور لینے مین اپنی غرض کا لحاظ ایسے کرے کہ یہ دیکھے
کہ لابدی چیزون کی مجھکو حاجت ہے یا نہین اگر بمقدار ضرورت کا محتاج ہو اور پہلی آفتون سے بھی کوئی آفت نہو تو بہتر ہے کہ لے لے
حدیث شریف مین وارد ہے کہ ما المعطی من سعة باعظم اجرا من الآخذ اذا کان محتاجا اور دوسری حدیث مین ہے کہ من آتاه شئ من المال
من غیر مسئلة ولا استشراف فانما هو رزق ساقه الله الیه اور ایک روایت مین ہے کہ فلا یردہ اور بعض علما کا قول ہے کہ جس شخص کو کچھ ملے
اور نہ لے وہ سوال کریگا اور نہین دیا جائیگا۔ اور سری سقطی رح حضرت امام احمد بن حنبل رح کے پاس کچھ بھیجا کرتے تھے ایک بار
انھون نے واپس کردیا انکو سری رح نے کہا کہ اے احمد واپس کرنے کی آفت سے خوف کرو کہ پھیرنے کی آفت لینے کی آفت سے
سخت تر ہے امام احمد صاحب نے فرمایا کہ ذرا پھر ارشاد فرمائیے انھون نے دوبارہ بھی یہی فرمایا آپ نے فرمایا کہ مین نے اسوجہ سے پھیرا کہ
میرے پاس نفقہ ایک مہینے کی موجود ہے تو اس چیز کو اپنے پاس رہنے دو بعد ایک مہینے کے میرے پاس بھیج دینا ابھی ضرورت نہین
اور بعض علما کا قول ہے کہ باوجود حاجت کے پھیر دینے سے یہ خوف ہے کہ کہین خداے تعالی اسکی سزا مین مبتلاے طمع کرے کہ کسی شبہہ
وغیرہ مین نہ ڈال دے۔ پھر اگر جو مال آیا ہے وہ حاجت سے زیادہ ہو تو دو حال سے خالی نہین یا تو آدمی اپنے ہی حال مین مشغول ہے
یا فقرا کے امور کا متکفل ہو کہ اپنی طبیعت مین رفق و سخاوت کی جہت سے انکو دیا کرتا ہو پس اگر اپنے ہی حال مین مصروف ہو تو
کوئی وجہ لینے کی نہین بشرطیکہ سالک طریق آخرت ہو اسلیے کہ قدر حاجت سے زائد کو لیکر رکھنا محض اتباع خواہش نفس ہے اور جو عمل
کہ خدا کے واسطے نہین ہوتا وہ راہ شیطان مین ہے یا اسکی طرف طالب اور کاجل کی کوٹھری مین گھسنے سے داغ لگتا ہی ہے پھر اس لینے
کی بھی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ ظاہر مین لے اور پوشیدہ ہٹا دے یا فقرا پر تقسیم کردے یہ مقام تو صدیقین کا ہے اور وہ نفس پر نہایت

ترجمہ [illegible]

ترجمہ جسکو اس مال مین سے بغیر سوال اور بدون طمع کے کچھ ملے تو وہ ایک رزق ہے کہ خداے تعالی نے اسکی طرف بھیجا [illegible] ۱۲

ناگوار ہو اسکی تاب اُسیکو ہی جسکی طبیعت ریاضت سے مطمئن ہوا اور دوسری صورت یہ ہو کہ نہ لیوے تاکہ مالک اوس چیز کا کسی اور کو اپنے سے زیادہ حاجتمند کو دے ڈالے یا خود لیکر ایسے شخص کو دیڈالے جو اپنے آپ سے زیادہ حاجت رکھتا ہو اور یہ دونوں باتین پوشیدہ کرے یا ظاہر مین اور باب اسرار زکوٰۃ مین ہمنے لکھا ہو کہ لینے کا اظہار بہتر ہو یا اخفا اور کچھ احکام فقر بھی وہان لکھے ہین دیکھ لینے چاہئین ۔ مگر حضرت امام احمد رحہ کا قبول نکرنا ہدیہ سقطی رحکے ہدیہ کو صرف اس جہت سے تھا کہ انکو حاجت نہ تھی اس نظر سے کہ انکے پاس پیٹ بھر کی خوراک موجود تھی اور طبیعت سچا ہی کہ اُسکو لیکر اپنے آپ کسی اور کو دے دین کیونکہ اسمین بہت سی آفات اور خطرے ہین اور ورع اسیکا نام ہو کہ آفتون کی جگہ سے بچے کیونکہ شیطان کے فریب سے امن دشوار ہو اور بعض مجاور مکہ فرماتے ہین کہ میرے پاس کچھ درم تھے جنکو مین نے خدا کی راہ مین صرف کرنیکو رکھے تھے مین نے ایک فقیر کو سنا کہ اپنے طواف سے فارغ ہوکر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا رباعی

ہر حال کا میرے تو ہی ہو دانا بینا		اس بھوک برہنگی مین کیا ہے منظور	تن پر مرے باقی نہین ثابت کپڑا	یا رب تجھے معلوم ہے مین ہون بھوکا

مین نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسکے پاس دو کپڑے ایسے پھٹے ہوے ہین کہ اسکا بدن بھی نہین چھپتا مین نے اپنے دل مین کہا کہ اچھے درمون کے لیے اس سے عمدہ تر مصرف مجھکو اور کوئی نہ ملیگا مین ان درمون کو اسکے پاس لے آیا اُسنے دیکھکر اُسمین سے پانچ درم لے لیے اور کہا کہ چار درم کی دو چادرین آجاوینگی اور ایک درم کو مین تین دن خرچ کرونگا باقی کی مجھکو حاجت نہین لیجا جب دوسری رات ہوئی تو مین نے اُسکو نئی دو چادرین پہنے دیکھا اور اسیوقت میرے دل مین اُسکی طرف سے کچھ وسوسہ شیطانی گذرا اُسنے میری طرف دیکھکر میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ سات بار طواف کرایا ہر ایک پھیرے مین ایک نئی قسم کا جوہر زمین کی کھانون مین سے ہمارے پانون کے نیچے ٹخنون تک ہوجاتا تھا مثلاً ایک دفعہ سونا ایک دفعہ چاندی پھر یاقوت اور موتی اور گوہر اور یہ چیزین لوگون کو نہ دکھتی تھین اُسنے کہا کہ خدا تعالیٰ نے یہ سب کچھ دیا مگر مین نے زہد کیا لوگون کے ہاتھ سے لے لیتا ہون اسلیے کہ یہ سب چیزین بوجھ اور وبال ہین اور ان سے بقدر لے لینے مین بندون کے لیے رحمت و نعمت ہو انتہیٰ ۔ اس سے غرض یہ ہوئی کہ مقدار حاجت سے زیادہ جو آدمی کے پاس آتا ہو وہ امتحان اور ابتلا کے لیے ہوتا ہو تاکہ اللہ دیکھے کہ وہ اُسمین کیا کرتا ہو اور مقدار حاجت جو عنایت ہوتا ہو وہ رفق کے طور پر عنایت ہوتا ہو تو رفق اور ابتلا کے معنون مین فرق کو نہ بھولنا چاہیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم ایہم احسن عملا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لاحق لابن آدم الا فی ثلث طعام یقیم صلبہ وثوب یواری عورتہ وبیت یکنہ فما زاد فہو حساب پس اگر آدمی مقدار حاجت ان تین چیزون مین سے لیگا تو ثواب پاویگا اور زیادتی کی صورت مین اگر خدا تعالیٰ کی نافرمانی نکریگا تو حساب کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا ہو اور اگر نافرمانی کریگا تو عذاب کا مستحق ہوگا اور ایک صورت امتحان کی یہ ہو کہ آدمی کسی لذت کو خدا تعالیٰ کی نفرت کے لیے اور اپنے نفس کی شکستگی کے لیے چھوڑنے کا عہد و عزم کرے پھر وہ لذت صاف وبے کدورت اُسکے پاس آوے تاکہ اسکی عقل کی قوت کا امتحان کیا جاوے تو ایسی صورت مین اولیٰ یہی ہو کہ اُس سے باز رہے اسلیے کہ نفس کو اگر اجازت عہد شکنی کی دیگا تو اُسکو اسکی چاٹ پڑ جاویگی اور ہمیشہ اپنی عادت پر رجوع کیا کریگا اور اُسکا دبانا پھر نہو سکیگا اسلیے ایسی لذت کا ہٹا دینا بہت ضروری ہو اگر دینے والے ہی کو واپس کر دے تو تو زہد ہوگا اور اگر اُس سے لیکر کسی محتاج کو دے ڈالے تو نہایت درجہ کا زہد ہو اور اسپر بجز صدیقین کے اور کوئی قادر نہین ۔ اور اگر آدمی کا حال سخاوت اور خرچ کرنا اور فقرا کا تکفل اور کچھ صلحا کی خبرگیری ہو تو مقدار حاجت سے زیادہ لینے کا مضائقہ نہین اسلیے کہ فقرا کی حاجت سے تو زائد نہین مگر ایسے مال کو بہت جلد فقرا مین صرف کر دینا چاہیے اسکو رکھنا نہ چاہیے اسلیے کہ اُسکے ایک رات رکھنے مین بھی فتنہ اور امتحان ہو شاید رکھ چھوڑنے سے دل کو اچھا معلوم ہو اور پھر دینے کو دل نچاہے اور وبال جان ہوجاوے بعض لوگون نے

تکلف فقرا کی خدمت کا کیا اور اس پیرایہ مین مال و دولت کی کثرت اور کھانے اور پینے کی بہتایت مین پڑ گئے اسیکا نام تباہی ہے
اور جس شخص کی غرض رفق اور طلب ثواب ہو اسکو جائز ہے کہ اللہ تعالی پر حسن ظن کرکے قرض لے لے مگر ظالم بادشاہون کے اعتماد پر لے
پھر اگر اُسکو اللہ تعالی وجہ حلال سے بھیجدے تو ادا کردے اور اگر ادا سے پہلے مر جاویگا تو خداوند کریم اُسکی طرف سے ادا کردیگا اور
اُسکے قرضخواہون کو راضی کردیگا لیکن اسمین شرط یہ ہے کہ قرضخواہ اُسکا حال خوب جانتا ہو تو چاہیے کہ قرض دینے والے سے وعدہ
وغیرہ کرکے فریب نہ دے بلکہ اپنا حال صاف صاف کہدے تاکہ وہ قرض جان بوجھکر دیوے۔ اور ایسے شخص کا قرض چاہیے کہ
بیت المال خواہ مال زکوۃ سے ادا ہو۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہے ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما آتاہ اللہ اسکے معنی بعض یہ کہتے ہین
کہ اپنے دونون کپڑے بیچڈالے اور بعضے یہ کہتے ہین کہ اپنی وجاہت پر قرض لے لے کہ یہ بھی خدا کی دی ہوئی ہے اور بعضوں کا یہ
فرمانا ہے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اپنے سرمایہ کے موافق خرچ کرتے ہین اور کچھ بندے ایسے بھی ہین کہ جتنا اُنکو حسن ظن
خدا تعالی کے ساتھ ہوتا ہے اُتنا خرچ کرتے ہین۔ اور کسی بزرگ نے مرنے کے وقت وصیت کی کہ میرا مال تین جماعتون کو دینا
اول قوی دوم سخی سوم غنی اُنسے پوچھا گیا کہ ان سے آپکی کیا غرض ہے اُنھون نے کہا کہ قوی سے غرض اہل توکل ہین اور سخی سے
مراد وہ ہین جو اللہ تعالی پر حسن ظن رکھتے ہین اور غنی سے وہ لوگ مراد ہین جو اللہ ہی کے ہورہے ہین۔ حاصل اس بیان کا یہ
کہ جب فقیر اور مال اور دینے والے مین شروط مذکورہ بالا پائے جاوین تو فقیر اُسکی عطا لے لے مگر چاہیے کہ یہ جانے کہ جو کچھ مین نے
لیا وہ خدا کے پاس سے لیا دینے والے کے پاس سے نہین لیا اسلیے کہ دینے والا محض ایک واسطہ ہے کہ دینے کے واسطے مسخر
کردیا گیا اور وہ دینے کے لیے مجبور ہے کیونکہ اُسپر ارادہ اور اعتقاد اور لوازم مسلط ہین بدون دیے نہین بن سکتی حکایت ہے کہ کسی شخص
نے حضرت شقیق بلخی رحمہ کو مع پچاس آدمیون کے ساتھ انکے مریدون سے دعوت کی اُسنے بہت عمدہ کھانا تیار کرایا جب آپ بیٹھے
تو اپنے مریدون سے کہا کہ یہ شخص دعوت کرنے والا یون کہتا ہے کہ جو شخص یہ سمجھے کہ یہ کھانا مین نے تیار کیا ہے اور کھانے والے کے
کے سامنے مین نے رکھا ہے تو اُس شخص پر میرا کھانا حرام ہے یہ سنکر سب آپکے ساتھی اُٹھکر چلے گئے صرف ایک شخص جوان جو اُنکے
مرتبے سے کم تھا رہگیا صاحب دعوت نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ اس سے آپکو کیا مقصود تھا آپ نے فرمایا کہ مجھکو
ان سب کی توحید کا امتحان منظور تھا۔ اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی تو نے میرا رزق بنی اسرائیل
کے ہاتھون پر اُتار دیا ہے کہ صبح کو کوئی کھلاتا ہے شام کو کوئی حکم ہوا کہ مین اپنے دوستون سے ایسا ہی کرتا ہون اُنکا رزق اپنے
بندون مین سے نیکون کے ہاتھ سے دلاتا ہون تاکہ اُنکے باعث اُنکو ثواب دیا جاوے بہرحال بندے کو چاہیے کہ اگر اُسکو کوئی
کچھ دے تو جان لے کہ خدا تعالی نے اُسکو مسخر کردیا ہے تو دیتا ہے۔

ساتوان بیان بدون ضرورت کے سوال کی حرمت اور فقیر مضطر کے آداب سوال کے باب مین۔ جاننا چاہیے کہ
سوال کے باب مین بہت سی مناہی اور تشدد واقع ہین اور بعض روایات ایسے بھی وارد ہین جنسے سوال کی اجازت پائی
جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا للسائل حق ولو جاء علی فرس اور فرمایا ردوا السائل ولو بظلف محرق ان حدیثون
سے اجازت سمجھی جاتی ہے اسلیے کہ اگر سوال حرام مطلق ہوتا تو اُسکے دینے مین اعانت جرائم کرنے والے کے برے کام کے
واسطے ہوتی پس امر تحقیق اسمین یہ ہے کہ سوال اصل مین حرام ہے اور کسی ضرورت یا حاجت مہم کے لیے جو ضرورت کے قریب ہو
مباح ہوجاتا ہے پس اگر اُس سے مفر موجود ہو تو حرام ہی رہیگا۔ اور اصل مین جو ہمنے سوال کو حرام کہا تو اسوجہ سے کہ اسمین
تین باتین حرام ضرور ہی ہوتی ہین اول خدا تعالی کی شکایت کا ظاہر کرنا اسلیے کہ سوال یہی ہو کہ اپنی احتیاج ظاہر کرے

اور اللہ کی نعمت کو اپنے اوپر کم بیان کرے اور یہ عین شکایت ہی۔ اور جس طرح کہ کسیکا غلام دوسرے سے سوال کرے تو اسکا مانگنا آقا کی ہتک اور شکایت ہوتی ہی اسیطرح بندون کا سوال موجب بے ادبی و شکایت خالق کا ہوتا ہی اسلیئے حرام ہونا چاہیے اور بدون ضرورت حلال نہونا چاہیے اور ضرورت کے وقت تو مردار بھی درست ہوجاتا ہی۔ دوسرے یہ کہ سوال مین سائل اپنے نفس کو خدا کے سوا دوسرے کے سامنے ذلیل کرتا ہی اور ایماندار کو جائز نہین کہ خدا کے سوا دوسرے کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرے بلکہ اُسکو چاہیے کہ صرف اپنے مولیٰ کیواسطے اپنے آپ کو ذلیل کرے کہ اُسمین اُسکی عزت ہی اور تمام خلق تو ایسے ہی ہین جیساوہ خود ہی اُنکے سامنے ذلیل ہونا بے ضرورت نہ چاہیے اور سوال مین ظاہر ہی کہ سائل بہ نسبت اُس شخص کے جس سے سوال کرتا ہی ذلیل ہوتا ہی۔ تیسرے یہ کہ سوال مین اکثر ایذا دوسرے شخص کی ہوتی ہی جس سے کہ مانگتا ہی کیونکہ بعض اوقات اُسکا جی دینے پر بخوشی خاطر راضی نہین ہوتا پس اگر اُسنے سائل کی شرم سے یا ریا کے طور پر دیا تو وہ لینے والے پر حرام ہی اور اگر نہ دیا تو بعض اوقات شرمندہ ہوتا ہی اور اپنے دل مین ایذا پاتا ہی اس سبب سے کہ بخیل کی سی صورت مفت مین بنا جاتا ہی تو دینے مین تو نقصان مال ہی اور نہ دینے مین نقصان جاہ اور دونون صورتین ایذا دہندہ ہین اور سبب اس ایذا کا وہی سائل ہی اور ایذا بھی بدون ضرورت حرام ہی اور جب ان تین خرابیون کو جان چکے جو سوال مین ہوتی ہین تو یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معلوم ہوگیا مسألۃ الناس من الفواحش ما احل من الفواحش سوا دیکھنا چاہیے کہ آپ نے اسکا نام فاحشہ رکھا یعنی بڑی خطا اور ظاہر ہی کہ گناہ کبیرہ بدون ضرورت مباح نہین ہوتا جیسے شراب کا پینا کہ اگر کسی کے گلے مین لقمہ پھنس جاوے اور اُسکے پاس شراب ہی اُسوقت موجود ہو اور چیز نہو تو لقمہ اتارنے کی مقدار پینا درست ہوجاتی ہی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو باوجود غنا کے مانگے تو وہ دوزخ کی چنگاریان اپنے لیے زیادہ کرتا ہی اور جو شخص سوال کرے حالانکہ اُسکے پاس اسقدر ہی کہ اُسکو کافی ہو تو قیامت کے روز ایسی طرح آویگا کہ اُسکا مُنہ ایک ہڈی ہوئی ہڈی ہوگی جسپر گوشت نہوگا اور دوسری روایت مین یہ ہی کہ اُسکا سوال اُسکے مُنہ پر داغ اور نشان ہونگے ان الفاظ سے صریح حرمت اور تشدد ثابت ہوتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگون سے بیعت مسلمان ہونے کی لی اور اُنسے سننے اور ماننے کی شرط کرلی پھر ایک بہت چھوٹا جملہ فرما دیا کہ لاتسألوا الناس شیئا یعنی آدمیون سے کچھ مت مانگنا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اکثر سوال سے باز رہنے کا حکم فرماتے اور فرماتے کہ جو ہمسے مانگیگا تو اُسکو ہم دینگے اور جو بے پروائی چاہیگا خدا تعالیٰ اُسکو بے پروا کردیگا اور فرمایا کہ جو ہم سے سوال نکرے وہ ہمارا زیادہ محبوب ہی اور فرمایا استغنوا عن الناس وما قل من السوال فہو خیر لوگون نے عرض کیا اور آپ سے سوال کرنا آپنے فرمایا کہ مجھسے بھی کم سوال کرنا بہتر ہی۔ حضرت عمر رضہ نے ایک سائل کو سنا کہ بعد مغرب کے سوال کرتا تھا آپ نے ایک کو اُسکی قوم مین سے فرمایا کہ اُسکو کھانا دے دو اُسنے دے دیا پھر آپ نے دوبارہ اُسکو مانگتے سنا آپ نے فرمایا کہ ہم نے کہا نہین تھا کہ اُسکو کھانا دے دو اُسنے عرض کیا کہ مین نے اُسکو کھلا دیا ہی آپ نے سائل کی جھولی جو دیکھی تو روٹیون سے بھری تھی فرمایا کہ تو سائل نہین ہی بلکہ تاجر ہی پھر جھولی لیکر زکوٰۃ کے اونٹون کے سامنے ڈال دی اور سائل کو دُرّے لگائے اور فرمایا پھر ایسا مت کرنا پس اگر سوال حرام نہوتا تو آپ اُسکے دُرّے کیون مارتے اور اُسکی جھولی کیون لیتے۔ یہان بعض فقیہ ضعیف العقل تنگ حوصلہ حضرت عمر رضہ کے اس فعل کو بعید جانتے ہین اور کہتے ہین کہ آپ کا سائل کو مارنا تو ادب کے واسطے تھا شریعت مین سیاست کا حکم بھی ہی مگر اُسکا مال لے لینا

ڈانڈ ہوا اور شریعت مین سزا مال سے لینے کی نہین تو کس وجہ سے حضرت عمر رض نے اُسکا مال لے لیا اور یہ اشکال
اُن لوگون کو اس وجہ سے ہوا کہ فقہ کم جانتے ہین بلکہ تمام فقہا کی سمجھ حضرت عمر رض کی سمجھ کے سامنے گرد ہی آپ کو
جس قدر اسرار دین الٰہی اور مصلحت اُسکے بندون کی معلوم تھی اُنکو کہان میسر ہو سکتی ہی کیا حضرت کو یہ معلوم نہ تھا کہ
مال کا مصادرہ اور ڈانڈ جائز نہین یا یہ سمجھ مین آسکتا ہی کہ آپ کو معلوم تو تھا مگر غصے مین خدا کی نافرمانی کی یا صرف
براہ مصلحت زجر کے واسطے ایسی سزا دی جو شریعت غرا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین نہو حاشا وکلا یہ بات نہ تھی بلکہ سبب
نشا سے کہ آپ نے یہ فعل کیا وہ یہ ہو کہ آپ نے اُسکو سوال سے مستغنی پایا اور قطعاً معلوم کیا کہ جن لوگون نے اُسکو
کچھ دیا ہو تو اس اعتقاد پر دیا ہی کہ وہ محتاج ہو حالانکہ وہ جھوٹا تھا تو لوگون کا دیا ہوا اُسکی ملک مین نہ آیا اسلیے کہ فریب سے
لیا اب اُن روپیون کو اُنکے مالک کو پہونچانا مشکل تھا اس نظر سے کہ کیا معلوم تھا کہ کونسی روپی کسنے دی ہو پس
یہ مال لاوارث رہا اسی نظر سے اُسکا خرچ کرنا مصالح اہل اسلام مین واجب ہوا اور زکوٰۃ کے اونٹون کا گھاس
دانہ بھی داخل مصالح ہی۔ اور سائل نے جو اظہار حاجت کے ساتھ براہ کذب لیا اُسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کوئی جھو
ٹ کہکر کہ مین حضرت علی رض کی اولاد مین ہون سے لے اس صورت مین وہ مال کا مالک نہین ہوتا یا کوئی صوفی اور
نیکبخت اسوجہ سے دیا جاوے کہ یہ نیک ہی حالانکہ باطن مین وہ ایسا گناہ کرتا ہو کہ اگر دینے والے کو معلوم ہو
تو نہ دے اور ہم چند جا لکھ چکے ہین کہ جو مال اس طرح لوگ لیتے ہین وہ مالک نہین ہوتے اور وہ اُنپر حرام ہی اور واجب ہی
کہ مالک کو واپس کر دین اب اس امر کی تصدیق حضرت عمر رض کے فعل سے ہو گئی اور اس سے بہت سے فقہا
غافل ہین اور یہ نہین چاہیے کہ اس کلیہ کو بھول کر حضرت عمر رض کے فعل کو لغو سمجھا جاوے۔ غرضکہ جب معلوم ہوا کہ سوال
ضرورت کے لیے مباح ہوتا ہی تو اب یہ جاننا چاہیے کہ کسی چیز کی طرف یا تو آدمی کو اضطرار ہوتا ہی یا حاجت مہم ہوتی ہی
یا حاجت خفیف ہوتی ہی یا اُس سے بالکل استغنا ہوتی ہی یہ چار صورتین ہین مضطر تو اس طرح کہ بھوکا آدمی اپنے اوپر خوف
موت یا مرض کا کر کے مانگے یا ننگا شخص جب اپنے پاس ستر کی چیز نپاوے تو سوال کرے اس حالت اضطرار کا
سوال مباح ہی بشرطیکہ بقیہ شرطین سوال کی چیز مین موجود ہون کہ مباح ہو اور جس سے سوال کرتا ہو اُسمین بھی کہ دینے
راضی ہو اور سائل مین بھی کہ کسب سے عاجز ہو اسلیے کہ جو کسب پر قادر ہو اور نکما بن رہا ہو اُسکو سوال جائز نہین
مگر جب کہ علم کی طلب نے اُسکے تمام اوقات گھیر لیے ہون ورنہ جو شخص لکھنا جانتا ہو تو وہ کتابت سے پیدا کر سکتا ہی
اور مستغنی وہ ہی کہ ایسی چیز مانگے جسکا ایک مثل یا کئی مثل اُسکے پاس ہون مثلاً ایک روپیہ کا سوال کرے حالانکہ
اُسکے پاس ایک یا کئی موجود ہون تو ایسے شخص کا سوال حرام ہی اور یہ دونون قسمین واضح ہین اور جسکو حاجت مہم ہو
اُسکی مثال یہ ہی کہ کوئی مریض محتاج دوا کا ہو اس طرح کہ اگر نہ استعمال کرے تو زیادہ خوف نہین مگر پھر بھی کچھ اندیشہ ہی یا
کوئی شخص اوپر کا کپڑا رکھتا ہی مگر کرتہ نیچے پہننے کے لیے جاڑون مین اُسکے پاس نہین اور اُسکو جاڑا ستاتا ہی اسقدر کہ
ضرورت کی حد کو نہین پہونچتا اسی طرح وہ شخص ہی کہ کرایہ کے واسطے سوال کرے حالانکہ مشکل سے پیادہ بھی
چل سکتا ہی تو ایسے کے لیے بھی سوال درجہ مباح مین ہو کیونکہ بلاشک حاجت تو ہی مگر صبر کرنا ایسے سوال سے بھی
بہتر ہی اگر سوال کریگا تو تارک اولیٰ ہوگا لیکن اُسکا سوال مکروہ نہ کہلاویگا بشرطیکہ سوال مین سچ بولیگا اور یون کہیگا
کہ میرے پیراہن کے نیچے کرتہ نہین اور جاڑا مجھکو اتنا ستاتا ہی کہ جسکی مین برداشت کر سکتا ہون مگر مجھکو تکلیف

ہوتی ہو پس اگر سچ سچ کہدیگا تو انشاء اللہ اُسکا سچ کہنا اُسکے سوال کا کفارہ ہوجاویگا اور حاجت خفیف کی مثال یہ ہو
کہ کوئی شخص کرتہ اس غرض سے مانگے کہ باہر جانے کے وقت اوپر پہن لیا کرے تاکہ اپنے کپڑون کی پھٹن یا پیوند
لوگون کی نظر سے بچے رہین یا کسی کے پاس روٹی موجود ہو مگر سالن کے واسطے سوال کرے یا اس قدر رہی
کہ گدھا کرایہ کر سکے لیکن گھوڑے کے کرایہ کے لیے سوال کرے یا سواری کا کرایہ کر سکتا ہو مگر محمل کا کرایہ چاہیے
تو ان جیسی حاجتون مین اگر کچھ فریب ہوگا یعنی حاجت تو کچھ ہو اور ظاہر کچھ کریگا تو سوال حرام ہو اور اگر فریب نہوگا
اور کوئی اور خرابی اُن تینون خرابیون مذکورہ بالا یعنی شکایت خداے تعالیٰ یا اپنی ذلت یا دوسرے کی ایذا سے
پائی جاویگی تب بھی حرام ہو کیونکہ ایسی خفیف حاجت کے لیے یہ امور مباح نہین ہوسکتے اور اگر نہ فریب ہو
نہ ان خرابیون مین سے کچھ ہو تو البتہ سوال کراہت کے ساتھ مباح ہو اب اگر کوئی کہے کہ پھر سوال کو ان خرابیون
سے کیسے خالی کیا جاوے تو اسکا جواب یہ ہو کہ شکایت تو اس طرح دفع ہوسکتی ہو کہ خداے تعالیٰ کے شکر کا اظہار
کرے اور خلق سے استغنا ظاہر کرے اور جیسے مانگنے والون کی طرح سوال نہ کرے بلکہ یون کہے کہ جو کچھ میری ملک
مین ہو اُسکی جہت سے مین حاجت نہین رکھتا ہون مگر نفس کی طمع اور شوق مجھسے ایک کپڑا اوپر کے واسطے چاہتی ہو
اور وہ زائد از حاجت اور نفس کی فضول باتون مین سے ہو پس اس کہنے سے شکایت کی حد سے نکل جاویگا اور
ذلت کا دور کرنا اس طرح ہو کہ اپنے باپ سے یا رشتہ دار سے یا کسی ایسے دوست سے مانگے جسکو جانتا ہو کہ سوال
کے باعث اُسکی نظرون مین حقیر نہوگا یا کسی مرد سخی سے سوال کرے جسنے اپنا مال انھین باتون کے لیے تیار
کر رکھا ہو اور سائل جیسے آدمیون کے آنے سے خوش ہوتا ہو بلکہ کسی کے قبول کرنے سے اپنے اوپر احسان سمجھتا ہو
تو ان لوگون سے سوال کرنے مین ذلت نہین رہنے کی اسلیے کہ ذلت احسان کے ساتھ ضرور رہتی ہو جہان احسان سائل پر
نہوگا وہان ذلت بھی نہوگی اور ایذا سے بچنے کا طور یہ ہو کہ سوال مین کسی شخص معین سے سوال نہ کرے بلکہ بیان حال کیطرح پر
کنایۃً سب کو سنا دے تاکہ جسکو سچی رغبت دینے کی ہو وہ کچھ دیدے اور اگر اُس جلسے مین کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکی طرف
آنکھ اُٹھتی ہو اور اگر وہ نہ دیگا تو مورد ملامت ہوگا تو ایسے جلسے مین سوال کرنا محض ایذا ہو اسلیے کہ ہوسکتا ہو کہ وہ جو کچھ دے
بخوشی خاطر نہ دے بلکہ زبردستی ملامت کے خوف سے دیوے اور دل مین یہی چاہتا ہو کہ اگر ملامت بھی نہو اور دینا
بھی نہ پڑے تو خوب ہو۔ اور اگر کسی شخص معین ہی سے مانگے تب بھی تصریح اُسکے نام کی نہ کرے بلکہ کنایۃً کہدے تاکہ
وہ اگر غفلت کرنی چاہے تو بلا تردد کر سکے اور جب غفلت نہ کریگا حالانکہ قدرت اُسپر حاصل تھی تو اُسکا دینا اس بات کی
دلیل ہوگی کہ بخوشی خاطر دیتا ہو اور سوال سے کچھ ایذا اُسکو نہین ہوئی اور چاہیے کہ ایسے شخص سے سوال کرے
کہ اگر وہ جواب صاف دیدے تو سائل سے شرمندہ نہو اسواسطے کہ سائل سے شرمندہ ہونے سے بھی ایذا
ہوتی ہو جیسے غیر سائل کے ساتھ ریا موذی ہو۔ اب رہی یہ بات کہ اگر سائل جان لے کہ دینے والے کی وجہ یہی ہوئی
کہ مجھسے یا حاضرین جلسہ سے شرمایا اور اگر حیا نہوتی تو کبھی ہاتھ نہ بڑھاتا تو ایسے مال کا لینا اُسکو نہ حلال ہو نہ شبہ حلال
بلکہ حرام محض ہو کہ اسمین تمام امت مین سے کسیکو خلاف ہی نہین اور اُسکا حکم ایسا ہو جیسے کوئی دوسرے کا مال مار پیٹ کر
یا ڈنڈے کی رو سے لیوے اسلیے کہ اسمین کچھ فرق نہین کہ ظاہر بدن پر کوڑے مارے یا باطن دل کو حیا اور خوف ملامت
کے تازیانہ سے اُدھیڑے بلکہ عاقلون کے دل مین باطن کی ضرب کا بڑا صدمہ ہوتا ہو اور اگر کوئی یون کہے کہ ظاہر مین تو

وہ شخص دینے پر راضی ہو چکا ہو اور حدیث شریف مین ہو کہ انما احکم بالظاہر واللہ یتولی السرائر تو ظاہر ہی کا اعتبار کرنا چاہیے
پس اسکا جواب یہ ہو کہ ظاہر حال خصومات کے فیصلے کے لیے حکام ظاہری کے واسطے ضروری ہوتا ہو اسوجہ سے باطن کا
احوال انکو معلوم نہین ہو سکتا تو مجبوری ظاہر کے زبانی قول پر حکم کر دیتے ہین حالانکہ زبان اکثر جھوٹ دل کی طرف سے
بولا کرتی ہو مگر بضرورت کو کیا کیا جاوے اسیکا اختیار لیا جاتا ہو اور یہ سوال اس حال کا ہو جو بندہ اور خداے تعالی کے
درمیان ہو اور اسمین حاکم احکم الحاکمین ہو دلون کا حال اسکے نزدیک ایسا ہو جیسا زبانون کا اور حکام کے نزدیک ہوتا ہو تو
آدمی کو چاہیے کہ اس معاملے مین اپنے دل ہی کی طرف دیکھے گو مفتی فتوی دیا کرین کیونکہ مفتی قاضی اور بادشاہ کو سکھاتے
ہین تاکہ ظاہر کے لوگون پر حکم کرین اور دلون کے مفتی علماے آخرت ہین کہ انکے فتوے سے سلطان آخرت کی سطوت
سے نجات ہوتی ہو جیسے فقیہ کے فتوے سے دنیا کے حاکم سے نجات ملتی ہو۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سائل جو مال بے
دوسرے کی رضا کے لیگا اپنے اور خداے تعالی کے درمیان کے معاملے مین اسکا مالک نہوگا اور اس مال کو اسکے
مالک کو پھیر دینا اسپر واجب ہو پس اگر مالک اسکے واپس لینے سے شرما دے اور واپس نہ لے تو اسکو چاہیے کہ مالک کے
پاس اس چیز کے برابر کی کوئی شی ہدیہ کے طور پر بھیجدے تاکہ اسکے ذمہ سے باہر ہو اور اگر مالک ہدیہ قبول نکرے تو اسکے
وارثون کے پاس اصل چیز بھیجدے اگر اسکے پاس تلف ہوگئی ہو تو خدا کے نزدیک اسکا ضمان اسپر ہو اور تصرف کرنے کے
باعث اور ایسے سوال سے بھی جس سے کہ ایذا ہو سے گنہگار ہو۔ اور اکثر جگہ رضا کا حال امر باطن ہو اور اسپر واقف ہو
دشوار اور نجات کی صورت اس سے مشکل بایں وجہ کہ سائل کو گمان ہو کہ دینے والا راضی ہو اور وہ باطن مین راضی نہو
تو انھین باتون کے سبب سے متقی لوگون نے سرے سے سوال ہی ترک کر دیا کسی سے کچھ لیتے ہی نہ تھے بشر رح
کسی سے سوا اپنے سری رح کے نہ لیتے اور فرماتے کہ مجھے معلوم ہو گیا ہو کہ سری رح اپنے ہاتھ سے مال نکلنے سے خوش
ہوتے ہین اسواسطے یہ بات انکو پسند ہو اسپر مین انکی مدد کرتا ہون اور سوال مین زیادہ تر انکار کی وجہ اور اس سے باز رہنے کا
امر مؤکد اسی لیے ہو کہ یہ ایذا صرف ضرورت کے لیے حلال ہوتی ہو اور ضرورت یہ ہو کہ سائل مرنے پر آ لگا ہو اور اس سے
بچنے کی کوئی سبیل نرہی ہو اور جو شخص بدون جبر مانگنے اور ایذا پانے کے کچھ دیدے سے میسر نہو اسوقت البتہ مانگنا مباح ہو جیسے کھانا
سور اور مردار کا مباح ہو جاتا ہو پس اس سے باز رہنا ہی اہل ورع کا طریق ہو اور بعض اہل دل اپنی بصیرت سے قرائن احوال
کے جاننے پر خوب اعتماد رکھتے تھے اسی لیے بعض لوگون سے لے لیتے تھے اور بعض سے نہین لیتے تھے اور کچھ بزرگ
ایسے تھے کہ وہ صرف اپنے دوستون سے لیتے تھے اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جو چیز انکو کوئی دیتا اسمین سے کچھ رکھتے
اور کچھ پھیر دیتے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے اور گھی اور پنیر مین سے مینڈھے کو پھیر دیا تھا۔ اور یہ حال
ان اکابر کا جب تھا کہ جب کوئی بدون مانگے دیتا تھا اسلیے کہ بدون مانگے دینا صرف رغبت ہی سے ہوتا ہو لیکن کبھی آدمی کی
رغبت اس طمع سے بھی ہوتی ہو کہ جاہ حاصل ہو یا ریا و شہرت ہو تو اس جہت سے ایسی عطا کے لینے سے بھی احتراز کرتے تھے
اور سوال سے تو باز ہی رہتے تھے فقط دو حالت مین سوال کرتے تھے ایک تو ضرورت کے وقت جیسے کہ حضرت سلیمان
اور حضرت موسی اور حضرت خضر علیہم السلام نے کیا تھا اور اسمین بھی شک نہین کہ سوال ایسے شخص سے کیا جسکو جان لیا
کہ ہمارے دینے کو دل سے چاہیگا دوسرے سوال دوستون اور بھائیون سے اور بھائیون کے واسطے پہلے
اکابر اپنے دوستون اور بھائیون کا مال بدون سوال اور استفسار کے لے لیتے تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ

مالک خداے تعالی ہی اسکی اصل ... نہین ہی ۱۲

دل کی رضا مقصود ہو گفتگو سے زبانی گو نہوا اور اپنے بھائیون سے اس بات کا یقین تھا کہ اگر ہم انکی چیز لینگے اور تکلف نکرینگے تو وہ ہم سے خوش ہونگے اور جب بھائیون کی طرف شک ہوتا تھا کہ جو ہم چاہتے ہین اُسپر وہ راضی ہونگے یا نہین تو نوبت سوال کی اُنسے پہونچتی تھی ورنہ سوال سے غنی تھے اور سوال کے مباح ہونے کی حد یہ ہو کہ سائل کو معلوم ہوجاوے کہ جس سے مین مانگتا ہون وہ اس صفت پر ہو کہ اگر میری حاجت اُسکو معلوم ہوجاوے تو نوبت سوال کی نہ پہونچے بے سوال ہی دیدیگا پس ایسے شخص مین سوال کا اُسیقدر اثر ہوگا کہ اُسکو حاجت معلوم ہوجاوے اور کسی طرح کی تحریک حیا سے یا ضرورت حیلے کی نہوگی۔ پھر سائل کے تین حال اسکے بعد ہوتے ہین ایک تو یہ کہ اُسکو یقین ہوتا ہو کہ دینے والا دل سے راضی ہو دوسرے یہ کہ اُسکی ناراضی باطن کی یقیناً معلوم ہوجاوے اور یہ دونون امر احوال کے قرائن سے معلوم ہوجایا کرتے ہین تو اول صورت مین لینا حلال ہو اور دوسری مین قطعاً حرام تیسری حالت سائل کی یہ ہو کہ اُنمین اُسکو تردد رہے اور شک ہو کہ دینے والے نے رضاے باطن سے دیا یا کراہت سے تو ایسی صورت مین اپنے دل سے فتویٰ لے اور شک کو دور کرے کہ وہ گناہ ہو پس دل مین جو بات بلا تردد و شک سمجھ مین آوے اسکو اختیار کرے شک والی کو ترک کرے۔ اور اسکا معلوم کرنا قرائن احوال سے ایسے شخص کو جسکی عقل قوی اور حرص ضعیف اور شہوت کم زور ہو آسان ہو اور حرص قوی ہوگی اور عقل ضعیف تب تو وہی صورت نظر پڑیگی جو اُسکی غرض کے موافق ہو اور قرائن دینے والے کی نارضامندی کے ہرگز سمجھ مین نہ آوینگے۔ اور ان باریک نکتون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا بھید سمجھ مین آتا ہو کہ آپ نے فرمایا ان اطیب ما اکل الرجل من کسبہ یعنی آپ کو کلمات جامع عنایت ہوے ہین ہر ہر لفظ مین حکمت کوٹ کوٹ بھری ہو اسی حدیث مین تامل کرو کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کو عمدہ غذا فرمایا اسوجہ سے کہ جس شخص کے پاس مال نہ ہاتھ کی کمائی کا ہو نہ اُسکو اُسکے باپ یا اور کسی رشتہ دار کے ترکہ سے پہونچا ہو تو وہ لوگون کے پاس سے کھاویگا اور اگر بے سوال اُسکو ملیگا تو کوئی اسیوجہ سے دیگا کہ دیندار ہو اور جب اُسکا باطن ایسی طرح ہوگا کہ اگر لوگون کو معلوم ہوجاوے تو کوئی دینداری کی وجہ سے کچھ نہ دے تو پھر جو کچھ لیگا وہ سب حرام ہوگا۔ اور اگر سوال کرنے سے کوئی کچھ دے تو ایسا شخص کہان ہو کہ سوال کرنے پر خوش ہوکر دے۔ نہ ایسا سائل کہ بقدار ضرورت ہی پر سوال کرے پس جب ان لوگون کا حال تفتیش کرو جو پراے ہاتھ سے کھاتے ہین تو معلوم ہوگا کہ اُنکا سب کھانا خواہ اکثر حرام ہو اور حلال صرف اُسیقدر ہو جو وجہ حلال سے خود پیدا کیا ہو یا مورث کے ترکہ مین سے پہونچا اور اُسنے بھی حلال ہی سے پیدا کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوگون کے پاس سے کھانے مین احتیاط اور ورع کا رہنا بہت دشوار ہو ہم اللہ سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہماری طمع اپنے غیر سے منقطع کرے اور حلال رزق کے باعث حرام سے بے پروا کرے۔

آٹھوان بیان اُسقدر غنا کا ذکر جس سے سوال حرام ہوتا ہو جاننا چاہیے کہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حرمت سوال کے باب مین صریح ہو من سال عن ظہر غنی فانما یسال جمرا فلیستقل منہ او لیستکثر یعنی تو انگری کی مشکل کہی اور اُسکا مقرر کرنا دشوار اور مقدارون کا مقرر کرنا ہمارے اختیار مین نہین بلکہ شارع کے بتلا دینے سے معلوم ہوتی ہین اور حدیث شریف مین وارد ہو استغنوا بغنی اللہ تعالیٰ عن غیرہ قالوا وما ہو قال غداء یوم و عشاء لیلۃ اور دوسری حدیث مین ہو من سال ولہ خمسون درہما او عدلہا من الذہب فقد سال الحافا اور ایک روایت مین اربعون درہما واقع ہو

سجائے خمسون درہما کے غرضکہ احادیث سب صحیح ہین اور مقدار توانگری کی مختلف تو چاہیے کہ یون سمجھا جاوے کہ حالات
مختلفہ کے اعتبار سے مقدارین بھی مختلف ہین کیونکہ واقع مین تو امر حق ایک ہی ہوگا اور مقرر کرنا غیر ممکن ہی اور جسقدر
امکان ہی وہ یہ ہی کہ تخمیناً کہا جاوے اور تخمین اُسوقت صحیح ہو کہ جب تقسیم ایسی کیجاوے کہ حاوی تمام احوال محتاجون کی ہو
پس ہم کہتے ہین کہ حدیث شریف مین وارد ہی لاحق لابن آدم الا فی ثلاث طعام یقیم بہ صلبہ و ثوب یواری بہ عورتہ و بیت یکنہ
فمازاد فھو حساب اب ان تینون چیزون یعنی غذا اور لباس اور مسکن جنکا بیان اس حدیث شریف مین ہی سب حاجتون کی
اصل کیے لیتے ہین تاکہ حاجات کی اجناس بیان کرین اور پھر اجناس اور مقادیر اور اوقات کا ذکر کرین۔ اجناس حاجات
تو یہی تین چیزین ہین یا جو ایسی ہی ہون مثلاً مسافر کے لیے کرایہ بشرطیکہ پیادہ نہ چل سکے وہ بھی انھین تینون مین ملا
لیا جاویگا یا اور کوئی ایسی ہی ضروری چیز ہو وہ بھی داخل ان اجناس مین ہوگی اور آدمی مین اُسکا کنبہ یعنی زن و فرزند
اور جس چیز کی کفالت اُسپر ہو مثلاً سواری کا جانور وغیرہ سب داخل ہین اور ان اجناس کی مقادیر کا حال یہ ہی کہ کپڑے
مین رعایت اُس مقدار کی ہوگی جو دینداروں کے لائق ہی یعنی ایک جوڑا جسمین کرتہ دوپٹہ پاجامہ جوتا ہو اور دوسرا جوڑا
ہونا ضروری نہین بلکہ ہر جنس مین دوسرے کی حاجت نہین اور اسی پر سب گھر کے لوازم کو قیاس کرنا چاہیے اور یہ نچاہیے
کہ بار بار کپڑے کی تلاش کیجاوے یا جہان مٹی کا برتن کافی ہو تو وہان تانبے اور پیتل کے ڈھونڈھے جاوین کیونکہ یہ امر
بے حاجت ہی۔ غرضکہ شمار مین تو ایک پر کفایت کرنی چاہیے اور قسم مین سب سے ادنی پر کفایت چاہیے بشرطیکہ عادت سے
نہایت دور نہو جاوے۔ اور غذا کی مقدار دن رات مین ایک مد یعنی قریب ڈیڑھ پاؤ چاہیے اور یہ وہ مقدار ہی کہ شرع مین
مقرر ہوئی ہی اور نوع غذا وہ ہونی چاہیے جسکو کھاتے ہین اگرچہ جو ہی کی ہو اور سالن کا ہمیشہ ہونا زائد از حاجت ہی اور بالکل
ترک کر دینا بھی تکلیف ہی اسلیے کبھی کبھی اُسکے طلب کی اجازت ہی باقی رہا مسکن اُسکی مقدار کم سے کم اُسقدر چاہیے کہ کافی ہو
اسمین کچھ زینت کی قید نہین پس زینت یا مکان کے چوڑا کرنے کے لیے مانگنا بلا حاجت سوال مین داخل ہی جسکی
حرمت حدیث مذکورہ بالا مین گذری۔ اور اوقات کے لحاظ سے اگر دیکھا جاوے تو جس چیز کی طرف کہ سر دست
آدمی محتاج ہو وہ ایک دن اور رات کی غذا اور کپڑا جسکو پہنے اور پڑ رہنے کی جگہ ہی اسکے ضروری ہونے مین تو کچھ
شک نہین مگر آیندہ کے لیے اگر سوال کرے تو اُسکے تین درجے ہین ایک تو یہ کہ ایسی چیز ہو جسکی احتیاج دوسرے
دن ہوگی دوم یہ کہ اُسکی احتیاج چالیس یا پچاس دن مین ہوگی سوم یہ کہ برس مین اُسکی حاجت ہوگی۔ اب اس باب مین
تو ہم حکم قطعی کرتے ہین کہ جسکے پاس اسقدر ہو کہ اسکو اور اگر عیالدار ہو تو اُسکے کنبے کو برس روز کے لیے کافی ہو تو اُسکو
سوال کرنا حرام ہی کیونکہ یہ نہایت درجے کی توانگری ہی اور حدیث شریف مین جو پچاس درم مذکور ہین وہ مقدار اسی
توانگری کی ہی کیونکہ اکیلے آدمی کے لیے میانہ روی اگر کرے تو پانچ دینار سال بھر کو کافی ہین۔ عیالدار کو غالباً کافی
نہونگے اور اگر اُس شی کی حاجت برس کے اندر ہی ہوگی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر سائل ایسا ہو کہ حاجت کے وقت بھی
موقع سوال جاتا نرہیگا اور سوال پر قادر اُسوقت بھی ہوگا تب تو سوال حلال نہوگا کیونکہ سر دست اُسکو اُس شی سے
استغنا ہی اور ہو سکتا ہی کہ حاجت کے وقت سے پیشتر ہی مر جاوے تو ایسی چیز کا سوال جسکی حاجت نہو کیا فائدہ اس
صورت مین ایک دن رات کا کھانا مقدار غنا ہی اور اسی حالت کا بیان ہی اُس حدیث مین جسمین مقدار توانگری اسقدر
مذکور ہوا اور اگر سائل ایسا ہو کہ پھر موقع سوال اُسکو نہ ملیگا اور نہ کوئی دینے والا میسر ہوگا اگر اب نہ مانگیگا تو سوال

ح
آدمی کا حق صرف تین [illegible]

ح
[illegible] اگر اس سے زیادہ ہو [illegible] حساب کی چیز نہ ہو ۱۲ [illegible]

مباح ہے اسلیے توقع زیست کی برس روز تک کرنی کچھ محال نہین اور سوال کی تاخیر سے اس بات کا خوف ہے کہ عاجز اور مضطر
رہجاویگا اور کوئی اعانت کرنے والا نہوگا پس اگر خوف سوال سے عاجز ہونے کا آیندہ کو ضعیف ہوا اور جس چیز کا سوال
کرتا ہے وہ بھی محل ضرورت سے خارج ہو تو سوال کرنا خالی کراہت سے نہوگا اور کراہت اسیقدر مختلف ہوگی جس قدر
اضطرار کی کمی اور موقع کے جاتے رہنے کے خوف اور جس زمانے مین حاجت سوال کی ہوگی اُسکی تاخیر مین اختلاف
ہوگا اور ان باتون مین سے ہر ایک کا ضبط نہین ہو سکتا بلکہ یہ امور بندے کے قیاس پر متعلق ہین کہ اپنے نفس کو دیکھے
اور جو معاملہ اُسکے اور خداے تعالیٰ کے درمیان مین ہے اُسکو تامل کرے اور دل سے فتویٰ لیکر اُسکے بموجب عمل کرے
اگر راہ آخرت طے کیا چاہتا ہے اور جس شخص کا یقین قوی ہوا اور اعتماد رزق کے آنے کا آیندہ کو کامل رکھے اور سر دست کی قوت پر
قناعت کرے تو اُسکا درجہ خداے تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہے پس جب خداے تعالیٰ نے آدمی کو آج کا رزق اُسکے
اور اُسکے عیال کے لیے عنایت فرمایا ہو تو پھر کل کا خوف کرنا بجز ضعف یقین اور شیطان کے ڈرانے کے اور کسی چیز سے
نہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا تخافوهم وخافون ان كنتم مؤمنين اور فرمایا الشيطان يعدكم الفقر ويأمركم بالفحشاء والله يعدكم
مغفرة منه وفضلا اور سوال بھی وہ بُری چیز ہے جو ضرورت کے واسطے مباح کیا گیا ہے اور جو شخص ایسی حاجت کیواسطے مانگے جو
اُس روز نہ رکھتا ہو کہ سال مین اُسکی ضرورت لاحق ہو اُسکا حال اُس شخص کی نسبت سخت تر ہے جسکو مال موروثی ملے اور اُسکو
برس روز کی بعد کی حاجت کے واسطے رکھ چھوڑے اور یہ دونون ظاہر شریعت کے فتوے کی رو سے مباح ہین مگر ان
دونون کامون کا منشا محبت دنیا اور طول امل اور نہ اعتماد کرنا خداے تعالیٰ کے فضل پر ہے جو اصل مہلک چیز ہے خداے تعالیٰ
ہمکو اور سب اہل اسلام کو توفیق نیک عنایت فرماوے آمین۔

نوان بیان سالکین کے احوال مین۔ حضرت بشر رح فرمایا کرتے کہ فقرا تین ہین ایک وہ کہ سوال نکرے اور کوئی
دے تو نہ لے ایسا شخص علیین مین روحانیون کے ساتھ ہوگا دوسرا وہ کہ سوال نکرے اور اگر کوئی کچھ دے تو لے لے
تو یہ شخص مقربین کے ساتھ جنات فردوس مین رہیگا تیسرا وہ کہ حاجت کے وقت سوال کرے ایسا شخص اصحاب یمین سے
سچون کے ساتھ ہوگا غرض سب کا اتفاق سوال کی مذمت پر ہے علاوہ ازین فاقے کے ساتھ مرتبہ اور درجہ بھی کم ہو جاتا ہے
حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے حضرت شقیق بلخی سے جبکہ آپ خراسان سے اُنکے پاس تشریف لائے پوچھا کہ آپ نے اپنے
یار دین مین سے فقرا کو کیسے چھوڑا حضرت شقیق رح نے فرمایا کہ مین نے اس حال مین چھوڑا کہ اگر اُنکو کوئی کچھ دے تو
شکر کرین اور نہ دے تو صبر کرین اور اپنی دانست مین چونکہ سوال نکرنے کا وصف بیان کیا تھا تو نہایت درجہ کی گویا
تعریف کی تھی حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے فرمایا کہ بلخ کے کتون کو تمنے ہمارے لیے ایسا چھوڑا ہے اُنھون نے پوچھا
کہ پھر آپ کے پاس فقیر کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس فقیر ایسے ہین کہ اگر اُنہین کوئی کچھ نہ دے تو شکر کرین
اور اگر دے تو اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دین اور وہ مال اُسے حوالہ کرین حضرت شقیق رح نے اُنکا سر چوم لیا اور کہا
کہ اُستاد سچا فرماتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارباب احوال کے درجات رضا اور صبر اور شکر اور سوال کے باب مین
بہت ہین سالک طریق آخرت کو اُنکا پہچاننا اور اُنکے تقسیم کا جاننا اور درجات کے اختلاف کو معلوم کرنا ضروری ہے
کیونکہ اگر نہین جانیگا تو پستی درجات سے اوج کمال پر نہ پہنچ سکیگا اور اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین تک رسائی نہوگی اور انسان
احسن تقویم مین پیدا کیا گیا پھر اسفل السافلین مین اُتارا گیا پھر حکم کیا گیا کہ اعلیٰ علیین کی طرف ترقی کرے اور جو شخص پستی اور

اوج مین تمیز نہ کریگا وہ یقیناً ترقی نہ کرسکیگا بلکہ اسمین شک ہی کہ اگر جان بھی لے اور پھر کسیوجہ سے ترقی پر قادر ہو اور ارباب احوال
کبھی ایسی حالت غالب ہوتی ہی کہ وہ مقتضی اس بات کی ہوتی ہی کہ سوال کے باعث اُنکے درجات کی ترقی ہو مگر یہ امر انھین کے حال کی
نسبت ہی کہ مدار کار اعمال کا نیت پر ہی مثلاً روایت ہی کہ کسی بزرگ نے حضرت ابوالحسن نوری رح کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ پھیلاتے اور
بعض موقع پر لوگون سے سوال کر لیتے وہ بزرگ کہتے ہین کہ مجھکو اُنکی یہ بات ناپسند ہوئی کہ ایسے شخص کو سوال کیا مناسب ہی
پھر مین حضرت جنید بغدادی رح کے پاس آیا اور آنکی خدمت مین اُسکا ماجرا ذکر کیا اُنھون نے فرمایا کہ نوری کے اس فعل کو برا
نہ جاننا چاہیے کہ وہ لوگون سے اسی لیے لیتے ہین کہ اُنھین کو دین یعنی اُنسے سوال اسلیے کیا کہ آخرت مین اُنکو ثواب ملے اور
اُنکا کچھ ضرر نہو اور گویا کہ اس قول مین اشارہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کیطرف کہ آپ نے فرمایا ید المعطی ہی العلیا یعنی
دینے والے کا ہاتھ اونچا ہی اسکے معنی بعضون نے یہ فرمائے ہین کہ معطی کے ہاتھ سے غرض مال کے لینے والے کے ہاتھ
سے ہی اسواسطے کہ ثواب وہی دیتا ہی اور اُنکا ثواب ہی کا ہی مال کا نہین پھر حضرت جنید رح نے فرمایا کہ ترازو لے آئیے جب
ترازو آئی تو سو درم تولے اور ایک مٹھی بھر کر اُن سو مین ملا دیے اور کہا کہ نوری کے پاس لیجاؤ اور اُنکو دے دو۔ راوی
کہتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین کہا کہ وزن تو اسلیے کیا کرتے ہین تاکہ مقدار معین ہوجاوے مگر اُنھون نے ایک
سو کو تولکر اسمین بے گنتی پھر کیسے ملا دیے یہ تو آدمی حکیم ہین اور پوچھتے ہوے مجھے حیا آئی آخر تھیلی کو مین حضرت
جنید رح کے پاس لایا اُنھون نے فرمایا کہ ترازو لاؤ ترازو سے سو درم تولکر فرمایا کہ انکو جنید رح کے پاس واپس لیجاؤ اور کہنا
کہ مین نے کچھ نہین پذیرا کرتا اور سو سے جسقدر زیادہ ہون وہ لیے لیتا ہون اُنکی اس بات سے مجھے اور زیادہ تعجب ہوا
اور مین نے اُنسے پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ جنید حکمتی آدمی ہی وہ چاہتا ہی کہ رسی کے دونون سرے آپ ہی پکڑے اُسنے سو
جو تولے تھے تو خود آپ نے سمجھکر ثواب آخرت کے لینے کے لیے تولے تھے اور اُپر مٹھی بھر بے تولے جو ڈالے وہ اللہ
کی نیت سے ڈالے تو مین نے جو خدا کے واسطے تھے اُنکو لے لیا اور جو اُنکے خود کے تھے اُنکو واپس کر دیا۔ راوی
اُن روپیون کو حضرت جنید رح کی خدمت مین لائے وہ رونے لگے اور فرمایا کہ نوری نے اپنا مال لے لیا اور ہمارا
پھیر دیا خیر خداے تعالی مالک ہی انتہی۔ دیکھنا چاہیے کہ اِن لوگون کے دل کیسے صاف تھے اور حالات کیسے خالص
اللہ تعالی کے لیے تھے کہ ہر ایک کو ایک دوسرے دل کا حال بدون گفتگو ے زبانی دلون کے شاہدے اور کشف
راز سے معلوم ہوجاتا تھا اور یہ ثمرہ غذاے حلال اور محبت دنیا سے دل کے فارغ ہونے اور بتمام ہمت خدا کی طرف
متوجہ ہونے کا ہی پس جو کوئی اس بات کو بدون تجربہ کے انکار کرے وہ جاہل ہی جیسے کوئی بدون دوا پیے اُسکے
دست آور ہونے کا انکار کرے۔ اور اگر کوئی شخص بہت دنون محنت کرے اور یہ بات حاصل نہو وہ دوسرے کے
حق مین اسکا انکار کرنے لگے تو اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی دوا سے دست آور پیے اور اُسکو کسی اندر کے روگ سے
دست آوین تو وہ اُسکے دست آور ہونے سے ہی انکار کرنے لگے اور یہ مرتبہ جہالت مین اگرچہ اول کی نسبت
کمتر ہی مگر پھر بھی جہالت مین ایسا شخص کچھ کامل ہی ہی اہل بصیرت دو شخصون مین سے ایک کہلاویگا یا تو وہ شخص کہ راستے
چلے اور جو کچھ اہل اللہ کو معلوم ہوا ہی اُسکو بھی معلوم ہو تو وہ صاحب ذوق و معرفت ہوگا اور عین الیقین کے درجے کو
پہنچ جاویگا یا وہ شخص کہ راستہ نہین چلا یا چلا ہی اور اس مرتبہ تک نہین پہونچا مگر اسپر ایمان و تصدیق رکھتا ہو اس
شخص کو درجہ علم الیقین کا ہی عین الیقین تک نہین پہونچا اور یہ بھی ایک رستے مین داخل ہی اور جو نہ علم الیقین رکھتا ہو

نہ عین الیقین تو وہ ایمانداروں کے زمرے سے خارج ہو قیامت کے روز منکروں اور نکیروالونکی جماعت مین اُٹھیگا جنکے دل مردہ اور شیطان کے تابع ہین خداے تعالی سے ہم دعا مانگتے ہین کہ ہمکو علم مین پکے لوگون مین سے کردے جنکا قول یہ نقل فرمایا ہو آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب -

دوسری فصل زہد کے حال مین اور اسمین پانچ بیان ہین -

اول بیان زہد کی حقیقت مین - جاننا چاہیے کہ دنیا مین زہد کرنا سالکون کے مقامات مین سے ایک مقام عمدہ ہو اور یہ مقام بھی اور مقامات کیطرح علم اور حال وعمل سے بنتا ہو اسواسطے کہ ایمان کے سب اقسام بموجب قول بزرگان سلف کے رجوع کرتے ہین طرف عقد اور قول اور عمل کے انہین سے قول کی جگہ حال رکھا گیا کیونکہ قول ظاہر ہو اور اس سے باطن کا حال کھلتا ہو ورنہ خود قول مقصود بالذات نہین اور اگر قول ایسی طرح پڑھا ہو کہ باطن سے نہو تو اسکو اسلام کہتے ہین ایمان نہین کہتے - اور علم سبب حال کا ہوتا ہو گویا حال اسکا ثمرہ ہو اور حال کا ثمرہ عمل ہو تو اب ہم حال کو اسکے دونون طرفون یعنی علم وعمل کے ساتھ بیان کرتے ہین کہ زہد کس حال کا نام ہو پس زہد سے ہماری یہ مراد ہو کہ ایک چیز سے دوسری چیز بہتر کی طرف رغبت کرنی توجہ کوئی ایک شی سے دوسری کیطرف توجہ کرتا ہو خواہ معاوضہ سے یا بیع وغیرہ سے تو ظاہر ہو کہ جس سے رغبت دور کرتا ہو اُس سے منہ پھیرتا ہو اور جسکی خواہش ہوتی ہو اُسکا راغب ہوتا ہو تو اول شی کے لحاظ سے اگر اُس شخص کا حال دیکھا جاوے تو اُسکو زاہد کہینگے اور دوسری چیز کی نسبت کر رغبت اور محبت بولینگے اس سے معلوم ہوا کہ زہد کے لیے دو چیزین چاہیین ایک وہ جسکی طرف سے رغبت ہٹائی جاوے دوسری وہ کہ جسکی طرف رغبت کیجاوے اور یہ دوسری پہلی شی کی نسبت اچھی ہو اور اول شی مین بھی یہ شرط ہو کہ کسی نہ کسی وجہ سے اُسکی طرف رغبت ہوا کرتی ہو پس جو شخص اپنی رغبت ایسی چیز سے ہٹاوے جو خود مطلوب نہو وہ زاہد نہ کہلاویگا مثلاً پتھر اور مٹی کا چھوڑنے والا زاہد نہوگا زاہد وہی ہوگا جو روپیہ پیسا چھوڑ دے کیونکہ مٹی پتھر کیطرف رغبت نہین ہوتی اور شرط دوسری چیز کی یہ ہو کہ زاہد کے نزدیک اول چیز سے بہتر ہو تاکہ اُسکی رغبت غالب ہو مثلاً بائع اپنی چیز کو جب تک نہین بیچتا جب تک کہ اُسکے نزدیک مبیع سے اُسکا عوض بہتر نہین ہوتا تو بائع کا حال مبیع کی نسبت کرنے مین داخل ہو اور عوض کے لحاظ سے رغبت اور محبت مین شامل اور اسی بنا پر قرآن مجید مین ارشاد ہو وشروہ بثمن بخس دراہم معدودۃ وکانوا فیہ من الزاہدین اس آیت مین شرا کے معنی بیع کے ہین اور برادران یوسف علیہ السلام کا وصف بیان کیا کہ اُنھون نے یوسف مین زہد کیا یعنی اُنھون نے طمع کی کہ باپ کی توجہ صرف ہماری طرف رہجاوے اور یہ امر اُنکے نزدیک یوسف علیہ السلام کی نسبت محبوب تھا اسی عوض کی طمع مین اُنکو فروخت کر ڈالا اس بیان سے ثابت ہوا کہ دنیا مین زاہد وہ کہلاویگا جو اُسکو آخرت کی عوض چھوڑ لے اور جو شخص اسکا عکس کرے یعنی آخرت کو دنیا کی عوض دیدے وہ آخرت کے حق مین زاہد ہوگا مگر عادت یہ مشہور ہی ہو کہ جو خاص دنیا ہی مین زہد کرے اُسیکو زاہد کہتے ہین جیسے الحاد اُسی میل کو کہتے ہین جو باطل کیطرف ہو حالانکہ لغت مین صرف میل کا نام الحاد ہو حق کیطرف ہو یا باطل کی اور زہد کا جو بیان ہوا اس مین یہ قید ہو کہ فی الجملہ محبوب چیز کی طرف سے رغبت ہو تو ظاہر ہو کہ یہ جبھی متصور ہوگی جب اُس شی کی نسبت کر دوسری چیز محبوب تر کیطرف میل پایا جاویگا ورنہ چھوڑنا محبوب چیز کا بدون اس سے زیادہ محبوب کے محال ہو - اور جو شخص کہ خداے تعالی کے سوا ہر ایک چیز کیطرف سے دل اُٹھالے یہان تک کہ بہشتون سے بھی غرض نرکھے صرف محبت الٰہی ہی کی رغبت ہو تو وہ زاہد مطلق ہو اور جو کہ حظوظ دنیاوی سے تو دل اُٹھاوے اور حظوظ آخرت مین ذہن لگاوے بلکہ

حور و قصور اور نہرون اور میوون کی طمع رکھے تو وہ بھی زاہد ہوگا مگر اول شخص کی نسبت کم ہوگا اور جو شخص دنیا کی بعض لذت کو چھوڑ دے اور بعض کو نہ چھوڑے مثلاً مال کو چھوڑ دے اور جاہ کو نہ چھوڑے یا غذا کے تکلفات کو ترک کرے اور زینت کا تجمل نہ چھوڑے تو ایسے شخص کو زاہد مطلق نہ کہینگے اور درجہ اسکا زاہدون مین ایسا ہوگا جیسا توبہ کرنے والون مین اُس شخص کا ہی جو بعض گناہون سے توبہ کرے مگر یہ زہد اسکا درست ہی جیسے توبہ بعض گناہون سے صحیح ہی کیونکہ توبہ ممنوعات کے چھوڑنے کا نام ہوا اور زہد مباحات کے ترک کرنے کا جو نفس کی لذت مین سے ہون اور یہ کچھ دشوار نہین کہ آدمی بعض مباحات کے چھوڑنے پر تو قادر ہو اور بعض کے ترک پر نہو جیسے کہ ممنوعات کے ترک مین بھی یہ امر بعید نہین اور جو شخص کہ صرف ممنوعات کو ترک کر دے وہ زاہد نہ کہلاویگا ہر چند اُسنے ممنوعات مین زہد کیا اور اُنسے دل اُٹھا لیا لیکن اصطلاح مین زہد مباحات کے چھوڑنے ہی کا نام ہو پس معلوم ہوا کہ زہد یا اُسکو کہینگے کہ دنیا سے رغبت ہٹا کر آخرت کیطرف میل کرے یا غیر اللہ سے محبت دور کرکے اللہ تعالی کیطرف رغبت کرے اور یہ درجہ بہت اونچا ہی اور جس طرح کہ دوسری چیز مین یہ شرط ہی کہ اُسکے نزدیک بہتر ہو اسیطرح اول چیز مین یہ قید ہی کہ وہ زاہد کی قدرت مین ہو کیونکہ جس چیز پر قدرت ہی نہو اُسکا چھوڑنا محال ہی اور رغبت کا دور ہونا چھوڑنے ہی سے ظاہر ہوتا ہی اور اسی جہت سے جب حضرت ابن مبارک رحمہ سے کسی نے کہا کہ اے زاہد انھون نے فرمایا کہ زاہد عمر بن عبد العزیز ہین کہ اُنکے پاس دنیا ذلیل ہوکر آئی اور انھون نے کم اسکو چھوڑ دیا اور مین نے کونسی چیز مین زہد کیا ہی۔ اب علم کا بیان سننا چاہیے جو زہد مین درکار ہوا اور جسکا ثمرہ حال ہوتا ہی وہ اس بات سے واقف ہوتا ہی کہ متروک چیز بہ نسبت مرغوب کے حقیر ہی جیسے تاجر جان لیتا ہی کہ عوض مبیع کی نسبت کر بہتر ہی اسلیے اُسکی رغبت کرتا ہی اور جب تک یہ علم نہین ہولیتا تب تک خیال مین نہین آتا کہ رغبت مبیع کی دل سے جاوے تو اسیطرح پر جو شخص یہ بات جان لیتا ہی کہ اللہ تعالی کے پاس کی چیز پایدار ہی اور آخرت بہتر چیز اور دائمی ہی یعنی اُسکی لذتین بڑا اچھی اور باقی ہین تو اُسکو ذوق آخرت اور رغبت الی اللہ ہوتی ہی۔ اور جسطرح جواہر برف کی نسبت کہ عمدہ اور پایدار ہوتے ہین اور برف کے مالک کو اُسکا جواہر کے بدلے مین دے ڈالنا مشکل نہین معلوم ہوتا اسیطرح دنیا و آخرت کی مثال جاننی چاہیے پھر دنیا کو سمجھنا چاہیے کہ برف آفتاب کے سامنے رکھی ہوئی ہی اور پگھلتی جاتی ہی یہان تک کہ کچھ نہ رہے اور آخرت مثل جواہر کے ہی جسکو کبھی فنا نہین تو جسقدر دنیا اور آخرت مین فرق ہونے کی معرفت زیادہ ہوگی اُسیقدر بیع اور معاملہ کی رغبت زیادہ ہوگی یہان تک کہ جسکو اپنے نفس اور مال کے فروخت کرنے کا یقین کامل ہوگا بموجب مضمون اس آیت کے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ تو اُسکا حال خود اللہ تعالی فرماتا ہی کہ اُسکا معاملہ مفید ہی و استبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ زہد مین علم سے اسقدر کی حاجت ہوتی ہی کہ آخرت کو بہتر اور باقی جانے اور بعض اوقات یہ امر کسی شخص کو معلوم ہوتا ہی مگر وہ دنیا کے چھوڑنے پر قدرت نہین رکھتا اور یہ امر علم و یقین کے کم ہونے یا اُسوقت غلبۂ شہوت مین دبی ہونے یا شیطان کے ہاتھ مین گرفتار ہونے یا شیطان کے وعدہ ہاے امروز فردا سے دھوکا کھا جانے سے ہوا کرتا ہی یہ اسی مغالطے مین رہتا ہی کہ موت آدبانی ہی اور اُسوقت بجز حسرت و ندامت اور کچھ ساتھ نہین جاتا۔ دنیا کی حقارت اس قول خداوندی سے ثابت ہی قل متاع الدنیا قلیل اور آخرت کی نفاست پر اس آیت مین اشارہ ہی وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن اسمین بتلا دیا کہ علم جوہر کی نفاست کا اُسکی عوض سے دل اُٹھا دیا کرتا ہی اور چونکہ زہد بدون معاوضہ اور رغبت محبوب تر چیز کے متصور نہین ہوسکتا اسلیے ایک شخص نے اپنی دعا مین یہ التجا کی کہ الہی میرے نزدیک دنیا ایسی کر دے جیسی تیرے نزدیک ہی پس اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح مت کہ یون دعا کر کہ الہی دنیا میری سمجھ مین ایسی کر جیسے تو نے اپنے نیک بندون کے

ابن ابی الدنیا نے روایت کی

اور بوسے جنکو علم عطا ہوا تھا کہ خرابی تمہاری اللہ کا دیا ثواب بہتر ہی اُنکو جو یقین لائے ۱۲

ابو منصور در فردوس مختصراً بروایت ابی نعیم اور منصور سے اسکو بھی بسند ضعیف معلق نکالا ۱۲

نزدیک اسکو کیا ہی اور اس ارشاد کی وجہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تو دنیا کو ایسی حقیر سمجھتا ہی جیسی وہ واقع مین ہو اور ہر ایک مخلوق اُسکے
جلال کی نسبت کہ حقیر ہو اور بندہ جو دنیا کو حقیر اپنے لیے جانتا ہی تو اُس شی کی نسبت کرتا ہی جو بندے کے لیے بہتر ہو اور یہ ہو نہین سکتا
کہ گھوڑے کا بیچنے والا گو اُس سے دل برداشتہ ہو وہ گھوڑے کو ایسا سمجھے جیسا مثلاً حشرات الارض کو جانتا ہی کیونکہ ان چیزون کی
تو اسکو حاجت نہین ہوگی مگر گھوڑے سے مستغنی نہین ہو اور اللہ تعالیٰ بذات خود ہر ایک ماسوا سے غنی ہی وہ ہر ایک چیز کو اپنے
جلال کے سامنے ایک ہی درجے مین سمجھتا ہی اور فرق صرف ایک دوسرے کی نسبت سے جانتا ہی نہ اپنے جلال کے لحاظ سے
اور زاہد وہ ہی جو فرق اشیا کا اپنے نفس کے لحاظ سے جانتا ہی نہ دوسرے کے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا کہ خداے
تعالیٰ جس طرح کسی چیز کو حقیر سمجھتا ہو اسطرح کی حقارت اور شخص کے نزدیک ہونی مقصود نہین اسکی دعا بھی نہ چاہیے باقی رہا عمل جو
حال زہد سے صادر ہوتا ہی وہ چھوڑنا اور اختیار کرنا ہی کیونکہ زہد معاملہ داد و ستد اور معاوضہ بہتر چیز سے ادنیٰ کا ہی تو جیسے بیع و
شرا مین یہ مقصود ہوتا ہی کہ بیع کو ترک کرکے اپنے قبضے سے نکالے اور اُسکے عوض کو لے لیجیے اسیطرح زہد مین بھی یہ غرض ہی کہ
جس چیز مین زہد کیا اُسکو یعنے دنیا کو مع تمامی اسباب و لوازم و علائق کے ترک کرے یہان تک کہ اسکی محبت دل سے جاتی رہے
اور محبت طاعات دل مین آ جاوے اور جو چیز دل مین سے نکلے وہ آنکھ اور ہاتھ اور تمام اعضا سے نکل جاوے اور آنکھ وغیرہ
اعضا وظائف طاعات پر مداومت کرین ورنہ صرف دنیا ترک کرنے سے ایسا ہوگا جیسا کوئی بیع تو مشتری کو دیدے اور اُس سے
زر ثمن نہ لے اور جب جانبین کی شرائط داد و ستد حسب مذکورہ بالا ہو جائین تو اسکو مژدہ ہو کہ یہ معاملہ نفع کا ہوا کیونکہ جس
شخص سے معاملہ ہوا ہی وہ اپنے عہد کو پورا کریگا مثلاً اگر کوئی شخص بیع سلم کرے اور موجود چیز غائب کے لیے دے ڈالے
اور اسکی تلاش مین سرگرم ہو تو اگر عاقد یعنی معاملہ کرنے والا معتبر اور وعدے کا سچا اور دینے پر قادر ہو تو بیشک اُسکو مال مطلوب
دیگا اسی طرح یہ معاملہ خداے تعالیٰ کے ساتھ ہی جسمین سب صفات مذکور بدرجہ کمال موجود ہین پس اس معاملے کے نافع ہونے
مین کیا شک ہی۔ اور جو شخص کہ دنیا کو اپنے پاس رکھے اُسکا زہد کبھی نہین درست ہوگا **شعر** آنکس کہ درم گرفت و دینار
زاہد ترا زو وگر پرست آرہ؛ دیکھو اللہ تعالیٰ نے برادران یوسف علیہ السلام کی صفت زہد بنیامین کے باب مین ذکر نہین فرمائی
ہر چند دونون کے لیے کہتے تھے کہ یوسف اور اُسکا بھائی ہمارے باپ کے نزدیک ہم سے بہتر ہین اور انکو بھی مثل
یوسف علیہ السلام کے جدا کرنا چاہتے تھے حتیٰ کہ ایک کی سفارش کے باعث رہنے دیا اسی جہت سے انکے باب مین
زاہد نہ کہلائے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے نکالنے کا قصد کیا تھا جب ہی وصف زہد سے خداے تعالیٰ نے
انکو موصوف نہ کیا بلکہ جب وے چلے اور بیچ ڈالا تو زاہد فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ رہنے دینا علامت رغبت کی ہی اور
پاس سے نکال دینا علامت زہد کی پھر اگر تم اپنے قبضے مین سے دنیا کچھ تو نکال دو اور کچھ باقی رکھو تو زاہد اسیقدر مین ہوگی
جسکو قبضے مین سے نکال دیا زاہد مطلق نہین کہلاؤگے اور اگر تمھارے پاس کچھ مال ہی نہ ہو اور دنیا موافق نہو تو پھر تمہے
زہد ہونا ممکن نہین کیونکہ جس چیز پر تمکو قدرت ہی نہین اُسکے چھوڑ دینے کے کیا معنے۔ اور اگر شیطان تمکو فریب دے اور
سوجھا دے کہ دنیا گو تمھارے پاس نہین آئی تم اسمین زاہد ہو تو تمکو نہین چاہیے کہ اُسکے جال مین آؤ اور اپنے آپ کو
زاہد سمجھو بدون اسکے کہ اعتماد قوی اور عہد مضبوط خداے تعالیٰ کی طرف سے رکھتے ہو اسلیے کہ جب تک تم قدرت کے
وقت کو امتحان نہ کروگے تب تک کیسے اعتبار کروگے کہ ہم ترک پر قادر ہین بہت آدمی ایسے ہین کہ اپنے گمان مین
گناہ کو برا جانتے ہین جب تک کہ اُسپر دسترس نہین ہوتا مگر جب اُس گناہ کے لوازم انکو میسر ہو جاتے ہین اور کوئی

ر مڑک ٹوک یا خوف لوگون کا نہین ہوتا تو اُسمین مبتلا ہو جاتے ہین پس جب نفس کے مغالطے کا حال کُھلا ہو ن مین یہ ہو تو
اگر مباحات مین یہ وعدہ کرے اُسپر کیسے اعتبار کر لوگے اور نفس کا عہد علیحدہ اس طرح ہو کہ تم اُسکا امتحان چند بار قدرت کے
وقت کر و اور جب اپنے وعدے کو ہمیشہ پورا کرے حالانکہ کوئی مزاحم اور عذر ظاہری اور باطنی بھی نہو تب کچھ مضائقہ نہین
کہ تم نفس پر کسیقدر اعتماد کر و لیکن اُسکے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ اُسکے بدل جانے سے بھی ڈرتے رہو اسلیے کہ وہ جلد ہی سے
عہد توڑ کر اپنی خواہش طبعی کی طرف رجوع کر جاتا ہو حاصل یہ کہ نفس سے امن جب ہی ہو جبکہ وہ کسی چیز کو ترک کر دے اور
اس صورت مین بھی امن صرف اُسی متروک چیز کی نسبت کر ہوگا بشرطیکہ باوجود قدرت ترک کیا ہو- ابن ابی لیلے نے ابن
شبرمہ سے کہا کہ تم اس نوربافت زادہ یعنی امام ابو حنیفہ کوفی رح کو دیکھتے ہو کہ جس مسئلہ مین ہم فتوی دیتے ہین اُسکو رد
کر دیتے ہین اُنھون نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہین کہ وہ نوربافت کے بیٹے ہین یا کیا ہین اتنا جانتا ہون کہ دنیا اُنکے پاس
آئی تو وہ اُس سے بھاگے اور ہمسے دنیا بھاگی تو ہمنے اُسکی طلب کی پینے آپ نے باوجود قدرت کے دنیا مین زہد کیا
یہ کتنا افضل ہو اُسی طرح زمانہ فیض نشانہ جناب رسالت مآب صلعم مین مسلمانون نے کہا کہ ہم خداے تعالی سے محبت رکھتے ہین اور
اگر ہمکو معلوم ہوتا کہ اُسکی محبت کونسی چیز کرنے سے ہو تو ہم وہی کرتے اُسوقت یہ آیت اُتری و لو انا کتبنا علیہم ان اقتلوا
انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیلا منہم حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو فرمایا کہ تو
اُن تھوڑون مین سے ہو اور وہ فرماتے ہین کہ مجھکو معلوم نہ تھا کہ ہم مین سے کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو دنیا سے محبت رکھتے ہین
مگر اس آیت کے اُترنے سے معلوم ہوا منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ اب جاننا چاہیے کہ زہد اسکا نام نہین کہ
مال کو ترک کرے اور اُسکو سخاوت اور جوانمردی کی راہ سے خرچ کر ڈالے یا بطور دلون کے مائل کرنے کے یا اور کسی طمع سے
دیدے کیونکہ یہ باتین اخلاق عمدہ مین سے ہین اُنکو عبادت مین کچھ دخل نہین زہد اسیکا نام ہو کہ آخرت کی نفاست کے مقابل
دنیا کو حقیر جانکر ترک کر دے ورنہ ہر ایک قسم ترک کی ایسے شخص سے ممکن ہو جو آخرت پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو مگر اُسکا ترک یا براہ
مروت یا سخاوت یا خوش خلقی کے ہوتا ہو زہد نہین ہوتا کیونکہ نام کا ہونا اور دلون کا مائل ہونا یہ لذات دنیاوی ہین اور مال سے
زیادہ لذیذ ہین اور جسطرح کہ مال کو سلم کے طور پر دینا اور عوض کی طمع رکھنی زہد نہین ہو اسیطرح مال کا اس طمع سے دینا کہ نام ہوگا
یا لوگ تعریف کرینگے یا سخاوت مین شہرت ہوگی یا اس خوف سے دینا کہ پاس رکھنے سے اسکی حفاظت مین محنت و مشقت
اُٹھانی پڑیگی یا اسکے حاصل کرنے کے لیے بادشاہون کے یہان یا امرا کے سامنے ذلیل ہونا پڑیگا یہ بھی داخل زہد نہین
بلکہ ایک لذت دنیاوی کو چھوڑ کر دوسری کا حاصل کرنا ہو زاہد وہی ہو جسکے پاس دنیا بے غل و غش ذلیل ہو کر آوے اور وہ
اُس سے لذت لینے پر قادر ہو اس طرح کہ نہ نقصان جاہ کا ہوتا ہو نہ بدنامی ہوتی ہو نہ اور کسیطرح کا حظ نفسانی فوت ہوتا ہو
اور وہ ایسی صورت مین دنیا کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ اُسکے ساتھ اُنس کرنے سے غیر اللہ سے مانوس اور ماسوا کا محب
ہو جاؤنگا اور خداے تعالی کی محبت مین مشرک بنونگا اس طمع سے چھوڑے کہ آخرت کا ثواب اسکے چھوڑنے سے ملیگا
مثلاً دنیا کے شربت اس طمع سے چھوڑے کہ جنت کے شربت ملینگے اور عورتون اور لونڈیون سے ہم بستر اسوجہ سے نہو
کہ جنت مین حورعین سے صحبت رہیگی اور باغون کی سیر جنت کے باغون اور گلزارون کی توقع پر ترک کرے اور زینت
و تکلف جنت کی آرایش و تجمل کی طمع سے چھوڑ دے یہان کے لذیذ کھانون پر اسوجہ سے لات مارے کہ جنت کے میوون پر
ہاتھ مارے اور اس بات کا تردد نہو کہ وہان کوئی یہ کہیگا اذہبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا غرضکہ جمیع اُن باتون کو جو جنت مین

[illegible] نہین ہوتا ۱۲

بیہقی در دلائل النبوۃ بروایت ابن مسعود ۱۲

کوئی تم مین چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم مین چاہتا تھا آخرت ۱۲

ضائع کر چکے تم اپنے مزے اپنے دنیا کے جینے مین ۱۲

وعدہ ہو دنیا کی بے عمل و غش چیزون پر ترجیح دے یہ سمجھکر کہ جو کچھ آخرت مین ہو وہی بہتر و پایدار ہو اور اسکے سوا جتنے ہین سب معاملات دنیوی فانی اور بیفایدہ ہین

دوسرا بیان زہد کی فضیلت مین - اللہ تعالیٰ فرماتا ہو فخرج علی قومہ فی زینتہ قال الذین یریدون الحیوٰۃ الدنیا یالیت لنا مثل ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن اس آیت مین زہد کو علما کی طرف منسوب کیا اور اہل زہد کو علم سے موصوف فرمایا یہ نہایت درجے کی تعریف ہو اور فرمایا اولئک یوتون اجرہم مرتین بما صبروا اسکی تفسیر مین مفسرین نے فرمایا کہ جنھون نے دنیا مین زہد کرنے پر صبر کیا وہ مرد ہین اور فرمایا انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم ایہم احسن عملا احسن عملا کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ کونسا زیادہ زاہد ہو دنیا مین اسی سے معلوم ہوا کہ زہد کو احسن اعمال فرمایا اور فرمایا من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نوتہ منہا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب اور فرمایا ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم زہرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنہم فیہ ورزق ربک خیر وابقی اور فرمایا یستحبون الحیوۃ الدنیا علی الآخرۃ یہ وصف کفار کا ہو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ مومن وہ ہو جو موصوف اس صفت کی ضد سے ہو یعنے آخرت کی محبت دنیا پر چاہتا ہو اور احادیث مین سے جو دنیا کی مذمت مین وارد ہین وہ بہت ہین چنانچہ انمین سے کسیقدر ہم جلد ثالث مین لکھ آئے ہین کیونکہ محبت دنیا مہلکات مین سے ہو جو اس جلد مین مذکور ہین اور اب ہم بغض دنیا کی فضیلت لکھتے ہین جو منجیات مین سے ہو اور وہی مراد زہد سے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو دنیا ہی کا تردد ہو اللہ تعالیٰ اسکا کام ابتر اور روزی پریشان کر دیتا ہو اور افلاس اسکے پیش نظر کرتا ہو اور اسکو دنیا سے اسیقدر آتا ہو جتنا اسکے لیے لکھا ہوا ہو اور جس شخص کو صرف آخرت کی فکر ہو اللہ تعالیٰ اسکی ہمت مجتمع رکھتا ہو اور اسکی معیشت کو محفوظ رکھتا ہو اور تونگری اسکے دل مین ڈالتا ہو اور اسکے پاس دنیا ذلیل و خوار آتی ہو اور ایک حدیث شریف مین فرمایا کہ جب تم کسی بندہ کو دیکھو کہ اسکو سکوت اور دنیا مین زہد ملا ہو تو اس سے قریب ہوا کرو اسلیے کہ وہ سکھلایا جاتا حکمت کو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور اسیواسطے کہا گیا ہو کہ جو شخص چالیس روز دنیا مین زہد کرے خدا تعالیٰ اسکے دل مین چشمے حکمت کے جاری فرماتا ہو اور وہی اسکی زبان سے نکلا آتا ہو اور بعض اصحاب سے روایت ہو کہ ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا آدمی بہتر ہو آپ نے فرمایا کل مومن مخموم القلب صدوق اللسان ہمنے عرض کیا کہ مخموم القلب کسکو کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ پرہیزگار اور صاف آدمی ہو جسمین نہ خیانت ہو نہ کھوٹا پن نہ سرکشی ہو نہ حسد ہمنے عرض کیا کہ اسکے بعد کون بہتر ہو آپ نے فرمایا کہ الذی یشنا الدنیا ویحب الآخرۃ اس سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ برا آدمی وہ ہو جو دنیا کو دوست رکھے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ان اردت ان یحبک اللہ فازہد فی الدنیا اسمین زہد کو سبب محبت فرمایا اور جسکو خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہو وہ اعلیٰ درجات مین پہونچتا ہو اسلیے ضرور ہوا کہ دنیا مین زہد کرنا افضل مقامات مین سے ہو اور اسکا مفہوم بھی یہی ہو کہ دنیا سے دوستی کرنے والا خدا کے بغض مین مبتلا ہوتا ہو اور ایک حدیث مین جو اہل بیت سے مروی ہو یہ ارشاد ہو کہ الزہد والورع یجولان فی القلب فان صادفا قلبا فیہ الایمان والحیاء اقاما فیہ والا ارتحلا اور جب کہ حضرت حارثہ رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مین یقینا ایماندار ہون آپ نے فرمایا

کہ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہو اُنھون نے عرض کیا کہ مین نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا اُسکے ڈھیلے اور پتھر اور
سونا میرے نزدیک برابر ہین گویا مین جنت اور دوزخ مین ہون اور گویا مین اپنے رب کے عرش کے پاس کھلا ہوا ہون آپنے
فرمایا کہ تو نے پہچانا اسی پر رہنا پھر فرمایا کہ یہ ایک بندہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکا دل ایمان سے روشن کیا ہو پس دیکھنا چاہیے
کہ حضرت حارثہ نے اظہار حقیقت ایمان کو زہد ہی سے شروع کیا اور پھر اُسکو یقین سے متصل کیا اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اُنکو صاف بتلایا اور ارشاد کیا کہ یہ ایک بندہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکا دل ایمان سے منور کیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے اس آیت مین فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام پوچھا کہ یہ شرح کیسی ہو آپ نے فرمایا کہ نور جب داخل ہوتا ہو تو
اسکے لیے سینہ کھل جاتا ہو لوگون نے عرض کیا کہ اسکی کوئی پہچان ہو آپ نے فرمایا کہ ہان پہچان یہ ہو کہ دار دنیا یا دار غرور سے علیحدہ
رہنا اور دار خلود کیطرف رجوع کرنا اور موت سے پیشتر اُسکی تیاری کرنی۔ تو دیکھو کیسے آپ نے زہد کو شرط اسلام فرمایا یعنی علامت
اسکی دنیا سے علیحدگی اور آخرت کی رغبت کو ارشاد فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا سے تعالیٰ سے جتنا حق شرمانے
کا ہو شرماؤ لوگون نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے شرماتے تو ہین آپ نے فرمایا کہ ایسا نہین اسلیے کہ مکان بناتے ہو جسمین
نہین رہتے اور جمع کرتے ہو وہ چیز کہ نہین کھاتے اس حدیث شریف مین بیان فرمایا کہ یہ دونون باتین خدا سے تعالیٰ سے حیا
کرنے کے خلاف ہین اور جب کسی جگہ کے لوگ قاصد آپ کی خدمت مین آئے تو عرض کیا کہ ہم مومن ہین آپنے فرمایا کہ تمھارے
ایمان کی پہچان کیا ہو اُنھون نے عرض کیا کہ صبر کرنا مصیبت کے وقت اور شکر کرنا فراخی عیش کی حالت مین اور حکم الٰہی
پر راضی رہنا اور دشمنون پر جب مصیبت آوے تو اُسپر شماتت نہ کرنا آپ نے فرمایا کہ اگر تم واقع مین ایسے ہی ہو تو جو کھانے
نہین اُسکو مت اکٹھا کرنا اور جسمین نہ رہنا ہو اُسکو مت بنانا اور جس چیز کو چھوڑ جاؤ اُسکی رغبت مت کرنا انتہی۔ اس حدیث مین
زہد کو اُنکے ایمان کا تتمہ فرمایا اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اثنا سے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ
جو کوئی لا الٰہ الا اللہ کہیگا اس طرح کہ اُسمین دوسری چیز نہ ملاوے تو اُسکے لیے جنت واجب ہو حضرت علی رض نے اُٹھکر عرض کیا کہ
میرے پدر و مادر آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ دوسری چیز ملانے سے کیا غرض ہو اسکی صفت بالتفسیر فرما دیجیے آپ نے فرمایا
کہ دنیا کی طلب اور اُسکی پیروی کے لیے اُسکو دوست رکھنا اور بعض لوگ ایسے ہین کہ قول تو رسولون کے سے کہتے ہین اور
کام حکام ظالم کے سے کرتے ہین تو جو کوئی لا الٰہ الا اللہ کہے اور ان امور مین سے اُسمین کچھ نہو تو اُسکے لیے جنت واجب ہو
اور ایک حدیث مین ہو کہ سخاوت یقین مین سے ہو اور یقین والا دوزخ مین نہ جاویگا اور بخل شک مین سے ہو اور جسنے شک
کیا وہ جنت مین نہ جاویگا اور یہ بھی ایک حدیث مین وارد ہو کہ سخی اللہ تعالیٰ سے قریب ہو لوگون سے قریب ہو جنت سے
قریب ہو اور بخیل اللہ تعالیٰ اور مخلوق سے دور ہو دوزخ سے قریب ہو اور چونکہ بخل ثمرہ رغبت دنیا کا ہو اور سخاوت زہد کا
ثمرہ تو ظاہر ہو کہ ثمرہ کی صفت کرنی بعینہ مثمر کی صفت کرنی ہو۔ اور حضرت ابن مسیب حضرت ابوذر رض سے روایت کرتے ہین کہ جو شخص
دنیا مین زہد کرے اللہ تعالیٰ اُسکے دل مین حکمت داخل کرتا ہو پھر اُسکی زبان سے حکمت ہی بکواتا ہو اور اُسکو دنیا کا مرض اور اُسکی دوا
دونون بتلا دیتا ہو اور اُسکو دنیا مین سے دار السلام کیطرف سلامت نکالتا ہو اور روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے
ساتھ ایسی اُنٹنیون پر گذرے کہ وہ بہت دودھ دیتی تھین اور حاملہ تھین اور ایسی اُنٹنیون کو عرب کے لوگ بہت محبوب اور نفیس مال
جانتے تھے کیونکہ اُنسے سب طرح کے فائدے تھے کہ باربرداری اور گوشت اور دودھ اور اُون کے لیے مفید تھین اور اسیوجہ سے کہ اس مال
کی عظمت اُنکے دلون مین تھی کلام مجید مین ارشاد فرمایا واذا العشار عطلت غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن اُنٹنیون کیطرف سے

ح ۶ ابو منصور در فردوس بروایت ابو درداء ۱۲
ح ۷ ترمذی بروایت ابوہریرہ ۱۲
ح ۸ اسکی سند ابوذر سے مجھے نہین ملی ابن ابی الدنیا نے بروایت صفوان بن ابی سلیم در سلا روایت کیا ہو اور ضعیف ہو ۱۲
ح ۹ اسکی اصل مجھے نہین ملی ۱۲
ح ۱۰ اور جیسا بیان [illegible] چھوڑ دی مفسرین ۱۲

منھ پھیر لیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہم لوگوں کا بڑا عمدہ مال ہے اسکو آپ کیوں نہیں دیکھتے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو منع فرمایا ہے پھر یہ آیت پڑھی ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم زہرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنھم فیہ اور مسروق رح حضرت عائشہ رض سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ خدا سے تعالیٰ سے غذا طلب کیوں نہیں فرماتے کہ آپکو کھانا کھلاوے اور آپکی بھوک کی حالت دیکھکر میں رو پڑی آپنے فرمایا کہ اے عائشہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اپنے پروردگار سے دعا کرتا کہ میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں تو اللہ تعالیٰ انکو جہاں میں چاہتا زمین پر میرے ساتھ کر دیتا لیکن میں نے دنیا کی بھوک کو سیری پر اور یہاں کے فقر کو غنا پر اور یہاں کے رنج کو خوشی پر اختیار کر لیا ہے اے عائشہ دنیا محمد اور آل محمد کو مناسب نہیں اے عائشہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں سے اولوالعزمین کے لیے یہی پسند کیا ہے دنیا کی برائی پر صبر کریں اور اسکی محبوب چیز سے رکے رہیں پھر میرے لیے یہ پسند کیا کہ جس بات کا انکو حکم کیا وہی میرے لیے پسند فرمایا جیسا کہ کلام مجید میں ارشاد ہے فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل قسم ہے میں انکی فرمانبرداری سے منھ نہیں دیکھتا اور جیسا انھوں نے صبر کیا ویسا ہی میں بھی اپنے حتی الوسع کرونگا اور بدون خدا کی توفیق کے قوت بھی اس کام کی نہیں۔ اور حضرت عمر رض کے حال میں کہتے ہیں کہ جب انکے وقت میں بہت سی فتحیں ہوئیں تو آپ کی بیٹی حضرت حفصہ ام المومنین رض نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ جب اور جگہ کے لوگ اطراف سے آپکے پاس آیا کریں تو آپ نرم و باریک کپڑے پہنا کیجیے اور کچھ کھانے کے واسطے فرما دیا کیجیے کہ آپ بھی کھاویں اور دوسروں کو بھی کھلاویں حضرت عمر رض نے فرمایا کہ اے حفصہ تمکو معلوم ہے کہ مرد کا حال اسکی بی بی کو زیادہ معلوم ہوتا ہے انھوں نے عرض کیا کہ درست و سچا ہے آپ نے فرمایا کہ میں تمسے بقسم پوچھتا ہوں کہ بھلا تمکو معلوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اتنے برس نبی رہے اور کبھی آپنے اور آپکے گھر والوں نے دن کا کھانا شکم سیر ہو کر نہ کھایا مگر یہ کہ رات کو بھوکے رہے اور رات کو کھایا تو دن کو بھوکے رہے اور تمھیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنے برسوں پیغمبر رہے مگر خرما سے بھی کبھی آپنے اور آپکے گھر والوں نے شکم سیر کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خیبر کو مفتوح فرمایا اور تم جانتی ہو کہ ایک دن تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دسترخوان بچھایا کہ وہ کچھ اونچا تھا۔ یہ امر آپ کو ناگوار ہوا حتی کہ چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا پھر آپنے اس دسترخوان کو اٹھوا دیا اور کھانا اس سے کچھ نیچے خواہ زمین پر رکھا گیا اور تم جانتی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کمل کو دو تہ کر کے اسپر سویا کرتے تھے ایک رات کسی نے اسکو چار تہ کر دیا آپنے اسپر خواب استراحت فرمائی جب آپ جاگے تو ارشاد فرمایا کہ تمنے مجھے رات کے جاگنے سے روک دیا اس کمل کی بدستور دو تہ کر کے بچھایا کرو اور تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے دھونے کے واسطے اتارتے اور دھو کر پھیلاتے اتنے میں حضرت بلال رض آکر نماز کی اطلاع کرتے تو آپ کے پاس دوسرا کپڑا نہیں ہوتا تھا کہ اسکو پہنکر نماز کیواسطے نکلتے جب وہی کپڑے سوکھتے تو انکو پہنکر نکلتے اور تمکو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عورت نے بنی ظفر میں سے دو چادریں ایک تہمد اور ایک دوپٹہ بنایا تھا اور انمیں سے ایک اول بھیجدی تھی کہ دوسری جب تک تیار نہ تھی آپ اسی ایک چادر کو بدن پر لپیٹے ہوئے نماز کو نکلے اور دوسرا کپڑا بدن پر کوئی نہ تھا اسی کے دونوں کناروں کی گردن کے پاس گرہ لگالی تھی اور اسی طرح نماز پڑھی۔ غرض حضرت عمر رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا حال بیان کیا کہ حضرت ام المومنین حفصہ رض رونے لگیں اور خود بھی روئے اور ایسی ڈھاڑ ماری کہ لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ کی جان نکل جاویگی اور بعض روایات میں حضرت عمر رض کا قول اتنا اور زیادہ آیا ہے کہ آپنے فرمایا کہ میرے دو ساتھی تھے جو ایک راہ پر چلے اب میں اگر انکے طریق کے سوا چلونگا تو مجھے دوسرا ہی راہ پر کر دیا جاویگا اور میں بخدا کہ انھیں کی زندگی پر صبر کرونگا تاکہ ان دونوں کے ساتھ ویسا ہی عیش واسع پاؤں اور حضرت ابو سعید خدری رض آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے انبیا فقر میں مبتلا کیے جاتے تھے وہ کمل کے سوا اور کچھ نہ پہنتے تھے اور
پھر جووں سے انکا امتحان ہوتا تھا کہ اتنی جوئیں ہوجاتی تھیں کہ قریب تھا کہ انکو مار ڈالیں مگر یہ حالت ان لوگوں کو زیادہ محبوب تھی
بہ نسبت اسکے کہ تم عطا کو پسند کرتے ہو۔ اور حضرت ابن عباس رض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے پانی پر پہونچے تو ساگ کی سبزی انکی لاغری کی جہت سے پیٹ سے معلوم ہوتی تھی
غرضکہ اللہ تعالیٰ کے انبیا اور رسول جو خلق کی نسبت خداے تعالیٰ کو زیادہ جانتے تھے اور آخرت کی فلاح سے زیادہ واقف
تھے انکا زہد میں یہ حال تھا۔ اور حضرت عمر رض سے ایک حدیث میں وارد ہو کہ جب یہ آیت اتری والذین یکنزون الذہب والفضۃ
ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی ہو دنیا کی اور خرابی ہو دینار و درہم یعنی روپیہ اشرفی کی حضرت
عمر رض فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو خداے تعالیٰ نے سونے اور چاندی کے ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا اب ہم
کونسی چیز جوڑیں آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ باتیں حاصل کرنی چاہییں زبان ذاکر اور دل شاکر اور بی بی نیکبخت کہ خاوند کو امر آخرت پر
اسکی مدد کرے اور حضرت حذیفہ رض سے یہ حدیث مروی ہو کہ من آثر الدنیا علی الآخرۃ ابتلاہ اللہ بثلاث ہما لا یفارق قلبہ ابدا و
فقرا لا یستغنی ابدا و حرصا لا یشبع ابدا اور ایک حدیث میں ارشاد ہو کہ ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ نہ مشہور ہونا مشہور ہونے
کی نسبت کے محبوب ہو اور جب تک کہ شی کی قلت کثرت کی نسبت کے پسند ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا ایک پل ہو اس
سے اتر جاؤ اسپر عمارت مت بناؤ آپ سے لوگوں نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک گھر بناویں جسمیں اللہ تعالیٰ
کی عبادت کریں آپ نے فرمایا کہ جاؤ پانی پر گھر بناؤ انھوں نے عرض کیا کہ پانی پر عمارت کیسے ٹھہریگی آپ نے فرمایا کہ عبادت
دنیا کی محبت کے ساتھ کیسے بنیگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے مجھپر یہ معاملہ پیش کیا کہ اگر تم
چاہو تو سارے سنگستان مکہ کو تمھارے لیے سونا کر دیا جاوے میں نے عرض کیا کہ الٰہی مجھکو منظور نہیں بلکہ میں ایک روز بھوکا
رہوں اور ایک روز شکم سیر ہوں تاکہ جس روز میں بھوکا رہوں تو تیری درگاہ میں تضرع اور دعا کروں اور جس دن میں شکم سیر ہوں تو میں
تیری حمد و ثنا کروں اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہو کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر جاتے تھے اور حضرت
جبرئیل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ صفا پر چڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل قسم ہو اس ذات کی جسنے
تمکو حق کے ساتھ بھیجا ہو کہ شام کو آل محمد کے نہ مٹھی ستو کی ہوئی نہ آٹے کی یہ کلام آپ کہنے نپائے تھے کہ ایک دفعہ ہی آسمان سے
ایک کڑک کی آواز سنی جس سے آپ کو خوف معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ کیا قیامت کو حکم برپا ہونے کا ہوا حضرت جبرئیل نے عرض
کیا کہ نہیں بلکہ یہ اسرافیل علیہ السلام ہیں کہ جب آپ کے کلام سنے تو نیچے اترے ہیں حضرت اسرافیل علیہ السلام نے خدمت
اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمنے کہا تھا وہ سنا اب مجھکو زمین کی کنجیاں لیکر بھیجا ہو اور حکم کیا ہو کہ آپ سے
عرض کروں کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد اور یاقوت اور سونے چاندی کا کر کے تمھارے ساتھ پھروں
اور اگر چاہو تو پیغمبر اور بادشاہ ہو چاہو نبی اور بندہ ہو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ [illegible] اسطے
تواضع کیجیے آپ نے تین بار فرمایا کہ میں رسول اور بندہ رہونگا۔ اور ایک حدیث میں ہو کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی
بہتری چاہتا ہو تو اسکو دنیا میں زاہد کر دیتا ہو اور آخرت کا راغب اور اپنے عیبوں کا بینا بنا دیتا ہو اور ایک شخص کو آپ نے
فرمایا کہ دنیا میں زہد کر خداے تعالیٰ تجھکو محبوب جانیگا اور لوگوں کے ہاتھ کی چیز میں زہد کر لوگ تجھکو محبوب جانینگے اور ایک
حدیث شریف میں ہو کہ من اراد ان یؤتیہ اللہ علما بغیر تعلم وہدی بغیر ہدایۃ فلیزہد فی الدنیا اور ایک حدیث شریف میں ارشاد

فرمایا کہ من اشتاق الی الجنۃ سارع الی الخیرات ومن خاف من النار لہا عن الشہوات ومن ترقب الموت ترک اللذات ومن زہد
فی الدنیا ہانت علیہ المصیبات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام سے مروی ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ بدون
مشقت نہیں ملتیں اول سکوت جو عبادت کا آغاز ہے دوم تواضع سوم کثرت ذکر چہارم شے کی قلت۔ اور از انجا کہ انبیا علیہم السلام
خلق کو دنیا سے پھیرنے کے ہی لیے مبعوث ہوئے تھے کہ اس سے پھیر کر متوجہ آخرت کر دیں اور انھون نے جو خلق سے کلام کیے
تو اکثر کلام متضمن دنیا کی برائی اور اسکی محبت کی مذمت پر تھے اس جہت سے بغض دنیا کے سبب احادیث کا بیان کرنا غیر ممکن ہے
مگر جو کچھ بیان کیا گیا اسیقدر کافی ہے۔ اور آثار بھی اس باب میں بہت ہیں چنانچہ روایت ہے کہ لا الہ الا اللہ ہمیشہ بندون کیطرف سے
خدائے تعالی کے غصے کو ٹالتا رہتا ہے جب تک کہ بندے وہ چیز نہ مانگیں جو انکی دنیا میں سے کم ہو گئی ہو اور ایک روایت میں
یہ ہے کہ جب تک دنیا کے معاملے کو دین کے معاملے پر ترجیح نہ دیں اور اگر ایسا کرینگے اور پھر کہینگے لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالی
فرماویگا کہ تم جھوٹے ہو اس کلمہ کے کہنے میں سچے نہیں ہو۔ اور بعض صحابہ رض سے روایت ہے کہ انھون نے فرمایا کہ ہمنے سب
اعمال کو کیا مگر امر آخرت کے باب میں دنیا کے زہد سے بڑھکر کوئی عمل نہ پایا اور بعضے صحابہ رض نے ایک تابعی سے فرمایا کہ تم عمل
اور کوشش اصحاب رض کی نسبت زیادہ کرتے ہو حالانکہ وہ تمسے بہتر تھے کسی نے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے انھون نے فرمایا کہ وہ
تمھاری نسبت دنیا میں زہد بہت کرتے تھے اور حضرت عمر رض کا قول ہے کہ دنیا میں زہد کرنا دل اور بدن کی راحت ہے اور
بلال بن سعد رح فرماتے ہیں کہ ہمارا گناہ یہی کافی ہے کہ خدائے تعالی ہمکو دنیا میں زہد کرنیکو فرماتا ہے اور ہم اسمیں رغبت کرتے ہیں
اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوری رح سے عرض کیا کہ میری تمنا یہ ہے کہ کسی عالم زاہد کو دیکھوں آپ نے فرمایا کہ کمبخت یہ تو کھوئی
ہوئی چیز ہے جو ملتی نہیں۔ اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جب جنت والے انکی طرف جاوینگے
تو انکے دربان انسے کہینگے کہ قسم ہے اپنے رب کی عزت کی کہ ان دروازون میں زاہدون سے پہلے کوئی نہ جاویگا جو جنت کے
عاشق اور دنیا کے تارک تھے اور یوسف بن اسباط رح نے فرمایا کہ میں اللہ تعالی سے تین باتیں چاہتا ہون اول یہ کہ جب
میں مرون تو میرے پاس ایک درم بھی نہو دوم یہ کہ مجھپر کسیکا قرض نہو سوم یہ کہ میری ہڈی پر گوشت نہو کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے
یہ تینون باتیں انکو عطا فرمائیں۔ روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے فقہا کے پاس کچھ انعام بھیجا انھون نے اسکو قبول کر لیا اور حضرت
فضیل بن عیاض کے پاس جو دس ہزار درم بھیجے تو انھون نے قبول نہ کیے انکے بیٹون نے انسے عرض کیا کہ اور فقہا نے
تو قبول کر لیے اور آپ باوجود افلاس کے پھیرے دیتے ہیں حضرت فضیل رو پڑے اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ میری مثال اور
تمھاری ایسی ہے جیسے کچھ لوگون کے پاس ایک بیل تھا اس سے کھیتی کرتے تھے جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اسکو ذبح کر ڈالا اس لیے
کہ اسکے چمڑے سے منتفع ہون ایسے ہی تم بھی میرا ذبح کرنا چاہتے ہو کہ میں بوڑھا ہو گیا بیٹو تمکو بھوک سے مر رہنا اس بات سے
بہتر ہے کہ تم اپنے پدر پیر کو ذبح کرو۔ اور حضرت عبید بن عمیر رح کہتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام اون پہنتے اور درختون کے
پتے کھاتے نہ انکے کوئی لڑکا تھا جو مرے نہ گھر جو خراب ہو کل کے واسطے کچھ نہ رکھتے تھے جہان شام ہوتی وہان ہی سو رہتے
اور ابو حازم رح کی بی بی نے انسے کہا کہ اب یہ موسم سرما آ گیا ہمکو غلہ اور کپڑے اور لکڑی کی ضرورت ہے کہ اسکے بدون چارہ نہیں انھون نے
فرمایا کہ ان سب چیزون سے چارہ ہے چارہ اس سے نہیں کہ مرینگے اور اسکے بعد اٹھائے جاوینگے اور خدائے تعالی کے سامنے کھڑے ہونگے
بہشت ملیگی یا دوزخ۔ اور حضرت حسن رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ اپنے کپڑے کیون نہیں دھوتے آپ نے فرمایا کہ امر اسسے بھی جلد تر یعنی
موت بہت قریب ہے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہیں کہ ہمارے دلون پر تین پردے ہیں جب تک وہ دور نہیں ہوتے تب تک

بندے پر یقین ظاہر نہین ہوتا ایک موجود چیز سے خوش ہونا دوسرے مفقود پر رنج کرنا سوم تعریف سے خوش ہونا پس جب کوئی
موجود چیز سے خوش ہوتا ہی تو وہ حریص ہی اور جب مفقود پر غم کرتا ہی تو غصہ کرنے والا ہی اور غصے والے کو عذاب ہوتا ہی اور جب
تعریف سے خوش ہوتا ہی تو تعجب کرتا ہی اور عجب عمل کو باطل کر دیتا ہی۔ اور حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ جس شخص کا دل زاہد ہی اسکی
دو رکعتین اللہ تعالی کے نزدیک بڑی کوشش سے عبادت کرنے والون کی تمام عمر کی عبادت کی نسبت محبوب اور بہتر ہین۔ اور
بعض اکابر کا قول ہی کہ جو چیزین خدائے تعالی نے ہمسے پھیر دین اور ہمکو نہین دین انمین اسکا انعام ہمارے اوپر زیادہ ہی بہ نسبت اُن
اشیاء کے جو ہمکو دی ہین اور گویا اسمین اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہی کہ اِنّ اللہ یحمی عبدہ المؤمن من الدنیا وھو یحبہ کما تحمون
مریضکم الطعام والشراب تخافون علیہ پس اگر مریض اس بات کو سمجھے تو جانے کہ لوگون کا سلوک کھانے کے نہ دینے مین جسکا انجام صحت ہی
دینے کی نسبت کہ زیادہ ہی جسکا ثمرہ مرض ہی اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ دنیا دار فانی ہی نہ باقی اور خانہ مصیبت ہی
نہ خانہ راحت جو اسکو پہچان لیتا ہی وہ اسکی وسعت پر خوش نہین ہوتا نہ تنگی پر رنج کرے۔ اور حضرت سہل تستری رح فرماتے ہین
کہ کسی عابد کا عمل خالص نہین ہوتا جب تک چار چیزون سے فارغ نہو بھوک اور برہنگی اور فقر اور ذلت۔ اور حضرت حسن بصری رح
فرماتے ہین کہ مین نے ایسے لوگون کو دیکھا ہی اور ایسون کے ساتھ رہا ہون کہ دنیا کی کسی بات سے خوش نہوتے تھے کوئی شی آ
آوے اور کسی چیز پر رنج نہ کرتے تھے جو چلی جاوے اور دنیا اُنکے نزدیک خاک سے بھی ذلیل تر ہی بعضے پچاس برس اور ساٹھ برس
زندگی بسر کرتے تھے اس طرح کہ کبھی اُنکا کپڑا تہ ہوا نہ اُنکے لیے ہنڈیا چڑھی نہ زمین پر کچھ بچھایا اور نہ اپنے گھر مین کبھی کھانے کو کہا یا
جب رات ہو جاتی تو کھڑے ہو جاتے سجدے کرتے آنسو رخسارون پر بہاتے اللہ تعالی سے اپنی آزادی کے لیے سرگوشی
کرتے رہتے جب نیکی کرتے تو اُسکے شکر مین مشغول ہو جاتے اور اللہ سے اُسکے قبول کی درخواست کرتے اور جب بدی کر
تو رنج کرتے اور درخواست مغفرت کرتے ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے مگر سچ یہ کہ گناہون سے نہین بچے اور نہ بدون مغفرت اور
رحمت الٰہی کے ساحل نجات پر پہونچے۔

تیسرا بیان درجات زہد کے ذکر مین اسمین چار تقسیمین ہین ایک خود زہد کی دوسری جس چیز کی رغبت سے زہد ہوتا ہی تیسری
جس چیز سے زہد کرتے ہین چوتھی احکام زہد کی پس تقسیم اول تو یہ ہی کہ زہد فی نفسہ بسبب تفاوت اپنی قوت کے تین درجے
رکھتا ہی اول درجہ جو سب مین نیچے ہی یہ ہی کہ زہد دنیا مین کرے مگر دنیا کی خواہش بھی ہی اور دل کو میل اور نفس کو التفات
دنیا کی طرف ہو مگر زاہد بہ تکلف اور مجاہدہ سے اسکو روکتا ہی ایسے شخص کو متزہد کہتے ہین اور یہ آغاز زہد کا ہوتا ہی ایسے شخص کے
حق مین جو درجہ زہد پر پہونچے اپنی کوشش اور عمل سے پہونچے ایسا شخص اول اپنے نفس کو گلاتا ہی پھر تھیلی کو اور زاہد اول تھیلی کو
گلاتا ہی پھر نفس کو طاعات مین پگھلاتا ہی نہ یہ کہ جو چیز جدا ہو گئی اُسکے فراق کے صبر مین نفس کو گلا دے اور متزہد خطرے مین ہی
کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ اُسکا نفس غالب ہو جاتا ہی اور شہوت اسکو کھینچتی ہی تو دنیا کی طرف اور اُس سے آرام لینے کی طرف عود
کرتا ہی خواہ تھوڑی چیز مین ہو یا بہت مین۔ دوسرا درجہ یہ ہی کہ دنیا کو اپنی رغبت سے چھوڑ دے باین وجہ کہ جس چیز کی طمع کی ہی
اسکی نسبت دنیا کو حقیر جانے جیسے کوئی ایک درم کو دو درم کی طمع مین جانے دے کہ اسکو اسکے جانے کا رنج نہین ہوتا گو
تھوڑا سا انتظار کرنا پڑتا ہی لیکن یہ زاہد اپنے زہد کو سمجھتا ہی اور اسکی طرف التفات کرتا ہی جیسے بیچنے والا اپنی چیز کو دیکر جانتا ہی کہ
مین نے ایسی چیز دیکر عوض لیا اسی لحاظ سے اس طرح کا زاہد اپنے نفس پر ہو سکتا ہی کہ عجب کرے یا زہد پر عجب کرے اور جانے کہ مینے ایک
ایسی چیز چھوڑ دی جسکی کچھ قدر تھی اور اسکے عوض اُس سے زیادہ قدر کی چیز اختیار کی بہرحال یہ درجہ بھی نقصان کا ہی تیسرا درجہ جو سب سے بڑھکر ہی

یہ ہو کہ زاہد اپنی خوشی سے کرے اور زہد میں بھی زہد کرے یعنے اُسکو کچھ نہ سمجھے اس لحاظ سے کہ دنیا کو محض ناچیز جانے جیسے کوئی ٹھیکری دے اور موتی سے لے تو اُسکو معاوضہ نہ جانیگا اور یہ نہ سمجھیگا کہ مین نے یہ موتی کچھ دے کر لیا ہو اور نہ اس ٹھیکری کا کبھی خیال کریگا اور دنیا کو اگر بلحاظ خدائے تعالیٰ اور عیش آخرت کے دیکھو تو جیسے ٹھیکری موتی کی نسبت ادنیٰ ہو جنسیں ہو وہ اُس سے بھی زیادہ خسیس ہو پس زہد کا کمال اس درجہ مین ہو اور سبب اس زہد کا کمال معرفت ہو یعنے اسکو خوف دنیا کی طرف التفات کا نہین جیسے لینے والے کو خیال ٹھیکری کا نہین آتا اور یہ دل نہین چاہتا کہ اس معاملے کو فسخ کرکے اپنی چیز واپس لے یون حضرت ابو یزید نے ابو موسیٰ عبدالرحیم رحمہ سے پوچھا کہ تم کیا ذکر کر رہے تھے اُنھون نے کہا کہ زہد کا پوچھا کہ کس چیز سے کہا دنیا سے اُنھون نے اپنا ہاتھ جھاڑا اور کہا کہ مین جانتا تھا کہ کسی چیز کی گفتگو ہوتی ہوگی دنیا تو ناچیز ہو زہد اُسمین کیا ہوگا اور جو شخص کہ دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دے اُسکی مثال اہل معرفت اور ارباب قلوب کے نزدیک جنکو مشاہدہ اور مکاشفہ ہر وقت رہتا ہو ایسی ہو جیسے کوئی شخص بادشاہی دربار مین جانا چاہے اور دروازے پر ایک کتا کھڑا ہو کہ وہ اُسکو نہ جانے دے اور یہ اُسکے سامنے ایک روٹی کا ٹکڑا پھینک دے وہ کتا اُسکے شغل مین لگے اور یہ دروازے مین گھس جاوے اور بادشاہی تقرب حاصل کرکے تمام سلطنت کا کاروبار اُسکے سپرد ہو جاوے تو بھلا ایسا شخص اس نعمت و انعام بادشاہی کے عوض اپنا کچھ احسان بادشاہ پر جانیگا اور کہیگا کہ ہمنے بھی دروازے کے کتے کو ایک لقمہ دیا ہو اسیطرح شیطان خدائے تعالیٰ کے دروازے کا کتا ہو کہ لوگون کو اندر نہین جانے دیتا باوجودیکہ دروازہ کھلا ہوا ہو اور پردہ اُٹھا ہوا اور دنیا ایک لقمہ کی طرح ہو کہ اگر اُسکو کھاؤ تو لذت صرف چبانے کے وقت ہوتی ہو اور نگلتے ہی جاتی رہتی ہو پھر اُسکا بوجھ معدہ مین رہتا ہو اور بدبو اور نجاست ہو جانے کی نوبت پہنچتی ہو پھر حاجت اُس بوجھ کے نکالنے کی پڑتی ہو پس جو شخص ایسی چیز کو اسلیے چھوڑے کہ سلطنت ملے اُسکو اس دنیا کا کیا خیال ہوگا اور ساری دنیا کی نسبت یعنے جو کچھ ایک شخص کو ملتی ہو گو اُسکی حیات سو برس کی ہو آخرت کی نعمت کیطرف اس سے بھی کم ہو جو لقمہ کو ہو سلطنت کیطرف اسلیے کہ متناہی چیز کو بے نہایت چیز کیطرف کچھ نسبت نہین اور اگر دنیا بالفرض ہزار برس کی ریست ہو اور بے نقل و علے جب بھی متناہی رہیگی اور عیش جاودانی آخرت سے اُسکو کچھ نسبت نہوگی اور جب کہ مدت عمر بھی کم ہو اور لذت بھی خالی از کدورت نہین تو پھر بھلا اُسکو آخرت سے کیا نسبت حاصل یہ کہ زاہد اپنے زہد کو جبھی دیکھتا ہو جب جس چیز مین زہد کیا ہو اُسکی طرف التفات کرے اور اُسکی طرف جب التفات کریگا جب اُسکو کوئی چیز قابل قدر و قیمت جانیگا اور اُسکا قدر و قیمت کے قابل جاننا نقصان معرفت ہوا کرتا ہو اسلیے سبب زہد کے نقصان کا معرفت کا نقصان ٹھہرا یہ ہین درجات زہد کے اور ان مین سے پھر ہر ایک درجے کے بہت سے درجات ہین مثلاً متزہد آدمی جو صبر و دنیا پر کرتا ہو تو بعضے صبر مین مشقت زیادہ ہوتی ہو اور بعض مین کم تو اسی مشقت کی کمی بیشی پر اس درجے مین بھی اختلاف و تفاوت ہوگا اسیطرح جو شخص اپنے زہد سے عجب کرتا ہو جس قدر اُسکو التفات اپنے زہد کی طرف ہوگا اسی کے بموجب اُسکے درجے مین اختلاف ہوگا۔ دوسری تقسیم زہد کی باعتبار اُس چیز کے جسکی رغبت سے زہد کرتے ہین پس اسکے بھی تین درجے ہین سب سے نیچے کا درجہ یہ ہو کہ مرغوب فیہ آگ دوزخ اور تمام تکلیفات مثل عذاب قبر اور مناقشہ حساب اور پل صراط کے خطرے اور سب اہوال سے نجات پانا یعنے جن اہوال کا ذکر احادیث مین ہو مثلاً مذکور ہو کہ آدمی حساب مین کھڑا کیا جاویگا ایسی طرح کہ اگر سو اونٹ پیاسے اُسکے پسینے سے پانی پیوین تو سب کا پیٹ بھر جاوے تو ایسے اہوال سے نجات پانے کی رغبت زہد ہو اور یہ زہد خوف کرنے والون کے لیے ہوتا ہو اور وہ لوگ گویا نیست ہونے پر راضی ہو جاوین اگر نیست کر دیے جاوین کیونکہ تکلیف سے چھوٹنا بجز نیستی کے حاصل ہو جاتا ہو دوسرے یہ کہ زہد سے رغبت خدائے تعالیٰ کے ثواب اور انعام اور لذتون کی

ح ۱ بروایت ابن عباس

جنکا وعدہ جنت مین ہی مثل حور و قصور وغیرہ کے ہو یہ زہد رجا والون کا ہوتا ہی کیونکہ ان لوگون نے جو دنیا کو چھوڑا تو اسلیئے نہین کہ تھوڑی پر قناعت کرکے رنج سے چھٹی پاوین بلکہ طمع وجود دائمی اور دولت سرمدی کی جسکی کچھ انتہا نہین تیسرا درجہ جو سب مین اعلیٰ ہی یہ ہی کہ رغبت سوا خدا اور دیدار خدا کے اور کچھ نہو نہ دل کو التفات تکلیفات کیطرف ہو کہ اس سے نجات چاہے نہ توجہ لذات کی طرف ہو کہ انکا حصول منظور ہو بلکہ ہمہ تن مستغرق خدائے تعالیٰ مین ہوا اور حسب حال اسکا یہ شعر ہو گیا ہو شعر کیے مین جیکے وان کیے گوئے کیے خواہ وہ کیے خوان وہ کیے جو سے ؛ موحد حقیقی وہی ہو جو خدائے تعالیٰ کے سوا اور کسی کی طلب نکرے کیونکہ جو خدائے تعالیٰ کے سوا دوسرے کی طلب کرتا ہی وہ اسکی پرستش کرتا ہی اور ہر ایک مطلوب معبود ہی اور ہر ایک طالب اپنے مطلب کے لحاظ سے اسکا بندہ ہی غیر اللہ کی طلب بھی شرک خفی ہی اس قسم کا زہد محبین کا ہی اور وہی لوگ عارف ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ سے خاص وہی محبت کرتا ہی جو اسکو پہچانتا ہی اور جو شخص کہ دینار اور درم کو جانتا ہو اور اسکو معلوم ہو کہ دونون ایک ساتھ نہ رکھ سکونگا تو وہ دینار ہی کی محبت کریگا اسی طرح جو شخص خدائے تعالیٰ کو پہچانتا ہی اور لذت دیدار کو بھی جانتا ہی اور یہ بھی اسکو معلوم ہی کہ لذت دیدار الٰہی اور لذت آسایش جنت اور حور و قصور اور دیکھنا وہان کے رنگ و نقش و نگار کا ایک ساتھ ممکن نہین تو وہ صرف لذت دیدار ہی چاہیگا غیر کو ترجیح نہ دیگا شعر دولت دیدار تیری گر نہو ؛ کیا کرینگے جنت و فردوس کو ؛ اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ اہل جنت کو دیدار الٰہی کے دیکھنے کے وقت لذت حور و قصور اور آسایش جنت کی گنجایش دل مین باقی رہیگی بلکہ لذات دیدار کو لذات جنت کیطرف ایسی نسبت ہی جیسی لذت سلطنت دنیا اور تمام لوگون کے مالک ہونے کو ہی لذت چڑیا پکڑنے اور اسکے کھیل مین مصروف ہونے کیطرف ہی جو لوگ طالب آسایش جنت ہین وہ اہل معرفت اور صاحبدلون کے نزدیک ایسے ہین جیسے کوئی لڑکا لذت سلطنت چھوڑ کر چڑیا سے کھیلنے کا طالب ہو اور یہ امر اس وجہ سے ہوتا ہی کہ وہ لذت سلطنت سے ناواقف ہوتا ہی نہ اس جہت سے کہ چڑیا سے کھیلنا فی نفسہ سلطنت سے بڑھکر اور لذیذ تر ہی - تیسری تقسیم زہد کی باعتبار اس چیز کے ہی جس سے زہد کرتے ہین اس باب مین اقوال بہت ہین اور غالبًا سو سے زیادہ ہونگے سب کی نقل سے کچھ فائدہ نہین مگر ایک تقریر ایسی لکھتے ہین جو جامع تفصیلون کی ہو جس سے معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ اس باب مین منقول ہی خالی قصور سے نہین کل کا احاطہ کسی مین نہین پس ہم کہتے ہین کہ وہ چیز جس سے زہد ہو وہ یا مجمل ہی یا مفصل اور مفصل کے لیے بھی چند مراتب ہین کہ بعض مین تفصیل افراد کی زیادہ ہی اور بعض مین مجمل کی جمعیت بہت ہی اب اجمال درجۂ اول مین تو یہ ہی کہ ہر ایک چیز ماسوے اللہ سے زہد کرنا چاہیے یہان تک کہ اپنے نفس سے بھی زہد کرے اور دوسرے درجے کا اجمال یہ ہی کہ جس صفت سے نفس کو نفع ہو اسمین زہد کرے اسمین سب مقتضائے طبیعت کے مثل شہوت اور غضب اور کبر اور ریاست اور مال اور جاہ وغیرہ آ گئے اور تیسرے درجے کا اجمال یہ ہی کہ مال و جاہ اور انکے لوازم مین زہد کرے کیونکہ تمام حظوظ نفسانی کا مآل انہین کیطرف آ رہتا ہی اور چوتھے درجے کا اجمال یہ ہی کہ علم اور قدرت اور دینار و درم مین زہد کرے کیونکہ مالون کے اقسام گو کتنے ہی ہون سب دینار و درم مین آ جاتے ہین اور جاہ کے کتنے ہی اسباب ہون وہ علم و قدرت مین شامل ہین اور علم و قدرت سے ہماری مراد اس علم و قدرت سے ہی جس سے غرض دلون کا مالک ہونا ہی اسلیے کہ معنی جاہ کے دلون کا مالک ہونا ہی اور ان پر قابو پانا جیسے مال کے معنی چیزون کا مالک ہونا اور انپر قدرت پانا ہی پس اگر اس تفصیل کو بڑھاتے جاؤ اور اس سے زیادہ شرح و بسط کرتے جاؤ تو کیا عجب ہی کہ یہ چیزین بڑھتے بڑھتے حد شمار سے زائد ہو جاوین - خداوند کریم نے ایک آیت مین انمین سے سات بیان کیے ہین اور فرمایا زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا پھر دوسری آیت مین

سونا اور روپیہ اور گھوڑے پلے ہوئے اور مواشی اور کھیتی یہ برتنا ہی دنیا کی زندگی مین ۱۲

انکو پانچ کر دیا ہے اور فرمایا اعلموا انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولہو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد پھر ایک جگہ دو ہی کر دی ہیں
اور فرمایا انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولہو پھر سب کو ایک ہی کر کے ارشاد فرمایا ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی لفظ ہوی
ایسا ہے کہ تمام حظوظ نفسانی دنیاوی کو شامل ہے تو چاہیے کہ زہد اسی میں ہو اور جب تمکو حال مجمل کرنے اور مفصل کرنے کا معلوم
ہوا تو جان لیا ہوگا کہ ان میں سے بعض مخالف بعض کے نہیں بلکہ فرق صرف ایک دفعہ شرح کرنے کا اور دوسری بار اجمال کا ہے حاصل یہ کہ
زہد یہ ہے کہ تمام حظوظ نفسانی سے دل اٹھا لیا جاوے اور جب حظوظ سے دل برداشتگی ہوگی تو دنیا سے بھی ہوگی اور بقاء زندگی
کوتاہ ہو گی کیونکہ زندگی اسی لیے مطلوب ہوتی ہے کہ دنیا سے متمتع ہو اور بقا کا چاہنا اسی تمتع کے واسطے ہے مثلاً کوئی شخص جو ایک
چیز کا ارادہ کرتا ہے اسکا دوام چاہتا ہے اور زندگی کی محبت کے بھی معنی یہی ہیں کہ جو چیز موجود یا ممکن اس زندگی میں ہے اسکی محبت
ہمیشہ کو رہے پس جب اسی سے دل برداشتہ ہوگا تو زندگی بھی نہیں چاہیگا اور اسی بنا پر جب لوگوں پر جہاد فرض ہوا تو کہا
ربنا لم کتبت علینا القتال لولا اخرتنا الی اجل قریب اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ قل متاع الدنیا قلیل یعنے تم جو باقی رہنا چاہتے
ہو دنیا کے فائدے لینے کے لیے ہے اور وہ ایک بہت تھوڑی چیز ہے اسکے بعد حال زاہدوں اور منافقوں کا کھل گیا زاہد جو اللہ
کی محبت رکھتے تھے وہ تو اللہ کی راہ میں ایسے لڑے کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے اور منتظر دو عمدہ باتوں میں سے ایک کے
ہوئے اور جب جہاد کے واسطے پکار ہوتی تھی تو انکے مشام جان جنت کی خوشبو سے معطر ہو جاتے تھے اور جہاد کے واسطے جیسا
پیاسا پانی پر گرتا ہے دوڑتے تھے تاکہ دین خدا کی مدد کریں اور درجہ شہادت پائیں اور اگر کوئی انمیں سے اپنی موت مرتا تھا تو اس
درجے کے نہ ملنے کی حسرت کرتا تھا یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید جب اپنے مرض موت میں بستر پر حالت نزع میں ہوئے تو
فرماتے تھے کہ میں نے بتوقع شہادت اپنی جان بہت لڑائی اور صفوں میں کفار کی گھس گیا مگر وہ درجہ نہ ملا اور آج بڑھیوں
کی سی موت مرتا ہوں جب آپ کا انتقال ہوا تو اسی سو زخموں کے داغ بدن پر تھے ایمان میں سچے لوگوں کا یہ حال تھا اور
منافقین کا یہ حال تھا کہ موت کے خوف سے جہاد میں سے بھاگ گئے انسے کہا گیا ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم
ان لوگوں نے جو زندہ رہنے کو شہادت پر ترجیح دی تو ادنی چیز اعلی کے بدلے میں لیا انکا یہ حال ہوا کہ اولئک الذین اشتروا
الضلالۃ بالہدی فما ربحت تجارتہم وما کانوا مہتدین اور مخلص تو خدا تعالی کے ہاتھ اپنی جان و مال بیچ چکے ہیں اس وعدے
کہ انکو جنت ملے جب دیکھینگے کہ بیس یا تیس برس تمتع کی عوض عیش جاودانی ملی تو اسوقت اپنے معاملے سے خوش ہونگے جب تمکو
یہ حال معلوم ہو چکا کہ جس چیز سے زہد چاہیے اسکی تفصیل یہ ہے تو جان لوگے کہ جو کچھ لوگوں نے اس باب میں یعنے تعریف زہد میں
لکھا ہے اسکے اقوال میں صرف بعض اقسام زہد کی چیزوں کے پائے جاتے ہیں ہر ایک شخص نے تعریف زہد میں یا تو مخاطب کے
حال کے مناسب کچھ لکھا ہے یا جو بات اپنے نفس پر غالب پائی اسکو بیان فرما دیا ہے مثلاً حضرت بشر رح فرماتے ہیں کہ دنیا میں زہد کرنا
یہ ہے کہ لوگوں میں زہد کرے اس قول میں صرف جاہ سے زہد کا ارشاد پایا جاتا ہے ۔ اور قاسم جوعی فرماتے ہیں کہ زہد دنیا سے
شکم کو کہتے ہیں جسقدر آدمی اپنے پیٹ پر قابو رکھتا ہوگا اسیقدر زہد اسمیں ہوگا اسمیں اشارہ ایک خواہش کیطرف ہے اور واقع
میں یہ خواہش اور شہوات سے بڑھکر ہے اور اکثر شہوات کا منشا یہی ہوتی ہے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ زہد دنیا سے مراد قناعت ہے
اس قول میں اشارہ صرف مال کے زہد کا ہے اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ زہد امل کے کوتاہ کرنے کا نام ہے یہ قول جامع تمام
شہوات کا ہے کیونکہ جو شخص کسی شہوت کیطرف میل کرتا ہے اپنے جی میں جب تک کا باقی رہنا تجویز کر لیتا ہے اسی لیے اسکے امل میں طول
ہوتا ہے اور جسکی امل کوتاہ ہوتی ہے وہ گویا تمام شہوات سے دل اٹھا لیتا ہے ۔ اور حضرت اویس رح فرماتے ہیں کہ جب زاہد طلب معاش کے لیے

سلف ان کو کھو کر دینا ہی ہے کہ کھیل اور ... آرایش اور تفاخر ...
سلف لہو کو کہہ دینا کا یہ ہے تماشا اور کھیل ۱۲
سیسہ ... ۱۲

نکلے تو اُسکا زہد جاتا رہتا ہی اس سے اُنکا مقصود تعریف زہد کی نہین بلکہ توکل کو زہد مین شرط کیا ہی اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ
زہد اُسکا نام ہی کہ رزق مضمون کی طلب نہ کرے - اور ارباب حدیث کا قول ہی کہ دنیا کیا ہی کہ راے اور عقل سے عمل کرنا اور زہد اُسکا
نام ہی کہ علم کا اتباع کرے اور سنت کی اقتدا لازم کرلے اس قول مین اگر راے سے راے فاسد اور عقل سے وہ عقل مراد ہی
جس سے کہ دنیا مین جاہ طلب کیا جاتا ہی تو واقع مین یہ قول ٹھیک ہی لیکن اسمین اشارہ یا تو صرف بعض اسباب جاہ کی طرف ہی
یا ایسی شہوات کی طرف جو فضول ہین مثلاً بعض علوم اس طرح کے ہین کہ اُنسے کچھ فائدہ نہین اور لوگون نے اُنکو اتنا طول
دیا ہی کہ اگر آدمی تمام عمر ایک ہی علم مین مصروف رہے تو پورا نہ کر پاوے تو زاہد کے لیے ضرور ہوا کہ فضول امر سے اول زہد کرے
اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ زاہد وہ ہی کہ جب کسی کو دیکھے تو کہے کہ یہ مجھسے بہتر ہی انکا مذہب یہ ہی کہ زہد تواضع کا نام ہی اور یہ
اشارہ ہی جاہ و عجب کے نہونے کا جو بعض اقسام زہد سے ہی اور بعضون کا قول ہی کہ زہد طلب حلال کو کہتے ہین اور اس قول کو حضرت
اُویس وغیرہم کے قول سے کچھ نسبت نہین کہ وہ فرماتے ہین کہ زہد طلب کو ترک کر دینے کا نام ہی اور اسمین شک نہین کہ انکی مراد
طلب حلال ہی کو ترک کرنے سے تھی - اور یوسف بن سباط رح فرماتے کہ جو شخص ایذا پر صبر کرے اور شہوات کو چھوڑ دے اور
روٹی وجہ حلال سے کھاوے اُسکو اصل زہد حاصل ہی اسیطرح انکے سوا زہد کے باب مین بہت سے اقوال ہین کہ اُنکے لکھنے سے
کچھ فائدہ نہین کیونکہ جو شخص اُمور کے حقائق لوگون کے قول سے معلوم کرنے چاہیے تو قولون مین اختلاف پاکر حیران رہجاویگا
مگر جسکو امر حق ظاہر ہوجاویگا اور اُسکا ادراک اپنے دل کے مشاہدہ سے کرلیگا تو پھر سنی ہوئی بات سے کچھ مستفید نہوگا اسلیے کہ
حق بات پر اعتماد کریگا اور جس شخص نے کہ اپنے قصور بصیرت سے کچھ کوتاہی کی اُسپر اطلاع پاویگا اور جنے کمال معرفت کے ہوتے
ہوے جتنی حاجت دیکھی اُسقدر بیان پر اکتفا کی اوسپر بھی واقف ہوجاویگا - اور ان بزرگون نے جو اختصار پر کفایت کی تو اسوجہ سے
نہین کہ انکی بصیرت کچھ کم تھی مگر اس سبب سے کہ جو کچھ انھون نے فرمایا ہی حاجت ہی کیوقت فرمایا ہی تو جسقدر حاجت دیکھی اسیقدر بیان کیا
اور چونکہ حاجات مختلف ہوتی ہین اسی جہت سے کلمات جواب بھی مختلف ہوے اور بعض اوقات سبب کفایت کرنے کا یہ ہوتا ہی کہ
غرض ان کلمات سے خبر دینا اُس حال کا ہوتا ہی جو بندے مین دائمی ہوتا ہی اور وہ حال بھی خود بندے کا ایک مقام ہی اور ازانجا کہ ہر ایک
بندے کے لیے ایک نیا حال ہوتا ہی تو جن کلمات سے اُسکی خبر پہنچاویگی وہ بھی بلاشک مختلف ہونگے لیکن امر حق واقع مین ایک ہی
ہوگا اُسکا مختلف ہونا ممکن نہین - اور سب اقوال مین سے زہد کے باب مین جو جامع اور در حقیقت کامل ہی گو اسمین تفصیل نہین قول
ابو سلیمان دارانی رح کا ہی کہ وہ فرماتے ہین کہ زہد کے باب مین ہمنے بہت تقریرین سنین اور ہمارے نزدیک زہد یہ ہی کہ جو چیز اللہ تعالیٰ
سے مانع ہو اُسکو ترک کرے اور ایک قول مین تفصیل بھی بیان کی اور کہا کہ جو شخص نکاح کرے یا طلب معیشت کے لیے سفر کرے یا حدیث
لکھے وہ دنیا کا مائل ہوا تو ان سب چیزون کو زہد کے خلاف کردیا - اور ایکبار انھون نے یہ آیت پڑھی الا من اتی اللہ بقلب سلیم
اور فرمایا کہ قلب سلیم سے وہ دل مراد ہی کہ جسمین خدا کے سوا کچھ نہو اور فرمایا کہ لوگون نے جو دنیا مین زہد کیا تو اسلیے کہ اُنکے دل دنیا کے
ترددات سے چھوٹ کر آخرت کے لیے فارغ ہوجاوین - اب زہد کی جو چوتھی تقسیم کہ سننا چاہیے کہ احکام کے لحاظ سے زہد کی تین قسمین ہین
فرض اور نفل اور سلامت اور یہی قول حضرت ابراہیم بن ادہم رح کا ہی زہد فرض تو حرام مین زہد کرنا ہی اور نفل حلال مین اور سلامت شبہات
مین اور ہمنے تفصیل درجات ورع کے باب حلال و حرام مین لکھی ہی اور وہ زہد مین سے ہی کیونکہ حضرت مالک بن انس رض سے پوچھا گیا کہ
زہد کیا چیز ہی فرمایا کہ تقوی ہی اور اگر زہد کو بلحاظ خفیہ امور کے چھوٹنے کے دیکھا جاوے تو کچھ انتہا نہین کیونکہ نفس جن چیزون سے مشغول
خطرات اور تمام حالات کے خصوصاً ریاے خفی وغیرہ کہ سوا بڑے علما کے اور کوئی اُنپر واقف نہین ہوتا متمتع ہوتا ہی اُنکی کچھ انتہا نہین

تو اسمیں زہد کرنے کی بھی انتہا نہیں بلکہ امور ظاہر میں یہی درجات زہد کے غیر متناہی ہیں نہایت اعلیٰ درجہ اسمیں وہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا کہ لیٹتے وقت پتھر سر کے تلے رکھ لیا شیطان نے آپ سے کہا کہ آپنے تو دنیا کو ترک کیا تھا اب یہ کیا ہوا آپنے فرمایا کہ تو نے کونسی چیز دنیا کی دیکھی اُسنے کہا کہ سر تلے پتھر رکھا کہ سر اونچا رہے اور آسایش ملے آپنے پتھر سر تلے سے نکال کر پھینک دیا کہ یہ لے اسکو اور دنیا کو دونوں کو لیجا۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حال میں ہے کہ آپ نے ٹاٹ اسقدر پہنا کہ آپکی جلد میں اُسکے نشان پڑ گئے اور نرم لباس کو نہ پہنا کہ جلد کو آسایش ہوگی آپکی مادر مشفقہ نے فرمایا کہ ٹاٹ کی عوض اون کا کرتہ پہن لو آپنے ویسا ہی کیا وحی ہوئی کہ اے یحییٰ ہمارے اوپر دنیا کو پسند کیا آپ روئے اور اُس کرتے کو نکال کر اپنا پہلا ہی لباس پہن لیا۔ اور حضرت امام احمد رح فرماتے ہیں کہ زہد حضرت اویس رح ہی کا تھا کہ برہنگی سے یہ نوبت پہونچی تھی کہ ایک چٹائی کی تھیلی میں بیٹھ رہے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایکدیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے دیوار والے نے انکو اُٹھا دیا آپ نے فرمایا کہ تو نے مجھکو نہیں اُٹھایا مجھکو اُسنے اُٹھایا جسکو میرے لیے سایہ میں آسایش لینا منظور نہوئی غرضکہ درجات زہد کے ظاہر و باطن کے اعتبار سے بیشمار ہیں اقل درجہ یہ ہے کہ ہر شبہہ اور ممنوع چیز میں زہد کرے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ زہد اسیکا نام ہے کہ حلال میں ہو نہ شبہہ اور ممنوع میں اور شبہہ اور ممنوع چیز میں زہد کرنا تو زہد کے درجات میں کسی میں نہیں پھر دیکھا کہ اس زمانے میں حلال باقی نہیں رہا اسواسطے انکے نزدیک زہد غیر ممکن ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب یہ ٹھہرا کہ زہد خدائے تعالیٰ کے ماسوا کا ترک کرنا ہے تو کھانے اور پینے اور لباس اور لوگوں کے ملنے اور گفتگو کرنے سے زہد کیسے ہوسکیگا کیونکہ ان امور میں مشغول ہونا تو ماسوا اللہ میں مشغول ہونا ہے پس اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا سے پھر کر خدائے تعالیٰ کیطرف تمام توجہ سے مشغول ہونے کے یہ معنی ہیں کہ خدائے تعالیٰ کیطرف تمام دل و ہمت ذکر اور فکر کی رو سے متوجہ ہو اور یہ بات بدون زندگی کے ممکن نہیں اور زندگی بدون ضروریات نفس کے نہیں ہوسکتی ہیں جب آدمی دنیا سے مہلکات بدن کے دفع پر قتصار کرے اور اُس سے غرض عبادت پر بدن سے مدد لینی ہو تو اس حرکت سے غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہوگا اسلیے کہ جو چیز ایسی ہو کہ مقصود کیطرف بدون اُسکے جانا ممکن نہو وہ مقصود ہی میں گنی جاتی ہے مثلاً کوئی شخص راہ حج میں سواری کو آب و دانہ دیتا ہے تو حج سے روگردان نہوگا مگر چاہیے کہ بدن خدائے تعالیٰ کے راستے میں ایسا ہو جیسے سواری حج کے راستے میں یعنے آسایش سواری کی مقصود بالذات نہیں صرف اتنا مطلب ہے کہ اُس سے مہلکات دور کرتا رہے تاکہ منزل مقصود پر پہونچا دے اسیطرح بدن کا محفوظ رکھنا بھوک اور پیاس اور گرمی اور سردی سے جو اُسکے حق میں مہلک ہیں کھانے اور پینے اور لباس اور مسکن سے چاہیے اور ان چیزوں میں سے مقدار ضرورت پر اکتفا کرے اور لذت اور آسایش مقصود نہو بلکہ اطاعت الٰہی پر قوت منظور ہو تو یہ بات مخالف زہد کے نہیں بلکہ شرط ہی ہے کہ زہد میں اسکا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر کہو کہ بھوک کے وقت کھانا کھانے میں تو لذت خواہ مخواہ ہوگی تو یہ لذت مضر نہیں بشرطیکہ مقصود لذت حاصل کرنا نہو مثلاً اگر کوئی ٹھنڈا پانی پیوے تو کبھی اسکو لذت معلوم ہوتی ہے مگر انجام اُسکا یہی ہے کہ تکلیف پیاس کی دفع ہو جاوے اور اگر کوئی پاخانہ پھرتا ہے تو اس سے بھی راحت ہوا کرتی ہے مگر اسکو آدمی مقصود اور مطلوب نہیں سمجھتا اسلیے دل کو اسکی طرف کچھ توجہ نہیں ہوتی ایسے ہی بعض اوقات آدمی تہجد کو اُٹھتا ہے اور اسوقت کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اچھی معلوم ہوا کرتی ہے یا صبح کو جانوروں کی بولیاں خوش معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر مقصود بالذات نہوں تو اُسنے کچھ ضرر نہیں اور مقصود بالذات اسطرح ہو جاتے ہیں کہ کوئی جگہ ایسی ہی تلاش کرے جہاں کی ہوا بھی اچھی ہو اور جانوروں کی آواز بھی ہوتی ہو وغیرہ پس اگر بدون اپنے قصد کے ایسی جگہ ہاتھ آگئی تو کچھ حرج نہیں اور خوف کرنے والوں میں بعضے لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے ایسی جگہ تلاش کی جہاں صبح کی ہوا نہ لگے اس خوف سے کہ کہیں اُس سے راحت پاکر دل کو اُنس نہو جاوے کہ اُس سے اُنس ہونا دنیا کے ساتھ اُنس ہونا ہے اور جسقدر غیر خدا سے اُنس ہوتا ہے اُسیقدر خدا کے

ساتھ اُنس ہونے مین خلل پڑتا ہی اور اسیوجہ سے حضرت داؤد طائی رح اپنا پانی کھلے گھڑے مین رکھتے اور دھوپ مین سے علٰحدہ
کرتے اور گرم پانی پیتے اور فرماتے کہ جو کوئی ٹھنڈا پانی پیوے اُسپر دنیا کا چھوڑنا مشکل پڑتا ہی تو اس طرح کے خوف احتیاط کرنے
والون کے ہین اور ان سب مین احتیاط کرنی ہوشیاری کی بات ہی کیونکہ اگرچہ اسمین دقت پڑتی ہی مگر تھوڑے دنون اُس سے
بچ رہنا ہمیشہ کی لذت کیواسطے اہل معرفت پر کچھ گران نہین جو اپنے نفس کو شرعی سیاست سے دبائے رکھتے ہین اور حبل متین یقین
پکڑے ہوئے ہین اور دنیا و دین کے ایک دوسرے کی ضد ہونے کو خوب پہچانا ہین

چوتھا بیان ضروریات زندگی مین زہد کرنے کی تفصیل مین۔ جاننا چاہیئے کہ آدمی جن چیزون مین ڈوبے ہوئے ہین وہ
دو قسم ہین یا تو ضروری یا فضول فضول تو ایسی اشیا جیسے سِلے ہوئے گھوڑے کہ اکثر آدمی اُنکو آرام سواری کی جہت سے رکھتے ہین
حالانکہ پیادہ بھی چل سکتے ہین اور ضروری چیزین ایسی ہین جیسے کھانا اور پینا اور چونکہ ہم تفصیل فضول کی نہین کر سکتے اسلیے کہ
وہ بیحد و شمار ہین اور ضروری چیزین البتہ شمار ہو سکتی ہین اور انمین باعتبار مقدار اور جنس اور اوقات کے فضول کو دخل بھی ہی
لہذا اُنکے باب مین زہد ہونے کی صورت کا لکھنا ضروری ہی اور ضروری چیزین چھ ہین غذا اور لباس اور مسکن اور سامان خانہ داری
اور اہلخانہ اور مال اور غرض کے حصول کے لیے یعنی ان چھوؤن مین سے کیسے ملنے کے لیے جاہ کا ہونا بھی ضروری ہی اور جاہ کے
معنے اور اُس سے لوگون کی محبت کی وجہ اور اس سے بچنے کی کیفیت ہمنے جلد ثالث کے باب الریا مین لکھی ہی۔ اور اب
ہم صرف ان چھ ضروری چیزون کے بیان پر اکتفا کرتے ہین ضرورت اول غذا اسمین آدمی کے لیے اُسقدر ضروری ہی جسکو توانا
رکھے بلکہ اسمین زہد کی تکمیل کے لیے اُسکا کچھ طول اور عرض کم کرنا چاہیئے طول باعتبار تمام عمر کے ہی اسلیے کہ جو شخص ایک دن کا کھانا
رکھتا ہی کبھی اُسپر قانع نہین ہوتا اور عرض اُسکا مقدار غذا اور جنس اور وقت مین ہوا کرتا ہی پس طول کو اسطرح گھٹانا چاہیئے کہ
امل کو کوتاہ کرے اور کمتر درجہ زہد کا اس باب مین یہ ہی کہ جب شدت کی بھوک اور مرض کا خوف ہو اُسوقت بھوک کے
دفع کی مقدار پر کفایت کرے اور جسکا یہ حال ہو وہ جب کچھ پاویگا دن کے کھانے مین سے رات کے لیے نہین رکھیگا
یہ درجہ سب سے اونچا ہی دوسرا درجہ یہ ہی کہ ایک مہینے یا چالیس روز کے لیے ذخیرہ کرے تیسرا درجہ یہ ہی کہ ایک برس کے لیے
ذخیرہ کرے اور یہ حال ضعیف زاہدون کا ہی اور جو برس روز سے زیادہ کے واسطے ذخیرہ کرے تو اسکو زاہد کہنا محال ہی اسلیے
کہ جو شخص برس دن سے زیادہ جینے کی توقع کرے وہ بیشک طویل الامل ہی اُس سے زہد نہین پورا ہوگا ہان جس صورت مین
کہ کوئی پیشہ نہین رکھتا اور لوگون کے مال لینے کو دل نہ چاہے تو برس روز سے زیادہ کا بھی مضائقہ نہین جیسے حضرت
داؤد طائی رح کو بیس دینار ترکہ مین سے ملے تو آپ نے اُنکو رکھ چھوڑا اور بیس برس مین اُنکو اُٹھایا یہ امر اُنکا اصل زہد کے
خلاف نہین لیکن اُن لوگون کے نزدیک جو زہد مین توکل کو شرط کہتے ہین البتہ خلاف ہی اور عرض کی کمی مقدار کی رو سے
یہ ہی کہ ایک دن رات مین کمتر درجہ پاؤ سیر ہی اور متوسط درجہ آدھ سیر اور اعلیٰ درجہ وہ مقدار ہی کہ شارع نے
کفارہ کی مساکین کے لیے مقرر کی ہی اور جو اس سے زیادہ کھاوے تو بسیار خواری اور پیٹ کے دھندے مین
لگنے مین داخل ہی اور جو شخص ایک مُد پر بس نکرے تو شکم کے باب مین اُسکو زہد ذرہ بھر نہوگا اور جنس کی رو سے کمی یہ ہی کہ جو غذا
ہو سکے خواہ بھوسی ہی کی روٹی ہو اور اوسط درجہ جو اور چنے کی روٹی ہو اور اعلیٰ درجہ بدون چھنے آٹے کی روٹی اور اگر چھنے ہوئے
آٹے کا پھلکا ہوگا تو زہد کے اول درجے کا تو کیا ذکر ہی سب سے پچھلے مقام زہد سے بھی خارج ہوگا اور آسایش والون مین داخل ہوگا
اور سالن مین سے ادنیٰ نمک یا ساگ یا سرکہ ہی اور اوسط زیتون کا تیل یا کوئی اور چکنائی تھوڑی سی اور اعلیٰ گوشت ہر کسی قسم کا ہو

اور یہ ہفتے مین ایک دو دفعہ ہوا گر دو دفعہ سے زیادہ ہفتے مین ہوگا تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جاویگا ایسا شخص شکم کے باب مین ہرگز زاہد نہ کہلاویگا اور وقت کے اعتبار سے کمی یہ ہو کہ رات دن مین ایکبار کھاوے یعنے روزہ رکھا کرے اور اوسط یہ ہو کہ ایک دن روزہ رکھے اور رات کو کھانا نہ کھاوے صرف پانی پی لے اور دوسرے روز روزہ رکھے تو کھانا کھالے اور پانی نہ پیوے اور بڑھکر یہ ہو کہ تین دن یا ہفتہ بھر یا زیادہ طی کا روزہ رکھ سکے اور ہمنے طریق خوراک کے کم کرنے اور اُسکی حرص کے توڑنے کا حال جلد ثالث مین لکھا ہو اور احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضہ کا اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اُنھون نے غذا مین اور سالن کے چھوڑنے مین کیسے زہد کیا۔ حضرت عایشہ رضہ فرماتی ہین کہ ہمکو چالیس چالیس روز گذر جاتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مین نہ چراغ جلتا تھا نہ آگ سُلگتی تھی کسی نے پوچھا کہ پھر بسر اوقات کی کیا صورت تھی آپ نے فرمایا کہ دو سیاہ چیزون خرما اور پانی سے انتہی۔ اس سے گوشت اور شوربا اور سالن سب کا ترک پایا جاتا ہو اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ دراز گوش پر سوار ہوتے تھے اور اُون کا کپڑا پہنتے تھے اور گھٹی ہوئی جوتی کو اپنے پاے مبارک سے مشرف فرماتے تھے اور کھانے کے بعد اپنی انگلیان چاٹتے اور زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون کھانا بندون کی طرح کھاتا ہون اور بندون ہی کیطرح بیٹھتا ہون اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ مین تمسے سچ کہتا ہون کہ جو شخص جنت کا طالب ہو تو جَو کی روٹی اور کھورے پر کتون کے ساتھ پڑ رہنا اُسکو کافی ہو اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تھے کبھی تین روز پیٹ بھر کر گیہون کی روٹی نہ کھائی۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے کہ اے بنی اسرائیل خالص پانی پیو اور جنگل کا ساگ اور جَو کی روٹی کھاؤ اور گیہون کی روٹی سے اجتناب کرو کہ تم اُسکا شکر ہرگز نہ کر سکوگے اور جلد ثالث مین ہمنے غذا اور پانی کے باب مین سیرت انبیا اور بزرگان سلف کی لکھدی دوبارہ بیان نہین کرتے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبا والون کے پاس تشریف لائے تو وہ لوگ آپ کی خدمت مین دودھ مین شہد ملا کر لائے آپ نے پیالہ ہاتھ سے رکھدیا اور فرمایا کہ مین اسکو حرام نہین کرتا مگر خدا تعالی کیواسطے انکسار کرنے کے لیے چھوڑتا ہون۔ اور حضرت عمر رضہ کے پاس جو شہد کا سرد شربت لائے اور گرمی کے موسم تھے آپنے فرمایا کہ اسکا حساب مجھسے الگ کرو۔ اور یحیی بن معاذ رازی رح فرماتے ہین کہ سچا زاہد وہ ہو جو غذا جو کچھ میسر ہو کھالے اور لباس بمقدار ستر عورت پہنے اور جہان جگہ ملے وہان رہے دنیا اُسکا محبس ہو اور قبر خوابگاہ اور خلوت مجلس عبرت پکڑنا اُسکا تامل ہو اور قرآن اُسکی گفتگو اور رب اُسکا انیس اور ذکر رفیق اور زہد ہمسر اور حزن اُسکا حال اور حیا شعار بھوک اُسکا سالن ہو اور حکمت سخن اور خاک اُسکا بستر ہو اور تقوی توشہ اور سکوت غنیمت اور صبر تکیہ اور توکل حسب اور عقل راہنما اور عبادت پیشہ اور جنت پہونچنے کا مقام ہو انشاء اللہ تعالی ضرورت دوم لباس ہو اسمین کمتر درجہ وہ ہو جو گرمی اور سردی کو دور کرے اور برہنگی کو چھپائے اور وہ ایک چادر ہو جسمین سب چھپ جاوے اور اوسط پوشاک یہ ہو کہ ایک کرتہ اور ٹوپی اور جوتے کا جوڑا اور اعلی یہ ہو کہ اُسکے ساتھ عمامہ اور پاجامہ بھی ہو اور اگر مقدار مین اس سے زیادہ ہو تو وہ زہد کی حد سے خارج ہو۔ اور زاہد کی شرط یہ ہو کہ جب کپڑا دھوئے تو دوسرا پہننے کے لئے رکھتا ہو بلکہ گھر مین بیٹھا رہے اور جب دو دو کرتے اور پاجامے اور عمامے ہون تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جاویگا جو مقدار کی رو سے ہوتے ہین اور جنس لباس مین ادنی درجہ موٹا ٹاٹ ہو اور اوسط درجہ موٹا کمل اور اعلی درجہ موٹا کپڑا روئی کا۔ اور وقت کی رو سے سب سے زیادہ وقت یہ ہو کہ ایک برس اسکو پہن سکے اور کمتر یہ ہو کہ ایک دن پہن سکے یہان تک کہ بعض بزرگون نے اپنے کپڑے مین پتون کے پیوند لگائے گو بہت جلد خشک ہو جاتے ہین مگر دفع الوقتی ممکن ہو اور اوسط وقت یہ ہو کہ لباس ایسا ہو جو ایک مہینا یا اُسکے قریب تن پر رہ سکے پس ایسے کپڑے کا ڈھونڈھنا جو برس روز سے زیادہ رہے طول امل مین داخل ہو جو زہد کے خلاف ہو مگر اس صورت مین کہ

موٹے کپڑے کی آرائش کی اور موٹا اکثر دیر پا ہوتا ہے اور بہت پہنا ہوا ہو تو اسمین کچھ حرج نہین پس جو شخص اس مقدار سے زیادہ کپڑا پاوے چاہیے کہ اُسکو
دے ڈالے کیونکہ اگر رکھ چھوڑیگا تو زاہد نہ رہیگا بلکہ دنیا سے محبت کرنے والا ہوگا اور اس باب مین بھی احوال انبیا اور صحابہ کا مد نظر رکھنا چاہیے
کہ انھون نے لباس کو کیسے چھوڑا تھا حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ حضرت عائشہ رض نے ہمکو ایک چادر نمدے کی اور ایک موٹا تہ بند دکھایا
اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ان دونون مین ہوئی تھی اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ تعالی متبذل آدمی کو
چاہتا ہے کہ جو کچھ پہنے اُسکی پروا نہ کرے اور حضرت عمرو بن الاسود عنسی رح نے فرمایا کہ مین کبھی شہرت کا کپڑا نہ پہنونگا اور نہ کبھی رات کو کپڑا
بچھا کر سوؤنگا اور نہ کبھی عمدہ سواری پر سوار ہونگا اور نہ اپنا پیٹ غذا سے کبھی بھرونگا پس حضرت عمر رض نے فرمایا کہ جس شخص کو طریق
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اچھا معلوم ہو وہ عمرو بن اسود کو دیکھے اور حدیث شریف مین ہے کہ جو بندہ شہرت کا لباس پہنتا ہے خدا
تعالی اُسکی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے یہانتک کہ اُسکو بدن سے نکالے اگرچہ اُسکے نزدیک پیارا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا
مول لیا جسکی قیمت چار درم یعنی قریب سوا روپیہ کے تھی اور آپکا جوڑا کپڑے کا دس درم کا تھا اور ازار یعنے تہبند ساڑھے چار ہاتھ کا تھا اور
آپ نے پاجامہ تین درم کو خرید فرمایا اور آپ دو شملے سفید اون کے پہنا کرتے تھے اسکا نام حلہ تھا کیونکہ وہ دونون ایک ہی جنس سے تھے
اور بعض اوقات آپ دو چادرین یمانی یا سحولی عمدہ قسم کی پہنا کرتے تھے۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ [illegible]
کپڑا ہوتا تھا اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی کپڑا سندس کا زر دوز کلابتون کا بنا ہوا پہنا جسکی قیمت دو سو درم تھی اصحاب
اُسکو چھوتے تھے اور تعجب سے کہتے تھے کہ یا رسول اللہ آپکے پاس جنت سے آیا ہے حالانکہ وہ کپڑا آپکو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے
ہدیے کے طور پر بھیجا تھا آپ نے چاہا کہ اُسکو پہنکر اعزاز و اکرام بادشاہ کا فرماوین پھر آپ نے اُسکو نکال کر ایک شخص کے پاس مشرکون مین سے
بھیج دیا اس سے مطلب ریشم کا منظور تھا پھر حرام ہو گیا اور مردون کے لیے حرام فرمایا گویا اول اسی لیے پہنا تھا کہ حرمت کی تاکید ہو جیسے سونے کی
انگوٹھی ایک روز پہنی پھر نکال ڈالی اور اسکا پہننا مردون پر حرام کر دیا۔ اور جیسا کہ حضرت عائشہ رض سے بریرہ انکی لونڈی کے باب مین
فرمایا کہ ولا کی شرط انکے واسطے کر جب انھون نے شرط کر لی تو آپ منبر پر چڑھے اور اسکو حرام کیا اور جیسے کہ تین روز متعہ مباح
فرمایا اور پھر نکاح کی تاکید کے لیے اسکو حرام فرمایا۔ اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاہ چادر علمدار مین نماز پڑھی جب سلام
پھیرا تو فرمایا کہ اسکی طرف دیکھنے نے مجھے نماز سے مشغول کر دیا اسکو ابو جہم کے پاس لیجاؤ اور اُسکی چادر مجھے لا دو یعنی اپنا عمدہ کپڑا دیکر
ادنی چادر پسند فرمائی۔ اور آپکے جوتے کا تسمہ پرانا ہو گیا تھا اسمین نیا تسمہ لگا کر نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ وہی پرانا تسمہ اسمین
لگا دو اور نیا نکال ڈالو کہ نماز مین میری نگاہ اُسپر جاتی ہے اور سونے کی انگوٹھی پہنی اور منبر پر اسکو جو دیکھا تو پھینک دیا اور فرمایا کہ اسنے
مجکو تمسے روک دیا کبھی اسکو دیکھتا ہون کبھی تمکو اور ایکبار آپ نے جوتے کا جوڑا نیا پہنا اور اچھا جو معلوم ہوا تو سجدہ کیا اور لوگون سے
فرمایا کہ مجکو اسکی خوبی اچھی معلوم ہوئی مین نے اس خوف سے سجدہ کیا کہ خدا تعالی مجھسے ناراض نہو پھر اسکو نکال کر جو مسکین پہلے
دکھائی دیا اُسکے حوالہ فرمایا۔ اور سنان بن سعد رح سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جبہ اون کا سیاہ و سفید
دھاریون کا بنا گیا اور اُسکا کنارہ سیاہ رکھا گیا جب اسکو آپ نے اپنے تن مبارک سے مشرف فرمایا تو لوگون سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو تو
کیسا عمدہ اور ملائم ہے ابن سعد کہتے ہین کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکو مجھے دے ڈالیے اور آپ کا
دستور تھا کہ جب کوئی کچھ چیز مانگتا تو بخل اس چیز کا نہ کرتے وہ جبہ شریف اسکو دے دیا اور فرمایا کہ میرے واسطے ایک اور بنایا جاوے
ابھی وہ دوسرا کارگاہ ہی مین تھا کہ آپ نے سفر آخرت اختیار کیا اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
فاطمہ زہرا رض کے پاس تشریف لیگئے وہ اسوقت آٹا پیستی تھین اور اونٹ کے بالون کی چادر اوڑھے ہوئے تھین جب آپ نے

انکو دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا کہ اے فاطمہ آسائش حاصل کرو آخرت کے واسطے تلخی دنیا کی پی جا پس اللہ تعالے نے یہ آیت بھیجی ولسوف
یعطیک ربک فترضے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجکو ساکنین عالم بالا نے یہ خبر دی ہے کہ بہترین میری امت کے وہ
لوگ ہین جو ظاہر مین وسعت رحمت الٰہی کے باعث ہنستے رہتے ہین اور خفیہ عذاب کے خوف سے روتے ہین انکا بوجھ لوگون پر
ہلکا ہے اور انکے خود کے اوپر بھاری ہے پرانے کپڑے پہنتے ہین اور راہبون کی پیروی کرتے ہین جسم انکے زمین پر ہین اور دل
عرش برین کے پاس غرض کہ لباس کے باب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی اور اپنی امت کو سب کو حکم اپنی
پیروی کا فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے من احب فطرتی فلیستن بسنتی اور فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیہا بالنواجذ
اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض کو خاص کر
ارشاد فرمایا کہ اگر تو مجھ سے ملنا چاہے تو اغنیا کے پاس بیٹھنے سے اجتناب کرنا اور اپنا کپڑا بدن سے نہ نکالنا جب تک اسمین پیوند
نہ لگا لے - اور حضرت عمر رض کے کرتہ پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے جنمین سے بعضے چمڑے کے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی خلافت
مین تین درم کا کپڑا مول لیکر پہنا اور اسکی آستینین پہونچے پر سے کاٹ ڈالین اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اسنے مجکو یہ لباس
اپنے خلعت مین سے پہنایا - اور حضرت سفیان ثوری وغیرہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کپڑا وہ پہننا چاہیے جس سے نہ علما کے نزدیک
شہرت ہو نہ جہان کے نزدیک حقارت اور فرماتے کہ فقیر میرے پاس کو نکلتا ہے اور میں نماز پڑھتا ہوں تو اسکو چلا جانے دیتا ہون
اور اگر کوئی دنیادار دن مین سے میرے پاس کو نکلتا ہو اور اسپر بڑھیا لباس ہو تو مین اس سے ناراض ہوتا ہون اور پاس کو
نہین نکلنے دیتا اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوری رح کے دونون کپڑے اور جوتیون کی قیمت لگائی
تو ایک درم اور چار دانگ کے تھے اور ابن شبرمہ رح فرماتے ہین کہ میرے کپڑون مین سے بہتر وہ ہین جو میری خدمت کرین
اور برے کپڑے وہ ہین جنکی مین خدمت کرون - اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ کپڑے ایسے پہننا چاہیین جیسے آدمی
بازارون مین ملجاوے ایسے نہ پہنے جنسے شہرت ہو اور لوگون کی نظر پڑے - اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہے کہ کپڑے
تین ہین ایک کپڑا خدا کے واسطے ہے جس سے کہ ستر کی چھپ جاوے اور ایک کپڑا نفس کے واسطے ہے جسکی نرمی مطلوب ہوتی ہے
اور ایک لوگون کے واسطے ہے جسکا حسن اور جوہر منظور ہوتا ہے - اور بعض بزرگون کا قول ہے کہ جسکا کپڑا پتلا ہوتا ہے اسکا دین بھی
پتلا ہوتا ہے - اور علما تابعین کے سب کے کپڑون کی قیمت بیس درم سے لیکر تیس درم تک ہوتی تھی - اور خواص رح دو کپڑون
سے زیادہ نہ پہنتے تھے ایک کرتہ اور اسکے نیچے تہ اور کبھی اپنا کرتہ پلٹ کر اسکا دامن سر پر ڈال لیتے تھے اور بعض اکابر
فرماتے ہین کہ اول زہد لباس کا ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ البذاذۃ من الایمان یعنی کپڑون کا پرانا ہونا یا تواضع کی ہی
صورت مین پہننا ایمان مین سے ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے خدا کے لیے انکسار اور اسکی مرضی کی
خواہش کے واسطے خوبصورتی کا کپڑا چھوڑ دے تو اللہ تعالے پر ضروری ہے کہ اسکے لیے جنت کے خلعت یاقوت کی جادانیون
مین جمع رکھے - اور اللہ تعالے نے اپنے بعض انبیا کی طرف وحی بھیجی کہ میرے اولیا سے کہدو کہ میرے دشمنون کا لباس
نہ پہنو اور جس راہ کو میرے دشمن آتے ہین اس راہ مین داخل نہ ہو ورنہ میرے دشمنون کی طرح وہ بھی میرے دشمن ہو جاوینگے
اور رافع بن خدیج رض نے بشیر بن مروان کو کوفہ کے منبر پر باریک کپڑے پہنے وعظ کہتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اپنے
سردار کو دیکھو کہ لوگون کو وعظ سناتا ہے اور اسکے بدن پر کپڑے فاسقون کے ہین اور عبداللہ بن عامر لباس فاخر
پہنے حضرت ابو ذر غفاری رض کی خدمت مین حاضر ہوا اور کچھ زہد مین گفتگو کرنے لگا حضرت ابو ذر رض نے اپنی ہتھیلی منہ پر

رکھ کر ٹھکی بیجا لی ابن عامر غصہ ہوا اور شکایت انکی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کی انھون نے فرمایا کہ یہ تمنے خود بیجا کیا کہ یہ لباس
پہن کر انکے سامنے زہد مین گفتگو کرتے ہو۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے ائمہ ہدی سے عہد لیا ہے
کہ لوگون کے حالون مین سے ادنی سی حالت مین رہا کرین تاکہ تونگر انکا اتباع کرین اور فقر کے باعث فقیر کی حقارت نہو
اور جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ آپ ایسا موٹا لباس کیون پہنتے ہین تو فرمایا کہ یہ لباس
تواضع کے قریب ہے اور اس بات کے شایان کہ مسلمان اسکی اقتدا کرین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنعم یعنی آرام طلبی سے منع فرمایا
اور ارشاد کیا کہ کچھ اللہ کے بندے ایسے ہین جو تنعم نہین کرتے۔ اور فضالہ بن عبید رح جب والی مصر تھے تو کسی نے انکو بال بکھرے
پا برہنہ دیکھ کر کہا کہ آپ امیر ہوکر ایسا کرتے ہین انھون نے فرمایا کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام طلبی سے منع فرمایا اور
اس بات کا حکم کیا کہ کبھی ننگے پاؤن بھی پھرا کرین۔ اور حضرت علی رض نے حضرت عمر رض سے فرمایا کہ اگر آپ کو اپنے دونون ساتھیون کے
ساتھ ملنا منظور ہو تو کرتے مین پیوند لگائیے اور تہبند کو مختصر کرکے رکھیے اور جوتی گنٹھی ہوئی پہنیے اور شکم سیری سے کم کھائیے۔ اور حضرت
عمر رض نے فرمایا ہے کہ پرانا موٹا کپڑا پہنا کرو اور لباس عجم یعنی ایران و روم کے بادشاہون کے لباس سے اجتناب کرو اور حضرت
علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص کسی قوم کا سا لباس پہنے وہ انھین مین سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ
میری امت کے بدتر لوگ وہ ہین جو دولت مین پلے رنگا رنگ کے کھانے اور کپڑے تلاش کرتے ہین اور گفتگو مین فصاحت ظاہر
کرتے ہین۔ اور فرمایا کہ ایماندار کی ازار نصف ساق تک ہوتی ہے اور اس سے لیکر ٹخنون تک بھی کچھ گناہ نہین اور جو اس سے نیچے ہے
تو دوزخ مین ہے اور اللہ تعالی نہین دیکھیگا قیامت کے دن اس شخص کی طرف جو اپنی ازار تکبر سے لٹکا دے اور حضرت ابو سلیمان دارانی
رح نے یہ حدیث فرمائی ہے کہ میری امت مین بال نہین پہنیگا مگر ریاکار یا احمق اور اوزاعی رح فرماتے ہین کہ سفر مین اون کا لباس
سنت ہے اور شہر مین بدعت۔ اور محمد بن واسع رح حضرت قتیبہ کے پاس اون کا کرتہ پہنے گئے انھون نے پوچھا کہ اون کے کرتہ کی
تمکو کیا ضرورت ہوئی وہ چپکے ہو رہے انھون نے کہا کہ مین تمسے کہتا ہون جواب نہین دیتے محمد بن واسع نے کہا کہ اگر یہ کہون کہ
زہد کی راہ سے پہنا تو اپنے منھ سے میان مٹھو بنتا ہون اور مفلسی کے باعث کہون تو خدا تعالی کی شکایت ہوگی یہ دونون باتین
مجھے ناپسند ہین۔ اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا تو حکم کیا کہ اپنا ستر ہر گھڑی زمین سے
پوشیدہ رکھو اور آپ کا دستور تھا کہ ہر چیز مین سے ایک لیتے تھے مگر پاجامے دو بنائے تھے اور جب ایک کو دھوتے تھے تو دوسرا
پہن لیتے تھے تاکہ کوئی ایسا وقت نہ گزرے کہ آپ کی عورت کھلی ہو۔ اور کسی نے حضرت سلمان فارسی رض سے کہا کہ آپ اچھے
کپڑے کیون نہین پہنتے آپ نے فرمایا کہ غلام کو عمدہ کپڑے سے کیا نسبت مگر جب آزاد ہو جاؤنگا تو اسکو بخدا ایسے کپڑے ملینگے کہ کبھی
پرانے نہونگے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے حال مین لکھا ہے کہ انکے پاس ایک جبہ اور ایک چادر بالون کی تھی جب تہجد کی
نماز کے واسطے اٹھتے تھے پہنکر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور حضرت حسن بصری رح نے فرقد سنجی رح سے کہا کہ تم یہ جانتے ہوگے
کہ تمکو گلیم پوشی کی جہت سے لوگون پر فضیلت ہے مجکو یہ خبر پہنچی ہے کہ اکثر دوزخی کمل والے ہونگے [illegible] کی جہت سے اور
بن سعید رح فرماتے ہین کہ مین نے ابو معاویہ اسود کو دیکھا کہ وہ گھوڑون پر سے چیتھڑے اٹھاتے تھے اور [illegible]
اور سی کر پہنتے تھے مین نے انسے کہا کہ تم اس سے بہتر پہنا کرو انھون نے فرمایا کہ ہمارا کیا نقصان ہے جو مصیبت [illegible]
دنیا مین پہنچی ہے اللہ تعالی اسکا تدارک جنت مین کر دیگا یحیی بن سعید انکے اس قول کو بیان کرکے رویا کرتے [illegible]
رہنے کی جگہ ہے اسمین زہد کرنے کے تین درجات ہین سب سے عمدہ یہ ہے کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے تلاش نہ کرے

صرف مسجدون کے گوشون پر قناعت کرے جیسے اصحاب صفہ رض تھے اور اوسط یہ ہی کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے کرے مثل
چھپر اور نرکل اور پھوس وغیرہ کے اور سب سے پست درجہ یہ ہی کہ اپنے واسطے خاص کوئی کوٹھری مول لے یا کرایہ کو تلاش کرے
پس اگر وسعت مسکن کی مقدار حاجت کے موافق ہی ہو زیادہ نہو اور اسمین زینت بھی نہو تو اسقدر مسکن کے ہونے سے پچھلے
درجات سے زہد کے نہ نکلیگا - اور اگر مکان پختہ چونہ گچ کیا ہوا خوب واسع چوڑا بہت سے اونچی چھت کا تلاش کریگا تو بالکل زہد کی حد سے
خارج ہوجاویگا سکونت کے باب مین زاہد نہ رہیگا - اب جاننا چاہیے کہ جنس مکان مختلف ہوسکتا ہی یعنی یا گھاس کا ہووے
یا گارے کا یا اینٹ کا اور اسکی وسعت کی مقدار بھی جدا ہوسکتی ہی اور اوقات کے لحاظ سے بھی اسمین اختلاف اسکی ملکیت کا
ہوسکتا ہی مثلاً اپنی ملک ہو یا کرایہ لیا ہو یا عاریت کا ہو تو ہر ایک مین ملکیت کا استعداد جداگانہ ہوتا ہی بہرحال زہد کو ان سب اقسام
مین دخل ہی اور حاصل یہ ہی کہ جو چیز ضرورت کے لیے مطلوب ہی اسکا حد ضرورت سے تجاوز کرنا چاہیے دنیا مین سے مقدار
ضرورت دین کا آلہ اور وسیلہ ہوتا ہی اور جسقدر متجاوز ہوتی ہی اسی قدر دین کے مخالف ہی اور غرض رہنے کے مکان سے بچاؤ اور
جاڑے کا رکنا اور لوگون کی نظر اور ایذا کا بچانا ہی اور جسقدر یہ بات ممکن ہی وہ معلوم ہی زیادہ اس سے فضول ہی اور فضول سب
دنیا ہی اور جو فضول کا طالب اور ساعی ہی وہ یقیناً زہد سے بعید ہی اور کہتے ہین کہ اول طول امل جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ظاہر ہوئی تو کپڑون کی عمدہ سلائی اور چونہ اینٹ کی پختہ عمارت ہی پہلے سلائی مین بڑے بڑے ٹانکے ہوتے تھے اور مکان
نرکل اور کے بنانے تھے اور حدیث شریف مین ہی کہ لوگون پر ایک وقت ایسا آویگا کہ اپنے کپڑون کو یمن کی چادرون کی طرح
منقش کرینگے - اور حضرت عباس رض نے ایک بالاخانہ کو اونچا کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم کیا کہ گرادین - اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی گنٹی پر گذرے پوچھا کہ یہ کسکی ہی لوگون نے عرض کیا کہ فلان شخص کی جب وہ شخص آپ کی
خدمت مین حاضر ہوا تو آپ نے اسکی طرف سے منھ پھیر لیا اور پھر تشریف کی طرح کبھی اسکی طرف مخاطب نہوے اس شخص نے لوگون سے
حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی کا پوچھا انھون نے بیان کر دیا انسنے جاکر اس گنٹی کو گرادیا جب آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
دوبارہ وہان گذرے تو اسکو نہ دیکھا اور معلوم ہوا کہ اس شخص نے اسکو ڈھا دیا آپ نے اسکے لیے دعاے خیر کی - اور حضرت
حسن رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات شریف تک نہ کوئی اینٹ اینٹ پر رکھی نہ ڈنڈے پر یعنی کسی قسم کا
مکان نہین بنوایا اور ایک حدیث مین مروی ہی کہ جب اللہ کسی بندے کی برائی چاہتا ہی تو اسکا مال گارے اور پانی مین تلف
کرتا ہی - اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رض فرماتے ہین کہ ہم ایک چھپر کی مرمت کرتے تھے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے
پاس کو تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا کرتے ہو ہمنے عرض کیا کہ ہمارا چھپر ٹوٹ گیا ہی اسکو درست کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین اس سے
جلد امر کو دیکھتا ہون - اور حضرت نوح علیہ السلام نے ایک نرکل کا گھر بنایا انسے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ پختہ مکان بنوالیں تو بہتر ہی
آپ نے فرمایا کہ مرنے والے کے واسطے یہی بہت ہی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ہم صفوان بن محیریز کی خدمت مین گئے
وہ ایک نرکل کے مکان مین تھے جو جھکا ہوا تھا کسی نے انسے کہا کہ اگر آپ اسکو درست کرلیں تو بہتر ہی انھون نے فرمایا کہ بہت سے
آدمی اسمین مرچکے ہین اور یہ بدستور موجود ہی - اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ آپ نے فرمایا من بنی فوق ما یکفیہ کلف
ان یحملہ یوم القیامۃ اور ایک حدیث مین ہی کہ ہر خرچ پر آدمی کو ثواب ملتا ہی مگر جو پانی اور گارے مین خرچ ہو اسپر ثواب نہین ملتا
اور اس آیت کی تفسیر مین تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا مفسرین فرماتے ہین کہ مراد
ریاست اور اونچے مکان بنوانے سے ہی اور حدیث شریف مین ہی کہ کل بناء وبال علی صاحبہ یوم القیامۃ الا ما اکن من حر و برد

اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین شکایت اپنے مکان کے تنگی کی کی آپ نے فرمایا اتسع فی السماء یعنے
جنت مین مکان واسع طلب کرنا چاہیے۔ اور حضرت عمر رضہ نے شام کو تشریف لیجاتے ہوے ایک محل دیکھا کہ چونے اور اینٹ کا بنا تھا
آپ نے اللہ اکبر کہکر فرمایا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ اس امت مین ایسے شخص ہونگے جو ہامان کی سی عمارت بنا دینگے یعنی فرعون نے جو ہامان کو
حکم دیا تھا کہ اوقد لی یا ہامان علے الطین اس سے غرض پختہ عمارت کی تھی۔ اور کہتے ہین کہ اول جس شخص کے لیے عمارت چونے اینٹ کی
ہوئی وہ فرعون تھا اور جسنے اول بنایا وہ ہامان تھا پھر انھین کا اتباع اور سلاطین نے کیا اور یہ سب طمع اور زینت ہی۔ اور بعض
اکابر نے ایک جامع مسجد کسی شہر مین دیکھی اور فرمایا کہ مین نے اس مسجد کو شاخ خرما کی بنی دیکھی ہی پھر کچے لدّے کی پھر اب اینٹ کی بنی
دیکھی جنھون نے اول بنائی تھی وہ دوسرے فرقے سے بہتر تھے اور دوسری دفعہ کے بنانے والے تیسری بار کے لوگون سے اچھے
تھے۔ اور سلف مین بعض لوگ ایسے تھے کہ اپنا مکان زندگی بھر مین کئی کئی بار بناتے تھے اسلیے کہ وہ مکان بہت کم زور ہوتا تھا اور
وہ خود امل کوتاہ رکھتے تھے اور مکان کے باب مین زاہد تھے۔ اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جب حج یا جہاد کو تشریف لیجاتے تو اپنا مکان
گرا جاتے یا ہمسایہ کو دیجاتے جب وہان سے پھر کر آتے تو اور بنا لیتے اور انکے مکان گھاس اور چمڑے کے ہوا کرتے تھے جیسے عرب کے
لوگ یمن مین اب تک اسی کے عادی ہین اور بلندی انکے مکانات کی قدِ آدم اور ایک بالشت ہوتی تھی۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب
مین آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات مین جاتا تھا تو اپنا ہاتھ چھت مین لگا دیتا تھا۔ اور عمرو بن دینار رح کہتے ہین کہ جب
کوئی شخص عمارت چھ ہاتھ سے اونچی بناتا ہی تو ایک فرشتہ اسکو پکارتا ہی کہ ای بدکارون کے بدکار کہان تک اونچا کریگا۔ اور حضرت
سفیان ثوری رح نے مضبوط عمارت کے دیکھنے سے منع فرمایا اور وجہ یہ ارشاد کی کہ اگر لوگ نہ دیکھتے تو یہ ایسے کیون بنتے پس جو کوئی
تاکتا ہی تو بنانے والے کو گویا مدد کرتا ہی۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ مجھے اس شخص پر تعجب نہین کہ اسنے عمارت بنائی اور چھوڑ گیا
مجھے تعجب اس سے ہی جو اس عمارت کو دیکھکر عبرت نہین پکڑتا۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ ایک قوم ایسی آویگی جو مٹی کو
اونچا کریگی اور دین کو پست اور نردون گھوڑون کو کام مین لاویگی نماز تمھارے ہی قبلہ کی طرف کو پڑھیگی مگر تمھارے دین کے سوا
مریگی چوتھی ضرورت اسباب خانہ ہی اسمین بھی زہد کے بہت سے درجے ہین سب مین اعلی حضرت عیسی علیہ السلام کا حال ہی کہ آپ
اپنے ساتھ ایک کنگھی اور ایک کوزہ رکھتے تھے پس ایک شخص کو دیکھا کہ اپنی انگلیون سے ڈاڑھی مین کنگھی کرتا ہی آپ نے کنگھی پھینکدی
اور دوسرے شخص کو دیکھا کہ وہ نہر مین سے پانی پی رہا ہی آپ نے کوزے کی بھی حاجت نہ سمجھی اسکو بھی پھینک دیا اسی طرح سب اسباب کو
سمجھنا چاہیے کیونکہ ہر ایک چیز کسی مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہی جب اس سے کوئی حاجت نہو تو دونون جہان مین آدمی پر وبال ہی
اور جس چیز سے استغنا نہو اسمین سے کمتر درجے کی چیز پر اکتفا کرے مثلاً جس بات کے لیے مٹی کا برتن کافی ہو اسمین اسی پر اکتفا
کرے اور اس بات کی پروا نہ کرے کہ اس برتن کا کنارہ ٹوٹا ہوا ہی بشرطیکہ مقصود اس سے بھی حاصل ہو سکتا ہو۔ اور اوسط درجہ
یہ ہی کہ آدمی کے پاس اسباب بقدر حاجت ثابت ہو مگر ایک چیز سے بہت سے کام لے مثلاً اگر پیالہ ہو تو اسی مین کھالیوے اسی مین
پانی پی لے اسی مین اپنی چیز رکھ لے۔ بزرگان سلف ایک برتن کو کئی مطالب مین استعمال کرنا تخفیف کی نظر سے اچھا جانتے تھے
اور زیادہ یہ ہی کہ ہر مطلب کے واسطے ایک چیز ادنے جنس کی رکھتا ہو پس اگر گنتی مین چیز زیادہ ہوگی یا نفیس ہوگی تو زہد کے
کسی درجے مین نہ رہیگا اور طالب فضول کی طرح مائل ہوگا اور اس باب مین بھی سیرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور انکے
اصحاب رضہ کی مدنظر رکھنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے
وہ چمڑے کا گدا تھا جسکے اندر خرما کے پیڑ کا پوست بھرا تھا اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

ح ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ ۱۲ ح ترمذی در شمائل بروایت ام المومنین حفصہ رضہ ۱۲

بچھونا یا دہرا کمل ہوتا تھا یا چمڑے کا گدا جسمین خرما کا پوست بھرا ہوا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوئے آپ اسوقت ایک چارپائی پر جو خرما کے پوست کے بانون سے بنی ہوئی تھی لیٹے تھے جب اُٹھ کر بیٹھے تو حضرت عمر رضؓ نے آپ کے پہلوے مبارک پر نشان بانون کے دیکھے اور آنکھون مین آنسو بھر لائے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے خطاب کے بیٹے کیا بات ہے جو روتے ہو عرض کیا کہ مین نے فارس اور روم کے بادشاہون کو خیال کیا کہ اُنکے پاس کیا کچھ ملک ہے اور آپ کو خیال کیا کہ آپ اللہ کے حبیب اور اسکے برگزیدہ ہین آپ اس موٹے بانون کی چارپائی پر لیٹے ہین آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ بات پسند نہین کہ اُنکے لیے دنیا ہو اور ہمارے واسطے آخرت حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا کہ کیون نہین آپ نے فرمایا کہ یہ یون ہی ہے۔ اور ایک شخص حضرت ابو ذر رضؓ کے گھر گیا اور ہر طرف دیکھنے لگا پھر عرض کیا کہ اے ابو ذر آپ کے مکان مین کچھ سامان وغیرہ نہین نظر آتا آپ نے فرمایا کہ ہمارا ایک اور مکان ہے اچھی چیز ہم وہان بھیج دیتے ہین اُسنے عرض کیا کہ جب تک آپ اس مکان مین رہین جب تک کچھ اسباب یہان بھی چاہیے آپ نے فرمایا کہ گھر کا مالک ہمکو یہان رہنے نہین دیگا۔ اور جب حضرت عمیر بن سعد جو امیر حمص تھے حضرت عمر رضؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے آپ نے پوچھا کہ تیرے پاس دنیا سے کیا ہے اُنھون نے فرمایا کہ ایک لاٹھی ہے جسپر مین تکیہ کرتا ہون اور اگر سانپ وغیرہ ملجاوے تو مار ڈالتا ہون اور ایک توشہ دان ساتھ ہے جسمین کھانا رہتا ہے اور ایک پیالہ ہے جسمین کھاتا ہون اور سر دھوتا ہون اور ایک لوٹا ہے جسمین پینے اور وضو کرنے کے لیے پانی رکھتا ہون اسکے سوا دنیا مین جتنی چیزین ہین وہ انھین کی تابع ہین آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اللہ تعالے تجھپر رحم کرے۔ اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضؓ کے پاس جانے کا قصد کیا اُنکے گھر کے دروازے پر پردہ پڑا ہوا اور اُنکے ہاتھون مین دو چاندی کے کنگن دیکھے آپ ویسے ہی پھر گئے اُسوقت حضرت ابو رافع رضؓ حضرت فاطمہ رضؓ کے پاس گئے آپ رو رہی تھین اُنسے حال حضرت کے واپس تشریف لیجانے کا بیان کیا اُنھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر سبب واپس تشریف لانے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ پردہ اور کنگنون کی جہت سے چلا آیا حضرت فاطمہ رضؓ نے وہ دونون کنگن حضرت بلال رضؓ کے ہاتھ آپ کی خدمت مین بھیج دیے کہ مین نے اُنکو خدا کی راہ مین صدقہ کیا آپ جہان مناسب ہو وہان خرچ کیجیے آپ نے فرمایا کہ اُنکو فروخت کرو اور اُنکی قیمت ارباب صفہ کو دیدو حضرت بلال رضؓ نے ڈھائی درم کو فروخت کیا اور اصحاب صفہ کو بانٹ دیا بعد آپ حضرت فاطمہ رضؓ کے پاس گئے اور ارشاد فرمایا کہ جان پدر تو نے خوب کیا۔ اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ کے مکان پر ایک پردہ دیکھا اُسکو آپ نے اُٹھا ڈالا اور فرمایا کہ جب مین اسے دیکھتا ہون دنیا یاد آتی ہے اسکو فلان شخص کے پاس بھیجدو۔ اور ایک رات حضرت عائشہ رضؓ نے آپ کے لیے نیا فرش بچھایا اور بیشتر آپ دوہرے کمل پر استراحت فرمایا کرتے تھے اُس رات صبح تک کروٹین لیتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت عائشہ رضؓ سے ارشاد فرمایا کہ اس بستر کو علیحدہ کرو اور پُرانا کمل بچھا دو اسنے تمام رات مجھے سونے نہین دیا۔ اسی طرح آپ کے پاس پانچ یا چھ درم رات کو آئے تو آپ نے رہنے دیے مگر رات بھر جاگتے رہے یہان تک کہ آخر شب مین اُنکو تقسیم فرمایا حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ اُسوقت آپ کو نیند آئی حتی کہ مین نے آپ کے خراٹے کی آواز سُنی پھر فرمایا کہ اگر یہ درم میرے پاس رہ جاتے اور میری وفات ہوجاتی تو میرا گمان اپنے پروردگار پر کیا ہوتا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مین نے ستر نیک بندے ایسے دیکھے ہین کہ اُنکے پاس بجز کپڑے کے اور کچھ نہ تھا اُنھین سے کیسے زمین پر کوئی کپڑا نہین بچھایا جب سونا چاہا زمین ہی پر اپنا جسم لگا کر کپڑا اوپر ڈھانک لیا پانچوین ضرورت نکاح ہے

اس باب مین کچھ لوگ کہتے ہین کہ اصل نکاح اور کثرت نکاح مین زہد کے کچھ معنی نہین اور یہی قول حضرت سہیل تستری رح کا ہی وہ فرماتے ہین
کہ جب سید الزاہدین صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتین پسند تھین تو ہم انہین زہد کیسے کر سکتے ہین اور اسی قول پر انکی موافقت ابن عیینہ نے
کی ہی اور فرمایا ہی کہ صحابہ رض مین سے زاہد تر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے انکی چار بیبیان اور کچھ اوپر دس لونڈیان تھین-
اور صحیح اس باب مین قول حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا ہی کہ فرماتے ہین کہ جو چیز اللہ تعالے سے روکے خواہ بی بی ہو یا مال
یا اولاد وہ آدمی کے لیے بری ہی اور عورت کبھی خداے تعالی سے روکا کرتی ہی اور تفصیل اسکی یہ ہی کہ بعض احوال مین مجرد
رہنا افضل ہی جیسا کہ باب النکاح مین بیان ہوا تو اس صورت مین نکاح نہ کرنا داخل زہد ہی اور جس جگہ زور شہوت کے دفع
کے لیے نکاح افضل ہی تو ایسا نکاح واجب ہی اسکا ترک کرنا زہد مین کیسے ہو سکتا ہی ہان اگر نکاح نہ کرنے سے کوئی آفت نہو اور نکاح
نہ کرنے سے کچھ قباحت ہو مگر ترک اسلیے کرے کہ دل کا میل عورتون کی طرف نہو جاوے اور ایسا مانوس نہو جس سے ذکر الہی
مین خلل پڑے تو البتہ چھوڑنا نکاح کا زہد مین سے ہی پس اگر یہ معلوم ہو کہ عورت خداے تعالے سے نہ روکیگی مگر ترک نکاح
صرف لذت نظر اور ہم بستری اور مباشرت سے بچنے کے لیے ہو تو یہ زہد نہین ہی اسواسطے کہ مقصود نکاح اولاد ہی جو بقاء نسل اور
امت محمدی کے بڑھانے مین موجب ثواب ہی اور جو لذت کہ انسان کو ایسی چیز مین حاصل ہو جو وجود مین ضروریات سے ہی
وہ اگر مقصود بالذات نہو تو کچھ ضرر نہین کرتی اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی روٹی کھانی اور پانی پینا اسوجہ سے چھوڑ دے کہ
کھانے اور پینے کی لذت سے بچا رہونگا تو یہ زہد مین داخل نہین اسواسطے کہ اسمین اپنے بدن کا ہلاک کرنا ہی ایسا ہی ترک
نکاح مین اپنی نسل کو کاٹ ڈالنا ہی تو صرف لذت کے بچاؤ کی جہت سے نکاح کا چھوڑنا نہ چاہیے جب تک کہ کسی اور آفت کا
خوف نہو اور یہی مراد حضرت سہیل تستری رح کی ہی اور یہی وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی تھی اور جب یہ امر ثابت
ہوا تو جس شخص کا حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سا ہو اس باب مین کہ کثرت عورتون کی مانع شغل قلبی نہو اور نہ دل کو انکے
اصلاح اور خرچ مین لگائے رکھے تو ایسا شخص اگر صرف لذت صحبت سے بچنے کے لیے نکاح نہ کرے تو اسکا زہد کسی کام کا نہین
مگر یہ بات بدون انبیا اور اولیا کے دوسرے کو کہان میسر ہی اب تو اکثر لوگون کا یہ حال ہی کہ عورتون کی کثرت انکے دل کو
مصروف کر دیتی ہی تو اسوقت مین یہی مناسب ہی کہ سرے سے نکاح ہی نہ کرے اور اگر خوف دل کے مشغول ہونے کا نہو
لیکن یہ خوف ہو کہ ایک سے زیادہ ہونگی یا خوبصورت ہونگی تو دل نہین ماننے کا اسی کی طرف ہو رہیگا تو چاہیے کہ ایک عورت
سے نکاح کرے جو خوبصورت نہو اور اپنے دل کی رعایت اسمین ضرور کرے- اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ
عورتون مین زہد یہ ہی کہ جو عورت حقیر ہو یا یتیم اسکو خوبصورت اور شریف عورت پر ترجیح دے اور اسی سے نکاح کرے-
اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین مرید مبتدی کے لیے یہ پسند کرتا ہون کہ اپنا دل تین چیزون مین نہ لگاوے ورنہ اسکا
حال بدل جاویگا اول پیشہ کرنا دوم طلب حدیث سوم نکاح کرنا- اور فرمایا کہ صوفی کے لیے مین پسند کرتا ہون کہ نہ لکھے نہ پڑھے
اسلیے کہ اس سے ہمت بٹتی نہین غرض کہ جب معلوم ہوا کہ نکاح کی لذت مثل غذا کی لذت کے ہی تو ثابت ہوا کہ ان دونون لذتون
مین سے جونسی خدا سے روکنے والی ہوگی وہ ممنوع اور پرحذر ہی چھٹی ضرورت وہ ہی جو وسیلہ ان پانچون ضروریات کے حاصل کرنے کا ہی
اور وہ مال اور جاہ ہی- جاہ کے تو معنی یہ ہین کہ دلون کا مالک ہونا اس طرح کہ انکے اندر اپنی جگہ ڈھونڈھنی تاکہ اسکے ذریعے
لوگ اغراض اور اعمال مین کام آوین اور جو شخص کہ سب اپنے کام خود نہین کر سکتا اور دوسرے کی خدمت کا محتاج ہی تو ضرور ہی کہ اسکا
کچھ جاہ خادم کے دل مین ہونا چاہیے اسلیے کہ اگر خدمتگار کے دل مین اسکی قدر و منزلت نہوگی تو وہ خدمت کیون کریگا اور

اسی قدر و منزلت کا دل مین ہونا جاہ کہلاتا ہی اور اسکا آغاز تو نزدیک ہی ہی مگر انجام کو نوبت ایسے گڈھے کی پہونچا دیتا ہی جسکی کچھ تھاہ نہین اور کاجل کی کوٹھری مین گھسنے سے عجب نہین کہ داغ لگ جاوے — اب جاننا چاہیے کہ لوگون کے دلون مین جگہ کرنی یا تو کسی نفع کے حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہی یا ضرر کے دفع کرنے کے لیے یا کسی ظلم سے چھوٹنے کے لیے پس مال کے ہونے ہوے تو نفع کی کچھ ضرورت نہین اسلیے کہ اجرت پر جو شخص خدمت کرتا ہی وہ خدمت کریگا اگرچہ آقا کی قدر و منزلت اسکے دل مین نہو ہان جو شخص بے اجرت خدمت کرتا ہی اسکے دل مین جگہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہی اور رفع ضرر کے لیے حاجت جاہ کی ایسے شہر مین ہی کہ جہان عدل خوب نہو یا ایسے ہمسایون مین رہتا ہو کہ وہ اسکو ستاتے ہون اور یہ انکے شر دفع نہ کرسکتا ہو بجز اسکے کہ انکے دلون مین جگہ ہوجاوے یا بادشاہ کے نزدیک کچھ رتبہ ہوجاوے اور اس طرح کے جاہ مین مقدار ضرورت کی کچھ معین نہین خصوصاً جب کہ اسمین خوف اور سوء ظن انجام کا ملا ہوا ہو اور طلب جاہ مین چلنے والا طریق ہلاک کا سالک ہی بلکہ زاہد کو شایان یہی ہی کہ دلون مین ہرگز جگہ کا طالب نہو اسلیے کہ اسکا دل عبادت اور دین مین لگا رہتا ہی دلون مین وہ جگہ کردیگا کہ جس سے اسکو ایذا نہ پہونچے گو کافرون ہی مین رہتا ہو مسلمانون مین تو بطریق اولی ایذا نہوگی باقی رہے توہمات اور خیالات مفروضہ جیسے آدمی زیادتی جاہ کا خواہان ہوتا ہی بہ نسبت اس مقدار کے کہ خود بخود حاصل ہوگیا ہو تو اس طرح کے احتمالات سب جھوٹے وہم ہین کیونکہ جو شخص طالب جاہ کا ہوگا وہ بھی تو بعض احوال مین ایذا سے نہین بچیگا پس علاج اسکا صبر اور بردباری سے کرنا اسکی نسبت بہتر ہی کہ طلب جاہ سے کیا جاوے حاصل یہ کہ دلون مین جگہ کرنے کی طلب کے لیے ہرگز اجازت نہین تھوڑی مقدار اسمین سے بہت کی مقتضی ہوتی ہی اور اسکی عادت شراب کی عادت سے بھی سخت تر ہی تو اسکے تھوڑے اور بہت سے سب سے بچنا چاہیے۔

اور مال زندگی کے لیے ضروری ہی مگر تھوڑا سا مال کافی ہی پس اگر کوئی شخص پیشہ ور ہو تو جب ایک روز کی حاجت کے موافق حاصل کر لے تو چاہیے کہ پھر کام نہ کرے بعض اکابر کا دستور تھا کہ جب دو حبہ یعنی مقدار پانچ چھ آنہ کے کما لیتے تھے تو پھر اپنا کام بڑھا کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے یہ شرط زہد کی ہی پس اگر اس سے تجاوز کیا اور اسقدر پر نوبت پہونچی جو برس روز سے زیادہ کے لیے کافی ہو تو نہ ضعیف زاہدون مین رہیگا نہ قوی مین اور اگر اسکے پاس کوئی زمین ہو اور اسکو توکل پر خوب یقین نہو اور اس قطع زمین سے اتنا رکھ چھوڑے جسکی پیداوار سال بھر کو کافی ہو تو اس سے زہد کی حد سے خارج نہوگا بشرطیکہ جو کچھ سال کے خرچ کافی سے بچے اسکو صدقہ کردے مگر ایسا شخص ضعیف زاہدون مین سے ہی اور اگر زہد مین سے توکل کی شرط ہو جیسے حضرت اویس قرنی رح نے کی ہی تو یہ شخص زاہدین اور یہ جو ہم کہتے ہین کہ کوئی شخص یہ کام کرنے سے زاہدون کی حد سے نکل جاویگا اس سے ہماری غرض یہ ہی کہ جو کچھ قیامت مین عمدہ مقامات کا وعدہ زاہدین کو ہی اسکو نہ ملیگا ورنہ زہد کا نام اسپر سے بلحاظ اس چیز فضول کے جسمین زہد کیا ہی نہ جائیگا اور تنہا آدمی کا معاملہ اس باب مین بہ نسبت عیال دار کے خفیف تر ہی — اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ آدمی کو نہین چاہیے کہ اپنے گھر والون سے بزور زہد کراوے بلکہ چاہیے کہ انکو زہد کے لیے کہے اگر مانین فبہا ورنہ انکو رہنے دے اپنے آپ جو چاہے کرے یعنی شرط تنگی کی زاہد اسی پر خاص ہی عیال پر اسکے ذمے لازم نہین کہ تنگی کرے ہان اسکو یہ نہ چاہیے کہ ایسی بات انکی مانے جو اسکو حد اعتدال سے نکال دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت فاطمہ زہرا رض کے گھر سے پردہ اور دو کنگن دیکھ کر پھر گئے تھے اس سے یہ امر سیکھنا چاہیے کیونکہ وہ زینت ہی تھی حاجت کی چیز نہ تھی مگر جو باتین کہ آدمی انکی طرف جاہ و مال سے مضطر ہوتا ہی وہ ممنوع نہین بلکہ زاید از حاجت سم قاتل ہی اور جو کافی بقدر ضرورت ہی وہ دوا نافع ہی اور انکے درمیان درجات متشابہ ہین پس جو درجہ زیادتی سے قریب ہی گو سم قاتل نہو مگر مضر ہی اور جو حد ضرورت سے قریب ہی اگرچہ دوا سے نافع نہین لیکن اسکا ضرر کم ہی اور زہر کا پینا حرام ہی اور دوا کا پینا فرض اور ان دونون کے درمیان کا

حکم مشتبہ ہی جو احتیاط کریگا وہ اپنے واسطے کریگا اور جو سستی کریگا وہ اپنے لیے کریگا اور جو شخص اپنے دین کی صفائی مدنظر رکھ کر شبہے کی چیزون کو چھوڑ کر یقین اختیار کریگا اور اپنے نفس کو ضرورت کی تنگی پر روک رکھیگا تو وہ محتاط اور فرقہ ناجیہ مین سے ہی اور جو شخص قدر ضرورت پر اکتفا کرتا ہو اُسکو دنیا دار کہنا جائز نہین بلکہ اسقدر دنیا کا ہونا تو عین دین ہی اسلیے کہ دین کی شرط ہی اور شرط منجملہ مشروط کے ہی سمجھی جاتی ہی اور اس امر کی تائید پر روایت بھی دال ہی جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے حال مین منقول ہی کہ آپ کو ایک بار کچھ حاجت پیش ہوئی آپ اپنے ایک دوست کے پاس تشریف لیگئے تا کہ اُس سے کچھ قرض لین مگر اُسنے قرض نہ دیا آپ نہایت مغموم پھرے اللہ تعالی نے وحی بھیجی کہ اگر اپنے خلیل سے یعنے خدا ے تعالی سے مانگتے تو تمکو ضرور ملتا عرض کیا کہ الٰہی مجھے معلوم تھا کہ تجکو دنیا ناپسند ہی اسی لیے تجھ سے مانگتے ہوے ڈر معلوم ہوا حکم ہوا کہ حاجت یعنی مقدار ضرورت دنیا مین سے نہین انتہی - اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مقدار ضرورت داخل دین ہی اور جو اُسکے سوا ہو وہ آخرت مین وبال ہی اور دنیا مین بھی وبال ہی جو شخص کہ اغنیا کا حال دیکھتا ہی کہ کسقدر محنت و تردد مال کے حاصل کرنے اور اُسکے جوڑنے اور حفاظت کرنے اور ذلت اُٹھانے مین پڑتی ہی وہ جانتا ہی کہ مال کا دنیا مین وبال ہونا درست بات ہی - نہایت درجہ فلاح کا مال سے یہ ہی کہ وہ دار کے وارثون کو پہونچے اور وہ اُسکو کھاوین مگر وہ بعض اوقات مورث کے دشمن ہوا کرتے ہین اور کبھی اُس مال کو گناہ مین صرف کیا کرتے ہین تو گویا مورث ہی اُنکا مدد گار اس گناہ پر ہوا مال دنیا کا جمع کرنے والا اور شہوات کا طالب ایسا ہی جیسے ریشم کا کیڑا کہ اول اپنے اوپر ریشم بنتا جاتا ہی پھر اُسمین سے نکلنا چاہتا ہی مگر بچاو کی صورت نہین پاتا وہان ہی مرجاتا ہی اور باعث اپنی موت کا آپ ہی ہوتا ہی خود کردہ را چہ علاج اسی طرح جو شخص شہوات دنیا کا تابع ہوتا ہی وہ اپنے دل پر زنجیرین جکڑتا ہی اور جتنے شہوات ہین مال اور جاہ اور زن اور فرزند اور اعدا کو بُرا کہنا اور دوستون سے ریا کرنا وغیرہ یہ سب جدا جدا بیڑیان ہین کہ دل پر پڑجاتی ہین اب اگر اس شخص کو اپنی غلطی معلوم ہو اور دل مین خطرہ رجوع کا آوے اور نکلنا چاہے تو نہین نکل سکیگا دل پر وہ بیڑیان اور طوق دیکھیگا کہ اُنکا کاٹنا مشکل ہی اور اگر بالفرض ایک محبوب چیز اپنی خواہش کی چیزون مین سے اپنے اختیار سے چھوڑ دیگا تو گویا اپنی جان کو تلف کریگا اور خود اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤن پر کلہاڑی ماریگا اور اسی حال مین رہیگا یہان تک کہ ملک الموت ایکبارگی سب محبوب چیزون سے دم کے دم مین علیحدہ کریگا اور اُسوقت عجب صورت پیش آویگی کہ دل تو دنیا کی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہوگا جو چھوٹنے کو ہی اور ملک الموت کے پنجے دل کی رگون کے اندر گھسے ہوے اُسکو آخرت کی طرف کھینچینگے اور زنجیرین دنیاوی اُسکو دنیا کی طرف کشش کرینگی تو اس شخص کا ادنی حال مرنے کے وقت ایسا جاننا چاہیے جیسے کسی شخص کے نصف جسم کو آرہ سے چیر کر دو طرف سے دو آدمی پکڑ کر کھینچین اور علیحدہ کرین اور اُسمین بھی یہ ہی کہ جو شخص آرے سے چیرا جائیگا تو ایذا اُسکے بدن کو ہوگی اور یہ ایذا دل مین بطریق سرایت پہونچیگی اور بدن کے ذریعہ سے دل کو بھی درد معلوم ہوگا بخلاف اُس صورت موت کے کہ اُسمین تکلیف خاص دل ہی پر ہوتی ہی کسی غیر چیز سے سرایت کرکے نہین آتی تو ایسے رنج کا کیا ٹھکانا ہی غرض کہ یہ اول عذاب ہی کہ آدمی کو ملیگا اور اعلی علیین اور قرب رب العالمین کا فوت ہوجانا اُسکی حسرت رہنی یہ بعد کو ہوگی پس دنیا کی طرف میل کرنے سے خدا ے تعالی کے دیدار سے محروم رہیگا اور جو وہان سے محجوب ہوتا ہی اُسپر آگ دوزخ کی مسلط ہوتی ہی کیونکہ وہ صرف محجوب ہی پر مسلط ہوا کرتی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون ثم انہم لصالوا الجحیم اس آیت مین عذاب دوزخ کو بعد تکلیف حجاب کے فرمایا اور اگر صرف حجاب ہی کا عذاب دیا جاوے اور دوزخ کا عذاب نہو تو وہی ایک کافی ہی اور جب دونون ایک ساتھ ہونگے تو کیا حال ہوگا ہم خدا ے تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ ہمارے کانون مین وہی بات جماوے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک مین پھونک دی تھی یعنی آپ سے فرمادیا گیا تھا احبب من احببت فانک مفارقہ اور راز انجا کہ اولیاء اللہ کو معلوم ہوگیا تھا کہ آدمی اپنے اعمال اور اتباع خواہش نفسانی سے اپنے آپ کو ریشم کے کیڑے کی طرح ہلاک کرتا ہی اسی لیے انھون نے

دوزخ کے ۱۲ ح دوست رکھ جسکو تو چاہے مجکو اُس سے جدا ہونا ضرور ہے ۱۲ یہ حدیث پہلے گذر چکی ۱۲

دنیا کو ایک لخت ترک کر دیا یہان تک کہ حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ مین نے ستر بدر کے لوگون کو ایسا دیکھا ہے کہ جو چیز اُنپر حلال تھی اُسی مین زہد اتنا کرتے تھے کہ تم اتنا حرام چیزون مین بھی نہین کرتے اور ایک روایت مین یون ہے کہ وہ مصیبت کے وقت اتنا خوش رہا کرتے کہ تم حالت ارزانی و وسعت مین بھی نہین رہتے اگر تم اُنکو دیکھو تو دیوانہ جانو اور اگر وہ لوگ تمھارے کسی اچھے شخص کو دیکھین تو کہین کہ اسکو دین سے کچھ بہرہ نہین اور اگر تم مین سے بُرون کو دیکھین تو کہین کہ یہ قیامت پر ایمان نہین رکھتے اور اگر تم مین سے کسی کے سامنے مال حلال پیش کیا جاتا تھا تو نہ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرا دل نہ بگاڑ دے پس جو اہل دل ہوگا وہ بالضرور اُسکے بگڑنے سے بھی ڈریگا اور جن لوگون کے دلون کو دنیا کی محبت نے مُردہ کر دیا ہے اُنکا حال خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا والذین ہم عن آیاتنا غافلون اور فرمایا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطا اور فرمایا فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغہم من العلم ان آیتون مین ارشاد فرمایا کہ ان لوگون کی سب باتین غفلت اور نا دانستگی کی وجہ سے ہین - اور یہین لحاظ ایک شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مجکو اپنے سفر مین ساتھ رکھیے آنحضرت نے فرمایا کہ اپنا مال دیکر میرے ساتھ ہو جانا اُسنے عرض کیا کہ یہ تو مجھسے نہین ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ غنی جنت مین تعجب ہے کہ داخل ہو اور ایک روایت مین یون ہے کہ غنی جنت مین بڑی مشکل سے داخل ہوگا - اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے چار فرشتے اطراف دنیا مین چار آوازین دیتے ہین دو فرشتے مشرق مین اور دو مغرب مین مشرق کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے طالب خیر قدم بڑھا اور اے طالب شر بس کر اور دوسرا کہتا ہے کہ الٰہی دینے والے کو عمدہ عوض عنایت فرما اور بخیل کو بربادی مرحمت فرما اور مغرب کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ موت کے واسطے پیدا ہو اور اُجڑنے کے لیے عمارت بناؤ اور دوسرا کہتا ہے کہ لمبے حساب کے لیے کھاؤ اور نفع اُٹھاؤ

پانچوان بیان زہد کی علامات مین

جاننا چاہیے کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ مال کا تارک زاہد ہے حالانکہ ایسا نہین کیونکہ مال کا چھوڑنا اور اُس سے دل برداشتگی ظاہر کرنی ایسے شخص پر جو زہد پر مدح کو اچھا جانے بہت آسان ہے دیکھو اکثر راہب ہین کہ اُنھون نے اپنے نفسون کو تھوڑی ہی غذا کا عادی کرلیا ہے اور ایک ہی خانے مین بیٹھنا لازم کرلیا ہے اُنکی خوشی صرف یہی ہے کہ لوگ ہمارا احوال جانین اور دیکھکر تعریف کرین پس صرف مال چھوڑنے سے دلیل قطعی زہد کی کہان رہی بلکہ زہد مال اور جاہ دونون سے ضرور ہے تاکہ اور سب حظوظ نفسانی مین زہد پورا ہوتا اور طرفہ امر ہے کہ بعض لوگ بڑے عمدہ پشمینے کے لباس اور بڑھیا کپڑے پہن کر دعوے زہد کا کرتے ہین چنانچہ ابراہیم خواص رح اُن عیبون کے وصف مین فرماتے ہین کہ ایک لوگ دعوے زہد کا کرتے ہین اور پوشاک عمدہ پہن کر لوگون کو دھوکا دیتے ہین تاکہ اُنکو اگر کوئی پوشاک بھیجے تو ویسی ہی بھیجے اور اُنکی طرف فقیرون طرح نہ دیکھے کہ حقیر جان کر کچھ مسکینون کی طرح دے اور ایسے لوگ اپنے آپ کو منبع علم کا کہتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم طریق سنت پر ہین چیزین ہمارے پاس آتی ہین ہمکو اُنسے کچھ سروکار نہین حالانکہ اگر واقع مین دیکھا جاوے تو دوسرون کا روگ اپنے آپ لیتے ہین یہ سب کے سب دنیا کو بدلے دین کے کھاتے ہین اُنکی مراد اپنے باطنون کا تصفیہ اور اپنے نفسون کے عادات کی تہذیب نہین آخر اُنکی صفات ظاہر ہوکر غالب ہوگئین پس اُنھون نے اُنکو اپنا دجال کر دیا یہ لوگ دنیا کے راغب اور پیرو ہواے نفسانی کے ہین انتہی غرض کہ پہچاننا زہد کا ایک مشکل بات ہے بلکہ زہد کا حال زاہد پر بھی مشتبہ رہتا ہے زاہد کو چاہیے کہ اپنے باطن مین تین علامتون کا اعتماد کیا کرے اول پہچان یہ ہے کہ موجود پر خوش نہو نہ مفقود پر رنجیدہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم بلکہ اسکے برعکس ہونا چاہیے کہ مال کے ہونے سے رنجیدہ ہو اور جاتے رہنے سے خوش ہو دوسری پہچان یہ ہے کہ

نزدیک برا کہنے والا اور تعریف کرنے والا برابر ہو اول بات علامت مال مین زہد کی ہے اور دوسری علامت جاہ مین زہد کی ہے تیسری
پہچان یہ ہے کہ انس اللہ تعالے کے ساتھ ہو اور دل پر حلاوت طاعت کی غالب رہے کیونکہ دل حلاوت محبت سے خالی نہین رہتا ہے
یا محبت دنیا کی اُسمین رہتی ہے یا محبت اللہ تعالے کی ان دونون کا حال دل مین ایسا ہے جیسے پیالے مین پانی اور ہوا کا حال
ہوتا ہے کہ پانی جب اُسمین آتا ہے جب ہوا اُسمین سے نکل جاتی ہے دونون اکٹھا نہین ہوتے اور جو شخص اللہ تعالی سے مانوس ہوتا ہے وہ
اُسمین مصروف رہتا ہے دوسری چیز مین مشغول نہین ہوتا اور اسی وجہ سے جب بعض اکابر سے کسی نے پوچھا کہ زہد نے زاہدون کو کہانتک
پہونچادیا فرمایا کہ اللہ تعالی کے ساتھ مانوس ہونے تک - اور خداے تعالی کا اُنس اور دنیا کا اُنس جمع نہین ہوتے چنانچہ اہل معرفت کا
قول ہے کہ جب ایمان ظاہر دل پر لگا رہتا ہے تو دنیا اور آخرت دونون سے محبت کرتا ہے اور دونون کے لیے کام کرتا ہے مگر جب ایمان دل
کے سیاہ نقطے مین چلا آتا ہے اور اُسمین رہنے لگتا ہے تو دنیا سے بغض کرتا ہے اور اُسکی طرف نگاہ نہین کرتا نہ اُسکے لیے عمل کرے اور اسی واسطے
حضرت آدم علیہ السلام کی دعا مین منقول ہے اللھم انی اسالک ایمانا یباشر قلبی اور حضرت سلیمان رح فرماتے ہین جو اپنے نفس مین مشغول
ہوگا وہ آدمیون سے بیخبر ہوگا اور یہ مقام عمل کرنے والون کا ہے اور جو شخص اپنے رب مین مشغول ہوگا وہ اپنے نفس سے بیخبر ہوگا یہ رتبہ
عارفین کا ہے **شعر** اگر یارے از خویشتن دم مزن ٭ کہ شرک ست با یار و با خویشتن ٭ زاہد کے لیے ضرور ہے کہ ان دونون مقامون مین سے
ایک مین رہے پہلا مقام یہ ہے کہ اپنے نفس مین لگا رہے اس حال مین اُسکے نزدیک تعریف و مذمت اور وجود مال اور عدم برابر ہونگے
اور تھوڑا سا مال رکھنے سے اُسکے زہد کا جاتا رہنا نہ پایا جاویگا ابن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابو سلیمان رح سے پوچھا کہ
کیا حضرت داؤد طائی رح زاہد تھے اُنھون نے فرمایا کہ البتہ مین نے کہا کہ سُنا ہے اُنکو باپ کے ترکے مین سے بیس دینار پہونچے تھے اُنکو
اُنھون نے بیس برس مین خرچ کیا تھا وہ زاہد کیسے ہوے وہ تو دینار رکھتے تھے آپ نے فرمایا کہ تمھاری غرض یہ ہے کہ وہ حقیقت زہد کو
پہونچ جاتے حقیقت سے مراد حضرت ابو سلیمان رح کی انتہا تھی یعنے زہد کی کچھ انتہا نہین اسلیے کہ صفات نفس کے بہت ہین اور
زہد کامل جبھی ہوتا ہے جب سب صفات مین زہد کرے پس جو شخص کہ دنیا مین سے کسی چیز کو باوجود قدرت کے صرف اپنے دل و دین
کے خوف سے چھوڑیگا اُسکو اُسی قدر زہد سے بہرہ ہوگا اور انتہا یہ ہے کہ ماسوا اللہ کو سب کو ترک کردے یہانتک کہ پتھر پر بھی سر نہ رکھے
جیسے حضرت عیسی علیہ السلام نے کیا تھا - ہم خداے تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو زہد کا اول ہی درجہ نصیب فرماوے انتہا کے
درجات کی طمع تو ہم جیسون کو کہان ہوسکتی ہے اگرچہ خداے تعالی کے فضل سے امید توڑنے کی اجازت نہین اور اگر ہم اپنے اوپر
عجائب نعماے الہی کو لحاظ کرین تو جانین کہ اُسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہین پس اگر اُسکے جود کے اعتبار سے کہ ہر ایک کمال سے
بڑھکر ہے ہم بھی اپنی حیثیت سے بڑھکر سوال کرین تو کچھ دور نہین - جب یہ معلوم ہوا کہ زہد کی علامت فقر او غنا اور عزت اور ذلت اور
تعریف و مذمت کا یکسان ہوتا ہے اور یہ بات غلبۂ انس الہی سے ہوتی ہے تو اب جاننا چاہیے کہ اس سے بالضرور اور علامات متفرع
ہوتے ہین مثلاً دنیا کو ترک کرے اور یہ نہ پروا ہو کہ کس کے پاس گئی - اور بعضون نے فرمایا ہے کہ علامت زہد کی یہ ہے کہ دنیا کو جیسی کہ ہے
چھوڑ دے یہ نہ کہے کہ مین سرا سے بناؤنگا یا مسجد بناؤنگا اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ زہد کی علامت موجود چیز کی سخاوت ہے اور ابن
خفیف رح کہتے ہین کہ زہد کی علامت یہ ہے کہ جب چیز ہاتھ سے جاوے تو راحت پاوے اور یہی انھین کا قول ہے کہ بلا تکلف دنیا سے علیحدہ ہونا اور اعراض
کرنا زہد ہے - اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ اُون ایک نشان ہے زہد کی نشانیون مین سے پس نہ چاہیے کہ تین درم کا کمل پہنے اور دل مین رغبت
پانچ درم کے کمل کی ہو - اور حضرت امام احمد بن حنبل رح اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ زہد کی علامت امل کا کوتاہ
کرنا ہے - اور سری رح فرماتے ہین کہ زاہد کی عیش اچھی نہین ہوتی جب اپنے نفس سے بیخبر ہو اور عارف کی عیش اچھی نہین ہوتی

جب کہ اپنے نفس مین مشغول ہو۔ اور نصیر آبادی کہتے ہین کہ زاہد دنیا مین مسافر ہی اور عارف آخرت مین۔ اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ زہد کی تین علامتین ہین عمل کرنا بلا علاقہ اور قول بدون طمع اور عزت بدون ریاست اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ زاہد تمکو سرکہ اور رائی سونگھاتا ہی اور عارف مشک و عنبر۔ اور انسے ایک شخص نے پوچھا کہ مین توکل کی دوکان مین اور چادر زہد کی کب اوڑھونگا اور زاہدون مین کب بیٹھونگا انھون نے فرمایا کہ جب باطن مین تیرے نفس کی ریاضت اس درجہ کو پہونچ جاویگی کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھسے تین دن رزق علیحدہ رکھے تو تیرے یقین مین ضعیف نہو اور جب تک اس درجے کو نہ پہونچے تو تجکو زاہدون کے فرش پر بیٹھنا جہالت ہی پھر یہ بھی خوف ہی کہ کہین رسوا نہو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا شل دلھن کے ہی اور جو اسکو طلب کرتا ہی وہ اسکی مشاطہ ہی اور جو کوئی اسمین زہد کرتا ہی وہ اسکا منھ کالا کرتا ہی اور بال نوچتا ہی اور کپڑے پھاڑتا ہی اور عارف اللہ تعالیٰ سے مشغول رہتا ہی اسکی طرف التفات نہین کرتا۔ اور سری رح کہتے ہین کہ زہد مین سے مین نے جو بات چاہی وہ مجکو ملی مگر آدمیون مین زہد کرنے کو مین نہ پہونچا اور نہ اسکی مجھے طاقت ہی۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین اللہ تعالیٰ نے سب برائی ایک کوٹھری مین بند کی اور اسکی کنجی محبت دنیا بنائی اور تمام خیر ایک کوٹھری مین بند کی اور اسکی کلید دنیا مین زہد کرنے کو بنایا یہ بیان تھا جو ہمکو حقیقت زہد اور اسکے احکام مین لکھنا منظور تھا

اور چونکہ زہد بدون توکل تمام نہین ہوتا اسی لیے اب ہم توکل کو شروع کرتے ہین وباللہ التوفیق

پانچوان باب توحید و توکل کے بیان مین

رباعی گر تجکو ہی عقل رکھ توکل پہ قدم ۞ توحید خدا کا ورنہ تو مار نہ دم ۞ تدبیر کو کیا دخل ہی تقدیر مین جب ۞ لکھنا تھا جو لکھ چکا تر ےحق مین قلم ۞ واضح ہو کہ توکل دین کی منزلون مین سے ایک منزل اور یقین کے مقامات مین سے ایک مقام بلکہ مقربین کے عالی درجات مین سے ہی اور وہ علم کی رو سے نہایت دقیق اور عمل کے اعتبار سے نہایت مشکل ہی سمجھنے کی رو سے اسکے باریک ہونے کی وجہ یہ ہی کہ اسباب کا لحاظ کرنا اور ان پر تکیہ کرنا تو توحید مین شرک ہی اور اگر انسے بالکل تساہل اور سستی کیجاوے تو سنت پر طعن اور شریعت پر اعتراض ہوتا ہی اور اسباب کو لحاظ بھی نکرنا اور انپر تکیہ بھی کرنا قیاس مین مشکل سے آتا ہی بلکہ ورطہ جہالت مین پھنساتا ہی اسی لیے معنی توکل کے ایسی طرح سمجھنے کہ مقتضاے توحید کے بھی موافق ہو اور عقل و شرع کے بھی مطابق نہایت باریک اور مشکل ہی اسکے واقف ہونے پر اس پوشیدگی اور دقت کے ہوتے ہوے سواے ایسے علما کے جنکی آنکھ مین فضل الٰہی سے حقائق کا نور سما یا ہوا ہی اور کسی کی مجال نہین البتہ بڑے علما نے دیکھ کر معلوم کرلیا اور جو دیکھا سو بیان کیا جسطرح انسے بیان کرایا گیا اسی طرح انھون نے کہا اور ہم اس باب مین ایک مقدمہ اور دو فصلین لکھتے ہین مقدمے مین توکل کی فضیلت اور فصل اول مین توحید اور دوسری مین توکل کی حالت اور عمل لکھینگے

مقدمہ توکل کی فضیلت کے ذکر مین

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین اور فرمایا وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون اور فرمایا ومن یتوکل علی اللہ فهو حسبه اور فرمایا ان اللہ یحب المتوکلین پس ایسے مقام کا کیا کہنا ہی جو اسپر پہونچے وہ اللہ کا محب ہو اور اللہ تعالیٰ اسکا کفیل ہو جس شخص کا خداے تعالیٰ کافی ہو اور محبت اور حفاظت کرے وہ بڑی فلاح والا ہی اسلیے کہ محبوب کو عذاب نہو گا نہ دور رہیگا نہ محجوب ہوگا اور ایک آیت مین ارشاد ہی الیس اللہ بکاف عبده اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص

طالب کفایت بغیر سے ہو وہ توکل کا تارک ہی اور اس آیت کی تکذیب کرنے والا کیونکہ یہ سوال استفہام اقراری کے طور پر ہی جیسے یہ آیت ہی ہل اتے علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا یہین غرض یہی ہی کہ بیشک اللہ تعالے بندے کو کافی ہی اور فرمایا و من یتوکل علے اللہ فان اللہ عزیز حکیم یعنی ایسی عزت والا ہی کہ جو کوئی اُسکی پناہ مین آجاوے اُسکو ذلیل نہین کرتا اور جو اُسکی جناب مین ملتجی ہو اُسکو نامرادنہین فرماتا اور ایسا حکیم ہی کہ جو اُسکی تدبیر پر بھروسا کرتا ہی وہ اُسکی تدبیر سے کوتاہی نہین فرماتا اور فرمایا ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم اسمین بیان فرمایا کہ ہر ایک ماسوی اللہ مسخر ہی اُسکو بھی حاجت تمھاری جیسی حاجتون کی ہوتی ہی تو اُسپر توکل کیسے کیا جاوے اور فرمایا ان الذین تعبدون من دون اللہ لایملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ اور فرمایا و للہ خزائن السموات والارض ولکن المنافقین لایفقھون اور فرمایا یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنہ اور سوا ان آیات کے جو کچھ قرآن مجید مین توحید کا مذکور ہی اُس سب مین تنبیہ ہی کہ غیر کا لحاظ نہ کرو اور اللہ تعالے واحد قہار پر توکل کرو اور احادیث توکل کے باب مین یہ ہین کہ حضرت ابن مسعود رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجکو موسم حج مین امتین دکھائی گئین مین نے اپنی امت کو دیکھا کہ اُنسے سب پہاڑ اور نشیب بھر گئے ہین مجکو اُنکی کثرت اور ہیئت سے تعجب ہوا مجھسے سوال ہوا کہ تو خوش ہوا مین نے کہا کہ البتہ حکم ہوا کہ اُنکے ساتھ ستر ہزار اور جنت مین بیحساب داخل ہونگے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہونگے آپ نے فرمایا الذین لایکتوون ولایتطیرون ولایسترقون وعلے ربھم یتوکلون اسکو سنکر عکاشہ بن محصن اُٹھے اور عرض کیا کہ آپ خداے تعالے سے دعا مانگیین کہ اللہ تعالے مجکو بھی اُنھین لوگون مین سے کرے آپ نے فرمایا اللھم اجعلہ منھم یعنے الٰہی تو اسکو اُنہین سے کرے پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میرے واسطے بھی دعا فرمائیے کہ خداے تعالی مجکو بھی اُنہین سے کرے آپ نے فرمایا کہ اس دعا مین تجھسے سبقت عکاشہ کر چکا۔ اور ایک حدیث شریف مین وارد ہی کہ اگر تم لوگ اللہ تعالی پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو تمکو خداے تعالے ایسی طرح روزی دے جیسے پرندون کو دیتا ہی کہ صبح کو بھوکے اُٹھتے ہین اور شام کو شکم سیر ہوجاتے ہین اور فرمایا من انقطع الی اللہ عز وجل کفاہ اللہ تعالی کل مؤنۃ ورزقہ من حیث لایحتسب ومن انقطع الے الدنیا وکلہ اللہ الیھا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جسکو یہ اچھا معلوم ہو کہ سب لوگون مین زیادہ غنی ہوجاوے اُسکو چاہیے کہ اپنے سامنے کی چیز کی نسبت کہ خداے تعالی کے پاس کی چیز پر زیادہ اعتماد کرے اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کو جب فقر و فاقہ ہوتا تو ارشاد فرماتے کہ نماز کے واسطے کھڑے ہوجاؤ اور فرماتے کہ اس بات کا حکم مجکو میرے پروردگار نے دیا چنانچہ ارشاد فرمایا وامر اھلک بالصلوۃ واصطبر علیھا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے تعویذ کرایا یا داغ دیا اُسنے توکل نہین کیا یعنے ہر چند تعویذ کرنا قرآن مجید یا اور الفاظ سے جو شرع مین وارد ہین جائز ہی مگر توکل چاہتا ہی کہ سرے سے اسباب کی طرف التفات نہ رہے کہتے ہین کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گوپھن مین رکھ کر آگ مین پھینکا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُنسے پوچھا کہ آپ کو کچھ حاجت ہی آپ نے فرمایا کہ ہی مگر تجھسے نہین یہ اسواسطے کہا کہ جب اُنکو آگ مین پھینکنے کے لیے پکڑا تھا تو اُنھون نے فرمایا تھا حسبی اللہ ونعم الوکیل پس اس قول کا نباہ منظور تھا اسی وفا کے لیے قرآن مجید مین اللہ تعالے فرماتا ہی و ابراھیم الذی وفی یعنے وہ ابراہیم جنھے بات کو

پورا کیا ۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام پر خدا سے تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص کہ صرف میری حبل متین سے تمسک کریگا خلق سے سروکار نہ رکھیگا اگر اُسکے ساتھ تمام آسمان و زمین دغا کرینگے تو مین اُسکے لیے نکلنے کی راہ پیدا کر دونگا اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت سعید بن جبیر رح فرماتے ہین کہ مجکو بچھونے کاٹا میری مان نے مجکو قسم دلائی کہ تو جھاڑ والے مین سے جھاڑنے والے کے ہاتھ مین اپنا وہ ہاتھ دیدے یا جسمین نہین کاٹا تھا ۔ اور ابراہیم خواص رح نے یہ آیت پڑھی وتوکل علی الحی الذی لا یموت آخر تک پھر فرمایا کہ بندے کو بعد اس آیت کے خدا کے سوا کسی کی طرف التجا کرنی نہ چاہیے اور بعض اکابر کو خواب مین کسی نے یہ جتایا کہ جسنے اعتماد کیا اللہ تعالیٰ پر اُسنے اپنا رزق جمع کر لیا ۔ اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ ایسا نہو کہ آدمی رزق مضمون کی تلاش مین اپنے فرض اعمال سے بیخبر ہو جاوے اور آخرت کا معاملہ ابتر کر دے اور اُسکو دنیا مین اُسی قدر ملیگا جتنا کہ اُسکے لیے لکھا گیا ہے ۔ اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ جب آدمی کے پاس بے طلب رزق آتا ہے تو اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق کو بھی حکم ہے کہ آدمی کو تلاش کرے ۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ مین نے ایک راہب سے پوچھا کہ تو کہان سے کھاتا ہے اُسنے جواب دیا کہ یہ بات میرے جاننے کی نہین میرے پروردگار سے پوچھو کہ مجکو کہان سے کھلاتا ہے ۔ اور ہرم بن حیان رح نے حضرت اویس قرنی رح سے پوچھا کہ مین کہان رہون اُنھون نے شام کی طرف کو اشارہ فرما دیا پھر ہرم نے پوچھا کہ معیشت یعنی بسر اوقات کی کیا صورت ہے حضرت اویس رح نے فرمایا کہ تف ہے ان دلون پر انمین شک ملا ہوا ہے انکو نصیحت سے کیا فائدہ ہوگا ۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو آدمی نے اپنا وکیل جان لیا تو ہر ایک بہتری کی راہ اُسکو مل گئی

فصل اول توحید کے ذکر مین اسمین بیان اس توحید کی حقیقت کا ہے جو توکل کی اصل ہے جاننا چاہیے کہ ایمان کے تمام مقامات مین سے توکل بھی ہے اور اُسکے سب اقسام علم اور حال اور عمل سے بنتے ہین پس توکل بھی بالضرور انھین تینون چیزون سے حاصل ہوتا ہے اول علم جو اصل ہے پھر عمل جو ثمرہ ہے تیسرا حال جو توکل کے لفظ سے مراد ہے پس اول ہم اُس علم کا بیان شروع کرتے ہین جو اصل ہے اور اُسی کا قول اصل لغت مین ایمان ہے اسلیے کہ ایمان کے معنی تصدیق کے ہین اور جو تصدیق دل سے ہوگی وہ علم ہے اور اگر تصدیق قوی ہو جاتی ہے تو اُسکو یقین کہنے لگتے ہین مگر چونکہ اقسام یقین کے بہت ہین اور ہمکو انمین سے صرف وہ بیان کرتے ہین جنکے اوپر مدار توکل کا ہے اور وہ قسم وہ توحید ہے جو اس کلمۂ طیبہ مین سمجھی جاتی ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اور نیز وہ ایمان قدرت ہے جسکا بیان ان کلمات مین ہے لہ الملک اور اسی مین ایمان جود و حکمت الٰہی پر بھی ہے جسپر یہ قول دلالت کرتا ہے ولہ الحمد پس جس شخص نے کہا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر پس اُسکا وہ ایمان جو توکل کی اصل ہے پورا ہو گیا اور اس کہنے سے ہماری یہ غرض ہے کہ معنی اس کلمے کے ایک وصف لازم آدمی کے دل کے ہو جاوین اور دل پر غالب رہین رہی توحید وہ اصل اصول ہے مگر اسمین کلام طویل ہے اور وہ علم مکاشفہ سے ہے لیکن بعض علوم مکاشفہ احوال کے ذریعے سے اعمال سے بھی متعلق ہین اور علم معاملہ بدون اُنکے کامل نہین ہوتا اس صورت مین ہم توحید مین سے اُسی قدر بیان کرینگے جو متعلق معاملے سے ہے ورنہ توحید ایک دریاے ناپیدا کنار ہے اُسکی کچھ انتہا ہی نہین ۔ اب جاننا چاہیے کہ توحید کے چار مراتب ہین ایک مغز دوسرے مغز کا مغز تیسرے پوست چوتھے پوست کے اوپر کا پوست اور کم فہمون کے سمجھانے کے لیے ہم اُسکی ایک مثال فرض کر لیتے ہین کہ توحید کو مثل اخروٹ کے اپنے اوپر کے چھلکے مین سمجھنا چاہیے کہ اُسپر دونون چھلکے ہوتے ہین اور ایک مغز ہوتا ہے پھر مغز کے اندر تیل ہوتا ہے پس مرتبہ اول توحید کا تو یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان سے تو لا الہ الا اللہ کہے مگر اُسکا دل اُس سے غافل ہو یا منکر مثل توحید منافقون کے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ معنی اس لفظ کے اُسکا دل بھی سچ جانتا ہو جیسے عوام مسلمان اُسکی تصدیق کرتے ہین

یہ توحید عوام کی ہی تیسرا مرتبہ یہ ہی کہ بذریعہ نور حق کے یعنی کشف کے طور پر مشاہدہ ہوجاوین یہ مقام مقربین کا ہی اور اسکا حال
اس طرح ہی کہ اشیا کو بہت تو جانتا ہی مگر باوجود اشیا کی کثرت کے انکو واحد قہار سے ہی صادر سمجھتا ہی اور چوتھا مرتبہ یہ ہی کہ وجود مین
سوا ذات واحد یکتا کے اور کسیکو نہ دیکھے شعر جو سلطان عزت علم برکشد ٭ جہان سر بجیب عدم درکشد ٭ کا مضمون ہوجاوے اور
یہ مشاہدہ صدیقون کا ہی اور اسکا نام صوفیۂ کرام فنا در توحید کہتے ہین یعنی از انجا کہ اس رتبے والا سوا ایک ذات کے اور کچھ نہین
دیکھتا تو اپنے نفس کو بھی نہین دیکھتا اور جب واحد یکتا مین مستغرق ہونے کی جہت سے اپنے نفس کو نہین دیکھتا تو توحید مین اپنے
نفس سے فانی ہوگا یعنی اپنے نفس کے دیکھنے ہیگا نہین رہا پس ان مراتب مین سے اول شخص تو صرف موحد زبان کا ہی اسکا
فائدہ دنیا مین یہ ہی کہ قتل سے بچ جاتا ہی اور دوسرا شخص ان معنون کر موحد ہی کہ اپنے دل سے لفظ کے معنی سمجھتا ہی اور دل سے
تکذیب اپنے اعتقاد کی نہین کرتا اور اس طرح کی توحید دل پر ایک گرہ ہی اسمین بسط اور کشادگی نہین ہوتی تاہم اس توحید والا
عذاب آخرت سے محفوظ رہتا ہی بشرطیکہ اسی پر خاتمہ ہو اور گناہون کے باعث اسکو ضعیف نہ کردیا ہو پھر اس گرہ کے لیے چند حیلے
تو اس قسم کے ہین جنسے اسکا ڈھیلا کرنا اور کھولنا منظور ہوتا ہی انکو بدعت کہتے ہین اور کچھ تدبیرین ایسی ہین جنسے اس گرہ کا مضبوط
کرنا اور اسکے ڈھیلے کرنے والے اور کھولنے والے حیلون کا دور کرنا مقصود ہوتا ہی انکو کلام کہتے ہین اور جو علم کلام جانتا ہو اسکو
متکلم کہتے ہین اور اسکے مقابل کو مبتدع اور غرض متکلم کی یہ ہوتی ہی کہ مبتدع کو عوام کے دلون سے وہ گرہ نہ کھولنے دے اور متکلم کو بھی
موحد بھی کہتے ہین اس نظر سے کہ وہ اپنے کلام کے باعث سے معنی لفظ توحید کے عوام کے دلون مین حفاظت کرتا ہی تاکہ توحید کی گرہ کھلنے
نہ پاوے۔ اور تیسرا شخص ان معنون کر موحد ہی کہ اسنے صرف ایک ہی فاعل کا مشاہدہ کیا یعنی اسکو امر حق جون کا تون کھل گیا واقع مین
فاعل ایک ہی نظر آتا ہی اور حقیقت جیسی ہی ویسی ہی سوجھ پڑی ہی مگر اسنے بزور اپنے دل کو معتقد معنی لفظ حقیقت کا رکھا ہی تو یہ رتبہ
عوام اور متکلمین کا ہی کیونکہ عامی اور متکلم کے اعتقاد مین تو کچھ فرق نہین بلکہ یہ فرق ہی کہ متکلم ایسے کلام کے بنانے پر قادر ہی کہ جو کوئی
اس سے اعتقاد کو ضعیف کرنا چاہے تو اسکی تقریر دفع کردے۔ اور چوتھا شخص اس نظر سے موحد ہی کہ اسکے مشاہدے مین بجز واحد یکتا
کے اور کوئی نہین آیا وہ سب کو کثرت کی راہ سے نہین دیکھتا بلکہ وحدت کی راہ سے شعر وحدت مین تیری حرف دوئی کا نہ آسکے ٭
آئینہ کیا مجال تجھے منھ دکھا سکے ٭ یہ مرتبہ توحید مین سب سے اعلی ہی پس پہلا مرتبہ تو اوپر کا سا چھلکا اخروٹ کا ہی اور دوسرا
مرتبہ مثل دوسرے چھلکے کے ہی اور تیسرا مغز کے مانند ہی اور چوتھا مثل تیل کے ہی جو مغز مین سے نکلتا ہی اور جس طرح کہ اوپر کے چھلکے
سے کوئی فائدہ نہین اگر کھائیے تو تلخ ہی اور اگر اسکا باطن دیکھا جاوے تو بری صورت کا ہی اگر جلائیے تو آگ بجھا دے اور دھوان
زیادہ کرے اور اگر مکان مین رکھیے تو جگہ روکے غرض کسی قابل نہین بجز اسکے کہ چندے روز اخروٹ کی حفاظت اس سے رہے اور جب
مغز نکال لیا جاوے تو پھینک دیا جاوے اسی طرح توحید زبانی کا حال ہی جسمین دل کی تصدیق نہو کہ ایسی توحید سے کچھ فائدہ نہین نقصان
بہت ہی ظاہر و باطن مین بری ہی ہان چند روز کا فائدہ یہ ہی کہ نیچے کے چھلکے یعنی دل اور بدن کے بچاؤ کے لیے موت کے وقت تک کام آتی ہی اور منافق کے بدن کو
طعمۂ سیف مجاہدین نہین ہونے دیتی اسلیے کہ انکو حکم دلون کے چیرنے کا نہین ہی ظاہر کے اسلام کو دیکھتے ہین اسی وجہ سے منافقون کا بدن تلوار سے
محفوظ رہتا ہی مگر موت کے وقت یہ توحید انکے بدن سے علیحدہ ہوجاویگی اسکے لیے پھر اس سے کچھ کام نہ چلیگا اور جس طرح کہ نیچے کا چھلکا بہ نسبت اوپر کے
چھلکے کے ظاہر مین بہت مفید ہی اس سے مغز کی حفاظت ہوتی ہی اور رکھ چھوڑنے سے بگڑنے نہین دیتا اور اگر جدا کرلیا جاوے تو اندیشہ بعض
کا بھی کام کا ہی مگر بہ نسبت مغز کی قدر کم ہی اسی طرح صرف اعتقاد بدون کشف کے زبانی قول کی نسبت بہت مفید ہی مگر کشف و مشاہدہ کی نسبت جو
سینے کی کشادگی اور نور حق کی اسمین تابش سے حاصل ہوتا ہی اسکی قدر کم ہی کیونکہ یہی کشادگی اس آیت شریف مین مراد ہی فمن یرد اللہ

ان پر ہدایت یشرح صدرہ للاسلام اور اس آیت مین بھی افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ اور جس طرح کہ مغز بذات خود پوست کی
نسبت کہ نفیس ہی اور گویا مقصود وہی ہی مگر پھر بھی تیل نکالنے سے کچھ کھلی وغیرہ کی آمیزش سے خالی نہین اسی طرح توحید فعل الہی فاعل کا
ایک جاننا بھی سالکون کے حق مین بڑا مقصد عالی ہی مگر اسمین کچھ نہ کچھ التفات غیر کی طرف پایا جاتا ہی اور اس شخص کی نسبت جو
ایک کے سوا دوسرے کو دیکھتا ہی نہین ایسے شخص کا لحاظ کثرت کی طرف ہی نہین اگر یہ کہو کہ یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ آدمی بجز ایک ذات کے
مشاہدہ نہ کرے حالانکہ آسمان و زمین اور تمام اجسام محسوسہ کو دیکھتا ہی اور یہ چیزین بہت ہین تو بہت سی چیزین ایک کس طرح ہونگی
اسکا جواب یہ ہی کہ یہ نکتہ انتہائے علوم مکاشفات مین کا ہی ان علوم کے اسرار کا کسی کتاب مین لکھنا جائز نہین عارفین فرماتے ہین
کہ راز ربوبیت کا افشا کرنا کفر ہی علاوہ ازین اس امر کو علم معاملہ سے کچھ علاقہ بھی نہین ہان ابتدا سے نظر جو کثرت کا واحد جاننا بعید
معلوم ہوتا ہی اسکو سمجھا دینا ممکن ہی اور وہ اس طرح ہی کہ بعض چیزین کسی خاص مشاہدے سے دیکھو تو بہت ہین اور کسی اور اعتبار
سے دیکھو تو واحد ہین مثلاً اگر انسان کو اسکی روح اور جسم اور ہاتھ پانون اور رگون اور ہڈیون اور آنتون کے لحاظ سے دیکھو تو بہت
ہی اور اگر اعتبار سے مشاہدہ کرو تو ایک ہی یعنی انسانیت کے لحاظ سے دیکھو تو ایک ہی - اور بہت شخص ایسے ہین کہ انسان کو
دیکھتے ہین تو انکے دل مین خیال اسکی رگون کی کثرت کا اور آنتون اور ہاتھ پانون کا اور جدا ہونے روح و جسم اور اعضا کا
نہین گذرتا - اور دونون صورتون مین فرق یہی ہی کہ جب آدمی کو حالت استغراق واحد کے ساتھ ہوتی ہی تو وہ واحد مین تفرق
اور جدائی نہین دیکھتا اور جب مین کثرت کی طرف التفات کرتا ہی تو خیال علیحدہ ہونے ان اشیا کا گذرتا ہی اسی طرح جتنی اشیا
موجود ہین خواہ خالق ہی یا مخلوق سب کے لیے اعتبارات اور مشاہدات بہت اور جدا جدا ہین کسی اعتبار سے وہ واحد ہین
اور کسی سے بہت کچھ بعض اعتبارات سے کثرت زیادہ ہوتی ہی اور بعض سے کم اور انسان کو جو ہمنے مثال مین لکھا ہی ہرچند
مطابق مطلب کے نہین تاہم اس سے فی الجملہ مشاہدے مین کثرت کا واحد ہوجانا معلوم ہوجاتا ہی اور اس قسم کے موحدین پر
محل انکار نہین رہتا اور جس مقام پر کہ ابھی آدمی کی رسائی نہین ہوئی اسکی تصدیق کرنے لگتا ہی اس تصدیق کی بدولت اسمین
توحید اعلی مرتبہ والے سے کچھ بہرہ ہوجاتا ہی گو جس قسم کی توحید پر ایمان لایا ہی وہ حالت حاصل نہوئی ہو جیسے مثلاً کوئی نبوت پر
ایمان لاوے تو ہرچند خود نبی نہو مگر نبوت سے اسکو اسی قدر بہرہ ہوگا جس قدر کہ اسپر ایمان قوی ہوگا اور یہ مشاہدہ جسمین کہ
بجز ذات واحد مطلق کے اور کچھ نہین سوجھتا کبھی تو ہمیشہ رہتا ہی اور کبھی بجلی کی طرح کوندجاتا ہی اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہی ہمیشہ حال
رہنا بہت ہی کم ہی - روایت ہی حسین بن منصور حلاج رح نے ابراہیم خواص رح کو سفر کرتے دیکھا تو پوچھا کہ تم کس فکر مین ہو انھون نے
فرمایا کہ مین سفر مین پھرتا ہون تاکہ توکل مین اپنا حال درست کرون اور خواص رح متوکلین مین سے تھے حسین بن منصور نے فرمایا
کہ تمنے اپنی تمام عمر اپنے باطن کی آبادی مین ضائع کی فقہ اور توحید کہان گئی اسکو کیون نہین اختیار کرتے شعر اگر یارے از
خویشتن دم ہمزن * چہ کہ شہر کے ست بایار دا خویشتن * گویا حضرت خواص رح توحید مین تیسرے مقام کی درستی کرتے تھے اور حسین رح
نے انکو چوتھے مقام پر ترغیب دی غرض کہ مقامات موحدین کا حال برسبیل اجمال بیان کیا گیا اب اسقدر توحید کی شرح
سننی چاہیے جسپر توکل مبنی ہی یہ پچھلے مقام کے بیان مین تو خوض ہی کرنا نہ چاہیے اور نہ توکل اسپر مبنی ہی بلکہ حال توکل تیسری
قسم کی توحید سے حاصل ہوتا ہی اور قسم اول کی توحید نفاق ہی اسکا حال ظاہر ہی ہی اور دوسری قسم کی توحید عام مسلمانون مین
موجود ہی اسکے پختہ کرنے کا طور علم کلام مین مذکور ہی اور بدعتیون کے اعتراضات کا جواب بھی اسی علم مین موجود ہی اسمین سے جسقدر
کہ ضروری ہی ہمنے اسکا ذکر کتاب اقتصاد فی الاعتقاد مین لکھا ہی - باقی رہی تیسری قسم توحید کی سو اسی پر توکل مبنی ہی اسلیے کہ صرف

توحید اعتقادی تو موجب حال توکل کے نہین ہو اسمین کچھ کشف و مشاہدہ کا ہونا بھی چاہیے پس تیسری قسم مین سے جسقدر پر توکل
موقوف ہو اسکو ہم بیان کرتے ہین اسکی تفصیل تو اس جیسی کتابین نہین آسکتی مگر مختصر یہ ہو کہ آدمی پر یہ امر ظاہر ہو جاوے کہ فاعل
سوا خدا ے تعالے کے اور کوئی نہین اور جتنی موجود چیزین ہین یعنی خلق اور رزق اور بخشش اور نہ دینا اور موت و حیات اور توانگری
و مفلسی وغیرہ جنکو کسی نام سے کہہ سکتے ہین انکا موجد اور مبدع اور مخترع اللہ تعالے ہی ہو کوئی اسکا شریک نہین جب آدمی پر یہ بات
کھل جاویگی تو پھر اور کی طرف نہ دیکھیگا بلکہ خدا ے تعالے ہی سے خوف کریگا اور اسی سے توقع رکھیگا اور اسی پر اعتماد و توکل کریگا
اسلیے کہ کرنے والا کامون کا تو صرف وہی ہو دوسرا اور کوئی نہین اور جو اسکے سوا ہین وہ سب مسخر ہین ایک ذرہ بھی آسمان و
زمین کے ملکوت مین سے نہین ہلا سکتے اور جب باب مکاشفہ آدمی کے اوپر کھل جاتا ہو تو یہ امر اسکو آنکھ کے مشاہدہ سے بھی
زیادہ واضح ہو جاتا ہو - اب جاننا چاہیے کہ اس توحید سے آدمی کو شیطان ایسی جگہ مین روک دیتا ہو جہان اسکو یہ معلوم ہو
کہ انسان کے دل پر کچھ ملاوٹ شرک کا بھی چلا جاویگا اور اسکی دو صورتین ہین اول حیوانات کے اختیار پر التفات کرنے سے دوم
جمادات کے التفات سے - جمادات کے التفات سے شرک ایسے کرتا ہو کہ مثلاً آدمی کھیتی کے نکلنے اور جمنے مین مینہ پر اعتماد کرے
اور مینہ کے برسنے کے لیے ابر پر اور ابر کے اکٹھا ہونے کے واسطے سردی پر اعتماد کرے اور کشتی کے برابر رہنے اور چلنے مین ہوا پر
اعتماد کرے تو یہ سب باتین توحید کے باب مین شرک مین اور حقیقت امور سے جہالت کی دلیل ہین اسی واسطے اللہ تعالے فرماتا ہو
فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین له الدین فلما نجاهم الی البر اذا هم یشرکون اسکے معنی بعض مفسرین یہ فرماتے ہین کہ کشتی کے
سوار کہنے لگتے ہین کہ اگر ہوا اچھی نہوتی تو ہم نہ بچتے اور جس شخص پر حال عالم کا واقعی معلوم ہو گیا ہو وہ جانتا ہو کہ ہوا بھی
بھی ایک ہوا ہو اور ہوا اپنے آپ سے نہین چلتی جب تک اسکو کوئی حرکت دینے والا نہو اسی طرح اسکے محرک کو ایک اور محرک
چاہیے یہان تک کہ سلسلہ محرک اول پر پہونچے کہ اسکو کوئی محرک نہین اور نہ وہ بذات خود متحرک ہو پس نجات کے باب مین ہوا کے
التفات ہوا کی طرف ایسا ہو جیسا کوئی شخص گردن مارا جانے کو پکڑا جاوے اور بادشاہ اسکی رہائی اور عفو قصور کا حکم لکھ دے
تو یہ شخص دوات اور کاغذ اور قلم کو جنسے کہ حکم لکھا گیا ہو یاد کرے اور کہے کہ اگر قلم نہوتا تو مین نہ بچتا اور اپنی نجات قلم سے سمجھے جب
قلم کو ہلایا اس سے نہ سمجھے تو یہ نہایت جہالت ہو اور جو شخص جانے کہ قلم کچھ حکم نہین دے سکتا بلکہ وہ کاتب کے ہاتھ مین مسخر ہوتا ہو
تو وہ قلم کی طرف التفات نہین کریگا اور سوا کاتب کے اور کا شکر گزار نہوگا بلکہ بعض اوقات نجات کی خوشی اور بادشاہ کے شکر
مین دل پر قلم اور سیاہی وغیرہ کا خطرہ بھی نہوگا پس آفتاب اور چاند اور ستارے اور مینہ اور ابر اور زمین اور ہر ایک حیوان اور
پتھر وغیرہ سب خدا ے تعالی کے قبضۂ قدرت مین اس طرح مسخر ہین جیسے کاتب کے ہاتھ مین قلم بلکہ یہ مثال بھی صرف سمجھانے کے
واسطے کہ دیکھئی کہ لوگ یہی اعتقاد رکھتے ہین کہ دستخط بادشاہ کیا کرتے ہین اور درواقع مین کاتب خدا ے تعالی ہی ہو چنانچہ
ارشاد فرماتا ہو وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی پس جب آدمی پر یہ بات کھل جاتی ہو کہ تمام چیزین آسمان و زمین کی اسطرح
مسخر ہین تو شیطان اس سے نا امید پھرتا ہو کہ اب اسکی توحید مین یہ شرک جمادات کا تو نہین ملا سکتا مگر دوسری صورت سے پیش
آتا ہو یعنی التفات حیوانات کے اختیار کا اپنے افعال اختیاری مین دل مین ڈالتا ہو اور کہتا ہو کہ تو سب باتون کو اللہ کی طرف سے
کیسے اعتقاد کرتا ہو دیکھ فلان شخص تجھکو اپنے اختیار سے رزق دیتا ہو اگر چاہے دے اور چاہے نہ دے اور بادشاہ کو اختیار
ہو چاہے تیری گردن تلوار سے اڑا دے چاہے معاف کر دے تو خوف بادشاہی سے چاہیے اور اسی سے توقع رکھنی چاہیے کیونکہ
تو اسی کے قابو مین ہو اور یہ بات تو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہو اور اسمین کچھ شک نہین اور یہ بھی کہتا ہو کہ اگر قلم کو تو کاتب نہین جانتا

اسی جہت سے کہ وہ کاتب کے ہاتھ مین مسخر ہی تو کاتب تو اُس سے باختیار خود لکھتا ہی اسکو کاتب کیون نہین جانتا اس خطرے مین
اکثر لوگون کے قدم لغزش کھا جاتے ہین بجز اللہ تعالیٰ کے مخلص بندون کے جنپر شیطان مردود کو قابو نہین وہ لوگ البتہ چشم بصیرت
سے کاتب کو بھی مسخر اور مضطر دیکھتے ہین جیسے ضعفا قلم کو مسخر دیکھتے ہین اور انکو معلوم ہوگیا ہی کہ ضعفا نے اس باب مین ایسی غلطی کی
جیسے چیونٹی مثلاً کاغذ پر پھرتی ہو اور دیکھے کہ قلم کی نوک کاغذ کو سیاہ کر رہی ہی اور اُسکی بینائی ہاتھ اور اُنگلیون پر نہ پہونچتی ہو چہ جائیکہ
کہ کاتب کو دیکھے تو وہ غلطی سے یہی جانیگی کہ کاغذ کی سفیدی کو قلم ہی سیاہ کرتا ہی اور اسکی غلطی کی وجہ یہی ہی کہ اسکی بینائی قلم کی نوک سے
اوپر نہین جا سکتی اسواسطے کہ انکی کا حدقہ بہت تنگ ہی پس اسی طرح جس شخص کا سینہ اسلام کے لیے خدا تعالیٰ کے نور سے
نہین کھلا اُسکی بصیرت آسمان و زمین کے جبار کے دیکھنے سے قاصر ہی وہ نہین دیکھ سکتا کہ وہ واحد یکتا سب کے اوپر غالب ہی اسی لیے
کاتب ہی پر اُسکی نظر راہ مین ٹھہر گیا اور یہ صرف جہالت ہی اور ارباب قلوب اور مشاہدات کا حال یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ اُنکے لیے آسمان و زمین
کے ہر ذرے کو اپنی قدرت کاملہ سے گویا کر دیتا ہی یہان تک کہ وہ لوگ اُن ذرات کی تقدیس اور تسبیح خدا تعالیٰ کے لیے سنتے ہین اور
اُنکے گوش حق نیوش مین آواز اُن اشیا کے اقرار کی اپنی عاجزی پر بدون کسی حرف اور صوت کے سنائی دیتی ہی جنکے کان ہی نہین
وہ اُسکو البتہ نہین سنتے سچ ہی شعر برگ درختان سبز در نظر ہوشیار * ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار رہ ہماری غرض
کان سے یہ کان نہین جو آواز کی چیزون کے سوا نہین سن سکتے ایسے کان تو گدھے کے بھی ہوتے ہین اور نہ ایسی چیزون کی کچھ قدر ہی
جسمین کہ بہائم شریک ہون بلکہ اُن کانون سے یہ غرض ہی جنسے وہ کلام سمجھی جاوے جسمین نہ حروف ہون نہ آواز نہ عربی ہو نہ عجمی پس
اگر کوئی کہے کہ یہ تو ایک تعجب کی بات ہی عقل اسکو قبول نہین کرتی اشیا کے بولنے کی کیفیت کو بیان کرنا چاہیے کہ وہ کیسے بولتی ہین اور
کیا کہتی ہین تسبیح اور تقدیس خدا تعالیٰ کی کس طرح کرتی ہین اور اپنے نفسون کے عاجز ہونے کی شہادت کیسے دیتی ہین تو اسکا جواب
یہ ہی کہ آسمان و زمین کے ہر ذرے کو ارباب قلوب کے ساتھ باطن مین ایک مناجات ہی اور اسکا کچھ حصر و انتہا نہین اسلیے کہ وہ کلمات
خدا تعالیٰ کے کلام کے سمندر سے جسکی کچھ حد نہین مدد پاتے ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر
قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا پھر یہ سب ذرات اسرار مملکت اور ملکوت کے بیان کرتے ہین اور بھید کا افشا کرنا بڑا ہی
بلکہ سینہ احرار قبور اسرار ہوتا ہی اور تمنے کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ جو شخص بادشاہ کے راز کا امین ہو اور بادشاہ اُس سے اپنے خفیہ امور کے
[illegible] بیان کر دے اور اگر بھید کا افشا کرنا درست ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا
ولبکیتم کثیرا بلکہ ذکر فرما دیتے تاکہ روئین اور خندہ نہ کرین اور نیز تقدیر کے راز کے فاش کرنے سے منع نہ فرماتے اور یہ ارشاد نہ فرماتے
کہ جب ستارون کا ذکر ہو تو اُسے تو چپ رہو اور تقدیر کا مذکور ہو تو سکوت کرو اور میرے اصحاب کا جب ذکر ہو تو خاموش ہو جاؤ
اور نیز حضرت حذیفہ رضی کو بعض اسرار کے لیے خاص نہ فرماتے غرض کہ ذرات ملک و ملکوت کے جو اہل دل سے مناجات کرتے ہین
اُن باتون کو مذکور نہ کرنے کی دو وجہ ہین اول محال ہونا افشائے راز کا دوم بے انتہا ہونا اُنکے کلمات و حکایات کا تاہم جو مثال
ہمنے اوپر لکھی ہی یعنی حرکت قلم مین اسکی تھوڑی سی گفتگو بسبیل اجمال لکھے دیتے ہین تاکہ مجملاً توکل کے مبنی ہونے کی کیفیت اُس سے
سمجھ مین آجاوے اور ہر چند یہ گفتگو حروف و آواز سے متعلق نہین مگر اسکو ہم حروف و آواز سمجھانے کی ضرورت کے لیے بنائے لیتے ہین
اور کہتے ہین کہ ایک شخص سالک نے جو نور الٰہی مشعل راہ رکھتا تھا کاغذ کو دیکھا کہ اُسکا رخ سیاہی سے کالا ہو گیا ہی اُسنے پوچھا کہ
تیرا چہرہ تو سفید تھا اب تونے کالا کیون کیا اسکی کیا وجہ ہی کاغذ نے جواب دیا کہ یہ کیا انصاف ہی کہ یہ بات مجھ سے پوچھتا ہی
مین نے اپنے آپ تو کالا نہین کیا روشنائی سے پوچھ کہ وہ دوات مین جہان اُسکا ٹھکانا اور وطن تھا بیٹھی تھی وہان سے نکلی اور

ہیرے صفحہ یخ پر زبردستی تاخت کی اُسنے کہا کہ تو سچا ہی پھر روشنائی سے پوچھا کہ کیا سبب ہی جو تونے کاغذ کا منھ سیاہ کیا اُسنے کہا کہ بھلا مجھ سے پوچھتے ہو مین تو دوات مین چپ چاپ بیٹھی تھی میرا قصد نہ تھا کہ اُس جگہ سے نکلون مگر قلم نے اپنی طمع فاسد سے مجھپر زیادتی کی اور مجھکو وطن سے جلا وطن کردیا اور میری جماعت کو تتر بتر کرڈالا سارے صفحے پر تمکو متفرق معلوم ہی ہوتی ہو عیان را چہ بیان تو اسکی وجہ قلم سے پوچھنی چاہیے مجھ سے کیا علاقہ اُسنے کہا کہ تو درست کہتی ہو پھر قلم سے وجہ اُسکے ظلم و زیادتی کی روشنائی پر پوچھی اُسنے کہا کہ یہ امر مجھ سے پوچھتے ہو مین تو ایک بیٹھا تھا کہ نہرون کے کنارے ہرے ہرے درختون مین کھڑا تھا ہاتھ چھری لیکر ہونچا اور مجھکو جڑ سے اکھاڑ کر میرا پوست اُتارا اور کپڑے پھاڑے پوریان جدا کین پھر تراشا اور سر چیرا اور قط لگایا پھر سیاہی مین ڈبویا اب مجھ سے خدمت لیتا ہو اور مجھکو سر کے بل چلاتا ہو تو مجھ سے پوچھ کر کیون زخم پر نمک چھڑکتا ہو الگ رہ اور ہاتھ سے پوچھ جسنے مجھے دبا رکھا ہو اُسنے کہا کہ تیرا قول درست ہو ہاتھ سے پوچھا کہ تونے قلم پر کیون ظلم کیا ہو اُس سے خدمت کیون لیتا ہو ہاتھ نے کہا کہ میان صاحب مین تو گوشت اور ہڈی اور خون ہون تمنے کہین دیکھا ہو کہ گوشت ظلم کرتا ہو یا کوئی جسم اپنے آپ حرکت کرتا ہو مین تو ایک سواری ہون مجھپر ایک سوار قدرت نام سوار رہتا ہو مجھے وہی پھراتا اور دوڑاتا ہو تمام زمین پر لیے پھرتا ہو دیکھو درخت اور پتھر کوئی بھی اپنی جگہ سے نہین ہلتا اور نہ اپنے آپ حرکت کرے کیونکہ اُنپر یہ زبردست سوار نہین مُردون کے ہاتھ مین اور مجھ مین صورت شکل مین کچھ فرق نہین وہ کیون قلم نہین پکڑتے غرض کہ مجھ سے اور قلم سے کچھ واسطہ نہین یہ سوال قدرت سے کرنا چاہیے میرا کچھ قصور نہین مین صرف سواری ہون سوار ہی مجھے ہلاتا ہو اُسنے کہا سچا ہو پھر قدرت سے پوچھا کہ کیا وجہ ہو کہ تو ہاتھ سے خدمت لیتی ہو اور اُسے اِدھر اُدھر پھراتی ہو اُسنے کہا کہ تم مجھے عتاب و ملامت مت کرو بہت ایسا ہوتا ہو کہ ملامتگر پر خود ملامت عائد ہوتی ہو اور جسکو ملامت کرتے ہین اُسکا قصور نہین نکلتا تمکو میرا حال کیا معلوم نہین کیسے جانا کہ مین نے ہاتھ پر سوار ہونے سے زیادتی کی ہین تو اُسپر ہلنے سے پہلے بھی سوار تھی مجھے اُسکے ہلانے سے کیا مطلب تھا مین تو چپ چاپ سوتی تھی اور ایسے خواب خرگوش مین تھی کہ لوگ یہ جانتے کہ مردہ ہو یا معدوم ہو یعنی نہ خود متحرک تھی نہ دوسرے کو حرکت دیتی تھی یہان تک کہ ایک موکل آیا اور اُسنے مجھکو ہلایا اور زبردستی مجھ سے یہ کام لیا جسپر تم ملامت کرتے ہو مجھکو طاقت اُسکے موافقت کی تھی نہ تاب مخالفت اُس موکل کا نام ارادہ ہو مین اُسکو نام ہی سے جانتی ہون یا اس سے پہچانتی ہون کہ ایکبارگی اُسنے چڑھائی کرکے مجھکو گہری نیند سے جگادیا اور بزور مجھ سے وہ کام لیا اگر میری تجویز ہوتا کوئی پوچھتا تو مجھکو گنجایش تھی کہ مین کچھ بھی نہ کرتی اُسنے کہا کہ درست ہو پھر ارادے سے پوچھا کہ تجکو کیا ہوا تھا کہ قدرت پر جو چپ چاپ اطمینان سے سو رہی تھی جا پڑا اور اُسکو حرکت دینے مین لگادیا اور ایسی زبردستی کی کہ اُسکو تاب مخالفت نہین ہوئی اور بدون تیری اطاعت کے کوئی گریز اور مفر نظر نہ آیا ارادے نے کہا کہ جلدی مت کرو شاید تمہارے عتاب کا عذر میرے پاس موجود ہو یعنی مین اپنے آپ نہین اُٹھا بلکہ مجھکو ایک زبردست کے حکم نے اُٹھایا اور بھیجا مین اُسکے آنے سے پیشتر ٹھہرا ہوا تھا مگر بارگاہ حضرت دل سے علم کا قاصد عقل کی زبانی میرے پاس آیا اور یہ پیام سُنایا کہ قدرت کو اُٹھا دے مین نے مجبوری قدرت کو حرکت دی اسلیے کہ مین بیچارہ تابع علم و عقل کا ہون مجھے خبر نہین کہ مجھکو اُنکی خدمتگزاری کا کیون حکم ہو اور کسلیے مین اُنکی اطاعت کے لیے مجبور ہون اتنا جانتا ہون کہ جب تک یہ ایلچی نہین آتا تب تک چین جان سے رہتا ہون یہی میرا حاکم ہو خواہ عادل ہو یا ظالم ہو اسی کے لیے مین مستعد ہون اور اسی کی اطاعت مجھپر واجب و لازم ہو بلکہ جب یہ حکم قطعی کردیتا ہو تو مجھکو تاب مخالفت نہین رہتی اپنی جان کی قسم ہو کہ جب تک وہ خود اپنے جی مین متردد اور حکم مین متحیر رہتا ہو تو مین چپکا رہتا ہون مگر چوکنا اور حکم کا منتظر رہتا ہون اور جب حکم اُسکا یقینی ہوا

ہوتا ہے تو اپنی سرشت کی رو سے مین اُسکی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے مضطر ہوجاتا ہون اور قدرت کو تعمیل مقتضاے حکم کے لیے
اُٹھا دیتا ہون اب تم اپنا سوال اور عتاب مجھسے الگ رکھو علم سے میرا حال پوچھو بقول شخصے کہ مردہ بدست زندہ حکم حاکم مرگ مفاجات
محکوم کو بجز اطاعت اور کیا چارہ ہے سالک نے کہا سچ ہے پھر علم اور عقل اور دل سے جا کر مطالبہ اور عتاب کیا کہ تمنے ارادے کو اپنا
تابع قدرت کے اُٹھانے کے لیے کیون کیا اور اُس سے خدمت کیون لی عقل نے تو جواب دیا کہ مین تو ایک چراغ ہون خود روشن
نہین ہوا کسی اور نے روشن کیا ہے اور دل نے کہا کہ مین ایک تختی ہون خود نہین پھیلی کسی نے پھیلایا ہے اور علم نے کہا کہ مین ایک نقش
ہون جو تختی دل کی سفیدی پر چراغ عقل کے روشن ہونے کے بعد منقوش ہوجاتا ہون اور مین خود منقوش نہین ہوا بہت دنون
تختی مجھسے پیشتر خالی ہی تھی پس جس قلم نے کہ مجکو نقش کیا اُس سے پوچھو کیونکہ نقش بدون قلم کے نہین اسوقت سائل عاجز
ہوکر جواب پر قانع نہوا اور کہنے لگا کہ اس راہ مین مین بہت پھرا اور بہت سی منزلین طے کین اور جس سے مجھے توقع ہوئی کہ یہ
بتلاویگا وہ دوسرے ہی پر حوالہ کرتا گیا مگر پھرنے کی کثرت سے مین خوش ہی ہوتا تھا اسلیے کہ ہر کوئی ایک جواب معقول دلپسند تو
دیتا تھا اور رفع سوال مین ایک عذر ظاہر بیان کرتا تھا مگر تو جو کہتا ہے کہ مین خط اور نقش ہون مجکو قلم نے لکھا ہے یہ بات مین نہین
سمجھتا اسلیے کہ مین قلم صرف نے وغیرہ کا جانتا ہون اور تختی بھی لوہے لکڑی کی دیکھی ہے اور نقش سیاہی و سرخی وغیرہ کا معلوم ہے
چراغ آگ سے روشن دیکھا ہے مگر اب جو ذکر تختی اور چراغ اور خط اور قلم کا ہے انمین سے کوئی چیز نہین دیکھتا عجیب بات ہے کہ شور
سنتا ہون اور چکی نہین دیکھتا علم نے کہا کہ تم جو کہتے ہو ٹھیک ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ تمھارے پاس مایہ اور زاد کم ہے اور سواری کمزور
اور جس راہ کے طے کرنے کا قصد رکھتے ہو اُسمین مہلکے اور مخاوف بہت ہین بہتر یہ ہے کہ اب اس خیال سے درگذرو اور اپنی راہ لو
تم مرد اس میدان کے نہین ہو جسکا کام اُسیکو ساجے اور اگر تم مقصد کی راہ پوری ہی کرنی چاہتے ہو تو کان لگاؤ اور سنو کہ
تمھارے اس رستے کے عالم تین ہین اول عالم ملک و شہادت ہے جسمین کی چیزین کاغذ اور قلم اور روشنائی اور ہاتھ وغیرہ تھے
اُنسے تم بتدریج بڑھ آئے دوسرا عالم ملکوت ہے وہ میرے بعد ہے جب تم مجھ سے آگے چلوگے تو اُس عالم کی منزلون مین جا پہونچوگے
اُسی عالم مین جنگل وسیع اور بڑے بڑے دریا اور اونچے اونچے پہاڑ ہین مجھے نہین معلوم کہ تم اُنمین کیسے بچوگے اور تیسرا عالم
جبروت ہے وہ ملک اور ملکوت کے درمیان مین ہے اُسمین سے تم تین منزلین طے کر چکے ہو اسلیے کہ اُسکے شروع مین منزل قدرت
اور ارادہ اور علم ہے اور یہ عالم ملک اور ملکوت مین واسطہ ہے یعنے عالم ملک کا رستہ بہ نسبت اُسکے سہل ہے اور عالم ملکوت کا رستہ
اُسکی نسبت نہایت سخت اور دشوار گذار ہے اس عالم کو اُن دونون عالم کے درمیان ایسا جاننا چاہیے جیسے کشتی کی چال زمین
اور پانی کے درمیان ہے یعنے نہ تو وہ مضطرب پانی کی طرح ہوتی ہے نہ ساکن زمین کی طرح اور جو شخص زمین پر چلتا ہے وہ عالم ملک اور شہادت
مین چلتا ہے پس اگر اُسکی قوت زیادہ ہو اور کشتی پر سوار ہوسکے تو ایسا ہوگا کہ گویا عالم جبروت مین سیر کرتا ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ
قوی ہو اور پانی پر بے کشتی چلنے لگے تو بلا تردد عالم ملکوت مین سیر کریگا پس اگر تم پانی پر بدون کشتی نہین چل سکتے تو پھر جاؤ کہ
زمین سے تجاوز کر چکے کشتی کو پیچھے چھوڑا اب تو صرف نرا پانی ہی رہ گیا ہے اور آغاز عالم ملکوت کا یہ ہے کہ جس قلم سے کہ دل کی تختی پر
علم لکھا جاتا ہے وہ نظر پڑے اور جس یقین سے کہ پانی پر چل سکتے ہین وہ حاصل ہو جاوے تمنے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حال مین نہین سُنی کہ جب آپ کے سامنے مذکور ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے
تو آپ نے فرمایا کہ لو ازداد یقینا لمشے علی الہواء یعنے اگر اُنکو یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے سالک نے کہا کہ مین اپنے معاملے
مین حیران ہون اور تو نے جو راستے کا خوف بتایا اُس سے میرا دل ٹھہراتا ہے مجھے معلوم نہین کہ جو جنگل تو نے بتائے ہین مجھ مین

طاقت اُسکے قطع کی ہی یا نہین اسکی کچھ پہچان بھی ہی علم نے کہا کہ علامت کیون نہین یہ علامت ہی کہ تم اپنی آنکھ خوب نظر سادہ کر میری طرف کھولو
اگر تمکو وہ قلم جس سے مین دل پر منقوش ہوتا ہون نظر آوے تو ایسا لگتا ہی کہ تم اس راہ کے اہل ہو گے کیونکہ جو شخص عالم جبروت سے
بڑھکر ملکوت کے دروازے پر دستک دیتا ہی اُسکو وہ قلم سوجھنے لگتا ہی دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے نبوت مین وہ قلم معلوم
ہوا تھا جب کہ یہ آیت اُتری اقرأ و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم سالک نے کہا کہ مین نے اپنی آنکھ کھولی اور خوب
تاکا مگر مجھکو تو نہ کلک نظر آتی ہی نہ لکڑی اور مین نے تو قلم انھین چیزون کے دیکھے ہین علم نے کہا کہ تم کیسی بات کہتے ہو تمنے نہین سُنا
کہ گھر کا سامان مثل مالک مکان کے ہوا کرتا ہی تمھین معلوم نہین کہ اُسکی ذات کسی ذات سے مشابہ نہین نہ اُسکا ہاتھ اور ہاتھون کے
مانند نہ قلم اُسکا اور قلمون کی صورت نہ اُسکا خط اور خطون کی طرح نہ اُسکا کلام اور کلامون کے موافق یہ امور الٰہی ہین اور عالم ملکوت
مین سے ہین جس طرح کہ اور اجسام مکان مین ہوتے ہین خدائے تعالیٰ کی ذات نہ تو جسم ہی نہ کسی مکان مین نہ اُسکا ہاتھ مرکب گوشت
اور ہڈی اور خون سے ہی جیسے اور ہاتھ ہوتے ہین نہ قلم اُسکا نرکل نہ تختی لکڑی کی نہ کلام حروف و آواز کا نہ کتابت نقش و نگار کی نہ
روشنائی پھٹکری اور مازو وغیرہ کی بس اگر تمکو یہ باتین ایسی نہین سوجھتین تو ہماری دانست مین تم مخنث ہو یعنی جو لوگ خدائے
تعالیٰ کو منزہ اور پاک سمجھتے ہین وہ تو مرد ہین اور جو اُسکو تشبیہ اور اجسام سے دیتے ہین وہ مونث ہین اور تم ان دونون کے
درمیان مخنث ہو نہ ادھر ہو نہ اُدھر ہو بتاؤ تو خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات کو اجسام سے کیسے منزہ کیا اور اُسکے کلام کو معانی حروف
و آوازون سے کس طرح پاک سمجھا کہ اب اُسکے ہاتھ اور قلم اور تختی اور کتابت پر توقف کرتے ہو اور انکو نہین سمجھتے ہو پس اگر ارشاد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کے یہ معنی سمجھے ہو کہ جیسے صورت ظاہری حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھ سے محسوس
ہوتی تھی خدائے تعالیٰ اُسی صورت کا ہی تو تمھاری تشبیہ ہونے مین کیا شبہہ ہی جیسے کہتے ہین کہ صرف یہودی ہو جاؤ ورنہ توریت سے
مت کھیلو یعنی توریت سے کھیلنا دلالت خالص یہودی ہونے کی ہی اسی طرح جو شخص خدائے تعالیٰ کو اجسام ظاہری جیسا جانے
وہ بھی نرا تشبیہ ہی اور اگر تم اس حدیث سے صورت باطنی جو چشم باطن سے معلوم ہوتی ہی نہ چشم ظاہر سے سمجھتے ہو تو بیشک تم خدائے
تعالیٰ کو پاک سمجھنے ہو نیز سے منزہ اور پاکی کے میدان کے مرد ہو اور اب منزل طے کرو کہ تم طوی کے وادی مقدس مین ہو اور سر قلبی سے
سنو کہ کیا حکم ہوتا ہی شاید اس بات سے تمکو تجلی پر راہ ملے اور کیا عجب ہی کہ جانب عرش سے تمکو بھی وہی آواز پہونچے جو حضرت
موسی علیہ السلام کو پہونچی تھی کہ انی انا ربک فاخلع نعلیک جب سالک نے علم کی تقریر سنی اپنے قصور سے واقف ہوا اور معلوم کیا
کہ واقع مین مین تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان مین مخنث ہون اور اُسکا دل نفس کو عین نقصان مین دیکھ کر مارے غصہ کے جل گیا
اور چونکہ اسکے دل کا تیل ایسا تھا کہ بدون آگ لگے ہی قریب جلنے کے تھا جب علم کی بات سالک اُسکو پہونچی وہ تیل روغن ہو گیا اور
نور علی نور بنگیا علم نے اس سے کہا کہ لو اب موقع غنیمت جانو اور اپنی آنکھ کھولو شاید تجلی کی راہ ملے سالک نے آنکھ جو کھولی تو اُسکو
وہ قلم الٰہی معلوم ہونے لگا دیکھا تو جیسا علم نے بتایا تھا ویسے ہی ہی کہ نہ وہ نرکل کا ہی نہ لکڑی کا نہ اُسکے نوک ہی نہ منہ ہی وہ سب آدمیون کے
دلون پر طرح طرح کے علوم لکھتا ہی اور اُسکی ایک نوک ہر ایک دل پر ہی حالانکہ اُسکے کوئی نوک نہین سالک کو اس سے بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ
علم عجب رفیق ہی اللہ تعالیٰ اُسکو میری طرف سے جزائے خیر دے کہ جو کچھ اوصاف اُسنے قلم کے بتائے تھے وہ سب مجھپر ظاہر ہو گئے
واقع مین یہ قلم اور قلمون کی طرح کا نہین پھر سالک علم کا شکر گزار ہو کر رخصت ہوا اور کہا کہ مین تیرے پاس بہت ٹھہرا اور بہت کچھ پوچھا اب
میرا قصد ہی کہ قلم کی خدمت مین جا کر اُسکا حال دریافت کرون غرض وہان سے چل کر قلم سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہی کہ تو ہمیشہ لوگون کے
دلون پر ایسے علم لکھتا ہی جنسے ارادہ جا کر قدرت کو اُٹھا دیتا ہی اور افعال اختیاری سرزد ہونے لگتے ہین قلم نے کہا کہ تمنے عالم ملک و

شہادت مین جو کچھ دیکھا تھا اور وہان کے قلم کا جواب سُنا تھا وہ تم بھول گئے یعنی جب تمنے اُس قلم سے پوچھا تھا تو اُسنے ہاتھ پر حوالہ کر دیا تھا
اُسنے کہا کہ مین بھولا نہین قلم نے کہا کہ تو وہی جواب میرا ہی جو اس قلم کا تھا اُسنے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہی تو تو اُسکی صورت کا
نہین قلم نے کہا کہ تمنے نہین سُنا کہ ان اللہ تعالے خلق آدم علے صورتہ سالک نے کہا کہ مین نے سُنا ہی قلم نے کہا کہ میرا حال
بادشاہ کے دہنے ہاتھ سے پوچھو کہ مین اُسی کے قبضے مین رہتا ہون وہی مجکو پھیرتا ہی مین اُسکے قابو مین مسخر ہون یعنی قلم الٰہی
اور قلم آدمی مین مسخر ہونے کی رو سے کچھ فرق نہین اگر فرق ہی تو ظاہر صورت کا ہی سالک نے پوچھا کہ بادشاہ کا دہنا ہاتھ کیا ہی
قلم نے کہا کہ جسکا ذکر تمنے اس آیت مین سُنا ہی والسموات مطویات بیمینہ اقلام بھی اُسکے دہنے ہاتھ کے قبضے مین ہین وہ جس طرح
چاہتا ہی اُنکو پھیرتا ہی سالک قلم کے پاس سے یمین کے پاس گیا اور اُسمین قلم سے بھی زیادہ عجائب دیکھے کہ جنہین سے کسی کا وصف
نہین ہوسکتا بلکہ ہزارہا دفتر مین اُسکی شرح و وصف کا دسوان حصہ بھی نہین لکھا جاسکتا خلاصہ یہ کہ وہ یمین یعنے دہنا ہاتھ ہی
نہ اور دہنون کی طرح کا اور بازو ہی نہ اور بازوون کی طرح کا اور انگلیان ہین نہ اور انگشتون کے موافق اُس ہاتھ مین قلم کو حرکت
کرتے ہوے دیکھ کر معلوم کیا کہ قلم کا عذر درست ہی تب دہنے ہاتھ سے اُسکا حال پوچھا کہ قلم کو حرکت کیون دیتے ہو اُسنے جواب دیا
کہ میرا وہی جواب ہی جو عالم شہادت کے ہاتھ نے دیا تھا یعنے حوالہ قدرت پر کیا کیونکہ ہاتھ کو خود بخود حرکت نہین اُسکا محرک قدرت
ہوتی ہی سالک قدرت کے عالم کو گیا اور وہان ایسے عجائب دیکھے جنکے سامنے پیشتر کے عجائب گرد تھے قدرت سے حال حرکت یمین کا
پوچھا اُسنے جواب دیا کہ مین صرف صفت ہون قادر سے پوچھو کہ اسکا بتانا موصوف کا کام ہی نہ صفت کا اور اُسوقت قریب تھا
کہ سالک کو لغزش ہوجاتی اور زبان سوال کشادہ کر بیٹھتا مگر اُسکو استقلال مرحمت ہوا اور سرادقات عظمت قادر مطلق سے آواز
آئی کہ لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون اس امر کو سُنکر سالک پر ہیبت چھا گئی اور پچھاڑ کھا کر بیہوش ہوگیا اور اُسی بیہوشی مین دیر تک
تڑپا کیا تھا جب ہوش آگئے تو کہا کہ الٰہی تو پاک ہی تیری شان کیا بڑی ہی مین نے تیرے سامنے توبہ کی اور تجھ پر بھروسا کیا اور اس
بات پر ایمان لایا کہ تو بادشاہ جبار قہار یکتا کردگار ہی مین تیرے سوا کسی سے نہ ڈرونگا نہ دوسرے سے توقع کرونگا اور پناہ نہ مانگونگا مگر
تیرے عفو کی تیرے عذاب سے اور تیرے رضا کی تیرے غصے سے اور مجھے اسکے کچھ کام نہین بجز اسکے کہ تیرے سامنے گڑگڑا کر سوال کرون اور
منت و سماجت سے یہ کہون کہ میرا سینہ کھول دے تاکہ مین تجکو پہچان لون اور میری زبان کی گرہ دور کردے تاکہ مین تیری تعریف
کرون حجاب کی آڑ سے خطاب ہوا کہ خبردار ثنا کی طمع مت کرو اور سرور کائنات مفخر انبیا سے آگے بڑھ کر قدم مت دھرو انھین کے پاس جا
جو تجکو وہ دین دے اُسے لے اور جس چیز سے روکین اُس سے باز رہ اور جو کچھ انھون نے کہا ہو وہ سے زبان پر لا دیکھو انھون نے اس
درگاہ مین اس قول کے سوا کچھ نہین کہا سبحانک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک سالک نے عرض کیا کہ الٰہی اگر
زبان کو یارا تیری ثنا کا نہین تو یہی معلوم ہوجاوے کہ دل کو بھی تیری معرفت کی توقع ہوسکتی ہی یا نہین آواز آئی کہ کیا صدیقون کی
گردن پر سے کودا چاہتا ہی خبردار اور ہوش سنبھال صدیق اکبر رض کا حال دیکھ اور انکی پیروی کر اسلیے کہ سید الانبیا کے صحابہ تارون
کے مثل ہین جنکی اقتدا اگر کیجیئے راہ ملیگا صدیق اکبر کہتے ہین العجز عن درک الادراک ادراک خلاصہ یہ کہ ہماری درگاہ سے تیرا بہرہ اسیقدر
بہت ہی کہ تو یہ جان لے کہ مین اس دربار سے محروم ہون اور جمال اور جلال کے ملاحظے سے عاجز ہون کیونکہ شعر کہ خاصان درین رہ
فرس رانده اند * بلا احصی از تک فرو مانده اند * اسکے بعد سالک پھرا اور اپنے سوال اور عتاب کا عذر یمین اور قلم اور علم اور ارادہ اور
قدرت اور بعد کی چیزون سے کیا اور کہا کہ مجکو معذور رکھو اسلیے کہ مین اجنبی تھا اور ان ملکون مین نیا آیا تھا اور جو شخص اجنبی
چلا آتا ہی اُسکو دہشت ہوتی ہی ہی میرا انکار تمپر صرف قصور اور جہالت سے تھا اب مجکو تمھارا عذر معلوم ہوگیا اور ظاہر ہوا کہ

مالک اور ملکوت اور عزت وجبروت مین یگانہ ذات اور حکم کی رو سے وہ خدا ہے واحد و قہار ہے تم لوگ اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر اور تحت کے ہو وہی اول ہے
اور وہی آخر وہی باطن ہے اور وہی ظاہر ۔ جب سالک نے یہ بات عالم ظاہری مین بیان کی تو لوگون نے تعجب کیا اور اُس سے پوچھا کہ کیسے ہو سکتا ہے
کہ وہی اول ہو وہی آخر یہ دونون وصف تو ایک دوسرے کے ضد ہین اسی طرح ظاہر اور باطن کیسے ہوگا اسلیے کہ جو اول ہوگا وہ آخر نہوگا اور جو
ظاہر ہے وہ باطن نہوگی سالک نے کہا کہ وہ ذات اول موجودات کی نسبت کر ہے یعنی سب چیزین مرتب ایک دوسرے کے بعد اُسی سے صادر ہوئی ہین
اور آخر چلنے والون کی سیر کے لحاظ سے ہے کہ وہ ہمیشہ ایک منزل سے دوسری منزل تک ترقی کرتے چلے جاتے ہین یہان تک کہ انتہا اُس درگاہ عالی پناہ تک
ہوتی ہے اور اُسکے بعد کوئی سفر باقی نہین رہتا سفر کا آخر وہی ہے پس وہ وجود مین اول اور مشاہدے مین آخر ہے اسی طرح وہ ان لوگون
کی نسبت کر جو عالم شہادت مین بیٹھکر اُسکے طالب حواس خمسہ سے ہین باطن ہے اور جو لوگ اُسکو اپنے دل کے چراغ روشن سے باطن کی
بصیرت سے جو عالم ملکوت تک پہونچی ہوئی ہے طلب کرتے ہین اُنکی نسبت کر ظاہر ہے پس توحید فعلی سالکین کی اس طرح تھی اپنی جن لوگون
کھل گیا تھا کہ فاعل ایک ہی ہے اُنکا طریق توحید اس طرح تھا ۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ توحید اس درجے کو پہونچی کہ عالم ملکوت پر ایمان لانے پر
اسکی بنا ہے تو اگر کوئی شخص عالم ملکوت کو نہ سمجھے یا انکار کرے تو اسکا طریق کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ منکر کا تو کچھ علاج نہین بجز اسکے
کہ اُس سے یہ کہا جاوے کہ تیرا ملکوت سے انکار کرنا ایسا ہے جیسے فرقہ سمنیہ عالم جبروت کے منکر ہین کہ عالم کو منحصر پانچون حواس مین
کرتے ہین اور قدرت اور ارادہ اور علم کے منکر ہین اسلیے کہ وہ حواس خمسہ سے محسوس نہین ہوتے یعنی اُنھون نے پستی عالم شہادت ہی کو
پکڑ لیا ہے اسی کی چیزون کو جانتے ہین اسکے ماورا نہین جانتے پس اگر منکر مذکور کہے کہ مین بھی اُنھین مین سے ہون یعنی صرف عالم شہادت کے
سوا اور چیز کو نہین جانتا یہی حواس خمسہ سے معلوم ہوتا ہے تو اُس سے یہ کہنا چاہیے کہ تو جو ماوراء حواس کی چیزون کا انکار کرتا ہے اور جنھے
اُنکا مشاہدہ کر لیا ہے تو تیرا انکار ایسا ہے جیسے فرقہ سوفسطائی جو حواس خمسہ کا انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جو کچھ ایسے محسوس ہوتا ہے قابل اعتبار نہین
شاید ہم خواب ہی مین دیکھتے ہون پھر اگر وہ کہے کہ مین بھی سوفسطائی ہون مجھے بھی محسوسات مین شک ہے تو یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص کا
مزاج بگڑ گیا اور اسکا علاج غیر ممکن ہے اور اُسکو چند روز چھوڑ دینا چاہیے اسلیے کہ طبیب ہر ایک مریض کا تو علاج کر ہی نہین سکتے بلکہ
جس مریض کا مرض علاج پذیر ہوتا ہے اُسکا علاج کرتے ہین یہ حال تو منکر کا ہوا لیکن اگر کوئی منکر تو نہو بلکہ سمجھتا نہو تو سالکون نے
اُسکی تدبیر یہ نکالی ہے کہ اُسکی وہ آنکھ جس سے عالم ملکوت سوجھ پڑتا ہے دیکھتے ہین اگر اُسکو درست پاتے ہین اور اُسمین پانی اُترا
ہوتا ہے جو قابل دور کرنے اور صاف کرنے کے ہو تو اُسکی صفائی اور دور کرنے مین مشغول ہوجاتے ہین جیسے کحال ظاہری آنکھون مین
کیا کرتے ہین پھر جب اُسکی بینائی ٹھیک ہوجاتی ہے تو اُسکو رستہ بتلا دیا جاتا ہے تاکہ اُسپر چلا جاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے بھی اپنے خواص اصحاب رضہ کے باب مین یہی تدبیر استعمال فرمائی پھر اگر علاج کے قابل نہوا تو جو طریق ہمنے توحید کے باب مین لکھا ہے
اُسکا چلنا اُس سے ممکن نہین اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ذرات ملک و ملکوت کا کلام شہادت توحید پہنچنے پس ایسے شخص کو حروف و آواز سے
سمجھانا چاہیے اور ایسی تقریر توحید کی پست کر لی چاہیے جو اُسکی فہم کے موافق ہو اسلیے کہ عالم شہادت مین بھی توحید موجود ہے مثلاً
ہر کوئی جانتا ہے کہ شرکت کی ہنڈیا چوراہے مین پھوٹتی ہے تو اُس سے اُسی کی عقل کے مناسب یہ تقریر کرنی چاہیے کہ عالم کا معبود اور مدبر
ایک ہی ہے اسواسطے کہ اگر سواے خدا کے زیادہ معبود زمین و آسمان مین ہوتے تو زمین و آسمان خراب ہوجاتے بموجب مثل مشہور کے
کہ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند تو چونکہ یہ تقریر اُس شخص کے تجربے اور مشاہدہ عالم شہادت کے مناسب ہوگی اسی لیے اُسکے دل مین توحید کا اعتقاد
جم جاویگا اور اللہ تعالی نے بھی انبیا علیہم السلام کو یہی حکم فرمایا کہ لوگون سے اُنکی فہم کے بموجب گفتگو کرو اور اسی وجہ سے قرآن شریف بھی زبان
عربی مین عرب کے محاورات مین جس بات کے عادی تھے اُنھین الفاظ سے نازل ہوا ۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ توحید اعتقادی توکل کی بنا

اور حاصل ہونے کی لیاقت رکھتی ہی یا نہین تو اسکا حال یہ ہی کہ ہوسکتی ہی اسلیے کہ اعتقاد جب زبردست ہوتا ہی تو احوال کے برانگیختہ کرنے مین کشف ہی کا سا کام کرتا ہی مگر از انجا کہ اکثر ضعیف ہی ہوتی ہی اور اسکو تزلزل غالب ہی اسی واسطے توحید اعتقادی والا ایک متکلم کا محتاج ہی جو اپنی تقریر سے اسکو بچائے رکھے یا خود علم کلام سیکھے جسکے باعث جو توحید ماں باپ یا استاد وغیرہ سے سیکھی ہی وہ محفوظ رہے مگر جو شخص کہ راہ دیکھ کر خود چلیگا اُسکو کچھ خوف تزلزل وغیرہ کا نہین بلکہ اگر پردہ اٹھا لیا جاوے تو اُسکا یقین بدستور رہیگا کچھ زیادہ نہوگا گو وضاحت زیادہ ہوجاوے جیسے کوئی شخص کسی آدمی کو صبح کے وقت دیکھے اور پھر آفتاب کے نکلنے پر دیکھے تو دوبارہ دیکھنے سے کچھ یقین اُسکے آدمی ہونے کا زیادہ نہوگا صرف اتنا فرق ہوگا کہ اول بار مین تفصیل اُسکے خط و خال کی معلوم نہ تھی وہ دوبارہ خوب معلوم ہوجاویگی اسی طرح اہل مکاشفہ کی توحید کے یقین کو سمجھنا چاہیے کہ اول ہی سے ایسا یقین ہوتا ہی جسکو کچھ تزلزل نہو اہل کشف کی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسے فرعون کے جادوگر تھے کہ اول سے چونکہ انتہا سے تاثیر سحر کو بطول مشاہدہ اور تجربہ کے باعث جانتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسی بات دیکھی جو حد سحر سے بڑھ کر تھی اور امر حق اُنپر کھل گیا تو اس بات کی پروا نکی کہ فرعون مردود نے یہ وعید کیا ہی لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم فی جذوع النخل بلکہ یہ کہا کہ لن نوثرک علی ما جاءنا من البینات والذی فطرنا فاقض ما انت قاض انما تقضی ہذہ الحیوۃ الدنیا حاصل یہ کہ کشف اور ظاہر ہوجانے کے بعد جو بات ہوتی ہی اسمین تغیر نہین ہوتی اسی طرح اہل کشف کی توحید مین کسی طرح کا تزلزل نہین ہوتا اور توحید اعتقادی کا حال ایسا ہی جیسے سامری کے ساتھ والے تھے کہ اُنکا ایمان چونکہ ظاہر کے سانپ دیکھنے پر تھا تو جب سامری کا بچھڑا دیکھا اور اسکی آواز سنی تو پھر بیٹھے اور سامری کا یہ قول سننے لگے ہذا الہکم والہ موسیٰ فنسی اور اس بات کا خیال نکیا کہ یہ بچھڑا نہ بات کا جواب دے نہ کچھ فائدہ اور نقصان پہونچاوے غرض کہ جو شخص سانپون کے دیکھنے پر اعتقاد رکھتا ہوگا جب بچھڑے کو دیکھیگا تو بالضرور پھر جاویگا اسلیے کہ دونون چیزین عالم شہادت سے ہین اور اختلاف اور تغیر عالم شہادت مین بہت ہی اور ازانجا کہ عالم ملکوت خدا تعالیٰ کی جانب سے ہی تو اسی وجہ سے اسمین کبھی خلاف اور تغیر ہرگز کچھ نہین ہوتا۔ یہان یہ سوال ہوتا ہی کہ جو کچھ توحید کا حال تمنے لکھا ہی وہ اُس صورت مین ہی جہان یہ ثابت ہو کہ واسطے اور اسباب سب مسخر ہین اور یہ اور جگہ تو ظاہر ہی مگر انسان کی حرکت مین نہین ہو واسطے کہ انسان جب چاہتا ہی حرکت کرتا ہی اور جسوقت چاہتا ہی ٹھہر جاتا ہی تو یہ مسخر کیسے ہوا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر یون ہوتا کہ اگر انسان ارادہ اپنے چاہنے کا کرے تو چاہتا ہی اور اگر خواہش کا ارادہ نہ کرے تو نہین چاہتا تب البتہ پانُون پھسلنے کی جگہ اور غلطی کا موقع تھا مگر اب تو تمکو معلوم ہوچکا کہ انسان فعل جب کرتا ہی جب چاہتا ہی لیکن یہ نہین ہی کہ چاہنا اسکے اختیار مین ہو کہ چاہے تو چاہے اور چاہے نہ چاہے اسلیے کہ اگر خواہش انسان کے اختیار مین ہو تو دوسری مشیت پر موقوف ہوگی اور وہ تیسری پر اسی طرح غیر متناہی سلسلہ ہوجاویگا اور جب مشیت اختیاری نہوئی تو جب کبھی اسکی وہ خواہش جو قدرت کو مقدور چیز کی طرف پھیرتی ہی موجود ہوگی تو قدرت بلاشک اسی کام مین مصروف ہوگی اور اُسکو تاب مخالفت نہوگی۔ حاصل یہ کہ اتنی باتین ضروری ہین قدرت کے ہوتے ہوے حرکت ضرور ہوگی مشیت کے پختہ ہونے پر قدرت ضرور محرک ہوگی اور مشیت دل مین بے اختیار پیدا ہونی بھی ضروری ہی یہ سب امور اسی ترتیب سے ضروری ہین بندے کو یہ اختیار نہین کہ مشیت کو روک دے نہ یہ اختیار ہی کہ بعد مشیت کے قدرت کو مقدور چیز کی طرف نہ پھیرنے دے نہ یہ کہ بعد برانگیختہ کرنے مشیت کے قدرت کو حرکت نہونے دے غرض کہ سب امور مین بندہ ناچار ہی اب اگر کوئی کہے کہ اس تقریر سے تو محض جبر ثابت ہوتا ہی جو اختیار کے خلاف ہی اور ہم لوگ قائل اختیار کے ہین پس جب آدمی ہر طرح سے مجبور ہوا تو مختار کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہی کہ اگر حقیقت حال کھول دی جاوے تو معلوم ہو کہ انسان عین اختیار ہی مین مجبور ہی مگر جو شخص اختیار کو نہین سمجھتا وہ کیسے سمجھیگا کہ انسان کو اختیار مین مجبوری ہی پس اول ہم اختیار کا بیان متکلمون کے طور پر مختصر بیان کیے دیتے ہین جو افہام کے

شایان ہی ورنہ اس کتاب مین ہماری غرض بجز علم معاملہ کے بیان کے اور کچھ نہین پس ہم کہتے ہین کہ لفظ فعل انسان مین تین طرح بولا جاتا ہی
مثلاً کہتے ہین کہ انسان انگلیون سے لکھتا ہی اور پھیپھڑے اور گلے سے سانس لیتا ہی اور جب پانی پر کھڑا ہوتا ہی تو اُسے اپنے جسم سے
چیر دیتا ہی ان تینون جملون مین فعل پانی کے چیرنے اور سانس لینے اور لکھنے کا آدمی کی ہی طرف منسوب ہوتا ہی اور یہ تینون فعل اضطرار
اور جبر مین یکسان ہین مگر اسکے سوا اور باتون مین جدا جدا ہین جنکا حال ہم تین عبارتون مین لکھتے ہین پس پانی کے چیرنے کا تو
فعل طبعی نام رکھتے ہین اور سانس لینے کو فعل ارادی کہتے ہین اور کتابت کو فعل اختیاری فرض کرتے ہین اب ہر ایک کا حال سنو
کہ فعل طبعی مین جبر ظاہر ہی اسلیے کہ جب انسان پانی کے سطح پر کھڑا ہوگا یا ہوا مین چلیگا تو پانی اور ہوا دونون چر جاوینگے غرض کہ
چلنے کے بعد چرنا ضروری ہی اور سانس لینا بھی ایسا ہی ہی اسلیے کہ گلے کی حرکت کو سانس لینے کے ارادے کی طرف وہی نسبت ہی جو
پانی کے پھٹنے کو ہی بدن کے بوجھ کی طرف پس جب ثقل موجود ہوگا تو اُسکے بعد چرنا پایا جاویگا جیسے سانس لینے کے ارادے
کے ہوتے ہوے سانس موجود ہوتا ہی مگر ثقل کا ہونا آدمی کے اختیار مین نہین اسی طرح ارادہ فعل ارادی کا بھی آدمی کے بس مین
نہین اسی واسطے دیکھتے ہو کہ جب سوئی لیکر کسی آنکھ کی طرف کو کرو تو پلکین بے اختیار بند ہو جاتی ہین اگر وہ شخص چاہے کہ
کھلی رکھے نہین رکھ سکیگا باوجودیکہ پلکون کا بند کرنا فعل ارادی ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ جب ادراک کے سامنے صورت سوئی کی
بندھ جاتی ہی تو ارادہ بند کرنے پلکون کا ضرور ہی پیدا ہو جاتا ہی اور اُسی ارادہ سے حرکت پیدا ہوتی ہی اگر اس حرکت کو روکنا
چاہیگا تو نہو سکیگا گو یہ فعل قدرت و ارادہ سے ہی اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح کے افعال بھی ضروری ہونے مین فعل
طبیعی مین داخل ہین رہا فعل اختیاری وہی محل شبہہ مین ہی یعنے کتابت اور کلام وغیرہ کو کہ سکتے ہین کہ اگر چاہے
کرے اور چاہے نہ کرے اور کبھی اُنکی خواہش کرتا ہی کبھی نہین کرتا ہی اسی سے گمان ہوتا ہی کہ اُنکا امر مفوض انسان کی طرف ہی
اور وجہ اس گمان کی اختیار کے معنی سے ناواقفیت ہی اسی لیے ہم اُسکو واضح کیے دیتے ہین اُسکا بیان یہ ہی کہ ارادہ تابع اُس
علم کا ہوتا ہی جو یہ حکم کرتا ہی کہ چیز آدمی کے موافق ہی اور اس اعتبار سے اشیا کی دو قسمین ہین بعض تو ایسی ہین کہ آدمی کا مشاہدہ
ظاہر یا باطن بدون حیرت و تردد کے کہ دیتا ہی کہ یہ تیرے موافق ہین اور بعض ایسی ہین کہ عقل اُنمین متردد ہوتی ہی اول کی
مثال یہ ہی کہ مثلاً کوئی شخص تمھاری آنکھ مین سوئی مارنی چاہے یا شمشیر علم کرکے تمپر جھکے تو تمکو اسی بات کا علم ہوگا کہ اس بلا کا ٹالنا
میرے حق مین بہتر اور موافق ہی اسمین کچھ تردد نہ کروگے اور فوراً اس علم کے سبب ارادہ پیدا ہوگا اور اُسکے باعث قدرت متحرک
ہوگی اور سوئی کے دفع کے لیے پلکین جھپک جاوینگی اور تلوار کے روک کو ہاتھ اُٹھ جاوینگے اور گو یہ باتین ارادہ سے ہوئین مگر بلا تامل
و تفکر ہوئین اور جن باتون مین کہ عقل و تمیز کو تامل ہوتا ہی اور نہین جانتے کہ موافق ہین یا نہین اُنمین حاجت فکر کی ہوتی ہی
یہان تک کہ عقل پر کھل جاوے کہ اُسکا کرنا اچھا ہی یا نہ کرنا پس جب فکر سے علم اُسکے بہتر ہونے کا حاصل ہو جاتا ہی تو یہ بھی ایسا ہی ہو جاتا ہی
جیسے اول قسم کی اشیا مین بلا فکر تھا اور اسی واسطے یہان بھی اس علم کے باعث ارادہ پیدا ہوتا ہی جیسے وہان تلوار و سوئی
کی روک کے لیے پیدا ہوا تھا پس جس وقت یہ ارادہ ایسے فعل کے واسطے اُٹھتا ہی جسکی بہتری عقل کو معلوم ہو چکی ہو اُس صورت مین
اُسکا نام اختیار ہوتا ہی جو خیر سے مشتق ہی یعنے اختیار کیا چیز ہی کہ برانگیختہ ہونا ایسے فعل کی طرف جو عقل کے نزدیک خیر ہی اور یہ
وہی ارادہ بعینہ ہی فرق یہی ہی کہ اس ارادے کے اُبھرنے مین فعل کے خیر ہونے کا انتظار اپنے حق مین نہین کرنا پڑتا تھا مگر یہ تلوار
کے دفع کرنے مین بہتری بدون فکر بلکہ بدیہتہً ظاہر ہوئی اور اسمین حاجت فکر کی ہوئی پس اختیار ایک ارادہ خاص ہی یعنی وہ ارادہ
کہ عقل کے اشارے سے ایسی چیزون مین اُٹھتا ہی جسکے ادراک مین عقل کو تامل ہوتا ہی اور اسی بنا پر یہ کہا گیا ہی کہ اختیار مین عقل کو

حاجت اس بات کی ہوتی ہی کہ دو بہتر کامون مین سے زیادہ بہتر کو تمیز کرے اور دو بری باتون مین سے زیادہ بری کو۔ اور یہ ہو نہین سکتا کہ ارادہ بدون حکم حس اور خیال کے یا بے حکم ناطق عقل کے اُٹھ کھڑا ہوا اسی واسطے اگر کوئی شخص مثلاً اپنے ہاتھ سے اپنی گردن جدا کرنی چاہے تو نہین ہو سکیگا نہ اس جہت سے کہ اُسکے ہاتھ مین زور نہین یا چھری موجود نہین بلکہ اس وجہ سے کہ یہان وہ ارادہ نہین جو قدرت کو اُٹھایا کرتا ہی اور ارادہ کے نہونے کی یہ جہت ہی کہ وہ جب ہوا کرتا ہی جب عقل یا حس سے معلوم ہو جاوے کہ فعل موافق ہی اور ظاہر ہی کہ اپنے آپ کو مار ڈالنا عقل کے موافق نہین اسی لیے باوجود قوت اعضا کے ممکن نہین کہ آدمی اپنے آپ کو قتل کر ڈالے مگر اُس صورت مین کہ ایسی تکلیف درد ناک مین مبتلا ہو جسکی اُسکو تاب نہو کیونکہ اس صورت مین عقل کو حکم مین تردد و توقف ہوتا ہی یعنی اپنا مار ڈالنا بھی برا ہی اور مبتلاے آلام و مصائب رہنا بھی برا تو عقل کو ان دونون برائیون مین تردد ہوتا ہی کہ کون سی بہتر ہی اگر بعد فکر کے اُسکے نزدیک اس امر کو ترجیح ہوتی ہی کہ قتل کرنے مین برائی کم ہی تب تو اپنے آپ کو قتل نہین کر سکتا اور اگر عقل قتل مین برائی کم پاتی ہی اور حکم قطعی ایسا کرتی ہی کہ اُس سے پھرنے اور مائل ہو جانے کی گنجایش نہو تو ارادہ اور قدرت پیدا ہوتے ہین اور آدمی اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہی جیسے کوئی شخص کسی کے پیچھے تلوار لیکر دوڑے تو دوسرا آدمی کبھی چھت پر سے خوف کے مارے گر پڑتا ہی اگرچہ وہان سے گر کر مر جاوے مگر اسکی کچھ پروا نہین کرتا اور نہ یہ ہو سکے کہ چھت پر سے اپنے آپ کو نہ گراوے اور اگر کوئی پیچھے سے ہلکی چوٹ مارتا ہوا آتا ہو تو چھت کے کنارے پر پہونچکر عقل حکم کرتی کہ مار کا سہنا بہ نسبت گرنے کے آسان ہی اور اعضا توقف کرتے پھر ممکن نہین تھا کہ اپنے آپ کو گرا دیوے اور نہ اُسکا ارادہ پیدا ہوتا کیونکہ ارادہ تابع عقل و حس کے حکم کا ہوتا ہی اور قدرت ارادے کی تابع ہی اور حرکت اعضا قدرت کے تابع اور یہ سب آدمی مین ضروری پیدا ہوتے ہین ایسی طرح کہ اسکو خبر نہین ہوتی کیونکہ آدمی ان اُمور کا محل ہی اور یہ ہرگز نہین کہ اُس سے صادر ہوتے ہون اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آدمی کے مجبور ہونے کے یہ معنی ہین کہ یہ سب افعال اُسمین غیر سے حاصل ہوتے ہین خود اُس سے نہین ہوتے اور مختار ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ محل اُس ارادے کا ہی جو اُسمین جبراً پیدا ہوا بعد اُسکے کہ عقل نے کسی کام کو خیر محض اور موافق ہونے کا حکم کر دیا اور حکم بھی جبراً ہوا پس اس سے ثابت ہوا کہ آدمی اختیار پر مجبور ہی مثلاً آگ کا فعل جلانے مین صرف جبر ہی اور خداے تعالیٰ کا فعل محض اختیار ہی اور انسان کا فعل ان دونون مراتب کے درمیان ہی یعنی اختیار پر جبر ہی اور ازانجا کہ یہ ایک تیسری قسم ہی تو اہل حق نے اسکے لیے نام بھی جدا ڈھونڈھا اور اسباب مین اقتدا کتاب اللہ تعالیٰ کا کر کے اسکو کسب کہا اور یہ نہ جبر کے خلاف ہی نہ اختیار کے بلکہ سمجھ والون کے نزدیک دونون باتون کا جامع ہی اور خداے تعالیٰ کا فعل جو اختیار کہلاتا ہی اُسمین یہ شرط ہی کہ وہ اختیار نہو جو ارادہ بعد حیرت و تردد کے ہوا کرتا ہی اسلیے کہ یہ بات خداے تعالیٰ کی شان مین محال ہی اور جتنے الفاظ کہ لغات مین مذکور ہین اُنکا استعمال خداے تعالیٰ کے حق مین استعارہ اور مجاز ہی کی راہ سے ہی اور اس بات کا ذکر کرنا طویل اور قابل اس مقام کے نہین۔ اب اگر کوئی کہے کہ علم نے ارادہ پیدا کیا اور ارادے نے قدرت اور قدرت نے حرکت یعنی ہر ایک پچھلی چیز اول سے پیدا ہوئی اس سے تمھاری اگر یہ غرض ہی کہ بدون قدرت الٰہی کے ایک نے دوسری چیز کو پیدا کر دیا تو یہ ہو نہین سکتا اور اگر یہ غرض نہین تو انکے ایک دوسرے پر مترتب ہونے کے کیا معنی ہین پس اسکا جواب یہ ہی کہ یہ کہنا کہ انمین سے بعض نے بعض کو پیدا کیا جہالت محض ہی بلکہ ان سب کا حوالہ اُس بات پر ہی جسکو قدرت ازلی سے تعبیر کرتے ہین اور سب کی اصل وہی ہی عوام اُس سے واقف نہین جو لوگ علم مین راسخ ہین وہ البتہ اُسکے معنی کی ماہیت سمجھے ہین عوام اُس لفظ ہی کو جانتے ہین اور اُسمین ایک قسم کی قدرت مشابہ انسان کی قدرت کے سمجھتے ہین حالانکہ یہ امر حق سے بہت دور ہی اور اسکا بیان بہت طویل ہی لیکن اتنا جاننا چاہیے کہ بعض مقدورات بعض پر مترتب ہوتے ہین اس طرح جیسے مشروط شرط پر ہوتا ہی اسی جہت سے قدرت ازلی سے ارادہ جب ہی صادر ہوتا ہی جب علم ہو لیتا ہی اور علم بعد حیات کے اور حیات بعد محل حیات کے صادر ہوتی ہی یہ نہین کہہ سکتے کہ حیات جسم سے حاصل ہوتی ہی جو شرط حیات ہی اسی طرح اور درجات ترتیب کو جاننا چاہیے لیکن بعض شرطین تو اکثر عوام پر بھی ظاہر ہو جاتی ہین اور بعضے بدون خواص اور کشف والون کے جو نور حق سے دیکھتے ہین ظاہر

نہین ہوتین ورنہ جو متقدم مقدم ہوتا ہی یا جو متاخر پیچھے ہوتا ہی وہ لزوم اور حق ہی کے ساتھ ہوتا ہی سب افعال الٰہی کو ایسا ہی جاننا چاہیے اگر یہ بات نہوتی تو تقدیم اور تاخیر لغو اور مجنونون کے فعل کے مانند ہوتی خداوند کریم ان واہی خیالات سے پاک و مبرا ہی خود اسکی طرف اشارہ فرماتا ہی وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین ماخلقنا ہما الا بالحق اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جو چیزین آسمان و زمین کے اندر ہین وہ ترتیب واجب اور حق لازم کے ساتھ ہوتی ہین جس طرح وہ ظاہر ہوتی ہین اُسکے سوا اور کسی طرح انکا ہونا متصور نہین ہوسکتا جو ترتیب اُنمین ہی اُسکے خلاف اور کوئی ترتیب ممکن نہین اب جو کوئی متاخر چیز پیچھے ہوتی ہی تو صرف شرط کے انتظار کے سبب ہی کہ مشروط کا ہونا شرط سے پہلے محال ہی اور محال کو تحت قدرت داخل ہونے کے ساتھ موصوف نہین کیا کرتے ہین غرض کہ علم جو نطفہ سے پیچھے ہوتا ہی تو یہی سبب ہی کہ نطفہ مین حیات نہین جو شرط علم ہی اور حیات کے ساتھ علم ہونے کے بعد ارادہ پیچھے ہوتا ہی تو شرط علم نہونے کی جہت سے اور اُنمین سے ہر چیز کا اپنی اپنی شرط کے بعد اس طرح ہونا واجب اور لازم ہی ترتیب حق یہی ہی یہ بات نہین کہ اس ترتیب مین کچھ اتفاق و سرسری ہونے کو دخل ہو بلکہ یہ ترتیب مقتضاے حکمت و تدبیر کے بموجب ہی اور اسکا سمجھنا بہت مشکل ہی لیکن ہم ایسی مثال بیان کرتے ہین جس سے معلوم ہو کہ باوجود قدرت کے فعل مقدور اپنی شرط پر موقوف رہتا ہی بر روے کار نہین آتا اس مثال سے جو لوگ تھوڑی اور ضعیف فہم رکھتے ہین اُنکو بھی حق بات کے آغاز و شروع کی باتین سمجھنی سہل ہوجاوینگی فرض کرو کہ ایک بے وضو آدمی پانی مین گردن تک ڈوبا ہوا ہی تو باوجودیکہ پانی استعمال کرنے اور ملے رہنے سے بے وضو ہونا جاتا رہتا ہی مگر اسکے اعضا سے حدث دور نہوگا بلکہ شرط کا منتظر رہیگا کہ جب منہ بھی دھویا جاوے تو دور ہو اسی طرح جانو کہ قدرت ازلی بھی سب مقدورات سے ملی ہوئی اور سب سے متعلق ہی جیسے پانی تمام اعضا سے ملا ہوا تھا مگر مقدور چیز جب ہی موجود ہو گی جب اُسکی شرط پائی جاویگی جیسے مثال بالا مین حدث کا دور ہونا وجود شرط پر منحصر ہی اور وہ منہ دھونا ہی پس جو شخص پانی مین کھڑا ہی اپنا منہ پانی کے سطح پر رکھدے اور پانی سب اعضا مین تاثیر کرے اور حدث جاتا رہے تو جاہل یہ خیال کرتے ہین کہ حدث ہاتھون سے اسواسطے گیا کہ منہ سے جاتا رہا یعنی منہ کے حدث دور ہونے کو علت ہاتھون کے حدث کے جانے کی کہتے ہین پانی کو رافع حدث نہین جانتے کیونکہ دور ہونا حدث کا منہ دھونے کے بعد ہوا تو معلوم ہوا کہ پانی پیشتر سے اعضا سے ملا ہوا تھا رافع حدث نہ تھا اور اب پانی کچھ بدل تو گیا ہی نہین جیسا تھا ویسا ہی ہی تو جو بات اُس سے پیشتر حاصل نہ تھی وہ اب کیسے ہو گی مگر منہ دھونے سے حدث کا جانا قطعی ہی تو ثابت ہوا کہ منہ دھونا ہی رافع حدث کا ہی پانی رافع نہین اگر پانی ہوتا تو پہلے بھی ہوتا اور یہ خیال اُن لوگون کا محض جہالت ہی اور ایسا ہی جیسا کوئی یہ گمان کرے کہ حرکت قدرت سے حاصل ہوتی ہی اور قدرت ارادے سے اور ارادہ علم سے حالانکہ یہ دونون باتین غلط ہین بلکہ اصل یہ ہی کہ جب منہ سے حدث مرتفع ہوا تو ہاتھون کا حدث بھی اُس پانی سے جو ہاتھون سے ملا ہوا تھا مرتفع ہوا کچھ منہ دھونے سے مرتفع نہین اور یہ مانا کہ پانی نہین بدلا اور ہاتھ نہین بدلا اور نہ کوئی چیز نئی ہوئی مگر شرط جو مفقود تھی وہ ہوگئی اسلیے اُسکا اثر بھی ظاہر ہوگیا پس مقدورات کا صادر ہونا قدرت ازلی سے اسی طرح سمجھنا چاہیے باوجودیکہ قدرت ازلی قدیم ہی اور مقدورات سب حادث ہین اور یہ ذکر ایک جدا گانہ دستک عالم مکاشفات کے دروازے کی ہی اسی لیے ہم اسکو بھی چھوڑے دیتے ہین اسلیے کہ ہمارا مقصود تو صرف توحید افعال کے طریق پر تنبیہ کرنا ہی کیونکہ فاعل حقیقت مین ایک ہی اور وہی قابل خوف و رجا ہی اور اُسی پر توکل و اعتماد زیبا ہی اور جسقدر ہمنے اس باب مین لکھا ہی اسکو سب توحیدون کے سمندرون مین سے تیسری قسم کے توحید کے سمندر کا ایک قطرہ جاننا چاہیے اُسکا پورا بیان تو عمر نوح مین بھی محال ہی اور ایسا ہی جیسے کوئی سمندر کے پانی کو قطرہ قطرہ کر کے سب اُٹھانا چاہے اور یہ تمام تقریر کلمہ لا الہ الا اللہ کے مضمون مین داخل ہی تو دیکھنا چاہیے کہ یہ کلمہ زبان پر کتنا ہلکا ہی اور اسکے لفظون کے معنون کا اعتقاد دل مین کتنا سہل ہی اور اسکی حقیقت اور مغز علماے راسخین کے نزدیک کتنی بڑی ہی اور ون کے نزدیک کا تو کیا ذکر ہی یہان یہ اعتراض ہوسکتا ہی کہ توحید کے معنی تو یہ ہین کہ سوا خداے تعالی کے کوئی فاعل نہین اور شرع سے افعال کا ثبوت بندون کے لیے پایا جاتا ہی تو یہ دونون اکٹھے کیسے

آیت اور جو کچھ بیچ مین ہی آسمان زمین اور ... کھیلتے ہوئے نہین بنایا انکو مگر ساتھ ٹھیک کام کے ۱۲

ہو سکتے ہین کیونکہ اگر بندہ فاعل ہوگا تو خداے تعالی کیسے ہوگا اور اگر اللہ تعالی ہوگا تو بندے کو کس طرح کہوگے اور ایک ہی فعل کے دو فاعل ہون یہ سمجھ مین نہین آتا پس اسکا جواب یہ ہی کہ جب فاعل کے معنی ایک ہی لیے جاوین تب البتہ یہی بات ہی کہ ایک فعل کے فاعل دو نہین متصور ہوتے اور اگر فاعل کے دو معنی ہون اور لفظ مجمل ہو کہ دونون پر ہو سکتا ہو تو کچھ دشوار نہین مثلاً کہا کرتے ہین کہ امیر نے فلان شخص کو قتل کر ڈالا اور یہ بھی کہتے ہین کہ جلاد نے مار ڈالا تو یہان امیر اور اعتبار سے قاتل کہلاتا ہی اور جلاد اور اعتبار سے اسی طرح بندہ اپنے فعل کا اور اعتبار سے فاعل ہی اور خداے تعالی اور اعتبار سے اللہ تعالی کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ فعل کا ایجاد و اختراع کرنے والا ہی اور بندے کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ بندہ وہ محل ہی جسمین قدرت پیدا ہوئی بعد اسکے کہ خداے تعالی نے بندے مین ارادہ پیدا کیا اور اُس سے پہلے علم پیدا کیا یعنی ارتباط قدرت و ارادہ و حرکت کا قدرت سے تو ایسا ہی جیسے شرط کا ارتباط مشروط سے ہوتا ہی اور قدرت الہی سے اس طرح ہی جس طرح معلول کا ارتباط علت سے اور موجد کا ایجاد کی ہوئی چیز سے ہوتا ہی اور جو چیز کہ اسکو قدرت سے ارتباط ہوتا ہی تو محل قدرت کو بھی فاعل کہ دیتے ہین خواہ کسی طرح کا ارتباط ہو مثلاً جلاد اور امیر کو دونون کو قاتل اسی وجہ سے کہتے ہین کہ قتل دونون کی قدرت سے ارتباط رکھتا ہی مگر ارتباط دو طرح کا ہی اسی واسطے قتل دونون کا فعل کہلاتا ہی اسی طرح ارتباط مقدورات کا دو قدرتون سے سمجھنا چاہیے اور اسی موافقت اور مطابقت کے لیے خداے تعالی نے افعال کو قرآن مجید مین کبھی فرشتون کی طرف اور کبھی بندون کی طرف اور کبھی انھین افعال کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہی چنانچہ موت کے باب مین ارشاد ہی قل یتوفکم ملک الموت پھر فرمایا اللہ یتوفی الانفس حین موتھا اور فرمایا افرایتم ما تحرثون اسمین بندون کی طرف کشتکاری کو منسوب فرمایا اور دوسری جگہ ارشاد ہی انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فیھا حبا وعنبا اور فرمایا فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا اور پھر فرمایا فنفخنا فیھا من روحنا حالانکہ پھونکنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور ایک جگہ ارشاد ہی فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ تفسیرین اسکے معنی یہ لکھے ہین کہ جب جبرئیل تمپر قرآن پڑھین اور فرمایا قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم اسمین قتل کو تو مسلمانون کی طرف منسوب فرمایا اور عذاب دینے کو اپنی طرف اور عذاب دینا بعینہ قتل کرنا ہی چنانچہ دوسری جگہ اسکو بصراحت فرمایا فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم اور فرمایا وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اسمین بظاہر نفی اور اثبات کو جمع فرمایا ہی مگر حقیقت مین یہ غرض ہی کہ نفی اُس اعتبار سے ہی جس سے کہ خداے تعالی فاعل ہی اور اثبات اُس اعتبار سے جس سے کہ بندہ فاعل ہی اور یہ دونون علیحدہ علیحدہ باتین ہین اور فرمایا الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم پھر فرمایا الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان اور فرمایا ثم ان علینا بیانہ اور فرمایا افرایتم ما تمنون أأنتم تخلقونہ ام نحن الخالقون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمون کے فرشتے کے وصف مین فرماتے ہین کہ وہ رحم مین جا کر نطفے کو ہاتھ مین لیتا ہی اور اُسکو جسم کی صورت بناتا ہی اور کہتا ہی کہ الہی یہ مرد بنے یا عورت برابر ہو یا ٹیڑھا اللہ تعالے اُسکے جواب مین جو چاہتا ہی ارشاد فرما دیتا ہی اور فرشتہ اُسی طرح بنا دیتا ہی اور دوسری روایت مین ہی کہ فرشتہ صورت بنا کر اُسمین روح پھونک دیتا ہی خواہ سعادت کے ساتھ یا شقاوت اسکے انتہی اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جس فرشتے کا نام روح ہی وہ وہ ہی جو جسمون مین روح ڈالتا ہی اور وہ اپنے کسی خاص طرح پر سانس لیتا ہی تو اُسکا ہر ایک سانس روح بنکر جسم مین چلا جاتا ہی اسلیے اُسکا نام

روح رکھا گیا ہی اس بزرگ نے جو کچھ اس جیسے فرشتے کے باب مین کہا ہی اور صفت بیان کی ہی وہ درست ہو اہل دل نے اپنی بصیرت سے اسکا مشاہدہ بھی کیا ہی مگر اسکا نام روح ہونا بدون سند نقلی کے نہین ہو سکتا اور بے دلیل نقلی اسکو روح کہدینا صرف تخمین ہی اور اسی طرح اللہ تعالی نے قرآن مجید مین دلائل اور آیات زمین و آسمان مین ذکر فرمائے پھر فرمایا اولم یکف بربک انہ علی کل شیء شہید اور فرمایا شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو انمین تبلایا کہ خود خداے سبحانہ اپنے نفس پر دلیل ہی اور یہ امر کچھ خلاف نہین بلکہ استدلال کی راہین مختلف ہین بہت طالب ایسے ہین کہ انھون نے موجودات کو دیکھکر خداے تعالی کو پہچانا ہی اور بہت سے طالبون نے اللہ تعالی سے موجودات کو جانا ہی چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے اپنے رب کو اسی کی بدولت پہچانا اگر میرا پروردگار نہوتا تو مین اسکو ہرگز نہ جانتا اور یہی مراد اس آیت مین ہی اولم یکف بربک انہ علی کل شیء شہید اور اللہ تعالی نے اپنے نفس کی صفت بیان فرمائی کہ زندہ کرنے والا اور مارنے والا مین ہون مگر پھر موت اور حیات کو دو فرشتون کی طرف مفوض فرمایا چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ موت اور حیات کے دو فرشتون نے آپسمین مناظرہ کیا ملک الموت نے کہا کہ مین زندون کو مردہ کرتا ہون اور حیات کے فرشتے نے کہا کہ مین مردون کو زندہ کرتا ہون اللہ تعالی نے انپر وحی بھیجی کہ تم دونون جس کام پر مقرر ہوے ہو وہ کیے جاؤ مارنے اور جلانے والا مین ہون میرے سوا اور کوئی مار اور جلا نہین سکتا حاصل یہ کہ فعل کا استعمال کئی طرح پر ہوتا ہی اگر سمجھو تو کچھ باہمین تناقض نہین اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو خرما عنایت فرمایا تھا ارشاد فرمایا خذہا لو لم تاتہا لاتتک آپنے تو اس شخص کی طرف اور خرما کی طرف منسوب فرمایا حالانکہ خرما انسان کی طرف اسی طرح نہین آتا جیسے انسان اسکی طرف جاتا ہی۔ اسی طرح جب ایک تائب نے کہا کہ مین خداے تعالی کی طرف توبہ کرتا ہون نہ محمد کی طرف تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے حق کو حقدار کے لیے جان لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص سب باتون کو خداے تعالی ہی کی طرف منسوب کرے وہ ایسا محقق ہی کہ حق اور حقیقت کے حقدار کو جانتا ہی اور جو شخص اسکے غیر کی طرف کچھ نسبت کرے وہ اپنے قول مین استعارہ اور مجاز کہتا ہی اور مجاز کے واسطے بھی ایک وجہ ہی جیسے کہ حقیقت کے لیے ایک وجہ ہی اور لفظ فاعل واضع لغت نے اختراع کرنے والے کے لیے بنایا ہی مگر چونکہ اسنے خیال کیا کہ انسان بھی اپنی قدرت سے اختراع کرتا ہی اسلیے اسکو بھی فاعل اپنے کام کا کہدیا اور اسکے فاعل کہنے کو معنی حقیقی سمجھ گیا اور وہم کیا کہ اس فعل کی نسبت خداے تعالی کی طرف مجاز ہی جیسے قتل کی نسبت حاکم کی طرف مجاز ہی اور جلاد کی طرف حقیقت مین۔ مگر اہل حق کو عقدہ کھلا تو معلوم ہوا کہ امر بالعکس ہی اور واضع لغت سے کہا کہ اگر لفظ فاعل تو نے مخترع کے واسطے بنایا ہی تو فاعل سواے خداے تعالی کے اور کوئی نہین پس حقیقی معنی خاص خداے تعالی کے واسطے ہین اور دوسرے کے لیے بولنا مجاز ہی یعنی اس مقصود سے جو واضع لغت نے لفظ بنایا تھا تجاوز کر گیا کیونکہ اختراع کام صرف خداے تعالی کا ہی اور جب کہ حقیقی معنی بعض عرب کی زبان پر قصداً یا اتفاقاً جاری ہوگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ نہایت سچا شعر جو شاعر نے کہا ہی قول لبید کا ہی شعر الا کل شیء ما خلا اللہ باطل ٭ وکل نعیم لا محالۃ زائل ٭ جسکا ترجمہ یہ ہی ہر چیز سوا خدا کے جانو باطل ٭ سب چین یہان کے ہونگے لامحالہ زائل ٭ یعنے جس چیز کو کہ قیام اپنی ذات سے نہین دوسرے کے سبب قائم ہی وہ بذات خود باطل ہی اسکی حقیقت اور حقیقت غیر سے ہی نہ خود اس سے پس ثابت ہوا کہ حقیقت مین سواے ذات حی قیوم کہ جسکا مثل نہین ہو سکتا اور کوئی حق نہین کہ وہی اپنی ذات سے قائم ہی سوا اسکے سب قائم اسکی قدرت سے ہین اسی جہت سے وہی حق ہی اور سب باطل ہین اور اسی جہت سے حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ اے مسکین خداے تعالی موجود تھا اور تو نہ تھا اور وہ ہوگا اور تو نہوگا آج جو تو ہوگیا تو کہنے لگا کہ مین ہون تو اب بھی ایسا ہی ہو جا جیسا پہلے نہین تھا کیونکہ آج ویسا ہی وقت ہی جیسا پہلے تھا شعر بہشت تن آسانی آنگہ خوری ٭ کہ بر دوزخ نیستی بگذری ٭ اب اگر کوئی کہے کہ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ بالکل کارخانہ جبر کا ہی تو پھر ثواب عذاب کے کیا معنی ہین اور غضب اور رضا سے کیا مراد ہی اپنے ہی فعل پر خداے تعالی راضی اور ناراض کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہی کہ

اس بات کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہین دوبارہ لکھنے کی حاجت نہین۔ یہ مقدار وہ ہی جو توحید سورت حال توکل کے باب مین ہمکو بطور رمز لکھنی
منظور تھی اور یہ بدون ایمان اور اعتقاد کرنے رحمت و حکمت کے کامل نہین ہوتی اسلیے کہ توحید سے لازم آتا ہی کہ مسبب الاسباب کی طرف نظر ہو
اور وسعت رحمت پر ایمان ہونے سے اعتماد مسبب الاسباب پر ہوتا ہی۔ اور حال توکل جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا جب ہی پیدا ہوتا ہی جب وکیل پر
اعتماد اور دل کا اطمینان اُسکی شفقت پر ہو اور ایمان کی یہ قسم بھی بہت بڑی قسم ہی اہل کشف کے طریق کی صورت اس باب مین لکھنی طویل ہی مگر
اُسکا خلاصہ لکھے دیتے ہین تاکہ طالب مقام توکل اُسکا معتقد قطعی اعتقاد سے ہو جاوے اور کسی طرح کا شک نہ کرے وہ یہ ہی کہ ایسے یقین سے
کہ جسمین شائبہ ضعف اور شک نہو یہ تصدیق کرے کہ خدا اے تعالی اگر تمام خلق کو سب سے زیادہ عقیل شخص کے موافق عقل دیتا اور سب سے
زیادہ عالم جیسا علم عنایت کرتا اور جسقدر علم کی اُنکے نفسون مین سمائی ہوتی اُتنی ہی عنایت فرماتا اور اُنکو حکمت اُس درجہ کی دیتا کہ جسکی کچھ نہتہا
نہین پھر جیسے اُنکی شمار بڑھتی جاتی ویسی ہی علم اور حکمت اور عقل کو ترقی بخشتا رہتا اور اُنپر انجام کار کا حال ظاہر کر دیتا اور اسرار ملکوت بھی سب کے سب
بتلا دیتا اور لطف و عقوبت کے دقائق سے بھی آگاہ کر دیتا یہان تک کہ خیر و شر اور نفع و ضرر پر سب پر واقف ہو جاتے پھر اُنکو حکم کرتا کہ تم اپنے علم و
حکمت کے زور سے ملک اور ملکوت کا انتظام کرو اور سب بالاتفاق ہو کر تدبیر کرتے تو جو انتظام کہ خدا اے تعالی نے دنیا و آخرت مین کر رکھا ہی
ان سب کی تدبیر اس انتظام مین مچھر کے پر کے برابر بھی کمی و بیشی تجویز نہ کرتے نہ اُسمین ذرہ برابر نشیب و فراز عمل مین لاتے نہ کوئی مرض یا
عیب یا نقصان یا فقر یا ضرر اُن لوگون سے جو اُنمین مبتلا ہین دور کرتے نہ کسیکی صحت یا کمال یا تونگری یا نفع اُن اشخاص سے جو ان امور
سے سرفراز ہین زائل کرتے بلکہ جو کچھ اللہ تعالی نے آسمان و زمین مین پیدا کیا ہی اگر اُسکی طرف آنکھ اُٹھاتے اور مدتون تک دیکھتے رہتے
تب بھی اُسمین کچھ فتور و قصور نہ دیکھتے اور اس بات کا بھی یقین چاہیے کہ اور جو اشیا کہ اللہ تعالی نے مثل رزق اور موت اور رنج اور راحت
اور عجز و قدرت اور کفر و ایمان اور طاعت و عصیان وغیرہ کے اپنے بندون مین تقسیم کی ہین وہ سب محض عدل اور انصاف اور حق صریح ہی
اُسمین کسی طرح کا ظلم اور جور نہین اور سب اشیا ترتیب واجب اور حق پر ہین اُنکی ترتیب اور مقدار جیسی ہونی چاہیے ویسی ہی ہی اور اُس سے
بہتر اور کامل تر اور عمدہ ممکن ہی نہین اور اگر بالفرض اس ترتیب سے عمدہ ترتیب تھی اور اُسکو خدا اے تعالی نے باوجود قدرت کے
رکھ چھوڑا اور بندون کو عنایت نہ کی تو یہ امر داخل بخل کے ہی جو مخالف جود کے ہی اور ظلم ہی نہ عدل۔ اور اگر قدرت نہ تھی تو عاجزی لازم
آتی ہی جو خلاف معبود ہونے کے ہی بلکہ جو فقر و ضرر دنیاوی ہی وہ دنیا مین تو کمی ہی مگر آخرت مین زیادتی ہی اور جو نقصان کہ آخرت مین کسی
شخص کی نسبت ہی وہ دوسرے کی نسبت کر عیش و آسایش ہی اسلیے کہ مثلاً اگر رات نہوتی تو دن کی قدر کیسے معلوم ہوتی اور اگر مرض نہوتا
تو تندرست صحت سے کیسے لذت پاتے اور اگر دوزخ نہوتی تو جنت والے قدر نعمت کی کیا جانتے اور جس طرح کہ انسانون کی روح کے لیے
بہائم کی ارواح کو فدا کرنا اور انسانون کا اُنکو ذبح کرنا ظلم نہین بلکہ کامل کو ناقص پر ترجیح دینا عین عدل ہی اسی طرح ساکنین جنت کی زیادتی
نعمت کے لیے دوزخ والون کی سزا زیادہ کرنی اور کافرون کو ایمانداروں کا فدیہ عین عدل ہی۔ اور اگر بالفرض ناقص پیدا نہوتا تو کامل
کیسے پہچانا جاتا اور اگر بہائم پیدا نہوتے تو شرف انسانی کب ظاہر ہوتا اسلیے کہ کمال اور نقص کسی کی نسبت کر ظاہر ہوا کرتے ہین اس سے
معلوم ہوا کہ کامل اور ناقص دونون کا پیدا کرنا مقتضائے جود و حکمت سے ہی۔ اور جس طرح کہ جب ہاتھ سڑ جاتا ہی تو اُسکا کاٹنا جان کے
بچانے کے لیے عدل کی بات ہی اسواسطے کہ ناقص چیز کا فدیہ کامل کے واسطے کیا جاتا ہی اسی طرح جو فرق خلق مین پایا جاتا ہی کہ دنیا مین کسی کی
قسمت مین کچھ ہی اور کسی کی قسمت مین کچھ تو یہ سب عدل ہی کہ اُسمین جور نہین اور حق ہی کہ اُسمین کھیل کود نہین۔ اور یہ بیان بھی بڑا گہرا
اور وسیع اور موج خیز سمندر ہی کہ چوڑائی مین توحید کے سمندر سے کچھ کم نہین اُسمین بہت سے عقل کے کوتاہ ڈوب گئے اور یہ نہ سمجھا کہ یہ
باریک بات ہی سوائے عاقلون کے اور کوئی نہین سمجھتا اور اس سمندر کے پار راز تقدیر کا ہی جسمین اکثر لوگ حیران ہین اور اُسکے افشا سے

اہل کشف منع کر دیے گئے ہین اور حاصل یہ کہ خیر و شر دونون علمی چیزین ہین اور جس چیز کا کہ حکم ہو چکا ہی وہ مشیت کے بعد ضروری ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ اُسکے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہین نہ کوئی تقدیر کا ٹالنے والا بلکہ چھوٹی بڑی بات سب لکھی ہوئی ہی اور اُسکا ہونا مدت معین کا منتظر ہی جو آدمی کو پہونچتا ہی وہ ایسا نہ تھا کہ نہ پہونچے اور جو اُسکو نہ پہونچا وہ پہونچنے والا نہ تھا شعر بدر و صاف ترا حکم نیست دم درکش * کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست * اب یہ رموز علوم مکاشفہ کے جو اصل توکل کے ہین اسی قدر پر ختم کر دیے جاتے ہین اور علم معاملہ کی طرف توسن خامہ کی باگ موڑتے ہین و باللہ التوفیق

دوسری فصل توکل کے احوال و اعمال مین اسمین تین بیان ہین بیان اول توکل کا حال پہلے ہم بیان کر چکے ہین کہ توکل کا مقام علم اور حال اور عمل سے بنتا ہی اور اُنمین سے علم کو ہم لکھ چکے اور حال جو واقع مین توکل اُسی کا نام ہی اور علم اُسکی اصل اور عمل اُسکا ثمرہ ہی اُسکو اب لکھتے ہین واضح ہو کہ توکل کی تعریف مین اکثر لوگون نے بہت کچھ لکھا ہی اور عبارتین اُنکی جدا جدا ہین مگر ہر ایک شخص نے اپنے نفس کے مقام کو لکھا ہی اور اسی کی تعریف کی ہی چنانچہ عادت اہل تصوف کی یہی ہی اس لحاظ سے ان سب قولون کی نقل کرنے مین بجز طول کلام کے اور کچھ فائدہ نہ دیکھکر اُنکو قلم انداز کرتے ہین اور امر واقعی جو اُسکو قلم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ لفظ توکل مشتق وکالت سے ہی جسکے معنی دوسرے پر اعتماد کرکے کام سپرد کرنے کے ہین جسکو کام سپرد کرتے ہین اُسکو وکیل کہتے ہین اور جو کام سپرد کرتا ہی اُسکو متکل اور متوکل کہتے ہین بشرطیکہ وکیل پر اُسکے نفس کا اطمینان اور اعتقاد ہو اور اُسکو متہم عجز اور قصور کا نہ سمجھتا ہو غرض کہ توکل صرف وکیل پر اعتماد دلی کو کہتے ہین اب ہم مقدمات کے وکیل کو بطور مثال فرض کیے لیتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر فریب سے جھوٹا دعوے کرے اور مدعا علیہ اُس سے لڑنے کے لیے اپنی طرف سے ایسے شخص کو وکیل کرے جو اُسکا فریب و اشگاف کر دے تو وہ وکیل پر متوکل اور اعتماد کرنے والا اور اُسکی وکالت پر مطمئن نہ کہلاویگا جب تک کہ چار باتون کا اعتقاد اُسمین نہ رکھتا ہوگا اول نہایت درجے کی ہدایت دوم قدرت کامل سوم غایت مرتبہ کی فصاحت چہارم شفقت تام ہدایت اسلیے کہ اُسکے باعث فریب کے مقامات جان لے یہان تک کہ نازک و باریک حیلے بھی اُس سے ہرگز چھپے نہ رہین اور قدرت اسلیے کہ حق کی تصریح کرے حاکم کی مُنھ دیکھی بات نہ کہے رعب مین نہ آوے شرم اور نامردی اظہار حق مین روا نہ رکھے اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ وکیل کو وجہ فریب طرفثانی کی معلوم ہو جاتی ہی مگر خوف یا نامردی یا حیا یا کسی اور مانع کے باعث جس سے دل تصریح حق سے ضعیف ہو جاتا ہی اُسکو زبان پر نہین لاتا - اور فصاحت اسلیے کہ یہ بھی ایک طرح کی قدرت ہی مگر قدرت لسانی ہی کہ دل جس بات پر جرأت کرے اور اشارہ کرے اُسکو اچھی طرح بیان کر سکے کیونکہ یہ کچھ ضرور نہین کہ جو شخص فریب کے موقعے جانتا ہی وہ اپنی تیزی زبان سے اُسکا عقدہ بھی حل کر دیا کرے اور شفقت تام اسلیے چاہیے کہ اُسکے باعث جسقدر کوشش کہ وکیل سے اُسکے حق مین ہو سکے اُسکو بجا لاوے کیونکہ صرف مقدمہ لڑانے پر وکیل کا قادر ہونا کافی نہین جب تک کہ عنایت و توجہ متوکل کے حال پر نہو اور اُسکے کام کو ضروری اور قابل دل لگانے کے نہ سمجھے اور اگر ایسی صورت ہو کہ طرفثانی جیتے تو کچھ غرض نہین اور متوکل جیتے تو کچھ پروا نہین اُسکا حق مارا جاوے یا باقی رہے کسی سے کچھ مطلب نہین تو کام کی درستی معلوم نہین اگر متوکل کو ان چارون باتون مین خواہ انمین سے ایک مین بھی شک ہوگا یا اُسکے عندیے مین طرفثانی ان چارون مین کامل ہوگا تو اُسکو اپنے وکیل پر خوب اطمینان نہوگا بلکہ دل مین متردد رہیگا اور ہمہ تن اس بات کی تدبیر نکالیگا کہ کسی طرح وکیل مین جو کمی ہی یہ دور ہو جاوے اور طرفثانی کا غلبہ فرو ہو اور جسقدر متوکل کو ان چارون باتون کا وکیل مین اعتقاد ہوگا اُسی قدر اُسکا اُسپر اعتماد اور اطمینان سمجھنا چاہیے اور چونکہ لوگون کے اعتقاد اور ظن قوی اور ضعیف ہونے مین بے انتہا متفاوت ہوتے ہین اسی جہت سے ضرور ہی کہ احوال متوکلین کی توثیق اطمینان و اعتماد مین بھی فرق بہت ہو یہان تک کہ نوبت اُس یقین کی پہونچ جاوے جسمین ضعف نہو

مثلاً اگر وکیل اپنے موکل کا باپ ہو جو سب طرح کے حلال و حرام کے لیے بیٹے کے واسطے دوڑا پھرتا ہے تو ظاہر ہے کہ بیٹے کو یقین کمال شفقت اور
عنایت کا اپنے حال پر ہوگا اور ایک خصلت ان چار خصلتوں میں سے قطعی ہو جاوے گی اسی طرح اور خصلتیں بھی قطعی ہو سکتی ہیں مثلاً مدت سے
کسیکو وکالت کرتے دیکھا یا لوگوں سے متواتر سنا کہ فلاں شخص بڑا خوش تقریر اور زبردست بیان اور حق دلانے کا دھنی ہے بلکہ حق کو باطل اور
باطل کو حق کرنے میں ایک صورت سے باندھ دیتا ہے۔ پس جب اس مثال میں توکل جان لیا تو اسی پر خدا سے تعالیٰ کے اوپر توکل کرنے کو
قیاس کرنا چاہیے یعنی اگر آدمی کے دل میں کشف سے یا پکے اعتقاد سے جم جاوے کہ فاعل سوا سے خدا سے تعالیٰ کے کوئی نہیں جیسا
کہ اسکی تقریر اوپر گذری اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی اعتقاد کرے کہ خداوند کریم بندوں کا حال خوب جانتا ہے اور انکے کافی ہونے کے لیے
قدرت کامل رکھتا ہے اور اسکی رحمت کامل اور عنایت شامل سب بندوں پر ایک ایک پر واصل ہے نہ اسکی قدرت کے بعد کوئی قدرت ہے
نہ اسکے علم سے سوا کوئی علم ہے نہ اسکی عنایت و رحمت کے سوا جو کچھ ہے کوئی اور رحمت و عنایت ہے تو اس صورت میں بیشک اسکا دل
صرف خدا سے تعالیٰ پر توکل کریگا دوسرے کی طرف التفات نہ کریگا بلکہ جب کوئی حرکت یا قدرت کا ذکر کریگا تو اپنے نفس کی طاقت و
قدرت پر بھی لحاظ نہ کریگا اسواسطے کہ بفحواے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے حول و قوت خدا ہی کی بدولت ہے حول سے مراد حرکت ہے اور قوت
سے مراد قدرت۔ پس اگر آدمی اپنے نفس میں یہ حالت نہ پاوے تو اسکے دو سبب ہیں یا تو یہ کہ ان چاروں باتوں میں سے کسی پر
یقین کم ہوگا یا دل پر ضعف اور مرض نامردی اور اوہام واہی کے سبب بزدلی غالب ہوگی کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ
یقین میں کچھ نقصان نہیں ہوتا مگر وہم کی تبعیت اور فرمانبرداری سے دل میں بزدلی آجاتی ہے مثلاً کوئی شخص شہد کھاتا ہو اور اس سے
کہہ دیا جاوے کہ یہ تو پاخانے کی صورت ہے تو اسکی طبیعت بعض اوقات نفرت ایسی کریگی کہ پھر کھانا دشوار ہوگا۔ اور اگر عاقل سے
کہا جاوے کہ مردے کے پاس قبر میں یا بستر پر یا کوٹھری میں لیٹ جاوے تو اسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اگرچہ یقین سے جانتا ہے
کہ یہ مردہ ہے اور بالفعل جماد بیحس و حرکت ہے اور خدا سے تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ اب اسکو زندہ نہیں فرماویگا گو زندہ کرنے پر
قادر ہے جس طرح یہ اسکا دستور ہے کہ کاتب کے ہاتھ کے قلم کو سانپ نہیں کر دیتا نہ بلی کو شیر کرے گو ان کے سانپ اور شیر کر دینے پر قدرت
رکھتا ہے پس باوجودیکہ عاقل شخص اس یقین میں کچھ شک و شبہ نہیں رکھتا مگر اسکی طبیعت میت کے ساتھ بستر پر خواہ بند کوٹھری میں
تنہا بیٹھنے سے نفرت کرتی ہے اگرچہ اور تمام جمادات سے نفرت نہیں کرتی اور یہ دل میں ایک نامردی ہے اور ایک قسم کا ضعف ہے کہ جس سے
آدمی کم خالی ہوتے ہیں کچھ نہ کچھ ہر ایک میں ہوتا ہے یہی ضعف کبھی زیادہ ہو کر روگ ہو جاتا ہے حتی کہ آدمی گھر میں علیحدہ دروازے
خوب بند کر کے نہیں سوتا۔ بہر حال توکل کے کامل ہونے کو دل اور یقین کی دونوں کی قوت چاہیے انہیں دونوں کی قوت سے
دل کو قرار اور اطمینان ہوتا ہے دل میں قرار اور چیز ہے اور یقین دوسری چیز بہت یقین ایسے ہوتے ہیں جنکے ساتھ اطمینان نہیں ہوتا
جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال میں مذکور ہے قال اولم تومن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
یہ دعا مانگی کہ زندہ کرنا میت میں کا دکھلا دے تاکہ میرے خیال میں جم جاوے اسواسطے کہ نفس تابع خیال کا ہوتا ہے اور اسی سے
اسکا اطمینان ہوتا ہے اور یقین سے اول اول مطمئن نہیں ہوتا مگر رفتہ رفتہ آخر کو درجہ نفس مطمئنہ کا پاتا ہے شروع میں ہرگز نہیں پاتا
اور بعضے مطمئن ایسے ہیں کہ انکو یقین نہیں ہوتا جیسے سب ارباب ملت و مذہب مثلاً یہودی و نصرانی کو اپنے یہودی ہونے اور
نصرانیت پر اطمینان ہے مگر یقین دونوں میں سے کسیکو نہیں صرف غلبۂ ظن اور من مانتی بات پر چلتے ہیں حالانکہ خدا سے تعالے
کے پاس سے انکو ہدایت جو سبب یقین کا ہے پہونچ چکی مگر وہ اس سے منحرف رہتے ہیں۔ غرض یہ کہ نامردی اور جرأت سرشت میں
داخل ہیں جب انکے ہوتے ہوئے یقین مفید نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک سبب مخالفت توکل ہے جیسے کہ چاروں خصلتوں پر

نہیں ہے طاقت [illegible] نہ زور عبادت [illegible] خدا تعالیٰ کی مدد [illegible]
[illegible] یقین [illegible]

یقین کم ہونا ایک سبب ہی اور جب یہ اسباب یعنی یقین و اطمینان وغیرہ سب اکٹھے ہوجاتے ہین تو اللہ تعالیٰ پر اعتماد حاصل ہوجاتا ہی مشہور ہی کہ توریت مین لکھا ہوا ہی کہ جو شخص کسی اپنے جیسے انسان پر توکل کرے وہ ملعون ہی - اور ایک حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو شخص بندون سے عزت چاہے اُسکو خداے تعالیٰ ذلیل کرتا ہی - اور جب تمکو معنی توکل کے معلوم ہوسکے اور وہ حالت جسکا نام توکل ہی جان چکے تو اب جاننا چاہیے کہ اُس حالت کی قوت و ضعف کی رو سے تین درجے ہین پہلا درجہ تو وہ ہی جو ہمنے ابھی ذکر کیا کہ حال بندے کا توکل اور اعتماد و کفالت و عنایت الٰہی پر ایسا ہو جیسا اعتماد موکل کو وکیل پر ہوتا ہی دوسرا درجہ جو اس سے قوی ہی وہ یہ ہی کہ حال متوکل کا خداے تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہو جیسا بچے کا حال مان کے ساتھ ہوتا ہی کہ وہ سوا مان کے اور کسیکو نہین پہچانتا اور سوا اُسکے اور سے داد فریاد نہین کرتا اُسی پر اعتماد کرتا ہی اور اگر اُسکو دیکھتا ہی تو دامن سے لپٹ جاتا ہی اور نہین چھوڑتا اور اگر اُسکے پیچھے کوئی بات اُسپر پیش آتی ہی تو اول مان ہی کو پکارتا ہی اور اول اُسکے دل مین اُسی کا دھیان آتا ہی کیونکہ اُسکا ٹھکانا مان ہی تک ہی اور اُسکو مان کی شفقت اور کفیل و کافی ہونے کا ایسا یقین ہی جو خالی ایک قسم کے ادراک سے نہین جتنی تمیز اُسکو حاصل ہی اُس سے اُسی کو سمجھتا بوجھتا ہی اور یون گمان ہی کہ یہ امر طبعی ہو اس جہت سے کہ لڑکے سے ان عادتون کا اگر مطالبہ کیا جاوے تو وہ نہ انکی تفصیل بیان کرسکیگا نہ انکی تفصیل اپنے ذہن مین حاضر کرسکیگا لیکن یہ سب باتین ادراک کے سوا ہین پس جو شخص کہ دل سے خداے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا اور نظر اور اعتماد اُسی پر رکھتا ہوگا تو وہ خداے تعالیٰ پر عاشق ہوگا جیسے لڑکا اپنی مان پر ہوتا ہی اور وہی واقع مین اللہ تعالیٰ پر متوکل ہوگا کیونکہ لڑکا بھی اپنی مان پر متوکل رہتا ہی اور فرق ان دونون درجے والون مین یہ ہی کہ اس درجے والا ایسا متوکل ہی کہ اپنے توکل مین خود توکل سے بھی بیخبر ہوگیا یعنی اُسکا دل توکل اور اُسکی حقیقت کی طرف ملتفت نہین بلکہ صرف جسپر توکل ہی اُسی کی طرف التفات رکھتا ہی اور اُسکے دل مین اُسکے سوا اور کسی کی گنجایش نہین اور پہلے درجے والا تکلف اور کسب سے متوکل ہی اسیواسطے اپنے توکل سے بیخبر نہین یعنی اُسکو توکل کی طرف التفات ہی اور اُسکو سمجھتا ہی اور یہ امر اس بات کا مانع ہی کہ صرف خداے تعالیٰ پر نظر ہو اور اسی درجۂ اول کی طرف اشارہ حضرت سہیل تستری رح کے قول مین ہی کہ جب اُنسے کسی نے پوچھا کہ ادنیٰ مرتبہ توکل کا کیا ہی اُنھون نے فرمایا کہ آرزوون کا ترک کرنا سائل نے پوچھا کہ اوسط کیا ہی اُنھون نے فرمایا کہ اختیار کا ترک کرنا یہ اشارہ دوسرے درجے کی طرف فرمایا اور اعلیٰ درجے کو جو پوچھا تو اُسکو کچھ بیان نہ کیا اور فرمایا کہ اُسکو وہی جانتا ہی جو اوسط درجہ پر پہونچ جاتا ہی تیسرا درجہ توکل کا جو سب سے اعلیٰ ہی یہ ہی کہ متوکل اپنی حرکات و سکنات مین خداے تعالیٰ کے سامنے ایسا ہو جیسا مردہ نہلانے والے کے سامنے ہوتا ہی کہ اپنے نفس کو مُردہ سمجھے جسکو قدرت ازلیہ حرکت دیتی ہو جیسے نہلانے والے کا ہاتھ مُردے کو حرکت دیتا ہی اور وہ ایسا شخص ہوتا ہی جسکا یقین اس بات پر قوی ہو کہ حرکت کا دینے والا اور قدرت اور ارادہ اور علم اور تمام صفات کا جاری کرنے والا وہی ہی اور یہ سب چیزین جبر آپیدا ہوجاتی ہین پس ایسا شخص عین انتظار مین رہیگا کہ مجھپر کیا پیش آویگا اور لڑکے سے اس باب مین جدا ہوگا کہ وہ اپنی مان سے فریاد کرتا ہی اور دامن مین لپٹ جاتا ہی اور اُسکے پیچھے دوڑتا ہی اور یہ ایسے لڑکے کی طرح ہی کہ جانے کہ اگر خود فریاد نہ کریگا تو مان اُسکو ڈھونڈھ لیگی اور اگر اُسکے دامن سے نہ لپٹیگا تو وہ خود اُٹھا لیگی اور اگر اُس سے دودھ نہ مانگیگا تو وہ خود پلاوے گی - یہ مقام توکل کا اس بات کا مقتضی ہی کہ متوکل خداے تعالیٰ کے کرم اور عنایت پر اعتماد کرکے دعا اور سوال ترک کردے اس نظر سے کہ وہ بدون سوال ہی مانگنے سے افضل چیز عطا فرماویگا کیونکہ بہت سی نعمتین سوال اور دعا سے پہلے بے استحقاق دے رکھی ہین - اور دوسرا مرتبہ مقتضی ترک دعا کا خداے تعالیٰ سے نہین بلکہ دوسرے سے سوال نہ کرنے کا مقتضی ہی - باقی رہی یہ بات کہ ان احوال کا وجود بھی ہی یا نہین تو اُسکی صورت یہ ہی کہ اُنکا وجود محال تو نہین مگر البتہ بہت نادر و کمیاب ہی جنمین دوسرا اور تیسرا تو حکم عنقا ہی رکھتا ہی اول درجہ زیادہ تر ممکن الحصول ہی اور دوسرا اور تیسرا درجہ اگر ہو بھی تو اُسکا دوام اور بھی دشوار ہی بلکہ تیسرا درجہ تو دوام مین ایسا ہی جیسے خوف کی زردی کہ ادھر آئی

رح تستری رضی اللہ عنہ ابونعیم درحلیہ بروایت عمرفاروق ۱۲

اُدھر جاتی رہی اسوجہ سے کہ دل کا کشادہ ہونا اپنی حرکت اور قدرت اور دوسرے اسباب سے ایک امر طبیعی ہے اور اُسکا رُکنا ایک امر عارضی ہے
جیسے خون کا چار طرف پھیلنا امر طبیعی ہے اور رُکا رہنا عارضی اور خوف کے یہی معنی ہین کہ خون ظاہر جلد سے باطن کی طرف سمٹ جاوے
یہان تک کہ ظاہر جلد سے وہ سُرخی جو جلد کے باریک پردے مین سے جھلکتی تھی جاتی رہے اور جلد خود ایک باریک پردہ ہے جسمین سے
خون کی سُرخی کی دمک سوجھتی ہے پس خون کا سمٹنا بالضرور زردی لاویگا مگر یہ ہمیشہ نہین رہیگا اسی طرح دل کا بالکل حرکت و قدرت کی طرف
سے سمٹ جانا اور اُنکو نظر انداز کرنا اور اسباب ظاہری پر التفات نہ کرنا ہمیشہ نہین رہتا اور دوسرے درجے کا دوام ایسا ہے جیسے زردی
بخار والے کی کہ وہ کبھی ایک دو روز ٹھہر جاتی ہے زیادہ نہین ٹھہرتی اور درجۂ اول کا دوام مشابہ اُس بیمار کی زردی کے ہے جسکا مرض پکا ہوگیا ہے
اسکا ہمیشہ رہنا بھی دشوار نہین نہ جاتا رہنا کچھ بعید ہے باقی رہا یہ کہ بندے کو کچھ علاقہ اور تدبیر اسباب ظاہری کے ساتھ ان مقامات مین رہتا ہے یا نہین پس
تیسرے مقام مین تو سرے سے تدبیر نہین رہتی جب تک کہ حالت مذکورہ باقی رہتی ہے بلکہ اُس حالت والا حیرانون کی طرح رہتا ہے اور دوسرے مقام مین
اور کچھ تدبیر نہین ہوتی مگر خدا سے تعالی سے فریاد کرنی اور دعا و سوال سے اسی کی طرف التجا کرنی رہتی ہے جیسے لڑکا اپنی مان سے صرف علاقہ رکھتا ہے
اور مقام اول مین نہ تدبیر نابود ہوتی ہے نہ اختیار مگر بعض تدبیرات جاتی رہتی ہین جیسے موکل اپنے وکیل پر اعتماد کرکے بعض تدابیر جو غیر وکیل سے
متعلق ہون نہین کرتا مگر جو تدبیر کہ اُسکا وکیل بتاتا ہے یا اپنے آپ اُسکی عادت و تجربہ سے معلوم ہے اُسکو کرتا ہے مثلاً وکیل نے کہا کہ جب تو موجود ہوگا جب ہی مین مقدمہ
مین لب کشائی کرونگا تو موکل خواہ مخواہ اپنی حاضری کی تدبیر کریگا اور یہ امر خلاف توکل نہین یعنی اسمین یہ بات نہین کہ وکیل سے منحرف ہوکر
صرف اپنی قدرت یا عزت کی تدبیر پر اظہار حجت مین اعتماد کیا ہو بلکہ توکل کی تمامی اسی مین ہے کہ جو کچھ وکیل اسکے لیے مناسب جان کر کہ دے
وہی عمل مین لاوے اگر اسپر متوکل نہوتا اور اُسکی بات پر اعتماد نہ کرتا تو اُسکے کہنے سے کیون حاضر ہوتا اور جو امر کہ عادت سے وکیل کے
معلوم ہو اُسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً موکل کو معلوم ہے کہ میرا وکیل طرفشانی سے بدون دستاویز نہین لڑتا تو اُسکا توکل جب پورا ہوگا کہ وکیل کی عادت
کے واقف ہونے کے بعد اسی کے بموجب کار بند ہو اور دستاویز روبکاری کے وقت بغل مین دبا جاوے غرض کہ اول صورت مین آپ آنا
حاضر ہونا اور صورت دوم مین دستاویز کا لیجانا داخل تدبیر ہے اگر انہین سے کسیکو چھوڑدیگا تو اُسکے توکل مین نقصان نہوگا تو ان دونون
تدبیرون کی بجاآوری کیسے توکل مین باعث نقصان ہوسکتی ہے ہان وکیل کے اشارے کے بموجب خود حاضر ہونا یا اُسکی عادت سے واقف
ہوکر دستاویز کا ساتھ رکھنا اور پھر اُسکی حجت اور کلام طرفشانی سے بیٹھ کر سُننا بعض اوقات مقام دوم اور سوم پر بھی پہونچا دیتا ہے یعنے
روبکاری کے وقت مبہوت سا رہجاتا ہے کہ دیکھیے کیا ہو اور اپنی حول و قوت پر کچھ اعتماد نہین کرتا اُسپر صرف اُسی وقت تھا کہ چلا آیا اور دستاویز
لے آیا اور اب وہ وقت ہوپہنچا کہ اُسمین صرف نفس کا اطمینان اور اعتقاد وکیل ہی پر رہ گیا اور اس بات کا انتظار کہ میرے حق مین کیا ہو
اب اگر اس بات کو سوچو تو تمام اعتراض توکل کے باب مین دور ہوجاتے ہین اور سمجھ لو کہ توکل کی کچھ یہ شرط نہین کہ آدمی سب تدبیر اور
کام چھوڑ دے کوئی بھی تدبیر اور کام کرنے ہی نہ پاوے توکل کے ساتھ کوئی درست ہی نہین بلکہ جائز ہونا بعض کا اور ناروا ہونا بعض امور کا
توکل مین تفصیل کے ساتھ ہے اعمال توکل مین عنقریب اسکا بیان مذکور ہوگا یہان سے یہی معلوم ہوا کہ اگر متوکل اشارۂ وکیل سے یا اُسکی عادت
کی واقفیت سے خود حاضر ہو یا دستاویز ساتھ لے آوے تو یہ امر مخالف توکل نہین اسواسطے کہ اُسے یہ تو معلوم ہے کہ اگر وکیل نہوتا تو میرا آنا اور
دستاویز لانا بیکار اور فرد وسری محض تھی اُس سے کیا کام نکلتا یعنی ان دونون باتون کا مفید ہونا کچھ اپنی تدبیر کے باعث نہین جانتا بلکہ
اس نظر سے کہ وکیل نے اُنکو لڑنے کے واسطے مقید کر رکھا ہے اور اپنے امر اُسکے اشارے خواہ عادت سے معلوم کرلیا ہے یہی اُنکو مفید جانتا ہے
اس سے معلوم ہوا کہ اسکی حول و قوت صرف وکیل ہی کے باعث ہے مگر وکیل کے لیے یہ کلمہ کہنا معنی کامل نہین بخشتا اسواسطے کہ وکیل اُسکی حول
و قوت کا خالق نہین بلکہ وکیل نے اسکی حول و قوت کو یعنی دونون تدابیر مذکورہ کو بذاتہا مفید کردیا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو مفید نہوتین بلکہ کلمہ

وکیل برحق خدا سے مطلق کی شان مین صادق ہو کہ وہ خالق حول وقوت کا ہو جیسے کہ اُسکی تقریر بیان توحید مین گذری اور اُسی نے ان فوائد کو
سفید بھی بنایا کہ انکو بشرط اُن فوائد و مقاصد کی کردی جنکو اُن دونون کے بعد پیدا کریگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ بیشک
درست اور ٹھیک ہی ہین جو شخص کہ ان امور کا مشاہدہ ان الفاظ سے کریگا اُسکو وہ ثواب عظیم جو ان کلمات کے کہنے سے احادیث مین
آیا ہو ہوگا ورنہ بڑا تعجب ہوتا ہو کہ اتنا ثواب سب کا سب اتنے الفاظ سے جو زبان پر سہولت سے گذر جاوین اور اُنکے معانی کا دل مین
آسانی سے اعتقاد آجاوے کس طرح ملتا ہو اور جب معلوم ہوکہ یہ ثواب اُس مشاہدے کا ہو جو ہمنے توحید کے ذکر مین بیان کیا ہو تعجب
نہین رہتا اور نسبت اس کلمے کی اور اُسکے ثواب کی کلمہ لا الٰہ الا اللہ اور اُسکے ثواب کی طرف ایسی ہو جیسے ایک کلمے کے مضمون کو نسبت ہو
دوسرے کلمے کے مضمون کی طرف یعنی لاحول ولا قوۃ الا باللہ مین تو صرف دو چیزون یعنی حول وقوت ہی کو خدا سے تعالیٰ کی طرف منسوب
کیا ہو اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ مین سب چیزون کی نسبت اُسی کی طرف ہو تو جو فرق کل چیزون اور دو چیزون مین ہو وہی فرق ان دونون
کلمون کے ثواب مین بھی ہو۔ اور جیسا کہ ہمنے پہلے لکھا ہو کہ توحید متضمن دو پوست اور دو مغز کو ہوتی ہو ویسے ہی یہ کلمہ اور تمام کلمات
بھی اُنھین چارون چیزون پر متضمن ہین اور اکثر لوگ صرف دو پوست کے پابند ہین مغزون کی طرف نہین جھکتے جنکی طرف اشارہ
اس حدیث شریف مین ہو من قال لا الٰہ الا اللہ صادقا من قلبہ مخلصا وجبت لہ الجنۃ اور جس حدیث مین کہ صدق و اخلاص کی قید
نہین وہان مطلق سے مقید ہی مراد ہو جیسے بعض جگہ مغفرت کو ایمان اور عمل صالح کی طرف منسوب کیا ہو اور بعض جا صرف ایمان ہی پر
منحصر فرمایا تو ایسی جگہ مین ایمان سے مطلق مراد نہین بلکہ بقید عمل صالح کے ساتھ مراد ہو اسلیے کہ سلطنت اُخروی صرف بات سے نہین
ملتی زبان کا ہلنا بات ہو اور دل کا اعتقاد بھی ایک بات ہو مگر وہ نفس کی بات ہو مگر صدق و اخلاص اور ہی چیز ہو کہ نہ زبان کی گفتگو ہو نہ نفس
کی گفتگو۔ اور تخت سلطنت صرف مقربین کے لیے بچھایا جاویگا اور وہ اخلاص والے ہی لوگ ہین ہان جو لوگ کہ اصحاب یمین سے اُنکے
نزدیک رتبے مین ہونگے اُنکو بھی خدا سے تعالیٰ کے یہان درجے ملینگے مگر سلطنت کے درجے کو نہ پہونچینگے دیکھو خدا سے تعالیٰ نے سورۂ واقعہ
مین جو مقربین سابقین کا ذکر فرمایا تو سریر کا ذکر بھی اُنکے لیے فرمایا علیٰ سرر موضونۃ متکئین علیہا متقابلین اور جب اصحاب یمین کی
نوبت آئی تو اور کچھ نہین بیان کیا صرف کھانے پینے دیکھنے اور نکاح کی لذات مثل میوون اور پانی اور سایہ اور درختون اور حورون کے
بیان فرمایا اور ظاہر ہو کہ یہ لذات تو بہائم کو بھی ہمیشہ رہتی ہین پھر کہان لذات بہائم اور کہان وہ سلطنت قائم اور جوار رب العالمین
مین رہنا دائم ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ٭ اگر ان لذات کی کچھ قدر ہوتی تو بہائم کو نہ ملتی اور فرشتے اُنسے محروم نہ کیے جاتے
نہ اُنکا درجہ بہائم سے بڑھکر ہوتا بہائم کو ہمیشہ کچھ میسر ہو باغون مین پھرتے ہین پانی کے چشمون کی اور درختون کی بہار دیکھتے ہین اقسام
کی غذا کھاتے ہین نر و مادہ مین جفتیان ہوتی ہین بتاؤ تو یہ سب لذتین اعلیٰ اور اشرف اور اس بات کے لائق ہین کہ اہل کمال کے
نزدیک فرشتون کے احوال پر اُنکو ترجیح ہو اور وہ یہ چاہین کہ جیسے فرشتے قرب الٰہی سے خوش رہتے ہین ویسے ہم نہون بہائم کی طرح
ان لذائذ مین مبتلا ہون یہ کہان ہوسکتا ہو مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ یا تم گدھے ہو جاؤ یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے
درجے مین ہو جاؤ تو وہ گدھے کا درجہ فرشتے کے درجے پر کیسے اختیار کریگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہو کہ جو چیز کسی کے مشابہ ہوتی ہو وہ
اُسی کی طرف کھنچتی ہو مثلاً جسکا میلان کفش دوزی کی طرف بہ نسبت محرری کے زیادہ ہوگا وہ اپنے جوہر کی رو سے کفش دوزی ہی کے
ساتھ مشابہ تر ہوگا یعنے اُسپر وہی پیشہ زیادہ پھبیگا اسی طرح جسکے نفس کا میلان لذات بہائم کی طرف بہ نسبت لذات ملائکہ کے زیادہ
ہوگا وہ بہائم کا مشابہ زیادہ ہوگا ایسے ہی لوگون کے حق مین خدا سے تعالیٰ فرماتا ہو اولٰئک کالانعام بل ہم اضل ان لوگون کو
اضل اسواسطے فرمایا کہ انعام کو تو ملکہ تلاش کرنے درجۂ ملائکہ کا نہین وہ تو اُس سے مجبور ہین اور انسان مین تو قوت اُسکے طلب کی ہو

پس جو شخص کسی کمال کے حاصل کرنے پر قادر ہو اور نہ کرے وہ بیشک مذمت کے لیے زیادہ شایان ہے اور عاجز کی نسبت گمراہ ہونے مین
زیادہ ہے - اور یہ کلام چونکہ جملۂ معترضہ کے طور پر آ گئے اسواسطے ہم اصل مقصود کی طرف پھر رجوع کرتے ہین کہ ہم معنی کلمہ لا الہ الا اللہ اور
لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے لکھ چکے اور جو کوئی انکو بدون مشاہدے کے کہے اسپر توکل کا حال مقصود نہین یہان اگر کوئی کہے کہ لاحول ولا قوۃ
الا باللہ مین صرف دو چیزون کی نسبت خداے تعالی کی طرف ہے پس اگر کوئی یون کہے کہ آسمان و زمین کو خداے تعالی نے پیدا
کیا ہے تو اسکا ثواب بھی لاحول کے برابر ہے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا ثواب اتنا نہین اسلیے کہ ثواب بقدر درجہ ثواب کی چیز کے
ہوتا ہے اور یہان دونون مین کچھ مساوات نہین کیونکہ اگر کوئی حول و قوت کو مجازاً چھوٹا کہے اور آسمان و زمین کو بڑا تو گو جسم مین
آسمان و زمین بڑے ہین مگر انکی بڑائی ایسی ہی جاننی چاہیے جیسے کہا کرتے ہین کہ عقل بڑی یا بھینس یہ بات ہر ایک شخص جانتا ہے
کہ زمین و آسمان آدمیون کی طرف سے نہین بلکہ وہ دونون خداے تعالی کی پیدایش سے ہین مگر حول و قوت کا معاملہ ایسا مشکل
ہے کہ معتزلہ اور فلاسفہ اور بہت سی جماعتین جنکو دعوی اپنی باریک بینی اور عقل و راے کا اور بال کی کھال نکالنے کا ہے سب اسمین
دنگ ہین اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونون بڑی مہلک اور خطرے کی جگہ اور لغزش کی جا ہین غافل لوگ اسمین اسی لیے تباہ ہوے
کہ اپنے لیے ایک امر ثابت کیا حالانکہ یہ توحید مین شرک ہے اور سوا خداے تعالی کے دوسرے خالق کا ٹھہرانا پس جو شخص اس
گھاٹی کو خداے تعالی کی توفیق سے طے کرتا ہے اسکا رتبہ عالی اور درجہ بلند ہوتا ہے اور وہی کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی تصدیق کرتا ہے اور
ہم یہ لکھ آئے ہین کہ توحید مین دو ہی گھاٹیان بڑی ہین ایک دیکھنا آسمان اور زمین اور آفتاب اور چاند و ستارون اور ابر اور مینہ اور
تمام جمادات کا دوسرا نظر کرنا حیوانات کے اختیار کا اور یہ دونون مین سے بڑا اور پر خطر اور گویا کہ سر توحید ہے اور اسی واسطے اس کلمے کا
ثواب بڑا ہے یعنی ثواب اس مشاہدے کا جسکا ترجمہ یہ کلمہ ہے - حاصل اس سب تقریر کا یہ ہوا کہ توکل کا حال یہ ہے کہ اپنی حول و قوت سے
علیحدہ ہونا اور واحد مطلق پر توکل کرنا اور اعمال توکل کی تفصیل مین یہ بات ناظرین پر واضح ہوگی دوسرا بیان مشائخ کے اقوال جو توکل کے باب مین ہین انکا ذکر - یہ ذکر
اسواسطے کیا جاتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ کسی نے فرمایا وہ سب ہماری اس تقریر مین یعنی توکل کے تین درجون مین شامل ہے اور
ہر ایک کے قول مین بعض حالات کا اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ مروی ہے کہ ابو موسی دیبلی رح فرماتے ہین کہ مین نے حضرت ابو یزید
بسطامی رح سے پوچھا کہ توکل کیا چیز ہے انھون نے فرمایا کہ تمھارا قول اس باب مین کیا ہے مین نے کہا کہ ہمارے ساتھی تو یون کہتے ہین
کہ اگر بالفرض سانپ اور بچھو آدمی کو داہنے اور بائین سے گھیر لین تو اس سے باطن مین کچھ جنبش نہو انھون نے فرمایا کہ ہان اسی کے
قریب ہے مگر بالفرض اگر اہل جنت بہشت مین مزے اڑاتے ہون اور دوزخ والے عذاب مین گرفتار ہون اور توکل والا ان دونون مین
تمیز کرے تو بالکلیہ توکل سے باہر ہو جاویگا پس حضرت ابو موسی کا قول تو سب سے بہتر حال توکل کا یعنی تیسرا مقام بیان فرماتے ہین
اور حضرت ابو یزید رح کا قول مشعر عمدہ انواع علم پر ہے جو اصل توکل ہے یعنی علم حکمت الہی اور یہ کہ جو کچھ خداے تعالی نے کیا وہی ہونا چاہیے
اصل عدل و حکمت کے لحاظ سے اہل جنت اور دوزخ مین کچھ فرق نہین اور یہ علم نہایت غامض ہے اور اس سے بڑھ کر راز تقدیر ہے
حضرت ابو یزید رح بجز اعلی مقامات اور اقصے درجات کے کم کچھ فرمایا کرتے تھے - اور توکل کے مقام اول مین یہ شرط نہین کہ سانپون سے
نہ احتراز کرے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رض نے غار مین انکی راہین بند فرمائی تھین اگر توکل کے خلاف یہ فعل ہوتا تو آپ کیون کرتے
لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ نے صرف پاؤن سے سانپ کے بل بند کر دیے ہون اور باطن مین تغیر نہ آیا ہو یا صرف آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے نفس نفیس کا گزند نا مناسب جانکر ایسا کیا ہو اپنے واسطے نہ کیا ہو اور توکل باطن کے اس تغیر سے جاتا ہے جو خاص اپنے نفع کے لیے ہو
غرض اس طرح کی تاویلات کی گنجایش ہے مگر ہم آگے لکھینگے کہ اس جیسی باتین اور اس سے زیادہ مخالف توکل کی نہین کیونکہ باطن کی تغیر سانپون سے

داخل خوف ہو اور متوکل کا حق ہی ہو کہ اس سے ڈرے جسنے سانپون کو مسلط کیا ہی کیونکہ سانپون کی حرکت وقدرت بدون خداے تعالیٰ کے کچھ نہین پس اگر احتراز کرے تو تکیہ اپنی تدبیر اور حول اور قوت پر نہ کرے بلکہ خالق حول وقوت پر کرے - اور حضرت ذوالنون مصری رحمۃ سے توکل کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ علٰحدہ ہونا ارباب سے اور قطع کرنا اسباب کا توکل ہی ارباب سے علٰحدہ ہونا تو اشارہ علم توحید کی طرف ہی اور قطع اسباب سے اشارہ اعمال کی طرف ہی اسمین حال کی نسبت صریح لفظ کوئی نہین گو ضمناً حال کی تعریف پائی جاتی ہی پھر لوگون نے آپسے پوچھا کہ اور زیادہ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ نفس کا ڈالنا عبودیت مین اور خارج کرنا ربوبیت سے اسمین اشارہ حول وقوت سے قطع ہونے کی طرف ہی فقط - اور حمدون گازر سے جو حال توکل کا پوچھا تو فرمایا کہ اگر آدمی کے پاس دس ہزار درم ہون اور ایک دانگ قرض ہو تو اس بات سے نڈر نہ رہے کہ مبادا مرجاوے اور قرض گردن پر رہیگا اور اگر دس ہزار درم قرض ہون اور اسکے اداکے لیے کچھ ترکہ پاس نہو تو خداے تعالیٰ سے اسکے ادا کرنے کا نا امید نہو اس قول مین اشارہ صرف وسعت قدرت الٰہی پر ایمان لانے کا ہی اور یہ کہ مقدورات کے لیے اسباب ظاہر کے سوا اور اسباب خفیہ ہین - اور حضرت ابو عبد اللہ قرشی رحمۃ سے کسی نے توکل کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہر حال مین خداے تعالیٰ سے تعلق رہنا سائل نے پوچھا کہ اور کچھ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو سبب کہ دوسرے سبب کی طرف موصل ہو اسکو چھوڑ دینا اور محض خداے تعالیٰ ہی کو کفیل سمجھنا تو اول جملہ تو تینون مقامون کو عام ہی اور دوسرا جملہ اشارہ خاص مقام ثالث کی طرف ہی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توکل کیا تھا کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ کو کچھ حاجت ہی آپ نے فرمایا کہ ہی مگر تمھاری طرف نہین کیونکہ حضرت جبرئیل کی درخواست کہ آپکی حفاظت کے لیے ایک سبب تھا جو مقتضی دوسرے سبب کی طرف تھا آپ نے اسکو اس اعتماد سے ترک کر دیا کہ اگر خداے تعالیٰ کو منظور ہوگا تو جبرئیل علیہ السلام کو حفاظت کے لیے مسخر فرماویگا یعنی متولی اس کام کا وہی ہوگا اور یہ حال مبہوت کا ہوتا ہی جو اپنے نفس سے بباعث خداے تعالیٰ کے بیخبر ہو اور اسکے ساتھ کسی دوسرے کو نہ دیکھے اس حال کا وجود بہت کم اور مشکل ہی اور دوام بشرط وجود اور بھی زیادہ مشکل - اور حضرت ابو سعید خراز فرماتے ہین کہ توکل دو چیزون کا نام ہی اضطراب بدون سکون کے اور سکون بدون اضطراب کے اس سے انکی مراد غالباً مقام ثانی ہی یعنی سکون بلا اضطراب سے تو یہ غرض ہی کہ دل کا سکون اور اعتماد وکیل پر بلا تردد ہو اور اضطراب بلا سکون سے یہ اشارہ ہی کہ التجا اور تضرع فریاد اسکے سامنے ہو جیسے لڑکا اپنے بدن سے مان کی طرف مضطرب رہتا ہی اور اسکا دل اسکی کمال شفقت پر مطمئن ہوتا ہی - اور ابو علی دقاق رحمۃ کہتے ہین کہ توکل تین درجے رکھتا ہی اول توکل پھر تسلیم پھر تفویض پس متوکل تو خداے تعالیٰ کے وعدے پر ساکن ہو جاتا ہی اور تسلیم والا اسکے جاننے ہی پر کفایت کرتا ہی اور تفویض والا اسکے حکم پر راضی ہوتا ہی اس قول مین اشارہ اس بات کی طرف ہی کہ متوکل کا دیکھنا بلحاظ اس شخص کے جسکو دیکھتا ہی درجات مختلف رکھتا ہی پس علم تو اصل ہی ہی اور وعدہ اسکا تابع ہی اور حکم وعدے کے پیچھے ہوتا ہی اور غالباً متوکل کے دل پر انہین سے کسی نہ کسیکا ملاحظہ غالب رہتا ہی - اور مشائخ کے اقوال تو توکل کے باب مین اور بھی بہت ہین مگر انکے لکھنے سے طول ہی ہوتا ہی اسلیے نقل کرنے سے کچھ فائدہ نہین اسکی حقیقت حال کچھ تھی باشکاف بیان کردی گئی وہی نافع بھی ہی

تیسرا بیان متوکلون کے اعمال کے ذکر مین - واضح ہو کہ علم مورث حال کا ہوتا ہی اور حال مورث اعمال کا - اور بعضون کو یہ گمان ہی کہ توکل کے یہ معنے ہین کہ نہ بدن سے کوئی کام کرے نہ دل سے کوئی تدبیر اور زمین پر پھٹے کپڑے کی طرح یا گوشت کے لوتھڑے کی مثال پڑا رہے اور یہ گمان جاہلون کا ہی اسلیے کہ یہ امر شرعاً حرام ہی اور شرع مین تعریف متوکلین کی مذکور ہی تو کیسے ہوسکتا ہی کہ جو امر حرام ہی اسکے کرنے سے کوئی رتبہ قابل تعریف ملجاوے اسلیے ہم اسکی تحقیق لکھتے ہین اور امر واقعی اس باب مین جو کچھ ہی اسکو کرسی وجود پر جلوہ گر کرتے ہین اصل یہ ہی کہ توکل کی تاثیر بندے کے کام مین جب معلوم ہوتی ہی جب اسکا مقصود علم ہو اور بندہ جو اپنے اختیار سے کچھ کرتا ہی تو اسکی کوشش چار غرضون کے لیے ہوتی ہی اول حاصل کرنا کسی نافع چیز کا

گو بیٹھ رہنا حرام نہین الا اُس صورت مین کہ فاقے سے موت کے کنارے جا لگے اُسوقت نکلنا اور مانگنا اور کچھ کسب معیشت
کرنا لازم ہو اور اگر دل سے مشغول خداے تعالے کے ساتھ ہو آدمیون کی طرف تاک نہو کہ کون دروازے مین آتا ہی اور رزق لاتا ہی
بلکہ خداے تعالے کے فضل ہی کی تاک ہو اور اُسی سے شغل ہو تو یہ بات افضل ہی اور توکل کے مقامات مین سے ہی اور اُسکا
طریق یہ ہی کہ خداے تعالے کے ساتھ مشغول ہو اور فکر روزی نہ کرے کہ روزی بالضرور اُسکو پہونچے گی اور اس صورت مین بعض
علما فرماتے ہین کہ بندہ اگر اپنے رزق سے بھاگے تو رزق اُسکو ڈھونڈھ لیگا جیسے کوئی موت سے بھاگے تو وہ جا لیتی ہی ورستے
شعر ہین توکل کن بہ رزان پادوست ✽ رزق تو بر تو ز تو عاشق ترست ✽ اور یہ بھی اُسکا قول بجا ہی کہ اگر آدمی خداے
تعالے سے دعا مانگے کہ مجھے روزی مت دے تو قبول نہوگی اور اس دعا سے گناہگار ہوگا اور اُسکو بارگاہ کبریا سے حکم ہوگا کہ
او جاہل یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ تجھکو پیدا کرون اور رزق نہ دون اور اسی واسطے حضرت ابن عباس رح فرماتے ہین کہ لوگون نے
ہر ایک چیز مین آپسمین اختلاف کیا ہی مگر رزق اور موت مین سب کا اتفاق ہی کہ بجز خداے تعالی کے کوئی رازق اور مارنے والا
نہین اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لو توکلتم علے اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا
و تروح بطانا و لزالت بدعائکم الجبال اور حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے ہین کہ پرندون کی طرف دیکھو کہ وہ نہ کھیتی کرتے ہین
نہ خرمن اور ذخیرہ کرتے ہین مگر خداے تعالے اُنکو برابر ہر روز رزق دیتا ہی اور اگر تم یہ کہو کہ ہمارے پیٹ بڑے ہین تو
چوپاؤن کو دیکھو کہ اُنکے لیے خداے تعالے نے رزق کے واسطے اس خلق کو کیسے مقرر کر دیا ہی - اور ابویعقوب سوسی رح
کہتے ہین کہ متوکلون کا رزق بدون اُنکی مشقت کے لوگون کے ہاتھون پر چلتا رہتا ہی یہان تک کہ اُنکو بلا تردد ملتا ہی اور اَور
لوگ اُسی کی فکر مین لگے رہتے ہین رزق کے واسطے رنج اُٹھاتے ہین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اللہ تعالے اپنے
بندون کو رزق دیتا ہی مگر بعضے ذلت کے ساتھ کھاتے ہین مثلاً بھیک مانگ کر اور بعضے مشقت اور انتظار سے کھاتے ہین
جیسے تاجر اور بعضے جان کھپانے سے جیسے کاریگر اور بعضے عزت سے جیسے صوفیہ کہ حاکم کے پاس گئے اور اپنا رزق اُسکے
ہاتھ سے لے آئے اور درمیانی کو کچھ نہ سمجھا تیسری قسم وہ اسباب ہین کہ اُنسے مسبب پر پہونچنا وہمی بات ہی کچھ ظاہر کا اعتبار
نہین جیسے بڑی باریک باریک تدبیرین تحصیل مال مین کرنی کہ کچھ ضرور نہین کہ جو تدبیرین جس طرح کرے تو ویسا ہی ظہور مین
آوے اور اس قسم کے کرنے سے بالکلیہ درجات توکل سے نکل جاتا ہی اور تمام آدمی اسی مین مبتلا ہین مال مباح کے
حاصل کرنے کے لیے بیسون حیلے باریک نکالتے رہتے ہین اور مال شبہے کا لینا یا ایسے طریق سے مال کا پیدا کرنا جسمین
شبہہ ہو تو بطریق اولے توکل کو باطل کرتا ہی کیونکہ وہ تو نہایت درجے کا گھسنا دنیا مین اور اسباب پر توکل کرنا ہی اور
اس قسم کے اسباب کو حصول سے بعید کی طرف وہ نسبت ہی جو منتر اور بدفال اور داغ دینے کو ایذا دہندہ چیز کے دور
کرنے کی طرف ہی اسلیے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کا وصف ان اشیا کے نہ کرنے کو تو فرمایا مگر یہ نہین
فرمایا کہ متوکل کسب معیشت بالکل نہین کرتے اور شہرون مین نہین رہتے اور کسی سے کچھ نہین لیتے بلکہ فرمایا
کہ یہ سب امور کرتے ہین اور تیسری قسم کے اسباب جنسے اعتماد مسبب کے حاصل ہونے کا نہین اتنے ہین کہ اُنکا شمار
ممکن نہین اور حضرت سہل رح توکل کے باب مین فرماتے ہین کہ تدبیر کا ترک کرنا توکل ہی اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالے نے خلق
پیدا کیا اور اُنکو اپنے نفس سے محجوب نہین رکھا اُنکا حجاب اُنکی تدبیر ہی ہوتی ہی اور غالباً اُنکی مراد تدبیر سے نکالنا
اسباب بعیدہ کا ہی فکر سے کیونکہ انھین مین سوچ تدبیر کی ضرورت ہوتی ہی ظاہری اسباب مین نہین ہوتی الغرض

معلوم ہوا کہ اسباب بعض ایسے ہوتے ہین کہ انکے تعلق سے توکل سے آدمی خارج ہوجاتا ہے اور بعضے ایسے ہین کہ انکے کرنے سے خارج نہین ہوتا اور اس دوسری کی دو قسمین ہین ایک اسباب یقینی اور دوسری ظنی اسباب یقینی کے کرنے سے توکل سے خارج نہین ہوتا بشرطیکہ حال توکل اور علم موجود ہو یعنے تکیہ صرف مسبب الاسباب پر ہو پس اسباب یقینی مین توکل باعتبار حال اور علم کے ہے نہ عمل کے اور اسباب ظنی مین باعتبار حال اور علم اور عمل سب کے ہے اور ان اسباب کے عمل مین لانے کی روسے متوکلون کے تین مقام ہین اول مقام خواص کا ہے اور انکے شغل کا ہے کہ بے توشہ جنگلون مین پھرے اور فضل الٰہی پر اعتماد ہو کہ ایک ہفتہ یا اس سے زیادہ طاقت صبر کی عنایت فرماویگا یا کچھ ساگ وغیرہ یا غذا ملجاویگی اور اگر کچھ نہ ملیگا تو فاقے سے مرنے پر راضی اور ثابت قدم رہیگا کیونکہ توشے والے بھی بعض اوقات فاقے سے مرتے ہین کہ انکا توشہ جاتا رہتا ہے یا کوئی راہ بھلا دیتا ہے تو موت کا آنا توشہ اور بے توشہ دونون طرح ممکن ہے اسی لیے فضل الٰہی پر توکل اولے ہوا دوسرا مقام یہ ہے کہ اپنے گھر یا مسجد مین بیٹھ رہے مگر گانون یا شہر مین یہ صورت ہو اور اس مقام والا اول سے کم ہے مگر متوکل ضرور ہے اسلیے کہ آخر کسب اور اسباب ظاہر کو ترک کرکے فضل الٰہی پر اعتماد کرتا ہے کہ وہ اسباب خفیہ سے میرا کام بناویگا اور ہر چند یہ شخص شہرون مین بیٹھکر اسباب رزق کا متعرض ہے کیونکہ شہر مین رہنا بھی اسباب رزق کے کھینچنے کے ہین مگر اس سے اس شخص کا توکل باطل نہین ہوتا بشرطیکہ نظر اس ذات کی طرف ہو جو شہر کے باشندون سے اسکو رزق دلواتا ہے باشندون کی طرف التفات نہو اسلیے کہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ سب کے سب اسکے حال سے غافل ہوجاوین اور اگر خداے تعالیٰ اپنے فضل سے اسکا حال انکو نہ بتاوے اور انکی خواہشون کو اسکی طرف راغب نہ کرے تو وہ کیسے اسکو پوچھین اور خبر گیری کرین تیسرا مقام یہ ہے کہ چل پھر کر کسب معیشت اس طرح کرے جس طرح ہمنے باب آداب الکسب کی فصل سوم اور چہارم مین لکھا ہے اس طرح کے کمانے سے بھی مقامات توکل سے نہین نکلیگا بشرطیکہ اپنا اطمینان اپنی کفایت اور قوت اور جاہ اور بضاعت پر نہو اسلیے کہ یہ چیزین تو دمکے دم مین خداے تعالے فنا کردیتا ہے بلکہ یون چاہیے کہ نظر کفیل برحق کی طرف ہو کہ اسی نے یہ سب چیزین بچا رکھی ہین اور رزق کا سامان بہم کردیا ہے اور اپنے کسب و بضاعت اور کفایت کو خداے تعالے کی قدرت کی نسبت کر ایسا جانے جیسا قلم پادشاہ کے ہاتھ مین حکم لکھتا ہے کہ وہان نظر قلم کی طرف نہین ہوتی بلکہ بادشاہ کے دل کی طرف ہوتی ہے کہ کیا جانے کیا دل مین آویگا اور کس طرف کو مائل ہوگا کیا حکم کرتیگا پھر اگر یہ کسب معیشت کرنے والا اپنے عیال کے لیے یا مساکین کے دینے کے لیے کماتا ہو تو ظاہر مین تو کمانے والا ہوگا مگر باطن مین علٰحدہ ہوگا اور اس شخص کا حال بہ نسبت گھر مین بیٹھنے والے کے اشرف ہے۔ اور اس بات کی دلیل کہ کسب مخالف حال توکل کے نہین بشرطیکہ اسمین شرطون کی رعایت اور حال اور علم کا لحاظ رہے جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض جب خلیفہ ہوے تو اپنی گٹھری بغل مین دباکر بازار مین تشریف لیگیے مسلمانون کو برا معلوم ہوا اور عرض کیا کہ آپ ایسی بات کیون کرتے ہین اب تو آپ نبوت کی خلافت پر ہین آپ نے فرمایا کہ مین اپنے عیال کا اگر شغل نہ کرون تو وہ تباہ ہوجاوینگے اور جب اپنے ہی عیال کو مین تلف کرونگا تو اورون کو تو بطریق اولیٰ ضائع کرونگا لوگون نے آپ کی فکر دور کرنے کے لیے ایک مسلمان کے گھروالون کے موافق آپکے لیے مقرر کردیا پس جب آپ نے انکی مرضی اسی طرح پائی تو انکے دل کا خوش کرنا اور مسلمانون کے کام مین سب وقت خرچ کرنا آپ نے اولے جانا اور محال ہے کہ کہا جاوے کہ حضرت ابوبکر صدیق مقام توکل مین نہ تھے تو انسے بڑھکر مقام توکل پر اور کون ہے اسلیے کہ متوکل تو یقیناً تھے پس معلوم ہوا کہ آپ متوکل باعتبار کسب و سعی نہ کرنے کے نہ تھے بلکہ قطع التفات کی روسے تھے کہ اپنی قوت و کفایت پر ملتفت نہ تھے خداے تعالے ہی کو معیشت کا بہم کرنے والا اور مسبب الاسباب جانتے تھے اور رعایت شرطون کی کسب کے طریق مین ملحوظ رکھتے تھے کہ مقدار حاجت پر اکتفا کرتے تھے بہت کی تمنا نہ تھی نہ فخر اور رکھ چھوڑنے کی ہوس نہ یہ بات کہ اپنا درم اور کے درم سے اچھا معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ جو شخص بازار مین جاوے اور اپنے

درم کو غیر کے درم سے بہتر و محبوب سمجھے وہ دنیا کا حریص و محب ہے اور توکل بدون دنیا میں زہد کیسے درست نہیں ہوتا ہان زہد بدون توکل کے
بھی ہوسکتا ہے کیونکہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے۔ اور ابو جعفر حداد رح جو حضرت جنید رح کے مرشد اور متوکلین میں سے تھے فرماتے ہیں
کہ میں نے بیس برس توکل کو چھپایا اور بازار سے جدا نہوا میرا دستور تھا کہ ایک دینار ہمیشہ پیدا کرتا تھا مگر رات کے لیے دمڑی نہ رکھتا تھا
اور نہ اپنی راحت کے لیے اسمین سے کچھ خرچ کرتا تھا اتنا بھی نہیں کہ کچھ کوڑیان دیکر غسل ہی کرون بلکہ رات آنے سے پیشتر ہی سب کچھ خرچ
کر دیا کرتا تھا اور حضرت جنید رح انکے سامنے توکل کے باب میں کچھ گفتگو نہیں فرماتے تھے اور یون کہا کرتے تھے کہ مقام توکل میں آپ کے
ہوتے ہوے مجکو کچھ کہتے سے شرم آتی ہے۔ اب جاننا چاہیے کہ صوفیون کی خانقاہون میں نقدی لیکر بیٹھنا توکل سے بعید ہے پس اگر نقدی
نہو نہ وقف نہ کوئی اور بات نہ خادم ہو کہ باہر سے نکل کر کسب کر لایا کرے تو اس طرح پر توکل ضعف کے ساتھ درست ہے مگر حال اور علم سے
قوی ہوجاتا ہے جیسے توکل پیشہ ور کا اور اگر خانقاہ والے سوال نکرین بلکہ جو کوئی کچھ دے جاوے اسی پر قانع رہین تو یہ بات انکے توکل میں
بہت قوی ہے مگر وہ لوگ اس باب میں انگشت نما ہو گئے اور دوکان کر لی پس خانقاہ میں بیٹھنا ایسا ہے جیسا بازار میں جانا اور بازار میں
جانے والا متوکل نہیں ہوتا بدون بہت سی شرطون کے جنکا بیان پہلے ہو چکا باقی رہا یہ کہ آدمی گھر میں بیٹھ رہنا افضل ہے یا چل پھر کر کچھ
کمانا تو اسکا حال یہ ہے کہ اگر کمائی چھوڑنے سے ذکر و فکر اور اخلاص اور تمام وقت عبادت میں بسر کرنے کے لیے چھٹی ملجاوے اور کسب معیشت میں
ان امور میں ابتری ہوتی ہو اور باوجود اسکے لوگون سے کچھ طمع بھی نہو نہ اس بات کا انتظار کہ کوئی آکر ہمین کچھ دے جاوے بلکہ صبر اور اللہ پر
توکل کرنے میں دل کا مضبوط ہو تو ایسے شخص کو گھر بیٹھنا بہتر ہے اور اگر گھر میں دل گھبراوے اور لوگون کی طرف تاک ہو تو کچھ کام کرکے
پیدا کرنا اچھا ہے اسلیے کہ دل سے لوگون کی تاک کرنی گویا دل سے سوال کرنا ہے اسکا چھوڑنا کام کے چھوڑنے کی نسبت کرنا زیادہ اہم ہے پہلے متوکلین کا دستور
تھا کہ جو چیز انکے نفس طمع کرتے تھے اسکو نہیں لیا کرتے تھے چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رح نے ابوبکر مروزی کو فرمایا کہ فلان فقیر کو
اجرت معمولی سے کچھ زیادہ دینا جب وہ دینے لگے فقیر نے واپس کر دیا اور چلا گیا امام احمد صاحب نے فرمایا کہ اب جاکر اسکو دے دو اب وہ
لے لیگا وہ گئے اور اسکو دیا تو لے لیا امام صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی کہ یہان نہ لیا اور نکل کر لے لیا فرمایا کہ اول اسکے نفس کو طمع زیادہ
ملنے کی تھی اسواسطے نہ لیا جب یہان سے چلا گیا تو نفس کو نا امیدی اور یاس ہو گئی تو لے لیا اور خواص رح جب کبھی اپنی رغبت کسی شخص کے
دینے کی طرف دیکھتے یا نفس کے لینے کے عادی ہوجانے سے خوف کرتے تو اس سے کوئی چیز قبول نہ کرتے اور انسے جو کسی نے پوچھا کہ
آپ نے اپنے سفر میں سب سے زیادہ عجیب کیا بات دیکھی فرمایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور وہ میری صحبت سے راضی
ہوے مگر میں انسے اس صحبت سے علحدہ ہو گیا کہ کہین میرے نفس کو انکے ساتھ سکون و قرار نہو جاوے اور توکل میں نقصان
نہونے پاوے غرضکہ کسب معیشت کرنے والا جب آداب کمانے کے اور اسکی نیت کے شرطون کی رعایت کریگا جس طرح کہ باب اکتساب
میں بیان ہوا ہے یعنے مقصود استمداد عطاے کثرت نہو اور نہ اپنی بضاعت اور کفایت پر اعتماد ہو تو وہ متوکل ہوگا۔ اور علامت اسکے
تکیہ نکرنے کی اپنی بضاعت پر یہ ہے کہ اگر اسکا مال چوری جاوے یا تجارت میں گھٹی ہو۔ یا کوئی اور کام بند ہو جاوے تو اسپر راضی
رہے دل کی طمانینت باطل نہو نہ دل میں اضطراب راہ پاوے بلکہ دل کو قرار جیسے پہلے تھا ویسا ہی رہے کیونکہ دستور کی بات ہے
کہ جسکا دل کسی چیز سے وابستہ نہیں ہوتا اسکے جاتے رہنے سے بھی اسکا دل مضطر نہیں ہوتا اور جو کسی چیز کے جانے سے بیقرار
ہوتا ہے تو وہ اس چیز سے تسکین پاتا ہے۔ بشر رح چرخے بنایا کرتے پھر انکو چھوڑ دیا اسلیے کہ بعلوی رح نے انکو لکھا کہ میں نے سنا ہے
کہ تمنے اپنے رزق پر مدد یہ کام اختیار کرنے سے لی ہے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر خدا تعالے تمکو بہرا اور اندھا کردے تب رزق
کس پر ہوگا اس نوشتے نے انکے دل میں تاثیر کی سب اوزار چرخہ بنانے کے دے ڈالے اور چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہیں کہ جب

وہ چرخہ بنانے مین انگشت نما ہوگئے اور لوگ اسی واسطے اُنکے پاس آنے لگے چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ اپنے عیال کے مرنے کے بعد
چھوڑ دیا جیسے حضرت سفیان ثوری رح کے پاس پچاس دینار تھے اُنسے تجارت کیا کرتے تھے جب اُنکے اہل کا انتقال ہوا تو اُنکو بانٹ دیا۔ اب
اگر کوئی کہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آدمی کے پاس بضاعت تو ہوا اور اُسکے ساتھ دلبستگی نہوحالانکہ اسکو معلوم ہے کہ کسب بدون بضاعت
ممکن نہین اسکا جواب یہ ہے کہ اُسکی صورت یہ ہے کہ یون جانے کہ جن لوگون کو خدائے تعالی بدون بضاعت روزی دیتا ہے وہ بھی بہت ہین
اور ایسے بھی بہت ہین کہ اُنکی بضاعت بہت تھی مگر چوری گئی اور جاتی رہی اور یہ بھی دل مین ٹھان لے کہ خدائے تعالی میرے ساتھ
وہی سلوک کریگا جو اُسکے نزدیک میرے حق مین بہتر ہوگا اگر وہ میرا مال ضائع کردیگا تو اُسکے نزدیک یہی اچھا ہوگا شاید اگر پاس
رہتا تو موجب فساد دین کا ہوتا پس خدائے تعالے کا احسان ہوا کہ دین کے بگاڑ سے بچادیا اور غایت افلاس یہ ہے کہ آدمی بھوک سے
مرجاوے تو چاہیے کہ اعتقاد کرے کہ بھوک سے مرنا آخرت مین میرے حق مین مفید ہے کیونکہ خدائے تعالے نے بدون کسی تقصیر کے
میری طرف سے یہ بات میرے واسطے تجویز فرمائی ہے تو میری بہتری اسی مین ہے جب ان سب باتون کا اعتقاد کریگا تو اُسکے نزدیک
وجود بضاعت کا اور عدم برابر ہے حدیث شریف مین ہے کہ بندہ رات کو کسی امر کا امور تجارت مین سے قصد کرتا ہے اور وہ کام ایسا ہوتا ہے
کہ اگر اُسکو کرے تو اُسکی بربادی ہو پس خدائے تعالے اُسکی طرف عرش کے اوپر سے نظر کرتا ہے اور اسکو اُس کام سے باز رکھتا ہے
تو صبح کو وہ شخص نہایت غمگین و اندوہناک ہوتا ہے اور اپنے ہمسایہ اور چچازاد بھائی کی بدشگنی لیتا ہے کہ مین نے کس کا منھ دیکھا تھا
کہ میرے اوپر مصیبت ڈالی حالانکہ یہ امر صرف ایک رحمت ہے کہ اللہ تعالی نے اُسپر کی انتہی اور اسی جہت سے حضرت عمر رض فرماتے ہین
کہ مجھے کچھ پروا نہین خواہ مین غنی ہون یا فقیر اسواسطے کہ مجھے معلوم نہین کہ توانگری و فقیری مین سے میرے حق مین کونسی بہتر ہے
اور جو شخص ان اُمور پر یقین کامل نہ رکھتا ہو اُس سے توکل نہو سکیگا اسی جہت سے حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے احمد بن ابی الحواری
سے فرمایا کہ مجکو ہر مقام سے بہرہ ہے مگر حضرت توکل کہ اسکی بو بھی مین نے نہین سونگھی پس باوجود اپنے بلند قدر ہونے کے ایسا فرماتے ہین
کہ مجکو توکل نہین ملا یہ نہین فرمایا کہ اسکا حصول ممکن نہین اور غالبا اُنکی مراد یہ ہوگی کہ اعلی درجہ توکل کا نصیب نہین ہوا اور جب تک
کہ ایمان اس بات پر پکا نہو کہ خدائے تعالی کے سوا نہ کوئی فاعل ہے نہ کوئی رازق اور جو کچھ وہ بندے پر مقدر کرتا ہے خواہ فقر ہو
یا غنا موت ہو یا جینا اُسکے حق مین وہی بہتر ہے بہ نسبت اس بات کے جسکو بندہ تمنا کرے تب تک حال توکل بھی کامل نہوگا۔ اس سے
معلوم ہوا کہ توکل کی بنا اُن اُمور پر ایمان کے قوی ہونے سے ہوتی ہے جیسا کہ گذرا۔ اور ایسا ہی حال اور مقامات دین کا احوال اور
اعمال مین سے ہے کہ وہ بھی اپنے اصول یعنی ایمان پر مبنی ہوتے ہین۔ حاصل یہ کہ مقام توکل سمجھ مین آتا ہے مگر دل کی قوت اور یقین کا
زور چاہتا ہے اسلیے حضرت سہل رح فرماتے ہین کہ جو شخص طعنہ کمانے پر کرے وہ سنت پر طعنہ کرتا ہے اور جو شخص ترک کمائی یعنے
توکل پر کرے وہ توحید پر طعنہ زن ہے اب وہ علاج لکھتے ہین جو دل کے اسباب ظاہری سے پھرنے مین مفید ہوا اور اسباب
خفیہ کے بہم کرنے مین خدائے تعالے کے ساتھ حسن ظن پیدا کرے وہ یہ ہے کہ یون جاننا چاہیے کہ سوء ظن تعلیم شیطان سے ہے
اور حسن ظن خدائے تعالے کی تلقین ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے الشیطان یعدکم الفقر ویأمرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ
منہ وفضلا کیونکہ انسان اپنی سرشت کی رو سے شیطان کے ڈرانے کو بہت سنتا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ جو شخص سوء ظن کے باعث
ڈرے وہ حریص ہے اور جب اسپر نامردی اور ضعف دلی زیادہ ہوجاوے اور نیز متکلمین جو پابند اسباب ظاہری اور اُنپر ترغیب دینے والے ہین
نظر پڑین تب سوء ظن غالب ہوجاتا ہے اور توکل بالکل جاتا رہتا ہے بلکہ رزق کو اسباب خفیہ سے سمجھنا بھی توکل کو باطل کردیتا ہے چنانچہ
حکایت ہے کہ کوئی عابد کسی مسجد مین بیٹھ رہا اور اُسکے پاس مال نہ تھا امام مسجد نے اُس سے کہا کہ اگر تم کچھ کر کے کھاؤ تو تمھارے لیے اچھا ہو

رح
شیطان تمکو ڈراتا ہے فقیری سے اور حکم کرتا ہے بےحیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے اپنی بخشش کا اور فضل کا ۱۲

اُسنے جواب نہ دیا تین بار ایسا ہی ہوا چوتھی بار اُسنے کہا کہ میان صاحب مسجد کے پاس ایک یہودی ہی اُسنے ہر روز دو روٹیون کی کفالت میرے لیے کرلی ہی امام نے کہا کہ اگر وہ اس کفالت مین سچا ہو تو تمھارا مسجد مین رہنا بہتر ہی عابد نے کہا کہ کیا خوب تم خدا کے سامنے اور لوگون کے آگے ایسی ناقص توحید کے ساتھ کھڑے ہوتے ہو اگر امامت نہ کرو تو تمھارے حق مین بہتر ہو کیونکہ تم یہودی کے وعدے کو خدا تعالے نے جو کفالت رزق کی کی ہی اُسپر ترجیح دیتے ہو۔ اور ایکبار کسی مسجد کے امام نے کسی نمازی سے پوچھا کہ تم کہان سے کھانا کھاتے ہو اُسنے کہا کہ ذرا ٹھہرو اول مین نے جو نماز تمھارے پیچھے پڑھی ہی وہ پھیر لون تب جواب دونگا اور خدا سے تعالے کے فضل سے بواسطہ اسباب خفیہ رزق پہنچنے پر حسن ظن رکھنے کے لیے اُن حکایات کا سُننا مفید ہی جنمین رزق پہنچنے مین اللہ تعالے کے عجیب الطاف اور احسان پائے گئے ہون اور بعض مین قہر خدا سے تعالے کا ذکر ہو کہ تاجرون اور توانگرون کا مال غارت کرکے اُنکو بھوک سے ہلاک کردیا۔ چنانچہ روایت ہی کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رح کا ایک خادم حذیفہ مرعشی تھا اُس سے لوگون نے پوچھا کہ کوئی بات آپکی جو بہت عجیب تمنے دیکھی ہو بیان کرو اُسنے کہا کہ ہم ایکبار مکہ معظمہ کے راستے مین چندروز بھوکے رہے کہ کھانا ملا پھر کوفے مین گئے اور ایک ویران مسجد مین داخل ہوے حضرت ابراہیم رح نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہی کہ تجکو بھوک لگی ہی مین نے عرض کیا کہ آپکی تشخیص سچا ہی آپ نے فرمایا کہ سیاہی اور کاغذ لے آ مین لے آیا آپ نے یہ رقعہ لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر حال مین توہی مقصود ہی اور ہر بات سے توہی مطلوب ہی پھر یہ شعر لکھے جنکا ترجمہ یہ ہی **قطعہ** حامد و شاکر ہون اور ذاکر خدا ٭ بھوکا اور پیاسا ہون اور ننگا جدا ٭ وصف چھہ ہین تین کا ضامن ہون مین ٭ التجا ہی تو ہو ضامن تین کا ٭ مدح میری غیر کو ہی جلتی آگ ٭ آگ مین گھسنے سے تو مجکو بچا ٭ حذیفہ کہتے ہین کہ پھر وہ رقعہ مجھے دیا اور فرمایا کہ باہر جا اور سواے خدا تعالے کے اور کسی سے اپنا دل مت لگا اور جو شخص اول ہی ملے اُسکو یہ رقعہ حوالہ کر مین رقعہ لیکر نکلا اول جو شخص مجکو ملا وہ ایک خچر پر سوار تھا مین نے رقعہ اُسکو حوالہ کیا اُسنے اُسکو لیا اور مضمون سے واقف ہوکر رو دیا اور کہا کہ اس رقعے کے لکھنے والے کہان ہین مین نے کہا کہ فلانی مسجد مین تشریف رکھتے ہین اُسنے مجکو ایک تھیلی دی جسمین چھ سو دینار تھے پھر مین نے ایک دوسرے شخص کو دیکھا اور اُس سے اول شخص کا حال پوچھا اُسنے کہا کہ یہ ایک شخص نصرانی ہی مین نے حضرت ابراہیم رح کی خدمت مین حاضر ہوکر ماجرا عرض کیا اُنھون نے فرمایا کہ ابھی ان دینارون کو ہاتھ مت لگا وہ ابھی دم آیا چاہتا ہی جب ایک گھڑی گذری وہ نصرانی آیا اور آپکے سر کو بوسہ دینے لگا اور مسلمان ہوگیا اور ابو یعقوب اقطع بصری کہتے ہین کہ مین ایکبار حرم شریف مین دس روز بھوکا رہا مجکو ضعف معلوم ہونے لگا دل مین آیا کہ باہر چلیے جنگل کی طرف نکلا کہ کوئی شی ایسی ملے جس سے ضعف کو تسکین ہو مین نے دیکھا کہ ایک شلجم زمین پر پڑا ہی اُسکو مین نے اُٹھا لیا مگر دل میرا اُس سے گھبرایا اور پھر یہ معلوم ہوا کہ گویا کوئی مجھسے یون کہتا ہی کہ تو دس روز تو بھوکا رہا اور آخر کو لیا تو ایک سڑا شلجم لیا مین اُسکو پھینک کر پھر حرم شریف مین چلا آیا اور بیٹھ گیا دیکھتا کیا ہون کہ ایک عجم کا آدمی چلا آتا ہی وہ آکر میرے سامنے بیٹھ گیا اور ایک خلتا میرے سامنے رکھدیا اور کہا کہ یہ آپکے لیے ہی مین نے پوچھا کہ مجھے تمنے کیسے خاص کیا اُسنے کہا کہ اصل یہ ہی کہ ہم دس روز سے سمندر مین تھے اور کشتی ڈوبنے کو ہو رہی تھی مین نے نذر کی تھی کہ اگر خدا سے تعالی مجکو بچا دیگا تو مین یہ خلتا مجاورین مین سے اُسکو دونگا جسپر اول میری نظر پڑیگی اور اب تم ہی کو اول مین نے دیکھا یہ وجہ خصوصیت کی ہی مین نے کہا کہ اچھا اسے کھولو اُسنے کھولا تو اُسمین مصر کا میدہ اور چھلے ہوے بادام اور برفیان تھین مین نے ہر ایک مین سے ایک مٹھی لے لی اور اُس سے کہا کہ باقی کو تم اپنے ساتھیون کو میری طرف سے ہدیہ دینا مین نے تمھاری نذر قبول کی پھر اپنے دل مین کہا کہ تیرا رزق تو دس منزل سے چلکر تیرے پاس آتا ہی اور تو اُسکو جنگل مین ڈھونڈھتا ہی اور مشائخ

کہتے ہین کہ مجھپر کچھ قرض تھا اسکے باعث میرا دل اُسی تردد مین مبتلا ہو گیا یعنے عبادت و ذکر مین حضور اور اخلاص کامل نہ رہا مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی یون کہتا ہی کہ اے بخیل تو نے ہم پر اتنا قرض کر لیا ہے اب تیرا کام لینا ہی اور ہمارا کام دینا بعد اسکے مین نے کسی بقال یا قصاب وغیرہ کا حساب نہین کیا اور بنان حمال کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ کہتے ہین کہ مین مکہ معظمہ کی راہ مین تھا اور مصر سے جاتا تھا اور میرے پاس زاد راہ تھا میرے پاس ایک عورت آئی اور مجھ سے کہا کہ اے بنان تو لدّو ہو کہ اپنی پشت پر زاد لادے پھرتا ہی اور یہ وہم کرتا ہی کہ خداے تعالی رزق نہ دیگا مین نے اسکے کہنے سے اپنا توشہ پھینک دیا پھر مجھ پر تین دن گذر گئے کہ مین نے کچھ نکھایا راستے مین مین نے ایک پازیب پڑی دیکھی اپنے جی مین کہا کہ اسکو اُٹھا لینا چاہیے کیا عجب ہی کہ اسکا مالک آوے تو اس سے کچھ لیکر دے دون اتنے مین وہی عورت آئی اور مجھ سے کہا کہ کیا تو سوداگر ہی جو یون کہتا ہی کہ شائد اسکا مالک آجاوے تو اس سے کچھ لے لون پھر اُسنے میری طرف چند درم پھینک دیے اور کہا کہ انکو خرچ کرو مین نے انکو لیکر قریب مکہ معظمہ تک نباہ دیا اور یہ بھی بنان ہی کی حکایت ہی کہ انکو ایک لونڈی کی ضرورت خدمت کے واسطے ہوئی انھون نے اپنے بھائیون سے صاف صاف کہ دیا ان سب نے لونڈی کے دام انکے لیے جمع کر دیے اور کہا کہ اب قافلہ آنے کو ہی اُسمین سے جونسی لونڈی مناسب ہوگی وہ لے لیجاوینگے جب قافلہ آیا تو سب لوگون کی راے ایک لونڈی پر متفق ہوئی کہ یہ بنان کے لائق ہی اُس لونڈی کے مالک سے اسکے دام پوچھے اُسنے کہا کہ یہ بکاؤ نہین جب لوگون نے زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ یہ لونڈی بنان حمال کے واسطے ہی اسکو ایک سمرقند کی عورت نے ہدیہ بھیجی ہی وہ لونڈی بنان کے پاس ارسال کی گئی اور اُنسے قصہ بیان کیا گیا۔ اور کہتے ہین کہ زمانہ گذشتہ مین ایک شخص اپنے سفر مین ایک روٹی ساتھ لیے تھا اور کہتا تھا کہ اسے اگر کھاؤنگا تو مر جاؤنگا اللہ تعالی نے اُسپر ایک فرشتہ کو مقرر کر دیا اور فرمایا کہ اگر یہ شخص روٹی کھالے تو اسے اور رزق پہونچانا اور اگر نہ کھاوے تو ہم اسکے سوا اور کچھ اسکو نہ دینگے وہ شخص روٹی اپنے ساتھ لیے رہا یہان تک کہ مر گیا اور نہ کھائی۔ اور ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین جنگل مین بدون زاد راہ کے گیا اور فاقے پر فاقہ ہوا دور سے ایک منزل نظر پڑی اُسکو دیکھکر مین خوش ہوا کہ اب پہونچ گیا پھر دل مین سوچا کہ مین نے غیر پر تکیہ کیا اور قسم کھائی کہ اس گانون مین نہ جاؤنگا جب تک کہ مجھے خود کوئی نہ لیجاوے مین نے اپنے لیے ریت مین ایک گڑھا کھودا اور اپنا جسم اُسمین سینے تک چھپا دیا آدھی رات کو وہان کے لوگون نے ایک بلند آواز سنی کہ اے بستی والو ایک اللہ کے ولی نے اپنے آپ کو اس ریت مین قید کیا ہی اُسکی خبر لو وہان سے کچھ لوگ آئے اور مجھکو نکالکر گانون مین لیگئے۔ اور روایت ہی کہ ایک شخص حضرت عمر رض کے دروازے پر پڑا رہتا اُسکو ایک روز ناگاہ آواز آئی کہ اے شخص تو نے ہجرت عمر رض کے لیے کی تھی یا خدا کے لیے جا اور کلام اللہ سیکھ وہ تجھکو عمر رض کے دروازے سے بے پروا کر دیگا وہ شخص اُٹھکر چلا گیا اور اُسکا پتا نہ ملا یہان تک کہ حضرت عمر رض نے اُسکو ڈھونڈھوایا معلوم ہوا کہ اُسنے گوشہ نشینی اختیار کی اور عبادت مین لگ گیا حضرت عمر رض اُسکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمارا دل تمکو دیکھنے کو بہت چاہتا تھا کیا وجہ ہوئی کہ تم ہمسے نہین ملتے اُسنے جواب دیا کہ مین نے قرآن پڑھا اُسنے مجکو عمر اور آل عمر سب سے بے پروا کر دیا حضرت عمر رض نے فرمایا کہ تمنے کلام مجید مین کیا دیکھا اُسنے کہا کہ مین نے یہ دیکھا وفی السماء رزقکم وما توعدون تب مین نے سوچا کہ میرا رزق تو آسمان مین ہی اور مین اُسکو زمین مین ڈھونڈھتا ہون حضرت عمر رض رو پڑے اور کہا کہ سچ کہتے ہو پھر آپ کا دستور تھا کہ اُس شخص کے پاس آکر بیٹھا کرتے۔ اور ابو حمزہ خراسانی رح کہتے ہین کہ ایک سال مین نے حج کیا راہ مین چلا جاتا تھا کہ یکایک کنوئین مین گر پڑا میرے نفس نے مجھ سے تقاضا کیا کہ فریاد کرنی چاہیے مگر مین نے کہا کہ بخدا مین ہرگز فریاد نہ کرونگا اسی خلجان مین تھا کہ دو شخص اُس کنوئین پر آئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ اس کنوئین کا منہ بند کر دین کہ کوئی اسمین نہ گر پڑے یہ کہکر بانس اور چٹائی لائے اور اسکا منہ بند کر دیا مین نے ارادہ کیا کہ چیخون مگر دل مین سوچا کہ جس سے چیخ کر کہونگا وہ تو ان دونون شخصون کی نسبت کہ قریب تر ہی اسلیے چپکا ہو رہا اسی اثنا مین ایک گھڑی کے بعد

کوئی چیز آئی اور کنوئین کا منھ کھول کر اپنے پانوٗن کنوئین مین لٹکائے اور گنگناتی آواز مین گویا یہ کہا کہ مجکو لپیٹ جا مین نے اُسکی آواز سے مطلب سمجھ لیا اور لپٹ گیا اُسنے باہر نکالا مین نے دیکھا کہ وہ درندہ ہے وہ مجکو چھوڑ کر چلا گیا اُسوقت سروش غیبی نے میرے گوش ہوش مین یہ ندا کی کہ ای ابو حمزہ دیکھ کیا خوب ہوا کہ ہمنے تجکو مرنے سے بذریعہ موت ہی کے بچایا ابو حمزہ وہان سے چلے اور کچھ اشعار پڑھتے جاتے جنکا ترجمہ یہ ہے نظم بشرح عشق مرا شرم باز داشت ولے ٭ چو حال بر تو عیانست فارغم ز خبر ٭ گواہ سر من از لطف خویش آوردی ٭ بلے ز لطف وہد دست کو رکب لطف دگر ٭ بغیب جلوہ نمودی چنانکہ پندارم ٭ عیان بدست من انیک درآمدی بنظر ٭ چو بینمت ہمہ ہیبت شوم ز ہیبت تو ٭ بذیرم انس چو بینیم ز مہر و لطف اثر ٭ حیات من ہمہ از تست و موت من از تو ٭ عجب کہ زندگی و موت از یکے زدہ سر ٭ اور اس طرح کے حالات اور حکایات بیشمار ہین — اور جب ایمان آدمی کا قوی ہو اور اُسکے ساتھ قدرت ایک ہفتہ بھوکا رہنے کی بدون تنگدلی کے موجود ہو اور اس بات کا اعتقاد بھی پکا ہو کہ اگر سات روز تک رزق اُسکو نہ ملیگا تو خدا تعالی کے نزدیک اُسکا مرنا ہی اچھا ہے اسواسطے رزق روک لیا ہے تب البتہ ان احوال و مشاہدات سے توکل کامل ہوگا ورنہ درصورت ضعف ایمان کے حالات و مشاہدات صرف سے ہرگز توکل کامل نہوگا تنبیہ ذکر بین عیالدار کے توکل کے۔ واضح ہو کہ جو شخص عیالدار ہو اُسکا حکم تنہا شخص سے علیحدہ ہے اسواسطے کہ تنہا آدمی کا توکل بدون دو باتون کے درست نہین اول بھوک پر ایک ہفتہ قادر ہونا اس طرح کہ نہ لوگون کی طرف تاک ہو نہ نفس تنگ ہو دوسرے وہ اقسام ایمان کے جو ہم لکھ چکے ہین اُنمین سے ایک یہ ہے کہ اگر رزق نہ ملے تو موت پر دل سے راضی ہو اس لحاظ سے کہ اپنا رزق موت کے جانے اور بھوک اگرچہ دنیا کی گھٹی ہے مگر آخرت کی زیادتی ہے تو یون جانے کہ بھوک نہین عنایت ہوئی بلکہ جو رزق میرے حق مین اچھا ہے یعنی رزق آخرت ملا ہے اور یہ وہ مرض ہے کہ اُسمین موت ہوگی اور اس سے خوش ہو اور یہ کہ میرے لیے یون ہی حکم تھا پس اس طرح سے توکل تنہا آدمی کے لیے کامل ہو جاتا ہے اور عیال پر دباو دینا کہ خواہ مخواہ بھوک پر صبر کرو درست نہین اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ انکے سامنے تقریر توحید کے عقیدے کی کیجاوے اور یہ کہ فاقے سے مرنا ایسا رزق عمدہ ہے اور واقع مین غبطہ کرنے کے لائق ہے اگر اتفاقاً شاذ و نادر ہیں ہوجاوے اسی طرح اور اعتقادات انکے عندیے مین بزور نہین جا سکتا اس سے معلوم ہوا کہ انکے باب مین آدمی کو توکل کمانے والے کا سا چاہیے جو تیسرا مقام توکل کا ہے جیسے حضرت ابو بکرؓ کا توکل تھا کہ آپ کسب معیشت کے لیے نکلے تھے اور جنگلون مین چلا جانا اور عیال کو چھوڑ جانا یا انکی خبرداری نہ کرنی اور بہانہ توکل کا اُنکے باب مین حرام ہے بعض مرتبہ یہ امر انکی تباہی کا موجب ہوتا ہے اُسکا مواخذہ عیالدار کے ذمے رہتا ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آدمی مین خود مین اور اُسکے عیال مین کچھ فرق نہین اگر عیال بھی چند روز بھوکا رہنا اُسکے ساتھ منظور کرین اور بھوک سے مرنے کو رزق اور غنیمت آخروی جانین تو آدمی کو جائز ہے کہ اُنکے باب مین بھی توکل کرے اور خود اُسکا نفس بھی اُسکی عیال ہے اسکا تلف کرنا بھی اسکو درست نہین مگر اُسی صورت مین کہ مدت تک بھوک پر صبر کرنے مین موافقت کرے پس اگر نفس کو برداشت بھوک کی نہو اور بھوک سے دل گھبراتا ہو عبادت ٹھیک نہوتی ہو تو ایسے شخص کو توکل جائز نہین — اسی واسطے روایت ہے کہ ابو تراب نخشبی نے ایک شخص کو دیکھا کہ تین دن کے بھوکا رہنے کے بعد ایک تربوز کے چھلکے کو کھانے کے لیے اٹھایا آپ نے اُسکو فرمایا کہ تصوف تیرے مناسب حال نہین تو بازار مین رہا کر یعنی بدون توکل کے تصوف سے کرا۔ توکل نہین درست ہے مگر اُسی شخص کو جو کھانے سے تین دن سے زیادہ صبر کرے — اور حضرت علی رودباری رح فرماتے ہین کہ جب فقیر پانچ ہی دن کے بعد کہنے لگے کہ مین بھوکا ہون تو اُسکو بازار مین رہنے دو اور اُسکو کہو کہ کچھ کام کاج کیا کرے غرض کہ آدمی کا بدن بھی اُسکی عیال ہے اور بدن کی مضر چیز مین توکل کرنا ایسا ہی ہے جیسا عیال کے باب مین توکل کرنا صرف نفس و عیال مین ایک ہی چیز کا فرق ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کو اپنے نفس پر تو دباو دینا بھوک پر صبر کرنے کے لیے جائز ہے اور عیال پر جائز نہین — اور اس تقریر سے تمنے جان لیا ہوگا کہ توکل اسباب سے علیحدہ ہونے کا نام نہین بلکہ بھوک پر مدت تک صبر کرنے کا

عادی ہونا اور اگر کبھی اتفاقاً رزق مین تاخیر ہوجاوے تو موت پر راضی ہوجانا توکل ہی اور شہرون اور قصبون مین رہنا اور ایسے جنگلون
مین رہنا جنمین کچھ نہ کچھ ساگ پات وغیرہ میسر ہو بقا کا سامان ہی مگر کچھ تھوڑی سی تکلیف ہوتی ہی کیونکہ ہمیشہ ساگ پات پر گذر کرنی بدون
صبر کے ممکن نہین اور شہرون مین رہ کر توکل کرنا بہ نسبت جنگل کے توکل کے حصول اسباب بقا کے لیے زیادہ اچھا ہی حالانکہ سب برابر ہی
ہین مگر یہ کہ لوگون نے ان اسباب کو کچھ شمار نہین کیا اور اسباب کی طرف جھک پڑے جو اُنسے ظاہر تر ہین اور اسکی وجہ یہی ہی کہ اُنکا ایمان
ضعیف اور حرص زیادہ اور دنیا مین تکلیف اُٹھانے پر صبر کرنا آخرت کے نفع کے لیے قلیل اور سوء ظن اور طول امل کے باعث نامردی
دلون پر غالب ہی۔ اور جو شخص کہ آسمان و زمین کے اسرار مین غور کرے اُسکو یقیناً معلوم ہوجاوے کہ خداے تعالی نے انتظام ملک
اور ملکوت کا ایسا کر رکھا ہی کہ بندے سے اُسکا رزق علیحدہ نہین ہوسکتا گو وہ تردد نہ کرے اسلیے کہ جو تردد سے عاجز ہی اُسکو
بھی تو رزق ملتا ہی دیکھو بچہ اپنی مان کے پیٹ مین تردد سے عاجز ہی تو خداے تعالی نے اُسکی ناف کیسی طرح مان کی ناف سے
ملادی کہ مان کی غذا سے بچ بچا کر نال کے ذریعے سے بچے کے پیٹ مین رزق جاتا ہی اسمین بچے کی کچھ تدبیر نہین پھر جب وہ مان
کے پیٹ سے جدا ہوا تو مان پر محبت اور شفقت ایسی ڈال دی گئی کہ وہ خواہ مخواہ اُسکی متکفل رہتی ہی اور اس تکفل مین وہ مجبور ہی
اسلیے کہ خداے تعالے نے اُسکے دل مین آتش محبت کو دوبالا کر رکھا ہی پھر چونکہ بچے کے دانت نہین ہوتے جنسے کھانا چباوے
تو اُسکی غذا دودھ مقرر کی جسمین چبانے کی حاجت ہی نہو علاوہ ازین بچہ اپنے مزاج کی نرمی کے باعث غذاے کثیف کا متحمل نہ تھا
اس جہت سے جدا ہوتے ہی پستان مادر سے شیر لطیف اُسکے لیے مقدار حاجت جاری کردیا بھلا انمین کچھ بچے کی تدبیر ہوئی یا
مان نے کچھ سامان کیا پھر جب ایسی عمر کو پہونچا کہ غذاے کثیف اُسکو موافق پڑے تب اُسکو دانت اور کچلیان اور ڈاڑھین چابنے
کے لیے اُگادین اور جب بڑا ہوا اور چلنے پھرنے لگا اور اپنے ضروریات آپ سے کرنے لگا تو اُسکے لیے سامان علم سیکھنے اور طریق آخرت
کے چلنے کا آسان کردیا اب بالغ ہونے کے بعد نامردی کرنی عین جہالت ہی اسواسطے کہ بالغ ہونے سے کچھ اسباب معیشت کم نہین ہو
بلکہ زیادہ ہوگئے یعنے اول کمانے پر قادر نہ تھا اب قدرت ہوگئی تو ایک قدرت ہی کتنی بڑھ گئی ہان پہلے شفقت کرنے والا اُسپر ایک
شخص تھا یعنے مان یا باپ اور اُسکی شفقت واقع مین بہت تھی کہ ایک دن مین ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کھلاتا پلاتا تھا اور اُسکا کھلانا بھی
وجہ سے تھا کہ خداے تعالے نے اُسپر محبت اور شفقت کو مسلط کردیا تھا اب اللہ تعالے نے شفقت اور محبت اور رحم اور ترس تمام
مسلمانون بلکہ تمام شہروالون پر پھیلادی یہان تک کہ جو کوئی اُنمین سے کسی محتاج کو دیکھتا ہی تو اُسکا دل بھر آتا ہی اور اُسکے حال پر
ترس کرتا ہی اور دل مین شوق اُسکی حاجت روائی کا اُٹھتا ہی تو پہلے تو ایک ہی مشفق تھا اب تو ہزار سے زیادہ مشفق ہوگئے اور پہلے
سے اُنکی شفقت نہونے کا یہ باعث تھا کہ وہ اُسکو اپنے مان باپ کی شفقت اور اُنکے ظل حمایت مین دیکھتے سمجھے کہ ایک مشفق خاص
اُسکے واسطے موجود ہی اُسکو حاجت کیا ہی اور اگر یتیم دیکھتے تو بیشک خداے تعالے ایک شخص یا کئی شخصون کے دل مین رحم و ترس
ڈالتا ہی کہ اُسکو اپنے یہان لاکر کفالت کرتے چنانچہ اب تک ارزانی کے موسمون مین کہین نہین سُنا گیا کہ کوئی یتیم بھوک سے مرگیا ہو
باوجودیکہ وہ کچھ تردد نہین کرتا اور نہ اُسکا کوئی کفیل خاص ہوتا ہی مگر اللہ تعالے اُسکی کفالت بذریعہ اس شفقت کے فرماتا ہی جسکو
اُسنے بندون کے دلون مین پیدا کردی ہی پھر بالغ ہونے کے بعد اُسکو روزی کی فکر نہ معلوم کیون ہوتی ہی لڑکپن مین کیون
نہوئی حالانکہ پہلے تو ایک ہی مشفق تھا اب ہزارون ہوگئے اور ہرچند مان کی شفقت قوی تر اور کافی تر تھی مگر ایک ہی تھی اور
شفقت بہت سے لوگون کی گو تھوڑی ہی مگر اندک اندک خیلے شود کے مضمون کے بموجب سب کی شفقت ملکر اتنی ہوجاتی ہی
جس سے غرض نکلجاوے بہت سے یتیم ایسے ہین کہ اللہ تعالے نے اُنکو ایسا حال عنایت فرمایا کہ باپ مان والون کو بھی نہین

تو جسقدر شفقت مین لوگون کی کمی ہو اُسکی مکافات اُنکی کثرت سے ہوجاتی ہو بموجب مثل مشہور دو چار کی لاٹھی ایک آدمی کا بوجھ
بہرحال تنعم بقدار ضرورت حاصل ہو اور کیا خوب کہا ہو کسی شاعر نے **قطعہ** آنچہ نوشتہ قلم می نشود بیش و کم ❊ پس حرکت ہم
سکون ہست مساوی بہم ❊ جہل بود وہم جنون سعی تو از بہر رزق ❊ زانکہ خدا اے دہد رزق جنین در شکم ❊ اب اگر کوئی کہے کہ آدمی
یتیم کی تو اس جہت سے کفالت کرتے ہین کہ اسکو لڑکپن کی جہت سے عاجز تصور کرتے ہین مگر جو شخص بالغ کمانے جگتا ہو اسکی
طرف کوئی التفات نہین کرتا اسکو یہ کہتے ہین کہ یہ ہم جیسا ہٹا کٹا ہو اپنے آپ پیٹ واسطے کیون نہین کماتا تو اُسکے جواب مین ہم کہتے ہین
کہ اگر وہ شخص بیکار و کاہل ہو تو لوگ سچ کہتے ہین کہ ایسے شخص کو کمانا چاہیے اُسکے حق مین توکل کے کیا معنی توکل تو ایک مقام دین
کے مقامات مین سے ہو اور اس سے استعانت خدا اے تعالے کے لیے ہو رہنے کے واسطے لیجاتی ہو بیکار کو توکل سے کیا نسبت
اور اگر وہ شخص مشغول بخدا کسی مسجد یا حجرے کا ملازم ہوا در علم و عبادت پر مداومت کرتا ہو تو ایسے کو کوئی ملامت نہین کرتا
کہ تم کیون نہین کماتے اور نہ اُسکو تکلیف کمانے کی دیتے بلکہ اُسکے مشغول بخدا ہونے ہی سے لوگون کے دلون مین اُسکی
محبت ایسی جم جاتی ہو کہ اُسکی ضروریات کے خود متکفل ہوتے ہین صرف اُسکے ذمے اتنی بات چاہیے کہ دروازہ بند نہ کرے
اور نہ لوگون کے درمیان مین سے جنگل و پہاڑ پر بھاگے آج تک کسی نے نہ سُنا ہوگا کہ جو عالم و عابد کہ شہر مین رہ کر تمام وقت
مشغول بخدا ہوا ہو وہ فاقے سے مرا ہوا اور نہ کبھی ایسا کوئی سُنے بلکہ اس طرح کا شخص چاہے تو اور بہت سے لوگون کو صرف
اپنے دیا سے کھلا سکتا ہو اسلیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو رہتا ہو اللہ تعالیٰ اُسکا ہو رہتا ہو اور جو مشغول بخدا ہوتا ہو اللہ تعالیٰ اُسکی محبت لوگون کے
دلون مین ڈالدیتا ہو اور اُسکے لیے دلون کو ایسا مسخر کرتا ہو جیسے مان کے دل کو بچے کے لیے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے انتظام ملک اور ملکوت کا
اُن دونون کے رہنے والون کے واسطے کافی بنایا ہو جو شخص اس انتظام کا مشاہدہ کرتا ہو وہ مدبر پر ایمان لاکر اُسکے ساتھ مشغول ہوتا ہو
اور اسباب کے مدبر ہی پر نظر کرتا ہو نہ اسباب پر۔ ہان خدا اے تعالے نے انتظام ایسا نہین کیا کہ جو اُسکے ساتھ مشغول ہو اُسکو حلوا سے تر اور
قورما اور لباس فاخرہ اور عمدہ سواری ہمیشہ خواہ مخواہ ملا کرے گو بعض اوقات یہ سب کچھ ملجاوے مگر ایسا انتظام کیا ہو کہ جو شخص مشغول
بعبادت ہو اُسکو ہر ہفتے مین جو کی روٹی یا ساگ پات کھانے کو ضرور ملجاوے اور غالب یہ ہو کہ اس سے زیادہ ملے بلکہ قدر حاجت
سے زیادہ ہی ملتا ہو پس اب جو شخص توکل کو چھوڑتا ہو تو صرف اس جہت سے کہ اُسکا نفس ہمیشہ آسایش اور مزہ اُٹھانے کا
راغب اور عمدہ لباس اور لطیف غذائین کھانے کا مائل ہو اور یہ باتین راہ آخرت مین سے نہین اور نہ بدون تردد میسر ہون اور اکثر
تردد سے بھی نہین ملتین بہت کم اور شاذ و نادر حاصل ہوتی ہین اور شاذ و نادر ہین بھی کبھی بے تردد ہی ملجاتی ہین تو جس شخص کی چشم بصیرت
کھلی ہوئی ہو اُسکے نزدیک سعی و تردد کا اثر ضعیف ہی ہو اسی واسطے ایسا شخص اپنی تدبیر و تردد پر مطمئن نہین ہوتا بلکہ مالک
و ملکوت کے مدبر پر اطمینان کرتا ہو جسنے ایسا انتظام خلق کا کر رکھا ہو کہ اُسکے بندون مین سے کسی بندے کا رزق رہ نہین
جاتا نہ اپنے رزق سے کوئی بندہ جدا ہوا اگرچہ شاذ و نادر کبھی تاخیر کر جاتا ہو اور یہ امر بہت ہی کم ہوتا ہو اور تدبیر و تردد کے ساتھ بھی
تاخیر کبھی ہوجایا کرتی ہو پس جب اس شخص پر یہ باتین منکشف ہونگی اور اُسکے ساتھ دل مین قوت اور نفس مین شجاعت بھی ہوگی تو اسکا
ثمرہ وہ ہوگا جو حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ میرا دل یون چاہتا ہو کہ تمام بصرے کے رہنے والے میرے عیال مین
ہون یعنے سب کا کھانا میرے ذمے ہو اور سا ایک ایک دانہ ایک ایک اشرفی کو ملتا ہوا اور وہب بن الورد فرماتے ہین کہ اگر
آسمان تانبے کا ہوجاوے اور زمین رانگ کی اور مین اپنے رزق کا اہتمام کرون تو اپنے گمان مین مین مشرک ہون پس جب
ان باتون کو تمنے سمجھ لیا تو معلوم کر لیا ہوگا کہ توکل ایک مقام ہو جسکے معنی فی نفسہ سمجھ مین آتے ہین اور اُسپر پہونچنا ایسے شخص کو

جو اپنے نفس پر اجتہاد کرے ممکن ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص منکر اصل توکل کا اور اسکے امکان کا ہے اُسکا انکار سراسر جہالت سے ہے
اے عزیز دونون باتون کے افلاس کو جمع نہ کر یعنے ذوق کی راہ سے اس مقام کے وجود سے بھی مفلس رہے اور اسکو ممکن اعتقاد
کرنے سے بھی مفلس رہے ایسا نہونا چاہیے۔ اب تجکو چاہیے کہ تھوڑے سے پر قناعت کر اور بسر اوقات کی مقدار پر راضی ہو وہ تجکو ضرور
بھیجیگا اگرچہ تو اُس سے بھاگے اور اگر تو ایسا کریگا تو خداوند کریم تیرا رزق تیرے پاس ایسے شخص کے ہاتھون بھجوا دیگا کہ تجکو گمان بھی نہو
اور جب تو تقوی اور توکل مین مشغول ہوگا تو تجربہ سے مصداق اس آیت کا معلوم کریگا ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث
لا یحتسب مگر خداوند کریم متکفل اس بات کا نہین کہ رزق مین مرغ اور لذیذ کھانے ہی دے بلکہ اُسکی کفالت اُس رزق کی ہے جس سے
ہمیشہ زندگی رہے یہ رزق ہر ایک شخص کو جو ضامن کے ساتھ لگا رہے اور اسپر ایمان رکھے ملا کرتا ہے اسلیے کہ خدا اسباب خفیہ رزق کے خدا
تعالے کے انتظام مین موجود ہین وہ اُنکی نسبت بہت زیادہ ہین جو خلق کو معلوم ہین بلکہ رزق کے آنے کی راہین بے شمار ہین اور اُنکو
کوئی تبلا نہین سکتا کیونکہ اُنکا ظہور تو زمین ہی پر ہے اور سبب آسمان پر جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون
اور آسمان کے اسرار کی کسیکو اطلاع نہین اور اسی وجہ سے جب ایک جماعت حضرت جنید رح کی خدمت مین حاضر ہوئی تو آپ نے
فرمایا کہ تم کیا ڈھونڈھتے ہو اُنھون نے کہا کہ ہم رزق کو ڈھونڈھتے ہین آپ نے فرمایا کہ اگر تمکو اُسکی جگہ معلوم ہو کہ کہان ہے تو تلاش کرو
اُنھون نے عرض کیا کہ ہم خدا سے مانگینگے آپ نے فرمایا کہ اگر تم یہ جانو کہ وہ تمکو بھول جاویگا تو اُسکو یاد دلاؤ اُنھون نے عرض کیا کہ اچھا
ہم گھرون مین بیٹھکر توکل کرینگے دیکھین کیا ہوگا آپ نے فرمایا کہ تجربہ کے لیے توکل کرنا شک مین داخل ہے اُنھون نے عرض کیا کہ پھر
کیا کرین آپ نے فرمایا کہ تدبیر چھوڑ دو۔ اور احمد بن عیسے خراز کہتے ہین کہ مین جنگل مین تھا مجکو بھوک بہت لگی میرے نفس پر یہ بات غالب
ہوئی کہ خداے تعالے سے کھانے کی درخواست کرون مگر مین نے کہا کہ یہ فعل متوکلون کا نہین تب نفس نے زور ڈالا کہ خداے تعالے سے
صبر کا سوال کرون جب مین نے اس دعا کا قصد کیا تو ایک ہاتف نے مجکو پکارا اور یہ کہا **قطعہ** گمان کرتا ہے ہمسے قریب ہونے کا
قریب ہمسے جو ہو وہ تباہ ہو کیسے ٭ سوال تنگی مین کرتا ہے صبر کا گویا ٭ نہ دیکھتے ہین ہم اسکو نہ ہمکو وہ دیکھے ٭ تنے اب سمجھ لیا ہوگا کہ جس شخص کا
نفس منکسر اور دل قوی ہو اور باطن مین ضعف نامردی نہ رکھتا ہو اور اللہ تعالی کے انتظام پر اعتقاد مضبوط ہو تو وہ ہمیشہ مطمئن اور
خداے تعالے پر اعتماد رکھنے والا رہیگا اسلیے کہ اُسکا بدتر حال مرنا ہے اور موت کسی طرح اُسکو آنے سے نہ رہیگی جیسے اور لوگون پر جنکو
اطمینان نہین آویگی حاصل یہ کہ توکل کامل یہ ہے کہ بندے کی طرف سے قناعت ہو اور خداے تعالے کی طرف سے جس رزق کی ضمانت کر لی ہے
اُسکا پہونچانا اور اُسنے جو انتظام قانعون کے رزق پہونچانے کا ان اسباب سے بنا رکھا ہے اور اُسکی ضمانت کی ہے وہ اپنی ضمانت مین
سچا ہے جسکو تجربہ کرنا منظور ہو قناعت کرکے دیکھ لے کہ اُسکا وعدہ بیشک سچا ہے ایسی ایسی جگہ سے رزق عجیب پہونچاویگا کہ آدمی کے
وہم و خیال مین نہون مگر آدمی کو اپنے توکل مین اسباب کی طرف تاک نہو بلکہ تاک مسبب الاسباب ہی کی ہو جیسے لکھنے مین قلم کا خیال
نہین کرتے ہین بلکہ کاتب کے دل کا کرتے ہین جو اصل حرکت قلم کی ہے اور چونکہ محرک اول ایک ہی ہے تو نہین چاہیے کہ اسکے سوا کسی اور کی
طرف التفات بندے کا ہو اور یہ شرط توکل کی اسلیے ہے جو جنگل مین بدون زاد پھرتا ہے خواہ شہرون مین گمنام بیٹھتا ہے مگر جو شخص عبادت
اور علم مین مشہور ہو جب وہ دن رات مین ایک دفعہ کسی طرح کے کھانے پر گو لذیذ نہو اور ایک موٹے کپڑے پر جو مناسب دینداران
کے ہے کفایت کرے تو اسقدر اسکو ہمیشہ ایسی جگہ سے پہنچ جائیگا جہان سے اسکو گمان بھی نہو بلکہ اُسکا کئی گنا پہونچیگا ایسے ایسے
شخص کو توکل چھوڑنا اور رزق کا اہتمام کرنا نہایت ضعف اور نقصان کی بات ہے اسلیے کہ اگر کوئی گمنام آدمی شہرون مین جا کر کوئی پیشہ
کرے تو اسکو اتنا ذریعہ رزق کا نہین جتنا عالم و عابد کو ہے کہ اُسکا مشہور ہونا بڑا ذریعہ ہے پس دینداروں کو اہتمام رزق کرنا برا ہے اور

علما کو اور بھی برا کیونکہ علما کو قناعت شرط ہی اور عالم قانع کا رزق اور اسکے ساتھ بہت سے لوگون کا آتا ہی ہان اگر عالم کو یہ منظور ہو کہ لوگون کے
ہاتھ سے نہ لون اور اپنی کمائی کا کھاؤن تو البتہ یہ وجہ اُس عالم کی شان کے شایان ہی جو ظاہر علم و عمل پر چلتا ہی اور سیر باطن اسکو نہین
کیونکہ فکر معیشت باطن کی سیر سے مانع ہوتی ہی تو ایسے شخص کو سلوک مین مشغول ہونا اور اُن لوگون سے کچھ لینا جو اپنی دہش سے خداے تعالیٰ کا تقرب
چاہتے ہین بہتر ہی اسواسطے کہ اس صورت مین فکر معیشت سے فراغت ہیگی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو رہیگا اور دینے والے کو ثواب ملنے پر معین و مددگار
ہوگا اور جو شخص خداے تعالیٰ کی عادات جاری پر نظر کرے تو جان لے کہ رزق مقدار سامان کے نہین ہوا کرتا اور اسی واسطے بعض بادشاہان فارس نے
کسی حکیم سے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہی کہ بعضے احمق رزق دیے جاتے ہین اور عاقل محروم رہتے ہین اُسنے جواب دیا کہ صانع نے یہ چاہا کہ لوگ مجکو پہچانین اسلیے کہ
اگر ہر عاقل کو رزق ملتا اور ہر احمق محروم رہتا تو لوگون کو یہی گمان ہوتا کہ عاقل کو عقل نے رزق دیا جب کہ اسکے برعکس معاملہ نظر آیا تو جانا کہ رازق
کوئی اور ہی ہی جو اسباب ظاہری مین اُنکا کچھ اعتبار نہین شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین **شعر** اگر روزی بدانش برفزودے
ز نادان تنگ تر روزی نبودے ۔ **فائدہ** متوکلین کے احوال جو اسباب کے ساتھ تعلق مین ہوتے ہین اُنکی مثال مین واضح ہو
کہ خلق کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہی جیسے ایک جماعت سائلون کی بادشاہی محل کے دروازے کے میدان مین کھڑی ہون
اور وہ سب کھانے کی حاجت رکھتی ہون اور وہ بادشاہ بہت سے غلامون کو روٹیان لیکر بھیجے اور انکو حکم کردے کہ بعضون کو دو دینا
اور بعضون کو ایک اور اس باب مین کوشش کرنا کہ کوئی رہ نجاوے اور پھر ایک منادی کو حکم کرے کہ ان لوگون کو پکار کر سنادو
کہ ٹھہرے رہو اور میرے غلامون کو جب وہ تمھارے پاس آوین مت لپٹو بلکہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ اطمینان سے رہو غلام حکم کے
تابع ہین اور اُنکو حکم ہوا ہی کہ تمکو کھانا پہونچاوین پس جو کوئی غلامون سے لپٹیگا اور انکو ستاویگا اور دروازہ کھلنے پر دو روٹیان
لیکر چلا جاویگا مین اُسکے پیچھے ایک غلام بھیجونگا وہ اُسپر مقرر رہیگا یہان تک کہ اسکی سزا اس روز دون جو مین نے اپنے
عندیے مین ٹھہرالیا ہی مگر مین اسکو کہتا نہین ہون کہ کب سزا دونگا اور جو غلامون کو نہ ستاویگا اور ایک روٹی پر قناعت
کریگا جو غلام کے ہاتھ سے اسکو ملیگی اور چپکا رہیگا اُسکو اسی روز جسمین دوسرے کو سزا دونگا ایک بھاری خلعت عنایت کرونگا
اور جو اپنی جگہ ہی پر بیٹھا رہیگا اور دو روٹیان پاویگا تو اُسکو نہ سزا ہوگی نہ خلعت اور جس شخص کو میرے غلام کچھ نہ دیوین
اور وہ رات کو بھوکا سو رہیگا اور میرے غلامون پر خفا نہوگا نہ یہ کلمہ منھ سے نکالیگا کہ کاش مجکو بھی ایک روٹی ملجاتی تو
ایسے شخص کو مین اپنا وزیر بناؤنگا اور کارخانہ سلطنت اُسکے سپرد کرونگا پس اس ندا کے بعد سائلون کی چار قسمین ہوگئین ایک
وہ کہ جنپر علیہ شکم ہوا اور انھون نے التفات سزاے موعود کی طرف نہ کیا اور کہا کہ آج سے کل تک بہت وقت ہی ہمکو بھوک
اب لگ رہی ہی یہ سوچکر غلامون پر چڑھ گئے اور اُنکو ستاکر دو روٹیان لے لین اور میعاد تک مین مستحق سزاے موعود کے
ہوے اُسوقت پچھتاے مگر کیا ہوتا ہی دوسرے وہ کہ غلامون سے تو سزا کے خوف کے مارے نہ لپٹے مگر شدت گرسنگی سے دو روٹیان
لین اور سزا سے محفوظ رہے اور اُنکو خلعت بھی نہ ملا تیسرے وہ کہ اُنھون نے یہ کہا کہ ایسی جگہ بیٹھنا چاہیے کہ غلامون کے
سامنے ہون تاکہ وہ ہمکو چھوڑ نجاوین مگر جب وہ روٹیان دین تو ایک ہی روٹی لینا چاہیے اور اُسی پر قناعت کرنی چاہیے شاید
ہمکو خلعت ملجاوے پس اُنکو حسب وعدہ بادشاہی خلعت مل گیا چوتھی قسم وہ لوگ جو صحن کے کونون مین جا چھپے اور غلامون کی
نظر سے بچے اور اُسمین کہا کہ اگر تجکو ڈھونڈھ نکالکر دیوینگے تو ایک روٹی لیکر قناعت کریوینگے اور اگر انکی نظر سے رہ گئے تو رات کو
بھوک کی سختی کی برداشت کرینگے شاید پھر رات کو اگر غلامون پر خفگی بھی نہ آوے تو رتبہ وزارت اور قرب بادشاہ کا حاصل ہو
مگر انکا مقصود یہ نہ چلا اور غلامون نے انکو ہر گوشے مین تجسس کرکے ایک روٹی پہونچادی اور اسی طرح ہر روز معاملہ ہوا کیا چند روز

اتفاقاً تین آدمی ایک کونے مین چھپ گئے اور غلامون کی آنکھ اُنپر نہ پڑی کسی وجہ سے زیادہ تفتیش وہ نہ کر سکے اور وہ تینون آدمی سخت بھوک مین سو گئے دو نے تو اُنہین سے کہا کہ کیا اچھا ہوتا جو ہم غلامون کے سامنے ہو جاتے اور اپنا کھانا لے لیتے ہمسے صبر نہین ہوسکتا اور تیسرا آدمی چپ رہا صبح تک ویسے ہی گذار دیا اُسی کو درجہ قرب و وزارت ملا اس مثال مین زندگی دنیاوی ہے اور اُسکا دروازہ موت اور میعاد نامعلوم روز قیامت اور وزارت کے وعدے سے غرض وعدہ شہادت ہے جو متوکل کے لیے ہے بشرطیکہ بھوک مین راضی وفات پاوے اور اس وعدے کی وفا کے لیے تاخیر قیامت تک نہ ہوگی کیونکہ شہدا خدا تعالیٰ کے پاس زندہ رہتے ہین اور اُنکو رزق ملتا ہے اور غلامون مطیع فرمان بادشاہی سے غرض اسباب ہین اور غلامون سے لپٹنے والے وہ ہین جو اسباب مین حد سے زیادہ بڑھتے ہین اور جو شخص صحن کے بیچ مین غلامون کے زیر نگاہ بیٹھے ایسے وہ لوگ مراد ہین جو شہرون کی خانقاہون اور مسجدون مین ساکن بیٹھ رہے ہین اور گوشون مین چھپنے والے وہ ہین جو توکل کی ہیئت پر جنگلون مین پھرتے ہین اور اسباب اُنکے پیچھے پھرتے ہین اور رزق مل جاتا ہے مگر شاذ و نادر کبھی نہین ملتا پس اگر کوئی اُنہین سے بھوکا خدا سے راضی ہو کر مرتا ہے تو اُسکو شہادت اور قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور خلق مین جو یہ تقسیم ہے تو شاید دسون مین سے نو آدمی تو ایسے ہین جنکا تعلق اسباب سے ہے اور سات ایسے ہین جو شہرون مین مقیم ہین اور اپنے سامنے ہونے اور مشہور ہونے کو سبب گذر کر لیتے ہین اور تین ایسے ہین جو جنگلون مین پھرتے ہین اُن تین مین سے دو اسباب پر خفا ہین اور صرف ایک مرتبۂ قرب پر پہونچا ہے اور شاید کہ زمانہ گذشتہ مین یہ نسبت ہوگی اب تو دس ہزار مین سے ایک بھی ایسا نہین جو تارک اسباب ہو

دوسرا فن اسباب جمعیت کے لیے متعرض ہونے مین یعنے مفید چیزون کے رکھ چھوڑنے کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ جس شخص کو مال وراثت یا کمانے یا مانگنے یا کسی اور سبب سے ملے تو اُسکے لیے رکھ چھوڑنے مین تین حال ہین **اول** یہ کہ اُسمین سے بقدر حاجت سردست لے لیجے اگر بھوکا ہو تو کھالے اور ننگا ہو تو پہن لے اور حاجت مکان کی ہو تو مختصر مکان خرید لے اور باقی کو اُسی وقت دے ڈالے اور سوا اسے اس مقدار کے جسکی طرف کسی کو حاجت یا استحقاق ہے اور نہ لے اور نہ رکھے اور اگر رکھے تو اُسی نیت پر پس ایسا شخص مقتضائے توکل کا کاربند واقع مین ہے اور یہ درجہ سب سے اونچا ہے **دوسری حالت** جو اُسکے برعکس اور ضد ہے اور حد توکل سے آدمی کو باہر کر دیتی ہے یہ ہے کہ مال کو یا چیز کو برس روز یا اُس سے زیادہ کے لیے رکھ چھوڑے ایسا شخص ہرگز متوکل نہین۔ اور بعضون کا قول ہے کہ حیوانات مین سے صرف تین جانور ذخیرہ کرتے ہین۔ چوہا اور چیونٹی اور آدمی **تیسری حالت** یہ ہے کہ چالیس روز یا اس سے کم کے لیے رکھ چھوڑے یہ حالت آیا آدمی کو اُس مقام محمود سے جسکا متوکلون کو وعدہ ہے محروم کرتی ہے یا نہین اسمین اختلاف ہے حضرت سہل تستری رح کا مذہب یہ ہے کہ ایسی حالت حد توکل سے خارج کر دیتی ہے اور خواص رح فرماتے ہین کہ چالیس روز تک کے رکھنے سے خارج از توکل نہین ہوتا زیادہ مدت سے ہوتا ہے اور ابوطالب مکی رح فرماتے ہین کہ چالیس روز سے زیادہ مین بھی خارج نہین ہوتا اور جب اصل ذخیرہ کرنے کی جائز ہوگی تو پھر اس اختلاف کے کچھ معنی نہین ہان ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ گمان کرے کہ ذخیرہ کرنا مدت سے توکل کی ضد ہے اور اسکی میعاد مقرر کیا معلوم نہین اور جو ثواب کسی رتبے کے لیے وعدہ کیا گیا ہے وہ متفرع اسی رتبے پر ہوتا ہے اور اس رتبے کا آغاز اور انجام ہے جو انجام پر پہونچے ہین اُنکا نام سابقین ہے اور آغاز والون کا نام اصحاب الیمین اور سابقین اور اصحاب الیمین کے بھی بہت سے درجات ہین اور اُنکا سلسلہ ایسا ہے کہ اصحاب الیمین مین سے اونچے درجے والے اُنکے متصل ہین جو سابقین مین سے نیچے درجے کے لوگ ہون پس ایسی صورت مین مقرر کرنے کے کیا معنی بلکہ تحقیق یہ ہے کہ ذخیرہ نہ کرنے سے توکل جب پورا ہوتا ہے جب امل کوتاہ ہو اور بالکل توقع زیست کی نہو لیکن اسکی قید کرنی دشوار ہے گو ایک ہی

دم کے لیے کیون نہو کیونکہ ایسا ہونا گویا غیر ممکن ہے پھر طول امل اور اسکی ہی مین لوگ متفاوت ہین اور کمتر درجہ امل کا ایک دن
رات یا اُس سے کم ساعات ہین اور غایت درجہ اسقدر ہے کہ جسقدر انکی عمر رہوتی ہے اور انکے بیچ مین درجات ہین جنکا
شمار نہین پس جو شخص کہ زیادہ ایک مہینے سے توقع زیست نکرے وہ مقصود مین اُس سے نزدیک تر ہوگا جو برس روز کی توقع کرے
اور اسکی قید لگانی چالیس روز کے بلحاظ حضرت موسے علیہ السلام میعاد کے بعید ہے اسلیے کہ آپ کی میعاد سے مقصود
یہ نہ تھا کہ رخصت امل کے مقدار کی ذکر کیجاوے بلکہ وہ میعاد اسلیے تھی کہ مستحق موعود چیز کے ملنے کے ہوجاوین
جو بدون چالیس روز گذرے نہین مل سکتی تھی اور چالیس روز کے بعد یہ استحقاق ایک بھید کے باعث تھا جو خداے تعالی
کی عادتون مین سے ہے کہ اس جیسے امور مین کیا کرتا ہے چنانچہ حدیث[ح] حسن مین ہے کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم کی مٹی کو
اپنے ہاتھ سے چالیس روز خمیر کیا یعنے استحقاق اُس مٹی کے خمیر ہونے کا مدت مذکور پر موقوف تھا غرض کہ جو شخص
برس روز کے سوا کے لیے جمع کریگا تو بجز اسکے نہین کہ اُسکے دل مین ضعف ہو اور اسباب ظاہری پر مائل پس ایسا
شخص مقام توکل سے خارج اور انتظام الٰہی پر جو اُسنے خفیہ اسباب سے رکھا ہے غیر معتقد ہے کیونکہ اسباب داخلی
پیداوارون اور زکاتون کے ہر سال ہوتے ہی رہتے ہین۔ اور جو شخص کہ برس سے کم کے لیے ذخیرہ کرے تو اسکو
بقدر اسکی امل کی کمی کے درجہ ہوگا اور جس شخص کو توقع دو مہینے کی ہو اُسکا درجہ اُسکے موافق نہوگا جو اپنی امل ایک مہینا کرے
اور نہ اُسکے موافق جو تین مہینے کی امل رکھتا ہو بلکہ اُسکا درجہ ان دونون کے بیچ مین ہوگا اور ذخیرہ کرنے کا مانع بجز
کوتاہی امل کے اور کوئی چیز نہین تو افضل یہی ہے کہ ہرگز ذخیرہ نکرے اور اگر دل ضعیف ہو تو جسقدر ذخیرہ قلیل ہوگا اُتنا ہی
افضل ہوگا چنانچہ اُس فقیر کا قصہ[ح] مشہور ہے جسکے لیے حضرت علی رض اور حضرت اسامہ رض کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
غسل دینے کا ارشاد فرمایا تھا اور جب اُنھون نے غسل دیکر اُسی کی چادر کا کفن اُسکو پہنایا تو آپ نے اپنے اصحاب رض
سے فرمایا کہ یہ شخص قیامت کو ایسی طرح اُٹھیگا کہ اسکا مُنہ چودھوین رات کا سا چاند ہوگا اور اگر ایک خصلت اسمین نہوتی تو آفتاب
روشن کا سا چہرہ لیکر اُٹھتا اصحاب رض نے عرض کیا کہ وہ کونسی خصلت تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص روزہ دار بھی تھا تہجد گزار بھی تھا خداے تعالی کا
ذکر بھی بہت کرتا تھا مگر جب جاڑے آتے تھے تو گرمیون کے کپڑے دوسری گرمیون کے واسطے رکھ چھوڑتا تھا اور گرمی آتی تھی تو جاڑے
کے کپڑے دوسرے جاڑے کے لیے رکھ چھوڑتا تھا پھر آپ نے فرمایا[ح] من اقل ما اوتیتم الیقین وعزیمۃ الصبر انتہی اور کوزہ
اور دسترخوان یا اور چیزین جنکی حاجت ہمیشہ ہوتی ہے وہ انہین داخل نہین یعنی انکا رکھ چھوڑنا درجے کو کم نہین کرتا لیکن
جاڑے کے کپڑون کی حاجت گرمیون مین نہین رہتی اور یہ حکم اُس شخص کے باب مین ہے کہ ترک ذخیرہ سے اسکا دل مضطرب
نہو اور نفس کو لوگون کے ہاتھون کی طرف تاک ہو بلکہ اُسکا دل سواے وکیل برحق کے اور کسی کی طرف ملتفت نہو۔ پس
اگر ایسی صورت ہو کہ نہ رکھنے سے نفس مین پریشانی ایسی ہوتی ہو جس سے دل عبادت اور ذکر و فکر سے باز رہتا ہو تو
اُسکے لیے رکھ چھوڑنا ہی بہتر ہے بلکہ اگر کوئی متاع رکھ چھوڑے جسکی آمد اسکی ضروریات کو کافی ہو اور اسکے دل کو اطمینان بدون
اُسکے نہوتا ہو تو اسکے لیے یہی اولے ہے کیونکہ مقصود دلون کی اصلاح ہے تاکہ خداے تعالے کے ذکر کے لیے فارغ ہوجاوین اور
بعض لوگ ایسے ہین جنکو مال کا ہونا دل مین پریشانی لاتا ہے اور بعض ایسے ہین کہ انکو نہونے سے پریشانی ہوتی ہے اور ممنوع
وہی چیز ہے جو خداے عز وجل سے مانع ہو خواہ وجود مال ہو یا عدم ورنہ دنیا فی نفسہا ممنوع ہین اور اسی لیے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم تمام اصناف خلق پر مبعوث ہوے تھے کہ انمین تاجر اور حرفہ والے اور دوسرے پیشے والے سب قسم کے لوگ تھے

ح ابو منصور دیلمی در مسند فردوس بروایت ابن مسعود و سلمان بسند ضعیف ۱۲
ح یہ قصہ مجھکو نہین ملا اور اسکے آخر کے جملے اقل ما اوتیتم

پس نہ تاجر کو تجارت چھوڑنے کو حکم فرمایا نہ کسی پیشے والے کو اپنا پیشہ ترک کرنے کو کہا نہ جو شخص اُنکا تارک تھا اسکو حکم تجارت اور پیشے مین مشغول ہونے کا دیا بلکہ سب کو اللہ تعالے کی طرف بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تمھاری فوز و نجات اسہین ہی کہ اپنے دلون کو دنیا کی طرف سے خداے تعالے کی طرف پھیرو اور از انجا کہ مشغول ہونا خداے تعالے کے ساتھ سب سے عمدہ دل کا ہی تو ضعیف کے لیے مقدار حاجت رکھ چھوڑنا بہتر ہی جیسے کہ قوی کے لیے نہ ذخیرہ کرنا ہی اور یہ سب حکم تنہا آدمی کا ہی اور عیالدار کا حکم یہ ہی کہ اگر اپنے عیال کے ضعف دور کرنے اور انکی تسکین خاطر کے لیے ایک برس کی غذا جمع کریگا تو حد توکل سے خارج نہوگا اور برس سے زیادہ کے لیے ذخیرہ کرنا توکل کو باطل کرتا ہی اسواسطے کہ اسباب ہر برس مین مکرر ہوتے رہتے ہین تو زیادہ کے واسطے ذخیرہ کرنا ضعف قلبی پر دلالت کرتا ہی جو قوت توکل کے خلاف ہی کیونکہ متوکل اسی کا نام ہی جو موحد اور قوی دل اور خداے تعالے کے فضل پر مطمئن اور اُسکے انتظام کا معتقد ہو نہ اسباب ظاہری کے ہونے پر مستعار۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال کی غذا برس روز کی ذخیرہ کی اور حضرت ام ایمن وغیرہا کو فرمایا کہ کل کے واسطے کچھ نہ رکھو اور حضرت بلال نے جو ایک ٹکڑا روٹی کا افطار کے لیے رکھ چھوڑا تھا اُنکو ارشاد فرمایا انفق بلالا ولا تخش من ذی العرش اقلالا اور یہ بھی اُنھین کو ارشاد فرمایا ہو اذا سئلت فلا تمنع و اذا اعطیت فلا تخبا اس صورت مین اقتدا سید المتوکلین صلے اللہ علیہ وسلم کی کرنی چاہیے کہ کوتاہی امل آپکی اس درجے پر تھی کہ پیشاب کے بعد باوجود پانی کے قریب ہونے کے تیمم کر لیتے تھے کہ مجھے کیا معلوم ہی شاید پانی تک نہ پہونچون اور آپ نے جو ذخیرہ کیا تو اس سے کچھ آپ کا توکل کم نہین ہوا اسلیے کہ آپ کو اعتماد اپنے ذخیرہ پر نہ تھا بلکہ ذخیرہ کیا تو اس غرض سے کہ یہ طریق امت کے لوگون کے لیے مسنون ہو جاوے کیونکہ امت کے قوی بہ نسبت آپ کی قوت کے پھر بھی ضعیف ہین اور برس روز کا ذخیرہ جو عیال کے لیے فرمایا تو نہ اس وجہ سے کہ آپ مین یا آپ کے عیال مین کچھ ضعف قلبی ہو بلکہ اس نظر سے کہ ضعفاے امت کے لیے وہ طریق مسنون ہو اور صاف تصریح فرما دی کہ ان اللہ تعالے یحب ان توتی رخصۃ کما یحب ان توتی عزائمہ اُس سے بھی ضعیفون کے دلون کی تسکین منظور تھی کہ ایسا نہو کہ ضعف کے باعث وہ لوگ درجۂ یاس و ناامیدی کو پہونچ جاوین اور انتہاے درجہ پر پہونچنے سے عاجز ہو کر جو کچھ خیر اُنسے بن سکتی ہو اسکو بھی ترک کرین اور اسکی وجہ یہی ہی کہ آپ کا وجود باجود رحمت تمام عالم کے لیے تھا جنکی اصناف مختلف اور درجات متفاوت ہین۔ اور جب معلوم ہو چکا تو تمنے جان لیا ہوگا کہ ذخیرہ کرنا بعض لوگون کو مضر ہی اور بعضون کو غیر مضر اور اسکی دلیل وہ روایت ہی جو حضرت ابو امامہ باہلی رض سے مروی ہی کہ بعض اصحاب صفہ کا انتقال ہوا اُنکے پاس کفن بھی نہ نکلا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے کپڑون کو تلاش کرو ڈھونڈھا تو دو دینار تہمد کے اندر نکلے آپ نے فرمایا کہ یہ دو داغ ہین حالانکہ اُنکے سوا اور مسلمان جو مرتے تھے اور بہت کچھ چھوڑ مرتے تھے کسی کے حق مین یہ نہ فرماتے تھے اور چونکہ اُنکا حال دو وجہ کا احتمال رکھتا ہی اس وجہ سے اس حدیث کے بھی دو معنی ہو سکتے ہین اول تو یہ کہ دو داغ آتش دوزخ کے ہین جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی تکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم اور یہ اُس صورت مین ہی کہ حال اُن اصحاب صفہ کا زہد اور فقر اور توکل کا اظہار ہو حالانکہ واقع مین ایسے نہ تھے تو ایک طرح کا دھوکا ہوا دوسرا یہ کہ تلبیس اور دھوکا کچھ نہو تو اُس صورت مین حدیث مذکور کے یہ معنی ہین کہ درجۂ کمال سے نقصان ہی یعنی جس طرح آدمی کے مُنھ پر داغ ہونے سے چہرے کی خوبصورتی مین فرق ہو جاتا ہی ویسا ہی ان دونون دینارون سے انکے چہرۂ کمال مین نقصان ہو گیا اسلیے کہ آدمی جو کچھ چھوڑ مرتا ہی وہ آخرت مین اُسکے لیے موجب نقصان ہی کیونکہ جسقدر کسیکو دنیا مین سے ملتا ہی اُسی قدر آخرت مین سے ناقص ہو جاتا ہی اور اس بات کی وجہ کہ فارغ بالی کے ساتھ جمع کرنا اور ذخیرے کی چیز پر دل نہ دھرنا ضرور نہین کہ توکل کو باطل کر دے یہ ہی کہ حسین مغازلی جو حضرت بشر رح کے یارون مین سے ہین فرماتے ہین کہ مین حضرت بشر رح کی خدمت مین چاشت کے وقت بیٹھا تھا اتنے مین ایک بزرگ آپکے پاس ادھیڑ عمر کے گندم گون کلے ٹپنے ہوے تشریف لائے حضرت بشر رح اُنکی تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوے اور مین نے اُنکو اور کسی کی تعظیم کے لیے

۹ حاکم بروایت ابو سعید وفیہ
۱۲ ح ابن ابی الدنیا بروایت ابن عباس بسند ضعیف ۱۲
ح خداے تعالے پسند کرتا ہی کہ عمل کیا جاوے اسکی اجازتون پر جیسا کہ پسند کرتا ہی کہ ادا کیجاوین اُسکی عزیمتین ۱۲
احمد و طبرانی و بیہقی بروایت ابن عمر ۱۲ ح احمد بسند ... شہر بن حوشب عن ابی امامہ ۱۲
ش ... اُنکے ... اور ...

اُٹھتے نہین دیکھا تھا پھر آپ نے مجکو چند درم دیے اور فرمایا کہ بہت عمدہ کھانا اور خوشبو جو ہماری حیثیت کے لائق ہو خرید لاؤ اور آپ نے
ایسے الفاظ کبھی مجھ سے نہین فرمائے تھے غرض کہ مین کھانا لے آیا آپ نے اُن بزرگ کے ساتھ کھانا کھایا حالانکہ پہلے کسی کے ساتھ
کھاتے مین نے اُنکو نہ دیکھا تھا جب بقدر حاجت کھا چکے اور کھانا بہت کچھ بچ رہا تو وہ بزرگ اُسکو لیکر اپنے کپڑے مین باندھ کر ساتھ
لیگئے مجکو تعجب ہوا اور اُنکی حرکت بُری معلوم ہوئی حضرت بشر رحمہ نے مجھسے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہی کہ تمکو اُنکی یہ حرکت ناپسند معلوم ہوئی
مین نے عرض کیا کہ البتہ اس وجہ سے کہ وہ کھانا بچا ہوا بے اجازت لیگئے آپ نے فرمایا کہ یہ بزرگ ہمارے بھائی حضرت فتح موصلی ہین
کہ آج موصل سے ہمارے ملنے کو تشریف لائے تھے اُنکی غرض اس فعل سے یہ تھی کہ ہمکو تعلیم کردین کہ جب توکل صحیح ہوجاتا ہی تو اُسکے
ساتھ ذخیرہ کرنا کچھ ضرر نہین کرتا تیسرا فن خوف کے باعث جو ضرر پیش آتا ہی اُسکے دفع کرنے کے اسباب کی تدبیر مین معلوم کرنا چاہیے
کہ ضرر کبھی نفس یا مال مین خوف کی جہت سے پیش ہوتا ہی اور توکل کی شرط نہین کہ سرے سے اسباب واقعہ ترک کرے مثلاً جس زمین مین
درندے بہت ہون وہان سو رہنا یا جنگل سیلاب کی جگہ یا جھکی ہوئی دیوار کے نیچے یا ٹوٹی چھت کے نیچے سونا داخل توکل نہین بلکہ
یہ سب امور ممنوع ہین ایسا شخص اپنی جان کو بیفائدہ معرض ہلاک مین ڈالتا ہی بلکہ یہ اسباب تین طرح کے ہین ایک تو وہ کہ قطعی ہون
دوسرے ظنی تیسرے وہمی پس وہمی اسباب کا چھوڑنا شرط توکل ہی اور وہمی اسباب وہ ہین کہ اُنکی نسبت دفع ضرر کی طرف ایسی ہو جیسے
داغ اور منتر وغیرہ کو ہی کہ یہ دونون بعض اوقات تو کسی خوفناک چیز کی روک کے لیے پہلے ہی سے کردی جاتی ہین اور بعض اوقات بعد
اُس چیز کے نازل ہونے کے برتی جاتی ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متوکلون کا وصف بجز ترک داغ اور منتر اور بدفالی
کے اور کچھ نہین بیان فرمایا یہ نہین ارشاد کیا کہ متوکل جب کسی سرد جگہ مین جاتے ہین تو جبہ نہین پہنتے حالانکہ جبہ بھی سردی متوقع
کے لیے پہنا جاتا ہی اور یہی حال ہی اور چیزون کا جو ایسی ہی ہون ہان نکلتے وقت جاڑے کے سفر مین اگر لہسن کھاوے اس غرض سے
کہ اندر سے گرمی کی قوت زیادہ کرے تو اسمین اسباب پر اعتماد اور تعلق ہوسکتا ہی یہ امر قریب داغ کے ہی بخلاف جبہ کے اور اگر کسی انسان سے
ضرر پہونچے تو اُسکے دفع کرنے کے اسباب کو ترک کرنے کی ایک وجہ ہی یعنی اگر آدمیون کی اذیت پر صبر بھی کرسکتا ہو اور ایذا کو روک کر
اپنا انتقام لے سکتا ہو تو توکل کی شرط یہ ہی کہ صبر اور برداشت کرے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی فاتخذہ وکیلا واصبر علی ما یقولون
واہجرہم ہجرا جمیلا اور فرمایا ولنصبرن علی ما اذیتمونا وعلے اللہ فلیتوکل المتوکلون اور فرمایا ودع اذاہم وتوکل علی اللہ اور فرمایا فاصبر کما صبر
اولوا العزم من الرسل اور فرمایا نعم اجر العاملین الذین صبروا وعلے ربہم یتوکلون اور یہ سب آیتین انسانون سے ضرر اور ایذا
کے باب مین ہین مگر صبر کرنا سانپون کی ایذا اور درندون کے ضرر اور بچھوؤن کی تکلیف پر اور اُنکی روک نہ کرنی توکل مین سے کچھ بھی
نہین اسلیے کہ اسمین کچھ فائدہ نہین حالانکہ جو کام سالک کرتا ہی یا ترک کرتا ہی تو خود اس کام سے غرض نہین ہوتی بلکہ اعانت دین پر
منظور ہوتی ہی اور ترتیب اسباب کا دفع ضرر مین ایسا ہی ہی جیسا فن اول مین کسب معیشت اور حصول اشیاے مفیدہ کے اسباب مین
مذکور ہوا دوبارہ لکھنے کی کچھ حاجت نہین۔ اور یہی حال مال کے بچانے کے اسباب مین سمجھنا چاہیے مثلاً نکلتے وقت اگر حجرے کا
قفل لگا دے یا اونٹ کا پانون باندھ دے تو اس سے توکل مین فرق نہ آویگا کیونکہ یہ اسباب خدا اے تعالے کی عادت جاری سے
قطعاً یا بطور ظن معلوم ہوچکے ہین اُنکی تعمیل مین کچھ حرج نہین اور اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس اعرابی کو جسنے کہ
اپنا اونٹ چھوڑ دیا اور کہا کہ مین نے خدا پر توکل کیا ارشاد فرمایا ع بر توکل زانو اشتر ببند * یعنے توکل کر اور اسکا پانون بھی باندھ دے
اور خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی خذوا حذرکم اور نماز خوف کی کیفیت مین ارشاد فرمایا ولیاخذوا اسلحتہم اور فرمایا واعدوا لہم ما استطعتم من
قوۃ ومن رباط الخیل اور حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد ہوا فاسر بعبادی لیلا راتون کو جانا دشمنون کی آنکھ سے چھپنا ہی جسمین

ایک گونہ سبب دفع ضرر کا موجود ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نماز مین خفیہ ہونا دشمنون کی آنکھ سے پوشیدہ رہنا ہے کہ ضرر نہ پہونچاوین
اور نماز مین ہتھیارون کا لینا قطعی دافع نہین ہے جیسے سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا کہ قطعی دافع ہے لیکن ہتھیارون کا لینا ایک سبب ظنی
ہے اور ہم بیان کر چکے کہ ظنی بھی مثل قطعی کے ہے تو صرف سبب موہوم ہی ایسا رہ گیا ہو جسکے ترک کا مقتضی توکل ہے - اور یہ جو مروی ہے کہ
بعض اولیا کے شانے پر شیر نے پنجہ رکھ دیا اور انھون نے جنبش نہ کی اور بعض نے شیر کو اپنا تابع کر کے اسپر سواری کی تو اس قسم
کی روایات اگرچہ واقع مین درست ہین مگر بطور اقتدا انکو سیکھنا نہ چاہیے بلکہ یہ ایک مقام بلند کرامات کا ہے اور توکل کی شرائط مین سے
نہین اور اسمین راز ہے کہ جو کوئی اسپر نہین پہونچتا واقف نہین ہوتا اب اگر کوئی پوچھے کہ اس مقام کے پہونچنے کی علامت کیا ہے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ پہونچنے والے کو نشان پوچھنے کی کچھ حاجت نہین اسکو خود معلوم ہو جاتا ہے کہ مین اس درجے پر پہونچ گیا
مگر اس مقام سے پہلے کے نشان کچھ ذکر کر دیے جاتے ہین پیشتر کی علامت یہ ہے کہ جو کتا آدمی کے ساتھ اسکی جلو مین رہتا ہے
اور جسکا نام غضب ہے اور اسکا کام یہ ہے کہ خود اسکو اور دوسرون کو کاٹتا رہتا ہے اول وہ مسخر اور تابع ہو جاوے اگر وہ اسطرح کا مطیع ہو جاوے
کہ اشارہ پر ہی چلے بدون اشارہ ابھرنے ہی نہ پاوے تب کیا عجب ہے کہ آدمی کا درجہ بلند ہوتے ہوتے یہ نوبت بھی پہونچے کہ اسکا مطیع شیر ہو جاوے
جو درندون کا بادشاہ ہے اور جنگل کا کتا - مگر گھر کے کتے کا مطیع ہو جانا جنگل کے کتے کی نسبت کر زیادہ بہتر ہے اور بدن کے کتے کا تابع
ہونا گھر کے کتے کی نسبت کر زیادہ اولی ہے اگر باطن کا کتا آدمی کا تابع نہین ہوا تو توقع نہ کرنا چاہیے کہ ظاہر کا کتا تابع ہو - رہی
یہ بات کہ متوکل نے جب دشمن کے خوف سے ہتھیار لیے اور چور کے ڈر سے قفل لگایا اور چلے جانے کے خوف سے اونٹ کی
ٹانگ باندھی تو اسکا توکل کس اعتبار سے کہلاویگا اسکی صورت یہ ہے کہ وہ شخص متوکل علم اور حال کی رو سے کہلاویگا علم تو
یون ہو کہ چور اگر دفع ہوا تو کچھ ہمارے قفل لگانے سے نہین ہوا بلکہ صرف خدا تعالی کے دفع کرنے سے ہوا کیونکہ اکثر
دروازون پر قفل لگانا مفید نہین ہوتا بہت سے اونٹ ٹانگ بندے ہوئے مر جاتے ہین خواہ بھاگ جاتے ہین بہت سے ہتھیار بند
قتل ہو جاتے یا مغلوب ہو جاتے ہین پس ان اسباب پر تکیہ کیا رہا بلکہ مسبب الاسباب پر تکیہ چاہیے جیسا کہ ہمنے وکیل مقدمات کی
مثال مین لکھا ہے کہ موکل جب اسکے کہنے سے خود آتا ہے اور دستاویز لاتا ہے تو اسکو نہ اپنے اوپر نہ اپنی دستاویز پر تکیہ ہوتا ہے بلکہ
وکیل کی تدبیر و قوت پر بھروسا ہوتا ہے اور حال اسطرح ہونا چاہیے کہ جو کچھ خدا تعالے نے میرے گھر اور نفس مین حکم کریگا مین اسپر
راضی ہون اور زبان سے یہ کہے کہ الہی اگر تو نے میرے گھر کی چیز پر کسی ایسے کو مسلط کریگا جو اسکو لیجاوے تو وہ تیری ہی راہ مین ہے
اور مین تیرے حکم پر راضی ہون اسلیے کہ جو کچھ تو نے مجکو دے رکھا ہے مین نہین جانتا کہ وہ یہ ہے کہ پھر تو مجھسے واپس نہ لیگا یا عاریت
اور امانت ہے کہ پھر لیگا اور مجکو یہ نہین معلوم کہ وہ میرا رزق ہے یا تو نے کسی اور کی قسمت مین لکھ دیا ہے بہرحال مین تیرے حکم پر راضی ہون
شعر انچہ رود بر سرم چون تو پسندی رواست - بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست - پس جب یہ حال اور وہ علم مذکورہ بالا ہوگا
تو اونٹ کی ٹانگ باندھنے اور ہتھیار لینے اور قفل لگانے سے توکل کی حد سے خارج نہوگا پھر جب گھر مین پھر کر آوے اور اپنی چیز
گھر مین پاوے تو یہ تصور کرے کہ یہ ایک نئی نعمت خدا تعالے کی ہے اور اگر چوری گئی ہو تو اپنے دل کی طرف لحاظ کرے اگر
دل کو راضی اور خوش پاوے یہ سمجھکر کہ خدا تعالی نے جو یہ مجھ سے لیا تو صرف اسی لیے کہ آخرت مین میرا رزق بڑھاویگا
تو اس صورت مین اسکا مقام توکل ٹھیک ہے اور اسکا گمان بھی درست ہے اور اگر دل کو اس چیز کے جانے سے رنج ہو اور بہت سا
صبر درکار ہوا تو معلوم ہوگا کہ یہ شخص دعوے توکل مین سچا نہین اسلیے کہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے اور زہد اسی کا ٹھیک
ہوتا ہے جو نہ آنے کی خوشی کرے نہ گئے کا غم بلکہ کبھی معاملہ بالعکس ہو کہ چیز کے جانے سے خوش ہو اور آنے سے رنجیدہ -

پس جبکا حال یہ ہو کہ کوئی چیز رنج کرتا ہو تو اسکا توکل کیسے درست ہوگا ہان بعض اوقات مقام صبر ہو سکتا ہی بشرطیکہ رنج کو پوشیدہ رکھے اور کسی سے شکایت نہ کرے نہ اُسکی تجسس و تلاش مین بہت کوشش کرے اور اگر ان باتون پر قادر نہو جتنے کہ دل مین رنجیدہ ہو اور زبان سے شکایت کرے اور خوب تلاش کامل کرے تو یہ چوری گویا اُسکے حق مین زیادتی گناہ کی ہوئی اسلیے کہ اُسکے باعث معلوم ہوا کہ وہ شخص سب مقامات سے قاصر اور تمام دعوون مین جھوٹا ہی اسکے بعد اسکو نفس سے مجاہدہ کرنا چاہیے اور اُسکی کوئی بات ماننی چاہیے اور اُسکے جال مین نہ پھنسنا چاہیے کیونکہ وہ بُری باتون کا حکم کرنے والا اور خیر سے باز رکھنے والا ہی اور نیکی کا مدعی ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ متوکل کے پاس مال کہان ہوتا ہی جو چوری جاوے تو اُسکا حال یہ ہی کہ اُسکے گھر مین آخر کچھ نہ کچھ ہوتا ہی مثلاً کھانے کا پیالہ اور پینے کا کوزہ اور وضو کا لوٹا اور زاد رکھنے کا توشدان اور لاٹھی وغیرہ سامان معیشت ضرور ہوتا ہی علاوہ ازین کبھی اُسکی ملک مین مال آجاتا ہی تو وہ اُسکو روک رکھتا ہی اس خیال سے کہ کوئی محتاج ملجاوے تو اُسے حوالہ کرون پس اس نیت سے رکھ چھوڑنا توکل کو باطل نہین کرتا اور توکل کی شرط مین نہین کہ پانی پینے کا کوزہ اور کھانے کا برتن بھی دے ڈالے بلکہ حکم دے ڈالنے کا ماکول چیزون اور زائد از حاجت مال مین ہی اسلیے کہ اللہ تعالے کی عادت فقراے متوکلین کو روٹی پہونچانے کے لیے مساجد کے گوشون مین جاری ہی مگر یہ نہین کہ اُنکو کوزے اور متاع بھی ہر روز اور ہر ہفتے مین پہونچ جایا کرین اور عادت الٰہی سے نکلنا توکل مین شرط نہین اسی نظر سے خواص رح سفر مین رسی اور ڈولچی اور مقراض اور سوئی رکھا کرتے تھے مگر کھانا نہ رکھتے تھے اسلیے کہ خداے تعالے کی عادت سے دونون چیزون مین فرق ہی پھر اگر یہ کہو کہ جب آدمی کی حاجت کی چیز جاتی رہیگی تو یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ اُسپر افسوس اور غم نہ کرے اگر اسکی خواہش کی چیز وہ نہ تھی تو اُسنے اُسکو کیون رکھ چھوڑا تھا اور دروازے کو قفل کیون لگایا تھا اور اگر اسلیے رکھا تھا کہ اُسکو حاجت کے سبب مرغوب تھی تو پھر کیسے سمجھ مین آسکتا ہی کہ مرغوب چیز چھن جاوے اور آدمی کو رنج دل مین نہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ متوکل آدمی جو اپنی چیز کا بچاؤ کرتا ہی اُسکی غرض یہ ہوتی ہی کہ اُس سے اپنے دین پر مدد لے کیونکہ اسکو یہ گمان ہوتا ہی کہ یہ چیز میرے حق مین بہتر ہی اگر میرے پاس ہوتی بہتر نہوتی تو مجھکو اللہ تعالے یہ چیز عنایت نہ فرماتا پس اُس چیز کے ملنے سے اُسنے استدلال اس بات کا کرلیا کہ خداے تعالے نے میرے لیے بہم کردی اور حسن ظن خداے تعالے کے ساتھ کیا کہ میری بہتری اسکے ہونے ہی مین ہی اور اُسکے ساتھ یہ بھی ظن کیا کہ یہ چیز میرے اسباب دینی پر مددگار ہوگی اور یہ بات اسکے ذہن مین یقینی نہ تھی کیونکہ یہ بھی تو احتمال ہی کہ بہتری اور مصلحت یون ہو کہ یہ شئی اسکے پاس سے جاتی رہے اور جو غرض اس سے نکلتی اسکو یہ مشقت اور تکلیف سے نکالے اور اس مشقت اور تکلیف کا ثواب زیادہ ہو پس جب اللہ تعالے نے چور کو مسلط کرکے وہ چیز اسکے پاس سے نکال دی تو اسکا پہلا ظن اور کچھ ہو گیا اسلیے کہ وہ تو ہر حال مین خداے تعالے کے ساتھ حسن ظن ہی رکھتا ہی اب یون کہتا ہی کہ اگر خداے تعالے اس چیز کا رہنا میرے پاس اب تک اور آیندہ کو اسکا نہ رہنا میرے لیے بہتر نہ جانتا تو مجھسے نہ لیتا پس ایسے ظن کرنے سے ہو سکتا ہی کہ رنج و ملال نہ رہے کیونکہ اس سے آدمی کی خوشی خود اسباب کے ساتھ نہین رہتی بلکہ اسباب سے اس وجہ سے خوشی ہوتی ہی کہ اُنکو اللہ تعالے مسبب الاسباب نے اپنی عنایت و شفقت سے بہم کردیا ہی اور اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی بیمار کسی طبیب مشفق کے سامنے ہو کہ جو کچھ وہ اُسکے حق مین تجویز کرے اسکو اپنی عین مصلحت جانے اور راضی رہے مثلاً اگر کھانا دے تو خوش ہو اور سمجھے کہ اگر طبیب نے اسمین میرا فائدہ نہین جانا اور مجکو اسکی برداشت کی تاب نہین دیکھی تو کیون دیا اور اگر وہ غذا اُسکے پاس سے ہٹالے تب بھی خوش ہو اور کہے کہ اگر غذا میرے حق مین مضر نہ تھی اور مجکو موت کے سر نہین لگاتی تھی تو طبیب مجھ سے کیون ہٹالیتا اور جو شخص کہ اللہ تعالے کے الطاف کو اتنا بھی نہ جانے جیسا مریض اپنے باپ کی شفقت کا اعتقاد رکھتا ہی جو علم طب مین مہارت کامل رکھتا ہو تو ایسے شخص سے توکل ہونا معلوم اسکا توکل

ہرگز درست نہین اور جو شخص خدا سے تعالے کو پہچانتا ہے اور اُسکے افعال وعادات سے واقف ہے کہ بندون کی صلاح اس طرح پر کیا کرتا ہے تو وہ اسباب پر ہرگز خوش نہوتا کیونکہ اسکو کیا معلوم ہے کہ کونسا سبب اُسکے حق مین بہتر ہے چنانچہ حضرت عمر رضہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مین غنی ہوجاؤن یا فقیر مجکو کچھ پروا نہین اسلیے کہ مجھے نہین معلوم کہ ان دونون حالتون مین سے میرے حق مین کونسی بہتر ہے تو اسی طرح متوکل کو بھی چاہیے کہ اُسکا اسباب چوری جاوے یا باقی رہے کچھ پروا نہ کرے اسلیے کہ اسے کیا معلوم ہے کہ کونسا حال اُسکے حق مین دنیا وآخرت مین مفید ہے کیونکہ بہت سی چیزین دنیا کی سبب ہلاک انسان ہوا کرتی ہین اور بہت سے تونگر اپنے مال کی بدولت ایسے وقعے مین مبتلا ہوجاتے ہین کہ فقیر ہونے کی تمنا کیا کرتے ہین **فائدہ** متوکلون کے آداب مین چیز کے چوری جانے پر جب متوکل اپنے گھر سے نکلے تو گھر کی چیز کے باب مین اسکے چند آداب ہین اول یہ کہ دروازے کو قفل لگا دے اور سامان حفاظت زیادہ کچھ نہ کرے مثلاً ہمسایون سے کہنا کہ دیکھتے رہنا یا کئی قفل لگانے وغیرہ چنانچہ حضرت مالک بن دینار اپنے دروازے پر قفل نہ دیتے تھے بلکہ کھجور کی رسی سے باندھ جایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کتون کا خوف نہوتا تو مین کواڑون کو باندھتا بھی نہین دوسرے یہ کہ گھر مین کوئی ایسی چیز نہ چھوڑے جسپر چورون کو رغبت ہو اور اپنے آپ انکی معصیت کا سبب بنے یا اسکے رکھ چھوڑنے سے اُنکی رغبت جوش کرے اور اسی لیے جب مغیرہ رح نے حضرت مالک بن دینار رح کو ایک لوٹا ہدیہ بھیجا تو اُنھون نے فرمایا کہ اسکو لے لو مجکو حاجت نہین اُنھون نے پوچھا کہ کسواسطے آپ نے فرمایا کہ مجھے دشمن وسواس ڈالتا ہے کہ اُسکو چور لیگئے پس گویا آپ نے اس بات سے احتراز کیا کہ چور گناہگار ہو اور شیطان جو چوری کا وسواس دل مین ڈالتا ہے اُس سے دل پریشان ہو اور اسی جہت سے حضرت ابوسلیمان دارانی رح نے اس قصے کو سنکر فرمایا کہ یہ امر ضعف قلوب صوفیہ سے ہے انھون نے تو زہد کیا تھا تو کوئی اسکو لیجاتا انھین کیا مطلب تھا۔ تیسرے یہ کہ جس چیز کو بمجبوری گھر مین چھوڑ جاوے تو چاہیے کہ نکلنے کے وقت نیت کرے کہ جو کچھ خدا سے تعالے اسمین حکم کریگا مین اُسپر راضی ہون اگر کسی چور کو مسلط کرکے چوروا دے تو جو کوئی اسکو لیگا اُسکو یہ چیز معاف ہے یا یہ چیز خدا کی راہ مین وقف ہے اگر لینے والا فقیر ہو تو اُسپر صدقہ ہے اور اگر فقیر کی شرط نہ کرے تو بہتر ہے اور اگر اُس چیز کو کوئی غنی لیگا تو دو نیتین ہونگی اول تو یہ کہ اُسکے مال کے سبب وہ معصیت سے بازرہے یعنے اگر اسقدر ملگیا کہ پھر چوری کرنے کی حاجت نہ رہی تو ہمیشہ جو مال حرام چور کھایا کرتا اُسکا گناہ معاف کرنے جاتا رہا اور دوسری نیت یہ ہے کہ کسی اور مسلمان پر ظلم نہ کریگا تو اسکا مال گویا دوسرے کے حق مین فدیہ ہوگیا اور جب اپنے مال سے دوسرے کے مال بچانے کی نیت ہوگی یا نیت چور کی معصیت دور کرنے خواہ کم کرنے کی ہوگی تو مسلمانون کی خیرخواہی پائی جاویگی اور اس حدیث شریف کے موجب کاربند ہوگا اُنصر اخاک ظالما او مظلوما اور ظالم کی مدد اس طرح ہے کہ اُسکو ظلم سے بازرکھے اور ظلم کا معاف کردینا ظلم کا نیست کرنا ہے اور آیندہ کو باز رکھنا۔ اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ یہ نیت اسکو کسی طرح پر مضر نہین کیونکہ اسمین کوئی ایسی بات نہین جو چور کو مسلط کردے اور قضاے ازلی کو بدل دے مگر زہد کی وجہ سے یہ نیت ایسی درست ہوجاتی ہے کہ اگر اسکا مال چوری جاوے تو ہر درم کے عوض سات سو ملین اسلیے کہ اسکی نیت تو ہوگئی ہے نیت ہی کے باعث ثواب ہوا کرتا ہے اور اگر مال چوری نہ جاوے تب بھی اسکو ثواب حاصل ہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے اُس شخص کے باب مین جو اپنی بی بی سے عزل ترک کرے اور نطفہ اپنے مقام مین جارہے ارشاد فرمایا کہ اُسکو اتنا ثواب ہے کہ اُس صحبت سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور بڑا ہوکر جہاد کرے اور اللہ کی راہ مین مارا جاوے گو اُسکے واقع مین لڑکا نہو کیونکہ ولد کے باب مین اُسکا کام تو صرف صحبت ہی ہے پیدا کرنا اور زندہ رکھنا اور رزق اور بقا اُسکے اختیار مین نہین پس بالفرض لڑکا ہوتا تو اُسکو صرف اپنے فعل کا ثواب ملتا وہ اب بھی موجود ہے اسی طرح چوری کا حال اوپر کی مثال مین سمجھنا چاہیے چوتھے یہ کہ جب جانے کہ مال چوری گیا تو چاہیے کہ ناخوش نہو بلکہ اگر بن سکے تو خوش ہو

ح بیہقی نے ... ۱۲ بخاری ومسلم بروایت انس ۱۲ ح ۱۲ اسکی سند مجھے نہین ملی ۱۲

اور کہے اگر اللہ تعالے اسمین بہتری نہ جانتا تو مجھسے نہ چھینتا پھر اگر اُسکو وقف نہ کر گیا ہو تو چاہیے کہ اُسکی تلاش مین بہت کوشش
نہ کرے نہ مسلمانون سے بدظن ہو اور اگر وقف کر گیا ہو تو تلاش ترک کرے کیونکہ اُسکو تو وہ پہلے ہی ذخیرۂ آخرت اپنے لیے کر چکا ہے
پس اگر اُسکو وہ چیز ملے تو نہ لے اسلیے کہ اُسکو وقف کر چکا ہے اور اگر قبول کرے تو ظاہر علم کی روسے اُسکی ملک مین آجاویگی کیونکہ
صرف اِس نیت مشروط سے ملک ظاہر شرع مین نہین جاتی مگر متوکلین کے نزدیک یہ بات اچھی نہین - اور روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ
کی اونٹنی چوری گئی آپ تلاش کرتے کرتے تھک گئے پھر اُسکو خدا کی راہ مین وقف کر دیا اور مسجد مین داخل ہو کر دوگانہ پڑھا اتنے مین
ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت آپ کی اونٹنی فلانی جگہ ہے آپ نے اپنا جوتا پہنا اور کھڑے ہوے پھر استغفر اللہ کہکر بیٹھ گئے لوگون نے
عرض کیا کہ آپ تشریف لیجاکر اسکو لے آئیے آپ نے فرمایا کہ مین اُسکو فی سبیل اللہ کہہ چکا ہون اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ مین نے
ایک اپنے بھائی کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمھارے ساتھ خدا سے تعالے نے کیا معاملہ کیا انھون نے کہا کہ
مجکو بخش دیا اور جنت مین داخل کیا اور جو مکان جنت مین میرے تھے وہ مجکو بتلا دیے اُنکو مین نے دیکھ لیا - راوی کہتے ہین کہ
وہ شخص باوجود اسکے رنجیدہ اور غمگین معلوم ہوتے تھے اسلیئے مین نے کہا کہ تمکو خداے تعالے نے بخش دیا اور جنت مین داخل
ہو گئے پھر تم غمگین کیون ہو اُنھون نے ایک آہ سرد دل پُر درد سے کھینچی اور فرمایا کہ مین قیامت تک غمگین رہونگا مین نے پوچھا
کہ اسکی وجہ کیا ہے اُنھون نے کہا کہ جب مین نے اپنے مکان جنت مین دیکھے تو میرے لیے علیین مین مقامات ایسے اونچے کیے گئے
کہ اُنکے برابر مین نے جنت مین نہ دیکھے تھے مین اُنسے خوش ہوا اور اُنکے اندر جانے کا ارادہ کیا اُسی وقت ایک پکارنے والے
نے اُنکے اوپر سے آواز دی کہ اسکو یہان سے ہٹاؤ یہ مقامات اسکے واسطے نہین یہ اُسکے لیے ہین جو سبیل کو پورا کرے مین نے
پوچھا کہ سبیل کا پورا کرنا کیا ہے مجھ سے کسی نے کہا کہ تو چیز کو فی سبیل اللہ کہکر پھیر لیا کرتا تھا اگر تو سبیل کو پورا کرتا تو ہم بھی
تجکو ان مقامات مین جانے دیتے - اور بعض عابدین مکہ کے حال مین لکھا ہے کہ وہ ایک شخص کے پاس ہمیانی لیے سوتا تھا جب
وہ جاگا تو ہمیانی نہ پائی پاس والے شخص کو متہم کیا اُس شخص نے پوچھا کہ تیرا مال کسقدر تھا اُسنے تعداد بتلائی پس گھر سے لاکر
اپنے پاس سے اُسی قدر دے دیا پھر اُسکے بعد اُسکے دوستون نے کہا کہ ہمیانی تو ہمنے ہنسی کے واسطے لے لی تھی تو وہ مع اُن دوستون
کے جنپر تہمت کی تھی اُسکے گھر آئے اور تہمت سے معذرت خواہ ہوکر اُسکا مال پھیرنا چاہا اُسنے کہا کہ مین نہ لونگا یہ مال تمھین ہبہ ہے وہ
حلال طیب ہے مین نے اپنی خوشی سے دیا ہے اور جو مال مین اللہ کی راہ مین نکالتا ہون اُسکو واپس نہین لیتا ہون جب اُنھون نے
بہت اصرار کیا اُسنے بیٹے کو بلایا اور اس مال کو تھیلیون مین رکھکر فقرا کے پاس بھیجنا شروع کیا یہان تک کہ اُسمین سے کچھ نہ رہا
پس سلف کا حال اس طرح تھا اسی طرح جو کوئی روٹی لیکر کسی فقیر کو دیا چاہے اور وہ اتنے مین چلا جاتا تو اُس روٹی کا واپس گھر مین
لانا مکروہ جانتے اور کسی اور فقیر کو دے دیتے اور یہی حال دراہم و دینارون اور تمام خیرات و صدقات مین سمجھنا چاہیے - پانچوان
ادب جو سب سے کم ہے یہ ہے کہ چور پر جسنے مال لیا ہو بد دعا نہ کرے اور اگر ایسا کریگا تو توکل باطل ہو جاویگا اور یہ معلوم ہوگا کہ اسنے گئی چیز پر
افسوس کیا اُسکا جانا اُسکو برا معلوم ہوا اسلیے زہد بھی جاتا رہیگا اور اگر زیادہ بد دعا کریگا تو جو مصیبت اسکو ہوئی اُسکا ثواب بھی
نہ پاویگا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص اپنے ظالم پر بد دعا کرتا ہے وہ اپنا بدلا لے لیتا ہے - اور روایت ہے کہ ربیع بن خثیم رح کا
گھوڑا جو بیس ہزار درم کا تھا چوری گیا اُسوقت آپ نماز پڑھتے تھے نماز کو نہ توڑا اور نہ اُسکی تلاش مین کچھ اضطراب کیا لوگ اُنکے پاس
تسلی دینے کو آئے آپ نے فرمایا کہ جب چور گھوڑا کھولتا تھا مین اُسکو دیکھتا تھا لوگون نے پوچھا کہ پھر آپ نے اُسکو کیون نہ للکارا آپنے فرمایا
کہ مین ایسی چیز مین مصروف تھا کہ وہ میرے نزدیک اُس سے محبوب تھی یعنی نماز پڑھتا تھا لوگ چور کو بد دعا دینے لگے آپ نے فرمایا کہ اُسے

کچھ مت کہو اور اُسکے حق مین اچھا کہو اسلیے کہ مین نے وہ گھوڑا اُسپر صدقہ کر دیا اور بعض اکابر سے ایسے وقت مین کہ اُنکی چیز چوری گئی تھی
کسی نے کہا کہ آپ اپنے ظالم پر بد دعا کیون نہین کرتے آپنے فرمایا کہ مین یہ اچھا نہین جانتا کہ اُسپر شیطان کا مددگار بنون کسی نے
پوچھا کہ بھلا اگر وہ چیز آپ کے پاس لا دے آپ نے کہا کہ لینا تو درکنار مین اُسکو دیکھون بھی نہین اسواسطے کہ وہ چیز مین نے اُسکو معاف
کر دی ہے۔ اور بعض بزرگون سے کسی نے درخواست کی کہ اپنے ظالم پر بد دعا کرو اُنھون نے فرمایا کہ مجھپر کسی نے ظلم ہی نہین کیا پھر فرمایا کہ اُسنے
اپنی جان پر ظلم کیا یہ کیا تھوڑا ہے کہ مین اُس بیچارے پر اور زیادہ بُرائی چاہون اور کسی شخص نے بعض اکابر کے سامنے حجاج بن یوسف کو
بہت گالیان دین اُنھون نے فرمایا کہ تو اُسے گالی دینے مین مت ڈوب اسلیے کہ اللہ تعالے جیسے کہ حجاج سے لوگون کے مال و جان پر
ستم کرنے کا عوض لیگا ویسے ہی جن لوگون نے اُسکی ہتک عزت کی ہوگی اُنسے اُسکا عوض لیگا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ بندہ بڑا
ظلم کرتا ہے کہ ہمیشہ اپنے ظالم کو گالیان دیتا ہے اور بُرا بھلا کہتا ہے یہان تک کہ اُسکے ظلم کے برابر ہو کر جتنا زیادہ بچ رہتا ہے اُسکا مطالبہ
ظالم کی طرف سے اُسکے ذمے پر رہتا ہے ظالم کو اُسقدر کا عوض مظلوم سے دلایا جاویگا۔ چھٹا ادب یہ ہے کہ چور کے لیے غمگین ہو کہ اُسنے
گناہ کیا اور خداے تعالی کے عذاب کا مستحق ہوا اور اللہ تعالی کا شکر کرے کہ مجھکو مظلوم کیا نہ ظالم اور نقصان دنیا ہوا نہ نقصان دین چنانچہ
کسی شخص نے ایک عالم سے شکایت کی کہ راہزنون نے مجھپر تاخت کر کے میرا مال لے لیا اُنھون نے فرمایا کہ تجکو اپنے مال کے رنج کی
بہ نسبت اس بات کا زیادہ رنج ہونا چاہیے کہ مسلمانون مین ایسے لوگ ہو گئے جو یہ لوٹ کھسوٹ حلال جانتے ہین اگر یہ غم نہو گا تو
تم مسلمانون کے خیرخواہ نہین ہو اور علی بن فضیل رح طواف کرتے تھے اُنکے دینار چوری گئے اُنکے باپ نے اُنکو دیکھا کہ روتے ہین
پوچھا کہ دینارون کے واسطے روتے ہو اُنھون نے کہا کہ نہین بلکہ اُس بیچارے کے حال پر روتا ہون کہ قیامت کو اُس سے سوال
ہوگا اور اُس سے کچھ نہ بن پڑیگا۔ اور بعض اکابر سے جو کسی نے ظالم پر بد دعا کرنے کو کہا تو اُنھون نے فرمایا کہ مجکو اُسکا غم اتنا ہے کہ
اسمین اُسپر بد دعا کرنے کی مہلت نہین۔ یہ اخلاق سلف کے تھے خداوند کریم سب پر اپنی رحمت کرے **چوتھا فن ضرر**
موجود کے دور کرنے مین سعی کرنے کے ذکر مین مثلاً مرض کی دوا کرنی وغیرہ۔ واضح ہو کہ اسباب ضرر کے دور کرنے والے تین قسم
ہین اول یقینی جیسے پانی پیاس کا ضرر کھو دیتا ہے اور روٹی بھوک کا دوسرے ظنی جیسے فصد اور پچھنا اور جلاب اور تمام معالجات
طبی کہ برودت کا علاج حرارت سے اور حرارت کا برودت سے ہوتا ہے اور طب مین انکو اسباب ظاہری جانتے ہین تیسرے وہمی جیسے
داغ دینا اور منتر پس اسباب یقینی کا ترک کرنا توکل نہین بلکہ اُنکا چھوڑنا بشرطیکہ خوف موت ہو حرام ہے اور اسباب وہمی کا چھوڑنا البتہ توکل
کی شرط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کو اُنکا تارک فرمایا ہے اور ان سب اسباب مین سے قوی تر داغ ہے اور اسکے قریب منتر ہے
اور آخر درجہ شگون کا ہے اور ان اسباب پر اعتماد و تکیہ اسباب کی طرف ملاحظہ کرنے مین نہایت درجے کا تعمق ہے باقی رہا درجہ متوسط یعنے
اسباب ظنی مثلاً دوا کرنی اُن اسباب سے جو اطبا کے نزدیک اسباب ظاہر ہین تو اُنکا کرنا مخالف توکل کے نہین بخلاف موہوم کے نہ اُنکا
چھوڑنا ممنوع ہے بخلاف اسباب یقینی کے بلکہ اُنکا چھوڑنا بعض احوال مین بعض اشخاص کے حق مین کرنے کی نسبت افضل ہو جایا کرتا ہے تو
معلوم ہوا کہ یہ درجہ یقینی اور وہمی کے درمیان مین ہے اور دوا کرنی توکل کے مخالف نہین اسکی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اس فعل کو کیا اور اوروں کو ارشاد فرمایا اور اُسکے فوائد زبان مبارک سے بیان فرمائے مثلاً فرمایا ما من داء الا ولہ دواء عرفہ من عرفہ
وجہلہ من جہلہ الا السام سام سے مراد موت ہے اور فرمایا تداووا عباد اللہ فان الذی انزل الداء انزل الدواء اور جب کسی شخص نے آپ سے دوا
اور منتر کا حال پوچھا کہ یہ دونون خداے تعالی کا حکم کچھ ٹال دیتے ہین آپنے فرمایا کہ یہ بھی خداے تعالی کے حکم مین سے ہین۔ اور ایک
حدیث مشہور مین ہے کہ ما مررت بملاء من الملائکہ الا قالوا مر امتک بالحجامۃ اور حدیث مین ہے کہ آپ نے حجامت کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا

کو پچھنے لگواوے سترہ اور انیس اور اکیس برس کی عمر مین تاکہ خون جوش کر کے تمکو ہلاک نہ کر دے اسمین دو باتین ذکر فرمائین ایک تو یہ کہ جوش خون سبب موت ہی اور حکم الٰہی سے وہ مہلک ہی دوسرے یہ کہ خون کا نکالنا موت سے نجات کی صورت ہی کیونکہ خون مہلک کا جلد مین سے نکالنا اور بچھو کا کپڑون مین سے باہر کرنا اور سانپ کا گھر مین سے دور کرنا ان سب مین کچھ فرق نہین اور توکل کی شرط بھی نہین کہ ان چیزون کو ترک کرے بلکہ یہ تو ایسا ہی جیسا کہ آگ پر اسکے بجھانے کے واسطے پانی ڈالا جاوے یا گھر مین آگ لگے پر اسکا ضرر دور کرنے کو پانی ڈال دیا جاوے اور یہ امر توکل مین ہرگز نہین کہ جو عادت وکیل برحق کی ہی اُس سے باہر ہو جاوے - اور ایک حدیث منقطع مین لکھی کہ جو کوئی سترھوین تاریخ مہینے کی منگل کے روز پچھنے لگواوے اُسکے لیے برس روز کی بیماری کا علاج ہوگا اسی طرح بہت سا کچھ فرمایا اب جو اور ون کو حکم علاج کا دیا ہی اُسکو سننا چاہیے کہ آپ نے بہت سے اصحاب رضہ کو دوا اور پرہیز کے لیے ارشاد فرمایا ہی اور حضرت سعد بن معاذ رضہ کی فصد کھولی اور سعد بن زرارہ رضہ کے داغ دلوایا اور حضرت علی رضہ کو آشوب چشم تھا آپ نے اُنسے فرمایا کہ تم خرما مت کھاؤ اور یہ چیز کھاؤ کہ تمہارے مزاج کے مناسب ہی یعنی ساگ جو کے آٹے مین پکے ہوے کو فرمایا کہ اسمین سے کھاؤ اور حضرت صہیب رضہ کی آنکھ مین درد تھا اور وہ خرما کھا رہے تھے آپ نے فرمایا کہ تم خرما کھاتے ہو اور تمہاری آنکھ مین درد ہی انھون نے عرض کیا کہ مین دوسری ڈاڑھ سے کھاتا ہون آپ ہنس پڑے باقی رہا فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پس ایک حدیث مین جو اہلبیت رضہ سے مروی ہی وارد ہی کہ آپ ہمیشہ ہر ایک رات مین سرمہ لگاتے تھے اور ہر مہینے پچھنے اور ہر برس جلاب سنا کا لیتے تھے - اور کئی بار بچھو وغیرہ کا بھی آپنے علاج کیا ہی اور یہ بھی مروی ہی کہ وحی اُترنے کے وقت آپ کے سر مین درد ہو جاتا تھا تو سر مبارک پر مہندی کا لیپ کیا کرتے تھے - اور بعض روایات مین لکھی کہ آپ اپنے زخم پر مہندی رکھدیا کرتے تھے - اور ایکبار کسی زخم پر آپ نے خاک ہی چھڑک دی تھی غرضکہ آپ کے علاج کرنے اور لوگون کو علاج کا ارشاد فرمانے کے باب مین روایات خارج از شمار ہین اور اس باب مین ایک کتاب بھی بنی ہی جسکا نام طب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی - اور بعض علما نے بنی اسرائیل کے قصص مین لکھا ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام کو ایک مرض ہوا آپ کے پاس بنی اسرائیل آئے اور آپکے مرض کی تشخیص کی اور عرض کیا کہ اگر یہ علاج آپ کرین تو اچھے ہو جاوین آپ نے فرمایا کہ مین دوا نہ کرونگا یہان تک کہ خداے تعالے مجھکو بدون دوا ہی اچھا کر دے وہ مرض بڑھ گیا پھر لوگون نے عرض کیا کہ اس مرض کی وہی دوا ہی اور ہمنے بہت بار اسکا تجربہ کیا ہی اور یہی ہمکو مفید پڑتی ہی آپ نے اُس بار بھی انکار کیا اور مرض ٹھہر گیا خداے تعالے نے وحی بھیجی کہ قسم ہی اپنی عزت وجلال کی تجھکو اچھا نہ کرونگا جب تک لوگون کی دوا بتائی ہوئی نہ کریگا آپنے لوگون کو علاج کے واسطے فرمایا انھون نے وہی دوا کھلائی آپ اچھے ہوگئے مگر دل مین کچھ وسوسہ گذرا خداے تعالی نے وحی کی کہ تم چاہتے ہو کہ میرے اوپر توکل کرنے سے میرا انتظام حکمت درہم کر دیتا تو دوا مین فائدہ کسنے رکھا ہی وہ بھی تو میرے ہی حکم سے شفا دیتی ہی اور ایک اور روایت ہی کہ کسی نبی نے انبیا علیہم السلام سے اپنے ضعف کی شکایت کی اُنکو وحی ہوئی کہ انڈے کھایا کرو اور ایک پیغمبر نے شکایت ضعف باہ کی کی تو اُنکو گوشت اور دودھ کھانے کا حکم ہوا کہ اُنمین قوت ہی - اور مروی ہی کہ کسی قوم نے اپنے نبی علیہ السلام سے یہ شکایت کی کہ ہماری اولاد اچھی صورت نہین ہوتی اُنکو وحی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہدو کہ حاملہ عورتون کو بہی کھلایا کرین اُس سے اولاد خوبصورت ہوگی اور یہ بات تیسرے اور چوتھے مہینے مین حمل کے کرنی چاہیے کہ صورت لڑکے کی خداے تعالی انھین دنون مین بناتا ہی وہ لوگ حاملہ کو بہی کھلایا کرتے اور بچہ ہونے کے بعد خرماے تازہ دیا کرتے اس سے معلوم ہوا کہ خداے تعالی نے اپنی عادت اسی طرح رکھی ہی کہ ہر سبب کے لیے ایک سبب ہوتا ہی کہ ظہور حکمت الٰہی کا موجب ہو اور دوا بھی مثل اور اسباب کے ایک سبب تابع حکم الٰہی ہی تو جیسے روٹی بھوک کی دوا ہی اور پانی پیاس کی اسی طرح سکنجبین صفرا کی دوا ہی اور محمودہ دستون کی صرف دو باتون کا فرق ہی ایک تو یہ کہ بھوک کا علاج روٹی سے اور پیاس کا پانی سے ایسا ظاہر ہی کہ کوئی فرد بشر ایسا نہین کہ اُسکو نہ جانتا ہو

اور صفرا کا علاج سکنجبین سے صرف بعض لوگ جانتے ہیں مگر جسکو اسکا تجربہ ہوگیا ہو اسکے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے بھوک کا علاج روٹی سے
ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ دوا جو دست لاتی ہے اور سکنجبین صفرا کو ٹھہرا دیتی ہے تو اسکے لیے کچھ شرطیں باطن میں اور بھی ہیں اور مزاج میں بھی
کچھ اسباب ہیں کہ بعض اوقات ان شروط و اسباب پر واقفیت ہونی دشوار ہوتی ہے پھر اگر کوئی شرط نہیں پائی جاتی تو دوا سے دست
نہیں آتے مگر پیاس کے جانے کے لیے سوائے پانی کے اور کوئی شرط نہیں گو بعض اوقات اتفاقاً ایسا عارضہ لاحق ہوجاتا ہے کہ باوجود
بہت سا پانی پینے کے بھی پیاس نہیں جاتی الا یہ امر بہت ہی کم ہوتا ہے بہرحال اسباب کا خلل پذیر ہونا انھیں دو چیزوں سے ہمیشہ ہوتا ہے
ورنہ سبب کے بعد اسکا مسبب ضرور ہوگا بشرطیکہ سبب کی شرطیں سب کامل ہوں اور یہ سب باتیں خدائے تعالی ہی کی تدبیر اور تسخیر اور
ترتیب سے بمقتضائے اسکی حکمت اور کمال قدرت کے ہوتی ہیں پس متوکل کو ان اشیا کا استعمال کرنا اور مسبب الاسباب پر نظر رکھنی
اور طبیب اور دوا کی طرف التفات نہ رکھنا توکل کے برخلاف نہیں چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے کہ آپ نے دعا
مانگی کہ الہی دوا اور شفا کسکے پاس سے ہیں اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے پاس سے آپ نے عرض کیا کہ پھر طبیب کیا کرتے ہیں اللہ تعالی نے فرمایا کہ اپنا رزق کھاتے ہیں
اور میرے بندوں کا دل خوش کرتے ہیں یہاں تک کہ میری شفا یا قضا ان میں سے بندے پر کوئی آجاوے اس سے معلوم ہوا کہ دوا کرنے کے ساتھ توکل کے
یہ معنی ہیں کہ توکل علم اور حال سے ہو نہ عمل سے جیسا کہ اسکا حال پہلے فن میں گذرا اگر دوا سے نکرانا توکل میں شرط نہیں۔ اسیدا اگر یہ کہو کہ داغ بھی ایسا ہی
علاجوں میں سے ہے جنکا فائدہ خوب ظاہر ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں ہے بلکہ ظاہر ایسے ہیں جیسے فصد اور پچھنے اور مسہل کا پینا اور حرارت کے وقت
سرد دواؤں کا پینا وغیرہ اور اگر داغ بھی ایسا ہی ہوتا تو بہت سے ملک اس سے خالی نہیں رہتے حالانکہ بہت شہروں میں اسکی
عادت لوگوں کو نہیں صرف بعض ترک اور عرب داغ دیتے ہیں پس اسکے بھی سبب ہونے میں کچھ شک نہیں جیسے منتر وغیرہ ہیں
ویسے ہی یہ بھی ہے صرف اتنا فرق ہے کہ داغ دینا آگ سے جلانا ہے اور اسکی حاجت نہیں اسلیے کہ جس کسی درد کا علاج داغ سے کیا جاتا ہے
اسکی کوئی ایسی بھی دوا ہوتی ہے جس میں جلانے کی نوبت نہ پہونچے پس آگ سے جلانا ایک زخم جسم کا خراب کرنے والا ہے اور اسکی سرایت کا
بھی ڈر رہتا ہے باوجودیکہ اسکی کچھ حاجت نہیں بخلاف فصد و حجامت کے کہ انکی سرایت بعید ہے اور انکے قائم مقام کوئی اور شی نہیں اسی لیے
آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے داغ دینے سے ہی منع فرمایا منتر سے منع نہیں فرمایا حالانکہ توکل سے دونوں بعید ہیں - اور روایت ہے
کہ عمران بن حصین بیمار پڑے لوگوں نے انکو داغ دینے کی صلاح دی مگر انھوں نے نہ مانا لوگوں نے اصرار کیا اور امیر نے انکو قسم
دلائی یہاں تک کہ آپ نے داغ لیا پھر کہا کرتے کہ میں نور دیکھا کرتا تھا اور آواز سنا کرتا تھا اور مجھکو فرشتے سلام کرتے تھے جب میں نے
داغ دیا سب باتیں جاتی رہیں اور فرمایا کرتے کہ چند داغ کھانے سے کچھ سو کھا گئے مگر انسے کچھ فائدہ نہ ہوا نہ مراد ملی پھر آپ نے توبہ کی
اللہ تعالی کی طرف رجوع کی خدائے تعالی نے جو فرشتوں کا معاملہ انسے ہوتا تھا وہ پھر جاری فرمادیا - اور مطرف بن عبد اللہ نے فرمایا
کہ جو بزرگی اللہ تعالی نے مجھکو پہلے دے رکھی تھی اس سے پھر سرفراز فرمایا اور انسے اپنی کرامت کے جاتے رہنے کی خبر بھی کہی تھی
حاصل یہ کہ داغ اور جو چیز اس قسم کی ہے وہ متوکل کی شان کے لائق نہیں اسواسطے کہ اسکے لیے متوکل کو تدبیر کی حاجت ہوتی ہے اور
تدبیر متوکل کے حق میں اچھی نہیں اسمیں اسباب کی طرف التفات اور غور زیادہ پایا جاتا ہے تنبیہ اس بیان میں کہ دوا نہ کرنی
بعض اوقات میں اچھی ہوتی ہے اور قوت توکل کی دلیل ہے اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کے خلاف نہیں - واضح ہو کہ سلف
میں سے جن لوگوں نے دوا کی ہے وہ بیشمار ہیں مگر بعض اکابر نے دوا نہیں بھی کی تو گمان ہوتا ہے کہ دوا نہ کرنی انکے حق میں نقصان
کی بات ہو اسواسطے کہ اگر یہ بات کمال کی ہوتی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکو ترک نہ فرماتے کیونکہ جو حال توکل میں آپ کا تھا اس سے
کامل تو دوسرے کا ہونے سے رہا تو بجز اسکے کہ نقصان کی طرف گمان ہو اور کیا ہو سکتا ہے اور اکابر میں بڑے بڑے اکابر نے ایسا کیا ہے جیسے

حضرت ابو بکر رضؓ کہ جب آپ کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ اگر آپ فرماوین توکوئی طبیب ہم آپ کے لیے بلادین آپ نے فرمایا کہ طبیب نے مجھے
دیکھ لیا اور فرمایا کہ مین جو چاہتا ہون سو کرتا ہون۔ اور حضرت ابو درداءؓ رضؓ سے حالت مرض مین کسی نے پوچھا کہ آپ کو کس چیز کی شکایت
ہے آپ نے فرمایا کہ اپنے گناہون کی لوگون نے پوچھا کہ آپ کا دل کس چیز کو چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی مغفرت کو لوگون نے
عرض کیا کہ ہم آپکے لیے طبیب بلا لاوین آپ نے فرمایا کہ مجکو طبیب ہی نے بیمار کیا ہے۔ اور حضرت ابو ذر رضؓ کی آنکھین دکھتی تھین لوگون نے
کہا کہ آپ انکا علاج کیجیے آپ نے فرمایا کہ مجکو انکی کچھ فکر نہین لوگون نے کہا کہ آپ خدا تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت بخشے آپ نے
فرمایا کہ مین اس سے وہ دعا مانگونگا جو آنکھون کی نسبت زیادہ مہم ہو۔ اور ربیع بن خثیم رح کو فالج ہو گیا تھا اُنسے لوگون نے کہا کہ آپ دوا کرین
اُنھون نے فرمایا کہ مین نے قصد تو کیا تھا مگر پھر عاد اور ثمود اور دوسری قومین بہت سی یاد آگئین کہ انمین بہت سے طبیب تھے لیکن
نہ طبیب رہا نہ مریض نہ کچھ جھاڑ پھونک کام آئی۔ اور حضرت احمد بن حنبل رح فرماتے کہ جو شخص توکل کا معتقد ہو کہ یہ راہ چلے اُسکے لیے مین
یہ اچھا سمجھتا ہون کہ دوا وغیرہ پینے سے علاج نکرے اور آنکو خود کو بیماریان ہوتین تو طبیب کے پوچھنے پر بھی اُس سے نہ کہتے۔ اور حضرت
سہل رح سے پوچھا گیا کہ بندے کا توکل کب درست ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب اُسکے جسم مین ضرر اور مال مین نقصان آوے تو اُسکی
طرف التفات نکرے اور اپنے ہی حال مین مشغول رہے اور یہی جانے کہ خدا تعالیٰ میرے سر پر قائم ہے بہرحال ان دوا کے تارکین مین سے
بہت لوگ ہین انکے فعل مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مین مطابقت جب ہوسکتی ہے جب موانع علاج کو بیان کر دیا جاوے
پس ہم کہتے ہین کہ دوا کرنے کے چند اسباب ہین سبب اول تو یہ ہے کہ مریض صاحب کشف ہو اُسکو مکاشفہ سے دریافت ہو گیا ہو کہ میری موت
قریب ہے دوا سے مجکو کچھ فائدہ نہوگا اور یہ امر کبھی سچے خواب سے اور کبھی غلبہ ظن سے اور کبھی کشف واقعی سے معلوم ہوا کرتا ہے اور غالبا
حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے جو علاج نکیا تو اُسکی وجہ یہی تھی کہ آپ اہل مکاشفہ سے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضؓ سے میراث کے باب مین
فرمایا تھا کہ تیری دو بہنین ہین حالانکہ اُسوقت ایک ہی بہن تھی مگر آپ کی زوجہ حاملہ تھین اور اُنکو لڑکی ہی پیدا ہوئی پس آپ نے یہ شبہ
مکاشفے کے طور پر معلوم کر لیا تھا کہ لڑکی کا حمل ہے تو کیا عجب ہے کہ آپ کو کشف سے اپنی موت کا حال بھی معلوم ہو گیا ہو ورنہ جب آپ نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دوا کرتے اور دوسرون کو دوا کا حکم فرماتے دیکھا تھا تو انکار کیسے کرتے یہ امر آپ کی ذات سے ہرگز ممکن نہین
معلوم ہوتا دوسرا سبب یہ ہے کہ مریض کو اپنی ہی لگی ہو اور خوف انجام سے اور اپنے حال پر خدا تعالیٰ کے واقف ہونے مین ایسا مشغول
ہو کہ اُس سے فراغت علاج کرنے کی نہ پاتا ہو یعنی اُس رنج و تردد مین مرض کی تکلیف نہ معلوم ہوتی ہو کہ نوبت اُسکے دوا کی پہونچی اور اس امر پر
حضرت ابو ذر رضؓ کی تقریر اور حضرت ابو درداء رضؓ کا کلام دال ہے کہ حضرت ابو ذر رضؓ نے تو فرمایا تھا کہ مجھے کچھ آنکھون کی فکر نہین اور حضرت
ابو درداء رضؓ نے فرمایا تھا کہ مجکو شکایت اپنے گناہون کی ہے پس گویا دل مین خوف گناہون کا صدمہ جسم کے مرض کی تکلیف کی نسبت
زیادہ تھا اور ایسے مریض کا حال ایسا سمجھو جیسے کسیکا کوئی نہایت عزیز مر گیا ہو اور اُسکا صدمہ اُسکے دل پر ہوا ہو یا کوئی شخص کسی بادشاہ
کے پاس گرفتار ہو کر گردن اڑائے جانے کو لیا جاتا ہو اور اُسکے دل پر خوف چھایا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے اگر کہا جاوے کہ تو بھوکا ہے
کھانا کیون نہین کھاتا تو وہ یہ کہیگا کہ مجھے اس صدمے کے باعث بھوک پیاس کچھ نہین معلوم ہوتی اس سے یہ نہین جانا جاتا کہ یہ
شخص بھوک کی حالت مین کھانے کو نافع کہنے سے منکر ہے اور نہ کھانے والون پر کچھ طعن پایا جاتا ہے اور اسی کے قریب ہی حضرت سہل کی
اشتغال بحال خود یعنی جب اُنسے کسی نے سوال کیا کہ قوت کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ حی قیوم کا ذکر کرنا قوت ہے سائل نے عرض کیا کہ میری غرض
قوام انسانی سے ہے آپ نے فرمایا کہ قوام علم ہے اُسنے پوچھا کہ مین غذا کو پوچھتا ہون آپ نے فرمایا کہ غذا ذکر ہے اُسنے پوچھا کہ جسم ظاہر کا
کھانا پوچھتا ہون آپ نے فرمایا کہ جسم ظاہر سے تجھے کیا کام پڑا ہے اُسکو اُسی پر چھوڑ جسنے اُسکی پیشتر کفالت کی ہے وہی اُسکی کفالت

آگے کو بھی کریگا اور جب اُسمین روگ آجاوے تو اُسکے بنانے والے کے سپرد کر دیا دیکھتا نہین کہ جب کسی کام مین عیب ہو جاتا ہی تو اُسکے کاریگر کو دیتے ہین کہ اُسکو ٹھیک کر دے تیسرا سبب یہ ہی کہ بیماری پرانی ہو اور جو دوا اُسکے لیے لوگ بتاتے ہون اُسکا نفع وہمی ہو جیسے داغ اور منتر کا فائدہ وہمی ہوا کرتا ہی تو ایسی صورت مین متوکل شخص دوا نہین کرتا اور اسی کی طرف اشارہ ہی ربیع ابن خثیم رح کے قول مین کہ مین نے عاد اور ثمود کی قوم کو یاد کیا کہ اُنمین طبیب بہت سے تھے مگر نہ مریض بچا نہ طبیب اس سے اُنکی غرض یہ معلوم ہوتی ہو کہ دوا پر اعتماد یقینی نہین ہو اور یہ امر کبھی تو واقع مین ایسا ہی ہوتا ہو اور کبھی مریض کے عندیے مین متحقق ہوتا ہی اسلیے کہ اُسکو طب مین مہارت اور تجربہ کم ہوتا ہو اس نظر سے اُسکو ظن غالب دوا کے نفع کا نہین ہوتا اور اسمین شک نہین کہ طبیب تجربہ کار کو دوا کا اعتقاد بہ نسبت عوام کے زیادہ ہوا کرتا ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اعتماد اور ظن اعتقاد کے موافق ہوتا ہی اور اعتقاد اُسی قدر ہوتا ہی جسقدر کہ تجربہ ہوتا ہو۔ اور عابدین مین سے جن لوگون نے دوا ترک کی ہو اُنمین سے اکثر کی سند یہی ہو کہ دوا اُنکے نزدیک ایک موہوم چیز نا قابل اعتبار تھی اور یہ امر ماہر علوم طبیہ پر ظاہر ہی کہ بعض دوائین واقع مین ایسی ہی ہین اور بعض کا حال ایسا نہین مگر جو طبیب نہین وہ سب کو بعض اوقات ایک ہی نظر سے دیکھتا ہو اور دوا کرنے کو مثل داغنے اور منتر وغیرہ کے پابندی اسباب جانتا ہو۔ چوتھا سبب یہ ہی کہ دوا نہ کرنے سے بیمار کو یہ غرض ہوتی ہو کہ مرض باقی رہے تاکہ اُس مرض پر اچھی طرح صبر کرنے سے مرض کا ثواب پاوے یا یہ منظور ہوتا ہو کہ خداے تعالی کی بلا پر اپنے نفس کو دیکھے کہ صبر کرنے کی تاب رکھتا ہو یا نہین اسلیے کہ مرض کے ثواب مین بہت کچھ احادیث وارد ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین^{اح} کہ ہم انبیا کے گروہ پر اور لوگون کی نسبت زیادہ سخت مصیبت ہوتی ہو پھر اسی طرح درجہ بدرجہ کم ہوتی جاتی ہو مصیبت بندے پر بقدر ایمان کے ہوا کرتی ہو پس اگر ایمان اُسکا سخت اور پکا ہوگا تو مصیبت بھی سخت ہوگی اور اگر اُسکے ایمان مین ضعف ہوگا تو مصیبت بھی ہلکی ہوگی۔ اور ایک حدیث^{اح} مین ہو کہ اللہ تعالی اپنے بندے کا امتحان مصیبت سے ایسی طرح لیتا ہو جیسے تم مین سے کوئی شخص اپنے سونے کا امتحان آنچ سے لیتا ہو پس بعض آدمی تو کندن کی طرح نکلتے ہین اور بعض اُس سے کم اور بعض کالے جلے ہوے نکلتے ہین اور ایک حدیث^{اح} مین جو اہلبیت سے مروی ہو یہ وارد ہو کہ اللہ تعالی جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہو تو اُسپر بلا بھیجتا ہو وہ اگر اُسپر صبر کرتا ہو تو اُسکو مجتبے کرتا ہو اور اگر اُسپر راضی ہوتا ہو تو مصطفے کرتا ہو اور ایک حدیث شریف مین ہو^{اح} تم لوگ اس بات کو پسند کرتے ہو کہ خوبی گدھون کی طرح ہو جاؤ مرض بیماری کچھ نہ آوے اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ مومن کو جب دیکھوگے تو دل کا تندرست اور بدن کا مریض پاؤگے اور منافق کو بدن مین زیادہ تر صحیح اور دل کا زیادہ تر روگی دیکھوگے۔ غرض کہ جب لوگون نے مرض کی ثنا و صفت اور بلا کی تعریف اس درجہ کی سنی تو اُنکو مرض سے ہی محبت پیدا ہوئی اور اُسکا آنا نیز اور غنیمت سمجھا کہ اُسپر صبر کرنے کا ثواب ملے پس بعض اکابر کا تو دستور یہ ہوا کہ اپنی بیماری کو چھپاتے اور طبیب سے اُسکا ذکر نہ کرتے اور بیماری کی تکلیف کھینچتے رہتے اور خداے تعالی کے حکم پر راضی رہتے اور جانتے کہ دل پر حق کا غلبہ ایسا ہو کہ مرض سے اُسمین کچھ خلل نہوگا مرض کے باعث صرف اعضاے ظاہری پر اثر ہوگا کہ اعمال سے رک جاوینگے اور جان لیا کہ اگر خداے تعالی کے حکم پر صبر کے ساتھ بیٹھ کر ہی نماز پڑھینگے تو یہ نماز حالت تندرستی اور صحت کی نماز سے بہتر ہو گو وہ کھڑے ہو کر ادا کیجاوے چنانچہ ایک حدیث قدسی مین مذکور ہو کہ اللہ تعالی اپنے فرشتون کو ارشاد فرماتا ہو کہ میرے بندے کے وہی عمل صالح لکھو جنکو یہ کیا کرتا تھا اسواسطے کہ یہ شخص میری قید مین ہو اگر مین اُسکو رہا کرونگا تو گوشت کی عوض مین عمدہ گوشت اور خون کی عوض مین اچھا خون بدلونگا اور اگر اُسکو وفات بھیجونگا تو اپنی رحمت کی طرف اُسکی وفات کرونگا۔ اور ایک حدیث شریف مین ہو^{اح} افضل الاعمال ما اکرہت علیہ النفوس بعض محدثین نے اسکے معنی یہ لکھے ہین کہ اُنپر بیماریان اور مصائب بہت آوین اور اسی کی طرف اشارہ ہو اس آیت مین وعسی ان تکرہو شیئا وہو خیر لکم اور حضرت سہل تستری رح فرماتے ہین کہ اگرچہ آدمی طاعات سے ضعیف

ابو نعیم وابن عبد البر بیہقی در شعب [illegible] ابو فاطمہ ۱۲ طبرانی [illegible] ۱۲ [illegible]

ہوجاوے اور فرائض سے قاصر رہے تاہم دوا کا نہ کرنا بہ نسبت اسکے بہتر ہے کہ طاعات کے واسطے علاج کرے اور آپ کو ایک بڑی بیماری تھی مگر اسکا
علاج کبھی نہ کرتے اور لوگون کو جو اس بیماری مین مبتلا پاتے تو انکی دوا کرتے اور جب کسی شخص کو بیٹھکر نماز پڑھتے دیکھتے کہ اعمال بنیک امراض
کی تاب نہ لاکر اسلیے دوا کرتا ہے کہ نماز کھڑے ہوکر پڑھے اور طاعات کی بجا آوری مین اٹھ سکے تو بہت تعجب کرتے اور فرماتے کہ اس شخص کا بیٹھکر
نماز پڑھنا اور اپنے حال پر راضی رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ صرف قوت اور کھڑے ہوکر نماز کے لیے دوا کرے - اور آپ سے جب کسی شخص نے
حال دوا پینے کا پوچھا تو فرمایا کہ جو کوئی کسی دوا کو پیوے تو خیر ایک یہ گنجایش ہے کہ اللہ تعالی نے ضعف والون کے لیے مقرر کردی اور جو
دوا مین نہ پیوے تو افضل ہے اسلیے کہ اگر کوئی چیز دوا مین سے لیگا گو سرد پانی ہی ہو تو اس سے سوال ہوگا کہ تو نے کیون لیا اور جو شخص کچھ
بھی نہ کریگا اس سے سوال کس بات کا ہوگا اور آپ کا مذہب اور بصریون کا مذہب یہی تھا کہ بھوک اور شہوات کے توڑنے سے نفس کو
ضعیف کرنا چاہیے اسوجہ سے کہ انکو معلوم تھا کہ ذرے کے برابر اعمال قلوب مین سے مثل صبر اور رضا اور توکل کے اعمال جوارح کے پہاڑ
جیسے عبادون سے افضل ہے اور مرض اعمال قلوب کا مانع نہین مگر اسی صورت مین کہ اسکی تکلیف نہایت زیادہ اور مدہوش کرنے والی ہو - اور
حضرت سہل رحمہ کا یہی قول ہے کہ جسم کی بیماری رحمت ہے اور دل کی عقوبت - پانچوان سبب یہ ہے کہ آدمی پہلے کچھ گناہ کرچکا ہو اور انکا خوف
کرتا ہو اور تدارک کرنے سے عاجز ہو تو زیادہ بیمار رہنے کو اسکا کفارہ سمجھتا ہو اور علاج اسی وجہ سے ترک کرتا ہو کہ ایسا نہو کہ مرض جلد جاتا رہے
اور کفارہ گناہون کا خوب نہونے پاوے - حدیث شریف مین آیا ہے کہ آدمی پر بخار اور تپ کو نہ ہمیشہ اسلیے رہتے ہین کہ انجام کو مین کی
صاف اولے کی طرح ہوجاوے کوئی خطا اور گناہ اسپر نہ رہے - اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ ایک روز کا بخار سال بھر کا کفارہ ہوتا ہے بعض نے
اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بخار ایک سال کی قوت کو گرادیتا ہے اسلیے سال بھر کا کفارہ ہوتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انسان کے تین سو ساٹھ جوڑ
ہین اور تپ ہر جوڑ مین جاتی ہے اور اس سے ایک تکلیف جداگانہ آدمی کو ہوتی ہے تو ہر ایک تکلیف ایک روز کا کفارہ ہوکر سال بھر کا کفارہ
ہوگیا - اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تپ کو کفارہ گناہ ارشاد فرمایا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالی سے دعا مانگی کہ ہمیشہ
ہمیشہ بخار مین مبتلا رہون چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وقت وفات تک آپ سے بخار جدا نہوا اور چند لوگون نے انصار مین سے یہی دعا
مانگی تھی انکو کبھی بخار نہ چھوڑتا تھا - اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ من اذہب اللہ کریمتیہ لم یرض له ثوابا دون
الجنة تو انصار مین ایسے لوگ بھی تھے جو اندھے ہونے کی تمنا کیا کرتے تھے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جو شخص دنیا مین
جسم و مال پر مصیبت آنے سے خوش نہو اس توقع سے کہ اسکے باعث اسکے گناہون کا کفارہ ہوگا تو وہ شخص عالم نہین - اور روایت ہے
کہ حضرت موسی علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بہت مصیبت رکھتا ہے تو بارگاہ باری مین عرض کیا کہ الہی اسپر رحم فرما حکم ہوا کہ اسپر کیونکر
رحم کرون اسی سے تو اسپر رحم کرونگا یعنی اسی مصیبت کے باعث اسکے گناہ دور کرکے اسکے درجات بڑھاونگا - چھٹا سبب یہ ہے کہ آدمی
زیادہ اچھا ہونے سے ڈرے کہ پھر نفس تکبر اور سرکشی مین مبتلا ہوجاویگا اس نظر سے دوا چھوڑ دیتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مرض جلد دور ہوجاوے
تو پھر وہی غفلت اور اترانا اور سرکشی اور طول امل اور لیت و لعل تدارک مافات عود کر آوے اور خیرات مین تاخیر کرنے لگے اسلیے کہ تندرستی
اسی کا نام ہے کہ صفات سب قوی ہون اور انھین کے باعث خواہش نفس اٹھتی ہے اور شہوات انبعاث ہوتی ہے اور معاصی کی رغبت دلاتی ہین
کمتر درجہ یہ ہے کہ مباحات سے لذت حاصل کرنے کی طرف بلاتی ہین اور یہ اوقات کا ضائع کرنا ہے اور نفع عظیم مخالفت نفس اور ملازمت
طاعت کو برباد دینا - اور جب اللہ تعالی کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اسکو امراض و مصائب سے متنبہ کردینے سے خالی نہین
چھوڑتا اسی جہت سے مشہور ہے کہ ایماندار علت یا قلت یا ذلت سے خالی نہین ہوتا اور ایک حدیث قدسی مین ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مفلسی
میرا قیدخانہ ہے اور مرض میری بیڑی ہے اسمین مین اسی کو قید کرتا ہون جسکو اپنی مخلوق مین سے دوست رکھتا ہون - غرض کہ جب نفس مین

آدمی سرکشی اور گناہون کے ارتکاب سے رکا رہتا ہی تو اس سے زیادہ اور کونسی خیر ہوگی اور جس شخص کو اپنے نفس پر خوف سرکشی اور گناہون کا ہو
اسکو اپنے مرض کا علاج ہرگز نہ کرنا چاہیے کیونکہ گناہ نہ کرنے ہی مین خیریت ہی چنانچہ بعض عارفین نے کسی سے پوچھا کہ تم بیمار رہے
رہے اسنے کہا کہ خیریت سے رہا انھون نے فرمایا کہ اگر تمنے کوئی گناہ خدا ے تعالیٰ کا نہین کیا تو واقع مین خیریت سے رہے اور اگر
گناہ کیا تو گناہ سے بڑھ کر کونسا روگ ہی جسنے گناہ کیا وہ کیا خاک خیریت سے رہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عراق مین عید کے روز کی
زینت کو دیکھ کر پوچھا کہ ان لوگون نے یہ کیا کیا ہی لوگون نے عرض کیا کہ یہ دن انکی عید کا ہی آپ نے فرمایا کہ جس روز ہم خدا ے تعالیٰ کی
کی نافرمانی نہ کرین تو وہ دن ہماری عید کا ہی اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہی وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبون یعنی عافیت کو اور فرمایا ان الانسان
لیطغی ان راہ استغنی اور استغنا خواہ مال سے ہو یا عافیت سے۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ فرعون نے جو دعوے خدائی کیا تھا
اسکی وجہ یہی تھی کہ مدت تک آرام سے رہا تھا لینے چار سو برس تک سر مین درد ہوا نہ بدن پر حرارت آئی نہ کوئی رگ تیز چلی اسی لیے
دعوے خدائی اس مردود نے کیا اور اگر ایک روز کو درد نیم سری اسکو ہو جاتا تو دعوے خدائی کا تو کیا ذکر ہی اور بیہودہ امور سے بھی
باز رہتا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اکثروا من ذکر ہادم اللذات اور کہتے ہین کہ بخار موت کا قاصد ہی تو واقع مین
موت کی یاد دلانے والا اور سست و بطل کا دفع کرنے والا ٹھہرا اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہی اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین
ثم لا یتوبون ولا ہم یذکرون اسکے معنے یہ ہین کہ انکو امراض مین مبتلا کرکے انکا امتحان لیا جاتا ہی۔ اور کہتے ہین کہ بندہ جب دوبار
بیمار ہوتا ہی اور توبہ نہین کرتا تو اس سے ملک الموت یون کہتا ہی کہ اے غافل تیرے پاس میرا قاصد پر قاصد آیا مگر تو خبر نہوا۔ اور اکابر
سلف کا اسی لیے دستور تھا کہ اگر کوئی سال انپر ایسا گذرتا جسمین انپر کوئی مصیبت نفس یا مال کی نہوتی تو بہت گھبراتے۔ اور بعض
اکابر کا قول ہی کہ ایمان دار پر ہر چالیس دن مین کوئی خوف یا مصیبت آجایا کرتی ہی یہان تک کہ روایت ہی کہ حضرت عمار بن یاسر رضہ
نے ایک عورت سے نکاح کیا وہ کبھی بیمار نہوتی اسلیے آپ نے اسکو طلاق دے دی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت
کی تعریف ہوئی یہان تک کہ آپ نے چاہا کہ اسکو شرف نکاح سے مشرف فرماوین مگر لوگون نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ عورت کبھی بیمار نہین ہوئی
آپ نے فرمایا کہ تو مجھے اسکی کچھ حاجت نہین اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیماریون اور دردون کا ذکر فرمایا کہ درد سر
ایسا ہی اور فلان مرض ایسا ایک شخص نے کہا کہ درد سر کیا ہوتا ہی مین تو اسکو جانتا بھی نہین آپ نے فرمایا کہ تو مجھسے علیحدہ رہ جو
کوئی چاہے کہ دوزخی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھے اور یہ اسلیے فرمایا کہ دوسری حدیث مین وارد ہو چکا ہی کہ ہر ایماندار کے لیے
بخار اسکا حصہ ہی آتش دوزخ سے اور حضرت انس اور حضرت عایشہ رضہ کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے
پوچھا کہ قیامت کے روز شہیدون کے ساتھ بھی کوئی ہوگا آپ نے فرمایا کہ البتہ جو شخص ہر روز موت کو بیس بار یاد کر لیا کرے اور
ایک روایت مین ہی کہ جو شخص اپنے گناہون کو یاد کرکے رنجیدہ ہوا کرے۔ اور ظاہر ہی کہ موت کی یاد مرض مین بہت ہوتی ہی پس
جب فوائد مرض کے بہت ہوے تو بعض اکابر نے تدبیر زوال مرض کی اور علاج بالکل ترک کیا اسوجہ سے کہ اپنے واسطے اسی مین
زیادتی درجہ دیکھی اس جہت سے نہین چھوڑا کہ دوا کرنے کو نقصان سمجھا ہو اور دوا کرنا نقصان کیسے ہو سکتا ہی جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکا **تنبیہ دوم** ان لوگون کے اقوال کے رد مین جو دوا نہ کرنے کو ہر حال مین افضل کہتے ہین اگر ہو
کہ کوئی یون کہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دوا کی تھی تو اس نظر سے کی تھی کہ وہ اورون کے لیے مسنون ہو جاوے ورنہ
دوا کرنا ضعفا کا حال ہی قوی لوگون کا درجہ مقتضی اسی امر کا ہی کہ توکل دوا نہ کرنے پر کیا جاوے تو اس سے یہ کہنا چاہیے کہ تمھاری
تقریر کے بموجب توکل مین شرط ہونا چاہیے کہ پچھنے بھی نہ لگاوے اور جوش خون کے وقت فصد بھی نہ لیوے اگر وہ کہے کہ ہان

یہ بھی شرط ہو تو یہ بھی لازم آویگا کہ اگر متوکل کو بچھو یا سانپ کاٹے تو اُسکو اپنے پاس سے نہ ہٹاوے اسلیے کہ خون اندر کاٹتا ہو اور بچھو ظاہر بدن پر کاٹتا ہو اور ان دونون مین کچھ فرق نہین جیسے اُس سے علیحدگی نہ چاہیے ویسے ہی اس سے بھی کنارہ نہ کرے پھر اگر اسکو بھی شرط توکل کہے تو اُس سے یہ کہنا چاہیے کہ متوکل کو بچا چاہیے کہ تشنگی اور بھوک اور سردی کے گزند کو اپنے اوپر سے دور کرے انکے نیش بھی پانی اور روٹی اور کپڑے سے دور نہ کرے حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین کہ کھانے اور پانی اور لباس کا استعمال چھوڑنا داخل توکل ہو اور ان چیزون مین اور اول کی باتون مین کچھ فرق نہین بلکہ جس طرح دوا زوال مرض کا سبب ہو اسی طرح پانی زوال تشنگی کا باعث ہو اور ان سب اسباب کو خداے تعالیٰ نے اسی لیے بنایا ہو اور اسی طرح اپنی عادت رکھی ہو اور اسکے توکل کی شرط نہونے کی یہ دلیل ہو کہ صحابہ رضہ نے حضرت عمر رضہ کے عہد مبارک مین آپ کے ساتھ جب قصد شام کا کیا اور جابیہ تک متصل دمشق کے پہونچے اُنکو خبر پہونچی کہ شام مین طاعون اور وباے عظیم پھیلی ہوئی ہو اب یہان لوگون کے دو فرقے ہو گئے کچھ نے تو کہا کہ ہم وبا مین نہ جائینگے اور جلتی آگ مین خود نہ گرینگے اور بعض لوگون نے کہا کہ ہم شہر مین جائینگے اور اللہ پر توکل کرینگے خدا کی تقدیر سے گریز نکرینگے موت سے نہ بھاگینگے ورنہ اُن لوگون کے مانند ہوجاوینگے جنکی شان مین خداے تعالےٰ نے فرمایا ہو الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت غرض دونون فریق حضرت عمر رضہ کی خدمت مین حاضر ہوے اور آپ سے استمزاج لیا آپ نے فرمایا کہ یہان سے ہٹنا چاہیے وبا مین داخل ہونا چاہیے جن لوگون کی تجویز آپ کے موافق نہ تھی اُنھون نے عرض کیا کہ کیا ہم خداے تعالےٰ کی تقدیر سے بھاگین آپ نے فرمایا کہ ہان اُسکی تقدیر سے اُسی کی تقدیر کی طرف بھاگتے ہین ہمین کیا مضائقہ ہو پھر آپ نے اُنکے سامنے ایک مثال بیان فرمائی کہ بھلا اگر کسی شخص کے پاس تم مین سے ایک گلہ بکریون کا ہو اور اُسکو دو گھاٹیان چرانے کے لیے ہون کہ ایک مین سبزی خوب ہو اور دوسری خشک ہو تو وہ اگر سبزی والی مین چراویگا تب بھی خداے تعالےٰ کے حکم سے ہوگا اور اگر خشک مین چراویگا تب بھی خداے تعالےٰ کی تقدیر سے ہوگا لوگون نے اسکی تصدیق کی پھر آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ کو طلب فرمایا کہ اُنکی صلاح لین دوسرے روز حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ تشریف لائے آپ نے اُنسے صلاح لی اُنھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین اس باب مین میری راے یہ ہو جو ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مین نے سُنی ہو آپ نے فرمایا اللہ اکبر اُسکو بیان کیجیے اُنھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سُنا ہو کہ جب کسی سرزمین مین تم وبا سُنو تو اُسپر جرأت نہ کرو اور جب ایسی جگہ مین وبا ہو جہان تم موجود ہو تو وہان سے اُسکے مارے مت نکلو حضرت عمر رضہ اسکو سُنکر بہت خوش ہوے اور اپنی راے کی مطابقت حدیث سے معلوم کرکے خدا کا شکر کیا اور لوگون کو جابیہ سے ہٹا لائے - تو اب دیکھنا چاہیے کہ صحابہ رضہ اور سب کا اتفاق ترک توکل پر کیسے ہو گیا اگر ان جیسے امور شرط توکل ہون تو صحابہ رضہ کا ترک توکل جو اعلے مقامات مین سے ہو لازم آتا ہو - اب اگر کوئی کہے کہ پھر جس شہر مین وبا ہو اُس سے نکلنے کو کیون منع فرمایا ہو حالانکہ وبا کا باعث طب مین ہوا ہو اور ہوا ہی مضر بھی ہو اور ظاہر ہو کہ مضر چیز سے گریز کرنا علاج ہو تو کیا وجہ ہو کہ اسکی اجازت نہ دی گئی تو اسکا جواب یہ ہو کہ اسمین تو خلاف نہین کہ مضر چیز سے گریز کرنا داخل ممانعت نہین جیسے پچھنے لگانا اور فصد کھلانی کہ مضر چیز سے بچنے کے لیے کیجاتی ہو اور ان جیسی باتون مین توکل کا چھوڑنا مباح ہو مگر اس سے کچھ مقصود مذکور پر دلالت نہین پائی جاتی ہو ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہو کہ ہوا کا ضرر صرف ظاہر بدن پر لگنے سے نہین ہوتا بلکہ ہمیشہ اُسمین سانس لینے سے ہوتا ہو یعنی جب ہوا مین بدبو اور نقصان ہوتا ہو اور اُسمین زیادہ سانس لیا جاتا ہو تو وہ پھیپھڑے اور دل اور اندر کے پردون مین سانس کے ذریعے سے بتدریج پہونچکر تاثیر کرتی ہو بہرحال ظاہر بدن پر وبا ظاہر نہین ہوتی جب تک کہ باطن مین خوب تاثیر نہ کرچکے پس صورت اگر کوئی شخص شہر مین رہتا ہو اور وہان سے نکلیگا تو غالب یہی ہو کہ جو تاثیر ہوا کی اُسکو ہو چکی ہو اُس سے نہ بچیگا لیکن احتمال خلاصی کا بھی ہو کہ شاید تاثیر قوی نہوئی ہو تو یہ وبا سے نکلنا ایک وہمی سبب خلاص کا ہوا جیسے جھاڑ پھونک اور شگون وغیرہ ہوتے ہین اب اگر وہان سے

نکلنے میں صرف یہی بات پائی جاتی تو مخالف توکل نہ تھی اور نہ اسکی ممانعت ہوتی مگر ممانعت ایک اور سبب سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تندرستوں کو اجازت نکلنے کی دیجاوے تو شہر میں سوا بیماران وبا کے اور کوئی نہ رہے کہ انکو کھانا کھلاوے یا پانی کا گھونٹ پلاوے اور وہ خود متکفل ان باتوں کے اپنے مرض کے باعث نہیں ہو سکتے اس حال میں تندرستوں کا وہاں سے نکلنا گویا حقیقت میں بیماروں کو زندہ درگور کرنا ہے جنکی توقع زیست بھی ہے جیسے تندرستوں کو احتمال بچ جانے کا ہے ویسا ہی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی بچ جاویں اگر تندرست وہاں ٹھہرے رہینگے تو موت کا یقین نہیں کہ خواہی نخواہی مرجاوینگے اگر چلے جاوینگے تو بچنے کا یقین نہیں مگر انکا نکلنا البتہ باقی بیماروں کے حق میں یقینی زہر ہوگا۔ اور مسلمان سب آپسمیں مثل عمارت کے ہیں کہ ایک کی تقویت دوسرے سے ہے یا مثل جسم کے اعضا کے ہیں کہ جب ایک عضو میں درد ہوتا ہے تو دوسرے کو بے چینی ہوتی ہے پس نکلنے سے منع کرنے کی وجہ ہمارے نزدیک یہی معلوم ہوتی ہے آگے خدا جانے۔ اور جو شخص ابھی تک شہر میں داخل نہیں ہوا اسکے حق میں یہ معاملہ برعکس ہے یعنی اسکے باطن میں ہوا نے اپنا اثر نہیں کیا نہ شہر کے بیماروں کو اسکی حاجت ہے کہ اگر وہ نہ آویگا تو یہ تلف ہو جاوینگے ہاں اگر بالفرض وبا والے شہر میں سوا وبازدہ لوگوں کے اور کوئی نہ رہا ہو اور انکو حاجت خدمتگاروں اور متکفلوں کی ہو اور اسوقت کچھ لوگ انکی اعانت کو آویں تو کیا عجب ہے کہ انکا اس طرح آنا مستحب گنا جاوے اور منع نہو اسلیے کہ ضرر کا ہونا تو موہوم ہے اور بقیہ مسلمانوں سے ضرر کا دفع کرنا یقینی اور یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں وبا سے بھاگنے کو ایسا فرمایا ہے جیسے جہاد کی صف سے بھاگنا یعنی اپنے بھاگنے سے دوسرے مسلمانوں کی دلشکنی اور انکے تباہ ہونے میں سعی پائی جاتی ہے۔ یہ باتیں باریک ہیں جو انکو لحاظ نہیں کرتا اور ظاہر احادیث و آثار پر نظر کرتا ہے تو اسکے نزدیک اکثر باتیں جو اسکے گوش زد ہوتی ہیں ایک دوسرے کی مخالف معلوم ہوتی ہیں عابدوں اور زاہدوں کو ایسی صورتوں میں بہت دھوکا پڑتا ہے اور غلطی کر جاتے ہیں علم کو خدا تعالے نے اسی سے شرف دیا ہے۔ اب تقریر گذشتہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوا کے نہ کرنے میں بہتری ہے تو اسپر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دوا نہ کی ہوتی تاکہ یہ فضل بھی آپ کو ملتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ دوا کے نہ کرنے کی فضیلت اسی شخص کے حق میں ہے کہ جو اپنے بہت سے گناہوں کا مرض کو کفارہ کیا چاہتا ہو یا تندرستی کی حالت میں اپنے نفس کی سرکشی سے خوف رکھتا ہو یا شہوات کے غلبے کا ڈر ہو یا غلبۂ غفلت کی جہت سے موت کا یاد رکھنا چاہتا ہو یا مقامات متوکلین اور مریض شخصوں سے قاصر ہو کر صابرین ہی کے ثواب کا خواہان ہو یا جو فوائد لطیفہ کہ خدا تعالے نے دواؤں میں رکھے ہیں انکو خوب نہ سمجھتا ہو حتی کہ دواؤں کو مثل جھاڑ پھونک وہمی جانتا ہو یا اپنی حالت میں ایسا مشغول ہو کہ دوا نہ کر سکتا ہو اور اگر دوا کرے تو اس حالت سے جاتا رہے کیونکہ دونوں کے جمع کی تاب بسبب ضعف کے نہیں رکھتا غرض کہ مانع علاج کی یہی باتیں ہیں اور یہ سب امور بہ نسبت بعض لوگوں کے کمال میں داخل ہیں مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے درجے کے لحاظ سے نقصان میں شامل ہیں بلکہ آپ کا مقام ان سب مقامات سے اعلے اور اشرف تھا اسلیے آپ کا حال مقتضی اس امر کا تھا کہ آپ کا مشاہدہ اسباب کے وجود و عدم دونوں میں ایک سا رہے کیونکہ آپ کو بہر حال التفات مسبب الاسباب ہی کی طرف تھا اور جس شخص کا رتبہ یہ ہو اسکو اسباب سے کچھ ضرر نہیں ہوتا جیسا کہ ہمنے مال کے باب میں بیان کیا ہے کہ اسکی رغبت بھی نقصان ہے اور اس سے نفرت بھی گو کمال ہے مگر پھر بھی بہ نسبت اس شخص کے جسکے نزدیک مال کا وجود اور عدم یکسان ہو نقصان ہے یعنی ڈھیلے اور سونے کا برابر ہونا اس بات سے کامل تر ہے کہ سونے سے نفرت ہو اور ڈھیلے سے نہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی حال تھا کہ ڈھیلا اور سونا آپ کے نزدیک برابر تھا اور اسکو آپ اسلیے نہ رکھتے تھے کہ خلق کو مقام زہد کی تعلیم فرمائیں کہ غایت انکی قوت کی یہی ہے نہ اس خوف سے کہ اسکے رکھنے سے آپ کے نفس کو معاذ اللہ کسی طرح کا ڈر تھا اس سے تو آپ کا رتبہ کہیں بڑھ کر تھا کہ دنیا آپ کو فریب دے سکے آپ کے اوپر زمین کے خزانے پیش کیے گئے آپ نے انکو قبول نفرمایا اسی جیسے مشاہدے کی جہت سے آپ کے نزدیک اسباب کا استعمال کرنا اور نہ کرنا مساوی تھا اور استعمال دوا کو جو چھوڑا تو اس نظر سے کہ خدا تعالے کی عادت اسی طرح جاری ہے

اور امت کو انکی حاجت کی چیز کی اجازت دینی منظور تھی باوجودیکہ انہین کچھ ضرر نہین بخلاف مال جمع کرنے کے کہ اسکا ضرر بہت بڑا ہے۔ ہان دوا کرنیکا ضرر ایک صورت مین ہوسکتا ہے کہ صرف دوا ہی کو نافع سمجھے نہ اسکے پیدا کرنے والے کو یہ امر البتہ شریعت مین ممنوع ہے یا اس صورت مین ہوسکتا ہے دوا کرنے سے حصول صحت اسلیے منظور ہو کہ اس سے اعانت معاصی پر لیجاوے یہ بھی ممنوع ہے مگر یہ دونون صورتین شاذ و نادر ہین اکثر ایماندار صحت کو معصیت کے واسطے نہین چاہتے ہین نہ کوئی دوا کو بذات خود مفید سمجھے بلکہ اسی نظر سے مفید جانتا ہے کہ خدا تعالی نے اسمین نفع رکھدیا ہے جس طرح کہ پانی اور روٹی کو پیاس و بھوک کے لیے بذات خود نافع نہین جانتا حاصل یہ کہ حکم دوا کرنے کا وہ ہے جو حکم اس کام کا ہے جسکے لیے دوا کرتا ہے یعنی اگر اسلیے دوا کرتا ہے کہ صحت اعانت طاعت یا معصیت پر ہو تو ایسا حکم ہوگا اور اگر اسلیے ہے کہ اپنے مباح سے لذت حاصل کرے تو ویسا ہوگا۔ اس ساری تقریر سے ظاہر ہوا کہ بعض احوال مین دوا نہ کرنا افضل ہے اور بعض مین دوا کرنا بھی افضل ہوتا ہے اور یہ فضلیت باعتبار حالات اور لوگون اور انکی نیتون کے مختلف ہوتی ہے اور نیز معلوم ہوا کہ توکل مین دوا کا کرنا یا نہ کرنا کچھ شرط نہین صرف یہ شرط ہے کہ وہمی باتون کو چھوڑ دے ورنہ ایسی تدبیرون مین پڑ جاتا ہے جو متوکلین کے شان مین زیبا نہین **تنبیہ** مرض کے ظاہر کرنے اور پوشیدہ رکھنے کے بیان مین جاننا چاہیے کہ مرض اور افلاس اور اقسام مصائب کو پوشیدہ رکھنا نیکی کے خزانون مین سے ہے اور بڑا رتبہ عالی ہے اسلیے کہ خدا تعالی کے حکم پر راضی ہونا اور اسکی بلا پر صبر کرنا اور وہی معاملہ ہے جو بندے مین اور خدا تعالے مین ہے تو اسکو چھپانا نہین آفتون سے زیادہ تر بچاؤ کی صورت ہے مگر تاہم اسکے ظاہر کرنے مین بشرطیکہ نیت درست ہو کچھ مضائقہ نہین اور ایسی غرض جنکے لیے ظاہر کرنا مرض وغیرہ کا درست ہوتا ہے تین ہین **اول** یہ کہ مقصود مرض کے اظہار سے طلب علاج ہو یعنی طبیب سے اپنا حال بیان کرے نہ شکایت کے طور پر بلکہ حکایت کے طور پر کہ جو کچھ قدرت اللہ تعالی کی اسپر ظاہر ہوئی ہو انکی نقل کردے چنانچہ حضرت بشر رح عبدالرحمن طبیب کے سامنے اپنے درد کا بیان کیا کرتے تھے اور حضرت امام احمد بن حنبل رح جو مرض ہوتا اسکو کہدیا کرتے اور فرماتے تھے کہ جو کچھ اللہ تعالے کی قدرت نے مجھ مین اثر کیا مین صرف اسکو کہتا ہون **دوسرے** یہ کہ مریض مقتدا لوگون مین سے ہو اور معرفت مین مستقل ہو وہ اپنے مرض کو سوائے طبیب کے اورون سے اس غرض سے کہے کہ لوگ مرض مین اچھی طرح صبر کرنا سیکھین بلکہ اچھی طرح شکر کرنا تعلیم پاوین یعنے ایسی طرح مرض کو بیان کرے کہ اس سے معلوم ہو کہ انکے نزدیک بھی مرض ایک نعمت ہے اور جس طرح نعمت کا ذکر کرتے ہین اسی طرح مرض کا بھی ذکر کرے کہ لوگ اسپر شکر کیا کرین حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ جب مریض اللہ تعالے کی حمد اور شکر کے بعد اپنا درد بیان کرتا ہے تو یہ بیان داخل شکایت نہین رہتا۔ **تیسرے** یہ کہ اظہار مرض سے غرض اپنی عاجزی اور خدا تعالے کی طرف احتیاج ظاہر کرنی ہو اور یہ صورت ایسے شخص سے اچھی معلوم ہوتی ہے جو قوت و شجاعت کے شایان ہو اور عاجزی کرنی اس سے بعید معلوم ہوتی ہو جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حالت مرض مین لوگون نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ برا ہون لوگ ایک دوسرے کو تاکنے لگے یعنے اس جواب کو اچھا نہ جانا بلکہ شکایت سمجھی آپ نے فرمایا کہ کیا مین خدا تعالے پر بہادری کرون غرض کہ آپ نے اپنا عجز اور احتیاج خدا تعالے کی طرف ظاہر کرنی اچھی سمجھی باوجودیکہ آپ کی قوت و شجاعت معروف و مشہور تھی اور اسمین وہی طریق چلے جو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تعلیم فرمایا تھا کہ جب آپ بیمار ہوئے تھے تو دعا مانگتے کہ الہی مجکو بلا پر صبر عنایت فرما آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا کا سوال تو تمنے خود کیا اللہ تعالے سے تندرستی کی دعا مانگو۔ حاصل یہ کہ ان تین نیتون سے مرض کے ذکر کرنے کی اجازت ہے اور اظہار مین انکی شرط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ذکر مرض شکایت ہے اور خدا تعالے کی شکایت کرنی حرام ہے جیسے کہ افلاس کے باعث سوال کی حرمت مین ہم ذکر کر چکے ہین کہ شکایت کے متضمن ہونیکی جہت سے بدون ضرورت حلال نہین ہوتا اور ذکر مرض قرینہ خفگی اور خدا تعالے کے فعل کو اچھا نہ جاننے کی وجہ سے شکایت ہوجاتا ہے پس اگر قرینہ خفگی بھی نہو اور نہ وہ تینون نیتین مذکورہ بالا ہون تو اظہار مرض کو حرام تو نہین کہ سکتے البتہ یہ کہینگے کہ اسکا اظہار نہ کرنا بہتر تھا

کیونکہ اسمین بعض اوقات تو وہم شکایت کا ہوتا ہی اور بعض اوقات بناوٹ کو دخل ہوتا ہی کہ جسقدر بیماری موجود ہو اُس سے زیادہ بیان ہو جاتی ہی یا جسقدر توکل دوا نہ کرنے مین کیا ہی اُس سے زیادہ کہہ دیا جاتا ہی ایسی صورت مین اُسکے لیے اظہار کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی اظہار کی نسبت کہ اگر دوا کرے اور آرام پاوے تو اچھا ہی - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جس شخص نے مرض کو کہہ دیا اُسنے صبر نہین کیا اور قرآن مجید مین جو صبر جمیل وارد ہی اُسکی تفسیر مین لکھا ہی کہ اُس سے مراد وہی صبر ہی جسمین شکایت نہو - اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی آنکھین کس چیز نے کھوئین آپ نے فرمایا کہ مرور زمان اور کثرت اندوہ نے پس اللہ تعالے نے اُنپر وحی بھیجی کہ تم میری شکایت کے لیے میرے بندون کے سامنے تیار ہو گئے آپ نے عرض کیا کہ الٰہی مین نے توبہ کی اب ایسا نہو گا - اور حضرت طاؤس اور مجاہد رح روایت کرتے ہین کہ بیمار پر اُسکا آہ آہ کرنا لکھا جاتا ہی اور اسی کا یہ سلف بیمار کی آہ کو بُرا جانتے تھے اس سبب سے کہ آہ کرنا بھی ایسی بات کا اظہار ہی جو مقتضی شکایت ہو یہانتک کہ روایت ہی کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے شیطان کا بہرہ اور کچھ نہین ہوا بجز اسکے کہ آپ نے اپنے مرض مین آہ کی تھی اُس ملعون نے آپکی اسی آہ کو اپنا بہرہ کر لیا - اور حدیث شریف مین ہی کہ جب بندہ مرض مین مبتلا ہوتا ہی اللہ تعالے دونون فرشتون کو وحی فرماتا ہی کہ دیکھو اپنے عیادت کرنے والون سے کیا کہتا ہی پس اگر بیمار اپنے پوچھنے والون سے خدا کا شکر اور وصف بیان کرتا ہی تو فرشتے اُسکے لیے دعاے خیر کرتے ہین اور اگر وہ شکایت کرتا ہی اور بُرائی بیان کرتا ہی تو وہ دونون فرشتے کہتے ہین کہ تو ایسا ہی رہیگا - اور بعضے عابد شکایت کے خوف سے اور اس ڈر سے کہ کہین کلام زیادہ نہو جاوے ہی عیادت بُری جانتے تھے کہ اگر بیمار پڑتے تو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیتے کوئی اُنکے پاس نہ جاتا جب اچھے ہوتے تو خود ہی لوگون مین نکلتے یہی حال فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد اور بشر بن الحارث رح کا تھا اور حضرت فضیل رح فرمایا کرتے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ بیمار ہون مگر عیادت کرنے والے نہون مین بیماری سے اُنھین لوگون کے باعث گھبراتا ہون

چھٹا باب محبت اور شوق اور اُنس و رضا کے بیان مین

رباعی چاہیے جو سلوک راہ دین ای دلبر ٭ اول ہی سے اپنا رہنما شوق کو کر ٭ پھر داغ محبت سے بنا دیدۂ دل ٭ تا اُنس و رضا کا آوے میدان نظر ٭ جاننا چاہیے کہ محبت الٰہی سب مقامات مین سے انتہاے درجہ کی غایت اور سب مین بلند رتبہ رکھتی ہی اسلیے کہ بعد ادراک محبت کے کوئی سا مقام کیون نہو خواہ شوق ہو یا اُنس یا رضا وغیرہ سب اسکے توابع اور ثمرات ہین اور محبت سے پہلے جتنے مقامات مثل توبہ اور صبر اور زہد اور دوسرے مقامات کے ہین وہ سب محبت کے مقدمات ہین - اور دوسرے مقامات اگرچہ اُنکا ہونا بہت نادر ہی پھر بھی سب دلون مین اُنکا امکان ہوتا ہی اور اُسکے امکان کے ایمان سے کوئی دل خالی نہین ہوتا مگر محبت الٰہی پر ایمان ہی لانا مشکل ہی یہانتک کہ بعض علما نے اسکے امکان ہی سے انکار کیا ہی اور فرمایا کہ محبت الٰہی کے یہی معنی ہین کہ اُسکی طاعت پر مواظبت کیجاوے اور محبت حقیقی خداے تعالے کے ساتھ محال ہی کیونکہ وہ اپنی جنس اور مثل کے ساتھ ہوتی ہی اور ان لوگون نے جب محبت کا انکار کیا تو اُنس اور شوق اور لذت مناجات اور تمام لوازم محبت کو انکار کر بیٹھے اسلیے اس باب مین ہمکو ضرور ہوا کہ جو امور محبت سے متعلق ہین مع دلائل شرعی کے جو محبت مین وارد ہین بیان کرین اور یہ باب مشتمل ہی دو فصلون اور ایک خاتمے پر

فصل اول محبت کے ذکر مین اور اسمین بھی بارہ بیان ہین **اول بیان** دلائل شرعی کا اس باب مین کہ بندے کو محبت خداے تعالے سے ہوتی ہی یعنے اس محبت کا وجود ہی - جاننا چاہیے کہ جمیع امت کا اتفاق اسپر ہی کہ بندے کو خداے تعالے

اور اسکے رسول سے محبت فرض ہے پس اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر محبت کا وجود ہی نہو تو فرض کیسے کیجاویگی اور محبت کی تفسیر جو بعضے
لوگ طاعت سے کرتے ہین وہ کیسے ہوسکتی ہے اسلیے کہ طاعت تو تابع محبت اور اسکا ثمرہ ہے پہلے محبت کا وجود ہولے تو پھر محبوب کی
اطاعت ہو اور محبت کے وجود پر یہ دلیل ہے کہ خداے تعالے ارشاد فرماتا ہے یحبہم ویحبونہ اور دوسری جگہ ارشاد ہے والذین امنوا اشد
حبا للہ ان دونون آیتون سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت کا وجود بھی ہے اور اسمین تفاوت بھی ہوتا ہے۔ اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے بہت سی احادیث مین محبت الٰہی کو شرط ایمان فرمایا ہے چنانچہ ابو رزین عقیلی رح نے آپ سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے آپ نے
فرمایا کہ اللہ اور اسکے رسول کا تیرے نزدیک سب اسکے ماسوا سے محبوب تر ہونا ایمان ہے۔ اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ لا یومن
احدکم حتی یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواہما اور دوسری حدیث مین ہے کہ لا یومن العبد حتی اکون احب الیہ من اہلہ ومالہ والناس
اجمعین اور ایک روایت مین ومن نفسہ بھی ہے اور کیونکر نہو کہ خداے تعالے فرماتا ہے قل ان کان آباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم
وعشیرتکم واموال ن اقترفتموہا وتجارۃ تخشون کسادہا ومساکن ترضونہا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ اور اسکو تہدید اور
انکار ہی کی جگہ مین ارشاد فرمایا ہے اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی محبت کے لیے حکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا احبوا اللہ لما یغذوکم
بہ من نعمۃ واحبونی لحب اللہ ایای اور ایک روایت مین ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین
آپ سے محبت رکھتا ہون آپ نے فرمایا کہ مفلسی کے لیے تیار ہو رہ اسنے عرض کیا کہ مین اللہ سے محبت رکھتا ہون آپ نے فرمایا
کہ تو بلا کے لیے تیار ہو جا۔ اور حضرت عمر رض سے روایت ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر رض کو آتے ہوے دیکھا
کہ ایک مینڈھے کی کھال کمر سے لپیٹے چلے آتے ہین آپ نے لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالے نے اسکا
دل روشن کر دیا ہے مین نے اسکو اسکے ماں باپ کے سامنے دیکھا تھا کہ اسکو عمدہ کھانا اور اچھا پانی دیا کرتے تھے اب اللہ اور رسول کی
محبت نے اسکا یہ درجہ کیا جو دیکھتے ہو اور حدیث مشہور مین ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ملک الموت علیہ السلام سے اسوقت ارشاد فرمایا
جب وہ آپکی روح قبض کرنے کے لیے تشریف لاے کہ بھلا تمنے کوئی ایسا خلیل دیکھا ہے جو اپنے خلیل کو مارے اللہ تعالے نے آپ پر وحی بھیجی کہ
بھلا تمنے کوئی ایسا محبت والا دیکھا ہے کہ اپنے حبیب کی ملاقات کو برا جانے پس آپ نے ملک الموت علیہ السلام سے فرمایا کہ لے اب
قبض کر اور یہ بات اسی بندے پر کھلتی ہے جو اللہ تعالی سے تمام دل محبت رکھتا ہے وہ جب جانتا ہے کہ موت سبب ملاقات کا ہے تو اسکا دل موت
کی طرف راغب ہوتا ہے اور خداے تعالی کے سوا کوئی محبوب نہین ہوتا کہ اسکی طرف التفات کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین یہ ارشاد فرماتے
اللہم ارزقنی حبک وحب من احبک وحب ما یقربنی الی حبک واجعل حبک احب الی من الماء البارد اور ایک اعرابی آپکی خدمت مین

اور ایمان والون کو اس سے زیادہ ہی محبت اللہ کی ہے [illegible]

[illegible]

حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی آپ نے فرمایا کہ تو نے اسکا کیا سامان کیا ہے اُسنے عرض کیا کہ مین نے
بہت سی نمازین اور بہت روزے تو ذخیرہ نہین کیے مگر مجکو اللہ تعالے اور اُسکے رسول سے محبت ہے آپ نے فرمایا کہ المرء مع
من احب یعنے آدمی اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے حضرت انس رح فرماتے ہین کہ مین نے مسلمانون کو اسلام کے بعد کسی چیز سے اتنا
خوش ہوتے نہین دیکھا جیسا اس بات کو سنکر خوش ہوے اور حضرت ابوبکر صدیق رض فرماتے ہین کہ جو شخص خالص محبت الٰہی کے
مزہ چکھتا ہے وہ ذائقہ طلب دنیا سے اسکو روک دیتا ہے اور تمام آدمیون سے اسکو وحشت دلاتا ہے - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ
جو شخص خداے تعالے کو پہچانتا ہے اسکو محبوب جانتا ہے اور جو دنیا کو پہچانتا ہے اُسمین زہد کرتا ہے اور ایماندار آدمی لہو مین نہین پڑتا
کہ غافل ہو جاوے وہ تو جب فکر کرتا ہے اندوہ کرتا ہے - اور حضرت ابوسلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین کچھ
ایسے لوگ بھی ہین کہ جنت اور اسکے درمیان کی نعمت انکو خداے تعالے سے نہین روکتی دنیا کے باعث کیونکر خداے تعالے سے باز رکھیگی
اور حضرت عیسی علیہ السلام تین شخصون پر گذرے جنکے بدن لاغر اور رنگ متغیر تھے آپ نے پوچھا کہ تمھارا یہ حال کیون ہوا ہے انھون نے عرض کیا کہ
آتش دوزخ کے خوف سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوف والون کو ضرور امن دیگا پھر وہان سے بڑھ کر آپ اور تین شخصون پر گذرے وہ پہلون
سے بھی زیادہ دُبلے اور رنگ کے متغیر تھے آپ نے اُنسے پوچھا کہ تمھارا یہ حال کس وجہ سے ہے انھون نے عرض کیا کہ جنت کے
شوق کے باعث سے آپ نے فرمایا کہ ضرور ہے کہ خداے تعالے تمکو وہ چیز عنایت کرے جسکے تم مشتاق ہو پھر آپ بڑھے اور تین
شخص دیکھے جو پہلے دونون فرقون سے بھی زیادہ دُبلے اور رنگ بدلے تھے نور کا یہ عالم تھا کہ گویا چہرون پر آئینے چڑھے تھے
آپ نے اُنسے پوچھا کہ کس چیز سے تم ایسے ہو رہے ہو انھون نے عرض کیا کہ ہم اللہ عز وجل سے محبت رکھتے ہین آپ نے فرمایا
کہ مقرب تمھین ہو - اور عبدالواحد بن زید فرماتے ہین کہ مین ایک شخص پر گذرا جو برف مین سوتا تھا مین نے پوچھا کہ تمکو سردی
نہین معلوم ہوتی اُسنے کہا کہ جو شخص محبت الٰہی مین گرم رہتا ہے اسکو سردی نہین معلوم ہوتی اور سری سقطی رح فرماتے ہین کہ قیامت
کے روز جنکو محبت الٰہی غالب ہوگی انکو انبیا کے نام سے پکارینگے مثلاً ارشاد ہوگا کہ اے امت موسے اور اے امت عیسے اور اے
امت محمد مگر محبین اس طرح پکارے جاوینگے کہ اے اولیاء اللہ خداے پاک کی طرف چلو انکے دل خوشی کے مارے نکلے پڑتے ہونگے
اور ہرم بن حیان رح فرماتے ہین کہ ایماندار جب اپنے رب کو پہچانتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے اور جب محبت کرتا ہے تو اسی کی
طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب اس توجہ کا مزا پاتا ہے تو دنیا کی طرف خواہش کی نظر سے نہین دیکھتا نہ آخرت کی طرف کاہلی کی نظر سے
دیکھے اپنے جسم سے تو دنیا مین رہتا ہے اور روح سے آخرت مین - اور یحیے بن معاذ رح فرماتے ہین کہ خداے تعالے کا عفو تمام
گناہون کو لے لیتا ہے پس اُسکی رضا کا کیا حال ہوگا اور اسکی رضا سب امیدین ملجاتی ہین تو اُسکی محبت کیسے ہوگی اور اُسکی
محبت عقلون کو مدہوش کر دیتی ہے اُسکی مودت کا کیا ٹھکانا ہے اور اسکی مودت غیر اللہ کو بھلا دیتی ہے تو اُسکا لطف کیا کچھ ہوگا اور بعض
کتب آسمانی مین ہے کہ اے میرے بندے قسم ہے مجکو تیرے حق کی مین تجھ سے محبت رکھتا ہون تجکو بھی میرے حق کی قسم ہے کہ
میرا محب ہو جا - اور یحیے بن معاذ رح فرماتے ہین کہ ایک رائی کے برابر محبت میرے نزدیک ستر برس کی عبادت سے اچھی ہے
جو بے محبت ہو اور یہ بھی انھین کا قول ہے کہ الٰہی مین تیرے صحن مین کھڑا ہون اور تیری ثنا مین مشغول ہون تو نے مجکو چھٹپن ہی
سے اپنی طرف لے لیا اور لباس اپنی معرفت کا در بر کیا اور اپنے لطف سے بہرہ دیا احوال و اعمال و پردہ پوشی اور توبہ اور زہد اور
شوق اور رضا اور محبت مین مجکو بدلتا رہا اپنے حوضون مین سے مجکو پلایا اور اپنے باغون مین پھرایا مین تیرے امر کا ملازم اور
تیرے قول مین مشغوف رہا اب جب میری مونچھین نکلین اور قدرت ہو گئی تو آج بڑا ہو کر مین تجھسے کیسے پھر جاؤن مین تو

لڑکپن ہی سے ان امور کا تجھ سے عادی ہو رہا ہوں مین تو جبتک رہونگا تیرے ہی گرد کھینچتا پھرونگا اور انکسار کے ساتھ
تیرے ہی سامنے گڑگڑاتا رہونگا کیونکہ مین تجھ سے محبت رکھتا ہون اور ہر ایک محب اپنے حبیب ہی سے مشغوف رہتا ہو اور
اسکے غیر سے مصروف رہتا ہو۔ غرض کہ اللہ تعالے کی محبت کے باب مین اشعار و آثار اتنے ہین کہ شمار نہین ہو سکتے اور یہ ایک امر
ظاہر ہو خفا اگر ہو تو محبت کے معنون کی تحقیق مین ہو اسیلیے ہم اسکی طرف توجہ کرتے ہین دوسرا بیان محبت کی حقیقت اور
اُسکے اسباب کے بیان مین اور اس امر کی تحقیق کہ بندے کی محبت خدا سے تعالے کے ساتھ ہونے کے کیا معنی ہین۔ واضح ہو کہ
اس بیان کا مطلب جب تک نکلیگا جب تک کہ محبت کی حقیقت فی نفسہا نہ بیان کیجاوے پھر اسکی شرطون اور اسباب کی معرفت
بیان ہو پھر اسکے بعد اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ خدا سے تعالی کے باب مین اس محبت کے ہونے کے کیا معنی ہین پس سب سے
اول تو یہ بات اہم اور قابل سمجھنے کے ہو کہ بدون معرفت و ادراک کے محبت نہین ہو سکتی اسواسطے کہ انسان اسی چیز سے محبت
کرتا ہو جسکو پہچانتا ہو اور یہین لحاظ جمادات کو اس صفت سے موصوف نہین کرسکتے بلکہ یہ خاصیت زندہ اور ادراک رکھنے والے کی
ہو پھر مدرکات جو دیکھتے ہین تو وہ یا تو ادراک والے کی طبیعت کے موافق اور مناسب اور لذت دہ ہوتے ہین یا اسکی طبیعت کے
مخالف اور ایذا رسان ہوتے ہین یا انمین اثر لذت رسانی اور ایذا دہی کا کچھ بھی نہین ہوتا ان تینون قسمون مین سے ایسے
مدرکات جنکے ادراک سے مدرک کو لذت اور راحت ہو وہ اسکے نزدیک محبوب ہوا کرتے ہین اور جنکے ادراک سے رنج ہو وہ
اُسکے نزدیک برے ہوتے ہین اور جنمین ادراک کے بعد نہ رنج ہو نہ راحت تم اسکو نہ مدرک کے نزدیک محبوب کہ سکتے ہین نہ مبغوض غرض
ہر ایک لذیذ چیز لذت پانے والے کے نزدیک محبوب ہوتی ہو اور اسکے محبوب ہونے کے یہ معنی ہین کہ طبیعت مین اسکی طرف کو
میل ہو اور مبغوض کے یہ معنے ہین کہ طبیعت کو اس سے نفرت ہو پس محبت اسی کا نام ہو کہ طبیعت کا میل ایسی شے کی طرف ہو
جس سے لذت ملتی ہو اگر یہ میل طبیعت پختہ اور قوی ہو جاتا ہو تو اسکو عشق کہنے لگتے ہین اسی طرح بعض طبیعت کی نفرت کو رنج
و مصیبت رسان سے کہتے ہین اور جب یہ نفرت قوی ہو جاتی ہو تو اسکو مقت کہتے ہین۔ یہ ہین معنی محبت کی حقیقت کے کہ
جسکا جاننا ضرور ہو۔ امر دوم اہم یہ ہو کہ از انجا کہ محبت تابع ادراک اور معرفت کے ہو تو بسبب انقسام مدرکات اور حواس کے
اسکی بھی تقسیم ہوگی اسلیے کہ ہر حس کے واسطے مدرکات مین سے ایک خاص چیز کا ادراک ہوتا ہو اور ہر ایک کو بعض مدرکات
سے لذت ہوتی ہو اور اسی لذت کے باعث طبیعت کو اس چیز کی طرف میل ہوتا ہو تو طبع سلیم کے نزدیک وہ شے محبوب ہوتی ہو
مثلاً آنکھ کی لذت دیکھنے کی چیزون مین ہو کہ اچھی چیزین اور ملیح صورتین دیکھے اور کان کی لذت نغمات دلاویز اور اصوات
فرحت انگیز مین ہو اور ناک کی لذت عمدہ خوشبوؤن مین اور ذائقے کی لذت غذاؤن مین اور لمس کی لذت نرمی اور نازکی
مین اور چونکہ یہ مدرکات حواس کو لذت دیتے ہین تو اسلیے محبوب ہین یعنے طبع سلیم کو انکی طرف رغبت ہو یہانتک کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِن دُنیاکُم ثَلٰثٌ الطِّیبُ وَ النِّسَاءُ وَ قُرَّةُ عَینِی فِی الصَّلٰوۃِ اس حدیث
مین آپ نے خوشبو کو محبوب فرمایا اور ظاہر ہو کہ اس سے آنکھ اور کان کو کچھ بہرہ نہین بلکہ صرف سونگھنے کی حس کو ہو اور
عورتون کو محبوب فرمایا حالانکہ انسے بہرہ سونگھنے وغیرہ کو نہین بینائی اور لمس کو ہو اور نماز کو خنکی چشم ارشاد فرمایا اور
اسکو سب سے زیادہ محبوب ٹھہرایا اور ظاہر ہو کہ نماز سے حواس خمسہ کو کچھ بہرہ نہین بلکہ ایک چھٹی حس کو جو دل کے ماتحت
ہو اسکا ادراک اسی کو ہو جسکے دل ہو۔ اور حواس خمسہ کی لذات مین تو انسان کے شریک بہائم بھی ہین پس اگر محبت کو
مدرکات حواس خمسہ پر منحصر کرے کہین کہ خداوند کریم حواس کا مدرک نہین ہوتا اور خیال مین صورت نہین پکڑتا اسلیے اسکی محبت بھی

ح میرے نزدیک تمہاری دنیا مین سے تین چیزین محبوب کیگئی ہین خوشبو اور عورتین اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز مین ہے

نہین ہوسکتی تو اس صورت مین انسان کی خاصیت بیکار ٹھہریگی اور وہ چھٹی حس جس سے کہ انسان حیوانات سے ممتاز ہی اور جسکو عقل
یا نور یا قلب یا کوئی اور اس طرح کا لفظ کہ سکتے ہین لغو ہوجاویگی اور یہ امر بعید ہی اسلیے کہ بصیرت باطنی ظاہر کی بینائی کی نسبت قوی تر ہی اور
قلب کو بہ نسبت آنکھ کے زیادہ تر ادراک ہی اور وہ معانی جو عقل سے مدرک ہوتے ہین اُنکا جمال بہ نسبت ظاہر کی صورتون کے جو آنکھ کو
سوجھتی ہین زیادہ ہی پس ضرور ہی کہ جن امور شریفہ آلہیہ کو قلب ادراک کرتا ہی اور وہ حواس سے نہین معلوم ہوسکتے اُنکے ادراک
سے قلب کو جو لذت ہوتی ہی وہ کامل اور اکمل ہو اسی لیے طبع سلیم کا میل اُسکی طرف قوی تر ہوگا اور محبت اسی کا نام ہی کہ طبیعت کو
ایسی چیز کی طرف رغبت ہو جسکے ادراک مین لذت ہو چنانچہ عنقریب اُسکی تفصیل مذکور ہوگی اس صورت مین محبت الٰہی کا انکار وہی کریگا
جو درجہ بہائم مین ہو اور ادراک حواس سے مطلق آگے قدم نہ رکھے تیسرا امر اہم یہ ہی کہ بدیہی بات ہی کہ انسان اپنے نفس کو محبوب
جانتا ہی اور اسمین کبھی شبہہ نہین کہ انسان کبھی غیر کو بھی اپنے نفس کے واسطے محبوب جانتا ہی اور یہ امر کہ غیر سے محبت صرف
اُسکی ذات کے لیے ہو نہ اپنے نفس کی خاطر یہ ضعیفون پر مشکل ہوگیا ہی اُنکے نزدیک ممکن ہی نہین کہ انسان دوسرے سے صرف
اُسکی ذات کے لیے محبت کرے اور اپنے آپ کو اس سے کچھ بہرہ نہو اور حق یہ ہی کہ ایسی محبت ممکن ہی اور موجود بھی ہی اسی لیے ہم
محبت کے اسباب و اقسام کو بیان کرتے ہین اُسکی تفصیل یہ ہی کہ ہر ایک زندہ کے نزدیک سب سے اول محبوب اُسکا نفس و ذات
ہی اور اپنے نفس کی محبت سے یہ غرض ہی کہ اُسکی طبیعت مین رغبت اپنے وجود کے دوام اور بقا کی ہی اور عدم اور ہلاک کی نفرت اسلیے
کہ محبوب بالطبع وہی چیز ہوا کرتی ہی جو محبت والے کے مناسب ہو اور اپنے نفس کے دوام اور بقا سے کونسی چیز زیادہ موافق ہوگی
اور اپنے عدم اور ہلاک سے بڑھکر کیا چیز مخالف ہوگی اسی لیے انسان دوام وجود سے محبت رکھتا ہی اور قتل اور موت سے نفرت
نہ اسلیے کہ اُسکو موت کے بعد کا خوف عذاب وغیرہ ہوتا ہی یا موت کے وقت کی جان کندنی سے ڈرتا ہی بلکہ اگر بالفرض ایسی طرح پر مرے
کہ کچھ مصیبت جان کندنی کی نہو اور نہ ثواب و عذاب کا تردد ہو تب بھی مرنے پر راضی نہوگا موت کو برا ہی جانیگا ہان اگر زندگی مین
شدت سے رنج کا تحمل ہوگا اُسوقت موت اور نیستی کو محبوب جانیگا اسلیے کہ جب کسی بلا مین پھنستا ہی تو یہ امر محبوب ہوتا ہی کہ بلا ٹل جاوے
اس صورت مین اگر نیستی کو محبوب جانیگا تو نہ اسلیے کہ نیستی ہی بلکہ اسلیے کہ نیست ہونے سے وہ بلا جاتی رہیگی حاصل یہ کہ ہلاک اور
نیستی سے نفرت ہوا کرتی ہی اور دوام وجود سے محبت اور جس طرح کہ دوام وجود محبوب ہی اسی طرح کمال وجود بھی محبوب ہی اسلیے کہ ناقص
مین کمال نہین اور نقصان بھی بہ نسبت کمال کے نیستی ہی اور نیستی صفات کی اور کمال وجود کی نفرت کی چیز ہی اور جس طرح کہ صفات کمال نہونے سے
نفرت ہوتی ہی اسیطرح اُنکے ہونے سے محبت ہوتی ہی جیسے اصل وجود کا دوام محبوب ہوتا ہی اور یہ امر خداے تعالے کی طرف سے
سرشتی ہی غرض کہ محبوب اول انسان کے لیے اُسکی ذات ہی پھر سلامت اعضا پھر مال اور اولاد اور کنبا اور دوست اعضا کی سلامتی
اسلیے محبوب اور مطلوب ہی کہ کمال وجود اور اُسکا دوام اُسپر موقوف ہی اور مال بھی اسی لیے محبوب ہی کہ وہ بھی سامان دوام اور کمال
وجود کا ہی اسی طرح سب اسباب کو جاننا چاہیے یعنے انسان جو ان چیزون سے محبت رکھتا ہی تو خود اُنکی ذات سے نہین بلکہ اسوجہ سے
کہ اُنکے باعث دوام اور کمال اپنے وجود کا ہی یہان تک کہ اپنے لڑکے کو محبوب سمجھتا ہی گو اُس سے کچھ اسکا فائدہ نہو اور طرح طرح کی مشقتین
اُٹھانی پڑتین مگر اسی لیے کہ بعد اپنے عدم کے وجود مین نائب وہی ہوتا ہی تو نسل کے باقی رہنے مین بھی گویا اپنی ایک طرح کی بقا ہی اور چونکہ
اپنے بقا کی طمع ہمیشہ کے لیے بن نہین پڑتی اور بقا کی محبت شدت سے ہوتی ہی تو اپنی بقا کے عوض ایسے شخص کی بقا چاہتا ہی جو اپنے
قائم مقام ہو اور وہ لڑکا ہی گویا کہ وہ بھی اسی کا ایک ٹکڑا ہی ہان اگر آدمی کو کہا جاوے کہ یا اپنا قتل اختیار کر یا اپنے پسر کا اور اُسکی
طبیعت اُسوقت اعتدال پر ہو تو وہ اپنا ہی باقی رہنا چاہیگا اسلیے کہ ہرچند لڑکے کا باقی رہنا بھی من وجہ اپنا باقی رہنا ہی مگر تاہم

بعینہ اپنا باقی رہنا نہین اسی طرح محبت اقارب اور خاندان کی اپنے نفس کے کمال کی محبت کے سبب ہوتی ہی کیونکہ آدمی اقارب کے باعث اپنے نفس کو بہت اور قوی سمجھتا ہی اور اُنکے کمال سے اپنا فخر جانتا ہی اسلیے کہ مال و عیال اور اسباب خارجی انسان کے حق مین مثل بازو کے ہین جنسے تکمیل انسان ہوتی ہی اور وجود کا کمال اور دوام بلا شبہہ طبعاً محبوب ہوا کرتا ہی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ہر ایک بندے کے نزدیک اُسکی ذات اور ذات کا کمال اور اُنکا دوام محبوب ہی اور اسکا عکس مکروہ پس یہ تو اول سبب محبت کا ہوا۔ دوسرا سبب محبت کا احسان ہی کہ انسان بندۂ احسان مشہور ہی اور دلون کی سرشت مین ہی کہ احسان کرنے والون سے محبت کرتے ہین اور برائی کرنے والون سے بغض رکھتے ہین اور یہ جو حدیث شریف مین وارد ہی کہ[ح] اللّٰھم لا تجعل لفاجر علیّ یدا فیحبہ قلبی اسمین اشارہ ہی کہ محسن کے لیے محبت قلبی اضطراری ہوتی ہی جسکو ٹال نہین سکتے اور یہ امر سرشتی اور فطری ہی کہ اُسکی تبدیل کی کوئی سبیل نہین اور اسی سبب سے آدمی کبھی ایسے انسان سے محبت کرتا ہی جو کچھ اُس سے رشتہ اور علاقہ نہ رکھتا ہو محض اجنبی ہو اور اس سبب دوم کو اگر واقع مین غور کرو تو اسکا مآل بھی اول ہی سبب کی طرف ہی اسلیے کہ محسن اُسی کو کہتے ہین جو مال اور دیگر اسباب سے اپنی مدد کرے پس ضرور ہی کہ اُسکے احسان کے باعث با وجود کا دوام یا کمال حاصل ہو یا لذائذ ہی ملین جنسے کہ وجود تیار ہوتا ہی ہان یہ فرق ہی کہ اعضا کی محبت اسلیے ہوتی ہی کہ اُنسے کمال وجود کا ہی تو خود اعضا ہی بعینہا کمال مطلوب مین داخل ہین مگر محسن عین کمال مطلوب کا نہین ہوتا بلکہ کبھی سبب کمال ہوا کرتا ہی جیسے طبیب کہ کبھی سبب اعضا کی صحت کے دوام کا ہوتا ہی پس صحت کی محبت اور طبیب کی محبت مین فرق ہی اسلیے کہ صحت تو خود مطلوب بالذات ہی اور طبیب اپنی ذات کے باعث محبوب نہین بلکہ اس سبب سے محبوب ہی کہ وہ صحت کا سبب ہی اسی طرح علم اور استاذ دونون محبوب چیزین ہین مگر علم محبوب بالذات ہی اور استاد اس جہت سے محبوب ہی کہ وہ سبب علم محبوب کا ہی اسی طرح کھانا پینا محبوب ہی اور روپیہ پیسا بھی محبوب لیکن غذا بالذات محبوب ہی اور نقد اُسکا وسیلہ ہونے کے باعث محبوب ہی پس فرق دونون محبتون مین اگر ہی تو رتبے کا ہی کہ ایک اول ہی ایک اُسکے بعد ورنہ اپنے نفس کی محبت دونون مین پائی جاتی ہی یعنے جو شخص محسن سے اُسکے احسان کے باعث محبت رکھتا ہی تو وہ اُسکی ذات کا محب نہین بلکہ اُسکے احسان کو دوست رکھتا ہی اور احسان ایک فعل محسن کے افعال مین سے ہی کہ اگر محسن وہ فعل بجا نہ لاوے تو محبت جاتی رہے گو خود اُسکی ذات باقی رہے اور اگر فعل احسان کسیقدر کم ہو جاوے تو اُسی قدر محبت کم ہو جاوے اور اگر زیادہ ہو تو محبت بھی زیادہ ہو اس محبت کی کمی بیشی احسان کی کمی بیشی پر منحصر ہی تیسرا سبب محبت کا یہ ہی کہ کسی چیز کو خود اُسکی ذات کے باعث محبوب جانے نہ اسلیے کہ اُس سے اپنے آپ کو کچھ فائدہ ہوتا ہو بلکہ خود اُسکی ذات ہی مین فائدہ ہو اس محبت کو حقیقی کہتے ہین ایسی محبت کے ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہوتا ہی مثلاً محبت حسن و جمال کی کہ ہر ایک جمال اہل جمال کے مدرکون کے نزدیک محبوب ہوتا ہی اور یہ محبت صرف جمال ہی کے باعث ہی اسلیے کہ اسمین جمال کا ادراک ہی عین لذت ہی اور لذت خود بالذات محبوب ہوتی ہی کسی اور کی جہت سے نہین۔ اور یہ گمان کرنا نچاہیے کہ محبت اچھی صورتون کی بدون قضاے شہوت اور تمنا کے ممکن نہین اسلیے کہ پورا کرنا خواہش اور تمنا کا دوسری لذت ہی اسکے لیے بھی بعض اوقات صورتون کو محبوب سمجھا کرتے ہین اور خود جمال بھی لذیذ ہی اسلیے ہو سکتا ہی کہ خود محبوب بالذات ہو مثلاً سبزہ اور آب روان محبوب ہی نہ اس جہت سے کہ اُنسے کھانے یا پینے کا فائدہ ہو یا کوئی اور حظ سوا دیکھنے کے ملتا ہو آن حضرت[ح] صلے اللّٰہ علیہ وسلم کو سبزہ اور آب روان اچھا معلوم ہوا کرتا تھا اور طبائع سلیمہ سب کے سب نظر کرنا غنچون اور پھولون اور خوبصورت جانورون اور عمدہ گل بوٹون اور اچھے نقشون کی طرف باعث لذت جانتے ہین یہانتک کہ آدمی اُنسے اپنا غم غلط کرتے ہین اور اُنکے دیکھنے سے دل بہلاتے ہین پس یہ چیزین لذت رسان ہین اور

ح الٰہی کسی بدکار کی نعمت میرے اوپر مت کر کہ اسکی وجہ سے میرا دل اس سے محبت کرے ۱۲ ابو منصور در مسند فردوس

لذیذ چیز محبوب ہوتی ہی اور کوئی حسن و جمال ایسا نہین کہ اُسکے ادراک مین لذت نہو اور نہ کسیکو جمال کے محبوب ہونے مین کسی طرح کا انکار ہی اب اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ خدا ے تعالے صاحب جمال ہی تو ظاہر ہی کہ جس شخص پر اُسکا جمال و جلال کھلجاوے اُسکے نزدیک بیشک وہ محبوب ہوگا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ جو تھا سبب محبت کا خود حسن و جمال ہی یہان معنی حسن و جمال کا بیان ضروری ہی واضح ہو کہ جو لوگ خیالات اور محسوسات کے محبس مین قید ہین وہ اکثر یہی جانتے ہین کہ حسن و جمال اسی کا نام ہی کہ پیدائش متناسب اور شکل درست رنگ عمدہ سفید و سُرخ قد کشیدہ وغیرہ باتین ہون جنسے کہ وصف سراپاے انسان کیا کرتے ہین اسوجہ سے کہ حسن غالب خلق پر وہی ہی جو آنکھون سے نظر آوے اُنکا التفات اکثر شخصون کی صورتون پر ہوتا ہی اسی لیے گمان کرتے ہین کہ جو چیز نہ نظر آوے نہ شکل رکھے نہ خیال مین سماے نہ رنگ ڈھنگ ہو اسکا حسن ممکن نہین اور جب حسن ممکن نہوا تو اُسکے ادراک مین لذت بھی نہوگی اسی لیے محبوب بھی نہوگی اور یہ اُنکی بڑی غلطی ہی اسلیے کہ حسن منحصر آنکھ کے محسوسات اور تناسب پیدائش اور سفیدی و سُرخی رنگ پر نہین مثلاً ہم کہتے ہین کہ یہ نوشت حسین ہی اور یہ آواز اچھی ہی اور یہ گھوڑا حسین ہی بلکہ یہ بھی کہتے ہین کہ یہ کپڑا اور یہ برتن اچھا ہی پس اگر حسن کے معنی صورتون ہی مین منحصر رکھے جاوین تو پھر آواز اور خط کے حسن کے کیا معنے ہونگے کیونکہ یہ تو ظاہر ہی کہ آنکھ کو اچھے خط سے لذت ہوتی ہی اور کان کو نغمات عمدہ سے اور جتنے مدرکات حواس کے ہین وہ سب یا اچھے ہین یا بُرے پس وہ معنی حسن کے کونسے ہین جسمین یہ سب اشیا مشترک ہین اُنکو بیان کرنا ضروری ہی اور یہ بحث طویل ہی علم معاملہ کے شایان نہین کہ اسمین طوالت دیجاوے البتہ تصریح حق کیے دیتے ہین کہ ہر ایک شے کا جمال اور حسن اس امر سے ہوتا ہی کہ جسقدر کمال اُسکے لائق اور ممکن ہو وہ اُسمین آجاوے تو جب سب کمالات ممکن اسمین جمع ہو جاوین تو وہ شے نہایت حسن مین ہوگی اور اگر بعض کمالات ہونگے تو حسن و جمال بھی اُنھین کی نسبت پر ہوگا مثلاً گھوڑا حسین وہ ہی جو جتنی باتین خوبی کی گھوڑے مین ہونی چاہیین سب رکھتا ہو یعنی صورت و شکل اور رنگ ڈھنگ خوش رفتاری خوش لگامی دوڑ دھوپ وغیرہ سب اُسمین ہون اور عمدہ خط وہ ہی جسمین خوشنویسی کے متعلق سب امور پائے جاوین مثلاً متناسب ہونا حروف کا اور مقابلہ کششون کا اور راستی نشست اور درستی کرسی اور خوبی دوائر وغیرہ۔ اور ہر چیز کے لیے ایک کمال ہی جو اُسکے لائق ہی دوسری چیز مین بعض اوقات اُس کمال کے ضد شایان ہوا کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ حسن ہر چیز کا اُسی کمال مین ہوگا جو اُسکے شایان ہی مثلاً جن باتون سے گھوڑے کو اچھا کہتے ہین اُنسے آدمی کو اچھا نہ کہینگے اور جن امور سے خط عمدہ کہلاویگا اُنسے گھوڑا عمدہ نہ کہلاویگا اور جنسے برتن اچھے ہونگے اُنسے کپڑے اچھے نہونگے اسی طرح سب چیزون کو جاننا چاہیے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ چیزین گو سب کی سب آنکھ سے محسوس نہین ہوتین مثل آواز اور ذائقہ کی اشیا کے مگر آخر کسی نہ کسی حس ہی سے مدرک ہوتی ہین تو محسوسات مین داخل رہین اور حُسن و جمال محسوسات سے تو انکار نہین نہ اس سے انکار کہ محسوسات کے ادراک سے لذت نہین ہوتی بلکہ انکار حسن و جمال کا ایسی اشیا مین ہی جو حواس سے مدرک نہون تو اسکا جواب یہ ہی کہ حُسن و جمال منحصر محسوسات ہی مین نہین غیر محسوسات مین بھی حسن و جمال موجود ہی مثلاً کہتے ہین کہ یہ خلق حسن ہی اور یہ علم اچھا ہی اور یہ خصلت عمدہ ہی اور یہ اخلاق جمیلہ ہین اور اُنسے مراد علم اور عقل اور عفت اور شجاعت اور تقوے اور کرم اور مروت اور سب عادات خیر ہوتی ہین انہین سے کوئی بھی ایسی نہین جو حواس خمسہ سے مدرک ہو بلکہ یہ اشیاء نور بصیرت باطنی سے دریافت ہوتی ہین اور یہ سب کی سب محبوب ہین جو شخص ان صفات سے متصف ہو وہ بھی طبعاً محبوب ہوتا ہی اُس شخص کے نزدیک جو اُسکے صفات سے واقف ہو مثلاً دیکھو طبیعت مین یہ امر سرشتی ہی کہ انبیاء علیہم السلام سے محبت کرین اور صحابہ رضؓ کو محبوب جانین حالانکہ اُنہین سے کسیکو نہین دیکھا

اسی طرح محبت ائمہ مذہب کی مثل امام ابوحنیفہ رح و امام شافعی رح و امام مالک رح وغیرہم کے ہی یہان تک کہ آدمی کبھی اپنے امام کی محبت
عشق سے زیادہ کرتا ہی اور اسی محبت کے باعث اپنا تمام مال اپنے مذہب کی مدد اور حفاظت مین خرچ کر ڈالتا ہی اور جو شخص اُسکے
امام پر کچھ طعن کرے اُسکو مارنے مرنے پر مستعد ہو جاتا ہی ارباب مذاہب مین نصرت مذہب کے لیے بہت کشت و خون ہو چکے ہین
اور ہمکو معلوم نہین کہ جو شخص مثلاً امام شافعی رح سے محبت کرتا ہی وہ کیون کرتا ہی اُنکی صورت تو اُسنے کبھی دیکھی ہی نہین اور اگر بالفرض
صورت دیکھتا ہی تو کچھ صورت ظاہری کے سبب سے نہین وہ تو خاک ہو گئی اور مٹی مین ملگئی بلکہ صورت باطنی کی جہت سے ہی یعنی صفات
دینی مثل تقوے اور کثرت علم اور واقف ہونا طریق دین پر اور ہمت کرنی علم شرع کی تعلیم پر اور عالم مین منتشر کرنا خیرات وغیرہ کا اور
یہ باتین ایسی ہین کہ اُنکا جمال بدون نور بصیرت کے معلوم نہین ہو سکتا حواس انکے ادراک سے قاصر ہین اسی طرح جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رض
سے محبت رکھتا ہی اور اُنکو اور اصحاب سے فضیلت دیتا ہی یا حضرت علی رض سے محبت رکھتا ہی اور اُنکو افضل سمجھتا ہی اور اُنکے باب مین تعصب کرتا ہی تو اُنکو
صرف امور باطنی کے لحاظ سے محبوب جانتا ہی یعنے علم اور دین اور تقوی اور شجاعت اور کرم وغیرہ کی جہت سے کیونکہ یہ تو ظاہر ہی کہ مثلاً جو شخص حضرت
صدیق اکبر رض سے محبت رکھتا ہی وہ اُنکے گوشت و پوست اور ہاتھ اور پانون اور استخوان و شکل کے باعث محبت نہین کرتا کیونکہ یہ چیزین تو سب متبدل
اور زائل ہو گئین باقی وہی ہین جنسے کہ صدیق تصدیق کہلاتے تھے یعنے صفات محمودہ جو عادات حسنہ کی مصادر تھین پس محبت بھی انہین
صفات کے باقی رہنے سے باقی ہی گو صورتین نہین رہین اور اُن صفات کا مآل صرف دو چیزون علم اور قدرت پر رجوع کرتا ہی کہ آپ نے
حقائق امور کو جانا اور اس بات پر قادر ہوے کہ اپنے نفس کے شہوات کو دبا کر اُسکو متحمل اُن اوصاف کا کیا اسی علم و قدرت سے سب
عادات نیک متفرع ہوتی ہین اور یہ دونون حس سے محسوس نہین ہوتین اور ان دونون کا محل تمام جسم مین سے ایک جزو لا یتجزی
ہی جو واقع مین محبوب ہی اور راز اسکا کہ اس جزو لا یتجزی کی کوئی صورت او شکل اور رنگ نہین جو آنکھ کو سوجھے اور سوجھنے کی جہت سے
محبوب قرار دیا جاوے تو ضرور ہی کہ اُسکی محبت بدون ذریعہ حس کے ہو اس سے معلوم ہوا کہ سیر و عادات مین جمال موجود ہی اور اگر سیرت
جمیلہ بدون علم اور بصیرت کے صادر ہوتی تو موجب محبت نہ تھی حاصل یہ کہ محبوب مصدر سیرت ہی اور وہ اخلاق حمیدہ اور فضائل شریفہ
ہین اور ان سب کا مآل کمال علم و قدرت کی طرف رجوع کرتا ہی اور یہ طبعاً محبوب ہی اور حواس سے مدرک نہین یہان تک کہ لڑکا جو اپنی طبیعت پر
چھوٹا ہوا ہو اگر ہم اُسکے نزدیک کسی غائب یا حاضر یا زندہ یا مردہ کو محبوب کرنا چاہین تو اسکی راہ ہمارے پاس اور کوئی نہین بجز اسکے کہ اُس شخص
کے وصف مین مبالغہ کیا جاوے اور اُسکی شجاعت و کرم اور علم اور تمام عمدہ خصلتین اُسکے سامنے طول کے ساتھ بیان کیجا دین جب اُنکا
اعتقاد اُسکو ہو جاویگا تو بے اختیار محبت کرنے لگیگا اُس سے نہو سکیگا کہ محبت نہ کرے دیکھو صحابہ رض کی محبت اور ابوجہل اور شیطان ملعون کا
بغض دل مین لوگون کے اسی طرح جمے ہین کہ صحابہ رض کی بھلائیان اور ان دونون مردودون کی برائیان بہت طول طویل سنی ہین اور یہ محاسن
اور برائیان وہی ہین جو حواس سے معلوم نہین ہوتین بلکہ لوگون نے جب حاتم کی تعریف سخاوت کی کی اور حضرت خالد رض کو شجاعت سے
موصوف کیا تو دلون مین اُنکی محبت خواہی نخواہی ہو گئی یہ محبت نہ تو صورت ظاہری کی طرف دیکھنے سے نہ کچھ محب کو فائدہ پہونچنے کی جہت سے
بلکہ جب کسی بادشاہ کی سیرت اور عدل اور احسان کی اور صدقہ اور خیرات کرنے کی بیان کیا جاوے تو گو وہ اتنا دور ہو کہ محبون تک
اُسکے احسان کا آنا بعد مسافت کی جہت سے نہو سکتا ہو مگر تاہم اُسکی محبت لوگون کی دلون مین ہو جاتی ہی اس سے معلوم ہوا کہ محبت مین
یہ کچھ ضرور نہین کہ محبت والے پر خاص کچھ احسان ہوا ہو بلکہ محسن اپنی ذات سے محبوب ہوتا ہی اگرچہ احسان اُسکا محب تک کبھی نہ پہونچے
اسلیے کہ ہر ایک حسن و جمال محبوب ہی اور صورتین دو قسم کی ہین ظاہری اور باطنی اور حسن و جمال دونون مین ہوا کرتا ہی اور ظاہری صورتین
تو ظاہر کی آنکھ سے معلوم ہوتی ہین اور باطن کی صورتین بصیرت باطنی سے تو جسکو بصیرت باطنی ہی نہ ملی ہوگی وہ نہ باطن کی صورتین

دیکھے نہ اُنسے لذت پاوے نہ محبت و میل رکھے اور جسکی بصیرت باطنی حواس ظاہری کی نسبت کر غالب ہو وہ معانی باطنی ہی کو بہ نسبت معانی ظاہری کے زیادہ محبوب جانیگا پس اگر ایک شخص کسی نقش دیوار سے جمال ظاہر کے باعث محبت کرے اور دوسرا شخص کسی نبی سے جمال باطنی کے باعث محبت رکھے ان دونون مین زمین و آسمان کا فرق ہی پانچوان سبب محبت کا مناسبت خفیہ ہی جو محب اور محبوب مین ہوتی ہی اکثر ایسا ہوتا ہی کہ دو آدمیون مین محبت مستحکم ہو جاتی ہی نہ کسی جمال یا فائدے کی جہت سے بلکہ مجرد روحون کے تناسب کے چنانچہ حدیث شریف مین ارشاد فرمایا فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف اور اس امر کو ہمنے کتاب آداب صحبت مین جس جگہ کہ حُب فی اللہ کا ذکر ہی محقق بیان کیا ہی وہان دیکھ لینا چاہیے کہ یہ عجائب اسباب محبت مین سے ہی اس سب بیان سے معلوم ہوا کہ اقسام محبت کے پانچ سبب ہوتے ہین اول انسان کی محبت اپنے وجود کے کمال اور بقا کی دوم محبت اپنے محسن کی ایسی چیزون مین جنسے اپنے وجود کا دوام پایا جاوے اور بقاے وجود اور مہلکات کے دور کرنے کی اعانت ملے تیسرے محبت ایسے شخص کی جو بذات خود لوگون سے سلوک کرے گو محب کے ساتھ سلوک نہ کرے چوتھے محبت ایسی چیز کی جو بذات خود جمال والی ہو خواہ وہ صورت ظاہری ہو یا باطنی پانچوین ایسے شخص سے محبت کہ اُسمین اور محب مین پوشیدہ مناسبت باطن مین ہو پس اگر یہ اسباب ایک ہی شخص مین جمع ہو جاوین تو بلاشک محبت دوبالا ہوگی مثلاً اگر کسی شخص کے کوئی لڑکا خوبصورت خوش خلق علم مین یکتا سیرت مین اچھا لوگون سے سلوک کرنے والا اور باپ کا خدمت گزار ہو تو ظاہر ہی کہ باپ کو ایسے شخص سے نہایت درجے کی محبت ہوگی اور محبت کی قوت ان اسباب کے جمع ہونے پر اُسی قدر زیادہ ہونی چاہیے جسقدر کہ یہ عادتین فی نفسہا قوی ہون پس اگر یہ صفات کسی شخص مین بدرجہ کمال ہون تو محبت بھی اعلےٰ درجے کی ہوگی **تیسرا بیان** اس امر مین کہ مستحق محبت صرف خدا ے پاک کی ذات ہی واضح ہو کہ ان اسباب مذکورہ بیان سابق کا کامل ہونا اور جمع ہونا خداوند جل جلالہ کی ذات کے سوا اور کسی مین نہین ہو سکتا اسی لیے واقع مین مستحق محبت بھی سوا اُسکی ذات پاک کے اور کوئی نہین اور جو کوئی غیر خدا سے محبت کرے اور خدا کی طرف اُسکا لگاؤ نہ کرے تو اپنی جہالت اور قصور معرفت الٰہی سے ہی اور یہ کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عمدہ ہی اس وجہ سے کہ وہ عین محبت الٰہی ہی اور اسی طرح محبت علما اور اتقیا کو تصور کرنا چاہیے اسلیے کہ محبوب کا محبوب اور اُسکا رسول اور اُسکا محب سب محبوب ہوتے ہین اور سب کا مآل اصل ہی کی محبت کی طرف رجوع کرتا ہی اُسکے غیر کی طرف تجاوز نہین کرتا پس واقع مین اہل بصیرت کے نزدیک سواے خدا ے تعالے کے اور کوئی محبوب نہین اور نہ کوئی مستحق محبت ہی اسکی تشریح یہ ہی کہ جو اسباب پانچون ہمنے ذکر کیے ہین اُنکی طرف رجوع کرین اور ثابت کر دین کہ وے سب کے سب خدا ے تعالے مین جمع ہین اور غیر اللہ مین اکٹھے نہین پائے جاتے ایک یا دو پائے جاتے ہین اور خدا ے تعالی مین اُنکا ہونا حقیقۃً ہی اور دوسرے مین مجازاً بلکہ وہم و تخیل ہی ہی کہ اُسکی کچھ حقیقت نہین اور جب یہ امر ثابت ہو جاویگا تو اہل بصیرت پر کھل جاویگا کہ جو بات کم عقلون اور ضعیف دل لوگون نے خیال کر رکھی کہ واقع مین محبت الٰہی محال ہی یہ امر بالکل خلاف ہی بلکہ تحقیق اس امر کی مقتضی ہی کہ سواے خدا ے تعالی کے اور کسی سے محبت نہ کیجاوے اب سبب اول پر غور کرو کہ انسان اپنے نفس کو محبوب جانتا ہی اور اُسکا دوام و کمال و بقا چاہتا ہی اور ہلاک اور نیستی اور نقصان اور موانع کمال سے بغض رکھتا ہی یہ باتین ہر ایک زندہ کی سرشت مین داخل ہین اور ممکن نہین کہ کوئی اُنسے خالی ہو یہی باتین مقتضی نہایت محبت الٰہی کی ہین اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کو اور اپنے رب کو پہچانتا ہی وہ یقیناً جانتا ہی کہ اُسکا وجود بھی اُسکی طرف سے نہین بلکہ اُسکی ذات کا وجود اور دوام اور کمال اللہ کی طرف سے اور اُسی کے باعث ہی تو وہی وجود کا موجد اور وہی اُسکا باقی رکھنے والا ہی اور وہی صفات کمال پیدا کرکے اُسکو کامل کرتا ہی کمال کی طرف پہونچنے کے اسباب کو پیدا کرتا ہی پھر ہدایت استعمال

اسباب کی پیدا کرتا ہو ورنہ بندہ اپنی ذات کی رو سے کچھ وجود نہیں رکھتا محض محو اور عدم ہو اگر خدا تعالے اپنے فضل سے موجود نہ کرے اور بعد وجود کے اگر اُسکا فضل شامل حال نہو تو ہلاک ہوجاوے اور اگر وہ اپنے کرم سے کامل نہ کرے تو ناقص رہے حاصل یہ کہ کوئی شی ایسی موجود نہیں جسکو اپنی ذات سے قیام ہو سوائے ذات خدا کے قیوم اور زندہ کے جو بذات خود قائم ہو اور اشیا اُسکے باعث قائم ہین پس اگر عارف اپنی ذات سے محبت رکھیگا تو ضرور ہو کہ اُس ذات سے محبت رکھے جس سے کہ اُسکا وجود ہوا ہو اور جس سے کہ اُسکے وجود کو دوام ہو بشرطیکہ اُسکو خالق اور موجد اور مخترع اور باقی رکھنے والا اور قائم بالذات اور دوسرون کا قائم رکھنے والا جانے اور اگر ایسی ذات سے محبت نہ رکھے تو اپنے نفس اور رب سے دونون سے جاہل ہو اسلیے کہ محبت ثمرۂ معرفت ہو جب معرفت نہوگی تو محبت نہوگی اور اگر معرفت ضعیف ہوگی تو محبت بھی ضعیف ہوگی اور اگر قوی ہوگی تو قوی ہوگی اسی واسطے حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے رب کو پہچانیگا وہ اُس سے محبت کریگا اور جو شخص دنیا کو پہچانیگا اُسمین زہد کریگا اور یہ کیسے خیال مین آسکتا ہو کہ آدمی اپنے نفس سے محبت کرے اور اپنے رب سے محبت نہ کرے جس سے کہ نفس کا قیام ہو اور ظاہر ہو کہ جو شخص کہ آفتاب کی دھوپ مین مبتلا ہو اور اُسکے بچاؤ کے لیے سایے کو محبوب جانے وہ بیشک درختون کو بھی محبوب جانیگا جنسے سایے کا قیام ہو اور ہر ایک موجود چیز کو خدا تعالی کی قدرت کی طرف ایسی ہی نسبت ہو جیسی سایے کو ہو درخت کی طرف اور نور کو ہو آفتاب کی طرف یعنے جس طرح نور کا وجود تابع آفتاب کا اور سایے کا وجود تابع درختون کا ہو اسی طرح کل موجودات کا وجود تابع اُسکے وجود کا ہو اور سب کچھ اُسی کے آثار قدرت مین سے ہو اور یہ مثال بھی اگر تامل کرو تو عوام کی فہم کے موافق درست ہو کہ اُنکو یہ خیال ہو کہ نور آفتاب کا اثر ہو اور اُسمین سے نکلتا ہو اور اُسی کے باعث موجود ہو حالانکہ یہ خیال غلط ہو اسلیے کہ اہل دل پر یہ بات آنکھ کے مشاہدے کی نسبت بھی زیادہ منکشف ہوچکی ہو کہ نور بھی قدرت آلہی سے حاصل ہوتا ہو یعنے جس طرح کہ آفتاب اور اُسکی شکل وصورت خدا کی قدرت سے بنی ہو اسی طرح جب آفتاب اجسام کثیف کے مقابل ہوتا ہو اُسکا نور بھی اُسیکی قدرت سے اختراع وایجاد پاتا ہو مگر چونکہ غرض مثالون سے سمجھانا مطلب کا ہو اسی لیے نفس حقیقت مطلوب نہین غرض کہ اگر انسان کو اپنے نفس سے محبت ضروری ہو تو اُس ذات سے بھی اُسکی محبت ضروری ہونی چاہیے جسکے باعث اول تو اُسکے نفس کو قیام ہو اور پھر اُسکی اصل اور صفات اور ظاہر و باطن اور جواہر و اعراض کا دوام اُسی سے ہو بشرطیکہ اس امر کو اسی طرح جان لے اور کوئی شخص اس محبت سے خالی نہوگا بجز ایسے شخص کے کہ اپنے نفس و شہوات مین مشغول ہو کر اپنے خالق اور رب سے غافل ہو اور اُسکو جیسا چاہیے ویسا نجانے اور اپنی نظر کو شہوات اور محسوسات ہی پر مقصور کرے یعنے نظر صرف عالم شہادت ہی پر رکھے جسمین بہائم بھی اُسکے شریک ہین کہ وہی لذت اور تنعم اُنکو بھی میسر ہو اور عالم ملکوت سے قطع نظر کرے جس مین وہی پہونچ سکتا ہو جسکو کچھ مناسبت فرشتون سے ہو اور اُسکی نظر اُس عالم مین اُسی قدر ہوگی جسقدر کہ اُسکو صفات مین فرشتون سے قرب ہوگا اور جسقدر کہ پستی عالم بہائم مین نازل ہوگا اُسی قدر اُس عالم مین اُسکی سیر کم ہوگی اب دوسرا سبب لیجیے ایسے شخص سے محبت کرنی جو اپنے ساتھ مال سے سلوک کرے اور کلام مین نرمی برتے اور ہر ایک طرح سے اُسکی اعانت کرے اور دشمنون کے قلع و قمع کرنے مین اور بدون کی بدی دور کرنے مین مدد کرے اور تمام اُسکی غرضون مین خواہ متعلق خود اُسکے نفس کے ہون یا اولاد و اقارب کے سب مین ذریعہ حصول کا ہو تو ظاہر ہو کہ ایسا شخص خواہ مخواہ محبوب ہوگا اور یہ سبب بھی مقتضی اسی امر کا ہو کہ خدا تعالے کے سوا اور کسی سے محبت نہ کیجاوے اسلیے کہ اگر خدا تعالے کو جیسا حق اُسکے پہچاننے کا ہو ویسا پہچانیے تو جانیے گا کہ احسان کرنے والا صرف وہی ہو ہماری غرض یہان یہ نہین کہ اُسکے احسان جو ہر ایک بندے پر ہین اُنکے

شمار کرین اسلیے کہ وہ توحیطۂ شمار سے باہر ہین جیسا خود ارشاد فرماتا ہو وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا اور اسکی طرف مختصر ہم باب الشکر مین
اشارہ بھی کر آئے ہین بلکہ یہان اسی قدر لکھتے ہین کہ احسان آدمی کی طرف سے غیر ممکن ہو اگر آدمی کو محسن کہین تو صرف مجازاً ہو سکتا ہو
واقع مین محسن خداے تعالے ہی ہو اسکے لیے فرض کرو کہ کسی شخص نے تمکو اپنے تمام خزانے دیدا سلے اور اُنپر بالکل اختیار دیدیا کہ جسطرح
چاہو انکو خرچ کرو تو تمکو یہ گمان ہوگا کہ یہ احسان تمھارے ساتھ اُس شخص کی طرف سے ہوا حالانکہ یہ غلط ہو اسلیے کہ اُسکے احسان مین کئی
باتین ہین اول خود اُس شخص کا ہونا دوم اُسکے مال کا ہونا سوم مال پر قادر ہونا چہارم ارادہ مال کے حوالہ کرنے کا خاص تمکو اب ہم کہتے ہین کہ اُس شخص کو
کسنے پیدا کیا اور اُسکے مال کو کسنے پیدا کیا اور اُسکی قدرت اور ارادہ کو کسنے پیدا کیا اور تمھاری طرف اُسکی محبت اور توجہ کسنے کی اور اُسکے
دل مین یہ کسنے ڈالدیا کہ تمھارے ساتھ سلوک کرنے مین اُسکا کچھ نفع دینی یا دنیاوی ہو اگر یہ سب باتین نہوتین تو وہ تمکو ایک خرمہرہ
بھی نہ دیتا اگر جب اللہ تعالے نے تمام لوازم پیدا فرما دیے اور اُسکے دل مین جما دیا کہ اُسکا نفع دینی یا دنیوی تمھارے حوالہ کرنے مین ہو
تو وہ بیچارہ حوالہ کرنے مین مجبور و بے بس ہو اُسکے خلاف کر ہی نہین سکتا اس صورت مین محسن اُسی ذات کو جاننا چاہیے جسنے اُس
شخص کو تمھارے لیے مضطر اور مسخر کیا اور اُسکے اوپر تمام لوازم کو مسلط کیا جنسے فعل احسان ہونے کو ہوا آن ایک بات رہی کہ
مال کا اُس شخص کے قبضے مین ہونا اس بات پر اشارہ کرتا ہو کہ شاید محسن وہی ہو تو اُسکو یون جاننا چاہیے کہ وہ شخص جو دیتا ہو
صرف واسطہ ہو خداے تعالے کے احسان کا یعنی خداے تعالی نے تمکو مال اسواسطے دیا کہ وہ تم تک پہونچادے پھر وہ دے نہین تو کیا کرے
اُسکا حال مثل پرنالہ کے سمجھنا چاہیے کہ وہ پانی کے بہنے مین مجبور ہو پس اگر تم اُسکو محسن جانو اور خود اُسکا شکریہ کرو نہ اس جہت سے کہ وہ واسطہ ہو
تو بیشک نفس الامر سے تم ناواقف ہو کیونکہ انسان جب احسان کرتا ہو تو اپنے نفس ہی پر کرتا ہو اور کسی مخلوق پر اُسکا احسان کرنا محال ہو
اسلیے کہ آدمی جو مال خرچ کرتا ہو تو اُسکا عوض پہلے تاک لیتا ہو یا تو آخرت مین اگر ثواب منظور ہو یا دنیا مین اگر منت یا دوسرے کا مسخر کرنا
یا تعریف اور شہرت سخاوت یا آوازۂ نام نیک یا لوگون کے دلون کو اپنی طاعت و محبت کی طرف کھینچنا مقصود ہو اور جس طرح کہ آدمی اپنا
مال دریا مین نہین ڈالتا اسوجہ سے کہ اُسمین کوئی غرض نہین اسی طرح کسی آدمی کے ہاتھ مین بھی بے غرض نہین ڈالتا اور وہی غرض اُسکی مراد و مقصود
ہوا کرتی ہو پس اب تمکو جو مال دیا ہو تو تم مقصود نہین ہو بلکہ تمھارا اُس مال کو لے لینا اُس شخص کی غرض حاصل ہونے کا وسیلہ ہو
وہ غرض خواہ ذکر دنیا ہو یا شکر و ثواب تو اُسنے تمکو مال پر قابض کر دینے سے ذریعہ اپنے نفس کی غرض حاصل ہونے کا کیا تو اس
صورت مین وہ اپنے نفس ہی کا محسن ہو اور مال کے بدلے مین جو چیز اُسکے نزدیک عمدہ ہو اُسکو لیا چاہتا ہو اگر اُس عوض کو اُسکے
عندیے مین ترجیح نہوتی تو تمھارے لیے اپنا مال ہرگز نچھوڑتا بہرحال وہ شخص مستحق شکر و محبت کا نہین دو وجہ سے اول تو یہ کہ
خداے تعالے نے تمام لوازم دینی کے اُسپر مسلط کر دیے اُسکو اُنکا خلاف کرنے کی مجال نہین اُسکا حال مثل بادشاہی خزانچی کے
ہو کہ اگر بحکم بادشاہ وہ کسیکو خلعت دیدے تو اُسپر اپنا احسان کچھ نہین سمجھتا اسلیے کہ اُسکو حکم بادشاہی کی تعمیل پر ضرور ہو تاب
مخالفت ہرگز نہین اگر بادشاہ اُسکو اُسکی طبیعت پر چھوڑ دے تو ہرگز نہ دے اسی طرح اگر خداوند کریم محسن کو اُسکی طبیعت پر چھوڑ دے
تو وہ بھی کسیکو کوڑی نہ دے مگر اُسنے اول اُسکے دل مین لوازم اور بواعث دینے کے مسلط کیے اور پھر یہ دل مین ڈالا کہ اُسکا فائدہ
دینی یا دنیاوی مال کے دینے مین ہو تو اسلیے وہ مال دیتا ہو دوسری وجہ یہ کہ جو کچھ یہ دیتا ہو اُسکی نسبت کر جو کچھ اُسکے نزدیک عمدہ
چیز ہو بدلے مین لیتا ہو تو جیسے بائع کو نہین کہتے کہ یہ محسن ہو ویسے ہی دینے والے کو محسن نہ کہنا چاہیے اسلیے کہ بائع اپنی چیز
جبھی دیتا ہو جب اُسکا بدلہ خاطرخواہ لے لیتا ہو اور دینے والا بھی مال کے عوض ثواب یا حمد و ثنا یا اور کوئی عوض سمجھ لیتا ہو تو مال
دیتا ہو اور عوض مین یہ شرط نہین کہ وہ کوئی چیز محسوس از قسم مال ہو بلکہ لذائذ اور فوائد ایسے عوض ہین کہ انکے سامنے مال کی کچھ

حقیقت نہین حاصل یہ کہ احسان جود کی صورت مین ہوتا ہو یعنے مال کا ایسی طرح دینا کہ دینے والے کو نہ کوئی عوض منظور ہو نہ کچھ
فائدہ اور جود سواے خداوند کریم کے اور شخص سے سرزد ہونی محال ہو البتہ اُسکا احسان و انعام خاص پر خاص خلق کے نفع
کے لیے ہو خداے تعالے کا فائدہ اُسمین کچھ نہین نہ کوئی غرض اُسکی متعلق ہو اس صورت مین غیر کے اوپر جود و احسان کا بولنا
یا جھوٹ ہو یا مجاز دوسرے مین جود و احسان محال و ممتنع ہو جیسے سیاہی اور سفیدی کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہو خداوند کریم
ہی جود اور احسان اور فضل و منت مین یگانہ ہو پس اگر طبیعت مین محبت محسن کی ہوا کرتی ہو تو عارف کو چاہیے کہ سواے
خداے تعالے کے اور کسی سے محبت نہ کرے اسواسطے کہ احسان دوسرے سے ہونا محال ہو صاحب احسان صرف خدا کی
ذات ہو تو وہی مستحق اس محبت کا بھی ہو دوسرا شخص جو احسان پر مستحق محبت ہوگا تو ایسی طرح ہوسکتا ہو کہ محبت کرنے والا احسان
کے معنے اور حقیقت نہ جانتا ہو - اور تیسرا سبب یعنے انسان کا محبت کرنا خود محسن سے گو اُسکا احسان اپنے اوپر نہو بھی طبیعتون
مین موجود ہو مثلاً اگر کسی بادشاہ کی خبر تمکو پہونچے کہ وہ عابد اور عادل اور عالم رحیم دل لوگون پر مہربان اور سب سے
تواضع پیش آتا ہو اور تمسے وہ بہت دور ہو اور دوسرے بادشاہ کی خبر پہونچے کہ وہ ظالم اور متکبر اور فاسق شریر لوگون کی
ہتک کرنے والا ہو اور وہ بھی دور ہو تو تمکو اپنے دل مین ان دونون مین فرق معلوم ہوگا کہ اول کی طرف دل کا میل پاؤگے
اور دوسرے سے نفرت یعنے اول سے محبت معلوم ہوگی اور دوسرے سے بغض باوجودیکہ اول کی خیر اور دوسرے کی شر
تم تک پہونچنے اور تمہارے اُنکے ملکون مین جانے کی توقع نہین تو یہ محبت محسن کی صرف اس لحاظ سے ہو کہ وہ محسن ہو
نہ اس جہت سے کہ تمکو بھی کچھ دیتا ہو یہ سبب بھی مقتضی خداے تعالے کی محبت کا ہو بلکہ اس امر کو چاہتا ہو کہ سواے اُسکے اور
کسی سے محبت نہ کیجاوے مگر اسی شرط پر کہ کسی سبب سے اُسکو لگاو خداے تعالے کی طرف ہو اسلیے کہ سب کا محسن اور تمام
اقسام خلق پر تفضل و انعام کرنے والا وہی ہو کہ اول اُنکو ایجاد کیا اور پھر اُنکے اعضا کامل بنائے اور اسباب ضروری مہیا کیے
پھر اُنکی آسائش کے لیے ایسے اسباب کو پیدا فرمایا جنمین حاجات کا شائبہ تھا گو وہ ضرورت کے شائبہ مین نہ تھے پھر اور زوائد
سے زینت دی جو نہ ضرورت مین داخل تھے نہ حاجت مین اعضاے ضروری سر اور دل اور جگر ہین اور حاجت کے اعضا
آنکھ اور ہاتھ اور پانون ہین اور زوائد جیسے ابرو کا کمان کی شکل ہونا اور سرخی لب اور آنکھون کا بادامی ہونا وغیرہ کہ انسے
کوئی حاجت متعلق نہین صرف زینت مقصود ہو اور نعمت ضروری خارج از بدن انسان پانی اور غذا ہو اور حاجت کی مثال
دوا اور گوشت اور میوے ہین اور زوائد کی مثال درختون کی سبزی اور کلیون اور پھولون کی رنگا رنگی اور لذیذ میوون اور
غذاؤن کی کہ جنکے نہونے سے کوئی ضرورت اور حاجت انسانی زائل نہین ہوتی اور یہ تینون اقسام کی نعمتین ہر حیوان کے لیے
موجود ہین بلکہ ہر ایک نبات کے لیے بلکہ تمام اصناف خلق کے لیے عرش سے لیکر فرش تک یہ نعمتین پائی جاتی ہین اس سے
معلوم ہوا کہ محسن وہی ہو دوسرا شخص محسن کس طرح ہوسکتا ہو اگر کسی نے احسان کیا تو وہ بھی اُسی کی قدرت کی حسنات مین
ایک حسنہ ہو کہ وہی خالق حسن کا ہو اور نیز محسن اور احسان اور اسباب احسان کا غرض کہ اس سبب سے بھی غیر سے محبت کرنی محض
جہالت ہو اور جو شخص اس بات کو جانیگا اس علت کے باعث بھی سواے خداے تعالے کے اور سے محبت نہ کریگا اور چوتھا سبب
یعنے جمال الٰہی (ذاتی) کے باعث محبت ہوتا ہو سواے جمال کے اور کوئی فائدہ محبت والے کو اس سے نہین جیسا کہ مشہور ہو شعر
گفت خاموش ہر آنکس کہ جمالے دارد ہر کجا پاے نہد [illegible] پیش اسکو ہم بیان ہی کرچکے کہ یہ بات بھی طبیعتون
کی سرشت مین داخل ہو اور جمال کی دو قسمین ہین ایک ظاہری جو سر کی آنکھ سے سوجھتا ہو اور ایک باطنی جو دل کی آنکھ اور نور بصیرت سے

معلوم ہوتا ہی اور جمال اول کو لڑکے اور بہائم سب دیکھتے ہین اور دوسرے کے ادراک کے لیے اہل دل مخصوص ہین اور جو لوگ
کہ صرف ظاہری زندگی دنیاوی ہی کو جانتے ہین وہ اُسکے شریک نہین اور جو جمال ہی وہ مدرک کے نزدیک محبوب ہوتا ہی پس
اگر وہ دل سے مدرک ہو تو محبوب دلی ہوگا اور اُسکی مثال انبیا او علما او مکارم اخلاق والون کی محبت ہی کہ یہ محبت تو ہوتی ہی
مگر چہرہ ان محبوبون کا اور دوسرے اعضا غائب ہین اور صورت باطنی کے حسن سے مراد یہی ہی اور حس اس صورت کو ادراک
نہین کرتی ہان جو آثار کہ اس صورت باطنی سے صادر ہوتے ہین اور اُسپر دال ہوتے ہین اُنکو ادراک کرتی ہی یہان تک کہ جب
دلالت قلب کی اُسپر ہوتی ہی تو قلب اُسکی طرف میل و محبت کرتا ہی مثلاً اگر کوئی محبت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یا صدیق اکبر
یا امام شافعی رح سے کرتا ہی تو یہی وجہ ہی کہ کوئی امر اُنکا اسکو اچھا معلوم ہوا ہی اور یہ بات نہ اُنکے حسن صورت سے ہی نہ حسن
افعال سے بلکہ حسن افعال اس بات پر دال ہین کہ جو صفات کہ مصدر ان افعال کے ہین اور افعال انھین سے صادر ہوا کرتے ہین
وہ اچھے ہین جیسے کوئی شخص مصنف کی تصنیف کی خوبی یا کسی شاعر کے شعر کا حسن بلکہ کسی نقاش یا معمار کے نقش دیناکی عمدگی
دیکھے تو اسکو ان افعال سے اُنکی صفات جمیلہ باطنی منکشف ہونگے جنکا حاصل انجام کو علم و قدرت کی طرف رجوع کرتا ہی
پھر جسقدر کہ معلوم اشرف اور جمال مین کامل تر اور اعظم ہوگا اُسی قدر علم بھی اشرف اور اجل ہوگا اور جسقدر قدرت کی چیز رتبہ
اور منزلت مین بڑی ہوگی اُسی قدر قدرت بھی رتبہ اور قدر مین اشرف اور اجل ہوگی اور ظاہر ہی کہ سب معلومات مین بزرگ
خداے تعالے ہی تو ضرور ہی کہ علوم مین عمدہ تر اور اشرف خداے تعالے کی معرفت ہوگی ایسا ہی جو اسکے قریب اور مختص ہی
پس جسقدر کوئی چیز متعلق معرفت سے ہوگی اُسی قدر اُسکو شرف ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ صفات صدیقین کا جمال جنکو کہ
دل طبعاً چاہتے ہین تین امور کی طرف راجع ہی اول اُنکا علم اللہ تعالے اور فرشتون اور کتابون اور رسولون اور انبیا کی شریعتون پر
دوسرے خود اپنے نفسون اور اللہ کے بندون کی اصلاح کی قدرت کہ ارشاد و سیاست سے کرتے ہین تیسرے اُنکا پاک ہونا رذائل
اور خباثت اور شہوات غالبہ سے جو راہ خیر سے ہٹاتے ہین اور بدی کی طرف بُلاتے ہین اور انھین جیسی باتون کے باعث
انبیا اور علما اور خلفا اور وہ سلاطین جو اہل کرم اور صاحب عدل ہین لوگون کو محبوب ہین پس ان تینون امرون کو خداے
تعالے کی صفات کی بہ نسبت دیکھنا چاہیے علم کا حال تو یہ ہی کہ اگر تمام اولین اور آخرین کے علم کو اکٹھا کرو تو خداوند کریم کے علم
سے کچھ بھی نسبت نہین اُسکا علم تمام اشیا پر ایسا محیط ہی کہ جسکی صفت خود ارشاد فرماتا ہی لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات
ولا فی الارض اور تمام مخلوق کو ارشاد ہی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا بلکہ اگر تمام اہل زمین و آسمان جمع ہو کر دریافت کیا چاہین کہ
مثلاً چیونٹی اور بھڑ کے پیدا کرنے مین اُسنے کیا حکمت رکھی ہی تو اُسکے سوین حصے پر بھی واقف نہونگے اور نہ اسکے علم سے کچھ
آگاہ ہونگے بجز اُس مقدار کے جو اُسکو منظور ہوا اور جسقدر قلیل تمام خلائق کو معلوم ہی وہ بھی اُسی کی تعلیم سے ہی جیسا خود فرماتا ہی
خلق الانسان علمہ البیان پس اگر علم کا جمال اور شرف امر محبوب ہی اور بذات خود اپنے موصوف کے لیے زینت اور کمال ہی تو
اس نظر سے خداے تعالے کے سوا اور کوئی محبوب نہونا چاہیے اسلیے کہ علما کے علوم اسکے علم کے مقابل جہل ہین پس اگر کوئی شخص
اپنے زمانے کے عالم تر کو بھی جانے اور جاہل تر کو بھی تو نہین ہو سکتا کہ علم کے سبب سے اجہل کو تو محبوب جانے اور اعلم کو چھوڑ دے
گو اجہل بھی اپنی معیشت کا علم رکھتا ہو اور بندون کے علم اور خداے تعالے کے علم مین جو فرق ہی وہ اس سے زائد ہی جو ان
دونون شخصون کے علوم مین ہی اسواسطے کہ اعلم زمانہ اجہل پر جو زیادتی رکھتا ہی وہ علوم تناہی سے رکھتا ہی کہ ہو سکتا ہی کہ اگر اجہل
بھی محنت کرے تو اُنکو سیکھ لے اور زیادتی خداے تعالے کے علوم کی خلائق کے علوم پر بے انتہا ہی کیونکہ اسکی معلومات

بے نہایت ہین جنکی شان یہ ہے ع دو کونش یکے قطرہ در بحر علم ؛ اور خلق کے معلومات محدود ہین پس محدود اور لا انتہا مین کچھ بھی نسبت نہین - اور صفت قدرت کو دیکھو تو وہ بھی کمال ہے اور عاجزی نقصان کی چیز ہے اور ہر ایک کمال اور عظمت اور بہا اور غلبہ اور استیلا محبوب ہے اور اُسکا ادراک لذیذ یہان تک کہ انسان حکایتون مین شجاعت حضرت علی رض اور حضرت خالد رض اور اور شجاعون کی سُنکر اور اُنکی قدرت و استیلا اقران و امثال پر معلوم کرکے دل مین حرکت اور خوشی اور راحت ضرور ہی پاویگا صرف سننے کی لذت سے اسقدر خوشی ہوتی ہے دیکھنے کا تو کیا ذکر ہے اور یہ صفت کمال موجب محبت کی دل مین ہوتی ہے کہ جو کوئی شخص موصوف اس صفت سے ہو اُسکو محبوب جانے پس اب تمام خلق کی قدرت کو خداے تعالے کی قدرت کے مقابل کرنا چاہیے جو شخص قوت مین سب سے زیادہ ہو اور ملک بھی نہایت واسع رکھتا ہو اور شہوات کو سب سے زیادہ دباوے اور خباثت نفس کی بیخ کنی اوروں سے زیادہ بجالاوے اور خود اپنے نفس کی سیاست اور دوسرون کی سیاست کا بھی جامع ہو ایسے شخص کی قدرت انتہا درجہ کی یہ ہوا کرتی ہے کہ اپنے نفس کے بعض صفات پر آدمیون سے چند لوگون پر بعض امور مین قادر ہوا کرتا ہے اور باایہمہ اپنے نفس کے واسطے نہ موت کا مالک ہوتا ہے نہ حیات اور پھر اُٹھنے کا نہ کسی طرح کے ضرر اور فائدے کا بلکہ اپنی آنکھ کی حفاظت اندھے ہونے سے اور زبان کی گونگا ہونے سے اور کان کی بہرا ہونے سے اور بدن کی بیماری سے بھی نہین کرسکتا اور جتنی چیزین کہ اُسکے بس مین نہین اور اُسکا نفس اُس سے اپنے لیے اور غیر کے لیے عاجز ہے اُنکے شمار کی کچھ حاجت نہین یہ حال تو اُن اشیا مین ہے جو متعلق اُسکی قدرت کے ہین اور جو چیزین کہ اُسکی قدرت کے متعلق ہی نہین جیسے آسمانون کے ملکوت اور ستارے اور زمین اور اُسکے پہاڑ اور سمندر اور ہوائین اور بجلیان اور معدنیات اور نباتات اور حیوانات اور دیگر اجزا تو اُنکے ایک ذرہ پر بھی قادر نہین اور اپنے نفس پر اور غیر پر جو قدرت رکھتا ہے وہ بھی اُسکے نفس کی طرف سے نہین نہ اُسکے نفس کے ساتھ قائم بلکہ خداے تعالے اُسکا اور اُسکی قدرت و اسباب کا سب کا پیدا کرنے والا ہے جسنے اسکو قادر کر رکھا ہے اگر وہ ایک مچھڑ بڑے سے بڑے بادشاہ اور سب سے زبردست پر حیوانات مین سے مسلط کردے تو مچھڑ ہلاک کردے غرض کہ بندے کو قدرت بدون عنایت مولے کے نہین جیسا کہ خود روے زمین کے سب مین بڑے بادشاہ ذوالقرنین کے باب مین ارشاد فرماتا ہے انا مکنا لہ فی الارض اس سے معلوم ہوا کہ تمام ملک و سلطنت صرف خداے تعالے کے قادر کرنے سے اُنکو ملی تھی کہ ایک جزو پر زمین کے مالک کردیا اور زمین تمامہا تمام اجسام کی نسبت کر ایک ڈھیلا ہے اور جو ولایتین کہ جتنے آدمی بہرہ مند ہوتا ہے وہ سب ملکر اس ڈھیلے کی نسبت کر ایک کنکر ہین اور وہ بھی خداے تعالے کے فضل اور قدرت سے تصرف انسانی مین آتی ہے اس صورت مین محال ہے کہ کوئی بندہ بندگان الٰہی سے اس جہت سے محبوب جانا جاوے کہ وہ قدرت اور سیاست اور استیلا و تصرف اور کمال قوت رکھتا ہے اور خداے تعالے سے یہ محبت نہو حالانکہ حول و قوت اُسکے سوا کسیکو نہین وہی جبار و قہار اور دانا اور قادر ہے آسمان اُسکے اختیار مین ہین اور زمین اور اُسکی چیزین اُسکے قبضے مین تمام مخلوقات اُسی کے پنجۂ قدرت مین ہے اگر سب کے سب کو ہلاک کردے تو اُسکی سلطنت اور ملک مین سے کوئی ذرہ کم نہین ہوتا اور اگر اُن جیسے لاکھون پیدا کرے تو پیدایش سے عاجزی اور ماندگی اور اختراع مین کاہلی نہین آتی اس صورت مین جو قدرت اور قادر ہے وہ اُسی کے آثار قدرت مین سے ایک اثر ہے تو عظمت اور جلال اور کبریا اور قہر اور استیلا سب اُسی کو شایان ہے پس اگر ممکن ہو کہ محبت کسی سے کمال قدرت کی جہت سے کیجاوے تو ایسی محبت کا مستحق بھی سوا خداے تعالی قادر مطلق کے اور کوئی نہین ہوسکتا - اور صفت عیبون سے منزہ ہونے کی اور رذائل اور خباثت سے پاک ہونے کی جو موجبات محبت مین سے اور مقتضیات حسن و جمال مین سے ہے اور باطنی صورتون مین

ہوا کرتی ہی اگرچہ انبیا اور صدیقین بھی عیوب اور نقصانون سے بری تھے مگر کمال تنزہ اور تقدس بجز واحد قدوس ذی الجلال والاکرام کے اور کسی مین نہین پایا جاتا مخلوق ایسی کوئی نہین جسمین کوئی نقصان نہو بلکہ اگر دیکھو تو مخلوق ہونا اور عاجز اور مسخر اور مجبور ہونا عین نقصان ہی اس سے معلوم ہوا کہ کمال جسکا نام ہی وہ خداے واحد ہی کے لیے ہی غیر کو اُتنا ہی کمال ہی جتنا اُسنے عطا فرمایا اور یہ ہو نہین سکتا کہ دوسرے کو نتہاے کمال عنایت ہوا سیلیے کہ انتہاے کمال کا اقل درجہ یہ ہی کہ بندہ مسخر اور قائم بالغیر نہو اور یہ بات سوا خداے تعالے کی ذات کے اور مین ہونی محال ہی بس کمال کے درجات مین یکتا اور عیوب اور نقصانون سے مبرا اُسی کی ذات ہی اور بیان کرنا تقدس اور تنزہ کی وجہون کا خداے تعالے کے لیے بہت طویل ہی اور علوم مکاشفہ کے اسرار مین سے ہی اسیلیے ہم اسکو ذکر نہین کرتے خلاصہ یہ کہ اگر صفت تقدس اور تنزہ بھی کمال وجمال محبوب ہو تو اُسکی حقیقت بھی بجز خداے تعالے کے اور کسی کے لیے نہین ہی اور اگر کسی مین تنزہ ہی تو وہ اورون کی نسبت ہی مثلاً گھوڑا بہ نسبت گدھے کے کامل ہی اور انسان گھوڑے کی نسبت نقصان کم رکھتا ہی مگر چاہیے کہ کسی مین نقصان نہو یہ بات نہین بلکہ اصل نقصان سب مین ہی فرق صرف درجات نقصان مین ہی کہ بعضون مین کم اور بعضون مین زیادہ ہی حاصل یہ کہ جمیل محبوب ہوتا ہی اور جمیل مطلق وہ یگانہ ہی کہ جسکا کوئی مثل نہین اور فرد ہی کہ جسکی کوئی ضد نہین وہ ایسا پاک ہی کہ اُسکا کوئی مزاحم نہین اور ایسا غنی کہ اُسکو کسی کی حاجت نہین ایسا قادر کہ جو چاہتا ہی وہ کرتا ہی اور جیسا چاہے ویسا حکم دے نہ کوئی اُسکے حکم کو ٹالے نہ اُسکی قضا کو کوئی پیچھے ڈالے عالم اس طرح کا کہ ذرہ بھر چیز آسمان و زمین کی اُسکے علم سے باہر نہین قاہر ایسا کہ اُسکے قبضۂ قدرت سے جباررون کی گردنین نہین نکلتین نہ ملوک و سلاطین اُسکی گرفت اور سطوت سے سرک سکین ازلی ایسا کہ اُسکی وجود کی ابتدا نہین اور ابدی ایسا کہ اُسکی بقا کی انتہا نہین اپنی ذات مین ایسا ضروری کہ عدم کا تصور اُسکی جناب سے کوسون دور اور ایسا قیوم کہ خود قائم اور دوسری چیزون کا اُسی سے قیام اور ظہور آسمانون اور زمین کا جبار وہی ہی اور جمادات اور حیوانات و نباتات کا خالق وہی عزت و جبروت مین یگانہ اور ملک و ملکوت مین یکتا سے زمانہ فضل اور جلال اور کبریا و جمال اور قدرت و کمال سب اُسی کے لیے ہین جسکے جلال کی معرفت مین عقلین حیران اور اُسکے وصف مین زبانین سرگردان ہین عارفین کا کمال معرفت یہی ہی کہ اُسکی معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین اور منتہاے نبوت انبیا یہی ہی کہ آسکے وصف سے قصور کا اعتراف کرین چنانچہ سید انبیا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علے نفسک اور سید الصدیقین حضرت ابوبکر رض فرماتے ہین کہ العجز عن درک الادراک ادراک سبحان اللہ کیا ذات اقدس ہی کہ اپنے پہچاننے کا کوئی طریق سوا عاجزی کے مقرر نہین فرمایا شعر جز خضوع و بندگی و اضطرار ؛ اندران حضرت ندارد اعتبار ؛ اب ہمکو معلوم نہین کہ جو لوگ کہتے ہین کہ خداے تعالی سے محبت حقیقی نہین ہوسکتی مجازاً ہوسکتی ہی وہ کیا ان اوصاف کو اوصاف جمال اور محامد کمال نہین جانتے یا خداے تعالے کو ان اوصاف سے موصوف نہین سمجھتے یا کمال اور عظمت کو طبعاً محبوب ہونا نہین تصور کرتے سچ ہی کہ شعر گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ؛ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ؛ یہ بھی خداے تعالے کی غیرت جمال اور جلال ہی کہ اندھون کی آنکھ سے درپردہ رہتا ہی اور بجز اُن لوگون کے جنکے لیے ازل سے خوبی لکھی گئی اور آتش حجاب سے دور ہین اورون پر اپنی تجلی نہین فرماتا وہ بیچارے ظلمات نابینائی مین حیران ہین اور وسعت آباد محسوسات اور شہوات بہائم مین پریشان ظاہر کی زندگی دنیا وی ہی کو جانتے ہین اور آخرت سے غافل ہین افسوس کہ یہ لوگ کچھ نہین جانتے۔ اور محبت اس سبب سے بہ نسبت احسان کے قوی تر ہوتی ہی کہ

یہ حدیث پہلے گذر چکی ۱۲۵

احسان کم و بیش ہوا کرتا ہی اور یہین لحاظ خداے تعالے نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ محبوب تر محبوبون کا میرے نزدیک وہ ہی جو میری عبادت بدون عطا کے کرے لیکن ربوبیت اپنا حق ادا ضرور کرتی ہی- اور زبور مین ہی کہ اس شخص سے ظالم تر کوئی نہین جو جنت یا دوزخ کے سبب میری پرستش کرے اگر مین جنت یا دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کیا اس بات کے شایان نہ تھا کہ کوئی میری اطاعت کرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر عابدین کی جماعت پر ہوا جو لاغر ہو رہے تھے اور انھون نے عرض کیا کہ ہم دوزخ سے خوف رکھتے ہین اور جنت کی طمع آپ نے انکو فرمایا کہ تم مخلوق ہی سے ڈرتے ہو اور مخلوق ہی کے متوقع ہو اور ایک اور لوگون پر جو گذر ہوا وہ بھی دبلے تھے انھون نے عرض کیا کہ ہم خدا کی عبادت اسکی محبت اور تعظیم کے لیے کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ تم واقع مین اللہ کے ولی ہو مجکو تمھین لوگون مین رہنے کا حکم ہی- اور حضرت ابو حازم رح فرماتے ہین کہ مجھے شرم آتی ہی کہ خدا کی عبادت ثواب یا عذاب کے مارے کرون اور بد ذات غلام کے موافق بنون کہ اگر ڈر نہو تو کام نہ کرے یا شریر مزدور جیسا ہو جاؤن کہ اگر مزدوری نہ دیجاوے تو کچھ نہ کرے اور یہ مضمون حدیث شریف مین بھی ہی کہ تم مین سے کوئی ایسا نہو جیسے برا مزدور کہ اگر اجرت نہ پاوے تو کام نہ کرے اور نہ ایسا ہو جیسا برا غلام کہ اگر خوف نہو تو کام نہ کرے- باقی رہا پانچوان سبب محبت کا یعنی مناسبت اور ہم شکل ہونا پس اسکو بھی محبت مین دخل ہی اسلیے کہ جو چیز جسکے مشابہ ہوتی ہی وہ اسی کی طرف کھنچتی ہی دیکھو اسی باعث سے لڑکا لڑکے سے الفت کرتا ہی اور بڑا بڑے سے اور ہر جانور اپنے جنس سے اور جو اپنی قسم کا نہین ہوتا اس سے نفرت کرتا ہی عالم کو عالم سے زیادہ انس ہوتا ہی حرفہ والے سے اتنا نہین ہوتا تاجرون کو تاجرون سے زیادہ الفت ہوتی ہی کہ اتنی کسانون سے نہین ہوتی اور یہ ایک بات ایسی ہی کہ تجربہ اسکا شاہد ہی اور اخبار و آثار سے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہی چنانچہ اسکا بیان ہم باب آداب صحبت مین لکھ چکے ہین جہان خدا کی راہ مین بھائی چارے کا ذکر ہی جسکا دل چاہے وہان دیکھ لے- اور جب مناسبت سبب محبت کا ٹھہری تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ مناسبت کبھی تو ظاہر کی بات مین ہوتی ہی جیسے لڑکے کی مناسبت لڑکے سے کہ لڑکپن مین دونون کو مناسبت ہی اور کبھی کسی خفیہ امر مین مناسبت ہوتی ہی کہ اسپر اورون کو وقوف نہین ہوتا جیسے دو شخصون مین اتفاقاً اتحاد ہو جاتا ہی کہ نہ انھون نے ایک دوسرے کو دیکھا ہوتا ہی نہ کچھ مال کی طمع وغیرہ ہوتی ہی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکی طرف اشارہ فرماتے ہین کہ الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف اھ حدیث مین تعارف سے غرض تناسب ہی اور تناکر سے غیر تناسب- حاصل یہ کہ یہ سبب بھی مقتضی خداے تعالے کی محبت کا ہی کہ بندے مین اور اسمین مناسبت باطنی ہوتی ہی نہ یہ کہ صورت و شکل ایک سی ہو بلکہ وہ مناسبت ایسے امور باطنی مین ہوتی ہی کہ بعض انمین سے کتابون مین لکھے جا سکتے ہین اور بعض ممکن نہین کہ لکھے جا سکین بلکہ انکو پردۂ غیرت ہی مین مخفی رہنے دینا ٹھیک ہی تاکہ سالکان طریق معرفت جب شرط سلوک پوری کر چکین تو خود ان امور پر مطلع ہو جاوین پس جو مناسبت قابل لکھنے ہی وہ یہ ہی کہ بندے کا قرب خداے تعالے سے ان صفات مین ہو جنکے لیے اقتدا کا حکم ہی اس طرح کہ تخلقوا باخلاق اللہ اور یہ امر اسی طرح ہی کہ محامد صفات جو اوصاف الٰہی سے ہین انکو حاصل کیا جاوے مثلاً علم اور نیکی اور احسان اور لطف اور دوسرون کو خیر کا پہونچانا اور خلق پر رحم کرنا اور انکو نصیحت کرنا اور حق بات کی ہدایت کرنی اور باطل سے منع کرنا وغیرہ مکارم شرعی سیکھنے کہ ہر ایک انمین سے بندے کو قرب الٰہی سے بہرہ ور کرتی ہی مگر اس اعتبار سے کہ قرب مکانی ہو بلکہ قرب صفات کی رو سے ہو جاتا ہی اور جس مناسبت کا ذکر کرنا جائز نہین اور کتابون مین نہین لکھی جا سکتی وہ وہی مناسبت خاص ہی کہ جو صرف آدمی مین پائی جاتی ہی اور اسی کی طرف اشارہ ہی

اس قول خداوندی مین ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی اسمین بیان فرمایا کہ روح امر ربانی ہے خلق کی عقل کی حد سے خارج ہے اور اس سے واضح تر دوسری آیت ہے فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی اور اسی وجہ سے اسکو فرشتون سے سجدہ کرایا اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت مین انا جعلناک خلیفۃ فی الارض اسلیے کہ آدمی مستحق خلافت الٰہی کا صرف اسی مناسبت سے ہوا ہے اور اسی کی طرف رمز ہے اس حدیث شریف مین ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اس سے کوتاہ اندیشون نے گمان کرلیا کہ صورت تو نام اسی شکل کا ہے جو ظاہری اور مدرک بالحواس ہو اسی لیے خدا کو دوسری اشیا سے تشبیہ دی اور جسم اور صورت گڑھ لیے معاذ اللہ منہا اور اسی مناسبت کی طرف اشارہ ہے اس حدیث قدسی مین کہ جناب احدیت نے حضرت موسے علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ مین بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی حضرت موسے نے عرض کیا کہ الٰہی یہ کیسے ہوسکتا ہے حکم ہوا کہ میرا فلان بندہ بیمار ہوا تو نے اسکی عیادت نہ کی اگر تو اسکی بیمار پرسی کرتا تو مجکو اُسکے پاس پاتا۔ اور یہ مناسبت جب ظاہر ہوتی ہے جب فرضون پر قائم ہوکر آدمی نوافل پر مواظبت کرے جیسا کہ حدیث قدسی مین مذکور ہے لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتے احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ولسانہ الذی ینطق بہ اور یہ مقام ایسا ہے کہ شبدیز قلم کی باگ کو یہان روکنا واجب ہے اسلیے کہ لوگ اس بات سے متفرق ہوگئے ہین بعضے کوتاہ فہم تو تشبیہ ظاہری کی طرف جھک پڑے اور بعضے مشرف عالی مناسبت سے بھی بڑھ گئے اور اتحاد کے قائل ہوے کہ خدا سے تعالےٰ بندے مین حلول کرجاتا ہے یہان تک کہ بعضون نے انا الحق زبان سے نکالا اور حضرت عیسے علیہ السلام کے باب مین نصارے بھٹک گئے کہ انکو خدا کہنے لگے کچھ لوگون نے یہ کہا کہ عالم ناسوت نے لباس لاہوت دربر کیا اور بعضے اس بات کے قائل ہوے کہ ناسوت اور لاہوت متحد ہین مگر جن لوگون پر تشبیہ و تمثیل کا محال ہونا اور اتحاد اور حلول کا ممتنع ہونا منکشف ہوگیا ہے اور باوجود اسکے امر واقعی اور سر حقیقی بھی جانتے ہین تو ایسے لوگ کم ہین اور شاید حضرت ابوالحسن نوری رح اسی مقام کو تاکا کرتے تھے کہ انکو ایک شعر سے وجد غالب ہوگیا جسکا ترجمہ ہے شعر مرا از عشق ہر دم منزلے ست نزول + کزان نزول ہمہ حیرت اند جملہ عقول + اس شعر سے آپ کو اتنا وجد ہوا کہ اسی حال مین ہر ایک جنگل نیستان مین دوڑتے پھرتے تھے نے تو کٹ گئی تھی مگر اسکی جڑین باقی تھین اُنسے آپ کے پاؤن چھد گئے اور ورم کر آئے اور اسی مین آپ کا وصال ہوا غرض کہ مناسبت بھی ایک سبب محبت مین سے بہت بڑا سبب ہے اور سب سے زیادہ قوی اور عجیب اور بعید الفہم ہے اور اسکا وجود بہت کم ہے پس ان پانچون اسباب کو دیکھو تو خدا سے تعالےٰ مین حقیقۃً جمع ہین اور سب کے سب اعلے درجات مین ہین نہ ادنے مین اس صورت مین ارباب بصیرت کے نزدیک قابل پذیرائی صرف محبت الٰہی ہی ہوسکتی ہے جیسے کہ اندھون کے نزدیک غیر اللہ ہی کی محبت کا وجود ہے پھر خلق مین سے اگر کوئی شخص انھین کے ایک سبب کی جہت سے بھی محبوب ہوتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرا بھی اس سبب مین شریک ہو تو وہ بھی محبوب ہو اور شرکت محبت کے باب مین نقصان ہے اور محبوب کے کمال سے اعراض اور کوئی وصف محبوب اس طرح کا نہین کہ جسمین کوئی شخص یکتا ہو اور اُسکا شریک بنایا جاوے اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو اُسکے لیے شریک کا پایا جانا خالی امکان سے نہین مگر خداوند کریم جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو نہایت درجے کی جلال اور جمال کی ہین اُسکا شریک نہین نہ تو کوئی بالفعل ہے اور نہ آگے کو ممکن اس سے معلوم ہوا کہ اُسکی محبت مین شرکت نہین ہوسکتی اسی جہت سے اُسکی محبت مین نقصان کو بھی دخل نہین ہوسکتا جیسے کہ شرکت کو اُسکی صفات مین راہ نہین اب ثابت ہوا کہ اصل محبت اور کمال محبت کا مستحق وہی ہے کہ جسمین ہرگز دوسرے کو شرکت نہین ہے

چھٹا بیان اس باب مین کہ سب سے اعلے اور اشرف لذت معرفت الٰہی اور اُسکے دیدار کی ہے اور ممکن نہین کہ اُسپر کسی لذت کو ترجیح ہو مگر اُسی شخص کے نزدیک جو اس لذت سے محروم ہو جاننا چاہیے کہ لذتین تابع ادراکات کی ہین اور انسان

بہت سی قوتون اور طبیعتون کا جامع ہی اور ہر ایک قوت و طبیعت کے لیے ایک لذت جداگانہ ہی یعنے حصول مقتضاے طبع کا جسکے لیے
ہر ایک قوت مخلوق ہی اسکی لذت کہلاتا ہی اسلیے کہ انسان مین یہ قوی بے فائدہ تو پیدا ہی نہین ہوے ہر ایک قوت و طبیعت ایک ایسے
امر کے لیے بنی ہی جو اُسکا مقتضاے طبع ہی مثلاً طبیعت غضب تشفی اور انتقام کے لیے پیدا ہوئی ہی تو ضرور ہی کہ اسکی لذت غلبہ اور انتقام ہی
ہو جو اسکے مقتضاے طبع ہی اور قوت خواہش طعام تحصیل غذا کے لیے مخلوق ہوئی ہی جس سے کہ بقا ہے بدن ہو تو اسکی لذت اسی غذا
کے ملنے مین ہوگی جو اسکے مقتضاے طبع ہی اسی طرح لذت سُننے اور دیکھنے اور سونگھنے کی ایسی ہی چیزون سے ہوگی جو انکا مقتضاے طبع ہوں
پس ان قوتون مین کوئی قوت ایسی نہین کہ جسکو اپنے مدرکات سے رنج اور لذت ہوتی ہو اسی طرح دل مین ایک قوت ہی جسکو نور الٰہی کہتے ہین
جسکے باب مین خداے تعالیٰ فرماتا ہی افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علےٰ نور من ربہ اور اُسکو عقل اور بصیرت باطنی اور نور ایمان اور نور یقین
بھی کہتے ہین اور اُسکے نامون مین مشغول ہونے سے کچھ غرض نہین کہ ہر ایک کی جداجدا اصطلاح ہی اور کم عقل یہ گمان کرتے ہین کہ الفاظ
کے اختلاف سے معنی مین اختلاف ہی اسلیے کہ وہ لوگ الفاظ ہی سے معنی کے نکالنے کے پابند ہین حالانکہ یہ بات امر واجبی کے برعکس
ہی بہر حال دل مین ایک ایسی صفت ہی جس سے کہ اسکو تمام بدن سے تمیز ہی اسی صفت سے دل اُن باتون کو دریافت کرتا ہی جو نہ
متخیل ہین نہ محسوس مثلاً عالم کا پیدا ہونا یا اُسکا محتاج ہونا ایک خالق مدبر حکیم و قدیم کی طرف جو صفات الٰہیہ کے ساتھ موصوف ہو
اور ہم اس صفت قلبی کا نام عقل رکھتے ہین بشرطیکہ کوئی شخص عقل سے وہ قوت نہ سمجھے جس سے کہ ادراک طریقہ مجادلہ اور مناظرہ
ہوتا ہی کیونکہ بالفعل عقل انھین معنون مین مشہور ہی اور اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے عقل کو بُرا کہا ہی ورنہ جو صفت انسان کو
باعث بہائم سے متمیز ہو اور معرفت الٰہی کو اُس سے دریافت کرے وہ تو بڑی عمدہ صفت ہی اُسکو تو بُرا کہنا ہی نہ چاہیے اور
یہ قوت اسی لیے پیدا ہوئی ہی کہ اُسکے باعث سب امور کی حقیقت معلوم ہو تو اسکا مقتضاے طبع معرفت اور علم ہی اور یہی اُسکی
لذت ہی جیسے اور قوی کا مقتضاے طبع اُنکے حق مین لذت ہی اور اس بات مین بھی کچھ شک نہین کہ علم و معرفت مین لذت
ضرور ہی یہان تک کہ اگر کوئی شخص کسی ادنےٰ سی چیز کا عالم اور عارف کہلاتا ہی وہ خوش ہوتا ہی اور جو جہل کی طرف منسوب
کیا جاتا ہی گو کسی امر حقیر ہی مین ہو تو ناخوش ہوتا ہی دیکھو آدمی اگر کوئی حقیر چیز بھی جانتا ہو تو اُس سے فخر اور بڑائی کرنے مین
صبر نہین کرتا مثلاً جو شطرنج کھیلنا جانتا ہی اور یہ ادنیٰ بات ہی مگر باوجود اسکی خست کے اسکی تعلیم سے چپ نہین رہتا اور جو کچھ
جانتا ہوتا ہی اُسپر زبان چل ہی جاتی ہی اور یہ اسی لیے ہی کہ لذت اُسکے جاننے کی بہت ہوتی ہی اور اُسکے علم کو اپنی ذات کا کمال
سمجھتا ہی اور وجہ یہ ہی کہ علم سب صفات ربوبیت مین سے اخص ہی اور منتہاے کمال ہی اور اسی لیے جب کسی شخص کی تعریف ذکا
اور کثرت علم کی کیجاتی ہی تو طبیعت کو راحت ہوتی ہی کیونکہ ثنا کے سُننے سے اپنے علم اور ذات کے کمال کا وقوف ہوتا ہی اسی
عجب کرتا ہی اور لذت پاتا ہی پھر علم زراعت اور درخت کی اتنی لذت نہین جتنی سیاست ملک و تدبیر سلطنت اور امور خلق کے جاننے کی
ہی اور نہ لذت علم نحو اور شعر کی ایسی ہی جیسے خداے تعالےٰ اور اُسکے فرشتون اور اسرار آسمان و زمین کے علم کی ہی بلکہ اصل یہ ہی کہ لذت
علم کی بقدر شرف علم کے ہوتی ہی اور شرف علم بقدر شرف معلوم کے ہوتا ہی یہان تک کہ جو شخص لوگون کے باطن کے حالات دریافت
کرکے لوگون سے کہتا ہی اُسمین بڑا مزہ پاتا ہی اور اگر معلوم نہین ہوتے تو اُسکی طبیعت چاہتی ہی کہ اُنکو تلاش کرے پھر اگر شہر کے
رئیس کے دل کا حال اور اُسکی ریاست کی تدبیر پر واقف ہو تو یہ امر اُسکے نزدیک کسانون اور نور بافون وغیرہ غربا کے باطن کا حال
معلوم ہونے کی نسبت کر زیادہ عمدہ اور لذیذ معلوم ہوگا اور اگر رئیس سے بڑھ کر وزیر کے حالات کا علم ہوگا اور اُسکی تدابیر وزارت پر
واقفیت ہوگی تو یہ رئیس کے اسرار جاننے کی نسبت کر اچھا جانیگا اور اگر بادشاہ کے باطن کا حال معلوم ہوگا جو وزیر سے بھی بڑھ کر ہی تو

بھلا جسکا سینہ کھول دیا اللہ نے مسلمانی پر سو وہ اجالے مین ہی اپنے رب کی طرف سے ۱۲

وزیر کے حالات سے بھی زیادہ تر اچھا معلوم ہوگا اور اس امر پر تعریف چاہنی اور حرص اور بحث بہت اچھی معلوم ہوگی اور یہی ذکر زیادہ عجیب تر ہے
اسلیے کہ اسمین لذت زیادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ معارف مین سے لذیذ تر وہ ہین جو اشرف ہین اور انکا شرف بحسب معلوم کے شرف کے
ہے پس اگر معلومات مین کوئی چیز سب مین اشرف اور اعلےٰ اور اجل اور اکرم ہو تو ظاہر ہے کہ اسکا علم سب علوم سے بیشک لذیذ تر
اور اشرف اور اطیب ہوگا آپ ہمکو کوئی بتادے کہ جس شخص نے سب اشیاء کو پیدا کیا اور تکمیل کی اور انکو زینت دی اور نئے سر سے
بنایا اور دوبارہ بھی بناویگا اور انکا مدبر اور منتظم وہی ہے اس سے زیادہ تر بڑھکر کون سی چیز موجود ہے جو اشرف اور اعلےٰ اور اکمل اور
اعظم ہو یا یہ ہو سکتا ہے کہ جناب احدیت کے سوا کوئی اور دربار اس طرح کا ہو کہ ملک اور کمال اور جمال اور جلال مین سب سے زیادہ
وہی دربار ہے جسکے مبادی جلال اور عجائب احوال مین وصف واصفون کا قاصر ہے **شعر** صانعے کز کمال عز و جلال * در ثنایش
زبان ناطقہ لال * پس اگر تمکو ان امور مین شک نہین تو اس بات مین بھی شک نہ کرنا چاہیے کہ اسرار ربوبیت اور انتظام امور
الٰہیہ پر واقف ہونا جو محیط تمام موجودات پر ہین اقسام معارف مین سب سے بڑھکر ہے اور اور معارف کی نسبت کر لذیذ اور عمدہ اور
اشرف ہے یہی واقفیت ایسی ہے کہ جب نفس کو ہو جاوے تو اپنا کمال اور جمال سمجھنا اسکو زیبا ہے اور اُس سے خوش ہونا اور راحت
پانا بجا اس بیان سے معلوم ہوا کہ علم لذیذ ہے اور علوم مین لذیذ تر خداے تعالیٰ اور اسکے صفات اور افعال کا علم اور جو تدبیر
کہ وہ اپنی مملکت مین عرش سے لیکر فرش تک کرتا رہتا ہے اسکا علم ہے پس اس سے صاف سمجھنا چاہیے کہ معرفت کی لذت اور لذتون
کی نسبت کر مثل لذت شہوت اور غضب اور تمام حواس کی لذتون کے فائق تر ہے اسلیے کہ لذات مین اول تو نوع کا اختلاف ہے مثلاً
لذت جماع اور ہے اور لذت سماع اور اور معرفت کی لذت اور ہے اور ریاست کی اور دوسرے یہ کہ انمین کمی بیشی کا اختلاف ہوتا ہے جیسے
جماع سے ایک شخص مجرد کامل الشہوت اور حریص کو لذت زیادہ ہوگی اور سست کو اسکی نسبت کم ہوگی اسی طرح جو شخص نہایت درجے کا
خوبصورت ہو اسکی طرف دیکھنے سے اور لذت ہوگی اور جو شخص جمال کم رکھتا ہو اسکی طرف دیکھنے سے اور ہوگی اور لذت کی قوت اور
زیادتی کی پہچان یہ ہے کہ اسکے ہوتے دوسری لذت کو اختیار نہ کرے مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ یا اچھی صورت کا نظارہ
یا خوشبو سونگھا کرے اور وہ صورت اول پسند کرے تو معلوم ہوگا کہ اسکے نزدیک دیدار خوبصورت کا خوشبو کی نسبت کر زیادہ لذیذ ہے اسی طرح
اگر کھانا موجود ہو اور وقت کھانے کا بھی ہو اور شطرنج کھیلنے والا انکو ترک کرکے کھیل ہی مین مصروف رہے تو جانا جائیگا کہ شطرنج
مین مات دینے کی لذت اسکے نزدیک غذا کی لذت سے بڑھکر ہے غرض کہ یہ علامت ایک سچی کسوٹی ہے اس سے لذتون کی ترجیح خوب معلوم
ہوتی ہے اب ہم پھر اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہین کہ لذات کی دو قسم ہین ایک ظاہری جیسے حواس خمسہ کی لذات دوسری باطنی
جیسے ریاست اور غلبہ اور بزرگی اور علم وغیرہ کی لذات کہ یہ لذت نہ آنکھ کو ہے نہ کان کو نہ ناک کو نہ ذائقہ اور لمس کو اور باطنی لذات بہ نسبت
ظاہری لذات کے اہل کمال پر غالب تر ہوتے ہین مثلاً اگر کسی کو اختیار دیا جاوے کہ حریرہ اور مرغ اور حلوا کی لذت اختیار کرے یا ریاست
اور غلبہ اور دشمنون کا زیر کرنا پسند کرے تو وہ شخص اگر پست ہمت مردہ دل پیٹ کا کتا ہوگا تب تو گوشت اور حلوا اختیار کریگا اور اگر بلند ہمت
اور عقل کا پورا ہوگا تو ریاست پسند کریگا اور بھوکا رہنا اور ضروری غذا سے بھی چند روز صبر کر لینا اسپر آسان ہوگا تو ریاست کو ترجیح
دینے سے سمجھا جاویگا کہ لذت ریاست اسکے نزدیک عمدہ غذاؤن سے لذیذ تر ہے ہان جو ناقص کہ اسکے معانی باطنی ابھی پورے نہین ہوئے
جیسے لڑکا اور کم عقل جسکی قوت باطنی جاتی رہی ہو وہ کھانے کی چیزون کی لذت کو ریاست کی لذت پر ترجیح دیگا اور جیسے کہ اس شخص پر
کہ جو حالت لڑکپن اور کم عقلی سے بری ہو لذت ریاست اور کرامت غالب تر ہوتی ہے اسی طرح لذت معرفت الٰہی اور مطالعہ جمال حضرت
ربوبیت اور سیر اسرار امور الٰہی کی لذت ریاست کی نسبت کر جو خلق پر مستولی ہے بہت زیادہ ہے اس لذت کو اس آیت سے تعبیر کرتے ہین

لا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اور ایسے لوگون کے لیے وہ لذات ہین کہ جو نہ آنکھون دیکھے نہ کانون سُنے نہ کسی بشر کے دل مین گذرین اور یہ لذت اُسی کو معلوم ہوگی جو دونون لذتون کو چکھے پھر بیشک وہ تجرد اور تنہائی اور ذکر و فکر اور پھر معرفت مین منہمک رہنا پسند کریگا اور خلق کی ریاست کو حقیر جان کر ترک کریگا کیونکہ اُسکو معلوم ہو کہ یہ ریاست بھی جاتی رہیگی اور جب یہ ریاست ہو وہ بھی نہ رہیگی اور اسمین طرح طرح کی کدورات ملی ہین کہ اُنسے خالی ہونا ممکن ہی نہین اور موت پر تو ضروری اسکا خاتمہ ہو جائیگا اور موت ضرور آئیگی مطابق مضمون اس آیت کے حتے اذا اخذت الارض زخرفها وازینت وظن اهلها انهم قادرون علیها اتاها امرنا لیلا او نهارا فجعلناها حصیدا کان لم تغن بالامس پس ایسی لذت کی نسبت کہ خدا تعالی کی معرفت اور اُسکے صفات و افعال اور انتظام مملکت جو اعلے علیین سے اسفل السافلین تک کر رکھا ہو اُسکی سیر کی لذت کو بڑا جانیگا اسلیے کہ اس لذت مین کچھ مزاحمت اور کدورت نہین جو کوئی اُسکو دیکھا چاہے اُسکے لیے واسع ہو اگر اُسکے پھیلاؤ کو دیکھیے تو جہان تک اندازہ ہو سکتا ہو آسمانون اور زمین کا عرض کہہ سکتے ہین مگر جب ان حدود سے بڑھیے تو اُسکے پھیلاؤ کی کچھ نہایت نہین حاصل یہ کہ عارف جو اُسکا مطالعہ کرتا ہو وہ مدام اُس جنت مین رہتا ہو جسکا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہو اُسی کے چمنون مین گلگشت کرتا ہو اور میوون کو توڑتا ہو چشمون سے پانی پیتا ہو اور اس بات سے مامون رہتا ہو کہ یہ جاتی رہیگی کیونکہ اس جنت کے پھل ایسے نہین کہ کبھی جاتے رہین اور نہ کسی سے اُنکی روک پھر اُسپر دائمی اور سرمدی ہین کہ موت کے باعث جاتے نہین رہتے اسلیے کہ موت محل معرفت الٰہی کو فنا نہین کرتی اور محل معرفت روح ہو جو امر ربانی اور آسمانی ہو موت صرف روح کے حالات اور اُسکے کامون اور عوائق کو تبدیل کرتی ہو اور اُسکو حبس سے رہا کر دیتی ہو نیست ہرگز نہین کرتی چنانچہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہو ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین بما آتاهم اللہ من فضله ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم من خلفهم الا خوف علیهم ولا هم یحزنون یہ نہ جاننا چاہیے کہ یہ آیت اُس شخص کے باب مین ہو جو معرکے مین مارا گیا ہو بلکہ عارف کو ہر ایک دم مین درجہ ہزار شہید کا ملتا ہو اور حدیث شریف مین وارد ہو کہ شہید آخرت مین تمنا کریگا کہ کسی طرح دنیا مین پھر جاؤن اور دوبارہ لڑائی مین مارا جاؤن اور اس تمنا کی وجہ یہ ہو کہ ثواب شہادت بہت بڑا ملیگا اور شہدا کو یہ تمنا ہوگی کہ کاش ہم علما ہوتے اسوجہ سے کہ علما کا درجہ بہت زیادہ دیکھینگے غرض کہ سب آسمان و زمین کے ملک عارف کے میدان ہین جہان چاہے وہان سیر کرے اسکی حاجت نہین کہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور تن بدن لیجاوے اور اسی ملکوت کے جمال کے مطالعہ کے باعث سے جنت مین رہتا ہو جسکا عرض آسمان و زمین ہو اور ہر ایک عارف کو اتنا ہی کچھ ہو یہ نہین کہ ایک دوسرے پر تنگی ڈالتا ہو مگر اتنا ہو کہ جسقدر جسکی نظر اور معرفت ہوگی اسیقدر اُسکی سیرگاہ کو وسعت ہوگی اور اسی سے خدا کے نزدیک اُنکے درجات مین تفاوت ہوتا ہو جو شمار مین نہین آسکتا اس بیان سے ظاہر ہوا کہ ریاست کی لذت جو باطنی ہو وہ اہل کمال مین حواس کی سب لذتون سے بڑھکر ہوتی ہو اور یہ لذت بہیمہ اور لڑکے کم عقل کو نہین ہوتی اور محسوسات اور شہوات کی لذت بھی اہل کمال کو ہوتی ہو مگر ریاست کی لذت کو اُسپر ترجیح دیتے ہین مگر معرفت الٰہی اور اُسکے صفات و افعال اور آسمانون اور اُسکی سلطنت کے اسرار کی معرفت جو ریاست کی لذت سے بڑھکر ہو پس اسکو وہی شخص جانتا ہو جو معرفت کے رتبے کو پہنچے اور اُسکا مزہ چکھے اسکو ایسے کے سامنے ثابت کرنا جسکے دل ہو غیر ممکن ہو اسلیے کہ دل اس قوت کا معدن ہو تو جسکے دل ہی نہوگا وہ اس مزے کو کیا جانیگا جیسے لذت جماع کی ترجیح لڑکے کے نزدیک کھیل کود پر ثابت نہین کر سکتے نہ نامرد کو اسکی ترجیح عطر سونگھنے پر معلوم ہو اسواسطے کہ لڑکے اور نامرد مین وہ قوت ہی نہین جس سے وہ لذت ملتی ہو مگر جو شخص سونگھنے کی قوت بھی درست رکھتا ہو اور نامردی سے بھی بری ہو وہ البتہ دونون لذتون کا فرق جانیگا پس اب یہی کہنا چاہیے کہ یہ لذت

کہنے کی نہین جو چکھے سو جانے ہان طالب علم اگرچہ طالب معرفت امور آلہیہ مین معروف نہین ہوتے تب بھی اس لذت کی بو اُنکے مشام جان مین پہونچتی ہو جسوقت مشکلات اور شبہات اُن پر منکشف ہوتے ہین جنکے حل ہونے کے لیے اُنکو کمال حرص ہوتی ہو کیونکہ اُنکا منکشف ہونا بھی ایک طرح کی معرفت اور علم مین داخل ہو اُنکے معلومات ایسے شریف نہین جیسے معلومات معرفت آلہی ہوتے ہین مگر جو شخص اپنی فکر کو معرفت خدا سے پاک مین دیر تک رکھتا ہو اور اسرار ملک آلہی مین سے اُسپر کچھ شمہ بھی منکشف ہوجاتا ہو تو اُس سے اسقدر خوش ہوتا ہو کہ پھولا نہین سماتا اور مارے خوشی کے اُڑا جاتا ہو اور تعجب کرتا ہو کہ میرا نفس کیسے ثابت رہا اور اس امر کا متحمل ہوا اور یہ ایسی چیز ہو کہ بدون ذوق اسکا ادراک نہین ہوسکتا کہنے سے اسمین فائدہ کم ہوتا ہو پس اسقدر بیان سے تمکو معلوم ہوا ہوگا کہ معرفت خدا سے پاک سب اشیا سے لذیذتر ہو اور یہ کہ کوئی لذت اُس سے زیادہ نہین اور اسی لیے حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالے کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اُنکو خدا سے تعالے سے نہ خوف دوزخ روکے نہ توقع جنت تو ایسے لوگون کو دنیا کس طرح روک سکتی ہو اور اسی طرح حضرت معروف کرخی کے بعض مریدون نے اُنسے سوال کیا کہ اے ابو محفوظ آپ ارشاد فرماوین کہ کون سی چیز نے آپکو عبادت کی ترغیب دی اور خلق سے علیحدہ کیا آپ چپ ہو رہے اُسنے کہا کہ موت کی یاد نے آپ کا یہ حال کیا ہو آپ نے فرمایا کہ موت کی کیا اصل ہو اُسنے پوچھا کہ قبر یا برزخ کی یاد سے ایسے ہوے آپ نے فرمایا کہ یہ بھی بے اصل ہین اُسنے کہا کہ دوزخ کے خوف اور جنت کی توقع نے ایسا کیا ہو آپ نے فرمایا کہ انکی بھی کچھ اصل نہین یہ سب چیزین ایک بادشاہ کے قبضے مین ہین کہ اگر اُسکو چاہو تو یہ سب باتین تمکو بھلادے اور اگر تم مین اور اُسمین معرفت ہوجاوے تو پھر اُن سب سے بچاوے۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام کے ارشادات مین ہو جب تم کسی جوان کو خدا سے تعالے کی جستجو مین فریفتہ دیکھو تو جان لو کہ اُسنے اُسکو اور سب چیزون سے غافل کردیا اور بعض شیوخ نے حضرت بشر بن الحارث رح کو خواب مین دیکھا اُنسے پوچھا کہ ابو نصر تمار اور عبد الوہاب وراق رح کا کیا حال ہو آپ نے فرمایا کہ مین نے اُنکو اسوقت خدا سے تعالے کے سامنے کھاتے پیتے چھوڑا ہو اُس شخص نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہو کہا اللہ تعالے کو معلوم تھا کہ مجھے کھانے پینے کی طرف رغبت کم ہو اسلیے مجکو اپنا دیدار مرحمت فرمایا۔ اور علی بن الموفق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہو کہ اُنھون نے خواب مین دیکھا کہ جنت مین داخل کیے گئے کہتے ہین کہ وہان کیا دیکھتا ہون کہ ایک شخص دسترخوان پر بیٹھا ہو اور دو فرشتے اُسکے دونون طرف ہین انواع و اقسام کے میوے اُنکو کھلا رہے ہین اور ایک شخص کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر کھڑے ہوے لوگون کی صورتین پہچانتے ہین اور بعض کو اندر کردیتے ہین اور بعض کو واپس کرتے ہین پھر مین اُنسے حظیرہ قدس کی طرف آگے بڑھ گیا وہان سرادقات عرش مین ایک شخص کو دیکھا کہ اللہ جل شانہ کی طرف تاک لگائے ہوے ہو اور کسی طرف نہین دیکھتا مین نے رضوان رح سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہو کہا کہ معروف کرخی رح ہین کہ جنھون نے خدا کی عبادت نہ خوف آتش سے کی نہ بتوقع جنت بلکہ صرف اُسکی محبت سے کی اللہ تعالے نے اُنکو قیامت تک اپنی طرف دیکھنے کی اجازت دے دی اور کہا کہ دونون شخص دوسرے بشر بن الحارث اور احمد بن حنبل رح ہین۔ اور اسی وجہ سے حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ جو آج اپنے نفس مین مشغول ہوگا وہ کل کو بھی اُسی مین مصروف رہیگا اور جو آج خدا سے تعالے کے ساتھ مشغول ہوگا وہ کل کو بھی اُسی کے ساتھ مشغول رہیگا۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے حضرت رابعہ بصری رح سے پوچھا کہ آپ کے ایمان کی حقیقت کیا ہو اُنھون نے فرمایا کہ مین نے اُسکی عبادت دوزخ کے خوف سے نہین کی اور نہ جنت کے اشتیاق سے تاکہ میرا حال برے مزدور کا سا ہو بلکہ عبادت صرف اُسکی محبت اور اشتیاق کے باعث کی ہو اور محبت کے باب مین اُنھون نے کچھ شعر فرمائے ہین جنکا ترجمہ یہ ہو **قطعہ** ایک تو عشق کے باعث ہو مجھے تجھسے وداد + دوسرے اس سے کہ شایان محبت ہو تو + الفت عشق ہی سے ہو مری یہ کیفیت + یاد مین تیری سدا غیر سے مین ہون یک سو + اور جس حب کا لائق ہو تو

اُس سے تو نے * پردے یہ کھول دیے دیکھتی ہون مین تجکو * پر شنا اُسمین ہو یا اُسمین وہ ہو سب تجکو * میری تعریف کسی مین بھی نہین ہو
سر سو * اور غالبًا اُنکی مراد محبت عشق سے یہ ہو کہ اللہ کی محبت اُسکے احسان اور انعام کے باعث کی ہو یعنے وہ لذات کہ دنیا مین اُسنے
عنایت فرمائے ہین وہ باعث محبت ہوے ہون اور دوسری محبت سے مراد یہ ہو کہ محبت صرف اُسکے جمال اور جلال کے باعث کی جو اُنکو منکشف
ہوا اور ظاہر ہو کہ یہ قسم محبت اعلے اور اقوی ہو۔ اور جمال ربوبیت کے دیکھنے کی لذت وہ ہو جسکو کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اس حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا ہو۔ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر اور اگر کسی شخص کی
صفائے قلب غایت کو پہونچ جاتی ہو تو اُسکو بعض ان لذتون مین سے دنیا ہی مین حاصل ہو جاتی ہین اسی واسطے بعض اکابر فرماتے ہین
کہ مین یا اللہ اور یا رب نہین کہتا ہون اور اپنے دل پر پہاڑ سے زیادہ اُسکو بوجھ جانتا ہون اسواسطے کہ پکارنا پردے کی آڑ سے ہوا کرتا ہو
اور کبھی تمنے دیکھا کہ کوئی شخص اپنے ہمنشین کو پکارتا ہو اور یہ بھی اُنکا ہی قول ہو کہ جب آدمی اس علم مین نہایت کو پہونچ جاتا ہو تو لوگ
اُسکو پتھر مارتے ہین یعنی اُسکی گفتگو اُنکی عقلون کی حد سے باہر ہونے لگتی ہو تو اُسکے قول کو جنون یا کفر سمجھتے ہین الحاصل مقصد سب
عارفون کا اُسکا وصل اور ملاقات ہی ہو اور وہی اُنکی خنکی چشم ہو کہ کسی کو نہین معلوم کیا اُنکے لیے اُسمین چھپی ہوئی چیز ہو اور جب
وہ حاصل ہو جاتی ہو تو تردّدات اور شہوات بالکل جاتے رہتے ہین اور دل اُسی کی لذت مین مستغرق ہو جاتا ہو یہ اس طرح کا
استغراق ہو کہ اگر وہ شخص آگ مین ڈال دیا جاوے تو اُسکی تکلیف معلوم نہو اور اگر جنت کی آسایش اُسپر پیش کیجاوے تو اُس
مزے کے سامنے اُسکو ہیچ جانے کیونکہ وہ مزہ تو ایسا ہو کہ اُس سے زیادہ اور کوئی لذت ہی نہین - اب یہ معلوم نہین کہ جو لوگ
محسوسات کی محبت کے سوا اور کچھ نہین سمجھتے وہ خدائے تعالے کی صورت دیکھنے کی لذت پر کیسے ایمان لاتے ہین اُسکی تو کوئی
شکل وصورت نہین اور اللہ تعالے نے جو اپنے بندون سے اُسکا وعدہ فرمایا ہو اور اُسکو سب نعمتون سے بڑا فرمایا ہو اُسکے کیا معنی ہین
بلکہ اصل یہ ہو کہ جو شخص خدائے تعالے کو پہچانتا ہو وہ اس بات کو جانتا ہو کہ جتنی لذتین متفرق اور مختلف شہوات سے ہوتی ہین
وہ سب اس ایک لذت مین جمع ہین جب کہ کسی کا قول ہو جسکا ترجمہ یہ ہو۔ نظم۔ آرزوہا داشتم در دل خلاف یکدگر * تا ترا نظارہ
کردم جمع شد آرزوہاے من * رشک میبرد بر من بر شخصے کہ بودم حاسدش * گشتہ ام مولاے مردم تا توئی مولاے من * گشت
فارغ خاطرم از دین و دنیا ہمہ * تا بتو مشغولم ای دین من و دنیاے من * اور اسی واسطے بعضون کا یہ قول ہو۔ ع۔ ہجر او
ہولناک تر زسقر * وصل او خوشتر از بہشت برین * اور اس سے اُنکی غرض صرف کھانے پینے اور نکاح کی لذت پر اس لذت کو
ترجیح دینی ہو جو دل کو معرفت الٰہی مین حاصل ہوتی ہو اسلیے کہ جنت وہ جگہ ہو جہان حواس کو اُنکی لذات سے تمتع ہوگا اور قلب کو
صرف خدائے تعالے کی لقا مین لذت ہو اور لذتون کے باب مین خلق کے حالات اس طرح سمجھنے چاہیین کہ مثلاً لڑکے مین ابتدا
حرکت اور تمیز مین ایک قوت پیدا ہوتی ہو جسکے باعث کھیل کو دلذیذ جانتا ہو حتے کہ اُسکے نزدیک سب چیزون سے زیادہ لذیذ کھیل
ہی ہوتا ہو پھر اُسکے بعد زینت کی اور کپڑے پہننے اور سوار ہونے کی لذت پیدا ہوتی ہو کہ اُسکے سامنے پہلی لذت کھیل کی حقیر
جاننے لگتا ہو پھر اُسکے بعد لذت جماع اور عورتون کی خواہش پیدا ہوتی ہو اسکے باعث دونون پہلی لذتین بھی چھوڑنے کو تیار ہو جاتا ہو
پھر ریاست اور بلندی اور فخر اور مال اور اولاد کی کثرت کی لذت پیدا ہوتی ہو دنیاوی لذتون مین سے یہ لذت سب سے اعلے اور
قوی تر ہو اور انھین کی طرف قرآن مجید مین بھی اشارہ ہو چنانچہ فرمایا اعلموا انما الحیوة الدنیا لعب ولھو وزینة وتفاخر بینکم وتکاثر
فی الاموال والاولاد پھر بعد ان سب کے ایک قوت پیدا ہوتی ہو جسکے باعث لذت معرفت الٰہی اور اُسکے افعال کی ادراک کرتا ہو اُس
لذت کے ہوتے ہوے تمام پہلی لذتون کو حقیر سمجھتا ہو غرض کہ جو لذت پیچھے ہوتی ہو وہ پیشتر سے قوی تر ہوتی ہو اور یہ سب مین بعد کو ہو

کیونکہ کھیل کی محبت سن تمیز مین پیدا ہوتی ہی اور عورتون اور زینت کی محبت سن بلوغ مین اور ریاست کی محبت بعد بیس سالہ ہونے کے اور علوم کی محبت قریب چالیس کے اور یہی انتہا کا درجہ ہی اور جس طرح کہ لڑکا ایسے شخص پر کہ کھیل کو چھوڑ کر عورتون سے میل کرے یا ریاست کا طالب ہو ہنسا کرتا ہی اسی طرح رئیس بھی اُن لوگون پر ہنستے ہین جو ریاست کو ترک کر کے معرفت الٰہی مین مصروف ہوتے ہین اور عارف اُنسے یہ کہتے ہین کہ ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون فسوف تعلمون **پانچوان بیان** اس بات کی وجہ مین کہ معرفت دنیاوی کی نسبت آخرت مین لذت دیدار کیون زیادہ ہوگی واضح ہو کہ مدرکات دو قسم کے ہین ایک تو وہ جو خیال مین آتے ہین مثلاً خیالی صورتین اور رنگ برنگ کے اجسام اور حیوانات اور نباتات جو شکلین رکھتے ہین اور ایک وہ ہین جو خیال مین نہین آتے جیسے خدا ے تعالیٰ کی ذات اور دوسری چیزین جو جسم نہین رکھتین مثل علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ کے۔ اور اگر کوئی شخص کسی انسان کو دیکھ کر اپنی آنکھ بند کر لے تو اُسکی صورت اپنے خیال مین پاویگا ایسی طرح کہ گویا اُسکو دیکھ رہا ہی مگر جب آنکھ کھول کر دیکھیگا تو کچھ فرق معلوم ہوگا نہ اس معنی کر کہ دونون صورتون مین کچھ اختلاف ہو اسلیے کہ وہ تو دونون ایک ہی ہین صرف فرق اُس اعتبار سے ہوگا کہ صورت خیالی مین انکشاف اور وضوح خوب نہ تھا جب آنکھ سے اُسکی رویت ہوئی تو وضوح خوب ہوگیا اور اسکی مثال ایسی جاننی چاہیے کہ جیسے کوئی شخص کسیکو پہلے طلوع آفتاب کے گجر دم دیکھے پھر دن نکلنے اور روشنی پھیلنے کے بعد دیکھے ان دونون دفعہ کے دیکھنے مین صرف فرق زیادتی انکشاف ہی کا ہوگا اسی طرح خیال بھی اول کے ادراک کا نام ہی اور اس ادراک کی تکمیل کا نام رویت ہی اور یہ نہایت درجہ کا کشف ہی اور اسکا نام رویت بھی اسی جہت سے کہ انتہا ے درجہ کا کشف ہوتا ہی کچھ اس جہت سے نہین کہ رویت متعلق آنکھ سے ہی بلکہ اگر اللہ تعالےٰ اس ادراک کامل کو پیشانی یا سینہ مین مثلاً رکھ دیتا تب بھی اسکا نام رویت ہی ہوتا اور جب یہ تقریر خیالی صورتون مین تمہاری سمجھ مین آگئی تو اب جانو کہ جو معلومات ایسی ہین کہ خیال مین بھی نہین آتین اُنکے ادراک کے بھی دو درجے ہین ایک ادراک اول ہی اور دوسرا اس ادراک کی تکمیل ہی اور ان دونون ادراکون مین زیادتی کشف و وضوح کا ایسا ہی فرق ہی جیسا صورت خیالی اور آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز مین فرق تھا اسلیے دوسرے ادراک کو بہ نسبت اول کے مشاہدہ اور لقا اور رویت کہتے ہین اور یہ نام اُس ادراک کا واقع مین درست ہی اسواسطے کہ رویت کو رویت صرف غایت کشف کی جہت سے کہتے ہین اور جس طرح کہ قاعدۂ الٰہی اس بات پر جاری ہی کہ آنکھون کے بند کرنے سے خوب کشف نہین ہوتا اور اگر مرئی شی مین اور آنکھ مین کوئی حجاب ہو تو رویت کے لیے اُسکا دور ہونا ضروری ہی اور جب تک وہ حجاب دور نہوگا تو جو ادراک حاصل ہوگا وہ صرف تخیل کے طور پر ہوگا رویت نہ کہلاویگا اسی طور پر یہ بھی مقتضاے عادت الٰہی ہی کہ نفس جب تک بدن کے عوارض مین محجوب اور مقتضاے شہوات اور بشریت مین مبتلا رہیگا تب تک اُسکو مشاہدہ اور رویت اُن معلومات کی جو خیال سے باہر ہین نہوگی بلکہ زندگی دنیاوی ہی رویت سے حجاب ہی جیسے پلکون کا بند کرنا آنکھ کی رویت کا حجاب ہوتا ہی اور زندگی کے حجاب ہونے کی وجہ بہت طول طویل ہی اس علم مین اُسکی تقریر شایان نہین یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رویت کی درخواست دعا مین جواب ارشاد ہوا تھا کہ لن ترانی تو ہرگز نہ دیکھ سکیگا مجکو یعنے حجاب حیات مانع ہماری رویت کا ہی اور کلام مجید مین ارشاد ہوا لا تدرکہ الابصار اس سے بھی غرض یہی ہی کہ دنیا مین رویت الٰہی نہین اور مذہب صحیح یہی ہی کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب کو شرف رویت خداوندی حاصل نہین کیا پس جب کہ موت کے باعث حجاب دور ہو جاتا ہی تو نفس کدورت دنیا مین آلودہ رہتا ہی بالکل اُس سے جدا نہین ہوتا گو آلودگی مین فرق ہوتا ہی بعض نفس تو ایسے ہوتے ہین کہ اُنپر خباثت اور زنگ کا گذر ہوتے ہوتے ایسے ہو جاتے ہین جیسے آئینے کو مدت تک زنگ مین رہنے سے مورچہ لگ جاتا ہی اور اُسکا جوہر ہی

مسلم مین بروایت ابوذر رویت ثابت ہی اور یہی مذہب حضرت ابن عباس اور اکثر علما کا ہی ۱۲

خراب ہوجاتا ہی کہ جلا اور صفائی کچھ فائدہ نہین کرتی ایسے لوگ تو خداے تعالے سے ابدالآباد کے لیے محجوب رہینگے نعوذ باللہ منہا
اور بعض نفس ایسے ہوتے ہین کہ اُنکی کدورات اس درجہ کی نہین ہوتین کہ مُہر اور زنگ دل کو پہونچین اور اصلاح پذیر نہون
وہ چندسے دوزخ پر پیش کیے جائینگے کہ میل کچیل اُنکا سب دور ہوجاوے اور جسقدر کہ حاجت صفا اور جلاکی ہوگی اُسیقدر
دوزخ کا سامنا بھی ہوگا اور کم سے کم مومنین کے حق مین ایک لحظہ ہی اور زیادہ سے زیادہ سات ہزار برس جیساکہ اخبار
سے مفہوم ہوتا ہی اور اس دنیا سے کوئی نفس ایسا نہین جاتا جسپر کچھ غبار یا کدورت نہو گو تھوڑی ہی سہی اور یہی وجہ ہی کہ
خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی وان منکم الا واردہا کان علے ربک حتما مقضیا ثم ننجے الذین اتقوا ونذر الظالمین فیہا جثیا
اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک نفس کا گذر آگ پر تو یقینی ہوگا مگر اُس سے نجات ہونے کا یقین نہین وہان سے رہائی
جب ہو کہ جب خداے تعالے نفس کی طہارت اور صفائی اچھی طرح کردے اور جو مدت خداے تعالے نے مقرر فرمائی ہی
وہ پوری ہولے اور جن باتون کا شریعت مین مذکور ہی یعنے حساب کتاب اور درپیشی وغیرہ سب ہوچکین اور استحقاق جنت کا
بھی ہو اور یہ وقت مبہم ہی کسیکو اللہ تعالے نے اسپر مطلع نہین فرمایا کیونکہ یہ صورتین بعد قیامت کے ہونگی اور قیامت
وقت معلوم نہین ان صورتون کے بعد نفس صاف اور پاکیزہ کدورات سے ہوگا کہ اُسمین کسی طرح کا داغ یا غبار نہ ہوگا
پھر اس بات کے شایان ہوگا کہ اُسمین خداوند جل وعلے تجلی فرماوے یہ تجلی اُسوقت ایسی طرح ہوگی کہ اُس سے انکشاف
اور وضوح پہلے علم کا ہوگا جیسے کہ وضوح مرئیات کا متخیلات کی نسبت کے ہوتا ہی اسی مشاہدہ اور تجلی کا نام رویت اور
دیدار ہی اس سے معلوم ہوا کہ رویت بیشک ہی بشرطیکہ رویت سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ادراک خیالی کسی صورت خیالی کا کسی
خاص جہت مین جو ہوتا ہی اُسکی تکمیل کا نام رویت ہی ایسا ہی رویت الٓہی بھی ہوگی اسلیے کہ خداے تعالے ان سب
امور سے بری ہی بلکہ جس طرح کہ خداے تعالے کو دنیا مین عرفان حقیقی سے اچھی طرح جانا اور پابند خیال اور صورت
اور شکل اور جہت کے نہوے اسی طرح آخرت مین دیدار ہوگا بلکہ ہم کہتے ہین کہ جو معرفت دنیا مین ہوتی ہی وہی کامل ہوکر
درجہ کمال کشف کو پہونچ جاتی ہی اور وہی مشاہدہ اور رویت کہلاتی ہی اُس رویت آخرت اور معلوم دنیادی مین کچھ
اختلاف بجز زیادتی کشف اور وضوح کے نہین ہوتا جیساکہ خیال کی مثال مین اوپر گذرا پس جب کہ معرفت الٓہی
مین ثبوت صورت اور جہت کا ممکن نہین تو اُسکے پورا ہونے مین اور صرف وضوح اور کشف کے مرتبے کو پہونچنے مین
صورت اور جہت کیسے ہوگی وہ دونون تو ایک ہی ہین صرف رویت اخروی مین انکشاف ہی زیادہ ہی جیسا صورت
مرئی مین بہ نسبت صورت خیالی کے کشف زیادہ ہوتا ہی اور اسی طرف اشارہ ہی اس آیت مین نورہم یسعے بین ایدیہم
وبایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا اسلیے کہ تمامی نور سے صرف زیادتی کشف ہی کی ہوجاتی ہی اور یہی وجہ ہی کہ دیدار اور
رویت کے درجے کو وہی لوگ پہونچینگے جو دنیا مین عارف ہونگے کیونکہ معرفت دنیاوی ہی ایسا تخم ہی جو آخرت مین مشاہدہ ہوجاتا ہی
جیسے گٹھلی انجام کو درخت بنجاتی ہی اور دانہ پیڑ ہوجاتا ہی اور جسکی زمین مین گٹھلی ہی نہوگی اُسکو درخت کہان سے پیدا
ہوگا اور جو بیج نہ ڈالیگا وہ کیسے خرمن پاویگا ع چو تخم افگنی بر ہمان چشم دار ✤ خود مشہور ہی پس اسی طرح جو شخص اللہ تعالی کو
دنیا مین نہ پہچانیگا وہ آخرت مین اُسکو کیسے دیکھیگا اور سوا اسکے معرفت کے درجات مختلف ہوتے ہین تو تجلی بھی مختلف
ہوگی جیسے بیج کے اختلاف سے سبزہ اور روئیدگی مختلف ہوا کرتی ہی مثلاً اگر بیج بہت ہوگا یا کم ہوگا اور اچھا قوی
ہوگا یا ضعیف ہوگا تو اُسکی روئیدگی بھی ویسی ہی ہوگی اسی طرح تجلی کا حال معلوم کرنا چاہیے کہ جیسی معرفت ہوگی

ویسی ہی تجلی ہوگی اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہی کہ ان اللہ یتجلی للناس عامۃ ولابی بکر خاصۃ پس یہ گمان کرنا چاہیے
کہ لذت دیدار اور نظر جیسی حضرت ابوبکر رضہ کو ہوگی ویسی ہی اُنسے کم درجے والون کو بھی ہوگی بلکہ اُنکی لذت کا سوان حصہ بھی
اُنسے کم درجے والون کو نہ ملیگا اگر اُنکی معرفت آپ کی معرفت کی نسبت سوان حصہ ہوگی اور از انجا کہ حضرت ابوبکر رضہ سر معرفت
مین لوگون سے بڑھ کر تھے اور یہ راز آپ کے سینۂ مبارک مین جاگزین تھا اسی لیے آخرت مین اسی تجلی کے مستحق ہوے جو
خاص اُنھین کے لیے ہو- اور جیسے کہ دنیا مین لوگون کو دیکھتے ہو کہ بعضے لذت ریاست کو مطعومات اور نکاح کی لذت پر ترجیح
دیتے ہین اور بعضے لذت علم اور انکشاف اسرار آسمانون اور زمین اور امور الٰہیہ کو ریاست اور ماکولات ومشروبات وغیرہ کی
لذت پر ترجیح دیتے ہین اسی طرح آخرت مین معاملہ ہوگا کہ بعض لوگ لذت دیدار الٰہی کو جنت کی آسایش پر مقدم جانتے ہین
اسلیے کہ جنت مین کھانے اور پینے اور نکاح ہی کی لذت ہوگی اور یہ لوگ بعینہ وہی ہین کہ جنکا حال پہلے اوپر لکھا ہی کہ لذت علم
ومعرفت اور اطلاع اسرار ربوبیت کو تمام انواع لذات پر ترجیح دیتے ہین جنھین لوگ مشغول ہین اور اسی واسطے جب حضرت رابعہ
سے پوچھا گیا کہ جنت کے باب مین آپ کی کیا راے ہی فرمایا کہ الجار ثم الدار یعنے اول صاحب خانہ پھر خانہ اس قول مین
آپ نے بیان کیا کہ میرے دل مین التفات جنت کی طرف نہین بلکہ مالک جنت کی طرف ہی ٥ طوبے کا سایہ تجکو مبارک ہو زاہدا
ہمکو تو مالک مرحمت یار چاہیے ۵ اور جو شخص اللہ تعالے کو دنیا مین نہ پہچانیگا وہ اُسکو آخرت مین بھی نہ دیکھیگا جسکو لذت معرفت
دنیا مین نہوگی وہ آخرت مین لذت دیدار نہ پاویگا اسلیے کہ دنیا سے اگر کسی کے ساتھ کچھ نہ جاویگا تو آخرت مین اُسکو کوئی نئی بات
نہوگی جو یہان بو دیگا وہی وہان کاٹیگا اور آدمی جس بات پر مرا ہوگا اُسی پر اُسکا حشر ہوگا اور جس بات پر جیا ہوگا اُسی پر مریگا
پس جسقدر توشۂ معرفت ساتھ ہوگا اُسی قدر لذت پاویگا وہی معرفت مشاہدہ کی صورت بنجاویگی اور زیادتی کشف سے لذت
دوبالا دیگی جیسے کہ عاشق اگر محبوب کی صورت خیالی ذہن مین رکھتا ہی اور پھر صورت آنکھ سے دیکھتا ہی تو چونکہ وہی اُسکی منتہاے
لذت ہی اسلیے اُسکی لذت خیالی صورت کی بہ نسبت مضاعف ہو جاتی ہی اور از انجا کہ جنت مین ہر ایک کو دل چاہتی چیز ملیگی تو جو شخص سوا
دیدار الٰہی کے اور کچھ نہ چاہتا ہوگا اُسکو اُسکے سوا مین کچھ لذت بھی نہوگی بلکہ کیا عجب ہی کہ ایذا پاوے حاصل یہ کہ آسایش جنت اُسقدر
ہوتی ہی جسقدر محبت الٰہی ہو اور محبت بقدر معرفت ہوتی ہی تو معلوم ہوا کہ اصل سعادت معرفت ہی ہی جسکو شرع مین ایمان سے
تعبیر کیا ہی- اب اگر یون کہو کہ لذت دیدار کو اگر کچھ نسبت معرفت کی طرف ہی تو معلوم ہوا کہ بہت کم ہوگی گو معرفت کی نسبت کردو گنی
چوگنی وغیرہ ہو کیونکہ معرفت کی لذت دنیا مین بہت ضعیف ہی پس اُسکا دوگنا چوگنا کرنے سے ایسی حد کو نہین پہونچینگے جسکے
سامنے سب جنت کی لذتین ہیچ معلوم ہون تو اُسکا جواب یہ ہی کہ لذت معرفت کو تم سمجھنے کا منشا معرفت سے خالی ہونا ہی
پس جو شخص معرفت سے خالی ہوگا وہ اُسکی لذت کیسے جانیگا اور اگر تھوڑی سی معرفت اُسمین ہوئے اور دل مین علائق
دنیاوی بھرے ہون تو اُسکو اُسکا مزہ کیا ملیگا البتہ عارفین کو اُنکی معرفت اور فکر اور مناجات مین وہ مزے ہین کہ اُنکی عوض
اگر اُنکے سامنے جنت کی لذتین پیش کیجاوین تو ہرگز نہ لین اور اپنی لذتون کو جنت کے فردون سے نہ بدلین پھر یہ لذت عارفین
کی باوجود کمال لذت دیدار اور مشاہدہ سے کچھ نسبت ہی نہین رکھتی جیسے کہ تصور معشوق کی لذت کو اُسکے دیدار سے کچھ
نسبت نہین ہوتی یا عمدہ مزہ دار کھانون کے سونگھنے کی لذت کو اُنکے ذائقے کی لذت سے کچھ نسبت نہین یا ہاتھ سے چھونے کی
لذت کو جماع سے کچھ نسبت نہین اور اُن دونون مین زیادہ فرق بدون مثال بیان کیے ممکن نہین اسی واسطے ہم کہتے ہین
کہ لذت دیدار معشوق دنیا مین کئی سبب سے متفاوت ہوتی ہی اول جمال معشوق کا کامل ہونا اور ناقص ہونا تو ظاہر ہی کہ نظر کو

[illegible] خاص ١٢ ابن عدی بروایت جابر اور لکھا ہی کہ باطل ہی اور ابن جوزی نے اُسکو موضوعات مین لکھا ہی ١٢

زیادہ کامل کی طرف دیکھنے سے زیادہ لذت ہوتی ہے دوسرے محبت اور خواہش اور عشق کا غالب ہونا کہ عاشق زار کو جو لذت
ہوگی وہ کم محبت والے کو نہوگی تیسرے ادراک کامل ہونا کہ اگر محبوب کو نزدیک سے بے پردہ خوب چاندنی میں دیکھیگا تو لذت
زیادہ ہوگی بخلاف اُس صورت کے کہ اندھیرے مین یا پردہ باریک کی آڑ مین یا دور سے دیکھے اسی طرح پاس لپٹنا اور کپڑے کا
حجاب ہونا وہ مزہ نہین دیتا جو حالت برہنگی مین دیتا ہے چوتھے موانع اور دل کے پریشان کرنے والے ترددات کا برطرف ہونا
مثلاً ایک شخص تندرست فارغ البال بے تردد اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تو جو کیفیت اُسکو ہوگی وہ اُسکو نہوگی جو حالت خوف مین اپنے
معشوق کو دیکھتا ہے یا بیمار و دردمند ہے یا اُسکا دل کسی ایسے تردد مین مبتلا ہے کہ کیفیت دیدار اچھی طرح محسوس نہین کرتا اب فرض کرو
کہ ایک عاشق جسکا عشق ضعیف ہے وہ اپنے معشوق کی طرف باریک پردے کی آڑ سے فاصلے سے دیکھتا ہے اس طرح کہ اُسکی صورت کی
ماہیت اچھی طرح نہین سوجھتی اور اسپر طرہ یہ ہے کہ اُس عاشق کے گرد بچھو اور سانپ وغیرہ موذیات جمع ہین کہ اُسکو کاٹ رہے ہین
اور اُسکے دل کو پراگندہ کرتے ہین تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو کچھ نہ کچھ تو لذت اپنے معشوق کے دیدار کی ہوگی لیکن اگر اُسپر یکایک
ایسی حالت آجاوے کہ جس سے فاصلہ بھی برطرف ہوجاوے اور پردہ بھی اُٹھ جاوے اور موذیات برطرف ہوجاوین اور چاندنا
بھی خوب ہوجاوے اور یہ شخص تندرست بے فکر رہجاوے اور شہوت قوی اور شدت عشق کا ہجوم اسقدر ہو کہ نہایت درجے پر
پہونچ جاوے تو سوچنا چاہیے کہ اس شخص کی لذت کا کیا حال ہوگا اور پہلی حالت کو اس دوسری سے کیا نسبت ہوگی اسی طرح
لذت معرفت کو لذت دیدار کی طرف نسبت سمجھنا چاہیے یعنے پردہ باریک تو بدن انسان ہے اور سانپ بچھو وغیرہ شہوات ہین جو
انسان پر مسلط ہین مثل بھوک پیاس غضب غم واندوہ وغیرہ اور ضعف شہوت ومحبت یہ ہے کہ دنیا مین نفس شوق ملاء اعلےٰ کا کم
رکھتا ہے اور لذت عرفان مین ناقص ہے اور اسفل السافلین کی طرف راغب جیسے لڑکا باعث چڑیا سے کھیلنے کے لذت ریاست
کے بڑھنے سے قاصر ہوتا ہے پس عارف اگرچہ دنیا مین اُسکی معرفت قوی ہو تاہم ان مکروہات سے خالی نہین ہوتا اور خالی ہونا
ان ترددات سے البتہ ناممکن ہے ہان بعض اوقات یہ موانع کسی صورت ہین ضعیف ہوجاتے ہین اُسوقت جمال معرفت ایسا نظرون مین
چمک جاتا ہے کہ جس سے عقل حیران ہوجاتی ہے اور لذت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اُسکی زیادتی سے دل پھٹنے کے قریب ہوجاتا ہے مگر
یہ حالت مثل برق خاطف کے ہوتی ہے بہت کم ٹھہرتی ہے بلکہ شواغل اور افکار اور خواطر ایسے پیش آتے ہین کہ جو عارف کو تردد مین
ڈالدین اور عیش مکدر کردین اور اس حیات فانی مین یہ بات ہمیشہ ہی رہتی ہے اسی لیے ہنگام موت تک یہ لذت مکدر ہی رہتی ہے عمدہ
زندگی بعد موت کے ہے جسکے لیے حدیث شریف مین وارد ہے لا عیش الا عیش الآخرة اور کلام مجید مین ارشاد ہے وان الدار الآخرة
لہی الحیوان لو کانوا یعلمون اور جو شخص اس درجے کو پہونچ جاتا ہے وہ خداے تعالےٰ کی ملاقات کو محبوب جانتا ہے اسی لیے موت
اچھا سمجھتا ہے اور اُسکو بُرا نہین جانتا مگر اسی خیال سے کہ موت سے پہلے معرفت اور زیادہ کامل ہوجاوے کیونکہ معرفت مثل
تخم کے ہے جسقدر یہان اچھی اور کامل ہوجاوے اُسی قدر اُسکا ثمرہ کامل اور عمدہ قیامت مین ہوگا اور معرفت ایک دریاے
ناپیدا کنار ہے تو گو احاطہ کنہ جلال الٰہی کا محال ہے مگر جسقدر معرفت اللہ کی اور اُسکے صفات اور افعال واسرار مملکت کی زیادہ
اور قوی ہوگی اُسی قدر لذت آخرت بھی بہت اور بڑی ہوگی اور حاصل کرنا تخم معرفت کا بدون دنیا کے ممکن نہین اور اُسکا
بونا بدون مزرعۂ قلب کے نہین ہوسکتا اور اُسکا خرمن آخرت مین حاصل ہوتا ہے اور اسی لیے حدیث شریف مین وارد ہے افضل
السعادات طول العمر فی طاعة اللہ اسلیے کہ اگر عمر طویل ہوگی اور مداومت فکر اور مجاہدہ اور علیحدگی علائق دنیاوی سے اور ہمہ تن طلب
مین سرگرمی میسر ہوگی تو ظاہر ہے کہ معرفت بھی کامل اور واسع اور زیادہ ہو پس جو شخص موت کو محبوب جانتا ہے اُسکی وجہ یہی ہوتی ہے

کہ معرفت مین اپنے آپ کو ایسے درجے پر دیکھتا ہو کہ اس سے زیادہ کا ملنا اُسکو معلوم نہین ہوتا اور جو موت کو بُرا جانتا ہو وہ اس نظر سے
کہ اگر عمر زیادہ ہوگی تو توقع زیادتی معرفت کی رکھتا ہو اور اُسوقت اپنے آپ کو درجۂ ممکن الحصول سے قاصر پاتا ہو اہل معرفت کے
نزدیک موت کو بُرا خواہ اچھا سمجھنے کی یہی وجہ ہوئی ہو بخلاف تمام خلق کے کہ اُنکی نظر صرف شہوات دنیاوی پر ہوتی ہو اگر ساری
آرزوئین خاطر خواہ زیادہ ملین تو طول عمر چاہتی ہو اور اگر تنگی ہوئی تو موت کو چاہتی ہو حالانکہ یہ باتین محرومی اور خسارے کی
ہین اُنکا منشا جہالت اور غفلت ہو اور یہی دونون ہر ایک طرح کی بدبختی کی جڑ ہین اور معرفت سب سعادتون کی اصل ہو اس تحقیق سے
تمکو معنی محبت اور معنی عشق معلوم ہوگئے کہ زیادتی محبت کو عشق کہتے ہین اور نیز معنی لذت معرفت اور معنی رویت اور لذت رویت
کی معلوم ہوگئی اور یہ کہ لذت دیدار سب لذتون سے عقل اور کمال دونون کے نزدیک لذیذ تر ہو گو اہل نقصان کے عندیے مین ویسی ہی
جیسی کہ ریاست کی لذت لوگون کے نزدیک غذا کی چیزون سے عمدہ نہین ہوتی۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ رویت الٰہی کا محل آخرت
مین دل ہوگا یا آنکھ تو لوگون کو اس باب مین اختلاف ہو اور اہل بصیرت اس خلاف پر دھیان نہین کرتے وہ کہتے ہین کہ عاقل کو آم
کھانے سے غرض ہو نہ پیڑ گننے سے تو جو شخص اپنے معشوق کو دیکھنا چاہتا ہو وہ عشق کی حالت مین اس بات کی پروا نہین کرتا کہ
دیدار معشوق آنکھون مین پیدا ہوگا یا پیشانی مین بلکہ اُسکی غرض رویت اور اُسکی لذت سے ہی برابر ہو کہ وہ آنکھ سے حاصل ہو
یا اور کسی عضو سے کیونکہ آنکھ تو صرف محل اور ظرف ہو وہ تو دیکھتی ہی نہین نہ اُسکا کچھ اعتبار۔ اور امر حق اس باب مین یہ ہو کہ قدرت
الٰہی مین دونون باتون کی گنجائش ہو دونون سے رویت کی نعمت دے سکتا ہو تو یہ صورت تو جواز کی ہوئی اور دونون جائز صورتون
مین سے آخرت مین کونسی ہوگی یہ بات بدون شارع سے سننے کے معلوم نہین ہوسکتی ٹھیک ٹھیک اسمین وہی حال ہو جو اہل سنت
وجماعت کا عقیدہ ہو کہ رویت کے لیے آنکھ مین قوت دیجاویگی اور دلائل شرعی سے بھی ایسا ہی کچھ سمجھ مین آتا ہو اسلیے کہ الفاظ
رویت اور نظر وغیرہ کے مستعمل ہین بظاہر اُنسے آنکھ ہی کی نظر معلوم ہوتی ہو اور ظاہر الفاظ کو بدون ضرورت تاویل کرنا جائز
نہین چھٹا بیان اُن اسباب کے ذکر مین جنسے اللہ تعالے کی محبت قوی ہوتی ہو جاننا چاہیے کہ آخرت مین لوگون مین سے
سعید تر حال وہ شخص ہوگا جو اُنمین سے اللہ تعالے کی محبت قوی تر رکھتا ہوگا اسلیے کہ آخرت کے معنی یہی ہین کہ خداے تعالیٰ
کے پاس آنا اور سعادت ملاقات سے مشرف ہونا اور ظاہر ہو کہ جب عاشق اپنے محبوب کے پاس بہت سے دنون کے اشتیاق کے بعد
جائیگا اور اُسکے دیدار سے ہمیشہ کو مشرف ہوگا اور کوئی چیز روک ٹوک کی کبھی نہین پائیگا اور رقیب اور اغیار اور کدورت اور انقطاع کا
خوف کچھ نہوگا تو کیسی کچھ خوشی اور لذت اُسکو حاصل ہوگی مگر یہ لذت بقدر قوت محبت کے ہوگی پس جسقدر محبت زیادہ ہوگی اُسقدر
لذت زیادہ ہوگی اور بندے کو محبت الٰہی صرف دنیا مین ہوتی ہو اور اصل محبت سے کوئی ایماندار خالی نہین اسلیے کہ اصل معرفت
سب مین ہوتی ہو مگر فرط محبت اور استیلاے محبت جسکو عشق کہتے ہین یہ بہتون مین نہین ہوتی اسکے حاصل کرنے کے دو سبب
ہوتے ہین اول علائق دنیا سے علیحدہ ہونا اور غیر اللہ کی محبت دل سے نکال ڈالنی اسلیے کہ دل مثل برتن کے ہو اگر برتن مین مثلاً
پانی ہو تو اُسمین گنجائش سرکے کی نہوگی اور دو دل خداے تعالیٰ نے کسیکو عنایت نہین فرماے کہ ایک سے خدا کی محبت کرے اور دوسرے
مین غیر کی محبت بھرے اور کمال محبت اسمین ہو کہ خداے تعالیٰ کو تمام دل سے چاہے اور جب تک غیر کی طرف التفات رکھیگا تو کیا
کونہ اُسکے دل کا غیر سے مشغول رہیگا تو جسقدر غیر اللہ سے مشغول ہوگا اُسی قدر اُسمین سے محبت الٰہی کم ہوگی جیسے برتن مین جسقدر
پانی رہتا ہو اُسی قدر سرکہ کم آتا ہو اور اسی یکجہتی کی طرف اشارہ ہو اس آیت مین قُل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون اور اس آیت
مین ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا بلکہ یہی مراد ہو کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ یعنی کوئی معبود اور محبوب سوا خداے تعالیٰ کے نہین

کیونکہ محبوب معبود ہوتا ہی اسلیے کہ عبد مقید کو کہتے ہین اور جسکا قیدی ہو وہ معبود ہوتا ہی اور عاشق محب بھی اپنے محبوب کا مقید ہوتا ہی
تو محبوب معبود ہوا اور اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ارایت من اتخذ الٰہہ ہواہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ابغض الٰہ
عبد فی الارض الہوا ے اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہی من قال لا الہ الا اللہ خالصاً مخلصاً دخل الجنۃ اور معنی اخلاص کے
یہ ہین کہ دل کو خالص خداے تعالیٰ کے لیے کرنے کہ اُسمین دوسرے کی شرکت باقی نرہے دل کا محبوب اور معبود اور مقصود صرف
اسمٰی کی ذات پاک ہو اور جس شخص کا یہ حال ہو تو دنیا اُسکا قید خانہ ہی اسلیے کہ مشاہدہ محبوب سے اسکو روکتی ہی اور مرنا اُسکے
حق مین قید سے چھوٹنا اور محبوب کے پاس جانا ہی تو جس شخص کا محبوب ایک ہی ہو اور اُسکی طرف مدت سے اشتیاق رکھتا ہو
اور قید خانے مین بند ہو وہ اگر قید خانے سے چھوٹے اور محبوب سے ملے اور ابد الآباد تک امن چین مین رہے اُسکا کیا کہنا ہی
پس محبت الٰہی کی دلون مین کم ہونے کا ایک تو یہی سبب ہی کہ دنیا کی محبت دلون مین قوی ہی اور اسی مین محبت زن و فرزند اور مال و اقارب اور
زمین اور چوپایون اور باغات اور سیر و تماشا کی داخل ہی حتے کہ اگر جانورون کی آواز خوش اور نسیم سحری کی حرکت سے خوش ہوگا تو راحت دنیا کی
کی طرف متوجہ ہوگا اور اسکے باعث نقصان محبت الٰہی کے درپے ہوگا اور جسقدر اُنس دنیا سے ہوگا اسی قدر اُنس الٰہی کم ہوگا اور جس شخص کو دنیا مین
کسیقدر ملتا ہی اُسی قدر آخرت مین سے کم ہو جاتا ہی جیسے کوئی شخص مشرق سے جتنا قریب ہوتا ہی اُتنا ہی مغرب سے دور ہو جاتا ہی اور جتنا ایک
بی بی کا دل خوش کرے اُتنا ہی اُسکی سوت کو رنج ہوتا ہی اسلیے کہ دنیا و آخرت مثل دو سوتون یا مشرق و مغرب کے ہین اور یہ بات اہل دل پر
آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ تر منکشف ہوئی ہی اور دل مین محبت دنیا کی بیخ کنی کی تدبیر طریق زہد اور صبر کو اختیار کرنا اور
خوف و رجا کی باگ سے اُسکا مطیع ہونا ہی پس جو مقامات توبہ اور صبر اور زہد اور خوف و رجا کے پہلے لکھے ہین وہ محبت کے دونون
رکنون مین سے ایک کے حاصل کرنے کے ہین اور وہ دل کا خالی کرنا غیر اللہ سے ہی اور اُنکا شروع اللہ پر اور قیامت کے
دن پر اور جنت و دوزخ پر ایمان لانا ہی پھر اس سے خوف و رجا پیدا ہوتے ہین اور ان دونون سے توبہ اور اُنپر صبر کرنا متفرع ہوتا ہی
اور رفتہ رفتہ دنیا اور مال و جاہ مین اور تمام حظوظ دنیاوی مین زہد کرنا حاصل ہوتا ہی اور ان سب سے دل غیر اللہ کی محبت سے
پاک ہو جاتا ہی یہان تک کہ بعد اسکے دل مین معرفت الٰہی اور اُسکی محبت آنے کی گنجایش ہوتی ہی غرضکہ یہ سب امور مقدمات صفائی
دل کے ہین اور یہی صفائی محبت کے دو رکنون مین سے ایک ہی اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس حدیث مین الطہور شطر الایمان جیسا کہ
شروع باب طہارت مین ہمنے اُسکو لکھا ہی۔ دوسرا سبب محبت کے قوی ہونے کا معرفت الٰہی کا قوی ہونا اور دل مین اُسکا پھیل جانا ہی
اور یہ امر تمام علائق دنیاوی اور اُسکے اشتغال سے دل کے پاک ہونے کے بعد ایسا ہوتا ہی جیسا زمین کو گھاس وغیرہ سے صاف کرکے
بیج ڈالتے ہین اور یہی دوسرا رکن محبت کا ہی پھر اس سے محبت و معرفت کا درخت پیدا ہوتا ہی اور اسکا نام کلمہ طیبہ ہی جسکی مثال خداتعالیٰ
بیان فرماتا ہی ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین الیہ یصعد
الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ کلم طیب سے مراد معرفت ہی اور عمل صالح اُس معرفت کے حق مین مثل حمال اور خادم کے ہی اور عمل صالح
سب کا سب اسی لیے ہی کہ اول دل کو دنیا سے پاک کرے پھر اُسکی طہارت کو باقی رکھے غرض کہ عمل صرف اسی معرفت کے لیے مقصود ہوتا ہی
اور کیفیت عمل کا علم عمل کے لیے مطلوب ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ علم اول بھی ہی اور آخر بھی اول تو علم معاملہ ہی اور اُسکی غرض عمل ہی اور
عمل سے غرض صفاے قلب و اُسکی طہارت ہی تاکہ اُسمین حق کی تجلی ہو اور علم معرفت سے زینت پاوے جسکو علم مکاشفہ کہتے ہین اور
جب یہ معرفت حاصل ہوگی تو اُسکے پیچھے محبت ضرور ہوگی جیسے اگر کوئی شخص مزاج کا معتدل اور صحیح ہو جب خوبصورت کو چشم ظاہر سے
دیکھیگا تو اُس سے محبت کریگا اور اُسکی طرف راغب ہوگا اور جب محبت ہوگی تو لذت بھی ہوگی کیونکہ لذت محبت کے پیچھے ضرور ہوتی ہی

اور محبت ضرور ہی کہ بعد معرفت کے ہو اور دل سے دنیاوی کاروبار برطرف ہونے کی اُس معرفت کی طرف یہ چیزین پہونچاتی ہین یعنے فکر صاف
اور ذکر دائم اور بہت سی کوشش طلب مین اور نظر دائمی خداے تعالی اور اُسکی صفات اور ملکوت افلاک اور تمام مخلوقات مین رکھنی اور جو لوگ
اس درجے پر پہونچتے ہین وہ دو قسم کے ہین قسم اول زبردست اُنکا یہ حال ہی کہ اول خداے تعالی کو پہچانتے ہین پھر اُسکے سبب سے اُسکے
غیر کو پہچانتے ہین قسم دوم ضعفا کہ اول معرفت افعال کی کرتے ہین پھر افعال سے فاعل کی طرف ترقی کرتے ہین اور قسم اول کی طرف اشارہ ہی
اس آیت مین اولم یکف بربک انہ علے کل شئی شہید اور اسمین شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو اور بعض عارفین نے اسی نظر سے جواب دیا تھا کہ جب
اُنسے پوچھا گیا کہ تمنے اپنے رب کو کس چیز سے پہچانا اُنھون نے فرمایا کہ مین نے اپنے رب کو رب ہی سے پہچانا اور اگر میرا رب نہوتا تو مین اُسکو
نہ پہچانتا اور دوسرے کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین سنریہم آیاتنا فی الافاق وفی انفسہم حتے یتبین لہم انہ الحق اور اس آیت مین اولم
ینظروا فی ملکوت السموات والارض اور اسمین قل انظروا ماذا فی السموات والارض اور اسمین الذی خلق سبع سموات طباقا ما تری فی خلق
الرحمن من تفاوت فارجع البصر ہل تری من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وہو حسیر اور یہ طریق اکثر لوگون پر سہل
ہی اور سالکین کو اسمین گنجایش زیادہ ہی اور اسی پر اکثر ہدایت قرآنی متضمن ہی کہین تدبیر کا حکم ہی کہین تفکر کا کہین عبرت پکڑنے کا کہین
نظر و تامل کرنے کا اور اتنی آیتون مین مذکور ہی کہ اُنکا شمار نہین ہوسکتا پس اگر یہ کہو کہ یہ دونون راستے مشکل ہین ہمکو تو کوئی ایسی تدبیر
تبلانی چاہیے جس سے معرفت کے حاصل ہونے پر عادل سکے اور اُس سے محبت تک پہونچ سکین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ بہتر طریق تو خداے
تعالے کی معرفت سے اور تمام خلق کی معرفت پر پہونچنا ہی اور وہ طریق باریک ہی اس باب مین گفتگو کرنی اکثر لوگون کی فہم کی حد سے باہر ہی
اُسکو کتابون مین لکھنے سے فائدہ نہین مگر جو طریق سہل تر اور ادنی ہی وہ البتہ اکثر سمجھ مین سب کی آسکتا ہی اور اُسکے سمجھنے سے جو فہم
قاصر ہو رہی ہین تو اسکی وجہ یہ ہی کہ وہ لوگ تدبیر سے روگردان ہین اور شہوات اور نفس کی لذت مین غلطان پیچان اور اُسکے لکھنے کی
یہ بات مانع ہی کہ اُسکا پھیلاؤ اور کثرت بہت ہی اور اُسکے اقسام اتنے ہین کہ شمار اور نہایت سے زائد ہین اسلیے کہ کوئی ذرہ آسمان برین سے
زیر زمین تک ایسا نہین کہ جسمین عجیب نشانیان کمال قدرت اور کمال حکمت اور بے انتہا جلال و عظمت الہی پر دال نہو اور اس طرح کے ذرات
لا انتہا ہین خود ارشاد فرماتا ہی لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی تو ایسے ذکر مین مصروف ہونا علوم مکاشفہ
کے سمندر مین غوطہ مارنا ہی اور یہ بھی نہین ہوسکتا کہ اسکو علوم معاملہ کا طفیلی کرکے لکھا جاوے اسلیے ضرور ہوا کہ مختصراً ایک مثال بطور رمز
و ایما بیان کردی جاوے تاکہ اُس سے اسکی جنس پر تنبہ ہو جاوے پس ہم کہتے ہین کہ دونون طریقون مین سے سہل تر دیکھنا افعال کا ہی
اور اُسی کا ذکر کرتے ہین اور اعلے طریق کو چھوڑے دیتے ہین اب افعال الہی کو جو دیکھتے ہین تو وہ بھی بہت ہین اُنہین سے کمتر اور
حقیر و صغیر لیکر اُسکے عجائب مین نظر کرتے ہین ظاہر ہی کہ باعتبار فرشتون اور ملکوت آسمانی کے سب مخلوقات مین سے کمتر زمین اور
اُسکے اوپر کی چیزین ہین زمین کو اگر جسم اور حجم کی روسے دیکھو تو آفتاب باوجودیکہ چھوٹا معلوم ہوتا ہی مگر سیکڑون گنا اُس سے زیادہ ہی تو
آفتاب کی نسبت کر اسکی چھوٹائی سوچنی چاہیے پھر آفتاب کی خردی اُس آسمان کی نسبت کر دیکھو جسمین وہ جڑا ہوا ہی کہ اُس سے آفتاب کو
کچھ نسبت ہی نہین اور آسمان چہارم مین اُسکا مقام ہی یہ آسمان اپنے اوپر کے آسمانون کی نسبت کر چھوٹا ہی اور ساتون آسمان کرسی کے سامنے
ایسے ہین جیسے جنگل مین کوئی لوہے کا کڑا پڑا ہوا اور کرسی عرش مین ایسی ہی ہی تو یہ نظر تو اُنکے وجود پر باعتبار حجم کے ہوئی جسکی روسے زمین
ساری کی ساری اُنکے مقابل کتنی حقیر ٹھہرتی ہی بلکہ اگر زمین کو سمندرون ہی کی نسبت کر دیکھو تو نہایت چھوٹی ہی جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی
کہ الارض فی البحر کالاصطبل فی الارض اور تجربہ اور مشاہدہ بھی اسکی تصدیق کرتا ہی یعنی معلوم ہوا ہی کہ جسقدر زمین پانی سے باہر ہی اُسکو تمام کرہ کے
ساتھ وہ نسبت ہی جو ایک چھوٹے جزیرے کو ہی تمام خشکی کی طرف پھر آدمی کو دیکھنا چاہیے جو مٹی سے بنا ہی اور مٹی زمین کا ایک جز وہی اطرح

تمام حیوانات کو دیکھو کہ زمین کی نسبت کتنے چھوٹے ہین ان سب کو جانے دو جن حیوانات کو تم چھوٹا جانتے ہو انمین سے مچھر اور شہد کی مکھی یا جو ایسے ہی ہون انکو دیکھو مثلاً مچھر کو اس چھوٹے سے جسم پر عقل حاضر اور فکر صاف سے تامل کرو کہ اسکو خدا تعالی نے سب سے بڑے حیوان یعنی ہاتھی کی شکل بنایا کہ اسکے ایک سونڈ لگائی اور باوجود اس چھوٹی شکل کے جتنے اعضا ہاتھی کو عنایت فرمائے اُتنے ہی اسکو بھی دیے اور دو بازو زیادہ پیدا فرمائے پھر یہ دیکھو کہ اسکے اعضاے ظاہری کو کیسے تقسیم کیا ہو کہ بازو نکالے اور ہاتھ پاؤن بنائے اور آنکھ اور کان دیے اور باطن کے اعضا بھی مثل تمام حیوانات کے بنائے اور انمین قوت غاذیہ اور جاذبہ اور دافعہ اور ماسکہ اور ہاضمہ ویسی ہی دی جیسے اور حیوانات مین یہ تو شکل وصفات کا حال ہوا اب یہ دیکھو کہ اسکی غذا کیسی بتلا دی کہ آدمی کا خون ہو اور آدمی کی طرف اُڑنے کا سامان اسکو دے دیا اور سونڈ اسکی نوکیلی تیز پیدا کی اور جلد انسان کے مسام کیسے اسکو بتلا دیے کہ اپنی سونڈ انمین سے ایک مین رکھے اور اسکو کیسا سخت بنایا ہو کہ مسام مین چبھا دیتا ہو اور اسکو چوسنا اور خون پینا کیسے بتلا دیا اور سونڈ کو باوجود اتنی پتلی ہونے کے کیسا مجوف بنایا کہ اسمین خون پتلا ہو کر اسکے پیٹ مین چلا جاوے اور تمام اعضا مین پھیل کر اسکو غذا پہونچا دے پھر اسکے معدے اور دیگر اعضا و معاء باطنی کو خیال کرو کہ کتنے چھوٹے ہونگے اور اسکو کیسے بتلا دیا کہ انسان اسکو اپنے ہاتھ سے مارتا ہو اور بھاگنے کا حیلہ بھی سکھلا دیا اور اسکا سامان اسکو عنایت کیا اور اسکے کان ایسے بنائے کہ جس سے ہاتھ کی تھوڑی سی حرکت بھی سن لیتا ہو گو ابھی ہاتھ اس سے دور ہوتا ہو حرکت کے سنتے ہی کاٹنا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہو جب ہاتھ ٹھہرتا ہو تو پھر چلا آتا ہو پھر اسکی آنکھون کے ڈھیلے کیسے بنائے کہ اپنی غذا کی جگہ دیکھ لیتا ہو باوجود چہرہ ذرا سا ہی ہوتا ہو اور چونکہ ہر چھوٹے حیوان کا ڈھیلا چھوٹائی کی جہت سے پپوٹون کا متحمل نہ تھا اور آئینہ ڈھیلے کے لیے پپوٹے بمنزلہ آلہ جلا ہوا کرتے ہین کہ خس و خاشاک و غبار سے اسکو صاف رکھنے لہذا مچھر اور مکھی کے لیے دو پاؤن بنا دیے اسی لیے مکھی کو دیکھتے ہو کہ اپنے ان دونون پاؤن سے آنکھ کے ڈھیلے ہمیشہ صاف کرتی رہتی ہو اور انسان اور بڑے حیوانون کے ڈھیلون کے لیے پپوٹے بنا دیے کہ ایک دوسرے سے ملجاتے ہین اور انکے کنارے تیلے رکھے تاکہ جو غبار ڈھیلے پر آجاوے اسکو جمع کرکے پلکون پر ڈال دین اور پلکون کو سیاہ بنایا تاکہ آنکھ کی روشنی کو منتشر نہونے دین اور دیکھنے مین مدد ہون اور آنکھ خوبصورت معلوم ہو اور غبار کے وقت آنکھ پر جال سا پڑ جاوے کہ غبار تو نہ آنے پاوے اور جال کی آڑ سے دیکھنے مین خلل واقع نہو اور مچھر کے دو ڈھیلے بے پپوٹون کے صاف جلا دار بنائے اور اسکو ترکیب انکی صفائی کی بتلا دی کہ اپنے دونون پاؤن سے صاف کرتا ہو اور از انجا کہ اسکی بینائی ضعیف ہوتی ہو اسی لیے چراغ پر گر پڑتا ہو کیونکہ ضعف بصر کی جہت سے وہ دن کی روشنی کا طالب ہوتا ہو اور جب وہ بیچارہ چراغ کی روشنی دیکھتا ہو تو اپنے آپ کو اندھیری کوٹھری مین سمجھتا ہو اور چراغ کی روشنی کو روشندان سمجھتا ہو اسی لیے روشنی کی طلب مین اسکی طرف جاتا ہو اور جب اس سے آگے بڑھکر اندھیرا دیکھتا ہو تو گمان کرتا ہو کہ روشندان مجکو نہین ملا اور اسکی سیدھ مین نہین پہونچا تب پھر دوبارہ چراغ کی طرف لوٹتا ہو یہان تک کہ جل جاتا ہو اور شاید تمکو خیال ہو کہ یہ امر اسکے نقصان اور جہالت سے ہوتا ہو تو جان لو کہ انسان کی جہالت مچھر کی جہالت سے بڑھکر ہو دیکھو آدمی بھی شہوات دنیاوی پر گرنے مین ایسا ہی ہو جیسا پروانہ آگ مین گرنے مین ہو کیونکہ انوار شہوات صورت ظاہری کی رو سے آدمی کو معلوم ہوتے ہین اور اسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ انکے پیچھے زہر قاتل ہو اسلیے اپنے نفس کو ہمیشہ شہوات مین ڈالتا ہی رہتا ہو یہان تک کہ انجام کو انمین گرفتار ہو کر ہلاک ابدی مین جا پڑتا ہو کاش انسان کا جہل پروانے ہی کا سا ہوتا مگر یہ بھی نہین وہ ظاہری روشنی سے دھوکا کھا کر اگر جلجاتا ہو تو اسی وقت چھوٹ جاتا ہو اور آدمی تو شہوات مین مبتلا ہونے سے یا ہمیشہ کو یا مدت مدید کے لیے آتش دوزخ مین رہتا ہو اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علانیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ انکم تتہافتون علی النار تہافت الفراش وانا آخذ بحجزکم حاصل یہ کہ اس چھوٹے سے جانور مین یہ ثمہ عجائب صنعت الہی ہو اور اسمین اتنے عجائب ہین کہ اگر اگلے پچھلے لوگ متفق ہو کر حقیقت اسکی دریافت کیا چاہین

تم آگ پر پروانے کی طرح گرتے ہو اور مین تمھاری کمر تھامتا ہون ۱۲ بخاری ومسلم مین باختلاف بعض الفاظ یہ مضمون مروی ہو ۱۲

تو اگلو کو تو کیا ہو پہنچینگے جو ظاہر صورت مین صاف صاف باتین ہین وہ بھی اُنکو معلوم نہونگی خفیہ امور کا جاننا سوا خداے تعالی کے اور کسی کا کام نہین پھر ہر ایک جاندار اور روئیدگی مین ایک باکئی ایسی عجیب چیزین ہین کہ اُسی مین خاص ہین دوسرے مین نہین پائی جاتین مثلاً شہد کی مکھی کو غور کرو کہ کیسے اُسکو خداے تعالی نے بتلا دیا کہ اپنے چھتے درختون اور پہاڑون اور مکانون پر چھتہ بناتی ہو اور اُسکے لعاب سے موم اور شہد بنتا ہو ایک روشنی کے کام کا ہو اور دوسرے مین مرضون کی شفا رکھی ہو پھر اُسکی عجائب باتون کو غور کرو کہ پھولون اور کلیون پر ہی بیٹھتی ہو اور نجاست ہو پلیدگی کے گرد نہین جاتی اور اپنے حاکم کی جو جسم مین سب سے بڑی ہوتی ہو اطاعت کرتی ہو اور اللہ تعالی نے اُنکے حاکم مین بھی یہ عدل انصاف رکھا ہو کہ اگر کوئی نجاست پر بیٹھکر چھتے مین جانا چاہتی ہو تو فوراً مار ڈالی جاتی ہو مکان کو دیکھو کہ موم سے کیسا بناتی ہو بدون مسطر و پرکار مسدس خانے بناتی چلی جاتی ہو اور گول و چوکھونٹے اور پانچ کھونٹے کے نہین بناتی صرف مسدس چھ گوشے والے بناتی ہو اسکی بھی ایک وجہ ہو کہ مہندس بھی جانتے ہونگے یعنی سب سے زیادہ وسیع شکل دائرے کی ہو یا جو اس سے قریب ہو اسلیے کہ مربع مین تو کونے بیکار رہجاتے ہین کہ مکھی کا جسم گول ہوتا ہو تو مربع مین رہنے سے زاویے بیکار جاتے ہین اور اگر گول بناتی تو اُنکو ایک دوسرے سے ملانے مین فرجے بیکار رہجاتے ہو اسلیے کہ گول چیزین جب ایک دوسرے سے ملتی ہین تو خوب متصل نہین ہوتین اور زاویہ دار شکلون مین ایسی کوئی نہین کہ گنجایش مین تو گول شکل کا سا کام دیوے اور ملانے مین اُسمین فرجہ نرہے بجز شکل مسدس کے کہ اُسمین دونون صفتین موجود ہین اور یہ خاصیت اسی شکل کی ہو تو غور کا مقام ہو کہ اللہ تعالی نے اس چھوٹے سے جانور کو کیسے یہ باتین بتائین اور اُسپر اپنا لطف و کرم کیسے ظاہر کیا کہ جس چیز کی طرف اُسکو حاجت تھی وہ اُسکو سکھا دی تاکہ چین سے رہے ان باتون کو اگر سوچو اور پیٹ کے دھندے سے فرصت بھی ہو اور شہوات نفس اور ہمسرون کی عداوت اور بھائیون کی طرفداری وغیرہ سے بھی بے فکر ہو تو جانو کہ کیسی عجیب باتین ہین کہ خداوند کریم عظیم الشان نے اپنی عنایت و احسان سے ذرا ذرا سے جانورون بے قدر مین رکھی ہین اب انھین کو دیکھکر عبرت پکڑو اور اسرار زمین و آسمان کو جانے دو جسقدر کہ ہماری فہم ناقص مین گذرا ہو اسکو اگر واضح کرکے لکھا جاوے تو بہت سی عمرین چاہیین حالانکہ ہمارے علم کو علما اور انبیا کے علم سے کچھ نسبت نہین اور سارے خلق کے علم کو خداے تعالی کے علم سے کچھ نسبت نہین بلکہ جو باتین خلق کو معلوم ہوئی ہین اُنکو خداے تعالی کے علم کے سامنے علم ہی نہ کہنا چاہیے غرض کہ اس جیسی باتین سوچنے سے وہ معرفت زیادہ ہوتی ہو جو دونون طریقون مین سے سہل تر سے حاصل ہوتی ہو اور معرفت کی زیادتی سے محبت زیادہ ہوتی ہیں اگر تمکو سعادت ملاقات الٰہی سے مشرف ہونے کی طلب ہو تو دنیا کو پس پشت ڈالو اور ذکر دائم اور فکر لازم مین مستغرق رہو اس سے عجب نہین کہ کچھ نہ کچھ مل رہے اور اس تھوڑی ہی سی چیز کے عوض مین ایسی سلطنت ملیگی کہ جسکی انتہا نہو

ساتوان بیان اس امر مین کہ کیا وجہ ہو کہ لوگ محبت کے باب مین متفاوت ہوتے ہین

جاننا چاہیے کہ اصل محبت تو سب ایماندارون مین ہوتی ہو اسلیے کہ ایمان مین سب شریک ہین مگر محبت مین مختلف ہوتے ہین اسوجہ سے کہ معرفت اور محبت دنیا مین مختلف ہوتی ہین اور یہ ظاہر ہو کہ اشیا مین اُسی قدر تفاوت ہوتا ہو جتنا اُنکے اسباب و علتون مین ہوتا ہو اور لوگون مین اکثر ایسے ہین کہ خداے تعالی کے صفات اور اسما جو اُنکے کانون مین پڑتے ہین وہی سیکھکر یاد کرتے ہین اور کچھ نہین جانتے اور بعض اوقات اُن اسما و صفات کے معانی ایسے خیال کر لیے کہ خداوند جل شانہ اُن معانی سے مبرا ہو اور بعض اوقات حقیقۃ الامر پر واقف نہونے اور نہ اُنکے کچھ معنی خیال کیے بلکہ تسلیم و تصدیق کے طور پر ایمان لائے اور عمل مین مصروف ہو کر گفتگو کو بالاے طاق رکھ دیا یہ لوگ اصحاب یمین مین سے بچنے والے ہین اور جو لوگ خیال فاسد بنا لیتے ہین وہ گمراہ ہین اور جو حقیقت کے عارف ہین وہ مقرب لوگ ہین اور اللہ تعالے نے ذکر ان تینون قسم کے لوگون کا اس آیت مین فرمایا ہو فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنۃ نعیم واما ان کان من اصحاب الیمین فسلام لک من اصحاب الیمین واما ان کان من المکذبین الضالین فنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم اور چونکہ بدون مثال کے لوگ باتین کم سمجھتے ہین اسلیے اختلاف محبت کی ہم مثال لکھے دیتے ہین اور کہتے ہین کہ مثلاً شافعی مذہب والون کو حضرت

سو جو اگر ہوا وہ نزدیک والون مین تو راحت ہو اور روزی ہو اور باغ نعمت کا اور جو اگر ہوا وہ داہنے والون مین تو سلامتی ہو پہنچے تجھکو داہنے والون سے اور جو اگر ہوا وہ جھٹلانے والون بھٹکون مین تو مہمانی ہی جلتا پانی اور پیٹھانا آگ مین ۱۲

امام شافعی رحمۃ سے محبت ہی اس محبت مین فقیہ اور عالم اور عوام سب مشترک ہین کہ انکے فضل اور دینداری اور سیرت نیک اور
خصائل حمیدہ سے سب واقف ہین مگر عامی انکے علم کو مجمل جانتا ہی اور فقیہ مفصل جانتا ہی اسی لیے فقیہ کا آپ کو جاننا کامل تر ہوگا
اور اس جاننے سے آپ کے ساتھ محبت اور عجب بھی فقیہ ہی کو زیادہ ہوگا اسلیے کہ جو شخص کسی مصنف کی تصنیف دیکھتا ہی اور اسکو
اچھا جانتا ہی اور اس تصنیف کے باعث مصنف کا فضل پہچانتا ہی تو اسکو یقیناً خوب جانتا ہی اور اسکی طرف اسکا دل مائل ہوتا ہی
پس اگر اس تصنیف کی نسبت کرکوئی دوسری تصنیف اس سے بھی عمدہ اور عجیب دیکھیگا تو بیشک محبت دوبالا ہوگی اسلیے کہ
اسکے علم کی معرفت بھی بڑھ گئی اسی طرح آدمی کسی شاعر کے باب مین اگر اعتقاد کرتا ہی کہ شعر خوب کہتا ہی تو اس سے محبت کرتا ہی
اور جب اسکے اشعار نادر اس قسم کے سنتا ہی کہ جسمین شاعر کی مہارت اور سخندانی معلوم ہو تو پہلے معرفت زیادہ ہوتی ہی اور محبت بھی
زیادہ ہوجاتی ہی اسی طرح تمام صناعات وفضائل عمل کا حال ہی اور عامی کبھی سنتا ہی کہ فلان شخص مصنف ہی اور اسکی تصنیف اچھی
ہوتی ہی مگر مضمون تصنیف سے واقف نہین ہوتا تو اسکو مجمل معرفت ہوتی ہی اور اسی نسبت کر میل ومحبت بھی مجمل ہوتا ہی اور
دانا شخص جب تصانیف کو مطالعہ کرتا ہی اور انکے عجائب پر واقف ہوتا ہی تو اسکی محبت یقیناً دوبالا ہوتی ہی اسواسطے کہ
عجائب صنعت اور شعر وتصنیف کے صفات صانع اور شاعر اور مصنف کے کمال پر دال ہوتے ہین اب عالم سب کا سب
خداے تعالے کی ساخت اور تصنیف ہی اور عامی صرف اسکا اعتقاد اور علم رکھتا ہی مگر اہل بصیرت اسکی صنعت کی تفصیل
سے واقف ہوتا ہی یہان تک کہ مچھڑ مین مثلاً وہ عجائب دیکھتا ہی کہ انمین عقل دنگ ہو ؎ برگ درختان
سبز درنظر ہوشیار ؎ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ؎ اسی وجہ سے اسکے دل مین خداے تعالے کی عظمت
وجلال اور کمال صفات زیادہ ہوتی ہی اور اسکے باعث محبت بڑھتی ہی اور جس قدر صنائع الٰہی کی عجیب باتون پر
اطلاع بڑھتی جاتی ہی اسی قدر اسکی عظمت وجلال دل مین زیادہ معلوم ہوتی ہی اور اتنی ہی محبت بھی بڑھتی جاتی ہی
اور از انجا کہ عجائب صنع الٰہی کا دریا ناپیدا کنار ہی اسی لیے محبت مین اہل معرفت کا تفاوت بھی بیشمار ہی اور جن
سببون سے کہ محبت مین اختلاف ہوتا ہی وہ اختلاف ان پانچون سببون کا ہی جو محبت کے لیے ہم لکھ چکے ہین
مثلاً اگر کوئی شخص خداے تعالے سے اس وجہ سے محبت رکھتا ہی کہ وہ اسکا محسن اور منعم ہی اسکی ذات سے محبت نہین
رکھتا تو اسکی محبت ضعیف ہی اسواسطے کہ احسان کے بدلنے سے یہ محبت بدل جاتی ہی تو بلا کی حالت مین یہ محبت ایسی نہین
ہوتی جیسے خوشی اور آسائش کی حالت مین ہوتی ہی اور اگر کوئی شخص اسوجہ سے محبت رکھتا ہوگا کہ ذات پاک خداوندی
مستحق محبت ہی کہ کمال وجمال اور مجد وعظمت سب اسکو حاصل ہی تو اسکی محبت احسان کے مختلف ہونے سے نہین بدلا کرتی
ہمیشہ یکسان رہتی ہی غرض کہ محبت مین لوگون کے مختلف ہونے کی یہ وجہ ہی اور اسی سے سعادت اخروی مین فرق ہوا کرتا ہی

اور اسی واسطے اللہ تعالے نے فرمایا وللاخرۃ اکبر درجات واکبر تفضیلا **آٹھوان بیان** اس امر کی وجہ مین کہ معرفت
خداے پاک مین خلق کی فہم کیون قاصر ہی واضح ہو کہ موجودات مین سے ظاہر تر خداے پاک ہی اور اس سے چاہیے تھا
کہ سب معرفتون سے اول اسکی معرفت فہم مین آتی اور عقل پر سہل تر ہوتی مگر معاملہ بالعکس نظر آتا ہی تو اسکی وجہ بیان کرنی
ضرور ہوئی اور یہ جو ہمنے کہا کہ وہ سب موجودات مین سے ظاہر تر ہی یہ ایسے باعث سے کہا جو بدون مثال کے سمجھ مین نہین
آنے کا اور وہ یہ ہی کہ ہم اگر کسی انسان کو لکھتے یا سیتے یا کوئی اور کام کرتے دیکھین تو اسکا زندہ ہونا ہمارے نزدیک سب موجودات مین سے ظاہر تر
ہوگا یعنی اسکی زندگی اور علم اور قدرت اور ارادہ کام کا ہمارے عندیے مین اسکی اور صفات ظاہری اور باطنی کی نسبت کر زیادہ واضح ہوگا اسلیے کہ صفات

باطنی مثل شہوت و غضب اور خلق اور صحت و مرض وغیرہ کو تو ہم جانتے ہی نہین باقی رہین صفات ظاہری اُنمین سے بعض کو ہم نہین جانتے اور بعض مین شک ہی مثلاً مقدار طول اور رنگ جلد وغیرہ آنکھ سے معلوم ہوسکتے ہین مگر آن مین کسی وجہ سے شک بھی ہوسکتا ہی اور حیات اور علم اور قدرت اور ارادہ بدون اسکے کہ آن مین حس بصر کا لگاؤ ہی ہم پر ظاہر ہوجاتی ہین کہ یہ چیزین حواس خمسہ مین سے کسی چیز سے معلوم نہین ہوتین لیکن ان چیزون کا علم بدون حرکت کے ہمکو نہین ہوسکتا پھر اگر ہم تمام عالم کی طرف برابر نظر کرینگے تو کیا وجہ کہ خدا تعالی کی صفت ہم کو معلوم نہو دونون صورت مین بات تو ایک ہی اور صاف صاف ہی بلکہ جب عالم کو مشاہدہ کرینگے اور حواس ظاہری اور باطنی سے ادراک کرینگے خواہ وہ پتھر ہو یا ڈھیلا یا نبات و شجر یا حیوان یا زمین و آسمان یا ستارے یا خشکی و تری یا عناصر یا عرض و جوہر وغیرہ تو اُن سب سے وجود اسد تعالےٰ کا اور قدرت و علم اور تمام صفات ضرور ہی مشاہدہ ہونگے اور سب سے ثبوت کامل اُسکے وجود وغیرہ کا ہی بلکہ اول دلیل خدا تعالی کے وجود اور صفات پر ہمارے نفس اور جسم اور اوصاف اور احوال کا بدلنا اور ہمارے دلون کا اور تمام اطوار کا حرکات و سکنات مین پھر جانا ہی اور ہم کو علم کی راہ سے ظاہر سب مین اپنا نفس معلوم ہوتا ہی پھر وہ چیزین جو ہمارے حواس خمسہ سے معلوم ہوتی ہین پھر وہ جو عقل و بصیرت سے مدرک ہوتی ہین اور اِن سب مدرکات مین سے ہر ایک چیز ایک شاہد اور دلیل جداگانہ ہی اور جتنی چیزین عالم مین ہین سب کے سب شواہد ناطقہ اور دلائل کاملہ اس بات پر ہین کہ اُنکا پیدا کرنے والا اور مدبر اور بدلنے والا اور حرکت دینے والا موجود ہی اور اُسکے علم و قدرت اور لطف و حکمت پر بھی دال ہین اور ان سب موجودات مدرکات کی کچھ انتہا نہین تو خدا تعالی کے وجود اور صفات کے دلائل کی بھی کچھ شمار نہین اب اگر کاتب کی حیات و علم و قدرت ہمکو صرف ایک دلیل یعنے اُسکے ہاتھ کی حرکت دیکھنے سے ثابت اور ظاہر ہوجاتی ہی تو خدا تعالی کا وجود و حیات وغیرہ کس طرح ظاہر نہوگا اسکے لیے تو کوئی چیز ایسی ممکن ہی نہین کہ اُسکے وجود وغیرہ پر دال نہو نہ ہمارے نفسون کے اندر کوئی شی ایسی ہی نہ باہر اسلیے کہ ہر ایک ذرہ زبان حال سے پکار رہا ہی کہ مین اپنے آپ موجود اور متحرک نہین میرا موجد اور محرک کوئی اور ہی اور اسی پر ہمارے اعضا کی ترکیب اور ہڈیون کے جوڑ اور گوشت پٹھے اور مسامات اور ہاتھ پانون کی صورت اور تمام اجزاے ظاہری و باطنی شاہد ہین اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ یہ چیزین آپ ہی آپ مرکب نہین ہوئین جیسا یہ جانتے ہین کہ کاتب کا ہاتھ خود بخود نہین ہلتا لیکن ازانجاکہ موجودات مین سے کوئی شی مدرک اور محسوس اور معقول اور حاضر اور غائب ایسی نہین جو خدا تعالی کے وجود پر شاہد نہو تو اسی لیے اِسکا ظہور اتنا ظاہر ہوگیا کہ عقلین اُسکے ادراک سے متحیر رہ گئین اسلیے کہ جو شی کہ اُسکے سمجھنے مین ہماری عقل قاصر ہی اُسکے قصور کے دو ہی سبب ہوتے ہین یا اُس شی کا بذات خود خفیہ اور باریک ہونا جسکی مثال ہر ایک کو معلوم ہی یا اُس شی کا وضوح حد سے زیادہ ہونا جیسے شپرات کو دیکھتی ہی اور دن کو نہین دیکھتی نہ اس وجہ سے کہ دن بہ نسبت رات کے پوشیدہ ہی بلکہ اِس وجہ سے کہ شدت سے ظاہر ہی کہ شپر اپنے ضعف بصر سے اُسکی تاب نہین رکھتی آفتاب کا نور چمکنے اور خوب ظاہر ہونے کے وقت اُسکی بینائی کو منتشر کردیتا ہی ہان جب اُسمین کچھ تاریکی ملجاتی ہی اور ظہور مین ضعف آجاتا ہی تو اُسکی بینائی کام دینے لگتی ہی اسی طرح ہماری عقلین ضعیف ہین اور جمال حضرت الٰہی کا نہایت درجے کی چمک اور نور اور شدت کا شمول رکھتا ہی کہ کوئی ذرہ اُسکے ظہور سے نہین چھوٹا مصرعہ ہر سنگ مین شرار ہی تیرے ظہور کا ؛ مصداق اِس بیان کا ہی پس جب ملکوت زمین و آسمان مین کوئی ذرہ اُسکے ظہور سے خالی نہین تو یہی ظہور سبب اُسکے خفی رہنے کا ہوگیا ہی سبحان اللہ شعر از فرط نور آہ ہو جسکے جمال کی ؛ یک چشم و دل کو تاب ہو اُسکے جلال کی ؛ اور شدت ظہور کے باعث خفی رہنے سے تعجب نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ چیزین اپنی ضدون سے کھل جایا کرتی ہین اور جس چیز کا وجود ایسا عام ہو کہ کوئی ضد ہی نہو اُسکا ادراک

ضرور مشکل ہوگا یا اشیاے مختلف اس طور کی ہوں کہ کچھ دلالت کرتی ہوں اور کچھ نہ کرتی ہوں تو جلد انمین فرق معلوم ہوسکتا ہو اور اگر سب اشیاے
دلالت مین ایک ہی طور پر مشترک ہوں تب بھی مشکل پڑیگی مثلاً آفتاب کا نور جو زمین پر پڑتا ہو ہمکو معلوم ہو کہ یہ آفتاب کے غروب ہونے پر
جاتا رہتا ہو اور ایک عرض آفتاب کے ساتھ قائم ہو پس اگر آفتاب ہمیشہ روشن رہتا اور غروب نہوتا تو ہمکو یہی گمان ہوتا کہ اجسام مین بجز اُنکے
رنگون سیاہی اور سفیدی وغیرہ کے اور کوئی چیز نہین کیونکہ ہر وقت یہی رنگ نظر پڑتے ہین اور روشنی تو جسم نہین ہو کہ نظر پڑے مگر جب آفتاب
غروب ہوگیا اور تاریکی سب جگہ پھیلی تو ہمکو دونون حالون مین فرق معلوم ہوا اور جان لیا کہ اجسام کو روشنی دھوپ سے تھی اور انمین ایک
بات تھی کہ وہ غروب پر جاتی رہی غرضکہ دھوپ کا وجود اُسکے عدم سے معلوم ہوا اگر وہ نیست نہوتی تو اُسپر اطلاع مشکل سے ہوتی اسلیے کہ اجسام
ایک شی نظر پڑتے اندھیرے اجالے کا کچھ فرق نہوتا اب سمجھنا چاہیے کہ نور سے چیز جو محسوسات مین سے ظاہر تر ہو اور دوسری چیزون کو
ظاہر کرتا ہو صرف ظہور کے باعث اُسکا حال کیسے شبہ ہوسکتا ہو بشرطیکہ اندھیرا نہو اب خداے تعالی تو سب امور سے ظاہر تر ہو اور سب چیزین
اُسی سے ظاہر ہوئی ہین اگر اسکو عدم یا غائب ہونا یا بدلنا ہو تو آسمان و زمین گر پڑتے اور ملک و ملکوت بیکار ہوجاتے اور دونون حالون
مین فرق معلوم پڑتا اسی طرح اگر بعض چیزین اُسکے ساتھ موجود ہوتین اور بعضی غیر کے ساتھ تب بھی فرق دونون چیزون کی دلالت مین ہوتا
مگر اسکی دلالت سب اشیا مین ایک ہی طرح ہو اور اُسکا وجود سب احوال مین دائم و قائم ہو کہ اُسکے خلاف ہونا محال ہو تو بالضرور شدت ظہور
موجب خفا ہی ہوا پس یہی باعث فہم کے قاصر رہنے کا ہو مگر جس شخص کی بصیرت قوی اور قوت غالب ہو وہ اپنے اعتدال کے حال مین سوا
خداے تعالی کے اور کسی کو نہین دیکھتا اور کو پہچانتا اور جانتا ہو کہ موجود سواے خداے تعالی کے اور کوئی نہین غیر کے افعال اُسی کے آثار
قدرت مین سے ایک اثر ہین تو وہ اُسی کے تابع ہین واقع مین بدون اُسکے غیر کو وجود نہین بلکہ وجود اُسی واحد برحق کو ہو جسکے باعث
تمام افعال کا وجود ہو اور جس شخص کا یہ حال ہو وہ کوئی فعل ایسا نہین دیکھتا جسمین نظر فاعل حقیقی کی طرف نہو نہ آسمان کو آسمان جانے
نہ زمین کو زمین نہ درخت و حیوان کو اُنکے وجود کے اعتبار سے دیکھے بلکہ ان اشیا مین اس نظر سے دیکھتا ہو کہ واحد برحق کے افعال و
صنائع ہین غرض کہ اُسکی نظر غیر کی طرف جاتی ہی نہین جیسے کوئی شخص کوئی شعر یا خط یا تصنیف دیکھکر شاعر اور کاتب اور مصنف کی طرف
لحاظ کرے اور ان چیزون کو اس اعتبار سے دیکھے کہ اُن اشخاص کے آثار مین سے ایک اثر ہین نہ نظر سے کہ سیاہی سے کاغذ پر لکھے
ہوئے ہین تو ظاہر ہو کہ اُس شخص کی نظر غیر مصنف کی طرف نہوگی اور چونکہ تمام عالم تصنیف خداے تعالی کی ہو تو جو شخص اُسکی طرف اس
اعتبار سے دیکھے کہ وہ خدا کا فعل ہو اور اسی اعتبار سے اُسکو پہچانے اور محبت کرے تو وہ خدا کے سوا اور کسی مین نہ ناظر ہوگا نہ اور کا
عارف نہ دوسرے کا محب اور واقع مین موحد حقیقی وہی ہوگا جو خداے تعالی کے سوا اور کسی کی طرف نظر نہین کرتا یہانتک کہ اپنے نفس
کی طرف بجز اس اعتبار کے نہین دیکھتا کہ خدا کا بندہ ہو پس ایسے ہی شخص کو کہا کرتے ہین کہ توحید مین فنا ہوگیا اور اپنے نفس سے فنا
ہوگیا اور اسی کی طرف اشارہ ہو اس قول مین کسی بزرگ کے کہ فرمایا ہم اپنے آپ تھے پھر خودی سے فنا ہوگئے تو اب بدون خودی کے
رہ گئے پس یہ امور اہل بصیرت کے نزدیک معلوم ہین لوگون کی فہم بسبب ضعف کے اُنکو معلوم نہین کرسکتی اور علما سے اُنکی تشریح اور
توضیح ایسی عبارت مین نہین ہوسکتی جس سے اور لوگ بھی غرض کو سمجھ جاوین علاوہ اسکے وہ اپنے اپنے نفس مین مشغول ہین اور
اعتقاد رکھتے ہین کہ اس بات کو غیر سے ذکر کرنا کچھ مفید نہین یہی وجہ ہو کہ لوگون کی فہم معرفت الٰہی سے قاصر ہین اور اسکے اوپر یہ امر زائد ہوگیا
کہ مدرکات سب کے سب جو خداے تعالی پر شاہد ہین آدمی کو انکا ادراک لڑکپن مین بے عقلی کی حالت مین ہوتا ہو پھر آہستہ آہستہ
عقل پیدا ہوتی ہو حالانکہ اسوقت اپنی شہوات مین ڈوبا رہتا ہو اور مدرکات و محسوسات کو دیکھتے دیکھتے اُنسے مالوف و مانوس ہوجاتا ہو
دل مین انکی کچھ قدر و منزلت نہین رہتی کہ اُنکے باعث کوئی نئی بات معرفت کی اس سے سرزد ہو ہان اگر یکایک کوئی نادر حیوان یا

سبزہ یا کوئی اور فعل خدا کے افعال مین سے خلاف عادت عجیب نظر پڑتا ہی تو خود طبیعت سے معرفت کا قول زبان پر آجاتا ہی اور کہنے لگتا ہی سبحان اللہ اور اپنے نفس اور اعضا اور اقسام حیوانات کو جیسے مانوف ہو رہا ہی دن بھر دیکھتا ہی اور سب کے سب شواہد قاطعہ ہین مگر اسکو زیادتی اُنس سے اُنکا شاہد ہونا محسوس نہین ہوتا اور اگر کوئی اندھا مادر زاد عاقل بالغ ہو پھر ایکبارگی اُسکی آنکھ کھل جاوے اور آسمان و زمین اور درختون اور نباتات و حیوانات پر دفعۃً اُسکی نگاہ پڑے تو خوف ہی کہ کہین اُسکی عقل چکر مین نہ آجاوے کیونکہ ایسی عجائب چیزون کی شہادت اُنکے خالق پر اُسکو نہایت عجیب معلوم ہوگی حاصل یہ کہ اسی جیسے اسباب اور شہوات مین ڈوبا رہنے سے خلق پر راہ معرفت بند ہی تو یہان یہ مثل صادق آتی ہی کہ بغل مین گھوڑا اور شہر مین ڈھنڈھورا اور اسی لیے کسی نے قطعہ کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ تو وہ ظاہر ہی کہ پوشیدہ نہین خلقت پر ٭ لیک جو اصل سے اندھا ہو نہ دیکھے مہتاب ٭ ہی ترا پردہ فقط یہ جو ہی شدت کا ظہور ٭ کیسے معلوم ہو جسکا کہ ہو شہرت ہی حجاب ٭ طریق معرفت اتنا پاس اور لوگ اس سے اتنے دور ٭ شعر ٭ دوست نزدیک تر از من بمن ست ٭ وین عجب تر کہ من از وی دورم ٭ یہی امور جب مطلوب ہوتے ہین تو مشکل ہوجاتے ہین

نوان بیان شوق الٰہی کے معنون کے ذکر مین - جاننا چاہیے کہ جو شخص محبت الٰہی کا واقع مین ہونے کا منکر ہی اُسکو شوق کی حقیقت سے بھی انکار ضرور ہوگا اسلیے کہ شوق تو محبوب ہی کی طرف ہوتا ہی اور ہم یہان ثابت کرتے ہین کہ عارف کو شوق خدا کی طرف ضرور ہوتا ہی اور وہ شائق ہونے پر مجبور ہی اور اسکا ثبوت دو طرح پر ہی اول بطریق نظر اور تجربہ بصیرت کے دوم بطور اخبار و آثار کے اول طریق کے اثبات مین تو وہی کافی ہی جو اثبات محبت مین پہلے گذر چکا ہی یعنی محبوب کے غائب ہونے کی صورت مین اسکی طرف اشتیاق ضرور ہوتا ہی اور جو موجود اور حاصل ہو اسکی طرف اشتیاق نہین ہوتا اسلیے کہ شوق نام طلب اور مشتاق کا ہی کسی امر مین اور موجود کی تلاش نہین ہوا کرتی اور اسکی توضیح یہ ہی کہ شوق ایسی ہی چیز کی طرف ممکن ہی جو من وجہ مدرک ہو اور من وجہ غیر مدرک اور جو ایسی چیز ہو کہ کبھی اسکا ادراک نہوا ہو تو اسکی طرف اشتیاق ہی ہرگز نہوگا مثلاً اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو نہ کبھی دیکھا نہ اسکی تعریف سنی تو خیال مین نہین آتا کہ وہ اُسکا مشتاق ہو اسی طرح اگر کسی چیز کا ادراک کمال درجے پر ہوجاوے تو اُسکی طرف بھی شوق نہین رہتا اور کمال ادراک دیکھنے سے ہوتا ہی پس جو شخص کہ اپنے محبوب کے مشاہدے مین ہی اور اُسکو مدام دیکھ رہا ہی اُسکو کبھی سمجھ مین نہین آتا کہ شوق ہو بلکہ شوق اُسی چیز سے متعلق ہوتا ہی جو ایک صورت سے مدرک ہو اور ایک سے نہین اسکی مثال مشاہدات مین سے یہ ہی کہ فرض کرو کہ کسی کا معشوق اُسکے پاس نہین اور اُسکا خیال اُسکے دل مین ہی تو اس خیال کی تکمیل کے لیے دیکھنے کا مشتاق ہوگا اور اگر بالفرض اسکے دل سے اُس کا خیال اور ذکر اور معرفت سب جاتا رہا اور نسیاً منسیاً ہوگیا تو خیال مین نہین آتا کہ وہ شخص پھر اُسکا مشتاق ہو اور اگر اُسکو دیکھے تو سمجھ مین نہین آتا کہ دیکھنے کے وقت اُسکا شائق ہو اسلیے کہ شوق کے معنی تو یہ ہین کہ جو خیال دل مین ہی اُسکی تکمیل کا طالب ہوتا وہ بات یہان کب پائی جاتی ہی اسی طرح کبھی معشوق کو اندھیرے مین دیکھتا ہی اس طرح کہ اُسکی صورت اچھی طرح منکشف نہین ہوتی تو مشتاق اُس دیدار کی تکمیل کا ہوتا ہی اور چاہتا ہی کہ چاندنا ہو تو اسکو قرار واقعی دیکھ لون - یا یہ کہ چہرہ محبوب کا تو دیکھا مگر اُسکے بال اور محاسن نہین دیکھی تو اسکے دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہی گو انکو کبھی نہ دیکھا ہو اور نہ نفس مین کوئی خیال دیکھنے کے بعد جما ہو مگر چونکہ معلوم ہی کہ اُسکا ایک عضو یا کئی اعضا خوبصورت ہین اور تفصیل جمال کی دیکھکر معلوم نہین کی تو اس بات کا مشتاق ہوتا ہی کہ جو بات کبھی نظر نہین پڑی وہ منکشف ہوجاوے اور یہ دونون صورتین خدا تعالی مین متصور ہین بلکہ ہر ایک عارف کے لیے ضروری لازم ہین اسلیے کہ جو کچھ امور الٰہیہ سے یقینی عارفون پر واضح ہوا ہی گو غایت وضوح اُس مین ہو پھر بھی ایسا ہی کہ گویا باریک پردے کی آڑ سے دیکھا ہی تو نہایت درجے کا وضوح نہ رہا بلکہ شائبہ تخیلات کے ساتھ مخلوط ہوگا کیونکہ اس عالم مین خیالات سب معلومات کے لیے تمثیل و مشابہت سے جدا نہین ہوتے

اور اس قسم کے خیالات عارف کا مزہ تلخ کرتے ہین اور ان خیالات سے کاروبار دنیاوی بھی اضافہ ہوجاتے ہین بہرحال کمال وضوح مشاہدہ اور تجلی کے اشراق تام کا نام ہی جو دنیا مین نہین ہوسکتی آخرت مین ہوگی اور چونکہ منتہاے محبوب عارفون کا وہی ہی تو بیشک سبب شوق ہوگی تو ایک شق شوق کی تو ہوگئی یعنے جس چیز کا انکشاف کسی قدر ہوا تھا اُسکے کامل انکشاف کا شائق ہونا اب دوسری شق یہ ہی کہ امور آلہیہ کی کچھ انتہا نہین ہر بندے کے لیے کسی قدر منکشف ہوتے ہین اکثر دقیق باتین نامعلوم رہجاتی ہین اور عارف کو اُنکے وجود کا علم ہوتا ہی اور یہ بھی جانتا ہی کہ یہ امور خداے تعالی کو معلوم ہین اور یہ حقیقی باتین مجکو معلوم نہین وہ معلومات کی نسبت کر زائد ہین یا ہمیشہ اُنکا طالب اور شائق رہتا ہی یہانتک کہ اُسکو اصل معرفت اُن معلومات کی ہو اُسکو معلوم ہونے سے باقی ہین نہ اُنکا علم واضح طور پر آیا نہ مجمل طور سے اور شوق اول تو آخرت مین تمام ہوگا یعنی اس حال کے حاصل ہونے سے جسکو مشاہدہ اور دیدار کہتے ہین اس شوق کا دنیا مین فرو ہوجانا ممکن نہین خلیفہ حضرت ابراہیم بن ادہم جو مشتاقون مین سے ہین کہتے ہین کہ ایک دن مین نے عرض کیا کہ آلہی تو اگر اپنے عاشقون مین سے کسی کو ایسی چیز عنایت فرماتا ہو جس سے اُسکے دل کو تسلی تیرے وصال سے بیشتر ہوجاتی ہو تو وہ چیز مجکو بھی مرحمت ہو مجکو اضطراب نے بہت تنگ کیا ہی پس رات کو مین نے خواب مین دیکھا اللہ تعالی نے مجکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیم تجھے شرم نہین آتی کہ مجھسے ایسی چیز مانگتا ہی جس سے میری ملاقات کے پیشتر ہی تسکین خاطر کردے تبلا تو سہی کہین مشتاق کو اپنے حبیب کے ملنے سے پیشتر بھی تسکین ہوا کرتی ہی مین نے عرض کیا کہ آلہی مین نے تیری محبت مین حیرت زدہ ہوکر معلوم نہ کیا کہ کیا کہون اب تو میرا قصور معاف فرما اور مجھکو سکھلادے کہ کیا کہون ارشاد ہوا کہ یون کہ اللھم رضنی بقضائک وصبرنی علی بلائک واوزعنی شکر نعمائک کیونکہ یہ شوق آخرت مین فرو ہوگا۔ اور دوسری شق شوق کی تو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا انجام نہ دنیا مین ہو نہ آخرت مین اسواسطے کہ اُسکا انجام جب ہو جب آخرت مین بندے کو خداے تعالی کا جلال اور اُسکے صفات اور حکمت اور افعال اسقدر معلوم ہون جسقدر کہ خداے تعالی کو معلوم ہین اور یہ امر قطعًا محال ہی اسواسطے کہ معلومات آلہی کی کچھ انتہا نہین اور ہمیشہ بندہ یہی جانیگا کہ جمال اور جلال مین سے ابھی اور کچھ باقی ہی جو مجھپر نہین کھلا تو کبھی اُسکا شوق فرو نہوگا خصوص وہ شخص جو اپنے درجے سے اور بہت سے درجات دیکھیگا اُسکو یہ شوق اور زیادہ ہوگا مگر ازانجا کہ یہ طلب اصل وصال حاصل ہونے کے بعد محض تکمیل وصال کے لیے ہی اسلیے یہ شوق لذیذ معلوم ہوگا جسمین کچھ درد نہو اور کچھ بعید نہین کہ کشف اور نظر کے الطاف پیاپے بے انتہا ہوتے ہین اور اُنسے راحت ولذت ہمیشہ روز افزون ہوتی رہے اور یہ نئی نئی لذتین الطاف کی اُس چیز کے شوق سے جو حاصل نہوئی ہو بے فکر کردین اور یہ اُس صورت مین ہی کہ جس چیز مین دنیا مین مطلق کشف نہوا تھا اُسکا ظاہر ہونا اور اُسمین کشف حاصل ہونا ممکن ہو ورنہ راحت ولذت کسی حد پر ٹھہر کر بڑھنے کی نہین مگر ہمیشہ کو برقرار ایک سی رہیگی اور یہ جو خداے تعالی فرماتا ہی نورہم یسعی بین ایدیہم وبایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا۔ انہین سے بھی یہ معنی نکلتے ہین یعنی دنیا مین سے اگر اصل نور ہمراہ ہوگا تو آخرت مین پورا نور مرحمت کیا جاویگا اور وہ کشف کہ دنیا مین نہوئے تھے وہ اُس جگہ حاصل ہونگے اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہی کہ اتمام نور سے اُسی نور کا پورا ہونا مراد ہو جو دنیا مین روشن ہوا تھا اور آخرت مین اُسکی تکمیل واشراق سے غرض ہو اور یہ آیت اسی پچھلے معنون کی مؤید ہی انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا وراءکم فالتمسوا نورا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ انوار کی اصل کا دنیا سے ہمراہ ہونا ضرور ہی آخرت مین انکی چمک کچھ اور زیادہ ہوجاویگی یہ بات نہوگی کہ کوئی نیا نور ملے اور اس باب مین اٹکل سے کچھ کہدینا محل خطر ہی ہمکو اب تک کوئی ایسی بات نہین ملی جسپر اعتماد کیا جاوے اللہ تعالی سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہمارا علم زیادہ کرے اور ہدایت بڑھاوے اور حق کا حق ہمپر ظاہر کرے پس انوار بصیرت مین سے اسقدر حقیقت شوق اور اُسکے معنون کے کشف کے لیے کافی ہو اور اخبار اور آثار جنسے شوق کا ثبوت ہو لاتعد ولاتحصی ہین چنانچہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی مشہور ہی ہر کہ اللّھم انی اسألک الرضا بعد القضاء و برد العیش بعد الموت و لذۃ النظر الی وجھک الکریم و الشوق الی لقائک اور حضرت ابو درداء نے حضرت کعب احبار رض سے کہا کہ مجھسے کوئی آیت توریت کی بیان کرو انھون نے کہا کہ اللہ تعالی فرماتا ہر کہ ابرار کا شوق میری ملاقات کے لیے بہت ہر اور مین انکی ملاقات کا زیادہ تر مشتاق ہون اور کہا کہ توریت مین اسی آیت کے قریب یہ بھی مذکور ہی کہ جو شخص مجکو طلب کریگا وہ مجکو پاویگا اور جو میرے سوا کسی اور کی طلب کریگا مجکو نپاویگا حضرت ابو درداء رض نے فرمایا کہ مین شہادت دیتا ہون کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہر کہ آپ بھی یہی فرماتے تھے - اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین مروی ہر کہ خدا تعالی نے آنکو ارشاد فرمایا کہ اہی داؤد میرے زمین والون کو سنادے کہ جو مجھسے محبت کریگا مین اسکا حبیب ہون اور جو میرے پاس بیٹھیگا مین اسکا جلیس ہون اور جو میرے ذکر سے انس حاصل کریگا مین اسکا انیس ہون اور جو میرے ساتھ رہیگا مین اسکے ساتھ ہون اور جو مجکو اختیار کریگا مین اسکو اختیار کرونگا اور جو میرا کہا مانیگا مین اسکا کہا مانونگا اور جو شخص مجھسے محبت کرتا ہر اور اسکی محبت دل سے مجکو خوب معلوم ہوجاتی ہر تو مین اسکو اپنے واسطے مقبول کرتا ہون اور اس سے ایسی محبت کرتا ہون کہ میری خلق مین سے اسپر کوئی مقدم نہین ہوتا جو مجکو سچ سچ طلب کرتا ہی وہ مجکو پاتا ہر اور جو غیر کو طلب کرتا ہر وہ مجکو نہین پاتا اہی زمین کے باشندو تم اب جس حال مین ہو کہ دنیا کے فریب مین آرہے ہو اسکو چھوڑ دو اور میری کرامت اور صحبت اور پاس بیٹھنے کی طرف چلو اور میرے ساتھ انس کرو مین تمھارے ساتھ انس کرونگا اور تمھاری محبت کی طرف سرعت کرونگا اسلیے کہ مین نے اپنے احباب کا خمیر ابراہیم اپنے خلیل اور موسی اپنے کلیم اور محمد اپنے صفی کے خمیر سے بنایا ہر اور مین نے مشتاقون کے دل اپنے نور سے بنائے ہین اور اپنے جلال سے انکو پرورش کیا ہر اور بعض اکابر سے روایت ہر کہ اللہ تعالی نے بعض صدیقین پر وحی بھیجی کہ میرے بندون مین سے کچھ خاص بندے ایسے ہین جو مجھسے محبت رکھتے ہین اور مین انسے محبت رکھتا ہون اور وہ میرے مشتاق ہین اور مین انکا مشتاق ہون اور وہ مجکو یاد کرتے ہین مین انکو یاد کرتا ہون وہ میری طرف دیکھتے ہین مین انکی طرف دیکھتا ہون اگر تو بھی انکی راہ چلیگا تو مین تجھسے محبت کرونگا اور اگر انکی راہ سے پھریگا تو تجھپر غصہ ہونگا اس بزرگ نے عرض کیا کہ الہی ان بندون کی پہچان کیا ہر حکم ہوا کہ دن کو سایے کو ایسا تاکتے ہین جیسے چرواہا شفیق اپنی بکریون کو تاکتا رہتا ہر اور سورج ڈوبنے کے ایسے مشتاق رہتے ہین جیسے پرندہ شام کو اپنے گھونسلے کا مشتاق ہوتا ہر پس جب رات چھا جاتی ہر اور اندھیرا ہوجاتا ہر اور بچھونے بچھ جاتے ہین اور رازونیاز واشگاف ہوتے ہین اور ہر ایک حبیب اپنے حبیب سے ملتا ہر اسوقت وہ میرے لیے اپنے قدم اٹھاتے ہین اور پیشانی بچھاتے ہین اور میرے کلام سے مجھسے سرگوشی کرتے ہین اور میرے انعام کے باعث میری خوشامد کرتے ہین انہین سے کوئی چیختا ہر کوئی روتا ہر کوئی آہ کرتا ہر کوئی شاکی ہر کوئی کھڑا ہر کوئی بیٹھا اور کوئی رکوع کرتا ہر اور کوئی سجدہ جو کچھ وہ لوگ میرے باعث سے برداشت کرتے ہین اور میری محبت مین شکایت رکھتے ہین وہ سب بچشم و بگوش سب سے بیشتر جو مین انکو دونگا تو تین باتین ہین اول یہ کہ اپنے نور سے انکے دلون مین ڈالدونگا کہ وہ میرے حال سے خبر دینگے جیسے مین انکے حال سے خبر دیتا ہون دوسرے یہ کہ اگر آسمان اور زمین اور جو چیزین ان دونون مین ہین انکے وزن کے مقابل ہوگی تو مین انکی خاطر ان اشیا کو کم جانونگا تیسرے یہ کہ مین اپنا چہرہ مقدس انکی طرف کرونگا اور تمکو معلوم ہر کہ جسکی طرف مین متوجہ ہون کسی کو معلوم ہوگا کہ مین اسے کیا کچھ دیا چاہتا ہون اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین منقول ہر کہ خدا تعالی نے انپر وحی بھیجی کہ اہی داؤد جنت کو کب تک یاد کریگا اور میری طرف شوق کی درخواست مجھسے نکریگا عرض کیا کہ الہی تیرے مشتاق کون ہین ارشاد ہوا کہ وہ لوگ میرے مشتاق ہین جنکو مین نے ہر ایک کدورت سے صاف کردیا ہر اور خوف سے آگاہ کردیا ہر انکے دلون مین اپنی طرف سوراخ کردیا ہر جس سے وہ میری طرف دیکھتے ہین مین انکے دلون کو اپنے

ہاتھون مین لیکر اپنے آسمان پر رکھتا ہون پھر عمدہ فرشتون کو بلاتا ہون جب وہ اکٹھے ہوتے ہین تو مجکو سجدہ کرتے ہین مین انکو ارشاد فرماتا ہون
کہ مین نے تم کو سجدے کے لیے نہین بلایا بلکہ اسلیے بلایا ہی کہ اپنے مشتاقون کے دلون کو تمکو دکھاؤن اور انکے باعث تم پر فخر کرون انکے
دل میرے آسمان مین فرشتون کو ایسا نور دیتے ہین جیسے آفتاب زمین والون کو روشنی دیتا ہی اے داؤد مین نے مشتاقون کے دل
اپنی رضا سے بنائے اور اپنے چہرے کے نور سے انکی تربیت کی انکو اپنی ذات کے لیے بات کرنے والا بنایا اور انکے بدنون کو زمین
مین سے اپنی نظر کی جگہ مقرر کی اور انکے دلون مین ایک راہ رکھدی جس سے میری طرف دیکھتے ہین اور ہر روز انکا شوق زیادہ
ہوتا جاتا ہی حضرت داؤد نے عرض کیا کہ الٰہی مجکو اپنے عاشقون کی زیارت کرادے حکم ہوا کہ پہاڑ لبنان پر جا وہان چودہ آدمی
کہ ان مین جوان اور بوڑھے اور ادھیڑ سب قسم کے لوگ ہین انسے جاکر میرا سلام کہنا اور کہیو کہ تمھارا رب بعد سلام تمسے کہتا ہی
کہ مجھسے تم کچھ حاجت کیون نہین مانگتے تم تو میرے دوست اور برگزیدہ اور ولی ہو مین تمھاری خوشی سے خوش ہوتا ہون اور تمھاری
محبت کی طرف سبقت کرتا ہون حضرت داؤد بموجب ارشاد کے کوہ لبنان کو گئے ان لوگون کو ایک چشمہ کے پاس دیکھا کہ خدائے
تعالی کی عظمت مین فکر کر رہے ہین جب انھون نے حضرت داؤد کو دیکھا تو اٹھے تاکہ انسے علیحدہ ہو جاوین آپ نے فرمایا لوگو
مین رسول خدا ہون تمھارے پاس ایک پیام ربانی پہونچانے آیا ہون انھون نے آپکی طرف متوجہ ہو کر کان لگا دیے اور
آنکھین نیچی کر لین حضرت داؤد نے فرمایا کہ مین یہ پیام لایا ہون کہ خداے تعالی بعد سلام تمسے فرماتا ہی کہ مجھسے کوئی حاجت کیون نہین
مانگتے مجکو کیون نہین پکارتے کہ تمھاری آواز سنون تم تو میرے دوست اور اصفیا اور اولیا ہو تمھاری خوشی سے مین خوش ہوتا ہون
اور تمھاری محبت کی طرف سرعت کرتا ہون اور جیسے مادر مشفقہ اپنی اولاد کو دیکھتی ہی اسی طرح مین ہر گھڑی تمکو دیکھتا ہون یہ سنکر ان
سب کے آنسو چہرے پر بہنے لگے اور ہر ایک نے جدا دعا مانگی انمین سے بوڑھے نے کہا الٰہی تو پاک ہی ہم تیرے بندے اور تیرے
بندون کی اولاد ہین جسقدر ہماری عمر گذشتہ مین تیری یاد نہوئی ہو وہ ہمکو معاف فرما دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہی ہم تیرے بندے اور تیرے غلامون کی
اولاد ہین جو معاملہ ہم مین اور تجھ مین ہی اسمین یہ احسان کر کہ حسن نظر فرما تیسرے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہی ہم تیرے بندے اور تیرے بندون کے بیٹے ہین
کیا ہم تجھسے دعا پر جرات کرین تجکو تو معلوم ہی کہ ہمکو کسی اپنے کام کی حاجت نہین اتنا احسان کر کہ اپنی طرف کے راستے پر ہمارا رہنا ہمارے لیے ہمیشہ کے
واسطے کر دے اور اس بات سے ہم پر بار منت رکہ چوتھے نے کہا کہ الٰہی ہمسے تیری رضا کی طلب مین قصور ہوا تو اپنے جود سے اسپر ہماری اعانت کر
پانچوین نے کہا کہ خدایا تو نے ہمکو نطفہ سے پیدا کیا اور اپنی عظمت مین فکر کرنے کا احسان کیا تو جو شخص کہ تیری عظمت مین مشغول اور تیرے جلال
مین متفکر ہو بھلا وہ کلام کی جرات کر سکتا ہی ہمارا مقصود تو یہی ہی کہ اپنے نور سے ہمکو قریب کر چھٹے نے کہا کہ الٰہی چونکہ تو عظیم الشان ہی اور اپنے
اولیا سے قریب رہتا ہی اور اپنے اہل محبت سے بہت احسان کرتا ہی اسلیے ہماری زبان یارا نہین دیتی کہ تجھسے کچھ دعا
کرین ساتوین نے کہا کہ خدایا جو تو نے ہمارے دلون کو اپنے ذکر کی ہدایت کی اور اپنی طرف مشغول ہونے کا دھیان عنایت فرمایا
تو اس نعمت کے شکر مین جو ہمسے تقصیر ہوئی ہو اسکو معاف کر آٹھوین نے کہا کہ خدایا ہماری حاجت تو تجکو معلوم ہی ہی وہ صرف
تیری طرف دیکھنا ہی نوین نے کہا کہ الٰہی بندہ اپنے آقا پر کچھ جرات نہین کر سکتا مگر چونکہ تو نے ہمکو حکم دعا کا اپنے الطاف سے
کیا ہی اسلیے عرض کرتے ہین کہ ہمکو وہ نور عنایت کر جس سے آسمانون کے طبقات کے اندھیرون مین راہ ملے دسوین نے کہا کہ
خدایا تجھسے تجھی کو چاہتے ہین کہ ہماری طرف متوجہ ہو اور ہمیشہ ہمارے پاس رہ گیارھوین نے کہا کہ الٰہی جو نعمت کہ تو نے ہم کو
عنایت کی ہی اسکے پورا کرنے کی تجھسے درخواست ہی بارھوین نے کہا کہ الٰہی تیری مخلوق مین سے تو ہمکو کسی چیز کی حاجت نہین
پس اپنے جمال کی نظر کرنے سے ہم پر احسان کر تیرھوین نے کہا کہ میری تو یہ درخواست ہی کہ خداوندا دنیا و ما فیہا کے طرف

دیکھنے سے میری آنکھ اندھی کر اور آخرت مین مشغول ہونے سے میرے دل کو اندھا کر چہ دھوین نے کہا کہ الٰہی یہ تو مین جانتا ہون کہ تو اپنے اولیا کو چاہتا ہی تو ہم پر اتنا احسان کر کہ اپنے سوا جتنی چیزین ہین اُنسے ہمارے دل کو صرف اپنے ساتھ مشغول کرلے اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اُنسے کہدو کہ مین نے تمھاری گفتگو سنی اور جو کچھ تمکو محبوب ہی وہ مین نے قبول کیا تم ایک ایک آدمی ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ اور اپنے واسطے زمین مین تہ خانہ بنالو کہ مین تم مین اور اپنے درمیان سے حجاب اُٹھایا چاہتا ہون تاکہ تم میرے نور اور جلال کو دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی یہ لوگ اِس درجے کو کیسے پہونچے حکم ہوا کہ میرے ساتھ گمان اچھا رکھتے ہین اور دنیا اور اُسکے باشندون سے رُکے ہوے ہین میرے ساتھ تنہا رہتے ہین اور مجکو پکارا کیے ہین اور یہ وہ رتبہ ہی کہ اسکو بجز تارک دنیا و مافیہا کے جو اُسمین سے کسی چیز کی یاد مین مشغول نہو اور دل اپنا میرے لیے خالی کرلے اور تمام میرے مخلوق پر مجکو ہی اختیار کرلے اور کسی کو حاصل نہین ہوتا جب ایسا ہوجاتا ہی تو اسپر مین التفات کرتا ہون اور اُسکے نفس کو فارغ البال کرکے اُسکے اور اپنے درمیان سے پردہ اُٹھا دیتا ہون تاکہ مجکو ایسے دیکھے جیسے کوئی آنکھ سے کچھ دیکھا کرتا ہی اور اُسکو اپنی کرامت دکھلاتا ہون اور اپنے چہرۂ مقدس کے نور سے ہر وقت قریب کرتا جاتا ہون اگر وہ بیمار ہوجاوے تو مین اُسکا علاج ایسا کرتا ہون جیسے مادر مشفقہ اپنے بچے کا علاج کرتی ہی اور اگر اُسکو پیاس لگتی ہی تو اُسکو اپنے ذکر کی چاٹ سے سیراب کرتا ہون پھر اِسکے بعد مین اُسکو دنیا و مافیہا سے اندھا کردیتا ہون دنیا اُسکی نظرون مین محبوب نہین کرتا کسی وقت میرے ساتھ مشغول ہونے سے دم نہین لیتا اُسکا یہ حال ہوتا ہی کہ میرے پاس آنے کے لیے مجھسے جلدی کرتا ہی اور مین اُسکے مارنے کو برا سمجھتا ہون اسلیے کہ خلق مین سے میری نگاہ اُسی پر ہوتی ہی وہ میرے غیر کو نہین دیکھتا نہ مین اُسکے غیر کو دیکھون اے داؤد جب مین اُسکو دیکھتا ہون کہ اُسکا نفس گھل گیا اور جسم لاغر ہوگیا اور اعضا ٹوٹ گئے اور جب میرے ذکر کو سنتا ہی تو اُسکا دل ٹھکانے نہین رہتا تب اُسکے باعث مین اپنے فرشتون اور باشندگان آسمان پر فخر کرتا ہون تو اُسکو خوف زیادہ ہوجاتا ہی اور عبادت بہت کرنے لگتا ہی اپنی عزت اور جلال کی قسم ہی کہ مین اُسکو فردوس مین بٹھاؤنگا اور اُسکے دل کو اپنی طرف دیکھنے سے اتنی تسلی دونگا کہ وہ راضی ہوجاوے بلکہ راضی ہونے سے بھی زیادہ اُسکو اطمینان ہووے۔ اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین ہی کہ اے داؤد جو بندے کہ میری محبت کی طرف متوجہ ہین اُنسے کہدے کہ اگر مین خلقت سے پوشیدہ رہون اور تم مین اور اپنے درمیان مین پردے کو دور کردون تو اسمین تمھارا کیا ضرر ہی تم مجکو اپنے دلون کی آنکھ سے دیکھتے رہوگے اور اگر مین دنیا کو تم سے علیحدہ رکھون اور دین کو تم پر فراخ کردون تو اسمین تمھارا کیا نقصان ہی اور جبکہ تم میری رضا کے طالب ہو تو خلق کا ناراض ہونا تمکو کچھ ضرر نہ دیگا اور یہ بھی انھین کے اخبار مین ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنپر وحی بھیجی کہ تجکو یہ گمان ہی کہ تو مجھسے محبت رکھتا ہی پس اگر یہ بات سچی ہی تو دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال ڈال اسلیے کہ میری محبت اور دنیا کی محبت ایک ایک دل مین جمع نہین ہوتی اے داؤد میری محبت اگر کرتا ہی تو خالص کر اور باشندگان دنیا سے ظاہری ملا مل دین مین میری تقلید کر لوگون کی مت کر جو بات اُسمین سے ایسی ہو کہ میری محبت کے موافق تجکو معلوم ہو تو اُسکو اختیار کر اور جو مشکل ہو اُسکو میرے حوالہ کر علاوہ ازین مین تیری سیاست اور راستی پر رہنے کی طرف سبقت کرتا ہون اور تیرا ہادی اور قائد ہون بدون سوال کے تجکو دیتا ہون اور سختیون پر مدد کرتا ہون اور مین نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہی کہ بدون ایسے بندے کے کسی کو ثواب نہ دونگا جسکا مطلب اور ارادہ میرے سامنے عاجزی کا مجکو معلوم نہوجاوے اور جو بدون میرے نہ رہ سکے پس اگر تو ایسا ہوجاویگا تو مین ذلت اور وحشت کو تجھسے دور کرکے تیرے دل مین غنا بھردونگا اسلیے کہ مین نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہی کہ جو بندہ اپنے نفس پر مطمئن

ہوکر اُسکے افعال کا نگران ہوتا ہی تو مین اُسکو اُسکے نفس کے حوالہ کر دیتا ہون تو اشیا کو میری طرف نسبت کر تیرے عمل اسکے خلاف نہون
ورنہ تو گنا ہگار ہوگا اور تجھسے تیرے ساتھیون کو نفع نہوگا اور میری معرفت کی کچھ حد تجھکو نہ ملیگی کیونکہ اُسکی کچھ انتہا نہین اور جب تو زیادہ
مجھسے مانگیگا تو مین تجھکو دونگا اور میری طرف سے زیادتی کی بھی کچھ حد نہین بنی اسرائیل کو جتا دے کہ مجھمین اور کسی مخلوق مین کوئی
رشتہ نہین اس صورت مین اُنکی رغبت اور ارادت ہی میرے نزدیک زیادہ ہونی چاہیے مین اُنکو وہ چیز دونگا کہ نہ آنکھون دیکھی نہ کانون
سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گذری تجھکو اپنی آنکھون کے سامنے رکھے اور اپنے دل کی آنکھ سے میری طرف دیکھ اور اپنے سر کی آنکھ
سے اُن لوگون کی طرف مت دیکھ جنکے دل اور آنکھین مجھسے محجوب ہین اور شتر بے مہار ہو رہے ہین مین نے اُنسے ثواب منقطع کر دیا ہی
مین نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی ہی کہ اپنا ثواب اُس بندے کے لیے نہ کھولونگا جو میری طاعت مین تجربے کے لیے یا آلا بالا
بتانے کے لیے داخل ہو اور جن لوگون کو تو سکھلاوے اُنسے فروتنی کر اور ارادت والون پر زیادتی مت کر کیونکہ اُنکا مرتبہ میرے
نزدیک اتنا بڑا ہی کہ اگر اہل محبت کو معلوم ہو جاوے تو اُنکے پاؤن مین گر پڑین کہ انھین کے اوپر کو ارادت والے راستہ چلین اے داؤد
اگر تو ایک مرید کو نشہ غفلت سے نکال کر صاف کر دیگا تو مین تجھکو اپنے یہان جہبذ دانا اور ہوشیار لکھونگا اور جسکو مین اپنے یہان ایسا
لکھتا ہون اُسپر وحشت اور احتیاج خلق نہین ہوتی اے داؤد میرے کلام سے تمسک کر اور اپنے نفس کے واسطے نفس ہی سے لے ایسی
کچھ مت دے ورنہ مین تجھسے اپنی محبت کو محجوب کر دونگا میرے بندون کو میری رحمت سے نا امید مت کر اور اپنی شہوت کو میرے لیے
ترک کر مین نے شہوات کو اپنی مخلوق مین سے ضعیفون کے لیے مباح کیا ہی قوی لوگون کو کیا ہوا ہی کہ وہ شہوات کو حاصل کرین اُنسے
تو میری مناجات کی حلاوت کم ہو جاتی ہی اور زبردستون کی ادنی سزا میرے یہان یہ مقرر ہی کہ عین حصول شہوت کی جگہ مین اُنکی عقلون
پر اپنی طرف سے حجاب ڈال دیتا ہون اسلیے کہ مین اپنے حبیب کے واسطے دنیا پسند نہین کرتا اُسکو اُس سے صاف رکھتا ہون اے داؤد
اپنے اور میرے درمیان کسی ایسے عالم کو ذریعہ مت کر جو تجھکو اپنی غفلت کے باعث میری محبت سے محجوب کر دے اس قسم کے لوگ میرے
ارادتمند بندون کے راہزن ہین ترک شہوات کے لیے روزے کی مداومت سے استعانت لے اور خبردار افطار کا تجربہ مت کر اسلیے
کہ مین روزے کو مداومت کے ساتھ ہی اچھا جانتا ہون اے داؤد اپنے نفس کی دشمنی کرکے میرا ہی حبیب بن اور نفس کو شہوات سے باز
رکھ کہ مین تیری طرف دیکھون اور تجھکو اپنے اور میرے درمیان کے حجاب دور نظر آوین چونکہ مین اپنے ثواب کا احسان تجھپر کرتا ہی تو تیری
مدارات اسلیے کرتا ہون کہ میرے ثواب پر قادر ہو جاوے اور جب تک تو میری طاعت پر متمسک رہیگا مین ثواب تجھسے نہ روکونگا۔ اور
اور خدا تعالی نے یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد جو لوگ مجھسے روگردان ہین اگر اُنکو معلوم ہو کہ مین اُنکا کیسا
منتظر ہون اور اُنسے نرمی کرتا ہون اور اُنکے گناہون کے ترک کے لیے کیسا مشتاق ہون تو وہ لوگ میری طرف شوق کے مارے مرجاوین
اور اُنکے جوڑ ایک دوسرے سے میری محبت کے باعث جدا ہو جاوین اے داؤد یہ تو میرا ارادہ اُن لوگون کے ساتھ ہی جو مجھسے روگردان
ہین تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہین اُنکے باب مین میرا ارادہ کیسا ہوگا اے داؤد جب بندہ مجھسے بے پروا ہو جاتا ہی تو سب حالتون سے
زیادہ محتاج میری طرف ہوتا ہی اور جب وہ میری طرف سے روگردان ہوتا ہی تو مجھکو اُسپر زیادہ تر رحم آتا ہی اور جب وہ میری طرف رجوع
کرتا ہی تو مجھکو سب سے زیادہ بڑا معلوم ہوتا ہی ؎ اے خدا قربان احسانت شوم ۔ این چہ احسان ست قربانت شوم ۔ پس یہ اخبار
اور اس طرح کی اور نظیرین بیشمار ہین جو اثبات محبت اور شوق اور انس پر دلالت کرتی ہین اور معنی اُنکے تو پہلے معلوم ہو چکے

دوسرا بیان اللہ تعالی کی محبت کا بندے سے اور اُسکے معنی - واضح ہو کہ قرآن مجید سے متواتر ثابت ہی کہ اللہ تعالی بندے سے
محبت رکھتا ہی پس اس محبت کے معنی کی تحقیق ضرور ہی اول اُن آیات و احادیث کو لکھتے ہین جنسے یہ محبت ثابت ہوتی ہی اللہ تعالی

ارشاد فرماتا ہے یحبہم ویحبونہ اور فرمایا ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا اور فرمایا ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین اور
اسی جہت سے جس شخص نے کہ دعوی کیا کہ مین خداے تعالی کا محبوب ہون اسکے جواب مین ارشاد فرمایا قل فلم یعذبکم بذنوبکم اور
حضرت انسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا اذا احب اللہ تعالی عبدا لم یضرہ ذنب والتائب من الذنب
کمن لا ذنب لہ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ان اللہ یحب التوابین اور اسکے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی جس بندے سے محبت رکھتا ہے
اسکی توبہ موت سے پہلے قبول فرما لیتا ہے پھر اسکو گناہان گذشتہ ضرر نہین کرتے گو بہت ہون جیسے کہ مسلمان ہونے کے بعد کفر گذشتہ
نقصان نہین کرتا اور اللہ تعالی نے محبت کے لیے گناہون کا معاف فرمانا بھی ارشاد فرمایا ہے جیسے کہ ارشاد ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی
یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ان اللہ یعطی الدنیا من یحب ومن لا یحب ولا یعطی الایمان الا من
یحب اور فرمایا من تواضع للہ رفعہ اللہ ومن تکبر وضعہ اللہ ومن اکثر ذکر اللہ احبہ اللہ اور حدیث قدسی لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل
حتی احبہ الی آخرہ پہلے گذر چکی ہے اور زید بن اسلم رض فرماتے ہین کہ خداے تعالی بندے سے محبت کرتا ہے یہانتک کہ اسکی محبت اس درجے
کو پہنچ جاتی ہے کہ بندے کو ارشاد فرماتا ہے کہ جو تیرا جی چاہے سو کر مین نے تجکو معاف کیا اور جسقدر کہ الفاظ محبت وارد ہین شمار سے
زائد ہین اور ہم بیان کر چکے ہین کہ بندے کی محبت خداے کے ساتھ حقیقی ہے نہ مجازی اسلیے کہ محبت کے معنی لغت مین یہ ہین کہ نفس کا
خواہش کرنا ایک موافق چیز کی طرف اور عشق اس خواہش کے غلبے اور افراط کا نام ہے اور یہ بھی ہمنے بیان کر دیا ہے کہ احسان اور جمال
دونون نفس کے موافق ہین اور یہ دونون کبھی تو آنکھ سے مدرک ہوتے ہین اور کبھی بصیرت سے اور محبت دونون صورتون مین لازم ہے
کچھ آنکھ کی ضرورت نہین ع نہ تنہا عشق از دیدار خیزد * خود مشہور ہے مگر خداے تعالی کی محبت بندے سے اسطرح ممکن نہین بلکہ جتنے الفاظ
کہ اللہ تعالی پر بولے جاتے ہین مثل سننے جاننے وغیرہ کے وہ ایسے نہین ہین کہ خلق پر اور خالق پر ایک ہی طرح بولے جاتے ہون یہانتک
کہ وجود جو سب الفاظ مین سے باعتبار اشتراک کے عام تر ہے وہ بھی خلق اور خالق پر ایک ہی طرح نہین بولا جاتا اسلیے کہ ہر ایک ماسوی اللہ
کا وجود خداے تعالی کے وجود سے نکلا ہے تو تابع اور متبوع کا وجود ایک سا کیونکر ہونے لگا تھا البتہ لفظ کے اعتبار سے صرف شرکت پائی
جاتی ہے کہ دونون کو وجود کہتے ہین اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً گھوڑا اور درخت جسم ہونے مین شریک ہین کہ معنی جسمیت کے اور اسکی حقیقت
دونون مین ایک سی معلوم ہوتی ہے یہ بات نہین کہ ایک مین تو جسمیت اصلی ہو اور دوسرے مین فرعی کیونکہ ایک کی جسمیت دوسرے
سے نہین نکلی اور وجود کے لفظ مین جو اللہ تعالی اور مخلوق پر بولا جاتا ہے یہ بات نہین اور یہ فرق سب الفاظ مین ہے یعنی علم وارادہ
وقدرت سب ایسے ہی ہین کہ انہین خلق اور خالق دونون ایک سے نہین واضع لغت نے یہ الفاظ خلق کے لیے اول بنائے تھے
بدین وجہ کہ عقل وفہم مین خلق ہی پیشتر ہے پس انکا استعمال خالق کے حق مین بطور استعارہ اور مجاز اور نقل کے ہو گیا اور محبت یعنی
نفس کا خواہش کرنا طرف موافق اور مناسب چیز کے اُس نفس مین ہو سکتی ہے جو موافق چیز کے نہ ملنے سے ناقص ہو اور جب اسکو وہ ملجاوے
تو اس سے فائدہ اٹھاوے اور کامل ہو جاوے اور یہ بات خداے تعالی پر محال ہے اسلیے کہ وہان تو ہر ایک کمال اور جمال اور بہا اور
جلال جو اسکے لیے ممکن ہے وہ سب اسکے پاس موجود اور حاصل اور ابد سے ازل تک واجب الحصول ہے نہ وہ نیا ہو سکے نہ اس سے کمال دور ہو
تو اسکو غیر کی طرف نظر اس اعتبار سے نہین ہو سکتی کہ وہ غیر ہے بلکہ اس جہت سے ہو گی کہ ہمارا فعل ہے اور واقع مین بجز اسکی ذات اور افعال کے

۱ ح وہ چاہتا ہے انکو اور وہ چاہتے ہین اسکو ۱۲ ۲ ح اللہ چاہتا ہے انکو جو لڑتے ہین اسکی راہ مین قطار باندھ کر ۱۲ ۳ ح اور اللہ خوش رکھتا ہے توبہ کرنے والون کو اور خوش رکھتا ہے ستھرائی والون کو ۱۲ ۴ ح تو کیون پھر عذاب کرتا ہے تم کو تمھارے گناہون پر ۱۲ ۵ ح جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت رکھتا ہے تو اسکو گناہ نقصان نہین دیتا اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ گناہ ہی نہ کیا ہو ۱۲ ۶ ح تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے اور بخشے تمھارے گناہ ۱۲ ح اللہ دنیا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے نہین چاہتا اور ایمان نہین دیتا مگر اسی کو جس سے محبت رکھتا ہے ۱۲ احمد وحاکم وبیہقی بروایت ابن مسعود ح جو شخص اللہ کے واسطے تواضع کرتا ہے اسکو خداے تعالی اونچا کرتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اسکو اللہ تعالی پست کرتا ہے اور جو خدا کا ذکر بہت کرتا ہے اس سے اللہ تعالی محبت کرتا ہے ۱۲ ابن ماجہ بروایت ابو سعید اور اسمین بجائے ومن اکثر الی آخرہ نہین ہے اور احمد اور ابو یعلی نے اس حدیث کو بھی روایت کیا ہے مگر اسکی سند مین ابن لہیعہ ہے ۱۲

اور کوئی موجود بھی نہین اور یہین لحاظ شیخ ابو سعید میہنی کے سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی کہ یحبہم و یحبونہ تو انھون نے فرمایا کہ وہ اپنے ہی نفس سے محبت فرماتا ہی یعنی کل وہی ہی اُسکے سوا اور کوئی موجود نہین تو محبت بھی اپنے ہی نفس کے ساتھ ہوئی جیسے کوئی شخص صرف اپنے نفس سے محبت کرے اور اپنے افعال و تصانیف کو چاہے تو ظاہر ہی کہ اُسکی محبت اُسکی ذات سے تجاوز نہ کریگی خواہ ذات سے ہوگی یا ذات کے توابع سے بہر حال وہ اپنے نفس ہی کی محبت رکھیگا اور جو الفاظ کہ خداے تعالی کی محبت مین بندون کے ساتھ وارد ہین وہ سب ماؤل ہین اور حاصل اُس محبت کے معنی کا یہ ہی کہ خداے تعالی بندے کے دل پر سے حجاب کھول دیتا ہی یہانتک کہ بندہ اُسکو اپنے دل سے دیکھنے لگتا ہی یا یہ کہ بندے کو اپنے قرب پہ قادر کر دیتا ہی یا ازل مین اُسکو قادر کرنا منظور تھا پس اگر محبت کو ارادہ ازلی کی طرف نسبت کیا جاوے جس سے کہ بندہ طریق قرب کا سالک ہوا ہی تو اس صورت مین محبت خداے تعالی کی کسی بندے کے ساتھ ازلی ہوگی اور اگر محبت کو اُس فعل کی طرف نسبت کیا جاوے جو حجاب کو بندے کے دل پر سے دور کرتا ہی تو اس صورت مین محبت حادث ہوگی کہ سبب کے حدوث سے نئی ہو جاویگی چنانچہ حدیث قدسی مین ارشاد ہی لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ الخ یعنی نوافل سے تقرب کرنا سبب صفاے باطن اور ارتفاع حجاب کا دل سے اور درجہ قرب الٰہی پہ پہونچنے کا ہوتا ہی اور یہ سب امور خداے تعالی کے فعل اور لطف و کرم سے اُسکے ساتھ ہوتے ہین یہی معنی خداے تعالی کی محبت کے ہین اور یہ بات بدون مثال کے سمجھ مین نہ آویگی اور وہ یہ ہی کہ مثلاً ایک بادشاہ اپنے کسی غلام کو اپنا مقرب بناتا ہی اور ہر وقت اپنے حضور مین حاضر رہنے کا اُسکو حکم دیتا ہی یا تو اس غرض سے کہ وہ اسکی مدد کریگا یا اُسکے مشاہدے سے آرام پاویگا یا اُسکی راے کسی امر مین لیگا یا اسباب کھانے پینے کا اُسکے لیے تیار کریگا تو لوگ یہی کہینگے کہ بادشاہ اُس غلام سے محبت رکھتا ہی یعنی بادشاہ اُسکی طرف اس جہت سے مائل ہی کہ اُسمین ایک امر موافق اور مناسب بادشاہ کے پایا جاتا ہی تو یہ صورت تو محبت کے اول معنون کے ہوے اور کبھی بادشاہ کسی غلام کو مقرب بناتا ہی اور حضور سلطانی مین آنے سے اُسکو منع نہین کرتا نہ اس جہت سے کہ اُس سے کچھ بادشاہ کو نفع یا تقویت ہوگی بلکہ اس جہت سے کہ اُس غلام مین بذات خود وہ عمدہ اخلاق اور خصائل حمیدہ پاے جاتے ہین کہ اُنکے ہوتے ہوے اُسکو یہی زیبا ہی کہ بادشاہ کے حضور مین رہکر قرب تام سے بہرہ یاب ہو گو بادشاہ کو اُس سے کچھ مطلق غرض نہو اس صورت مین اگر بادشاہ اُس شخص کے اور اپنے درمیان کا حجاب اُٹھا دے گا تو یہی کہا جاویگا کہ بادشاہ اس سے محبت رکھتا ہی اور اگر وہ غلام خصائل حمیدہ مین سے وہی حاصل کرے جو باعث ارتفاع حجاب ہون تو کہا جاویگا کہ اُسنے ذریعہ پیدا کرکے اپنے آپ کو بادشاہ کا محبوب کر دیا پس محبت الٰہی بندے کے ساتھ ان معنون کے ساتھ سمجھنی چاہیے نہ اول معنون کے ساتھ بلکہ دوسرے معنون کے ساتھ بھی یہ شرط ہی کہ اس قرب سے یہ نہ سمجھو کہ جب قرب بنا ہو تو کچھ تغیر خداے تعالی مین ہو جاویگا بدینوجہ کہ جو پہلے سے قریب نہ تھا اور اب قریب ہوگیا تو اُسکا وصف بدلگیا اس سے شبہہ ہوتا ہی کہ ہر نئے قرب پر بندے کا اور خداے تعالی کا دونون کا وصف بدلگیا یعنی پیشتر قریب نہ تھا اور اب ہوگیا حالانکہ خداے تعالی کے باب مین یہ امر محال ہی اسواسطے کہ تغیر کا آنا اُسپر ناجائز ہی وہ تو ہمیشہ کمال اور جلال کی صفتون سے موصوف رہتا ہی اور اسی طرح ازل سے موجود ہی بلکہ اسکو یون جاننا چاہیے کہ جسبکو جو خداے تعالی سے قریب کہتے ہین تو قرب سے مراد یہ ہی کہ بندہ صفات بہائم اور درندون اور شیاطین سے دور ہوکر مکارم اخلاق جسکو اخلاق الٰہی کہتے ہین اختیار کرے تو معلوم ہوا کہ قرب مذکور سے غرض صفت مین قریب ہونا ہی نہ مکان مین اور جبتک اس قرب کی مثال اشخاص مین بیان نہ کیجاویگی اچھی طرح منکشف نہوگا پس معلوم کرنا چاہیے کہ دو شخص کبھی تو ایک دوسرے سے اسطرح قریب ہوا کرتے ہین کہ دونون ایک دوسرے کی طرف کو حرکت کرین اور کبھی ایک ساکن رہتا ہی اور دوسرا اُسکی طرف کو چلتا ہی تو اس صورت مین بھی متحرک مین کچھ تغیر آکر قریب ہوتا جاتا ہی دوسرا جون کا تون رہتا ہی بلکہ صفات مین بھی اسی طرح کا قرب ہوتا ہی مثلاً شاگرد کمال علم و جمال مین اپنے استاد کے درجے کا قرب چاہتا ہی اور استاد اپنے کمال علم کے بنے

ساکن ہی اور درجہ شاگرد کی طرف حرکت نہین کرتا یا شاگرد اپنی حرکت سے پستی جہل سے اوج علم کی طرف ترقی کرتا رہتا ہی اور ہمیشہ اسی کدوکاوش مین بدلتا رہتا ہی یہانتک کہ اُستاد سے قریب ہوجاتا ہی حالانکہ اُستاد ساکن اور غیر متحرک ہی تو اسی طرح بندے کی ترقی درجات قرب الٰہی مین سمجھنی چاہیے یعنی جسقدر کہ صفت مین کامل اور علم مین پورا اور حقیقت اشیا کے جاننے مین یکتا اور شیطان کے دبانے اور شہوات کے استیصال مین یکا اور بُری باتون سے بچنے مین پاک وصاف ہوگا اُسیقدر درجہ کمال سے نزدیک ہوگا اور غایت درجہ کا کمال خداے تعالی کے لیے ہی اور ہر شخص کا قرب اللہ تعالی سے اُسی قدر ہوگا جسقدر کہ اُسکو اُن اشیا مین کمال ہوگا مگر فرق یہ ہی کہ شاگرد کبھی ایسا ہوتا ہی کہ قریب ہوتے ہوتے اُستاد کے برابر یا اُس سے بھی بڑھکر ہوجاتا ہی اور یہ امر خداے تعالی کے باب مین محال ہی اسواسطے کہ کمال خداوندی کی کچھ نہایت نہین اور بندے کا سلوک درجات کمال مین متناہی ہی جہانتک ہوگا ایک حد معین تک رہیگا تو بندے کو طمع مساوات کی نہین ہوسکتی پھر قرب کے درجات مین بھی تفاوت لا انتہا ہی اسلیے کہ انجام کی کچھ انتہا نہین کہ کمال اُسپر ختم ہوجاوے غرضکہ اللہ تعالی کی محبت بندے کے ساتھ اسی طرح ہی کہ بندے پر سے شواغل اور گناہون کو ہٹاکر اور اُسکے باطن کو کدورات دنیاوی سے پاک کرکے اپنی ذات پاک سے قریب فرماوے اور اُسکے دل سے حجاب اُٹھا دے یہانتک کہ بندہ اُسکا مشاہدہ ایسی طرح کرے گویا اپنے دل سے اُسکو دیکھ رہا ہی الا محبت بندے کی خدا کے ساتھ اُسکے یہ معنی ہین کہ بندے کا خواہش کرنا اس کمال کو جس سے وہ مفلس ہی تو ظاہر ہی کہ جو چیز اُسکو نہین ملی اُسکی طرف اُسکا اشتیاق ہوگا اور جب اُنہین سے کسی قدر اُسکو ملیگا تو اُس سے لذت یاب ہوگا اور یہ محبت وشوق خداے تعالی کی طرف سے محال ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ خداے تعالی کی محبت بندے کے ساتھ ایک امر مشتبہ ہی ہم کسطرح جانین کہ وہ حبیب خدا ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اُسکی علامتین ہین اُنسے اُسکا محبوب ہونا معلوم ہوا کرتا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا احب اللہ عبداً ابتلاہ فاذا احبہ الحب البالغ اقتناہ[۱] ۔ لفظ اقتناہ کے معنی جو آپ سے پوچھے گئے تو فرمایا کہ یہ معنی ہین کہ اُسکے پاس نہ مال چھوڑے نہ اہل اس سے معلوم ہوا کہ محبت الٰہی کی بندے کے ساتھ یہ پہچان ہی کہ اُسکو غیر سے متنفر کردے اور اُسمین اور غیر اللہ مین حائل ہوجاوے۔ حضرت عیسی علیہ السلام سے کسی نے عرض کیا کہ آپ اپنی سواری کے لیے کوئی دراز گوش کیون نہین خریدتے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی کو یہ بات گران ہی کہ مجکو اپنی ذات پاک سے چھڑا کر دراز گوش کا شغل عنایت فرماوے اور حدیث شریف مین ہی کہ اذا احب اللہ عبداً ابتلاہ فان صبر اجتباہ فان رضی اصطفاہ[۲] اور بعض علما فرماتے ہین کہ جب تو خدا سے محبت کرے اور خداے تعالی تجکو مبتلا کرے تو جان لے کہ خداوند کریم تجکو برگزیدہ فرمایا چاہتا ہی۔ اور بعض مریدون نے اپنے مرشد سے عرض کیا کہ مجھے کچھ محبت سوجھائی دی ہی انھون نے پوچھا کہ بھلا خداے تعالی نے تجکو اپنے سوا کسی اور محبوب کا مبتلا بھی کیا ہی کہ اُسکے اوپر تو نے خداے تعالی کو ترجیح دی ہو اُسنے کہا کہ یہ بات تو نہین ہوئی اُنھون نے فرمایا کہ تب محبت کی طمع مت کر کہ خداے تعالی بدون مبتلا کرنے کے اُسکو عنایت نہین کیا کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اذا احب اللہ عبداً جعل لہ واعظا من نفسہ وزاجرا من قلبہ یامرہ وینہاہ[۳] اور دوسری حدیث مین فرمایا اذا اراد اللہ بعبد خیرا بصرہ بعیوب نفسہ[۴] غرضکہ خاص تر علامات محبت الٰہی کی یہ ہی کہ بندہ خداے تعالی سے محبت کرے اسی سے یہ پایا جاویگا کہ خداے تعالی اُس سے محبت کرتا ہی اور جو فعل کہ اُس سے بندے کا محبوب ہونا نکلتا ہی وہ یہ ہی کہ خداوند کریم اُسکے سب امور ظاہری اور باطنی اور خفیہ اور علانیہ کا متکفل ہو وہی مشورت اور تدبیر بتلادے وہی اخلاق کی درستی فرماوے وہی اُسکے اعضا کو عمل مین مصروف کرے وہی اُسکے ظاہر وباطن کو راہ راست پر لاوے اُسکی فکرون کو سمیٹکر ایک فکر مین لگانا اُسی کا کام ہو اور دنیا سے بغض اور غیر سے وحشت اور خلوت کی مناجات سے انس کا دینا اور اپنے اور اُسکے درمیان سے حجاب کا دور کرنا سب اُسی کی طرف سے ہو اسی طرح کی علامات سے محبت اللہ تعالی کی بندے سے ثابت ہوا کرتی ہی اب ہم علامات بندے کی محبت کے خداے تعالی سے لکھتے ہین کہ وہ بھی اس محبت پر دال ہوا کرتی ہین۔ علامات بندے کی محبت کے خداے تعالی سے جاننا چاہیے

[۱] ح کسی بندے سے اللہ تعالی محبت کرتا ہی تو اُسکو مبتلا کرتا ہی اور جب پوری محبت کرتا ہی تو اُسکو خاص کر لیتا ہی

[۲] ح جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت کرتا ہی تو اُسکو مبتلا کرتا ہی پس اگر وہ صبر کرتا ہی تو اُسکو برگزیدہ کرتا ہی اور اگر راضی ہوتا ہی تو مصطفی کرتا ہی

[۳] ح جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت کرتا ہی تو اُسکے نفس مین سے ایک نصیحت کرنے والا مقرر کر دیتا ہی اور ایک جھڑکنے والا اُسکے دل مین کہ وہ اُسکو امر ونہی کرتے رہتے ہین ۱۲ صاحب فردوس بروایت انس

[۴] ح جب اللہ تعالی کسی بندے کی بہتری چاہتا ہی تو اُسکو اُسکے نفس کے عیبون کا بینا کردیتا ہی ۱۲ صاحب فردوس بروایت انس مع اذکار یادونی بسند ضعیف ۱۲

کہ محبت کا دعوی تو ہر شخص کرتا ہی مگر دعوی تو آسان بات ہی لیکن محبت کا پایا جانا بہت کم ہوتا ہی آدمی کو چاہیے کہ شیطان کے فریب سے جب
نفس دعوی محبت الٰہی کرے تو اسپر فریفتہ ہو جاوے جب تک کہ نفس کا امتحان محبت کی علامات سے نکرلے اور محبت اور برہان سے صدق
دعوی معلوم نہو جاوے۔ محبت وہ درخت عمدہ ہی جسکی جڑ یہان ہی اور شاخ بالا ے آسمان اسکے پھل دل اور زبان اور اعضا مین ظاہر ہوتے ہین
اور اسے محبت کا وجود ایسا معلوم ہوتا ہی جیسے دھوئین سے آگ کا وجود یا پھلون سے درختون کا ۔۔۔ ہین۔ ایک تو یہ ہی
کہ خداے تعالیٰ کی لقا کو کشف اور مشاہدے کے طور پر دار السلام مین اچھا جانے اسلیے کہ ہو نہین سکتا کہ دل کسی محبوب کو چاہے اور اسکے مشاہدہ
اور لقا کو نہ چاہے اور از انجا کہ معلوم ہی کہ بدون دنیا سے کوچ و مفارقت کے یہ آرزو پوری نہوگی تو چاہیے کہ موت ۔۔۔ محبت رکھے اور اُس سے
نفرت نہ کرے اسواسطے کہ عاشق کو اپنے وطن سے سفر کرنا اور محبوب کے دیار مین آسکے دیدار سے بہرہ ور ہونے کو جانا گران نہین معلوم ہوتا
اور موت دیدار کی کلید اور مشاہدے مین داخل ہونے کا دروازہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ
اور حضرت حذیفہ رض نے موت کے وقت ارشاد فرمایا کہ ایک حبیب خوب حاجت کے وقت آیا جو اُس سے پشیمان ہو اُسکو فلاح نہو اور بعض
اکابر فرماتے ہین کہ بندے مین بعد محبت خدا ے تعالیٰ کے کوئی اور خصلت کثرت سجود سے بڑھکر نہین کہ خداے تعالیٰ کو پسند ہو پس محبت
پر محبت دیدار الٰہی کو مقدم کیا اور خداوند کریم نے محبت کے صادق ہونے کے لیے راہ خدا مین ۔۔۔ ارشاد فرمایا یعنی جب لوگون نے
دعوی کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہین تو فرمایا کہ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا اور فرمایا یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون
و یقتلون پس راہ خدا مین شہید ہونے کی طلب کو علامت محبت فرمایا۔ اور حضرت ابو بکر رض کی وصیت مین ۔۔۔ رض کو ہی تھی مذکور ہی کہ
حق بات گران ہوتی ہی اور باوجود گرانی کے خوشگوار ہی اور امر باطل سبک ہوتا ہی اور باوجود اسکے برا ہی اگر تم میری وصیت یاد رکھوگے تو کوئی
غائب چیز تمکو موت سے زیادہ محبوب نہوگی جو بیشک تمکو آویگی اور اگر اس وصیت کو تلف کر دوگے تو کوئی غائب چیز تمھارے نزدیک موت
سے بڑھکر بری نہوگی حالانکہ تم اُسکو ٹال نہ سکوگے۔ اور اسحاق بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہی کہ میرے باپ یعنی سعد رض مجھسے
فرماتے تھے کہ عبد اللہ بن جحش نے مجھسے جنگ احد کے روز کہا کہ آؤ خداے تعالیٰ سے دعا مانگین پس ایک طرف کو ہوکر عبد اللہ نے یون دعا
مانگی کہ الٰہی مین تجکو قسم دیتا ہون کہ جب کل کو مین دشمن کے مقابل ہون تو میرا مقابلہ کسی مرد ہولناک شدید الغضب سے ہو جس سے مین لڑون
اور وہ مجھسے لڑے پھر مجکو پکڑکے میرے ناک کان کاٹے اور میرا پیٹ چیرے اور جب مین قیامت مین تیرے سامنے جاؤن تو تو مجھسے
پوچھے کہ اے عبد اللہ تیری ناک کان کسنے کاٹے مین عرض کرون کہ الٰہی تیرے راستے مین اور تیرے رسول کے راستے مین میرا یہ حال
ہوا ہی تو فرماوے کہ سچ کہتا ہی حضرت سعد کہتے ہین کہ مین نے آخر روز مین دیکھا کہ عبد اللہ بن جحش کے ناک کان ایک ڈورے مین
بندھے لٹکتے ہین اور سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ مجکو توقع ہی کہ اللہ تعالیٰ حضرت عبد اللہ بن جحش کی بقیہ قسم بھی سچ کرے جیسے اسنے
اتنی سچی کی ہی۔ اور حضرت سفیان ثوری اور بشر حافی رح فرمایا کرتے تھے کہ موت کو برا وہی سمجھتا ہی جسکو شک ہوا اسلیے کہ حبیب تو ہر حال
مین اپنے محبوب کی ملاقات کو برا نہین جانتا۔ اور بویطی رح نے کسی زاہد سے پوچھا کہ تم موت کو چاہتے ہو اُسنے سکوت کیا آپ نے فرمایا
کہ اگر تم سچے زاہد ہوتے تو موت کو محبوب جانتے پھر یہ آیت پڑھی فتمنوا الموت ان کنتم صادقین زاہد نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جو فرماتے ہین صح لا یتمنین احدکم الموت آپ نے فرمایا کہ یہ ارشاد اسلیے ہی کہ تمناے موت مین ایک طرح کا ضرر ہی کیونکہ قضاے الٰہی پر راضی
ہونا اس امر سے بہتر ہی کہ اسکے حکم سے گریز کرے۔ اب اگر یہ پوچھو کہ جو شخص موت سے محبت نہین رکھتا وہ خداے تعالیٰ کا محب ہو سکتا ہی
یا نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ موت کا برا جاننا اول تو اس باعث سے ہوتا ہی کہ دنیا کی محبت اور زن و فرزند کی جدائی کا افسوس ہو
اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے کمال مین نقصان ہوتا ہی اسلیے کہ محبت کامل وہ ہوتی ہی جو تمام دل پر محیط ہو مگر محبت زن و فرزند کے

ہوتے ہوتے کچھ دشوار نہین کہ کچھ ضعیف سی محبت خداے تعالی کی بھی ہو آخر لوگ محبت الٰہی مین متفاوت تو ہوتے ہی ہین چنانچہ اس تفاوت پر یہ دلیل ہی کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ رض نے جب اپنی بہن فاطمہ رض کا نکاح اپنے غلام آزاد سالم رض سے کر دیا تو قریشیون نے انکو برا کہنا شروع کیا اور کہا کہ تمنے ایک عقیل عورت قریش کے غلام سے بیاہ دی آپ نے جواب دیا کہ مین نے بیاہ جب کیا ہی جب جان لیا ہی کہ سالم فاطمہ سے اچھا ہی یہ جواب اہل قریش کو نکاح سے بھی زیادہ گران گذرا اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہی فاطمہ تو تمھاری بہن ہی اور سالم تمھارا غلام ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ ایسے آدمی کو دیکھے جو اللہ تعالی کو تمام دل سے چاہتا ہو تو وہ سالم کو دیکھے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ آدمیون مین ایسے بھی ہوتے ہین جو اللہ تعالی کو تمام دل سے نہین چاہتے بلکہ اس سے بھی محبت رکھتے ہین اور غیر سے بھی محبت رکھتے ہین تو ضرور ہی کہ جب خدا کے پاس جاوینگے تو انکو دیدار کی لذت بقدر محبت ہو گی اور جسقدر دنیا سے محبت رکھتے ہونگے اسکے چھوڑنے کے وقت اسی قدر انکو درد فراق ہو گا۔ دوسرا باعث موت کے برا جاننے کا یہ ہی کہ بندہ مقام محبت کے شروع مین ہو اور موت کو برا تو نہ جانتا ہو مگر اسکے جلد آنے کو برا جانتا ہو یعنی ملاقات خدا تعالی کے لیے کچھ سامان کرنے سے پیشتر موت کا آنا برا معلوم ہوتا ہو تو یہ حال محبت کے کم ہونے پر دلالت نہین کرتا بلکہ اس شخص کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کے آنے کی خبر اپنے پاس سنے اور یہ چاہے کہ وہ ایک ساعت کے بعد آوے تو بہتر ہی تاکہ اسکے لیے گھر کو آراستہ کرلے اور سامان خانہ داری سے فراغت ہو جاوے کہ پھر خاطر خواہ اس سے فارغ البال ہو کر ملے کوئی مانع اور حارج نہ رہے پس اس سبب سے موت کو برا جاننا کمال محبت کے خلاف نہین اس حال کی پہچان یہ ہی کہ عمل مین کوشش کرے اور اپنی فکر کو آخرت کی تیاری مین مستغرق رکھے۔ اور ایک علامت محبت کی یہ ہی کہ جس چیز کو خداے تعالی پسند کرے اسکو اپنی محبوب چیز ظاہر و باطن مین ترجیح دے اور اسکے لیے بڑی بڑی مشکل اور محنت کے عمل بجا لاوے اور اپنے ہواے نفس کے اتباع سے اجتناب کرے اور کسل و سستی کو بالاے طاق رکھے ہمیشہ کمر طاعت الٰہی پر میان جان پر چست باندھکر نوافل سے تقرب کا جویان رہے اور اسکے نزدیک یاد درجات کا خواہان جیسے عاشق اپنے معشوق کے دل مین زیادہ تر قرب کا خواہان رہتا ہی اور جو لوگ کہ ایثار کو پسند کرتے ہین انکا وصف اللہ تعالی قرآن مجید مین فرماتا ہی یحبون من ہاجر الیہم ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ اور جو شخص اپنی ہواے نفس کا ہمیشہ تابع رہے تو اسکا محبوب وہی ہو گا جسکو وہ چاہتا ہی عاشق تو اپنے معشوق کی مرضی کا تابع ہوتا ہی اسکی مرضی کے سامنے اپنی مرضی کو چھوڑ دیتا ہی جیسے کسی شاعر کا قول ہی جسکا ترجمہ یہ ہی شعر مین تو ہون طالب وصل اسکو ہی منظور فراق وہ خوش اسمین ہی تو یو وصل سے مین درگذرا۔ بلکہ سلطان عشق الٰہی جب غلبہ کرتا ہی تو پھر کوئی خواہش نہین چھوڑتا سب کی بیخ کنی کر دیتا کہ سواے معشوق کے اور کسی چیز کی رغبت اور لذت باقی نہین رکھتا جیسے کہ روایت ہی کہ زلیخا جب ایمان لائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے نکاح مین آئی تو انسے علیحدہ ہو کر عبادت مین مصروف ہوئی اور خداے تعالی ہی کی ہو رہی اگر آپ اپنے پاس دن کو بلاتے تو رات پر ٹالدیتی اور رات کو بلاتے تو دن پر اور کہتی کہ اے یوسف مین آپ سے جب تک محبت رکھتی تھی کہ مجکو خداے تعالے کی معرفت نہ تھی اب کہ مین نے اسکو پہچان لیا تو اسکی محبت نے میرے دل مین کسی اپنے غیر کی محبت نہین چھوڑی اور مجکو اس محبت کا عوض منظور نہین کہ اسکی محبت چھوڑکر دوسرے کی محبت اختیار کرون یہی حال ہوتا یہانتک کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجکو خداوند کریم کا حکم اسی طرح ہی اور ارشاد فرمایا ہی کہ تو زلیخا سے ہمبستر ہو اسکے پیٹ سے ہم دو لڑکے عنایت فرماوینگے اور دونون کو نبی کرینگے زلیخا نے عرض کیا کہ اگر خداوند کریم نے آپکو ارشاد فرمایا ہی اور مجکو اس نعمت کا ذریعہ ٹھہرایا ہی تو مین خداے تعالی کے حکم کی تابع ہون اور صحبت پر راضی ہون اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت رکھتا ہی وہ اسکی نافرمانی نہین کرتا اور اسی نظر سے ابن مبارک رض نے ایک قطعہ

رح ... دوست رکھتے ہین ... کو جو ... ہجرت کر کے ... اور نہین پاتے ... اپنے دلون مین ... حاجت ... دیے جاوین ... اور ترجیح دیتے ہین ... اپنے نفسون پر ... اگرچہ ... فاقہ ... کرتے ہین ... اس سے جو ... وصل چھوڑا ... انکے پاس ... اور ... اپنے فضل ... غرض اس ... چیز سے ... اور اول ... رکھتے ... اپنی جان ... اور ... اور ... ۱۲

فرمایا ہے جسکا مضمون یہ ہے قطعہ دم بھر و اسکی محبت کا کرو تسپہ گناہ * ہے عجب طرح کے واللہ تمہارے کردار * سچی گر ہوتی محبت تو اطاعت کرتے
ہوتے عاشق تو ہے یہ شوق کے فرمانبردار * اور اسی باب میں یہ شعر بھی ہے ؎ خواہش نہیں سمجھے کچھ تیری رضا کے آگے * جی کو ہے اسکے گو
خوش ہوں تری رضا سے * اور حضرت سہیل رح فرماتے ہیں کہ علامت محبت الٰہی ہے کہ اسکو اپنے نفس پر اختیار کرے یہ بات نہیں کہ جو شخص
خدائے عز و جل کے امر کی طاعت کرے وہ اسکا حبیب ہوجاتا ہے بلکہ حبیب وہ ہے جو منہیات سے بھی بچے اور یہ قول انکا واقع میں درست ہے اسواسطے
کہ بندے کی محبت خدا کے ساتھ سبب محبت الٰہی کا بندے کے ساتھ ہوتی ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے یحبہم و یحبونہ اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو محبوب
جانتا ہے تو اسکا کفیل ہوتا ہے اور اسکو دشمنوں پر غالب رکھتا ہے اور از انجا کہ آدمی کے دشمن اسکا نفس اور شہوات ہیں تو بالضرور اللہ تعالیٰ اسکو
رسوا نہ کریگا اور خواہش و شہوات کے حوالہ نہ فرماویگا اور اسی وجہ سے ارشاد فرماتا ہے واللہ اعلم باعدائکم وکفی باللہ ولیا وکفی باللہ نصیراً
اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ نافرمانی اصل محبت کے خلاف نہیں بلکہ کمال محبت اس سے نہیں ہوتا مثلاً بہت آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے
نفس سے محبت رکھتے ہیں اور بیمار ہوتے ہیں اور شفا کو محبوب جانتے ہیں اور جو چیز انکو مضر ہو اسکو کھا لیتے ہیں گو یہ جانتے ہیں کہ یہ چیز ہمکو
مضر ہے تو اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ انکو اپنے نفس سے محبت نہیں بلکہ معرفت کم ہے اور خواہش غالب اسلیے حق محبت پر قائم رہنے سے
عاجز ہیں اور نافرمانی کی اصل محبت کے مخالف نہونے پر یہ دلیل ہے کہ نعیمان بہت جلد جلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بسبب
ارتکاب گناہوں کے پکڑ آیا کرتا تھا ایک بار جو آیا اور آپ نے اسکو حد لگوائی تو ایک شخص نے اسکو لعنت کی اور کہا کہ یہ شخص کتنا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر کیا جاتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسکو لعنت مت کر کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہے
غرضکہ گناہ کے باعث اسکو محبت سے خارج نہ فرمایا ہاں گناہ کرنا کمال محبت سے خارج کردیتا ہے۔ اور بعض عارفین فرماتے ہیں کہ جب آدمی
کا ایمان ظاہر دل میں ہوتا ہے تو خدائے تعالیٰ سے متوسط محبت رکھتا ہے اور جب ایمان شدید اسکے دل میں چلا جاتا ہے تب پوری محبت کرتا ہے
اور گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ الحاصل محبت کا دعوی کرنے میں خطر ہے اسی لیے حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ جب تم سے پوچھا جاوے کہ خدا
تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو چپ ہو رہو اور کچھ جواب نہ دو اسلیے کہ اگر نہیں زبان سے نکالوگے تو کافر ہوجاؤگے اور اگر ہاں کہوگے تو تمہارے
اوصاف محبوں کے سے نہیں ہیں پس غضب الٰہی سے ڈرو اور جھوٹا دعوی نہ کرو۔ اور بعض علما فرماتے ہیں کہ جنت میں کوئی رتبہ
اہل معرفت و محبت کی لذت سے بڑھکر نہیں اور نہ دوزخ میں کوئی عذاب سخت تر اس شخص کے عذاب سے کہ دعوی محبت کرے
اور محبت کی کوئی بات اسمیں نہ پائی جاوے۔ اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ ذکر الٰہی کا شدت سے حریص ہو کہ نہ زبان اس سے
تھکے نہ دل خالی ہو اسلیے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ اسکا ذکر بہت کیا کرتا ہے اور اسکے متعلق جو اشیا ہوتی ہیں انکو بہت یاد
کیا کرتا ہے پس محبت الٰہی کی علامت یہ ہے کہ اسکے ذکر سے محبت ہو اور اسکے کلام یعنی قرآن مجید اور اسکے رسول پاک سے محبت ہو اسی
طرح جو چیز خدائے تعالیٰ کے ساتھ منسوب ہو اس سے محبت رکھے آدمی کسی دوسرے آدمی کو چاہتا ہے تو محبوب کے محلے کے کتے سے بھی محبت
کیا کرتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جب محبت قوی ہوتی ہے تو محبوب سے متعدی ہو کر جتنی چیزیں اس سے متعلق ہوتی ہیں انکے ساتھ بھی ہو جاتی
ہے اور اسکو شرکت محبت میں نہ سمجھنا چاہیئے اسلیے کہ رسول محبوب سے اسلیے محبت کرے کہ یہ اسکا رسول ہے یا کلام کو بدیں وجہ محبوب جانتا
کہ یہ اسکا کلام ہے عین محبوب ہی کی محبت ہے اسکے غیر کی نہیں بلکہ اسکے متعلقات سے محبت ہونی کمال محبت پر دلالت کرتی ہے جس شخص کے
دل پر محبت الٰہی غالب ہوجاتی ہے وہ تمام مخلوق خدا سے محبت کرتا ہے بعین لحاظ کہ پیدائش محبوب حقیقی کی ہیں پس قرآن مجید اور رسول کریم
اور صلحا سے کیسے محبت نہ کریگا اور ہم اس امر کی تحقیق باب آداب الصحبت اور بھائی چارہ میں لکھ چکے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں احبوا اللہ لما یغذوکم بہ من نعمہ و احبونی للہ تعالیٰ اور

حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ تعالی کے محب سے محبت کرتا ہی وہ اللہ تعالی سے محبت کرتا ہی اور جو شخص اللہ تعالی کے اکرام وتعظیم کرنے والے کی تعظیم کرتا ہی وہ خداے تعالی کی تعظیم کرتا ہی اور بعض مریدین سے روایت ہی کہ ایام ارادت مین مجکو مناجات کا مزہ ملا مین نے رات دن قرآن مجید کی تلاوت اختیار کی پھر چند روز قرأت چھوٹ گئی تو خواب مین مین نے ایک کہنے والے کو سنا کہ مجھسے یہ کہتا ہی کہ اگر تجکو ہم سے دعوی محبت ہی تو تو نے ہماری کتاب پر کیون ظلم کیا کیا تو نے ہمارے عتاب لطیف کو جو اسمین ہی تامل نہین کیا اسکے بعد جو مین بیدار ہوا تو دل مین محبت قرآن کی پھر ہی پائی اور اپنی پہلی حالت پر بدستور ہو گیا۔ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی اپنے نفس سے بجز قرآن کے اور کسی چیز کی درخواست نہ کرے اسلیے کہ جو قرآن سے محبت کریگا تو اللہ تعالی سے بھی محبت کریگا اور اگر قرآن سے محبت نہوگی تو خداے تعالی سے بھی نہوگی۔ اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ محبت الہی کی پہچان محبت قرآن مجید کی ہی اور خداے تعالے اور قرآن سے محبت کی پہچان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنی ہی اور آپ کے ساتھ محبت کرنے کی علامت محبت آپ کے طریق کی ہی اور آپ کے طریق سے محبت کا نشان آخرت کی محبت ہی اور آخرت کے محبوب ہونے کی پہچان دنیا کا بغض ہی اور دنیا کے بغض کی علامت یہ ہی کہ اسمین سے بجز زاد آخرت کے اور کچھ نہ لے اور ایک علامت محبت یہ ہی کہ خلوت اور مناجات اور تلاوت قرآن مجید سے انس اور تہجد پر مداومت کرے اور رات کے اطمینان اور عوائق کے برطرف ہونے سے صفائی وقت کو غنیمت جانے اور کمتر درجہ محبت کا یہ ہی کہ حبیب سے خلوت اور اسکی مناجات سے لذت پانے کو آسائش وراحت سمجھے تو جو شخص کہ اسکے نزدیک خواب اور گفتگو بہ نسبت مناجات الہی کی عمدہ اور لذیذ ترہو اسکی محبت کیسے درست ہوگی حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کسی نے اسوقت پوچھا کہ وہ پہاڑ پر سے اترے تھے کہ آپ کہان سے تشریف لاے انھون نے فرمایا کہ انس باللہ سے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین ہی کہ اللہ تعالی نے انکو ارشاد فرمایا کہ میری مخلوق مین سے کسی کے ساتھ انس مت کر اسلیے کہ مین دو طرح کے شخصون کو اپنے پاس سے علحدہ کر دیتا ہون ایک تو وہ شخص جو میرے ثواب کو دیر کر جانکر علحدہ ہو گیا دوسرے وہ شخص کہ مجکو بھول کر اپنے حال سے راضی ہوا اور اسکی پہچان یہ ہی کہ مین اسکو اسکے نفس کے سپرد کر دیتا ہون اور دنیا مین حیران چھوڑ دیتا ہون۔ اور جب غیر اللہ سے آدمی مانوس ہوگا تو جسقدر انس غیر اللہ سے ہوگا اسی قدر خداے تعالی سے وحشت ہوگی اور درجہ محبت سے ساقط ہو جاویگا۔ اور برخ غلام حبشی کے احوال مین جسکے طفیل سے حضرت موسی علیہ السلام نے باران رحمت کی دعا کی تھی لکھا ہی کہ خداے تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ برخ اچھا بندہ ہی مگر اسمین ایک عیب ہی آپ نے عرض کیا کہ الہی اسکا عیب کیا ہی فرمایا کہ اسکو نسیم سحر اچھی معلوم ہوتی ہی اسکی طرف رغبت کرتا ہی اور جو شخص مجھسے محبت کیا کرتا ہی وہ کسی چیز کی طرف رغبت نہین کرتا اور روایت ہی کہ ایک عابد نے خداے تعالی کی عبادت مدت تک کسی جنگل مین کی پھر ایک پرند کو دیکھا کہ ایک درخت پر آشیانہ بنایا ہی اسمین میٹھا چہچہے کرتا ہی عابد نے کہا کہ اگر مین اپنی عبادت کی جگہ اس درخت کے پاس کرون تو اس پرند کے چہچہے سے کچھ دل لگی ہو جب عبادت کی جگہ درخت کے پاس کر لی تو خداے تعالی نے اسوقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان عابد سے کہدو کہ تو نے ایک مخلوق سے انس کر لیا ہی اسکی سزا مین مین نے تیرا ایسا درجہ کم کر دیا کہ اب کسی عمل سے کبھی نہ ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ علامت محبت کی کمال انس کا ہونا مناجات محبوب کے ساتھ اور کمال لذت کا ہونا اسکے ساتھ تنہا ہونے مین اور جو شے کہ خلوت ومناجات مین کدورت پیدا کرے اس سے کمال درجے کی وحشت ہی اور انس کی علامت یہ ہی کہ عقل وفہم بالکل لذت مناجات مین مستغرق ہو جیسے کوئی اپنے معشوق سے ہمکلام ہوکر اس سے مناجات کرتا ہو اور بعض اکابر پر یہ لذت اس درجے کو پہونچی ہی کہ وہ نماز مین تھے اور انکے گھر مین آگ لگی مگر انکو خبر نہوئی اور بعض شخصون کا بیماری کی جہت سے نماز ہی کے اندر پانون کاٹا گیا اور خبر نہوئی۔ اور جب محبت وانس غالب ہو جاتے ہین تو خلوت ومناجات آنکھ کی ٹھنڈک اور کلیجے کی راحت ہوتی ہین کہ انسے تمام فکر دور ہو جاتی ہی یہ دونون دل پر

ایسی عادی ہوتی ہین کہ جب تک اُمور دنیا کئی دفعہ کان مین نہین پڑتے تب تک اُنکی سمجھ مین نہین آتے جیسے کوئی عاشق شیدا کہ زبان سے تو لوگون سے گفتگو کرتا ہو مگر باطن کو اُنس حبیب کی یاد سے ہوتا ہو غرضکہ محب اِسی کو کہتے ہین جسکا اطمینان بدون محبوب نہو حضرت قتادہ رح نے اِس آیت کی تفسیر مین فرمایا ہو الذین آمنوا و تطمئن قلوبہم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کہ اطمینان سے غرض خوشی اور اُنس لونا کا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رض فرماتے ہین کہ جو کوئی خالص محبت الٰہی کا ذائقہ چکھتا ہو اُسکو یہ مزہ دنیا کی طلب سے روک دیتا ہو اور سب آدمیون سے متنفر کر دیتا ہو اور مطرف بن ابی بکر رح فرماتے ہین کہ عاشق اپنے محبوب کے ذکر سے ملول نہین ہوا کرتا۔ اور خدا تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص میری محبت کا دعوی کرے اور جب رات ہو تو مجھسے غافل ہو کر سو رہے وہ جھوٹا ہو اسلیے کہ وہ کیسا محب ہو جو اپنے حبیب کی ملاقات نہین پسند کرتا ہو۔ مین اسوقت اُن لوگون کے لیے موجود رہتا ہون وہ سچا ہو تو مجکو طلب کرتا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تو کہان ہو کہ مین تیرے پاس آنے کا قصد کرون حکم ہوا کہ جب تو قصد کریگا فوراً آپہونچ جاویگا۔ اور حضرت یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو وہ اپنے نفس سے بغض رکھتا ہو اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہو کہ جسمین تین خصلتین نہین وہ عاشق نہین اول یہ کہ کلام خدا کو کلام خلق پر ترجیح دے دوم خدا تعالیٰ کی ملاقات کو خلق کی ملاقات پر زیادتی دے سوم عبادت الٰہی کو خدمت خلق سے زیادہ سمجھے اور ایک علامت محبت یہ ہو کہ جو چیز سوائے خدا تعالیٰ کے اُسکے پاس سے جاتی رہے اُسکا تو افسوس نہ کرے لیکن اگر کوئی ساعت بدون ذکر و عبادت الٰہی گذر جاوے تو اُسکا نہایت افسوس کرے اور جب ہی غفلت ہو جاوے اُسی وقت اُس سے توبہ اور استغفار کرے۔ بعض اکابر کا قول ہو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اُسکو اپنا محبوب کر کے اُسی پر اطمینان کر لیا ہو کسی چیز کا اُنکو غم نہین ہوتا اور اپنے نفس کی لذت مین مصروف نہین ہوتے باین وجہ کہ اُنکے مالک کا ملک کامل ہو اور جو وہ چاہتا ہو وہی ہوتا ہو جو اُنکے واسطے ہو وہ اُنکو پہونچتا ہی ہو اور جو اُنسے جاتا رہتا ہو وہ اُنکے لیے اُسکی اچھی تدبیر کرتا ہو اور محب کو چاہیے کہ جب اپنی غفلت سے رجوع کرے تو اپنے محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر اِسطرح اُسکے عتاب کے دور کرنے کی تدبیر کرے کہ الٰہی تو نے کون سے قصور پر مجھسے اپنا احسان علیحدہ کر لیا اور اپنے دربار سے دور کر کے میرے نفس اور شیطان کی پیروی مین مشغول کر دیا اِس سے ذکر الٰہی کی صفا اور دل کی نرمی پیدا ہوگی اور پہلی غفلت کا عوض ہو جاویگا اور لغزش باعث نئے ہونے ذکر و صفائے قلبی کا ہوگی۔ اور جب محب سوا محبوب کے اور کوئی چیز نہ دیکھیگا اور سب چیزون کو اُسی سے جانیگا تو کسی چیز پر افسوس نہ کریگا اور بیشک سب حال مین راضی رہیگا اور جانیگا کہ محبوب حقیقی نے میرے حق مین وہی مقدر کیا ہو جسمین میری بہتری ہو اور اُسکے ارشاد کو یاد کریگا کہ فرمایا ہو وعسی ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم اور ایک علامت محبت کی یہ ہو کہ طاعت الٰہی سے آسایش پاوے اور اُسکو بیگار نہ سمجھے اور اُسے طاعت مین مشقت کچھ نہ معلوم ہو جیسے بعض اکابر کا قول ہو کہ مینے بیس برس تو رات کو مصیبت سہی اور بیس برس لذت اُٹھائی۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ محبت کی علامت ہمیشہ خوش رہنا اور ایسی طرح کوشش کرنا کہ بدن تھک جاوے اور دل نہ تھکے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ محبت کے عمل مین تھکن نہین ہوتی اور بعض علما فرماتے ہین کہ بخدا محب کو کبھی طاعت سے سیری نہین ہوتی گو شبرے وسیلہ لقا پر پہونچ جاوے۔ پس اِس طرح کی باتین مشاہدے مین بھی موجود ہین دیکھو عاشق اپنے معشوق کی محبت مین سعی کرنے سے نہین تھکتا اور دل سے اُسکی خدمت کو اچھا جانتا ہو اور اُسمین مزہ معلوم ہوتا ہو گو بدن پر وہ خدمت شاق ہو اور اگر بالفرض بدن عاجز ہو جاوے تو سب سے محبوب چیز اُسکے نزدیک یہ ہو کہ پھر سے قدرت آجاوے اور عاجزی جاتی رہے تاکہ اُسی خدمت مین مصروف ہو جاوے اسی طرح محبت الٰہی ہوا کرتی ہو کہ اُسکے مقابلے مین طاعت اور خدمت سے بہتر کوئی چیز نہین معلوم ہوتی اور قاعدے کی بات ہو کہ جو محبت آدمی پر غالب ہو جاتی ہو وہ اُس سے

کسی کو دیا دیتی ہو مثلاً جس شخص کا محبوب کسل کی نسبت کر اسکے نزدیک محبوب تر ہوگا تو وہ کسل کو اسکی خدمت مین ترک کر دیگا اور اگر مال کی
نسبت کر محبوب تر زیادہ ہوگا تو اسکی محبت مین مال کو چھوڑ دیگا کسی محب نے اپنا جان و مال سب فدا کر دیا تھا کچھ اسکے پاس نہ تھا اس سے کسی نے
پوچھا کہ محبت مین تمھارا یہ حال کسطرح ہوا اسنے جواب دیا کہ مین نے ایک روز ایک عاشق کو سنا کہ اپنے معشوق سے خلوت مین کہہ رہا تھا کہ
بخدا مین تجکو اپنے تمام دل سے چاہتا ہون اور تو مجھسے اپنا منہ کیسر پھیرے رہتا ہو معشوق نے جواب دیا کہ اگر تو مجھسے محبت رکھتا ہو تو بتا مجھپر
کیا خرچ کریگا عاشق نے کہا کہ اول تو جو چیز میری ملک مین ہو وہ سب تجکو دیدونگا پھر تیرے اوپر جان فدا کرونگا کہ تو راضی ہو اس گفتگو
کو سنکر مین نے سوچا کہ جب بندہ بندے کے ساتھ اسطرح ہو تو بندے کو معبود کے ساتھ کسطرح ہونا چاہیے یہی باعث تجرید کی ترقی
کا ہوا اور ایک علامت محبت کی یہ ہو کہ تمام خدا کے بندون پر شفیق اور رحیم ہو اور خدا تعالے کے دشمنون پر اور ان لوگون پر
جو اسکی مرضی کے خلاف کرین سخت ہو جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہو اشداء علی الکفار رحماء بینہم اور اس امر پر کسی ملامت کرنے والے کی
ملامت اسپر تاثیر نہ کرے اور نہ خدا کے لیے غصہ کرنے سے کوئی مانع ہو اور یہی وصف اولیا کا حدیث قدسی مین مذکور ہو یعنی میرے اولیا
وہ ہین کہ میری محبت پر ایسے فریفتہ ہین جیسے بچہ کسی چیز پر فریفتہ ہوتا ہو اور میرے ذکر پر ایسے گرتے ہین جیسے جانور اپنے گھونسلے کو رواں
جھکتا ہو اور میری منہیات پر ایسے غصہ ہوتے ہین جیسے چیتا غرّاتا ہو کہ اسکو پروا نہین ہوتی کہ آدمی بہت ہین یا تھوڑے پس اس
مثال کو تامل کرنا چاہیے کہ لڑکے کا دل جب کسی چیز پر آجاتا ہو تو اس سے ہرگز علیحدہ نہین ہوتا اور اگر اس چیز کو کوئی اس سے لے لے تو بجز
رونے اور چیخنے کے اور کچھ کام نہین کرتا جب تک کہ وہ چیز اسکے پاس پھر نہ آوے سوتے وقت بھی اسکو اپنے کپڑون مین لپیٹ رکھتا ہو اور
جب جاگتا ہو تو پھر ہاتھ مین لے لیتا ہو اور جب اس سے جدا ہوتا ہو تو روتا ہو اور ملجاتا ہو تو ہنستا ہو اور جو شخص اس سے اس چیز مین نزاع
کرتا ہو تو اس سے ناراض ہوتا ہو اور اگر کوئی شخص وہ چیز دیتا ہو تو اس سے محبت کرتا ہو۔ اور چیتا غصے کے وقت اپنے اختیار مین نہین رہتا
شدت غضب مین اسکی یہ نوبت ہوتی ہو کہ اپنی جان ہلاک کرتا ہو پس یہ علامات محبت کے ہین جس شخص مین یہ علامات پوری ہون اسکی محبت
کامل اور خالص ہوگی اور آخرت مین اسکی شراب صاف اور شیرین ہوگی اور جسکی محبت مین غیر اللہ کی محبت کا ملاو ہوگا تو آخرت مین بقدر اسکی محبت
آسایش پاویگا یعنی اسکی شراب مین کسی قدر شراب مقربین کی ملادی جاویگی چنانچہ اللہ تعالی مقربین کے احوال مین فرماتا ہو ان الابرار
لفی نعیم پھر فرمایا یسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون ومزاجہ من تسنیم عینا یشرب بہا المقربون غرض کہ
شراب ابرار کی جو اچھی ہوگی تو اسی وجہ سے کہ اسمین ملاو شراب خاص کا ہوگا جو خالص مقربین کے لیے ہو اور شراب سے غرض تمام
آسائش و لذت بہشت ہو جسطرح کہ کتاب سے تمام اعمال مراد ہین اور اسکے باب مین فرماتا ہو ان کتاب الابرار لفی علیین پھر فرمایا یشہدہ
المقربون تو انکی کتاب کی بلندی کی یہ حد ہو کہ اتنی اونچی ہوگی کہ اسکو مقربین دیکھتے ہین اور جسطرح کہ ابرار دنیا مین مقربین کے قرب و مشاہدہ
سے اپنی حالت مین زیادتی اور معرفت مین قوت پاتے ہین تو اسی طرح انکا حال آخرت مین ہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہو ما خلقکم ولا بعثکم
الا کنفس واحدۃ اور فرمایا کما بدأنا اول خلق نعیدہ اور فرمایا جزاء وفاقا یعنی جزا موافق اعمال کے ہوگی تو عمل خالص کی جزا شراب
خالص ہوگی اور مخلوط کی مخلوط اور ملاو شراب مین اسی قدر ہوگا جسقدر کہ محبت مین اور اعمال مین ملاو تھا جیسا کہ قرآن مجید مین
چند جا مذکور ہو فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم اور ان اللہ
لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضاعفہا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بہا وکفی بنا حاسبین پس جو شخص کہ دنیا مین محبت
کرتا تھا اور اسکی توقع جنت اور حور اور قصور کی لذت تھی تو اسکو جنت مین مختار کر دیا جاویگا کہ جہان چاہے رہے لڑکون کے ساتھ
کھیلے اور عورتون سے مزہ اڑاوے اسکی لذات کا خاتمہ آخرت مین انھین اشیاء پر ہو جاویگا اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو جسقدر

مین وہی ملیگا جو اُسکا نفس چاہتا ہو اور جس سے اُسکی آنکھ کو لذت ہو اور جس شخص کا مقصود صاحب خانہ اور مالک الملک ہوگا اور اُسکے
دل پر خالص اُسکی محبت نے غلبہ کیا ہوگا تو وہ اُس مقام مین اُتارا جاویگا فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر خلاصہ یہ کہ ابرار تو باغون
اور جنتون مین حور اور غلمان کے ساتھ سیر کرینگے اور مقربین دربار عالی مین حاضر رہینگے اور اُسی کی طرف اپنی تاک لگائے رہینگے
اور اس لذت کے ذرہ بھر کے مقابل بھی تمام جنتون کی آسایشون کو ہیچ جانینگے غرضکہ جو لوگ کہ شہوت شکم اور فرج کے پورا کرنے
مین مشغول ہونگے وہ اور ہونگے اور خدا ے تعالی کے پاس بیٹھنے والے اور ہونگے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اکثر اہل الجنۃ البلہ و علیون لذوی الالباب یعنی اہل جنت اکثر بھولے ہین اور مقام علیون کے مستحق اہل عقل ہین اور از انجا کہ
سمجھ انسان کی معنی علیین کے جاننے سے قاصر تھی اور وہ امر عظیم الشان تھا اسلیے خدا ے تعالی نے ارشاد فرمایا وما ادراک ما علیون۔
جیسے قارعہ کے لیے ارشاد فرمایا القارعۃ ما القارعۃ وما ادراک ما القارعۃ اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ خدا ے تعالی کی محبت مین
خائف اور اُسکی ہیبت و تعظیم مین مبتلا رہے بعض لوگ یہ سمجھتے ہین کہ خوف محبت کے مخالف ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ اصل یون ہے
کہ عظمت کا علم موجب ہیبت کا ہوتا ہے جیسے جمال کا ادراک موجب محبت ہوا کرتا ہے محبین کے لیے مقام محبت مین ایسے خوف ہوتے ہین
کہ دوسرون کو نہین ہوتے اور بعض خوف بعض کی نسبت زیادہ ہوا کرتا ہے اُن خوفون مین اول خوف روگردانی کا ہے اور اُس سے
زیادہ حجاب کا اور اُس سے بھی بڑھکر خوف اپنے پاس سے دور کر دینے کا اور حدیث شریف شیبتنی ھود جو مذکور ہے کہ مجھکو سورہ ہود نے بوڑھا
کر دیا اُس سے بھی خوف دوری مراد ہے جسنے سید المحبین کو بوڑھا کیا تھا اور جو اس سورہ مین جابجا وارد ہے الا بعدا لثمود الا بعدا لمدین
کما بعدت ثمود اور ظاہر ہے کہ ہیبت بعد کی اور خوف دوری کا اُسی کو زیادہ ہوگا جو قرب کا الوف اور اُس سے مانوس ہوا اور ضرور ہے کہ بعد کا
ذکر سعدین کے باب مین اگر اہل قرب کے کان پڑیگا تو اُنکو بوڑھا کر دیگا اور جو شخص دوری ہی سے الوف ہے وہ قرب کی طرف کیون مشتاق
ہونے لگا تھا اور جسکو حاشیہ پوسی بساط قرب کی میسر نہین ہوئی وہ بعد کے خوف سے کیون رونے لگا تھا ہو جب مثل مشہور رہند رکیا جانے
ادرک کی سار۔ پھر خوف ٹھہر جانے کا اور زیادتی مراتب کے نہ ملنے کا ہوتا ہے ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ درجات قرب کی کچھ انتہا نہین اور
بندے پر لازم ہے کہ ہر دم یہی کوشش کرے کہ کچھ قرب اور زیادہ ہو جاوے اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
من استوی یوماہ فہو مغبون ومن کان یومہ شرا من امسہ فہو ملعون اور اسی طرح یہ بھی ارشاد فرمایا ہے انہ لیغان علی قلبی فاستغفر اللہ
فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ چونکہ آپ کا قدم راہ سلوک مین ہر وقت بڑہتا تھا اور قدم اول بہ نسبت آیندہ کے بعد مین داخل تھا اسلیے آپ
استغفار پڑھتے تھے سالکین کے حق مین راہ مین تھک جانا اور غیر محبوب کی طرف توجہ کرنی بھی ایک طرح کا عذاب ہے چنانچہ حدیث قدسی
مین وارد ہے کہ شخص عالم جب دنیا کی شہوات کو میری طاعت پر اختیار کرتا ہے تو ادنی سزا اُسکی مین یہ کرتا ہون کہ اپنی مناجات کی لذت
اُس سے چھین لیتا ہون حاصل یہ کہ زیادتی درجات کا چھین لینا شہوات کے باعث سے عام سالکون کے حق مین عذاب ہے اور
خواص تو زیادتی سے اُسی وقت محجوب ہو جاتے ہین کہ صرف دعوی یا عجب کرین یا جو مبادی لطف مین سے اُنپر ظاہر ہوا اُسکی طرف
میل کرین اور مکر خفی اسی کا نام ہے یہ ایسی چیز ہے کہ اس سے بچنے پر وہی قادر ہوتے ہین جنکے قدم راہ سلوک مین خوب جمے ہون پھر
خوف اُس چیز کے جاتے رہنے کا ہے جو بعد جاتے رہنے کے نہ ملے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ سفر کرتے ہوئے ایک پہاڑ پر تھے کہ ایک
آواز آئی کہ کوئی یہ کہتا ہے قطعہ ہم نے بخشے جتنے ہین تیرے گناہ ٭ پر نہین بخشا قصور اعراض کا ٭ فوت جو تجھسے ہوا وہ ہے معاف ٭
فوت جو ہم سے ہوا باقی رہا ٭ اسکو سنکر آپ تڑپے اور بیہوش ہو گئے ایک رات دن ہوش نہ آیا بہت سے حالات آپ پر طاری ہوے
پھر ایک آواز پہاڑ سے سنی کہ اے ابراہیم بندہ ہو جا ابراہیم کہتے ہین کہ مین بندہ ہو گیا اور ہوش مین آیا۔ پھر خوف محبوب سے

پینسٹھ برس کی عمر مین ... اور شاہ ... ۲۷ ہزار ... درد ... اس حدیث کا ... بخاری سے منقول ہے ... حدیث مین ... کیا ہے ۱۲ ... گڑگڑائی کیا ہے ... ترمذی کی ... ۱۲ ... پھٹکارا ... بے پانی

ا م ۱۰ ا ادھر گذری ہے ۱۲

بنغم ہوجانے کا ہی یعنی عاشق ہمیشہ شوق اور طلب اور حرص مین رہتا ہی اور زیادتی کی طلب مین سستی اور بے پروائی نہین کرتا اور لطف تازہ کا منتظر رہتا ہی پس اگر یہ بات نہ ہی تو باعث ایک مرتبہ پر ٹھہر جانے کا یا رجعت کا ہوگا اور بنغم ہونا آدمی پر ایسی طرح آتا ہی کہ اسکو خبر نہین ہوتی جیسے بعض اوقات محبت اسی طرح ہوجاتی ہی اسلیے کہ دل کی ان تبدیلیون کے اسباب غیبی ہوتے ہین ممکن نہین کہ آدمی کو انپر اطلاع ہو پس جب اللہ تعالے بندے کا توقف اور خرابی چاہتا ہے اس سے بنغمی کو خفیہ رکھتا ہی پس بندہ رجا ہی رجا مین ٹھہر رہتا ہی اور حسن ظن سے دھوکا کھاجاتا ہی یا اسیر غفلت یا ہواے نفسانی یا نسیان غالب ہوجاتا ہی اور یہ سب باتین شیطان کے لشکر ہین جو علم اور عقل اور ذکر و بیان وغیرہ لشکر ملائکہ پر غالب آجاتے ہین۔ اور جسطرح کہ خداے تعالی کے اوصاف لطف اور رحمت اور حکمت کے ایسے ہین جو بندے مین ظاہر ہونے پر مقتضی جوش محبت کے ہوتے ہین اسی طرح اسکے اوصاف ایسے بھی ظاہر ہوتے ہین جو موجب بنغمی کے ہوا کرتے ہین مثل اوصاف جباری اور عزت اور استغنا کے اور اسطرح کی باتین مقدمات بدبختی اور حرمان کی ہین پھر خوف اس بات کا ہی کہ دل محبت الٰہی سے اسکے غیر کی طرف منتقل ہوجاوے اور اس مقام کا نام مقت یعنی شدت غضب الٰہی ہی اور بنغمی محبوب حقیقی سے اس مقام کا مقدمہ ہی اور اعراض اور حجاب مقدمہ بنغمی کا ہوتا ہی اور تنگی سے دل تنگ ہونا اور دوام ذکر سے دل چرانا اور وظائف و اوراد سے گھبرانا اعراض و حجاب کے اسباب مقدمات ہین اس سے معلوم ہوا کہ ان اشیا کا ظاہر ہونا اس بات کی دلیل ہی کہ آدمی مقام محبت سے مقام مقت مین جا پہونچا نعوذ باللہ منہ اور ہمیشہ ان امور سے خائف رہنا اور شدت سے احتراز کرنا دلیل صدق محبت کی ہی اسلیے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہی ظاہر ہی کہ اسکے جاتے رہنے سے ڈرا کرتا ہی تو لازم آیا کہ جو محبوب ایسا ہو کہ اسکا جاتا رہنا ممکن ہو تو محب کو خوف ضرور ہوگا۔ اور بعض عارفین نے فرمایا ہی کہ جو شخص خداے تعالی کی عبادت صرف محبت سے بدون خوف کے کرتا ہی وہ بباعث ناز کرنے کے اور زیادہ پاؤن پھیلانے کے ہلاک ہوتا ہی اور جو شخص اسکی عبادت صرف خوف کے طور پر بدون محبت کے کرتا ہی وہ اس سے وحشتناک اور بعید ہو کر علیحدہ ہوجاتا ہی اور جو شخص اسکی عبادت محبت اور خوف دونون سے کرتا ہی اسکو خداے تعالی محبوب اور مقرب بناتا ہی اور اسکو قدرت و علم عنایت فرماتا ہی پس محب کو خوف ضرور ہی اور خائف کو محبت لیکن جس شخص پر کہ محبت غالب ہو کہ اسمین خوب پھیل گئی ہو اور خوف تھوڑا سا ہو تو اسکو کہینگے کہ مقام محبت مین ہی اور اسکی شمار محبین ہی مین ہوگی اور خوف کی آمیزش سے محبت کو کچھ تسکین دیتی رہیگی اور اگر محبت و معرفت اور زیادہ ہوجاوین تو طاقت بشری اسکی متحمل نہوگی خوف سے البتہ اسمین اعتدال اور تخفیف ہوجاتی اور دل پر اسکا واقع ہونا آسان معلوم ہوتا ہی چنانچہ روایت ہی کہ بعض ابدال نے کسی صدیق سے درخواست کی کہ خداے تعالی سے دعا کیجیے کہ ایک ذرہ بھر اپنی معرفت مجکو عنایت فرماوے انھون نے دعا کی اور وہ مقبول ہوئی آن بزرگ کا یہ حال ہوا کہ پہاڑون مین سرگردان پھرے عقل حیران اور دل پریشان تھا سات روز تک آنکھین پھرا گئین نہ اپنے آپ کسی چیز سے نفع لیا نہ انسے کسی چیز کو فائدہ ہوا صدیق نے خداے تعالی سے انکے لیے دعا مانگی کہ الٰہی ذرہ بھر معرفت سے کچھ کم کردے انپر وحی ہوئی کہ ہمنے اسکو ذرہ بھر معرفت کا لاکھون حصہ عنایت فرمایا ہی اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ جب تونے اسکے لیے دعا کی تھی اسی وقت ہمارے لاکھ بندون نے بھی درخواست کی تھی مین نے انکی دعا قبول کرنے مین تاخیر کی تھی مگر جب تو اس شخص کا سفارشی ہوا اور تیری دعا قبول کی تو انکی بھی دعا قبول فرمائی اور ذرہ بھر معرفت کو لاکھ بندون مین تقسیم کردی جسکا نتیجہ تونے دیکھا صدیق نے عرض کیا کہ اے احکم الحاکمین جسقدر تونے اسکو عنایت فرمایا ہی اسمین سے کم کردے اللہ تعالے نے دس ہزار وان حصہ اس لاکھوین حصے کا رہنے دیا اور باقی کو سلب کردیا تب اسکا خوف و محبت و رجا ٹھکانے ہوئی اور پریشانی دفع ہوئی اور اور عارفون کیطرح ہوگیا عارف کا

حال ایسا ہی ہے ؎ قرب وجد و مقصودش بعید ست ٭ جدا از جملہ احرار و عبید ست ٭ صفاتش دیگر و علمش غریب است ٭ دلش محکم چو
الواح حدید ست ٭ بمقصد ہاے او کے پے برد کس ٭ چو آن بینا کہ حال خلق دید ست ٭ ہمیشہ عیدہا دارد درین دیر ٭ ہزاران
عید ہر روزش پدید ست ٭ بعید دیگر ست او شاد و خرم ٭ نہ آن عیدے کہ شد دیگر تو عید ست ٭ اور حضرت جنید بغدادی رح
چند اشعار متضمن اسرار حالات عارفین کے پڑھا کرتے تھے گو اُن اسرار کا ظاہر کرنا ناجائز ہی مگر آپ اشارہ فرما دیا کرتے تھے اُنکا ترجمہ
یہ ہی اشعار - جماعتی ست کہ اہل علوم و اسرارند ٭ ز قرب حق بمقامات قدس سیارند ٭ درو و شان نبود جز بہر رغبت ٭
رجوع شان بمقامی کہ خوشتر انگارند ٭ ہمیشہ بر سر غرے گذار شان ز صفات ٭ بحلہ پوشی توحید ناز خوش دارند ٭ مقام شان
پس ازان برتر از بیان باشد ٭ صلاح نیست کہ احوال بر زبان آرند ٭ بپوشم انچہ کہ بینم کہ دوستانی پوشند ٭ بگویم انچہ قضا و
قدر روا دارند ٭ بہ بندگان نہ ہم انچہ حق شان نبود ٭ دہم ہر انچہ تفویض آن سزا وارند ٭ بنا بہ آنکہ خدا راست سر مکتوبی ٭
کہ اہل راز شناسند و باقی اغیارند ٭ اور ان جیسے معارف میں سب لوگون کا شریک ہونا نہیں ہو سکتا اور نہ یہ جائز ہی کہ جسکو
کسی قدر انہیں سے منکشف ہو جاوین وہ اُن لوگون سے کہے جنکو کچھ منکشف نہیں ہوا بلکہ اگر سب لوگ اِنہیں شریک ہوتے تو
دنیا خراب ہو جاتی دنیا کی آبادی کے لیے حکمت آلہی اسی بات کی مقتضی ہی کہ سب پر غفلت رہے اور یہ معارف تو سب کو منکشف
ہونے درکنار اگر بالفرض چالیس روز تک سب لوگ حلال کھاوین تب بھی دنیا اُجڑ جاوے کہ سب اُسکو ترک کر دین اور بازار
اور معیشت سب بیکار ہو جاوین بلکہ اگر علما حلال کھانے لگین تو اپنی ہی جانون پر مشغول ہو جاوین اور زبانین اور قلم رک جاوین
اور علوم جسقدر پھیلے ہوے ہین اُنہین سے بہت کچھ جاتا رہے مگر اللہ تعالی نے اُس چیز مین جو بظاہر بُری ہی اسرار و حکمتین رکھی
ہین جیسے کہ خیر مین اسرار و حکمتین ہین اور اُسکے اسرار و حکمتون کی کچھ انتہا نہیں جیسے کہ اُسکی قدرت کی غایت نہیں - اور ایک
علامت محبت یہ ہی کہ محبت کو چھپاوے اور دعوی سے اجتناب کرے اور محبوب کی تعظیم کے باعث اظہار وجد و محبت سے احتراز
کرے کہ اُسکے بھید کو غیر سے کہنے مین اُسکو غیرت ہوگی اسلیے کہ محبت بھی محبوب کا ایک بھید ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ دعوی
مین کبھی ایسی بات بھی منہ سے نکلجاتی ہی کہ اصل بات سے بڑھکر ہو تو یہ بہتان ہوگا اُسکا نتیجہ آخرت مین بُرا ہوتا ہی اور
دنیا مین بھی جلد مصیبت آتی ہی ہان کبھی عاشق کو نشار محبت اتنا ہوتا ہی کہ اُس سے مدہوش ہو جاتا ہی اور حال مضطرب ہوتا ہی
اُسوقت محبت ظاہر ہو جاتی ہی پس اگر اس قسم کا اظہار بدون تکلف اور اختیار کے سرزد ہو تو مجبوری ہی آتش محبت کبھی ایسی مشتعل
ہوتی ہی کہ اُسکی تاب کسی کو نہیں رہتی کبھی دل کو بہا دیتی ہی تو اُسکا کوئی روکنے والا نہیں ہوتا غرض جو شخص کہ راز محبت کے خفیہ
رکھنے پر قادر ہی وہ تو یون کہا کرتا ہی نظم گر خیہ بگوئید نزدیک ست دوست ٭ بندہ را نفعے کجا در قرب اوست ٭ در کنارم گر نشیند آفتاب ٭
دیدہ کی گردد زدیدن بہرہ یاب ٭ نیست اجز یادی مراد دل ازو ٭ سوز عشقی در درون حاصل ازو ٭ اور جو شخص کہ اُس راز کو چھپا نہیں سکتا
اُس سے عاجز ہی وہ یون کہتا ہی ؎ گرچہ رازش را بمیدارم نگاہ ٭ آشکارا میشود از اشک و آہ ٭ اور یہ بھی کہتا ہی ؎ جسکا دل ہو غیر کے
ہمراہ اُسکا حال کیا ٭ راز جسکا آنکھ مین ہو کب ہی ممکن ہے چھپا ٭ بعض عارفین فرماتے ہین کہ لوگون مین دور تر خدا سے وہ ہوتا ہی جو اُسکی طرف اشارہ
بہت کرے یعنی ہر ایک چیز مین تکلف اور بناوٹ سے ہر ایک کے سامنے خدا کی طرف اشارہ کرے تو ایسا شخص عاشقین اور خداے تعالی
کے واقفین کے نزدیک محب نہیں بلکہ مبغوض و ممقوت ہی - حضرت ذوالنون مصری رح اپنے کسی بھائی کے پاس تشریف لیگئے جو اپنی محبت کا
ذکر لوگون سے کیا کرتا تھا آپ نے اُسکو مصیبت مین مبتلا دیکھا اور فرمایا کہ جو شخص خداے تعالی کی طرف کی چوٹ کی تکلیف معلوم کرتا ہی وہ
اُس سے محبت نہیں رکھتا اُس شخص نے کہا کہ لیکن مین یہ کہتا ہون کہ جو شخص اُسکی چوٹ سے لذت یاب نہیں ہوتا وہ اُس سے محبت نہیں رکھتا

حضرت ذوالنون رح نے فرمایا کہ مین یہ کہتا ہون کہ جو شخص اپنے نفس کو اسکا محب مشہور کرتا ہو وہ اس سے محبت نہین رکھتا اس شخص نے استغفار و توبہ کی کہ پھر مین ذکر محبت کسی سے نہ کرونگا - اب اگر کوئی یہ کہے کہ محبت الٰہی منتہاے مقامات مین سے ہو اسکے ظاہر کرنے مین تو بہتری ہی معلوم ہوتی ہو کیا وجہ ہو کہ اظہار اسکا برا قرار دیا گیا تو اسکا جواب یہ ہو کہ محبت عمدہ چیز ہو اور اسکا خود بخود ظاہر ہونا بھی اچھا البتہ یہ امر برا ہو کہ اسکو بتکلف ظاہر کرے اسلیے کہ ظاہر کرنے مین دعوی پایا جاتا ہو اور جتنی بات ہو اس سے زیادہ ظاہر کرنے کی گنجایش ہو حالانکہ سزاوار محب یہ ہو کہ اسکی پوشیدہ محبت پر اسکے افعال واحوال دال ہون نہ اقوال اور چاہیے کہ محبت ایسی طرح ظاہر ہو کہ اسکو قصد اظہار محبت یا اظہار فعل جو محبت پر دلیل ہو نہو اسکا قصد ہمیشہ یہی رہے کہ حبیب کے سوا اور کسی کو اسکا علم نہو اور جب یہ ارادہ ہو کہ دوسرا بھی اس سے واقف ہو تو یہ بات محبت مین شرک کہلاتی ہو اور اسمین خلل انداز ہو چنانچہ انجیل مین مذکور ہو کہ جب تو صدقہ کرے تو ایسی طرح صدقہ کر کہ تیرا بایان ہاتھ نہ جانے کہ داہنے ہاتھ نے کیا کیا اسکا بدلہ تجکو علانیہ وہ شخص دیگا جو خفیہ چیزون کو دیکھتا ہو اور جب تو روزہ رکھے تو اپنا منہ دھو اور سر مین تیل ڈال تاکہ روزے کا حال تیرے رب کے سوا دوسرے کو معلوم نہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر کرنا قول اور فعل دونون کا برا ہو مگر اس صورت مین کہ نشہ محبت غالب ہو کر زبان گویا ہو جاوے اور اعضا بے چین ہو جاوین تو اس صورت مین اس شخص پر ملامت نہین ہو سکتی - روایت ہو کہ ایک شخص نے بعض مجنونون سے ایک ایسا امر دیکھا کہ اپنے آپ کو اسمین جاہل پایا اسکا حال حضرت معروف کرخی رح سے کہا انھون نے تبسم فرما کر فرمایا کہ بھائی خدا کے محب سب قسم کے ہین چھوٹے بھی ہین اور بڑے بھی ہین عاقل ہین اور مجنون بس یہ حال جو تو نے دیکھا مجنونون مین سے مجنونون کا ہو اور انکو اسی پر سوچ لینا چاہیے - اور محبت کے ظاہر کرنے کی برائی اس وجہ سے بھی ہو کہ محب اگر عارف ہوگا اور احوال فرشتون کی محبت الٰہی اور شوق لازمی سے بھی واقف ہوگا جسکے باعث انکا یہ حال رہتا ہو يسبحون الليل والنهار لا يفترون اور لا يعصون الله ما امرهم ويفعلون ما يؤمرون تو اپنے نفس اور اظہار محبت سے شرمندہ ہوگا اور جان لیگا کہ مین سب محبون مین سے کمتر ہون خدا تعالی کی سلطنت مین جتنے اسکے محب ہین میری دوستی سب کی نسبت کمتر ہو بعض مکاشفین بیان کرتے ہین کہ مین نے تیس برس ظاہر و باطن سے جتنی مجھ مین طاقت تھی کوشش کے ساتھ عبادت کی یہانتک کہ مجکو گمان ہوا کہ خدا تعالی کے نزدیک میرا کچھ رتبہ ہوا ہوگا اور ان بزرگ نے اپنے مکاشفات اور اسرار سماوی کے ظاہر ہونے کو ایک بڑی داستان مین بیان کرکے آخر مین لکھا ہو کہ مین ایک فرشتون کی صف مین پہونچا جنکی تعداد عدد مخلوقات کی برابر تھی اُنسے مین نے پوچھا کہ تم کون ہو جواب دیا کہ ہم خدا عزوجل کے محب ہین اسکی عبادت یہان تین لاکھ برس سے ایسی طرح کرتے ہین کہ ہمارے دل و زبان پر سواے اسکے اور کچھ نہین گذرا تب تو مجکو اپنے عمل سے بہت حیا آئی اور سب اعمال مین نے اُن لوگون کو بخشدیے جو مستحق وعید ہین تاکہ انپر دوزخ مین تخفیف ہو - اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے نفس کو اور اپنے رب کو پہچانتا ہو اور اس سے جیسا چاہیے ویسا حیا کرتا ہو تو اسکی زبان دعوی اظہار محبت سے گونگی ہو جاتی ہو ہان اسکے حرکات و سکنات اور ترددات البتہ محبت پر شاہد ہو سکتے ہین چنانچہ حضرت جنید رح اپنے استاد و مرشد حضرت سری رح کا حال بیان فرماتے ہین کہ ایکبار وہ بیمار ہوے ہمکو نہ تو سبب انکی بیماری کا معلوم ہوا نہ دوا ہم سے کسی نے ایک طبیب حاذق کا ذکر کیا تو مین انکا قارورہ لیکر اُس طبیب کے پاس گیا اُسنے قارورہ دیکھا اور بہت دیر تک دیکھتا رہا پھر مجھسے کہا کہ یہ قارورہ تو عاشق کا سا معلوم ہوتا ہو مین نے یہ سنکر پچھاڑ کھائی اور بیہوش ہو گیا شیشی میرے ہاتھ سے گر گئی بعد ہوش آنے کے مرشد کی خدمت مین آکر سب حال کہا آپ نے تبسم کرکے فرمایا کہ واقع مین وہ قارورہ بہت خوب پہچانتا ہو مین نے پوچھا کہ کیا قارورے مین بھی عشق ظاہر ہو جاتا ہو آپ نے

فرمایا کہ ہاں قاروورے میں بھی ظاہر ہوجاتا ہے اور ایک بار حضرت سری رح نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو کہہ دوں کہ اسی کی محبت نے
میرا پوست ہڈیوں پر لگا دیا اور بدن کو دبلا کر دیا پھر بیہوش ہوگئے بیہوشی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ قول غلبۂ وجد میں
جسوقت کہ بیہوشی آنے کو تھی بیان فرمایا تھا۔ اور علامات محبت میں سے انس اور رضا بھی ہیں جنکا بیان عنقریب آتا ہے یہانتک
علامات محبت اور اسکے ثمرات کا بیان ہوا الحاصل تمام دین کی خوبیاں اور اخلاق حمیدہ ثمرہ محبت کا ہیں اور جس چیز کی ثمر
محبت نہیں اسکو اتباع ہواے نفسانی جاننا چاہیے جو رذائل اخلاق میں سے ہے۔ ہاں اللہ تعالی کے ساتھ محبت دو قسم کی
ہوتی ہے کوئی تو اس سے محبت کرتا ہے کہ اللہ تعالی کا احسان اسپر ہے اور کوئی صرف اسکے جلال اور جمال کے باعث محبت رکھتا ہے
گو اسکی طرف کچھ احسان نہوا ور اسی لیے حضرت جنید بغدادی رح نے فرمایا ہے کہ آدمی خداے تعالی کی محبت میں دو قسم ہیں ایک
عام اور ایک خاص عوام تو محبت اسلیے کرتے ہیں کہ اسکا احسان اور کثرت انعام ہمیشہ دیکھتے ہیں پس اسکے الطاف دیکھکر نہ رہ سکے
کہ اسکی محبت نہ کریں مگر انکی محبت میں کمی بیشی بقدر نعمت واحسان کے ہوتی رہتی ہے۔ اور خواص کو جو دولت محبت ملی ہے تو
اللہ جل شانہ کی قدر اور قدرت اور علم وحکمت کی عظمت کے باعث اور سلطنت میں یکتا ہونے کی جہت سے ملی ہے یعنے جب انھوں
نے اسکی صفات کاملہ اور اسماے حسنی کو پہچانا تو بدون محبت نہ رہ سکے اسلیے اور اسوجہ سے کہ انکے نزدیک خداے تعالے
مستحق محبت ٹھہرا گو انکو ان سے تمام نعمتوں کو برطرف کر دیا ہو۔ ہاں لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ وہ اپنی ہواے نفس اور دشمن
خدا ابلیس لعین سے تو محبت رکھتے ہیں اور باوجود اسکے اپنے جی میں جہالت اور مغالطے سے دھوکا کھاکر گمان کرتے ہیں
کہ ہم اللہ تعالی کے محب ہیں حالانکہ ان میں ان علامات محبت میں سے کوئی نہیں پائی جاتی اور اگر ہوتی ہے تو نفاق اور ریا
اور شہرت کے باعث ہوتی ہے اور انکی غرض اس سے حظ دنیاوی کا ملنا ہوتا ہے اور زبان سے اسکے خلاف ظاہر کرتے ہیں
جیسے بڑے عالم اور قاری یہ لوگ خداے تعالی کی زمین میں اسکے دشمن ہیں۔ حضرت سہیل تستری رح جب کسی شخص سے
گفتگو کرتے تو اے دوست کہا کرتے انسے کسی نے کہا کہ آپ یہ کلمہ کیسے کہا کرتے ہیں کبھی یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مخاطب دوست
نہو آپ نے سائل کے کان میں چپکے سے کہا کہ دو حال سے خالی نہیں یا ایماندار ہوگا یا منافق صورت اول میں خدا کا دوست
ہوگا اور دوسری صورت میں شیطان کا اور ابو تراب نخشبی نے علامات محبت میں کچھ اشعار لکھے ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے **نظم**
مرو تگنداز گر نشانید ست * مہر عاشق علامتے چندست * زان میان این بود کہ بے تعیین * ذوق ہر تلخ باشدش شیرین
گر بلاے رسد ز حضرت دوست * انچہ از دوست میرسد نیکوست * زان میان آنکہ شورش افزاید * گر ملامت ز ہر طرف
آید * زان میان انکہ دل بود پرخون * لیک خندان نماید از بیرون * زان میان انکہ طبع معنی رس * وقف گفتار دوست
سازد و بس * زان میان انکہ باکس وناکس * نزند دم بحرف دوست نفس * اور یحیی بن معاذ رح نے اسی باب میں اس
مضمون کے اشعار لکھے ہیں ؎ زان میان انکہ چست و شندہ بر * چو لب آب آیدت بہ نظر * زان میان این بود کہ در
شب تار * نالد از فراق گریہ زار * زان میان انکہ آیدت بہ نظر * در جہاد و مثال آن بہ سفر * زان میان انکہ حرص
دارد فنا * در دل فارغش نہ گیرد جا * زان میان انکہ جینے از احیان * گر خطاے رود بود گریان * زان میان انکہ گیرد
این دستور * کہ سپارد بدوست جملہ امور * زان میان انکہ تن دہد برضا * ہرچہ بروی رسد ز حکم قضا * زان میان انکہ
چہرہ اش چون باغ * باشد و قلب مثل لالہ بداغ * گیارھواں بیان معنی انس کے خداے تعالی کے ساتھ۔ ہم پہلے
لکھ چکے ہیں کہ انس اور خوف اور شوق آثار محبت میں سے ہیں مگر یہ آثار محب پر باعتبار غلبہ کیفیت وقت اور اسکی نظر کے

مختلف ہوا کرتے ہین توجس صورت مین کہ محب پر یہ کیفیت غالب ہو کہ حجابہاے غیب سے لیکر منتہاے جمال تک تاک لگائے ہو
اور کنہ جلال کے واقف ہونے سے اپنا قاصر ہونا سمجھ گیا ہو تو اسوقت دل اُسکی طلب مین برانگیختہ ہوتا ہی اور اُسکی طرف جوش
مارتا ہی تو یہ دل کا اُبھار جو امر غائب کی طرف ہوتا ہی اُسکو شوق کہتے ہین اور جس صورت مین کہ محب پر قرب کی خوشی اور جو کچھ کشف
ہوا ہی اُسکے باعث مشاہدۂ حضوری غالب ہو اور اُسکی نظر صرف مطالعہ اُس جمال پر مقصود ہو جو اُسکو مکشوف ہوا ہی اور قوت مدرکہ
کے پاس موجود ہی اور جو چیز کہ اب تک حاصل نہین ہوئی اُسکی طرف التفات ہی نہین کرتا تو جس چیز کو دیکھتا ہی اُس سے دل کو
ایک سرور ہوتا ہی اس سرور کو اُنس کہتے ہین - اور اگر محب کی نظر عزت اور استغنا اور بے پروائی وغیرہ صفات محبوب پر ہو
اور امکان زوال اور دور ہو جانے کا بھی پیش نظر ہو تو ان اُمور کے جاننے سے دل مین رنج ہوتا ہی پس اصطلاح دل کا دردمند
ہونا خوف کہلاتا ہی غرض یہ حالتین اپنے ملاحظات کی تابع ہین اور یہ ملاحظات ایسے اسباب سے پیدا ہوتے ہین جو ان
ملاحظون کے مقتضی ہین اور اُنکا حصر ممکن نہین - حاصل یہ کہ اُنس کے معنی یہ ہین کہ مطالعہ جمال سے دل کو سرور اور خوشی ہو
یہانتک کہ یہ سرور جسوقت غالب ہوا اور جو چیز کہ غائب ہی اُسکا لحاظ نہ رہے اور خطر زوال بھی دل پر راہ نہ پاوے تو اس سرور
مین کمال درجے کی لذت اور راحت ہوگی - اور یہی وجہ تھی کہ جب ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم مشتاق ہو اُنھون نے جواب
دیا کہ شوق تو غائب چیز کی طرف ہوا کرتا ہی جب غائب حاضر ہو جاوے تو شوق کس چیز کی طرف رہے اس جواب سے پایا جاتا ہی
کہ بزرگ مذکور کو جسقدر حاصل ہوا تھا اُسکی خوشی مین اتنا ڈوبے تھے کہ جو کچھ مدارج زیادتی الطاف کے باقی رہے تھے اُنکی
طرف بالکل التفات نہ تھا - اور جس شخص پر حالت اُنس غالب ہوتی ہی اُسکا میل صرف تنہائی اور خلوت کی طرف ہوا کرتا ہی - چنانچہ
حضرت ابراہیم بن ادہم پہاڑ سے اُترے اور کسی نے پوچھا کہ آپ کہان سے تشریف لائے فرمایا کہ اُنس باللہ سے اور اسکی وجہ یہ ہی
کہ خدا کے ساتھ اُنس کرنے کو غیر سے وحشت کرنی لازم ہی بلکہ جو امر مانع خلوت سے ہوتا ہی وہ دل پر سب سے زیادہ گران گذرتا ہی
چنانچہ روایت ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب خداوند عالم سے کلام کیا تو چندے روز تک یہ نوبت ہو گئی کہ جس آدمی کی گفتگو
سُنتے بیہوش ہو جاتے اسلیے کہ محبت کے باعث کلام محبوب کا اور اُسکا ایسا شیرین ہو جاتا ہی کہ دوسری چیز کی حلاوت دل سے
نکل جاتی ہی اور اسی وجہ سے بعض حکما نے اپنی دعا مین یہ کلمات فرمائے تھے کہ اے وہ شخص کہ اپنے ذکر سے مجکو مانوس کیا اور
اپنی خلقت سے مجکو وحشت دی - اور حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی ہوئی کہ اے داؤد میرا ہی مشتاق ہو اور مجھسے ہی اُنس کر
اور میرے غیر سے متنفر ہو - اور حضرت رابعہ بصریہ رح سے پوچھا کہ تم کو یہ مرتبہ سلوک کا کیسے ملا فرمایا کہ بے فائدہ اُمور کو مین نے
ترک کیا اور اُس ذات سے جو قدیم ازلی ابدی ہی اُنس حاصل کیا - اور عبد الواحد بن زید کہتے ہین کہ مین ایک راہب کے
پاس گیا اور اُس سے کہا کہ تم کو تنہائی بہت پسند ہی اُسنے جواب دیا کہ میان صاحب اگر تم تنہائی کا مزہ چکھو تو اپنے نفس سے
بھی نفرت کرنے لگو تنہائی ہی تو عبادت کی جڑ ہی مین نے پوچھا کہ کم سے کم تنہائی کا فائدہ تم کو کیا ہی اُسنے کہا لوگون کی خوشامد
سے راحت اور اُنکے شر سے محفوظ رہنا پھر مین نے کہا کہ آدمی اُنس باللہ کی حلاوت کب پاتا ہی اُسنے کہا کہ جب محبت صاف
اور معاملہ خالص ہو مین نے پوچھا کہ محبت صاف کب ہوتی ہی اُسنے کہا کہ جب سب فکر طاعت مین آکر ایک ہو جاوین اور
کوئی باقی نہ رہے - اور بعض حکما کا قول ہی کہ لوگون سے تعجب ہی کیسے وہ تجھسے بدل چاہتے ہین یعنی تیری عوض دوسری
چیزین معروف ہین اور دلون سے یہ تعجب ہی کہ وہ تجکو چھوڑ کر تیرے غیر سے کس طرح مانوس ہوے ہین - اب جاننا چاہیے
کہ اُنس باللہ کی علامت خاص یہ ہی کہ لوگون کی صحبت سے دل تنگ ہو اور اُن مین گھبراوے یا ذکر الٰہی کی شیرینی کا حریص [illegible]

ہو اس صورت مین اگر وہ ملے جلے گا تو ایسا ہوگا جیسے کوئی جماعت مین اکیلا ہو اور خلوت مین مجتمع اور وطن مین مسافر اور سفر مین مقیم اور غائب ہونے کی حالت مین موجود اور مجمع مین غائب کہ بدن سے تو ملا جلا ہو اور دل سے علیحدہ شیرینی ذکر مین ڈوبا ہوا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسے لوگون کے وصف مین فرماتے ہین کہ وہ ایسے لوگ ہین جنپر حقیقت امر کا علم ہجوم کر گیا ہو یقین کی آسایش سے بہرہ مند ہوے ہین اور جس چیز کو اہل دولت نے مشکل جانا ہو اُسکو وہ آسان سمجھتے ہین اور اُس ذات سے اُنس حاصل کیا ہو جس سے جاہل نے وحشت اختیار کی ہو دنیا کا ساتھ صرف اپنے بدن سے کیے ہین اور اُنکی روحین محل اعلیٰ مین لگی ہین یہ لوگ خداے تعالیٰ کے نائب اُسکی زمین مین اور اُسکے دین کی طرف بلانے والے ہین - یہانتک معنی اُنس کے اور اُسکی علامت اور دلیلین ہوچکین اور بعض متکلمین اِس بات کے قائل ہین کہ اُنس اور شوق اور محبت کچھ بھی نہین اور اسکی وجہ اپنے گمان مین اُنھون نے یہ رکھی ہو کہ محبت وغیرہ سے تشبیہ پائی جاتی ہو جو خداے تعالیٰ کی شان اعلیٰ کے لائق نہین اور اُنکو یہ معلوم نہین کہ جن باتون کا جمال بصیرت سے معلوم ہوتا ہو اُنکی خوبصورتی بہ نسبت آنکھ کی محسوس چیزون کی خوبصورتی کے کامل تر ہو اور اہل دل پر لذت معرفت اول قسم کی غالب تر ہوتی ہو - منکرین محبت مین سے ایک احمد بن غالب معروف بہ غلام خلیل ہو کہ حضرت جنید بغدادی رح اور حضرت ابو الحسن نوری رح وغیرہما پر محبت و شوق و عشق کا منکر تھا اور بعض لوگ مقام رضا کے منکر ہین وہ کہتے ہین کہ صبر کے سوا اور کوئی مقام نہین رضا نہین ہو سکتے اور یہ اور یہ سب کلام اُنھون کا ہو جو مقامات دین سے پوست کے سوا کچھ نہین جانتے اور اُنکے گمان مین بجز پوست کے اور کسی چیز کو موجود نہین سمجھتے یعنی صرف محسوسات کے وجود کے قائل ہین اور محسوسات اور خیالات دین کے طریق مین صرف پوست ہین مغز اُنکے بعد ہو جو مطلوب ہو - جو شخص اخروٹ سے چھلکے ہی کو جانتا ہو اُسکے گمان مین وہ سب لکڑی ہو اور اُسمین سے تیل نکلنا اُسکے نزدیک مین محال ہو مگر وہ شخص معذور ہو اور اُسکا عذر قابل پذیرائی نہین **نظم** شان اہل اُنس شانے دیگر ست ٭ آن عزیزان را نشانی دیگر ست ٭ اُنس حق شایان ہر بطال نیست ٭ کاین طریق حیلہ محتال نیست ٭ لائق اُنس رہ اہل وفا ٭ کار ایشان نیست جز صدق و صفا ٭

بارھوان بیان - اُس انبساط اور ادلال کے معنون مین جو غلبہ اُنس کے باعث ہوجایا کرتا ہو واضح ہو کہ اُنس جب دائمی اور غالب اور مستحکم ہوجاتا ہو اور شوق کا قلق اور تغیر اور حجاب کا خوف اُسکو مکدر اور منغص نہین کرتا تو اسطرح کا اُنس ایک انبساط اور کشادگی اقوال اور افعال اور خداے تعالیٰ کی مناجات مین پیدا کرتا ہو اور بعض اوقات بظاہر بُرا ہوتا ہو اسوجہ سے کہ متضمن جرأت اور قلت ہیبت کا ہوتا ہو مگر جو شخص کہ مقام اُنس مین مقیم ہوتا ہو اُس سے وہ کشادگی برداشت کرلیجاتی ہو اور جو اُس مقام مین مقیم نہین اور فعل و کلام مین اُنس والون کی مشابہت کرتا ہو وہ ہلاک ہوجاتا ہو اور قریب بہ کفر ہوجاتا ہو اُسکی مثال مناجات برخ اسود کی ہو جسکے باب مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ اُس سے درخواست کرو کہ بنی اسرائیل کے لیے باران رحمت کی دعا مانگے اور اُسکا قصہ اسطرح ہو کہ جب بنی اسرائیل مین سات برس خشکی اور قحط سالی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر ہزار آدمیون کو ساتھ لیکر مینھ کے واسطے دعا کرنے کو نکلے اور دعا کی اللہ جل شانہ نے اُنپر وحی بھیجی کہ مین اِن لوگون کی دعا کیسے قبول کرون اُنکے گناہ اُنپر چھا گئے ہین باطن کے خبیث ہین بدون یقین کے مجھسے دعا مانگتے ہین میرے عذاب سے نڈر ہین تو میرے ایک بندے کے پاس جا جسکو برخ کہتے ہین اُسکو کہدے مینھ کے واسطے باہر نکل کر دعا کرے تاکہ مین قبول کرون حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو برخ کا حال لوگون سے پوچھا تو کسی نے نہ بتایا ایک روز آپ راہ مین چلے جاتے تھے دیکھا مین تو ایک غلام حبشی سامنے سے آتا ہو اور اُسکی دونون آنکھون کے بیچ مین سجدے کی خاک لگی ہوئی ہو

اون گلے سے ایک چادر بندھی ہوئی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسکو نور الٰہی سے پہچانا اور نام پوچھا اُسنے کہا کہ میرا نام برخ ہو آپنے فرمایا کہ ہم تو مدت سے تمھاری تلاش مین ہین ہمارے ساتھ چلو اور باران رحمت کے لیے دعا مانگو وہ آپکے ساتھ نکلا اور اسطرح دعا مانگی کہ الٰہی نہ تو یہ تیرا کام ہو نہ یہ تیرا علم اور تجکو کیا سوجھی ہو جو خشکی کر رکھی ہو کیا تیرے پاس کے چشمے گھٹ گئے ہین یا ہوائین تیری اطاعت سے منحرف ہین یا جو تیرے یہان چیز ہو وہ نبڑ گئی ہو یا گناہگارون پر تیرا غصہ سخت ہوگیا ہو کیا خطاوارون کے پیدا کرنے سے پہلے تو غفار نہین تھا تو نے ہی تو رحمت کو پیدا کیا اور مہر کا حکم دیا کیا اب ہمکو یہ دکھاتا ہو کہ تجھ تک کسی کی رسائی نہین یا جلد سزا اسلیے دیتا ہو کہ کہین مخلوق تجھسے بھاگ نہ جاوے اسی طرح کی باتین کہتا رہا یہانتک کہ پانی برسنا شروع ہوا اور نبی اسرائیل تر ہوگئے اور گھاس خدا کے حکم سے جمنا شروع ہوا اس زور سے اُبھرا کہ دوپہر مین زانو تک پہونچ گیا اسکے بعد برخ واپس آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اُسکو ملے تو کہا کہ کیون مین اپنے رب سے کیسا جھگڑا اور اُسنے میرے ساتھ کیسا انصاف کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسپر قصد کیا تو خداے تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ برخ مجھسے دن مین تین بار ہنستا ہو۔ اور حضرت حسن رح سے روایت ہو کہ بصرے مین ایک بار چند چھپر آگ سے جل گئے اُنکے بیچ مین ایک چھپر باقی رہ گیا اُسوقت حضرت ابوموسیٰ رض بصرے کے سردار تھے آپکو اس حال کی جو خبر ہوئی تو اُس چھپر کے مالک کو بلوایا دیکھا تو ایک پیر مرد تھے آپ نے اُنسے پوچھا کہ یہ کیا بات ہو کہ تمھارا چھپر نہ جلا اُنھون نے کہا کہ مین نے خداے تعالیٰ کو قسم دے دی تھی کہ اُسکو نہ جلاوے حضرت ابوموسیٰ رض نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو کہ فرماتے تھے کہ میری امت مین ایسے لوگ ہونگے جنکے سرون کے بال پراگندہ اور کپڑے میلے ہونگے گرد آلود ہونگے وہ لوگ اگر خداے تعالیٰ کو کچھ قسم دینگے تو اللہ تعالیٰ اُنکو سچا کر دیگا۔ اور یہ بھی اُنھین سے روایت ہو کہ بصرے مین ایک بار آگ لگی تو ابوعبیدہ خواص رح تشریف لائے اور آگ پر کو چلنے لگے حاکم بصرہ نے اُنسے عرض کیا کہ دیکھیے آپ جل نہ جائین آپ نے فرمایا کہ مین نے خداے تعالیٰ کو قسم دے دی ہو کہ مجکو آگ سے نہ جلاوے حاکم نے عرض کیا کہ تو پھر آگ کو بھی قسم دیجیے کہ بجھ جاوے آپ نے آگ کو قسم دی وہ بجھ گئی اور ایک روز ابوحفص رح چلے جاتے تھے سامنے سے ایک روستائی آیا جسکے ہوش ٹھکانے نہ تھے آپ نے اُس سے پوچھا کہ تجھپر کیا مصیبت پڑی ہو اُسنے کہا کہ میرا گدھا کھو گیا ہو اور اُسکے سوا میرے پاس اور نہین یہ سُنکر آپ ٹھہر گئے اور جناب باری مین عرض کیا کہ قسم ہو تیری عزت و جلال کی مین ایک قدم بھی نہ چلونگا جب تک تو اس شخص کا گدھا اِسکے پاس نہ پہونچا دیگا آپ کا یہ کہنا تھا کہ اُسی وقت گدھا آموجود ہوا اور آپ وہان سے آگے بڑھے پس اسطرح کے معاملات اُنس والون سے ہوا کرتے ہین دوسرے کو نہین پہونچتا کہ اُن لوگون جیسا انچا وے۔ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ اُنس والے اپنے کلام مین اور خلوتون کی مناجات مین ایسے امور کہتے ہین کہ وہ عوام کے نزدیک کفر ہوتے ہین اور ایک بار یہ فرمایا کہ اُن کو اگر عوام سنین تو اُنس والون کو کافر کہنے لگین حالانکہ اُنکو اپنی حالات مین ان امور سے ترقی معلوم ہوتی ہو اور اُنسے اِنکی برداشت بھی کی جاتی ہو اور اُنھین کو وہ امور زیبا بھی ہین اور اسی کی طرف اشارہ ہو اس نظم مین ؎ قومی از جملہ خلق ممتاز زند ✣ کہ بولاے خویش مے نازند ✣ چہ عجب گر بحق بنازد کس ✣ بندہ بر قدر خواجہ نازد و بس ✣ در گذشتند از ہمہ اغیار ✣ بعد دیدار او زہے دیدار ✣ اور اس امر کو کچھ بعید مت جانو کہ ایک ہی بات پر خداے تعالیٰ ایک بندے سے راضی ہو اور دوسرے سے ناراض بشرطیکہ اُن دونون کے مقامات مختلف ہون اسلیے کہ اگر آدمی کو فہم و بصیرت ہو تو قرآن مجید مین اِس باب مین بہت سے اشارات ہین تمام قصے قرآن شریف کے اہل بصیرت کے نزدیک تنبیہات اور اشارات ہین کہ اُنسے عبرت پکڑین کو مغالطے مین رہنے والون

ح ابن ابی الدنیا فی کتاب الاولیاء باسناد فیہ انقطاع ورجالہ ثقات ۱۲

کے نزدیک وہ کہانیان ہین مثلاً اول قصہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا ہو دیکھو کہ معصیت اور مخالفت مین دونون شریک ہین
مگر ابلیس اسی معصیت سے رحمت سے دور ہوا اور دوام کو طوق لعنت اسکی گردن مین پڑا اور حضرت آدم علیہ السلام کے حق مین ارشاد
ہوا وعصی آدم ربہ فغوی ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بندے کی طرف متوجہ ہونے اور
دوسرے سے اعراض کرنے مین عتاب فرمایا اگرچہ بندگی مین دونون برابر تھے مگر حال مین مختلف تھے چنانچہ ارشاد فرمایا واما من جاءک
یسعی وہو یخشی فانت عنہ تلہی اور دوسرے کے باب مین فرمایا اما من استغنی فانت لہ تصدی اسی طرح ایک لوگون مین آپ کو بیٹھنے
ارشاد فرمایا چنانچہ ارشاد ہو واذا جاءک الذین یومنون بایاتنا فقل سلام علیکم اور فرمایا واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداۃ
والعشی یریدون وجہہ اور دوسرون سے اعراض کرنے کو حکم دیا اور فرمایا واذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنہم حتے
یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکرے مع القوم الظالمین اسی طرح کھل کھیلنا اور ناز بھی بعض بندون سے
برداشت کیا جاتا ہو اور بعض سے نہین کیا جاتا مثلاً حضرت موسی علیہ السلام نے حالت انس کے انبساط مین عرض کیا تھا ان ہی الا
فتنتک تضل بہا من تشاء وتہدی من تشاء اور جب انکو حکم ہوا کہ اذہب الی فرعون یعنی فرعون کے پاس جا تو اُسکے جواب مین بطور
عذر عرض کیا ولہم علی ذنب فاخاف ان یقتلون اور انی اخاف ان یکذبون اور ویضیق صدری ولا ینطلق لسانی اور انا نخاف
ان یفرط علینا او ان یطغی اور اسطرح کے اقوال سواے حضرت موسی علیہ السلام کے اور سے سرزد ہونے داخل بے ادبی ہین اسلیے
کہ جو شخص مقام انس مین مقیم ہوتا ہو اُسکے ساتھ نرمی برتی جاتی ہو اور اُسکی ناز برداری کی جاتی ہو دیکھو حضرت یونس علیہ السلام کہ
مقام قبض اور ہیبت مین تھے اُنسے اس سے بھی کمتر بات برداشت نہ کی گئی اور اُسکی سزا یہ ہوئی کہ مچھلی کے پیٹ مین تین اندھیرون
کے اندر قید کیے گئے اور قیامت تک اُنکے حق مین یہ منادی ہوگئی لولا ان تدارکہ نعمۃ من ربہ لنبذ بالعراء وہو مذموم حضرت حسن رح
فرماتے ہین کہ عراء سے مراد قیامت ہو اور ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی اقتدا سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا فاصبر لحکم
ربک ولا تکن کصاحب الحوت اذ نادی وہو مکظوم اور یہ اختلافات کچھ تو احوال و مقامات کے اختلاف کے باعث ہوتے ہین اور
کچھ اسوجہ سے کہ ازل مین بندون کو ایک دوسرے پر فضل دیا گیا ہو اور قسمت مین تفاوت رکھا گیا ہو چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو
ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض اور فرمایا منہم من کلم اللہ ورفع بعضہم درجات حضرت عیسی علیہ السلام انہین انبیا مین سے ہین جنکو
تفضل مرحمت ہوا اسی واسطے اُنھون نے اپنے نفس پر سلام کیا اور یون کہا والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا
یعنی جبکہ آپ نے مقام انس مین لطف کا مشاہدہ فرمایا تو انبساط اور ناز کے طور پر یہ کلمات فرمائے بخلاف حضرت یحیی علیہ السلام
کے جو مقام ہیبت اور حیا مین مقیم تھے اُنھون نے اپنے آپ کچھ نہ فرمایا یہانتک کہ اُنکے پروردگار نے انکی تعریف مین ارشاد
فرمایا وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا اور یہ بھی قابل لحاظ ہو کہ برادران یوسف علیہ السلام نے جو معاملہ اُنسے
کیا وہ کس طرح برداشت کر لیا گیا بعضے علما فرماتے ہین کہ مین نے اذ قالوا لیوسف واخوہ احب الی ابینا منا سے لیکر کانوا فیہ من الزاہدین

تک کچھ اوپر چالیس خطائین شمار لین جنمین سے بعض بعض سے بڑی ہین اور ایک کلمے مین تین اور چار جمع ہین مگر آنکی خطائین معاف کی گئین اور حضرت عزیر علیہ السلام نے صرف ایک سوال تقدیر کا کیا تھا اُنسے درگذر نہ کی گئی یہانتک کہ اُنکے حق مین کہا گیا کہ دفتر نبوت سے محو کیے گئے اِسی طرح بلعام بن باعورا بڑے علماءمین سے تھا اُسنے دنیا دین کے عوض مین کھائی اس سے درگذر نہ کی گئی اور آصف بھی مسرفین مین سے تھا اور اُسکی معصیت متعلق بہ اعضا ے ظاہری تھی اُسکا قصور معاف ہوا چنانچہ روایت ہو کہ اللہ تعالی نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے سردار عابدین اور اے پسر راہ نما ہین تیری خالہ کا بیٹا آصف کب تک میری نافرمانی کریگا مین اُس سے بار بار حلم کرتا ہون قسم ہو اپنی عزت وجلال کی اگر کوئی جھوکا میری آندھیون مین سے اُسکو آیگا تو اُسکے ساتھ والون کے لیے اُسکو عبرت اور اُسکے بعد والون کے لیے عذاب کر چھوڑونگا جب آصف خدمت اقدس حضرت سلیمان علیہ السلام مین حاضر ہوے تو آپ نے وحی کا حال اُنسے کہا وہ وہان سے اُٹھکر باہر گئے اور ایک اونچے ٹیلے پر بالو کے چڑھکر اپنا منھ اور ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور عرض کیا کہ الٰہی تو تو ہی اور مین مین ہون اگر تو مجھکو توبہ نہ نصیب کریگا تو مین توبہ کیسے کرسکتا ہون اور اگر تو مجھکو نہ بچاویگا تو مین کس طرح بچ سکتا ہون اگر تو مجھکو باز نہ رکھیگا تو مین دوبارہ خطا کرونگا پس اللہ تعالی نے اُنپر وحی بھیجی کہ تو سچ کہتا ہو اے آصف تو تو ہی ہو اور مین مین ہی ہون تو توبہ کی طرف متوجہ ہو مین نے تیری توبہ قبول کی اور مین توبہ عنایت کرنے والا اور رحمت والا ہون - یہ کلام آصف کا ایسا ہی تھا جیسے کوئی ناز سے کہتا ہو اور خداے تعالی سے اُسی کی طرف بھاگتا ہو اور اُسکے باعث اُسی کو تاکتا ہو - اور ایک حدیث مین ہو کہ اللہ تعالی نے ایک بندے پر جو کنارہ ہلاک پر پہونچ گیا تھا اُسکے بچانے کے لیے وحی بھیجی کہ تو نے بہت سے ایسے گناہ میرے سامنے کیے کہ اُنسے کمتر مین مین نے ایک امت کی امت کو تباہ کردیا مگر تجھکو معاف کردیا غرضکہ خداے تعالے کا معاملہ بندون کی تفصیل اور تقدیم اور تاخیر مین اُسکی مشیت ازلی کے اسطرح ہوا کرتا ہو اور قرآن مجید مین جو قصے وارد ہین تو اِسی غرض سے ہین کہ آدمی کو خداوند کریم کا معاملہ پہلے لوگون کے ساتھ معلوم ہوجاوے قرآن مجید مین جو کچھ ہو وہ ہدایت اور نور اور شناخت ہو کبھی تو خلق کو اپنی تقدیس کی شناخت ارشاد فرماتا ہو اسطرح کہ قل ہو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد اور کبھی اُنکو اپنی صفات جلال سے شناخت کراکر فرماتا ہو الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر اور کبھی اُنکی شناخت اپنے افعال پر خوف ورجا ہونے کے لیے اپنا معاملہ انبیا اور اپنے اعدا کے ساتھ بیان فرماتا ہو جیسے الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد اور الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل اور قرآن مجید مین ان تین اقسام کے سوا اور کچھ نہین یعنی یا ارشاد معرفت ذات اور اُسکی تقدیس کا ہو یا معرفت اُسکی صفات اور اسما کی بیان ہو یا ذکر معرفت افعال اور معاملات کا بندون کے ساتھ مذکور ہو اور انسیکا کہ سورہ اخلاص ان تین اقسام مین سے ایک قسم یعنی تقدیس کی متضمن ہو اِسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو قرآن مجید کا سوم حصہ ارشاد فرمایا چنانچہ فرمایا من قرء سورۃ الاخلاص فقد قرء ثلث القرآن اور اس سورہ کے تقدیس پر متضمن ہونے کی یہ وجہ ہو کہ غایت تقدیس یہین ہو کہ تین باتون مین یکتا ہو اول تو یہ کہ اِس سے اُسکا نسل موجود نہو اسپر کلمہ لم یلد دلالت کرتا ہو دوم یہ کہ وہ خود اپنے مثل ونظیر سے حاصل نہوا ہو اسپر کلمہ لم یولد دلالت کرتا ہو تیسرے یہ کہ باوجود اسکے اصل وفرع نہونے کے یہ امر بھی ہو کہ اُسکے درجے مین کوئی اُسکا مثل نہو اسپر کلمہ ولم یکن لہ کفوا احد دلالت کرتا ہو اور یہ تینون باتین اِس ایک کلمہ مین آگئین قل ہو اللہ احد اور ساری سورت تفصیل کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی ہو - پس یہ اسرار قرآن مجید کے ہین اور اسطرح کے اسرار بے انتہا ہین چنانچہ اللہ تعالی خود ارشاد فرماتا ہو ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین اور اِسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رض فرماتے کہ قرآن کے علوم کی بحث کرو اور اسکے عجائب تلاش کرو کہ اُسمین علم اگلون اور پچھلون کا ہو اور واقع مین اُنکا قول درست ہو اسرار قرانی کو وہی جانے جو اُسکے ایک ایک کلمے کو

خوب غور کرے اور فہم بھی صاف ہو اور یاری دے یہانتک کہ اسکو ثابت ہو جاوے کہ بیشک یہ کلام جبار قہار ملیک قادر کا ہی اور حد طاقت بشری سے خارج ہی اور اکثر اسرار قرآنی قصص اور اخبار کے ہی ضمن مین ہین تو مرد عاقل کو چاہیے کہ اُنکے استنباط کا حریص ہو تا کہ اسپر عجائب قرآنی مین سے وہ امور منکشف ہون جنکے سامنے اور علوم مزخرفہ کو ہیچ جانے جو کلام مجید سے خارج ہی

دوسری فصل خداے تعالی کے حکم پر راضی ہونے کے معنی اور رضا کی حقیقت اور اسکی فضیلت کے ذکر مین واضح ہو کہ رضا محبت کے ثمرات مین سے ایک ثمرہ ہی اور مقربین کے اعلی مقامات مین سے ہی اور اسکی حقیقت اکثر لوگون پر مخفی ہی اور جو کچھ اسپر تشابہ اور ابہام آجاتا ہی وہ اور دن پر نہین کھلتا بدون اُن لوگون کے جنکو خداے تعالی نے تاویل کا علم و فہم دیا ہی اور دین کی سمجھ عنایت فرمائی ہی منکر تو مانتے ہی نہین کہ جو چیز مخالف اپنی خواہش کے ہو اسپر رضا کیسے ہو سکتی ہی اور کہتے ہین کہ اگر بدین وجہ کہ یہ فعل الہی ہی ہر چیز پر رضا ہو سکتی ہی تو چاہیے کہ آدمی کفر اور معصیت پر بھی راضی ہوا کرے اور کچھ لوگ ایسے مغالطے مین پڑ گئے اُنکا اعتقاد یہی ہو گیا کہ فسق و فجور پر راضی ہونا اور اعتراض و انکار نہ کرنا یہ بھی خداے تعالی کے حکم ماننے مین داخل ہی اور اگر یہ اسرار صرف احکام ظاہری کے سننے ہی سے آدمی پر کھل جایا کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس رض کے حق مین یہ دعا نہ مانگتے کہ اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل اسلیے ضرور ہوا کہ ہم فضیلت رضا کی اور حکایات راضی شخصون کی اور رضا کی حقیقت اور مخالف خواہش کے اُسکا ممکن ہونا بیان کرین اور آخر کو لکھینگے کہ بعض امور ایسے ہین جو رضا کی تمامی مین خیال کیے جاتے ہین مثلاً دعا نہ کرنا اور معاصی پر سکوت کرنا حالانکہ وہ رضا مین نہین ہین اور اس فصل مین پانچ بیان ہین پہلا بیان رضا کی فضیلت مین۔ رضا کی فضیلت جو آیات مین وارد ہی وہ یہ ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اور فرمایا ہل جزاء الاحسان الا الاحسان اور منتہاے احسان یہ ہی کہ خداے تعالی اپنے بندے سے راضی ہو اور یہ اس صورت مین ہوتا ہی کہ بندہ خداے تعالی سے راضی ہو اور فرمایا ومساکن طیبۃ فی جنات عدن ورضوان من اللہ اکبر اس آیت مین اللہ تعالی نے اپنی رضا کو جنات عدن سے بڑھکر فرمایا جیسا دوسری جگہ اپنے ذکر کو نماز سے بڑھکر ارشاد فرمایا ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر یعنی جسطرح کہ نماز مین جس ذات کا ذکر ہوتا ہی اُسکا مشاہدہ نماز کی نسبت کر زیادہ ہی اسی طرح رضا مالک جنت کی جنت کی نسبت کر اعلی اور اشرف ہی بلکہ وہی غایت مطلوب جنت کے باشندون کی ہی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ خداے تعالی ایمانداروں کے لیے تجلی فرماویگا اور ارشاد کریگا کہ مجھسے سوال کرو وہ لوگ عرض کرینگے کہ تیری رضا چاہتے ہین پس بعد دیدار کے رضا کا سوال کرنا نہایت درجے کی فضیلت رضا کے لیے معلوم ہوتی ہی اور بندے کی رضامندی کی حقیقت ہم عنقریب ذکر کرینگے یہان ذکر رضاے الہی کا بندے سے اور وہ اُسی معنی کے قریب ہی جو خداے تعالی کی محبت مین بندے کے ساتھ ہم لکھ آئے ہین اُسکی حقیقت کو کھول دینا جائز نہین اسلیے کہ خلق کی سمجھ اسکے ادراک سے قاصر ہی اور جو شخص اُسپر قادر ہوتا ہی اسکو دوسرے کے بتلانے کی ضرورت نہین آپ ہی آپ اُسکی حقیقت اُسکو معلوم ہو جاتی ہی حاصل یہ کہ خداے تعالی کی طرف نظر کرنے سے بڑھکر کوئی رتبہ نہین اور یہ جنت والون نے جو رضا کی درخواست کی تو اُسکی وجہ یہی تھی کہ رضا موجب دوام نظر کی ہی گویا اسی کو غایت مقصود اور اقصاے مطالب جانا یعنی جب لذت دیدار سے مشرف ہوے اور پھر حکم سوال کا ہوا تو یہی درخواست کی کہ یہ دیدار ہمیشہ رہے اور جان لیا کہ رضا کے باعث ہمیشہ کو حجاب مرتفع رہیگا اسی لیے اُسکی درخواست کی اور بعض مفسرین نے اس قول خداوندی ولدینا مزید کی تفسیر مین لکھا ہی کہ اہل جنت کے پاس خداوند جل وعلی کے پاس سے تین تحفے آوینگے ایک تو خداے تعالی کی طرف سے ایسا ہدیہ ہوگا کہ جنت مین اس جیسا جنتیون کے پاس نہوگا وہ اس آیت مین مذکور ہی فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین اور دوسرا تحفہ خداے تعالی کی طرف سے انپر سلام کا ہوگا کہ یہ ہدیہ پر فضل رکھتا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی سلام قولا من رب رحیم اور تیسرا تحفہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ مین تم سے

راضی ہون یہ قول ہدیہ اور سلام دونون سے افضل ہوگا اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہے ورضوان من اللہ اکبر یعنی رضاے الٰہی
تمام لذت ونعمت سے جو بہشتیون کو میسر ہوگی بڑھکر ہے اس سے فضل رضاے الٰہی کا معلوم ہوا جو ثمرہ ہے بندے کی رضا کا اور رضا
کی فضیلت اخبار مین بھی وارد ہے چنانچہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ اصحاب سے پوچھا کہ تم کیا ہو
انھون نے عرض کیا کہ ہم ایماندار ہین آپ نے فرمایا کہ تمھارے ایمان کی علامت کیا ہے عرض کیا کہ بلا پر صبر کرتے ہین اور وسعت
کے وقت شکر کرتے ہین اور قضا کے موقعون پر راضی رہتے ہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ ایماندار ہو اور دوسری
حدیث مین ہے کہ حکماء علماء کادوا من فقہم ان یکونوا انبیاء اور ایک حدیث مین ہے طوبی لمن ہدی للاسلام وکان رزقہ کفافا ورضی بہ
اور فرمایا من رضی من اللہ تعالی بالقلیل من الرزق رضی اللہ تعالی منہ بالقلیل من العمل اور فرمایا اذا احب اللہ عبدا ابتلاہ فان
صبر اجتباہ فان رضی اصطفاہ اور فرمایا کہ جب قیامت کادن ہوگا تو خداے تعالی میری امت کے ایک گروہ پر عنایت فرما دیگا وہ
اپنی قبرون مین سے اڑکر جنت کی طرف جاوینگے اور اُسمین جسطرح جہان چاہینگے وہان مزے اُڑا وینگے انسے فرشتے پوچھینگے کہ
تم حساب دیکھ چکے وہ کہینگے کہ ہمنے تو حساب نہین دیکھا فرشتے پوچھینگے کہ تم پل صراط سے اتر چکے وہ جواب دینگے کہ ہمنے تو وہ بھی
نہین دیکھا پھر پوچھینگے کہ تم نے دوزخ کو دیکھا وہ کہینگے ہمنے تو کچھ نہین دیکھا فرشتے کہینگے کہ تو پھر تم کس شخص کی امت مین سے ہو
وہ کہینگے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مین ہین وہ پوچھینگے کہ ہم تمکو قسم دیتے ہین سچ بتاؤ کہ تمھارے اعمال دنیا مین کیا تھے وہ
کہینگے کہ دو خصلتین ہم مین تھین جنکے باعث خداے تعالی کے فضل سے ہم اس رتبے کو پہونچے ایک تو یہ کہ جب تنہا ہوتے تو خداے
تعالی کی نافرمانی سے حیا کیا کرتے دوسرے یہ کہ جسقدر ہمارے رب نے ہمارے لیے مقدر کردیا تھا اُسپر راضی رہتے فرشتے کہینگے کہ تب تو یہ حال
تمھارا ہونا ہی چاہیے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ یا معشر الفقراء اعطوا اللہ الرضی من قلوبکم تظفروا بثواب فقرکم والا فلا
اور حضرت موسی علیہ السلام کے اخبار مین ہے کہ بنی اسرائیل نے انکی خدمت مین عرض کیا کہ اپنے رب سے ہمارے لیے کوئی ایسا
کام پوچھ دیجیے کہ جب ہم اُسکو کرین تو وہ ہمسے راضی ہو حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی جو کچھ یہ کہتے ہین
تونے سنا حکم ہوا کہ اے موسی انسے کہدے کہ مجھسے راضی رہین تاکہ مین انسے راضی ہون اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بھی فرماتے ہین من احب ان یعلم ما لہ عند اللہ عزوجل فلینظر ما للہ عزوجل عندہ فان اللہ تبارک وتعالی ینزل العبد منہ حیث انزلہ
العبد من نفسہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین ہے کہ خداے تعالی فرماتا ہے کہ میرے اولیا کو دنیا کی فکر سے کیا کام ہے فکر دنیا ہی
میرے مناجات کی حلاوت انکے دلون سے کھو دیتا ہے اے داؤد مین اپنے اولیا سے یہ بات محبوب جانتا ہون کہ روحانی ہون کچھ غم
نہ کرین - اور روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی مجکو وہ بات بتادے جسمین تیری رضا ہو
تاکہ مین اسکو کرون حکم ہوا کہ میری رضا تیری ناخوشی مین ہے تو اپنے دل نہ چاہتی بات پر صبر نہین کرتے کا عرض کیا کہ وہ کونسی
بات ہے ارشاد ہو حکم ہوا کہ میری رضا اسمین ہے کہ میری قضا پر تو راضی رہے - اور حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی مناجات مین
عرض کیا کہ الٰہی تیری خلق مین سے کونسی تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے ارشاد ہوا کہ جس شخص سے مین اسکی محبوب چیز لے لون
تو بھی مجھسے میل رکھے عرض کیا کہ پھر وہ کون ہین جنپر تو خفا ہوتا ہے حکم ہوا کہ وہ لوگ ہین کہ کسی کام مین مجھسے خیر کی طلب کرتے ہین
جب مین انکے لیے حکم کر دیتا ہون تو میرے حکم سے ناخوش ہوتے ہین - اور ایک روایت اس سے بھی سخت ہے کہ خداے تعالی
ارشاد فرماتا ہے کہ کوئی معبود سوا میرے نہین ہے جو میری مصیبت پر صبر نہ کرے اور میری نعمتون کا شاکر نہو میرے حکم پر راضی نہو
اُسکو چاہیے کہ میرے سوا کوئی اور رب بنالے اور اسی جیسے حدیث قدسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے کہ اللہ تعالی

فرماتا ہی کہ مین نے سب مقادیر کو مقدر کیا اور اُنکی تدبیر کی اور کام کو محکم کیا پس جو راضی ہوا تو اُسکے لیے میری رضا ہی یہانتک کہ مجھسے ملے
اور جو ناخوش ہو اُسکے لیے میری خفگی ہی یہانتک کہ میرے پاس آوے اور ایک حدیث قدسی مشہور مین ہی کہ خداے تعالیٰ فرماتا ہی مین نے
خیر و شر دونون پیدا کیے ہین پس اچھا حال وہ ہی جسکو مین نے خیر کے لیے پیدا کیا اور اُسکے ہاتھون کو خیر پر چلایا اور بُرائی ہی اُسکو
جسکو مین نے شر کے لیے بنایا اور شر کو اُسکے ہاتھون پر جاری کیا اور ہلاکی پر ہلاکی ہی اُسکی جسنے چون و چرا کیا - اور اخبار سابقین مین
مروی ہی کہ ایک پیغمبر نے دس برس تک خداے تعالیٰ سے بھوک اور مفلسی اور جوون کی شکایت کی مگر کچھ مفید نہ ٹہری پھر اللہ تعالیٰ
نے اُنپر وحی بھیجی کہ تو اسطرح کب تک شکایت کرتا رہیگا میرے یہان ام الکتاب مین پیدایش زمین و آسمان سے پہلے تیرا حال
اِسی طرح لکھا ہی اور ویسے ہی ہوتا جاتا ہی مین نے دنیا کی پیدایش سے پہلے تجھپر اسی طرح حکم کیا ہی اب کیا تو یہ چاہتا ہی کہ تیرے لیے
مین نئے سر سے دنیا دوبارہ بناؤن یا یہ چاہتا ہی کہ جو مین نے تیرے لیے مقدر کیا ہی اُسکو بدل دون تو جو تو چاہے اور پسند
کرے وہ میری خواہش اور پسند سے بڑھکر ہو قسم ہی اپنی عزت و جلال کی اگر یہ بات تیرے دل مین گذریگی تو تیرا نام دفتر نبوت سے محو
کردونگا اور روایت ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی چھوٹا لڑکا آپ کے بدن پر چڑھتا اُترتا تھا یعنی آپ کی پسلیون پر سیڑھی کی طرح
پاؤن رکھ رکھکر سر تک چڑھ جاتا اور پھر وہان سے اسی طرح اُترتا آپ اپنا سر زمین کی طرف ڈالے رہتے اور کچھ نہ کہتے نہ سر اُٹھاتے
آپ کے کسی لڑکے نے عرض کیا کہ بابا جان یہ آپ کے ساتھ کیا کرتا ہی آپ اُسکو منع نہین فرماتے آپ نے فرمایا کہ جو مین دیکھتا اور
جانتا ہون تمکو معلوم نہین ایک حرکت مین نے کی تھی تو اُسکے عوض مین کرامت اور آسایش کے گھر سے خواری اور بدبختی کے گھر
مین اُتار دیا گیا اب ڈر ہی کہ اگر دوسری حرکت کرون تو اور نہ جانون کیا مصیبت پھیراوگی - اور حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہین
کہ مین نے دس برس خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی اگر مین نے کوئی کام کیا تو آپ نے یہ نہ فرمایا کہ کیون کیا اور اگر نہ کیا
تو یہ نہ فرمایا کہ کیون نہ کیا اور جو چیز ہو گئی تو اُسکو یہ نہ فرمایا کہ کاش نہوتی اور اگر نہوئی تو یہ نہ کہا کہ کاش ہوتی اور اگر آپ کے گھروالون
مین سے مجھسے کوئی جھگڑتا تو فرماتے کہ اِسے چھوڑدو جو تقدیر مین کچھ ہونا ہی وہی ہوگا - اور روایت ہی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد
علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد تو بھی چاہتا ہی اور مین بھی چاہتا ہون اور ہوگا وہی جو مین چاہتا ہون پس اگر تو میرے چاہے
راضی ہوگا تو مین تیری خواہش سے تجکو کافی ہونگا اور اگر تو میری خواہش نہ مانیگا تو تجکو تیری خواہش مین مشقت مین ڈالونگا
پھر بھی وہی ہوگا جو مین چاہونگا اور آثار مین بھی فضیلت رضا کی بہت ہی چنانچہ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین اول جو لوگ جنت
مین بلائے جاوینگے وہ وہ ہونگے جو ہر حال مین اللہ کی حمد کرتے ہین یعنی ہر حال مین راضی رہتے ہین اور حضرت عمر بن عبد العزیز
فرماتے ہین کہ مجکو سواے مواقع حکم الٰہی کے اور کوئی خوشی باقی نہین رہی اور اُنسے جو لوگون نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہین آپنے
فرمایا کہ جو کچھ خداے تعالیٰ میرے لیے حکم کرے - اور میمون بن مہران رح فرماتے ہین کہ جو شخص حکم الٰہی پر راضی نہو تو اُسکی
بیوقوفی کا کچھ علاج نہین اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر تو تقدیر الٰہی پر درست نہ رہیگا تو اپنے نفس کی تقدیر پر بھی درست
نہ رہیگا - اور عبد العزیز ابن ابی رواد رح فرماتے ہین کہ جو کی روٹی سرکہ کے ساتھ کھانے مین اور اون پہننے مین شان نہین ہی
بلکہ شان درویشی خداے عزوجل سے راضی رہنے مین ہی ع درویش صفت باش و کلاہ تتری دار * اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رض
فرماتے ہین کہ اگر مین آگ کی چنگاری چاٹون جو جلادے سو جلادے اور چھوڑدے سو چھوڑدے تو میرے نزدیک یہ اس بات سے
بہتر ہی کہ جو چیز ہوگئی ہو اُسکو مین کہون کہ کاش نہوتی یا نہوئی چیز کو کہون کہ کاش ہوجاتی - اور ایک شخص نے حضرت محمد بن واسع
رح کے پاؤن مین زخم دیکھکر کہا کہ مجھے تمھارے اِس زخم سے ترس آتا ہی آپ نے فرمایا کہ یہ زخم جب سے ہوا ہی مین شکر کرتا ہون

ح ابن شاہین و در شرح السنہ ایت ابو امامہ بسند ضعیف ۱۲
ح صحیح بخاری و مسلم

کہ آنکھون مین نہین نکلا آو بنی اسرائیل کے قصون مین ہر کہ ایک عابد نے اللہ تعالی کی عبادت مدت تک کی اُسکو خواب مین دکھلایا گیا کہ فلانی عورت بکریان چرانے والی جنت مین تیری رفیق ہوگی عابد نے اُٹھکر اُس عورت کا نشان پوچھکر اُسکو تلاش کیا اور تین دن اُسکے یہان مہمان رہے تاکہ اُسکا عمل دیکھین عابد جو تو رات کو کھڑے رہتے اور وہ لیٹ کر سو جاتی دن کو یہ روزہ رکھتے اور وہ افطار کرتی اُس سے پوچھا کہ تیرا عمل اِسکے سوا اور کچھ بھی ہر عورت نے کہا کہ اور تو کچھ بھی نہین یہی ہر جو تمنے دیکھا مین تو اپنے آپ مین اور کچھ نہین جانتی یہ کہتے رہنے کو بھلا یاد کرکے کہو کوئی اور بات بھی ہر اُسنے کہا کہ ایک چھوٹی سی خصلت مجھ مین اور ہر وہ یہ ہر کہ اگر مین سختی مین ہوتی ہون تو اِس امر کی تمنا نہین کرتی کہ اچھی حالت مین ہون اور اگر مرض مین ہوتی ہون تو یہ تمنا نہین ہوتی کہ تندرستی مین ہوجاؤن اور اگر دھوپ مین رہون تو سایے کی تمنی نہین ہوتی یہ سُنکر عابد نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہ چھوٹی سی خصلت ہر یہ تو ایسی بڑی خصلت ہر جس سے عابد عاجز ہین - اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالی کوئی حکم آسمان مین فرماتا ہر تو اہل زمین سے یہ بات اُسکو محبوب ہوتی ہر کہ اُسکے حکم پر راضی ہون - اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ ایمان کا اعلی حصہ یہ ہر کہ حکم پر صبر کرے اور تقدیر پر راضی ہو - اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ تنگی اور فراخی مین سے جس حال مین مین رہون مجکو کچھ پروا نہین ہوتی - اور حضرت سفیان ثوری رح نے حضرت رابعہ بصری رح کے سامنے ایک روز کہا کہ الہی تو ہم سے راضی ہو حضرت رابعہ رح نے فرمایا کہ تمکو شرم نہین آتی کہ خود تو اُس سے راضی نہین اور اُسکی رضا کی استدعا کرتے ہو اُنھون نے کہا کہ استغفر اللہ پھر جعفر بن سلیمان ضبعی رح نے حضرت رابعہ رح سے پوچھا کہ بندہ اللہ تعالی سے کب راضی کہلاتا ہر اُنھون نے جواب دیا کہ جب مصیبت پر اتنا خوش ہو جتنا نعمت پر ہوتا ہر - اور حضرت فضیل رح فرمایا کرتے کہ جب بندے کے نزدیک خداے تعالی کا دینا اور نہ دینا دونون یکسان ہوجاوین تو وہ اللہ تعالی سے راضی ہوچکا - اور احمد بن ابی الحواری رح حضرت ابو سلیمان دارانی سے روایت کرتے ہین کہ اُنھون نے فرمایا کہ اللہ تعالی اپنے کرم سے اپنے بندون سے اُسی بات سے راضی ہوتا ہر جس بات سے کہ غلام اپنے آقا سے راضی ہوتا ہر احمد بن الحواری نے پوچھا کہ یہ کس طرح ہر اُنھون نے فرمایا کہ دنیا مین مراد غلام کی یہی نہین ہر کہ آقا مجھسے خوش رہے اُنھون نے کہا کہ ہان یہی مقصود ہوتا ہر آپنے فرمایا کہ تو اللہ تعالی بھی اپنے بندون سے یہی محبوب جانتا ہر کہ اُس سے راضی رہین - اور حضرت سہیل رح فرماتے ہین کہ بندون کو یقین سے اُسی قدر بہرہ ملتا ہر جسقدر کہ وہ رضا سے بہرہ ور ہوتے ہین اور رضا سے بہرہ اتنا ہوتا ہر جتنا وہ خداے تعالی کے ساتھ زندگی کرتے ہین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ان[ح] اللہ عز وجل بحکمتہ وجلالہ جعل الروح والفرح فی الرضا والیقین وجعل الغم والحزن فی الشک والسخط

دوسرا بیان رضا کی حقیقت مین اور اسباب مین کہ مخالف خواہش کے وہ کیسے ہوسکتی ہر واضح ہو کہ جو لوگ یہ کہتے ہین کہ خواہش کے مخالف چیزون اور اقسام مصائب مین صبر ہی ہوتا ہر رضا کا وجود متصور نہین وہ لوگ گویا منکر محبت ہین لیکن جب محبت الہی کا وجود اور تمام ہمت کا اُسمین مستغرق ہونا ثابت ہر تو ظاہر ہر کہ محبت اِس بات کی موجب ہوتی ہر کہ محب اپنے حبیب کے افعال سے راضی ہو اور یہ راضی ہونا دو طرح کا ہوتا ہر ایک تو یہ کہ رنج کا معلوم ہونا بالکل جاتا رہے یہانتک کہ اگر کوئی ایذا رسان چیز اُسپر پڑے یا زخم لگے تو اُسکی تکلیف اور درد کچھ نہ معلوم ہو جیسے کوئی لڑنے والا کہ غصہ یا خوف کی حالت مین اکثر ایسا ہوتا ہر کہ زخم لگتا ہر اور اُسکو معلوم نہین ہوتا یہانتک کہ جب خون کو دیکھتا ہر تو جانتا ہر کہ زخم لگا بلکہ کوئی اگر دلی کام مین لگجاتا ہر تو کبھی ایسا ہوتا ہر کہ پانون مین کانٹا گڑجاتا ہر اور اُسکی تکلیف محسوس نہین ہوتی اسلیے کہ دل اور طرف لگا رہتا ہر اسی طرح اگر کند استرے سے پچھنے لگائے جاوین یا بال مونڈے جاوین تو اُس سے آدمی کو ایذا ہوتی ہر لیکن اگر دل ٹھکانے نہو اور کسی امر اہم مین فکر و دور رکھتا ہو تو پچھنے لگانے والا اور نائی اپنے کام سے فارغ ہوجاویگا اور اُسکو خبر بھی نہو گی اور وجہ یہی ہر کہ جب دل کسی امر مین مستغرق اور نہایت درجے کو مشغول ہوتا ہر تو اُسکے سوا اور کسی چیز کا ادراک نہین کرتا اسی طرح عاشق جسکی ہمت اپنے معشوق کے مشاہدے یا محبت مین مستغرق ہو اُسکو بعض اوقات

[ح] اللہ تعالی نے اپنی حکمت اور جلال سے راحت اور خوشی کو یقین اور رضا مین اور غم اور رنج کو شک اور ناخوشی مین رکھا ہے ۱۲ طبرانی بروایت ابن مسعود اور اسمین بقسطہ بجاے بحکمتہ کے ۱۲

ایسے امور پیش آتے ہیں کہ اگر عشق نہوتا تو اُنسے رنج و غم اور درد معلوم ہوتا مگر دل پر جوش محبت ہونے سے کچھ بھی درد و غم نہیں پاتا پس جب غیر
حبیب کی طرف سے مصیبت آنیکا درد نہوتا ہو تو خود حبیب کی طرف سے اگر مصیبت آویگی تو کیسے رنج ہوگا - اور دل کا مشغول ہونا محبت و عشق میں
ایک بڑا شغل ہے اور جب تھوڑے سے درد کا محسوس نہونا ہلکی سی محبت میں متصور ہے تو بڑی محبت میں بڑے درد کا معلوم نہونا بھی ہوسکتا ہے اسلیے کہ
جیسے درد کی زیادتی ممکن ہے ویسی ہی محبت کی بھی زیادتی ہوسکتی ہے اور جسطرح کہ محبت خوبصورتوں کی جو آنکھ سے سوجھتی ہیں قوی ہوتی ہے اسی طرح محبت
اُن حسین صورتوں کی جو باطن کی بصیرت سے معلوم ہوتی ہیں بھی قوی ہوتی ہے اور سب ان صورتوں میں سے جمال حضرت ربوبیت کا اور اُسکا جلال
ایسا ہے کہ اُسپر اور کوئی جمال اور جلال قیاس نہیں کیا جاتا تو ظاہر ہے کہ جس شخص کو کوئی چیز اُسمین سے منکشف ہوجاوے تو کیا عجب ہے کہ ایسا
مدہوش ہو کہ غش آجاوے اور اپنے اوپر جو درد گذرے اُسکی خبر نہو چنانچہ روایت ہے کہ حضرت فتح موصلی رح کی بی بی لغزش کھاکر گریں اور ناخن
ٹوٹ گیا آپ ہنس پڑیں کسی نے پوچھا کہ آپ کو درد نہیں معلوم ہوتا جواب دیا کہ ثواب کی لذت نے میرے دل سے درد کی تلخی دور کردی -
اور حضرت سہیل رح کو ایک مرض تھا کہ اور ون کو وہ ہوتا تو اُسکا علاج کیا کرتے اور اپنا علاج نہ کرتے اُنسے کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے آپنے
فرمایا کہ یار دوست کی مار میں آزار نہیں ہوا کرتا - اور دوسری صورت یہ ہے کہ درد تو معلوم ہوتا ہو مگر اُس سے راضی ہو بلکہ رغبت اور خواہش سے
اُس امر کو چاہتا ہو یعنی گو طبیعت پر ناگوار گذرے مگر عقل کی رو سے اُسکی طرف رغبت ہو مثلاً جو شخص فصاد سے فصد کھلاوے یا پچھنے لگواوے
تو اُسکو فصد و حجامت کا درد تو معلوم ہوتا ہے مگر فصد و حجامت پر راغب ہوتا ہے اور فصاد کے فعل کا ممنون ہوتا ہے بس یہی حال اُس شخص کا ہے جو تکلیف
کی چیزوں پر راضی رہے اسی طرح جو شخص فائدے کی طلب میں سفر کرتا ہے اُسکو سفر کی تکلیف معلوم ہوتی ہے مگر ثمرہ سفر ایسا اچھا اُسکے نزدیک ہے
کہ اُسکے باعث تکلیف سفر کو گوارا کرتا ہے اور اُس سے راضی ہے اور جب آدمی کو یہ یقین ہو کہ مصیبت کا ثواب جو خداے تعالیٰ کے یہاں ذخیرہ ہے
بہ نسبت اُس چیز کے جو اُسکے پاس سے جاتی رہی بڑھکر ہے تو بیشک جو مصیبت خداے تعالیٰ کی طرف سے آویگی اُسپر راضی ہوگا اور اُسکی رغبت
کریگا اور اچھا جانیگا اور خداے تعالیٰ کا شکر اُسپر کریگا - یہ اُسی صورت میں ہے کہ اُس ثواب اور احسان کا لحاظ رکھے جو اُسکو مصیبت کے عوض
ملیگا - اور ہوسکتا ہے کہ محبت ایسی غالب ہو کہ حبیب کی مراد اور رضا ہی مطلوب و مقصود ہوجاوے اور کچھ مراد ہی نرہے اور یہ سب باتیں
خلق کی محبت میں دیکھی جاتی ہیں وصف کرنے والوں نے اپنی نظم و نثر میں اُنکو بیان کیا ہے اور اُسمین اور کوئی بات نہیں صرف لحاظ صورت
ظاہری کے جمال کا ہے جو آنکھ سے سوجھتی ہے اب اِس جمال کو دیکھو تو صرف گوشت و پوست و خون ہے جسمین نجاست اور خاک ملی ہوئی ہے
اُسکا آغاز ایک نطفہ ناپاک ہے اور اُسکا انجام ایک پلید مردار اور بیچ میں پاخانے کو اُٹھائے پھرتا ہے اور اگر مدرک کو دیکھے تو آنکھ جسیس ہے جو اکثر
دھوکا دیتی ہے یعنی چھوٹی چیز کو بڑی دیکھتی ہے اور بڑی کو چھوٹی اور دور کو نزدیک اور بدصورت کو خوبصورت پس جب ایسی حالت میں محبت کا
یہ حال ہوجاتا ہے تو جمال ازلی اور ابدی کی محبت میں یہ امر کیسے محال ہوسکتا ہے اِس جمال کے کمال کی تو کچھ نہایت ہی نہیں اور اُسکا ادراک
چشم بصیرت سے ہوتا ہے جسمین کبھی غلطی نہیں ہوتی اور نہ اُسپر موت آتی ہے بلکہ بصیرت باطنی بعد موت کے باقی رہتی ہے اور خداے تعالیٰ کے
نزدیک زندہ اور اُسکے رزق سے خوش ہوکر بعد موت زیادتی تنبہ اور انکشاف سے بہرہ ور ہوتی ہے اِس بات کو اگر چشم عبرت سے دیکھو
صاف ظاہر ہے اور اِسکا پایا جانا اور عاشقوں کے احوال اور اقوال اِسپر شاہد ہیں چنانچہ حضرت شقیق بلخی رح فرماتے ہیں کہ جو شخص سختی کا ثواب
دیکھ لیتا ہے وہ اُس سے نکلنا نہیں چاہتا اور حضرت جنید رح فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مرشد سری سقطی سے پوچھا کہ عاشق کو بلا کی تکلیف
ہوتی ہے یا نہیں اُنھوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ اگرچہ تلوار سے مارا جاوے آپ نے فرمایا کہ گو تلوار سے ستر زد پر زد لگائی جاوین اور
بعض اکابر فرماتے ہیں کہ مجکو وہی اچھا معلوم ہوتا ہے جو اُسکو پسند ہو یہاں تک کہ اگر وہ میرے لیے دوزخ پسند کرے تو میں دوزخ میں جانا
محبوب جانتا ہوں - اور بشر بن الحارث رح کہتے ہیں کہ بغداد کے محلہ شرقیہ میں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُسکے ہزار کوڑے لگے

اُسنے کچھ اُف نہ کیا پھر اُسکو قید خانے مین لیگئے مین اُسکے پیچھے گیا اور پوچھا کہ تجکو کیون مارا اُسنے کہا اسلیے کہ مین عاشق ہون مین نے کہا کہ تو چپکا کیون رہا اُسنے کہا کہ میرا معشوق میرے سامنے مجھے دیکھتا تھا مین نے کہا کہ پھر کیا اچھا ہو جو تو معشوق حقیقی کی طرف دیکھے یہ سنکر اُسنے ایک چیخ ماری اور پچھاڑ کھا کر مرگیا اور یحیی بن معاذ رازی رح فرماتے ہین کہ جب اہل جنت خداے تعالی کی طرف دیکھینگے تو لذت دیدار الٰہی کے مارے اُنکی آنکھین اُنکے دلون مین چلی جاوینگی اور آٹھ سو برس تک اُنکی طرف واپس نہ آوینگی تو اب بتاؤ کہ جو دل اُسکے جمال اور جلال مین پڑے ہوے ہون کہ اگر جلال کو دیکھین تو خائف ہون اور جمال پر نظر کرین تو متحیر ہون اُنکا کیا حال ہوگا۔ اور بشر رح کہتے ہین کہ مین نے شروع سلوک مین جزیرہ عبادان کا قصد کیا وہان ایک شخص کو دیکھا کہ اندھا اور کوڑھی اور مجنون اور مرگی زدہ ہی اور چیونٹیان اُسکا گوشت کھارہی ہین مین نے اُسکا سر اُٹھا کر اپنی گود مین رکھ لیا اور کچھ کہتا رہا جب اُسکو ہوش آیا تو کہا یہ کون اجنبی آدمی ہی جو میرے اور میرے پروردگار کے معاملے مین دخل دیتا ہی اگر وہ میرا ایک ایک جوڑ کاٹ ڈالیگا تب بھی تو مین اُسکی محبت زیادہ ہی کرونگا بشر کہتے ہین کہ بعد اس معاملے کے جب کبھی مجکو اِسطرح کا معاملہ بندے مین اور پروردگار مین معلوم ہوا مین نے کبھی اُسکو بُرا نہین جانا۔ اور ابو عمر و محمد بن اشعث رح فرماتے ہین کہ مصر والے چار مہینے تک ایسی طرح رہے کہ اُنکی غذا بجز دیدار حضرت یوسف علیہ السلام کے اور کچھ نہ تھی جب اُنکو بھوک لگتی آپکی صورت دیکھ لیتے وہ لذت جمال بھوک کی تکلیف اُنکو معلوم نہونے دیتی تھی اور قرآن مجید مین اس سے بھی زیادہ معاملہ مذکور ہے یعنی عورتین جمال حضرت یوسف علیہ السلام سے ایسی فریفتہ ہوئین کہ بیخبر اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ اور سعید بن احمد رح کہتے ہین کہ بصرے مین عطاء بن مسلم کی سراے مین مین نے ایک جوان کو دیکھا کہ چھرا ہاتھ مین لیے پکار پکار لوگون کے بیچ مین کہہ رہا تھا قطعہ ہر قیامت سے بُرا تیری جدائی کا زور ٭ آہ اس درد جدائی سے تو مرنا بہتر ٭ بولے وہ کوچ ہی مین بولا نہین میرا کوچ ٭ بلکہ کرتی ہی حقیقت مین مری جان سفر ٭ پھر چھری سے اپنا پیٹ چیر کر مرگیا مین نے اُسکا حال پوچھا تو لوگون نے مجھسے کہا کہ یہ کسی بادشاہ کے ایک غلام پر عاشق تھا ایک روز صرف وہ اس سے محجوب رہا اُسکے لیے اسنے یہ حال کیا۔ اور روایت ہی کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا کہ مجکو وہ شخص بتاؤ جو زمین مین سب سے زیادہ عبادت کرتا ہو حضرت جبریل نے ایسے شخص کو بتلایا کہ جذام نے اُسکے ہاتھ اور پاؤن علیحدہ کر دیے تھے اور کان اور آنکھین غارت کر دی تھین آپ نے کہا کہ وہ یہ کہتا تھا الٰہی جب تک تو نے چاہا اِن اشیا سے مجکو فائدہ دیا اور جب تو نے چاہا اُنکو مجھسے چھین لیا امی نیکو کار اور مطلب پر پہونچانے والے مجکو توقع اپنی ذات کی باقی رہنے دے یہ کیا تھوڑی ہی۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض کا ایک لڑکا بیمار ہوا آپکو بہت شدت سے غم ہوا یہانتک کہ لوگون کو خوف ہوا کہ کہین اس لڑکے کے سبب آپکو کچھ ہو نہ جاوے وہ لڑکا جب مرگیا تو آپ اُسکے جنازے کے ساتھ ہوے اور کسی شخص کو ایسی خوشی چہرے پر نہوتی ہوگی جیسی اُسوقت آپکو تھی لوگون نے اسکی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجکو اُسکی بیماری سے اُسپر ترس آتا تھا اسلیے غمگین تھا اب جو مشیت الٰہی ہو چکی تو مین اُسپر خوش ہون اور حضرت مسروق رح فرماتے ہین کہ ایک شخص جنگل مین تھا اُسکے پاس ایک کُتا اور ایک گدھا اور ایک مرغ تھا مرغ تو نماز کے واسطے جگایا کرتا تھا اور گدھے پر پانی اور خیمہ اور ضروری چیزین لادتا تھا اور کتا حفاظت کیا کرتا تھا اتفاقاً ایک لومڑی آئی اور مرغ کو پکڑ لیگئی اُس شخص کے گھر والون کو رنج ہوا مگر وہ شخص نیکبخت تھا اُسنے کہا کہ اسی مین بہتری ہوگی پھر ایک بھیڑیا آیا اُسنے گدھے کا پیٹ پھاڑ ڈالا وہ مرگیا اُسپر بھی لوگون نے رنج کیا مگر اُسنے یہی کہا کہ اسی مین بہتری ہوگی پھر کتا بھی مرگیا جب بھی اُسنے یہی کہا کہ اسی مین بہتری ہوگی پھر ایک روز صبح کو اُسکے گھر والون نے دیکھا کہ اُنکے گرد و پیش کے سب لوگ غلامی مین گرفتار ہوگئے وہ باقی رہ گئے اور وجہ اُنکی گرفتاری کی یہ ہوئی کہ کُتے اور گدھے اور مرغون کی آواز سنکر لوگ پکڑ لیگئے اُنکے یہان سب پہلے جا چکے تھے یہ محفوظ رہے تو اُن چیزون کے ہلاک ہونے مین یہ حکمت تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خداے تعالی کے لطف خفی کو جانتا ہی وہ ہر حال مین

اُسکے فعل سے راضی رہتا ہی۔ اور روایت ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک شخص اندھے برص والے اپاہج دونون طرف سے فالج زدہ پر گذرے کہ اُسکا گوشت جذام کے باعث بکھر گیا تھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ شکر ہی اُس خدا کو جسنے مجکو ایسے امراض سے صحت دی جسمین بہتون کو مبتلا کر رکھا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ بھلا وہ کونسی مصیبت ہی جو تیرے اوپر نہین اُسنے کہا کہ ای روح اللہ مین اُس شخص سے بہتر ہون جسکے دل مین خداے تعالیٰ نے وہ چیز نہین ڈالی جو میرے دل مین اپنی معرفت سے ڈالی ہی آپ نے فرمایا کہ درست کہتے ہو اپنا ہاتھ لاؤ اُسنے جو ہاتھ دیا آپ کے ہاتھ مین آتے ہی چہرہ سب سے عمدہ اور صورت بہت اچھی ہو گئی اُسکا سب مرض جاتا رہا وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہکر عبادت کرنے لگا۔ اور حضرت عروہ بن زبیر رح کا پانون سڑ گیا تھا اُنھون نے زانو سے پانون کٹوا یا پھر فرمایا کہ خداے تعالیٰ کا شکر ہی جسنے مجھسے ایک لے لیا تیری ذات کی قسم ہی اگر تو نے لے لیا تو تو نے ہی باقی رکھا تھا اور اگر تو نے بیمار کیا تو تو نے ہی عافیت دی تھی پھر اُس رات بھی ورد پڑھتے رہے۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے کہ مفلسی اور توانگری دو سواریان ہین مجکو پروا نہین کسی پر چڑھ جاؤن فقیری مین تو صبر ہی اور توانگری مین داد و دہش۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ مجکو ہر ایک مقام سے ایک کیفیت حاصل ہوئی ہی سواے رضا کے کہ اُسمین سے مجکو صرف ایک مہک سی ملی ہی اور اسپر اگر اللہ تعالیٰ تمام خلق کو جنت مین داخل کرے اور مجکو دوزخ مین تو مین اسپر راضی ہون۔ ایک عارف سے لوگون نے کہا کہ تمکو رضا کا اقصی مرتبہ حاصل ہوا ہی کہ نہین اُسنے کہا کہ اقصی مرتبہ تو نہین ملا مگر مقام رضا پر مین پہونچ گیا ہون اگر خداے تعالیٰ مجکو دوزخ کا پل بناوے کہ لوگ میرے اوپر کو گذر کر جنت مین جاوین پھر اپنی قسم سچی کرنے کو مجھسے ہی دوزخ کو بھر دے تو اُسکے اس حکم کو مین پسند کرون اور اُسکی تقسیم پر راضی رہون۔ اور یہ کلام ایسے شخص کا ہی جسکی ہمت قطعاً محبت مین مستغرق ہو یہانتک کہ اُسکو آتش دوزخ کی تکلیف بالکل محسوس نہو اور اگر ہو بھی تو وہ لذت حصول رضاے محبوب مین چھپ جاوے یعنی جب اُسکو اس بات کا مزا ملے کہ مجکو دوزخ مین ڈالنے سے اُسکی رضا پوری ہوگی اور اُسکی رضا عین مقصود ہی تو اس لذت کے سامنے دوزخ کی تکلیف اگر ہو بھی تو دب جاوے اور غلبہ کرنا اس حالت کا نفس الامر مین محال نہین گو ہم جیسے ضعیفون کے حالات کی نسبت کر بعید معلوم ہوتا ہو لیکن جو ضعیف کہ کسی کیفیت سے عاجز ہو اُسکو نہ چاہیے کہ زبردستون کے حالات کا منکر ہو اور گمان کرے کہ جس امر مین مین عاجز ہون اُس سے اولیا بھی عاجز ہین۔ اور رودباری رح کہتے ہین کہ مین نے ابو عبد اللہ بن جلاد دمشقی سے پوچھا کہ یہ جو فلان شخص کا قول ہی کہ مین دوست رکھتا ہون کہ میرا جسم مقراضون سے ٹکڑے کیا جاوے اور تمام خلق اُسکی اطاعت کرین اُسکے کیا معنی ہین اُنھون نے فرمایا کہ میان صاحب اگر یہ قول بطور تعظیم و اجلال کے ہی تب تو مجکو معلوم نہین اور اگر خلق کی خیر خواہی اور شفقت سے سرزد ہوا ہی تو البتہ جانتا ہون راوی کہتے ہین کہ اُسکے بعد اُنکو غش آ گیا۔ اور حضرت عمران بن حصین رح کو استسقا کا مرض تھا تیس برس تک پشت پر لیٹے رہے نہ اُٹھ سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے قضاے حاجت کے لیے چارپائی کے بان کاٹ دیے گئے تھے اُنکے پاس مطرف اور اُنکے بھائی علا آئے پس اُنکے بھائی اُنکا حال دیکھکر رونے لگے اُنھون نے پوچھا کہ تم کیون روتے ہو کہا کہ تمھارے اوپر یہ بڑی سختی دیکھ روتا ہون اُنھون نے فرمایا کہ مت رو اسواسطے کہ جو چیز خداے تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہی وہی مجکو زیادہ پسند ہی اور مین تم سے ایک بات کہتا ہون غالباً خداے تعالیٰ اُس سے تمکو نفع دیگا مگر میرے مرنے تک تم اُسکو کسی سے مت کہنا وہ بات یہ ہی کہ فرشتے میری زیارت کرتے ہین مین اُنسے انس پاتا ہون اور مجکو سلام کرتے ہین مین اُنکا سلام سُنتا ہون اس سے مین جانتا ہون کہ جس مرض مین یہ بڑی نعمت ہو وہ عذاب نہین پس جو شخص اپنی مصیبت مین ایسے امور مشاہدہ کرے بھلا وہ کیسے راضی نہوگا مطرف کہتے ہین کہ پھر سوید بن شعبہ کی عیادت کو گئے ہم نے دیکھا کہ ایک کپڑا پڑا ہوا ہی گمان ہوا کہ اُسکے نیچے کچھ نہین یہانتک کہ اُنکے منھ پر سے کپڑا اُٹھایا گیا اُنکی بی بی نے کہا کہ آپ کو کیا کھلائین کیا پلائین اُنھون نے کہا کہ لیٹے لیٹے کروٹین دکھ گئین چوتڑ چھل گئے اور دبلا اتنا ہو گیا ہون کہ اسقدر مدت سے

کھانا پینا مشترک ہے مگر مجکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اس کیفیت مین سے ناخن کی برابر بھی مین کمی کرون ۔ اور جب سعد بن ابی وقاص رض مکہ مین
تشریف لائے اور انکی آنکھین جاتی رہی تھین لوگ انکے پاس جوق جوق دوڑے چلے آتے تھے اور آپ سے دعا کی استدعا کرتے تھے
آپ ہر ایک کے لیے دعا مانگتے تھے اور وجہ دعا منگوانے کی یہ تھی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے حضرت عبداللہ بن السائب کہتے ہین کہ مین بھی
اُن دنون لڑکا تھا آپ کی خدمت مین آیا اور آپ کو اپنا نشان بتایا آپ نے مجکو پہچانا اور فرمایا کہ اہل مکہ کا تو قاری ہے مین نے کہا کہ البتہ پھر اور
گفتگو ہوئی یہانتک کہ آخر کو مین نے کہا کہ چچا جان آپ اورون کے واسطے دعا کرتے ہین اپنے واسطے بھی دعا فرمائیے کہ خداے تعالی آپکی
بینائی جون کی تون کردے آپ نے تبسم فرماکر کہا کہ بیٹا خداے پاک کے حکم کی رضا میرے نزدیک بینائی سے اچھی ہے اور ایک صوفی کا لڑکا
چھوٹا سا تین دن تک نہ ملا اور نہ اُسکا حال معلوم ہوا لوگون نے اُنسے کہا کہ آپ خداے تعالی سے دعا مانگیے کہ اُسکو واپس لادے اور تمسے
ملادے اُنھون نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالے نے مجپر حکم کیا اُسپر اعتراض کرنا میرے نزدیک لڑکے کے جاتے رہنے سے زیادہ سخت ہے ۔ اور بعض
عابد کہتے ہین کہ مین نے ایک بڑا گناہ کیا تھا جسکے عوض مین ساٹھ برس سے روتا ہوتا ہون اور یہ عابد نہایت محنت عبادت مین کرتے تھے
کہ کسی طرح توبہ اُس گناہ سے قبول ہو لوگون نے پوچھا کہ وہ کونسا گناہ ہے اُنھون نے فرمایا کہ ایک بات ہوگئی تھی مین نے اُسکو کہا تھا کہ نہوتی
توخوب ہوتا ۔ اور بعض سلف کا قول ہے کہ اگر میرا جسم مقراضون سے کترا جاوے تو میرے نزدیک اس بات سے محبوب ہے کہ جو چیز اللہ تعالی کی
ہو اُسکو مین کہون کہ اگر نہ کرتا توخوب تھا ۔ اور عبدالواحد بن زید کو کسی نے خبر دی کہ یہان ایک شخص ہے کہ اُسنے پچاس برس عبادت کی ہے
وہ اُسکے پاس گئے اور پوچھا کہ یار اپنا حال تو کہو محبوب حقیقی پر قانع ہوے ہو کہ نہین اُسنے کہا نہین پوچھا کہ اُس سے اُنس ہوا کہ نہین کہا
نہین پھر پوچھا کہ اُس سے راضی ہوے ہو کہ نہین اُسنے جواب دیا کہ نہین کہا کہ پس تمکو اُسکے پاس سے بہرہ صرف نماز روزہ ہی ہے اُسنے کہا کہ
ہان اُنھون نے کہا کہ مجھے تجھسے شرم آتی ہے نہین تو مین کہدیتا کہ تیرا پچاس برس کا معاملہ اندر سے نکما ہے یعنی اتنے دنون تک تیرے
دل کا دروازہ نہ کھلا کہ اُس سے بسبب اعمال دلی کے درجات قرب کی طرف ترقی کرتا ۔ انتہا ۔ طبقات اصحاب یمین مین ہی رہا اسواسطے کہ
تجھکو اُس سے افزونی اعمال ظاہری ہی مین ہوئی جو عوام کو بھی ہوا کرتی ہے ۔ اور ایک جماعت حضرت شبلی رح کے پاس مارستان مین گئی
جہان وہ قید تھے اور اپنے سامنے ڈھیلے اکٹھے کر رکھے تھے ان لوگون سے آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو اُنھون نے کہا کہ ہم آپ کے
دوست ہین آپ اُنکی طرف کو ڈھیلے مارنے لگے یہانتک کہ وہ بھاگ گئے پھر آپ نے کہا کہ تمکو کیا ہوا اگر تم میری محبت کا دعوی کرتے ہو
اگر سچے ہو تو میری مصیبت پر صبر کرو ۔ اور حضرت شبلی رح نے ایک شعر کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے ؎ بادۂ عشق الہی سے نشا ہے مجکو کہین بتلادو
کہ عاشق تو ہوا اور مست نہو ۔ اور بعض عابدین اہل شام کا قول ہے کہ تم سب کے سب اللہ عزوجل سے اُسکی تصدیق کرتے ہوے ملوگے
اور غالبا اُسکی تکذیب بھی کی ہوگی اسواسطے کہ تم مین سے اگر کسی کی اُنگلی سونے کی ہو تو اُس سے اشارہ کرنے لگتا ہے اور اگر اُسمین کچھ خلل
ہو تو اُسکو چھپاتا پھرتا ہے اس سے اُنکی مراد یہ تھی کہ سونا خداے تعالی کے نزدیک بُرا ہے اور لوگ اُس سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہین اور
بلا آخرت والون کے حق مین زینت ہے اُسکو بُرا جانتے ہین ۔ اور روایت ہے کہ بازار مین آگ لگی لوگون نے حضرت سری رح کو خبر دی کہ بازار
جل گیا اور تمھاری دکان نہین جلی اُنھون نے فرمایا کہ الحمد للہ پھر کہا کہ مین نے الحمد للہ کیسے کہا صرف مین ہی تو بچا ہون اور مسلمان تو نہین
بچے پس تجارت سے توبہ کی اور زندگی بھر دکانداری اسلیے چھوڑ دی کہ صرف اپنے بچنے پر الحمد للہ کہا تھا اس سے توبہ اور استغفار چاہتے تو توبہ اور استغفار کیے
کاروبار سے دست بردار ہوے ۔ پس ان حکایات کو اگر تامل کرو تو قطعا جان لو کہ خواہش کے مخالف بات پر رضا محال نہین بلکہ وہ ایک
بڑا مقام اہل دین کے مقامات مین سے ہے اور از انجا کہ محبت خلق مین اور اُنکے حظوظ مین ویسا ممکن ہے تو محبت الہی اور حظوظ اخروی مین
بطریق اولی ممکن ہے اور یہ امکان دو طرح سے ہوگا اول تو یہ کہ تکلیف پر رضا بتوقع ثواب کے ہو جیسے فصد اور حجامت اور تلخی دوا پیے

رضا بتوقع شفا کے ہوتی ہے دوسرے یہ کہ رضا اسپر اور کسی حظ کے لیے نہو صرف اس غرض سے ہو کہ یہ امر محبوب کی مراد اور مرضی ہے اور کبھی محبت
اس درجے پر بڑھ جاتی ہے کہ عاشق کی مراد معشوق کی مرضی میں چھپ جاتی ہے اس صورت میں سب چیزون سے زیادہ لذیذ اسکے نزدیک محبوب کے
دل کی خوشی اور اسکی مرضی کے موافق کام کا ہونا ہوتا ہے گو اسکی جان ہی ہلاک ہونے میں کیون نہو چنانچہ مشہور ہے ع جس زخم میں خوشی ہو
تمھارے کہان ہے درد ۞ اور یہ رضا تکلیف کے معلوم ہونے پر بھی ممکن ہے اور کبھی محبت اسطرح غالب ہوتی کہ ادراک درد سے بیہوش کر دیتی ہے
قیاس اور تجربہ سے ایسی محبت اور اس حالت کا وجود ثابت ہے پس جو شخص کہ یہ کیفیت اپنے نفس میں نہ پاوے اسکو اسکا انکار کرنا نہ چاہیے اسواسطے
کہ اسکو تو یہ کیفیت اسوجہ سے نہیں ہے کہ اسمین اسکا سبب یعنے فرط محبت موجود نہیں اور جو شخص کہ محبت کے ذائقے سے آگاہ نہیں وہ محبت کے
عجائب کو کیا جانے جتنی باتین ہم لکھ چکے ہین عاشقون پر اس سے بھی بڑی بڑی عجیب باتین ہوا کرتی ہین چنانچہ عمرو بن حارث رافقی کہتے ہین
کہ موضع رقہ مین مین اپنے ایک دوست کے پاس ایک مجلس مین تھا اور ہمارے ساتھ ایک جوان تھا کہ ایک گانے والی عورت پر عاشق تھا اور
وہ بھی اس مجلس مین تھی اسنے باجا بجایا اور اسی مضمون کا گیت گایا ٥ ذلت عشق کی پہچان ہے عاشق کو بکاء خاص جب اپنے لیے کوئی نہ پاوے
تدبیر ۞ اس جوان نے کہا کہ کیا خوب تونے گایا اب کیا مجکو تو اجازت مرنے کی دیتی ہے اسنے کہا کہ اگر راست باز ہے تو مرجا۔ راوی کہتا ہے کہ اسنے
اپنا سر تکیے پر رکھا اور منھ اور آنکھین بند کر لین ہمنے جو اسکو ہلایا تو مردہ پایا۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ
ایک لڑکے کی آستین پکڑے اس سے عاجزی کی باتین کر رہا تھا اور اپنے آپ کو اسکا عاشق بتاتا تھا اس لڑکے نے اسکی طرف دیکھکر کہا کہ تیرا
یہ جھوٹ کب تک رہیگا اسنے کہا کہ مین جھوٹا نہیں ہون خدا جانتا ہے کہ جو کچھ مین کہتا ہون اسمین سچا ہون یہانتک کہ اگر تو کہے کہ مرجا تو مین
مرجاؤن لڑکے نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو مرجا اس شخص نے علیحدہ ہو کر اپنی آنکھین بند کر لین پھر جو لوگون نے دیکھا تو مرا پایا اور سمنون محب
کہتے ہین کہ ہمارے ہمسایہ مین ایک شخص رہتا تھا اسکے پاس ایک لونڈی تھی جس سے اسکو کمال ہی محبت تھی اتفاقاً وہ بیمار پڑی ایک
روز وہ شخص اسکے لیے حریرا اور نیر کا کھی مین حلوا بناتا تھا جسوقت وہ چمچہ پھیرتا تھا اس لونڈی نے کرب مرض مین آہ کہا اس شخص نے جو یہ آواز
سنی اسکے ہوش جاتے رہے اور چمچہ ہاتھ سے گر پڑا اور اضطراب مین انگلیون ہی سے ہانڈی چلانے لگا یہانتک کہ انگلیان اسکی سب جل کر
گر گئین اس لونڈی نے پوچھا کہ یہ کیا ہے اسنے کہا کہ یہ تیری آہ کی تاثیر ہے۔ اور محمد بن عبداللہ بغدادی کہتے ہین کہ مین نے بصرہ مین ایک جوان
کو اونچی چھت پر چڑھے دیکھا کہ جھانک کر لوگون سے ایک شعر اس مضمون کا کہتا تھا شعر مرنا ہو جسے عشق مین یون جی سے گذر جاے ۞
بے موت نہیں عشق مین کچھ خیر تو مرجاے ۞ پھر اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور مرگیا پس اس جیسے امور مخلوق کی محبت مین جب ہو سکتے ہون
تو خالق کی محبت ہونی تو بطریق اولی ہین اسواسطے کہ باطن کی بصیرت بہ نسبت چشم ظاہری کے راست تر ہے اور حضرت ربوبیت کا جمال ہر ایک
جمال سے کامل تر ہے بلکہ عالم مین جتنا جمال ہے وہ اسی جمال کی خوبیون مین سے ایک خوبی ہے۔ ہان جسکی آنکھ نہیں ہوتی وہ صورتون کی خوبی
کا انکار کیا کرتا ہے اور جو بہرا ہوتا ہے وہ لذت نغمات موزون کا منکر ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ جسکے دل نہوگا وہ بیشک ان لذتون کا منکر ہوگا جنکو
بدرن دل کے سمجھ ہی نہیں سکتے تیسرا بیان اس باب مین کہ دعا کرنی مخالف رضا کے نہیں۔ واضح ہو کہ دعا کے باعث دعا مانگنے والا
مقام رضا سے خارج نہیں ہوتا اسی طرح گناہون کو برا جاننا اور مجرمون سے خفا رہنا اور اسباب گناہون کو برا سمجھنا اور انکے دور کرنے مین
امر معروف اور نہی منکر بجا لانا بھی مخالف رضا کے نہیں اور اس باب مین بعض ناحق والون کو غلطی ہوئی ہے وہ کہتے ہین کہ گناہ اور بدکاری اور کفر اللہ تعالی
کی قضا و قدر سے ہین تو انسے رضا چاہیے یہ لوگ تاویل سے ناواقف اور اسرار شرع سے غافل ہین دعا کو تو خداے تعالی نے ہمارے لیے
عبادت ہی کر دیا ہے چنانچہ کثرت سے دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اور انبیا علیہم السلام کا اس بات پر ثبوت کافی ہے جیسا کہ ہم نے
باب الدعائین لکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقامات رضا سے اعلی مقام پر تھے اگر دعا خلاف رضا ہوتی تو کثرت سے آپ کیون دعا مانگتے

اور خداوند کریم اپنے بعض بندون کی تعریف یون فرماتا ہی کہ یدعوننا رغبا ورھبا اور گناہون کا انکار اور انکو برا جاننا اور انپر راضی نہونا بھی خدا تعالی
نے اپنے بندون کے لیے موجب عبادت بنایا ہی اور انپر راضی ہونے کی مذمت ارشاد کی ہی جیسے کہ فرمایا ورضوا بالحیوة الدنیا واطمانوا بہا اور فرمایا رضوا بان
یکونوا مع الخوالف وطبع اللہ علی قلوبھم اور ایک حدیث مشہور مین ہی کہ من شھد منکرا فرضی بہ فکانہ قد فعلہ اور ایک حدیث مین ہی الدال علی الشر کفاعلہ
اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ آدمی بری بات سے غائب اور علیحدہ رہتا ہی اور اسپر اتنا ہی گناہ ہوتا ہی جتنا مجرم کو ہوتا ہی لوگون نے عرض کیا
کہ یہ کیسے ہی آپ نے فرمایا کہ یہ اس طرح ہی کہ وہ بری بات مین شریک تو نہو اگر جب اسکو خبر پہونچی تو اسپر راضی ہوا اور ایک حدیث مین ہی کہ
اگر کوئی بندہ مشرق مین مارا جائے اور دوسرا شخص مغرب مین اسکے قتل سے راضی ہو تو وہ دوسرا بھی اسکے قتل مین شریک ہوگا اور خدا تعالی
نے خیرات مین اور خیر سے بچنے مین رغبت اور غبطہ کرنے کو ارشاد فرمایا ہی جیسے کہ ارشاد ہی وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لاحسد الا فی اثنین رجل آتاہ اللہ حکمۃ فھو یبثھا فی الناس ویعلمھا ورجل آتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق اور ایک روایت
مین یہ ہی کہ ورجل آتاہ اللہ القرآن فھو یقوم بہ آناء اللیل والنہار فیقول الرجل لو آتانی اللہ مثل ما آتی ھذا لفعلت مثل ما یفعل اور کافرون اور فاجرون
بغض رکھنے اور انپر انکار کرنے مین قرآن وحدیث کے دلائل بیشمار ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین
اور فرمایا یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء اور فرمایا وکذلک نولی بعض الظالمین بعضا اور حدیث شریف مین ہی کہ اللہ تعالی
نے ہر مومن سے عہد لیا ہی کہ ہر منافق سے بغض رکھے اور ہر منافق سے عہد لیا ہی کہ ہر ایک ایماندار سے بغض رکھے اور فرمایا کہ المرء مع من احب
اور فرمایا من احب قوما ووالاھم حشر معھم یوم القیامۃ اور فرمایا اوثق عری الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اور اسکے دلائل بہت ہین ہمنے محبت
فی اللہ اور بغض فی اللہ کے ذکر مین باب آداب صحبت اور باب امر معروف اور نہی منکر مین انکو لکھا ہی دوبارہ یہان نہین لکھتے۔ اب اگر کوئی یہ کہے
کہ آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہی کہ قضاء اللہ پر راضی ہونا چاہیے پس اگر معاصی بدون قضاء اللہ کے ہین تو یہ محال ہی اور اس سے توحید مین
خلل ہوتا ہی اور اگر قضاء اللہ سے ہین تو انکا برا جاننا اور انپر خفا ہونا قضاء اللہ کا برا جاننا ہی پس طریق ان ضدین کے جمع کرنے کا کیا ہی رضا اور
کراہت ایک ہی چیز مین کیسے جمع ہو سکتی ہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ واقعی ہین جو لوگ ضعیف اور اسرار علوم سے کم واقف ہین انپر یہ اشتباہ ہو جاتا ہی
چنانچہ بعض لوگون کو جو شبہہ پڑا تو منکرات پر سکوت کرنے کو رضا کا مقام سمجھ گئے اور اسکا نام حسن خلق رکھ لیا حالانکہ یہ محض جہالت ہی اصل یہ ہی
کہ رضا اور کراہت جب ایک چیز پر ایک ہی جہت سے ایک طرح پر وارد ہون تو البتہ ایک دوسرے کی ضد ہین لیکن اگر کراہت اور جہت سے ہو اور
رضا اور جہت سے تو کیا ضد ہی مثلاً اگر کوئی تمہارا دشمن مر جاوے کہ وہ تمہارے کسی دشمن کا بھی دشمن جانی ہو اور اسکے ہلاک مین ساعی رہتا
ہو تو ظاہر ہی کہ تمکو اسکا مرنا اسوجہ سے تو برا معلوم ہوگا کہ وہ تمہارے دشمن کی فکر مین رہا کرتا تھا اور اسوجہ سے اچھا معلوم ہوگا کہ تمہارا ایک دشمن کم
ہو گیا اسی طرح معصیت کے بھی دو رخ ہین ایک اللہ کی طرف کہ اسکے فعل اور اختیار اور ارادہ سے ہوے اسوجہ سے تو معصیت پر رضا چاہیے کہ
جسکی چیز ہی وہ اپنی چیز مین جو چاہے سو کرے اور ایک رخ بندے کی طرف ہی کہ اسکے کسب سے حاصل ہوے اور اسکی صفت کہلاتی ہی اور اسکے لیے
اس بات کی علامت ہی کہ خدا تعالی کے نزدیک مغضوب اور مبغوض ہو گیا اسوجہ سے کہ اسنے بندے پر اسباب دوری اور خفگی کے مسلط کر دیے پس اس

نظر سے معصیت بُری اور مذموم ہی اور چونکہ یہ بات بدون مثال کے سمجھ مین نہین آنیکی اسواسطے اسکی مثال کے لیے ہم ایک معشوق مخلوق مین سے
فرض کرتے ہین کہ اُسنے اپنے عاشقون کے سامنے یہ بات کہی کہ ہمارا ارادہ ہی کہ اپنے دوستون اور دشمنون مین تمیز کرین اور اسکے لیے ایک
سچی آزمایش مقرر کرین یعنے اول فلان عاشق کی طرف قصد کرین اور اُسکو آشنا سا دین اور مارین کہ وہ ہمکو گالیان دینے کو مضطر ہو پس جب وہ گالیان
دینے لگیگا تو ہم اُس سے بغض کرینگے اور اُسکو اپنا دشمن جانینگے پھر جنکو وہ محبوب جانیگا ہمکو معلوم ہوجاویگا کہ وہ ہمارا دشمن ہی اور جس سے وہ بغض
رکھیگا اُسکی محبت اور صدق کا حال معلوم ہوجاویگا پھر اُسنے جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا اور اُسکی مراد بھی پوری ہوئی یعنی جسکو مارا اور ستایا اُسنے گالیان
دین جو بغض کا سبب تھین اور بغض بھی ہوگیا جو عداوت کا باعث ہی اس صورت مین جو شخص اُسکا عاشق صادق اور شروط محبت سے واقف ہو
اُسکو چاہیے کہ معشوق سے یون کہے کہ جان من تم نے جو تدبیر اس شخص کے ایذا کی اور مارنے کی اور نکالنے کی اور بغض وعداوت پر آمادہ کرنے کی کی
یہ سب مجکو پسند ہی اور مین اُس سے راضی ہون کیونکہ وہ تیری تجویز وتدبیر وفعل وارادہ ہی مگر اُس شخص نے جو مجکو گالی دی تو اُسکی طرف سے زیادتی ہی
کیونکہ اُسکو شایان تھا کہ صبر کرتا اور گالی نہ دیتا مگر چونکہ تیری مراد اُسکی ضرب سے یہی تھی کہ کسی طرح گالی منھ سے نکالے جو سبب غصہ کا ہو تو یہ فعل اس
جہت سے کہ تیری مراد وتدبیر کے موافق ہوا مین اسپر راضی ہون اگر تیری مراد حاصل نہوتی تو تیری تدبیر مین نقصان اور مطلوب مین تاخیر ہوتی یہ بات
مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی کہ تیری مراد تجکو نہ ملے لیکن اس نظر سے کہ یہ فعل اس شخص کا وصف اور کسب ہی اور اُسکی زیادتی اور گستاخی ہی کہ اپنے
خوبصورت کا مقابلہ کیا بلکہ مقتضا تیرے جمال کا یہ تھا کہ مار کو برداشت کرتا اور گالی نہ دیتا تو البتہ اُسکی زیادتی کو مین برا جانتا ہون اور تو جو اُسکو گالیون کے
باعث دشمن جانتا ہی تو مین اسپر راضی اور اسکو پسند کرتا ہون کیونکہ تیری مراد ہی اور تیری موافقت کے باعث مین اُس سے بغض بھی رکھتا ہون اسلیے
کہ شرط محبت یہ ہی کہ محبوب کے حبیب کا دوستدار اور اُسکے دشمن کا دشمن ہو اور وہ جو تجسے بغض رکھتا ہی تو اسوجہ سے کہ تو نے اسپر دوامی بغض مسلط
کیے اور اپنے نفس سے دور کرنے کا ارادہ کیا مین اسپر راضی ہون مگر اس وجہ سے کہ وہ بغض اس شخص کا وصف اور کسب اور فعل ہی اُسکو برا جانتا ہون
غرضکہ ان امور مین سے ہر ایک چیز کو معشوق کی طرف منسوب کرنے سے اچھا جانتا ہی اور مجرم کیطرف نسبت کرنے سے برا اور تناقض اسمین ہی کہ یون
کہے کہ راضی بھی اسی نظر سے ہون کہ تیری مراد ہی اور برا بھی اسی نظر سے جانتا ہون کہ تیرا مقصود ہی اور جب اُسکو اس نظر سے مکروہ جانا کہ وہ دوسرے
کا کسب اور وصف اور فعل ہی نہ معشوق کی مراد ہونے کی جہت سے تو اسمین کسی طرح کی خرابی نہین اور ایسا ہو سکتا ہی کہ آدمی ایک چیز کو ایک وجہ سے
برا جانے اور دوسری وجہ سے اُس سے راضی ہو اسکی نظیرین بیشمار ہین اب ہم اپنے مطلب اصلی پر رجوع کرنا چاہیے کہ جب خداے تعالی نے بندے پر
لوازم شہوات کے مسلط کر دیے یہانتک کہ وہ معصیت سے محبت کرنے لگا اور محبت کے مارے مرتکب معصیت ہوا تو یہ ایسا ہی ہی جیسا مثال مذکورہ
بالا مین معشوق نے اپنے عاشق کو اتنا مارا کہ مار کے باعث اُسکو غصہ آیا اور غصہ کے باعث گالیان دین اور خداے تعالی جو اپنی نافرمانی کرنے
والے سے خفا ہوتا ہی تو گو اُسکی خطا خداے تعالی کی ہی تدبیر سے ہوتی ہی مگر وہ ایسی ہی ہی جیسے معشوق اپنے گالی دینے والے سے بغض کرے ہر چند
گالیان اُسنے معشوق کی تدبیر سے دی تھین نہ وہ ویسے اسباب اختیار کرتا نہ وہ بیچارہ گالیان دیتا۔ اور اللہ تعالی جو ہر ایک اپنے بندے کے
ساتھ ہی کرتا ہی یعنی دواعی معصیت کو اُسپر مسلط کر دیتا ہی اس سے صاف ظاہر ہی کہ اُسکی مشیت اُس بندے کے دور کرنے اور اُسپر خفگی کرنے کے لیے پہلے
ہوچکی ہی پس جو بندہ کہ اللہ تعالی سے محبت رکھتا ہی اُسپر واجب ہی کہ جس سے خداے تعالی بغض رکھے اُس سے وہ بھی بغض رکھے اور جسپر وہ غصہ ہو اُسپر
وہ بھی غصہ ہو اور جسکو وہ اپنی درگاہ سے دور کردے اُس سے وہ بندہ محب بھی عداوت کرے گو وہ مجرم خداے تعالی کی قدرت اور قہر سے مخالف
اور دشمن زبردستی ہوا ہی لیکن پھر بھی ملعون اور مردود درگاہ تو ہی اسواسطے جتنے اُس جناب تعالی کے محب ہین اُن سب کی نظرون مین اسکا مبغوض
اور ممقوت ہونا ضرور ہی تاکہ محبوب کی موافقت پائی جاوے کہ جسپر اُسنے اپنا غضب ظاہر کیا اور درگاہ سے دور کر دیا اُسپر عاشق بھی اپنا غضب ظاہر
کرے۔ اور اس تقریر سے حقیقی روایتین کہ اخبار کی ہین یعنی بغض فی اللہ اور حب فی اللہ اور کافرون پر سختی کرنی اور اُنسے کرا رہنا اور ناراضی

کے باب میں تاکید کا ذکر ہے باوجود قضاء اللہ پر راضی رہنے کے درست ہو جاتے ہیں یعنی انہیں رضا سے یہی مقصود ہے کہ رضا اس اعتبار سے ہے کہ وہ افعال منسوب بخدائے
تعالیٰ کی طرف ہیں اور یہ سب باتیں اسناد از تقدیر کے معاملے سے چاہتی ہیں جنکے افشا کی اجازت نہیں اور وہ یہ ہے کہ خیر و شر دونوں داخل مشیت اور ارادہ
ہیں مگر شر مراد اور مکروہ ہے اور خیر مطلوب اور مرضی یعنی پسندیدہ پس جو شخص یہ کہے کہ شر خدائے تعالیٰ کیطرف سے نہیں وہ جاہل ہے اسی طرح جو یہ کہے کہ خیر
شر دونوں خدائے تعالیٰ کیطرف سے ہیں اور ان میں کچھ فرق رضا اور کراہت کا نہیں وہ بھی قصور وار ہے اور اسکو مفصل شرح وار بیان کرنے کی اجازت
نہیں لہذا اس سے سکوت اولیٰ ہے اور یہی مناسب ہے کہ جسطرح شریعت حکم دے وہی طریق اختیار کرنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
ان القدر سر اللہ فلا تفشوہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ معاملہ علم مکاشفہ سے متعلق ہے اور یہاں ہمکو مقصود یہ تھا کہ بیان کریں کہ قضاء اللہ پر راضی ہونا اور گناہوں
کو برا سمجھنا باوجودیکہ وہ بھی قضاء اللہ ہی سے ہیں ایک ساتھ ممکن ہے چنانچہ اسکا بیان بخوبی کر دیا اور ظاہر ہوا کہ رضا اور کراہت کا جمع ہونا ممکن ہے
سو تقدیر کے افشا کی بھی ضرورت نہوئی - اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہوں سے بچنے اور انکی مغفرت اور عفو کے لیے دعا مانگنی یا اور اسباب
جو دین پر معین ہوں انکی درخواست کرنی قضاء اللہ پر رضا کے خلاف نہیں اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دعا کو بندوں کے لیے عبادت مقرر فرمایا ہے تو
اسلیے ہے کہ دعا کے باعث انسے ذکر صاف نکلے اور دل میں مسکنت پیدا ہو اور رقت اور تضرع آوے جسکے باعث دل کی جلا ہو اور سبب کشف اور
سبب پے در پے ہونے لطف کی افزونیوں کا ہو جیسے آبخورے کا اٹھانا اور پانی پینا بنابر قضاء اللہ کے خلاف نہیں اسلیے کہ پانی کا ڈھونڈھنا اور
پینا پیاس دور کرنے کے لیے خواہ دوسرے سبب کا مباشر ہونا جسکو مسبب الاسباب نے کسی دوسری چیز کے لیے بنایا ہے رضا کے خلاف نہیں
اسی طرح دعا بھی ایک سبب ہے جسکو خدائے تعالیٰ نے مفتاح اور موجب جلائے قلب وغیرہ کا بنایا ہے اور اسکے لیے امر فرمایا پس دعا کرنا کیسے
رضا کے خلاف ہوگا اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ اسباب پر موافق عادت الٰہی کے تمسک کرنا مخالف توکل کے نہیں چنانچہ اسکا بیان مشرح
باب التوکل میں لکھ چکے اسی طرح رضا کے بھی منافی نہیں کیونکہ رضا ایک مقام متصل توکل کے ہے - ہاں مصیبت کا ظاہر کرنا شکایت کے
طور پر اور دل میں اسکو خدائے تعالیٰ کیطرف سے برا جاننا رضا کے خلاف ہے مگر بلا کا ظاہر کرنا شکر کے طور پر اور قدرت الٰہی کے منکشف ہونے کے طور پر خلاف نہیں بعض
اکابر فرماتے ہیں کہ قضاء اللہ پر رضا کی خوبی میں داخل ہے کہ شکایت کے طور پر گرمیوں میں یوں نہ کہے کہ یہ دن بہت گرم ہے مگر جاڑوں میں یہ کہنا داخل شکر ہے اور اسکا برعکس
بحال رضا کے خلاف ہے - غذا کو برا کہنا اور عیب لگانا بھی رضا کے خلاف ہے کہ مذمت کسی چیز کی مذمت اسکے بنانیوالے کی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ سب چیزیں اسی کی بنائی ہوئی
ہیں اور اگر کوئی یوں کہے کہ فقیری بلا و محنت ہے اور عیال رنج و مشقت اور پیشہ وری اندوہ و کلفت تو یہ قول بھی رضا میں خلل انداز ہے بلکہ چاہیے کہ
تدبیر و مملکت کو مدبر اور مالک کے سپرد کر دے اور وہ قول کہے جو حضرت عمر رض فرمایا کرتے تھے کہ میں نہیں پرواکرتا خواہ فقیر ہو جاؤں یا تونگر اسواسطے کہ میں
نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے میرے حق میں کون سی بہتر ہے

چوتھا بیان اس باب میں کہ ان شہروں سے بھاگنا جہاں گناہوں کا ظہور ہو اور گناہوں
کی مذمت کرنی رضا میں خلل انداز نہیں - واضح ہو کہ کم فہم آدمی کبھی یہ خیال کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وباء طاعون والے شہر سے نکلنے کو منع فرمایا ہے
تو آپ کا منع فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس شہر میں گناہ ظاہر ہوتے ہوں وہاں سے بھی نکلنا نہ چاہیے اسواسطے کہ دونوں صورت میں قضاء اللہ سے
بھاگنا لازم آتا ہے اور یہ بات نہیں ہے بلکہ نہی کی علت بعد ظہور طاعون کے یہ ہے کہ اگر یہ باب مفتوح ہو تو تندرست لوگ تو شہر سے چلے جاویں اور بیمار آدمی تیمار
کوئی انکا خبر گیران نہو لاغری اور مرض سے تباہ ہو جاویں اور اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو مشابہت صف قتال سے بھاگنے کے ساتھ دی
تھی اور اگر یہ بھی اسی جہت سے ہوتی کہ قضا سے بھاگنے کی صورت ہے تو جو شخص شہر وبا کے قریب پہونچ جاتا ہے اسکو وہاں سے پھر جانے کی کیوں اجازت
دیتے اور اسکا حال ہمنے باب توکل میں لکھا ہے اور جب علت نہی کی معلوم ہو گئی تو ظاہر ہوا کہ جن شہروں میں ظہور گناہوں کا ہو وہاں سے بھاگنا قضا سے
بھاگنے میں داخل نہیں بلکہ جس چیز سے بھاگنا ضرور ہے اس سے بھاگنا بھی داخل حکم الٰہی ہے - اسی طرح ان مواضع کی مذمت جو گناہوں پر برانگیختہ
کریں اور ان اسباب کی برائی جو موجب معصیت ہوں لوگوں کے علیحدہ کرنے کے واسطے بیان کرنی مذموم نہیں سلف کے صلحا اکثر اس بات کے عادی

ح تقدیر اسرار الٰہی سے ہے [illegible] اسکا افشا [illegible] روایت [illegible] ح

اس امر کی حدیث گذری آداب سفر وغیرہ میں ۱۲ صح اور یہ گذر چکی ۱۲

رہے ہین یہانتک کہ ایک جماعت نے بغداد کی بُرائی پر اتفاق کیا تھا اور سب سے ظاہر کرتے تھے اور اُس سے بھاگنے کی تلاش مین رہتے تھے چنانچہ حضرت
ابن مبارک رح فرماتے تھے کہ مین مشرق اور مغرب مین پھرا کوئی شہر بغداد سے زیادہ بُرا نہین دیکھا لوگون نے پوچھا کہ وہ شہر کیسا ہی آپنے فرمایا کہ اُسمین خدا کی
کی نعمت کی حقارت ہوتی ہی اور اُسکی نافرمانی کو ادنیٰ بات سمجھتے ہین اور جب کہ آپ خراسان مین تشریف لائے تو لوگون نے بغداد کا حال آپسے پوچھا
آپ نے فرمایا کہ مین نے اُسمین صرف تین قسم کے لوگ دیکھے یا سپاہی غضبناک یا سوداگر حسرت خوردہ یا قاری حیرت زدہ - اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ یہ
قول اُنکا غیبت تھا اسلیے کہ آپ نے کسی شخص معین کا تو نام لیا ہی نہین کہ اُسکو اس سے ضرر ہو نہ کسی بغدادی کو ہدف بنایا بلکہ آپ کا قصد اس بیان سے
لوگون کا ڈرانا تھا اور جب آپ مکہ کو تشریف لیجاتے تو بغداد مین اسقدر ٹھہرتے کہ قافلہ سولہ روز مین تیار ہو جاتا آپ سولہ روز کے ٹھہرنے کی عوض مین
سولہ دینار خیرات کر دیتے دن پیچھے ایک دینار پڑ جاتا - اور بعض لوگ عراق کو بُرا کہتے تھے مثلاً حضرت عمر بن عبد العزیز اور حضرت کعب احبار رض عراق کو
بُرا کہا کرتے تھے - اور حضرت ابن عمر رض نے اپنے ایک غلام سے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہی اُسنے عرض کیا کہ عراق مین آپ نے فرمایا کہ تیرا وہان کیا کام ہی
مین نے یون سُنا ہی کہ جو شخص عراق مین رہتا ہی اُسکے پیچھے اللہ تعالیٰ کوئی بلا لگا دیتا ہی اور حضرت کعب احبار رض نے ایک روز عراق کا ذکر فرمایا تو کہا کہ
اُسمین دس حصون مین سے نو حصہ بُرائی ہی اور اُسمین درد لا علاج ہی اور یہ بھی کسی بزرگ کا قول ہی کہ خیر کے دس حصہ ہوے اُسمین سے نو حصہ شام مین
ہین اور ایک حصہ عراق مین اور شر کے دس حصون مین سے نو حصے عراق مین ہین اور ایک حصہ شام مین اور بعض محدثین کہتے ہین کہ ہم ایک روز
فضیل بن عیاض رح کی خدمت مین تھے اتنے مین ایک صوفی عبا پہنے آیا آپ نے اُسکو اپنے برابر بٹھلایا اور اُسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمھارا
مکان کہان ہی اُسنے کہا کہ بغداد مین آپ نے اُس سے منھ پھیر لیا اور فرمایا کہ ہمارے پاس لوگ لباس تو راہبون کا سا پہنکر آتے ہین اور جب ہم اُنسے
پوچھتے ہین کہ کہان رہتے ہو تو کہتے ہین کہ ظالمون کے گھونسلے مین رہتے ہین - اور حضرت بشر بن الحارث رح فرمایا کرتے کہ بغداد مین جو عابد ہوا چاہیے
وہ ایسا ہی کہ پاخانے مین عابد بنے - اور فرماتے کہ مین جو یہان مقیم ہون میری اقتدا یہان کے رہنے مین مت کرو جسکا دل باہر جانے کو ہو چلا جاے
اور حضرت احمد بن حنبل رح فرمایا کرتے کہ اگر ان بال بچون کا تعلق ہمسے نہوتا تو ہم تو اس شہر مین نہ رہتے لوگون نے پوچھا کہ پھر کہان رہتے آپ نے
فرمایا کہ پہاڑ کی گھاٹیون مین جا رہتے اور کسی بزرگ سے جو حال بغداد کے باشندون کا پوچھا تو اُنھون نے فرمایا کہ وہان کا زاہد ریاکار زاہد ہی اور شریر بھی
پکا شریر ہی پس ان روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص ایسے شہر مین پھنس جاوے جسمین معاصی کی کثرت اور خیر کی قلت ہو تو اُسکو وہان ٹھہرنے کا کچھ
عذر نچاہیے بلکہ وہان سے ہجرت کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا پس اگر ہجرت کا مانع اُسکو عیال وغیرہ ہو تو
وہان کے رہنے پر راضی نہونا چاہیے نہ اطمینان قلبی اُس جگہ کیطرف کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ برشتہ خاطر ہو کر یہ دعا مانگتا رہے ربنا اخرجنا من ہذہ القریۃ
الظالم اہلہا اور اسکی وجہ یہ ہی کہ ظلم جب کثرت سے ہوتا ہی تو مصیبت آتی ہی اور سب کو تباہ کر دیتی ہی گیہون کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہی مطیع لوگ بھی
مارے پڑتے ہین اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ غرضکہ کسی چیز مین اسباب نقص دین سے رضا سے مطلق نہین مگر
صرف اس جہت سے کہ وہ منسوب فعل الٰہی سے ہی اور خود اُنسے رضا کی کسی حال مین کوئی وجہ نہین - اور اگر تین شخص تین مقام کے ہون یعنی ایک تو
اس درجے کا ہو کہ موت کو شوق دیدار الٰہی کے واسطے محبوب جانتا ہو اور دوسرا زندگی کو اپنے مولیٰ کی خدمت کے لیے اچھا سمجھتا ہو اور تیسرا کہتا ہو
کہ مین پسند نہین کرتا جو کچھ خداے تعالیٰ میرے حق مین پسند کرے مین اُسی پر راضی ہون تو علما کو اختلاف ہی کہ ان تینون شخصون مین سے افضل کون سا ہی
اور یہ مسئلہ کسی عارف سے جو پوچھا گیا تو اُنھون نے فرمایا کہ رضا والا شخص افضل ہی اسلیے کہ اُن سب مین سے فضول مین کم وہی ہی - اور ایک روز وہیب
بن الورد اور سفیان ثوری اور یوسف بن سباط اکٹھے ہوے حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ آج سے پہلے مجکو اچانک موت بُری معلوم ہوتی تھی مگر
آج مین چاہتا ہون کہ مر جاؤن حضرت یوسف بن سباط نے اُسکے سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہی کہ مین فتنے سے ڈرتا ہون اُنھون نے کہا کہ مجھے تو
زیادہ جینا بُرا نہین معلوم ہوتا حضرت سفیان رح نے پوچھا کہ کیون اُنھون نے فرمایا کہ اس توقع سے کہ شاید کوئی روز ایسا ملجاوے جسمین مجکو توبہ نصیب ہو

اور کوئی نیک عمل کرون پھر حضرت شاہ رحمہ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہین انھون نے فرمایا کہ مین تو کچھ پسند نہین کرتا جو کچھ اللہ جل شانہ کو محبوب ہو وہی مجکو محبوب ہی خواہ زندہ رکھے یا وفات دے حضرت سفیان ثوری رحمہ نے انکی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ بخدا یہ [illegible] حال ہی

پانچوان بیان عاشقون کی کچھ حکایات اور انکے اقوال ومکاشفات کے ذکر مین

بعض عارفین سے کسی نے پوچھا کہ تم محب ہو انھون نے کہا کہ مین محب نہین ہون بلکہ محبوب ہون محب تو مشقت زدہ ہوتا ہی اور انھین سے کسی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہین کہ تم ساتون مین سے ایک ہو انھون نے کہا کہ مین پورا ساتون ہون اور یہ بزرگ فرمایا کرتے کہ جب تم نے مجکو دیکھ لیا تو چالیس ابدال کو دیکھ لیا لوگون نے کہا کہ آپ تو ایک ہی ہین یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ ایک کا دیکھنا چالیس کے دیکھنے کے برابر ہو انھون نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ مین نے چالیس ابدال کو دیکھا ہی اور ہر ایک ابدال سے ایک خلق انکے اخلاق مین سے حاصل کیا ہی۔ اور انسے کسی نے سوال کیا کہ ہمنے سنا ہی کہ آپ خضر علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے ہین آپ نے تبسم کیا اور کہا کہ جو شخص خضرع کو دیکھے اس سے تعجب کیا ہی بلکہ تعجب ایسے شخص سے ہی کہ خضر اسکو دیکھنا چاہین اور وہ چھپ جاوے۔ اور حضرت خضرؑ سے مروی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ جب کبھی کسی دن میرے دل مین یہ خطرہ ہوا ہی کہ اب کوئی اللہ کا ولی ایسا نہین رہا جسکو مین نجانتا ہون اسی روز مجکو ایسا ولی ملا ہی کہ پہلے سے مین اسکو نجانتا تھا۔ اور حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ سے ایکبار کسی نے عرض کیا کہ ابتدا کا مشاہدہ جو آپ کو ہوتا ہی اسکا حال ہمسے ارشاد فرمائیے آپ نے چیخ ماری اور فرمایا کہ تمھاری شان کے شایان نہین کہ تم اسکو جانو لوگون نے عرض کیا کہ خداے تعالی کے باب مین جو سخت سے سخت مجاہدہ آپ نے اپنے نفس پر کیا ہو وہ کہدیجیے آپ نے فرمایا کہ تم کو اس سے واقف کرنا بھی جائز نہین انھون نے عرض کیا کہ تو شروع طریقت مین جو کچھ اپنے نفس کی ریاضت آپ کیا کرتے تھے وہی فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ہان اسطرح سے کہ مین نے اپنے نفس کو خداے تعم کیطرف بلایا اسنے سرکشی کی مین نے اسکو قسم دیدی کہ ایک برس نہ پانی پیونگا نہ خواب کا ذائقہ چکھونگا پس نفس نے اسکو پورا کر دیا۔ اور یحیی بن معاذ رحمہ روایت کرتے ہین کہ مین نے ابو یزید رحمہ کو نماز عشا کے بعد انکے بعض مشاہدات مین دیکھا کہ صبح صادق تک اس صورت سے بیٹھے رہے کہ گھٹنے زمین پر رکھے پنجون کے بل تلوے اور ایڑیان زمین سے اٹھالے ٹھوڑی کو سینے سے لگا کے دونون آنکھین کھلی ہوئی ذرا نہ جھپکاتے تھے جب صبح قریب ہوئی تو آپ نے ایک بڑا سجدہ کیا پھر بیٹھے اور جناب باری مین عرض کیا کہ الہی کچھ لوگون نے تجھسے مانگا اور تونے انکو پانی پر اور ہوا مین چلنا عنایت فرمایا وہ لوگ اسی پر راضی ہوے اور مین تجھسے ان امور سے پناہ مانگتا ہون اور بعض لوگون نے تجھسے درخواست کی تونے انکو زمین کا طی کرنا مرحمت کیا اور وہ اسپر راضی ہوے اور مین اس سے تجھسے پناہ مانگتا ہون اور ایک قوم نے جو تجھسے سوال کیا تو تونے انکو زمین کے خزانے دیدیے اور وہ خوش ہو گئے مگر مین تجھسے انسے بھی پناہ مانگتا ہون یہانتک کہ کچھ اوپر بیس مقام کرامات اولیا کے آپ نے اپنی دعا مین شمار کیے پھر جو میری طرف التفات فرمایا اور دیکھا تو فرمایا کہ یحیی ہی مین نے عرض کیا کہ خادم حاضر ہی ارشاد فرمایا کہ تو یہان کب سے ہی مین نے عرض کیا کہ بڑی دیر سے حاضر ہون آپ چپ ہو رہے مین نے عرض کیا کہ مجھسے کچھ حال بیان فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو تیرے حال کے مناسب ہی وہ کہتا ہون وہ یہ ہی کہ خداے تعم نے مجکو فلک اسفل مین داخل کیا اور ملکوت سفلی مین مجکو پھرایا اور زمینون اور تحت الثری کی سیر کرائی پھر فلک علوی مین داخل کیا اور آسمانون مین مجکو پھرایا اور جنت سے لیکر عرش تک جو چیزین آسمانون مین تھین سب مجھکو دکھائین پھر مجکو اپنے سامنے کھڑا کرکے ارشاد فرمایا جونسی چیزین تونے دیکھین انمین سے جو مانگیگا مین تجکو دیدونگا مین نے عرض کیا کہ خداوندا مین نے کوئی چیز ایسی نہین دیکھی جسکو مین اچھا جانتا ہون اور تجھسے اسکو مانگون فرمایا کہ تو میرا بندہ سچا ہی تو ٹھیک میرے ہی واسطے میری عبادت کرتا ہی مین تیرے ساتھ یہ کرونگا اور یہ کرونگا بہت سی باتین فرمائین یحیی بن معاذ کہتے ہین کہ مجکو اس بات سے ہول آئی اور اس سے بھر گیا اور تعجب کیا اور عرض کیا کہ حضور آپنے خداے تعم سے اسکی معرفت کا سوال کیون نہ کیا آپ کو آخر تو اس شاہنشاہ کا حکم تھا کہ مانگ کیا مانگتا ہی حضرت ابو یزید نے مجھپر ایک چیخ ماری اور فرمایا چپ رہ مجکو اپنے نفس سے خداے تعم پر غیرت آئی کہ اسکے سوا اور کوئی اسکو نہ پہچانے اسکی معرفت غیر کو مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی سچ ہی شعر باسایہ ترا نمی پسندم ۔ عشق ست وہزار بدگمانی ۔ اور روایت ہی کہ ابو تراب نخشبی رحمہ کسی مرید پر نازان تھے اسکو اپنے پاس جگہ دیتے اور اسکی خدمت کرتے اور وہ عبادت مین مشغول رہتا ایک روز اسکو ابو تراب نے فرمایا کہ ابو یزید بسطامی کی ملازمت کرلے اسنے کہا کہ

مجکو اسکی حاجت نہین جب انھون نے بہت اصرار کیا تو مرید کو ایک جوش آگیا اور کہا کہ مین ابو یزید کو کیا کرونگا مین نے خداے تعالی کو دیکھا ہی اسنے مجکو ابو یزید کے دیکھنے سے بے پروا کر دیا ابو تراب کہتے ہین کہ جب تو میری طبیعت بھی بگڑ گئی اور نفس قابو مین نرہا اور بول اٹھا کہ خداے تعالی کے دیکھنے پر مغرور ہوتا ہی اگر ابو یزید کو ایکبار دیکھیگا تو خداے تعالی کو ستر بار دیکھنے سے تیرے حق مین زیادہ مفید ہوگا وہ مرید بہت حیران ہوا اسنے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہی ابو تراب نے کہا کہ تو خداے تعالی کو اپنے پاس دیکھتا ہی تو وہ تیری مقدار کے موافق ظاہر ہوتا ہی اور ابو یزید کو تو خداے تعالی کے پاس دیکھیگا کہ اسکے لیے اسکی مقدار کے موافق ظہور ہوگا اسنے اس قول کا بھید معلوم کر لیا اور کہا کہ مجکو انکے پاس لیچلو ابو تراب نے یہان ایک بڑا قصہ لکھا ہی اسکے آخر مین لکھا ہی کہ ہم جا کر ایک ٹیلے پر کھڑے ہوے اس انتظار مین کہ ابو یزید بیشہ سے نکلین کیونکہ وہ ان دنون درندون کے جنگل مین رہا کرتے تھے اسی اثنا مین حضرت ابو یزید ایک پوستین اپنی کمر پر ڈالے نکلے مین نے اس جوان سے کہا کہ یہ ہین ابو یزید انکی طرف دیکھ اسکا دیکھنا تھا کہ اسنے پچھاڑ کھائی پھر جو ہم نے اسکو ہلایا تو مردہ پایا ہم سب نے ملکر اسکو دفن کیا اور مین نے حضرت ابو یزید رح سے عرض کیا کہ حضرت آپکی طرف دیکھنے سے یہ شخص مرگیا آپ نے فرمایا کہ یہ بات نہین بلکہ تیرا مرید سچا تھا اور اسکے دل مین ایک بھید پوشیدہ تھا کہ اسکا وصف اسپر منکشف نہین ہوا تھا جب اسنے مجکو دیکھا تو اسکے دل کا بھید کھل گیا اسکو تاب اسکی برداشت کی نہوئی اسلیے کہ وہ ضعیف مریدون کے مقام مین تھا اسی سے مارا پڑا۔ اور جبکہ زنگی بصرے مین داخل ہوے اور کشت و خون کیا اور مال غارت کیا حضرت سہل رح کے مرید انکے پاس جمع ہوے اور آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ خداے تعالی سے دعا کیجیے کہ انکو دفع کرے آپ چپ ہو رہے پھر فرمایا کہ اس شہر مین اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اگر ظالمون پر بد دعا کرین تو کوئی ظالم زمین کے پردے پر صبح تک زندہ نرہے ایک ہی رات مین سب کا خاتمہ ہوجاوے مگر وہ بد دعا نہین کرتے سبھون نے پوچھا کیون آپ نے فرمایا اسوجہ سے کہ جو چیز خداے تعالی کو اچھی نہین معلوم ہوتی اسکو وہ بھی اچھی نہین سمجھتے پھر دعا کے قبول ہونے مین چند اشیا ذکر فرمائین جنکا ذکر نہین کیا جاسکتا یہانتک کہ یہ بھی کہا کہ اگر وہ اللہ تعالی سے درخواست کرین کہ قیامت بپا نکرے تو خداے تعالی اسکو کبھی نہ قائم کرے۔ اور یہ باتین نادرات تو ممکن ہین پس جس شخص کو انمین سے کچھ بھی بہرہ نہوا اسکو چاہیے کہ انکی تصدیق اور ایمان سے تو خالی نہو یعنی اسی قدر کی تصدیق کرے کہ ممکن ہین اسلیے کہ قدرت خداے تعالی کی وسیع اور اسکا فضل عام اور ملک و ملکوت کے عجائب بہت ہین اور خداے تعالی کے مقدورات کی کچھ انتہا نہین اور اسکا فضل جو برگزیدہ بندون پر کرتا ہی اسکی بھی کچھ حد نہین اور اسی جہت سے حضرت ابو یزید فرمایا کرتے تھے کہ اگر تجکو حضرت موسی علیہ السلام کی سی مناجات اور حضرت عیسی علیہ السلام کی سی روحانیت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی خلت عنایت فرمادے تو اور اس سے زیادہ طلب کر اسلیے کہ اسکے پاس کچھ کمی نہین ان مراتب سے صدہا گنا زیادہ اسکے پاس موجود ہین اگر تو کسی درجے پر مطمئن ہوجاویگا تو اسی سے تیرا حجاب کر دیگا۔ اور یہ بلا انھین لوگون کے لیے ہی جو انکا سا حال رکھتا ہو اسواسطے کہ وہ بڑے درجے کے لوگ ہین۔

اور بعض عارفین فرماتے ہین کہ مجکو مکاشفہ مین ایسا معلوم ہوا کہ چالیس حورین ہوا مین اڑتی ہین اور انپر لباس اور زیور سونے اور چاندی اور جواہر کا چھن چھن بولتا ہی اور انکے ساتھ ساتھ پھرتا ہی مین نے انکو ایک نظر دیکھ لیا اسکے عوض مین چالیس روز کی سزا مجکو ملی پھر بعد اسکے ایسی حورین نظر آئین کہ پیشتر کی حورون سے حسن و جمال مین زیادہ تھین اور مجھسے کہا گیا کہ انکی طرف دیکھ مین نے اپنی آنکھین بند کرلین اور سجدہ کیا اور عرض کیا کہ الہی تجھسے مین تیرے سوا انسے پناہ مانگتا ہون مجکو انکی حاجت نہین اسی طرح مین تضرع کرتا رہا یہانتک کہ اللہ تعالی نے میرے پاس سے انکو ہٹا لیا پس مومن کو چاہیے کہ اسطرح کے مکاشفات کا انکار نکرے اسوجہ سے کہ اپنے آپ کو ویسا کیون نہین ہوتا اور اگر یہی ہوا کرے کہ ہر کوئی وہی بات مانا کرے جو اسکے نفس تنگ و تاریک مین مشاہدہ ہوجاوے تو راہ ایمان بالکل تنگ ہوجاویگی۔ یہ حالات اسطرح کے نہین کہ جلد ظاہر ہون بلکہ یہ حالات بعد بہت گھاٹیون کے گذرنے اور مقامات کثیرہ کے حاصل ہونے کے ظاہر ہوا کرتے ہین ان مقامات مین سے ادنی اخلاص کا کرنا اور حظوظ نفس اور ملاحظہ خلق کو تمام اعمال ظاہری اور باطنی سے نکالڈالنا پھر اسامر کو لوگون سے خفیہ رکھنا اور گوشہ گمنامی مین مستور رہنا ہی پس یہ باتین ان لوگون کی سلوک کے اوائل اور مقامات کے آغاز کی ہین جو لوگون مین سے بہتر پرہیزگارون مین بھی کمتر موجود ہین اور دل کو کدورات التفات سے صاف کرنے کے بعد اسپر نور یقین کا فیض ہوتا ہی

اور مبادی حق کے منکشف ہونے لگتے ہین اور بدون تجربہ اور سلوک طریق کے اسکا انکار کربیٹھنا ایسا ہی جیسے کوئی کہے کہ صورت کا منکشف ہونا لوہے مین گو وہ جلا کیا جاوے اور آئینہ کی صورت کا کر دیا جاوے ممکن نہین اسکے انکار کی وجہ یہی ہو کہ اپنے ہاتھ کے لوہے کو جسپر زنگ اور میل چڑھا ہو دیکھتا ہو کہ اسمین تو کوئی صورت اُبھتی ہی نہین اسلیے اُسنے اسوقت کے انکشاف کا بھی انکار کیا جب اسکو جلا کرکے جوہر نکالا جاوے مگر اس امر کا انکار نہایت جہل اور گمراہی ہو یہی حکم اُس شخص کا ہو جو کرامات اولیا کا منکر ہوا اسلیے کہ اُسکے پاس اور تو کوئی دلیل نہین بجز اسکے کہ خود اُس کیفیت سے قاصر ہو اور جسکو اُسنے دیکھا اُسکو قاصر پایا الا یہ حجت انکار قدرت الٰہی نہایت خراب ہو مکاشفے کی خوشبو وہ شخص سونگھتا ہو جو کچھ بھی مبادی طریقت مین سے چلا ہو اور جب تک وہ راہ ہی نہین چلیگا تب تک کیا جانیگا کہ اُس راہ مین کیا کیا ہوتا ہو حضرت بشر رحمہ سے کسی نے پوچھا کہ تم اس مرتبے پر کیسے پہونچے آپنے فرمایا کہ مین خداے تعالی سے دعا مانگا کرتا تھا کہ میرا حال خفیہ رکھے کسی پر ظاہر نکرے۔ اور روایت ہو کہ اُنھون نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور اُنسے کہا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ خداے تعالی تم پر اپنی طاعت آسان کرے پھر کہا کہ اور کچھ دعا کیجیے اُنھون نے فرمایا کہ خداے تعالی اُس طاعت کو خلق سے پوشیدہ رکھے یا یہ کہ اُس طاعت کو خود تجھسے خفیہ رکھے کہ تو اُسپر التفات نکرے۔ اور بعض اکابر سے مروی ہو کہ مجکو شوق حضرت خضرؑ کے دیکھنے کا بہت ہوا مین نے ایکبار اللہ تعالی سے دعا مانگی کہ آنکی زیارت مجکو کرادے تاکہ مجھے وہ بات تعلیم کرین جو سب سے زیادہ میرے لیے مہم ہو خداے تعالی نے میری دعا قبول فرمائی اور اُنکی زیارت مجکو ہوئی اُسوقت مجکو اور کچھ نہ سوجھی مین نے یہی کہا کہ ای ابو العباس آپ مجکو ایسی چیز سکھائیے کہ جب مین اُسکو پڑھون تو لوگون کے دلون سے محجوب ہو جاؤن اُنکے دلون مین میری کچھ قدر نرہے اور میری نیک بختی اور دیانت کو کوئی نہ جانے اُنھون نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کر اللھم اسبل علی کثیف سترک وحط علی سرادقات حجبک واجعلنی فی مکنون غیبک واحجبنی عن قلوب خلقک پھر آپ غائب ہو گئے مین نے اُنکو پھر دیکھا نہ کبھی مشتاق ہوا مگر جو دعا اُنھون نے سکھائی تھی اُسکو ہمیشہ پڑھتا رہا۔ بیان کرتے ہین کہ اُس دعا کی تاثیر اُنپر اتنی ہوئی کہ ذلت و اہانت اور بیقدری اسحد کو پہونچی کہ ذمی لوگ بھی اُنسے تمسخر کیا کرتے اور بیگار مین پکڑ کر اپنا بوجھ اُنکے سر پر رکھتے اور چونکہ اُنکی وقعت کچھ اُنکی نظرون مین نہ تھی یہ سب کچھ برداشت کرتے لڑکے اُنکا کھیل بناتے حاصل یہ کہ اُنکے دل کا چین اور درستی حال ذلت اور گمنامی مین تھی یہ حال اولیاء اللہ کا تھا اُنکی تلاش بھی ایسے ہی لوگون مین چاہیے اور مغالطہ کھانیوالے لوگ اُنکو ایسے شخصون مین تلاش کرتے ہین جو پیوندکار گدڑیان اور چادرین پہنتے ہون اور علم اور ورع اور ریاست کی راہ سے خلق مین مشہور ہون حالانکہ غیرت اللہ جل شانہ کی اپنے اولیا پر اسی بات کی متقاضی ہو کہ اُنکو خفیہ ہی رکھے جیسا کہ حدیث قدسی مین ارشاد ہو کہ میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہین اُنکو سوا میرے اور کوئی نہین پہچانتا اور ایک حدیث شریف مین ہو کہ رب اشعث اغبر ذی طمرین لا یؤبہ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ خلاصہ یہ کہ اِن معانی کی خوشبو سے زیادہ تر دور آن دلون کے مشام ہین جو تکبر اور عجب کرتے ہین اور اپنے عمل اور علم سے اپنے لیے خیر خوش پاتے ہین اور نزدیکتر وہ دل ہین جو شکستہ ہین اور اپنے نفسون کی ذلت اسقدر سمجھتے ہین کہ اگر ذلیل و خوار کیے جاوین تو ذلت اُنکو معلوم بھی نہو جیسے غلام ذلت کو معلوم نہین کرتا جبکہ اُسکا آقا اُسپر اونچا بیٹھتا ہو پس جب یہ کیفیت ہو جاوے کہ ذلت کو معلوم نکرے نہ یہ خبر ہو کہ میرا التفات ذلت کیطرف ہو بلکہ اپنے جی مین اُسسے بھی کم رتبہ ہو کہ تمام اقسام ذلت کو اپنے حق مین ذلت سمجھے یعنی اپنے نفس کو سب ذلتون سے کمتر جانے یہانتک کہ تواضع بالطبع اُسکی ذات کی صفت ہو جاوے تو ایسے دل سے توقع ہو کہ وہ آن خوشبوؤن کے مبادی کی بو سونگھے پس اگر ہم مین ایسا دل نہو اور ایسی روح سے بھی ہم محروم ہون تو ہمکو نہین چاہیے کہ جو لوگ اسکے اہل ہین اُنکے لیے ان کرامات کے امکان کا ایمان نرکھین کیونکہ اگر آدمی سے یہ نہو سکے کہ خداے تعالی کا ولی ہو تو بھلا اتنا تو ہو کہ اُسکے اولیا سے محبت رکھتا ہو اور اُنپر ایمان ہو شاید اسی وجہ سے اُنکے زمرے مین حشر ہو کہ المرء مع من احب حدیث مشہور ہو اور مسکنت اور ذلت کے زیادہ تر مفید ہونے کی یہ دلیل ہو جو حضرت عیسی علیہ السلام سے مروی ہو کہ آپ نے بنی اسرائیل سے پوچھا کہ کھیتی کہان جمتی ہو لوگون نے عرض کیا کہ مٹی مین آپنے فرمایا کہ تو مین تم سے سچ کہتا ہون کہ حکمت بھی اُسی دل مین جمتی ہو جو مثل

ح: غبار کوچہ و دو چادران … کچھ قدر نہین ہوتی … اگر قسم کھا لے اللہ تعالی کے بھروسہ پر تو اللہ اسکو سچا کرے ۱۲ مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲ … آدمی اُسکے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھے ۱۲ … حدیث

نسی کے ہو اسی مضمون کو اس مصرع مین ادا کیا ہو مصرعہ خاک شو پیش ازانکہ خاک شوی ۔ اور اللہ تعالی کی ولایت کے طالبون نے شروط ولایت کی جستجو کے لیے نفس کو ذلیل کرنے مین کمال درجے کی فروتنی اور خست پر پہونچا دیا ہو یہانتک کہ روایت ہو کہ ابن کرنبی جو حضرت جنید رح کے استاد تھے انکو ایک شخص نے دعوت کے لیے بلایا جب دروازے کے قریب پہونچے تو ہٹادیا تھوڑی دور جب چلے گئے تو پھر اس شخص نے بلایا پھر دروازے کے پاس سے ہٹادیا اسی طرح تین بار بلایا اور ہٹایا چوتھی دفعہ انکو گھر مین لیگیا اور کہا کہ مین نے آپ کی تواضع کے امتحان کے لیے یہ حرکت کی تھی آپنے فرمایا کہ مین نے اپنے نفس کو بیس برس سے ذلت پر عادی کر لیا ہی یہانتک کہ اب بمنزلہ کتے کے ہو گیا ہی کہ اگر ہٹادو تو ہٹ جاوے اور جب اسکی طرف ہڈی پھینکو تو چلا آوے بس تو اگر مجکو پچاس دفعہ ہٹادیتا اور بلاتا تو مین پھر چلا آتا ۔ اور انھین کا حال یہ بھی ہی کہ فرماتے ہین کہ مین ایک محلہ مین اترا اور وہان نیک بختی مین انگشت نما ہوا میرا دل اس سے پریشان ہوا اسلیے مین حمام مین گیا اور وہان قصداً عمدہ کپڑے کسی کے اٹھا لیے اور انکو پہنکر انکے اوپر اپنی گدڑی پہن لی اور باہر نکل کر آہستہ آہستہ چلنے لگا لوگون نے مجکو آپکڑا اور میری گدڑی اتار کر وہ کپڑے مجھسے لے لیے اور خوب جوتیون چپت سے میری خبر لی آیندہ کو مین حمام کا چور مشہور ہوا تب میرا دل مطمئن ہوا ۔ اب تامل کرنا چاہیے کہ یہ لوگ اپنے نفسون سے کیسی ریاضت لیتے تھے تاکہ خداے تعالی انکو خلق کی طرف دیکھنے سے چھڑادے اور رفتہ رفتہ اپنے نفس کی طرف بھی التفات نرہے اسواسطے کہ جو شخص اپنے نفس کی طرف التفات رکھتا ہو وہ خداے تعالی سے محجوب رہتا ہی اور اسکا شغل نفس ہی اسکے حق مین حجاب ہوتا ہی اسلیے کہ خداے تعالی مین اور دل مین کوئی دوری کا حجاب یا حائل نہین بلکہ دلون کی دوری یہی ہی کہ وہ غیر اللہ مین یا اپنے نفسون کے ساتھ مشغول ہون اور سب سے زیادہ حجاب شغل النفس ہی اسلیے منقول ہی کہ ایک خوبصورت شخص عظیم الشان رؤساے بسطام مین سے کبھی حضرت ابویزید بسطامی کی مجلس سے جدا نہوتا ایک دن اسنے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ مین تیس برس سے برابر روزہ رکھتا ہون کبھی افطار نہین کرتا اور رات بھر جاگتا ہون کبھی نہین سوتا مگر باوجود اس ریاضت کے جو علم کہ آپ بیان فرماتے ہین اسمین سے اپنے دل مین کچھ نہین پاتا حالانکہ مین اسکی تصدیق کرتا ہون اور اس سے محبت رکھتا ہون آپ نے فرمایا کہ اگر تو تین سو برس بالفرض روزہ رکھیگا اور راتون کو جاگیگا اس علم مین سے ایک ذرہ نپاویگا اسنے عرض کیا کہ اسکی کیا وجہ ہی آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ تو اپنے نفس کے باعث محجوب ہی اسنے عرض کیا کہ پھر اسکا کچھ علاج ہی آپ نے فرمایا کہ ہان علاج کیون نہین اسنے کہا کہ تو وہ علاج مجکو ارشاد ہو کہ مین کرون آپ نے فرمایا کہ تو اس علاج کو قبول نکریگا اسنے کہا کہ آپ ذکر تو فرمائین کہ مین اسکو بجا لاؤن آپنے فرمایا کہ ابھی نائی کے پاس جا اور اپنا سر اور داڑھی منڈوا اور یہ لباس اتار کر ایک کمل کا تہمد کر اور اپنی گردن مین ایک جھولی اخروٹون کی ڈال اور اپنے گرد لڑکون کو جمع کر اور انسے کہدے کہ جو کوئی میرے دھول لگائیگا مین اسکو ایک اخروٹ دونگا اور اسی صورت سے بازار مین جا اور سب بازار دن مین مجمع کے وقت پھر اور جو شخص تیرے آشنا ہون انکے پاس بھی اسی طرح جا اس شخص نے کہا سبحان اللہ آپ مجکو ایسا ارشاد فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ تیرا سبحان اللہ کہنا شرک ہی اسنے پوچھا کہ کس طرح آپنے فرمایا کہ تو نے اپنے نفس کو بڑا جانکر سبحان اللہ کہا کچھ خدا کی تعظیم کے لیے سبحان اللہ نہین کہا اسنے عرض کیا کہ یہ تو مین نہین کرونگا الا اور کچھ بتائیے تو کرون آپ نے فرمایا کہ سب تدبیرون سے پہلے یہی کرنا چاہیے اسنے کہا کہ اسکی تو مجکو طاقت نہین آپ نے فرمایا کہ مین نے تو پہلی ہی کہا تھا کہ تو قبول نہ کریگا بس یہ تدبیر جو حضرت ابویزید رح نے بتائی تھی اس شخص کا علاج ہی جسکو یہ مرض ہو کہ اپنے نفس کیطرف التفات رکھتا ہو اور لوگون کا التفات اپنی طرف چاہتا ہو اور اس بیماری سے بچنے کی دوا بجز اس تدبیر کے یا اور اسی قسم کی تدبیر کے اور کچھ نہین ۔ بس جو شخص کہ علاج کی تاب نرکھتا ہو اسکو نہ چاہیے کہ جو شخص اس مرض مین مبتلا نہوا ہو یا ہوا ہو اور اپنے نفس کا علاج اسی تدبیر سے کرتا ہو اسکو کہے کہ اس سے شفا ممکن نہین اسلیے کہ اقل درجہ صحت کا یہ ہی کہ اسکے امکان ہی کا ایمان رکھتا ہو اور جسمین اسقدر بھی بات نہ پائی جاوے تو اسکی خرابی ہی اور یہ امور شریعت مین صاف صاف ظاہر ہین اور باوجود ظہور کے اس شخص کے نزدیک دشوار ہین جو اپنے نفس کو علماے شرع سے تصور کرتا ہی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ لا یستکمل العبد الایمان حتی تکون قلة الشیء احب الیه من کثرته وحتی یکون ان لا یعرف احب الیه من ان یعرف

ح
بندہ کا ایمان کامل نہین ہوتا جبتک کہ چیز کی قلت اسکے نزدیک کثرت کی نسبت کر محبوب نہو اور جبتک کہ نہ پہچانا جانا
[illegible]

اور فرمایا ثلاث من کن فیہ استکمل ایمانہ لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم ولا یرائی بشیء من عملہ واذا عرض لہ امران احدھما للدنیا والآخر للآخرۃ اختار امر الآخرۃ علی امر الدنیا اور فرمایا لا یکمل ایمان العبد حتی یکون فیہ ثلث خصال اذا غضب لم یخرجہ غضبہ عن الحق واذا رضی لم یدخلہ رضاہ فی باطل واذا قدر لم یتناول ما لیس لہ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ثلث من اوتیہن فقد اوتی مثل ما اوتی آل داؤد العدل فی الرضی والغضب والقصد فی الغنی والفقر وخشیۃ اللہ فی السر والعلانیۃ تو یہ شرطیں ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کے لیے ارشاد فرمائی ہیں پس اس شخص سے تعجب ہے کہ دین کا تو دعوی رکھتا ہو اور اپنے آپ میں ان شرطوں میں سے ذرہ بھر بھی نہ پاتا ہو پھر اپنے علم اور عقل سے بھی بہرہ رکھتا ہو کہ حجابات ایمان کی بعد بڑے بڑے مقامات طے کرنے کے حاصل ہوا کرتی ہے اسکا انکار کرے اور اخبار میں وارد ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض پیغمبروں کی طرف وحی بھیجی کہ میں اپنا خلیل اس شخص کو بنایا کرتا ہوں جو میرے ذکر میں سستی اور قصور نہ کرے اور سوا میرے اور کوئی اسکو فکر نہ ہو اور کسی چیز کو میری مخلوقات میں سے اختیار کرے اور اگر اسکو آگ میں جلاویں تو آگ کی سوزش سے درد نہ معلوم ہو اور اگر آروں سے چیریں تو اس سے بھی تکلیف محسوس نہ ہو پس جس شخص کی محبت اس درجے کو بھی نہ پہونچی ہو اسکو محبت کے بعد کی کرامات اور مکاشفات کیسے معلوم ہونگے یہ مکاشفات تو سب بعد محبت کے ہوتے ہیں اور محبت کمال ایمان کے بعد ہوتی ہے اور ایمان کے مقامات اور اسکے کم و بیش ہونے کے اختلافات کی کچھ شمار نہیں اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رض کو فرمایا تھا کہ اللہ تعالی نے تمکو اتنا ایمان دیا ہے کہ وہ ان سب لوگوں کے ایمان کے برابر ہے جو میری امت میں سے مجھپر ایمان لائے ہیں اور مجھکو جو ایمان دیا ہے وہ سب اولاد آدم کے ایمان کے برابر ہے جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی کے تین سو اخلاق ہیں جو شخص توحید کے ساتھ ایک خلق لیکر بھی اس سے ملیگا وہ داخل جنت ہوگا حضرت ابوبکر رض نے پوچھا کہ یا حضرت مجھ میں بھی کوئی ان اخلاق میں سے ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تجھمیں سب کے سب ہیں اور ان سب میں محبوب اللہ کے نزدیک سخاوت ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے لٹکائی گئی اسکے ایک پلہ میں مجھکو رکھا اور ایک پلہ میں میری امت کو رکھا میرا پلہ بھاری ہوا اور ابوبکر رض کو ایک پلہ میں رکھا اور میری امت کو ایک پلہ میں رکھا ابوبکر رض کا پلہ جھکا رہا اور باوجود ان سب امور کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالی کے ساتھ اسطرح کا استغراق تھا کہ آپ کے دل میں گنجائش خلت کی دوسرے کے ساتھ نہ تھی اسی واسطے فرمایا کہ اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رض کو بناتا مگر میں اللہ تعالی کا خلیل ہوں

خاتمہ کچھ کلمات متفرقہ متعلقہ محبت کے ذکر میں جنسے فائدہ ہو اگر اللہ نے چاہا

حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ ہمیشہ ذکر کرنا محبت ہے اور کچھ یوں کہتے ہیں کہ محبوب کا سب پر ترجیح دینا محبت ہے اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ دنیا میں باقی رہنے کو برا جاننا محبت ہے اور یہ سب اقوال محبت کے ثمرات کی طرف اشارہ کرتے ہیں نفس محبت کو کسی نے بیان نہیں کیا اور کسی بزرگ کا یہ قول ہے کہ محبت وہ بات محبوب کی ہے جو دلوں کو مغلوب رکھے دل و زبان اسکے ادراک و بیان سے عاجز ہیں اور حضرت جنید رح فرماتے ہیں کہ علاقے والے پر محبت حرام ہے اور فرمایا کہ جو محبت عوض کے مقابل ہوتی ہے تو جب عوض جاتا رہتا ہے محبت بھی جاتی رہتی ہے۔ اور حضرت ذوالنون رح نے فرمایا ہے کہ جو شخص محبت خدا کی ظاہر کرے اس سے کہدو کہ اس بات سے ڈر کہ غیر اللہ کے آگے ذلیل ہو اور کسی نے حضرت شبلی رح سے پوچھا کہ ہمسے عارف و محب کی صفت کہیے۔ آپ نے فرمایا کہ عارف اگر بولے تو ہلاک ہوجاوے اور محب اگر چپکا رہے تو ہلاک ہو اور آپنے ایک قطعہ کہا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ اے خداوند رحیم اور کریم عشق تیرا ہے میرے دل میں مقیم ہو تونے

کہ کوئی ہو میری آنکھ سے نیند * مجھپہ جو گذرے ہے تو ہی ہے علیم * اور چند اشعار ایک اور شخص نے اسی باب میں کہے ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ ہے عجب اگر کہے
کوئی کہ حبیب آیا یاد * آپکو کیا بھول گیا ہون کہ کہون یاد آیا * یاد سے تیری ہی مرتا ہون پہ جی اٹھتا ہون * حسن ظن مجھکو نہوتا تو مین کیسے جیتا *
آرزوؤن سے مرا جینا ہے اور شوق سے موت * مرنے جینے کا مرے تجھپہ یہ دستور بندھا * بادۂ عشق سے گو مین نے پیے جام پہ جام * پر نہ دہ مے ہی چکی
اور نہ مین سیر ہوا * خوب ہو سامنے گر آنکھ کے ہو اسکا خیال * پھر جو کوتاہی کرون دید مین تو ہون اندھا * اور حضرت رابعہ عدویہ نے ایک روز فرمایا
کہ کوئی ہے جو ہمکو ہمارے حبیب کا پتا بتا دے انکی خادمہ نے کہا کہ ہمارا حبیب ہمارے ساتھ ہے مگر دنیا نے اس سے علیحدہ کر رکھا ہے - اور ابن جلاء کہتے ہیں
کہ خداے تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مین جب کسی بندے کے سر پر مطلع ہوتا ہون اور اسمین محبت دنیا اور آخرت کی نہین پاتا تو
اسکو اپنی محبت سے بھر دیتا ہون اور اپنی حفاظت سے اسکا کفیل ہوتا ہون - اور روایت ہے کہ حضرت سمنون رح نے ایک روز محبت کے باب مین گفتگو
کی اتنے مین ایک پرند آپ کے سامنے اترا اور زمین کو اپنی چونچ سے کریدتا رہا یہانتک کہ اسمین سے خون نکلا اور مر گیا - اور حضرت ابراہیم بن ادہم
نے مناجات بارہی مین عرض کیا کہ الہی تو جانتا ہے کہ تو نے جو اپنی محبت سے مجھپر اکرام کیا ہے اور اپنے ذکر سے مجھکو مانوس کیا ہے اور اپنی عظمت کی فکر کے لیے
مجھکو مخصوص کر دیا تو اسکے مقابل جنت میرے نزدیک مچھر کے پر کی برابر بھی نہین - اور حضرت سری رح فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعالی سے محبت
کرتا ہے وہ عیش کرتا ہے اور جو دنیا کی طرف رغبت کرتا ہے وہ خفیف ہوتا ہے اور احمق وہ ہے جو صبح اور شام نکمی چیزون مین سعی کرتا ہے اور عاقل وہی اپنے عیوب کا
متلاشی رہتا ہے - اور حضرت رابعہ رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہے انھون نے فرمایا کہ مجھکو محبت تو آپکے
ساتھ بہت ہے مگر خداے تعالی کی محبت نے مجھکو مخلوق کی محبت سے روک رکھا ہے - اور حضرت عیسی علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ اعمال مین سے
افضل کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ خداے تعالی سے راضی ہونا اور اسکی محبت اور حضرت ابو یزید فرماتے ہین کہ محب نہ دنیا کی محبت کرتا ہے نہ آخرت کی بلکہ اپنے
مولا سے مولا ہی کی چاہتا ہے - اور حضرت شبلی رح کا قول ہے کہ محبت لذت مین مدہوشی اور تعظیم مین حیرت کا نام ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ محبت اسکا
نام ہے کہ اپنے آپ سے نشان مٹا دے یہانتک کہ کوئی چیز ایسی باقی نہ رہے جسکا مائل محب ہو سب اسی کی طرف راجع ہو - اور بعض کہتے ہین کہ محبت یہ ہے
کہ محبوب سے دل خوشی اور بشارت کے ساتھ نزدیک ہو - اور خواص رح فرماتے ہین کہ محبت ارادون کا مٹانا اور سب صفات و حاجات کا جلا دینا ہے
اور حضرت سہل سے جو محبت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت یہ ہے کہ حبیب اللہ تعالی نے کسی اپنے بندے کے دل کی مراد سمجھ لی تو اسکو اپنے مشاہدے
کے لیے پھیر دیا اور بعضون نے کہا ہے کہ محب کا معاملہ چار مقامون پر ہوتا ہے اول محبت دوم ہیبت سوم حیا چہارم تعظیم اور ان چارون مین سے افضل
تعظیم اور محبت ہین اسلیے کہ یہ دونون اہل جنت کے ساتھ جنت مین باقی رہتے ہین اور انکے سوا اور چیزین انسے علیحدہ ہو جاتی ہین - اور ہرم بن حیان
کہتے ہین کہ مومن جب اپنے رب کو پہچانتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے اور جب اس سے محبت کرتا ہے تو اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب توجہ کا مزا پاتا ہے
تو دنیا کی طرف نظر خواہش سے نہین دیکھتا اور آخرت کی طرف بے لطفی کی نظر سے دیکھے اور وہ اپنے جسم سے تو دنیا مین رہتا ہے اور روح سے آخرت مین - اور
عبداللہ بن محمد رح کہتے ہین کہ مین نے ایک عابد عورت کو دیکھا کہ رو رو کر یہ کہہ رہی تھی اور آنسو چہرے پر بہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم مین تو دنیا اور
آسکی ملاقات کے اشتیاق مین زندگی سے تنگ آ گئی ہون یہانتک کہ اگر موت بکتی ہوتی تو مین اسکو خرید لیتی راوی کہتے ہین کہ مین نے اس سے پوچھا کہ
تمکو اپنے عمل پر اطمینان ہے اسنے کہا کہ اطمینان تو نہین مگر مین اس سے محبت رکھتی ہون اور اسپر مجھکو حسن ظن ہے تو کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ وہ مجھ سے محبت
رکھ کر مجھکو عذاب دیگا - اور اللہ تعالی نے حضرت داؤد پر وحی بھیجی کہ جو لوگ مجھسے روگردان ہین اگر انکو معلوم ہو جاوے کہ مین انکا کیسا منتظر رہتا ہون
اور انکے ساتھ نرمی برتتا ہون اور انکے گناہ چھوڑنے کا مشتاق ہون تو انکو میری طرف اتنا شوق ہو کہ اسمین مر جاوین اور میری محبت سے انکے جوڑ
بند جدا ہو جاوین اے داؤد میری خواہش جب روگردانون کے باب مین یہ ہے تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہین انکے باب مین قیاس کرنا چاہیے
کہ کیسی ہوگی اے داؤد سب سے زیادہ محتاج میری طرف بندہ اس حال مین ہوتا ہے جب مجھسے بے پروا ہو جاتا ہے اور زیادہ تر رحم اپنے بندے

پر مین حبیب ہوتا ہون جب مجھسے روگردان ہوجاتا ہر اور زیادہ تر بزرگی میرے بندے کو اسوقت ہوتی ہر جب وہ میری طرف رجوع کرتا ہر - اور ابو خالد صفار کہتے ہین کہ ایک نبی انبیا مین سے کسی عابد سے ملے اور فرمایا کہ اے گروہ عابدان تم جس بات پر عمل کرتے ہو ہم اسپر نہین کرتے تم تو خوف ورجا پر عمل کرتے ہو اور ہم محبت اور شوق پر اور حضرت شبلی رح کہتے ہین کہ خدا تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد ذکر میرا ذکر کرنے والون کے واسطے ہر اور جنت اطاعت کرنے والون کے لیے ہر اور دیدار مشتاقون کے لیے اور مین خود اپنے محبون کے لیے ہون اور حضرت آدم ع کو وحی ہوئی کہ جو شخص کسی حبیب سے محبت کرتا ہر اُسکے قول کو سچا جانتا ہر اور جو شخص اپنے حبیب سے مانوس ہوتا ہر اُسکے فعل سے راضی ہوتا ہر اور جو اُسکی طرف مشتاق ہوتا ہر تو اپنا راستہ جلد چلتا ہر - اور خواص رح اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتے اور کہتے کہ ہاے شوق اُسکا جو مجھکو دیکھتا ہر اور مین اُسکو نہین دیکھتا اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ حضرت یونس ع اتنا روئے کہ اندھے ہوگئے اور اتنا کھڑے رہے کہ کبڑے ہوگئے اور نماز اتنی پڑھی کہ طاقت حرکت کی نرہی اور فرمایا کہ قسم ہر تیرے عزت وجلال کی اگر مجھ مین اور تیرے درمیان مین کوئی آگ کا سمندر ہوتا تو مجھکو تیرا اتنا شوق ہر کہ مین اسمین بھی گھس جاتا ء اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلعم سے آپکا طریق پوچھا آپنے فرمایا کہ معرفت میرا راس المال ہر اور عقل میری دین کی اصل ہر اور محبت میری بنا ہر اور شوق میری سواری اور ذکر خدا میرا انیس اور اعتماد میرا خزانہ اور حزن میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار اور صبر میری چادر اور رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر اور زہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا سفارشی اور طاعت میرا حسب اور جہاد میرا خلق ہر اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز مین ہر - اور حضرت ذوالنون رح نے فرمایا ہر کہ پاک ہر وہ ذات جسنے ارواح کو لشکر کے لشکر بنا دیے پس عارفین کی روحین تو جلالی اور قدسی ہین اسی واسطے اللہ تعالی کی طرف وہ لوگ مشتاق ہوے اور مومنون کی روحین روحانی ہین اسی جہت سے جنت کے شائق ہوے اور غافلون کی روحین ہوائی ہین وہ یہین وجہ دنیا کے راغب ہوے اور بعض مشائخ سے مروی ہر کہ انہون نے ایک شخص گندم گون لاغر تن کو جبل لکام مین دیکھا کہ ایک پتھر پر سے دوسرے پر کودتا تھا اور کہتا تھا تیرے شوق اور الفت نے مارا ہر جانی ء سپنا یا مجھے اور کیا ہر یہ حال ء اور کہتے ہین کہ شوق ایک آتش الٰہی ہر جسکو خدا تعالی اپنے اولیا کے دل مین روشن کرتا ہر یہانتک کہ اسکے باعث تمام اُنکے دل کی چیزین مثل خواطر اور ارادات اور عوارض وحاجات کے سب جل جاتی ہین اب ہم باب کو اسی قدر پر تمام کیا جاتا ہر

ساتوان باب نیت اور اخلاص اور صدق کے بیان مین

رباعی ۔ نیت پہ شریعت مین ہر موقوف عمل ء اخلاص نہو اسمین تو ہر وہ مہمل ء نیت کی درستی بھی ہو اور ہو اخلاص ء بے صدق مگر نہو کبھی عقدہ حل ء واضح ہو کہ اہل دل کو ایمان کی بصیرت اور نور قرآن سے یہ بات منکشف ہوئی ہر کہ بدون علم و عمل کے شرف سعادت حاصل نہین ہوسکتا اسلیے کہ آدمی سب تباہ کار ہین بجز علم والون کے اور عالم بھی سب ہلاک ہین بجز عاملون کے اور عامل بھی سب ایسے ہی ہین سواے اخلاص والون کے اور اخلاص والے بڑے خطرے مین ہین غرضکہ عمل بدون نیت کے نری مشقت ہر اور نیت بدون اخلاص کے ریا اور مثل نفاق اور معصیت کے ہر اور اخلاص بدون صدق اور تحقیق کے ایک دھوکا سا ہر چنانچہ خدا تعالی اس عمل کا حال جسمین ارادہ غیر اللہ کا مخلوط ہو اسطرح ارشاد فرماتا ہر وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ہباء منثورا ء اور ہمکو معلوم نہین کہ جو شخص نیت کی حقیقت کو نہ پہچانتا ہو وہ اسکو درست کیسے کریگا اور جو حقیقت اخلاص سے ناواقف ہو وہ کیسے اخلاص بجا لاویگا اور جب صدق کے معنی نجانتا ہو تو اپنے نفس سے صدق کا مطالبہ کیسے کریگا - اسلیے جو بندہ کہ عبادت الٰہی کیا چاہے اُسپر اول یہ ضرور ہر کہ نیت کو سیکھے تاکہ اُسکی شناسائی ہو پھر حقیقت صدق واخلاص کی سمجھکر نیت کو عمل سے صحیح کرے کہ صدق و اخلاص ہی سبب بندے کی نجات اور خلاص کا ہین اسلیے ہم اس باب کو تین فصلون مین بیان کرتے ہین ہر ایک فصل مین ان تینون چیزون مین سے ایک ایک لکھینگے

فصل اول نیت کی فضیلت و حقیقت وغیرہ کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر پہلا بیان نیت کی فضیلت مین - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ اس آیت مین ارادے سے مراد نیت ہے اور آنحضرت صلعم فرماتے ہین انما الاعمال بالنیات ولکل امرء ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امراۃ یتزوجہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اکثر شہید بستر پر مرنے والے ہونگے اور بہت سے قتیل دو صفون کے درمیان مین خدا جانے انکی نیت کیا تھی اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما اس آیت مین نیت کو توفیق کا سبب فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتون کو اور مالون کو نہین دیکھتا بلکہ تمہارے دلون کو اور اعمال کو دیکھتا ہے اور دلون کے دیکھنے کی وجہ یہی ہے کہ نیت کا محل ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ بندہ اعمال حسنہ کیا کرتا ہے اور انکو فرشتے مہری صحیفون مین لیکر اوپر چڑھتے ہین اور خداے تعالیٰ کے سامنے جا رکھتے ہین ارشاد ہوتا ہے کہ اس صحیفے کو ڈال دو اسلیے کہ جو کچھ اسمین ہے اسکے عامل نے اس سے میری نیت نہین کی پھر فرشتون کو امر فرماتا ہے کہ اس شخص کے واسطے یہ لکھ لو اور یہ لکھ لو وہ عرض کرتے ہین کہ الٰہی اسنے تو ان مین سے کوئی کام کیا نہین ارشاد ہوتا ہے کہ اسنے ان کامون کی نیت کی تھی اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی چار طرح کے ہین ایک وہ ہے جسکو خداے تعالیٰ نے علم اور مال دیا ہو اور وہ اپنی علم کے موجب اپنے مال مین کام کرتا ہو دوسرا شخص یون کہتا ہو کہ اگر مجھکو اللہ تعالیٰ ایسا ہی دے جیسا اس شخص کو دیا ہے تو مین بھی ایسا ہی کام کرونگا جیسا وہ کرتا ہے تو یہ دونون ثواب مین برابر ہین اور تیسرا وہ شخص ہے کہ اسکو خداے تعالیٰ نے مال دیا ہو اور علم نہ دیا ہو اور وہ اپنی جہل کے باعث مال کو واہیات مین اڑاتا ہو اور کوئی شخص یون کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھکو مال دے تو مین بھی ایسا ہی کرون جیسا یہ کرتا ہے تو یہ دونون گناہ مین برابر ہین - پس دیکھنا چاہیے کہ صرف نیت سے عمل کی خوبیون اور برائیون مین آپ نے شریک فرمایا - اور اسی طرح حدیث انس رض بن مالک مین مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک مین نکلے تو فرمایا کہ مدینہ مین کچھ لوگ ایسے ہین کہ جو کچھ ہم بیان کرتے ہین یعنی جنگل طے کرتے ہین یا ایسی جگہ کو پامال کرتے ہین جو کافرون کو غصہ دلاوے یا کچھ خرچ کرتے ہین یا بھوکے ہوتے ہین وہ ان سب مین ہمارے ثواب کے شریک ہین حالانکہ وہ مدینے مین ہین لوگون نے عرض کیا کہ یہ کسطرح ہے وہ تو ہمارے ساتھ نہین آپ نے فرمایا کہ انکو عذر نے روک دیا ہے پس حسن نیت کے باعث شریک ہوگئے اور حضرت ابن مسعود رض کی حدیث مین ہے کہ من ہاجر یبتغی شیئا فہو لہ چنانچہ ایک شخص نے ہجرت کی اور ہم مین سے ایک عورت سے نکاح کیا اسکا نام مہاجر ام قیس ہو گیا - اور اسی طرح ایک اور حدیث مین ہے کہ ایک شخص خدا کی راہ مین مارا گیا اور اسکا نام قتیل حمار ہوا اس جہت سے کہ وہ ایک شخص سے اسواسطے لڑا کہ اسکا مال اور گدھا لیوے اسی پر مارا گیا اور اپنی نیت کی طرف منسوب ہوا - اور عبادہ رض کی حدیث مین یون مروی ہے من غزا وہو لا ینوی الا عقالا فلہ ما نوی اور حضرت ابی فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص سے مدد چاہی کہ غزوہ مین میرے ساتھ ہو اسنے کہا کہ میرے لیے کچھ اجرت مقرر کر دو تو ساتھ دون مین نے ویسا ہی کیا اور اس بات کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اسکو دنیا اور آخرت سے اسی قدر ملا جو تو نے مقرر کر دیا تھا اور بنی اسرائیل کے قصون مین ہے کہ ایک شخص بالو کے ٹیلون پر قحط کی حالت مین گذرا اور اپنے دل مین کہا کہ اگر یہ ریت طعام ہوتا تو مین لوگون کو بانٹ دیتا اللہ تعالیٰ نے انکے نبی پر وحی بھیجی کہ اس شخص سے کہدو کہ خداے تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کیا اور تیرے حسن نیت کا مشکور ہوا اور تجھکو وہی ثواب دیا کہ اگر بالفرض اسقدر رکھتا ہوتا اور تو اسکو بانٹ دیتا اور بہت سی احادیث مین آیا ہے کہ من ہم بحسنۃ ولم یعملہا کتبت لہ حسنۃ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رض کی حدیث مین ہے کہ جس شخص کی نیت دنیا ہو اللہ تعالیٰ اسکا افلاس اسکی آنکھون کے سامنے کر دیتا ہے اور وہ ایسے وقت مین دنیا سے مفارقت کرتا ہے کہ زیادہ رغبت دنیا کی اسکو ہوتی ہے اور جسکی نیت آخرت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسکی غنا اسکے دل مین کر دیتا ہے اور اسکا سامان اسپر جمع کر دیتا ہے اور وہ دنیا مین زاہد ہو کر اٹھتا ہے اور حضرت ام سلمہ رض کی روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر کا ذکر کیا جسکا خسف یعنے زمین مین دھنسنا جنگل مین ہو حضرت ام سلمہ رض نے

پوچھا کہ یا حضرت انمین وہ شخص بھی ہوگا جو زبردستی یا اجرت کے سبب ہمراہ ہوا آپ نے فرمایا کہ انکا حشر انکی نیتون پر ہوگا اور حضرت عمر رضہ
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سنا ہے کہ فرماتے تھے انما یقتتل المقتتلون علی النیات اور ایک حدیث مین ہے کہ جب دو
صفین ملتی ہین تو فرشتے اتر کر خلق کو درجہ بدرجہ لکھتے ہین کہ فلان شخص دنیا کے واسطے لڑتا ہے اور فلان حمیت کے لیے اور فلان تعصب کے واسطے
خبردار کہ کسی کو یہ نہ کہو کہ خدا کی راہ مین شہید ہوا جو شخص کہ اس غرض سے لڑے کہ خداے تعالی کا بول بالا ہو وہ خدا کی راہ مین ہے - اور
حضرت جابر رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا یبعث کل عبد علی ما مات علیہ اور احنف بن قیس ابی بکرہ سے
راوی ہین کہ آپ نے فرمایا اذا التقی المسلمان بسیفیهما فالقاتل والمقتول فی النار لوگون نے عرض کیا کہ ایک تو قاتل ہونے کی جہت سے
جاویگا مقتول کا کیا باعث ہے آپ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ اسنے دوسرے کے مارنے کا ارادہ کیا تھا - اور حدیث ابی ہریرہ مین ہے کہ جو شخص
کسی عورت سے کسی قدر مہر پر نکاح کرے اور نیت اسکے ادا کی نرکھتا ہو تو وہ زانی ہے اور جو شخص کچھ قرض لے اور اسکے دینے کی نیت نہو
تو وہ چور ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص خداے تعالی کے واسطے خوشبو لگاویگا تو قیامت کے دن ایسے حال مین آویگا
کہ اسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو شخص غیر اللہ کے لیے خوشبو لگاویگا قیامت کے دن آویگا اور اسکی بدبو مردار سے بھی زیادہ ہوگی
اور آثار نیت کے فضائل مین یہ ہین کہ حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ سب اعمال مین افضل وہ ہے جو خداے تعالی نے فرض کیا ہے اور بچنا ان اشیا
سے جو خداے تعالی نے حرام فرمائی ہین اور درستی نیت کی ان امور مین ہے جو خداے تعالی کے پاس ہین - اور سالم بن عبد اللہ رح نے حضرت
عمر بن عبد العزیز رح کو لکھا کہ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی کی مدد بندے کے واسطے نیت کی مقدار پر ہوتی ہے پس جسکی نیت کامل ہوگی اسکے
لیے خداے تعالی کی مدد بھی پوری ہوگی اور اگر نیت مین نقصان ہوگا تو مدد بھی اسی قدر ناقص ہوگی - اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ اکثر کام
چھوٹے ہوتے ہین انکو نیت بڑا کر دیتی ہے اور اکثر کام بڑے ہوتے ہین نیت انکو چھوٹا کر دیتی ہے - اور حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین
کہ جو شخص نیکوکار کہ اسکی نیت تقوی کی ہوتی ہے اگر اسکے تمام اعضا دنیا مین متعلق ہو جاوینگے تو اسکی نیت کسی روز اسکو نیک نیت کیطرف
ہٹا دیگی اور جاہل کا حال اسکے خلاف ہے - اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ پہلے لوگ نیت کو اسطرح سیکھا کرتے تھے جیسے تم عمل کو سیکھتے ہو
اور بعض علما کا قول ہے کہ عمل سے پیشتر نیت عمل کی تلاش کرنی چاہیے اور جب تک خیر کی نیت کروگے جب تک خیر مین رہوگے اور کوئی طالب علما
کے پاس پھرا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کوئی شخص مجھکو ایسا عمل بتاوے کہ اسکے باعث مین ہمیشہ خداے تعالی کے واسطے عامل رہون اسلیے کہ مجھکو
اچھا نہین معلوم ہوتا کہ مجھپر کوئی گھڑی رات اور دن مین ایسی گذرے جسمین مین خدا کے واسطے عمل نکرتا ہون اسکو علما نے کہا کہ تیرا مطلب تجھکو
حاصل ہے جسقدر ہوسکے خیر کیا کر اور جب عمل خیر سے تھکے یا اسکو چھوڑے تو دل سے اسکے کرنے کا قصد کر اسلیے کہ جو عمل خیر کا قصد کرتا ہے وہ ایسا ہی
ہوتا ہے کہ گویا خیر کرتا ہے - اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ خداے تعالی کی نعمت تمپر شمار سے زیادہ ہے اور تمھارے گناہ تمھاری دانست سے
پوشیدہ تر ہین لیکن اگر صبح اور شام کو توبہ کر لیا کرو تو بیچ کے گناہ بخشدیے جاوینگے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ فرحہ ہے اس آنکھ کو
جو سووے اور قصد معصیت نہ کرے اور بیگناہی پر جاگے - اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ قیامت کو لوگ اپنی نیت کی مقدار پر اٹھائے جاوینگے
اور حضرت فضیل بن عیاض رح جب یہ آیت پڑھتے ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم والصابرین ونبلوا اخبارکم روتے اور اسکو مکرر پڑھتے اور کہتے
کہ الہی اگر تو ہمارا امتحان کریگا تو ہمکو فضیحت اور رسوا کریگا اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ نیتون ہی کے باعث جنتی جنت مین ہمیشہ رہینگے
اور دوزخی دوزخ مین - اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ توریت مین لکھا ہوا ہے کہ جس عمل سے میری رضا مطلوب ہے وہ تھوڑا بھی بہت ہے اور جس سے
میرا غیر ارادہ کیا گیا ہوگا وہ بہت بھی تھوڑا ہے اور بلال بن سعدان رح کہتے ہین کہ بندہ مومن کا سا قول کہتا ہے مگر اللہ تعالی اسکو اور اسکے قول
کو نہین چھوڑتا جب تک کہ اسکے عمل کو نہ دیکھے پس اگر عمل کرتا ہے تو اسکے ورع کو دیکھتا ہے اور اگر ورع بھی کرتا ہے تو یہ دیکھتا ہے کہ اسکی نیت کیا ہے

پس اگر نیت درست ہوئی تو اُسکے سب کام درست ہونگے۔ حاصل یہ کہ اعمال کی بنا نیتین ہین عمل اپنے خیر ہونے مین نیت کا محتاج اور نیت خود اپنے
آپ خیر ہر گو کسی مانع کی جہت سے عمل نہو سکے دوسرا بیان نیت کی حقیقت کا۔ جاننا چاہیے کہ نیت اور ارادہ اور قصد الفاظ مترادف ہین جو ایک
معنی کے واسطے آتے ہین اور وہ دل کی ایک حالت اور صفت ہر کہ علم و عمل کے بیچ مین ہوتی ہر علم تو اُس سے پہلے آتا ہر اسوجہ سے کہ اصل اور شرط
اُس حالت کی علم ہی ہوتا ہر اور عمل اُسکے بعد ہوتا ہر بدین نظر کہ اُس حالت کا ثمرہ اور فرع ہر کیونکہ یہ ظاہر ہر کہ ہر ایک کام یعنی ہر ایک حرکت اور سکون
اختیاری تین چیزون سے پورا ہوتا ہر علم اور ارادہ اور قدرت اسلیے کہ انسان جس چیز کو نہین جانتا اُسکا ارادہ نہین کرتا پس اُسکا جاننا ضروری
ہوا اور کام نہین کرتا جب تک کہ ارادہ نہین کرتا تو عمل کے لیے ارادے کا ہونا ضرور ہوا اور ارادے کے معنی یہ ہین کہ دل کا برانگیختہ ہونا ایسی چیز
کی طرف جو اُسکے عندیے مین اُسکے مقصود کے موافق ہو خواہ اُسوقت ہو یا انجام کو اور چونکہ انسان کی سرشت اسی طرح کی ہر کہ بعض امور اُسکے موافق
اور اُسکی غرض کے مناسب ہوتے ہین اور بعض مخالف تو ضرور ہوا کہ اُسکو احتیاج مناسب و موافق چیز کی اپنی طرف کھینچنے کی اور بری چیز کو اپنے نفس
سے علحدہ کرنے کی ٹہری اسلیے اِس بات کی حاجت ہوئی کہ مضر اور مفید چیزون کو جانے اور پہچانے تاکہ مفید کو حاصل کرے اور مضر سے بھاگے
مثلاً جو شخص غذا کو نہین دیکھتا اور نہین پہچانتا تو ممکن نہین کہ غذا کھاوے اور جو شخص آگ کو نہین دیکھتا اُس سے بھاگ بھی نہین سکتا اسلیے
اللہ تعالی نے ہدایت اور معرفت کو پیدا کیا اور اُنکے لیے اسباب بنائے یعنی حواس ظاہری اور باطنی اور انسے ہماری غرض نہین پھر اگر غذا کو
دیکھا اور جانا کہ یہ موافق ہر تب بھی کھانے کے لیے یہ امر کافی نہین جب تک کہ آدمی مین میل و رغبت و خواہش غذا پر برانگیختہ کرنے والی
نہو دیکھو مریض غذا دیکھتا بھی ہر اور جانتا ہر کہ یہ موافق ہر مگر رغبت کے نہونے اور قوت محرکہ کے جاتے رہنے سے اُسکو کھاتا نہین اسکے لیے
اللہ تعالی نے میل و رغبت و ارادہ پیدا کیا اور مراد ہماری اس سے یہی ہر کہ نفس مین ایک اشتیاق اور دل مین توجہ رکھدی پھر یہ رغبت اور
ارادہ بھی کافی نہین چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہر کہ اپاہج آدمی کھانا دیکھتا بھی ہر اور اُسکا تناول کرنا بھی چاہتا ہر مگر اپنے اپاہج ہونے کی جہت سے
نہین کھا سکتا پس اسوقت کے دفع کے لیے قدرت اور اعضاے متحرک پیدا کیے جنسے تناول کامل ہو پس عضو بدون قدرت کے حرکت نہین
کرتا اور قدرت ارادہ کی منتظر رہتی ہر اور ارادہ علم و معرفت خواہ ظن و اعتقاد کا منتظر رہتا ہر یعنی اس بات کا دل مین یہ امر پختہ ہو جاوے
کہ وہ شے ہمارے موافق ہر تو جب معرفت مصمم ہو جاتی ہر کہ فلان چیز مرضی کے موافق ہر اور اُسکا کرنا ضرور ہر اور کوئی دوسرا مانع بھی نہو تو
ارادہ اُٹھتا ہر اور رغبت ثابت ہوتی ہر اور جب ارادہ اُٹھتا ہر تو قدرت اعضا کی حرکت دینے کو تیار ہو جاتی ہر حاصل یہ کہ قدرت ارادہ کی تابع
ہر اور ارادہ حکم اعتقاد کا خادم ہر تو نیت کی تعریف اس صورت مین یہ ہوئی کہ وہ ایک صفت متوسط اعتقاد اور قدرت کے درمیان مین ہر
یعنی ارادہ اور نفس کا اُبھرنا رغبت اور میل کے حکم سے ایسی چیز کی طرف جو اُسکی غرض کے موافق حال مین یا مآل مین ہو پس اول محرک تو
غرض مطلوب ہوتی ہر اور باعث اسی کو کہتے ہین اور یہی غرض اُبھارنے والی نیت کیا ہوا مقصد ہر اور اُبھرنا قصد اور نیت ہر اور قدرت کا
ہاتھ پاؤن وغیرہ کو ہلانا عمل ہر مگر ازانجا کہ برانگیختہ ہونا قدرت کا عمل کے لیے کبھی ایک ہی باعث سے ہوتا ہر اور کبھی دو باعثون سے جو ایک ہی
فعل مین اکٹھے ہو جاتے ہین اور ان دو مین بھی کبھی یہ صورت ہوتی ہر کہ ہر واحد قدرت کے برانگیختہ کرنے پر قادر ہوتا ہر اور کبھی قاصر کہ بدون
اجتماع دوسرے باعث کے کافی نہین ہوتا اور کبھی ایک کافی تو ہوتا ہر مگر دوسرا باعث اُسکا معاون و مددگار ہو جاتا ہر گو اکیلا خود مستقل
نہین ہوتا تو اسی لیے ان چارون اقسام کے لیے جدا جدا نام اور مثالین ہونی چاہیین۔ پہلی قسم یہ ہر کہ باعث صرف اکیلا ایک ہی ہو مثلاً اگر
آدمی پر کوئی درندہ حملہ کرے تو جیسے ہی وہ اُسکو دیکھیگا فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوگا اس صورت مین اُسکا محرک بجز بھاگنے کی غرض کے
اور کوئی نہین اسلیے کہ جب اُسنے درندے کو دیکھا اور اُسکو اپنے نفس کے لیے مضر جانا اُسی وقت اُسکا نفس بھاگنے پر راغب ہوا اور اُسی
رغبت کے موجب قدرت بھی کام کرنے لگی ایسی صورت مین یہی کہا جاتا ہر کہ نیت اُس شخص کی درندے سے بھاگنے ہی کی ہر کھڑے ہونے

اور کچھ مطلب نہین ایسی نیت کو نیت خالص کہتے ہین اور اس نیت کے مقتضا کے موافق عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہین یعنی اگر ملحاظ غرض باعث
کے دیکھا جاوے تو اس عمل کو اخلاص کہنا چاہیے جسکے معنی یہ ہین کہ غیر کی مشارکت اور خلط سے خالص ہو۔ دوسری قسم یہ ہو کہ عمل کے لیے
دو باعث جمع ہون اور اُنمین سے ہر ایک تنہا بھی قدرت کے محرک ہونے کے لیے مستقل ہو اُسکی مثال محسوسات مین یہ ہو کہ دو آدمی ملکر
ایک بھاری بوجھ اتنے زور سے اُٹھاوین کہ اگر تنہا بھی اتنا زور ہوتا تو کافی تھا اور ہماری غرض کے موجب یہ مثال ہو کہ آدمی سے اُسکا کوئی
فقیر رشتہ دار کچھ حاجت کی درخواست کرے اور وہ اُسکو پورا کردے اور اُسکے فقر اور قرابت دونون کا لحاظ کرے اور اس بات کو جانے
کہ اگر یہ فقیر نہوتا تب بھی مین صرف قرابت کے باعث اُسکی حاجت پوری کر دیتا یا قرابت نہوتی تو فقیری کی جہت سے حاجت روائی کرتا
اور دل مین اس بات کا اپنے نفس سے یقین ہو کہ اگر کوئی رشتہ دار غنی درخواست کرے تو اُسکی قضاے حاجت مین رغبت کریگا یا
کوئی فقیر اجنبی سوال کرے تب بھی راغب ہوگا۔ اسی طرح جس شخص کو طبیب نے حکم ترک غذا کا دیا ہوا اور اسی اثنا مین عرفہ کا دن آجاوے
اور وہ روزہ رکھ لے اور جانے کہ اگر عرفہ نہوتا تو پرہیز کی جہت سے غذا ترک کر دیتا اور پرہیز نہوتا تو ثواب کی خاطر کھانا نہ کھاتا اور اب دونون
جمع ہوگئے اور اُسنے عمل کیا اور دوسرا باعث پہلے باعث کا رفیق ہوا تو اس دوسرے باعث کا نام ہم رفیق کہتے ہین یعنی دونون باعث ایک
دوسرے کے رفیق ہین۔ اور تیسری قسم یہ ہو کہ دونون باعثون مین سے تنہائی کی صورت مین کوئی بھی کافی نہو مگر دونون ملکر باعث حرکت قدرت
کے ہوے ہون محسوسات مین اسکی مثال یہ ہو کہ دو کمزور ملکر کسی چیز کو اُٹھاوین کہ جدا جدا اُنسے نہ اُٹھ سکتی ہو اور ہمارے مطلب کی مثال
یہ ہو کہ کسی آدمی کا رشتہ دار غنی اُسکے پاس آوے اور ایک روپیہ مانگے تو اُسکو نہ دے اور اجنبی فقیر آکر مانگے تو اُسکو بھی نہ دے لیکن اگر قریب مفلس
مانگنے آوے تو اُسکو دیدے اس صورت مین اُسکے ارادے کا باعث دونون باعثون یعنی قرابت اور فقر کے ملنے سے ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی
شخص لوگون کے سامنے ثواب کے لیے اور ثنا کی غرض سے صدقہ دیوے اور ایسی طرح ہو کہ اگر صرف قصد ثواب ہی ہوتا اور سائل تنہائی مین ملتا تو
دینے پر آمادہ نہوتا یا صرف غرض ثنا ہوتی اور مانگنے والا ایسا فاسق ہوتا کہ اُسکے دینے مین ثواب نہو تو نہ دیتا اور جب دونون باتین جمع ہوگئین
تو ملکر دل کو حرکت دی اس قسم کے باعث کا نام ہم شریک رکھتے ہین۔ اور چوتھی قسم یہ ہو کہ دونون باعثون مین سے ایک تو ایسا ہو کہ اگر تنہا
ہو تو کارگر ہو جاوے اور دوسرا ایسا نہو مگر جب پہلے کے ساتھ ملتا ہو تو کچھ نہ کچھ مدد اور سہولت کر دیتا ہو اُسکی مثال محسوس چیزون مین یہ ہو
کہ کوئی شخص زبردست کچھ بوجھ اُٹھاتا ہو اور اُسکو کوئی کمزور بھی سہارا دیدے ہرچند قوی آدمی خود اُسکو اُٹھا سکتا تھا اور ضعیف سے ممکن
نہ تھا کہ اُٹھا سکے مگر تاہم کچھ آسانی اُٹھانے مین ہوجاتی ہو اور ہماری مراد کے موافق یہ مثال ہو کہ مثلاً کوئی شخص کسی وظیفہ یا صدقہ کا عادی ہو
اور اتفاق سے وظیفہ یا صدقے کے وقت کچھ لوگ آگئے تو اُنکے دیکھنے کے باعث اُسپر وہ عمل آسان ہوگیا اور اپنے نفس سے اس بات کو جانتا ہو
کہ اگر تنہا ہوتا تب بھی اپنے عمل سے سستی نہ کرتا اور اگر طاعت کا خیال نہوتا تو صرف ریا ایسی نہ تھی جس سے وہ عمل سرزد ہوتا پس اسطرح کی نیت مین کبھی
قدر اختلاط ہوجاتا ہو ایسی قسم کے باعث کو معین کہتے ہین حاصل یہ کہ دوسرا باعث یا رفیق ہوتا ہو یا شریک یا معین اور ان سب کا حکم ہم اخلاص
کی فصل مین لکھینگے یہان مقصود نیت کے اقسام کے بیان سے ہو اسواسطے کہ عمل تابع نیت کا ہوتا ہو اور اُسی سے حکم حاصل کرتا ہو اسلیے ارشاد
ہوا ہو انما الاعمال بالنیات اور ظاہر ہو کہ تابع کا خود کچھ حکم نہین ہوتا ہو حکم متبوع ہی کا رکھتا ہو تیسرا بیان اس حدیث کے بھید کے بیان مین کہ نیۃ المومن خیر من
عملہ یعنی ایماندار کی نیت اُسکے عمل سے بہتر ہو حدیث مین جو وارد ہو تو اُسکی کیا وجہ ہو اور اس سے کیا مراد ہو بعض شخصون کو یہ خیال ہو کہ نیت کی ترجیح کا باعث یہ ہو
کہ نیت ایک پوشیدہ چیز ہو سواے حق تعالیٰ کے اُسپر کوئی واقف نہین ہوتا اور عمل ظاہر ہو اور پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہو اسی لیے نیت کو بھی ترجیح ہو پس
ہرچند اتنی بات درست ہو کہ پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہو مگر وہ یہان مراد نہین اسلیے کہ اس سے یہ لازم آتا ہو کہ اگر آدمی نیت کرے کہ خداے تعالیٰ کا ذکر اپنے
دل سے کرے یا مسلمانون کے کام مین فکر کرے تو نیت تفکر کی خود تفکر سے بہتر ہو۔ اور کبھی یہ گمان ہوتا ہو کہ ترجیح نیت کی یہ وجہ ہو کہ نیت تو انجام عمل تک

رہتی ہی اور اعمال مین دوام نہین ہوتا اور یہ وجہ بھی ضعیف ہی اسلیے کہ اس سے یہ لازم آتا ہی کہ عمل کثیر عمل قلیل کی نسبت کر بہتر ہو علاوہ ازین یہ ضرور نہین کہ نیت کو دوام ہوا کرے اسلیے کہ نیت اعمال نماز کی کبھی صرف چند گنتی کے لحظات تک ہوا کرتی ہی اور اعمال دیر تک رہا کرتے ہین اور عموم حدیث سے یہ پایا جاتا ہی کہ نیت کو عمل پر ترجیح ہو - اور بعضے یہ تقریر کرتے ہین کہ اسکے یہ معنی ہین کہ اگر نیت صرف ہو تو وہ محض عمل بدون نیت سے بہتر ہی ہر چند یہ تو ہی کہ عمل بدون نیت سے نیت اچھی ہی مگر یہ مراد نہین ہو سکتی اسلیے کہ عمل بدون نیت یا غفلت کے ساتھ مین کچھ بھی خیر نہین اور نیت اگر عمل سے تنہا ہو تو وہ بالکل خیر ہی اور ترجیح انھین اشیا مین ہونی چاہیے جو اصل خیر مین شریک ہون بلکہ مراد یہ ہی کہ جو طاعت کہ نیت و عمل سے مرکب ہو اور نیت بھی من جملہ خیرات ہو اور عمل بھی تو ساری طاعت مین سے نیت بہ نسبت عمل کے بہتر ہو یعنی نیت اور عمل ہر چند دونون مقصود مین تاثیر رکھتے ہین مگر نیت کی تاثیر عمل کی نسبت کر بہت ہوتی ہی پس حدیث مذکور کے معنی یہ ہوے کہ نیت مومن کی منجملہ اسکی طاعت کے اس عمل سے بہتر ہی جو وہ بھی منجملہ اسکی طاعت کے ہو اور غرض یہ ہی کہ بندے کو نیت مین بھی اختیار ہی اور عمل مین بھی اسواسطے کہ دونون عمل ہی ہین مگر بہتر ہی نیت ہی کو ہی یہ تو معنی اس حدیث کے ہوے اب باقی رہا یہ کہ عمل سے اسکے بہتر اور افضل ہونے کا کیا سبب ہی تو اسکو وہی سمجھیگا جو دین کے مقصود اور اسکے طریق کو سمجھتا ہو اور جانتا ہو کہ طریق کی تاثیر مقصود کے پہچاننے مین کسطرح ہوتی ہی اور بعض اثرون کو بعض پر قیاس کرے تاکہ معلوم ہووے کہ مقصود کے لحاظ سے فلانے اثر کو افضلیت ہی مثلاً جو شخص کہے کہ روٹی میوے کی نسبت کر بہتر ہی تو اسکی مراد یہ ہی کہ روٹی بلحاظ مقصود کے یعنی قوت اور غذا ہونے کے بہتر ہی اور اس بات کو وہی سمجھیگا جو یہ سمجھے کہ غذا کسی مطلب خاص کے لیے ہی جسکو صحت اور بقا کہتے ہین اور غذا مین تاثیرات مختلف اسباب مین رکھتی ہین اور انکی تاثیرات کو بھی ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے معلوم کرلے کہ اصل مقصود کس مین زیادہ ہی اور طاعات پر جو غور کیا جاتا ہی تو یہ بھی دلون کی غذائین ہین اور ایسے مقصود دلون کی شفا اور بقا اور آخرت مین سلامت رہنا اور سعادت اخروی سے بہرہ در ہونا اور خداے تعالے کے دیدار سے لذت پانی ہی غرضکہ مقصود لذت سعادت بقاء اللہ ہی فقط اور اس سعادت سے لذت یاب وہی ہوگا جو خداے کو کا عارف اور محب ہو کر مرے اور اس سے محبت وہی کریگا جو اسکو جانیگا اور اس سے انس اسی کو ہوگا جو زیادہ تر اسکا ذکر کرے پس انس دوام ذکر سے حاصل ہوتا ہی اور معرفت دوام فکر سے اور محبت معرفت کی تابع ہوتی ہی اور قلب دوام ذکر اور فکر کے لیے فارغ نہین ہوتا مگر اسطرح کہ دنیاوی شغلون سے فارغ ہو اور اشتغال دنیاوی سے فراغت جب ہوتی ہی جبکہ دل سے دنیا کے شہوات علیحدہ ہوجاوین یہانتک کہ خیر کی طرف مائل اور راغب ہوجاوے اور شر سے نفرت اور بغض کرے اور خیر اور طاعات کیطرف میل اسوقت پیدا ہوتا ہی کہ جان لیوے کہ سعادت اخروی انھین چیزون سے وابستہ ہی جیسے کہ عاقل فصد اور پچھنے کیطرف جب مائل ہوتا ہی کہ جان لیتا ہی کہ میری سلامتی انھین ہی اور جب اصل میل معرفت سے حاصل ہوجاتا ہی تو وہ عمل سے قوی ہوجاتا ہی یعنی اگر مقتضاے میل کے بموجب عمل پر مواظبت کیجاتی ہی تو عمل کو تقویت ہوجاتی ہی اسلیے کہ مواظبت ایسے اعمال پر کرنی قائم مقام غذا اور قوت کے صفات قلبی کے لیے ہوا کرتی ہی جس سے صفت قلبی زور پکڑجاتی ہی اور خوب جم جاتی ہی مثلاً جو شخص طلب علم یا ریاست کیطرف مائل ہوتو شروع مین اسکا میل ضعیف ہوتا ہی مگر جب مقتضاے میل کے بموجب علم مین مشغول ہوتا ہی خواہ حصول ریاست کے لیے تدابیر شایان عمل مین لاتا ہی تو وہ میل راسخ ہوجاتا ہی حتی کہ اس سے علیحدہ ہونا اسکو مشکل پڑجاتا ہی اور اگر میل کے خلاف کرتا ہی تو اسکو ضعف ہوجاتا ہی اور اکثر جاتا بھی رہتا ہی یا جو شخص کہ کسی خوبصورت کو دیکھتا ہی تو اسکو رغبت کچھ ضعیف ہوتی ہی پھر اگر اسکے مقتضا کے بموجب ہمیشہ پاس بیٹھنا اور دیکھنا اور ہمکلام ہونا اور ملنا اختیار کرے تو وہی رغبت اتنی قوی ہوجاویگی کہ انجام کو کام اپنے اختیار سے نکل جاویگا اور علیحدہ نہین ہوسکیگا لیکن ابتدا ہی مین اگر نفس کو علیحدہ رکھیگا اور مقتضاے میل کے بموجب عمل نہ کریگا تو یہ ایسا ہوگا کہ گویا میل کی غذا موقوف کردی تو پھر اسکے کہ وہ میل ضعیف اور شکستہ ہو کر نیست و نابود ہوجاوے اور کیا ہوگا اسی طرح سب صفات کا حال ہی - اور خیرات اور طاعات سب کے سب اسلیے ہین کہ انسے آخرت مطلوب ہوتی ہی اور شر سب کے سب سے دنیا مراد ہوتی ہی اور نفس کا میل خیرات اخروی کی طرف اور اسکا پھیرنا دنیوی خیرات سے بھی دل کو ذکر اور فکر کے لیے

فارغ کر دیتا ہی اور یہ پختہ جب ہوتا ہی جبکہ اعمال طاعات پر مواظبت ہو اور جوارح سے معاصی کا ترک لازم کر لیا جاوے اسلیئے کہ اعضاے ظاہری اور دل مین ایک علاقہ ہی جس سے کہ ایک کا اثر دوسرے پر پہونچتا ہی مثلاً اگر کسی عضو مین زخم لگتا ہی تو اُس سے دل مین درد ہوتا ہی اور دل جب کسی عزیز کے مرنے سے رنجیدہ ہوتا ہی یا کسی امر خوفناک سے غمگین ہوتا ہی تو اعضا پر اُسکا اثر ظاہر ہوتا ہی کہ کہین بدن کانپتا ہی کہین رنگ بدل جاتا ہی فرق اتنا ہی کہ دل اصل ہی گویا کہ امیر یا حاکم ہی اور اعضا مثل خادم اور رعیت کے ہین انھین کی خدمت کی جہت سے دل کے صفات پختہ ہو جاتے ہین غرض کہ دل مقصود ہی اور اعضا آلات ہین جنسے مقصود تک رسائی ہی اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ فِی الجسد مضغة اذا صلحت صلح لھا سائر الجسد اور فرمایا اللھم اصلح الراعی والرعیة راعی سے مراد آپ کا قلب ہی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی لن ینال اللہ لحومھا ولا دمائھا ولکن یناله التقوی منکم اور تقوی قلب کی صفت ہی اسی وجہ سے بالضرور واجب ہی کہ قلب کے اعمال مطلقاً حرکات اعضا کی نسبت کر افضل ہون سمجھ یہ ضرور ہی کہ اُن سب مین سے نیت افضل ہو اسواسطے کہ نیت دل کے میل کرنے کو خیر کی طرف اور ارادہ خیر کو کہتے ہین اور اعمال جوارح سے ہماری غرض یہ ہی کہ جسمین دل ارادۂ خیر کا عادی ہو اور میل خیر اُسمین پختہ ہو جاوے تاکہ شہوات دنیا سے فارغ ہو کر ذکر اور فکر پر جھک پڑے تو ظاہر ہی کہ اعمال مین بہتری اسی غرض کے لحاظ سے ہوگی اور نیت مین چونکہ نفس مقصود حاصل ہی لہذا بلحاظ مقصود اُسی کو افضلیت ہونی چاہیے جیسے معدے مین اگر درد ہو تو ایک علاج تو یہ کرتے ہین کہ اوپر سے لیپ کر دین اور ایک یہ کہ ایسی دوا پلا دین جو معدے مین پہونچے پس دوا کا پینا بہ نسبت لیپ کے بہتر ہوگا اسلیئے کہ اُس سے بھی مقصود یہی ہی کہ اثر معدے مین پہونچے تو جو چیز خود معدے ہی سے ملی رہے وہ بہتر اور نافع تر ہوگی اسی طرح سب طاعات کی تاثیر کو سمجھنا چاہیے اسلیئے کہ اُنسے مطلوب دلون کے تغیر اور اُنکے صفات کی تبدیل ہی نہ کچھ اعضا کی خوبی مثلاً سجدہ کرنے سے یہ غرض نہین کہ پیشانی کا رکھنا زمین پر ہی بلکہ اُس سے مراد یہ ہی کہ عادت تواضع کی جو صفت قلبی ہی مضبوط ہو جاوے یعنی جو شخص اپنے نفس مین تواضع پاتا ہی تو جب اپنے اعضا سے اُسپر مدد چاہیگا اور اُنکی شکل تواضع کی بناویگا تو اُسکی تواضع پختہ ہو جاویگی اور جو شخص اپنے دل مین یتیم پر ترس پاتا ہی جب اُسکے سر پر ہاتھ پھیریگا اور پیار کریگا تو وہ صفت دل مین پختہ ہو جاویگی اور ایسی صورتون مین عمل بدون نیت ہرگز مفید نہین مثلاً کوئی یتیم کے سر پر تو ہاتھ پھیرے مگر دل مین غافل ہو یا یہ گمان کرے کہ مین کپڑے پر ہاتھ پھیرتا ہون تو ایسے عمل سے اعضا کی تاثیر دل مین کچھ بھی نہوگی اسی طرح جو شخص براہ غفلت سجدہ کرے اور اُسکا دل دنیا کی فکرون مین مشغول و مستغرق ہو تو اُسکے زمین پر پیشانی رکھنے سے دل پر کچھ تاثیر نہین ہوتی جس سے کہ تواضع پختہ ہو اسطرح کے سجدے کا وجود اور عدم برابر ہی اور جس چیز کا وجود اور عدم بلحاظ غرض مطلوب کے برابر ہو اُسکو باطل بیکار کہا کرتے ہین اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عبادت بدون نیت کے باطل ہی اور یہ اُس صورت مین ہی کہ سجدۂ غفلت سے کیا ہو پس جبکہ اُس سے قصد ریا یا کسی شخص کی تعظیم کا کیا ہو تو اُسکا وجود و عدم ہی برابر نہونگے بلکہ ایک خرابی بھی بڑھ جاویگی یعنی جس صفت کی تاکید مطلوب تھی وہ تو نہوئی بلکہ جس صفت کا استیصال منظور تھا اُسکی تاکید ہوئی اور وہ صفت ریا کی ہی جو دنیا کی طرف میل کرنے مین داخل ہی ۔ یہ وجہ ہی نیت کے بہتر ہونے کی عمل سے اور اسی سے معنی اس حدیث کے بھی سمجھ مین آتے ہین من ھم بحسنة فلم یعملھا کتبت له حسنة اسلیئے کہ دل کا قصد کرنا اُسکا خیر کی طرف مائل ہونا اور ہواے نفسانی اور محبت دنیا سے منحرف ہونا ہی جو بڑے سرے کی خوبی ہی اور عمل کے پورا کرنے سے اُس خوبی کی تاکید ہو جاتی ہی مثلاً قربانی کے ذبح سے مقصود گوشت اور خون نہین بلکہ یہ مراد ہی کہ دل محبت دنیا سے پھر جاوے اور خداے تعالی کی رضا کو اپنے مطالب سے مقدم جان کر اُسکو خداے تعالی کی راہ مین دیدے اور یہ بات نیت اور ہمت کے مصمم کرتے ہی حاصل ہو جاتی ہی گو کسی مانع کی جہت سے نوبت عمل کی نہ پہونچے چنانچہ قرآن مجید خود شاہد ہی لن ینال اللہ لحومھا ولا دمائھا ولکن یناله التقوی منکم اور تقوی کا مقام احادیث کی رو سے دل ہی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کچھ لوگ مدینے مین ہین اور جہاد مین ہمارے شریک ہین اسواسطے کہ اُنکے دل نیت بخیر ہونے اور خداے تعالی کا کلمہ بلند کرنے

اور مال وجان کے خرچ کرنے اور شہادت کی رغبت کرنے مین ایسی ہی تھے جیسے اُن لوگون کے تھے جو جہاد کو نکلے تھے صرف بدن علیحدہ تھے کسی خاص مانع کی جہت سے شرکت بدنی نہوسکی تھی اور ان معنون سے سب احادیث جو ہمنے نیت کی فضیلت مین وارد کی ہین سمجھ مین آجاوینگی تو اُنکو انھین معنون کے مطابق کرکے دیکھ لینا چاہیے تاکہ اسرار منکشف ہوجاوین جو تھا بیان جو اعمال کہ نیت سے متعلق ہین اُنکی تفصیل کے ذکر مین - واضح ہو کہ اعمال اگرچہ بہت سے اقسام مین منقسم ہوسکتے ہین یعنی کہہ سکتے ہین کہ وہ فعل ہین یا قول اور حرکت ہین یا سکون اور حصول فائدہ کے لیے ہین یا دفع ضرر کے لیے اور فکر کے ہین یا ذکر کے اسی طرح بہت سے ہوتے ہین کہ اُنکا شمار بھی نہین ہوسکتا مگر تاہم اُنکی تین قسمین ہین اول معاصی دوم طاعات سوم مباحات ان تینون قسمون مین نیت کے باعث جو تغیر ہوتا ہے وہ مفصل لکھا جاتا ہے قسم اول یعنی معاصی کا حال تو یہ ہے کہ نیت کے باعث اُنمین کچھ تغیر نہین ہوتا پس اگر کوئی جاہل حدیث انما الاعمال بالنیات سے یہ سمجھے کہ معصیت بسبب نیت کے طاعت ہوجاتی ہے تو یہ محض غلطی ہے مثلاً ایک شخص کے پاس خاطر کے باعث کوئی شخص دوسرے کی غیبت کرے یا فقیر کو کسی دوسرے کا مال کھلاوے یا مال حرام سے مدرسہ یا مسجد یا سرا بناوے اور نیت خیر کرے تو سب جہالت کی باتین ہین نیت کے باعث ان امور کا ظلم اور معصیت ہونا جاتا نہ رہیگا بلکہ مقتضائے شرع کے خلاف ایسے خیر کی نیت کرنی دوسری بُرائی ہے پس اگر دانستہ ایسا کریگا تو دشمن شرع ہوگا اور اگر نادانستگی مین کریگا تو جہالت کے باعث گناہگار ہوگا کیونکہ علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے - اور خیرات کا خیر ہونا شرع ہی سے معلوم ہوتا ہے جو چیز شر ہے وہ خیر کیسے ہوسکتی ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ شہوت خفی اور ہواے باطنی اس امر کو دل مین ڈالدیتے ہین اسلیے کہ جب دل طلب جاہ اور لوگون کے دل اپنی طرف کرنے کا اور حظوظ نفسانی کا مائل ہوتا ہے تو جاہل آدمی پر شیطان کو خوب دغا کا بہانہ ملجاتا ہے - اور اسی وجہ سے حضرت سہیل رح فرماتے ہین کہ خداے تعالی کی نافرمانی کسی معصیت سے اتنی بڑھکر نہین جتنی جہل کی معصیت ہے لوگون نے پوچھا کہ حضرت جہل سے بڑھکر بھی کوئی چیز آپ کو معلوم ہے اُنھون نے فرمایا کہ ہان اپنی جہالت سے جاہل ہونا زیادہ سخت ہے - اور درواقع مین آپ کا قول درست ہے اسلیے کہ جہل مرکب بالکل راہ تعلم کی بند کردیتا ہے مثلاً جو شخص جانتا ہو کہ مجھے علم ہے وہ کیون سیکھیگا کسی نے سچ کہا ہے شعر آن کس کہ نداند و بداند کہ بداند ؛ در جہل مرکب ابد الدہر بماند ؛ اسی طرح علم سے خداے تعالی کی اطاعت کرنی سب اطاعتون سے افضل ہے اور علم کا علم سب علمون کی جڑ ہے جیسے کہ جہل کا جہل سب جہالتون کی اصل ہے تو جس شخص کو علم نافع اور مضر کا حال معلوم نہو وہ انھین علوم مین مشغول ہوگا جنپر لوگ جھکے ہوے ہین اور وہ علوم واہیات ہین جو اُنکے لیے دنیا کے وسیلے ہین اور ایسے ہی علوم مین مصروف ہونا مادہ جہالت اور معدن فساد عالم ہے - حاصل یہ کہ جو شخص جہالت کے باعث معصیت سے قصد خیر کرے تو اُسکا عذر جہالت نہین سنا جاویگا البتہ ایک صورت مین معذور ہوگا کہ اُسکو مسلمان ہوے تھوڑے دن ہوے ہون اور مہلت سیکھنے کی نہ ملی ہو ورنہ ظاہر ہے کہ خداے تعالی ارشاد فرماتا ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لایعذر الجاہل علی الجہل ولایحل للجاہل ان یمکث علی جہل ولا للعالم ان یسکت علی علمہ اور مساجد اور مدرسے مال حرام سے بنوا کر جو بادشاہون کا تقرب کرتے ہین اُسی کے قریب یہ بھی ہے کہ جو لوگ بیوقوف اور شریر ہون اور فسق وفجور مین مشغول اور اسی بات پر آمادہ ہون کہ علما سے جھگڑین اور فقہا کو بہکائین اور لوگون کی دلداری اور مال دنیاوی اور متاع بادشاہون اور یتیمون اور مساکینون پر دانت رکھتے ہون اُنکو علم پڑھایا جاوے اسلیے کہ ایسے بدذات جب علم سیکھتے ہین تو خداے تعالی کی راہ کے راہزن ہوتے ہین اور ہر ایک اپنے شہر مین دجال کا نائب بنکر دنیا پر جھگڑتا ہے اور ہواے نفسانی کا اتباع کرتا ہے اور تقوی سے دور رہتا ہے لوگون کو اُسکے دیکھنے سے خداے تعالی کی نافرمانیون کی جراءت ہوتی ہے پھر یہی علم اُس شخص سے دوسرے کسی اُسی جیسے کو ملجاتا ہے وہ بھی اول اُستاد کے قدم بقدم چلتا ہے اسی طرح یہ علم مسلسل ہوتا چلا جاتا ہے اور سب اِسطرح کے عالم اُس علم کو وسیلہ شر کرتے ہین اور اُن کا وبال اُسی معلم اول پر رہتا ہے جسنے باوجود نیت فاسد شاگرد کے اسکو علم پڑھایا اور آنکھون سے اُسکے اقسام معصیت اقوال اور افعال اور کھانے پینے مسکن وغیرہ مین دیکھ لیے اور اُسکی تعلیم موقوف نہ کی اِسطرح کا عالم جب مرجاتا ہے تو اُسکے آثار شر کے جہان مین ہزار دو ہزار برس تک پھیلے

رہتے ہین اور اچھا وہی ہو جو مرے اور اسکے ساتھ اسکے گناہون کا بھی خاتمہ ہو جاوے سچ تعجب یہ ہو کہ ایسے عالم جہالت سے یہ کہتے ہین کہ انما الاعمال
بالنیات مین نے تو علم دین کے پھیلانے کی نیت کی ہو اگر سیکھنے والا اسکو فساد مین استعمال کریگا تو قصور اسکا ہو نہ میرا میری نیت تو یہی تھی کہ وہ
اس سے امور خیر پر مدد لے اسکے اس قول کا منشا ریاست کی محبت اور مخدوم بننا اور زیادتی علم کا تکبر ہو اور شیطان بواسطہ ریاست کی محبت کے
اسپر یہ امور مشتبہ کر دیتا ہو مگر ہمکو نہین معلوم کہ وہ شخص اس بات کا جواب کیا دیگا کہ ایک شخص نے راہزن کو تلوار ہبہ کر دے اور اسکو گھوڑا اور
دوسرے لوازم تیار کر دیے جیسے وہ اپنے مقصود پر مدد لے اور پھر یہ کہتا ہو کہ مین نے نیت سخاوت اور دینے کی کر لی ہو جو اللہ تعالی کے عمدہ
اخلاق مین سے ہو اور میری یہ نیت ہو کہ وہ شخص اس تلوار و سامان سے خدا کی راہ مین لڑے اور غازی کو یہ سامان دینا ظاہر ہو کہ بڑے
ثواب کی بات ہو اب اگر وہ خود اسکو رہزنی مین صرف کرے تو مین کیا کرون وہ خود گناہگار ہوگا حالانکہ سب فقہا کا اتفاق ہو کہ راہزن کو
اسباب رہزنی سے مدد پہونچانی حرام ہو باوجودیکہ سخاوت سب اخلاق مین سے محبوب ہو اور اسکی شان مین آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ حق تعالی
کے تین سو اخلاق ہین جو کوئی انمین سے ایک سے بھی اسکی طرف تقرب کرتا ہو وہ جنت مین داخل ہوتا ہو اور ان سب مین محبوب خدا کو سخاوت ہو
پس کیا وجہ کہ اس سخاوت کو حرام کر دیا اور راہزن کے قرینہ حال کو دیکھنا واجب فرما دیا پس جبکہ اسکی عادت ظاہر ہو گئی کہ وہ ہتیار سے شر کے
اوپر راہ لیتا ہو تو اس سے ہتیارون کا چھین لینا چاہیے نہ یہ کہ اور اپنے پاس سے اسکو دیے جاوین اور علم بھی وہ ہتیار ہو کہ اس سے شیطان
اور دشمنان خدا مارے جاتے ہین اور بعض اوقات اس سے دشمنان خدا کو مدد پہونچتی ہو جیسے ہوا ے انسانی تو جو شخص ہمیشہ دنیا کو دین پر ترجیح
دیتا ہو اور اپنی خواہش کو آخرت پر مگر حصول خواہش سے بسبب کم علمی کے عاجز ہو تو ایسے شخص کو علم سے مدد دینی کیسے جائز ہو کہ وہ اس علم کی
بدولت اپنے شہوات کے حاصل کرنے پر قادر ہو جاوے - بزرگان سلف کا دستور تھا کہ جو شخص انکے پاس آمد و رفت رکھتا تھا اسکے احوال کے تجسس
مین رہتے تھے اگر اس سے ایک نفل مین بھی قصور دیکھتے تو اسکو برا جانتے اور خاطر داری اور تعظیم چھوڑ دیتے اور اگر بدکاری یا حرام چیز کو حلال سمجھنا دیکھتے
تو اسکو اپنی مجلس سے نکال دیتے اور بولنا چھوڑ دیتے کوئی بات سکھانے کے تو کیا معنی اسواسطے کہ انکو معلوم تھا کہ جو کوئی شخص مسئلہ سیکھتا ہو اور اسکے
بموجب عمل نہین کرتا اسکو غیر جگہ مین استعمال کرتا ہو تو وہ اور کچھ نہین سیکھتا صرف شر کا وسیلہ ڈھونڈھتا ہو اور تمام اکابر سلف نے عالم بدکار سے پناہ مانگی
جاہل بدکار سے نہین مانگی - حضرت امام احمد بن حنبل رح کے حال مین لکھا ہو کہ ایک شخص آپکی خدمت مین برسون سے آمد و رفت استفادہ کے طور پر رکھتا تھا
اتفاقاً آپ نے اس سے منھ پھیر لیا اور گفتگو موقوف کی نہایت سے ڈال دیا اس شخص نے ہرچند تغیر مزاج کا باعث پوچھا مگر آپ نہ بتلاتے تھے آخر بہت اصرار
کے بعد فرمایا کہ مین نے سنا ہو کہ تو نے اپنے گھر کی دیوار کو سڑک کی جانب سے گارا لگایا ہو اور قد آدم مٹی لے لی ہو اور وہ مسلمانون کی راہ کی خاک ہو اسلیے
اب تجھمین لیاقت نہین ہو کہ علم کی نقل کرے پس سلف کے لوگون کا حال گمراہی طلبہ کا اسطرح تھا اور اس جیسی باتین غبی لوگون اور شیطان کے تابعدارون
پر مخفی رہتی ہین گو انکے پاس چادرین اور چوڑی چوڑی آستینین ہون اور وہ خود زبان دراز اور خوش تقریر ہون اور علم بھی بہت سا رکھتے ہون یعنی وہ علم
جسمین دنیا سے ڈرانے اور روکنے کا بیان اور آخرت کی ترغیب اور طلبی نہو بلکہ وہ علم ہو جو خلق مین مروج ہو اور اسکے باعث مال حرام جمع کرتے ہین اور
لوگون کی پیروی چاہتے ہین اور ہمسرون پر شیخی جتاتے ہین اس تقریر گذشتہ سے ثابت ہوا کہ حدیث الاعمال بالنیات خاص دو قسم اعمال کے
لیے ہو یعنی طاعات اور مباحات کے لیے اور معاصی کے لیے نہین ہو اسلیے کہ طاعات تو نیت کے سبب سے معصیت بھی ہو جاتی ہو اور نیت ہی سے طاعت
بھی رہتی ہو اور مباح کا بھی یہی حال ہو کہ نیت ہی سے معصیت اور طاعت دونون ہو سکتی ہو مگر معصیت کسی طرح طاعت نہین ہو سکتی بلکہ نیت سے
اسمین برعکس تاثیر ہو کہ جب معصیت مین خبیث نیتین ملجاتی ہین تو اسکا وبال اور گناہ اور زیادہ ہو جاتا ہو چنانچہ اسکا بیان باب التوبہ مین گذرا
دوسری قسم اعمال کی طاعت ہین وہ دو باتون مین نیت سے متعلق ہین اول تو اصل صحت مین دوم ثواب کی زیادتی مین اصل تو اسطرح کہ عمل سے
عبادت خدا کی نیت کرے اور کچھ نہو یعنی اگر ریا کی نیت کریگا تو وہ عبادت معصیت ہو جاویگی اور ثواب کا زیادہ ہونا اسطرح کہ بہت سی نیتین

حسنات کی ایک عمل مین کرے تو جب ایک طاعت مین نیت چند خیرات کی کریگا تو ہر ایک نیت پر ایک ثواب جدا گانہ ملیگا کیونکہ ہر نیت ایک حسنہ ہے اور ایک حسنہ
پیچھے جیسا حدیث شریف کے دس گنا ثواب مل سکتا ہے مثلاً کوئی شخص مسجد مین بیٹھے اور اس بیٹھنے مین بہت سی نیتین کرے ہر چند یہ ایک طاعت ہے
مگر بہت سی نیتون سے اتنی ہو سکتی ہے کہ اعمال متقین کی سی فضیلت اسمین آجاوے اور مقربین کے درجے کو اسکے باعث پہونچ جاوے پہلی نیت یہ ہے
کہ یون جانے کہ مسجد خدا کا گھر ہے اور جو اسمین آتا ہے اسکو خدا کی زیارت ہوتی ہے تو مسجد مین بیٹھنے سے زیارت اپنے پروردگار کی نیت کرے تاکہ وہ
ثواب جسکا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مین فرمایا ہے حاصل ہو چنانچہ آپ فرماتے ہین من قعد فی المسجد فقد زار اللہ تعالی وحق علی المزور
اکرام زائرہ دوسرے یہ کہ ایک نماز کے بعد دوسرے نماز کی نیت کرے تاکہ جبتک انتظار مین رہے نماز ہی کا ثواب ملے اور یہی مراد ہے کلمہ ورابطوا سے جو
قرآن مجید مین وارد ہے تیسرے کان اور آنکھ کا روکنا اور اعضا کو حرکات اور ترددات سے محفوظ رکھکر راہب بننا اسلیے کہ اعتکاف روزہ کے مثل
باز رہنے کا نام ہے اور وہ ایک قسم کی رہبانیت ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین رہبانیۃ امتی القعود فی المساجد چوتھے ہمت کا منحصر
کرنا خداے تعالی پر اور فکر آخرت کے بھید کا پیچھا لینا اور جو اشتغال اس سے روکنے والے ہین انکو دفع کرنا پانچوین ذکر الٰہی کے لیے تنہا ہو جانا یا
صرف اسکا ذکر سننے کے لیے یا اسکی یاد کے لیے ہو رہنا جیسے کہ حدیث شریف مین وارد ہے من غدا الی المسجد لیذکر اللہ تعالی او یذکر بہ کان کالمجاہد
فی سبیل اللہ تعالی چھٹے قصد امر معروف اور نہی منکر کا کرنا اسلیے کہ مسجد مین ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہین جو نماز اچھی طرح نہ پڑھین یا ایسے حرکات کے
مرتکب ہون جو انکو جائز نہون تو مسجد مین بیٹھنے والا انکو اچھی بات سکھاوے اور دین کی راہ بتاوے تاکہ جو امر خیر وہ اس سے سیکھین اسمین یہ بھی
شریک ہو اور خیرات اسکی زیادہ ہو جاوین ساتوین یہ کہ کسی برادر دینی سے کچھ استفادہ کی نیت ہو کہ مسجد مین اکثر دیندار خداے تعالی کے محب اور اللہ تعالی
کے باب مین دوستی کرنے والے موجود رہا کرتے ہین انسے استفادہ ہو تو ذخیرہ آخرت اور غنیمت ہے آٹھوین یہ کہ گناہون کو خداے تعالی کی شرم سے
چھوڑ دے اور اس بات سے محترز رہے کہ خداے تعالے کے گھر مین وہ بات نہ کرے جو مقتضی ہتک حرمت ہو اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ جو
شخص کثرت سے آمد و رفت مسجد کی رکھتا ہے اللہ تعالی اسکو سات باتون مین سے ایک عنایت فرماتا ہے یا کوئی بھائی ملتا ہے جس سے خداے تعالی کے
باب مین استفادہ ہو یا رحمت نازل ہوتی ہے یا علم عجیب یا ایک کلمہ جو راہ راست بتادے یا کسی بات سے چھڑا دے یا گناہون کا چھوڑنا خداے تعالے کے
خوف سے یا اسکی شرم سے۔ پس بہت سی نیتین کرنے کا یہ طور ہے اسی پر سب طاعات اور مباحات کو قیاس کر لینا چاہیے اسواسطے کہ کوئی طاعت ایسی نہین
جو محتمل بہت سی نیات کی نہو بندہ مومن کے دل مین انمین سے اسی قدر آتی ہین جسقدر کہ وہ طلب خیر مین جد و جہد اور فکر کرتا ہے اسی سے اعمال
ستھرے ہوتے ہین اور حسنات زیادہ ہوتے ہین تیسری قسم مباحات ہین انمین بھی ایک یا کئی نیتین اس قسم کی ہو سکتی ہین جنسے کہ مباحات عمدہ قربات ہین
ہو جاوین اور انسے بلند مدارج حاصل ہون بڑا نقصان اسکو ہے جو انسے غافل ہو اور جانورون کی طرح سہو اور غفلت سے انکو بجا لاوے اور یہ
نہ چاہیے کہ آدمی کسی خطرہ یا قدم و لحظہ کو حقیر سمجھے اسلیے کہ قیامت کو ان سب کی پوچھ ہوگی کہ کیون کیا تھا اور اس سے کیا نیت تھی یہ صورت اس
مباح مین ہے جسمین کراہت کا خلط نہو اور اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلالہا حساب وحرامہا عقاب اور حضرت معاذ بن جبل رض کی حدیث مین
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان العبد یسال یوم القیمۃ عن کل شئ حتی عن کحل عینیہ وعن فتات الطینۃ باصبعہ وعن لمسہ ثوب اخیہ اور
دوسری حدیث مین ہے کہ جو شخص خدا کے واسطے خوشبو لگاوے قیامت کو ایسی طرح آویگا کہ اسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو بغیر اللہ
کے واسطے خوشبو لگاوے وہ قیامت کو ایسی طرح آویگا کہ اسکی بدبو مردار کی بدبو سے بھی زیادہ ہوگی یہان دیکھو کہ خوشبو لگانا مباح ہے مگر نیت کا ہونا
اسمین ضرور ہے اب اگر پوچھو کہ خوشبو لگانی نفس کے حظوظ مین سے ہے وہ خدا کے واسطے کیسے ہو سکتی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کو یا اور اوقات
مین خوشبو لگاوے تو ہو سکتا ہے کہ اسکا مقصود صرف دنیاوی لذات سے راحت پانے کا ہو یا اظہار اپنے فخر کا اور مال کی کثرت کا ہو تاکہ ہمسر حسد کرین
یا خلق کو دکھلانا منظور ہو تاکہ انکے دلون مین اسکی جگہ ہو اور اسکا ذکر جب کرین تو کہین کہ خوشبو پسند آدمی ہے خوشبو سے ذوق ہے یا یہ منظور ہو کہ اجنبی

عورتون کے دلون مین محبوب ہو جاوے بشرطیکہ آنکو دیکھا کرتا ہو اور اور بہت سے امور اسی طرح کے ہو سکتے ہین اور ان سب سے خوشبو لگانی معصیت ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اُسکی بدبو مردار سے بڑھکر قیامت مین ہوگی مگر صرف پہلا قصد یعنی لذات دنیاوی سے راحت پانی البتہ معصیت نہین سوال اُس سے بھی ہوگا اور جس سے حساب کا جھگڑا ہوگا اُسکو عذاب ہوگا اور جو شخص کہ کوئی چیز دنیا کے مباحات مین سے کریگا تو قیامت کو اُسپر عذاب تو نہوگا مگر اُسی قدر راحت آخرت کم کردی جاویگی اور اگر تامل کرو تو بڑے نقصان کی بات ہے کہ یہان کے ایک امر فانی کے عوض مین وہ راحت جاودانی کم ہو جاوے ۔ اور اچھی نیتین خوشبو مین یہ ہین کہ مثلاً اُس سے اتباع سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جمعہ کے روز نیت کرے اور خانۂ خدا کی تعظیم کی نیت کرے کہ خداے تعالی کی زیارت کو مسجد مین بے خوشبو نہ جانا چاہیے یا اپنے پاس والون کو راحت پہونچانے کی نیت کرے یا خود اپنے نفس سے بدبو دور کرنے کی نیت کرے کہ جو میرے پاس بیٹھے اُسکو ایذا میری بدبو کی نہو یا یہ نیت کرے کہ بدبو کی صورت مین لوگ میری غیبت کرتے ہونگے وہ غیبت سے باز رہین اور میرے سبب سے خداے تعالی کی معصیت نہ کرین اسلیے کہ جو شخص غیبت کا متعرض ہوتا ہے اور وہ اُس سے بچنے پر قادر ہے تو وہ اُس معصیت مین شریک ہوا کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم اسمین اشارہ ہے کہ شر کا سبب ہونا بھی شر ہے اور نیت اپنے دماغ کے علاج کی کرے تاکہ خوشبو سے ذہن و ذکا زیادہ ہو اور امور دینی کا سمجھنا اور اُنمین فکر کرنا آسان پڑے چنانچہ امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جسکی خوشبو اچھی ہوتی ہے اُسکی عقل زیادہ ہوتی ہے غرضکہ اسطرح کی نیتین ایسی ہین کہ جب آدمی کے دل پر تجارت آخرت اور طلب خیر غالب ہوتی ہے تو ایسی نیتین کرنے سے عاجز نہین ہے کر سکتا ہے اور جس صورت مین کہ اُسکے دل پر آسایش دنیا ہی غالب ہو تو البتہ یہ نیتین اُسکے دل مین نہین آتین اور اگر کوئی ذکر بھی کرے جب بھی اُسکا دل نہین سمجھتا کہ یہ نیتین کرے اور اگر کوئی ان نیتون مین سے کرتا بھی ہے تو صرف خطرے کے طور پر ہوتی ہین کہ اُسکو نیت نہین کہہ سکتے اور مباحات بہت سے ہین اور اُنکی نیتون کی شمار ممکن نہین اس ایک ہی مثال سے باقی کو قیاس کرلو ۔ اور اسی وجہ سے بعض عارفین سلف نے فرمایا ہے کہ مجھکو مستحب معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز مین ایک نیت کر لیا کرون یہانتک کہ کھانے اور پینے اور سونے اور پاخانہ مین جانے اور دوسری چیزون مین سب مین ایک نیت ہو اور یہ سب باتین اُس قسم کی ہین کہ اُنمین نیت تقرب الی اللہ کی ہو سکتی ہے اسواسطے کہ جو چیز کہ سبب بدن کے باقی رہنے اور معاملات بدنی سے دل کے فارغ ہونے کا ہے وہ دین پر معین ہوتی ہے مثلاً جو کھانا کھانے سے یہ نیت کرے کہ عبادت پر قوت ہو اور صحبت سے یہ نیت کرے کہ دین کی درستی اور اپنی اہلیہ کے دل کی خوشی اور توقع ولد صالح کی کہ میرے بعد خداے تعالی کی عبادت کرے اور امت محمدی اُس سے بڑھے تو اس صورت مین وہ شخص اپنے کھانے اور صحبت سے طاعت بجالانے والا ہوگا اور سب حظوظ نفس سے بڑھکر یہ دونون چیزین ہین تو جس شخص کے دل پر فکر آخرت غالب ہو اُسپر ان دونون خیر کی نیت کرنی محال نہین ۔ اسی طرح چاہیے کہ جب آدمی کا مال جاتا رہے تو اُسمین بھی نیک نیت کرے اور کہدے کہ وہ مال فی سبیل اللہ ہے اور جب یہ سنے کہ میری غیبت کوئی کرتا ہے تو دل مین خوش ہو اسوجہ سے کہ اُسکے عوض مین غیبت کرنے والا میری برائیان اُٹھا دیگا اور اُسکے نامۂ اعمال مین سے نیکیان میرے نامہ اعمال مین چلی آوینگی اور اس امر کی نیت اسطرح کرے کہ جواب کچھ نہ دے جیسا ہو رہے کہ حدیث شریف مین ہے کہ بندے کا حساب ہوگا تو اُسکے سب اعمال آفت کے آجانے سے بیکار ہو جاوینگے یہانتک کہ مستحق دوزخ کا ہوگا پھر اُسکے لیے اعمال صالحہ کا دفتر کھولا جاویگا جس سے وہ سزاوار جنت ہوگا پس وہ شخص تعجب کرکے کہیگا کہ الٰہی یہ اعمال تو مین نے کبھی کیے نہ تھے تو اُس سے کہا جاویگا کہ یہ اعمال اُن لوگون کے تجھے ملے ہین جنھون نے تیری غیبت کی اور تجھپر ظلم و زیادتی کی اور دوسری حدیث مین ہے کہ بندہ قیامت کے روز ایسے حسنات لاویگا جو پہاڑ کے برابر ہون اور اگر وہ سب اُسکے لیے ہون تو جنت مین داخل ہو جاوے مگر چونکہ ایسی صورت سے آویگا کہ کسی پر ظلم کیا ہوگا اور کسی کو گالی دی ہوگی کسی کو مارا ہوگا اسی لیے ان سب مظلومون کو اُسکے حسنات دیدیے جاوینگے یہانتک کہ اُسکے پاس کوئی نیکی باقی نہ رہیگی فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی اسکی حسنات ہو چکین اور ابھی دعویدار باقی ہین حکم ہوگا کہ اسپر اُنکے سیات ڈالدو اور اسکے لیے ایک رقعہ دوزخ مین کو لکھدو غرض کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے حرکات مین سے کسی کو حقیر نجانے اور ایسا نہو کہ بعض امور کو حقیر جانکر اُسکے شرور سے نہ بچے اور سوال اور حساب کے دن کے لیے اُسکی

جو ابد ہی کی تیاری نہ کرے اللہ تعالی ہر ایک امر کا دانا بینا ہے چنانچہ فرماتا ہے مَا یَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَیْهِ رَقِیبٌ عَتِیدٌ اور بعض سلف سے منقول ہے کہ مین نے ایک خط
لکھا اور چاہا کہ ہمسایہ کی دیوار سے اسپر مٹی ڈالکر خشک کرون مگر دل نے ٹالا پھر مین نے کہا کہ یہ تو مٹی ہے اسکی کیا اصل ہے غرض مٹی سے اسکو خشک کر دیا
اسکے بعد غیب سے یہ آواز آئی ۔ جو سمجھے ہین یہ خاک لینی روا ہے تو قیامت کو دیکھینگے اپنی سزا۔ اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوری رح کے ساتھ
نماز پڑھی دیکھا تو آپ کا کپڑا الٹا تھا آپ کی خدمت مین عرض کیا آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ کپڑے کو سیدھا کر لین مگر پھر نہ کیا اس شخص نے اسکا باعث
پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین نے کپڑے کو خداے تعالے کے واسطے پہنا تھا مین نہین چاہتا کہ اسکے غیر کے واسطے اسکو سیدھا کرون۔ اور حضرت حسن
فرماتے ہین کہ قیامت کو کوئی شخص دوسرے آدمی سے الجھیگا اور کہیگا کہ میرا تیرا معاملہ خداے تعالی کے سامنے ہے وہ کہیگا کہ بخدا مین تجکو نہین جانتا وہ
کہیگا کہ جانتا کیون نہین تو نے ایک اینٹ میری دیوار مین سے لی تھی اور ایک دھاگا میرے کپڑے مین سے لیا تھا پس اسطرح کے اخبار خائفین کے
دل کے پرزے کیے دیتے ہین پس اگر تم کچھ عقل اور حوصلہ رکھتے ہو اور مغالطہ کھانے والون مین نہین ہو تو اپنے اعمال کے نگران رہو اور اس سے
پیشتر کہ تم سے حساب مین بال کی کھال نکالی جاوے تمہین اپنے حرکات و سکنات کو سوچ سمجھکر کرو جو حرکت کرو پہلے سوچ لو کہ کیون کرتے ہو اور کیا
نیت ہے اور اسکے باعث دنیا مین سے کیا ملیگا اور آخرت مین سے کچھ جاتا رہیگا کہ نہین پھر دل کے بھی نگران رہو کہ کسی کام کے ترک مین کیا نیت
کرتا ہے کیونکہ کام کا چھوڑنا بھی ایک فعل ہے اسمین بھی نیت صحیح کا ہونا ضرور ہے ایسا نہو کہ اسکا موجب کوئی ہواے خفی ہو کہ جسپر آگاہی نہین ہوا کرتی اور ظاہری
باتون سے دھوکا مت کھاؤ اسکے باطن اور بھید پر غور کرتے رہو تاکہ حیطۂ مغالطہ سے نکل جاؤ۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے حال مین لکھا ہے کہ کسی کی دیوار
گارے کی اینٹ سے بناتے تھے دیوار والون نے آپ کو دو روٹیان لا دین اور آپ کا دستور تھا کہ بدون اپنے ہاتھ کی اجرت کے کھانا نہ کھاتے تھے
جسوقت آپ کھانے بیٹھے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے آپ نے انکی تواضع نہ کی یہانتک کہ سب کھا چکے لوگون کو آپ سے تعجب ہوا اسلیے کہ آپ سخی
اور زاہد مشہور تھے اور یہ گمان کیا کہ بظاہر تواضع کر لینا بہتر تھا آپ نے فرمایا کہ مین کچھ لوگون کی مزدوری کرتا ہون اور انھون نے مجھے روٹی اسلیے
دی تھی کہ انکا کام کرنیکی طاقت مجھمین آجاوے پس اگر تم بھی اس کھانے مین شریک ہوتے تو نہ تمھارا پیٹ بھرتا نہ میرا اور مین انکے کام مین ضعیف
رہتا تو دیکھو کہ عاقل آدمی نور خدا سے اسطرح باطن کو دیکھا کرتا ہے یعنی کام مین سستی ہونی فرض کا نقصان ہے اور تواضع کھانے کی نہ کرنی نفل کا نقصان ہے
فرائض کے ہوتے ہوے نوافل کی کچھ پوچھ نہین۔ اور بعض اکابر سے روایت ہے کہ مین حضرت سفیان ثوری رح کی خدمت مین گیا اسوقت آپ کھانا
کھاتے تھے مجھسے کلام بھی نہ کیا یہانتک کہ اپنی انگلیان چاٹین پھر فرمایا کہ اگر مین یہ کھانا قرض نہ لیتا تو مجھے اچھا معلوم ہوتا کہ تم بھی اسمین سے کھاتے
اور حضرت سفیان ہی کا قول ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کو اپنے کھانے مین شریک ہونے کو کہے اور اسکو کھلانے کی رغبت نہو تو اگر اسکے کہنے سے
دوسرا کھالیگا تب تو اسپر دو گناہ ہونگے اور اگر نہ کھاویگا تو ایک ہی گناہ رہیگا یعنی ایک گناہ تو نفاق ہے کہ باطن مین شرکت نہین چاہتا تواضع ظاہری
کرتا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو ایسی بات پر برانگیختہ کرتا ہے کہ اگر وہ جان لے تو برا جانے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے سب اعمال مین اسطرح
نیت کا تجسس کیا کرے جس کام کو کرے بدون نیت نہ کرے اور اگر نیت اسوقت نہو تو توقف کرے اسلیے کہ نیت اپنے اختیار مین نہین کہ جب
چاہے موجود ہو جاوے۔ پانچوان بیان اس باب مین کہ نیت اختیار مین نہین ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ جاہل آدمی جب نیت کی خوبی جو پہلے
لکھی ہے سنتا ہے اور اس قول نبوی کو سنتا ہے کہ انما الاعمال بالنیات تو اپنے سب کامون کے شروع مین دل مین کہا کرتا ہے کہ نیت کرتا ہون خدا
کے واسطے پڑھانے کی یا تجارت کی یا کھانے کی وغیرہ اور گمان کرتا ہے کہ یہ نیت ہو گئی حالانکہ یہ یا تو حدیث نفس ہے یا زبانی کلمات ہین یا فکر ہے یا
ایک خاطر سے دوسرے کی طرف پھرنا ہے نیت سے ان امور کو کچھ سروکار نہین اسلیے کہ نیت تو نام نفس کے ابھار اور توجہ اور میل کا ہے ایسی چیز
کی طرف کہ جسمین نفس کی غرض اسوقت یا انجام کو اسکے نزدیک ہین ہو اور میل اگر نہین ہوگا تو ممکن نہین کہ اسکو صرف ارادہ سے حاصل
اور ایجاد کر لیا جاوے بلکہ اسکی صورت تو ایسی ہوگی جیسے پیٹ بھرا آدمی کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ کھانے کی خواہش کرون اور اسکی

طرف مائل ہون یا کوئی بے فکر شخص کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ فلان شخص پر عاشق ہون اور اُسکو اپنے دل مین بڑا اور محبوب جانون اور ظاہر ہے کہ یہ دونون باتین دشوار ہین بلکہ دل کی کسی چیز کی طرف پھیرنے اور مائل کرنے کا طریق یہی ہے کہ اول اُسکے اسباب حاصل کرے اور وہ بھی کبھی اختیاری ہوتے ہین اور کبھی نہین اور نفس جو فعل پر اُبھرتا ہے تو کسی غرض کے باعث ہوتا ہے جو نفس کے موافق اور مناسب ہوتی ہے اور جب تک انسان تعیین و اعتقاد نہین کر لیتا کہ میری غرض وابستہ فلان فعل سے ہے تب تک اپنا قصداً اُسکی طرف متوجہ نہین کرتا اور یہ بات ہر وقت اختیاری نہین کہ دل مین کسی چیز کا اعتقاد جما لیا کرے اور اگر اعتقاد بھی ہو جاتا ہے تو دل متوجہ جب ہوتا ہے جبکہ فارغ ہو اور اُس غرض کی نسبت کسی اور قوی غرض مین مشغول نہو اور یہ بات بھی ہر وقت ممکن نہین پھر رغبت دلانے والی اور پھیرنے والی چیزون کے بہت سے اسباب ہین جنسے وہ اکٹھے ہو جایا کرتے ہین اور انکا جمع ہونا ہر شخص کے حال اور عمل کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتا ہے مثلاً اگر شہوت نکاح کی آدمی پر غالب ہو اور لڑکا ہونے سے کوئی غرض صحیح دینی خواہ دنیاوی اُسکے اعتقاد مین نہو تو ایسے شخص سے نہین ہو سکے گا کہ صحبت کے وقت ولد کی نیت کرے بلکہ صحبت صرف بہ نیت اقتضاء شہوت ہوگی اسواسطے کہ نیت تو غرض پر موقوف ہے اور یہان غرض شہوت ہی فرض کی گئی ہے تو ولد کی نیت کیسے ہوگی اسی طرح اگر دل پر یہ امر غالب نہو کہ سنت نکاح ادا کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پائی جاتی ہے اور اسوجہ سے اُسکا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے تو ممکن نہین کہ نکاح سے اتباع سنت کی نیت ہو بجز اسکے کہ زبان سے کہہ لے یا دل مین کہہ لے اور صرف کہہ لینا گفتگو ہے نیت نہین ہان اِس نیت کے حاصل کرنے کا یہ طور ہے کہ اول اپنا ایمان شریعت پر قوی کرے اور اِس بات پر ایمان قوی ہو کہ جو شخص امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت مین سعی کرتا ہے اُسکو بہت ثواب ہوتا ہے اور دل مین سے جتنی نفرت کی چیزین اولاد کی ہین وہ دور کر دے یعنی پرورش کی مشقت وغیرہ سے نفرت دل مین نہو جب اسطرح کریگا تو کیا عجب ہے کہ دل مین سے رغبت اولاد کے پیدا ہونے کی اُٹھے اور اُسکو باعث ثواب سمجھے اور وہ رغبت اُسکو حرکت دے اور اُسکے اعضا عقد نکاح کے لیے جنبش مین آوین پس اگر قدرت زبان کی محرک عقد کے قبول کے واسطے اسطرح پیدا ہوگی یعنی جو باعث کہ دل پر غالب ہو گیا ہے اُسکی جہت سے قدرت نے زبان مین حرکت قبول نکاح کی دی ہوگی تب تو البتہ نکاح کرنے والا نیت رکھتا ہوگا اور اگر ایسا نہوگا تو جو بات دل مین مان لیتا ہے اور اُسکو بار بار کہتا ہے کہ میرا قصد اولاد کا ہے وہ وسواس اور ہذیان ہے اور اسی وجہ سے کہ نیت کے لیے دل کا اُبھار اور اعتقاد غرض صحیح کا پہلے سے ہونا چاہیے سلف والون مین سے بہت لوگون نے بعض طاعتون سے پہلو تہی کی ہے اسلیے کہ اُنکو نیت موجود نہوئی اور فرما بھی دیا کہ ہمکو اِس امر مین کچھ نیت حاضر نہین چنانچہ روایت ہے کہ ابن سیرین رح نے حضرت حسن بصری رح کے جنازے کی نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے دل مین نیت حاضر نہین ہوتی ۔ اور کسی شخص نے اپنی منکوحہ سے بالون مین کنگھی کرنے کے لیے مانگی کہ بال سلجھاوین اُسنے پوچھا کہ آئینہ لاؤن وہ بزرگ چپ ہو رہے پھر کہا کہ ہان لوگون نے پوچھا کہ اتنے سکوت کی وجہ کیا تھی اُنھون نے جواب دیا کہ اول سے میری نیت کنگھی کی تھی اور آئینہ کی نیت نہ تھی اسلیے مین نے سکوت کیا یہانتک کہ خداے تعالی نے نیت آئینہ کی دل مین مہیا کر دی اور ایک عالم کوفہ کے حماد بن ابی سلیمان کا انتقال ہوا تو حضرت سفیان ثوری رح سے کہا گیا کہ آپ اُنکے جنازے پر نہین جاتے آپ نے فرمایا کہ اگر مجھکو نیت ہوتی تو مین ضرور جاتا ۔ اور اکابر سلف سے جب کوئی کسی عمل خیر کی درخواست کرتا تو جواب دیتے کہ اگر ہمکو خداے تعالی نیت عنایت فرما دیگا تو کرینگے ۔ اور حضرت طاؤس رح بدون نیت حدیث بیان نہ فرماتے اگر کوئی کچھ پوچھتا بھی تو جواب نہ دیتے اور جب نیت ہوتی تو بدون پوچھے شروع کر دیتے لوگون نے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے کہ جب ہم درخواست حدیث کے بیان کی کرتے ہین تو آپ نہین کرتے اور اپنے آپ کہنے لگتے ہو آپ نے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بدون نیت مین بیان کیا کرون جب مجھے نیت حاضر ہوتی ہے تو بیان کرتا ہون ۔ اور منقول ہے کہ داؤد بن محبر نے جب کتاب عقل بنائی تو حضرت احمد بن حنبل رح اُنکے پاس آئے اور وہ کتاب مانگ کر ایک نظر اُسمین ڈالی اور پھیر دی اُنھون نے پوچھا کہ کیون واپس کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ اسمین ضعیف اسناد ہین داؤد رح نے فرمایا کہ مین نے اُسکی بنا اسناد پر نہین رکھی اِسکو امتحان کی نظر سے دیکھیے مین نے جو اسمین عقل کے لحاظ سے نظر کی تو مجھکو مفید ہوئی امام احمد رح نے

رجوع کیجئے باب نکاح جلد دوم ۱۲

فرمایا کہ تو لاؤ مجکو دو تاکہ مین بھی اُس نظر سے دیکھون جس نظر سے تمنے دیکھا ہی پھر وہ کتاب لی اور مدت تک آنکے پاس رہی پھر فرمایا کہ تمکو خداے تعالیٰ جزاے خیر دے مجکو اِس کتاب نے فائدہ دیا۔ اور حضرت طاؤس رح سے کسی نے کہا کہ ہمارے لیے دعا کرو آنھون نے فرمایا کہ اچھا مین دعا کی نیت اپنے مین پاؤن تو کر دون۔ و بعض اکابر سے منقول ہی کہ مین ایک مہینے سے ایک شخص کی عیادت کی نیت تلاش کر رہا ہون مجھمین اب تک درست نہین ہوئی۔ اور عیسیٰ بن کثیر رح کہتے ہین کہ مین میمون بن مہران رح کے ساتھ گیا جب وہ اپنے دروازے پر پہونچے تو مین ہٹا انکے بیٹے نے اُنسے کہا کہ آپ انکو رات کا کھانا نہین کھلاتے فرمایا کہ میری نیت مین نہین اور یہ اسلیے کہ نیت تابع نظر کی ہوتی ہی جب نظر پلٹ جاتی ہی تو نیت بھی بدل جاتی ہی اکابر سلف کا اعتقاد تھا کہ بدون نیت کے کوئی کام نہ کرتے تھے اسلیے کہ جانتے تھے کہ نیت عمل کی روح ہی اور عمل بدون نیت صادق کے ریا اور تکلف ہی اور ایسا عمل سبب غضب ہی نہ سبب قرب اور یہ بھی جانتے تھے کہ نیت اِسکا نام نہین کہ زبان سے کوئی کہے کہ نیت کرتا ہون بلکہ وہ دل کا ابھار ہی قائم مقام فتوح غیبی کے خداے تعالیٰ کیطرف سے بعض اوقات میسر ہوتی ہی اور بعض اوقات نہین ہان جس شخص کے دل پر اکثر امر دینی غالب رہتا ہی اُسکو اکثر اوقات میسر ہوتی ہی اسلیے کہ اُسکا دل فی الجملہ مائل اصل خیر کا رہتا ہی تو دوسری خیرات پر بھی وقت پر آسمیں کھڑا ہوتا ہی اور جسکا دل مائل بطرف دنیا ہوتا ہی اور دنیا اُسپر غالب ہوتی ہی اُسکو یہ بات حاصل نہین ہوتی خیرات کا تو کیا ذکر ہی فرائض مین بھی اُسکو نیت میسر نہین ہوتی ہی اور اگر ہوتی ہی تو نہایت کوشش اور جد و جہد سے ہو جاتی ہی اسطرح کہ دوزخ کو یاد کرے اور اپنے نفس کو اُسکے عذاب سے ڈراوے یا آسایش جنت یاد آجاوے اور اپنے نفس کو اُسکی رغبت دلادے تو ایسی صورتون مین بھی ایک ضعیف سا ارادہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہی تو اُسکو ثواب بھی بقدر نیت کے رغبت ہی کے ملتا ہی لیکن طاعت بہ نیت خدا کی تعظیم کے کہ مستحق طاعت و عبودیت وہی ہی دنیا کے راغب کو میسر نہین ہوتی اور یہ نیت سب مین اعلیٰ اور کمیاب ہی روے زمین پر ایسے لوگ کم ہین جو اسکو سمجھین اور اسکو استعمال کرنا تو درکنار ہی۔ اور لوگون کی نیتین طاعات مین کئی قسم پر ہین بعض ایسے ہین کہ انکا عمل خوف کے باعث سے سرزد ہوتا ہی یعنی اسوجہ سے کہ دوزخ سے ڈرتے ہین اور بعض کا عمل توقع ہوا کرتا ہی کہ رغبت جنت کی اُنکے عمل کا باعث ہوتی ہی اور اسطرح کی نیت اگرچہ پہلی قسم کی نسبت کم ہی یعنی جو طاعت کہ نسبت خدا کی تعظیم محض کے کیجاے اور کسی جہت سے نہو اُسکی نسبت کہ بہ نیت خوف و رجا کی کرتا کم ہی مگر تاہم اقسام صحیح نیتون مین سے ہی اسلیے کہ آخر میل ایسی چیز کی طرف تو ہی جو آخرت مین موعود ہی گو وہ چیز اُس جنس مین سے ہی جسکی الفت دنیا مین ہی اور غالب سب باعثون مین سے شکم اور شرمگاہ ہین اور انکی حاجت کے پورا ہونے کی جگہ جنت ہی پس جو شخص جنت کے لیے عمل کرتا ہی وہ گو اپنے شکم و شرمگاہ کے لیے کرتا ہی جیسے خراب مزدور اور ایسے شخص کا درجہ بھولون کا سا درجہ ہوگا اور اپنے عمل سے وہ اُس درجہ کو پہونچ جاویگا کیونکہ اکثر اہل الجنۃ البلہ واقع ہی مگر عبادت عقل والون کی صرف ذکر الٰہی اور فکر ہوتی ہی اسوجہ سے کہ وہ اُسکے جمال و جلال کے محب ہوتے ہین اور اُنکے تمام اعمال اسی محبت و ذکر و فکر کے موکد ہوا کرتے ہین ان لوگون کا رتبہ اِس سے بڑا ہی کہ منکوح اور مطعوم چیز کی طرف جنت مین التفات کرین اسواسطے کہ انکی نیت جنت نہ تھی بلکہ یہ وہ لوگ ہین کہ یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ اور چونکہ ثواب بقدر نیات ملیگا اسلیے ضرور ہوا کہ یہ لوگ خداے تعالیٰ کے دیدار فیض آثار سے فرحت اٹھائین اور اُن لوگون پر ہنسین جو حورون کی طرف ملتفت ہون جیسے حورون کے دیکھنے والے اُن لوگون کو ہنسین جو مٹی کے کھلونون تاکین بلکہ فرق درمیان جمال حضرت ربوبیت اور جمال حورون کے کہین زیادہ ہی اُس فرق سے جو حورون کے جمال اور مٹی کے کھلونون کے جمال مین ہی بلکہ نفوس بہیمیہ کا عورتون سے راضی ہونا اور خداے تعالیٰ کے جمال سے اعراض کرنا ایسا جاننا چاہیے جیسے خفاش اپنے جوڑے سے مانوس رہتا ہی اور عورتون کے جمال سے روگردان پس اکثر دلون کا اندھا ہونا خداے تعالیٰ کے جمال و جلال سے ایسا ہی ہی جیسا خفاش ادراک جمال عورتون سے اندھا ہی کہ اُسکو اُنکی کچھ خبر ہی نہین اور اگر اُسکو عقل ہوتی اور عورتون کا ذکر اُسکے سامنے کیا جاتا تو وہ اُن لوگون پر ہنستا جو اُنکی طرف مائل ہین مگر اصل یہ ہی کہ کل حزب بما لدیہم فرحون خداے تعالیٰ خود فرماتا ہی اور اِسی لیے پیدا بھی فرمایا چنانچہ فرمایا و لذلک خلقہم پس ہمیشہ مختلف اور متفاوت رہینگے۔ منقول ہی کہ احمد بن خضرویہ نے خداے عز و جل کو خواب مین دیکھا کہ ارشاد فرماتا ہی کہ ہر ایک شخص مجھسے جنت کا طالب ہی سواے ابو یزید کے کہ وہ مجکو طلب کرتا ہی اور حضرت

ابو یزید رح نے خواب مین خداے جل شانہ کو دیکھا اور عرض کیا کہ الٰہی تیری طرف آنے کا کیا طریق ہی ارشاد ہوا کہ اپنے نفس سے ہاتھ اٹھا اور میری طرف قدم بڑھا۔ اور کسی شخص نے حضرت شبلی رح کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تمسے کیا معاملہ فرمایا کہا کہ کسی دعوی پر مجھسے دلیل طلب نہین فرمائی مگر ایک قول پر جو مین نے ایک روز کہا تھا کہ جنت کے خسارہ سے بڑھکر کونسا خسارہ ہوگا اسپر البتہ ارشاد فرمایا کہ میرے دیدار کے خسارے سے بڑھکر کونسا خسارہ ہی غرض یہ کہ ان تینون کا درجہ متفاوت ہی جس شخص کے دل پر انمین سے ایک غالب ہوجاتی ہی اسکو اکثر دوسری نیت کی طرف عدول کی نوبت نہین پہونچتی اور ان حقائق کی واقفیت موجب ایسے اعمال و افعال کا شوق ہی کہ فقہاے ظاہر انکا انکار کرتے ہین مگر ہم کہتے ہین کہ جس شخص کی نیت امر مباح مین تو موجود ہو اور نفل مین نہو تو اسکے حق مین مباح اولی ہی اور وہی اسکے لیے نفل کا کام دیگا اور نفل اسکے حق مین نقصان ہی اسواسطے کہ انما الاعمال بالنیات ہی مثلاً معاف کرنا فقہ کی رو سے بہ نسبت انتقام کے افضل ہی مگر کبھی ایسا ہوتا ہی کہ آدمی کو معاف کرنے مین تو نیت نہین ہوتی ظلم کا بدلہ لینے مین نیت ہوتی ہی تو اس صورت مین انتقام ہی افضل ہی۔ یا یہ کہ اسکی نیت کھانے اور پینے اور سونے کی ہی تاکہ اپنے نفس کو راحت دے اور آیندہ کی عبادت کے لیے قوت پاوے اور اسوقت نیت روزہ اور نماز کی نہو تو کھانا اور سو رہنا اسکے حق مین افضل ہی بلکہ اگر عبادت کرتے کرتے تھک جاوے اور اسکا سرور نہ رہے اور رغبت سست ہوجاوے اور جانے کہ اگر گھڑی بھر کھیل مین یا باتون مین مصروف رہنے سے سرور حالت اصلی پر آجائیگا تو کھیلنا اسکے حق مین نماز سے افضل ہی۔ چنانچہ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ مین اپنے نفس کو تھوڑے سے کھیل سے راحت دیتا ہون پس یہ امر میرے لیے حق پر مدد کرتا ہی اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ دلون کو راحت دو ورنہ اگر انپر زبردستی کیجائیگی تو اندھے ہوجائینگے اور یہ دقائق بڑے بڑے عالم پا سکتے ہین اوچھون کو معلوم نہین ہوسکتے بلکہ طبیب حاذق کبھی حرارت زدہ کا علاج گوشت سے کرتا ہی حالانکہ وہ بھی گرم ہی اور اسکو کم جاننے والا طب کا بعید جانتا ہی اور معالج کی غرض یہ ہوتی ہی کہ اول اسکی قوت بحالت اصلی آجاوے تاکہ فصد سے علاج کرنے کی برداشت کرسکے اسی طرح جو شخص شطرنج خوب کھیل سکتا ہی کبھی رخ اور گھوڑا مفت لٹا دیتا ہی تاکہ کسی منصوبہ سے حریف کو مات کر دے جسکو کھیلنا کم آتا ہی اور وہ رہے کے منصوبے نہین جان سکتا وہ اسکی اس حرکت پر خندہ اور تعجب کرتا ہی اسی طرح بہادر جنگ آزمودہ کبھی اپنے مقابل سے بھاگتا ہی اور اسکو دم دیتا ہی کہ کہین موقع پاکر ایک دفع ہی اسپر حملہ کرکے غالب آجاوے۔ پس ایسا ہی طریق الی اللہ کے سلوک کا حال ہی کہ یہ بھی بالکل شیطان سے لڑنا ہی اور دل کا علاج کرنا تو جو شخص توفیق یافتہ اور عاقل ہوتا ہی وہ اسمین لطائف الحیل کرتا ہی جنکو ضعفا بعید جانتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ مرید کو نہ چاہیے کہ جو بات اپنے مرشد کی دیکھے دل مین اسکو برا جانے اور نہ شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاد پر اعتراض کرے بلکہ جہانتک اسکی فہم کی حد ہو وہان توقف کرے اور جو بات اسکی سمجھ مین نہ آوے اسکو انھین کے حوالہ کرے یہانتک کہ انکے رتبے کو پہونچکر خود اسپر اسکا بھید کھل جاوے

دوسری فصل اخلاص کی فضیلت اور حقیقت و درجات کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر پہلا بیان اخلاص کی فضیلت مین اللہ تعالی فرماتا ہی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین اور فرمایا الا للہ الدین الخالص اور فرمایا الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینہم للہ اور فرمایا فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادة ربہ احدا یہ آیت اس شخص کے باب مین اتری کہ خداے تعالی کے واسطے عمل کرے اور چاہے کہ اسپر لوگ اسکی تعریف کرین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ثلاث لا یغل علیہن قلب رجل مسلم اخلاص العمل للہ والنصیحة للولاة ولزوم الجماعة اور مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ میرے باپ کو یہ گمان ہوا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کم پایہ والون پر مجکو فضیلت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے امت کو ضعیفون کی دعا اور اخلاص اور نماز سے مدد کی ہی اور حضرت حسن رح سے یہ حدیث قدسی مروی ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ اخلاص میرے بھیدون مین سے ایک بھید ہے اسکو اپنے جس بندے کے دل مین چاہتا ہون سپرد کردیتا ہون اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ عمل کی قلت کا تردد مت کرو بلکہ قبول کا تردد کرو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رض کو فرمایا اخلص العمل یجزک منہ القلیل اور ایک حدیث مین فرمایا ما من عبد یخلص للہ العمل اربعین یوما الا ظہرت ینابیع الحکمة من قلبہ علی لسانہ

بروایت ابن مسعود و ابن ماجہ
بروایت زید بن ثابت و حاکم
بروایت نعمان بن بشیر

اور فرمایا کہ قیامت کے روز جو لوگ اول پوچھے جاوینگے تین شخص ہونگے ایک وہ شخص کہ اللہ تعالی نے اسکو علم دیا اس سے خداے تعالی سوال فرماویگا کہ تو نے اپنے علم سے کیا کیا وہ کہیگا کہ الٰہی دن رات مین اسی کی خدمت کرتا تھا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹ کہتا ہی اور فرشتے کہینگے کہ تو جھوٹ کہتا ہی بلکہ تو نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ یون کہین کہ فلان شخص عالم ہی تو یاد رکھ کہ یہ تو کہا گیا۔ دوسرا وہ شخص کہ جسکو خداے تعالی نے مال دیا اللہ تعالی اس سے فرماویگا کہ مین نے تجھپر انعام کیا تو نے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الٰہی رات دن مین صدقہ دیا کرتا تھا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹا ہی اور فرشتے بھی کہینگے کہ جھوٹ کہتا ہی بلکہ تو نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص سخی ہی سو یہ تو کہا گیا تیسرا وہ شخص جو خدا کی راہ مین مارا گیا اللہ تعالی اس سے فرماویگا کہ تو نے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الٰہی تو نے جہاد کا حکم دیا تھا اسلیے مین لڑا یہانتک کہ مارا گیا اللہ تعالے فرماویگا کہ تو جھوٹا ہی اور فرشتے بھی اسکو جھٹلا دینگے بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص شجاع ہی سو یہ کہا گیا حضرت ابوہریرہ راوی اس حدیث کے بیان فرماتے ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ران پر ایک لکیر کھینچی اور فرمایا کہ اے ابوہریرہ سب سے اول انھین تین شخصون سے آتش جہنم بھڑکائی جاویگی اس حدیث کے راوی سنکے حضرت معاویہ رض کے پاس جاکر اس حدیث کو بیان کیا آپ سنکر اتنا روے کہ دم نکلنے کے قریب ہوگئے پھر فرمایا کہ سچ فرماتا ہی اللہ جل شانہ من کان یرید

الحیوۃ الدنیا وزینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وہم فیہا لا یبخسون اور بنی اسرائیل کے حالات مین ہی کہ ایک عابد مدت سے عبادت خداے تعالی کی کیا کرتا تھا اسکے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ یہان ایک قوم ہی کہ خداے تعالی کے سوا درخت کی پرستش کرتی ہی وہ عابد اس بات سے غصے مین آیا اور اپنی کلھاڑی کندھے پر رکھکر درخت کی طرف کو چلا کہ اسکو کاٹ ڈالے راستے مین اسکو شیطان ایک پیر مرد کی صورت مین ملا اور پوچھا کہ کہان کا ارادہ ہی عابد نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ فلان درخت کاٹ ڈالون اسنے کہا کہ تمھین اس سے کیا مطلب پڑا ہی کہ اپنی عبادت او شغل چھوڑکر اور بات مین مصروف ہوتے ہو عابد نے کہا کہ یہ بھی داخل عبادت ہی اسنے کہا کہ تو مین آپ کو کاٹنے نہ دونگا جب زیادہ تکرار بڑھی تو عابد نے شیطان کو زمین پر ڈالکر اسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اسنے کہا کہ تم مجکو چھوڑ دو تا کہ مین کچھ تمسے کہون عابد کھڑا ہو گیا ابلیس نے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ خداے تعالی نے تو تیرے اوپر اسکا کاٹنا فرض نہین کیا نہ تو اسکی عبادت کرتا ہی اگر دوسرا کوئی عبادت کرے تو اسکا گناہ تجھپر ہونے سے رہا اور روے زمین پر خداے تعالی کے انبیا بہت سے ہین اگر اسکو منظور ہوگا تو کسی نبی کو درخت والون کے پاس بھیجکر انکو کاٹنے کا حکم کر دیگا تجھکو کچھ ضرور نہین کہ جو بات تیرے ذمے نہو اسکے درپے ہو عابد نے کہا کہ مین تو اسکو ضرور کاٹونگا شیطان نے پھر قصد کشتی کا کیا عابد نے اسکو دے مارا اور چھاتی پر چڑھ بیٹھا جب ابلیس عاجز ہوا تو کہنے لگا کہ آؤ ہم ایک اور بات بتائین جو تیرے حق مین بہتر اور مفید ہو عابد نے کہا کہ اچھا اسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تو کہون عابد نے اسکو چھوڑ دیا ابلیس نے کہا کہ تو ایک مرد محتاج ہی اور لوگون پر پڑا ہوا ہی وہ سب تجکو کھانا دیتے ہین اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تیرا دل یون چاہتا ہی کہ اپنے بھائیون سے سلوک کرے اور ہمسایون سے مدارات کرے اور پیٹ بھر کر لوگون سے بے پروا ہو جاوے عابد نے کہا کہ یہ بات تو درست ہی ابلیس نے کہا کہ تو اب تو لوٹ جا اب مین تیرے سرھانے ہر شب دو دینار رکھدیا کرونگا صبح کو تو انکو لے لیا کرنا اور اپنے نفس اور کنبے کے خرچ مین اٹھایا کرنا اور بھائیون کو دیا کرنا یہ بات تیرے حق مین اور دوسرے مسلمانون کے حق مین اس درخت کے کاٹنے کی نسبت کرنے زیادہ مفید ہوگی اسکے کٹنے سے کچھ فائدہ نہوگا اسکی جگہ اور بو دیا جاویگا انکا کیا جاویگا مگر تجکو اور تیرے بھائیون کو اسکے کٹنے سے کچھ نہ ملیگا عابد نے ابلیس کے قول مین تامل کیا اور کہا کہ یہ بوڑھا سچ کہتا ہی مین کچھ پیغمبر نہین کہ اس درخت کا کاٹنا مجھپر لازم ہو نہ خداے تعالی نے مجکو اسکے کاٹنے کا حکم دیا ہی کہ اگر نہ کاٹونگا تو نافرمان ٹھہرونگا اور یہ جو بات بتلاتا ہی اسمین زیادہ فائدہ ہی اسکے بعد اس سے قول و قرار کر لیا اور قسما قسمی ہوگئی عابد اپنے عبادت خانے مین پھر آیا اور رات کو سو رہا جب صبح ہوئی تو دو دینار اپنے سرہانے سے پائے انکو لے لیا دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا تیسرے روز اور آیندہ کو پھر کچھ نہ پایا پھر غصہ ہوا اور تبر اٹھا چلا راستے مین ابلیس پیر مرد کی صورت مین ملا اور پوچھا کہ کہان کو اسنے کہا کہ وہ درخت کاٹنے جاتا ہون ابلیس نے کہا کہ تو جھوٹا ہی اب تجھسے نہین کٹ سکتا نہ تو وہان تک پہونچ سکے عابد نے چاہا کہ پہلی دفع کیطرح اسکو دے پٹکے ابلیس نے کہا کہ اب وہ دن دور گئے اور

عابد کو اٹھا کر سیدھا اٹھا دیا عابد اُسکے دونون پانون مین جڑ پا کیطرح معلوم ہونے لگا پھر شیطان اُسکے سینے پر بیٹھ گیا اور کہا کہ یا تو اس کام سے باز آ نہین تو ذبح کر ڈالونگا عابد نے دیکھا کہ مجھکو کسی طرح تاب مقاومت نہین اُس سے کہا کہ تو مجھپر غالب آیا اب مجھکو چھوڑ دے اور یہ بتا کہ پہلے مین کیسے غالب ہو گیا تھا اور اب تو کیسے جیتا اوسنے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ پہلے تونے غصہ خداے تعالی کے واسطے کیا تھا اور تیری نیت آخرت تھی اسلیے اللہ تعالی نے مجھکو تیرا ادبیل بنا دیا تھا اور اب تونے غصہ اپنے نفس کے واسطے اور دنیا کے لیے کیا اسواسطے مین نے تجھکو پچھاڑ دیا۔ اور یہ حکایت تصدیق ہے اس آیت کی لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین اسلیے کہ بندہ شیطان سے بدون اخلاص نہین چھوٹتا اور اسیلیے حضرت معروف کرخی رح اپنے نفس کو مارتے اور کہتے اے نفس اخلاص کر کہ تجکو خلاص ہو۔ اور یعقوب مکفوف کہتے ہین کہ مخلص وہ ہے جو اپنی حسنات ایسے چھپاوے جیسے برائیان چھپاتا ہے اور ابو سلیمان فرماتے ہین کہ خوشحال وہ شخص ہے کہ جسکا ایک قدم بھی صحیح ہو جاوے کہ سواے خداے تعالی کے اور کسی کی نیت اُسمین نہو۔ اور حضرت عمر رض نے حضرت ابو موسی اشعری رض کو لکھا کہ جسکی نیت خالص ہوتی ہے اُسکو اللہ تعالی وہ بات کفایت کر دیتا ہے جو اُسمین اور لوگون مین ہو۔ اور بعض اولیا نے اپنے کسی بھائی کو لکھا کہ اپنے اعمال مین نیت کو خالص کرو کہ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہوگا۔ اور ایوب سختیانی کہتے ہین کہ عمل کرنے والون پر سب اعمال سے زیادہ سخت نیت کا خالص کرنا ہے اور مطرف رح کہا کرتے تھے کہ جو شخص صاف ہوتا ہے اُسکے لیے صفائی کیجاتی ہے اور جو شخص خلط کرتا ہے اُسکے لیے خلط کیا جاتا ہے اور بعضے اکابر کو کسی شخص نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمنے اپنے اعمال کو کیسے پایا اُنھون نے فرمایا کہ جو چیز مین نے خداے تعالی کے واسطے کی تھی اُسکو تو پایا یہانتک کہ انار کی گٹھلی مین نے راستے مین سے ہٹا دی تھی پایا ایک بلی میری مر گئی تھی اُسکو حسنات کے پلے مین پایا اور میری ٹوپی مین ایک دھاگا ریشم کا تھا اُسکو برائیون کے پلے مین پایا اور میرا ایک گدھا سو دینار کا مر گیا تھا اُسکا ثواب مجھکو نہ ملا مین نے عرض کیا کہ بلی کا مرنا تو حسنات کے پلے مین موجود ہے مگر گدھے کا مرنا اُسمین نہین ہے مجکو حکم ہوا کہ تیرا گدھا وہان بھیجا گیا جہان تونے اُسکو بھیجا تھا یعنی جب وہ مر گیا تھا اور تجکو اُسکے مرنے کا حال معلوم ہوا تو تونے کہا تھا کہ خدا کی لعنت مین گیا اسلیے تیرا ثواب اُسمین باطل ہوا اگر تو کہتا کہ فی سبیل اللہ تو البتہ ثواب پاتا اور ایک روایت مین ہے کہ اُنھون نے یہ بھی کہا کہ مین نے ایک صدقہ لوگون کے سامنے دیا تھا تو لوگون کا میری طرف دیکھنا مجھے اچھا معلوم ہوا اُسکا یہ حال ہوا کہ اُسپر نہ ثواب ہی ملا نہ عذاب ہوا اور حضرت سفیان ثوری نے جب اس حال کو سُنا تو فرمایا کہ بہت اچھا حال ہوا کہ اُسپر اُس صدقے کے باعث عذاب نہوا یہ تو عین احسان ہوا۔ اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ اخلاص عیبون سے عمل کو ایسا جدا کر دیتا ہے جیسے دودھ گوبر اور خون سے علیحدہ ہوا کرتا ہے۔ اور نقل ہے کہ ایک شخص عورتون کا لباس پہنکر جہان عورتون کا مجمع ہوتا شادی غمی مین جایا کرتا ایک روز کسی مجمع مین گیا وہان ایک موتی چوری گیا لوگون نے غل مچایا کہ دروازہ بند کر دو کہ ہم تلاشی لینگے پس ایک ایک کی تلاشی لینی شروع کی یہانتک کہ نوبت اُس شخص کی اور ایک اُسکے ساتھ کی عورت کی پہونچی اُسنے اللہ تعالی سے اخلاص کے ساتھ دعا مانگی اور کہا کہ الٰہی اگر مین اس رسوائی سے نجات پاؤن تو پھر کبھی ایسی نہ بدلونگا وہ موتی اُس عورت کے پاس سے نکلا اور لوگون نے پکار کے کہا کہ موتی پا گیا اب کسی کی تلاشی نہو سب کو چھوڑ دو وہ شخص بھی چھوٹ گیا اور بعض صوفیہ سے روایت ہے کہ مین ابو عبید تستری رح کے پاس کھڑا تھا اور وہ بعد عصر کے عرفہ کے دن اپنی زمین جوت رہے تھے عرفہ کے دن اتنے مین اُنکا کوئی بھائی ابدال آیا اور اُنسے کچھ آہستہ کہا ابو عبید نے جواب دیا کہ نہین وہ وہان سے بادل کی طرح زمین ناپتے گئے حتی کہ میری نظرون سے غائب ہو گئے مین نے ابو عبید رح سے پوچھا کہ اُنھون نے آپسے کیا کہا تھا اُنھون نے جواب دیا کہ مجھسے کہتے تھے کہ میرے ساتھ حج کو چلو مین نے انکار کر دیا مین نے کہا کہ آپنے حج کیون نہ کیا اُنھون نے فرمایا کہ مجکو حج کی نیت نہ تھی مین نے یہ نیت کی تھی کہ اس زمین کو شام تک جوت لون تو اس بات سے خوف کیا کہ اگر حج کو اُنکی خاطر سے ساتھ ہو لیتا تو موجب غضب الٰہی کا ہوتا کہ خدا کے کام مین دوسری چیز داخل کرتا اس صورت مین جو کام مین کر رہا ہون وہ میرے نزدیک ستر حجون سے بڑھکر ہے۔ اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ مین تری کی راہ جہاد کو چلا ایک شخص نے ہم مین سے ایک توشہ دان بیچنا چاہا مین نے کہا کہ اسکو مول لے لون جہاد مین کام آویگا جب فلان شہر مین پہونچونگا تو اسکو بیچ ڈالونگا کچھ فائدہ ہو رہیگا اس خیال سے اُسکو لے لیا اُسی رات خواب مین دیکھا

کہ گویا دو شخص آسمان سے اترے ہین ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ غازیون کو لکھ تو دوسرا اسکو بتلانے لگا کہ لکھ فلانا شخص سیر کے واسطے نکلا اور فلانا ریا
کے لیے اور فلان تجارت کے لیے اور فلان خدا کی راہ مین پھر اسنے میری طرف دیکھا اور کہا کہ لکھو یہ شخص تجارت کے لیے نکلا مین نے کہا کہ خدا سے ڈرو
مین تجارت کے واسطے کب نکلا ہون میرے پاس کیا ہے جسمین تجارت کرونگا مین تو جہاد ہی کے واسطے نکلا ہون اسنے کہا کہ میان صاحب تم نے
کل توشہ دان خریدا ہے اور تمہاری نیت یہ ہے کہ اسمین سے کچھ فائدہ ہو تو مین رونے لگا اور کہا کہ مجھے تاجر مت لکھو اسنے دوسرے شخص کی طرف دیکھا
اور کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے اسنے کہا کہ یون لکھنا چاہیے کہ فلان شخص غزا کے واسطے نکلا مگر اسنے اثناے راہ مین ایک توشہ دان مول لیا کہ اس سے
نفع ہو اسپر خداے تعالی جو چاہیگا حکم فرماویگا - اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر تم تنہائی مین اخلاص کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھو تو اس سے بہتر ہے
کہ ستر یا سات سو حدیثین بڑی اسناد کے ساتھ لکھو - اور بعضون کا قول ہے کہ ایک ساعت کے اخلاص مین ہمیشہ کی نجات ہے لیکن اخلاص کمیاب ہے
اور یون کہتے ہین کہ علم تخم ہے اور عمل کھیتی ہے اور اسکا پانی اخلاص ہے - اور بعضون کا قول ہے کہ جب خداے تعالی کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو
تین باتین اسکو دیتا ہے اور تین نہین دیتا نیکبختون کی صحبت تو دیتا ہے مگر یہ نہین کہ انسے کچھ بات قبول کرلین اور اعمال صالحہ عنایت فرماتا ہے
تو انمین اخلاص نہین دیتا اور حکمت دیتا ہے تو اسمین صدق نہین دیتا اور سوسی رح کہتے ہین کہ خلائق کے عمل سے خداے تعالی کی مراد صرف اخلاص ہے
اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ہین کہ وہ عاقل ہوتے ہین اور جب عاقل ہوتے ہین تو عمل کرتے ہین اور جب عمل کرتے ہین
تو اخلاص کرتے ہین پھر تو اخلاص انکو تمام اقسام نیکیون کیطرف بلاتی ہے - اور محمد بن سعید مروزی کہتے ہین کہ تمام معاملہ دو اصلون کی طرف رجوع
کرتا ہے ایک تو فعل اسکا تیرے ساتھ ہے دوسرے تیرا فعل اسکے لیے پس جو کچھ وہ تیرے ساتھ کرے اسپر تو راضی رہنا چاہیے اور جو تو اسکے خاطر کام
کرے اسمین اخلاص کرنا چاہیے اگر یہ دونون باتین برت لین تو دونون جہان کی فلاح کو پہونچیگا **دوسرا بیان اخلاص کی حقیقت مین** - جاننا
چاہیے کہ ہر چیز مین یہ ممکن ہے کہ دوسری چیز کا خلط ہو پس جب کہ خلط اور آمیزش سے صاف اور خالص ہو تو اسکو خالص کہا کرتے ہین اور جس فعل
وہ شی صاف ہو اسکو اخلاص یعنی خالص کرنا بولتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہے من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین تو دودھ کا خالص ہونا
یہی ہے کہ اسمین خلط خون اور گوبر کا نہو نہ اور ایسی چیزون کا جنکا ملنا اسمین ممکن ہے اور اخلاص کی ضد اشراک یعنی شرک کرنا ہے تو اس سے یہ پایا
جاتا ہے کہ جو مخلص نہین وہ مشرک ہے مگر یہ کہ شرک کے بہت سے درجات ہین جو اخلاص توحید مین ہوتا ہے اسکی ضد شرک در الوہیت ہے اور شرک
مین سے کچھ تو خفی ہے اور کچھ ظاہر اور یہی حال اخلاص کا ہے اور اخلاص اور شرک دونون قلب پر وارد ہوتے ہین یعنی محل انکا دل ہے اور انکا ورود
قصدون اور نیتون سے ہوا کرتا ہے اور ہم حقیقت نیت کی بیان کرچکے اور یہ بھی کہ نیت موافق باعث کے ہوا کرتی ہے تو جس صورت مین کہ باعث
صرف ایک ہی ہو تو اسکے سبب سے جو فعل صادر ہوگا باعتبار اس غرض مقصود کے اخلاص ہونا چاہیے فرض کرو کہ کسی شخص نے صدقہ دیا اور اسکی
غرض محض ریا ہے تو وہ مخلص ہے اس اعتبار سے کہ ریا مین اور کسی چیز کی آمیزش نہین کی اور جسکی غرض صرف تقرب الی اللہ ہو وہ بھی مخلص کہلاویگا
تو یہ باعتبار لغت کے ہوا مگر اصطلاح اور عادت کی رو سے اخلاص اسی کو کہتے ہین کہ نیت صرف تقرب الی اللہ کی ہو اور جمیع آمیزشون سے پاک صاف
ہو جیسے الحاد کے معنی لغت مین میل کرنے کے ہین مگر اصطلاح مین حق سے میل کرنے کا نام ہے اور جس فعل کا باعث محض ریا ہوتی ہے وہ ہلاک کو پہونچاتا ہے
اس مین ہماری گفتگو نہین اسلیے کہ جو باتین اس سے متعلق تھین ہم تیسری جلد کے باب الریا مین لکھ چکے ہین ادنی یہ ہے کہ حدیث شریف مین آیا ہے
کہ ریاکار قیامت کے دن چار نامون سے پکارا جاویگا او ریاکار او مکار او مشرک او کافر - اب ہم اس صورت کا بیان کرتے ہین کہ آدمی کی نیت
تو قصد تقرب ہی کی ہو مگر اسکے باعث مین کوئی دوسری چیز ریا یا اور کوئی حظ نفس وغیرہ ملگیا ہو مثلاً کوئی شخص بقصد تقرب روزہ رکھے تاکہ پرہیز کا
فائدہ بھی حاصل ہو اور تقرب بھی رہے یا غلام آزاد کرے کہ تم اسکے نان نفقہ اور بدخلقی سے چھوٹ جاوے یا حج کرے اسلیے کہ سفر کی حرکت
سے اسکا مزاج درست ہوجاوے یا اسلیے کہ کسی برائی سے جو وطن مین رہنے سے اسپر آتی ہے بچ جاوے یا اسلیے کہ کسی دشمن سے فرار کی نیت ہو

یا زن وفرزند خواہ اور کسی کام سے تھک گیا ہو اور چند روز استراحت کرنا چاہیے یا جہاد کرے تاکہ لڑائی کے فن مین مہارت ہو اور اُسکے اسباب ولوازم
جمع کرسکے اور لشکر کا فراہم کرنا اور اُسکا غنیم پر چڑھا لیجانا آجاوے یا تہجد پڑھے اور اُسمین یہ غرض ہو کہ جاگتا رہے تاکہ اپنے گھر بار کی حفاظت کرے یا علم
اسلیے سیکھے کہ اُسکے باعث سے مال بقدر کفایت کا طلب کرنا آسان ہوجاوے خواہ اسلیے کہ اپنی قوم مین عزتدار ہو خواہ اسوجہ سے کہ اُسکا مال و
متاع علم کے طفیل سے طامعین کی طمع سے محفوظ رہے یا درس و وعظ اسلیے کہے کہ چپ رہنے کی مصیبت سے چھوٹ جاوے اور گفتگو کی لذت سے
بہرہ ور ہو یا علما اور صوفیہ کرام کی خدمت اسلیے کرے کہ اُنکی نظرون اور لوگون کی نظرون مین اُسکی حرمت زیادہ ہو یا اسلیے کہ دنیا کے لوگ
اسکے ساتھ نرمی برتین اور اسکا ساتھ دین یا کلام مجید اسلیے لکھے کہ ہمیشہ لکھنے سے خط اچھا ہوجاویگا یا حج کو پیادہ اسلیے جاوے تاکہ اپنے اوپر سے
کرایہ کا بوجھ ہلکا کرے یا وضو اسلیے کرے کہ بدن صاف اور سرد ہوجاوے یا اسوجہ سے غسل کرے کہ اُسکی بو اچھی ہوجاوے یا حدیث اسلیے
روایت کرے کہ لوگ جانین کہ بڑے محدث ہین یا مسجد مین اعتکاف اسلیے کرے کہ گھر کے کرایہ مین تخفیف ہوگی یا روزہ اسلیے رکھے کہ کھانا پکانے کی
وقت نہو یا اسلیے کہ کام کرنے مین کھانے کا کھانا حارج نہو یا صدقہ کسی سائل کو اسلیے دے کہ اُسکے سوال سے عاجز آگیا ہو تو اُسکا ٹالنا منظور ہو یا بیمار کی
عیادت اسلیے کرے کہ جب وہ خود بیمار ہو تو اُسکی بھی کوئی عیادت کرنے آوے یا جنازے کے ساتھ اسلیے جاوے کہ کوئی اُسکے یہان اگر مرجاوے
تو اُسکے ساتھ بھی لوگ چلین یا ان باتون کو اس نیت سے کرے تاکہ خیر کے ساتھ مشہور اور مذکور ہو اور لوگ نیک بختی کی نگاہ سے اُسکی طرف دیکھین۔
ان سب صورتون مین اگر باعث تقرب الی اللہ بھی ہوگا اور ان خطرات مین سے بھی کوئی خطرہ اُسکے ساتھ ہوجاویگا حتی کہ اُسکے باعث اُس فعل کا
کرنا آسان معلوم ہوگا تو اُسکا عمل حد اخلاص سے باہر نکل جاویگا اُسکو یہ نہین کہینگے کہ خالص خدا کی ذات کے واسطے ہے اور اُسمین شرک کو راستہ
ہوجاویگا اور اللہ تعالی حدیث قدسی مین ارشاد فرماتا ہے کہ مین سب شرکا کی نسبت شرک سے غنی تر ہون غرضکہ دنیا کے حظوظ مین سے جو حظ اسطرح کا
ہوگا کہ نفس اُسکی طرف مائل اور دل راغب ہو وہ خواہ تھوڑا ہو یا بہت جب کسی عمل مین دخل پاویگا تو اُس حظ کے دخل سے اُسکی صفائی اور اخلاص مکدر ہوجاویگی
اور از انجا کہ انسان اپنے حظوظ اور شہوات مین ڈوبا رہتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ اُسکا کوئی فعل یا عبادت اس جنس کے حظوظ اور اغراض سرست سے خالی ہو
اسلیے کہا گیا ہے کہ جس شخص کو اپنی تمام عمر مین ایک لحظہ بھی خالص ذات خدا کے لیے میسر ہوگا وہ نجات پاویگا اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اخلاص نہایت کمیاب چیز ہے اور دل کا
صاف کرنا ان آمیزشون سے بہت دشوار ہے بلکہ خالص اُسی کو کہتے ہین کہ جسمین کوئی باعث سوائے تقرب الی اللہ کی طلب کے اور کوئی شی نہو- اور یہ حظوظ اگر تنہا باعث
اعمال ہون تب تو ظاہر ہے کہ عمل کرنے والے پر نہایت سختی اُن اعمال مین کیجاویگی مگر ہم اُن صورتون کو پیش نظر کرتے ہین کہ قصد اصلی تو تقرب ہی ہو اور اُنمین کسی قدر
یہ آمیزشین بھی زائد ہوجاوین اور اُنکے زائد ہونے کی تین صورتین ہین یا بطور رفاقت یا بطور شرکت یا بر سبیل اعانت جیساکہ نیت کے بیان مین
گذرا یعنی باعث نفسی یا تو باعث دینی کے برابر ہو یا زیادہ یا کم اور اُنمین سے ہر ایک کا حکم جداگانہ ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور اخلاص کے معنی یہ ہین
کہ عمل ان سب آمیزشون سے خالی ہو خواہ یہ آمیزشین تھوڑی ہون یا بہت یہانتک کہ باعث بجز قصد تقرب کے اور کوئی نہو اور یہ بات اُس
شخص سے متصور ہے جو اللہ تعالی کا عاشق زار اور آخرت مین بہ تمام ہمت ڈوبا ہوا ہو اسطرح کہ دنیا کی محبت کو اُسکے دل مین گنجایش نرہی ہو
یہانتک کہ کھانا پینا اُسکو کچھ محبوب نہ معلوم ہوتا ہو اُنکی رغبت اُسمین ایسی ہو جیسے قضاے حاجت کی ہوتی ہے کہ سرشت کی رو سے ضروری معلوم ہو
یعنی کھانے کی رغبت اس جہت سے نہ ہو کہ کھانا ہی ہے بلکہ اس نظر سے ہو کہ اُس سے خداے تعالی کی عبادت پر تقویت کرتا ہے اور تمنا کرے کہ
کیا خوب ہو جو بھوک کی آفت سے محفوظ ہوجاوے کہ پھر حاجت کھانے کی نرہے اور نہ دل مین کوئی حظ امر فضول زائد از حاجت کا رہے
اور اُسکے نزدیک قدر ضرورت ہی مطلوب ہو اس نظر سے کہ دین کی ضرورت ہے بس سواے ذکر الٰہی کے اور کوئی فکر نہو تو اسطرح کا
آدمی اگر کھاویگا یا پیویگا یا حاجت قضا کریگا سب صورتون مین خالص العمل اور درست نیت رہیگا بلکہ سب حرکات وسکنات مین اُسکی
نیت صحیح ہوگی یہانتک کہ اگر مثلاً سوویگا تاکہ اپنے نفس کو آئندہ کی عبادت کے لیے قوت اور راحت ہوجاوے تو اُسکا سونا بھی عبادت

ہوگا اور اُسمین بھی اُسکو مخلصون کا درجہ ملیگا اور جسکا حال ایسا ہوگا تو اعمال مین اخلاص کا ہونا اُسکے حق مین بہت ہی نادر اور کم ہوگا اور جسطرح کہ حرکات
اور سکنات ایسے شخص کے جسپر محبت خدا اور محبت آخرت غالب ہو صفت اُسکی ہمت کی حاصل کرکے بالکل اخلاص ہو جاتی ہین اسی طرح جس شخص
کے نفس پر دنیا اور ریاست اور بڑائی یا اور کوئی چیز غیر اللہ غالب ہو جاوے تو اُسکے حرکات و سکنات بھی اُسی کی صفت پیدا کر لیتے ہین پس
کوئی اُسکی عبادت خواہ نماز ہو یا روزہ سلامت نہین رہتی بہت کم اخلاص اُس مین ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص کا علاج یہ ہے کہ نفس کے حظون
کو توڑدے۔ اور دنیا کی طمع کو قطع کرے اور آخرت کے لیے ایسی طرح خاص ہو رہے کہ وہی دل پر غالب ہو جاوے اسوقت مین اخلاص میسر ہوگی
اور بہت سے اعمال ایسے ہین کہ انسان اُسمین مشقت کیا کرتا ہے اور اپنے گمان مین اُنکو خاص خداے تعالی کی ذات کے واسطے سمجھتا ہے حالانکہ اُسکو
مغالطہ ہوتا ہے اسلیے کہ اُنمین آفت کی وجہ اُسکو معلوم نہین ہوتی چنانچہ بعض اکابر سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ مین نے اپنی تیس برس کی نماز جو مسجد
کی صف اول مین پڑھی تھی قضا کی اسلیے کہ ایک روز مجکو دیر کسی عذر کے باعث سے ہوگئی تو مین نے دوسری صف مین نماز پڑھی پس مجکو نہایت
شرم لوگون سے آئی کہ اُنھون نے مجکو دوسری صف مین دیکھا اُسوقت مین نے جانا کہ لوگ جو مجکو صف اول مین دیکھتے تھے اُس سے مجکو خوشی
اور راحت قلبی ہوتی تھی اور مجکو اُسکی خبر نہ تھی۔ اور یہ بات ایسی باریک اور خفیہ ہے کہ اعمال اس جیسے امور سے کم خالی ہوتے ہین اور نہ ہر ایک کو
اسکی خبر ہو بجز اُن لوگون کے جنکو خداے تعالی توفیق دیتا ہے اور جو اس سے غافل ہین وہ آخرت مین اپنے سب حسنات کو سیآت پاوینگے اور
ایسے ہی لوگ مراد ہین اس آیت سے وبدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون وبدا لھم سیات ما کسبوا اور اس آیت سے قل ہل ننبئکم بالاخسرین
اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اور سب سے زیادہ تعرض اس فتنے کا علما کو ہے اسلیے کہ اکثرون کے لیے
باعث علم کے پھیلانے کا غلبے کی لذت اور سروری کی خوشی اور حمد و ثنا کی مسرت ہوا کرتی ہے اور شیطان اُنپر حق کو مخفی کر دیتا ہے اور مغالطہ دیتا ہے کہ
تمھاری غرض دین الٰہی کا پھیلانا اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مخالفون کو دفع کرنا ہے۔ واعظ جو خلق کو اور بادشاہون کو
نصیحت کرتے ہین تو خداے تعالی پر احسان جتاتے ہین اور لوگ جو اُنکا قول قبول کرتے ہین اور اُنکی طرف متوجہ ہوتے ہین تو بہت خوش
ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمکو مسرت اس بات کی ہے کہ خداے تعالی نے ہم سے دین کی نصرت کا کام لیا حالانکہ اگر کوئی اُنکا ہمپیشہ پیدا ہو کہ اُنسے
وعظ اچھا کہتا ہو اور لوگ اُسکی طرف متوجہ ہو جاوین تو اُنکو نہایت بُرا معلوم ہوتا ہے اور اُسکا رنج کرتے ہین اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر اُنکے وعظ
کا باعث دین ہی تھا تو اُنکو دوسرے واعظ کے ہونے سے خدا کا شکر کرنا چاہیے تھا کہ اُسنے یہ کام دوسرے سے لیا اور اُنکو نہ کرنا پڑا اگر شیطان
پھر بھی اُنکو نہین چھوڑتا اور کہتا ہے کہ تمکو غم اسوجہ سے نہین کہ لوگون نے تمکو چھوڑ کر دوسرے کا وعظ سنا بلکہ اس نظر سے غم ہے کہ تمھارا ثواب جاتا رہا
یعنی اگر لوگ تمھارے وعظ سے راہ پر ہوتے تو تمکو ثواب ہوتا اس ثواب کے نہ ملنے کا غم کرنا بہتر ہے اور بیچارے کو یہ معلوم نہین کہ امر حق کی اطاعت
اور افضل شخص کو معاملہ سپرد کرنے مین آخرت مین ثواب زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت تنہا خود کرنے کے دیکھو اگر اسطرح کا غم اچھا ہوتا تو جب حضرت
ابوبکر صدیق رضہ خلیفہ ہوے تھے حضرت عمر رضہ بھی غم کرتے کہ تمام خلق کے مصالح کا تکفل بہت بڑا ثواب رکھتا ہے مگر حضرت عمر رضہ حضرت
ابوبکر صدیق رضہ کی خلافت سے خوش ہوے کہ جانتے تھے کہ یہ ہم سے افضل ہین اب نہین معلوم کہ علما ایسی باتون سے کیون نہین خوش
ہوتے اور بعض اہل علم شیطان کے اس دھوکے مین آجاتے ہین کہ جی مین کہنے لگتے ہین کہ اگر ہمسے افضل کوئی پیدا ہوگا تو ہم اُس سے
خوش ہونگے مگر پہلے امتحان کے یہ کہنا محض مغالطہ ہے اسلیے کہ نفس اس جیسے وعدہ کر لینے مین نہایت سہولت سے منقاد ہو جاتا ہے مگر جب وہ موقع
آپڑتا ہے تو وعدہ پورا نہین کرتا اور بدل جاتا ہے اور اس بات کو وہی جانتا ہے جو نفس کے مکرون سے واقف ہے اور اُسکا امتحان بہت کرتا رہتا ہے
حاصل یہ کہ حقیقت اخلاص کو پہچاننا اور اُسپر عمل کرنا ایک سمندر ہے کہ اُسمین لوگون کا پتا نہین لگتا کوئی شاذ و نادر بچتا ہے جو کہ اس آیت مین مستثنیٰ ہے
الا عبادک منہم المخلصین پس بندے کو چاہیے کہ ان دقائق کو خوب تلاش اور تجسس کرتا رہے ورنہ نادانستہ گروہ شیاطین مین جا ملیگا تلبیس ابلیس

اخلاص کے باب مین لوگون کے قولون کے ذکر مین - سوسی رح کہتے ہین کہ اخلاص اسکا نام ہی کہ اخلاص پر نظر نہ رہے اسلیے کہ جو اپنے اخلاص کو دیکھیگا تو اُسکے اخلاص کے لیے حاجت اخلاص کی رہیگی اس قول مین اشارہ یہ ہی کہ عمل کو عُجب سے صاف کرنا چاہیے کیونکہ اخلاص کی طرف نظر کرنا عُجب ہی جو منجملہ آفات ہی اور خالص اُسی کو کہتے ہین جو سب آفتون سے صاف ہو تو جب اخلاص مین عُجب ہوگا اُسمین ابھی ایک آفت باقی ہی اور سہل رح فرماتے ہین کہ اخلاص یہ ہی کہ بندے کے حرکات اور سکون خاص خداے تعالی کے واسطے ہون یہ تعریف جامع ہی کہ غرض کو محیط ہی اور اسی مضمون کو مفید ہی قول حضرت ابراہیم بن ادہم رح کا کہ فرماتے ہین اخلاص سچا کرنا نیت کا ہی خداے تعالی کے ساتھ اور حضرت سہل رح سے جو پوچھا گیا کہ سب سے سخت تر نفس پر کیا چیز ہی آپنے فرمایا کہ اخلاص ہی اسوجہ سے کہ نفس کو اُسمین کچھ بہرہ نہین - اور رویم رح کا قول ہی کہ عمل مین اخلاص اسکا نام ہی کہ مخلص اُسپر دونون جہان مین کچھ عوض نہ چاہے اور اس قول مین یہ اشارہ ہی کہ حظوظ نفس خواہ دنیاوی ہون یا اخروی سب آفت ہین تو جو شخص عبادت اسلیے کرے کہ جنت مین شہوات سے نفس کو آسایش ملے وہ آفت زدہ ہی بلکہ اصل یہ ہی کہ عمل سے سواے رضاے الٰہی کے اور کوئی بات نہ چاہیے اور یہ قول اشارہ ہی صدیقون کی اخلاص کیطرف اسی کو اخلاص محض کہتے ہین اور جو شخص بتوقع جنت یا دوزخ کے خوف سے عمل کرے وہ باعتبار دنیوی لذات کے البتہ مخلص ہی ورنہ اصل مین وہ حظ شکم اور شرمگاہ کا طالب ہی اور اہل حق کے نزدیک مطلوب صادقین صرف رضاے الٰہی ہی نہ کوئی حظ اُسکے سوا - اور یہ جو کہتے ہین کہ انسان کسی نہ کسی حظ کے لیے حرکت کیا کرتا ہی اور حظون سے بری ہونا صفت الٰہی ہی جو اُس سے بری ہونے کا مدعی ہو وہ کافر ہی چنانچہ قاضی ابوبکر باقلانی رح نے حکم کفر کا اُس شخص پر کیا جو مدعی حظون سے بری ہونے کا ہو اور فرمایا کہ یہ صفت خداے تعالی کی ہی انسان اسکا مدعی نہین ہوسکتا تو یہ سب درست ہی مگر لوگون کی مراد اخلاص مین حظون سے بری ہونے سے یہ ہی کہ ان حظون سے بری ہو جنکو لوگ حظ کہتے ہون اور لوگ جنکو حظ کہتے ہین وہ شہوات مذکورہ جنت مین کی ہین اور صرف معرفت اور مناجات اور دیدار الٰہی کی لذت جو اہل دل کا حظ ہی اُسکو لوگ حظ نہین جانتے بلکہ اُس سے تو تعجب کرتے ہین حالانکہ یہ اتنا بڑا حظ ہی کہ اگر تمام جنت کے مزے طاعت اور مناجات اور مشاہدۂ حضرت الٰہی کے عوض مین اُن لوگون کو دیے جاوین تو اُنکو حقیر جانین اور ذرا متوجہ نہون تو حرکت ان لوگون کی اور اطاعت سب حظ کے لیے ہی مگر ان حظون کے لیے نہین جنکو عوام حظ کہتے ہین اُنکا حظ صرف اُنکا معبود ہی نہ اور کوئی چیز - اور ابو عثمان رح کہتے ہین کہ اخلاص یہ ہی کہ خالق کیطرف نظر دائمی رکھکر خلق کے دیکھنے کو فراموش ہو جاوے اس قول مین اشارہ صرف آفت ریا سے محفوظ رہنے کا ہی - اسی طرح بعض اکابر کا قول ہی کہ عمل مین اخلاص یہ ہی کہ اُسپر نہ شیطان کو خبر ہو کہ اُسکو بگاڑے نہ فرشتے کو کہ اُسے لکھے اسمین اشارہ صرف عمل کے اخفا کا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اخلاص وہ ہی جو خلائق سے پوشیدہ اور علائق سے مصفا ہو یہ قول جامع تر مقاصد کا ہی - اور محاسبی رح کہتے ہین کہ اخلاص یہ ہی کہ رب کے معاملے مین سے خلق کو نکال ڈالے اسمین صرف ریا کی نفی ہی اسی طرح قول خواص رح کا ہی کہ جو شخص جام ریاست نوش کرتا ہی وہ عبودیت کے اخلاص سے نکلجاتا ہی - اور حواریون نے حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ اعمال مین سے خالص کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ جو شخص خداے تعالی کے واسطے عمل کرتا ہو اور اس بات کو پسند نہین کرتا کہ کوئی شخص اُسپر اُسکی تعریف کرے اسمین بھی ترک ریا کا اشارہ ہی اور اسکو خالص اسلیے فرمایا کہ جن اسباب سے اخلاص مین خلل آتا ہی اُنمین سے قوی تر یہ ہی - اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ اخلاص کدورتون سے عمل کو صاف کرنے کا نام ہی - اور فضیل رح فرماتے ہین کہ لوگون کے باعث عمل نہ کرنا ریا اور اُنکی خاطر عمل کرنا شرک ہی - اخلاص یہ ہی کہ خداے تعالی تجھکو ان دونون باتون سے بچالے - اور بعضون نے کہا ہی کہ اخلاص یہ ہی کہ ہمیشہ مراقبہ رکھے اور بالکل حظوظ کو فراموش کر جاوے یہ بیان کامل ہی اور اقوال اس باب مین بہت ہین مگر جب حقیقت اخلاص کی معلوم ہو چکی تو اب سب اقوال کے نقل کرنے سے کیا فائدہ بلکہ بیان شافی وہ ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی یعنی جب آپ سے اخلاص کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ اَنْ تقول ربی اللہ ثم تستقیم کما امرت اس سے غرض یہ ہی کہ اپنے نفس اور ہوا کی عبادت نہ کرے اور بجز اپنے رب کے اور کسی کی عبادت نہ کرے پھر اُسکی عبادت مین جیسا حکم ہی ویسا ہی مستقیم بنا رہے یعنی ماسوا اللہ سے قطع

رح [illegible] سفیان بن عبداللہ ثقفی کہتا ہی کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوئی امر ایسا فرمایئے جسکا مین تمسک کرون فرمایا قل ربی اللہ ثم استقم

نظر کرلے اور واقع اخلاص یہی ہے جو تھا بیان اُن آمیزشون اور آفات کے درجات مین جو اخلاص کو مکدر کرتی ہین ۔ واضح ہو کہ جو آفتین اخلاص کو
ابتر کرتی ہین اُنہین سے بعضی ظاہر ہین اور بعضی پوشیدہ اور بعضی باوجود ظاہر ہونے کے ضعیف ہین اور بعضی باوجود خفی ہونے کے قوی ہین اور
ظہور و خفا مین اُنکے درجات کا اختلاف بدون مثال کے نہین سمجھا جاتا اور اخلاص کی ابتر کرنے والی چیزون مین سے ظاہر تر ریا ہے اُسی کی مثال
ہم لکھتے ہین کہ مثلاً ایک نمازی اپنی نماز مین اخلاص کرتا ہے اُسوقت شیطان اُسپر آفت ڈالتا ہے اسطرح کہ نماز پڑھتے مین اگر کچھ لوگ اُسکو دیکھین
یا کوئی اُسکے پاس آجاوے تو شیطان اُس سے کہتا ہے کہ اپنی نماز اچھی طرح پڑھ تاکہ یہ دیکھنے والا تجھکو نظر تعظیم سے دیکھے اور نیک بخت سمجھے تیری
حقارت اور غیبت نہ کرے اور وہ اس بات کو مانکر اعضا مین خشوع ظاہر کرے اور رکوع و سجدہ اچھی طرح ادا کرے یہ قسم ریا کی درجۂ اول اور ریا سے
ظاہر ہے یہ مریدین مین سے مبتدیون پر بھی مخفی نہین رہتی ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ مرید اِس آفت کو سمجھ گیا ہو اور اُس سے احتراز کرتا ہو یعنی اُنہین شیطان
کی اطاعت نہ کرتا ہو نہ اُسکی طرف متوجہ ہوتا ہو جسطرح پہلے پڑھتا تھا اُسی طرح پڑھتا رہے تو اب شیطان خیر کے بہانے سے اسکے پاس آتا ہے اور کہتا ہے
کہ تو مقتدا اور پیشوا اور انگشت نما ہے جو کام تو کریگا اور لوگ اُسمین تیری اقتدا کرینگے تو اُنکے اعمال کا ثواب تجھکو ملیگا بشرطیکہ تو اچھی طرح عمل کریگا اور
اُنکا وبال تیری گردن پر رہیگا اگر تو بُری طرح کریگا اِس صورت مین اس شخص دیکھنے والے کے سامنے عمل اچھی طرح کر شاید وہ خشوع اور اچھی طرح
بجا آوری مین تیری اقتدا کرے اور یہ درجہ پہلے درجے کی نسبت کرکچھ باریک ہے جو لوگ درجۂ اول سے فریب مین نہین آتے وہ کبھی اس جال
مین پھنس جاتے ہین مگر یہ بھی ریا ہی ہے اخلاص کی بربادی اس سے بھی ہو جاتی ہے اسلیے کہ اگر واقع مین خشوع اور عبادت کی خوبی اُسکے نزدیک بہتر ہے
کہ دوسرے کی خاطر اُسکو نہین چھوڑتا تو تنہائی مین اپنے نفس کو اُنکا عادی کیون نہ کیا اور یہ ہو نہین سکتا کہ دوسرے کا نفس اُسکے نزدیک بہ نسبت
اپنے نفس کے عزیز ہو اِس سے معلوم ہوا کہ یہ صرف دھوکا ہے بلکہ پیشوا وہ ہے جو اپنے دم سے مستقیم ہو اور اُسکا دل روشن اسطرح کہ اُسکی روشنی دوسرون
پر پہنچتی ہو تو البتہ اُسکا ثواب اُسکو ملیگا اور وہ صورت تو محض نفاق اور دھوکے کی ہے یہ جتنا کہ اگر اُسکی کوئی اقتدا کریگا تو مقتدی کو ثواب ملیگا
مگر اُس مقتدا سے تو باز پرس اس بات کی ہوگی کہ جو چیز تجھ مین نہ تھی اُسکو کیون ظاہر کیا اور اسپر عذاب بھی دیا جاویگا ۔ تیسرا درجہ جو دوسرے درجے
کی نسبت کرکچھ باریک ہے یہ ہے کہ بندہ اس بات مین اپنے نفس کا امتحان لے اور مکر شیطان سے آگاہ ہو کر جان لے کہ خلوت مین اور حال ہونا
اور غیر کے دیکھنے کی صورت مین اور حال ہونا محض ریا ہے اور اخلاص کی صورت یہ ہے کہ نماز تنہائی مین ایسی ہی ہو جیسے مجمع مین ہوتی ہے اور اپنے نفس
اور پروردگار سے اس بات کی حیا کرے کہ خلق کے دیکھنے کی صورت مین عادت کے بموجب خشوع زیادہ کرے اِس نظر سے تنہائی مین اپنے نفس
متوجہ ہو اور وہان بھی نماز اسی خوبصورتی سے پڑھنی اختیار کرے جو ہیئت کہ مجمع مین اُسکو پسند ہے اور مجمع مین بھی اُسی طرح پڑھے تو یہ صورت بھی
ریاے دقیق اور خفی کی ہے اسلیے کہ خلوت مین اُسنے نماز کو اِس نیت سے اچھی طرح پڑھا کہ مجمع مین بھی اُسی صورت سے ادا ہو تو تنہائی اور مجمع مین
دونون مین اسکی نظر خلق کی طرف رہی اور اخلاص اسطرح ہوتا کہ بہائم کا دیکھنا اور خلق کا دیکھنا دونون اُسکی نظر مین یکسان ہو جاوین تو گویا اسکا
دل گوارا نہین کرتا کہ لوگون کے سامنے نماز کو بُری طرح ادا کرے پھر اپنے دل مین شرماتا ہے کہ کہین ریاکارون کی صورت مین نہو جاوے
اور اُسکو یہ گمان ہے کہ اگر خلوت اور مجمع مین نماز کی صورت ایکسی ہو جاویگی تو ریا سے خارج ہو جاونگا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ ریا سے خارج
ہونے کی صورت یہ ہے کہ خلق کی طرف التفات ایسا ہی ہو جیسا جمادات کی طرف ہوتا ہے خواہ خلوت مین ہو یا مجمع مین ورنہ یہ شخص دونون
صورتون مین خلق کی طرف بہت سے مشغول رہیگا اور یہ بات شیطان کے خفیہ مکرون مین سے ہے چوتھا درجہ جو نہایت خفی
ہے یہ ہے کہ لوگ اُسکو نماز پڑھتے دیکھین اور شیطان اُسکو یہ نہ کہہ سکے کہ تو اُن کی خاطر خشوع کر اسواسطے کہ اُسکو معلوم ہے
کہ یہ فریب یہ شخص سمجھ گیا ہے دائو مین نہ آویگا تو شیطان اُس سے یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالے کی عظمت اور جلال مین تامل
کر جس کے سامنے تو کھڑا ہے اور اِس بات سے حیا کر کہ کہین خداے تعالے تیرے دل کو ایسے حال مین نہ دیکھے کہ وہ اُس سے غافل ہو

اس خیال کے آنے سے اُسکا دل حاضر ہوتا ہی اور اعضا خشوع کرنے لگتے ہین اور اُسکو گمان ہوتا ہی کہ اخلاص یہی ہی حالانکہ یہ عین مکر و فریب ہی اسلیے کہ اگر خداے تعالی کے جلال پر نظر کرنے سے یہ خشوع ہوتا تو تنہائی مین بھی یہ خطرہ ہوا کرتا اسی طرح نہوتا کہ جب کوئی غیر شخص ہو تو اُسی کے آنے سے یہ کیفیت حاصل ہوتی اور اس آفت سے بچنے کی علامت یہ ہی کہ یہ خیال تنہائی مین بھی دل پر جاری ہے جس طرح کہ مجمع مین رہتا ہی اور یہ بات نہو کہ دوسرے شخص کے آنے پر ہی موقوف ہو جیسے کہ بہائم کے آنے پر کوئی خیال اس قسم کا منحصر نہین ہوتا غرضکہ جب تک آدمی کو انسان کے دیکھنے اور بہائم کے دیکھنے مین اپنے اعمال مین فرق معلوم ہو تب تک وہ صفاے اخلاص سے خارج اور اُسکا باطن آلودہ شرک خفی یعنی ریا کا ہی یہی شرک اس طرح کا ہی کہ آدمی کے دل مین سیاہ چیونٹی کی چال سے جو اندھیری رات مین سخت پتھر پر چلے خفی تر ہی جیسا کہ حدیث مین وارد ہی اور شیطان سے کوئی شخص نہین بچ سکتا مگر وہ شخص جسکی نظر دقیق ہو اور اللہ تعالی کی حفاظت اور توفیق ہدایت سے بہرہ یاب ہو ورنہ شیطان اُن لوگون کی تاک مین ہر وقت رہتا ہی جو عبادت الٰہی کے لیے مستعد ہون اُنسے ایک لحظہ غافل نہین رہتا یہان تک کہ اُنکو ہر ایک حرکت اور کام مین ریا پر لا ڈالتا ہی جیسے کہ آنکھ مین سُرمہ لگانا اور لبون کا کتروانا اور جمعہ کے روز خوشبو لگانا اور کپڑے بدلنا یہ سب امور اوقات مخصوصہ مین سنت ہین اور چونکہ خلق کی نظر کو اُنسے علاقہ ہی اور طبیعت کو رغبت اسلیے نفس کو اُنمین ایک خط خفی ہی پس شیطان بندے کو ان چیزون کے فعل کی طرف بلاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ فعل سنت ہی اسکو ترک کرنا نہ چاہیے اور نفس اُسکی تقریر سے اسی لیے ابھرتا ہی کہ اُسمین وہ شہوات خفیہ موجود ہین یا دل کا اُبھار اُن شہوات سے مخلوط ہوتا ہی اسقدر کہ اُسکے باعث سے حد اخلاص سے نکل جاتا ہی اور جو چیز کہ ان سب آفتون سے محفوظ نہو وہ خالص نہین بلکہ جو شخص کسی آباد مسجد عمدہ بنی ہوئی صاف و پاکیزہ مین اعتکاف کرے اور اُسمین دل لگتا ہو تو شیطان رغبت اعتکاف کی دلاتا ہی اور فضائل اعتکاف کثرت سے اُسکے سامنے بیان کرتا ہی اور محرک خفی اُس صورت مین بعض اوقات مسجد کی خوبصورتی اور طبیعت کا اُس سے راحت پانا ہوتا ہی اور یہ امر اُسوقت معلوم ہوتا ہی جب دوسری مسجد جو ویسی خوبصورت نہو اُسمین اعتکاف کو دل نہ چاہے اور یہ سب باتین طبیعت کی آمیزشون اور نفس کی کدورات مین مخلوط ہین حقیقت اخلاص اُنسے جاتی رہتی ہی اسکو ایسا جاننا چاہیے جیسا خالص سونے مین ملاؤ ہوتا ہی کہ کبھی تو اتنا ہوتا ہی کہ ملاؤ ہی غالب ہو اور کبھی کم ہوتا ہی مگر جلد معلوم ہو جاتا ہی اور کبھی اتنا تھوڑا ہوتا ہی کہ بدون خوب پرکھنے والے بینا کے اور کوئی نہین جان سکتا اور دل کا ملاؤ اور شیطان کا دخل اور نفس کی خباثت اس سے کہین دقیق اور خفیہ تر ہی چنانچہ مشہور ہی ع کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم ؁ اسی لیے کہا گیا ہی کہ دو رکعتین عالم کی جاہل کی ایک برس کی عبادت سے افضل ہین اس قول مین عالم سے وہی شخص مراد ہی جو آفات اعمال کے دقائق جانتا ہو تاکہ اپنے عمل کو اُنسے پاک و صاف کرے اور جاہل تو ظاہر عبادت پر نظر رکھا کرتا ہی اور اُسی سے مغالطے مین پڑ جاتا ہی جیسے کوئی گنوار ایک کھوٹی نکمی اشرفی کو بظاہر سُرخ اور گول دیکھ کر مغالطے مین آجاتا ہی حالانکہ کُندن مین سے تھوڑا سا سونا بھی اُس اشرفی سے بہتر ہوتا ہی جو غبی اور ناواقف اچھا سمجھ لیتے ہین اسی طرح عبادات کا معاملہ مختلف ہی بلکہ سخت تر اور بُرا ہی اور اعمال مین جسقدر آفات راہ پاتے ہین اُنکا حصر اور شمار غیر ممکن ہی ہم اسی قدر مثال پر کفایت کرتے ہین ورنہ اگر سست فہم کے پس بست اور غبی آدمی کو گفتگوے طویل سے بھی کچھ اثر نہین ہوتا پس طول سخن لاحاصل ہی ہیچ ہی قطعہ نگویند از سر بازیچہ حرفے ؁ کز ان پندے نگیرد صاحب ہوش ؁ اگر صد باب حکمت پیش نادان ؁ بخوانی آیدش بازیچہ درگوش ؁

پانچوان بیان عمل مخلوط کے ثواب کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ عمل جب کہ خالص خداے تعالی کے واسطے نہین ہوتا اور اُسمین ملونی ریا یا اور نفس کے حظون کی ہوتی ہی تو لوگون کو اختلاف ہی کہ ایسا عمل مستحق ثواب ہی یا سزا اور عذاب یا دونون مین سے کسی کا مقتضی نہین اور یہ تو ظاہر ہی کہ جس عمل مین صرف مقصود ریا ہو گی وہ موجب عذاب اور غضب ہی اور جو خالص بوجہ اللہ ہوگا وہ سبب ثواب ہی صرف اختلاف عمل مخلوط مین ہی اور ظاہر اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اُسپر آدمی کو ثواب نہوتا ہم اخبار جو اس باب مین وارد ہین اُنمین اختلاف ہی اور ہمارے نزدیک یہ بات ہی کہ قوت باعث کی مقدار کو دیکھنا چاہیے پس اگر باعث دینی اور باعث نفسی دونون برابر ہون تو دونون کی کچھ تاثیر نہ رہیگی ایسے عمل کا نہ ثواب ہی

ہوگا نہ عذاب اور اگر باعث ریا غالب اور قوی ہوگا تو اُس عمل سے کچھ فائدہ نہوگا بلکہ مضر پڑیگا اور موجب عذاب ہوگا ہان اُسکا عذاب اُس عمل کے عذاب سے ہلکا ہوگا جسکا باعث محض ریا ہو اور تقرب کا بلاؤ اُسمین کچھ بھی نہو۔ اور اگر قصد تقرب دوسرے باعث کی نسبت کر قوی تر ہوگا تو جسقدر قوت باعث دینی لیئے تقرب کی زیادہ ہوگی اُسی قدر اُسکو ثواب ہوگا اور اسکی وجہ یہ ہو کہ اللہ تعالے فرماتا ہو فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور فرمایا ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضاعفہا ان آیتون سے معلوم ہوتا ہو کہ قصد خیر تلف نہوگا بلکہ اگر قصد ریا سے بڑھ کر ہوگا تو قصد ریا کے برابر تو باطل ہوجاویگا اور زیادتی باقی رہیگی اور اگر مغلوب ہوگا تو جتنا عذاب صرف قصد فاسد کی رو سے ملتا اُسمین سے کسی قدر تخفیف ہوجاویگی اور اس امر کی تحقیق یہ ہو کہ اعمال کی تاثیر دلون مین یہ ہوتی ہو کہ جس صفت سے وہ صادر ہوتے ہین اُسی صفت قلبی کو مستحکم کیا کرتے ہین مثلاً صفت ریا مہلکات مین سے ہو اور اس مہلک کی غذا اور قوت اس طرح ہوتی ہو کہ اسکے موافق عمل کیا جاوے اور داعیۂ خیر نجات دینے والی صفات مین سے ہو اُسکی قوت اُسکے موافق عمل کرنے سے ہوتی ہو پس جب یہ دونون صفتین دل مین اکٹھی ہون تو دونون ایک دوسرے کی ضد ہین جب ایک کے موافق عمل کریگا تو اُسی کو تقویت ہوگی خواہ وہ ریا ہو یا تقرب اور ان دونون مین ایک مہلک ہو اور دوسری نجات دینے والی پس اگر دونون کی تقویت یکسان ہی ہو تو دونون برابر رہینگے مثلاً کسیکو حرارت کی چیزون سے ضرر ہوتا ہو اور اُسنے گرم چیزین کھائین پھر ان گرم چیزون کی قوت کے مقدار سرد چیزون کا استعمال کیا تو دونون کے کھانے کے بعد ایسی کیفیت ہوگی کہ گویا کوئی چیز نہین کھائی اور اگر دونون مین سے کوئی غالب ہوگی تو مقدار غلبہ کے ضرور تاثیر کریگی تو جس طرح کہ کوئی ذرہ کھانے پینے دوا کا جسم مین خداے تعالی کی عادت کے موجب بدون تاثیر کے نہین رہتا اسی طرح کوئی ذرہ خیر و شر کا بھی تلف نہین ہوتا دل مین روشنی یا تاریکی کا اثر ضرور پہونچاتا ہو اور خداے تعالی سے قریب یا بعید ضرور کرتا ہو پس اگر ایسا عمل کیا جس سے ایک بالشت مثلاً قرب ہوا اور اُسمین ایسا خلط کیا جس سے ایک ہی بالشت دوری ہو تو جس حالت پر تھا اُسی پر رہیگا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر ایک ایسا ہو کہ اُس سے قرب دو بالشت کا ہو اور دوسرا ایسا جس سے ایک بالشت دوری تو ظاہر ہو کہ ایک بالشت کا فصل اُسکو رہیگا۔ اور حدیث شریف مین ہو کہ اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا اس صورت مین جب کہ ریاے محض کو اخلاص محض اُسکے بعد مٹا دیتی ہو تو ضرور ہوا کہ اگر دونون اکٹھے ہونگے تو ایک دوسرے کے برعکس عمل کرینگے۔ اور اسکی وجہ ایک یہ بھی ہو کہ اس بات پر اجماع امت ہو کہ جو شخص حج کے واسطے نکلے اور مال تجارت بھی اُسکے ساتھ ہو تو اُسکا حج درست ہو اور اُسپر ثواب دیا جاویگا گو اُسکے ساتھ ایک نفس کے حظون مین سے مل گیا ہو۔ ہان یہ کہا جاسکتا ہو کہ اُس شخص کو ثواب حج کے اعمال کا جب ہوتا ہو جب مکہ معظمہ مین پہونچتا ہو اور تجارت حج پر موقوف نہین تو حج خالص رہا البتہ بعد مسافت حج اور تجارت مین مشترک رہا تو اگر قصد تجارت ہوگا تو اس طول مسافت مین کچھ ثواب نہ ملیگا لیکن بہتر یہ ہو کہ یون کہا جاوے کہ جس صورت مین محرک اصلی حج ہو اور غرض تجارت مثل معین اور تابع کے ہو تو نفس سفر مین بھی ثواب ملیگا اور ہم نہین کہہ سکتے کہ غازیون کو کفار کے ساتھ ایسی جہت مین لڑنا جہان غنیمت بہت ملے اور ایسی جہت مین کہ غنیمت نہو کچھ فرق نہین معلوم ہوتا مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ یہ کہنا بعید ہو کہ اس فرق کے معلوم ہونے سے اُنکو جہاد کا ثواب بالکل نہ ملے بلکہ یون کہنا مناسب ہو کہ اگر باعث اصلی اور محرک قوی بلند کرنا کلمۂ خداے تعالی کا ہو اور رغبت غنیمت اُسکی تابع ہو تو اُس سے ثواب ضائع نہ جاویگا ہان اُس شخص کے ثواب کے برابر نہوگا جسکا دل غنیمت کی طرف بالکل ملتفت نہوا ہو لیئے کہ اس التفات سے نقصان تو بے شبہہ ہو اب اگر یہ کہو کہ آیات و اخبار سے ایسا پایا جاتا ہو کہ ریا کی آمیزش ثواب کو ضائع کرتی ہو اور جیسی ریا کی آمیزش ہو ویسے ہی تلاش غنیمت کا خلط ہو اور تجارت وغیرہ حظوظ بھی ایسے ہی ہین چنانچہ طاؤس اور دوسرے تابعین روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک شخص احسان کرتا ہو یا صدقہ دیتا ہو مگر اُسکو یہ بات محبوب ہو کہ لوگ اُسکی تعریف بھی کرین اور ثواب بھی ملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو کچھ

جواب نہ دیا یہان تک کہ یہ آیت اتری فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا اور حضرت معاذ رح فرماتے ہین کہ
آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنے الریاء شرک۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جس شخص نے اپنے عمل مین شرک کیا ہوگا اس سے کہا جاویگا کہ تو اپنا بدلہ اس سے لے جسکے لیے تو نے عمل کیا ہے۔ اور حضرت عبادہ
سے روایت حدیث قدسی کی ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ مین سب شریکون کی نسبت کر شرک سے غنی ہون جو شخص کوئی عمل کرتا ہے
اسمین میرے ساتھ غیر کو شریک کرتا ہے تو مین اپنا حصہ بھی شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہون اور حضرت ابو موسی رض روایت
کرتے ہین کہ ایک اعرابی آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک مرد غیرت کے لیے
لڑتا ہے اور دوسرا شجاعت کی خاطر اور تیسرا اسلیے کہ اسکا مرتبہ خدا کی راہ مین معلوم ہو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلیے لڑے کہ خدا
تعالی کا بول بالا رہے وہ راہ خدا مین ہے۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ تم کہتے ہو کہ فلان شخص شہید ہے اور شاید کہ اسنے اپنی
سواری کی خورجی روپیون سے بھر لی ہو یعنی نیت کا حال معلوم نہین کہ خالص تھی یا غنیمت کے لیے گیا تھا۔ اور حضرت ابن مسعود رض
فرماتے ہین کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من هاجر یبتغی شیئا من الدنیا فهو له ہم کہتے ہین کہ یہ حدیثین اس مدعا کے مخالف
نہین ہین جسکو ہمنے ذکر کیا ہے بلکہ مراد انسے وہ شخص ہے جو عمل سے دنیا ہی کا طالب ہو جیسے کہ فرمایا من هاجر یبتغی شیئا من الدنیا اور دنیا ہی
کی طلب اسکی نیت پر غالب ہو اور یہ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ عمل کا دنیا کے لیے کرنا معصیت اور زیادتی ہے نہ اس وجہ سے کہ طلب دنیا
حرام ہے بلکہ اس نظر سے کہ دنیا کا طلب کرنا اعمال دین کے عوض مین حرام ہے اسلیے کہ اسمین ریا اور عبادت کا اپنی جگہ سے بدلنا
پایا جاتا ہے اور لفظ شرکت جہان کہین وارد ہے اس سے برابری مراد ہے اور ہم بیان کر چکے ہین کہ جب دونون قصد برابر ہونگے تو ساقط
ہو جاوینگے اس عمل پر نہ ثواب ہوگا نہ عذاب تو ایسے عمل سے توقع ثواب کی نہ کرنی چاہیے پھر انسان ہمیشہ شرکت کی حالت مین خطرے
مین ہے کیونکہ اسے کیا معلوم ہے کہ دونون قصدون مین سے اسپر کونسا غالب ہے کیا عجب ہے کہ بعض اوقات عمل اسکے حق مین وبال
ہو جاوے اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا اس سے یہ مراد ہے کہ شرکت
کے ہوتے ہوے توقع ثواب نہ رکھنی چاہیے بہترین احوال شرکت مین سے ہے کہ عمل ساقط ہو جاوے۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ منصب
شہادت لڑائی مین بدون اخلاص نہین ملتا مگر یہ کہنا بعید ہے کہ جس شخص کا ارادہ دینی اس طرح کا ہو کہ صرف جہاد کے لیے اسکو
آمادہ کردے گو غنیمت نہو اور کفار کی جماعت تو انگر اور مفلس دونون سے لڑ سکتا ہو لیکن تو انگرون کی طرف اسلیے جھکے کہ مقصد اصلی
خدا کے تعالی کا بول بالا رکھنے کا بھی حاصل ہو اور غنیمت بھی ملے تو ایسے شخص کو ثواب جہاد کا نہ ملے اور معاذ اللہ اگر معاملہ اسی طرح ہو تو
دین مین کمال تنگی ہو اور مسلمان مایوس ہو جائین اسلیے کہ ان جیسی آمیزشون سے تو کبھی انسان خالی ہی نہین رہتا کہ مقصود اصلی کے ساتھ مین
کوئی تابع نہو اور اگر یہ صورت ہوتی بھی ہو تو نہایت کم اسلیے ایسی آمیزشون کی تاثیر ثواب کے کم کرنے مین البتہ ہوا کرتی ہے یہ نہین کہ ثواب بالکل
حبط ہو جاوے ہان اتنا ہے کہ انسان کو اس حالت مین بڑا خطرہ ہے اسواسطے کہ اسکو بعض اوقات گمان ہوتا ہے کہ قوی تر باعث عمل کا قصد تقرب
الی اللہ ہے حالانکہ اسکے باطن پر غالب حظ نفسی ہوتا ہے اور یہ بات نہایت درجے کو خفی رہتی ہے یعنی اجر کامل اخلاص سے حاصل ہوا کرتا ہے اور آدمی
جتنی چاہیے احتیاط کرے اپنے نفس سے اسکو اخلاص کا یقین بہت ہی کم ہوگا اسوجہ سے عمل کرنے والے کو چاہیے کہ بعد خوب کوشش کے ہمیشہ
کے ہمیشہ رد و قبول مین متردد رہے کہ کہین میری عبادت مین کوئی آفت ایسی پیش نہ آئی ہو جسکا وبال ثواب کی نسبت کر زیادہ ہو اہل بصیرت
مین سے جو لوگ خوف کیا کرتے تھے انکا یہی دستور تھا اور ہر اہل بصیرت کو اپنا دستور العمل یہی رکھنا چاہیے اور اسی وجہ سے حضرت سفیان
ثوری رح فرماتے ہین کہ میرا عمل جو ظاہر ہو گیا ہے اسکو مین شمار نہین کرتا۔ اور عبد العزیز بن ابی رواد کہتے ہین کہ مین اس گھر کا مجاور ساٹھ برس رہا

اور سا ٹھہ حج کیے لیکن اعمال الٰہی مین سے جو عمل مین نے کیا جب اُسمین اپنے نفس کو ٹٹولا تو شیطان کا حصہ اُس عمل مین بہ نسبت خداے تعالیٰ کے حصے کے زیادہ پایا مین یہی غنیمت جانون اگر وہ اعمال نہ موجب ثواب ہون نہ باعث عقاب۔ اور باوجود ان سب آفتون کے یہ بھی نہین چاہیے کہ آفت ریا کے خوف سے عمل کو چھوڑ دیا جاوے اسلیے کہ منتہاے آرزوے شیطان یہی ہو کہ آدمی عمل نہ کرے اور مقصود اس بیان بالا سے یہ ہو کہ اخلاص نہ جانے پاوے اور جب عمل ترک کر دیا جاویگا تو عمل اور اخلاص دونون جاتے رہینگے منقول ہو کہ کوئی فقیر حضرت ابوسعید خراز کی خدمت کیا کرتا اور اُنکے کامون مین مدد دیا کرتا ایک روز اُنھون نے حرکات مین اخلاص کے ہونے کا ذکر فرمایا وہ فقیر ہر ایک حرکت کے وقت اپنے دل کا نگران ہوا اور اخلاص کا طالب اُس سے اپنی حاجات کا پورا کرنا بھی متعذر ہوگیا اور حضرت ابوسعید کو اس سے تکلیف ہوئی کہ کام کرنے مین خود دقت اُٹھانی پڑی اُس فقیر سے پوچھا کہ تم اب کام کیون نہین کرتے اُسنے کہا کہ مین آپ کے ارشاد کے بموجب اعمال مین حقیقت اخلاص کا مطالبہ اپنے نفس سے کرتا ہون مگر اکثر کامون مین میرا نفس اخلاص سے عاجز ہو اسلیے چھوڑ دیتا ہون آپ نے فرمایا کہ ایسا مت کر اخلاص عمل کو قطع نہین کرتا عمل پر مواظبت کر اور اخلاص کے حاصل کرنے مین کوشش کر مین نے تجسے یہ نہین کہا کہ عمل کو چھوڑ دو بلکہ یہ کہا ہو کہ عمل کو خالص کرو۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ خلق کے باعث عمل کا چھوڑنا ریا ہو اور خلق کے باعث اُسکا کرنا شرک ہو۔

تیسری فصل صدق کی فضیلت اور حقیقت کے ذکر مین مشتمل دو بیانون پر **پہلا بیان** صدق کی فضیلت مین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ اور صدق کی فضیلت مین اسی قدر کافی ہو کہ صدیق اُس سے مشتق ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا کی مدح و ثنا مین اُنکو صدیق فرمایا ہو چنانچہ فرمایا واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان صدیقا نبیا اور فرمایا واذکر فی الکتاب اسمعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا اور فرمایا واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقا نبیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان الصدق یہدی الی البر والبر یہدی الی الجنۃ وان الرجل لیصدق حتے یکتب عند اللہ صدیقا وان الکذب یہدی الی الفجور والفجور یہدی الی النار وان الرجل لیکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ چار باتین ایسی ہین کہ جس شخص مین ہون نفع اُسی کو ہو اول صدق دوم حیا سوم حسن خلق چہارم شکر اور بشر بن الحارث رح فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعالیٰ سے معاملہ صدق کے ساتھ کرتا ہو وہ لوگون سے نفرت کیا کرتا ہو۔ اور ابوعبداللہ رملی کہتے ہین کہ مین نے منصور دینوری کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالیٰ نے تجسے کیا معاملہ کیا اُنھون نے کہا کہ مجکو بخش دیا اور مجھ پر رحم کیا اور جو مجکو توقع نہ تھی وہ عنایت فرمایا پھر مین نے پوچھا کہ جس چیز سے بندہ متوجہ الی اللہ ہوتا ہو اُسمین سب سے اچھی کیا چیز ہو اُنھون نے فرمایا کہ صدق ہو اور سب سے بری چیز خداے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی جھوٹ ہو۔ اور ابوسلیمان رح فرماتے ہین کہ صدق کو اپنی سواری کرلو اور امر حق کو تلوار اور اللہ تعالیٰ کو اپنا اعلیٰ درجے کا مطلوب۔ اور ایک شخص نے کسی حکیم سے ذکر کیا کہ مین نے کوئی سچا آدمی نہین دیکھا حکیم نے جواب دیا کہ اگر تو سچا ہوتا تو سچون کو پہچانتا اور محمد بن علی کتانی کہتے ہین کہ ہمنے خداے تعالیٰ کے دین کو تین ارکان پر مبنی پایا اول صدق دوم حق سوم عدل پس عدل تو دلون پر ہوتا ہو اور حق اعضا پر اور صدق عقلون پر۔ اور حضرت ثوری رح اس آیت کی تفسیر مین ویوم القیمۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوہہم مسودۃ فرمایا ہو کہ یہ وہ لوگ ہین کہ اُنھون نے دعوے محبت الٰہی کا کیا اور اُس دعوے مین سچے نہوے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص مجکو اپنے باطن مین تصدیق کرتا ہو مین اُسکو خلائق مین ظاہر ظہور سچا کرتا ہون۔ اور ایک شخص نے حضرت شبلی رح کی مجلس مین چیخ ماری اور اپنے آپ کو دجلہ مین گرا دیا حضرت شبلی رح نے فرمایا کہ اگر یہ شخص سچا ہوگا تو اسکو خداے تعالیٰ ایسا بچا دیگا جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچا دیا تھا اور اگر جھوٹا ہوگا تو وہ اُسکو اس طرح غرق کر دیگا جیسا فرعون کو غرق کر دیا تھا۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ فقہا اور علما کا سب کا اتفاق ہو کہ تین باتین اگر درست ہو جاوین تو آدمی کی نجات ہو جاوے اور یہ تینون ایک دوسرے سے پوری ہوتی ہین اول اسلام جو بدعت اور ہوا سے خالص ہو دوم اعمال مین خداے تعالیٰ کے واسطے صدق کا ہونا سوم حلال کی غذا اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ توریت کے حاشیے پر مین نے بائیس جملے دیکھے جنکو بنی اسرائیل کے نیکبخت جمع ہوکر پڑھا پڑھایا کرتے تھے وہ جملے یہ ہین۔ کوئی خزانہ علم سے زیادہ نافع نہین

کوئی مال حلم سے بڑھ کر زیادہ مفید نہین - کوئی حسب غصے سے زیادہ کمتر نہین - کوئی ساتھی عمل سے بہتر زینت دینے والا نہین کوئی رفیق جہل سے بڑھ کر عیب دار نہین - کوئی شرف تقوے سے زیادہ عزیز نہین - کوئی کبر ترک ہواس سے زیادہ کامل نہین - کوئی عمل فکر سے افضل نہین - کوئی حسنہ صبر سے اعلے نہین - کوئی برائی کبر سے زیادہ رسوا کرنے والی نہین - کوئی دوا نرم تر نرمی سے نہین - کوئی مرض حمق سے زیادہ ایذا رسان نہین - کوئی رسول حق سے عادل تر نہین کوئی دلیل ناصح تر صدق سے نہین - کوئی فقیری ذلیل تر طمع سے نہین - کوئی تونگری زیادہ بدبخت جوڑنے سے نہین - کوئی زندگی عمدہ تر تندرستی سے نہین - کوئی معیشت عفت سے زیادہ گوارا تر نہین - کوئی عبادت خشوع سے زیادہ اچھی نہین - کوئی زہد قناعت سے بہتر نہین - کوئی محافظ سکوت سے زیادہ نہین - کوئی غائب موت سے زیادہ نزدیکتر نہین - اور محمد بن سعید مروزی فرماتے ہین کہ جب تو اللہ تعالیٰ کو صدق کے ساتھ طلب کرے تو اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ مین ایک آئینہ عنایت فرماوے جسمین تجکو عجائب دنیا و آخرت کے نظر آوین اور ابو بکر وراق کہتے ہین کہ اپنے اور خدا کے درمیان مین صدق کی حفاظت کر اور نرمی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان مین ملحوظ رکھ اور حضرت ذوالنون رح سے کسی نے پوچھا کہ بندے کو اپنے امور کی درستی کی بھی کوئی سبیل ہے آپ نے ایک قطعہ فرمایا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ صدق چاہین ولے نہین ملتا ہے ہمین ہم ہین مذبذب اور حیران ہے گران ہم پہ ترک خواہش نفس دعوے عشق ہے مگر آسان اور حضرت سہل رح سے کسی نے پوچھا کہ اس امر کی اصل کیا ہے جسمین ہم ہین آپ نے فرمایا کہ صدق اور سخاوت سائل نے پوچھا اور کچھ ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تقوے اور حیا اور غذاے حلال اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کمال کا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ حق کہنا اور صدق کے ساتھ عمل کرنا - اور حضرت جنید رح اس جملہ کی تفسیر مین لیسئال الصادقین عن صدقہم فرماتے ہین کہ جو لوگ اپنے عندیے مین صادق ہین انکے صدق کا حال خدا کے نزدیک پوچھا جاویگا اور یہ معاملہ پرخطر ہے دوسرا بیان صدق کی حقیقت اور اسکے معنون اور مراتب کے ذکر مین - جاننا چاہیے کہ لفظ صدق چھ معنون مین مستعمل ہوتا ہے اول صدق قول کا - دوم صدق نیت کا - سوم صدق در عزم - چہارم وفاے عزم مین صدق کا ہونا پنجم صدق در عمل - ششم دین کے سب مقامات کی تحقیق مین صدق کا ہونا پس جو شخص ان چھون باتون مین صدق کے ساتھ متصف ہوگا تو وہ صدیق ہوگا اسلیے کہ صدق مین نہایت درجے کو پہونچیگا تو صیغہ مبالغہ اسپر صحیح ہوگا - پھر صادقین کے بہت سے درجات ہین جس شخص کو کسی خاص چیز مین صدق حاصل ہے کا وہ اسی شی کی نسبت کر صادق کہلاویگا جسمین اسکا صدق پایا جاویگا اب ہر ایک صدق کی تفصیل لکھی جاتی ہے پہلا صدق زبان کا ہے اور وہ اخبار ہین اور ان اقوال مین جو متضمن اخبار ہون ہوا کرتا ہے - اور خبر یا زمان گذشتہ سے متعلق ہوتی ہے یا زمان آیندہ سے اور اسمین داخل ہے وعدے کا پورا کرنا اور خلاف وعدہ کرنا ہر ایک بندے پر لازم ہے کہ اپنے اقوال کا نگران رہے اور بجز سچ کے اور کوئی گفتگو نہ کرے اور سب اقسام صدق سے مشہور اور ظاہر تر یہی قسم ہے پس جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کریگا اور اشیا کا حال جیسے واقع مین ہین اسکے خلاف نہ کہیگا تو وہ صادق کہلاویگا لیکن اس صدق کے لیے دو کمال ہین اول تو کنایات سے احتراز کرنا کہ کہتے ہین کہ کنایات مین جھوٹ سے بچاو ہے اور وجہ انسے بچنے کی یہ ہے کہ یہ بھی قائم مقام جھوٹ کے ہوتے ہین کیونکہ جھوٹ مین یہی بات تو ممنوع ہے کہ جو چیز واقع مین کسی طرح ہے اسکو برعکس نہ سمجھنا چاہیے مگر از انجا کہ اسکی طرف حاجت پڑتی ہے اور بعض اوقات مصلحت وقت اسکی مقتضی ہوتی ہے مثلاً لڑکون اور عورتون وغیرہ کی تادیب مین اور ظالمون سے بچنے مین اور دشمنون سے لڑنے مین اور اسرار ملک سے انکی اطلاع سے احتراز کرنے مین تو ایسی صورتون مین اگر کوئی شخص جھوٹ کے لیے مجبور ہو تو صدق باقی رہنے کی صورت یہ ہے کہ خدا کے واسطے وہ بات کہے جسکا حکم اسکو حق کرے اور جسقدر کا مقتضی دین ہو جب اس طرح بولیگا تو صادق ہوگا گو اسکے کلام سے مضمون غیر واقع سمجھا جاوے اسواسطے کہ صدق خود مقصود بالذات نہین بلکہ امر حق پر دلالت کرنے کی جہت سے اور اسوجہ سے کہ حق کی طرف بلانا ہی مقصود ہوتا ہے اسلیے اسکے ظاہر کو دیکھنا نہ چاہیے بلکہ معنون کو نظر کرنا چاہیے ہان ایسی جگہون مین جہان تک ہو سکے کنایات کو کام مین لانا چاہیے تاکہ صریح جھوٹ نہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

دستور شریف تھا کہ جب کسی سفر کی طرف متوجہ ہوتے تو اُسکو دوسرے سے چھپاتے تا کہ خبر دشمنون کو نہ پہونچے اور وہ چڑھ آوین یہ بات داخل دروغ نہین اور ایک حدیث شریف مین آپ نے فرمایا لیس بکذاب من اصلح بین اثنین فقال خیرا او نمی خیرا اور آپ نے تین جگہون مین حسب مصلحت وقت جھوٹ بولنے کی اجازت فرمائی ایک تو جو شخص دو آدمیون مین صلح کراوے دوم جسکی دو زوجہ ہون سوم جو شخص کہ لڑائی کے مصالح مین ہو اور صدق سے ان جگہون مین صدق نیت مراد لیا جاتا ہو پس لحاظ نیت اور ارادۂ خیر ہی کا کیا جاتا ہو لفظون پر لحاظ نہین رہتا پس جو شخص کہ اُسکا قصد درست اور نیت صادق ہو اور محض خیر کا طالب ہو وہ صادق اور صدیق ہی ہوگا گو اُسکے الفاظ کیسے ہی ہون پھر بھی اشارۃً بیان کرنا بہتر ہو اور اُسکا طریق یہ ہو کہ کسی بزرگ سے منقول ہو کہ جب اُنکو ظالم تلاش کرتا اور وہ گھر مین ہوتے تو اپنی بی بی سے فرماتے کہ اپنی اُنگلی سے ایک دائرہ کھینچ لے اور اُسمین اُنگلی رکھ کر کہدے کہ یہان نہین اس بہانہ سے جھوٹ سے احتراز کرتے اور ظالم سے بھی بچے رہتے تو اُنکا قول سچ تھا مگر ظالم کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ گھر مین نہین غرض کہ کمال اول لفظ مین تو یہ ہو کہ صریح جھوٹ اور کنایات دروغ سے احتراز کرے اور بدون ضرورت ان دونون کے گرد نہ پھرے اور دوسرا کمال یہ ہو کہ صدق کے اُن الفاظ سے معنون کی بھی رعایت رکھے جیسے کہ خداے تعالی سے مناجات اور دعا کرتا ہو مثلاً زبان سے اگر کہے انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض اور دل خداے تعالی سے منحرف اور دنیا کی آرزوون اور شہوات مین مشغول ہو تو یہ شخص جھوٹا ہو یا زبان سے کہ ایاک نعبد یعنی تجھی کو عبادت کرتے ہین یا کہے کہ مین بندۂ خدا ہون اور بندہ ہونے کی ماہیت اُسمین نہ پائی جاتی ہو خداے تعالی کے سوا مطلوب کوئی اور چیز ہو تو اُسکی کلام سچ نہوگی اور اگر قیامت کو باز پرس اس جملے کے صدق کی ہوگی کہ مین بندۂ خدا ہون تو اس سے صدق ثابت نہوگا اسلیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کا بندہ یا دینار اور شہوات کا بندہ ہوگا تو اپنے قول مین سچا نہوگا اور جو شخص کسی چیز کا پابند ہو جایا کرتا ہو وہ اُسکا بندہ کہلاتا ہو چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے دنیا کے بندو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعس عبد الدینار تعس عبد الدرہم وعبد الحلۃ وعبد الخمیصۃ اس حدیث مین جس شخص کا دل جس چیز مین مقید تھا اُسکو اُسی کا بندہ فرمایا حالانکہ سچا بندہ اللہ تعالی کا وہ ہو جو اول غیر اللہ سے آزاد ہو کر آزاد مطلق ہو جاوے جب یہ آزادی آویگی تو دل فارغ ہوگا اور اُسمین خداے تعالی کا بندہ ہونا سما ویگا اور یہ بندگی نہ چھوڑیگا اور اُسکی محبت مین مشغول کردیگی اور اُسکا باطن و ظاہر مقید اللہ تعالی کی اطاعت کا ہو جاویگا اور کوئی مراد اُسکی سواے خداے تعالی کے نہ رہیگی پھر یہ رتبہ بھی آدمی طے کرکے بعض اوقات ایک اور مقام پر جو اس سے بھی اعلی ہو پہونچ جاتا ہو جسکو آزادی کہتے ہین یعنی اس بات سے آزاد ہو جاوے کہ اپنے آپ کوئی ارادہ خداے تعالی کے واسطے بھی نہ کرے بلکہ جو کچھ اُسکو منظور ہو اُسی پر قانع رہے خواہ وہ دور کرے خواہ نزدیک اپنے ارادے کو اُسکے ارادے مین فنا کردے تو ایسا شخص دوبار آزاد ہوگا اول تو غیر اللہ سے آزاد ہو کر بندۂ خاص ہوا پھر اپنے نفس سے آزاد ہو کر اپنے آپ سے نیست ہوا اور اپنے آقا کے سبب موجود کہ اگر اُسنے ہلایا تو ہلا اور ٹھہرایا تو ٹھہر گیا اور اگر مصیبت مین مبتلا کیا تو راضی ہوا اُسمین گنجایش کسی چیز کی درخواست کی یا اعتراض کی باقی ہی نہین رہی بلکہ خداے تعالی کے سامنے وہ ایسا ہی ہو جیسا مردہ بدست زندہ اور بندگی خداے تعالی مین یہ نہایت درجے کا صدق ہو اس سے معلوم ہوا کہ سچا بندہ وہی ہو جسکا وجود اپنے نفس کے لیے نہو بلکہ خداے تعالی کے لیے ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہو اور غیر اللہ سے آزادی صادقین کے درجات مین سے ہو اُسکے بعد خدا کی عبودیت حاصل ہوا کرتی ہو اور اس سے پیشتر والے کو نہ استحقاق صادق کہے جانے کا ہو نہ صدیق کا۔ دوسرا صدق نیت اور ارادے کا ہو جسکا مآل اخلاص کی طرف راجع ہو یعنی سالک ایسے حال مین ہو کہ حرکات اور سکنات مین اُسکا باعث سواے خداے تعالی کے اور نہو پس اگر کوئی حظوظ نفسانی مین سے اُسمین مل جاویگا تو صدق نیت جاتا رہیگا اور اُس شخص کو اس صورت مین جھوٹا کہہ سکتے ہین چنانچہ فضیلت اخلاص مین ہمنے ایک حدیث تین شخصون کے سوال و جواب کی نقل کی ہو کہ جس وقت عالم سے سوال ہوگا کہ تو نے علم سیکھ کر کیا عمل کیا وہ جواب دیگا کہ مین نے فلان فلان کام کیا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹا ہو بلکہ تیرا ارادہ یہ تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص عالم ہو پس یہان دیکھنا چاہیے کہ اُسکو یون نہین فرمایا گیا کہ تو نے عمل نہین کیا بلکہ صرف ارادہ و نیت مین اُسکو

ح
جھوٹا نہین ہو وہ شخص جو دو مین صلح کرا... بخاری و مسلم بروایت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ۱۲

جھٹلایا۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ صدق کے معنی یہی ہین کہ قصد مین تو صحیح ہو اسی طرح اس آیت مین واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون بعد اسکے کہ انھون نے
کہا تھا انک لرسول اللہ حالانکہ یہ قول سچ ہے اللہ تعالی نے انکی زبانی قول کو نہین جھٹلایا بلکہ جو بات انکے دل مین پوشیدہ تھی اس اعتقاد کی تکذیب فرمائی اور
از انجا کہ تکذیب خبر پر ہوا کرتی ہے اور یہ قول کفار کا حال کے قرینہ سے متضمن خبر کا ہے اسلیے کہ کہنے والے اپنا اعتقاد زبان سے بتلاتے ہین کہ جو لفظ ہم منہ سے
کہتے ہین وہی ہمارا عقیدہ ہے تو اسی کی تکذیب فرمائی کہ حال کے قرینے کو جو تم اپنے عقائد پر دال بتلاتے ہو یہ جھوٹ ہے حاصل یہ کہ ایک معنی صدق کی
نیت کا خالص ہونا جسکو اخلاص کہتے ہین اس سے یہ نکلا کہ جو صادق ہوگا وہ ضرور ہے کہ مخلص بھی ہو۔ تیسرا صدق عزم کا ہے یعنی انسان کبھی پیشتر
عمل سے اپنے دل مین امنگ کیا کرتا ہے اور کہا کرتا ہے کہ اگر اللہ تعالی مجکو مال دیوے تو سب صدقہ کر ڈالون یا نصف دے دون اور اگر خدا کی راہ
مین کسی دشمن سے ملون تو کچھ پروا نہ کرون گو مارا ہی جاؤن اور اگر اللہ تعالی مجکو حکومت دے تو عدل کرون اور خداے تعالی کی نافرمانی ظلم کرنے یا خلق
کی طرف میل کرنے سے نہ کرون پس یہ امنگ کبھی آدمی اپنے دل مین پاتا ہے اور یہ عزیمت کبھی تو پکی اور صادق ہوتی ہے اور کبھی اسکے عزم مین ایک قسم کا
میل اور تردد اور ضعف ہوتا ہے جو صدق کے خلاف ہے تو گویا صدق کے معنی یہان پورا اور قوی ہونے کے ہین مثلاً کہتے ہین کہ فلان شخص کو اشتہاے
صادق ہے یعنی پوری اور قوی ہے اور اگر کہتے ہین کہ فلان مریض کو اشتہاے کاذب ہے یعنی اسکی اشتہا کسی سبب ثابت اور قوی سے نہین یا یہ کہ اسکی اشتہا
ضعیف ہے پس جس صورت مین کہ صدق سے یہ معنی مراد لیے جاوین تو صادق اور صدیق ایسے شخص کو کہینگے جو اپنے عزم کو خیرات کے باب مین پورا اور
قوی پاوے نہ اسمین میل دیکھے ہو نہ ضعف و تردد بلکہ اسکا نفس ہمیشہ خیرات کے اوپر عزم مصمم اور پختہ رکھتا ہو جیسے حضرت عمر رضہ نے فرمایا تھا کہ اگر مجکو
لوگ گردن کاٹنے کو پیش کر دین تو مجکو اس سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مین اس قوم کا امیر ہون جسمین حضرت ابوبکر صدیق رضہ ہون تو آپنے اپنے دل مین عزم پختہ اور
محبت صادق اس بات کی پائی کہ باوجود حضرت ابوبکر رضہ کے امیر نہ بنین پھر اس عزم کو اپنے قتل ہو جانے سے تاکید کر دی اور مراتب صادقین کے عزم مین
مختلف ہوتے ہین کبھی عزم کو اتنا پاتا ہے کہ اسکی جان نہین یہانتک کہ اسکے باعث قتل پر راضی ہو جاتا ہے لیکن جب اپنی تجویز پر چھوڑا جاوے تو جرات قتل
ہو جانے کے لیے نہ کرے اور اگر اس سے قتل کی گفتگو کیجاوے تو عزم ٹوٹ جاوے بلکہ صادقین اور مومنین مین ایسے بھی لوگ ہین کہ اگر بالفرض انکو اختیار دیا جاوے کہ تم
اپنا قتل ہونا اختیار کرو یا حضرت ابوبکر رضہ کا تو انکو اپنی ہی زندگی بہ نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے محبوب ہوگی۔ چوتھا صدق عزم کے پورا کرنے مین ہے اسلیے کہ نفس بسا
تو عزم کر لیا کرتا ہے کہ وعدہ اور عزم مین کیا خرچ ہوتا ہے مگر جب موقع آجاتا ہے اور قدرت حاصل ہوتی ہے اور شہوات کا زور ہوتا ہے تو عزم ڈھیلا ہو جاتا ہے
اور شہوات غالب ہو کر عزم کو پورا نہین ہونے دیتین اور یہ بات وفاے عزم کے صدق کے خلاف ہے اور اسی واسطے اللہ تعالی اس قسم کے صدق کے باب مین
فرماتا ہے رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ اسکی شان نزول مین لکھا ہے کہ حضرت انس رضہ اپنے چچا انس بن نضر کا حال روایت کرتے ہین کہ وہ جنگ بدر
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک نہ تھے انکو یہ امر نہایت گران گذرا اور فرمایا کہ یہ اول ہی شہادت کا موقع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو
تشریف فرما ہوے اور مین آپ کی خدمت سے غائب رہا بخدا اگر اللہ تعالی مجکو پھر کوئی ایسا موقع شہادت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مین دکھلاویگا
تو اللہ تعالی دیکھیگا کہ مین کیا کرونگا۔ راوی کہتے ہین کہ آپ سال آیندہ مین جنگ احد مین حاضر ہوے سامنے سے حضرت سعد بن معاذ رضہ نے آپ سے
پوچھا کہ اے ابو عمر کہان کو آپ نے فرمایا کہ جنت کی ہوا کیا خوب ہے مجھے احد کے اسی طرف معلوم ہوتی ہے پھر آپ اتنا لڑے کہ شہید ہوے آپکے بدن پر
کچھ اوپر اسی زخم تیر اور تلوار اور نیزے کے تھے آپ کی بہن نے فرمایا کہ مین نے اپنے بھائی کو زخمون کے باعث نہ پہچانا انگلیون کی پورون سے
البتہ پہچانا یہ آیت اتری رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیر کے پاس کھڑے ہوے
جو آپ کے لشکر کے نیزہ بردار تھے اور احد کے روز منہ کے بل گر کر شہید ہوے انکے پاس بھی آپ نے یہ آیت پڑھی رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ
فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر آخر تک اور فضالہ بن عبید کہتے ہین کہ مین نے حضرت عمر بن خطاب رضہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مین نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شہدا چار ہین ایک شخص ایماندار جسکا ایمان خوب کھرا ہے کہ دشمن کو دیکھا اور اللہ تعالی کی تصدیق کی

یہان تک کہ شہید ہوا یہ ایسا شخص ہوگا کہ قیامت کے روز لوگ اُسکی طرف اپنی آنکھیں اس طرح اُٹھا وینگے اور آپ نے اپنا سر اُٹھایا یہان تک کہ کلاہ مبارک گر پڑی۔ راوی کہتا ہی کہ مین نہین جانتا کہ کلاہ حضرت کی گر گئی یا حضرت عمر رضؓ کی اور ایک وہ مرد دنیا دار کھرے ایمان والا ہی کہ جب دشمن سے ملا تو گویا اُسکی آنکھون مین نکلے دے دیئے اسپر ایک تیر کاری آلگا اور شہید ہوگیا یہ دوسرے درجے مین ہی اور ایک مرد با ایمان ایسا ہی جسنے کچھ عمل اچھا اور کچھ بُرا اور دشمن سے بھڑا اور خداے تعالیٰ کی تصدیق کی یہان تک کہ شہید ہوا یہ تیسرے درجے مین ہی اور ایک مرد با ایمان ہی جسنے اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے بھڑ کر خداے تعالیٰ کی تصدیق کی حتی کہ شہید ہوا تو یہ چوتھے درجے مین ہی۔ اور حضرت مجاہد رضؓ روایت کرتے ہین کہ دو شخص نکلے اور بھرے مجمع مین آکر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمکو مال دیگا تو ہم صدقہ دینگے خداے تعالیٰ نے اُنکو مال عنایت فرمایا مگر اُنھون نے بخل کیا تو یہ آیت اُتری و منہم من عاہد اللہ لئن اتانا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین اور بعضون نے لکھا ہی کہ یہ عہد ایک ایسی شی تھی جسکو خداے تعالیٰ نے اُن لوگون کے دلون مین روشن کر دیا تھا زبان سے اُنھون نے کچھ نہین کہا تھا اُس عہد کے پورا نہ کرنے پر ارشاد فرمایا و منہم من عاہد اللہ لئن اتانا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین فلما اتاہم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وہم معرضون فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون اس آیت مین عزم کو عہد فرمایا اور اُسکے خلاف کرنے کو کذب اور اُسکے پورا کرنے کو صدق اور یہ صدق تیسرے صدق کی نسبت کہ سخت تر ہی اسلیے کہ نفس کبھی عزم پر تیار ہو جاتا ہی مگر پورا کرتے وقت جو اُسکی سختی اور شہوات کا جوش ہوتا ہی اور اسباب موجود اور قدرت حاصل ہوتی ہی تو اُسوقت پہلو تہی کر جاتا ہی اسی وجہ سے حضرت عمر رضؓ نے استثنا فرمایا تھا یعنے جب آپ نے فرمایا کہ مجکو اگر گردن مارنے کے واسطے آگے کر دین تو مجکو اس بات سے اچھا معلوم ہوتا ہی کہ مین ایسی قوم کا امیر ہون جسمین حضرت ابوبکر رضؓ ہون اور آپکے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بشرطیکہ قتل کے وقت میرا نفس مجکو کوئی ایسی بات نہ سوجھا وے جو اب میرے دل مین نہین اسلیے کہ مین اپنے نفس سے مامون نہین شاید اُسپر اُسوقت قتل گران گذرے تو اس عزم سے پھر جاویگا اس قول مین اشارہ ہی کہ عزم کا پورا کرنا بہت سخت ہی۔ اور حضرت ابو سعید خراز فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اُترے مین اُنھون نے مجھ سے پوچھا کہ صدق کیا چیز ہی مین نے جواب دیا کہ عہد کا پورا کرنا اُنھون نے کہا کہ تو سچ کہتا ہی اور آسمان کو چلے گئے پانچوان صدق اعمال مین ہو وہ یہ ہی کہ ایسی کوشش کرے کہ اُسکے اعمال ظاہری سے یہ بات نہ پائی جاوے کہ دل مین اُسکے کوئی بات ہی جو واقع مین نہین اور یہ کوشش کچھ اعمال کے ترک کرنے سے نہو بلکہ اس طرح ہو کہ باطن کو ظاہر کی تصدیق پر کھینچ لاوے اور یہ بات ترک ریا کے خلاف ہی جسکا ذکر ہم کر چکے ہین اسلیے کہ ریاکار تو یہی چاہا کرتا ہی کہ اعمال ظاہری سے لوگ اُسکے باطن کو متصف صفات حمیدہ سے جانین اور اس صدق سے ترک ریا غرض نہین کیونکہ اکثر نمازی اپنی نماز مین خشوع کی سی صورت بنائے رہتے ہین اُنکا مقصود یہ نہین ہوتا کہ کوئی دوسرا اُنکو دیکھے لیکن اُنکا دل نماز سے غافل رہتا ہی اگر بالفرض اُسکو کوئی دیکھے تو جانے کہ خداے تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہی حالانکہ باطن مین وہ بازار مین یا اپنی کسی شہوت کے سامنے کھڑا ہوتا ہی تو اس قسم کے اعمال زبان حال سے باطن کا احوال کہتے ہین جسمین وہ شخص جھوٹا ہی اُس سے باز پرس اعمال مین صدق کی ہی اسی طرح آدمی کبھی وقار اور سکون کی ہیئت سے چلتا ہی اور اُسکے باطن مین ان دونون صفتون کا پتا بھی نہین ہوتا تو ایسا شخص اپنے عمل مین صادق نہین ہوتا اگرچہ خلق کی طرف ملتفت نہو نہ اُنکے لیے ریا کرتا ہو اور اس سے نجات نہین ہوتی مگر اسی صورت سے کہ آدمی کا ظاہر و باطن یکسان ہو جاوے یا باطن بہ نسبت ظاہر کے اچھا ہو اور اسی بات کے خوف سے بعضے لوگون نے ظاہر کی ابتری اور بُرے لوگون کا لباس اختیار کیا تھا تا کہ اُنپر گمان خیر کا ظاہر دیکھکر کوئی نہ کرے ورنہ ظاہر کے حال سے اگر باطن پر دلالت ہوگی اور باطن ایسا نہو گا تو کاذب ٹھہرینگے۔ غرض کہ مخالف ہونا ظاہر کا باطن سے اگر قصداً ہوگا تو اُسکا نام ریا ہوگا اور اُسکے باعث اخلاص جاتا رہتا ہی اور اگر بے قصد ہو تو اُس سے صدق جاتا رہتا ہی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اللہم اجعل سریرتی خیرا من علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ اور یزید بن الحارث رح فرماتے ہین کہ جب آدمی کا

ظاہر وباطن برابر ہوجاتا ہے تو یہ عدل کی صورت ہے اور اگر باطن افضل ہو بہ نسبت ظاہر کے تو اسکا نام فضل ہے اور اگر ظاہر بہ نسبت باطن کے افضل ہو تو اسکا نام جور ہے پھر کچھ اشعار پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے **قطعہ** اگر مومن کا ظاہر مثل باطن ہو تو کیا کہنا ✤ اسی سے دو جہان مین ہوتی ہے تعریف اور عزت ✤ وگر ظاہر ہوا اچھا اور باطن مین خرابی ہو ✤ تو پھر سب کوششین برباد ہین اور رائگان محنت ✤ بھونا لو شربتی اچھی کو جس دکان پہ چاہو ✤ طمع کی اگر ہووے تو سب اُس سے کرین نفرت ✤ اور عطیہ بن عبد الغافر رح فرماتے ہین کہ جب بندہ کا باطن ظاہر سے موافق ہوتا ہے تو اللہ تعالے اُسکے باعث فرشتون پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہے - اور معاویہ بن قرہ کہتے ہین کہ کوئی مجکو ایسا شخص بتلاوے جو رات کو رویا کرے اور دن کو ہنسا کرے - اور عبد الواحد کہتے ہین کہ حضرت حسن رح کا دستور تھا کہ جب کچھ آنکو امر کیا جاتا تو سب لوگون سے بڑھ کر اُسکے عامل ہوتے تھے اور اگر کسی کام سے منع کیا جاتا تو سب سے زیادہ تارک ہوتے تھے اور مین نے کبھی کسیکو نہین دیکھا جسکا باطن ظاہر سے اتنا مشابہ ہو جتنا اُنکا تھا - اور ابو عبد الرحمن زاہد کہتے تھے کہ الٰہی مین نے اپنے اور لوگون کے درمیان کا معاملہ تو اُنسے امانت کے ساتھ کیا اور مجھ مین اور تجھ مین جو معاملہ تھا اُسکو مین نے تیرے ساتھ خیانت سے کیا اور رویا کرتے اور ابو یعقوب نہرجوری کہتے ہین کہ صدق یہ ہے کہ حق کی موافقت ظاہر وباطن مین ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کا برابر ہونا ایک صدق کی قسم ہے چھٹا صدق جو سب درجات سے اعلے اور کمیاب ہے وہ صدق دین کے مقامات مین ہے جیسے کہ صدق خوف اور رجا اور تعظیم اور زہد اور رضا اور توکل اور محبت اور تمام امور طریقت مین اسلیے کہ ان امور کے لیے ایک تو مبادی ہوتے ہین کہ جہان اُنکا نام ہوا اُسپر یہ الفاظ بولنے لگے پھر آغاز کے بعد اُنکی غایت اور حقیقت ہوا کرتی ہے اور صادق محقق وہی ہوتا ہے جو اُنکی حقیقت کو پہونچ جاوے اور جب کوئی چیز غالب اور کامل ہوا کرتی ہے تو اُسکے موصوف کو صادق کہا کرتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ فلان شخص لڑائی کا سچا ہے اور یہ خوف سچا ہے اور یہ شہوت سچی ہے اور اللہ تعالے فرماتا ہے انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ اولٰئک ہم الصادقون اور فرمایا ولٰکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملائکۃ والکتاب والنبیین وآتی المال علے حبہ ذوی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ وآتی الزکوۃ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولٰئک الذین صدقوا اور حضرت ابو ذر رضہ سے کسی نے ایمان کا حال پوچھا تو آپنے یہی آیت پڑھی لوگون نے عرض کیا کہ ہمنے آپ سے ایمان کا حال پوچھا تھا آپنے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایمان کا حال پوچھا تھا تو آپ نے بھی یہی آیت پڑھی تھی اب ہم خوف کی مثال لکھتے ہین کہ مثلاً جو بندہ اللہ تعالے اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اللہ تعالے سے خوف تو ضرور رکھتا ہے مگر یہ خوف اس طرح کا ہوتا ہے کہ صرف لفظ خوف اُسپر صادق آوے مگر حقیقت خوف کے درجے کو نہین پہونچتا تاکہ اُسکو خوف صادق کہ سکین دیکھو جب آدمی کسی بادشاہ سے یا سفر مین راہزن وغیرہ سے ڈرتا ہے تو اسکا رنگ جلد زرد پڑجاتا ہے اور ہاتھ پاؤن پر جلد لرزہ ہوتا ہے عیش تلخ ہوجاتا اور خواب وخورش دشوار ہوجاتی ہے کسی بات مین دل نہین لگتا حواس پراگندہ ہوجاتے ہین بعض اوقات ڈر کے مارے وطن کی جدائی اختیار کرتا ہے آرام وچین کو چھوڑ کر وحشت اور مشقت پر سر رکھتا ہے پھر کیا بات ہے کہ آتش دوزخ سے خوف کرتا ہے اور جب مرتکب کسی معصیت کا ہوتا ہے تو انمین سے کوئی سی بات اُسپر ظاہر نہین ہوتی اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ لم ار مثل النار

نام بارہا ولا شئی الجنۃ نام طالبہا پس ان امور کی حقیقت کو پہونچنا بہت ہی کم ہے اور ان مقامات کی کچھ حد نہین کہ اسکی تمامی اور کمال تک پہونچ سکین مگر ہر شخص کو اسکے حال کے موافق انمین سے بہرہ ہوتا ہے خواہ کم ہو یا زیادہ اگر بہرہ قوی ہو تو البتہ اس صورت مین بندہ صادق کہلاویگا غرض کہ معرفت اور تعظیم آلہی اور اس سے خوف کرنے کی کوئی جا نہین اسی وجہ سے جب آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ تمکو تمھاری صورت اصلی پر دیکھون تو انھون نے عرض کیا کہ آپ اسکے دیکھنے کی تاب نہ لاوینگے آپ نے فرمایا کہ نہین دکھلا ہی دو تب انھون نے وعدہ کیا کہ اجالی رات مین بقیع مین دکھلا دونگا آپ جب چاندنی مین وہان تشریف لیگئے تو دیکھا کہ حضرت جبرئیل نے تمام آسمان کے کنارون کو ڈھانپ رکھا ہے آپ دیکھتے ہی غش کھا گئے جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت جبرئیل اپنی پہلی صورت پر ہوگئے تھے آپ نے فرمایا کہ میرے گمان مین خدا ے تعالی کی مخلوق مین سے اس طرح کا کوئی نہین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر آپ اسرافیل علیہ السلام کو دیکھین تو کیا ہو عرش سپلے انکے کندھے پر ہے اور انکے پانوٴن سب سے نیچے کی زمین مین اترے ہوے ہین اور باوجود اسکے خدا کی عظمت سے جب وہ سکڑتے ہین تو چھوٹی چڑیا کی برابر ہوجاتے ہین۔ تو دیکھنا چاہیے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام پر کتنی عظمت اور ہیبت چھاتی ہوگی جو اس درجے کو پہونچ جاتے ہین اور تمام فرشتے ایسے نہین اسوجہ سے کہ معرفت مین متفاوت ہین تو صدق اور تعظیم اسکا نام ہے۔ اور حضرت جابر رضہ فرماتے ہین کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج کو جو مین گیا تو دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام ملا اعلے مین خدا ے تعالے کے خوف سے ایسے تھے جیسے پرانی چادر جو اونٹ کی پشت پر ڈال دیتے ہین اسی طرح پر صحابہ رضہ بھی خائف تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خوف کو نہین پہونچتے تھے اسیواسطے حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ جب تک تو سب لوگون کو اللہ تعالی کے دین مین احمق نہین جانیگا تب تک حقیقت ایمان کو نہین پہونچیگا۔ اور مطرف رحہ کہتے ہین کہ کوئی شخص ایسا نہین جو اپنے اور پروردگار کے معاملے مین احمق نہو مگر اتنا ہے کہ بعض حمق بہ نسبت بعض کے آسان اور کمتر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو نہ پہونچیگا جب تک کہ لوگون کو خدا کے مقابلہ مین اونٹون کے مانند نہ دیکھے اور پھر اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اور اسکو سب سے زیادہ حقیر تر جانے اس سے معلوم ہوا کہ ان مقامات مین صادق آدمی کمیاب ہے۔ پھر درجات صدق کی کچھ حد نہین بعض اوقات بندے کو بعض امور مین صدق ہوتا ہے اور بعض مین نہین پس اگر سب امور مین صادق ہوگا تو وہ پکا صدیق ہے حضرت سعد بن معاذ رضہ فرماتے ہین کہ تین باتون مین تو مین پکا ہون اور انکے سوا اور امور مین کچا اول یہ کہ مین نے شروع اسلام سے کبھی نماز اس طرح نہین پڑھی کہ جی مین کہتا ہون کہ اس سے کب فارغ ہونگا۔ دوم یہ کہ جس جنازہ کے ساتھ گیا جی مین یہی رہا کہ اس سے یہ سوال ہوگا اور یہ یون جواب دیگا اسکے سوا دفن تک اور کچھ خیال نہین گذرا تیسرے یہ کہ جو بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا تو یقین کر لیا کہ بیشک حق ہے پس حضرت ابن مسیب رضہ نے فرمایا کہ میری دانست مین یہ خصلتین بجز نبی کے اور کسی مین جمع نہین ہوا کرتین تو ان امور مین یہ صدق کی بات ہے حالانکہ بہت سے جلیل صحابہ رضہ نے نماز ادا کی اور جنازے کے ساتھ گئے مگر اس درجے کو نہ پہونچے یہ بیان تھا درجات صدق اور اسکے معانی کا۔ اور کلمات جو صدق کی حقیقت کے باب مین مشائخ کرام سے منقول ہین انسے ان معانی مین سے ایک ایک پائے جاتے ہین ہان ابوبکر وراق رحہ نے فرمایا ہے کہ صدق تین قسم کا ہوتا ہے صدق توحید اور صدق طاعت اور صدق معرفت صدق توحید عام مومنین کے لیے ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون اور صدق طاعت ارباب علم اور اہل ورع کے لیے ہے اور صدق معرفت اہل ولایت کے لیے ہے جو زمین کے اوتاد ہین اور یہ سب اقسام پھر اگر انھین اقسام مین آجاتے ہین جو ہمنے چھٹی قسم مین لکھے ہین اور ایک بات یہ ہے کہ انھون نے وہ چیزین لکھی ہین جنمین صدق ہوتا ہے اور وہ بھی پوری نہین اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ صدق مجاہدے کا نام ہے اور یہ کہ تو اللہ پر دوسرے کو اختیار نہ کرے جیسے اسنے تجھ پر غیر کو

اختیار نہین کیا چنانچہ فرمایا ہو جتنا مجھے احتیاط کا اور منقول ہو کہ خداے تعالے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مین جب کسی بندے کو محبوب کر لیتا ہون تو اُسپر ایسی بلائین بھیجتا ہون جنکی تاب پہاڑون کو بھی نہو اور اُس سے مجھکو اُسکا صدق دیکھنا منظور ہوتا ہی پھر اگر مین اُسکو صابر پاتا ہون تو اپنا ولی اور حبیب بنا لیتا ہون اور اگر مضطرب اور واویلا کرنے والا پاتا ہون کہ میری شکایت میری ہی مخلوق سے کرے تو اُسکو رسوا کرتا ہون اور کچھ پروا نہین کرتا اس سے معلوم ہوا کہ صدق کی علامتون مین سے یہ بھی ہو کہ مصیبتون اور طاعتون کو دونون کو چھپاوے اور خلق کا واقف ہونا ان دونون پر بُرا جانے

آٹھوان باب مراقبہ اور محاسبہ کے بیان مین مشتمل چھ مقامات پر

رباعی جو کام کرے نفس تو لے اُس سے حساب + میدان جزا مین ورنہ پائیگا عذاب + مرنا ہی قیامت ہو ہر ایک کے حق مین بدگرانی نفس چاہیے تجکو شتاب + واضح ہو کہ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہی ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بہا وکفیٰ بنا حاسبین اور فرمایا ووضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ ویقولون یا ویلتنا ما لہذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربک احدا اور فرمایا یوم یبعثہم اللہ جمیعا فینبئہم بما عملوا احصاہ اللہ ونسوہ واللہ علیٰ کل شیء شہید اور فرمایا یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالہم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور فرمایا ثم توفیٰ کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون اور فرمایا یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا وما عملت من سوء تود لو ان بینہا وبینہ امدا بعیدا ویحذرکم اللہ نفسہ اور فرمایا واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ ان آیات کے مضامین سے اُن لوگون نے جو بندگان الٰہی سے اہل بصیرت ہین جان لیا کہ اللہ تعالیٰ بندون کی گھات مین لگا ہو اور اُنسے حساب کا اُلجھاوا ہوگا اور ذرہ ذرہ خطرون اور لحظون کی پوچھ پڑیگی اور ٹھان لیا کہ ان خطرون سے نجات کی صورت یہی ہو کہ ہمیشہ محاسبہ کیا کرین اور خوب نگران اپنے احوال کے رہین ہر ایک سانس اور ہر حرکت کا مطالبہ اپنے نفس سے رکھین اور ہر خطرہ و لحظہ مین اُس سے حساب لین اسلیے کہ جو کوئی اپنے نفس سے حساب لیے جانے سے بیشتر محاسبہ کرتا رہیگا اسکا حساب قیامت مین ہلکا ہوگا اور جواب بن پڑیگا اور اُسکا رجوع اور انجام وہان اچھا ہوگا اور جو شخص اپنے نفس کا حساب نہ لیگا ہمیشہ پچتاویگا اور میدان قیامت مین بہت مدت تک کھڑا رہیگا اور اُسکی بُرائیان اُسکو رسوائی اور غضب مین مبتلا کرینگی۔ پس جب اُنکو یہ امر منکشف ہوا تو اُنھون نے جان لیا کہ ان خرابیون سے نجات کی صورت بدون طاعت الٰہی کے اور کوئی نہین اور اللہ تعالیٰ نے حکم صبر اور نگاہداشت کا حکم فرمایا جیسا ارشاد فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا پس اُنھون نے اپنے نفسون پر یہ نگاہداشت کی کہ اول اُنسے شرطین کین پھر نگران حال رہے پھر حساب کیا پھر سزا دی پھر مجاہدہ کیا پھر عتاب کیا غرض کہ ایک نگاہداشت مین اُنکو چھ مقام حاصل ہوے جنکی شرح اور بیان حقیقت اور فضیلت اور اُنکے اعمال کی تفصیل ضروری ہو اور اصل ان سب کی محاسبہ ہو لیکن ہر ایک حساب بعد اُس کی شرط لگانے اور نگران رہنے کے ہوا کرتا ہو اور حساب کے بعد اگر ٹوٹا معلوم ہو تو نوبت عتاب اور عقوبت کی پہونچتی ہو اب شرح ہر مقام کی ذکر کرتے ہین پہلا مقام نفس سے آپس مین شرط کرنے کا۔ جاننا چاہیے کہ جو لوگ تجارت کا معاملہ کرتے ہین اور اسباب تجارت مین شریک ہوتے ہین اُن سب کی غرض حساب کے وقت یہ ہوتی ہو کہ کچھ نفع بچ رہے اور جس طرح کہ تاجر اپنے شریک سے مدد لیتا ہو اور مال اُسکو سپرد کرتا ہو کہ تجارت کرے پھر اُس سے حساب کیا کرتا ہو اسی طرح طریق آخرت مین تاجر عقل ہو اور اُسکا نفع اور مطلب نفس کا پاک و صاف کرنا ہو کیونکہ فلاح اسی کے تزکیہ پر موقوف ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو قد افلح من زکٰہا وقد خاب من دسّٰہا اور اُسکا تزکیہ اعمال صالحہ سے ہوتا ہو اور عقل ایسی تجارت مین نفس سے مدد لیتی ہو یعنے اُسکو ایسے

کاموں مین لگاتی ہو جنسے اسکا نفع ہو جیسے تاجر اپنے شریک خواہ غلام تجارت پیشہ سے مدد لیا کرتا ہو اور جس طرح کہ شریک سے تاجر فائدے کے باب مین
مدعی بنکر اس بات کا محتاج ہوا کرتا ہو کہ پہلے کچھ شرطین اس سے کرلے پھر اسکا نگران حال رہے پھر حساب سمجھا کرے پھر عقاب یا عتاب کیا کرے
اسی طرح عقل بھی نفس سے ان چار باتون کی محتاج ہی اول تو اس سے شرطین کرلے کہ کچھ وظائف اسپر مقرر کردے کہ انکا پابند رہا کرے اور طریق
فلاح اسکو بتلا کر تاکید کردے کہ اسی راستے کو چلے دوم اسکی نگرانی سے ایک غافل نرہے اسلیے کہ اگر اسکو بے نگرانی چھوڑ دیگی تو اس سے
بجز خیانت اور راس المال کے تلف کردینے کے اور کچھ نہ دیکھیگی جیسے غلام خائن میدان خالی پاکر اگر مال پر اپنا قابو دیکھتا ہو تو ایسا ہی کرتا ہو
پھر نگرانی کے بعد اس سے حساب لینا چاہیے اور شرط وفا اور اقرارون کو پورا کرانا چاہیے اسلیے کہ دنیا کی سوداگری جو جیسے دمڑی کے نفع کی
ہوتی ہو اسمین کوڑی کوڑی کا حساب ہوتا ہو اور یہ سوداگری تو وہ ہی جسکا نفع فردوس برین اور انبیا اور شہدا کے ساتھ انتہا سے مقامات
پہونچنا ہو تو اسمین حساب کی رو سے بال کی کھال نکالنی اور نفس پر تنگ گیری کرنی بہت ضرور ہی پھر دنیا کے منافع خواہ لاکھون ہی کیون
نہون جاتے رہتے ہین تو ایسی خیر مین جو دوام کو نہو کیا خیر ہو اس سے وہ شر ہی اچھی ہو جو دائمی نہو اسلیے کہ جب وہ جاتی رہیگی تو ہمیشہ کو
خوشی تو ہوگی اور شر تو جاتی ہی رہیگی اور اگر خیر جاتی رہیگی تو خیر کی چیز گئی اور اسکا رنج ہمیشہ کو رہیگا رنج ہو جیسے نہایت غم ہی
ہمکو اس خوشی سے بالیقین جسکی جدائی کا ہمین ہو اس صورت مین ہر محتاط پر جو اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو واجب ہی
کہ اپنے نفس کے حساب لینے سے اور تنگ گیری سے حرکات اور سکنات اور خطرات اور ہر قدم مین غفلت نکرے اسلیے کہ عمر انسان مین
جو سانس ہو وہ ایک ایسا جوہر ہی کہ جسکا کچھ عوض نہین اور اس سے ایک خزانہ ایسا مول لیا جاسکتا ہی کہ جسکی دولت ابدالآباد تک تمام
نہو پس ایسی سانسون کا ضائع ہونا یا ایسی باتون مین مصروف ہونا جو موجب ہلاک ہون بڑے نقصان عظیم کی بات ہی کہ کسی عاقل نفس کا
اسکو نمانیگا پس جب کوئی بندہ صبح کو اٹھے اور صبح کی نماز پڑھ چکے تو ایک ساعت اپنے دل کو نفس سے شرط کرنے کے لیے فارغ کرے
جیسے کہ تاجر اسباب سپرد کرنے کے وقت اپنے شریک کارندے سے شرائط کرنے کے لیے تنہا بیٹھ جاتا ہی دوسرے مضمون کو اس مجلس مین
نہین آنے دیتا کہ شریک خوب ان شرائط کو سمجھ لے دوسری باتون سے طبیعت منتشر نہو پھر نفس سے یون کہے کہ میرا راس المال ہی عمر ہی
جب یہ فنا ہوجاویگی تو اصل ہی جاتی رہیگی پھر تجارت اور طلب منفعت سے یاس ہوجاویگی اور اس آج کے دن مین اللہ تعالی نے مجکو مہلت دی ہی
اور میری موت مین تاخیر فرمائی ہی اور مجھ پر انعام کیا ہی اگر بالفرض مجکو موت دیتا تو مین آخر یہی تمنا کرتا کہ ایک روز مجکو دنیا مین بھیجدے کہ مین
عمل نیک کرون تو تو یہی سمجھ لے کہ مرنے کے بعد یہان واپس ہوکر اسی دن کے لیے آیا ہی تو خبردار اس دن کو تلف مت کرنا کہ ہر ایک سانس کیا جوہر
بے مول ہی اور یہ بھی یاد رکھ کہ دن رات مین چوبیس گھڑیان ہین اور حدیث مین وارد ہی کہ بندے کے ہر روز و شب مین چوبیس خزانے ایک
قطار مین پھیلائے جاتے ہین انمین سے ایک خزانہ اسکے لیے کھول دیا جاتا ہی تو اسکو اپنے حسنات کے نور سے پر دیکھتا ہی اور یہ وہ حسنات
ہوتی ہین جو اس گھڑی مین کی تھین ان نورون کے دیکھنے سے جو بادشاہ جبار کے نزدیک اسکا وسیلہ ہین اسکو وہ فرحت اور سرور اور بشارت
حاصل ہوتی ہی کہ اگر وہ سرور اہل دوزخ پر تقسیم کردیا جاوے تو اتنی خوشی انکے حصے مین آوے کہ اسکے مارے آگ کی تکلیف انکو کچھ معلوم نہو اور جس
گھڑی مین کہ اسنے خداے تعالی کی نافرمانی کی ہی اسکا خزانہ کھولا جاتا ہی تو وہ سیاہ و تاریک ہوتا ہی اسکو بدبو پھیلتی ہی اور اندھیری اسکو
دبالیتی ہین اس خزانے کے دیکھنے سے اسکو اس طرح کا خوف و دہشت چھاتی ہی کہ وہ دہشت اگر اہل جنت کو بانٹ دیجاوے تو انکا آرام و
چین منغص کردے اور ایک اور خزانہ اسکے لیے مفتوح ہوتا ہی کہ وہ خالی ہوتا ہی نہ اسمین خوشی کی خبر ہوتی ہی نہ غم کی یہ وہ ساعت ہوتی ہی جسمین
بندہ سویا ہی یا غافل رہا ہی یا اور مباحات دنیوی مین لگا رہا ہی اس خزانے کے دیکھنے سے وہ حسرت کرتا ہی کہ کیون خالی رہا اور اسکو اسمین ایسا
خسارہ ہوتا ہی جیسے کسیکو بڑی سلطنت اور نفع کثیر کا خسارہ بعد قدرت کے اپنی غفلت سے ہوجاوے تو اس حسرت و غبن کا کیا ٹھکانا ہی اتنی ہی

کافی ہو اسی طرح آسپر اسکی اوقات کے خزانے اسکی زندگی بھر کھولے جایا کرتے ہین تو اپنے نفس کو کہے کہ آج تو اسکی کوشش کر کہ اپنے خزانے کو بھر لے ایسا نہو کہ وہ اسکے
مال سے خالی رہ جاوین جو جب تیری سلطنت کا ہو اور سستی اور کاہلی اور آرام طلبی کو کام مین مت لا ورنہ درجات علیین ہین سے تجھ سے وہ بات فوت ہو جاویگی
جو دوسرے کو ملیگی اور تجکو سواے حسرت اور کچھ نہ ملیگا ہمیشہ افسوس کرتا رہیگا اور اگرچہ جنت مین جاویگا مگر غبن اور حسرت کی تکلیف کی برداشت نہوگی گو آگ کی
تکلیف سے کم ہو چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ ہمنے مانا کہ گناہگار کی خطا معاف ہو جاویگی مگر یہ بھی تو ہو کہ اسکو محسنون کا سا ثواب نہ ملیگا اس قول مین اشارہ
افسوس اور حسرت کی طرف ہو اللہ تعالی فرماتا ہو یوم یجمعکم لیوم الجمع ذلک یوم التغابن یہ تو وصیت نفس کو اوقات کے باب مین ہوئی پھر اسکو نئے
سر سے وصیت ساتون اعضا کے باب مین یعنی آنکھ اور کان اور زبان اور شکم اور شرمگاہ اور ہاتھ اور پاؤن مین کرے اور ان اعضا کو اسکے سپرد کرے کیونکہ
یہ اس تجارت مین بمنزلہ نفس کے خادمون کے ہین اور انھین سے اس تجارت کے اعمال بھی تمام ہوتے ہین اور دوزخ کے سات دروازے ہین ہر دروازے
کے لیے ایک جزو تقسیم ہو جاویگا اور یہ دروازے اس شخص کے لیے متعین ہونگے جو ان اعضا سے خداے تعالی کی نافرمانی کرے پس نفس کو وصیت کرے کہ آنکھ کو
خداے تعالی کی نافرمانی سے محفوظ رکھے آنکھ کو غیر محرم کی طرف یا کسی مسلمان کے ستر کی طرف دیکھنے یا اسکو حقارت سے نظر کرنے سے بچاوے بلکہ ہر ایک
فضول سے جسکی حاجت نہو محفوظ رکھے اسلیے کہ اللہ تعالی اپنے بندے سے نظر فضول کی پرسش کریگا جیسے کہ کلام فضول کی پرسش کریگا پھر جب آنکھ کو
ان چیزون کی طرف سے روکنا تو ایسے امور مین لگانا جو تجارت کے ہون اور انمین نفع ملے اور وہ اشیا وہ ہین جنکے واسطے آنکھ پیدا ہوئی ہو یعنے
چشم عبرت سے خداے تعالی کی عجائب صنعتون کو دیکھنا اور اقتدا کرنے کے لیے اعمال خیر پر نظر ڈالنی اور کتاب اللہ اور حدیث رسول کریم کو دیکھنا
او نصیحت و استفادہ کے لیے کتب حکمت کا مطالعہ کرنا وغیرہ امور خیر سب مفصل کہدیے اسی طرح شرح وار ہر ہر عضو کے باب مین گنا دیے خصوص
زبان اور شکم کے باب مین تاکید زیادہ کر دی اسلیے کہ زبان سرشت کی رو سے چلتی جاتی ہو اور ہلنے مین اسکو کچھ مشقت نہین معلوم ہوتی مگر اسکی خطائین
مثل غیبت اور جھوٹ کے اور اپنے نفس کو صاف بتانا دوسرون کو برا کہنا کھانون کی مذمت کرنی دشمنون پر لعنت اور بد دعا کرنی اور کلام مین خصومت
کرنی وغیرہ بہت خراب ہین چنانچہ باب آفات زبان مین انکا ذکر ہو چکا پس زبان ان آفات کے درپے رہتی ہو باوجودیکہ پیدا اسواسطے ہوئی ہو کہ ذکر کرے
اور لوگون کو نصیحت ذکر کرے اور علمی بحث اور تعلیم اور خداے تعالی کے بندون کو اسکا راستہ بتانے اور آپسمین دو شخصون کے جو بگاڑ ہو اسکی درست
کرنے مین مصروف رہے تو نفس سے شرط کرلے کہ دن بھر بجز ذکر کے زبان کو نہ ہلاوے اسلیے کہ گفتگو ذکر ہی ہوتا ہو اور اسکی نظر عبرت کے لیے ہو اور
سکوت فکر کے لیے علاوہ ازین خداے تعالی فرماتا ہو ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید تو سواے ذکر کے سکوت ہی مناسب ہو۔ اور شکم کو نرور
اس بات پر لاوے کہ حرص چھوڑ دے اور حلال روزی سے تھوڑا کھانے کا عادی ہو مشتبہ کی چیزون سے احتراز کرے اور شہوات سے اسکو
روک کر مقدار ضرورت پر اکتفا کرے اور اپنے نفس پر یہ شرط بھی لگادے کہ اگر ان باتون مین سے کسی کے خلاف کریگا تو تجکو یہ سزا دونگا کہ
شکم کے شہوات سے بالکل روک دونگا تاکہ جتنا اپنی شہوات کے باعث تونے حاصل کیا ہو اس سے زیادہ جاتا رہے اسی طرح نفس پر سب
اعضا کے باب مین شرط کرلے سب کا لکھنا طول چاہتا ہو اور اعضا کے طاعات اور معاصی کچھ خفی بھی نہین کہ جنکے لکھنے کی ضرورت ہو پھر
اعضا کے باب مین وصیت کرنے کے بعد نفس کو وصیت ان طاعات کی کرے جو روز و شب مین کئی کئی بار ہوتی ہین پھر نوافل کے باب مین
وصیت کرے جنپر نفس قادر ہو اور بہت سے کرسکتا ہو اور ان نوافل کی تفصیل اور کیفیت اور انکے اسباب سے آمادگی کی کیفیت سب مرتب
کہدے اور یہ شرطین ایسی ہین کہ انکی حاجت ہر روز ہوا کرتی ہو مگر انسان جب انکا عادی چند روز رہتا ہو اور نفس ان سب شرطون کے پورا
کرنے مین تن دیتا ہو تو پھر حاجت شرط کی نہین رہتی اور اگر بعض شروط مین اطاعت کرتا ہو تو نئے سر سے شرط کرنے کی حاجت باقی ہو۔ اور از انجا
کوئی دن ایسا نہین ہوتا جسمین ایک نئی مہم اور نیا واقعہ نہوتا ہو اور اسکا حکم علاحدہ اور خداے تعالی کا حق اسمین جدا نئے طور کا نہوتا ہو اور یہ بات نیا
اعمال مین مشغول ہونے والون کو بھی اکثر ہو جایا کرتی ہو مثلاً حکومت اور تجارت اور تعلیم مین کم کوئی دن ہوتا ہوگا جسمین کوئی نیا معاملہ نہوتا ہو اور اسمین

اللہ تعالی کے حق ادا کرنے کی حاجت نہ پڑتی ہو تو اسی لیے اپنے نفس سے یہ شرط بھی کرے کہ ایسے معاملات میں مستقیم رہے اور امر حق کی اطاعت کرے اور بزہکار رہنے کے انجام سے نفس کو ڈراوے اور اسکو نصیحت اسی طرح کرے جیسے بندہ بھاگا ہوا سرکش نصیحت کیا جاتا ہے کیونکہ نفس بھی طبع کی رو سے طاعات سے سرکش اور عبودیت سے منحرف ہونے کو چاہا کرتا ہے مگر وعظ و ادب دینا اسمین تاثیر کرجاتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین پس اس طرح کی شرائط نفس سے کرنی مقام اول ہے اسکے ساتھ نگاہداشت کا ہے اور اسکا نام محاسبہ قبل عمل ہے اور محاسبہ کبھی بعد عمل کے ہوتا ہے اور کبھی قبل عمل کے ڈرانے کے لیے کیا کرتے ہیں اللہ تعالی فرماتا ہے واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ اور یہ آیندہ کے لیے ہے۔ اور جو نظر کہ کثرت اور مقدار میں واسطے معرفت زیادتی اور نقصان کے ہوتی ہے اسکو محاسبہ کہا کرتے ہیں پس بندہ اگر دن بھر اپنے سابقہ کے اعمال میں نظر رکھیگا اس غرض سے کہ انکا حال کم و بیش ہونے کا معلوم ہو جاوے تو یہ امر بھی داخل محاسبہ ہے اللہ تعالی فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا اور فرمایا یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا اور فرمایا ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ اسکو ڈرانے کے لیے اور آیندہ کو احتراز کرنے پر تنبیہ کے لیے ارشاد فرمایا اور حضرت عبادہ بن صامت رض فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا سے وصیت اور نصیحت کی کی آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی امر کا ارادہ کرے تو اسکا انجام سوچ لے اگر انجام بہتر ہو تو اس کام کو کر اور جو خراب ہو تو اس سے باز رہ اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جب تم چاہو کہ عقل ہوائے نفسانی پر غالب رہے تو کسی شہوت کو پورا نہ کرو جب تک انجام کو نہ دیکھ لو اسلیے کہ خواہش کے نہ پورا ہونے کی نسبت کہ دل میں پشیمانی کا رہنا زیادہ برا ہے۔ اور حضرت لقمان رح کہتے ہیں کہ ایماندار جب انجام کو دیکھ لیتا ہے تو ندامت سے بچ رہتا ہے اور شداد بن اوس رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ دان نفسہ کے معنی یہ ہیں کہ حساب لے نفس سے اور یوم الدین حساب کے دن کو کہتے ہیں اور کلام مجید میں ائنا لمدینون کے معنی بھی یہی ہیں کہ حساب لیے جاوینگے۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ اپنے نفس سے محاسبہ کرو پہلے اس سے کہ تمسے محاسبہ کیا جاوے اور اسکو وزن کرو پیشتر اس سے کہ وزن کیے جاؤ اور عرض اکبر کے لیے مستعد ہو رہو۔ اور حضرت ابو موسی اشعری رض کو لکھا کہ اپنے نفس سے سختی کے حساب سے پیشتر راحت کے وقت میں حساب لو اور حضرت کعب احبار رض سے پوچھا کہ محاسبے کا حال کتاب اللہ میں تمنے کیسے دیکھا ہے انھون نے عرض کیا کہ اسمین لکھا ہے کہ زمین کے حساب کرنے والے کو آسمان کے حساب کرنے والے سے ہلاکی ہے حضرت عمر رض انپر درہ لیکر اٹھے اور فرمایا کہ بجز اسکے جو اپنے نفس کا حساب لے حضرت کعب رض نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ استثنا اسکے برابر ہی توریت میں مذکور ہے کوئی اور کلمہ بیچ میں نہیں اور اس سب میں اشارہ آیندہ کے محاسبے کے لیے ہے واسطے کہ فرمایا ہے من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت اسکے یہ معنی ہیں کہ امور کو اول وزن کرلے اور خوب تامل اور تدبر انمین کرکے پھر انکے کرنے پر جرأت کرے۔ **دوسرا مقام مراقبے کے باب میں**۔ جب آدمی اپنے نفس کو وصیت کرے اور اسپر شرائط مندرجہ بالا کردے تو پھر یہ بات چاہیے کہ جب وہ اعمال میں داخل ہو تو اسکا لحاظ بچشم حفاظت کرے کیونکہ اگر نفس کو چھوڑ دیا جاویگا تو خراب اور سرکش ہو جاویگا پس اول ہم فضیلت مراقبے کی بیان کرتے ہیں پھر اسکے درجات ذکر کرینگے

بیان اول فضیلت مراقبے میں

حضرت جبرئیل علیہ السلام سے جو احوال احسان کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو فرمایا کہ خدا تعالی کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسکو دیکھتے ہو اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالے کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسکو دیکھتے ہو پس اگر یہ بات نہو کہ تم اسکو دیکھتے ہو تو یہ تو ہو کہ وہ تمکو دیکھتا ہے اور اللہ تعالے نے فرمایا ہے افمن ہو قائم علی کل نفس بما کسبت اور فرمایا الم یعلم بان اللہ یری اور فرمایا ان اللہ کان علیکم رقیبا اور فرمایا والذین ہم لامانتہم وعہدہم راعون والذین ہم بشہاداتہم قائمون اور حضرت ابن مبارک رض نے ایک شخص کو فرمایا کہ راقب اللہ اسنے اسکے معنے پوچھے آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ

اسی طرح ہو کہ گویا خداے تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور عبد الواحد بن زید رح فرماتے ہین کہ جب میرا آقا مجھکو دیکھتا ہو تو مین دوسرے کی پروا نہین کرتا - اور ابو عثمان مغربی رح فرماتے ہین کہ جو چیز آدمی راہ سلوک مین اپنے نفس پر لازم کرتا ہو اُن سب مین بہتر محاسبہ اور مراقبہ اور اپنے علم سے اپنے عمل کی سیاست ہو - اور ابن عطا رح فرماتے ہین کہ سب سے بہتر طاعت ہمیشہ مراقبہ حق کا ہو - اور جریری رح کا قول ہو کہ ہمارا یہ امر دو اصل پر بنی ہو ایک یہ کہ اپنے نفس پر خداے عزوجل کا مراقبہ لازم کرے دوسرے یہ کہ علم ظاہر اعمال پر قائم ہو - اور ابو عثمان رح کہتے ہین کہ جب تو لوگون مین بیٹھے تو اپنے نفس اور قلب کا واعظ رہ ایسا نہو کہ اُنکے پاس ہونے سے تو مغالطہ کھاوے کہ وہ لوگ تیرے ظاہر کو دیکھتے ہین اور خداے تعالیٰ باطن کو - اور منقول ہو کسی بزرگ کا ایک شاگرد جوان تھا اُسکی تعظیم وہ بہت کرتے اور اُسکو اورون پر مقدم کرتے اُنکے اور مریدون نے عرض کیا کہ آپ اُسکی تعظیم کرتے ہین حالانکہ وہ جوان ہو اور ہم بوڑھے ہین اُنھون نے چند پرندے منگائے اور ایک ایک مرید کو ایک جانور اور ایک چھری دی اور کہا کہ اسکو ایسی جگہ ذبح کرنا کہ کوئی نہ دیکھے اور اس جوان کو بھی یہی کہا تو سب مرید اپنا اپنا پرند ذبح کر لائے اور وہ شخص زندہ ہی پھیر لایا شیخ نے پوچھا کہ تو نے اپنے ساتھیون کے موافق ذبح کیون نہ کیا اُسنے کہا کہ مجھکو ایسی جگہ کوئی نہ ملی جہان کوئی نہ دیکھے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ مجھکو دیکھتا تھا سب مریدون نے اُسکے اس مراقبے کو پسند کیا اور اُسکی فضیلت کے مقر ہوے - اور روایت ہو کہ جب زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تنہا ہوئی تو اُٹھکر ایک بُت کا منھ ڈھانک دیا حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بھلا تو تو ایک پتھر کے دیکھنے سے حیا کرتی ہو مجھے کیا ہوا ہو کہ بادشاہ جبار کے دیکھنے سے شرم نہ کرون - اور بعض جوانون کے حال مین لکھا ہو کہ اُسنے کسی لونڈی سے مباشرت چاہی اُسنے کہا کہ تجھکو حیا نہین آتی جوان نے کہا کہ مین کس سے حیا کرون ہمکو ستارون کے سوا اور کون دیکھتا ہو اُسنے جواب دیا کہ پھر ستارون والا کہان گیا وہ بھی تو دیکھتا ہو - اور ایک شخص نے حضرت جنید رح سے پوچھا کہ آنکھ بند کرنے پر مین کس چیز سے مدد لون آپ نے فرمایا کہ یہ جاننا کہ جس چیز کی طرف تو دیکھتا ہو تیری نگاہ اُسپر پیچھے پہونچتی ہو اور ناظر حقیقی کی نگاہ تجھپر اول پہونچتی ہو اور یہ بھی آپکا قول ہو کہ مراقبے مین نگاہ وہی ہوتا ہو جسکو خوف ہو کہ میرا حظ پروردگار سے جاتا رہیگا - اور حضرت مالک بن دینار رح نے فرمایا کہ جنات عدن جنات فردوس مین سے ہین اور اُسکی عورتین جنت کے گلاب سے بنی ہین کسی نے پوچھا کہ اُن جنتون مین کون رہیگا آپ نے فرمایا کہ خداے تعالیٰ فرماتا ہو کہ جنات عدن مین وہ لوگ رہینگے کہ جب قصد معاصی کا کرین تو میری عظمت یاد کرین اور میرا لحاظ کرین اور وہ لوگ کہ جنکی کمرین میرے خوف کے مارے جھک گئی ہین قسم ہو اپنی عزت اور جلال کی کہ مین اہل زمین کے عذاب کا قصد کرتا ہون مگر جب اپنے خوف سے بھوک پیاس والون کی طرف دیکھتا ہون تو اُن سے عذاب ہٹا لیتا ہون - اور محاسبی رح سے جو مراقبے کا حال پوچھا تو فرمایا کہ اُسکا شروع یہ ہو کہ دل کو علم قرب پروردگار کا ہو - اور مرتعش کا قول ہو کہ مراقبہ یہ ہو کہ ہر لحظہ اور ہر کلمہ پر غیب کے ملاحظے کے واسطے باطن کی رعایت رکھے - اور روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتون سے ارشاد فرمایا کہ تم ظاہر پر مقرر ہو اور مین باطن کو دیکھتا ہون - اور محمد بن علی ترمذی رح فرماتے ہین کہ اپنا مراقبہ ایسے شخص کے لیے کر جسکی نظر سے تو غائب نہو اور شکر ایسے کا کر جسکی نعمتین تجھ سے منقطع نہون اور طاعت ایسے کی کر جس سے تو مستغنی نہین اور خضوع اُس شخص کے لیے کر جسکی ملک اور سلطنت سے تو نہ نکلے اور حضرت سہل رح فرماتے ہین کہ بندے کے دل کو فضل اور شرف اتنا اور کسی چیز سے حاصل نہین ہوتا جتنا اس بات سے ہوتا ہو کہ یون جانے کہ جہان مین ہونگا خداے تعالیٰ میرا شاہد رہیگا - اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذالک لمن خشی ربہ کے کیا معنی ہین اُنھون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی کہ رضا اُسکی ہوگی جسنے خداے تعالیٰ کا مراقبہ کیا اور اپنے نفس کا حساب لیا اور معاد کے لیے توشہ حاصل کیا اور حضرت ذوالنون رح سے پوچھا کہ بندہ کس چیز سے جنت کو پہونچتا ہو اُنھون نے فرمایا کہ پانچ باتون سے ایک استقامت جسمین کجی نہو دوسرے اجتہاد جسمین سہو نہو تیسرے ظاہر و باطن مین خداے تعالیٰ کا مراقبہ چوتھے موت کی انتظاری اور اُسکی تیاری پانچوین نفس کا حساب لینا پہلے اس سے

رضا
اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے
سے بندہ سے راضی ہو
ملتا ہے اسکو بڑا
اس بات سے ۱۲

کہ اُس سے حساب لیا جائے اور مراقبے کے باب مین کسی نے شعر کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہی **اشعار** گر کسی روز تو تنہا ہو نہ کہ تنہا ہون * بلکہ غافل ہی ترے حال کا ہر دم نگران * جان مت اُسکو کہ اک دم کو ہو تجھ سے غافل * اور جو بات چھپا وے رہے اُس سے پنہان * دیکھ تو کیسی چلی آتی ہی کل آج کے بعد آج کل ہی مین فنا ہوتی ہی عمر انسان * اور حمید طویل نے سلیمان بن علی رح سے کہا کہ مجھکو کچھ نصیحت کرو اُنھون نے فرمایا کہ جب تم گناہ کرتے ہو تو دو حال سے خالی نہین یا یہ گمان کرتے ہو کہ خدا سے تعالی تمکو دیکھتا ہی تب تو تم بڑی ہی جرأت کرتے ہو اور اگر یہ گمان ہو کہ وہ نہین دیکھتا تو کافر ہو اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ مراقبہ ایسے شخص کا اپنے اوپر لازم کرو جس سے کوئی خفیہ امر پوشیدہ نہین اور توقع ایسی بات سے رکھو جو وفا کی مالک ہی اور خوف ایسے شخص سے رکھو جو عقوبت کا مالک ہی - اور فرقد سنجی رح کہتے ہین کہ منافق تاکتا رہتا ہی جب کسی کو نہین دیکھتا تو برائی کی راہ مین داخل ہو جاتا ہی مگر صرف لوگون کو تاکتا ہی خدا سے تعالی کا لحاظ نہین کرتا - اور عبد اللہ بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین حضرت عمر بن خطاب رض کے ساتھ مکہ معظمہ جانے کے واسطے نکلا آخر شب مین کسی جگہ اُترے آپکے پاس ایک چرواہا پہاڑ پر سے آیا آپ نے اُس سے فرمایا کہ ان بکریون مین سے ایک میرے ہاتھ بیچ ڈال اُسنے عرض کیا کہ مین غلام ہون مجکو اختیار فروخت نہین آپ نے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہ دینا کہ اُسکو بھیڑیا کھا گیا اُسنے عرض کیا کہ پھر خدا کو کیا کہون وہ تو دیکھتا ہی حضرت عمر رض رو دئے پھر آپ اُسکے ساتھ ہو لیے اور اُسکے آقا سے اُسکو خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا کہ اس بات نے تجھکو آزاد کرا دیا اور مجکو توقع ہی کہ آخرت مین بھی تجھکو آزاد کرے

دوسرا بیان مراقبے کی حقیقت اور اُسکے درجات مین - واضح ہو کہ مراقبے کی حقیقت یہ ہی کہ رقیب کا لحاظ کرنا اور اپنی توجہ کا اُسکی طرف پھیرنا یعنی اگر کوئی شخص غیر کے باعث سے کسی بات سے احتراز کرے تو کہا کرتے ہین کہ یہ فلانے کا لحاظ کرتا ہی اور اہل تصوف کی مراد مراقبے سے وہ حالت قلبی ہی جو ایک قسم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہی اور اُس حالت سے کچھ اعمال اعضا مین اور کچھ دل مین پیدا ہوا کرتے ہین پس حالت تو یہ ہی کہ قلب کا رقیب کو تاکتے رہنا اور اُسی کی طرف مشغول اور ملتفت رہنا اور اُسی کو ملاحظہ کرنا اور متوجہ ہونا - اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہی وہ یہ ہی کہ خدا سے تعالی کو عالم دل کی باتون اور باطن کے احوال کا جاننا اور بندے کے اعمال پر اُسکو رقیب سمجھنا اور سب نفسون کے کسب پر واقف جاننا اور یہ کہ قلب کا بھید اُسکے سامنے ایسا عیان ہی جیسے پوست ظاہری انسان کا خلق پر عیان ہی بلکہ اُس سے بھی زائد پس یہ معرفت جب یقینی ہو جاتی ہی یعنی شک سے خالی ہوتی ہی اور پھر دل پر غالب ہو کر اُسکو دبا لیتی ہی تو قلب کو پاسداری رقیب کی طرف لیجاتی ہی اور اُسکی ہمت کو رقیب کی طرف پھیر دیتی ہی اور اسمین کچھ تعجب کی بات نہین کہ آدمی کو کسی چیز کا یقین تو ہو مگر اُسپر وہ غالب نہو جیسے موت کا علم کہ اسمین شک تو نہین مگر دل پر اُسکا غلبہ نہین ہوتا بہرحال جو لوگ اس معرفت کے یقین کرنے والے ہین وہ مقرب ہین اور اُنکی دو قسمین ہین ایک تو صدیق اور دوسرے اصحاب یمین اسی لیے اُنکا مراقبہ بھی دو طرح کا ہی اول درجہ مراقبہ صدیقین کا ہی جو تعظیم اور بڑائی کے لیے ہوتا ہی اُسکی کیفیت یہ ہی کہ دل اُس جلال کے ملاحظے مین ڈوب جاتا ہی اور اُسکی ہیبت سے شکستہ ہو جاتا ہی پھر اُسمین گنجائش دوسرے کی طرف التفات کی نہین رہتی اور اس مراقبے کے اعمال کی تفصیل مین ہم زیادہ غور نہین کرتے اسلیے کہ اُسکے اعمال صرف دل ہی پر منحصر رہتے ہین اور اعضاے ظاہری تو مباحات کی طرف بھی التفات نہین کرتے ممنوعات کا تو کیا ذکر ہی اور جب طاعات کے لیے حرکت کرتے ہین تو ایسے ہوتے ہین کہ گویا اُنھین مین کھنچے ہوے ہین اسی لیے اُنکی حفاظت کے باب مین اور درست رکھنے مین کچھ حاجت تدبیر اور توقف کی نہین بلکہ جو شخص کہ بالکل راعی کا مالک ہی وہ رعیت کو آپ درست کر دیتا ہی اور یہان دل راعی ہی اور اعضا اُسکی رعیت تو جب دل مستغرق معبود مین ہوگا تو اعضا بے تکلف راستی اور درستی ہی پر چلینگے اور ایسا وہ شخص ہوتا ہی جسکو ایک ہی فکر ہو اور اللہ تعالی نے اُسکو سب فکرون سے بچا دیا ہو اور جو شخص اس درجہ پر پہونچ جاتا ہی وہ کبھی خلق سے اتنا غافل ہوتا ہی کہ جو شخص اُسکے پاس آوے اُسکی بھی خبر اُسکو نہین ہوتی اور باوجود آنکھین کھلی ہونے کے اُسکو نہین دیکھتا اور اگر کچھ اُس سے کہا جاوے تو باوجود بہرا نہونے کے نہین سنتا اور کبھی اُسکا بیٹا پاس کو چلا جاتا ہی اور اُس سے کلام نہین کرتا چنانچہ ایسا بعض

اکابر کے واسطے ہوجاتا تھا اُنپر جو کسی نے اس باب مین عتاب کیا تو اُس سے کہا کہ جب تو میرے پاس کو نکلے تو مجھے ہلا دینا- اور اس امر کو کچھ بعید مت جانو اسلیے کہ ایسی بات کی نظیر ان دنون مین پائی گئی جو بادشاہان زمین کی تعظیم کرتے ہین یہان تک کہ بادشاہی خادم کبھی ایسا ہوتا ہی کہ اُسپر کچھ ہوجاوے خبر نہین ہوتی اسلیے کہ بادشاہی مجلس مین بادشاہون کی تعظیم مین ڈوبے رہتے ہین اور اُنپر کیا موقوف ہی کبھی آدمی کا دل کسی دنیاوی ادنے کام مین اگر مشغول ہوتا ہی تو اُسمین ایسا فکر مین ڈوب جاتا ہی کہ اگر کہین کو جاتا ہی تو جس جگہ جانا منظور تھا وہان سے آگے نکل جاتا ہی اور جس کام کے لیے اُٹھا تھا وہ بھول جاتا ہی- عبد الواحد بن زید رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ اس زمانے مین بھی کوئی ایسا شخص جانتے ہین جو اپنے حال مین مشغول ہو کر خلق سے بیخبر ہو آپ نے فرمایا کہ مین ایسا صرف ایک شخص کو جانتا ہون جو ابھی تمھارے پاس آویگا تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ عتبہ غلام داخل ہوے آپ نے اُنسے پوچھا کہ تم کہان سے آئے ہو اُنھون نے کسی جگہ کا نام لیا ایسا کہ اُسکا رستہ بازار مین تھا آپ نے پوچھا کہ راستے مین تمسے کون ملا تھا اُنھون نے کہا کہ مین نے تو کسیکو نہین دیکھا اور حضرت یحیے علیہ السلام کے حال مین لکھا ہی کہ آپ چلے جاتے تھے ایک عورت کے جو دھکا لگا تو وہ مُنھ کے بل گر گئی لوگون نے کہا کہ آپ نے اُسکو دھکا کیون دیا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو دیوار کے سوا اور کچھ نہین معلوم ہوتا تھا- اور بعض اکابر سے منقول ہی کہ مین ایک جماعت پر گذرا کہ وہ تیر اندازی کرتے تھے اور ایک شخص اُنسے فاصلہ پر بیٹھا ہوا تھا مین اُسکی طرف کو بڑھ گیا اور چاہا کہ کچھ گفتگو کرون اُسنے کہا کہ خداے تعالے کا ذکر خوشگوار زیادہ ہی مین نے پوچھا کہ آپ تنہا ہین اُسنے کہا کہ میرے ساتھ میرا پروردگار اور دو فرشتے ہین مین نے پوچھا کہ ان لوگون مین سے بڑھا ہوا کون ہی اُسنے کہا کہ جسکو خداے تعالے بخش دے مین نے پوچھا کہ راستہ کہان ہی اُسنے اشارہ آسمان کی طرف کیا اور اُٹھ کر یہ کہتا ہوا چلدیا کہ تیری اکثر مخلوق تجھسے غافل ہی تو یہ گفتگو ایسے ہی شخص کی ہی جو خداے تعالے کے مشاہدے مین اتنا ڈوبا ہو کہ جو کچھ کہے وہ بھی اُسی کا ذکر ہو جو سُنے تو اُسی کے باب مین سُنے ایسے شخص کو احتیاج اپنی زبان اور اعضا کے مراقبے اور نگرانی کی نہین اسلیے کہ وہ بدون اُس حالت کے جسمین وہ ہی اور کسی چیز مین حرکت ہی نہین کرتے- اور حضرت شبلی رح حضرت ابو الحسین نوری رح کے پاس گئے دیکھا تو وہ ایک گوشے مین چُپ چاپ دلجمعی سے بیٹھے ہین کوئی چیز ظاہر مین حرکت نہین کرتی حضرت شبلی رح نے فرمایا کہ تمنے یہ مراقبہ اور سکون کہان سے سیکھا اُنھون نے فرمایا کہ ہمارے یہان ایک بلی تھی جب شکار کرنا چاہتی تھی تو بلون کے پاس گھات لگا کر بیٹھتی اور اپنا بال تک نہین ہلاتی تھی اُس سے مین نے یہ طریق سیکھا ہی- اور ابو عبد اللہ بن خفیف کہتے ہین کہ مین نے ابو علی رودباری کی ملاقات کے لیے مصر سے رملہ کو جانے کا قصد کیا مجھسے عیسے بن یونس مصری نے جو زاہد کرکے معروف تھے کہا کہ موضع صور مین ایک جوان اور ایک ادھیڑ مراقبے کے حال پر ایک جا بیٹھے ہین اگر تم اُنکو ایک نظر دیکھ لو تو غالبا تمکو نفع ہوگا یہ سُنکر مین صور مین بھوکا پیاسا داخل ہوا میری کمر مین ایک کپڑا بندھا تھا اور مونڈھے برہنہ تھے مین مسجد مین جو گیا تو دو شخصون کو دیکھا کہ قبلہ رخ بیٹھے ہوے ہین مین نے سلام کیا اُنھون نے جواب نہ دیا پھر دوبارہ سہ بارہ سلام کیا مگر جواب نہ سُنا مین نے اُنکو خدا کی قسم دی کہ سلام کا جواب دین جوان نے اپنی گدڑی سے سر اُٹھایا اور میری طرف دیکھ کر کہا کہ اے خفیف کے لڑکے دنیا تھوڑی ہی اور تھوڑی مین سے بھی تھوڑی ہی رہگئی ہی تو اس تھوڑی سے بہت کچھ حاصل کرلے اور تجھے کتنا تھوڑا کام ہی کہ ہماری ملاقات کی فرصت پائی پھر میری طرف دیکھا میری بھوک پیاس سب جاتی رہی اور ہمہ تن مجکو اُنھون نے لے لیا پھر جوان نے اپنا سر جھکا لیا مین اُن دونون کے پاس یہان تک رہا کہ ظہر اور عصر وہین پڑھی جب عصر پڑھ چکے تو مین نے کہا کہ مجکو نصیحت کرو اُس جوان نے میری طرف سر اُٹھایا- اور کہا کہ اے خفیف کے لڑکے ہم آپ مصیبت والے ہین ہمکو زبان نصیحت نہین مین اُنکے پاس تین دن رہا کہ نہ کھایا نہ پیا نہ سویا اور اُن دونون نے بھی خواب خورش کچھ نہ کی اُسکے بعد مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین اُنکو قسم دون کہ مجکو کچھ نصیحت کرین شاید مجکو اُنکی نصیحت مفید ہو پس جوان نے اپنا سر اُٹھایا اور کہا کہ اے خفیف کے لڑکے ایسے شخص کی صحبت لازم رکھنا جسکے دیکھنے سے تجکو خداے تعالے یاد آوے اور اُسکی ہیبت تیرے دل پر پڑے وہ تجکو زبان فعل سے نصیحت کرے زبان قول سے کچھ نہ کہے

والسلام اب آپ تشریف لیجاوین پس جن لوگون کے دل پر تعظیم اور اجلال غالب ہوتی ہو اُنکے مراقبے کا حال ایسا ہوا کرتا ہو کہ اُنہین گنجایش اور چیز کی باقی ہی نہین رہتی - **دوسرا درجہ** اصحاب یمین مین سے پرہیزگارون کا ہو وہ وہ لوگ ہین کہ اُنکے دلون پر یہ بات تو یقیناً غالب ہو کہ خداے تعالی ہمارے ظاہر و باطن پر مطلع ہو مگر ملاحظہ جلال نے اُنکو مدہوش نہین کیا بلکہ اُنکے دل حد اعتدال پر باقی رہے اور اُنہین گنجایش اس بات کی بھی رہی کہ احوال اور اعمال پر التفات کرین مگر باوجود مواظبت اعمال کے مراقبہ سے جدا نہین رہے ہان اُنپر خداے تعالی سے حیا کا غلبہ ہو اسی لیے اگر کسی کام کی جرأت کرتے ہین تو توقف اور تامل کے ساتھ اور اگر رکتے ہین تو تامل کے ساتھ اور جس بات سے کہ قیامت مین رسوائی ہو اُسکے گرد نہین پھرتے اسلیے کہ وہ دنیا ہی مین خداے تعالی کو اپنے اوپر مطلع جانتے ہین تو قیامت کے انتظار کی کیا حاجت ہو اور ان دونون درجون کے اختلاف کا حال مشاہدات سے معلوم ہو سکتا ہو مثلاً اگر کوئی شخص خلوت مین کوئی کام کرتا ہو اور اُسکے پاس لڑکا یا کوئی عورت آجاوے اور اُسکو معلوم ہو جاوے کہ میرے کام کی اطلاع اسکو ہو گئی تو وہ اُس سے حیا کرنے لگیگا اور اچھی طرح بیٹھ جاویگا اور ظاہر ہو کہ لڑکے اور عورت کی تعظیم کے باعث وہ ستی نشست و برخاست کی نہین کرتا بلکہ حیا کے باعث کرتا ہو اسلیے کہ اُنکا مشاہدہ اگرچہ مدہوش و مستغرق نہین کرتا مگر حیا البتہ جوش مین آتی ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہو کہ کوئی بادشاہ یا دوسرا بزرگ اُسکے پاس آجاتا ہو تو اُسکی تعظیم اتنا مستغرق کر دیتی ہو کہ تمام کامون کو چھوڑ دیتا ہو اور یہ چھوڑنا حیا کے باعث نہین ہوتا بلکہ تعظیم کی جہت سے ہوتا ہو اسی طرح بندون کے مرتبے خداے تعالی کے مراقبے مین مختلف ہوا کرتے ہین اور جو شخص اس درجے مین ہوتا ہو وہ اس بات کا محتاج ہو کہ اپنے سب حرکات اور سکنات اور خطرات اور لحظات اور سب اختیارات کو نگران رہے اور ان اشیا مین دو نظرین ہونی چاہیین ایک عمل کے پہلے اور ایک عین عمل کے اندر پہلے عمل کے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ جو مجکو ظاہر ہوا ہو اور جسکے واسطے میری خاطر نے حرکت کی ہو وہ امر خاص خداے تعالی کے واسطے ہو یا وہ ہواے نفس یا اتباع شیطان مین سے ہو جب تک یہ امر منکشف نہو تب تک اُس فعل کی مبادرت نہ کرے بلکہ ٹھہرا رہے پس جب نور الٰہی سے معلوم ہو جاوے کہ یہ امر خاص خداے تعالی کے واسطے ہو تو اُسکو کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ امر غیر اللہ کے واسطے ہو تو اُس سے باز رہے اور خداے تعالی سے شرم کرے پھر اپنی نفس کو ملامت کرے کہ اسکی رغبت اور میل اور قصد کیون کیا اور اُسکو اُسکے فعل کی بدی سمجھا دے کہ تو اپنی رسوائی مین سعی کرتا ہو اور اپنا دشمن ہو اگر خدا تعالی اپنی عصمت سے تلافی نفرما دے تو تیرا کہین ٹھکانا نہ لگے اور ابتداے امور مین یہ توقف ظاہر ہونے تک واجب و لازم ہو کسیکو اس سے مفر نہین حدیث مین آیا ہو کہ بندے کے لیے ہر حرکت مین گو ذرا سی ہی کیون نہو تین دفتر کھولے جاوینگے پہلے مین یہ ہوگا کہ یہ کام کیون کیا دوسرے مین ہوگا کہ کس طرح کیا تیسرے مین ہوگا کہ کسکے لیے کیا یعنی اول سوال ہوگا کہ تو نے جو یہ کام کیا تو اس نظر سے کہ اپنے آقا کے لیے کرنا چاہیے یا صرف اپنی شہوت کے میل سے اُسکی رغبت کی پس اگر اس سوال سے بچ گیا یعنے خداے تعالے ہی کے واسطے اُس کام کا کرنا ضرور تھا تو دوسرا سوال ہوگا کہ یہ کام کس طرح کیا ہر عمل مین خداے تعالے کے لیے شرط اور حکم جسکی مقدار اور وقت اور صفت بدون علم کے معلوم نہین ہوتی تو اُس سے کہا جاویگا کہ تو نے یہ کام علم یقینی سے کیا یا جہل اور گمان سے پھر اگر اس سوال سے بھی بچ گیا تو تیسرا سوال ہوگا کہ کسکے لیے عمل کیا یعنے باز پرس اخلاص کی ہوگی کہ خالص رضاے الٰہی کے لیے کیا ہو اور لا الہ الا اللہ کو نباہا ہو تب تو تیرا اجر خداے تعالے پر ہو اور اگر اپنے جی سے مخلوق کے دکھلانے کو کیا ہو تو اُنسے جا کر اپنا اجر لے اور اگر اسواسطے کیا ہو کہ کچھ دنیا اسکے باعث ملجاوے تو وہ ہم تجکو دے ہی چکے ہین اور اگر سہو و غفلت کے ساتھ کیا ہو تو ثواب بھی جاتا رہا اور عمل بیکار اور سعی برباد ہو گئی اور اگر میرے غیر کے واسطے کیا ہو تو مستحق میرے عذاب اور غصے کا ہوا اسلیے کہ تو میرا بندہ تھا اور میرا ہی رزق کھاتا تھا میری نعمتون مین چین اُڑاتا تھا پھر دوسرے کے لیے عمل کے کیا سعی کیا تو نے میرا قول نہین سُنا ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم اور ان الذین تدعون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ تیرا برا ہو کیا تو نے نہین سُنا کہ مین فرماتا ہون الا للہ الدین الخالص پس جب بندہ جانتا ہو کہ میرے پیچھے اتنے مطالبات اور جھگڑے کیان لگینگی تو وہ اپنے نفس کا مطالبہ اُس بڑے مطالبے سے پہلے ہی کرنے لگتا ہو اور سوال کے جواب کی تیاری کر رکھتا ہو مگر جواب کا باصواب ہونا چاہیے

ح اسکی سند مجھے نہین ملی ۱۲ [illegible]

پس اگر کوئی کام شروع سے ہی کرے خواہ دوبارہ کرے دونون صورتون مین تامل کے بعد کرے اگر ایک بار انگلی ہلاوے وہ بھی تامل
کے ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رض سے فرمایا تھا کہ آدمی اپنی آنکھون کے سرمے اور گارا توڑنے اور اپنے بھائی کا
کپڑا چھونے پر بھی پوچھا جاویگا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ پہلے اکابر کا دستور تھا کہ اگر کچھ صدقہ کیا چاہتے تو تامل اور توقف
کرتے اور اگر معلوم ہو جاتا کہ خدا کے واسطے ہی تو دیتے اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ خداے تعالی رحم کرے اس بندے پر جو اپنے
قصد کے وقت ٹھہر جاوے پھر اگر خداے تعالے کے واسطے وہ قصد ہو تو اسکو پورا کرے اور اگر اسکے سوا کسی اور کے لیے ہو تو تاخیر
کرے۔ اور حدیث سعد رض مین مذکور ہی کہ جب انکو سلمان فارسی رض نے وصیت کی تو فرمایا کہ اپنے قصد کے وقت خداے تعالے سے
خوف کیا کر جب کبھی قصد کرے۔ اور محمد بن علی فرماتے ہین کہ ایماندار توقف کرنے والا اور تامل کرنے والا ہوتا ہی کہ اپنے قصد کے وقت
توقف کیا کرتا ہی ایسا نہین ہوتا جیسا رات کو لکڑیان جمع کرنے والا یعنے وہ جلدی مین خاک بلا سبب اٹھا لیتا ہی ایماندار ایسا نہین ہوتا۔
اس مراقبے مین یہ اول نظر کا حال ہی اور اس سے بچاؤ کی صورت یہی ہی کہ آدمی کو علم متین حاصل ہو اور اسرار اعمال اور نفس کی غورین اور
شیطان کے مکر پر معرفت حقیقی موجود ہو پس جب تک کہ اپنے نفس اور رب اور اپنے دشمن ابلیس کو نہ جانیگا اور یہ نہ پہچانیگا کہ ہواے
نفس کے موافق کیا چیز ہی اور اسمین اور اس چیز مین جسکو خداے تعالے محبوب اور پسند کرتا ہی یعنی اسکی نیت اور قصد اور فکر اور حرکت
وسکون مین سے کون سی خداے تعالے کے پسند ہی اور کونسی موافق ہواے نفس کے ہی اسمین تمیز نہ کریگا تب تک سلامت اس امر اچھے
مین نہ رہیگا بلکہ اکثر لوگ ایسے امور مین جو خداے تعالے کو برے معلوم ہون مرتکب جہالت کے ہوتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم اچھے
کام کرتے ہین۔ اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ جس چیز کو جاہل سیکھ سکتا ہی اسمین اسکا عذر جہالت پذیرا ہو بلکہ علم کا طلب کرنا سب مسلمانون پر
فرض ہی اور اسی جہت سے عالم کی دو رکعتین جاہل کی ہزار رکعتون سے افضل ہوتی ہین کیونکہ وہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکرون اور
اسکے مغالطہ دینے کے مواقع سے واقف ہوتا ہی اور ان سب کو نیست کر دیتا ہی اور جاہل اسکو جانتا ہی نہین تو اس سے احتراز کیسے کریگا
بلکہ وہ ہمیشہ مشقت بھرا کریگا اور شیطان اس سے خوش اور شادان رہیگا جہل و غفلت سے خدا بچاوے تمام بدبختی اور خسارے کی جڑ یہی ہی پس
اللہ تعالے کا حکم ہر بندے پر یہی ہی کہ جب کام کے واسطے قصد کرے اور اعضا سے اسکے لیے سعی کرے اپنے نفس کا نگران رہے اور فعل کے
کرنے مین جلدی نہ کرے یہان تک کہ نور علم سے ثابت ہو جاوے کہ یہ فعل خدا ہی کے واسطے ہی پھر اسکا مباشر ہو اور اگر ہواے نفس کے لیے ہی
تو اس سے باز رہے اور دل کو اسکا فکر کرنے سے اور قصد کرنے سے جھڑک دے کیونکہ باطل امر مین اگر اول ہی خطرے کو دفع نہ کیا جاویگا
تو موجب رغبت ہوگا اور رغبت سے قصد پیدا ہوگا اور پھر وہ قصد پکا جاویگا اور اسکے بعد فعل کا موجب ہوگا اور فعل موجب تباہی اور غضب
الہی کا ہوگا اسلیے چاہیے کہ شر کے مادے کی بیخ کنی اول ہی سے کیجاوے یعنی خطرہ اول ہی کو دفع کرنا چاہیے اسلیے کہ اور چیزین تو اسکی تابع ہین
اور جب بندے پر یہ بات مشتبہ ہو جاوے اور منکشف نہو تو اس بات مین نور علم سے فکر کرے اور خداے تعالے سے پناہ مانگے کہ بواسطہ ہواے
نفس کے شیطان کے جال مین نہ آجاوے اور اگر اپنی کوشش اور فکر سے کچھ نہ بن پڑے تو علماے دین کے نور سے اقتباس کرے مگر
ایسے علما کے پاس نہ جاوے جو گمراہ کرنے والے اور دنیا پر متوجہ ہونے والے ہین بلکہ انسے ایسا بھاگے جیسا شیطان سے بھاگے چنانچہ
خداے تعالے نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرے باب مین اس عالم سے سوال مت کر جسکو محبت دنیا نے بدمست کر رکھا ہو
وہ تجھکو میری محبت سے علیحدہ کر دیگا ایسے لوگ میرے بندون کے راہزن ہین پس جو دل کہ دنیا کی محبت اور کثرت طمع کے باعث چوپٹ اندھے ہین
وہ خداے تعالی کے نور [illegible] ہین اسلیے کہ چشمہ دلون کے نور سے حضرت ربوبیت ہی پس جو شخص کہ اس سے پشت پھیریگا اسکو نور کس طرح ہوگا
اور جو شخص کہ خداے تعالی کے دشمن پر متوجہ ہوگا اور جس سے خداے تعالی کو بغض اور غضب ہی یعنی شہوات دنیا سے عشق پیدا کریگا تو اسکو وہ تجلی

کب ملیگی پس ہمت مرید اول اسی باب مین مصروف ہونی چاہیے کہ علم اچھی طرح سیکھے اور عالم ایسا تلاش کرے کہ جو دنیا سے روگردان یا اسکی کم رغبت رکھنے والا ہو بشرطیکہ بالکل روگردان عالم نہ ملے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالے شبہات کے آنے کے وقت چشم بینا کو پسند کرتا ہو اور ہجوم شہوات کے وقت عقل کامل کو محبوب جانتا ہو دونون باتون کو آپ نے جمع فرما دیا کہ واقع مین یہی دونون ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہین تو جس شخص کو عقل ایسی ہو کہ شہوات سے نہ روکے اسکو آنکھ پرکھنے والی شبہات کی بھی نہوگی اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو من قارف ذنبا فارقہ عقل لایعود الیہ ابدا پس آدمی کی عقل ضعیف ہی کتنی ہو جسکو گناہ کرنے سے قصد کھو دینے کا کرے۔ اور آفات اعمال کی معرفت اس زمانے مین بالکل جاتی رہی ہو اسلیے کہ سب آدمیون نے یہ علوم مفیدہ تو چھوڑ دیے اور جو خصومات کہ لوگون مین بباعث شہوات برپا ہوتے ہین آنکے درمیان پڑنے مین مشغول ہو کر اسکا نام فقہ رکھا اور یہ علم جو دین کا فقہ تھا اسکو علوم سے خارج کر دیا اور صرف فقہ دنیا ہی کے واسطے ہو گئی جس سے صرف دفع کرنا شغلون کا دلون سے منظور تھا کہ فقہ دینی کے لیے فارغ ہو جاوین اور وجہ فقہ دنیا کی علم دین مین ہونے کی بھی یہی تھی کہ یہ فقہ ذریعہ فقہ دین کا تھا مگر لوگون نے معاملہ برعکس کر دیا ہے اور حدیث شریف مین ہو کہ تم لوگ آج ایسے زمانے مین ہو کہ تم مین سے بہتر وہ ہو جو عمل کی طرف سبقت کرے اور ایک وقت تم پر عنقریب آویگا کہ اسمین تم مین سے بہتر وہ ہوگا جو توقف کرے اور اسی جہت سے چند صحابہ رضنے اہل عراق اور اہل شام سے لڑنے مین توقف کیا کہ آنپر امر مشتبہ ہو گیا حضرت سعد بن ابی وقاص و عبداللہ بن عمر اور اسامہ اور محمد بن مسلمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین لوگون مین سے تھے جنھون نے توقف کیا تھا پس جو شخص اشتباہ کے وقت توقف نہ کرے وہ اپنی خواہش کا پیرو اور خودرائے اور آن لوگون مین سے ہوگا جنکی شان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاذا رأیت شحا مطاعا وہوی متبعا واعجاب کل ذی رای برایہ فعلیک بخاصۃ نفسک اور جو شخص کسی شبہے مین بدون تحقیق خوض کرتا ہو وہ اس آیت کے خلاف کرتا ہو ولا تقف ما لیس لک بہ علم اور اس حدیث کے بھی ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث اور ظن سے مراد اس حدیث مین ظن بدون دلیل کے ہو جیسے بعض عوام اشتباہ کی صورت مین اپنے دل سے فتوے لیتے ہین اور اپنے ظن کے تبع ہو جاتے ہین اور چونکہ امر نہایت سخت ہو اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رض یہ دعا مانگا کرتے تھے اللہم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ وارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ ولا تجعل متشابہا علی فاتبع الہوی اور حضرت عیسے علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ امور تین طرح کے ہین ایک وہ جسکا اچھا ہونا ظاہر ہو تم اسکو کرنا چاہیے دوسرے وہ کہ برائی اسکی عیان ہو اس سے اجتناب کرنا چاہیے تیسرے وہ کہ مشتبہ ہو تو اسکو اسکے واقفکار کے سپرد کرنا چاہیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اللہم انی اعوذ بک ان اقول فی الدین بغیر علم غرض کہ علم اور امر حق کا ظاہر ہونا خدا تعالی کے بڑے انعامون مین سے ہو بندون پر اور ایمان بھی ایک قسم کے کشف اور علم کا نام ہو اور اسی وجہ سے خدا تعالی اپنے بندے پر منت رکھنے کے طور پر ارشاد فرماتا ہو وکان فضل اللہ علیک عظیما فضل سے مراد علم ہو اور فرمایا فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور فرمایا ان علینا للہدی اور فرمایا ثم ان علینا بیانہ اور فرمایا وعلی اللہ قصد السبیل اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ ہوا سے نفس نابینائی کی شریک ہو اور حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہو اور یقین بہت عمدہ ٹالنے والا غم کا ہو اور جھوٹ کا مآل پشیمانی ہو اور راستی مین سلامتی ہو اور بہت سے بیگانے یگانون سے قریب تر ہوتے ہین اور جسکا کوئی حبیب نہو وہ غریب ہو اور صدیق وہ ہو جو اپنی نظر سے غائب کی تصدیق کرے اور بدظنی کے باعث کسی حبیب سے پھرنا نہ چاہیے اور کرم عمدہ عادت ہو اور حیا ہر احسان کا سبب ہو اور سب سے مضبوط تمسک کی چیز تقوی ہو اور زیادہ مستحکم سبب جسکو تو اختیار کرے وہ ہو جو تجھ مین اور خدا تعالے مین ہو اور دنیا مین سے تیرا اسی قدر ہو جس قدر سے تو نے اپنا آخرت کا ٹھکانا درست کر لیا

اور رزق دو طرح کے ہین ایک جسکو تو تلاش کرتا ہی اور ایک جو تجھکو تلاش کرتا ہی کہ اگر تو اُس تک نہ پہونچے تو وہ تیرے پاس آویگا اور اگر تیرے پاس کی چیز کچھ مصیبت آوے اور اُسپر تو واویلا کرے تو ایسی چیز پہ تو واویلا نہ کر جو تجھ تک پہونچی ہی نہین اور جو چیز نہین ہوئی اُسپر اُس چیز سے قیاس کرلے جو ہوگئی اس واسطے کہ امور ایک ہی سے ہوتے ہین اور جو چیز آدمی سے ہرگز فوت نہو اُسکے ملنے سے خوش ہوا کرتا ہی اور جس چیز کو کبھی نہ پاسکتا اُسکے جاتے رہنے سے ناخوش ہوا کرتا ہی پس جو کچھ تجھکو دنیا سے ملے نہ اُسپر خوش ہو اور نہ ایسی چیز پر جو جاتی رہے افسوس بلکہ سرور اس بات پر کر جو توشۂ آخرت کرلیا ہو اور افسوس ایسی چیز پر کر جو پیچھے چھوڑ دی ہو اور آخرت مین مشغول ہو اکر اور موت کے بعد کی فکر کیا کر۔ اور ہماری غرض ان جملون کی نقل سے ایک جملہ ہی یعنی ہر ستنا وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہی اس صورت مین مراقبہ کرنے والے کی نظر اول قصد او حرکت پر ہونی چاہیے کہ وہ خدا سے تعالیٰ کے لیے ہی یا اپنی ہوا سے نفس کے واسطے اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ جسمین وہ ہو دین اُسکا ایمان کامل ہی اول یہ کہ خدا سے تعالیٰ کے معاملات مین ملامت کرون کی ملامت سے خوف نہ کرے دوم اپنے کسی عمل سے ریا نہ کرے سوم جب اُسکو دو امر پیش آوین ایک دنیا کا اور دوسرا آخرت کا تو دنیا پر اختیار کرے۔ اور جب اُسکو کوئی اپنا عمل ایسا معلوم ہو کہ مباح تو ہی مگر اُسمین کچھ فائدہ نہین تو اُسکو ترک کرے اسلیے کہ حدیث شریف مین ہی من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ دوسری نظر مراقبہ کی عمل کے شروع کے وقت ہوتی ہی اور اُسکی صورت یہ ہی کہ کیفیت عمل کا طالب ہوتا کہ خدا سے تعالیٰ کا حق اُسمین ادا کرے اور اُسکے پورا کرنے مین نیت کو درست کرے اور اُسکی صورت کامل کرکے اکمل ترین وجوہ پر حتے الامکان بجا لاوے اور یہ بات اپنے سب احوال مین لازم کرلے اسلیے کہ سب احوال مین کوئی نہ کوئی حرکت اور سکون سے تو خالی رہنے ہی کا نہین پس اگر سب امور مین خدا سے تعالیٰ کا مراقبہ کریگا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نیت اور حسن فعل اور رعایت آداب کے ساتھ قادر ہو جائیگا مثلاً اگر بیٹھا ہو تو چاہیے کہ قبلہ رخ بیٹھے اسلیے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خیر المجالس ما استقبل بہ القبلۃ اور چار زانو نہ بیٹھے اس واسطے کہ بادشاہون کے سامنے بیٹھنے کی یہ صورت نہین تو بادشاہ حقیقی جو اُسکے حال کو دیکھتا ہی اُسکے سامنے کیسے چار زانو بیٹھیگا حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ مین ایک روز چار زانو بیٹھ گیا پس ایک ہاتف کو سُنا کہ کہتا ہی کہ بادشاہون کے سامنے تو اسی طرح بیٹھا کرتا ہی اُسکے بعد پھر مین کبھی چار زانو نہین بیٹھا اور اگر سووے تو اپنے داہنے ہاتھ پر قبلہ رخ ہوکر سووے اور تمام آداب جو ہم اپنے موقعون پر لکھ آئے ہین سب امور مین ہر ایک کا لحاظ رکھے یہی باتین داخل مراقبہ ہین بلکہ اگر پاخانہ پھرنے مین بھی اُسکے آداب کی رعایت کریگا تو یہ بھی مراقبہ کا کمال ہی حاصل یہ کہ بندہ تین حال سے خالی نہین یا طاعت مین ہوگا یا معصیت مین یا مباح مین اور ان تینون حالتون کے لیے تین مراقبے ہین تو مراقبہ یہ ہی کہ اخلاص کے ساتھ ادا کرے اور کامل کرنا اور آداب کا لحاظ رکھنا اور آفات سے بچانا پیش نظر رکھے اور اگر معصیت ہو تو اُسکا مراقبہ توبہ اور ندامت اور باز رہنے اور حیا اور اُسکے کفارہ مین مشغول ہونے سے کرے اور اگر مباح مین ہو تو اُسکا مراقبہ ادب کی رعایت سے ہی پھر منعم کی نعمت کا شکر کرنے سے اور بندہ اپنے تمام احوال مین بلا سے خالی نہین جسپر صبر کرنا ضروری ہی اور نعمت سے خالی نہین جسکا شکر کرنا چاہیے یہ بھی مراقبہ ہی کی بات ہی بلکہ بندے سے ہر حال مین اللہ تعالیٰ کا ایک فرض ہی خواہ وہ فعل ہی جسکا کرنا اُسکو لازم ہی یا امر ممنوع ہی جسکا چھوڑنا ضرور ہی یا مستحب ہی کہ اُسپر اسلیے برانگیختہ کیا جاتا ہی تاکہ مغفرت الٰہی کی طرف سبقت کرے اور بندگان خدا پر فضیلت حاصل کرے یا امر مباح ہی کہ اُسمین اُسکے جسم و دل کی درستی ہی اور بجا آوری طاعت مین اُس سے مدد ملتی ہی اور ان مین سے ہر ایک کے لیے حدود ہین جنکی رعایت دوام مراقبے کے لیے ضرور ہی ورنہ جو کوئی خدا سے تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کریگا وہ اپنے ہی واسطے برا کریگا۔ تو بندے کو چاہیے کہ تمام اوقات مین ان تینون قسمون مین اپنے نفس کو جو بار ہی جبکہ فرائض سے فارغ ہو جاوے اور نوافل پہ قادر ہو تو چاہیے کہ افضل اعمال کی تلاش کرے تاکہ اُسمین مشغول ہو اسلیے کہ جو شخص کہ زیادہ نفع حاصل کرنے پر قادر ہو کر جانے دے تو وہ نقصان اٹھاویگا اور جتنی فضیلت حسب عمل مین ہوگی نفع اُسی قدر ملیگا اسی لیے بندہ اپنی دنیا مین سے آخرت کے لیے لیوے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولا تنس نصیبک من الدنیا اور یہ سب باتین ایک ساعت کے صبر مین ہوسکتی ہین اسلیے کہ ساعتین تین ہین ایک وہ جو گذر گئی اُسمین تو کچھ مشقت کرنی ہی نہین پڑتی کسی طرح

وہ گذر چکی ہو مصیبت میں خواہ آرام میں اور ایک ساعت وہ ہے جو آئندہ آویگی اُسکا حال بندے کو معلوم نہیں کہ جب تک جیئے گا یا نہیں اور نہ معلوم کہ خداے تعالیٰ اُسمین کیا حکم کریگا اور ایک ساعت وہ ہے جسمین بندہ موجود ہے تو چاہیے کہ اُس ایک ساعت میں جسکو زمانہ حال کہتے ہیں اپنے نفس پر مجاہدہ اور مراقبہ خداے تعالیٰ کا کرے اسلیے کہ اگر اُسکو دوسری ساعت نہ ملی تو اس ساعت کے جاتے رہنے کا افسوس نہوگا اور اگر دوسری ساعت ملی تو اُسمین بھی اپنا حق پورا لیوے جیسا اول ساعت سے لیا اور اپنی زیست کی توقع پچاس برس نہ ٹھہرائے کہ کہین گھبرانے لگے کہ اتنے دنون کیلیے مراقبہ کرونگا بلکہ اپنے آپ کو اُسی گھڑی کا مہمان جانے اور سمجھے کہ گویا یہ آخری سانس ہے اور عجب بھی نہیں کہ آخری ہی سانس ہو اور اُسکو معلوم نہو اور جب اُس ساعت کا آخری ہونا ممکن ہے تو چاہیے کہ اُسمین ایسے حال پر رہے کہ اگر بالفرض موت اُس حال میں آجاوے تو اپنے مرنے کو اُس حال میں برا نہ جانے یا سب احوال اُسکے اُس طرح پر رہین جو حضرت ابراہیم رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن تین ہی باتون کا طامع ہوتا ہے یا توشہ آخرت کا یا درستی معاش کا یا جائز چیز کے دیکھنے کا اور ایک حدیث آنحضرت سے اور منقول ہے جسمین اسی طرح کا مضمون ہے یعنے عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہیین ایک تو وہ کہ جسمین اپنے پروردگار سے مناجات کرے اور ایک وہ کہ اُسمین اپنے نفس کا حساب لے اور ایک وہ کہ اُسمین خداے تعالیٰ کی صنعت مین فکر کرے اور ایک وہ کہ اُسمین کھانے پینے کے لیے فارغ ہو۔ اسلیے کہ اس ساعت سے اُسکو باقی ساعتون پر مدد ہوگی۔ پھر یہ ساعت جسمین آدمی کے اعضا کھانے پینے مین مصروف ہون یہ بھی کسی ایسے عمل سے جو افضل اعمال ہو خالی رہنی نہین چاہیے اُسمین بھی ذکر اور فکر کرنا چاہیے جیسے کھانے کو مثلاً اگر کھاتا ہے تو اُسمین ایسے عجائب ہین کہ اگر اُنمین فکر کرے اُنکو سمجھے تو بہت سے اعضا کے اعمال سے یہ فکر افضل ہو اور اس باب مین لوگون کی چار قسمین ہین اول وہ لوگ ہین جو کھانے کو چشم عبرت دیکھتے ہین کہ کیسی عجیب صنعت سے مخلوق ہوا ہے جانورون کی زندگی اس سے کیسی متعلق ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ نے اُسکے لوازم کس طرح مقرر فرمائے ہین اور بھوک کو پیدا کیا اور بھوک کے لوازم جو اُسکے مسخر ہین اُنکو بنایا چنانچہ اُنمین بعض کی تفصیل باب الشکر مین لکھا گئے ہین پس یہ فکر تو ارباب دانش کو ہوتی ہے دوسرے وہ لوگ ہین جو کھانے کو غصہ اور مکروہ جاننے کی نظر سے دیکھتے ہین اور صرف اضطرار کی وجہ کا لحاظ کرتے ہین اور یہ پسند کرتے ہین کہ کسی طرح اس سے مستغنی ہوجاتے مگر کیا کرین کہ شہوت کے باعث مقہور اور مجبور ہین یہ نظر زاہدون کی ہے تیسرے وہ لوگ ہین جو صنعت صانع کو دیکھ کر اُس سے صفات صانع اور خالق پر ترقی کرتے ہین پس خدا اُنکا دیکھنا ہی اُنپر دروازہ فکر وا کرتا ہے اور یہ نظر سب مین اعلیٰ ہے یہ مقامات عارفین اور محبون کی علامات مین سے ہین اسلیے کہ محب جب اپنے حبیب کی صنعت اور کتاب اور تصنیف دیکھتا ہے تو صنعت کو بھول کر اُسکا دل صانع مین مشغول ہوجاتا ہے اور بندہ جس چیز مین فکر کرے اُسمین خداے تعالیٰ کی صنعت موجود ہے پس اُس سے صانع کی طرف نظر کرنے کی بہت گنجایش ہے بشرطیکہ ملکوت کے دروازے اُسپر مفتوح ہون اور یہ بات بہت کمیاب ہے چوتھی قسم وہ لوگ ہین کہ کھانے کو نظر رغبت اور حرص سے دیکھتے ہین کہ اگر اُنسے کچھ جاتا رہے تو اُسپر افسوس کرتے ہین اور اگر سامنے آوے تو خوش ہوتے ہین اور جو چیز اُسمین سے اُنکی مرضی کے موافق نہو اُسکو برا کہین اور اُسکے بنانے والے یعنی پکانے والے کی برائی کرین اور یہ نہ جانین کہ فاعل حقیقی اس چیز کا اور اس چیز کے پکانے والے کا اور اُس باورچی کی قدرت وعلم کا خداے تعالیٰ ہی ہے اور جو شخص خدا کی مخلوق مین سے کسی چیز کو بدون اجازت الٰہی برا کہے وہ خداے تعالیٰ کو برا کہتا ہے اور اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دہر کو گالی مت دو اسلیے کہ خداے تعالیٰ ہی دہر ہے پس یہ دوسری نگاہداشت ہے کہ اعمال پر مدام مراقبہ رکھے اور اسکی شرح بہت طویل ہے مگر جسقدر ہم نے لکھا ہے اسقدر سے اصول پر آگاہی ہوجاتی ہے بشرطیکہ آدمی اصول کی مضبوطی کرے

تیسرا مقام بعد عمل کے نفس سے حساب لینے کا اسمین بھی دو بیان ہین بیان اول محاسبہ کی فضیلت مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد اس آیت مین گذشتہ اعمال پر محاسبہ کرنے کا اشارہ ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ اپنے نفسون

حساب کو پہلے اس سے کہ تمسے حساب لیا جاوے اور اُنکو جانچو پیشتر اس سے کہ تمھاری جانچ کیجاوے اور حدیث مین ہو کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجکو کچھ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ کیا تو وصیت چاہتا ہو اُسنے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ جب تو کسی امر کا قصد کرے تو اُسکے انجام کو سوچ لے اگر وہ اچھا ہو تو کر او اگر بُرا ہو تو اُس سے باز آ۔ اور ایک حدیث مین آیا ہو کہ عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہیین ایک ساعت نفس کے حساب کے لیے ہونی چاہیے اور اللہ تعالی فرماتا ہو وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون اور توبہ اسی کا نام ہو کہ عمل سے فارغ ہونے کے بعد اُسپر نظر ندامت سے دیکھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لاستغفر اللہ تعالی واتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ اور اللہ تعالے فرماتا ہو ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون اور حضرت عمر رض جب رات ہوتی تو اپنی ٹانگون پر دُرّہ لگاتے اور اپنے نفس سے فرماتے کہ تونے آج کیا کیا اور میمون بن مہران فرماتے ہین کہ بندہ متقین سے نہین ہوتا جب تک اپنے نفس سے اس طرح حساب نہ کرے جس طرح شریک سے کیا کرتے ہین اور دو شریک آپسمین حساب بعد عمل کے کیا کرتے ہین اور حضرت عائشہ رض سے مروی ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مرنے کے وقت ارشاد فرمایا کہ لوگون مین سے مجکو عمر سے زیادہ کوئی محبوب تر نہین پھر اُنسے پوچھا کہ مین نے کیا کہا حضرت عائشہ رض نے آپکا قول کہہ دیا آپ نے فرمایا کہ یہ نہین بلکہ میرے نزدیک عمر سے زیادہ کوئی عزیز نہین تو دیکھو کلام سے فارغ ہونے کے بعد کیسے آپنے تامل کیا اور اُسکی جگہ دوسرا کلمہ بدل دیا اور حضرت ابوطلحہ کے حال مین مروی ہو کہ جب اُنکو نماز مین پرند کا خیال ہوا تو سوچ کر اپنا باغ صدقہ کر دیا یعنے ندامت اُس فعل کی اتنی ہوئی کہ باغ دے ڈالا اس توقع پر کہ خداے تعالے اُسکے عوض مین اور دے دیگا اور حضرت ابن سلام کے حال مین ہو کہ اُنھون نے ایک گٹھا لکڑیون کا بوجھ اُٹھایا اُنسے کسی نے عرض کیا کہ آپکے یہان غلام تو تھے جو اس کام کو کرتے آپ نے فرمایا کہ مین اپنے نفس کا امتحان چاہتا ہون کہ اس امر کو بُرا تو نہین جانتا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مومن اپنے نفس پر ناظم ہوتا ہو خداے تعالے کے واسطے اُس سے حساب لیا کرتا ہو اور اُن لوگون پر حساب ہلکا ہوگا جنھون نے دنیا مین اپنے نفسون سے حساب لیا اور قیامت کو سخت حساب اُن لوگون پر ہوگا جنھون نے اس کام کو بے محاسبہ لیا پھر آپ نے محاسبہ کی تفسیر فرمائی کہ مومن پر اچانک کوئی بات آتی ہو کہ اُسکو اچھی معلوم ہوتی ہو تو کہتا ہو کہ تو تو مجھے اچھی لگتی ہو اور میرے کام کی ہو مگر کیا کیجیے کہ تجھمین اور مجھمین آڑ کر دیگئی ہو اور یہ حساب عمل سے اول ہوتا ہو پھر آپ نے فرمایا اور بعض اوقات مومن آدمی سے کوئی تقصیر ہو جاتی ہو تو اپنے نفس کی طرف رجوع کرتا ہو اور کہتا ہو کہ تیرا ارادہ اس سے کیا ہو بخدا اسکے لیے میرا عذر نہ مانا جاویگا اور اسکی طرف مین کبھی مُڑ کر نہ دیکھونگا انشاء اللہ۔ اور انس بن مالک رض سے روایت ہو کہ ایک روز حضرت عمر رض اور مین باہر نکلے آپ ایک باغ مین چلے گئے اور میرے اور آپ کے درمیان ایک دیوار حائل تھی مین سُنتا کہ آپ باغ مین یون فرماتے تھے کہ کیا خوب عمر بن خطاب امیر المومنین ہو بخدا کہ تو خدا سے خوف کرتا رہ ورنہ وہ تجکو بیشک عذاب دیگا اور حضرت حسن رح نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل مین ارشاد فرمایا ولا اقسم بالنفس اللوامۃ کہ مومن ہمیشہ اپنے نفس پر عتاب کرتا رہتا ہو کہ میرا ارادہ اس کلمہ سے کیا تھا اور مقصود اس کھانے سے کیا اور اس پینے سے کیا مطلب تھا اور بدکار عمر بسر کرتا ہو کبھی اپنے نفس کو عتاب نہین کرتا اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ خداے تعالی رحم کرے اس بندے پر جو اپنے نفس سے یون کہے کہ تو فلان قصور والا نہین تو فلان خطا والا نہین پھر اسکی مہار رو کے اور کتاب اللہ کا متبع کر دے کہ وہی اُسکا پیشرو ہے اور یہ قول داخل معاتبہ نفس مین ہی چنانچہ اپنے محل پر اسکا ذکر ہوگا۔ اور میمون بن مہران رح کہتے ہین کہ متقی آدمی اپنے نفس کا حساب بادشاہ ظالم اور بخیل شریک سے بھی کڑا لیتا ہو اور ابراہیم تیمی رح فرماتے ہین کہ مین نے اپنے نفس کو جنت مین ایک جگہ بناکر اُسکے پھل کھانے شروع کیے اور نہرون سے پانی پیا اور وہان کی کنواریون کو گلے لگایا پھر ایک صورت اُسکی بنائی اور دوزخ مین کیا وہان کی تھوہڑ کھائی اور پانی پیپ وغیرہ کا پیا اور طوق اور زنجیرین پہنین پھر اپنے نفس سے مین نے پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہو اُسنے کہا کہ اب دنیا مین جانا چاہتا ہون کہ نیک

واپس کیا جاؤں تاکہ نیک عمل کروں میں نے کہا کہ تیری آرزو موجود ہے یعنے ابھی دنیا ہی میں ہے تو نیک عمل کیا کر اور مالک بن دینار رح فرماتے ہیں کہ میں نے
خطبہ حجاج کا سنا کہ وہ کہتا تھا کہ خدا تعالی رحم کرے اس بندے پر کہ اپنے نفس کا حساب لے قبل اسکے کہ حساب دوسرے کے قبضے میں چلا جاوے اور
اس بندہ پر رحم کرے جو اپنے عمل کی باگ تھامے اور تامل کرے کہ اس سے میری مراد کیا ہے اور اسپر رحم کرے جو اپنے پیمانہ پر نظر کرے اور اسپر
رحم جو اپنی میزان پر نظر کرے پس حجاج نے اسی طرح اتنے لوگوں کا نام لیا کہ مجھے رولا دیا اور احنف بن قیس رح کا ایک مرید بیان کرتا ہے کہ میں انکے
ساتھ رہا کرتا تھا اور انکا دستور تھا کہ رات کو نماز کی جگہ اکثر دعا مانگتے اور چراغ کے پاس جاکر اسکے شعلہ میں اپنی انگلی رکھتے جب آگ کی حرارت
انکو معلوم ہوتی تو اپنے نفس سے کہتے کہ اے احنف فلان روز تجھے کیا ہوا تھا کہ وہ کام کیا اور فلان روز تو نے فلان کام کس باعث سے کیا

دوسرا بیان بعد عمل کے محاسبے کی حقیقت واضح ہو کہ جس طرح یہ ضرور ہے کہ بندے کے واسطے شروع دن میں ایک ایسا وقت ہو جسمیں وہ اپنے
نفس سے شرط کر لیا کرے اور اسکو حق کی وصیت کر دیا کرے اسی طرح یہ بھی چاہیے کہ آخر دن میں ایک ایسی ساعت ہو کہ اسمیں نفس سے بازپرس
اور محاسبہ سب اسکی حرکات وسکنات کا کیا کرے جیسے دنیا میں سوداگر اپنے شریکوں سے سال کی تمامی خواہ مہینے یا دن کی تمامی پر کیا کرتے ہیں
اس حرص سے کہ متاع دنیا کہیں تلف نہو جاوے حالانکہ اگر وہ جاتی رہے تو انکے حق میں اسکا جانا بہتر ہو اور اگر بالفرض ملی تو صرف چند روز رہیگی
پس جب ایسی فانی چیز کے لیے اتنا بکھیڑا کرتے ہیں تو عاقل آدمی ایسی چیزوں کا محاسبہ اپنے نفس سے کس طرح نہ کریگا جنپر بدبختی اور سعادت کا مدار
ابد الآباد کے لیے ہو اسمیں اگر کوئی سستی کرے تو محض غفلت اور قلت توفیق کے باعث ہو اور شریک سے حساب کتاب سے یہ غرض ہوتی ہے کہ راس المال
کو دیکھا جاوے پھر نفع اور نقصان دیکھا جاوے تاکہ کمی بیشی کا حال معلوم ہووے پس اگر کچھ فائدہ ہو تو اس سے لے لیا اور شکر اسکی کارگزاری کا
ہووے اور اگر ٹوٹا ہو تو اس سے بھر لیا اور آئندہ کو اسکی تلافی کرائی اسی طرح بندے کا راس المال دین میں فرائض ہیں اور اسکا فائدہ نوافل اور
مستحبات ہیں اور ٹوٹا معاصی ہیں اور وقت اس تجارت کا تمام دن ہے اور اس تجارت میں کارندہ نفس امارہ ہے تو اول اس سے فرائض کا حساب
لینا چاہیے کہ جیسا چاہیے تھا ویسا انکو ادا کیا ہے یا نہیں صورت اول میں خدا کا شکر کرنا چاہیے اور نفس کو رغبت دلانی چاہیے کہ ایسے ہی کیا کرے
اور اگر اصل سے ہی نہ ادا کیا ہو تو اس سے مطالبہ انکے قضا کا کرے اور اگر ناقص طور پر ادا کیا ہو تو انکے نقصان کا جبر نوافل سے کرنا چاہیے
اور اگر مرتکب معصیت ہوا ہو تو اسکی سزا اور عذاب اور عتاب میں مشغول ہو تاکہ جو قصور اسنے کیا ہو اسکا تدارک اچھی طرح کرے جس طرح سوداگر
اپنے شریک سے کیا کرتا ہے اور جیسے دنیا کے حساب میں کوڑی کوڑی اور دمڑی دمڑی کی تلاش کیجاتی ہے اور زیادتی اور نقصان کے مدات یاد کر لیے جاتے ہیں تاکہ کسی
چیز میں نقصان کارندے کا پوشیدہ نہ رہے اسی طرح چاہیے کہ نفس کے فریبوں اور مکر سے بھی احتراز کیا جاوے کیونکہ یہ بڑا مکار دھوکے باز ہے پس اول اس سے تمام دن کی
گفتگو کا جواب صحیح طلب کرے اور اپنے آپ وہ حساب اس سے لے جو میدان قیامت میں اس سے کوئی اور لیگا اسی طرح نظر کا حساب لے اور خاطروں اور فکروں اور
نشست کا اور برخاست کا اور کھانے اور پینے اور سونے کا حساب لے یہاں تک کہ سکوت کا جواب طلب کرے کہ چپ کیوں ہوا اور سکون کی بازپرس کرے کہ کیوں ساکن
ہوا پس جب کہ سب باتیں جو نفس پر واجب تھیں معلوم کرلیں اور یہ بھی جان لیا کہ ان واجبات میں سے نفس نے اسقدر ادا کیا تو جس قدر
باقی رہے انکو اپنے نفس پر لکھ لے جیسے کارندے کے ذمہ جو باقی نکلتی ہے وہ اسکے حساب میں لکھ لیجاتی ہے اور دل پر بھی منقوش ہوتی ہے پھر جب نفس قرضدار
ٹھہرا اس سے قرضوں کا وصول کرنا ممکن ہے بعض تاوان سے اور کچھ واپس لینے سے اور کچھ اسکو سزا دینے سے وصول ہو سکتے ہیں مگر وصول کے لیے
حساب کا صحیح ہونا اور جسقدر اسکے ذمے واجب الادا نکلے اسکا اچھی طرح معلوم ہونا ضرور ہے تاکہ حساب ہو چکے اور باقی ٹھیک ٹھیک نکل آوے تب اس سے مطالبہ
اور تقاضا کرنا چاہیے پھر مناسب ہے کہ اس سے محاسبہ تمام عمر کے دن دن اور گھڑی گھڑی کا سب اعضاء ظاہری اور باطنی میں لیا جاوے چنانچہ
توبہ بن صمہ کے حال میں لکھا ہے کہ وہ موضع رقہ میں تھے اور اپنے نفس کا حساب کیا کرتے تھے ایکبار انھوں نے اپنی عمر کا حساب کیا تو ساٹھ برس کی نکلی اسکے
دن گنے تو اکیس ہزار پانسو دن ہوئے ایکبارگی چیخ ماری کہ ہائے افسوس بادشاہ حقیقی سے اکیس ہزار پانسو گناہ سے ملونگا اور جب ہر روز دس ہزار گناہ ہونگے

تو کیا کرونگا پھر بیہوش ہوکر گر پڑے معلوم ہوا کہ وفات پائی لوگون نے سُنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہو کہ لے اب فردوس برین کو چلا جا پس اسی طرح اپنی سانسون کا حساب نفس سے کرے اور جو نافرمانی قلب اور اعضا سے سرزد ہوئی ہو اُسکا حساب کرے اور اگر بندہ ہر گناہ پر اپنے گھر مین ایک کنکر ڈال دیا کرے تو اُسکا گھر تھوڑے ہی سے دنون مین بھر جاوے اتنی خطائین کرتا ہو مگر گناہون کی یادداشت مین تساہل کرتا ہو حالانکہ دونون فرشتے اُسکے گناہ اُسپر لکھے جاتے ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو احصاہ اللہ ونسوہ چوتھا مقام نفس پر بعد قصور کے سزا کرنے کا جب آدمی اپنے نفس کا حساب لے اور ارتکاب گناہ اور قصور سے سالم نہو اور خدا تعالیٰ کے حقوق مین اُسکی سستی ثابت ہو تو چاہیے کہ اُسکو مہلت نہ دے اسلیے کہ مہلت دیگا تو گناہ ہونگا کرنا اُسپر آسان ہوگا اور مانوس ہو جاویگا اور اسکو ایسا اُنس ہوگا کہ پھر باز آنا دشوار ہوگا اور یہی امر موجب اُسکی تباہی کا ہوجاویگا بلکہ یون چاہیے کہ ایسی صورت مین اُسکو سزا دے مثلاً اگر اقتضاے شہوت سے کوئی لقمہ شبہے کا کھالے تو شکم کو بھوک کی سزا دے اور اگر غیر محرم کو دیکھا ہو تو آنکھ کی سزا یہ کرے کہ کچھ نہ دیکھنے دے اسی طرح ہر ہر عضو کی سزا یہی دے کہ جس چیز کی طرف اُسکی رغبت ہو اُس سے اُسکو روک دے سالکین طریق آخرت کا دستور ایسا ہی تھا چنانچہ منصور بن ابراہیم ایک عابد کا حال لکھتے ہین کہ اُسنے ایک عورت سے باتین کین رفتہ رفتہ اپنا ہاتھ اُسکی ران پر رکھ دیا پھر نادم ہو کر وہی ہاتھ آگ پر رکھدیا کہ جل کر کباب ہوگیا۔ اور روایت ہو کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص تھا کہ اپنے عبادت خانے مین عبادت کیا کرتا اسی طرح مدت تک رہا ایک روز باہر کی طرف جھانکا اور ایک عورت کو دیکھ کر اُسپر عاشق ہوا اور قصد فاسد دل مین لایا اور اپنا پانون باہر نکالا تاکہ اُتر کر اُسکے پاس جاوے جبتک ازلی جو اُسکی معین ہوئی اپنے دل مین کہنے لگا کہ یہ مین کیا حرکت کرتا ہون غرض کہ اُسکا نفس ساکن ہوگیا اور خدا تعالیٰ نے اُسکو بچا دیا پھر اپنے کیے پر نادم ہوا جب چاہا کہ پانون عبادت خانہ مین ہٹالے تو کہا کہ یہ کہان ہوسکتا ہو کہ جو پانون خدا تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے باہر نکلا تھا وہ میرے ساتھ عبادت خانے مین آوے بخدا یہ کبھی نہوگا یہ کہکر اُس پانون کو باہر ہی لٹکا رہنے دیا مینہ اور برف اور ہوا اور دھوپ لگ لگ کر وہ پانون کٹ کر گر پڑا اللہ تعالیٰ اُسکی اس توبہ سے مشکور ہوا اور اُسکا ذکر اپنی بعض کتب مین فرمایا۔ اور حضرت جُنید رح سے مروی ہو کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے ابن کریبی سے سُنا ہو کہ وہ کہتے تھے کہ ایک رات مجکو حاجت غسل ہوئی اور جاڑے کی رات تھی مین نے دیکھا کہ میرا نفس نہانے سے تقاعد اور سستی کرتا ہو اور چاہتا ہو کہ اتنا ٹھہر جاؤن کہ صبح ہوجاے اور پانی گرم کرون یا حمام مین نہاؤن نفس پر مشقت نہ ڈالون مین نے کہا کیا خوب مین نے تمام عمر خدا تعالیٰ کا کام کیا تو اُسکا میرے اوپر حق واجب ہو وہ جلدی کرنے مین تو مجکو نہ ملیگا توقف اور تاخیر مین ملجایگا مجھے بھی قسم ہو کہ اسی گدڑی سمیت نہاؤنگا اور بدن سے نہین اُتارونگا نہ اُسکو نچوڑونگا نہ دھوپ مین سکھاؤنگا۔ اور روایت ہو کہ غزوان اور حضرت ابوموسیٰ رضہ ایک ساتھ کسی جہاد مین تھے کوئی عورت ظاہر ہوئی غزوان نے اُسکی طرف دیکھا پھر اپنا ہاتھ اُٹھا کر آنکھ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ ورم کر گئی اور کہا کہ تو ایسی چیز کو دیکھتی ہو جو تیرے مضر ہو اور کسی شخص نے ایک عورت کی طرف ایک نظر ڈالی اُسکے کفارے مین اپنے نفس پر التزام کرلیا کہ ٹھنڈا پانی عمر بھر نہ پیونگا پھر ہمیشہ گرم پانی پیا کرتے تاکہ نفس پر عیش تلخ رہے۔ اور منقول ہو کہ حسان بن سنان ایک دریچے پر گزرے اور کہا کہ یہ کب بنگیا پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوے اور کہا کہ بیفائدہ سوال کیون کرتا ہو تیری سزا یہ ہو کہ برس روز روزہ رکھونگا پھر سال بھر کے روزے رکھے اور مالک بن ضیغم کہتے ہین کہ رباح قیسی رح میرے والد کو پوچھتے ہوے بعد عصر کے آئے مینے کہا کہ وہ سوتے ہین اُنھون نے فرمایا اسوقت سوتے ہین یہ وقت سونے کا ہو پھر چلے گئے مینے اُنکے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ کہین تو اُنکو جگا دین وہ آدمی پھر آیا اور کہا کہ وہ اور ہی دُھن مین تھے میری بات سمجھنے کی اُنکو فرصت نہ تھی مین نے دیکھا کہ وہ قبرستان مین گئے اور اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا کہ تو نے یہ کہا کہ یہ سونے کا وقت ہو کیا تیرے ذمہ یہ کہنا واجب تھا جسوقت آدمی چاہے سورہے تو کون ہو اور تو کیا جانے کہ یہ سونے کا وقت نہین تو نے ایسی بات کیون کہی جو تو نہین جانتا اب خبردار ہو کہ مین خدا تعالیٰ سے پکا عہد کرتا ہون اُسکو کبھی نہین توڑونگا کہ تجکو سونے کے واسطے

برس دن تک زمین پر کمر نہ لگاؤنگا بشرطیکہ کوئی مرض حائل نہو اور عقل میں فتور نہ آوے اری بے حیا تجھے شرم نہیں آتی کب تک سا او رونا کر چھوڑ لیگا اور اپنی گمراہی سے باز نہ آویگا یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور انکو خبر نہ تھی کہ میں بھی وہان ہون جب میں نے انکا یہ حال دیکھا تو انکا اسی کیفیت سے چھوڑ کر واپس آیا۔ اور تمیم داری سے منقول ہے کہ وہ ایک رات سو گئے اور تہجد کو نہ اُٹھے اس خطا کے عوض نفس کی سزا یہ دی کہ برس روز تک شب بیداری کی اور خواب کو ناجائز کر لیا۔ اور حضرت طلحہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک روز چلا اور اپنے کپڑے اتار کر دھوپ کے دنوں میں گرم ریگ پر خوب لوٹا اور اپنے نفس سے کہتا تھا کہ اے رات کے مردار اور دن کے بیکار لے مزا چکھ آتش جہنم میں اس سے بھی زیادہ حرارت ہے اسی اثنا میں اسکی نظر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑی جو ایک درخت کے سایے تلے تشریف رکھتے تھے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا نفس مجھپر غالب ہو گیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو علاج تونے کیا اُسکے سوا کیا اور کوئی تدبیر نہ تھی آگاہ ہو کہ تیرے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور اللہ تعالی نے تیرے باعث فرشتوں پر فخر کیا پھر آپ نے اصحاب رض کو فرمایا کہ اپنے اس بھائی سے کچھ توشہ لے لو پس لوگون نے ہر طرف سے اُسکو کہنا شروع کیا کہ میان ہمارے لیے بھی دعا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سب کے لیے دعا کر اس شخص نے کہا کہ الٰہی تقوی کو انکا توشہ بنا اور ہدایت پر انکے کام کو جمع کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ الٰہی تو اسکو راہ راست پر کر تب اس شخص نے کہا کہ الٰہی جنت کو انکا ٹھکانا کر اور حذیفہ بن قتادہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص سے کسی نے پوچھا کہ شہوات نفس میں تم اپنے نفس سے کیا معاملہ کرتے ہو اُسنے کہا کہ روے زمین پر ایسا کوئی نفس نہیں جسکے ساتھ مجھکو اتنا بغض ہو جتنا اپنے نفس سے ہے پھر بھلا میں اُسکو اسکی خواہش کیون دینے لگا تھا۔ اور ابن سماک رح حضرت داؤد طائی رح کے یہان اُسوقت گئے کہ آپ کی روح پرواز کر گئی تھی اور آپ گھر کے اندر زمین پر پڑے ہوے تھے اُنھون نے آنکو دیکھ کر فرمایا کہ اے داؤد تونے اپنے نفس کو محبوس رکھا پیشتر اس سے کہ محبوس کیا جاوے اور اُسکو عذاب دیے جانے سے پیشتر ہی عذاب دیا پس یہ کام جسکے واسطے تو کیا کرتا تھا آج دیکھیگا کہ وہ کیا کچھ ثواب دیگا۔ اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مدت تک عبادت کی تھی پھر اسکو کچھ حاجت خدا ے تعالی سے پیش آئی اُسکے لیے ستر ہفتے تک اس طرح کی ریاضت کی کہ ایک ہفتے میں گیارہ خرمے کھاتے تھے پھر اللہ تعالے سے اپنی حاجت کی درخواست کی اللہ تعالی نے قبول نہ فرمائی اُنھون نے اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تونے جیسا کیا ویسا پایا اگر تجھ میں کچھ خیر ہوتی تو حاجت پوری کیجاتی اُسی وقت اُسکے پاس ایک فرشتہ اترا اور کہا کہ اے ابن آدم تیری یہ ایک ساعت تیری تمام عبادت زمانہ گذشتہ سے بہتر ہے اور اللہ تعالی نے تیری حاجت پوری کی۔ اور عبد اللہ بن قیس کہتے ہیں کہ ہم جہاد میں تھے جب دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو لوگون میں پکار پڑی سب لڑائی کے لیے تیار ہو گئے اُس روز ہوا بہت تیز تھی میں نے دیکھا کہ ایک شخص میرے آگے کھڑا ہوا اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہ رہا تھا کہ اے نفس میں فلان جہاد میں شریک ہوا تو تونے کہا کہ اپنے زن و فرزند کی طرف چل میں نے تیرا کہنا مان لیا اور لوٹ گیا پھر فلان فلان جہاد میں شریک ہوا اور تونے وہی کہا جو اول کہا تھا اور میں نے تیرا قول مانا مگر آج بخدا تجھکو خدا کے سامنے پیش کر دیتا ہون خواہ تجھے پکڑے یا چھوڑ دے راوی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ مجھے بھی آج اس شخص کو دیکھنا ہے اور اسکو دیکھتا رہا لوگون نے دشمن پر حملہ کیا تو وہ شخص اول حملہ کرنے والون میں تھا پھر سب دشمن نے چڑھائی کی تو ادھر کے قدم اُٹھ گئے مگر وہ شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا یہان تک کہ کئی بار ایسا ہی ہوا کہ لوگ ہٹ گئے اور وہ کھڑا ہوا لڑتا رہا اسی طرح یہان تک لڑا کہ آخر کو شہید ہوا میں نے اُسپر اور اُسکے گھوڑے پر ساٹھ ستر نیزے کے زخم شمار کیے۔ اور حدیث ابو طلحہ کا حال پہلے ہم لکھ آئے ہیں کہ باغ میں کسی جانور کی آواز سے جو نماز میں خیال بٹا تو اس باغ ہی کو اس کفارے میں صدقہ کر دیا اور یہ بھی پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عمر رض رات کو اپنے پاؤن میں درہ مارا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ آج کیا کیا۔ اور مجمع سے مروی ہے کہ آپ نے ایک بار اپنا سر چھت کی طرف اُٹھایا اور ایک عورت پر نگاہ جا پڑی آپ نے اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ جب تک دنیا میں رہونگا اپنا سر آسمان کی طرف نہ اُٹھاؤنگا۔ اور احنف بن قیس رات بھر چراغ جلاتے اور آپ کا دستور تھا کہ اپنی انگلی جلتی بتی پر رکھ دیتے اور کہتے کہ اے نفس تجھکو کیا ہوا تھا کہ فلان روز تونے فلان قصور کیا تھا۔ اور وہیب بن الورد کو کوئی بات اپنے نفس کی بُری معلوم ہوئی تو

ف طبرانی بروایت بریدہ بالفاظ دیگر ۱۲

آپنے اپنی چھاتی کے چند بال اُکھاڑے یہان تک کہ اُسکی تکلیف زیادہ ہوئی پھر اپنے نفس سے کہنے لگے کہ مین تو تیرا ہی بھلا چاہتا ہون - اور محمد بن بشر نے
داؤد طائی رح کو دیکھا کہ افطار روزہ کے بعد روٹی بےنمک کی کہاتے ہین آپسے عرض کیا کہ آپ نمک سے کہا لیجیے اُنھون نے فرمایا کہ میرا نفس اس روز سے نمک کا
طالب ہی مگر داؤد جبتک دنیا مین ہی نمک نہین چکھیگا - غرض کہ احتیاط والے اپنے نفسون کو یون سزا دیا کرتے تھے - اور عجیب بات ہی کہ آدمی اپنے
غلام لونڈی اور زن و فرزند کو ارتکاب عادت بیہودہ یا کسی کام مین قصور کرنے پر تو سزا دیتا ہی اور ڈرتا ہی کہ اگر درگذر کر جاؤن تو کہین یہ لوگ میرے
ہاتھ سے نکل جاوین اور سر نہ چڑھ جاوین پھر اپنے نفس کو کیسے جانے دیتا ہی وہ تو سب مین بڑا دشمن اور زیادہ سرکش ہی زن و فرزند کی سرکشی کو
اسکی سرکشی سے کیا نسبت اُنکا مآل تو یہی ہی کہ صرف دنیا کی معیشت پریشان کرینگے لیکن اگر عقل ہو تو جانے کہ دنیا کی عیش ہیچ ہی عیش آخرت ہی کی
ہی کہ اُسمین وہ راحت دائمی ہی کہ جسکی کبھی انتہا ہی نہین اور نفس اُس عیش جاودانی کو مکدر کرتا ہی تو معلوم ہوا کہ اسکی سزا بطریق اولی کرنی چاہیے -

پانچوان مقام مجاہدہ کا ہی اُسکی صورت یہ ہی کہ جب نفس سے حساب لیا اور اُسکو مرتکب کسی گناہ کا دیکھا تو چاہیے کہ اُسکی سزا اُن عقوبات سے
کرے جو پہلے گذرین اور اُسکو دیکھے کہ کسل کے باعث کسی مستحب مین یا وظیفہ مین سستی کرتا ہی تو چاہیے کہ اُسکی تادیب اس طرح کرے کہ وظیفون کا بوجھ
اُسپر لادے اور تدارک مافات کے لیے چند قسم کے وظائف اُسپر لازم کردے یہی دستور سلف کے عمل کرنے والون کا تھا جو خدا تعالی کے واسطے
کام کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عمر رض کو جب عصر کی نماز کی جماعت نہ ملی تو نفس پر یہ سزا کی کہ ایک زمین جسکی قیمت دو لاکھ درم تھے صدقہ کردی - اور
حضرت ابن عمر رض کا دستور تھا کہ جب آپ سے جماعت فوت ہوجاتی تو اُس شب تمام رات جاگتے اور ایکبار نماز مغرب مین اتنی دیر ہوئی کہ دو ستارے
نکل آئے آپنے دو غلام آزاد کردیے - اور ابن ابی ربیعہ رح کی فجر کی سنتین قضا ہوگئین تو آپنے ایک غلام آزاد کردیا اور بعض اکابر اپنے
نفس پر سال بھر کے روزے یا پیادہ حج کرنا یا تمام مال کو صدقہ کردینا مقرر کرلیتے تھے اور یہ اُمور صرف نفس کی نگہداشت کے لیے کرتے تھے اور
وہ بات اختیار کرتے کہ جسمین اُسکی نجات ہوجاوے - پس اگر یہ کہو کہ اگر ہمارا نفس مجاہدہ و وظائف دائمی پر ہماری اطاعت نہ کرے تو پھر اُسکا کیا
علاج ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اُسکا علاج یون کرے کہ فضیلت مجتہدین کی جو اخبار مین وارد ہی وہ اُسکو سناوے اور سب سے زیادہ نافع علاج
یہ ہی کہ کسی ایسے بندے کی صحبت کا جویا ہو جو عبادت مین خوب جد و جہد کرتا ہو تاکہ اُسکا حال دیکھنے سے اُسکی اقتدا کرے بعض اکابر کہا کرتے تھے
کہ جب عبادت مین مجھکو کچھ سستی پیش آتی تو مین محمد بن واسع رح کا احوال اور اُنکا مجاہدہ دیکھا کرتا ایک ہفتہ تک ایسا ہی کرتا مجھسے سستی
جاتی رہتی مگر یہ علاج مشکل ہی اسلیے کہ اس زمانے مین ایسا شخص جو عبادت مین جہد کرے مفقود ہی پہلون کا سا اجتہاد اب کہان ہی تو اب
یہی بہتر ہی کہ مشاہدہ سے عدول کرکے سننے کی طرف رجوع کرے کہ اُنکے احوال سننے سے زیادہ کوئی مفید بات نہین اور اُنکے اخبار کو
مطالعہ کرے کہ کتنی کوشش وہ کرتے تھے اُنکی مشقت تو ہوچکی مگر ثواب اور راحت ابد الآباد تک باقی رہیگی کہ کبھی منقطع نہوگی اُنکی سلطنت
کتنی بڑی ہی اور بڑا افسوس اُسپر ہی جو اُنکی اقتدا نکرے اور چند روز ان شہوات سے متمتع ہو جو عیش کو مکدر کرتی ہین پھر اُسپر موت آجاوے اور
اُسمین اور اُسکی خواہشون مین جدائی ڈالدے معاذ اللہ منہا - اور ہم اوصاف مجتہدین کے وہ لکھتے ہین جنسے مرید کی رغبت جنبش مین آوے کہ
اُنکی اقتدا کرکے اعمال مین خوب جد و جہد کیجیے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ رحم اللہ اقواما یحسبہم الناس مرضی وما ہم بمرضی حضرت
حسن رح فرماتے ہین کہ مریضون سے اس حدیث مین وہ لوگ مراد ہین جنکو عبادت نے مرتاض کر رکھا ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی والذین یؤتون
ما اتوا وقلوبہم وجلۃ حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اس سے وہ لوگ مراد ہین جو اعمال نیکی کے جسقدر اُنسے ہوسکے کرتے ہین اور پھر ڈرتے ہین
کہ اُنکے باعث عذاب الہی سے ہمکو نجات نہوگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طوبی لمن طال عمرہ وحسن عملہ اور روایت
ہی کہ اللہ تعالے اپنے فرشتون سے فرماتا ہی کہ میرے بندے جو اجتہاد و کوشش کرتے ہین اُنکو کیا ہوا ہی وہ کہتے ہین کہ الہی تو نے
اُنکو ایک چیز سے ڈرا دیا ہی وہ اُس سے ڈرتے ہین اور ایک چیز کا شوق دلادیا ہی وہ اُسکی طرف مشتاق ہین اللہ تعالی فرماتا ہی

ح خدا رحم کرے اُن قومون پر جنکو لوگ بیمار سمجھتے ہین اور وہ بیمار نہین ہین [illegible]

جو دیتے ہین اور ڈرتے ہین اُن کامون مین [illegible] خوش حال اُس شخص کا جسکی عمر زیادہ ہوا اور عمل اچھے ہون ترمذی کی حدیث اس باب مین ہی طوبی لمن طال عمرہ وحسن عملہ بروایت ابی بکر ۱۲

کہ اگر میرے بندے مجھے دیکھ پائین تو کیا ہو فرشتے عرض کرتے ہین کہ پھر اور زیادہ کوشش کرنے لگین - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مین نے بہت سے
لوگون کو دیکھا اور انہین سے ایسی جماعتون کے ساتھ رہا کہ وہ دنیا کی کسی چیز کے آنے سے خوش نہ ہوتے اور نہ کسی چیز کے جانے کا غم کرتے دنیا انکے
نزدیک اس مٹی سے بھی ذلیل تھی جسکو تم اپنے پاؤن سے ملتے ہو بعضے انہین سے ایسے تھے کہ عمر بھر کبھی انکے لیے کپڑا نہ تہ ہوا اور نہ کبھی اپنی بی بی سے
کسی کھانے کی فرمایش کی اور نہ کبھی زمین پر سونے کے لیے کوئی چیز بچھائی اور انکو مین نے کتاب اللہ اور حدیث پر عامل پایا جہان رات ہوئی
ہاتھ پاؤن پر کھڑے ہو گئے چہرون کو زمین پر رکھتے اور رخسارون پر آنسو بہاتے کہ آخرت مین رہائی پاوین جب کوئی اچھی بات کرتے تو اس سے
خوش ہوتے اور اسکے شکر مین جد وجہد بجا لاتے اور اللہ تعالی سے اسکے قبول فرمانے کی دعا مانگتے اور جب کوئی برائی کرتے تو اس سے غمگین ہوتے
اور خدا سے تعالی سے درخواست کرتے کہ ہماری اس خطا کو معاف فرما یقین جانو کہ وہ ہمیشہ اسی طرح اسی حال پر رہے اور بخدا گناہون سے نہ بچے
اور نہ بدون مغفرت کے نجات پائی - اور حکایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو بیماری کی حالت مین پوچھنے گئے آپ نے دیکھا کہ
انمین ایک جوان نہایت دبلا ہے اس سے آپ نے پوچھا کہ تیری یہ صورت کیون ہو رہی ہے اسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین بیماریون نے حال
کر رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ مین تجکو خدا کے واسطے پوچھتا ہون کہ سچ بتا اسنے عرض کیا کہ سچ تو یہ ہے کہ مین نے دنیا کی حلاوت چکھی تو اسکو تلخ پایا
اور اسکی آرایش اور حلاوت میری نظرون مین حقیر ہو گئی مجکو سونا اور پتھر یکسان نظر آتا ہے اور یہ حال رہتا ہے کہ گویا اللہ جل وعلا کے عرش کے
پاس ہون اور لوگ جنت اور دوزخ مین داخل کیے جاتے ہین اسی مارے تمام دن پیاسا رہتا ہون اور رات بھر جاگتا ہون اور خدا تعالی کے
ثواب وعقاب کے سامنے یہ حال جسمین مین رہتا ہون کچھ بھی حقیقت نہین رکھتا نہایت کمتر اور حقیر چیز ہے - اور ابو نعیم کہتے ہین کہ داؤد طائی
روٹی کے ریزون کو پانی مین گھول کر پی جاتے تھے اور روٹی نہ کھاتے تھے اسکا حال جو انسے پوچھا گیا تو فرمایا کہ روٹی چبانے مین جتنی دیر لگجاتی ہے
پچاس آیتون کے پڑھنے کا وقت روٹی کھانے مین زیادہ صرف ہو جاتا ہے اور ایک شخص انکی خدمت مین ایک روز آیا اور کہا کہ آپ کے گھر کی
چھت مین ایک کڑی ٹوٹی ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ بھتیجے ٹوٹی ہوگی مین نے بیس برس سے چھت کی طرف نہین دیکھا - اور اکابر سلف کا دستور تھا
کہ فضول نظر کو بھی برا جانتے تھے جیسے کہ فضول کلام کو سمجھتے تھے - اور محمد بن عبد العزیز کہتے ہین کہ احمد بن رزین رح کے پاس ہم صبح سے عصر تک
بیٹھے مگر انھون نے نہ دہنے کو توجہ کی نہ بائین کو انسے جو پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالی نے دو آنکھین اسواسطے پیدا کی ہین کہ بندہ انسے عظمت
الہی کو دیکھے پس جو شخص بدون عبرت کے نظر ڈالے اسپر گناہ لکھا جاتا ہے اور مسروق رح کی بی بی کہتی ہین کہ انکو جب کسی نے دیکھا تو یہی پایا کہ
کثرت نماز کے باعث انکی دونون پنڈلیان ورم کیے رہتی تھین اور مین آپ کے پیچھے بیٹھکر آپ کے حال پر ترس کر کے رویا کرتی تھی - اور حضرت
ابو درداء رض فرماتے ہین کہ اگر تین باتین نہوتین تو مین ایک روز کی زندگی بھی اچھی نہ جانتا ایک تو دوپہر مین خدا کے لیے پیاسا رہنا دوم آدھی
رات مین سجدہ کرنا سوم ان لوگون کے پاس بیٹھنا کہ اچھی باتون کو ایسا چھانٹتے ہین جیسے کہ ہم مین اچھے خرما کو چھانٹا کرتے ہین - اور اسود
بن یزید عبادت مین اجتہاد کرتے اور گرمی مین روزہ رکھتے یہان تک کہ انکا جسم سبز اور زرد ہو جاتا تو علقمہ بن قیس انسے کہتے کہ تم اپنے
نفس کو کیون عذاب دیتے ہو فرماتے کہ مین تو اسکی تکریم چاہتا ہون اور آپ کا دستور تھا کہ روزہ اتنا رکھتے کہ بدن سبز پڑجاتا اور نماز اتنی
پڑھتے کہ گر پڑتے انکے پاس انس بن مالک اور حسن رح تشریف لیگئے اور فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمکو ان امور کا حکم نہین کیا یعنی اتنا اجتہاد
فرض نہین پھر کیون کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ مین تو غلام مملوک ہون سکنت اور عاجزی کی کسی چیز کو بدون کیے نہین چھوڑتا اور کوئی مرتاض
دن مین ہزار رکعت نماز روزمرہ پڑھتے یہان تک کہ دونون پاؤن سے بیٹھ رہتے تو بیٹھے ہی بیٹھے ہزار رکعت پڑھتے اور جب نماز عصر سے
فارغ ہوتے تو کوٹ مار کر بیٹھتے اور کہتے کہ مجھے بڑا تعجب ہے کہ خلق نے تیری عوض مین دوسری چیز کا ارادہ کیسے کیا اور تیرے سوا اور چیز سے
کس طرح مانوس ہو گئے بلکہ مجھے یہ تعجب ہے کہ جب خلق نے تیرے سوا اور چیز کا ذکر کیا تو انکے دل کس طرح روشن ہوے - اور ثابت بنانی

سے حال مین ہو کہ انکو نماز بہت محبوب تھی اسی لیے دعا مانگا کرتے کہ الٰہی اگر تو کسیکو قبر مین اپنی نماز کی اجازت دے تو مجھی کو اجازت دینا کہ اپنی قبر مین
نماز پڑھون - اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین نے حضرت سری رح سے زیادہ عابد کسیکو نہین دیکھا کہ اٹھانوے برس کی عمر ہوئی تھی مگر بجز
مرض موت کے کبھی کسی نے لیٹے ہوے انکو نہ دیکھا - اور حارث بن سعد کہتے ہین کہ کچھ لوگ ایک راہب کے پاس گئے اور جو مشقت کہ وہ اپنے نفس پر
کرتا تھا دیکھی اور اس سے اس باب مین کہا اسنے جواب دیا کہ جو کچھ مصائب اور اہوال خلق پر منظور ہین انکے سامنے اس مشقت کی کیا اصل ہی
مگر لوگ غافل ہین اپنے نفسون کے لذات پر گرے ہوے ہین اور حظ اکبر کہ انکو خدا کے پاس سے ملیگا اسکو بھولے ہین بیشک سب لوگ
رو پڑے - اور ابو محمد مغازلی کہتے ہین کہ ابو محمد حریری ایک سال بھر مکہ معظمہ مین مجاور رہے نہ سوئے نہ کلام کیا نہ ستون یا دیوار سے تکیہ لگایا
نہ ٹانگین پھیلائین ایک روز انکے پاس ابو بکر کتانی گئے اور سلام کرکے کہا کہ آپ اس اعتکاف پر کس چیز سے قادر ہوئے آپ نے فرمایا کہ جس
علم سے میرے باطن کو سچا کر رکھا ہی اسی نے میرے ظاہر کی مدد کی ہی کتانی اپنا سر نیچے کرکے سوچتے ہوے چلدیے - اور بعض اکابر روایت
کرتے ہین کہ مین فتح موصلی رح کے پاس گیا دیکھا تو آپ اپنے ہاتھ پھیلائے روتے ہین یہان تک کہ آنسو انکی انگلیون کے بیچ مین سے گر رہے ہین
مین انکے قریب گیا اور آنسوون کو دیکھا کہ زردی آمیز ہین مین نے انسے کہا کہ اے فتح تمکو خدا کی قسم کیا خون روتے ہو انھون نے فرمایا کہ اگر
تو مجھکو قسم نہ دیتا تو مین ہرگز نہ بتاتا ہان مین خون روتا ہون مین نے پوچھا کہ آپ آنسو کیون بہاتے ہین فرمایا کہ اس جہت سے کہ جو حق خدا
تعالی کا مجھپر واجب تھا اسمین مین نے قصور کیا اور خون اسلیے رویا کہ آنسو کہین بیموقع نہ نکلے ہون پھر مین نے انکو بعد مرنے کے خواب مین دیکھا
اور پوچھا کہ خدا تعالی نے تمسے کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجھکو بخش دیا مین نے پوچھا کہ آپکے آنسوون کے باب مین کیا کیا فرمایا کہ مجھکو اللہ جل شانہ نے
پاس بلاکر پوچھا کہ اے فتح آنسو کس بات پر بہاتا تھا مین نے عرض کیا کہ تیرے حق واجب مین قصور کرنے کی جہت سے پھر پوچھا کہ خون کس واسطے
روتا تھا مین نے عرض کیا کہ کہین آنسو بیموقع اور نامقبول نہوے ہون پھر ارشاد فرمایا کہ اے فتح اس سے تیری مراد کیا تھی قسم ہی اپنی عزت و
جلال کی کہ تیرے دونون نگاہبان چالیس برس تیرے نامہ اعمال کو لایا کیے اسمین کوئی خطا نہین اور منقول ہی کہ کچھ لوگ چلے جاتے تھے راہ
بھول گئے ایک راہب کے پاس پہونچے جو لوگون سے علیحدہ تھا اسکو جو پکارا تو اسنے عبادت خانے مین سے سر نکال کر انکی طرف دیکھا اس سے
انھون نے کہا کہ ہم رستہ بھول گئے ہین رستہ کدھر کو ہی اسنے اپنے سر سے اشارہ آسمان کی طرف کیا وہ اسکا مطلب سمجھ گئے کہ معرفت کا رستہ
بتاتا ہی پھر اس سے کہا کہ ہم تجھسے پوچھین جواب دیگا اسنے کہا کہ پوچھو اور زیادہ مت پوچھیو کہ دن پھر نہین آنے کا عمر پھر سے آویگی اور طالب
یعنی موت جلدی کر رہی ہی لوگون کو اسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور کہا کہ فردا سے قیامت مین لوگون کا حشر خدا تعالی کے نزدیک ہوگا
اسنے کہا کہ اپنی اپنی نیتون پر پھر اس سے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کر اسنے کہا کہ اپنے سفر کی حیثیت کے بموجب توشہ لو اسلیے کہ بہتر توشہ وہی ہی جو مقصود تک
پہونچاوے پھر انکو رستہ بتاکر سر اندر کر لیا اور عبد الواحد بن زید کہتے ہین کہ میرا گذر ایک چین کے راہب کے پاس ہوا مین نے اسے راہب کر کے
پکارا اسنے جواب نہ دیا دوبارہ پھر مین نے کہا کہ او راہب وہ نہ بولا سہ بارہ پھر کہا اسنے میری طرف سر نکالا اور کہا کہ میان صاحب مین راہب
نہین راہب وہ ہی جو خدا تعالی سے ڈرے اور اسکی تعظیم کرے اور اسکی بلا پر صبر کرے اور اسکی قضا پر راضی رہے اور اسکی نعمتون کا شکر کرے
اور اسکی عظمت کے سامنے تواضع کرے اور اسکی عزت کے مقابل ذلیل رہے اور اسکی قدرت کو اپنے نفس کو ڈالا کرے اور اسکی ہیبت سے
خضوع کرے اور اسکے حساب اور عذاب مین تامل کرے دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑا رہے دوزخ کی یاد اور خدا سے تعالی سے مانگنا اسکو
سونے نہ دے راہب تو اسکو کہتے ہین اور میرا حال جو پوچھو تو مین باؤلا کتا ہون اپنے آپ کو اس عبادت خانے مین بند کر لیا ہی تاکہ لوگون کو
نہ کاٹون مین نے پوچھا کہ پھر کس چیز نے لوگون کو خدا تعالی سے علیحدہ کر رکھا ہی پہچاننے کے بعد کیون منحرف ہین اسنے کہا کہ برادر خلق کو جو خدا
تعالی سے علیحدہ کیا ہی تو صرف دنیا کی محبت اور اسکی زینت نے کیا ہی دنیا ہی گناہون اور معاصی کی جگہہ ہی ہوشیار وہ ہی جو دنیا کو اپنے دل سے

کھینکارے اور خدا تعالی کے سامنے اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور ایسی باتوں پر متوجہ ہو جو خدا تعالی سے نزدیک کریں۔ اور کسی نے حضرت
داؤد طائی رحمہ سے کہا کہ آپ اپنی ڈاڑھی میں کنگھی کر لیجیے انھوں نے فرمایا کہ تو بس فارغ بیکار ہوں اور حضرت اویس قرنی رح کا دستور تھا کہ فرماتے کہ
یہ رات رکوع کی ہے اس رات کو ایک ہی رکوع میں صبح کر دیتے اور جب دوسری رات آتی تو فرماتے کہ یہ سجدے کی رات ہے اسکو سجدے ہی میں بسر کرتے
اور منقول ہے کہ جب عتبہ غلام رح تائب ہوئے تو کھانے اور پینے کی طرف راغب نہوتے انکی مادر مشفقہ انسے کہتی کہ بیٹا اپنے نفس پر نرمی کرو جواب
دیتے کہ میں آرام ہی کا طالب ہوں تھوڑی سی مشقت سہہ لینے دو پھر مدتوں تک آرام ہی کرونگا۔ اور منقول ہے کہ حضرت مسروق رح نے حج کیا تو
جب سوئے سجدے ہی کی حالت میں سوئے اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ رات کے چلنے کی تعریف لوگ صبح کو کیا کرتے ہیں اور
تقوی کو بعد موت کے اچھا جانینگے۔ اور عبد اللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ بزرگان سلف میں سے جب کوئی چالیس برس کا ہوتا تو اپنا بستر تہ کر دیتا
یعنی تمام رات میں سونا بالکل موقوف کر دیتا۔ اور کہمس بن الحسن ہر روز ہزار رکعت پڑھتے پھر اپنے نفس سے کہتے کہ ای سب برائیوں کی
جڑ اٹھ کھڑا ہو جب آپ ضعیف ہو گئے تو پانسو پر اکتفا کی اور رویا کرتے کہ افسوس میرا عمل آدھا رہ گیا اور ربیع بن خثیم رح کی لڑکی انسے
کہا کرتی کہ بابا جان یہ کیا بات ہے کہ سب لوگ سوتے ہیں اور آپ نہیں سوتے آپ فرماتے کہ بیٹی مجکو آگ کا ڈر ہے اور جب انکی ماں نے انکا حال رونے
اور جاگنے کا دیکھا تو کہا کہ بیٹا تو نے شاید کسیکو مار ڈالا ہے جو ایسا روتا ہے انھوں نے فرمایا کہ ہاں انکی ماں نے کہا کہ وہ شخص کون تھا کہ ہم اسکے رشتہ داروں کو
ڈھونڈھیں کہ وہ تجکو معاف کر دیں اسلیے کہ تیرا حال اگر وہ دیکھینگے تو ضرور ترس کھا کر معاف کر دینگے آپ کہتے کہ وہ تو میرا نفس ہے۔ اور بشر بن الحارث
کے بھانجے جنکا نام عمر ہے کہتے ہیں کہ میرے ماموں بشر بن الحارث میری ماں سے کہتے کہ بہن میری پسلیاں اور تہیگاہ مجھ میں گڑتی ہیں میری
ماں نے کہا کہ بھائی اگر تم کہو تو تمھارے واسطے ایک مٹھی میدے کا اپنے پاس سے حریرہ بنا دوں اسکو پیو گے تو کچھ توانائی تم میں آ جاویگی ماموں
صاحب نے جواب دیا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں اللہ تعالی مجھسے یہ نہ پوچھے کہ تیرے پاس آٹا کہاں سے آیا تو پھر میں کیا جواب دونگا میری ماں رونے لگی
اور وہ بھی روئے اور انکے ساتھ میں بھی رویا راوی کہتے ہیں کہ میری ماں نے جب انکا حال دیکھا کہ شدت بھوک سے سانس کم زور ہو گیا
تو انسے کہا کہ بھائی کیا اچھا ہوتا کہ تمھاری ماں سے میں پیدا نہوتی اسلیے کہ تمھارا حال دیکھکر میرا جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے انھوں نے جواب دیا کہ
بہن میں بھی یہی کہتا ہوں شعر مرا ای کاش کہ مادر نزادے زاد کس بشیم نے داد۔ میری ماں انکے واسطے شب و روز رویا کرتی
اور ربیع رح کہتے ہیں کہ میں حضرت اویس رح کی خدمت میں آیا تو آپکو نماز فجر پڑھکر بیٹھا پایا میں بھی بیٹھ گیا اور دل میں کہا کہ انکے وظیفے میں حرج
نہو جانا چاہیے آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے یہاں تک کہ ظہر پڑھی اور ظہر کے وقت سے عصر تک برابر نماز پڑھتے رہے بعد عصر پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مغرب تک
بیٹھے رہے نماز مغرب کے بعد پھر اپنی بیٹھک پر بیٹھے یہاں تک کہ عشا پڑھی پھر اسی جگہ جم گئے یہاں تک کہ نماز صبح پڑھی پھر جو بیٹھے تو سو گئے پھر
فرمایا کہ الہی میں تجھسے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھوں سے جو بہت سوتی ہوں اور ایسے شکم سے جو سیر نہو میں نے دل میں کہا کہ مجکو انسے یہی قدر کافی ہے
پھر میں واپس آیا اور ایک شخص نے حضرت اویس رض سے پوچھا کہ یہ کیا سبب ہے کہ آپ بیمار جیسے معلوم ہوتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں بیمار
نہوں تو کیا ہوں کہ بیماروں کو کھانا ملتا ہے اور اویس نہیں کھاتا بیمار سوتے ہیں اور اویس نہیں سوتا۔ اور احمد بن حرب کہتے ہیں کہ جو شخص
جانتا ہے کہ جنت اسکے اوپر آراستہ ہے اور دوزخ اسکے نیچے دہکا رہی ہے تو تعجب ہے کہ وہ ان دونوں کے بیچ میں کیسے سوتا ہے اور ایک عابد بزرگ
کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم بن ادہم رح کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا تو نماز عشا سے آپ فارغ ہو چکے ہیں میں آپکو دیکھنے کے لیے بیٹھ گیا
آپ اپنے آپکو ایک کمل میں لپیٹ کر لیٹ رہے اور ساری رات کروٹ بھی نہ لی یہاں تک کہ صبح ہوئی اور موذن نے اذان دی آپ اٹھکر نماز
میں شریک ہوئے اور وضو نہ کیا یہ بات میرے دل میں کھٹکی میں نے آپسے کہا کہ آپ تمام رات تو لیٹ کر سوتے رہے پھر
بلا وضو نماز کیا آپنے فرمایا کہ میں تو رات بھر کبھی جنت کے باغوں میں دوڑتا رہا اور کبھی دوزخ کے جنگلوں میں بھلا اس صورت میں

نیند آیا کرتی ہے۔ اور ثابت بنانی رح کہتے ہیں کہ میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں کہ نماز پڑھتے پڑھتے اتنا تھک جاتے تھے کہ اپنے بستر پر بدون گھٹنوں کے بل
چلنے کے نہیں آسکتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاش نے چالیس برس زمین پر اپنی کمر نہیں لگائی اور انکی ایک آنکھ میں پانی اتر آیا تھا بیس برس
اُنکے گھر والوں کو خبر نہوئی کہ ایک آنکھ سے نہیں سوجھتا۔ اور منقول ہے کہ سمنون رح کا وظیفہ ہر روز پانسو رکعتیں تھیں۔ اور ابوبکر مطوعی کہتے ہیں
کہ جوانی میں ایک رات دن میں اکتیس ہزار دفعہ قل ہو اللہ پڑھا کرتا تھا یا چالیس ہزار مرتبہ راوی کو شک ہے کہ کونسا عدد فرمایا۔ اور منصور بن
معتمر ایسے حال سے رہتے کہ اگر کوئی دیکھے تو کہے کہ اس شخص پر کوئی مصیبت بھاری پڑی ہے یہ حال رہتا کہ آنکھیں نیچے کو آواز پست ہر وقت چشم تر
اگر ذرا ہلاؤ تو آٹھ آٹھ آنسو گریں انکی ماں اُنسے کہتی کہ تو اپنے نفس پر یہ کیا کرتا ہے تمام رات رویا کرتا ہے چپ نہیں ہوتا شاید بیٹا تونے کوئی خون
کیا ہے یا کیا بات ہے وہ جواب دیتے کہ اے ماں میں ہی جانوں جو میں نے اپنے نفس پر کیا ہے۔ اور کسی نے عامر بن عبد اللہ سے پوچھا کہ تم شب بیداری
اور دوپہر کی پیاس پر کیسے صبر کرتے ہو انھوں نے فرمایا کہ وہ صرف اس طرح ہے کہ دن کے کھانے کو رات پر ٹال دیا اور رات کے سونے کو دن پر
حوالہ کر دیا اور یہ کچھ بڑی بات نہیں اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جنت کی مثال اور چیز نہیں دیکھی جسکا طالب سو گیا ہو اور نہ دوزخ کے مثل جس سے گریز
کرنے والا سوتا ہو اور جب رات آتی تو کہتے کہ آگ کی حرارت نے خواب کو کھو دیا پھر صبح تک نہ سوتے جب دن ہوتا تو کہتے کہ حرارت آتش نے نیند دور
کر دی اور شام تک نہ سوتے اور جب پھر رات ہوتی تو کہتے کہ جو ڈرتا ہے سو شام ہی سے چلدیتا ہے اور صبح کے وقت لوگوں کو رات کا چلنا اچھا معلوم
ہوتا ہے۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ میں عامر بن قیس کے ساتھ چار مہینے رہا میں نے انکو کبھی نہ دیکھا کہ رات کو یا دن کو سوئے ہوں۔ اور ایک
شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھیوں میں سے راوی ہے کہ میں نے آپ کے پیچھے نماز صبح کی پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو اپنی دہنی طرف کو
پھر بیٹھے اور آپ پر کچھ اثر غم تھا آفتاب کے نکلنے تک آپ ویسے ہی رہے پھر اپنا ہاتھ پلٹا اور فرمایا کہ بخدا میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا ہے اور آج انکے مثل کوئی امر نہیں پایا جاتا وہ لوگ صبح کو پیلے زرد رنگ اُلجھے بال اُٹھتے رات کو سجدہ و نماز میں کاٹ دیتے خدا کی کتاب پڑھتے
اور پاؤں اور پیشانیوں کو باری باری زور دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو ایسا ہلتے جیسا درخت تند ہوا کے دن ہلتا ہے اور انکی آنکھوں سے
آنسو اتنے جاتے کہ انکے کپڑے تر ہو جاتے آپ لوگوں کا یہ حال ہے کہ رات کو خوب غافل ہو کر سوتے ہیں۔ اور ابو مسلم خولانی نے ایک کوڑا اپنے گھر کی
نماز گاہ میں لٹکا رکھا تھا اس سے اپنے نفس کو ڈراتے اور کہا کرتے کہ اُٹھ کھڑا ہو نہیں تو یقین جان کہ تجھکو اتنا رگیدونگا کہ تو ہی تھک جائیگا نہ میں اچھا
نہ جاویگا پھر جب انپر سستی آتی تو کوڑا لیکر اپنی پنڈلیوں میں مارتے اور کہتے کہ میری سواری کی نسبت تو تو ہی زیادہ تر سزاوار مارنے کا ہے اور کہا کرتے
کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ گمان کرتے ہونگے کہ دین کو بس ہم ہی نے اختیار کیا ہے اور لوگوں کو ہمارے ساتھ شرکت نصیب نہیں بخدا کہ اسمیں ہم بھی
انکی شرکت اچھی طرح کرینگے تاکہ وہ بھی جانیں کہ ہمارے پیچھے کچھ لوگ رہے ہیں۔ اور صفوان بن سلیم کی دونوں پنڈلیاں کثرت قیام سے رہ گئی تھیں اور اجتہاد
میں اس درجے کو پہونچ گئے تھے کہ اگر بالفرض انسے کہا جاتا کہ قیامت کل ہوگی تو انکے اعمال معمولی میں کچھ زیادتی ہونے پاتی انکا دستور تھا کہ جاڑے کے
دنوں میں چھت پر سوتے اور گرمیوں میں کوٹھری کے اندر تاکہ سردی اور گرمی کی تکلیف سے نیند نہ آوے موت انکی حالت سجدہ میں ہوئی یہ دعا کیا کرتے
کہ الٰہی میں تیری ملاقات چاہتا ہوں تو میرے ملنے کو پسند فرما۔ اور حضرت قاسم بن محمد رح کہتے ہیں کہ میں ایک روز صبح کو اٹھا اور میرا معمول تھا کہ صبح کو
اول اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رض کی خدمت میں جاکر انکو سلام کرتا تا اس روز جو گیا تو دیکھا کہ آپ نماز چاشت پڑھ رہی ہیں اور یہ آیت
فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم پڑھ پڑھ کر رو رہی ہیں میں کھڑے کھڑے تھک گیا اور انکا وہی حال رہا جب میں نے دیکھا کہ انکو ابھی
دیر ہے بازار کو چلا گیا کہ اول اپنے کام سے فراغت پاؤں تو پھر آونگا میں کام سے فراغت کے بعد جو آیا تو پھر بھی انکو اسی حال میں پایا کہ نماز پڑھتی
اور دعا مانگتی تھیں اور اس آیت کو مکرر پڑھتی تھیں۔ اور محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب ہمارے پاس عبد الرحمن بن اسود حج کے ارادے سے
آکر اترے تو انکے ایک پاؤں میں کچھ مرض ہو گیا تو آپ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ

مجکو موت سے کچھ خوف نہیں صرف اتنا ڈر ہے کہ میرا تہجد چھوٹ جاویگا۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رضہ فرماتے ہین کہ نیکبختون کی علامتین یہ ہین کہ شب بیداری کے باعث زرد رنگ اور رونے کے مارے آنکھین چندھی اور روزے کے سبب لب خشک ہون اور اُنپر خشوع والون کی طرح غبار ہو اور حضرت حسن رح سے کسی نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تہجد گذار شخصون کے چہرے اچھے ہوتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ خدا سے تعالیٰ کے ساتھ تنہائی مین ہوتے ہین اللہ تعالیٰ اُنکو اپنے نور مین سے نور پہنا دیتا ہے اور حضرت عامر بن عبد القیس رح فرمایا کرتے کہ الٰہی تو نے مجکو پیدا کیا تب مجسے مشورت نہین لی اور مار ریگا تب مجھے خبر نہین فرماویگا اور میرے ساتھ ایک دشمن ایسا پیدا کردیا کہ میرے خون کی جگھون مین پھرتا ہے اور وہ مجکو دیکھتا ہے اور مین اسکو نہین دیکھتا اور پھر مجکو ارشاد فرمایا کہ تو ڈر کا رہ الٰہی بھلا مین کیسے رکون اگر تو مجکو نہ روکے الٰہی دنیا مین رنج وغم ہین اور آخرت مین حساب وعذاب تو راحت کہان ہے اسی مضمون کو کسی نے نظم کیا ہے **شعر** یان فکر معیشت ہے وہان دغدغہ حشر آسودگی حرفیست نہ یان ہے نہ وہان ہے۔ اور جعفر بن محمد کہتے ہین کہ عتبہ غلام رح رات کو تین چیخون مین بسر کیا کرتے اس طرح کہ جب نماز عشا سے فارغ ہوتے اپنا سر دونون زانو کے درمیان رکھکر فکر کرتے جب سوم حصہ شب گذرتا ایک چیخ مارتے پھر گھٹنون مین سر دیکر فکر کرنے لگتے جب ایک تہائی اور گذر جاتی تو پھر ایسا ہی کرتے یہان تک کہ تیسری چیخ صبح کو مارا کرتے راوی کہتے ہین کہ مین نے اُنکا حال کسی بصرہ کے رہنے والے سے کہا اُسنے کہا کہ تم اُنکی چیخون پر خیال مت کرو بلکہ یہ سوچو کہ دو چیخون کے درمیان اُنپر کیا کیفیت گذرتی ہوگی کہ وہ چیخ اُٹھتے تھے۔ اور قاسم بن راشد شیبانی کہتے ہین کہ محصب مین ہمارے پاس ربیعہ رح اپنی زوجہ اور دخترون سمیت ٹھہرے ہوئے تھے اُنکا دستور تھا کہ بہت رات اُٹھکر نماز پڑھا کرتے جب سحر ہوتی تو زور سے پکارتے کہ اے آرام کرنے والو کیا اس تمام رات سو گئے اور اُٹھکر نہ چلو گے نہین یہ سنکر سب اُٹھ بیٹھتے کوئی روتا تھا کوئی دعا مانگتا کوئی تلاوت کرتا کوئی وضو کرتا جب فجر ہوتی تو زور سے کہتے کہ صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کو اچھا جانا کرتے ہین۔ اور بعض حکما کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اُسکے انعام کے باعث اُسکو پہچان گئے ہین اور اُسنے جو اُنکا سینہ کھول دیا تو اُسکی اطاعت کی اور اُسپر توکل کیا اور خلق اور امر کو اُسی کے حوالہ کیا اسی لیے اُنکے دل صفا سے یقین کی کانین اور حکمت کے گھر اور عظمت کے صندوق اور قدرت کے خزانے ہو گئے ہین حال اُنکا یہ ہے کہ آمد و رفت تو لوگون مین رکھتے ہین اور اُنکے دل ملکوت مین جولانیان کرتے ہین اور محجوب غیب مین پناہ لیتے ہین پھر وہان سے جو پھرتے ہین تو اُنکے ساتھ تازہ تازہ لطائف اور فوائد ہوتے ہین کہ جنکا وصف کوئی بیان نہین کرسکتا وہ لوگ باطن کی خوبی مین تو حریر سے ہین اور ظاہر مین جیسا مستعمل رومال ہوتا ہے ہر ایک سے بتواضع پیش آتے ہین اور یہ طریق ایسا ہے کہ بزور نہین مل سکتا بلکہ خدا سے تعالےٰ کا فضل ہے جسکو چاہے دے اور بعض سلحا سے منقول ہے کہ مین بیت المقدس کے پہاڑون مین پھرتا تھا اتفاقاً ایک جنگل مین آیا اور ایک آواز زور کی سُنی اور وہ پہاڑ اُسکا جواب دیتے تھے اور بڑی گونج تھی مین اس آواز کے درپے ہوا تو ایک باغ مین پہونچا جو درختون سے چھپا ہوا تھا اُسمین ایک شخص کو دیکھا کہ کھڑا ہوا اس آیت کو مکرر پڑھ رہا ہے یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا وما عملت من سوء تود لو ان بینہا وبینہ امدا بعیدا ویحذرکم اللہ نفسہ مین اُسکے پیچھے بیٹھ کر سننے لگا وہ یہی پڑھتا رہا یکبارگی ایک چیخ مارکر بیہوش ہوگیا مین نے کہا کہ افسوس یہ میری نحوست سے ایسا ہوگیا پھر مین اُسکے افاقے کا منتظر رہا ایک گھنٹے کے بعد اُسکو ہوش ہوا مین نے سُنا کہ یہ کہتا ہے الٰہی مین تجھسے دروغگویون کے مقام سے پناہ مانگتا ہون اور جھوٹے مدعیون کے سے اعمال سے اور غافلون کی سی روگردانی سے پناہ مانگتا ہون تیرے ہی لیے خوف کرنے والون کے دل خشوع کرتے ہین تیری ہی طرف قصور وارون کی توقع جھکتی ہے تیری ہی عظمت کے لیے عارفون کے دل ذلیل ہوے ہین پھر اپنے دونون ہاتھ جھاڑے اور کہا کہ مجکو دنیا سے کیا اور اُسکو مجسے کیا علاقہ اے دنیا جو تجھ جیسا ہو اُسکے پاس جا اور جو تجکو پسند کرے اُنھین کو جاکر اپنی آسائش اور ہزارون طرح کے آرام سے فریب دے پھر کہا کہ پہلے لوگ کہان گئے زمانہ گذشتہ کے آدمی کدھر ہین مٹی مین سڑتے ہین اور چند روز مین فنا ہو جاتے ہین یہان

اسکو پکارا کہ اے بندۂ خدا مین آج دن بھر سے تیرے پیچھے تیرے فراغت پانے کا منتظر ہون اُسنے کہا کہ بھلا اُس شخص کو فراغت
کس طرح ہوگی جو زمانے سے بیشی چاہتا ہی اور زمانہ اُس سے بیشی چاہتا ہی اور ڈرتا ہی کہ کہین موت اُسکے نفس پر سبقت نہ کرجاوے
یا وہ شخص کیسے فارغ ہو جسکے دن تو گذر گئے ہون اور اُسکے گناہ رہگئے ہون پھر اُسنے میری طرف سے دھیان پھیر
خداے تعالے سے مخاطب ہو کہنے لگا کہ اُن گناہون کے واسطے تو ہی ہی اور ہر شدت کے واسطے جسکے آنے کی مجکو توقع ہی
اور یہ آیت پڑھی وبدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون پھر ایک اور چیخ ماری کہ پہلی چیخ کی نسبت بہت زیادہ تھی اور بیہوش ہوکر
گر پڑا مین نے کہا کہ اِسکا دم نکل گیا مین اُسکے قریب گیا دیکھا تو تڑپ رہا ہی پھر افاقہ پایا اور کہنے لگا کہ مین کون ہون اور
میرا خطر کیا ہی تو اپنے فضل سے میری برائی معاف کر اور اپنے پردۂ رحمت مین مجکو چھپا اور اپنے کرم ذاتی سے میرے
گناہون سے درگذر فرما جسوقت کہ مین تیرے سامنے کھڑا ہون - مین نے اُس سے کہا کہ قسم ہی تجکو اُس ذات کی
جسکی توقع اور اعتماد تو اپنے لیے رکھتا ہی مجسے کچھ کلام کرو اُسنے کہا کہ کلام اُس سے جاکر کرو جسکے کلام سے تمکو کچھ فائدہ ہو
اور اُس شخص کے کلام کو جانے دو جسکو گناہون نے تباہ کر دیا ہو مین اِس جگہ مین نہ معلوم کس مدت سے ابلیس سے لڑتا ہون اور وہ
مجھ سے لڑتا ہی آج تک میرا کوئی مددگار نہ ملا کہ اس مصیبت سے مجکو نکالتا ایک تو آیا ہی تو مجسے علیحدہ ہی رہ اسلیے کہ تونے میری زبان کو
بیکار کر دیا اور اپنی بات کی طرف میرے دل کو تھوڑا سا مائل کر لیا مین تیرے شر سے خداے تعالے کی پناہ مانگتا ہون پھر توقع
رکھتا ہون کہ وہ اپنے غصے سے مجکو پناہ دے اور اپنی رحمت سے مجھپر فضل کرے راوی کہتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین کہا کہ
یہ شخص خداے تعالے کا ولی ہی ایسا نہو کہ کہین مین اِسکو باتون مین مشغول کرون تو ایسی جگہ مجھپر عذاب آوے اِس
خیال سے مین اُسکو چھوڑ کر واپس آیا اور ایک اور نیکبخت روایت کرتے ہین کہ مین سفر مین چلتے چلتے ایک درخت کی طرف کو گیا کہ
اُسکے نیچے ذرا دم لون دیکھا تو ایک بوڑھا مجھپر چڑھا آتا ہی اور کہتا ہی کہ اُٹھ کھڑا ہو کہ موت میری نہین مجھ سامنے ہی کو چلیا مین
اُسکے پیچھے ہوا اور سنا کہ یون کہتا تھا کل نفس ذائقۃ الموت الٰہی میرے لیے موت مین برکت کر مین نے کہا کہ بعد موت کے بھی اُسنے
کہا جو شخص بعد موت کے حالات کا یقین کرے وہ احتیاط اور خوف کے مارے چلنے کے لیے دامن اُٹھائے رہیگا دنیا مین اُسکے رہنے
کی جگہ نہوگی پھر کہا کہ اے وہ شخص جسکی ذات کے لیے تمام چہرے ذلیل ہین اپنا دیدار دکھا کر میرے چہرے کو نورانی کر اور میرے
دل کو اپنی محبت سے بھر دے اور فرداے قیامت مین اپنے سامنے کی جھڑکی کی فضیحت سے محفوظ رکھ اب تجھ سے مجھے شرم آنے کا
وقت آپہونچا اور تجھ سے روگردان رہنے سے اب مین باز آیا اگر تیرا حلم نہوتا تو مجکو میری موت بھی نہ کھپاتی اور اگر تیرا عفو نہوتا تو
میری توقع تیرے پاس کی چیزون تک نہ پھیلتی پھر وہ شخص مجکو چھوڑ کر چلا گیا اور مجاہدین کے باب مین یہ اشعار ہین اشعار
جسم مین ہو لاغری اور دل مین ہو غم کا اثر * گہ پہاڑون مین ہوگا ہے دشت مین اُسکا گذر * فاش جنون پر کرے نالہ
مثال عندلیب * خواب راحت رنگ رو کی طرح کر جائے سفر * خوف اُسکو جوش مین آوے تو پھر ہو مضطرب * یون دعا مانگے
ارفقنی یا عمادی فی الخطر * جو مری نوبت ہو تو اُسکا خدایا ہی علیم * تو بہت کرتا ہی بندون کی خطا سے درگذر * اور کسی اورنے
مجاہد کے حال مین کچھ اشعار لکھے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی اشعار زبان مضطر بہ گر زیب تن کرین پوشاک * نہووے اُنہین مزہ
وہ جو اُسکو ہو لذت * کرے خدا کی طلب چھوڑ کر عیال اور مال * بغیر صبر کسی سے نہو اُسے اُلفت * رہے عبادت خالق
مین اپنے خاطر خواہ * پسند گوشہ نشینی ہوتا نہو شہرت * پھرے جہان کہین بس ذوق ہو تلاوت کا * زبان و دل کو نہو ذکر
کے سوا حرکت * سُنا دے مژدہ رسان آکے اُسکے مرنے پر * کہ ہر طرح کے الم سے تجھے ملے راحت * تمنا اُسکی ہو جو کچھ پھر اُسکو حاصل ہو * ہزار دل

عیش کرتے ہوے داخل جنت ۔ اور کرز بن دبرہ کا دستور تھا کہ ایک روز مین تین بار ختم قرآن مجید کیا کرتے اور عبادات مین اپنے نفس پر مجاہدہ بہت کرتے لوگون نے اُنسے کہا کہ تم اپنے نفس پر بہت مجاہدہ کیا کرتے ہو اُنھون نے کہا کہ دنیا کی عمر کتنی ہی کہا کہ سات ہزار برس اُنھون نے پوچھا کہ قیامت کے دن کی کیا مقدار ہی کہا کہ پچاس ہزار برس آپ نے فرمایا کہ سات دن کا کام کرنے سے اگر تم اُس قیامت کے دن سے بے خوف ہو جاؤ تو اس بات سے تم عاجز نہین ہو اس قول سے اُنکی غرض یہ ہی کہ اگر بالفرض آدمی دنیا کے برابر سات ہزار برس جیوے اور نفس پر اسلیے مجاہدہ کرے کہ اُس ایک روز سے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہی نجات پاوے تب بھی اُسکو بہت فائدہ ہی اور آدمی کو چاہیے کہ ایسی صورت مین بھی جہاد نفس کی رغبت اُسکو ہوتی اور جب عمر ذراسی ہی اور آخرت کی کچھ انتہا نہین تب تو ظاہر ہی کہ زندگی بھر کے مجاہدہ کی آخرت کے سامنے کیا اصل ہی غرض کہ سیرت صلحاے سلف کی نفس کے مراقبے اور مجاہدے مین ایسی ہوتی ہی پس اگر تمھارا نفس سرکشی کرے اور عبادت پر مواظبت کرنے سے باز رہے تو ان لوگون کا حال مطالعہ کرو کیونکہ ایسے لوگون کا وجود اب نایاب ہی اور اگر ایسے لوگون کا دیکھنا نصیب ہو اور دیکھکر اقتدا کرو تو کیا کہنا ہی ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ ۔ دیکھنے کا اثر اقتدا مین بہت زیادہ ہوا کرتا ہی اور اگر دیکھنے سے عاجز ہو تو اُنکے احوال سُننے ہی سے غفلت نہ کرو بقول مشہور ع گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت ست ۔ اور اپنے لیے دو باتون مین سے ایک پسند کرو یا تو یہ کہ جو لوگ عاقل اور حکما اور دین مین اہل بصیرت ہین اُنکی اقتدا کرکے اُنکے زمرے مین داخل ہو یا اپنے زمانے کے نادانون جاہلون کی اقتدا کرو مگر ان بیوقوفون کی جماعت مین رہنے اور ان کو دنون سے مشابہ ہونے پر ہر گز راضی مت ہو عقلا کی مخالفت کسی طرح اختیار مت کرو اور اگر تمھارا نفس یون کہے کہ اکابر سلف تو زبردست لوگ تھے ہمکو اُنکے اقتدا کی مجال نہین تو جن عورتون نے عبادت مین مجاہدے کیے ہین اُنکے حالات دیکھو اور نفس سے کہو کہ کمبخت تجھے غیرت نہین آتی کیا عورت سے بھی کم رہیگا یہ تو بڑی ذلت کی بات ہی کہ مرد ہوکر دین یا دنیا کے معاملے مین عورت سے کم رہے ۔ اب ہم کچھ تھوڑا سا حال مجتہد عورتون کا لکھتے ہین ۔ حبیبہ عدویہ کے حال مین لکھتے ہین کہ اُنکا معمول تھا کہ جب نماز عشا پڑھ چکتین تو اپنی چھت پر کھڑی ہوتین اور کرتہ اور دوپٹہ خوب کسکر کہتین کہ الٰہی ستارے چھٹک پڑے اور آنکھین سو گئین بادشاہون نے اپنے دروازے بند کر لیے ہر ایک حبیب اپنے حبیب کے ساتھ تنہا ہوا اب مین تیرے سامنے کھڑی ہون پھر نماز پڑھتی رہتین جب فجر ہو جاتی تو کہتین کہ الٰہی رات نے منہ موڑا اور دن روشن ہو گیا مجھے معلوم نہین کہ تو نے مجھسے یہ رات قبول فرمائی تو مین سبار کباد دی اپنے آپ کو دون یا تو نے نامنظور کی تو تعزیت کرون قسم ہی تیری عزت کی جب تک تو مجکو باقی رکھیگا اپنا طریق یہی رکھونگی اور اگر تو اپنے دروازے سے مجکو جھڑک دیگا تو مین ہر گز نہ ٹلونگی اسلیے کہ میرے جی مین تیرے کرم اور جود سے بہت کچھ ہی اور عجردہ سے روایت کرتے ہین کہ یہ نابینا تھین رات بھر جاگتین جب صبح ہوتی تو ایک آواز دردناک سے کہتین کہ عابدون نے تیرے ہی لیے تاریکی شب کو بسر کیا تیری رحمت اور فضل مغفرت کی طرف سبقت کرتے ہین الٰہی مین تیرے ہی ذریعے سے تجھسے سوال کرتی ہون کسی اور کے ذریعے سے نہین مانگتی کہ تو مجکو سابقین کے اول زمرے مین کر دے اور مجکو علیین مین مقربین کے درجے تک پہونچا دے اور اپنے نیکبخت بندون مین شامل کر دے تو میرے کریم ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین اور سب بڑون کا بڑا ہی پھر سجدے کے لیے ایسی طرح گرتین کہ اُسکے دھماکے کی آواز سنائی دیتی پھر صبح تک دعا مانگتی اور روتی رہتین ۔ اور یحییٰ بن بسطام کہتے ہین کہ مین شعوانہ کی مجلس مین حاضر ہوتا اور جو کچھ اُنکی فریاد و زاری ہوتی اُسکو دیکھا کرتا ایکبار مین نے اپنے ایک یار سے کہا کہ چلو جب یہ تنہا ہون تو اُنسے کہین کہ اپنے نفس پر کچھ نرمی کرین اُسنے کہا کہ اختیار ہی چلو ہم اُنکی خدمت مین آئے اور کہا کہ اگر آپ اپنے نفس پر نرمی کرین اور اتنا نہ رویا کرین تو جو تمھاری مراد ہی اُسپر یہ بات زیادہ مدد ہوگی وہ یہ بات سُنکر رو پڑین پھر کہا کہ مین تو یہ چاہتی ہون کہ اتنا روؤن کہ میرے تن مین ایک آنسو نہ رہے پھر خون رویا کرون یہان تک کہ کسی میرے عضو مین ایک قطرہ

خون کا باقی نہ رہے مگر مجھے رونا کہان آتا ہے مین کب روتی ہون اسی حیلے کو بہت دفعہ کہا کہ مین کہان روتی ہون پھر بیہوش ہو گئین۔ اور محمد بن معاذ کہتے ہین
کہ مجھسے ایک عابدہ عورت نے بیان کیا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ مین جنت مین داخل کی گئی ہون اور دیکھتی ہون کہ تمام اہل جنت اپنے اپنے دروازون پر
کھڑے ہین مین نے پوچھا کہ جنت والے کیون کھڑے ہین مجھسے کسی نے کہا کہ اس عورت کے انتظار مین کھڑے ہین جسکے لیے جنتین آراستہ کی گئی ہین مین نے کہا
کہ وہ عورت کون ہے مجھسے کسی نے کہا کہ ایک کالی لونڈی ابلہ کے لوگون کی ہے جسکو شعوانہ کہتے ہین مین نے کہا کہ وہ تو میری بہن ہے مین اسی گفتگو مین تھی کہ اتنے مین
وہ ایک اونٹنی پر سوار ہوا مین اڑتی آپہونچی جب مین نے اسکو دیکھا تو پکارا کہ بہن تم تو مجھسے محبت کیا کرتی ہو اپنے رب سے دعا کرو کہ مجھکو بھی تمہارے ساتھ ملا دے انہون نے
تبسم کیا اور فرمایا کہ ابھی تیرے آنے کا وقت نہین آیا مگر میری دو باتین یاد کرلے اول تو یہ کہ اپنے دل پر دوام غم رکھنا دوم یہ کہ اللہ تعالی کی محبت کو اپنی ہوائے نفس پر مقدم
رکھنا پھر انشاءاللہ تجھکو نقصان نہوگا کبھی تیری موت آوے۔ اور عبداللہ بن الحسن کہتے ہین کہ میرے پاس ایک روم کی لونڈی تھی جس سے مین بہت خوش تھا ایک
رات وہ میرے پاس سوتی تھی مین جو جاگا تو اسکو پہلو مین نہ پایا مین اٹھکر ڈھونڈھنے لگا دیکھا تو وہ سجدہ مین پڑی ہوئی کہہ رہی ہے الٰہی بباعث اس محبت کے جو
تجکو میرے ساتھ ہے مجکو بخش دے مین نے کہا کہ یون مت کہہ کہ جو محبت تجکو میرے ساتھ ہے بلکہ یون کہہ کہ جو محبت مجکو تیرے ساتھ ہے اسکے باعث
گناہ معاف کر اسنے کہا کہ آقا صاحب یہ نہین وہی مجھسے محبت رکھتا ہے تو شرک سے نکال کر شرف باسلام فرمایا اور اسی کی محبت سے یہ ہے کہ
مجھے رات کو جگایا حالانکہ بہت سی اسکی مخلوق سوتی ہے۔ اور ابو ہاشم قرشی کہتے ہین کہ ایک عورت یمن کی باشندہ جسکا سریہ کہتے تھے ہمارے ایک
مکان مین آکر ٹھہری مین اسکی فریاد و زاری رات بھر سے سنا کرتا ایک روز مین نے اپنے خادم سے کہا کہ اس عورت کو جھانک کر دیکھ کہ کیا
کرتی ہے اسنے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ اور کچھ نہین کرتی یہ کرتی ہے کہ اپنی نظر آسمان کی طرف سے نہین ہٹاتی اور قبلہ رخ بیٹھی ہوئی کہہ رہی ہے کہ تو نے
سریہ کو پیدا کیا پھر اپنی نعمت سے اسکو غذا دی اور ایک حال سے دوسرے مین رکھا تیرے سب حوال اسکے حق مین اچھے ہین تیرے مصائب
اسکے عندیے مین سلوک ہین اور وہ باوجود اسکے اپنے آپ کو تیرے غصے کے لیے متعرض ہوتی ہے کہ بے تامل تیری نافرمانی کی جرات کرتی رہتی ہے
کیا تو یہ جانتا ہے کہ وہ یہ گمان کرتی ہوگی کہ تو اسکے افعال بد نہین دیکھتا ہوگا حالانکہ تو علیم اور خبیر اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اور ذوالنون مصری
فرماتے ہین کہ ایک رات مین وادی کنعان سے نکلا جب کہ وادی کے اوپر گیا تو دیکھا کہ سامنے سے ایک کالی چیز میری طرف کو آتی ہے اور
کہتی ہے کہ وبدا لہم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون اور روتی ہے جب وہ مجھسے نزدیک ہوئی تو معلوم ہوا کہ ایک عورت صوف کا جبہ پہنے اور ہاتھ مین
ڈولچی لیے ہے اسنے کہا کہ تو کون ہے جو خدائے تعالے سے فارغ ہوکر اورون کی طرف متوجہ ہوتا ہے مین نے کہا کہ ایک مرد مسافر ہون
اسنے کہا کہ تعجب کی بات ہے خدائے تعالے کے ہوتے ہوے غربت وسفر کے کیا معنی ہین مین اسکے اس کہنے سے رو پڑا اسنے کہا کہ
تو کیون رویا مین نے کہا کہ دوا ایسے درد پر پڑی کہ زخم ہوگیا تھا اور دوا سے جلد اچھا ہونے لگا اسنے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو کیون روتا ہے مین نے
کہا کہ سچے کیا رویا نہین کرتے اسنے کہا نہین مین نے پوچھا کہ کیا وجہ اسنے کہا کہ رونا دل کی راحت ہوتا ہے مین اس بات کو سنکر
تعجب کرتا رہگیا اور کچھ نہ کہا۔ اور احمد بن علی کہتے ہین کہ ہمنے عفیرہ کے پاس جانے کی اجازت چاہی انھون نے ہمکو اجازت
نہ دی ہم دروازہ ہی پر پڑے رہے اور کہین نہ گئے جب انکو معلوم ہوا تو وہ دروازہ کھولنے کو کھڑی ہوئین اور یہ کہکر دروازہ کھولا
کہ الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتی ہون اس شخص سے جو مجکو تیرے ذکر سے روکے ہم اندر گئے اور انسے کہا کہ آپ ہمارے لیے دعا کرین
انھون نے فرمایا کہ اللہ تعالے تمھاری ضیافت میرے گھر مین یون کرے کہ تمھاری مغفرت فرما دے پھر ہمسے کہا کہ عطاء سلمی نے
چالیس برس آسمان کی طرف نگاہ نہ کی اور ایک نگاہ نے جو آخر خیانت کی تو بیہوش ہوکر گر پڑے اور پیٹ مین کوئی پردہ پھٹ گیا کاش عفیرہ
اپنا سر اٹھاوے اور نافرمانی نہ کرے اور کیا اچھا ہو کہ اگر نافرمانی کی ہے تو اسکو دوبارہ نہ کرے۔ اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ مین ایک روز بازار گیا
اور میرے ساتھ ایک حبشی لونڈی تھی مین بازار سے علیحدہ ایک جگہ پر اسکو بٹھلا گیا اور کسی ضرورت کو چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ جب تک مین نہ آؤن

یہان سے مت ٹلنا جب مین اپنے کام سے پھر کر آیا تو اُسکو جہان بٹھلا گیا تھا وہان نہ پایا اپنے گھر کو واپس آیا اور نہایت غصہ اُسپر تھا جب اُسنے مجکو دیکھا تو چہرے سے غصہ پہچان گئی اور مجسے کہا کہ آپ جلدی نہ کرین میری بات سن لین جس جگہ آپ مجکو بٹھلا گئے تھے وہان مین نے کوئی خدا کا ذکر کرنے والا نہ پایا مجھے خوف ہوا کہ کہین یہ جگہ دھس نہ جاوے اسلیے مین وہان سے چلی آئی راوی کہتا ہے کہ مجکو اسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور اُس سے کہا کہ تو آزاد ہے اُسنے کہا کہ یہ آپ نے برا کیا مین آپ کی خدمت کیا کرتی تھی تو مجکو دو ثواب ہوتے تھے اب ایک جاتا رہا۔ اور ابن علاء سعدی کہتے ہین کہ میرے چچا کی لڑکی کا نام بریرہ تھا وہ عابدہ تھین اور قرآن شریف بہت پڑھا کرتی تھین جب ایسی آیت پڑھتین کہ اُسمین دوزخ کا ذکر ہوتا تو روتین اسی طرح کیا کرتین یہان تک کہ رونے کی کثرت سے اُنکی آنکھین جاتی رہین اُسکے چچا زاد بھائیون نے آپسمین کہا کہ چلو اُنکو کثرت گریہ کے باب مین ملامت کرین ہم سب کے سب اُنکے پاس گئے اور پوچھا کہ اے بریرہ تم کیسی ہو جواب دیا کہ مہمان ہین اجنبی زمین مین پڑے ہین اور اُسکے منتظر ہین کہ کب کوئی ہمکو بلا دے اور ہم جاوین ہمنے کہا کہ پھر یہ رونا کب تک رہیگا آنکھین تو جاتی رہین اُنھون نے کہا کہ اگر میری آنکھون کو خدا کے یہان کچھ بہتری ہے تو دنیا مین جو کچھ اُنہین سے جاتا رہا اُس سے اُنکا کیا نقصان ہوا اور اگر اُنکو خدا کے یہان برائی ہے تو اور اس سے زیادہ روونگی یہ کہکر منھ پھیر لیا لوگون نے کہا کہ یہان سے اُٹھ کھڑے ہو اُنکا حال کچھ اور ہی ہے اپنا سا حال نہین اور معاذہ عدویہ جب دن نکلتا تو کہتین کہ یہ وہ دن ہے جسمین مین مرونگی اور شام تک کچھ نہ کھاتین جب رات ہو جاتی تو کہتین کہ اس رات مین مرونگی اور صبح تک نماز مین مصروف رہتین۔ اور ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ مین ایک رات حضرت رابعہ رح کے یہان رہا وہ اپنی محراب مین کھڑی ہوئین اور مین مکان کے ایک گوشے مین اور صبح تک ہم دونون کھڑے رہے جب صبح ہوگئی تو مین نے کہا کہ جس شخص نے ہمکو قوت اس رات کے قائم ہونے کی عنایت فرمائی اُسکا شکر کیا ہے حضرت رابعہ رح نے فرمایا کہ اُسکا شکر یہ ہے کہ دن کو اُسکے واسطے روزہ رکھین۔ اور شعوانہ رح اپنی دعا مین یون کہا کرتین کہ الٰہی مجھے تیرے ملنے کا نہایت شوق ہے اور تیرے بدلہ دینے کی بڑی توقع ہے تو وہ کریم ہے کہ تیرے یہان توقع کرنے والون کی امید نہین ٹوٹتی نہ مشتاقون کا شوق تیرے یہان نکما ہوا الٰہی اگر اب میری موت ہوا اور کسی عمل نے مجکو تجسے نزدیک نہ کیا ہو تو اپنی بیماریون کا ذریعہ گناہون کے اقرار کو کرتی ہون پس اگر تو معاف فرماویگا تجسے بہتر اور کون ہے جو ایسا کرے اور اگر تو عذاب دیگا تو تجسے عادل تر کون ہے الٰہی مین نے جو اپنے نفس کے لیے نظر کی تو اُسپر ستم کیا اب اُسکے واسطے تیرا حسن نظر رہا ہے اگر تو اُسکا مطلب پورا نہ فرماویگا تو اُسکی خرابی اور تباہی ہے الٰہی تو میری زندگی بھر مجھپر احسان کرتا رہا تو اس احسان کو موت کے بعد قطع مت فرما اور جو شخص مجکو ایام حیات مین میرا ذمہ دار احسان کا رہا ہے اُس سے مجکو توقع ہے کہ مرنے کے وقت بھی مجھپر بخشش کرے الٰہی تو تو میری حیات مین ہمیشہ ذمہ دار میرے ساتھ سلوک ہی کا رہا تو پھر بعد مرنے کے مین تیرے حسن نظر سے کس طرح مایوس ہون الٰہی اگر میرے گناہون نے مجکو ڈرایا ہے تو جو محبت مجکو تجسے ہے اُسنے اطمینان دلایا ہے پس میرے معاملے کو اُس طرح بھگتا جو تیری شان کے موافق ہو اور اپنا فضل مکرر اُس شخص پر کر جو جہل مین مغرور ہے الٰہی اگر تجکو میری رسوائی منظور ہوتی تو تو مجکو ہدایت نفرماتا اور اگر میری فضیحت مقصود ہوتی تو پردہ پوشی کیون کرتا پس جس سبب سے کہ تو نے ہدایت کیا اُسی سے مجکو بہرہ ور فرما اور جس بات سے پردہ پوشی کی اُسی کو ہمیشہ کر الٰہی مجھے گمان نہین کہ جس مطلب مین مین نے اپنی عمر کاٹی اُسکو تو نامنظور فرما کر مجکو ہٹا دیگا الٰہی اگر مین نے گناہ نہ کیا ہوتا تو تیرے عذاب سے کیون ڈرتی اور اگر تیرا کرم نہ پہچانتی تو تیرے ثواب کی توقع کیون کرتی۔ اور خواص رح کہتے ہین کہ ہم رحلہ عابدہ کے پاس گئے اُنکا حال یہ تھا کہ روزہ رکھتے رکھتے کالی پڑگئی تھین اور روتے روتے اندھی ہوگئی تھین اور نماز پڑھتے پڑھتے کبڑی ہوگئی تھین نماز بیٹھے بیٹھے پڑھا کرتی تھین ہمنے اُنکو سلام کیا اور کچھ بیان عفو الٰہی کا کیا تاکہ اُنپر معاملہ آسان ہو جاوے اُنھون نے سنکر ایک چیخ ماری اور فرمایا کہ من آنم کہ من دانم میرے نفس کا حال مجھی کو معلوم ہے اسی سے میرا دل زخمی اور جگر پارہ پارہ ہے مین یہ چاہتی ہون کہ کاش خدا تعالےٰ مجکو نہ پیدا کرتا اور میرا کچھ ذکر دنیا مین نہوتا یہ کہکر پھر نماز پڑھنے لگین۔ پس اگر تمکو اپنے نفس کی نگاہداشت اور حفاظت منظور ہو تو ان مردون اور عورتون کا حال دیکھو جنھون نے اجتہاد کیا تاکہ تمکو بھی سرور اُبھرے اور حرص اجتہاد زیادہ ہو اور اپنے زمانے والون کی طرف ہرگز مت دیکھنا جنکا باب مین

خدا تعالیٰ فرماتا ہے وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ اور اجتہاد والون کی حکایتین بیشمار ہین ہمنے جسقدر لکھی ہین عبرت والے کیلیے بس ہین اور اگر تمکو زیادہ دیکھنا منظور ہو تو کتاب حلیۃ الاولیا کا مطالعہ ہمیشہ کیا کرو اُسمین بیان احوال صحابہ و تابعین اور اُنکے بعد لوگون کا ہے اُسکے دیکھنے سے تمکو معلوم ہوگا کہ تم اور تمہارے اہل زمانہ سب کے سب اہل دین سے بمراحل دور ہین پھر اگر تمہارا نفس اسی زمانہ والون کو دیکھنے کو کہے اور یہ حجت کرے کہ خیر اسی زمانہ مین ہے کہ بہت سے مددگار ہین علاوہ اسکے اگر انکی مخالفت کرتے ہو تو لوگ دیوانہ کہینگے اور ہنسی کرینگے اسی لیے ضرور ہوا کہ مع باہین مردان باید ساخت چو انکا حال ہوگا وہی تمہارا ہوگا مصیبت بھی ہوگی تو سب پر ہوگی اور مثل مشہور ہے مرگ انبوہ جشنے دارد تو نفس کی اس دلیل سے ایسا نہو کہ تم دھوکا کھا جاؤ اور اُسکے مکر مین مبتلا ہو جاؤ بلکہ اُس سے یون کہو کہ بھلا اگر کوئی بڑا سیلاب آتا ہو جو شہر کے شہر کو تباہ کردے اور لوگون کو اُسکی حقیقت معلوم نہو اسی لیے وہ راہ احتیاط نہ چلین اور اپنی جگہ سے نہ ہلین اور تمکو اُنسے علیحدہ ہونے کی طاقت ہو کہ کشتی مین سوار ہو کر اُس سیلاب سے بچ سکتے ہو تو اُسوقت بھی تمہارے دل مین گذرتا ہے کہ مرگ انبوہ جشنے دارد اور اُسوقت تو تم اُسکی موافقت نہین کرتے اور اُنکی احتیاط نہ کرنے کو حماقت سمجھتے ہو اور اپنے بچاؤ کی فکر کرتے ہو پس جب ڈوبنے کے ڈر سے جسکا عذاب ایک ساعت کا ہے تم لوگون کی موافقت ترک کرتے ہو تو پھر کیا بات ہے کہ جو عذاب ہمیشہ کا ہے اُس سے گریز نہین کرتے اور ہر وقت اُسی کے مستحق ہوتے چلے جاتے ہو اور مصیبت جب عام ہوتی ہے تو اچھی معلوم ہوتی ہے یہ بھی بیان درست نہین اسلیے کہ دوزخیون کو اتنی مہلت کہان جو عام یا خاص کی طرف التفات کرین سوا اسکے دیکھو کہ کفار کو صرف اُنکے اہل زمانہ کی موافقت ہی نے تباہ کیا اُنھون نے بھی یہی کہا تھا انا وجدنا اباءنا علی امۃ وانا علی اثارہم مقتدون۔ غرضکہ جب تم نفس کے عتاب کرنے مین مشغول ہو اور اُس سے اجتہاد لو اور وہ کہنا نہ مانے تو اُسکو ملامت کرنے اور جھڑکنے سے باز نہ آؤ اور اُسکو بتاتے رہو کہ یہ نافرمانی تیرے حق مین بُری ہے پس کیا عجب ہے کہ وہ اِن باتون کے باعث اپنی سرکشی سے باز رہے۔

چھٹا مقام نفس کی توبیخ اور عتاب مین۔ واضح ہو کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اُسکا نفس ہے جو بغل کا گھونسا ہے وہ بدی کا امر کرتا ہے اور مائل بشر پیدا ہوا ہے خیر سے بھاگتا رہتا ہے اور آدمی کو اُسکے تزکیہ اور راست رکھنے اور زبردستی خدا تعالیٰ کی عبادت پر آمادہ کرنے اور شہوات سے روکنے اور لذات سے علیحدہ رکھنے کا حکم ہوا ہے پس اگر آدمی اسکی خبر نہ لے تو سرکشی کرکے بھاگ جاتا ہے اور پھر ہاتھ نہین آتا اور اگر ہمیشہ ڈانٹ اور عتاب اور ملامت کرتا ہے تو وہی نفس پھر نفس لوامہ ہو جاتا ہے جسکی قسم خدا تعالیٰ نے کھائی ہے اور توقع ہے کہ رفتہ رفتہ نفس مطمئنہ ہو جاوے جو زمرۂ بندگان الٰہی مین راضی اور مرضی ہو کر بلایا جاویگا اسلیے آدمی پر لازم ہے کہ کسی وقت اُسکی نصیحت اور عتاب سے غافل نہ رہے اور دوسرے کو نصیحت جب کرے جب اول اپنے نفس کو کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابن مریم تو اپنے نفس کو نصیحت کر اگر وہ نصیحت مان جاوے تو پھر لوگون کو نصیحت کر ورنہ مجھ سے شرم کر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وذکر فان الذکری تنفع المومنین۔ اور اُسکا طور یہ ہے کہ نفس کی طرف متوجہ ہو کر اُسکی بیوقوفی اور جہالت اور نادانی ثابت کردے کہ ہمیشہ اپنی دانائی اور ہدایت کو زیادہ سمجھتا ہے اور اگر اُسکو احمق کہدے تو بہت ہی بُرا مانتا ہے پس اُس سے یون کہنا چاہیے کہ اے نفس تو کتنا بڑا جاہل ہے تو تو کہتا ہے کہ مین حکمت اور ذکا اور دانائی مین پکا ہون مگر تیرے برابر بیوقوف اور کم فہم کوئی نہین کیا تو نہین جانتا کہ جنت اور دوزخ تیرے سامنے ہین اور انمین سے ایک مین تو عنقریب جاویگا پھر تجھے کیا ہوا ہے کہ خوش ہوتا ہے اور ہنستا ہے اور کھیل مین مشغول رہتا ہے حالانکہ تجھ سے یہ بڑا کام لیا جاتا ہے شاید آج یا کل تجکو موت آدباوے اور جسکو دور سمجھتا ہے خدا کے نزدیک وہ قریب ہی ہو کیا تجھے یہ معلوم نہین کہ جو آنے والی چیز ہوتی ہے وہ قریب ہی ہوتی ہے بعید وہ ہے جو آنے کی نہین کیا یہ نہین جانتا کہ موت جب آتی ہے تو یکایک آتی ہے نہ کوئی اُسکا پہلے قاصد آوے نہ کچھ وعدہ اور پیام ہو نہ یہ کہ گرمی مین آوے اور جاڑے مین نہ آوے یا جاڑے مین آوے گرمی مین نہ آوے یا دن کو آوے رات کو نہ آوے یا رات کو آوے دن کو نہ آوے یا لڑکپن مین آوے جوانی مین نہ آوے یا جوانی مین آوے لڑکپن مین نہ آوے بلکہ ہر ایک سانس مین ناگاہ موت کا آنا ممکن ہے اور اگر موت دفعۃً نہو

تو مرض تو دفعتہ ہوتا ہی جو موت پر پہونچا دیتا ہی پس نہ معلوم تجھے کیا ہوا ہی کہ باوجودیکہ موت اتنی نزدیک ہی اُسکی تیاری نہین کرتا کیا تو اس آیۃ نہین سمجھتا اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلۃ معرضون ما یاتیہم من ذکر من ربہم محدث الا استمعوہ وہم یلعبون لاہیۃ قلوبہم ۔ اگر تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی پر اس لیے جراءت کرتا ہی کہ تیرے اعتقاد مین خداے تعالیٰ تجکو نہین دیکھتا تو تو بڑا کافر ہی اور اگر خداے تعالیٰ کو اپنے اوپر مطلع سمجھتا ہی تو سخت بیحیا ہی اگر تیرے سامنے کوئی تیرا غلام یا تیرا بھائی کوئی ایسی بات کرے جو تجکو بری معلوم ہو تو تو کتنا ناک منھ چڑھاوے اور غصہ کھاوے پھر کونسی جراءت سے تو خداے تعالیٰ کے غصہ کا متعرض ہوتا ہی اور اُسکے عذاب و عقاب سے نہین ڈرتا کیا تجکو یہ گمان ہی کہ اُسکے عذاب کی برداشت کر سکوگا ہرگز نہین بات دل سے دور رکھ اور اگر اُسکے عذاب کا امتحان کیا چاہے تو ایک ساعت تپش آفتاب مین یا حمام تپتے مین بیٹھ یا اپنی انگلی آگ سے قریب کر تاکہ قدر طاقت اور حوصلہ اپنا معلوم ہو جاوے یا یہ مغالطہ ہی کہ خداے تعالیٰ کریم اور صاحب فضل ہی اُسکو کسی کی طاعت کی حاجت نہین پس اللہ تعالیٰ کے کرم پر دنیا کے کامون مین کیون نہین اعتماد کرتا جب کوئی دشمن تیرا قصد کرتا ہی تو کیون حیلے اُسکے دفع کے کرتا ہی جب کیون نہین کہتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اسکو دور کر دیگا یا جب کوئی کام دنیاوی تجکو دباتا ہی جو بدون روپئے پیسے کے نہین سرانجام ہوتا تو اُسوقت تیرا کیون دم سا نکلتا ہی اور اُسکی طلب مین بیسیون حیلے بناتا ہی اُس وقت اعتماد کرم الٰہی پر کہان جاتا ہی کیون نہین کہتا کہ اللہ تعالیٰ کوئی خزانہ بتلاویگا یا کسی اپنے بندے کو بھیجدیگا کہ تیرا کام بدون تیرے ہاتھ پانون ہلائے سرانجام کر دیگا کیا تو یہ جانتا ہی کہ خداے تعالیٰ صرف آخرت ہی مین کریم ہی دنیا مین نہین اور تجھے تو معلوم ہی کہ خداے تعالیٰ کا طریق بدلا نہین جاتا اور دنیا و آخرت کا پروردگار ایک ہی ہی اور انسان کے لیے صرف وہی ہی جو وہ کماوے ارے نفس تیرے جھوٹے دعوے اور نفاق بڑے ہی عجیب ہین اسلیے کہ تو زبان سے تو دعوی ایمان کرتا ہی مگر نفاق کا اثر تجھپر ظاہر ہی دیکھ تیرا آقا اور پروردگار فرماتا ہی وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا ۔ اور آخرت کے باب مین فرماتا ہی وان لیس للانسان الا ما سعی ۔ ان دونون آیتون سے معلوم ہوتا ہی کہ خاص دنیا کے امر کی کفالت تو خود اُسنے فرمائی ہی کہ تیری سعی کی اُسمین کچھ حاجت نہین اور آخرت کو بندے کی کمائی پر منحصر رکھا مگر تو نے اپنے افعال سے خداے تعالیٰ کو جھوٹا کیا کہ جس چیز کی کفالت وہ کرتا ہی اُسپر تو مدہوشون اور باولون کی طرح گرتا ہی اور امر آخرت کو جو تیری سعی پر منحصر رکھا تھا اُس سے بالکل روگردان اور حقارت کنان ہی پس یہ تو نشان ایمان نہین اگر زبان ہی سے ایمان معتبر ہوتا تو منافق دوزخ کے سب سے نیچے درجہ مین کیون ہوتے ارے کم بخت گویا تو روز حساب پر ایمان نہین رکھتا اور گمان کرتا ہی کہ مرنے کے بعد تجکو رہائی ہو جاویگی اور بھاگ جاویگا ہرگز ایسا نہو گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ایحسب الانسان ان یترک سدی الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق فسوی فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی ۔ پس اگر تجکو یہی گمان ہی کہ ویسے ہی چھوڑ دیا جاویگا تو تیری برابر اور جاہل نہین اور تو پکا کافر ہی یہ تو سوچ کہ اللہ تعالیٰ نے تجکو کس چیز سے بنایا ہی چنانچہ خود فرماتا ہی قتل الانسان ما اکفرہ من ای شیء خلقہ من نطفۃ خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ ۔ پھر کیا تو اسکو جھوٹ جانتا ہی کہ جب وہ چاہیگا تجکو مرنے کے بعد اٹھا کھڑا کریگا ۔ اگر تو جھوٹ نہین جانتا تو پھر احتیاط کیون نہین کرتا اور اگر بالفرض کوئی یہودی تجھسے کہدے کہ تیرے مرض مین فلان کھانا مضر ہی گو کہ وہ تیرے نزدیک سب کھانون سے لذیذ تر ہو مگر تو اُس سے صبر کر لیگا اور اُسکو چھوڑ دیگا اور جی کو کڑا کر لیگا اب ہم پوچھتے ہین کہ جن انبیا کو معجزے عنایت ہوے اُنکا قول اور خداے تعالیٰ کا قول اُسکی آسمانی کتابون مین تیرے نزدیک اتنا بھی نہین کہ ایک یہودی کے قول کے برابر ہو جو اٹکل پچو بے دلیل باوجود نقصان علم و عقل کے کہدیتا ہی کہ اُسکا اثر تو ہوتا ہی اور خدا اور رسول کے کہنے کا اثر نہین اور اُس سے عجیب تر یہ ہی کہ اگر کوئی لڑکا تجھسے کہدے کہ تیرے کپڑون مین ایک بچھو ہی تو بدون اسکے کہ تو کوئی حجت پوچھے فوراً اپنے کپڑے پھینک دیتا ہی کیا انبیا اور علما اور حکما اور تمام اولیا کا قول تیرے نزدیک لڑکے کے قول سے

نزدیک آپہنچا لوگون کو انکے حساب کا وقت اور وہ بیچ غفلت کے ہین کوئی نصیحت نہین پہونچتی انکو انکے رب سے نئی مگر اسکو سنتے ہین کھیل مین لگے ہین کھیلتے ہین دل انکے غافل

اور کوئی نہین پانون چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہی اسکی روزی ۱۲ مترجم

اور یہ کہ آدمی کو وہی ہی جو کمایا ۱۲ مترجم

کیا خیال رکھتا ہی آدمی

اٹھا کھڑا کریگا ۱۲

کمتر ہی جو محض نادان ہوتا ہی یا یہ کہ جہنم کی حرارت اور اُسکے طوق اور عذاب اور سینٹرا اور گرز اور پیپ اور ہواے گرم اور سانپ بچھو کو دنیا کے
بچھو سے کم جانتا ہی جسکی تکلیف اُٹھ کر ایک روز یا اُس سے بھی کم ہوتی ہی یہ کام تو دانشمندون کا نہین بلکہ اگر بہائم پر تیرا حال منکشف ہو تو تجھہ
اور تیری عقل پر ہنسین پھر اے کمبخت اگر تو ان سب پر ایمان رکھتا ہی اور واقعی جانتا ہی تو کیا وجہ ہی کہ عمل مین لیت ولعل کرتا ہی موت تو
تیری گھات مین لگی ہی کیا عجب ہی کہ مہلت نہ لینے دے اور جلدی سے اُچک لے تو کس باعث سے اُس سے نڈر بیٹھا ہی کہ جلد نہ آویگی اور
ہم نے مانا کہ تجھکو سو برس کی مہلت مل جاوے تب بھی تو رستہ بدون کاٹے نہین کٹتا اور کام بدون کیے تمام نہین ہوتا فرض کرو کہ ایک شخص
فقہ سیکھنے کو گھر سے باہر نکلے اور باہر جاکر برسون بیکار نکما بیٹھا رہے اور نفس کو وعدہ کرتا رہے کہ پچھلے برس سیکھ لونگا جب گھر کو جانے کے قریب
دن رہینگے تو تجھکو اُس شخص کی عقل پر ہنسی آویگی کہ یہ بھی عجیب شخص ہی کہ ذرا سی مدت مین فقہ سیکھنا چاہتا ہی یا بدون فقہ سیکھے فقہا کے منصب کا
طالب ہی اور خداے تعالی کے کرم پر بھروسا رکھتا ہی بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہی پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ آخر عمر مین کوشش عمل مین کرنی
نافع ہی اور اُس سے بلند درجے ملتے ہین تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ابھی زندگی بہت باقی ہی شاید یہی روز آخری ہو پس اُسمین مشغول بعبادت
نہونے کے کیا معنی اگر مہلت کا پروانہ بھی ملگیا ہو تب بھی عمل پر مبادرت نہ کرنے اور لیت ولعل کرنے کی کیا وجہ ہی بجز اسکے کہ اپنی خواہشون کے
خلاف کرنے سے عاجز ہی اسلیے کہ اُسمین محنت و مشقت ہوتی ہی پس اگر یہ انتظار ہی کہ عبادت ایسے دن کرین جس دن مخالفت شہوات کی شدت
نہ معلوم ہو تو ایسا دن نہ خداے تعالی نے کبھی پیدا فرمایا نہ آگے کو پیدا فرماوے جنت تو جب ملیگی تو شاق باتون سے چھپی ہوئی ملیگی اور وہ
کبھی نفس پر ہلکی نہ معلوم ہونگی اسکا وجود تو محال ہی سوچ تو سہی کہ کب سے تو وعدہ کرتا ہی کہ کل کرونگا اور کل کل کرتے ہر ایک کل آج ہو جاتی ہی
جب آج ہی نہ کیا تو کل کیا کریگا تجھے یہ نہین معلوم کہ جو کل آج ہوگئی اُسکو حکم گذشتہ کا ہوگیا بلکہ اصل یہی ہی کہ تو آج اگر عاجز ہی تو کل کو عاجز تر
ہوگا اسواسطے کہ شہوت مثل جمے ہوے درخت کے ہی جسکا اُکھاڑنا بندہ کے لیے داخل عبادت ہی پس اگر سستی کے باعث اُسکو نہ اُکھاڑا
اور دوسرے دن پر رکھا تو اُسکی مثال ایسی ہی کہ جب آدمی قوی اور جوان ہو اُسوقت درخت کے اُکھاڑنے سے عاجز ہو کر ایک برس اور
اُسے رہنے دے اور جانتا ہو کہ مدت کے زیادہ ہونے سے درخت مین مضبوطی زیادہ ہوجاتی ہی اور آدمی مین ضعف آتا جاتا ہی تو جس درخت کے
کہ جوان ہوکر نہ اُکھاڑسکا اُسکو بڑھاپے مین کبھی نہ اُکھاڑسکیگا شیخ سعدی رح فرماتے ہین قطعہ درختے کہ اکنون گرفت است پاے
بہ نیروے شخصے برآید ز جاے ٭ وگر ہمچنان روزگارے ہلی ٭ بگردونش از بیخ برنگسلی ٭ واقعی یہ ہی کہ بڑھاپے کی ریاضت ایک مشقت ہی
مشقت ہی مثل مشہور ہی کہ بوڑھے توتے نہین پڑھتے بھیڑیے کی تادیب محض تعذیب ہی تر لکڑی کو جہان سے چاہو موڑلو اگر خشک ہوجاویگی
تو پھر نہ مڑیگی سہ چوب ترا چنانکہ خواہی پیچ ٭ نشود خشک جز بہ آتش راست ٭ پس اے نفس اگر تو ایسی صاف صاف باتون کو بھی
نہین سمجھتا اور تاخیر پر مائل ہی تو پھر کیون اپنے آپ کو عاقل کہتا ہی اِس حماقت سے بڑھکر اور کونسی ہوگی اور شاید تو یہ تقریر کرے کہ مین
عمل پر اسلیے مستقیم نہین ہوسکتا کہ لذت شہوات کا حریص ہون اور تکلیف و مشقت پر کم صبر کرسکتا ہون تو یہ نہایت ہی درجہ کی حماقت
اور اپنے سر کا بڑا عذر ہی اسلیے کہ اگر یہ بات تیری سچی ہی تو ایسی شہوات کا طالب کیون نہین ہوتا جو ابد الآباد تک صاف اور رفاہی از قبیل
کدورات ہون اور اُنکے ملنے کی توقع جنت کے سوا اور جگہ نہین اگر واقع مین تو شہوت ہی کا حریص ہی تو یہ حرص اسی طرح مٹ سکتی ہی کہ
کہ تو شہوت دنیاوی کے خلاف کرے ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ایک لقمہ کے باعث بہت سے لقمون سے دست بردار ہونا پڑتا ہی اور ہم یہ پوچھتے ہین
کہ اگر کسی مریض کو کوئی طبیب کہے کہ ٹھنڈا پانی تین دن مت پینا تاکہ تندرست ہوجاوے اور ہمیشہ تمام عمر پھر پیا کرو اور یہ بھی کہدے کہ اگر اس
تین دن کے عرصہ مین پانی پیوگے تو کسی سخت مرض دیرپا مین مبتلا ہوجاؤگے اور تمام عمر کا پینا چھوٹ جاویگا تو اس صورت مین مقتضاے عقل
اُس بیمار کے لیے کیا ہی تین دن صبر کرکے تمام عمر عیش سے رہے یا اُسیوقت اپنی خواہش پوری کرے کہ مجھسے تین دن صبر نہوسکیگا اور مخالفت خواہش کی

تکلیف برداشت نہو سکیگی کو اُسکے بعد تین سو دن یا تین ہزار دن برداشت کرنی پڑے اب اگر تمام عمر کو مدت آسایش اہل جنت اور عذاب اہل دوزخ کے ساتھ نسبت کر دیکھو یعنی ایام زندگی کو ابد کی طرف نسبت کرو تو جو نسبت تین دن کو ہی تمام عمر کی طرف اُس سے بھی وہ تھوڑی ہی ہوگی گو آدمی کی عمر کتنی ہی بڑی ہو کیونکہ صورت اول نسبت محدود چیز کی ہی لا انتہا شے کی طرف جو واقع مین کچھ بھی نہین اور صورت دوم مین محدود کی نسبت دوسری محدود چیز کی طرف ہی یہ خواہ مخواہ بڑی ہوگی اور یہ تو کوئی بتا دے کہ شہوات سے صبر کرنے کی تکلیف سخت اور اُسکی مدت بڑی ہی یا درکات دوزخ مین رہنے اور آگ کی تکلیف سہنے کی پس جو شخص کہ مجاہدے کی تکلیف کی برداشت نہین کرسکتا اُس سے خدا تعالیٰ کے عذاب کی تکلیف کیسے برداشت ہوگی پس جو تو اپنے نفس پر شفقت کرنے مین سستی کرتا ہی تو دو حال سے خالی نہین یا تو خفیہ کفر رکھتا ہی یا علانیہ بیوقوفی کفر خفی تو یہ ہی کہ روز حساب پر ایمان ضعیف ہو اور مقدار ثواب اور عذاب کو بڑا نہ جانتا ہو اور علانیہ بیوقوفی یہ ہی کہ خدا تعالیٰ کے کرم اور عفو پر اعتماد ہو اور اُسکی اِن باتون پر التفات نہو کہ وہ عذاب دینے کے لیے مہلت بھی دیتا ہی اور تیری عبادت کی اُسکو کچھ پروا نہین پھر باوجود اسکے روٹے کے لقمے مین یا مال کے باب مین یا خلق سے کسی کلمہ کے سننے مین خدا تعالیٰ کے کرم پر اعتماد نہین کرتا بلکہ جتنے حیلے اس باب مین حصول غرض کے لیے ہون سب کو استعمال مین لاتا ہی اسی جہالت کے باعث حماقت کا لقب تجھکو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عنایت ہوا چنانچہ فرمایا الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ الامانی۔ ارے کمبخت دنیا کی زندگی پر مغرور نہو اور نہ اور کسی چیز سے خدا تعالیٰ پر مغالطہ کھا تو اپنی آپ فکر کر دوسرے پر تیرا مطلب مفہم نہین اپنے اوقات ضائع مت کر چند نفس گنتی کے ہین جب ایک سانس چلا جاتا ہی تو تجھ مین سے کچھ کم ہی ہو جاتا ہی بیمار ہونے سے پیشتر تندرستی کو غنیمت جان اور شغل سے پیشتر فارغ ہونے کو اور مفلسی سے پہلے توانگری کو اور بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پیشتر زندگانی کو اور جب تک تو آخرت مین رہے اسی قدر اُسکی تیاری کر دنیا میں بھی تو تو اسی طرح کرتا ہی کہ جتنی مدت جاڑے کی ہوتی ہی اُتنے ہی دنون کا سامان کیا کرتا ہی کہ غذا اور لباس اور لکڑیان وغیرہ لوازم اکٹھا کر لیتا ہی اور انہین سے کسی چیز مین خدا تعالیٰ کے کرم پر تکیہ نہین کرتا کہ وہ آپ اپنے فضل سے سردی کی تکلیف بدون جبہ اور اُون اور لکڑی وغیرہ کے دفع کر دیگا حالانکہ وہ اِن سب امور پر قادر ہی تو پھر کیا تجھے یہ گمان ہی کہ جاڑون کی سردی کی نسبت کر جہنم کے زمہریر مین سردی کم ہوگی یا تھوڑے دنون رہیگی یا یہ گمان ہی کہ وہان کے زمہریر سے بدون کچھ کیے نجات ہو جاویگی یہ بات دل سے دور رکھ بلکہ جیسے جاڑے کی سردی بدون لبادے اور آگ اور دوسرے لوازم کے نہین جاتی اِسی طرح حرارت و برودت جہنم بھی بدون گڑھی توحید اور طاعت کے خندقون کے نہین جانے کی اور کرم الٰہی یہ کیا تھوڑا ہی کہ تجھکو طریق قلعہ بند ہونے کا بتلایا اور اُسکے سامان تیرے لیے مہیا کیے جیسے جاڑے کی سردی کے دفع کے لیے آگ کو پیدا کیا اور اُسکے نکالنے کا طریق سنگ اور لوہے وغیرہا سے بتلا دیا تا کہ تو خود سردی کو اپنے اوپر سے ٹال سکے کرم اُسکا یہ نہین ہی کہ بدون قلعہ کے تجھسے عذاب دور کر دے یا بدون لوازم و اسباب ظاہری کے سردی گرمی کو ٹالے رکھے اور جس طرح کہ لکڑیون کا خریدنا اور جبہ وغیرہ کا لینا کچھ خدا تعالیٰ کے کام کا نہین وہ اِن سب سے بے پروا ہی بلکہ ان چیزون کو صرف تیرے آرام کے لیے بنایا ہی اسی طرح جتنے طاعات اور مجاہدات ہین اُنسے بھی وہ مستغنی ہی یہ چیزین صرف تیری نجات کے لیے ہین مولانا روم فرماتے ہین شعر من نہ کردم امر تا سودے کنم ✽ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم؛ پس جو کوئی اچھا کریگا وہ اپنے واسطے اور بُرا کریگا تو اپنے واسطے اللہ تعالیٰ سب سے بے پروا ہی اے نفس اپنا جہل چھوڑ اور آخرت کو دنیا پر قیاس کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ۔ اور فرمایا کما بدانا اول خلق نعیدہ۔ اور فرمایا کما بداکم تعودون۔ اور خداوند کریم کے طریق وعادت مین کچھ تغیر اور تبدل راہ نہین اے کمبخت مین تجھے دنیا ہی سے مالوف اور مانوس دیکھتا ہون اسی جہت سے اُسکی جدائی تجھپر شاق ہی تو اس سے نزدیک ہوتا جا اور اپنے نفس مین اُسکی دوستی مضبوط کرتا جاتا ہی تو جان لے کہ تو خدا تعالیٰ کے ثواب اور عذاب اور اہوال قیامت اور وہان کے حالات

غافل ہے اور اسی جہت سے موت پر تجھکو ایمان اور یقین نہین کہ اُس سے تجھ مین اور تیرے دل چاہتی چیزون مین جدائی ہوگی بھلا بتا تو کہ اگر
کوئی شخص بادشاہی گھر مین جاوے اسلیے کہ دوسرے دروازہ سے نکل جاوے اور اُسمین کسی خوبصورت پر یہ جان کر نظر ڈالے کہ ہمہ تن دل
اُسمین مصروف ہو جاویگا اور انجام کو اُسکی جدائی ضرور ہوگی تو ایسا شخص عاقل ہوگا یا عقل کا دشمن اسی طرح یہ دنیا مالک الملک کا گھر ہے اور تجکو
اُسمین صرف اجازت گذرنے کی دی گئی ہے اور جتنی چیزین اس دنیا مین ہین وہ اس سے سفر کرنے والون کے ساتھ نہین جاتین موت کے
بعد دنیا ہی مین رہتی ہین اور اسیواسطے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اِنَّ روح القدس نفث فی روعی احبب ما احببت فانک
مفارقہ واعمل ماشئت فانک مجزی بہ وعش ماشئت فانک میت۔ تجھے کیا معلوم نہین کہ جو شخص دنیا کی طرف التفات کرکے اُنسے مانوس
ہوتا ہے باوجودیکہ موت اُسکے پیچھے ہے تو جب اُسکو چھوڑ دیتا ہے بہت سی حسرت لیجاتا ہے اور توشہ اپنا زہر قاتل کو کرتا ہے اور وہ خود نہین جانتا
گذرے ہوے لوگون کا حال نہین دیکھتا کہ کیسے اونچے مکان بنائے پھر چھوڑ کر چلے گئے شعر ہر کہ آمد عمارت نوساخت ۞ رفت و منزل بدیگرے
پرداخت ۞ اُنکی زمین و ملک پر اللہ تعالی نے کیسے اُنکے دشمنون کو وارث کردیا ہے دیکھ لے کہ جو چیز اُنکے کھانے کی نہین اُسکو کیونکر جوڑتے ہین
اور جس مکان مین نہین رہتے اُسکو کس طرح بناتے ہین اور توقع ایسی ایسی کرتے ہین جو اُنکو نہین ملتی ہر ایک شخص اونچا مکان آسمان کی طرف
بناتا ہے اور اُسکے رہنے کی جگہ قبر زمین کے اندر ہوگی تو بتاؤ کہ دنیا مین حمق اور کم عقلی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی کوئی اپنی دنیا کو آباد کرتا ہے
حالانکہ اُس سے سفر ضرور کریگا کوئی اپنی آخرت خراب کرتا ہے حالانکہ اُسکی طرف ضرور جاویگا پس اے نفس تجکو ان احمقون کی حماقت مین
موافقت کرنے سے شرم نہین آتی اب فرض کر کہ تو اہل بصیرت مین سے نہین کہ جسکو یہ باتین سوجھین بلکہ سرشت ہی سے چاہتا ہے کہ کسی کے
موافق ہو جاوے اور کسی کا اقتدا کرے تو اس صورت مین انبیاء اور علماء اور حکما کی عقل کو اور ان لوگون کی عقل کو جو دنیا پر اوندھے منہ گرے ہوے ہین مقابلہ کر اور
اگر تو اپنے آپ کو عاقل جانتا ہے تو انہین سے جو تیرے نزدیک زیادہ عاقل ہون اُنکا اتباع کر اور واللہ اے نفس تیرا حال عجیب ہے اور جہل نہایت
سخت اور سرکشی ظاہر تعجب ہے کہ تو ان صاف اور کھلی باتون سے اندھا بن رہا ہے شاید جاہ کی محبت سے تیری آنکھون مین چربی چھا گئی ہے
تو یہ نہین سمجھتا کہ جاہ بجز اسکے کہ بعض لوگون کے دل کا میل کرنے کا نام ہے تو فرض کرلے کہ جتنے لوگ روے زمین پر ہین سب تجھے سجدہ کرتے ہین اور
کہا مانتے ہین پھر کیا تو یہ نہین جانتا کہ پچاس یا سو برس کے بعد نہ تو پردہ زمین پر رہیگا نہ وہ جنھون نے تجھے سجدہ کیا تھا اور تیری اطاعت
کی تھی اور پھر ایک اور زمانہ آویگا کہ جسمین نہ تیرا ذکر رہیگا نہ اُن شخصون کا ذکر رہیگا جو تیرا ذکر کرتے تھے جیسے تجھ سے پیشتر کے بادشاہون کا حال ہے
کہ اب کہین پتا ہی کسی کا نام و نشان پایا جاتا ہے پس ایسی چیز جو ہمیشہ کو رہے اُسکو ایسی چیز کے عوض مین جو پچاس یا سو
برس رہے تو کیسے بیچتا ہے اور رہا یہ بھی اُس صورت مین کہ تو زمین کے بادشاہون مین سے کوئی بادشاہ ہو اور مشرق و مغرب تیری اطاعت
کرین اور جمیع لوازم اُسکے تیرے پاس موجود ہون اور جس صورت مین کہ تو اپنے ادبار اور نحوست سے کسی محلہ کا کیا اپنے گھر کا مالک نہو
تو اس صورت مین آخرت کو چھوڑنا نہایت ہی حماقت ہے پھر اگر آخرت کی رغبت کے باعث تجھسے دنیا نہین چھوٹتی اس وجہ سے کہ تو جاہل ہے اور بصیرت
نہین رکھتا تو یہی خیال کرکے چھوڑدے کہ دنیا کے شرکا خسیس ہین اور اُسمین مشقت بہت ہے اور جلد فنا ہو جاتی ہے جب بہت دنیا تجھے
چھوڑے ہوے ہے تو تو اُسمین سے تھوڑی کو کیون نہین چھوڑتا یعنی بہت مال اگر تیرے پاس نہین آتا تو تھوڑے کو خود مت لے اور اگر دنیا تیرے
موافق ہو تو تو خوش کیون ہوتا ہے تیرے شہر ہی مین بہت لوگ کافر ایسے ہونگے جو دنیا مین تجھ سے بڑھکر ہونگے اور اُسکی لذت و زینت اُنکے
پاس تجھ سے زیادہ ہوگی پس تف ہے دنیا پر جسمین نہ خسیس لوگ بھی تجھ سے بڑھکر ہون اور چونکہ تو انبیاء اور صدیقین و مقربین کے زمرے مین
رہنے اور رب العالمین کے ہمسایہ مین رہنے سے منہ پھیر کر ان احمق جاہلون کی جماعت مین بیوقوفون کے پاس رہنا اختیار کرتا ہے اور وہ بھی چند روز
کے لیے تو معلوم ہوا کہ تو بڑا ہی جاہل اور ہمت کا خسیس اور عقل کا کچا ہے کہ نہ دنیا ہی ملی نہ دین ہی ملا ارے کمبخت اب تو سمجھ کہ مرنے پر

آپہونچا ہو موت نزدیک آگئی پیام اسکا آ موجود ہوا جو کرنا ہو اب کرلے تیرے بعد نہ کوئی تیری طرف سے نماز پڑھیگا نہ روزہ رکھیگا نہ خدا سے کوئی تجھے راضی
کریگا اے کمبخت اب تیری زندگی کے چند روز رہے ہیں اور یہی تیرا سرمایہ ہے بشرطیکہ آئین تو تجارت کرے اکثر سرمایہ تو تو ضائع کر ہی چکا ہے کہ اگر تمام
اُس برباد رفتہ زمانے پر روویگا تب بھی تھوڑا ہے اور اگر عادت پر اصرار کرکے باقی عمر کو بھی تلف کر ڈالیگا تو کیا حال ہوگا کیا تو نہیں جانتا کہ موت
تیری وعدے کی جگہ ہے اور قبر تیرا گھر اور مٹی تیرا بستر اور کیڑے تیرے انیس اور اندھیرا جلیس ہے اور خوف اکبر قیامت کا سامنے لگا ہوا ہے کیا تجھے معلوم
نہیں کہ مُردوں کا لشکر شہر کے دروازہ پر تیرا منتظر ہے انھوں نے اپنے اوپر گاڑھی قسمیں دے لی ہیں کہ بدون تجھے ساتھ لیے نہ ملینگے کیا تو یہ نہیں جانتا کہ
وہ سب تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہمکو ایک روز ملے جو دنیا میں جا کر اپنے قصوروں کا تدارک کرآویں اور تجھکو تو یہ بات حاصل ہے کہ اگر تو اپنی عمر کا ایک روز
تمام دنیا کے عوض اُنکے ہاتھ بیچے تو وہ اسکو ہزار خوشی خریدلیں بشرطیکہ اُنکو قدرت ہو اور تو اپنے دنوں کو یوں غفلت اور بیکاری میں ضائع کر رہا ہے
ہائے کمبخت تجھکو ذرا شرم نہیں اپنے ظاہر کو تو خلق کے لیے بناتا سنوارتا ہے اور باطن میں بڑے بڑے گناہ کرکے خدا تعالی سے لڑتا ہے خلق کی تو
شرم ہے اور خالق کی نہیں کیا وہ تجھکو خلق کی نسبت کر بھی کم دیکھتا ہے لوگوں کو تو خیر کے لیے حکم کرتا ہے اور اپنے آپ ایسی باتوں میں آلودہ ہے
اوروں کو خداے تعالی کی طرف بلاتا ہے اور خود اُس سے بھاگتا ہے اوروں کو اُسکی یاد دلاتا ہے اور خود اُسکو بھولا ہوا ہے کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ
گناہگار پاخانہ سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے اور پاخانہ دوسرے کو پاک نہیں کرسکتا تو جب تیرا باطن پاک نہیں تو دوسرے کے پاک کرنے کی طمع تجھکو
لاحاصل ہے ارے کمبخت اگر تو اپنے آپ کو جیسا چاہیے ویسا پہچانے تو تو یہی گمان کرے کہ جتنی بلا لوگوں پر آتی ہے وہ سب تیری نحوست سے ہے ترا
ہوا ہو تو تو شیطان کا گدھا بن گیا ہے کہ جہاں چاہتا ہے وہاں تجھے لیے پھرتا ہے اور تیری ہنسی کرتا ہے اور باوجود اسکے تو اپنے عمل پر شیخی کرتا ہے
حالانکہ اسمیں آفتیں اتنی ہیں کہ اگر انسے بالکل بچا رہے تو کچھ نفع ہو اور تجھکو باوجود بہت سی خطاؤں کے اپنے عمل پر اتنی شیخی کیوں ہے کیا نہیں دیکھتا
کہ شیطان نے خداے تعالی کی عبادت دو لاکھ برس کی تھی مگر ایک خطا میں ملعون اور راندۂ درگاہ ہوگیا اور حضرت آدم علیہ السلام باوجودیکہ نبی
اور صفی خداے تعالی کے تھے مگر ایک خطا کے باعث جنت میں سے نکال دیے گئے ہائے کمبخت تو کتنا غدار اور بیحیا ہے اور کتنا جہالت کا پرکالا اور
کتنا معاصی پر دلاور ہے اور کتنا اپنے انجام سے بیخبر ارے کمبخت کب تک معاملہ کو بنا کر بگاڑیگا اور کب تک عہد کرکر توڑیگا کیا انھی خطاؤں پر دنیا کو
آباد کرتا ہے کہ گویا اُس سے سفر نہ کریگا قبر والوں کا حال کیوں نہیں دیکھتا کہ انھوں نے مال بہت جمع کیا تھا اور مضبوط مکان بنوائے تھے اور
بڑی بڑی توقع رکھتے تھے سب کے سب تباہ ہوگئے اور گھر انکے ویران اور توقع دھوکے کی ٹٹی ہوگئی نہ وہ ناز و نعمت رہی نہ وہ جاہ و شوکت
شعر خاک اُنھوں کا بستر ہے اور سر کے نیچے پتھر ہے ٭ آہ وہ شکلیں پیاری پیاری کیسی چاؤ سے پلیاں تھیں ٭ کیا تجھکو اُنکے حال سے عبرت نہیں کیا
کیا تو انکا حال نہیں دیکھتا کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ آخرت میں وہی بلائے گئے ہیں تو ہمیشہ دنیا ہی میں رہیگا اگر یہ بات ہے تو بہت بیہودہ وہم ہے
جب سے تو اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا ہے تب سے تو اپنی عمر کی دیوار ڈھاتا چلا جاتا ہے اور تو روے زمین پر اپنا مکان بناتا ہے تھوڑے دنوں
میں شکم زمین تیری قبر ہوگی کیا تجھے خوف نہیں کہ جب جان گلے میں اٹکیگی اور تیرے مالک کے رسول تیرے پاس سیاہ رنگ اور ترش رو
ہوکر آوینگے اور خبر عذاب سُنا دینگے تو اُسوقت اگر تو ندامت کریگا تو کچھ فائدہ ہوگا یا تیرا درد کوئی سُنیگا یا تیرے رونے پر کسی کو ترس آویگا
اور عجیب تر یہ ہے کہ باوجود اسکے تجھکو دعوی اپنی بصیرت اور دانائی کا ہے کیا دانائی کی یہی بات ہے کہ ہر روز اپنے مال کے زائد ہونے سے
خوش ہو اور عمر کے کم ہونے کا غم نہ کرے اگر عمر کم ہوئی اور مال بڑھا تو ایسے مال سے کیا فائدہ اے کمبخت تو آخرت سے روگردان ہے اور وہ
تیری طرف آتی ہے اور دنیا کی طرف تو متوجہ ہے اور وہ تجھ سے روگردان اور تو اپنی آنکھ سے بہت سے اپنے بھائیوں اور اقارب کو دیکھتا ہے
کہ انھوں نے جس چیز آیندہ کی توقع کی پوری نہوئی جو کام کل پر رکھا اُس تک نہ پہونچے اور مرتے دم حسرت کرتے چلے گئے مگر تو اپنی جہالت
سے باز نہیں آتا ارے نفس اس دن سے خوف کر کہ اللہ تعالی نے قسم کھائی ہے کہ جس بندے کو میں نے امر و نہی کی ہے اُس سے اسکے عملوں کی

باز پرس ضرور کرونگا چھوٹا بڑا ظاہر و باطن کچھ بدون پوچھے نہ چھوڑونگا اب تو سوچ کہ کیا منھ لیکر خداے تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا اور
کونسی زبان سے جواب دیگا اور سوال کے واسطے تیار ہوجا جواب باصواب مہیا کر اور بقیہ عمر کے جو چھوٹے چھوٹے دن ہین انہین بڑے
دنون کے واسطے عمل کر رکھو اس دار فنا اور بیت الحزن مین اور دار باقی اور خانہ جاودانی کے لیے کچھ کر لے پہلے اس سے کہ تو بیکار ہوجائے
اور دنیا مین سے باختیار خود ہلکے آدمیون کی طرح نکل جا اُس سے پیشتر کہ اسمین سے بزور نکالا جاوے اور دنیا کی تر و تازگی اگر تیری
مساعدت کرے تو اُس سے خوش مت ہو اس لیے کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان اُٹھاتا ہے اور بہت نقصان والون کو اپنے نقصان
کی خبر نہین ہوتی پس خرابی ہے اُس شخص کی کہ اپنی خرابی سے بے خبر ہو پھر اُسپر ہنسے اور خوش ہو اور کھیلے اور ٹھٹھے کرے اور کھاوے
اور پیوے حالانکہ کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ مین وہ آگ کی چھپٹیون مین مندرج ہو۔ اے نفس اب تجھے چاہیے کہ دنیا کو جب دیکھے تو نظر
عبرت سے دیکھے اور اُسکے لیے سعی مجبورون کی طرح کرے اور اُسکو باختیار خود ترک کرے اور آخرت کی طلب مین سبقت کرے اور ایسے
لوگون مین مت ہو کہ جس قدر اُنکو ملا ہے اُسکا شکر کرنے سے تو رہے اور بقیہ عمر مین اور زیادتی کے خواہان ہین اور لوگون کو منع کرتے ہین
آپ باز نہین آتے اور اے نفس یاد رکھ کہ دین اور ایمان کا کچھ عوض اور بدل نہین اور نہ جسم کا کوئی خلیفہ پس جو شخص رات دن کے ابلق
گھوڑے پر سوار ہے وہ اُسے لیے چلا جاتا ہے گو وہ خود نہ جاوے تو اب تو میری نصیحت مان کہ جو کوئی نصیحت سے روگردان ہوتا ہے وہ آگ پر
راضی ہوتا ہے اور تجھے نہین جانتا کہ تو آگ سے خوش ہو یا اس نصیحت پر کان دھرے پس اگر سختی دل نصیحت کے قبول کرنے کی مانع ہو تو
اُسکو ہمیشہ کی تہجد گزاری اور شب بیداری سے دور کر اور اگر اس تدبیر سے دور نہو تو ہمیشہ روزہ رکھ اور اس سے بھی نہ جاوے تو
ملاقات و گفتگو کم کر اور یہ بھی مفید نہو تو قریبون سے سلوک اور یتیمون پر مہر کیا کر اور یہ بھی کارگر نہو تو جان لے کہ خداے تعالی نے
دل پر مہر لگا کر قفل لگا دیا اور تاریکی گناہون کی دل کے ظاہر اور باطن پر خوب زور کی چھا گئی پس اپنے آپ کو دوزخ مین گیا ہوا جان لے
اس لیے کہ خداے تعالی نے جنت کو پیدا کیا اور کچھ لوگ اُسکے واسطے پیدا کیے اور دوزخ کو پیدا فرمایا اُسکے لیے بھی کچھ لوگ بنائے اور
ہر ایک شخص سے وہی کام بن آتا ہے جسکے واسطے وہ مخلوق ہوا ہے تو تجھ مین اگر گنجایش نصیحت سننے کی نہ رہی ہو تو اپنے نفس سے ناامید ہو
اور ناامید ہونا گناہ کبیرہ ہے خدا پناہ دے اس لیے ناامید تو ہو نہین سکتا اور رجا کی بھی کوئی صورت نہین کہ تمام خیر کے راستے تجھ پر
مسدود ہین اگر ایسی صورت مین رجا کرے تو واقع مین رجا نہین بلکہ مغالطہ کھاتا ہے جب نہ ناامیدی بن سکتی ہے نہ رجا تو اب یہ دیکھ کہ جس
مصیبت مین تو مبتلا ہوا ہے اُسپر تجھکو غم ہوتا ہے یا نہین اور اپنے نفس پر ترس کھا کر کوئی آنسو آنکھ سے گرتا ہے یا نہین اگر گرتا ہے تو آنسوؤن کا
منبع بحر رحمت مین سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابھی تجھ مین رجا کی جگہ باقی ہے اس صورت مین نوحہ اور گریہ اور زاری پر مواظبت کر اور
ارحم الراحمین سے فریاد چاہ اور اکرم الاکرمین کے سامنے شکایت کر اور نہ فریاد و زاری سے ملول ہو نہ شکایت سے تھک شاید وہ تیرے
ضعف پر رحم فرماوے اور تیری فریادرسی کرے اس لیے کہ تیری مصیبت تو بڑھ گئی اور بلا سخت ہو گئی اور اصرار نافرمانی حد سے تجاوز
کر گیا اور حیلہ کوئی باقی نہ رہا نہ کوئی باعث اور وسیلہ تیرے پاس ہے تو اب ٹھکانا اور راستہ اور مقصد اور گریز کی جگہ اور فریاد کا مقام
اور ملجا اور ماوا بجز اُس عالی سرکار کے کہین نہین اُسکے سامنے گریہ و زاری کر اور ڈاڑھین مار اور اسپنے تضرع مین اتنا خشوع کر جتنی
تجھ مین جہالت اور گناہون کی کثرت ہے اسواسطے کہ وہ ذلیل تضرع کرنے والے پر رحم فرمایا کرتا ہے اور طالب شیفتہ کی فریاد کو پہونچتا ہے
اور مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے اور آج تو اُسکی طرف مضطر ہے اور اُسکی رحمت کا محتاج اسوجہ سے کہ سب راستے تجھ پر تنگ ہو گئے اور حیلے
جاتے رہے تدبیرین بند ہو گئین نہ نصیحت نے تجھ مین تاثیر کی نہ توبیخ نے تجھکو ملائم کیا اب جس سے طلب کرتا ہے وہ کریم اور سخی ہے اور
جس سے فریاد کرتا ہے وہ رؤف اور رحیم ہے اُسکی رحمت فراخ اور کرم عام اور عفو شامل ہے اُسکی جناب مین یون کہ اشعار

یارب خلاف امر تو بسیار کردہ ایم
مارا ز غایت کرمت چشم بر عطا
ہموارہ از تو لطف خداوندی آمدہ است
لطف است اگر کشی قلم عفو بر خطا
دلہاے دوستان تو خون میشود ز خوف
مارا بس است رحمت و فضل تو متکا

امید ہست از کرمت عفو ما بصفا
یارب بلطف خویش گناہان ما بپوش
وز ما چنانکہ در خور ما فضل ناسزا
دلہاے خستہ را ز کرم مرہمے فرست
باز از کمال لطف تو دل میدہد رجا
یارب قبول کن بہ بزرگی و لطف خویش

چشم گناہگار بعید بر خطاے خویش
روزے کہ راز ہا فتد از پردہ برملا
عدل است اگر عقوبت ما بے گنہ کنی
اے اسم اعظمت در گنجینہ شفا
گر خلق تکیہ بر عمل خویش کردہ اند
کانرا کہ رد کنی نبود ہیچ ملتجا

اس امر میں اقتدا اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی کر چنانچہ وہب بن منبہ رح روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے جنت سے زمین پر اُتار دیا تو یہ یہاں اس طرح رہے کہ آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے تھے اللہ تعالیٰ نے ساتویں روز انپر نظر عنایت سے دیکھا کہ وہ رنجیدہ خاطر اندوہگین غصہ پیے نیچے کو سر ڈالے ہوئے ہیں انپر وحی بھیجی کہ اے آدم اتنی کوشش جو تو کرتا ہے کیا وجہ ہے عرض کیا کہ الٰہی میری مصیبت بڑھ گئی اور گناہوں نے مجکو گھیر لیا عالم ملکوت سے میں نکالا گیا اور اس کرامت کے بعد اس ذلت کے مقام میں آیا اور سعادت سے نکلکر بدبختی میں پڑا اور رحمت کے بعد دار مصیبت میں پھنسا اور عافیت کے بعد اس بلا میں مبتلا ہوا اور اس دوام اور بقا کو چھوڑ کر اس موت اور نیستی کے گھر میں آیا تو اپنی خطا پر کیسے نہ روؤں خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے آدم کیا میں نے تجکو اپنے لیے برگزیدہ نہیں کیا تھا اور تجکو اپنے گھر میں نہیں اُتارا تھا اور اپنی کرامت سے مخصوص اور ممتاز نہیں کیا تھا اور اپنے غصہ سے نہیں ڈرایا تھا کیا تجکو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا تھا اور اپنی روح تجھ میں نہیں ڈالی تھی اور تجکو اپنے فرشتوں سے سجدہ نہیں کرایا تھا پھر تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی اور میرے عہد کو بھول گیا اور میرے غصہ کا متعرض ہوا قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی کہ اگر میں زمین کو ایسے لوگوں سے بھر دوں کہ سب کے سب تجھ جیسی عبادت کریں اور میری تسبیح کریں اور پھر میری نافرمانی کریں تو انکو گنہگاروں کے مقام میں اُتار دونگا یہ سنکر حضرت آدم علیہ السلام تین سو برس تک روئے۔ اور عبید اللہ بجلی بہت رویا کرتے اور گریہ کی حالت میں رات بھر یہ کہا کرتے کہ الٰہی میں وہ ہوں کہ جتنی میری عمر بڑھی اتنے ہی میرے گناہ زیادہ ہوئے میں وہ ہوں کہ جب ایک گناہ کے چھوڑنے کا قصد کیا تبھی میرے پیش نظر دوسری خواہش نفس ہو گئی ہائے عبید تیری خطا پیرانی بھی نہونے پائی کہ تو دوسری کا طالب ہوا آہ عبید اگر دوزخ تیرا ٹھکانا اور مقام ہو تو تو کیا کریگا اے عبید اگر گرز تیرے سر کے لیے بنتے ہوں ہائے عبید طالبوں کے تو مطلب پورے ہوئے مگر شاید تیری حاجت پوری نہو۔ اور منصور بن عمار رح کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات کوفہ میں ایک عابد کو سنا کہ اپنے رب سے مناجات کر رہا تھا اور یہ کہتا تھا کہ الٰہی قسم ہے تیری عزت کی کہ تیری نافرمانی سے میری غرض یہ نہ تھی کہ تیری مخالفت کروں اور نہ اس جہت سے گناہ کیا کہ مجکو تیرا رتبہ نہیں معلوم تھا یا اپنے نفس کو تیرے عذاب میں پیش کیا چاہتا تھا یا تیرے دیکھنے کو کچھ حقیر جانتا تھا بلکہ اصل یہ ہوئی کہ میرے نفس نے ایک چیز کو میری نظروں میں اچھا کر دیا اور میری نحوست نے اس بات میں تائید کی اور تیری پردہ پوشی جو میرے اوپر رہتی ہے اُسنے مجکو مغالطہ دیا تو اپنی جہالت کے باعث تیری نافرمانی کی اور اپنے فعل سے تیری مخالفت کی اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچا دیگا اور اگر تو میری رسی منقطع کر دیگا تو میں کسکی حبل متین کو پکڑونگا بڑی خرابی کی بات ہے کہ جب کل کو تیرے سامنے سب کھڑے ہونگے اور ہلکے پھلکے لوگوں کو کہا جاویگا کہ تم گذر جاؤ اور بھاری بوجھ والوں کو حکم ہوگا کہ اُتر جاؤ تو میں ہلکوں کے ساتھ ہو کر راہ ہو جاؤنگا یا بھاری لوگوں کے ساتھ میں نیچے اُتار دیا جاؤنگا ہائے افسوس جتنی میری عمر بڑھی اور برس زیادہ ہوئے اُتنے ہی گناہ اور معاصی بڑھ گئے اب کہاں تک میں توبہ کرونگا اور کب تک اُنکو دوبارہ کرتا جاؤنگا کیا وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے پروردگار سے شرم کروں۔ غرضکہ لوگوں کی مناجات کا طریق اپنے خدا سے اس طرح تھا اور یوں اپنے نفسوں کو عتاب کیا کرتے تھے اور مطلب انکا مناجات سے رضاے الٰہی کی طلب تھی اور عتاب نفس سے مقصود تنبیہ

اور رعایت نفس تھا لیں جس شخص نے عتاب اور مناجات کی وہ اپنے نفس کا رعایت کرنے والا ہیں اور کیا بعید ہے کہ خدا تعالی بھی اس سے خوش ہو والحمد اولا و آخرا

نوان باب فکر اور عبرت کے بیان میں مشتمل تین بیانون پر

رباعی حسن تو جہان میں مست و ہشیار کو دیکھ ٭ ان ارض و سما و بحر و کہسار کو دیکھ ٭ کر خلق خدا میں فکر عبرت کے لیے ٭ ہان فاعتبروا یا اولی الابصار کو دیکھ ٭ از انجا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک ساعت کا فکر کرنا برس روز کی عبادت سے بہتر ہے اور کلام مجید میں عبرت اور تدبر اور تامل اور تفکر کی ترغیب بہت ہے اور ظاہر ہے کہ فکر کرنا مفتاح انوار اور مبدء بصیرت ہے اور علوم کے لیے جال اور معارف کے واسطے شکار کرنے کا آلہ ہے اور اکثر لوگون کو اسکی فضیلت اور رتبہ تو معلوم ہے مگر اسکی حقیقت اور نتیجہ اور طریق اور کیفیت نہیں جانتے یعنی نہیں سمجھتے کہ فکر کیسے کرتے ہین اور کن چیزون میں کرتے ہین اور کس وجہ سے کرتے ہین اور اس سے مطلوب کیا چیز ہے اور جس مطلب کے لیے فکر کرتے ہین وہ مقصود بالذات ہے یا کوئی ثمرہ ہے اور ثمرہ ہے تو کس قسم کا ہے علوم میں سے ہے یا احوال میں سے یا دونون سے مرکب ہوتا ہے اور ان سب امور کا بیان ضروری ہے لہذا ہم

اول فضیلت فکر کی پھر اسکی حقیقت اور ثمرہ پھر جہان جہان فکر چل سکتی ہے وہ مقامات بیان کرتے ہین

بیان اول فکر کی فضیلت میں۔ اللہ جل شانہ نے تفکر اور تدبر کو اپنی کتاب مجید میں بشیار جگہ میں ذکر فرمایا ہے اور متفکرین کی تعریف میں ارشاد فرمایا الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم و یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ کچھ لوگون نے خدا تعالی کے باب میں فکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداے تعالی کی مخلوقات میں فکر کرو خود اسمین فکر مت کرو کہ اسکی قدر عالی کے دریافت پر تم ہرگز قادر نہوگے۔ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز چند لوگون پر گذرے کہ وہ فکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ تم بولتے کیون نہیں انھون نے عرض کیا کہ ہم خداے تعالی کی مخلوقات میں فکر کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ بس ایسا ہی کیا کرو خود اسمین فکر مت کیا کرو کہ یہان سے قریب ایک سفید زمین ہے جسکی روشنی سفیدی ہے اور سفیدی روشنی مغرب کی طرف کو چالیس روز کی راہ ہے اسمین خدا کی مخلوق میں سے ایسے لوگ ہین کہ خداے تعالی کی نافرمانی ایک دم نہیں کرتے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شیطان ان لوگون سے کدھر رہتا ہے آپ نے فرمایا کہ انکو معلوم بھی نہیں کہ شیطان پیدا ہوا ہے یا نہیں انھون نے عرض کیا کہ وہ لوگ حضرت آدم کی اولاد ہین آپ نے فرمایا کہ وہ نہیں جانتے کہ آدم علیہ السلام پیدا بھی ہوے ہین کہ نہیں۔ اور عطا سے مروی ہے کہ ایک روز مین اور عبید بن عمیر حضرت عائشہ رض کی خدمت میں گئے آپ نے پردہ کی آڑ سے ہم سے گفتگو کی پھر پوچھا کہ اے عبید کیا وجہ ہے کہ تم ہمارے پاس نہیں آتے انھون نے عرض کیا کہ وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ زر غبا تزدد حبا۔ پھر ابن عمیر نے پوچھا کہ آپ ہم سے کوئی عجیب بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھی ہو بیان فرمایئے حضرت عائشہ رض رو پڑین اور فرمایا کہ انکی تو سب باتین عجیب ہی تھین ایک رات میرے پاس آئے اور مجھ سے ملکر لیٹے پھر فرمایا کہ مجکو چھوڑو کہ مین اپنے پروردگار کی عبادت کرون پھر اٹھکر ایک مشک میں سے پانی لیکر وضو کیا پھر نماز کو کھڑے ہوے اور اتنا روئے کہ ڈاڑھی شریف تر ہو گئی پھر سجدے مین روئے یہان تک کہ زمین بھیگ گئی پھر کروٹ سے لیٹ گئے یہان تک کہ بلال نماز صبح کی اطلاع کے واسطے آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے تو گناہ اگلے اور پچھلے سب خداے تعالی نے معاف فرما دیے پھر آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین کیون نہ روؤن اے بلال آج رات میرے اوپر یہ آیت اتری ہے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب پھر فرمایا کہ خرابی ہے اسکی جو اسکو پڑھے اور اسمین فکر نہ کرے۔ حضرت اوزاعی سے کسی نے پوچھا کہ تفکر کی حد ان آیات میں کیا ہے انھون نے فرمایا کہ انکو پڑھکر سمجھ جاوے اور محمد بن واسع سے روایت ہے کہ ایک شخص اہل بصرہ مین سے حضرت ابوذر رض کی مان کے پاس بعد انکی وفات کے گیا اور انکی مان سے انکی عبادت کا حال

پوچھا انھون نے فرمایا کہ تمام دن گھر کے کونے میں فکر کیا کرتے تھے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ایک گھڑی فکر کرنا تمام رات کی شب بیداری سے
بہتر ہی اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ تفکر ایک آئینہ ہی جسمین آدمی کی نیکیان اور بدیان معلوم ہوا کرتی ہین - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح
سے کہا گیا کہ تم فکر بہت کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ فکر عقل کا مغز ہی - اور سفیان بن عیینہ رح اکثر مثال مین یہ شعر پڑھا کرتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہی
شعر فکر ہو گر میسّر انسان کو ؛ اُسکو ہر ایک شے مین عبرت ہو ؛ اور طاؤس رح سے مروی ہی کہ حواریون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت
مین عرض کیا کہ یا روح اللہ زمین کے پردے پر آج کوئی تمھارے برابر ہی یا نہین آپ نے فرمایا کہ ہان جس شخص کی گفتگو ذکر ہو اور سکوت فکر
اور نظر عبرت تو وہ میرے ہی مثل ہی - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جسکے کلام مین حکمت نہو وہ لغو ہی اور جسکا سکوت فکر نہو وہ سہو ہی
اور جسکی نظر عبرت کے لیے نہو وہ لہو ہی اور اس آیت کی تفسیر مین ساصرف عن ایاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق ؎ انکا یہ قول ہی
کہ اسکے معنی ہین کہ انکے دلون کو اپنے معاملہ مین فکر کرنے سے روک دونگا - اور حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم
نے فرمایا ؎ اعطوا اعینکم حظھا من العبادۃ - لوگون نے عرض کیا کہ عبادت سے انکا بہرہ کیا ہی آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید مین نظر کرنا اور
اُسمین فکر کرنا اور اسکے عجائب سے عبرت حاصل کرنی - اور ایک عورت کا قول ہی جو جنگل مین مکہ معظمہ کے قریب رہا کرتی تھی کہ اگر متقیون کے
دل اپنی فکر سے وہ آخرت کی چیز دیکھ پاوین جو اُنکے لیے حجب غیب مین جمع ہی تو دنیا مین نہ انکا عیش کبھی صاف ہو نہ آنکھ کو دنیا مین
خنکی اور قرار ہو - اور لقمان رح اکیلے بہت بیٹھا کرتے انکا آقا اُنکے پاس آتا اور کہتا کہ لقمان تم ہمیشہ تنہا ہی بیٹھتے ہو اگر لوگون کے پاس
بیٹھو تو دل بھی لگے وہ جواب دیتے کہ زیادہ تنہا رہنے سے فکر خوب ہوتی ہی اور بہت فکر جنت کی راہبر ہی - اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین
کہ جس آدمی کی فکر زیادہ ہوتی ہی وہ جان جاتا ہی اور جو جانتا ہی وہ عمل کرتا ہی - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ خدا تعالی کی
نعمتون مین فکر کرنا بہترین عبادت ہی - اور حضرت عبد اللہ بن مبارک نے عبد اللہ بن سہل کو خاموش اور متفکر دیکھکر پوچھا کہ کہان پہونچ گئے
انھون نے فرمایا کہ پل صراط پر - اور حضرت بشر رح فرماتے ہین کہ اگر آدمی اللہ تعالی کی عظمت مین فکر کیا کرین تو اللہ تعالی کی نافرمانی نکرین
اور حضرت عباس رض سے مروی ہی کہ دو رکعتین متوسط تفکر کے ساتھ تمام رات کی نماز گزاری سے بہتر ہین جسمین دل حاضر نہو - اور ابو شریح
چلے جاتے تھے راستے مین بیٹھ گئے اور اپنی چادر مُنہہ پر لپیٹکر رونے لگے لوگون نے اُنسے سبب رونے کا پوچھا تو انھون نے فرمایا کہ اپنی عمر کے
چلے جانے اور عمل کے کم ہونے اور موت کے قریب آجانے کی مجھے فکر ہوئی تھی - اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ اپنی آنکھون کو رونے کا عادی
کرو اور دلون کو فکر کا اور یہ بھی فرماتے ہین کہ دنیا کے باب مین فکر کرنا آخرت کے لیے آڑ ہی اور اہل ولایت کے حق مین عذاب ہی اور آخرت مین فکر کرنا
مورث حکمت ہی اور دلون کو زندہ کرتا ہی - اور حاتم رح کہتے ہین کہ عبرت سے علم زیادہ ہوتا ہی اور ذکر سے محبت اور تفکر سے خوف اور حضرت ابن عباس رض
فرماتے ہین کہ خیر کی فکر کرنا اُسکے عمل مین لانے کا مقتضی ہوتا ہی اور شر پر ندامت کرنی اُسکے ترک کی مقتضی ہی - اور روایت ہی کہ اللہ تعالی نے کسی کتاب
آسمانی مین ارشاد فرمایا ہی کہ مین ہر ایک حکیم کے کلام قبول نہین کرتا ہون بلکہ اُسکے قصد اور خواہش کو دیکھتا ہون جب یہ دونون میرے واسطے ہوتی ہین
تو مین اُسکے سکوت کو تفکر کر دیتا ہون اور اُسکے کلام کو حمد اگرچہ وہ نہ بولے - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اہل عقل ہمیشہ ذکر سے فکر کے عادی ہوا کرتے ہین
اور فکر سے ذکر کے یہان تک کہ اُنکے دل گویا ہو جاتے ہین اور حکمت بولنے لگتے ہین - اور اسحاق بن خلف رح فرماتے ہین کہ داؤد طائی رح چاندنی
رات مین ایک چھت پر تھے کہ آسمان و زمین کے ملکوت مین فکر کرنے لگے اور آسمان کی طرف کو دیکھکر روتے جاتے تھے یہان تک کہ ایک ہمسایہ
کے گھر مین گر پڑے مالک مکان اپنے بستر سے کودا اور ننگے بدن تلوار ہاتھ مین لیکر انکو چور خیال کرکے دوڑا جب دیکھا کہ داؤد ہین تو تلوار رکھدی اور
پوچھا کہ آپ کو چھت پر سے کسنے گرا دیا انھون نے فرمایا کہ مجھے کچھ معلوم نہین - اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ سب سے اعلی اور اشرف مجلس یہ ہی کہ
توحید کے میدان مین فکر کے ساتھ بیٹھکر معرفت کی ہوا کھاوے اور جام محبت اتحاد کے دریا سے پیوے اور اللہ جل شانہ پر حسن ظن کے ساتھ نظر کرے

ف میں پھیر دونگا اپنی آیتوں سے اُنکو جو بڑائی ڈھونڈھتے ہین ملک مین ناحق ۱۲ ؎ یعنی اپنی آنکھون کو عبادت مین سے اُنکا حصہ دو - ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲

پھر فرمایا کہ ان مجالس کا کیا کہنا ہی بہت ہی عمدہ ہین اور اس پینے کی چیز کا کیا کہنا ہی نہایت لذیذ ہی خوش حال وہ ہی جسکو خدا تعالی نے یہ بات میسر کی ہو - اور حضرت شافعی رح فرماتے ہین کہ کلام پر مدد لو سکوت سے اور استنباط پر فکر سے اور یہ بھی فرمایا ہی کہ کامون مین نظر کا درست ہونا مغالطہ سے نجات دیتا ہی اور راے مین پختگی کا ہونا قصور اور ندامت سے بچاتا ہی اور تامل اور فکر سے آدمی کی احتیاط اور دانائی ظاہر ہوتی ہی اور حکما سے مشورہ کرنا نفس مین استقلال اور بصیرت مین قوت پیدا کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ عزم سے پہلے فکر کر لینا چاہیے اور ہر ایک کام کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے اور شروع کار سے پہلے مشورہ کرنا چاہیے - اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ فضیلتین چار ہین اول حکمت ہی اسکا مادہ فکر ہی دوم عفت ہی اسکا اعتدال شہوت مین ہی تیسری قوت اسکا اعتدال غصے مین ہی چوتھی عدل اسکی راستی قواے نفس کے اعتدال سے ہی - یہ ہین علما کے اقوال فکر کے باب مین مگر کسی نے انمین سے اسکی حقیقت کا بیان نہین کیا نہ یہ لکھا کہ کہان کہان ہو سکتا ہی -

دوسرا بیان فکر کی حقیقت اور اسکے ثمرے کے ذکر مین - واضح ہو کہ فکر کے معنی یہ ہین کہ دل مین دو معرفتون کو موجود کرنا تاکہ انسے تیسری معرفت پیدا ہو اور مثال اسکی یہ ہی کہ جو شخص دنیا کی طرف مائل ہو کر دنیا کی زندگی کو ترجیح دے اور یہ چاہے کہ کسی طرح یہ معلوم ہو جاوے کہ دنیا کی نسبت آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہی تو اسکے دو طریق ہین ایک تو یہ کہ دوسرے سے سنے کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہی اور سنتے ہی مان لے اور اسکو سچا جانے بدون اسکے کہ حقیقت امر پر کچھ بصیرت کارگر ہوئی ہو اور صرف اسکے کہنے کے اعتماد پر اپنے عمل سے مائل آخرت کی ترجیح کا ہو جاوے تو اس طریق کو تقلید کہتے ہین معرفت نہین کہتے اور دوسرا طریق یہ ہی کہ اول یہ جانے کہ جو شے پائدار ہو اسکو اختیار کرنا بہتر ہی پھر یہ جانے کہ آخرت پائدار ہی اور ان دونون معرفتون سے اسکو تیسری معرفت حاصل ہو یعنی آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہی اور ظاہر ہی کہ اس تیسری بات کو جاننا بدون دونون پہلی معرفتون کے ممکن نہین پس دل مین دونون پہلی معرفتون کا موجود کرنا تیسری معرفت تک پہونچنے کے لیے تفکر اور اعتبار اور تذکر اور نظر اور تامل اور تدبر کہلاتا ہی انمین سے تدبر اور تامل اور تفکر الفاظ تو جدا جدا ہین مگر انکے معنی جدا نہین سب ایک ہی معنی پر بولے جاتے ہین اور لفظ تذکر اور اعتبار اور نظر کے معنی جدا جدا ہین گو اصل مسمی ایک ہی ہی جیسے کہ صارم اور مہند اور سیف ایک ہی چیز پر بولے جاتے ہین مگر اعتبارات مختلف ہوتے ہین یعنی صارم تلوار کو اس اعتبار سے کہتے ہین کہ وہ کاٹنے والی ہی اور مہند یا ہندی اس جہت سے کہتے ہین کہ جگہ کی طرف منسوب ہی اور سیف مطلق تلوار کو کہتے ہین اور کوئی امر اس سے زائد نہین سمجھا جاتا اسی طرح دو معرفتون کے موجود کرنے کو اعتبار اس نظر سے کہتے ہین کہ ان دونون سے تیسری معرفت کی طرف عبور کر سکتے ہین اعتبار نہین بولتے اور نظر اور تفکر اسکو اس لحاظ سے کہتے ہین کہ اس مین تلاش تیسری معرفت کی ہی پس جو شخص کہ تیسری معرفت کا طالب نہو اسکو ناظر نہ کہین گے اس سے معلوم ہوا کہ جو متفکر ہوگا وہ متذکر بھی ہوگا اور یہ نہین کہ جو متذکر ہو وہ متفکر بھی ہو اور تذکر کا فائدہ یہ ہی کہ دل پر معارف مکرر آکر جم جاوین اور ذہن سے محو نہون اور تفکر کا فائدہ یہ ہی کہ علم زیادہ ہو اور جو معرفت نہ تھی وہ حاصل ہو جاوے یہی فرق ہی تذکر اور تفکر مین اور معارف جب دل مین جمع ہوتے ہین اور ایک خاص ترکیب سے ملتے ہین تو انسے اور معرفت نکلتی ہی یعنی ایک معرفت ثمرہ پہلی معرفت کا ہوتی ہی اور جب یہ نئی معرفت حاصل ہوتی ہی اور دوسری معرفت سے ملتی ہی اس سے ایک اور نتیجہ ہوتا ہی اسی طرح یہ ثمرات بڑھتے جاتے ہین اور علوم بھی زیادہ ہوتے جاتے ہین اور فکر بے انتہا آگے کو چلتی جاتی ہی اور یہ زیادتی معارف کی یا تو موت سے بند ہوتی ہی یا موانع سے اور یہ طریق اسکو حاصل ہوتا ہی جو علم سے ثمرہ لے سکتا ہو اور طریق تفکر کو پہچانتا ہو مگر اکثر لوگ علوم کی زیادتی سے محروم ہین اس لیے کہ انکے پاس راس المال ہی نہین یعنی وہ علوم اور معارف جنسے اور معارف پیدا ہوتے ہین انکو حاصل نہین جیسے کسی شخص کے پاس سرمایہ نہو تو وہ نفع پر قادر نہین ہوتا مگر بعض اوقات سرمایہ تو رکھتا ہی مگر پیشۂ تجارت خوب نہین جانتا اسلیے کچھ فائدہ نہین پاتا اسی طرح بعض اوقات آدمی کے پاس معارف بجاے راس المال تو ہوتے ہین مگر اسکو انکا اچھی طرح کام مین لانا اور ویسی طرح ملانا نہین آتا

جس سے او نتیجہ حاصل ہوا ور طریق استعمال کبھی تو دل مین نور الٰہی کے باعث سرشتی ہی معلوم ہوا کرتا ہے جیسے انبیا علیہم السلام کو تھا
اور یہ بات بہت کمیاب ہے اور کبھی سیکھنے اور مہارت پیدا کرنے سے ہوا کرتا ہے اور یہی اکثر ہے پھر متفکر کو کبھی یہ معارف آتے ہین اور ثمرہ
حاصل ہوتا ہے مگر اُسکے حاصل ہونے کی کیفیت معلوم نہین ہوتی اور نہ اُسکو بیان کرنے پر قادر ہوتا ہے اسوجہ سے کہ مہارت بیان کرنے کے فن کی
نہین رکھتا مثلاً بہت سے انسان جانتے ہین کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور یہ علم یقینی ہوتا ہے لیکن اگر سبب اُس معرفت کا اُس سے
پوچھا جاوے تو ہرگز بیان نہ کرسکیگا کہ یہ معرفت کہان سے اُسکو ہوئی حالانکہ بدون دو پہلی معرفتون کے یہ معرفت اُسکو حاصل نہین ہوئی
جیسا کہ اوپر گذرا۔ حاصل یہ کہ تفکر کے معنی یہ ہین کہ دو معرفتون کا حاضر کرنا اس نظر سے کہ ذریعہ تیسری معرفت کا ہون اور فکر کا ثمرہ علوم اور
احوال اور اعمال سب کچھ ہوسکتے ہین مگر اُسکا ثمرہ خاص صرف علم ہے اور کوئی چیز نہین ہان جس وقت دل مین علم حاصل ہوتا ہے تو دل کا حال
بدل جاتا ہے اور جب اُسکا حال بدلتا ہے تو جوارح کے اعمال بھی بدل جاتے ہین اسلیے کہ عمل تابع حال کا ہے اور حال تابع علم کا اور علم تابع فکر کا
اس سے معلوم ہوا کہ فکر سب خیرات کی اصل اور مبدا ہے اور اس بیان سے فضیلت فکر کی بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ فکر بہ نسبت ذکر کے
بہتر ہے اسلیے کہ فکر مین ذکر بھی ہے اور کچھ زیادتی بھی پائی جاتی ہے اور قلب کا ذکر اعضاے ظاہری کے عمل سے بہتر ہے بلکہ عمل کا شرف اسی نظر
سے ہے کہ اسمین کچھ ذکر ہوا کرتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ فکر سب اعمال سے افضل ہے اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر برس روز
کی عبادت سے بہتر ہے پھر بعضون نے کہا ہے کہ حال وہ ہے جو بُری چیزون سے محبوب اشیا کی طرف منتقل ہوتا ہے اور رغبت اور حرص سے
زہد اور قناعت کی طرف انتقال کرتا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ حال وہ ہے کہ مشاہدہ اور تقویٰ پیدا کرتا ہے اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا۔ اور اگر تمکو منظور ہو کہ فکر کے باعث حال کے متغیر ہونے کی صورت معلوم کرو تو اُسکی مثال وہی ہے جو ہم اوپر
لکھ چکے ہین اسمین فکر سے ہمکو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے جب یہ معرفت ہمارے دلون مین یقیناً جم جاتی ہے تو دل آخرت
کی طرف رغبت کرنے لگتے ہین اور دنیا مین زہد کی طرف مائل ہوجاتے ہین اور حال سے ہماری مراد یہی ہے اسلیے کہ دل کا حال پہلے اس
معرفت کے یہ تھا کہ سر دست کی چیز کو محبوب جانتا تھا اور اُسی کی طرف مائل تھا اور آخرت سے متنفر اور کم رغبت مگر اس معرفت سے دل کا حال
اور ہوگیا اور اُسکا ارادہ اور رغبت بدل گئی اور تغیر ارادے کے باعث اعضا کے اعمال بھی اور کے اور ہوگئے کہ دنیا کو چھوڑ کر متوجہ اعمال
آخرت ہوئے غرضکہ یہان پانچ درجے ہین اول تذکر یعنی دل مین دونون معرفتون کا حاضر کرنا دوم تفکر یعنی دونون معرفتون سے معرفت
مقصودہ کا طلب کرنا تیسرے حاصل ہونا معرفت مطلوبہ کا اور دل کا اُس سے روشن ہونا چوتھے حصول نور معرفت کے باعث دل کے
حال کا بدل جانا پانچوین جس طرح دل کا حال بدلتا جاوے اُسی طرح اعضاے ظاہری بھی دل کی خدمت کرین پس جسطرح کہ پتھر کو لوہے
مارنے سے آگ نکلتی ہے اور اُس سے جگہ روشن ہوجاتی ہے اور آنکھ کو سوجھنے لگتا ہے اور پہلے سے نہین سوجھتا تھا اور اعضا عمل کے لیے آمادہ
ہوجاتے ہین اسیطرح نور معرفت سے فکر پیدا ہوتا ہے یعنی فکر دونون معرفتون کو جمع کرکے اُنمین ایک تالیف خاص دیتا ہے جس سے نور معرفت پھیلتا ہے
جیسے لوہا اور پتھر اکٹھا کرنے اور اُنمین ایک خاص ضرب لگانے سے آگ نکل آتی ہے پھر اس نور معرفت سے دل کا حال بدل جاتا ہے اور جس چیز کی
طرف پہلے مائل نہ تھا اُسکی طرف مائل ہوتا ہے جیسے آگ کی روشنی سے آنکھ کا حال بدل جاتا ہے اور جو چیز پہلے نہین دیکھتی تھی وہ اب دیکھنے لگتی ہے پھر
دل کے حال کے مقتضا کے موافق اعمال کے اعضا متحرک ہوتے ہین جیسے اندھیرے کے سبب سے جو شخص کام نہ کرسکتا تھا روشنی ہونے سے
کام کرنے پر مستعد ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ ثمرہ فکر کا علوم اور احوال ہین اور از انجا کہ علوم بھی بیشمار ہین کہ جو احوال کہ دل پر اُنکی تبدیلی ممکن ہے اُنکی
بھی کچھ حد نہین اسی لیے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ تمام فکر کی شاخون کو منحصر کردے اور اُسکے چلنے کی جگہ اور ثمرات کو شمار کردے تو کبھی نہوسکیگا
اسواسطے کہ فکر کے چلنے کی جگہین اور ثمرات بے انتہا ہین مگر ہم اس بات مین کوشش کرتے ہین کہ فکر کی راہین جو مہمات علوم دینی کے اعتبار سے ہین

ف شاید وہ بچتے رہیں یا ڈالے اُنکے دل مین سوچ ۱۲

اور اُن احوال کے اعتبار سے جو سالکین کے مقامات گنے جاتے ہین ضبط کرین تو اسطرح ضبط کرنا ایک مجمل طور پر ہوگا اسلیے کہ اسکی تفصیل تو چاہتی ہے کہ
تمام علوم کی شرح کیجاوے اور یہ سب باب اس کتاب کے گویا بعض علوم کی شرح ہین کیونکہ انہین وہ علوم ہین جو کار مخصوص سے حاصل ہوتے ہین
تو اس حساب سے بہت طول ہوجاویگا اس نظر سے ہم بطور اشارہ اجمالی بیان کرتے ہین تاکہ فکر کی راہین مجمل معلوم ہوجاوین

تیسرا بیان فکر کی راہون کے ذکر مین - واضح ہو کہ فکر کبھی تو ایسے امر مین ہوتا ہے جو دین سے متعلق ہو اور کبھی غیر دین مین اور ہمکو بیان غرض
اُس فکر کے بیان سے ہے جو دین سے متعلق ہو اسی لیے ہم قسم دوم کو چھوڑے دیتے ہین اور دین سے ہماری مراد یہ ہے کہ معاملہ جو خداے تعالیٰ اور
بندے کے درمیان ہو - اب فکر دو حال سے خالی نہین یا تو بندہ اور اُسکی صفات اور احوال سے متعلق ہو یا معبود اور اُسکی صفات اور افعال سے
اور جو فکر بندے سے متعلق ہے اُسکی دو قسمین ہین یا تو بندہ کے ان احوال وغیرہ مین ہو جو خداے تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہون یا انہین جو مکروہ
ہون اور ان دونون قسمون کے سوا اور کسی چیز مین فکر کی حاجت نہین اور جو فکر متعلق خدا بتعالیٰ سے ہے وہ یا اُسکی ذات اور صفات اور
اسماء حسنیٰ مین ہوگا یا اُسکے افعال اور ملک اور ملکوت اور تمام آسمانون اور زمینون اور اُنکے درمیان کی چیزون مین اور فکر کا منحصر ہونا ان
اقسام مین ایک مثال سے واضح ہوگا وہ یہ ہے کہ جو لوگ سالک الی اللہ ہین اور اُسکی دیدار کے مشتاق اُنکا حال عاشقون کے حال کے مشابہ ہے
اسی لیے ہم عاشق شیدا کو مثال کے لیے ٹھہرا کر کہتے ہین کہ جو عاشق ہمہ تن اپنے عشق مین ڈوبا ہوا ہو اُسکا فکر دو باتون سے تجاوز نکریگا یا تو معشوق
سے متعلق ہوگا یا اپنے نفس سے اور اگر معشوق کا فکر کریگا تو یا تو اُسکے جمال اور کمال ذاتی مین فکر کریگا تاکہ اُسمین فکر کرنے اور مشاہدے سے لذت
حاصل کرے اور یا اُسکے افعال لطیف عمدہ مین فکر کریگا جنسے اُسکے اخلاق وصفات کی خوبی سمجھی جاتی ہے تاکہ اُس سے لذت دوچند اور محبت
دو بالا ہو اور اگر اپنے نفس مین فکر کریگا تو یا اپنی ایسی صفات مین کریگا جنسے محبوب کی نظر مین گر جاوے اس غرض سے کہ اُنسے اجتناب کرے
یا ایسی صفات مین کریگا جو اُسکو محبوب کے نزدیک کرین اور موجب اُسکی محبت کا اپنے ساتھ ہون تاکہ اُن صفات سے متصف ہو - اور اگر
ان امور کے سوا کسی اور چیز مین فکر کریگا تو وہ خارج از حد عشق ہے اور باعث نقصان ہے اسواسطے کہ عشق کامل اور پورا وہ ہی ہے جسمین کہ عاشق
ڈوبا رہے اور اُسکے دل پر ایسی طرح چھا جاوے کہ دوسرے کی گنجایش اُسمین نہ چھوڑے اور عاشق خداے تعالیٰ کا ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اُسکی
نظر اور فکر محبوب سے تجاوز نہ کرے اور جب تک اُسکا فکر ان چارون قسمون مین منحصر رہیگا تب تک وہ مقتضاے محبت سے ہرگز خارج نہوگا
اب ہم قسم اول کا بیان شروع کرتے ہین یعنی فکر کرنا اپنے نفس کی صفات اور افعال مین تاکہ اُنہین سے پسندیدہ اور غیر پسندیدہ کی تمیز کرے
اس لیے یہ فکر وہی ہے جو متعلق علم معاملہ سے ہو جو اس کتاب مین مقصود ہے اور دوسری قسم متعلق علم مکاشفہ سے ہے - پھر جو افعال وصفات
کہ خداے تعالیٰ کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہین اُنکی دو قسمین ہین ایک ظاہری کہ جیسے طاعات اور معاصی ہین اور ایک باطنی جیسے
صفات منجیات اور مہلکات جنکا محل دل ہے اور اُنکی تفصیل جلد سوم اور چہارم مین ہے اور طاعات اور معاصی منقسم ہین دو قسمون پر یعنی
یا وہ معاصی ہین کہ ساتون اعضا سے متعلق ہون اور سب بدن کی طرف منسوب ہون جیسے جہاد سے بھاگنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنی اور
حرام جگہ مین رہنا - اور سب طرح کے مکارہ مین تین باتون مین فکر واجب ہے اول تو یہ کہ یہ امر خداے تعالیٰ کے نزدیک بھی مکروہ ہے یا نہین
اسلیے کہ اکثر چیزون کا مکروہ ہونا بدون نظر دقیق کے معلوم نہین ہوا کرتا دوسرے اس باب مین فکر کرنا کہ اگر مکروہ ہے تو اُس سے بچنے کی
تدبیر کیا ہے تیسرے یہ کہ اُس مکروہ کا مرتکب بالفعل ہے تاکہ اُسکو چھوڑ دے یا اُسکو کرنے کو ہے تو اُس سے باز رہے یا پہلے کیا ہو تو اُسکا
تدارک کرے اسی طرح محبوب چیزون کی تقسیم کو خیال کرو اور جب ان قسمون کو جمع کرو تو فکر کی راہین ان اقسام مین سو سے بڑھ جاوینگی
اور بندے کو ضرورت فکر کی یا سب مین پڑتی ہے یا اکثر مین اور ان اقسام مین سے ایک ایک کی شرح تو طویل ہے مگر یہ قسم منحصر چار نوع پر
اول طاعات دوم معاصی سوم صفات مہلکہ چہارم صفات منجیہ پس ان چارون مین سے ہم ایک ایک مثال لکھ دیتے ہین تاکہ طالب

اسی پر اور مثالوں کو قیاس کرے اور فکر کا طریق اسپر واضح اور وسیع ہو جاوے قسم اول معاصی۔ میں آدمی کو چاہیئے کہ ہر روز کی صبح کو اپنے ساتون
اعضا میں تفصیل وار اور سارے بدن میں مجملاً فکر کرے کہ میں کسی معصیت کا مرتکب فلان عضو سے ہوں یا نہیں اگر اسی وقت ہو تو اسکو ترک کرے
اور گذشتہ زمانے میں اگر مرتکب ہوا ہو تو توبہ اور ندامت سے اسکا تدارک کرے یا اُسدن کرنے کو ہو تو اجتناب اور علیحدہ رہنے کے لیے آمادہ ہو مثلاً
زبان میں نظر کرے اور کہے کہ یہ غیبت اور جھوٹ اور خود ستائی اور ٹھٹھا اور بات کاٹنی اور دوسرے کو بنانا اور غیر مفید باتوں میں دخل دینا وغیرہ باتیں
کرتی ہے تو اول اپنے دل میں جانے کہ یہ سب امور خدا تعالیٰ کے نزدیک برے ہیں اور آیات قرآنی اور احادیث جو ان باتوں کی سزا میں شدت
عذاب پر دال ہیں انکو فکر کرے پھر اپنے حالات کو سوچے کہ بدون جانے اور خبر ہوئے کیسے ان چیزوں میں جا لگتا ہے پھر یہ سوچے کہ انسے بچنا
کیسے ہو سکتا ہے اور جان لے کہ آفات زبانی سے محفوظ رہنا بدون گوشہ نشینی اور تنہائی کے نہیں ہو سکیگا یا بصورت بچاؤ کی یہ ہے کہ کسی نیکبخت پرہیزگار
کی صحبت میں رہے کہ جب کوئی کلمہ بیجا منہ سے نکلے تبھی وہ نیکبخت اسکو روک دیا کرے یا یہ کہ منہ میں کنکر رکھکر دوسرے کے پاس بیٹھا کرے تاکہ
اُس سے یاد رہے کہ آفات زبانی سے حفاظت کے لیے یہ رکھا ہے اُنسے احتراز چاہیئے غرضکہ احتراز کی تدبیرین اسطرح کی فکر کیا کرے اسی طرح
کان میں فکر کرے کہ اس سے غیبت اور جھوٹ اور فضول کلام اور لہو اور بدعت کی باتیں سننے میں آتی ہیں اور یہ سب بری ہیں اور سننے میں
کوئی شخص خاص نہیں ہر شخص کی زبان سے سننے میں آہی جاتی ہیں تو پھر فکر انکے سننے سے بچنے کی کرے کہ بچاؤ کی صورت گوشہ گیری سے ہے
یا جب کوئی دوسرا شخص سامنے کہے تو اُسکو منع کر دینے سے ہے اور پیٹ کے باب میں فکر کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کھانے میں اور پینے میں
کرتا ہے اسطرح کہ یا حلال رزق سے بہت سا کھاتا ہے جس سے شہوت بڑھتی ہے اور شہوت شیطان دشمن خدا کا ہتھیار ہے یا مال حرام اور
مشتبہ سے تو یہ نظر کرے کہ میری غذا اور لباس اور مسکن اور وجہ معیشت کہاں سے ہے اور حلال رزق کی آمد کی صورتیں سوچے اور یہ فکر کرے
کہ اسمیں سے مجھے کس طرح ملے کونسا حیلہ حلال رزق کا ہے اور کس تدبیر سے حرام کا تارک ہو جاؤنگا اور یہ بات اپنے دل میں ٹھان لے کہ حرام
غذا کے ساتھ ساری عبادتیں بیکار ہیں اور رزق حلال عبادات کی اصل ہے اور اللہ تعالیٰ اُس بندے کی نماز نہیں قبول کرتا جسکے کپڑے میں
ایک درم حرام کا لگا ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے[1] علیٰ ہذا القیاس اپنے سب اعضا میں فکر کرے کہ ہمکو سب کے لکھنے کی ضرورت نہیں
اسی قدر کافی معلوم ہوتا ہے جب فکر کے باعث ان احوال کو واقعی طور پر جان جاویگا تو تمام دن نگران رہیگا اور اعضا کو ان سب خرابیوں سے
بچاویگا۔ دوسری قسم طاعات ہیں تو اول فرائض جو اُسکے ذمہ فرض ہیں انکو دیکھے کہ انکو نقصان اور تقصیر سے بچاتا ہے کہ نہیں اور پھر انکے نقصان کو
نوافل سے پورا کرتا ہے کہ نہیں۔ پھر ہر عضو کے باب میں فکر کرے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں وہ اس سے ہو سکتے بھی ہیں مثلاً یہ کہ آنکھ دیکھنے
کے لیے پیدا ہوئی ہے کہ اسرار آسمان و زمین کے بچشم عبرت دیکھے تاکہ طاعت الٰہی میں لگی رہے اور کتاب اللہ اور حدیث شریف کے دیکھنے
کے لیے ہے اور میں قادر ہوں کہ ان دونوں چیزوں کو دیکھکر آنکھ کو مشغول طاعت الٰہی کروں تو کیوں نہ کروں اور یہ بھی مجھ سے ہو سکتا ہے کہ فلان شخص
مطیع کو تعظیم کی آنکھ سے دیکھکر اُسکے دل کو مسرور کردوں اور فلان بدکار کو بنظر حقارت دیکھکر اُسکو نافرمانی سے روکدوں مگر کیا وجہ کہ میں یہ
امور نہیں کرتا اسی طرح کان کے باب میں کہے کہ میں مظلوم کی فریاد بھی سن سکتا ہوں یا حکمت اور علم اور قرأت اور ذکر کے سننے پر قادر ہوں
پھر کان کو بیکار کیوں رکھتا ہوں خدا تعالیٰ نے تو مجھکو اسلیے حوالہ کیے ہیں کہ میں انسے اُسکی نعمتوں کا شکر کروں پھر اُسکی نعمت کی ناشکری کروں
اور اُسکو ضائع اور بیکار رکھنے کی کیا وجہ ہے اسی طرح زبان میں فکر کرے کہ میں زبان سے تعلیم اور وعظ کے باعث اللہ تعالیٰ کا تقرب کر سکتا ہوں
اور نیکبختوں کے دل میں محبوب ہو سکتا ہوں اور اگر کسی نیکبخت خواہ عالم کے سامنے کوئی عمدہ بات کہوں تو شکستہ دل پر سرور لا سکتا ہوں اور
فقرا کے حالات پوچھ سکتا ہوں اور عمدہ کلمات کہ سکتا ہوں جنمیں سے ہر ایک کلمہ صدقہ ہے تو پھر اس نعمت سے اپنی زبان کو کیوں محروم
رکھتا ہوں اسیطرح مال میں فکر کرے کہ میں فلان مال کو صدقہ کر سکتا ہوں اسوجہ سے کہ مجھے اُسکی حاجت نہیں اور اگر آئندہ حاجت بھی ہوگی

[1] یہ حدیث جلد دوم میں گذر چکی ہے ۱۲

تو خداے تعالی اور عنایت کریگا اور بالفعل اگر حاجت بھی ہو تو دوسرے کے کام نکالنے کی زیادہ تر بیجا ضرورت ہو کہ وہ شخص اس چیز کا مجھسے زیادہ حاجتمند ہو پس تمام اپنے اعضا اور بدن اور مال اور سواری اور غلاموں اور اولاد کو فکر کرے کہ یہ ساری چیزیں آدمی کے آلات و اسباب ہیں جنسے کہ خداے تعالی کی اطاعت پر قادر ہو سکتا ہو پس فکر دقیق کرکے جو جو طاعتیں انسے ممکن ہیں اول تو وہ نکالے پھر باتیں سوچے جنسے ان طاعات کی طرف اپنے آپ کو رغبت ہو پھر انمیں اخلاص نیت کی تدبیر سوچے جس سے کہ عمل صاف و پاکیزہ ہو تیسری قسم وہ صفات مہلکہ ہیں جنکا محل دل ہی اگر جلد سوم میں ہنسے بیان کیا ہو انکی ماہیت وغیرہ وہاں سے دیکھلے اور وہ یہ صفات ہیں غالب ہونا شہوت کا اور غضب اور بخل اور کبر اور عجب اور ریا اور حسد اور بدگمانی اور غفلت اور غرور وغیرہ اور اپنے دل سے ان صفات کا جو یا رہے پس اگر گمان کرے کہ میرا دل انسے پاک ہی تو اسکے امتحان کی کیفیت اور علامات سے نفس کی درستی صحبت کو فکر کرے اسلیے کہ نفس ہمیشہ وعدہ خیر کا کرتا رہتا ہی اور پھر خلاف کرتا ہی مثلاً اگر نفس تواضع کا دعوی کرے اور کبر سے بری ہونے کا مدعی ہو تو چاہیے کہ ایک بوجھ لکڑیوں کا اپنے سر پر رکھکر بازار میں لیجاوے تاکہ راستی دعوی معلوم ہو اکابر سلف اسی طرح اپنے نفسوں کا امتحان کیا کرتے تھے اور اگر حلم دعوی کرے تو کوئی ایسی بات کرے جسمیں دوسرے پر غصہ آوے پھر دیکھے کہ غصہ پی سکتا ہی یا نہیں اسی طرح تمام صفتوں میں فکر ہونا چاہیے اور یہ فکر اس باب میں ہی کہ ہم ان صفات سے موصوف ہوں یا نہیں اور انکے لیے علامات ہیں جو ہم جلد ثالث میں لکھ چکے ہیں پس اگر کسی علامت سے معلوم ہو کہ فلاں صفت مجھ میں موجود ہی تو ان اسباب کی فکر کرے جنسے وہ صفت نظروں میں بری معلوم ہو اور ظاہر ہو جاوے کہ اسکا منشا جہالت اور غفلت اور خبث باطن ہی مثلاً اگر اپنے نفس میں عمل کی شیخی پاوے تو فکر کرے اور کہے کہ میرا عمل تو میرے بدن اور اعضا اور قدرت اور ارادہ سے ہوا ہی اور یہ سب چیزیں نہ میری ہیں نہ میرے اختیار میں بلکہ وہ تو خدا تعالی کی پیدا کی ہوئی ہیں اسی نے مجھپر ان چیزوں کا انعام فرمایا ہی کہ مجھکو پیدا کیا اور میرے ہاتھ پاؤں اور قدرت اور ارادے کو بنایا اور اپنی قدرت سے میرے اعضا کو جنبش دی تو پھر میں اپنے عمل خواہ نفس کی کیا شیخی کروں میرے نفس کو خود تو قیام بذات خود میسر ہی نہیں اور جب اپنے نفس میں کبر پاوے تو اپنے نفس کو یوں سمجھاوے کہ تو اپنے آپ کو کیوں بڑا سمجھتا ہی بڑا تو وہ ہی جو خداے تعالی کے نزدیک بڑا ہو اور یہ بات بعد موت کے معلوم ہو گی کہ کون اسکے نزدیک بڑا ہی ظاہر کا تو حال یہ ہی کہ بہتسے کافر زندگی بھر کفر کرتے اور مرنے کے وقت خدا تعالی کے مقرب اور کفر سے خارج ہو کر رہتے ہیں اور بہتسے مسلمان بدبخت مرنے کے وقت خاتمہ کے بگڑنے سے تباہ ہو جاتے ہیں پس جب کبر مہلک ہی اور اسکا منشا حماقت تو فکر کرے کہ اسکے دور کرنے کا علاج یہ ہی کہ تواضع کرنے والوں کے سے افعال اختیار کرے اور جب اپنے نفس میں کھانے کی شہوت اور حرص پاوے تو سوچے کہ یہ صفت بہائم کی ہی اگر کھانے کی اشتہا اور شہوت جماع میں کمال ہوتا تو یہ خداے تعالی کی صفات اور فرشتوں کی صفات میں داخل ہوتے جیسے علم و قدرت داخل ہیں اور چونکہ بہائم ہی ان صفات سے موصوف ہوتے ہیں تو اگر حرص اسپر غالب ہو گی تو بہائم سے مشابہ تر اور فرشتوں مقرب سے دور تر ہو گا اسیطرح غضب کے باب میں اپنے نفس سے تقریر کرے اور اسکے علاج کی راہ سوچے اور یہ سب باتیں ہم ہر ایک صفت کے بیان میں لکھ چکے ہیں جسکو طریق فکر کی وسعت منظور ہو وہ ضرور ان سب بابوں کو دیکھلے نہیں ہمنے ان صفات کا حال لکھا ہی چوتھی قسم نجات دینے والی چیزیں ہیں یعنی توبہ اور گناہوں پر ندامت اور بلا پر صبر کرنا اور نعمت پر شکر کرنا اور خوف و رجا اور دنیا میں زہد کرنا اور اخلاص اور صدق اور اللہ تعالی کی محبت اور اسکی تعظیم اور اسکے افعال پر راضی ہونا اور اسکا شوق کرنا اور اسکے لیے تواضع اور خشوع کرنا جنکو ہم نے اس جلد چہارم میں لکھا ہے اور ہر ایک خصلت کے اسباب و علامات ذکر کردیے ہیں پس بندے کو ہر روز فکر کرنا چاہیے کہ ان اوصاف میں سے جو اللہ تعالی کی طرف نزدیک کرتے ہیں مجھکو کونسے کی حاجت ہی جب کسی کی طرف حاجت معلوم ہو تو جانے کہ یہ صفات احوال میں بدون علوم کے حاصل نہیں ہوتے اور علوم فکر کے ثمرات ہوتے ہیں پس جب کہ یہ منظور ہو کہ آدمی اپنے نفس کی توبہ اور ندامت کا حال حاصل کرے تو اول اپنے گناہوں کو تلاش کرے اور انکو سوچے

اور نفس پر سب کے سب اکٹھے کر دے اور دل مین انکو بہت بڑے جانے پھر اس سخت وعید پر نظر کرے جو شرع مین ان گناہون کے باب مین وارد ہین اور پھر اپنے جی مین ٹھان لے کہ مین خدا یتعالی کے غضب کا کام کر رہا ہون اس تدبیر سے اسکو ندامت کا حال پیدا ہوگا اور جب یہ چاہے کہ شکر کا حال دل سے ابھرے تو اللہ تعالی کے احسانات اور انعامات کو دیکھے اور اس بات کو غور کرے کہ اسنے اپنے کرم و فضل سے کیسا پردہ ڈال رکھا ہے اور گناہون پر فضیحت نہین فرماتا اس امر کا بیان تھوڑا سا باب الشکر مین ہم لکھ آئے ہین وہان سے مطالعہ کر لینا چاہیے اور جب حال محبت اور شوق کا پیدا کیا چاہے تو خدا یتعالی کے جلال اور جمال اور عظمت اور کبریائی مین فکر کرے یعنی اسکی عجائب حکمت اور بدائع صنعت کو دیکھکر اسکا جلال اور جمال غور کرے اور اسکا تھوڑا سا بیان دوسری قسم مین فکر کی ذکر کیا جاویگا اور جب حالت خوف پیدا کیا چاہے تو اول اپنے گناہ ظاہری اور باطنی پر نظر کرے پھر موت اور اسکے سکرات اور مرنے کے بعد منکر نکیر کا سوال اور قبر کا عذاب اور اسکے سانپ بچھو کیڑے پھر صور کے پھکنے پر پکار کا خوف پھر محشر کا ہول جسوقت کہ سب خلق ایک جگہ جمع ہوگی پھر حساب کا جھگڑا اور تنکے تنکے کی بازپرس پھر پل صراط کی تیزی اور باریکی اور اسپر گذرنے مین یہ اندیشہ کہ اگر بائین رخ کو گیا تو دوزخ والون مین سے ہوگا اور دہنی طرف کو گیا تو جنت والون مین سے ہوگا۔۔ اور دار القرار مین اتارا جایگا پھر سوچے احوال قیامت کے بعد اپنے دل مین دوزخ اور اسکے طبقات اور گرز اور اہوال اور زنجیرین اور طوق اور سینہڑ اور پیپ اور طرح طرح کے عذاب اور اسپر کے فرشتون کی بری صورتین حاضر کرے اور یہ کہ وہ فرشتے جب گناہگارون کی جلدین پک جاوینگی دوسری کھالین بدل دینگے اور وہ اگر دوزخ مین سے نکلنا چاہینگے تو پھر اسمین کر دیے جاوینگے اور جب اسکو دور سے دیکھینگے تو اسکی کھڑکھڑاہٹ اور چیخ سنینگے اسی طرح جتنی باتین کہ کلام مجید مین دوزخ کے بیان مین وارد ہین سب کو پیش نظر کرے اور جب حال رجا پیدا کیا چاہے تو جنت اور اسکی لذت اور درخت اور نہرین اور حورین اور غلمان اور آسایش دائمی اور ملک بے زوال پر غور کرے ۔ غرضکہ وہ فکر جس سے ایسے علوم مطلوب ہوتے ہین کہ انسے حالات عمدہ حاصل ہون یا صفات مذمومہ سے پاک ہوسکین اسکا طریق یہی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ہمنے ان احوال مین سے ہر ایک حال مین ایک باب علیحدہ لکھا ہے جس سے تفصیل فکر پیدا ہوسکتی ہے مگر سب کا ذکر ایک جگہ نہین ہے ایک جگہ سے سب کے پائے جانے کے لیے کلام مجید کی تلاوت کے برابر کوئی چیز نافع نہین اسلیے کہ کلام مجید سب مقامات اور حالات کا جامع ہے اور اسمین لوگون کے لیے شفا ہے اسوجہ سے کہ اسمین وہ باتین بھی ہین جن سے خوف اور رجا اور صبر و شکر اور محبت اور شوق اور دوسرے احوال پیدا ہون اور وہ امور بھی ہین جو تمام صفات مذمومہ سے باز رکھین تو چاہیے کہ آدمی اسکی تلاوت کیا کرے اور جس چیز مین تفکر منظور ہو اسکے مضمون کی آیت کو دوہرانا اختیار کرے گو سو دفعہ وہ پڑھی جاوے اسلیے کہ ایک آیت کو تفکر اور فہم کے ساتھ پڑھنا سارے کلام مجید کے ختم سے بہتر ہے جو بے سمجھے پڑھا جاوے تو آیتون کے سوچنے مین توقف کرے گو ایک رات گذر جاوے اسلیے کہ ایک ایک لفظ کے نیچے وہ اسرار ہین کہ جنکے شمار نہین اور جب تک صاف دل سے فکر دقیق نہ کیا جاوے اور معاملہ درست نہو تب تک وہ اسرار بھی نہین ہوتے اسی طرح احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنا ہے کہ آپ کو کلمات جامع عنایت ہوئے ہین ہر لفظ آپکے ارشاد کا حکمت کا سمندر ہے اگر علماء انکو جیسا چاہیے ویسی طرح سوچے تو کبھی عمر بھر اسکا غور پورا نہو ایک ایک آیت اور حدیث کی شرح نہایت طول رکھتی ہے مثلاً اس حدیث کو غور کرنا چاہیے کہ آپ فرماتے ہین ان روح القدس نفث فی روعی احبب ما احببت فانک مفارقہ وعش ما شئت فانک میت واعمل ما شئت فانک مجزی بہ یہ کلمات تمام اولین و آخرین کی حکمتون پر جامع ہین تامل کرنے والون کو عمر بھر سوچنے کو کافی ہین اسلیے کہ اگر اسکے مضمون پر واقف ہون اور انکے دل پر یقین کی طرح غالب ہو جاوین تو انپر چھا جاوینگے اور پھر انکو اتنا نہ دیکھنے دینگے کہ دنیا کی طرف ذرا بھی التفات رہے یہ طریق ہے علوم معاملہ مین فکر کرنے کا اور بندے کی صفات مین اس نظر سے کہ وہ خدائے تعالی کے نزدیک محبوب ہین یا مذموم ہیں۔ مبتدی کو چاہیے کہ ان فکرون مین ہر وقت دو بارہ اگر اپنے دل کو اخلاق محمودہ اور مقامات شریفہ سے آباد کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو

مکروہات سے پاک کرے اور یہ یاد رہے کہ اِن امور مین فکر کرنا اگرچہ سب عبادات سے افضل ہے مگر مطلب اصلی یہ نہین بلکہ جو اِن فکرون مین مشغول رہے
وہ صدیقون کے مطلب سے محجوب ہے اُنکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خداے تعالیٰ کے جلال وجمال مین فکر کرنے سے لذت پاوین اور دل ایسی طرح اسمین
ڈوبے کہ اپنے نفس اور حالات اور مقامات اور صفات سب کو بھول جاوین صرف محبوب حقیقی ہی مین اُنکی نیت مستغرق ہو جیسے عاشق شیدا
اپنے معشوق کے دیدار کے وقت ہوتا ہے کہ اُسکو اپنے نفس کے حالات اور صفات پر نظر کرنے کی فرصت ہی نہین ہوتی حیران جیسا رہ جاتا ہے اور
یہ کمال درجہ کی لذت عاشقون کی ہے اور جو کچھ ہمنے لکھا ہے وہ فکر باطن کی آبادی کا ہے تا قرب اور وصال کی صلاحیت ہو جاوے پس اگر تمام عمر
اپنے نفس کی اصلاح ہی مین تلف کی تو پھر قرب سے لذت کو کب پاویگا اسی واسطے حضرت خواص جنگلون مین پھرا کرتے اُنسے حسین بن منصور
ملے اور پوچھا کہ تم کس حال مین ہو اُنھون نے کہا کہ مین جنگلون مین پھرتا ہون تاکہ اپنا حال توکل مین اچھا کرون - حضرت حسین بن منصور نے
فرمایا کہ عمر تو آپ نے اپنے باطن کی درستی مین صرف کردی فنا در توحید کو کسیے وقت ہوگی اِس سے معلوم ہوا کہ واحد برحق مین فنا ہونا طالبون کا
عمدہ مطلب اور صدیقین کی انتہا درجے کی لذت ہے اور صفات مہلکات سے بچنا ایسا ہی جیسے نکاح مین عدت سے نکلنا اور منجیات صفتون
اور جمیع طاعات کا اختیار کرنا ایسا ہی جیسا عورت خاوند کے لیے تیاری کرے اور مُنھ ہاتھ دھووے اور بالون مین کنگھی کرے تاکہ خاوند کے
ملنے کی لیاقت پیدا ہو جاوے پس اگر عورت تمام عمر رحم کی صفائی اور کنگھی چوٹی ہی مین ضائع کردے تو خاوند کی ملاقات سے محجوب رہیگی اسیطرح
دین کے طریق کو بھی سمجھنا چاہیے بشرطیکہ ہمنشینی کی اہل ہو اور اگر شریر غلام کی طرح ہو کہ بدون مار کے خوف اور اُجرت کی طمع کے نہین ہلا کرتا تو اپنے
بدن کی مشقت اعمال ظاہری سے رہنے دو اسواسطے کہ تمھارے درمیان مین اور تمھارے دل مین بڑا گاڑھا پردہ ہے اعمال سے البتہ یہ ہوگا کہ
اگر اچھی طرح ادا کروگے تو اہل جنت مین سے ہوگے مگر ہمنشینی کے لیے اور ہی لوگ ہین شعر موسیا آداب دانان دیگر اند + سوختہ جان و روانان دیگر اند
اور جب علوم معاملہ مین جو بندہ اور رب کے درمیان ہوتا ہے فکر کی جولانی معلوم کر چکے تو اب اُنکو صبح او رشام اپنا دستور اور عادت کرلو اور اپنے
نفس سے اور اُن صفات سے جو خدا تعالیٰ سے دُور کرتے ہین اور اُن احوال سے جو اُسکی طرف نزدیک کرتے ہین غافل نہ رہنا چاہیے بلکہ ہر مرید کو
چاہیے کہ اپنے پاس ایک بیاض رکھے کہ اُسمین سب صفات مہلکات اور منجیات اور تمام معاصی اور طاعات لکھی ہون اور ہر روز اُنسے اپنے
نفس کی پرتال کیا کرے مہلکات مین سے اُسکو دس چیزون مین نظر کرنا کافی ہے کہ اگر اُنسے بچ جاویگا تو سب سے بچا رہیگا وہ دس یہ ہین بخل اور
کبر اور عجب اور ریا اور حسد اور شدت غضب اور حرص غذا اور کثرت شہوت اور محبت مال اور محبت جاہ - اور منجیات سے بھی دس کافی ہین
گناہون پر ندامت اور بلا پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا اور نعمتون پر شکر کرنا اور خوف و رجا کا معتدل رہنا اور دنیا مین زہد کا کرنا اور اعمال مین
اخلاص کرنا اور خلق سے خوش خلقی سے پیش آنا اور محبت اللہ تعالیٰ کی اور اُسکے سامنے خشوع کرنا - تو یہ بیس باتین ہوئین جنمین سے دس بُری ہین
اور دس اچھی پس ایک بات مین فکر کرنا شروع کرے جب مثلاً ایک بُری بات جاتی رہے تو اُس بیاض مین اِس صفت پر خط کھینچ دے
اور اُسکے باب مین فکر نہ کرے اور خداے تعالیٰ کا شکر کرے کہ ایک سے تو نجات دی اور دل کو اُس سے صاف فرمایا اور یہ جانے کہ یہ بات
خداے تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے ہوئی ورنہ اگر وہ ہمکو ہمارے نفس ہی پر چھوڑ دیتا تو ادنی سی بُری صفت بھی ہم سے دُور نہوسکتی غرضکہ
ایک ایک کو اِسی طرح لیتا جاوے اور جب وہ دُور ہوتی جاوے تو بیاض مین اُسپر قلم مارتا جاوے یہانتک کہ دسون بُری صفتین تمام ہوجاوین
اسیطرح نفس سے پھر اِس بات کا خواہان ہو کہ صفات منجیات کے ساتھ موصوف ہو پس جب منجیات مین سے ایک کے ساتھ متصف ہو مثلاً توبہ اور
ندامت کی صفت اُسمین آجاوے تو اُسپر خط کردے اور باقی صفات مین مشغول ہو تاکہ رفتہ رفتہ سب کا متصف ہو جاوے مگر یہ طریق ایسے شخص کے لیے ہے
جو نہایت مستعد ہو اور جو لوگ کہ صلحا مین شمار ہوتے ہین اُنمین سے اکثرون کو چاہیے کہ وہ اپنے دفترون مین ظاہری گناہ بھی لکھ لین جیسے شبہہ کا کھانا اور
غیبت اور چغلی پر زبان کھولنی اور خصومت کرنی اور نفس کی ثنا کرنی اور دشمنون کی عداوت مین مبالغہ کرنا اور دوستون کی دوستی مین افراط کرنا اور خلق کی

منھ دیکھی بات کرنی اور امر بالمعروف اور نہی منکر کو چھوڑنا وغیرہ کہ اکثر لوگ جو بڑے نیکبخت شمار کیے جاتے ہین اُنہین یہ گناہ کچھ نہ کچھ پائے جاتے ہین اور
جب تک جسمانی ظاہری گناہون سے پاک نہین ہوتے دل کی آبادی مین مشغول ہونا اور اُسکو صاف کرنا ممکن نہین بلکہ آدمیون کے ہر ایک فریق پر
ایک قسم کی معصیت غالب ہوتی ہی پس چاہیے کہ وہ لوگ اُسی کے درپے ہون اور اُسی کی تدبیر کرین ایسے گناہون مین فکر نہ کرین جنسے کہ وہ کنارہ پر ہون
مثلاً عالم پرہیزگار اکثر اپنے علم کا اظہار کیا کرتا ہی اور شہرت اور آوازہ کا خواہان ہوتا ہی خواہ تدریس سے ہو یا وعظ سے اور جو شخص اس امر کے درپے ہوتا ہی
وہ ایسے فتنہ مین پڑتا ہی کہ اُس سے بجز صدیقون کے اور کوئی نہین نجات پاتا یعنی اگر اُسکا کلام مقبول ہوتا ہی اور دلون مین خوب تاثیر کرتا ہی تو عام انداز
عُجب اور اترانے اور زینت اور تکلف سے خالی نہین ہوتا اور یہ سب باتین مُہلک ہین اور اگر کوئی اُسکے کلام کو نہ مانے تو غصہ اور غیرت اور کینہ سے
خالی نہین ہوتا حالانکہ اگر نہ ماننے والا کسی دوسرے عالم کے کلام کو نہ مانے تو اُسکو اُسپر چندان غصہ نہین آتا اپنے کلام نہ ماننے پر زیادہ آتا ہی اور
اسکی وجہ یہ ہوتی ہی کہ شیطان اُسکو بہکاتا ہی اور کہتا ہی کہ تیرا غصہ اسلیے ہی کہ اُسنے حق بات کو نہ مانا اور اُسپر انکار کیا پس اگر یہ اپنے کلام کے نہ ماننے
اور دوسرے عالم کے کلام کے نہ ماننے پر یکسان خفا ہوتا ہی تو خیر ورنہ ظاہر ہی کہ مغالطے مین پڑا ہوا اور شیطان کا بنایا ہوا ہوگا - پھر جبکہ لوگون کے
ماننے سے اُسکو خوشی ہوتی ہی اور اُنکی تعریف کرنے سے پھولتا ہی اور اُنکے نہ ماننے اور روگردانی کو بُرا جانتا ہی تو کچھ نہ کچھ تکلف اور بناوٹ لفظون
کی خوبصورتی سے ادا کرنے مین بھی کرنے لگتا ہی اس توقع سے کہ اسکے سبب لوگ تعریف کرینگے حالانکہ تکلف خدا تعالیٰ کو پسند نہین اور شیطان
یہان بھی اسکو دھوکا دیتا ہی اور کہتا ہی کہ تو جو الفاظ کو اچھی طرح ادا کرتا ہی تو تیری غرض یہ ہی کہ حق بات پھیلے اور دل مین خوب جگہ کرے اور
اس سے صرف بلند کرنا دین الٰہی کا ہی تو اس صورت مین اگر یہ اپنے الفاظ کی خوبصورتی پر دوسرے عالمون کے الفاظ کی نسبت کر زیادہ خوش
ہوگا تو معلوم ہوگا کہ فریبی ہی اور طالب جاہ کا حریص گو خود گمان کرے کہ میری غرض دین ہی اور جب اُسکے دل مین صفات خفیہ پیدا کرتے ہین
تو اُنکا اثر ظاہر مین بھی ہو جایا کرتا ہی یہان تک کہ اگر کوئی اُسکی تعظیم کرے یا اُسکے فضل کا معتقد ہو اور دوسرا شخص کسی دوسرے عالم کا معتقد ہو تو
یہ اپنے معتقد کی زیادہ آؤ بھگت کیا کرتا ہی بہ نسبت دوسرے کے معتقد کے گو دوسرا عالم اسکی نسبت کر اعتقاد کا لائق تر ہو اور اکثر اہل علم مین غیرت
کی نوبت یہان تک ہو جاتی ہی کہ عورتون کی طرح غیرت کرنے لگتے ہین اور ایک کا شاگرد اگر دوسرے کے پاس جاوے تو اُسپر نہایت شاق ہوتا ہی ہر چند
یہ جانتا ہی کہ شاگرد دوسرے کے پاس بھی مستفید ہوتا ہی اور دین کی باتین سیکھتا ہی اور اِن سب امور کا منشا وہی صفات مُہلکہ ہین جو دل کے اندر مخفی ہین
اور عالم براہ مغالطہ جانتا ہی کہ مین اُنسے بچا ہوا ہون اور وہ ان علامات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہوتے ہین غرضکہ عالم کا فتنہ بہت بڑا ہی وہ یا بادشاہ ہی
یا بالکل تباہ عوام کی طرح بچ جانے کی طمع اُسکو نہین تو جو عالم اپنے نفس مین ان صفات کو معلوم کرے اُسپر گوشہ نشینی اور تنہائی اور گمنامی کی طلب
واجب ہی اور سوالات مین فتوی دینے سے گریز کرنا لازم دیکھو زمانہ صحابہؓ مین مسجد شریف مین بہت سے صحاب بیٹھتے تھے کہ سب کے سب مفتی
ہوتے تھے مگر فتوی دینے سے پہلو تہی کرتے تھے اور اگر کوئی دیتا بھی تھا تو یہ چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا اگر مجکو بچا دیتا تو خوب تھا اور عزلت کے وقت
آدمیون کے شیطانون سے ڈرنا چاہیے کہ وہ یون کہتے ہین کہ تم گوشہ نشینی اختیار مت کرو اسلیے کہ اگر سب ایسا ہی کرینگے تو علوم خلق مین سے
جاتے رہینگے اُسکا جواب یون دینا چاہیے کہ دین اسلام مین میری کچھ حاجت نہین وہ مجھ سے پیشتر بھی بھرپور تھا اور ایسا ہی بعد کو بھی رہیگا میرے
مرنے سے دین کے ارکان گر نہین جائینگے اسلیے کہ دین کو کچھ میری پروا نہین لیکن میرا یہ حال ہی کہ اپنے دل کی اصلاح سے مین بے پروا نہین ہون اور
یہ کہنا کہ میرے بیٹھ رہنے سے علم جاتا رہیگا خیال خام ہی کہ نہایت جہالت پر دلالت کرتا ہی اسلیے کہ اگر لوگون کو بالفرض قید خانے مین بند کرکے بیڑیان
ڈال دی جاوین اور کہہ دیا جاوے کہ اگر علم طلب کروگے تو آگ مین جلا دیے جاؤگے تو ریاست اور بڑائی کی محبت اُنکو اس بات پر آمادہ کریگی کہ بیڑیان
توڑ کر اور دیوارین گرا کر نکل بھاگین اور علم تحصیل کرین پس جب تک کہ شیطان خلق کو ریاست کی محبت دلاتا رہیگا علم کسی طرح نہین جا سکتا اور ظاہر ہی
کہ شیطان قیامت تک اپنے کام سے سستی اختیار نہ کریگا تو جبھی تک علوم بھی باقی رہینگے بلکہ علوم دینی ایسے لوگون کے باعث پھیلینگے کہ جنکو آخرت مین

کچھ نہ ملے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان اللہ لیوید ہذا الدین باقوام لا خلاق لہم وان اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر پس عالم کو نہین چاہیے
کہ ایسے فریبون سے دھوکا کھا کر خلق سے ملنے مین مشغول ہو اور اپنے دل مین جاہ دنیا کی محبت کو پرورش کرے جو نفاق کا تخم ہی حدیث شریف مین ہی
کہ جاہ و مال کی محبت نفاق کو ایسا اگاتی ہی جیسے پانی ساگ کو اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ما ذئبان ضاریان ارسلا فی زریبۃ غنم باکثر فسادا فیہا
من حب الجاہ والمال فی دین المرء المسلم اور محبت جاہ کی دل سے بدون گوشہ نشینی اور لوگون سے گریز کرنے اور جن باتون سے اُنکے دلون مین جاہ
بڑھتا ہی انکو چھوڑنے کے نہین اُکھڑتی تو عالم کو اپنے دل سے اُن خفیہ صفات کی تلاش کی فکر چاہیے اور یہ کہ تدبیر انسے نجات کی کیا ہی اور یہ فکر عالم متقی
کے لیے ہی اور ہم جیسون کو تو فکر اُن باتون کی چاہیے جن سے ہمارا ایمان روز حساب پر قوی ہو جاوے اسلیے کہ اگر ہم لوگون کو بزرگان سلف دیکھین
تو قطعاً کہین کہ یہ لوگ روز حساب کے معتقد نہین اسلیے کہ ہمارے اعمال ایسے نہین جیسے جنت دوزخ پر اعتقاد رکھنے والون کے ہوا کرتے ہین کیونکہ
جو کوئی کسی چیز سے ڈرتا ہی وہ اُس سے بھاگتا ہی اور جس چیز کی توقع کیا کرتا ہی اُسکو طلب کیا کرتا ہی اور یہ بھی ہم جانتے ہین کہ دوزخ سے گریز شبہات
اور حرام اور معاصی کے چھوڑنے سے ہوتی ہی حالانکہ ہم اُنہین ڈوبے رہتے ہین اور یہ بھی معلوم ہی کہ جنت کی طلب نوافل کی کثرت سے ہوتی ہی انہین
بھی ہم قاصر ہین بلکہ فرائض ہی اچھی طرح نہین ادا ہوتے تو ہمکو علم کا ثمرہ یہی ملا کہ لوگ دنیا کے حریص ہونے مین ہماری اقتدا کرین اور یہ کہین کہ اگر
حرص دنیا بُری ہوتی تو علما ہماری نسبت اُس سے پرہیز زیادہ کرتے پس کیا اچھا ہوتا کہ ہم عوام کی طرح ہوتے اور جب ہم مر جاتے تو ہمارے ساتھ ہی
ہمارے گناہ مر جاتے اب تو اگر سوچتے ہین تو جس فتنہ کے ہم سامنے ہوے ہین وہ بہت ہی بُرا ہی پس اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو درست
کرے اور ہمارے باعث سے دوسرون کو درست کرے اور ہمکو مرنے سے پیشتر توبہ کی توفیق دے وہی کریم اور رحیم اور ہمپر انعام کرنے والا ہی علما اور
صلحا کی فکرون کے طریق علوم معاملہ مین یہ تھے جب وہ اُنسے فارغ ہوتے ہین تو اُنکا التفات اُنکے نفسون سے اُٹھ جاتا ہی اور ان فکرون سے
ترقی کرکے خدا کی عظمت اور جلال اور دیدۂ دل سے اُسکے مشاہدہ کی لذت مین فکر کرنے لگتے ہین اور یہ فکر پورا جب ہوتا ہی جب سب مہلکات
علیحدہ ہو اور سب منجیات سے متصف اور اگر اس سے پیشتر کچھ اسمین ظاہر ہوگا تو روگ والا اور ناقص اور پُر کدورت اور جلد جانے والا ہوگا بجلی
کی طرح چمک جاویگا اُسکو قرار اور دوام نہوگا اور ایسی صورت مین سالک کا حال مثل اُس عاشق کے ہوگا جو اپنے معشوق سے خلوت کرے اور
اُسکے کپڑون کے اندر سانپ اور بچھو ہون کہ برابر کاٹ رہے ہون اور لذت مشاہدہ کو اُسپر مکدر کر دین اور بدون اُنکے نکالے آسایش پوری نہو اور
یہ صفات مذمومہ سانپ اور بچھو ہین انسے بھی ایذا پریشانی ہوتی ہی قبر مین اُنکے نیشون کی تکلیف سانپ بچھو کے کاٹنے کی نسبت کر زیادہ ہوگی۔
قسم اول فکر کا بیان اسی قدر کافی ہی اس سے آگاہی طریق فکر کی ہو جاتی ہی کہ جو صفات بندے کے خداے تعالی کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہین انہین
کسطرح کیا کیا فکر کرے۔ دوسری قسم فکر کرنا خداے تعالی کے جلال اور عظمت اور کبریائی مین اور اسمین چند مقامات ہین سب سے اعلی مقام یہ ہی کہ خدا تعالی
کی ذات اور صفات اور اُسکے نامون کے معنی مین فکر کرے مگر ایسا فکر کرنا ممنوع ہی اسلیے کہ شرع مین ارشاد ہوا ہی کہ خدا تعالی کی مخلوق مین فکر کرو اُسکی
ذات مین فکر مت کرو اور اسکی وجہ یہ ہی کہ عقلین اُسکی ذات مین حیران ہین بجز صدیقون کے اور کوئی اُسطرف آنکھ نہین کھول سکتا اور وہ بھی اُسکے
ہمیشہ دیکھنے کی تاب نہین رکھتے بلکہ تمام خلق کی آنکھون کا حال خداے تعالی کے جلال کی نسبت کر ایسا ہی جیسا شپر کی آنکھ کا حال ہی
نور آفتاب کی نسبت کر یعنی شپرکو مجال آفتاب کے نور دیکھنے کی نہین بلکہ دن کو چھپی رہتی ہی اور رات کو کسی قدر روشنی مین جو آفتاب
سے زمین پر رہتی ہی دیکھتی ہی اور صدیقون کا حال مثل انسان کے حال کے ہی کہ آفتاب کو دیکھ تو سکتا ہی مگر ہمیشہ نہین دیکھ سکتا
ورنہ خوف بینائی کے جاتے رہنے کا ہی بشرطیکہ مدام اُسکی طرف تاکے اور خوب نظر گاڑ کر دیکھنے سے بھی آنکھین چُندھی اور بینائی متفرق
ہو جاتی ہی اسی طرح خداے تعالی کی ذات کی طرف دیکھنا مورث حیرت اور مدہوشی اور عقل کے اضطراب کا ہوتا ہی اس صورت مین مناسب
یہی ہی کہ خداے پاک کی ذات و صفات مین فکر کے راستون کا بیان نہ کیا جاوے اسلیے کہ اکثر عقلون کو اُسکی تاب نہین بلکہ تھوڑی سی مقدار

جسکی تصریح بعض علما نے کی ہے کہ خدا ے تعالیٰ مکان اور اطراف اور جہات سے پاک ہے وہ نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر نہ اُس سے ملا ہوا ہے نہ جُدا اُسی سے کچھ لوگون کی عقل ایسی حیران ہوئی کہ وہ اُسکے منکر ہوے کیونکہ نہ سُننے کی طاقت اُنکو ہوئی نہ پہچاننے کی بلکہ بعضے لوگ تو اس سے کمتر کی بھی برداشت نہ کر سکے یعنی جب اُنسے کہا گیا کہ خدا تعالیٰ اس بات سے بری ہے کہ اُسکے کوئی سر اور ہاتھ اور پانون اور آنکھ اور عضو اور کوئی جسم معین مقدار اور حجم والا ہو تو انھون نے اُسکو نہ مانا اور گمان کیا کہ یہ تعریف تو خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال مین نقصان پیدا کرتی ہے بلکہ بعض عوام حمقان نے کہا کہ یہ تعریف تو ہند کے تربوز کی ہے خدا تعالیٰ کی نہین اسلیے کہ اُس بیچارے کو یہی گمان تھا کہ بزرگی اور عظمت انھین اعضا مین ہے کیونکہ انسان صرف اپنے آپ ہی کو جانتا ہے اور اُسی کی بڑائی کرتا ہے تو جو چیز کہ صفات مین اُسکی برابری نہین کرتی اُسمین کچھ عظمت نہین سمجھتا ہان غایت اُسکی یہ ہے کہ اپنے نفس کو خوبصورت تخت پر بیٹھا ہوا سامنے نوکر چاکر کام کرتے ہوے فرض کر لے تو ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کے باب مین بھی مان لیگا تاکہ اُسکی عظمت سمجھے بلکہ اگر مکھی کو عقل ہوتی اور اُس سے کہا جاتا کہ تیرے خالق کے نہ تو بازو ہین نہ پر نہ پانون نہ اُڑان تو وہ اُسکو نہ مانتی اور کہتی کہ بھلا میرا پیدا کرنے والا مجھ سے کم کسطرح ہوگا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اُسکے پر کٹے ہوے ہون یا اپاہج ہو کہ اُڑ نہ سکے مجھ مین تو سامان اور قدرت ہو اور جو میرا پیدا کرنے والا ہے اُسمین یہ لوازم اور قدرت نہون اور اکثر لوگون کی عقلین اسی عقل کے قریب ہین سچ ہے کہ انسان بڑا جاہل اور ظالم اور ناشکر ہے اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض انبیا پر وحی بھیجی کہ میرے بندون سے میری صفتین مت کہو ورنہ مجھکو نہ مانینگے بلکہ اُنسے میرا حال ایسے الفاظ مین کہو کہ وہ سمجھ لین اور از انجا کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات مین غور کرنی اس وجہ سے ممنوع ٹھہری اسلیے شرع کا ادب اور خلق کی بہتری اسی بات کی مقتضی ہین کہ ہم بھی اُسکے درپے نہون بلکہ اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کی طرف متوجہ ہوتے ہین یعنی غور کرنا اُسکے افعال اور عجائب صنعت اور غریب معاملات مین جو اُسکی مخلوق مین ہین اسلیے کہ ان سب سے اُسکے جلال اور عظمت اور کبریا اور پاک ہونا اور کمال علم و حکمت اور جاری ہونا اُسکی مشیت کا پایا جاتا ہے پس اُسکی صفات پر غور اُسکی صفات کے آثار ہی سے کرنا چاہیے اسلیے کہ ہمکو یہ تو تاب نہین کہ اُسکی صفات کی طرف نظر کرین تو اُنکے آثار ہی پر نظر چاہیے جیسے جب آفتاب چمکتا ہے تو ہم اُسکی طرف نہین دیکھ سکتے بلکہ زمین کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہین اور اُسی سے آفتاب کے نور کی عظمت چاند اور ستارون کے نور کی نسبت کر سمجھتے ہین اسلیے کہ زمین کا روشن ہونا آفتاب کے نور کے آثار مین سے ہے اور اثر کو دیکھنے سے موثر کچھ نہ کچھ سمجھ مین آیا کرتا ہے گو خود موثر کے دیکھنے کے قائم مقام نہو اور تمام موجودات دنیا کے آثار قدرت الٰہی مین سے ایک اثر ہے اور اُسی کے انوار ذات مین سے ایک نور ہے بلکہ کوئی تاریکی عدم سے بڑھکر نہین نہ کوئی نور وجود سے زیادہ اور وجود سب چیزون کا خدا ے تعالیٰ کے انوار ذات مین سے ایک نور ہے اسلیے کہ تمام چیزون کا وجود اُسکی ذات سے قائم ہے جو خود بخود قائم ہے جس طرح کہ جسمون کا نور آفتاب کے نور سے ہے اور وہ خود روشن ہے اور جب تھوڑا سا آفتاب کو گہن لگتا ہے تو عادت یون ہے کہ ایک پانی کا طشت رکھکر دیکھا کرتے ہین تاکہ اُسکو دیکھ سکین اور آنکھ خیرگی نہ کرے اس صورت مین پانی ایک ذریعہ ہوتا ہے کہ آفتاب کے نور سے کسیقدر کم کر دیتا ہے تاکہ اُسکی طرف نظر کرنے کی تاب ہو تو اسی طرح افعال الٰہی بھی ایسا ذریعہ ہوتے ہین جنمین ہم فاعل کی صفتین مشاہدہ کرتے ہین اور نور ذات سے متحیر نہین ہوتے اسلیے کہ ہم مین اور ذات مین افعال کا واسطہ اور دوری ہو گئی اور اسی بھید کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تفکروا فی خلق اللہ ولا تتفکروا فی ذات اللہ پس اب کیفیت تفکر کی خدا تعالیٰ کی مخلوق مین معلوم کرنی چاہیے واضح ہو کہ جو چیز سواے خدا تعالیٰ کے موجود ہے وہ اُسی کا فعل اور اُسی کی پیدائش ہے اور ہر ایک ذرہ مین جوہر اور عرض اور صفت اور موصوف کے بہت سے عجائب اور غرائب ہین جنسے خدا تعالیٰ کی حکمت اور قدرت اور جلال و عظمت ظاہر ہوتی ہے اور اُنکا شمار کرنا غیر ممکن ہے بلکہ اگر سمندر روشنائی ہو جاوے اور اُس سے وہ عجائب لکھے جاوین تو اُسکا خاتمہ ہو جاوے اور اُنکا چھور نہ ملے تاہم بطور نمونہ اُنمین سے ہم کچھ ایک لکھے دیتے ہین اور کہتے ہین کہ موجودات جو خدا تعالیٰ کی مخلوق ہین اُنکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ اُنکی اصل نہ معلوم ہو تو ایسے اشیا مین ہمسے تفکر نہین ہو سکتا

خدا تعالیٰ کی مخلوق مین فکر کرنا اور اسکی ذات مین فکر نہ کرنا

اور ایسے موجودات بہت ہین جنکو ہم نہین جانتے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ویخلق ما لا تعلمون۔ اور فرمایا سبحان الذی خلق الازواج کلہا مما تنبت الارض ومن انفسہم ومما لا یعلمون۔ اور فرمایا وننشئکم فیما لا تعلمون۔ اور ایک وہ ہین کہ انکی اصل معلوم ہے اور مجملاً بھی پہچانی جاتی ہین مگر تفصیل نہین معلوم تو ایسی اشیا مین ہمکو ممکن ہے کہ ہم انکی تفصیل مین فکر کرین اور ان اشیا کی دو قسمین ہین ایک وہ جو آنکھ سے سوجھتی ہین اور ایک وہ کہ آنکھ سے نہین سوجھتی جو آنکھ سے نظر نہین آتین وہ فرشتے اور جن اور شیاطین اور عرش اور کرسی وغیرہ ہین ایسے اشیا مین بھی فکر کی مجال تنگ ہے اسی جہت سے ہم اسی قسم کی فکر کو لکھتے ہین جو سمجھنے کے زیادہ تر قریب ہے یعنی وہ اشیا جو آنکھ سے سوجھتی ہین اور وہ ساتون آسمان اور زمین ہین اور جو چیز انکے درمیان ہے پس آسمان مین یہ چیزین نظر آتی ہین ستارے اور چاند اور سورج اور انکی حرکت اور گردش اور نکلنا اور ڈوب جانا اور زمین مین یہ معلوم ہوتے ہین پہاڑ اور کانین اور نہرین اور دریا اور حیوانات اور نباتات اور آسمان اور زمین کے درمیان یعنی جو ہین یہ اشیا محسوس ہوتی ہین بادل اور مینہ اور برف اور اولے اور رعد اور بجلی اور صاعقہ اور ٹوٹتے ستارے اور تند ہوائین غرضکہ آسمان و زمین اور انکے درمیان مین اس جنس کی اشیا معلوم ہوتی ہین اور انہین سے ہر ایک جنس چند نوع پر منقسم ہے پھر ہر نوع کی بہت سی قسمین ہین پھر اقسام کی فروع ہین اسی طرح شاخ شاخ در شاخ ہوتی چلی گئی ہین جسقدر اختلاف صفات اور ہیئت اور معانی ظاہری اور باطنی کا ہوتا جاتا ہے اسی قدر انقسام بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے اور ان سب شاخون مین فکر کی مجال ہے کوئی ذرہ جمادات اور نباتات اور حیوانات اور آسمان اور ستارہ کا ایسا نہین حرکت کرتا جسکا حرکت دینے والا خدا تعالیٰ نہو اور اسکی حرکت مین ایک حکمت یا دو یا دس یا ہزار حکمتین خداے تعالیٰ کی وحدانیت اور اسکے جلال اور عظمت پر دال نہون اور یہ سب اشیا نشانیان اور آیات دالہ ہین قرآن مجید مین انہین فکر کرنے کی ترغیب ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب اور ومن آیاتہ تو کلام مجید مین شروع سے آخر تک بہت جگہ وارد ہے پس بعض آیات مین فکر کرنے کی کیفیت ذکر کرتے ہین مثلاً ایک خدا تعالیٰ کی آیات مین سے یہ ہے کہ انسان نطفہ سے پیدا ہوا ہے اور سب سے نزدیک تر آدمی سے اسکا نفس ہے اور اسمین خدا تعالیٰ کی عظمت پر اتنے عجائب دال ہین کہ عمرین کٹ جاوین اور سووان حصہ بھی نہ معلوم ہون اور آدمی انسے غافل ہے پھر بھلا جب تو اپنے ہی نفس سے غافل ہے تو دوسرے کی معرفت کی طمع کیسے کرتا ہے اور تجکو خدا تعالیٰ اپنی کتاب مجید مین یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اپنے نفس مین تامل کر چنانچہ فرمایا وفی انفسکم افلا تبصرون اور یہ بھی ذکر فرمایا کہ تو ناپاک نطفہ سے بنا ہے جیسے ارشاد ہے قتل الانسان ما اکفرہ من ای شیء خلقہ من نطفۃ خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ اور فرمایا ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون۔ اور فرمایا الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق فسوی۔ اور فرمایا الم نخلقکم من ماء مہین فجعلناہ فی قرار مکین الی قدر معلوم۔ اور فرمایا اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین۔ اور فرمایا انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج۔ پھر یہ بیان فرمایا کہ نطفے کو پھٹکی کر دیا اور پھٹکی کو لوتھڑا اور لوتھڑے کو ہڈیان چنانچہ فرمایا ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما۔ پس نطفہ کے بار بار کلام مجید مین ذکر کرنے سے یہ غرض نہین کہ یہ لفظ ہی سنا جاوے اور اسکے معنون مین تفکر نہ کیا جاوے بلکہ مراد یہی ہے کہ نطفے پر غور کرو مثلاً اسطرح کہ وہ ایک پانی ناپاک کی بوند ہے اگر گھڑی بھر چھوڑ دیا جاوے کہ ہوا اسکو لگتی رہے تو خراب ہو کر بدبو دینے لگتا ہے ایسی ناپاک چیز کو دیکھو کہ رب الارباب نے مرد کی پیٹھ اور عورت کی چھاتیون سے کیسے نکالا مرد اور عورت کو کیسے اکٹھا کیا اور انکے دلون مین الفت اور محبت ڈالی اور اسی رشتہ محبت اور شہوت سے دونون آپس مین ملے پھر صحبت کی حرکت سے مرد مین سے اس نطفہ کو نکالا اور عورت کے رحم مین ڈالا پھر حیض کا خون کہان کہان کی رگون کے اندر سے کھینچکر رحم مین اکٹھا کیا اور نطفے سے بچہ بنا کر اسکو خون حیض کھلایا پلایا یہان تک کہ بڑھا اور پرورش پائی

پھر یہ دیکھو کہ نطفہ سفید چمکتا ہوا تھا اُسکو سُرخ پھٹکی کیسے بنا دیا پھر پھٹکی کو لوتھڑا کیسے کر دیا پھر نطفہ کے حصے کیسے کر دیے اُسکے ٹکڑے تو یکسان تھے مگر کسی کو ہڈی کر دیا کسی کو پٹھا کسی کو رگ کسی کو گوشت اور پٹھون اور رگون سے اعضاے ظاہری کسطرح بنائے سر کو تو گول بنایا اور کان اور آنکھ اور ناک اور مُنھ اور دوسرے منفذون کو کشادہ کیا اور ہاتھ اور پانون کو لمبا بنا دیا اور اُنکے سرون مین اُنگلیان اور اُنگلیون مین پورین پھانٹ دین پھر اعضاے باطنی یعنی دل اور معدہ اور جگر اور تلی اور پھیپھڑا اور رحم اور مثانہ اور آنتین کسطرح بنائین کہ ہر ایک کی شکل اور مقدار اور عمل معین ہے پھر انھین ہر ایک عضو اور قسمون سے مرکب فرمایا مثلاً آنکھ کو سات طبقون سے مرکب کیا جنمین سے ہر ایک طبقہ کا ایک جدا ہی وصف ہے اور جدا ہی صورت اگر ایک طبقہ جاتا رہے یا کوئی اُسکی صفت زائل ہو جاوے تو آنکھ دیکھنے سے بیکار ہو جاوے غرضکہ جو عجائب اِن اعضا مین سے ایک ایک مین جدا جدا پائے جاتے ہین ایک ہی عضو کے اگر آدھے عجائب بھی ہم لکھین تو عمر کا خاتمہ ہو اب ہڈیون کو غور کرو کہ کیسی سخت اور مضبوط ہوتی ہین اُنکو نرم اور پتلے نطفہ سے کیسے بنایا اور اُنکو بدن کی راستی کا موجب ٹھہرایا پھر اُنکی مقدارین اور صورتین جدی جدی بنائین کوئی چھوٹی ہے کوئی بڑی کوئی لمبی ہے کوئی چوڑی کوئی گول کوئی بیچ مین سے خالی کوئی ٹھوس کوئی پتلی اور باریک اور از انجا کہ انسان کو ضرورت حرکت کی سارے بدن سے بھی اور بعض اعضا سے بھی حرکت کی احتیاج تھی کہ جس عضو کے ہلانے کی ضرورت جس کام کے لیے ہو صرف اُسی کو ہلا لیا کرے تو اسی لیے اُسکی ہڈی ایک نہین بنائی گئی بلکہ بہت سی ہڈیان اور اُنکے بیچ مین جوڑ بنائے گئے تاکہ اُنسے حرکت آسان ہو اور ہر جوڑ و ہڈی کی شکل کو موافق حرکت مطلوب کے رکھا پھر جوڑ جوڑ ہڈیون کے ملائے ہین تو اُنکی یہ صورت ہے کہ ایک ہڈی کے کنارے کو دوسرے کنارے کے ریشون سے ملا دیا ہے یعنی ایک کے سرے سے وہ ریشے نکلے ہین اور دوسرے مین جا چمٹے ہین گویا یہی بندھن ہے پھر ایک ہڈی کے سرمین کونے زائد اُس سے باہر کو نکلے ہوے بنائے ہین اور دوسرے کے سرے مین اُسی کے موافق گہرا گڑھا بنا دیا ہے تاکہ وہ زوائد اُنمین خوب برابر آجاوین تو اب آدمی کا حال ایسا ہو گیا کہ اگر اپنے بدن کی کسی چیز کو ہلایا چاہے ہلا سکتا ہے اور اگر جوڑ نہوتے تو یہ امر ہرگز نہو سکتا پھر دیکھو کہ سر کی ہڈیون کو کیسے پیدا کیا اور کیسے اکٹھا کرکے ملایا وہ گنتی مین پچپن۵۵ جُدی جُدی شکلون اور صورتون کی ہین اُن سب کو ایک دوسرے سے ملا کر تمام سر جب نظر آتا ہے بنایا اِن ہڈیون سے چھ۶ ہڈیان خاص کھوپڑی کی ہین اور چودہ۱۴ اوپر کے جبڑے کی اور بارہ۱۲ نیچے کے جبڑے کی اور باقی دانت ہین جنمین سے بعضے چوڑے ہین کہ لیاقت پیسنے کی رکھتے ہین اور بعضے تیز قابل کاٹنے کے اور بعضے نکیلے ہین تو کچھ ڈاڑھین اور بعض کُچلیان اور بعض سادہ دانت ہین پھر گردن کو سر کی سواری بنایا اور اُسکو سات منکون سے مرکب کیا جو بیچ مین سے خالی اور گول ہین اور اُنمین گھٹا و بڑھاو ہے جس سے ایک دوسرے پر منطبق ہوتے ہین اور حکمت کی وجہ اس باب مین لکھنی طول چاہتی ہے پھر گردن کو پشت پر رکھا اور پشت کو گردن کے نیچے سے ایکر سُرین کی ہڈی تک چوبیس۲۴ مُہرون سے بنایا اور سُرین کی ہڈی کو تین مختلف اجزا سے مرکب کیا نیچے کی طرف سے تو اُس سے ریڑھ کی ہڈی ملی ہوئی ہے اور وہ بھی تین۳ چیزون سے مرکب ہے پھر پشت کی ہڈیون کو سینے کی ہڈیون اور مونڈھے اور ہاتھون اور زیر ناف اور سُرین کی ہڈیون مین ملایا پھر رانون اور پنڈلیون اور پانون کی اُنگلیون کی ہڈیان ہین اُنکے شمار ہم نہین لکھتے مگر سارے بدن مین دوسو اڑتالیس۲۴۸ ہڈیان ہین انمین وہ چھوٹی ہڈیان داخل نہین جنسے جوڑون کے گڑھے بھرے ہوے ہین – اب دیکھو کہ اِن سب کو ایک نطفۂ نرم اور پتلے سے کیسے بنایا اور ہڈیون کے شمار ذکر کرنے سے یہ مقصود نہین کہ اُنکی گنتی معلوم ہو جاوے اسواسطے کہ یہ تو ادنی علم ہے تشریح والے طبیب اسکو جانا کرتے ہین بلکہ غرض یہ ہے کہ اِن ہڈیون کو دیکھکر جسنے انہین انتظام دیا ہے اور اُنکو پیدا کیا ہے اُسکی طرف غور کرین کہ کیسے اُسنے اُنکو مقرر کیا اور اُنہین انتظام کیا اور اُنکی شکلین اور مقدارین علیحدہ علیحدہ بنائین اور اُنکے شمار معین رکھے کہ اگر ایک بڑھ جاتی ہے تو آدمی پر وبال ہو جاتی ہے اور اُسکے دُور کرنے کا محتاج ہو جاتا ہے اور اگر ایک کم ہو جاتی ہے تو اس کمی کے تدارک کا جبر کرنا پڑتا ہے پس طبیب جو ہڈیون پر غور کرتا ہے اسلیے کرتا ہے کہ اُنکے علاج کا ماہر ہو جاوے اور اہل بصیرت جو اُنپر غور کرتے ہین تو اُنسے بڑائی اُنکے پیدا کرنے والے کی سمجھتے ہین کہ کیا تصویر بنائی ہے تو دونون نظرون مین نہایت درجہ کا فرق ہے پھر دیکھو کہ خدا تعالی نے ہڈیون کے ہلانے کے اسباب کیسے بنائے یعنی مچھلیان بدن مین پانسو انتیس پیدا کین

اور مچھلی گوشت اور پٹھے سے اور بند اور جھلیون سے بنی ہی اور وہ سب مقدار اور شکلون مین جیسی جگہ اور جیسی حاجت ہی اُسی کے موافق جُدا جُدا ہین
اُنہین سے چوبیس مچھلیان تو آنکھ کے ڈھیلے اور پپوٹون کے ہلانے کو ہین کہ اگر اُنہین سے ایک کم ہو جاوے تو آنکھ کا معاملہ ناقص ہو جاوے اسی طرح
ہر عضو کے لیے ایک شمار معین اور مقدار معین پر مچھلیان بنی ہین اور پٹھون اور رگون اور شریانون کا حال اور اُنکے شمار اور نکلنے کی جگہ اور شاخون
پھوٹنے کا ماجرا اِن سب سے عجیب تر ہی اور اُسکی تفصیل طول چاہتی ہی غرضکہ فکر کو اِن اجزا مین سے ہر ایک مین دَوڑنے کی گنجایش ہی پھر ہر ہر عضو مین
پھر سارے بدن مین فکر کی مجال ہی اور یہ سب اجسام بدن کے عجائبات اور معانی اور صفات کے نادرات پر غور کرنا ہی جو حواس سے معلوم نہین ہوتے
اب ظاہر انسان اور اُسکے باطن اور بدن اور اُسکے صفات کو غور کرو تو اُنہین بھی وہ عجائب اور صنعت معلوم ہوگی جس سے تعجب آوے اور یہ سب
خدا تعالی کی صنعت ایک قطرۂ آب ناپاک مین ہی ٭ دہد قطرہ را صورتے چون پری ٭ کہ کردست بر آب صورتگری ٭ اب جو پانی کے قطرہ مین یہ صنعت
کرتا ہی تو اُسکی صنعت ملکوت آسمانون اور اُنکے ستارون مین کیا کچھ ہوگی اور اُنکی وضع اور شکلون اور مقدارون اور شمار اور بعضون کے یکجا ہونے
اور بعضی صورتین علیحدہ ہونے اور نکلنے اور ڈوبنے کی جگہ جدا ہونے مین کیسی کچھ حکمت ہوگی۔ یہ نہ گمان کرنا چاہیے کہ کوئی ذرہ آسمانون کے ملکوت کا بھی
حکمت اور حکم سے خالی ہی بلکہ یون جاننا چاہیے کہ پیدایش کی رو سے وہ مضبوط اور براہ صنعت نہایت درست اور بدن انسان کی نسبت کر زیادہ تر
عجائبات کا ہی بلکہ تمام روے زمین کی چیزون کو آسمانون کے عجائب سے کچھ نسبت ہی نہین اور اسلیے خدا تعالی فرماتا ہی ءَانتم اشد خلقاً ام السماء بنٰہا رفع
سمکہا فسوٰہا و اغطش لیلہا و اخرج ضحٰہا۔ پھر اب نطفے کی طرف رجوع کر کے دیکھو کہ اول کیا تھا اور پھر کیا ہو گیا اور سوچو کہ اگر تمام جن اور انسان اس
بات پر متفق ہون کہ نطفے کے واسطے کان اور آنکھ خواہ عقل یا قدرت یا علم یا روح پیدا کرین یا اُسمین ہڈیان یا رگین یا پٹھے یا چمڑا یا بال بنا دین تو بھلا بنا سکینگے
بلکہ اگر یہ چاہین کہ خدا تعالی کے بنانے کے بعد اُسکی کنہ حقیقت اور کیفیت خلقت کو معلوم کرین تو اُس سے عاجز ہونگے تو اب تمسے تعجب آتا ہی کہ اگر تم کسی آدمی کی
صورت دیوار پر نکلی دیکھو جسکے بنانے مین مصور نے داد اُستادی دی ہو یہان تک کہ تصویر کو ایسا بنایا ہو کہ دیکھنے والا کہدے کہ انسان ہی ہی بولنے کی کسر
تو تم مصور کی نقاشی سے نہایت تعجب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ واہ رے اُستاد کیسا چابک دست اور ہوشیار اور اپنے فن مین یگانہ ہی اور دل مین بھی اُسکی
بڑائی بیٹھگی باوجودیکہ جانتے ہو کہ وہ تصویر صرف رنگ اور قلم اور ہاتھ دیوار اور قدرت اور علم اور ارادہ سے بنی ہی اور اُنہین سے کوئی چیز مصور کا فعل
اور اُسکی پیدایش نہین بلکہ اِن چیزون کو دوسرے نے پیدا کیا ہی جو کچھ مصور نے کیا وہ بھی ہو سکتا ہی کہ رنگ کو دیوار پر ایک ترتیب خاص سے اکٹھا کر دیا
مگر تمکو اُس سے نہایت تعجب ہوتا ہی اور خود آدمی کو دیکھکر تعجب نہین کرتے کہ ایک قطرۂ ناپاک نیست تھا پھر اُسکو اُسکے پیدا کرنے والے نے پشتون
اور چھاتیون مین پیدا کیا پھر وہان سے نکال کر اُسکی شکل اور مقدار اور صورت عمدہ طور پر بنائی اور اُسکے اجزا جو ایک صورت کے تھے اُن کو
جُدا جُدا عضو بنائے پھر ہڈیون کو مضبوط کیا اور اعضا کی شکلین اچھی کین اور ظاہر اور باطن کو آراستہ کیا اور رگون اور پٹھون کو ایک
دوسرے پر رکھا اور اُنہین غذا کے جانے کی جگہ مقرر کی تاکہ سبب اُسکے زندہ رہنے کا ہو اور اُسکو سنتا دیکھتا جانتا بولتا کر دیا اور اُسکی
پشت کو بدن کی بنیاد مقرر کی اور پیٹ کو تمام آلات غذا کا حاوی اور سر کو سب حواس کا جامع بنایا پھر آنکھون کو کھولا اور اُنکے طبقون کو
ایک دوسرے پر رکھا اور اُنکی شکلین اور رنگ ڈھنگ اچھا کیا پھر اُنکو پپوٹون سے ڈھانپا تاکہ اُنکی حفاظت اور جلا کرتے رہین اور
خس و خاشاک روکتے رہین پھر اُنکے تِلون مین جو واقع مین تل سے زیادہ نہین آسمانون کی صورتین ظاہر کین باوجودیکہ اتنے پھیلے ہوے اور
لمبے چوڑے ہین مگر آنکھ مین نظر آتے ہین پھر کانون کو جو بنایا تو اُنہین کڑوا پانی رکھدیا کہ سماعت بنی رہے اور کیڑے اندر نہ جا دین اور اُنکے گرد
سیپ کی صورت کے چمڑے رکھدیے تاکہ آواز اُنسے اکٹھی ہو کر کان کے سوراخ مین جاوے اور یہ بھی فائدہ ہی کہ اگر کوئی کیڑا چلے تو اُسکی چال
ان چمڑون پر معلوم ہو جاوے اور کان کے سوراخون مین بہت سے گڑھے اور ٹیڑھے راستے رکھے تاکہ کیڑا اگر کان مین جاوے تو بہت سا چلے اور
آدمی اگر سوتا ہو تو اُسکی بہت سی حرکت سے جاگ پڑے پھر ناک کو چہرہ کے بیچ مین اونچا کیا اور اُسکی شکل عمدہ بنائی اور اُسکے دو نتھنے رکھے اور اُنہین

سونگھنے کی قوت عنایت فرمائی تاکہ بو کے سونگھنے سے اپنی غذا اور کھانے کی چیزیں معلوم کرسکے اور ہوا کی روح دل کی غذا ہے اسکے لیے نتھنوں کی
راہ پہونچ سکے اور اندر کی حرارت کو تسکین ہوتی رہے اور منھ کو کھلا رکھا اور اسمین زبان رکھی جو دل کے اندر کی باتین بیان کرسکے اور منھ کو دانتون
سے زینت دی تاکہ سامان پیسنے اور توڑنے اور کاٹنے کا حاصل ہو دانتون کی جڑون کو مضبوط اور انکے سرون کو تیز اور رنگ کو سفید بنایا اور
ایسا برابر برابر رکھا کہ گویا موتی پرے ہوئے ہین اور ہونٹون کو بنا کر انکا رنگ اور شکل عمدہ بنایا تاکہ منھ پر آپس مین مل سکین اور اسکی راہ بند ہوجاوے
اور یہ بھی فائدہ ہے کہ انسے گفتگو کے حروف پورے نکلین پھر نرخرے کو پیدا کیا کہ اس سے آواز نکلے اور زبان مین قوت حرکت اور علیحدہ کرنے کی رکھی
تاکہ جدا جدا مخارج مین آواز کو علیحدہ کردے اور اس ذریعہ سے بہت سے حروف بولنے کی گنجایش ہوجاوے پھر تنگی اور فراخی اور نرمی
اور سختی اور صفائی اور کھردرا ہونے اور لمبے اور چھوٹے ہونے مین نرخرون کو مختلف طرح کا بنایا تاکہ اسکے سبب سے آوازین جدی ہوجائین
اور دو آوازون مین خلط نہو جاوے بلکہ دونون آوازین جدا جدا معلوم ہون یہان تک کہ آدمی ایک دوسرے کو اندھیرے مین آواز ہی سے
پہچان لین پھر سر کو بالون اور زلفون سے زینت دی اور چہرے کو داڑھی اور ابرو سے اور ابرو کو پتلے بالون اور کمان کی صورت ہونے سے
آراستہ فرمایا اور آنکھون کو پلکون سے زینت بخشی پھر اعضاء باطن کو پیدا فرما کر ہر ایک کو ایک معین کام کے واسطے مخصوص فرمایا مثلاً معدے کو غذا
کے پکانے کے لیے مسخر کیا اور جگر کو اسلیے بنایا کہ غذا کو خون کردے اور تلی اور پتے اور گردے کو جگر کا خادم بنایا تلی کی یہ خدمت ہے کہ سودا کو جگر
سے جذب کرتی ہے اور پتا صفرا کو اور گردہ رطوبت آبی کو اور پھکنا گردے کا خادم ہے کہ پانی گردے مین سے لیکر پیشاب گاہ کے راستہ سے نکال دیتا
ہے اور رگین جگر کی یہ خدمت کرتی ہین کہ خون کو بدن کے تمام اطراف مین پہونچاتی ہین پھر دونون ہاتھون کو پیدا کیا اور انکو لمبا بنایا تاکہ
چیزون کی طرف بڑھ سکین اور ہتیلی کو چوڑا کرکے اسکی تقسیم پانچ انگلیون مین کی اور ہر انگلی مین تین تین پورین رکھین اور چار انگلیون کو
ایک طرف رکھا اور انگوٹھے کو ایک طرف تاکہ انگوٹھا سب پر گھوم سکے اور چارون انگلیون کو طول مین مختلف رکھکر ایک صف مین ایک
دوسرے کے بعد رکھا اگر سب اول اور آخر کے لوگ متفق ہوکر کوئی اور صورت بڑی باریک فکر سے نکالا چاہین کہ اس وضع خاص سے
جو انگلیون کو اب حاصل ہے دوسرے طور پر رکھین اور سب کام دیدین جو اب دیتی ہین تو ہرگز نہو سکیگا اسلیے کہ اس ترتیب خداداد سے
بہت فوائد ہین لینا اور دینا اور پکڑنا سب اسی سے ہوتا ہے اگر انگلیون کو پھیلا ہوا رکھے تو ایک تشتری ہے جو چاہو اسپر رکھلو اور اگر انکو
بند کرلو تو مارنے کا آلہ گھونسا ہوجاویگا اور اگر ادھ کھلی رکھو تو چلو چمچے کی صورت ہوجاویگی اور اگر ملاکر کھول دو تو کھرپی یا بیلچے کی شکل ہوجاویگی
پھر انگلیون کے سرون پر ناخن پیدا کیے کہ انکی زینت کی زینت ہو اور پشت کی جانب سے انکی روک ہوکر کٹ نہ جاوین اور باریک چیزین
جو پورون سے نہ اٹھ سکین انکو بھی اٹھا سکے اور اپنا بدن حاجت کے وقت انسے کھجا سکے پس ناخن سب اعضا مین ادنی ہے لیکن اگر
بالفرض نہو اور آدمی کو خارش ہوجاوے تو نہایت عاجز اور ضعیف ترین خلق ہوجاوے اور کوئی بدن کھجلانے مین اپنے ناخن کا قائم مقام
نہو سکے شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎ نخوارگی جز سر انگشت من ٭ نخارد کسے در جہان پشت من ٭ پھر ہاتھ کو خارش کی جگہ
بتلادی کہ اسی جگہ پہونچتا ہے گو آدمی نیند اور غفلت ہی مین ہو اور اگر بدن کھجلانے مین دوسرے سے مدد لیتا تو خارش کی جگہ پر بڑی مشقت کے
بعد مطلع کرپاتا پھر یہ سب باتین نطفے مین پیٹ کے اندر تین اندھیرون کے درمیان بنادین کہ اگر بالفرض رحم پر سے سب پردے اٹھا لیے جاوین
اور آدمی کو بچہ نظر آنے لگے تو دیکھے کہ یہ سب امور ایک دوسرے کے بعد بنتے چلے جاتے ہین نہ مصور معلوم ہوتا ہے نہ کوئی آلہ اسکے بنانے کا
کیا کوئی بناتا ہے تو بھلا ایسا کوئی معمار یا کاریگر تمنے دیکھا ہے کہ اپنے اوزار کو ہاتھ نہ لگاوے نہ جس چیز کو بناتا ہے اسکو چھوے نہ اسکے پاس آوے
یہ تو تینہ کے اندھیرون کے اندر اسمین تصرف کرے یہ شان اسی پاک ذات کی ہے اور کسی کی مجال نہین پھر اسکی کمال قدرت اور رحمت کامل کو
دیکھو کہ جب بچہ بڑھا اور رحم مین گنجایش نہ رہی تو اسکو کیسے بتادیا کہ اوندھا ہوکر اور وہان سے ہلکر اس تنگی سے نکلنے کی راہ ڈھونڈھتا ہے گویا جانتی کی

طرف محتاج اُسکو سمجھتا بوجھتا ہے پھر جب نکل آیا اور غذا کا محتاج ہوا تو کیسے اُسکو چھاتی مُنہ مین دبانے کی ہدایت کی پھر چونکہ اُسکا بدن نرم تھا اور موٹی غذا کی برداشت نہ رکھتا تھا تو کیسے اُسکے لیے لطیف دودہ کا انتظام کیا اور خون اور غلیظ مین سے کیسا خالص گلے مین اُترتا پیدا کیا اور چھاتیون کو کیسے بنایا اور اُنمین دودہ اکٹھا کیا اور اُنکے سرایسے کر دیے کہ لڑکے کے مُنہ مین آجاوین پھر اُنمین سوراخ بہت باریک رکھے تاکہ دودہ بدون دبائے نہ نکلے اور دبانے سے آہستہ آہستہ نکلے اسلیے کہ لڑکا تھوڑا ہی تھوڑا متحمل ہوسکتا ہے پھر اُسکو چوسنا کیسے بتا دیا تاکہ شدت بھوک کے وقت اُس تنگ جگہ سے دودہ بہت سا نکلے پھر اس مہر و محبت الٰہی کو دیکھو کہ دانتون کا پیدا کرنا دو برس کے پورا کرنے پر رکھا اسلیے کہ دو برس تک اُسکی غذا دودہ ہی سے ہوتی ہے دانت کی حاجت نہین ہوتی اور جب بڑا ہوتا ہے تو نرم دودہ اُسکے موافق نہین ہوتا اُسوقت غذا گاڑھی چاہیے اور غذا کو چابنے اور پیسنے کی ضرورت ہے اسی لیے جب حاجت ہوئی تب دانت دیے نہ پہلے دیے نہ پیچھے پس تعجب ہے کہ اول اللہ پاک نے یہ سخت ہڈیان اُن نرم مسوڑون مین کیسے نکالین پھر والدین کے دل مین شفقت ڈال دی کہ جس وقت وہ اپنے آپ اپنے لیے کچھ نہین کرسکتا اُسوقت یہ دونون اُسکی خدمت کرتے ہین اگر خداوند کریم اُنکے دل مین رحمت نہ ڈالتا تو بچے سے زیادہ کوئی عاجز تر اپنی تدبیر سے نہوتا پھر دیکھو کہ جون جون بڑھتا گیا اُسکو قدرت اور تمیز اور عقل اور ہدایت کیسے رفتہ رفتہ دیتا گیا یہان تک کہ بڑا گتا ہوکر قریب بلوغ ہوا پھر جوان پھر ادھیڑ پھر بوڑھا ہوا یا تو ناشکر یا شکرگزار مطیع یا نافرمان ایماندار یا کافر بنا جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا پس اول لطف و کرم کو دیکھو پھر قدرت و حکمت پر غور کرو تو عجائبات حضرت ربوبیت سے مبہوت رہجاؤ گے اور نہایت تعجب اُس شخص سے ہے کہ جو عمدہ خط یا کوئی اچھا نقش دیوار پر دیکھتا ہے اور اُسکو پسند کرتا ہے تو اپنی ساری ہمت کاتب اور نقاش کے تصور مین لگاتا ہے کہ کیسے لکھا اور کیسے نقش کیا اور اُسکو اپنے دل مین بڑا جانکر کہتا رہتا ہے کہ یہ شخص کتنا بڑا ماہر اور فن مین کامل اور زبردست اور قدرت والا ہے مگر یہ عجائب اپنے آپ مین اور دوسرون مین دیکھتا ہے اور اُسکے کاریگر اور مصور برحق سے غافل رہتا ہے اُسکی عظمت اُسکو بیہوش کیون نہین کرتی اور اُسکے جلال اور حکمت سے متحیر کیون نہین ہوتا۔ پس یہ چند عجائبات آدمی کے بدن کے ہین سب کا لکھنا ممکن نہین اگر آدمی فکر کیا چاہے اُسکے فکر کے دوڑانے کو بہت سے قریب ہین اور خالق کی عظمت پر نہایت واضح دلیل ہین مگر آدمی انسے غافل اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے مین لگا ہوا اُسکے سوا اور کچھ نہین آتا کہ بھوک لگی تو کھا لیا اور پیٹ بھرا تو سو رہا شہوت ہوئی تو صحبت کی غصہ آیا تو لڑلیا حالانکہ اِن باتون مین بہائم اور درندے سب آدمی کے شریک ہین خاصیت انسانی جس سے بہائم محروم ہین وہ یہ ہے کہ آسمانون اور زمین کے اسرار اور جہانون اور جہان کے عجائب کو غور کرکے خداے تعالیٰ کو پہچانے اسلیے کہ اس سے بندہ مقرب فرشتون کی جماعت مین داخل ہوجاتا ہے اور انبیا اور صدیقین کی جماعت مین اُٹھکر خداے تعالیٰ کی جناب سے نزدیک ہوتا ہے یہ مرتبہ بہائم کو نہین ہے نہ اُس آدمی کو جو دنیا سے صرف شہوات بہائم پر راضی ہو اس لیے کہ ایسا انسان بہائم سے بہت بُرا ہے اس لیے کہ بہائم مین تو قدرت معرفت کی سرے سے نہین اور انسان مین تو خداے تعالیٰ نے قدرت پیدا کی تھی مگر اُسنے اُسکو بیکار رکھا اور نعمت الٰہی کا شکر نہ کیا تو ایسے لوگ بہائم کیا بلکہ اُنسے بھی بدتر ہین اور جب تمکو اپنے آپ مین فکر کرنے کا طریق معلوم ہوگیا تو اب زمین کو دیکھو جو تمھاری قرارگاہ ہے پھر اُسکی نہرون اور دریاؤن اور پہاڑون اور کانون مین فکر کرو پھر اُنکے بعد آسمانون کے اسرار پر ترقی کرو۔ پس زمین مین بہت نشانیان ہین ایک یہ کہ زمین کو بچھونا اور بستر بنایا اور اُسمین راستے اور سڑکین بنائین اور اُسکو نرم کیا تاکہ اُسکے اطراف مین پھرو اور اُسکو ساکن بنایا کہ ہلتی نہین اور اُسمین پہاڑون کی میخین جڑ دین کہ حرکت سے اُسکی مانع ہون پھر اُسکے اطراف کو چوڑا کیا یہان تک کہ آدمی اُسکے سب اطراف مین پھرنے سے عاجز ہوے گو اُنکی عمرین بڑی ہون اور گردش زیادہ کی چنانچہ اِن باتون کو خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ۔ اور فرمایا هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا۔ اور فرمایا اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا۔ اسی طرح

کلام مجید مین خدا تعالیٰ نے ذکر زمین کا بہت جگہ فرمایا ہی تاکہ اسکے عجائب مین فکر کیا جائے کہ اسکی پشت زندون کے رہنے کی جگہ ہی اور پیٹ مُردون کے سونے کا مقام ہی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا۔ پس زمین کو دیکھو کہ بیجان ہوتی ہی اور جب اُسپر پانی پڑتا ہی تو تازہ ہوکر اُبھرتی ہی اور سبز ہوکر عجب سبزی نکالتی ہی اور اُسمین سے طرح طرح کے حیوانات نکل پڑتے ہین پھر دیکھو کہ زمین کے کنارون کو اونچے اونچے اٹل پہاڑون ٹھوس اور سخت سے کیسے مضبوط کیا اور کس طرح پانی اُسکے نیچے رکھا کہ چشمے نکالے اور نہرین بہائین جو روے زمین پر چلتی ہین اور پتھر خشک اور میلی مٹی سے پانی شیرین اور پتلا صاف نکھرا نکالا اور اُس سے ہر چیز کو زندہ کیا اقسام کے درخت اور روئیدگی اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور خرما اور انار اور میوہاے بیشمار جدی جدی شکلون اور رنگ اور مزہ اور صفت اور بو کے پانی ہی کے سبب نکالے کھانے مین ایک دوسرے سے بڑھ چڑھکر ہین حالانکہ ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہین اور ایک ہی زمین سے نکلتے ہین اب اگر کوئی کہے کہ ان میوؤن کا اختلاف اُنکے بیجون کے مختلف ہونے سے ہی تو ہم کہتے ہین کہ گٹھلی مین خوشے کہان لگے ہوے تھے اور ایک دانہ مین سات بالین اور ہر بال مین سنو دانے کہان تھے پھر جنگلون کی زمین کو دیکھو اور اُسکے ظاہر و باطن کی جستجو کرو تو ایک سی مٹی معلوم ہوگی اور جب اُسپر پانی پڑتا ہی تو تر و تازہ ہوکر اُبھرتی ہی اور رنگ برنگ کی جنسین اور ایک سی صورت کے سبزے اور مختلف صورت کے اُگاتی ہی کہ ہر ایک کا مزہ اور بو اور رنگ اور شکل دوسرے سے علیحدہ ہی پھر اُنکی کثرت اور اختلاف قسام اور کثرت اشکال پر لحاظ کرو پھر طبیعتون کے مختلف ہونے اور کثرت منافع پر غور کرو کہ اللہ جل شانہ نے ان نباتات مین کیسے عجیب فوائد رکھے ہین مثلاً کوئی غذا کے کام کی ہی کوئی قوت دیتی ہی کوئی موجب زندگی ہی کوئی قاتل ہی کوئی سرد ہی کوئی گرم کوئی معدے مین جاکر صفرے کو رگون کے اندر سے دور کرتی ہی کوئی خود صفرا بنجاتی ہی کوئی دافع بلغم و سودا ہی اور کوئی بلغم و سودا بنجاتی ہی کوئی مصفی خون ہی کوئی خون ہوجاتی ہی کوئی مفرح ہی کسی سے ہنسا آتی ہی کسی سے زور بڑھتا ہی کسی سے ضعف ہوتا ہی غرضکہ زمین سے جو پتّا یا تنکا نکلتا ہی اُسمین ایسے فوائد ہین کہ آدمی اُنکی ماہیت پر مطلع نہین ہوسکتا پھر ان نباتات مین سے ہر ایک کی پرورش مین کسانون اور مالیون کو جدا جدا کام کرنا پڑتا ہی مثلاً خرما مین نر کا پانی مادہ مین دیا جاتا ہی انگور کو چھانٹا جاتا ہی کھیتی مین سے گھاس وغیرہ علیحدہ کرنا پڑتا ہی کسی کا بیج زمین مین بکھیرتے ہین کسی کی پود لگاتے ہین کسی کی قلم لگاتے ہین اگر ہم چاہین کہ نباتات کی جنسون اور قسمون کا اختلاف اور اُنکے منافع اور حالات اور عجائبات بیان کرین تو اسی کے لیے ایک مدت چاہیے اسلیے ہر جنس مین سے کسی قدر کافی ہی جس سے فکر کا طور معلوم ہوجاے نباتات کے عجائب تو ہوچکے۔ دوسری نشانی زمین مین یہ ہی کہ پہاڑون اور کانون مین زمین کے جواہر رکھے ہین یہی زمین ہی کہ اُسمین بہت سے ٹکڑے پاس پاس ایک دوسرے سے صفات مین علیحدہ ہین مثلاً پہاڑون کو دیکھو کہ اُنمین سے جواہر نفیس چاندی سونا فیروزہ لعل وغیرہ کیسے نکلتے ہین کہ بعضے تو ہتوڑون سے پٹتے ہین جیسے چاندی سونا تانبا رانگا لوہا اور بعضے نہین پٹتے جیسے فیروزہ اور لعل وغیرہ اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے لوگون کو انکا نکالنا اور صاف کرنا اور انسے برتن اور اوزار اور نقد اور زیور بنانا بتلادیا پھر زمین کی کانون کو دیکھو کہ رال اور گندھک اور قیر وغیرہ اُنمین سے نکلتے ہین اور سب سے ادنیٰ نمک ہی جسکی حاجت کھانے کی درستی مین ہوتی ہی اگر کسی شہر مین نہو تو جلد لوگ مرنے لگین خداے تعالیٰ کی رحمت کو دیکھنا چاہیے کہ بعضی زمینون کے جوہر کو کیسے شور بنایا کہ اُنمین صاف پانی مینھ کا اکٹھا ہوکر نمک شور گرمی کرنے والا بنایا کہ ممکن نہین کہ کوئی اُسکو تنہا پیسا بھر کھالے بلکہ اسلیے بنایا کہ اُس سے کھانا درست ہوجاوے اور جب تم اُسکو کھاؤ تو عیش اچھی طرح ہو اور کوئی پتھر اور حیوان اور نبات ایسے نہین جسمین ایک حکمت یا زیادہ اس قسم کی نہو کوئی اُنمین سے بیکار اور کھیل کے لیے نہین بنی بلکہ سب کو جیسا چاہیے تھا اور جس طرح چاہیے تھا اور جیسے اُسکے جلال اور کرم اور لطف کے شایان تھا حق طور پر بنایا اور اسی وجہ سے خود فرمایا وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین ما خلقنا ہما الا بالحق۔ تیسری نشانی اقسام حیوانات ہین کہ اُنمین سے بعضے اُڑتے ہین اور بعضے چلتے ہین اور چلنے والون مین بعضے دو پاؤن سے چلتے ہین بعضے چار سے بعضے زیادہ

اور تلو سے چنانچہ بعض حشرات الارض مین یہ امر دیکھا جاتا ہی پھر فوائد اور صورت شکل اور عادات اور طبائع مین سب مختلف ہین پھر جو
پرندے اور خشکی کے وحشیون اور خانگی بہائم کو دیکھو انمین وہ عجائب پاؤگے جنسے اُنکے خالق اور مقدر اور مصور کی عظمت اور قدرت اور
حکمت مین کچھ شبہہ نہ کروگے اور ان سب کا لکھنا ممکن نہین بلکہ اگر ہم چاہین کہ عجائب چھوٹے جانورون مثل مچھر اور چیونٹی اور شہد کی مکھی اور
مکڑی کے بیان کرین کہ گھر ایسے بناتے ہین اور غذا ایسی جمع کرتے ہین اور اپنے جوڑے سے الفت اسطرح ہوتی ہی اور گھر کی شکل موزون
بنانے مین ایسی مہارت ہوتی ہی اور اپنی حاجتون کی طرف اسطرح رستہ ملتا ہی تو ہرگز ہم سے سب بیان نہوسکیگا مثلاً مکڑی کو دیکھتے ہو کہ
اپنا گھر نہر کے کنارے بناتی ہی تو اول وہ جگہ ایسی تلاش کرتی ہی کہ ان دونون مین تھوڑا سا فاصلہ ایک ہاتھ یا اُس سے کم وبیش ہو تاکہ دونون
جگہ مین اپنا تار پہونچا سکے پھر وہ اسطرح شروع کرتی ہی کہ اپنا لعاب یعنی تار ایک کنارے پر ڈالتی ہی تاکہ اُسمین چمٹ جاوے پھر دوسری طرف جاکر
وہان دوسرا سرا تار کا چپکا دیتی ہی اسی طرح دوبارہ سہ بارہ آمد ورفت کرتی ہی اور فاصلہ تارون کا مناسب اور موزون رکھتی ہی یہان تک کہ جب
تارون کے سرے دونون جگہ مین مضبوط ہو جاتے ہین اور انکو تانے کی شکل کر لیتی ہی تب بانے مین مصروف ہوتی ہی اور بانے کو تانے پر رکھنا
شروع کرتی ہی اور جہان بانے کا تار تانے سے ملتا ہی وہان مضبوط گرہ دیتی ہی اور اسمین بھی موزونیت اور شکل ہندسی کو لحاظ رکھتی ہی اور اُس
تانے بانے سے ایسا جال بناتی ہی جسمین مچھر اور مکھی پھنس جاوے اور اپنے آپ ایک کونے مین تاک لگائے بیٹھی رہتی ہی کہ کوئی شکار جال مین
پھنسے جب کوئی پھنس جاتا ہی تو لپک کر اُسکو پکڑ کے کھا جاتی ہی جب اسطرح شکار کرنے سے تھک جاتی ہی تو کسی دیوار کا کونا ڈھونڈھ کر کونے کے
دونون جانب مین تار لگا کر ایک اور تار مین آپ لٹک جاتی ہی اور اُلٹی ہوا مین لٹکی رہتی ہی اور اُڑتی مکھی وغیرہ کی منتظر رہتی ہی جب کبھی مکھی کا
گذر وہان کو ہوتا ہی تو اُسکو پکڑ کر اپنا تار اُسکی ٹانگون مین لپیٹ کر خوب مضبوط کر دیتی ہی پھر اُسکو کھا لیتی ہی پس کوئی حیوان چھوٹا یا بڑا ایسا
نہین کہ اُسمین ان عجائبات مین سے بیشمار نمونے پھر کہو تو کہ مکڑی نے یہ صنعت اپنے آپ سیکھی ہی یا خود بخود موجود ہو گئی ہی یا کسی آدمی نے اُسکو بتایا
خواہ سکھلایا ہی یا اُسکا کوئی ہادی اور بتانے والا نہین کوئی اہل دانش اسمین شک نہ کریگا کہ وہ بیچاری عاجز اور ضعیف ہی بلکہ ہاتھی جسکا تن بہت بڑا
اور قوت ظاہر ہی وہ بھی اپنے نفس کے امر سے عاجز ہی یہ تو ضعیف ہی جانور ہی پھر بھلا وہ اپنی شکل اور صورت اور حرکت اور ہدایت اور عجیب
صنعت سے اپنے پیدا کرنے والے حکمت والے اور قادر دانا پر شہادت نہین دیتی ۔ ہوشیار آدمی تو ایسے چھوٹے سے جانور مین عظمت خالق مدبر
کی اور اسکا جلال اور کمال قدرت وحکمت دیکھتا ہی جس سے عقلین حیران رہجائین بڑے حیوانون کا تو کیا ذکر ہی اور یہ قسم بھی بیحد وشمار ہی ایسلیے
کہ حیوانات اور اُنکی شکلین اور عادات اور طبیعتین بیشمار ہین اور دلون کو تعجب اُنسے اسواسطے نہین ہوتا کہ کثرت سے دیکھنے کے باعث اُنسے
مانوس ہوگئے ہین ہان اگر کسی حیوان عجیب یا نئے کیڑے کو دیکھتے ہین تو تعجب کرکے کہتے ہین کہ سبحان اللہ عجیب جانور ہی اور انسان سب حیوانات
سے عجیب تر ہی اپنے آپ کو دیکھکر تعجب نہین کرتا بلکہ جن چوپایون سے مانوس ہو رہا ہی اگر اُنکی شکلون اور منافع اور فوائد پر لحاظ کرے اور اُنکے چمڑون
اور اُون اور بالون کو دیکھے کہ خدا تعالی نے اُنکو اپنے خلق کا لباس اور گھر سفر اور حضر مین اور پینے کی چیزون کے برتن اور غذا رکھنے کے ظروف اور پاؤن
کی حفاظت بنایا ہی اور اُنکے دودھ اور گوشت کو مخلوق کی غذا مقرر کی ہی پھر بعض چوپایون کو سواری کی زینت اور بعض کو بوجھ لادنے کے لیے اور دور دور کے
جنگل اور بیشے طی کرنے کو بنایا ہی تو دیکھنے والون کو اُنکے پیدا کرنے والے کی حکمت سے کمال ہی تعجب ہی اسلیے کہ اُسنے انکو جب ہی پیدا کیا جب اُنکے
سب فوائد پیدا کرنے سے پیشتر اپنے علم مین گھیر لیے تو دیکھو کہ کیا ذات پاک ہی جسکے علم مین بے فکر وتامل سب امور کھلے ہین اور کسی وزیر او مشورت دینے والے
کی مدد نہین لیتا پس وہی ہی دانا خبردار حکمت وقدرت والا جسنے اپنے مخلوق کی ادنی چیز سے عارفون کے دل سے شہادت اپنی توحید کی نکالی تو خلق کو
اُسکے سوا اور کچھ نہین کہ اُسکے قہر اور قدرت کا یقین کرین اور اُسکے پروردگار ہونے کے مقر ہون اور اُسکی عظمت اور جلال کی معرفت سے عاجزی کا
اقرار کرین پس اب کون ایسا ہی جو اُسکی ثنا کرسکے وہ ایسا ہی جیسا وہ خود اپنی ثنا کرے انتہا معرفت ہم لوگون کی یہ ہی کہ اُسکی معرفت سے عاجزی کا

اقرار کرین ہم خدا یتعالی سے درخواست کرتے ہین کہ اپنی ہدایت سے ہمکو مشرف فرماوے بمنہ وکمال رافتہ ۔ چوتھی نشانی گہرے گہرے سمندر جو زمین کے حدودون مین سب کے سب اُس بحر اعظم کے ٹکڑے ہین جو ساری زمین کے گرد ہی اور یہ سب اتنے ہین کہ جتنے زمین اور پہاڑ پانی سے کھلے ہوے ہین وہ سب پانی کی نسبت کر ایسے ہین جیسے بڑے سمندر مین ایک چھوٹا جزیرہ ہو اور باقی زمین پانی سے چھپی ہوئی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح الارض فی البحر کالاصطبل فی الارض ۔ تو اب اصطبل کو زمین کے ساتھ نسبت کرکے جان لو کہ زمین کو سمندر کے ساتھ وہی نسبت ہی اور جب تم زمین کے عجائب دیکھ چکے تو اب سمندر کے عجائب مین تامل کرو اسلیے کہ سمندر مین حیوانات اور جواہر کے عجائب اُن عجائب کے دُونے چوگنے ہین جو زمین پر دیکھتے ہو جیسے کہ پھیلاؤ سمندر کا زمین کی وسعت سے زیادہ ہی اسی طرح اُسکے عجائب بھی زیادہ ہین اور سمندر کی بڑائی کی جہت سے یہ ہی کہ اُسمین حیوانات اتنے بڑے ہوتے ہین کہ اگر تم اُنکو سطح پانی کے اوپر دیکھو تو یہ گمان کرو کہ کوئی ٹاپو ہی اور بعض اوقات ایسا ہوا بھی ہی کہ تری کے مسافر حیوان آبی کی کمر کو جزیرہ سمجھکر اُتر پڑے ہین اور اُسپر آگ جلائی اور آگ کی حرارت سے جب اُسنے حرکت کی تو معلوم ہوا کہ جانور ہی اور جتنے قسام حیوانات کے خشکی مین ہین مثلاً گھوڑا پرند گاے انسان وغیرہ یہی اقسام دُونے چوگنے بلکہ کہین زیادہ تری مین پائے جاتے ہین اور سمندر مین بعض چیزین ایسی بھی ہین جنکی نظیر خشکی مین نہین پائی جاتی اُنکے صفات اُن کتابون مین مذکور ہین جنھون نے مشقت دریائی سفر کی اُٹھا کر اُسکے عجائب کو جمع کیا ہی پھر دیکھو کہ خدا تعالی نے موتی کیسے بنایا اور اُسکو سیپ کے اندر پانی کے نیچے کیسے گول کیا پھر دیکھو کہ مونگے کو پانی کے نیچے ٹھوس پتھر مین سے کیسے نکالا وہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ پتھر مین سے سبزہ نکلا ہی پھر اُسکے سوا عنبر اور دوسری نفیس چیزون کو دیکھو جنکو سمندر پھینکتا ہی اور اُس سے نکلتی ہین پھر کشتیون کے عجائب کو دیکھو کہ اُنکو اللہ تعالی نے پانی کی سطح پر کیسے روکا اور تاجرون اور مال کے طالبون وغیرہم کو اُنہین پھرایا اور کشتیون کو اُنکا تابع کیا کہ اپنے بوجھ اُسمین لادین پھر ہواؤن کو بھیجا کہ کشتیون کو چلادین پھر ملاحون کو ہواؤن کے رُخ اور اُنکے چلنے کی جگہ اور وقت بتلادیے غرضکہ سمندر مین جتنے عجائب خدا یتعالی کی صنعت کے ہین وہ بہت سی جلدون مین بھی پورے نہین بیان ہوسکتے اور اُن سب مین سے عجیب اور ظاہر تر پانی کے قطرے کی کیفیت ہی کہ وہ ایک جسم پتلا بہتا ہوا اشفاف اور اجزا کا متصل گویا ایک ہی چیز ہی اُسکی ترکیب نازک اور جدا ہونے کو جلد قبول کرتی ہی کہ گویا علٰحدہ ہی ہی تصرّف جو چاہو سو کرو خواہ ملادو یا جدا کرو خشکی کے سب جانورون کی حیات اور نبات کی زندگی اُسی سے ہی پس اگر کوئی بندہ ایک گھونٹ پانی کا محتاج ہو اور اُسکو نہ پینے دیا جاوے تو اگر اُسکے ملک مین تمام روے زمین کے خزانے ہون تو اُس ایک گھونٹ کے واسطے سب دنیا خرچ کرڈالے پھر پینے کے بعد اگر پیشاب کی راہ اُسکے نکالنے کے لیے منع کردیا جاوے تب بھی سارے خزانے روے زمین کے دے ڈالنے کو تیار ہو تو آدمی سے نہایت تعجب ہی کہ دنیا اور درہم اور جواہر کو تو بڑا سمجھے اور پانی کے گھونٹ سے جو خدا ے تعالی کی ایسی نعمت ہی کہ اُسکے پینے خواہ نکالنے کے واسطے تمام دنیا دے ڈالے غافل رہے پس پانی کے عجائب اور نہرون اور کوؤن اور سمندرون کے غرائب کو سوچو کہ فکر کی اُنمین گنجایش اور جولانی کی جا ہی اور یہ سب چیزین دلیلین ایک دوسرے کی معاون اور علامات متفقہ ہین کہ اپنی زبان حال سے صراحۃً اپنے پیدا کرنے والے کا جلال بیان کررہی ہین اور اُسکے کمال حکمت کو ظاہر کررہی ہین اور اہل دل کو اپنے نغمات دلاویز سے پکار کر یون کہتی ہین کہ کیا تو مجھے نہین دیکھتا کیا میری صورت اور ترکیب اور صفات اور فوائد اور اختلاف حالات پر نظر نہین کرتا کیا تجھے یہ گمان ہی کہ مین خود بخود ہو گئی ہون یا کسی نے میری جنس مین سے مجھے پیدا کیا ہی کیا تجھے شرم نہین آتی کہ جب کوئی لفظ تین چار حرفون کا لکھا دیکھتا ہی تو یقین کرلیتا ہی کہ اُسکو کسی آدمی دانا قدرت و ارادہ والے اور کلام کرنے والے نے لکھا ہی اور تو عجائب نوشتے جو خدا ے تعالی کے میرے چہرے کے ورق پر اُس قلم الٰہی سے لکھے ہوے ہین جسکی ذات اور حرکت اور لکھنے کی جگہ سے ملنا آنکھ سے نہین ہوسکتا دیکھتا ہی اور پھر تیرے دل مین اُسکے کاریگر کا جلال نہین آتا ۔ اور نطفہ کان والون سے یہ کہتا ہی نہ اُن لوگون سے جو کانون سے معزول ہین کہ مجکو یون وہم کرو کہ اندر کے پردون کے اندھیرے مین خون حیض مین ڈوبا ہوا ہون اُسوقت کہ میرے چہرے پر نقش و تصویر ظاہر ہوتی ہی یعنی نقاش ازل

ا ح زمین سمندر مین ایسی ہی جیسے اصطبل ہو زمین مین ۱۲ یہ حدیث پیشتر بھی گذری ہی اور مجکو سند ملی ہی ۱۲

میری آنکھ اور پلکین اور پیشانی اور رخسارہ اور لب بناتا ہی پھر دیکھو کہ رفتہ رفتہ سارے نقش ایک دوسرے کے بعد ہوتے چلے جاتے ہین اور نقاش نہ اندر نطفہ کے نظر آویگا نہ باہر نہ بچہ دان مین ہوگا نہ اُس سے خارج اور اُن نقشون کی خبر ماں کو ہی نہ باپ کو نہ نطفہ کو نہ رحم کو۔ تو بھلا کیا یہ نقاش اُس نقاش سے عجیب زیادہ نہین جو قلم سے عجیب صورت بنایا کرتا ہی جسکو ایک یا دو بار تم بناتے دیکھو تو سیکھ جاؤ تو کیا تم سے یہ بھی ہو سکتا ہی کہ اسی طرح نقش و تصویر نطفہ کے ظاہر و باطن اور اُسکے تمام اجزا کو سیکھ لو اور نطفہ کو بدون ہاتھ لگائے اور اندر باہر سے پاس ہونے کے نقش بنا دو پس اسپر بھی اگر تم نہ سمجھو کہ نطفے کا نقاش اور مصور اپنا نظیر اور برابر نہین رکھتا اور کوئی نقاش اور مصور اُسکی برابری نہین کر سکتا جیسے اُسکا کام بے نظیر ہی اور اُسکے برابر کوئی نقش و صورت نہین ویسی ہی اُسکی ذات ہی اسلیے کہ کامون مین جتنا فرق ہوتا ہی اُتنا ہی کاریگرون مین ہوا کرتا ہی تو اگر تمکو اُن امور سے تعجب آوے تو اپنے نہ تعجب کرنے پر تعجب کرو اسلیے کہ جس چیز نے کہ باوجود اِس ظہور کے تیری بصیرت کو اندھا کر دیا وہ بلاشک قابل زیادہ تر تعجب کے ہی پس پاک ہی وہ ذات جسنے ہدایت کی اور گمراہ کیا اور بدبخت اور نیکبخت بنایا اور اپنے دوستون کے دل کی آنکھین کھول دین تو اُنھون نے اُسکو تمام ذرات عالم اور اُسکے اجزا مین مشاہدہ کیا اور اپنے دشمنون کے دل اندھے کر دیے اور اپنی عزت و عظمت اُنسے مخفی رکھی تو اُسی کو ہی خلق اور امر اور منت اور فضل اور لطف اور قہر نہ کوئی اُسکے حکم کو ٹالے نہ کوئی اُسکی قضا کو پیچھے کر سکے۔ پانچوین نشانی ہوا لطیف ہی جو آسمان اور زمین کے بیچ مین رُکی ہوئی ہی چلنے کے وقت تو اُسکا جسم بدن پر لگنے سے معلوم ہوتا ہی مگر آنکھ سے اُسکا وجود نہین سوجھتا اور وہ سب کی سب مثل ایک دریا کے ہی پرند آسمان کی جو مین اُسی سے پھرتے ہین اور جیسے آبی جانور پانی مین اپنے بازو اور ہاتھ پاؤن مار کر تیرتے ہین اسی طرح پرند بھی ہوا مین اپنے بازوؤن سے ہوا کو چیرتے ہین اور جیسے تیز ہوا کے چلنے سے موجین دریا کی اُٹھتی ہین اسی طرح آندھی سے اِس ہوا کے دریا مین لہرین اُٹھتی ہین پس جب اللہ تعالیٰ ہوا کو حرکت دیتا ہی تو وہ چلتی ہوا ہو جاتی ہی پھر اگر چاہتا ہی تو اُسکو اپنے باران رحمت کے لیے خوشخبری کر دیتا ہی جیسا کہ ارشاد فرماتا ہی وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ۔ اِس صورت مین ہوا کی حرکت سے ہوا کی جان حیوانات اور نباتات مین پہونچتی ہی اور وہ بڑھنے کے لیے تیار ہو جاتے ہین اور اگر چاہتا ہی تو اُسکو اپنے خلق مین سے نافرمانون کے لیے عذاب کر دیتا ہی جیسا کہ فرمایا إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ۔ پھر ہوا کی نزاکت اور سختی کو دیکھو کہ باوجود لطافت کے کتنا زور اُسمین ہی مثلاً ایک مشک مین ہوا بھر کر اگر کوئی شخص چاہے کہ اُسکو پانی مین ڈبووے تو ہرگز نہ کر سکیگا اور سخت لوہا اگر پانی پر رکھا جائے تو اندر چلا جاویگا تو خیال کرو کہ ہوا پانی سے باوجود لطافت کے کیسی رُکتی ہی کہ ہرگز اُسکے اندر نہین رہتی اور اسی حکمت سے خدا تعالیٰ نے کشتیون کو پانی کی سطح پر روکا ہی اور جو چیز مجوف بیچ مین سے خالی جسمین ہوا ہی اُسکا یہی حال ہی کہ پانی مین نہین ڈوبتی اسواسطے کہ اُسمین کی ہوا پانی مین ڈوبنے سے روکتی ہی اور کشتی کے اندر کے سطح کو نہین چھوڑتی اسی وجہ سے بھاری کشتی باوجود قوت اور سختی کے اسی ہوائے لطیف کے سہارے سے پانی پر ٹھہری رہتی ہی جیسے کوئی کوئین مین گر پڑے اور ایک زبردست آدمی کا دامن پکڑ لے جو اُسمین نہ گر سکے اسی طرح کشتی بھی اپنی خالی جگہ سے ہوا سے قوی کے دامن تھام لیتی ہی اور پانی مین ڈوبنے سے بچی رہتی ہی پس پاک ہی وہ ذات جسنے بھاری جہاز کو ہوائے لطیف کے سہارے سے رکھا بدون کسی علاقہ یا گرہ اور بندش وغیرہ کے جو نظر آوین پھر جو کے عجائب کو دیکھو کہ اُسمین بادل اور رعد اور بجلی اور مینھ اور برف اور شہاب اور کڑاکے عجیب باتین آسمان اور زمین کے درمیان کی ہین اور اللہ تعالیٰ نے اُنکی طرف مجملاً اشارہ قرآن مجید مین فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ۔ درمیان کی چیزین یہی ہین جو مذکور ہوئین اِس آیت مین اُنکو مجمل فرما دیا اور اُنکی تفصیل کی طرف چند جا اشارہ فرمایا مثلاً وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اور دوسری آیتون مین جہان رعد اور برق اور مینھ بادل کا ذکر ہی پس اگر تمکو ان سب سے بہرہ بجز اسکے نہو کہ مینھ کو آنکھ سے دیکھ لیا اور رعد کو کان سے سن لیا تو اس امر مین تو تمھارے شریک بہائم بھی ہین اسلیے تمکو پستی مرتبہ بہائم سے عالم بالا کے لوگون مین شامل ہونے کے لیے ترقی کرنی چاہیے یعنی جب تمھاری آنکھین کھلی ہین اور تمنے ان چیزون کے ظاہر کو

دیکھ لیا تو اب اپنے ظاہر کی آنکھ بند کر لو اور اپنی چشم باطنی سے انکے باطنی عجائب کی طرف نظر کرو تاکہ عمدہ اور عجیب اسرار نظر پڑین اور یہ قسم بھی ایسی ہی کہ فکر انمین بہت
بڑھ جاتا ہی اسلیے کہ اسکے پورا ہونے کی توقع نہین مثلاً گاڑھے بادل اندھیرے کو دیکھو کہ کسطرح صاف جو مین اکٹھا ہوتا ہی جسمین کہین کدورت نہین ہوتی
اور اسکو خدا تعالی جب چاہے اور جہان چاہے کیسے پیدا کر دیتا ہی اور وہ باوجود اپنی نرمی کے بھاری پانی کو اٹھاتا ہی اور اوپر مین لیے پھرتا ہی یہان تک
کہ خدا تعالی اسکو اجازت پانی کے چھوڑنے کی دے تو بعد اجازت مینہ کے قطرات ایسے جدا کرتا ہی جیسے خدا تعالی نے مقدر کیے ہون اور جتنے اور جس شکل
کے ارادہ کیے ہون تو دیکھتے ہو کہ بادل زمین پر پانی ڈالنے لگتا ہی ایک ایک قطرہ اسطرح گرتا ہی کہ ایک دوسرے سے جدا ہو مقدور نہین کہ دو ایک دوسرے
سے مل جاوین یا ایک ہی جگہ گرین بلکہ ہر ایک اسی طور پر گریگا جو اسکے لیے مقرر ہوا ہی اس سے ذرا انحراف نہ کریگا نہ پچھلا آگے بڑھیگا نہ اگلا پیچھے ہٹیگا یہان تک
کہ زمین پر قطرہ ہی قطرہ گریگا پس اگر اگلے پچھلے سب لوگ جمع ہو کر چاہین کہ بادلون مین سے ایک قطرہ پیدا کرین تو نہ کر سکین یا جسقدر قطرے ایک شہر مین
یا ایک گاؤن مین گرتے ہین اونکے شمار معلوم کرلین تو جن اور انسان دونون کے حساب سے باہر ہونگے انکے شمار کو بجز انکے موجد کے اور کوئی نہین جانتا۔
پھر انمین سے ہر قطرہ زمین کے ایک حصہ کے واسطے معین ہی اور جس حیوان یعنی پرند یا وحشی یا کیڑے وغیرہ کے لیے وہ قطرہ ہی تو اس قطرہ پر خط الہی سے
لکھا ہوا ہی جو ظاہر کی آنکھ سے نہین سوجھتا کہ یہ قطرہ رزق فلانے کیڑے کا ہی جو فلان پہاڑ کی طرف مین ہی جب اسکو پیاس لگیگی تو یہ قطرہ اسکے پاس
پہونچیگا علاوہ ازین جو عجائب کہ اولون کے بستہ ہونے مین اس لطیف پانی سے یا دھنی روئی کی طرح پانی کے جم کر گرنے مین ہین تو انکی کچھ شمار نہین
یہ سب باتین خداے جبار قادر کے فضل اور خالق زبردست کے قہر سے ہین جنہین کسی مخلوق کو شرکت نہین نہ انمین کسی طرح کا دخل بلکہ ایماندارون کو
بجز مسکنت اور خضوع کے اسکے جلال و عظمت کے سامنے اور کچھ بہرہ نہین نہ اندھے منکرون کو بجز اسکے اور کچھ حاصل ہی کہ اسکی کیفیت کو بے سمجھے بوجھے انکی
نکل لگاوین اور اسکا کوئی سبب اور علت پیدا کرین مثلاً جاہل مغالطہ مین پڑا ہوا کہتا ہی کہ پانی برسنے کا یہ سبب ہی کہ پانی اپنی سرشت سے بھاری ہی
یہی وجہ ہی کہ نیچے گر پڑتا ہی اور اس بات کو جانتا ہی کہ ہمکو وجہ معلوم ہو گئی اور اس سے خوش ہوتا ہی اور اگر اس سے پوچھا جاوے کہ سرشت کے
معنی کیا ہین اور سرشت کو کسنے پیدا کیا اور پانی کی سرشت مین بوجھ کسنے بنایا اور یہ کیا بات ہی کہ درخت کی جڑ مین پانی ڈالنے سے اسکی
شاخون مین اوپر پہونچ جاتا ہی وہ تو اپنی سرشت سے بھاری ہی تو نیچے گر کر پھر اوپر کیونکر چڑھ گیا اور درخت کے اندر کی نلیون مین سے تھوڑا تھوڑا
سب طرف کے پتون مین اسطرح پھیل گیا کہ آنکھون سے جاتا ہوا نہین معلوم ہوتا اور پتے پتے کے ہر جزو کو غذا پہونچاتا ہی اور ان رگون مین ہو کر
جاتا ہی جو مثل بال کے باریک ہین اور چھوٹی ہین اس طرح کہ اول بڑی رگ مین جاتا ہی جو پتے کی جڑ ہی پھر اس رگ سے ان رگون مین جاتا ہی
جو پتے کے اندر چھوٹی چھوٹی اور باریک پھیلی ہوئی ہین اور علی ہذا القیاس انسے اور چھوٹی ہین تو بڑی رگ کو مثل نہر کے جاننا چاہیے پھر
اس سے جو شاخین نکلی ہین وہ چھوٹی نہریان ہین اور ان نہرون سے نالیان نکلی ہین اور نالیون مین سے مکڑی کے تار جیسے باریک دھاگے
ہین کہ آنکھ سے نہین سوجھتے اور تمام پتے کے عرض مین پھیلے ہوے ہین انھین مین کو پانی ہو کر پتے کے سب اجزا مین پہونچ جاتا ہی اور اسکو
غذا دیکر بڑھاتا اور ابھارتا ہی اور اسکی تر و تازگی قائم رکھتا ہی اسی طرح تمام اجزاے میواؤن کو سمجھنا چاہیے پس اگر پانی اپنی طبیعت کی
رو سے نیچے کو حرکت کرتا ہی تو یہان اوپر کو کیون کرتا ہی اگر کہو کہ رگون کی کشش سے یہ اثر ہوتا ہی تو بتاؤ کہ وہ کشش کہان سے آئی آخر کہوگے
کہ خداے تعالی نے انمین یہ خاصیت رکھی ہی تو اول ہی سے کیون نہین کہتے کہ خداے تعالی کی حکمت اور قدرت سے یہ معاملے ہوتے
ہین جہالت سے کیا فائدہ ۔ انچہ دانا کند کند نادان ٭ لیک بعد از خرابی بسیار ٭ چھٹی نشانی اسکی آسمانون کے اسرار اور انمین کے
ستارون کی کیفیتین ہین اور اصل یہی ہین تو اگر کسی کو سب باتین معلوم ہون اور آسمانون کے عجائب معلوم نہون تو واقع مین
اسکو کچھ نہین معلوم ہوا اسلیے کہ زمین اور دریا اور ہوا اور جتنی چیزین ہین سواے آسمان کے ہین آسمانون کی نسبت کر ایسی ہین جیسے
ایک قطرہ سمندر کی نسبت کر بلکہ اس سے بھی چھوٹی پس غور کرو کہ اللہ تعالی نے آسمانون کے اور ستارون کے امر کو اپنی کتاب مین

کیسا بڑا کیا ہی کوئی صورت ایسی نہیں جو اُنکی بڑائی پر شامل نہو اور چند جا اُنکی قسم بھی موجود ہی جیسے والسماء ذات البروج اور والسماء والطارق اور
والسماء ذات الحبک اور والسماء وما بناہا اور والشمس وضحٰہا والقمر اذا تلٰہا اور فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس اور والنجم اذا ہوی اور فلا اقسم
بمواقع النجوم وانہ لقسم لو تعلمون عظیم - پس عجائب نطفۂ ناپاک کے تمکو معلوم ہوے کہ اُنکی معرفت سے اگلے پچھلے لوگ عاجز ہین مگر اُسکی قسم خدا تعالیٰ نے
نہین کھائی تو اِس سے قیاس کر لینا چاہیے کہ جس چیز کی خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہی اُسکے عجائب کیا کچھ ہونگے علاوہ قسم کے رزق کا حوالہ بھی آسمان کی
فرمایا جیسا کہ ارشاد ہی وفی السماء رزقکم وما توعدون - اور آسمانون کے باب مین فکر کرنے والون کی ثنا فرمائی اس قول مین ویتفکرون فی خلق السموات
والارض اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ویل لمن قرأ ہذہ الآیۃ ثم مسح بہا سبلتہ یعنی سبلت ذکر کے آگے بڑھجاوے اور اعراض کرنے والونکی
مذمت فرمائی چنانچہ فرمایا وجعلنا السماء سقفا محفوظا وہم عن آیاتہا معرضون - اب غور کرو کہ تمام دریاؤن اور زمین کو آسمان سے کیا نسبت ہی
ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک * علاوہ ازین زمین وغیرہ عنقریب بدلنے والی ہین اور آسمان سخت محکم ہین اور تغیر سے محفوظ یہان تک کہ
اُنکا وقت مقرری تغیر کا پہونچے اور یہین لحاظ خدا تعالیٰ نے اُنکو محفوظ فرمایا جیسا اوپر کی آیت مین گذرا اور فرمایا وبنینا فوقکم سبعا شدادا اور
اور فرمایا ءانتم اشد خلقا ام السماء بناہا رفع سمکہا فسوٰہا - پس انکے عجائب پر غور کرو تاکہ ملکوت وجبروت کے عجائب نظر آوین اور یہ گمان نکرو
کہ ملکوت کے دیکھنے سے یہ غرض ہی کہ آنکھ اُٹھا کر آسمان کا نیلاپن اور ستارون کی روشنی اور چھٹکنا دیکھ لیا اسلیے کہ اس نظر مین تو بہائم بھی
تمھارے شریک ہین اگر یہی نظر مقصود ہوتی تو خداے تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح کیون فرماتا جیسا اِس آیت مین ہی وکذلک
نری ابراہیم ملکوت السموات والارض بلکہ اصل یہ ہی کہ جتنی چیزین آنکھ سے سوجھتی ہین تو قرآن مجید اُنکو ملک اور شہادت کے نام سے بیان
فرماتا ہی اور جو آنکھ سے غائب ہین اُنکو غیب اور ملکوت کے نام سے اور اللہ تعالیٰ غیب اور شہادت دونون کو جانتا ہی اور ملک اور ملکوت
دونون کا حاکم کوئی شخص اُسکے علم پر کچھ بھی حاوی نہین مگر اُسی قدر کہ وہ چاہے جیسا خود ارشاد فرماتا ہی عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا
الا من ارتضی من رسول - پس اے عاقل اپنا فکر ملکوت مین بہت کرنا کہ تیرے لیے شاید آسمانون کے دروازے کھل جاوین اور تو اپنے
دل سے اُنکے اطراف مین جولانیان کرے یہان تک کہ تیرا دل عرش خدا تعالیٰ کے سامنے جا کھڑا ہو اور اِس حال مین غالبا توقع ہی
کہ تو رتبۂ حضرت عمر رضی کو پہونچ جاوے جو ارشاد فرماتے ہین کہ میرے دل نے خدا تعالیٰ کو دیکھا اور اِن چھوٹی نشانیون کو ترتیب
دیکھنے کی وجہ یہ ہی کہ دُور کی چیز نزدیک کی چیز سے گذر کر پہونچا کرتی ہین اور سب سے نزدیک تر آدمی کا نفس ہی پھر زمین ہی جسپر
رہتا ہی پھر ہوا ہی جو اُسکے بدن سے لگی ہوئی ہی پھر نباتات اور حیوانات اور زمین کی چیزین ہین پھر ہوا اور اوپر کے اشیا ہین پھر ساتون آسمان
اور اُنکے ستارے ہین پھر کرسی پھر عرش پھر جو فرشتے کہ عرش کے اُٹھانے والے اور آسمانون کے خزانچی ہین پھر ان سب کے بعد
عرش وکرسی وآسمان وزمین اور اُنکی درمیانی چیزون کے مالک کی طرف نظر کرنی ہی پس معلوم ہوا کہ آدمی مین اور خداے تعالیٰ مین
اتنے جنگل وسیع اور فاصلۂ بعید اور گھاٹیان بلند ہین اور وہ ابھی اپنے قریب سب سے نیچے کی گھاٹی سے بھی فارغ نہین ہوا یعنی
ابھی ظاہر نفس کی معرفت سے فرصت نہین پائی اور بیحیائی سے زبان معرفت کے دعوی کے لیے کھولتا ہی اور کہتا ہی کہ مین اُسکو
پہچان گیا اور اُسکی خلق کو جان لیا اب کس چیز مین فکر کرون اور کیا دیکھون اُس سے کہنا چاہیے کہ آسمان کی طرف اپنا سر کرا اور آنکھ
اور اُسکے ستارون اور اُنکی گردشون اور اُنکے طلوع وغروب اور سورج اور چاند اور مشرق اور مغرب کے اختلاف اور ہمیشہ حرکت کی
مشقت مین نظر کر کہ کبھی اپنی چال مین سستی اور تغیر نہین کرتے بلکہ سب کے سب ترتیب وار منزلون مین ایک حساب معین بلا کم وبیش سے
پھرتے ہین یہان تک کہ خدا تعالیٰ اُنکو مکتوب کی طرح تہ کر دے اور ستارون کے شمار اور اُنکی کثرت اور رنگ کے اختلاف غور کر کہ کوئی سرخی مائل
ہی کوئی سفیدی مائل اور کسی کا رنگ رانگ کا سا ہی پھر اُنکی شکلون پر نظر کر کہ بعضے بچھو کی صورت پر ہین اور بعضے بکری کے بچہ کی صورت

اور بعضے بیل اور شیر اور انسان کی صورت اور زمین مین کوئی ایسی صورت نہین جسکے مانند آسمان مین نہو پھر آفتاب کی چال کو برس روز کی
مدت مین اُسکے آسمان مین غور کرکہ ہر روز اُسکا طلوع و غروب ایک نئی چال سے ہوتا ہو جو خالق نے اُسکے لیے معین کردی ہو اگر آفتاب کا طلوع
اور غروب نہوتا تو دن رات کیونکر ہوتی وقت نہ پہچانا جاتا یا ہمیشہ اندھیرا رہتا یا اُجالا معاش کے حاصل کرنے کا وقت اور آرام کا زمانہ جدا نہوتا تو دیکھ
کہ اللہ تعالی نے کیسے رات کو اوڑھنا اور سونے کو آرام اور دن کو روزگار کے لیے بنایا اور دیکھ کہ رات مین سے دن مین اور دن مین سے رات مین
کیسے کم و بیش ایک ترتیب معین سے کیا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتین اور کسطرح آفتاب کی چال کو آسمان کے عین بیچ مین سے جھکا دیا جسکے
باعث گرمی اور جاڑا اور ربیع اور خریف نوبت بنوبت ہونے لگی جب آفتاب خط استوا سے نیچے کو خط جدی کی طرف ہو جاتا ہو تو ہوا سرد ہو جاتی ہو
اور جاڑا آجاتا ہو اور جب اُسکی چال عین خط سرطان کے بیچ مین ہوتی ہو تو شدت کی گرمی ہوتی ہو اور جب نقاط اعتدال پر ہوتا ہو تو موسم بھی
معتدل رہتا ہو۔ اور آسمانون کے عجائب اتنے ہین کہ اُنہین کے لاکھون حصہ کے شمار کرنے کی طمع نہین ہوسکتی اسقدر جو ہمنے لکھا تو صرف طریق بتانے کو
لکھ دیا حاصل یہ ہو کہ یون اعتقاد کرلو کہ کوئی ستارہ ایسا نہین جسکی پیدائش مین خدا تعالی نے بہت سی حکمتین نہ رکھی ہون پھر اُسکی مقدار اور شکل
اور رنگ مین پھر آسمان مین سے ایک جاے معین رکھنے مین پھر خط استوا اور پاس کے ستارون سے نزدیک و دُور ہونے مین سب مین حکمتین بہت
ہین اور اس امر کو اُسی پر قیاس کرلو جو ہم اعضاے بدن انسانی کے باب مین لکھ آئے ہین کہ کوئی جزو اعضا کا ایسا نہین جسمین ایک حکمت بلکہ بہت سی
حکمتین نہون اور آسمان کا معاملہ تو اعضا سے بہت بڑا ہو بلکہ عالم زمین کو عالم آسمان سے کچھ نسبت ہی نہین نہ جسم کی بڑائی مین اور نہ کثرت معانی
مین اور معانی کی کثرت کے فرق کو اتنا جانو جتنا اُن دونون کی بڑائی مین فرق ہو اور یہ تو تمھین معلوم ہو کہ زمین اتنی بڑی اور وسیع ہو کہ آدمی سے
اُسکے گرد نہین پھرا جاسکتا اور اسپر ناظرین کا اتفاق ہو کہ آفتاب کا پھیلاؤ بہ نسبت زمین کے چند اوپر ایکسو ساٹھ گنا زیادہ ہو اور اخبار سے بھی
آفتاب کی بڑائی معلوم ہوتی ہو پھر ستارے جو تمکو چھوٹے معلوم ہوتے ہین اُنہین سے چھوٹے سے چھوٹا زمین سے اٹھگنا ہو اور بڑے کا تو کیا ٹھکانا ہو اس
تمکو اُنکا فاصلہ اور بلندی سمجھ مین آویگی کہ کتنی دُور ہین کہ باوجود کلانی کے اتنے چھوٹے نظر آتے ہین اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے اُنکی دوری کی
طرف اشارہ فرمایا کہ رفع سمکہا فسوّیہا۔ اور اخبار مین ہو کہ ہر آسمان سے دوسرے تک فاصلہ پانسو برس کی راہ کا ہو پس جب ایک ستارے کی
مقدار زمین سے بہت گنی ہو تو اب اُنکی کثرت کو لحاظ کرو پھر اُس آسمان کو دیکھو جسمین ستارے جڑے ہین کہ کتنا بڑا ہوگا پھر سُرعت سیر کو دیکھو کہ تمکو
اُنکی چال تک نہین معلوم ہوتی سُرعت کے معلوم ہونے کا تو کیا ذکر ہو مگر اسمین شک نہ کرو کہ آسمان ایک لحظہ مین مقدار عرض ستارے کے چلتا ہو
اسلیے کہ جب ایک کنارہ ستارے کا نکلتا ہو اُس سے دوسرے کنارے تک کے نکلنے کا وقت ایک لحظہ ہو پس اگر ستارے کا عرض زمین سے سوگنا ہو تو
آسمان ایک لحظہ مین زمین کے عرض سے سوگنا چلا اور اسی طور پر ہمیشہ چلتا رہتا ہو مگر تم اُس سے غافل ہو اور دیکھو کہ حضرت جبرئیل نے آفتاب کی
سُرعت سیر کو کن لفظون سے تعبیر کیا یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے پوچھا کہ دن ڈھل گیا تو اُنھون نے کہا کہ نہین ہان آپ نے پوچھا
کہ نہین ہان کہنے کی کیا وجہ ہو اُنھون نے عرض کیا کہ جب سے مین نے نہین کہکر ہان کہا آفتاب پانسو برس کی راہ طے کر گیا تو اسکے جسم کی عظمت اور
سُرعت سیر کو دیکھو پھر خدا تعالی الحکیم کی قدرت کو دیکھو کہ باوجود وسعت اُسکے اطراف کے کسطرح آنکھ کے چھوٹے سے ڈھیلے مین اُسکی صورت قائم کی
کہ اگر زمین پر بیٹھکر اُسکی طرف آنکھ کھولو تو سب ستارے نظر آوین پس آسمانون اور ستارون کی کثرت اور عظمت کی طرف مت دیکھو بلکہ اُنکے خالق
کی طرف غور کرو کہ کسطرح اُنکو پیدا کیا اور بے ستون اور بے کسی لگاؤ کے اُنکو تھام رکھا ہو اور سارا عالم مثل ایک گھر کے ہو اور آسمان اُسکی چھت ہو
تو تعجب کی بات ہو کہ جب تم کسی امیر کے گھر مین جاتے ہو اور اُسکو منقش رنگ برنگ اور سنہرے کام سے آراستہ دیکھتے ہو تو تمھارا تعجب تمام نہین ہوتا اور
ہمیشہ اُسی کو یاد کرتے رہتے ہو اور اسکی خوبی کی عمر بھر تعریف کرتے ہو اور اس بڑے گھر کو ہمیشہ دیکھتے ہو اور اسکی زمین اور ہوا اور چھت اور عمدہ متاع
اور نادر حیوانات اور عجائب نقوش پر روز مرہ نگاہ ڈالتے ہو اور دل سے اُسکی طرف متوجہ نہین ہوتے یہ گھر کچھ اُس گھر سے کم نہین جسکی تم تعریف

کیا کرتے ہو بلکہ اگر تامل کرو تو وہ ایک جز و زمین کا ہی جو اِس عالیشان گھر کے اجزا مین سے ایک حقیر جز ہی مگر باوجود اسکے تم اُسکی طرف نہین دیکھتے اسکی وجہ
یہی ہی کہ یہ جہان تمھارے رب کا گھر ہی اور اُسنے اُسکو تنہا بنایا ہی اور تم اپنے نفس اور اپنے رب اور اُسکے گھر کو سب کو بھول کر اپنے پیٹ اور فرجگاہ کے
دھندے مین لگے سو تمکو بجز اپنی شہوت او حشمت کے اور کچھ فکر نہین اور انجام تمھاری شہوت کا یہ ہی کہ اپنا پیٹ بھر لو یہ نہین ہو سکتا کہ چوپایہ کے دسوین
حصہ کے برابر بھی کھا سکو تو اِس باب مین چوپایہ تم سے دس درجہ زیادہ ہی اور غایت حشمت یہ ہی کہ تمھارے پاس دس یا سو آشنا جمع ہو کر زبان سے تمھاری
خوشامد کرین اور دل مین تم سے بدعقیدہ رہین اور اگر بالفرض دوستی مین سچے ہی ہون تب بھی نہ تمھارے لیے نہ اپنے لیے کسی فائدے یا نقصان کے
مالک نہین نہ زندگی اور موت اور اُسکے بعد اُٹھنے کے مالک حالانکہ تمھارے شہر مین بہت سے کافر ہونگے جنکی دولت وجاہ تمھاری دولت سے زیادہ ہو
اور تم اسمین مشغول ہو کر جمال ملکوت زمین و آسمان سے غافل ہو پھر تمکو اُس مزہ سے بھی خبر نہین جو مالک ملک و ملکوت کے جمال دیکھنے سے ہوتا ہی اور تمھاری
مثال اِس باب مین ایسی ہی جیسے کوئی چیونٹی کسی ایسے محل عالیشان شاہی مین گھر کھود لے جسکے پائے مضبوط اور عمارتین عالی اور مکانات مین لونڈی غلام
بنے سنورے موجود اور اقسام اقسام کی نفیس چیزین اور ذخیرے مرتب رکھے ہون تو وہ چیونٹی جب اپنے سوراخ سے نکلیگی اور دوسری چیونٹی سے ملیگی تو
اگر بولنے پر قادر ہوگی تو اُس سے اور کچھ گفتگو نہ کریگی صرف اپنے مکان کا حال اور غذا کا ماجرا اور جوڑ رکھنے کی کیفیت بیان کریگی پادشاہی محل کا حال اور
محل مین جو بادشاہ رہتا ہی اُسکی اُسکو کچھ خبر نہوگی نہ اُسمین فکر کریگی بلکہ یہ مثال بھی ٹھیک نہین اسلیے کہ چیونٹی کو تو قدرت ہی نہین کہ اپنی نظر کو اپنے نفس اور
غذا اور گھر سے دوسرے کی طرف بڑھاوے تو وہ بیچاری جو محل شاہی اور اُسکی زمین اور چھت اور دیوارین اور تمام عمارت اور اُسکے باشندون سے
غافل ہی تو مجبوری غافل ہی کہ قدرت نہین رکھتی اور تم جو خدا تعالی کے گھر اور اُسکے باشندون سے غافل ہو کہ آسمان کو اتنا جانتے ہو کہ جتنا چیونٹی
تمھارے گھر کی چھت کو جانتی ہی اور آسمان کے فرشتون کو ایسا سمجھتے ہو جیسا وہ تمکو سمجھتی ہی حالانکہ تمکو قدرت ہی کہ ملکوت مین جولانیان کرو اور اُنکے عجائب
مین سے وہ باتین معلوم کرو جنسے خلق غافل ہی تو باوجود اسکے متوجہ نہونا اس بات پر دال ہی کہ تم چیونٹی سے بھی بدتر ہو اب ہم قلم کی باگ اِس فکر کے ذکر سے روکتے
ہین اسلیے کہ یہ ایسا میدان ہی جسکی کچھ انتہا نہین اگر ہم بہت سی عمرین بڑی بڑی اسمین صرف کرین تب بھی جتنی معرفت کہ اللہ تعالی نے ہمکو اپنے فضل سے
عنایت فرمائی ہی اُسکی شرح نہ کرسکین اور جسقدر ہمنے معلوم کیا ہی وہ اور عالمون اور اُنکے علم کی نسبت کر نہایت کم اور حقیر ہی اور علما اور اولیا کی معرفت
بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کی معرفت کے یہی حال رکھتی ہی اور انبیا کو جسقدر معرفت ہی وہ اُس معرفت کے سامنے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی نہایت
تھوڑی اور حقیر ہی اور جو سارے انبیا کو معرفت تھی وہ بہ نسبت مقرب فرشتون مثل اسرافیل اور جبریل کی معرفت کے تھوڑی ہی پھر تمام علوم فرشتون اور جن
اور آدمیون کے اگر خدا تعالی کے علم کی طرف نسبت کیے جاوین تو اِس لائق ہی نہین کہ اُنکو علم کہا جاوے بلکہ بہتر یہ ہی کہ اُنکا نام مدہوشی اور حیرت اور
قصور اور عاجزی رکھا جاوے پس پاک ہی وہ ذات کہ اپنے بندون کو جتایا جو جتایا پھر سب کو یہ فرمایا وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یہ ہی بیان اِن مجمل
طریقون کا جنمین فکر اُن لوگون کی دوڑتی ہی جو خدا تعالی کی مخلوق مین فکر کرتے ہین اور انمین بیان خدا تعالی کی ذات مین فکر کرنے کا نہین
مگر خلق مین فکر کرنے سے ضرور ہی کہ خالق کی معرفت اور اُسکی عظمت و ہیبت اور قدرت کی سمجھ حاصل ہو اور جسقدر عجائب صنعت الہی کی معرفت
زیادہ ہوگی اُسی قدر اُسکے جلال و عظمت کی معرفت کامل ہوگی اور اسکو ایسا جانو جیسے تم کسی عالم کے علم سے مطلع ہو کر اُسکی بڑائی کرو تو ہمیشہ یہ ہوگا کہ
اگر کوئی اُسکی عمدہ تصنیف یا شعر دیکھو گے تو اُس سے اور زیادہ معرفت بڑھیگی اور اُتنی ہی اُسکی توقیر اور عزت زیادہ کروگے یہان تک کہ ہر ایک کلمہ
اُسکے کلام کا اور ہر بیت اُسکے اشعار کی تمھارے دل مین اُسکی جگہ زیادہ کریگی اور اِس بات کی خواہان ہوگی کہ تم اُسکی تعظیم کرو اسی طرح خدا تعالی کی مخلوق
مین اور اُسکی تصنیف و تالیف مین تامل کرنے کا حال ہی اور جو چیز مخلوق کی موجود ہی وہ اُسی کی تصنیف و تالیف ہی اور اُسی مین فکر کرنا کبھی تمام نہین ہوتا
بلکہ ہر ایک بندہ اُسی قدر کرتا ہی جتنا اُسکو قسمت ہوا ہی اب چاہیے کہ اِس ذکر پر ہم بس کرین اور اُسکو تتمہ باب الشکر کا کرین اسلیے کہ باب الشکر مین ہمنے
نظر خدا تعالی کے افعال پر اِس اعتبار سے ذکر کہ اُسکا احسان اور انعام ہمارے اوپر ہی کہ اُسنے ایسی ایسی چیزین بنائین اور اِس باب مین صرف اسی اعتبار سے

کہ افعال الٰہی ایسے ایسے ہین اور جن چیزون مین ہمنے نظر کی ہی اُنھین مین فلسفی بھی نظر کرتا ہی اور اُسکی نظر اُسکی گمراہی اور بدبختی کا باعث ہوتی ہی اور توفیق والا ان اشیا مین دیکھتا ہی تو اُسکی نظر سبب اُسکی ہدایت اور سعادت کا ہوتی ہی اور کوئی ذرہ آسمان اور زمین مین ایسا نہین کہ اللہ تعالیٰ اُسکے باعث جسکو چاہے گمراہ نہ کرے اور جسکو چاہے ہدایت نہ کرے پس جو شخص ان اُمور مین اس نظر سے دیکھیگا کہ یہ خدا تعالیٰ کے افعال اور صنائع ہین تو وہ اُنسے معرفت خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کی حاصل کریگا اور ہدایت پاویگا اور جو اُنہین نظر تصور سے دیکھیگا یعنی اس نظر سے کہ یہ سب چیزین ایک دوسرے پر موثر ہین اور مسبب الاسباب سے علاقہ نہین رکھتین تو وہ بدبخت اور تباہ ہوگا خدا تعالیٰ ہمکو گمراہی سے بچاوے اور اُس سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو جاہلون کے قدم کی لغزش کی جگہ سے اپنی رحمت اور کرم اور فضل سے محفوظ رکھے ۔ نوان باب جلد چہارم منجیات کا تمام ہوا اسکے بعد دسوان باب ہی جسمین موت اور اُسکے بعد کے احوال یاد کرنے کا ذکر ہی اور اسی پر کتاب احیا کا خاتمہ ہی وصلی اللہ علی سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ و صحبہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا ۔

دسوان باب موت اور اُسکے بعد کے ذکر مین

رباعی حسن جو تجھے عقل ہی تو موت نہ بھول ✣ کر موت کے سامان مین فکر معقول ✣ ہی زندگی چند نفس مثل حباب ✣ اس فانی حیات پر تو اتنا مت پھول ✣

جاننا چاہیے کہ جس شخص کے پچھڑنے کا وقت موت ہو اور بستر خاک اُسکی خوابگاہ ہو کیڑے اُسکے انیس ہون اور منکر نکیر اُسکے جلیس گور اُسکا مقام ہو اور شکم زمین جائے آرام قیامت اُسکے وعدے کی جگہ ہو اور بہشت یا دوزخ اُسکے اُترنے کی جگہ تو اُسکو شایان ہی کہ بجز موت کے کسی امر مین فکر نہ کرے نہ اور کسی چیز کا ذکر کرے نہ اور کسی چیز کے لیے سامان بہم پہونچاوے نہ اُسکے سواے کوئی تدبیر عمل مین لاوے نہ اور چیز کی تاک ہو نہ اُسکے سوا کا تپاک اہتمام بھی اُسی کا ہو اور انتظار بھی اُسی کا اور زیبا ہی کہ اپنے نفس کو مُردون اور قبر والون مین شمار کرے اسلیے کہ جو چیز آنے والی ہی وہ بہت پاس ہی دور وہی ہی جو نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دانا وہ ہی جو اپنے نفس کو دباوے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور ظاہر ہی کہ جب تک کسی چیز کا ذکر دل پر بار بار نہو تب تک اُسکی تیاری نہین ہوسکتی اور بار بار ذکر جب ہوتا ہی جب یاد دلانے والی چیزین سنتا رہے اور جن چیزون سے تنبیہ ہو اُنکو دھیان کرتا رہے اسلیے ہم موت کا حال اور اُسکے آگے اور پیچھے کی باتین اور آخرت اور قیامت اور بہشت و دوزخ کے حالات کہ بندے کو اُنکا بار بار ذکر کرنا اور اُنپر مدام فکر کرنا ضرور ہی بیان کرتے ہین تاکہ اُسکو تیاری کے لیے ترغیب دے اسلیے کہ سفر کا وقت آپہونچا اور زندگی بہت تھوڑی ہی اور لوگ خواب خرگوش مین ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلۃ معرضون اور اس باب کے ہم دو حصے کرتے ہین ۔ حصہ اول مین مقدمات موت سے لیکر صور کے پھکنے تک کے حالات ہین اور یہ حصہ مشتمل ہی آٹھ فصلون پر جنمین ذکر موت کی فضیلت اور طول امل اور سکرات موت اور وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین کی اور زیارت قبور اور حقیقت موت اور قبر کا حال اور مُردون کے حالات جو خواب مین معلوم ہوے ہین مذکور ہین ۔

فصل اول موت کو یاد کرنے اور کثرت سے یاد کرنے کی ترغیب مین ۔ واضح ہو کہ جو شخص دنیا مین ڈوبا رہتا ہی اور اُسکے مغالطہ مین سرگردان اور اُسکی شہوات کا عاشق اُسکا دل موت سے غافل رہتا ہی اور اسی وجہ سے اُسکو یاد نہین کرتا اور اگر اُسکو کوئی یاد دلاوے تو بُرا جانتا ہی اور اُسکے ذکر سے نفرت کرتا ہی ایسے ہی لوگون کے حق مین خدا تعالیٰ فرماتا ہی قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم ثم تردون الی عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون ۔ پھر آدمی تین طرح کے ہین یا ڈوبا ہوا یا مبتدی توبہ کرنے والا یا عارف منتہی اول قسم کا آدمی موت کو یاد نہین کرتا اور اگر کرتا ہی تو اپنی دنیا پر افسوس کے مارے کرتا ہی اور اُسکی بُرائی کرنے لگتا ہی ایسے شخص کو موت کی یاد خدا تعالیٰ سے اور زیادہ دور کر دیتی ہی اور تائب موت کو اسلیے زیادہ یاد کرتا ہی کہ اُسکے دل مین سے خوف اُٹھے اور توبہ کو انجام تک پورا کر دے اور بعض اوقات جو اُسکو بُرا جانتا ہی تو اس نظر سے کہ کہین پہلے توبہ کے کامل ہونے اور توشے کی درستی کے موت نہ آجاوے یہ شخص موت کے بُرا جاننے مین معذور ہی اور اس حدیث کے مضمون مین داخل نہین من کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ ۔ اسلیے کہ یہ شخص موت کو اور خدا تعالیٰ سے ملنے کو بُرا نہین جانتا بلکہ اپنے قصور اور

تقصیر کے باعث اس بات سے ڈرتا ہی کہ خداے تعالی کی ملاقات کہین جاتی نہ رہے اُسکا حال ایسا ہی جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کے ملاقات مین اسوجہ سے دیر کرے کہ اس عرصہ مین معشوق کی مرضی کے موافق تیاری کرنے مین لگا رہے تو ایسے شخص کو یہ نہ کہینگے کہ معشوق سے ملنے کو بُرا جانتا ہی اور اُسکی پہچان یہ ہی کہ ہمیشہ موت کے سامان لگا رہے کوئی کام اُسکے سوا نہو ورنہ اول قسم مین شامل ہوجاویگا اور تیسرا شخص یعنی عارف وہ ہمیشہ موت کو یاد کیا کرتا ہی اسلیے کہ موت پر وعدۂ ملاقات حبیب ہی اور عاشق اپنے معشوق کے وعدۂ وصال کو کبھی بھولا نہین کرتا ایسا شخص اکثر موت کی جلدی کیا کرتا ہی اور اُسکے آنے سے خوش ہوتا ہی اور اُسکو محبوب جانتا ہی تاکہ گنہگارون کے مقام سے رہا ہو کر رب العالمین کے پڑوس مین جا پڑے جیسے حضرت حذیفہ رض کے حال مین لکھا ہی کہ جب اُنکی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ حبیب ضرورت کے وقت پر آیا جو پشیمان ہوا اُسکو فلاح نصیب نہو الٰہی اگر تو جانتا ہی کہ مجکو مفلسی بہ نسبت تونگری کے زیادہ پسند ہی اور مرض بہ نسبت صحت کے اور موت بہ نسبت حیات کے تو مجپر موت کو آسان فرما کہ مین تجھسے ملون پس تائب تو موت کے بُرا جاننے مین معذور ہی اور عارف موت کے اچھا جاننے مین اور اُسکی تمنا کرنے مین اور ان دونون سے بڑھکر وہ ہی جو اپنا معاملہ خداے تعالی کو سپرد کرے کہ اپنے لیے نہ موت پسند کرے نہ زندگی بلکہ سب چیزون سے محبوب تر اُسکے نزدیک وہی ہو جو اُسکے مالک کے نزدیک محبوب تر ہو اسطرح کا شخص فرط محبت اور عشق کے باعث مقام تسلیم اور رضا مین پہونچ جاتا ہی اور یہی علت غائی اور منتہاے آرزو ہی بہر حال موت کے ذکر مین ثواب اور فضیلت ہی اسلیے کہ دنیا مین ڈوبا ہوا بھی موت کی یاد سے یہ فائدہ اُٹھاتا ہی کہ دنیا سے کنارہ کشی کرتا ہی کیونکہ موت کی یاد اُسکی راحت کو مکدر اور عیش کو تلخ کردیتی ہی اور جن چیزون سے کہ آدمی کی لذتین اور شہوتین گھٹتی ہوتی ہین وہی نجات کی سبب ہین

بیان اول موت کی یاد کی فضیلت مین جس طرح کہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اکثروا من ذکر ہادم اللذات۔ اسکے معنی یہ ہین کہ موت کی یاد سے اپنی لذتون کو مکدر کرو تاکہ تمھارا میلان اُسکی جانب جاتا رہے اور پھر خداے تعالی کی طرف متوجہ ہو اور فرمایا کہ اگر بہائم کو وہ بات معلوم ہو کہ جو تم جانتے ہو تو تم انہین سے فربہ کبھی نکھاؤ یعنی سب لاغر ہوجاوین اور حضرت عائشہ رض نے آپ سے پوچھا کہ بھلا شہیدون کے ساتھ بھی کوئی اُٹھیگا آپ نے فرمایا کہ ہان جو رات دن مین موت کو بیس بار یاد کریگا۔ اور سبب اس سب فضیلت کا یہ ہی کہ موت کا یاد کرنا موجب دنیا سے علیحدگی اور آخرت کی تیاری کا ہی اور اُس سے غفلت کرنی مقتضی دنیا کی شہوات مین ڈوبنے کی ہی۔ اور ایک حدیث شریف مین ہی تحفۃ المومن الموت۔ یہ اسلیے فرمایا کہ دنیا ایماندار کا زندان ہی ہمیشہ اُسمین رنج و تعب مین مبتلا اور نفس و شیطان سے مصیبتین بھگتتا رہتا ہی تو موت کے باعث اُسکو اس عذاب سے چھٹی ہوجاتی ہی اور چھوٹنا اُسکے حق مین تحفہ ہی اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ الموت کفارۃ لکل مسلم۔ اسمین مسلم سے مراد سچا مسلمان اور سچا ایماندار ہی کہ اُسکے ہاتھ و زبان سے مسلمان بچے ہون اور اُسمین اخلاق ایماندارون کے موجود ہون اور بجز لغزشون اور گناہ صغیرہ کے کبائر مین آلودہ نہوا ہو ایسے گناہون سے موت اُسکے حق مین کفارہ ہوجاتی ہی بشرطیکہ فرائض پر قائم رہا ہو اور عطاء خراسانی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مجلس پر ہوا جسمین آواز ہنسی کی بلند تھی آپ نے فرمایا کہ اس اپنی مجلس مین ذکر لذات کے مکدر کرنے والی کا شامل کرو لوگون نے عرض کیا کہ لذات کی مکدر کرنے والی کیا ہی آپ نے فرمایا موت ہی۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اکثروا من ذکر الموت فانہ یمحص الذنوب ویزہد فی الدنیا۔ اور فرمایا کفی بالموت مفرقا۔ اور ایک حدیث مین مفرقا کی جگہ واعظا ہی اور ایک بار آپ مسجد مین تشریف لاے دیکھا تو کچھ لوگ باتین کرکے ہنستے ہین آپ نے فرمایا کہ موت کو یاد کرو سُن لو قسم ہی اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہی اگر تمکو معلوم ہو جو مین جانتا ہون تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا رووٴ اور ایک شخص کا مذکور آپ کے سامنے ہوا لوگون نے اُسکی خوب تعریف کی آپ نے پوچھا کہ تمھارا یار موت کی یاد مین کیسا تھا لوگون نے عرض کیا کہ موت کو یاد کرتے تو ہم نے نہین سُنا آپ نے فرمایا تو وہ اس مرتبے کا نہین جسپر تم اُسکو سمجھے ہوے ہو۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عشرہ کے دسوین روز گیا ایک شخص نے انصار مین سے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون مین سے زیادہ دانا اور بزرگ کون ہی آپ نے فرمایا

بروایت انس بسند ضعیف ۱۲ ابن مبارک نے ... ابو عبد الرحمن سلمی ... ح طبرانی و بیہقی بروایت عمار بن یاسر بسند ضعیف اور یہ قول فضیل بن عیاض کا مشہور ہی ۱۲ ح ابن ابی الدنیا و ابن عمر بسند ضعیف ۱۲ ح ابن ابی الدنیا بروایت انس رض بسند ضعیف ۱۲ ح ابن ابی الدنیا و ابن ماجہ مختصراً ۱۲

کہ جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اُسکی تیاری سب سے زیادہ کرے وہی لوگ دانا ہین دنیا کا شرف اور آخرت کی بزرگی لے گیے۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ موت نے دنیا کو رسوا کر دیا عاقل کے لیے خوشی کا نام نہ چھوڑا۔ اور ربیع بن خثیم رح فرماتے ہین کہ ایماندار اگر کسی غائب کا انتظار کرے تو موت سے بہتر اُسکے لیے اور کوئی نہین اور فرمایا کرتے کہ جب مین مرون تو میری خبر کسی کو نہ کرنا آہستہ مجھکو میرے رب کی طرف کھسکا دینا۔ اور بعض حکما نے اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ برادر اس دار نا پائدار مین موت سے ڈر پیشتر اس سے کہ تو ایسے مقام مین جاوے کہ موت کی تمنا کرے اور نہ پاوے اور حضرت ابن سیرین رح کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو اُنکا ہر ایک عضو مرجاتا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح ہر شب فقیہون کو جمع کرتے کہ وہ موت اور آخرت اور قیامت کا چرچا کیا کرتے اور اسقدر رویا کرتے کہ گویا سامنے جنازہ دھرا ہوا ہی اور ابراہیم تیمی رح فرماتے ہین کہ دو چیزون نے لذت دنیا کی مجھ سے علیحدہ کر دی ایک موت کے ذکر نے دوسرے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے نے اور حضرت کعب فرماتے ہین کہ جو شخص موت کو پہچان لیتا ہی اُس پر دنیا کی مصیبتین اور رنج آسان ہو جاتے ہین اور مطرف رح کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ بصرہ کی مسجد مین کوئی یون کہ رہا ہی کہ موت کی یاد نے خوف کرنے والون کے دل ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اب بخدا وہ ہوش باختہ نظر آتے ہین۔ اور اشعث فرماتے ہین کہ ہم حضرت حسن بصری رح کے پاس جایا کرتے تھے تو صرف دوزخ اور آخرت کا معاملہ اور موت کا ذکر کرتے پاتے تھے اور حضرت صفیہؓ فرماتی ہین کہ ایک عورت نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضہ سے شکایت اپنے دل کی سختی کی کی آپ نے اُسکو فرمایا کہ موت کو یاد کیا کر تیرا دل نرم ہو جاویگا اُسنے ایسا ہی کیا اور نرم دل ہو گئی پھر حضرت عائشہ رضہ کی شکر گزاری کے لیے آئی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو آپ کی جلد مین خون ٹپکنے لگتا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جو ذکر موت اور قیامت کا ہوتا تو اتنا روتے کہ آپ کے بند اُکھڑ جاتے جب رحمت کا ذکر ہوتا تو سانس اپنی حالت اصلی پر آتی۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مین نے جس عاقل کو دیکھا ہی تو موت سے خائف اور اُسی سے اندوہناک پایا ہی اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے کسی عالم سے کہا کہ مجھکو نصیحت فرمایئے اُنھون نے فرمایا کہ حاکمون مین تمہین اول نہین کہ مروگے یعنی اور حاکم بھی تم سے پہلے مر چکے ہین آپ نے فرمایا کہ کچھ زیادہ فرمایئے عالم نے کہا کہ تمہارے باپ دادون مین سے حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی ایسا نہین جسنے موت نہ چکھی ہو اور اب تمہاری نوبت ہی حضرت عمر بن عبد العزیز رح اس بات کو سُنکر رو پڑے۔ اور ربیع بن خثیم رح نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی ہر روز کئی بار اُسمین لیٹا کرتے اسی طرح ذکر موت کی مداومت کیا کرتے اور کہا کرتے کہ اگر ایک دم کو موت کا ذکر میرے دل سے جدا ہوگا تو دل خراب ہو جاویگا اور مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر کہتے ہین کہ اس موت نے تو رحمت والون کے چین مین رخنہ کر دیا بس ایسی راحت تلاش کر جسکو فنا نہو اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے عنبسہ سے فرمایا کہ موت کی یاد بہت کر پس اگر تجھکو عیش کی وسعت حاصل ہو تو اُسکو تنگ کر اور اگر تنگی عیش ہو تو اُسکو وسیع کر۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ مین نے ام ہارون سے پوچھا کہ تم موت کا محبوب جانتی ہو اُنھون نے فرمایا کہ نہین مین نے پوچھا کہ کسواسطے اُنھون نے فرمایا کہ اگر تم کسی شخص کا قصور کرو تو اُسکی ملاقات نہ چاہوگے پس مین اُسکی نافرمانی کرکے اُسکی وصال کیسے اچھی جانون

دوسرا بیان دل مین ذکر موت کے جانے کا طریق۔ جاننا چاہیے کہ موت ہولناک ہی اور اُسکا اندیشہ بہت بڑا ہی اور آدمی جو اُس سے غافل ہین تو اسوجہ سے کہ اُسکا فکر کم کرتے ہین اور اُسکا ذکر نہین کرتے اور اگر کوئی ذکر کرتا ہی تو دل فارغ سے نہین کرتا بلکہ دل شہوات دنیا سے بھرا رہتا ہی اسلیے ذکر موت کی تاثیر دل مین نہین ہوتی تو اُسکا طریق یہ ہی کہ آدمی اپنے دل کو موت کے ذکر کے سوا جو ہر وقت سامنے ہی اور چیزون سے خالی کرے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل خطرناک مین جانا یا جہاز مین سوار ہوکر سمندر مین سفر کرنا چاہے تو اُسکو سوا سے سفر کے اور کوئی فکر نہین رہتا تو جب موت کی یاد دل مین چپ جاویگی تو کیا عجب ہی کہ اُسمین اثر کرے اور اس صورت مین سرور و خوشی دنیا کی کم ہو جاوے اور دل مین شکستگی اور نرمی آجاوے اور زیادہ تر موثر طریق اس باب مین یہ ہی کہ اپنے ہمسرون اور ہم عمرون کو جو پہلے مر چکے ہین یاد کرے یا اُنکی موت اور بچھڑ جانے کو خیال کرے اور اُنکی صورتین

اور عہدے اور حالات یاد کرلے اور سوچے کہ اب مٹی نے انکی وہ خوبصورتی خاک میں ملادی انکے اعضا قبرون مین متفرق ہوگئے کسطرح اپنی بیبیون کو بیوہ اور لڑکون کو
یتیم چھوڑ گئے مال انکے جاتے رہے مسجدین انکی ویران ہوگئین بیٹھکین سونی پڑگئین کچھ نشان انکا نہ رہا یا وہ کروفر تھا یا اب وہ قبر کا اندھیرا اور مٹی ہی - بس
ایک ایک شخص کو جدا جدا یاد کرے اور اپنے دل مین اسکے حال اور کیفیت موت کی تفصیل کرے اور اسکی صورت کا تصور کرکے اسکی خوشی اور تردد او ر
زندگی اور بقا کے لیے توقع کرنی اور موت کو بھولے رہنا اور اسباب کے موافق ہونے سے دھوکا کھانا اور اپنی قوت و جوانی پر اعتماد کرنا اور ہنسی ٹھٹھے کا مائل
رہنا اور موت جلد اور ہلاک شتاب سے غافل رہنا یاد کرے اور یہ تصور کرے کہ وہ کیسے چلتا پھرتا تھا اب اسکے دونون پاؤن اور سب جوڑ ٹوٹ گئے اور کیسے
بولا کرتا تھا اور ہنسا کرتا تھا اب کیڑون نے زبان اور خاک نے دانت چاٹ لیے اپنے لیے ایسی تدبیرین نکالتا تھا کہ بیس برس تک انکی حاجت نہ پڑے
حالانکہ مرنے مین ایک ہی مہینا باقی تھا ہائے اسکو خبر نہ تھی کہ مجھکو کیا پیش آنا ہی موت ایسے وقت مین آگئی کہ اسکو گمان نہ تھا یکایک موت کا فرشتہ اسکی
نظرون مین ظاہر ہوگیا اور اسکے کان مین آواز بہشت خواہ دوزخ کی ڈالدی جب یہ تامل کرچکے تو پھر اپنے نفس پر غور کرے کہ مین بھی ویسا ہی ہون اور
مجھکو غفلت بھی ویسی ہی جیسے ان لوگون کو تھی اور انجام میرا بھی وہی ہونا ہی جو انکا ہوا حضرت ابو درداؓ فرماتے ہین کہ جب تو مُردون کو یاد کرے تو اپنے
آپ کو بھی انھین جیسا شمار کرلے اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ نیک بخت وہ ہی جو اپنے غیر سے نصیحت پاوے یعنی دوسرون کے حال سے عبرت
حاصل کرے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہین کہ تم کیا دیکھتے نہین کہ ہر روز ایک نہ ایک صبح کے مسافر خواہ شام کے مسافر کو خدا تعالیٰ کے پاس
جانے کے لیے سامان کردیتے ہو اور اسکو زمین کے ایک غار مین رکھ دیتے ہو کہ مٹی پر تکیہ کرلیتا ہی احباب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہی اسباب سے علیحدہ ہوجاتے
ہین تو ان فکرون یا ان جیسے اور فکرون کو ہمیشہ کرنا اور قبرستان مین جانا اور بیمارون کا دیکھنا ایسی تدبیر ہی جس سے کہ موت کی یاد دل پر تازہ ہوجے
بلکہ جاتی ہی یہان تک کہ ایسی غالب ہوجاتی ہی کہ ہر وقت آنکھون کے سامنے رہتی ہی ایسی صورت مین بعید نہین کہ آدمی موت کی تیاری کرے اور
دنیا سے کنارہ کش ہو ورنہ ظاہر دل اور زبان کی نوک سے یاد کرنا فائدہ کم دیتا ہی اس سے آگاہی اور خوف کچھ نہین ہوتا - اور جب کبھی آدمی کا دل
دنیا کی کسی چیز سے خوش ہو تو چاہیے کہ اسی وقت یاد کرے کہ مجھے اس چیز کو چھوڑنا ضرور ہی - ابن مطیعؒ نے ایک روز اپنے گھر کو دیکھا اور اسکی خوبی اچھی
معلوم ہوئی پھر آپ روئے اور کہا کہ بخدا اگر موت نہوتی تو مین تجھ سے خوش ہوتا اور اگر مآل کار ہمارا قبرون کی تنگی نہوتی تو دنیا سے ہماری آنکھین
ٹھنڈی ہوتین پھر بہت زور سے روئے یہان تک کہ آواز بلند ہوئی

دوسری فصل فضیلت امل کی کوتاہی اور طول امل اور اسکے اسباب و کیفیت و علاج کے بیان مین مشتمل چار بیانون پر

بیان اول فضیلت امل کے مختصر کرنے کی - آنحضرت صلعم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو فرمایا کہ جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نہ کر اور اگر شام
کرے تو صبح کا اور اپنی زندگی سے موت کے واسطے کچھ لے اور تندرستی سے بیماری کے لیے اسلیے کہ ای عبداللہ تجھکو معلوم نہین کہ تیرا کل کو کیا نام ہوگا
یعنی مُردہ کہلاویگا یا زندہ - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ مجھکو خوف تمپر دو خصلتون کا ہی ایک پیروی خواہش
نفس کی دوسرے طول امل اسلیے کہ پیروی خواہش نفس کی حق سے پھیر دیتی ہی اور طول امل دنیا کی محبت ہی پھر فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ دنیا اسکو بھی
دیتا ہی جس سے محبت رکھتا ہی اور اسکو بھی جس سے بغض رکھتا ہی اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہی تو اسکو ایمان دیتا ہی سُن لو کہ کچھ لوگ
دین کے اہل ہین اور کچھ دنیا کے تو تم اہل دین سے ہو جاؤ نہ اہل دنیا سے یاد رکھو کہ دنیا منہہ پھیر کر چل چکی ہی اور آخرت اسطرف منہ کیے چل چکی ہی خبردار ہو
کہ تم عمل کے دن مین ہو جسمین کچھ حساب نہین اور عنقریب حساب کے دن مین ہوگے جسمین عمل نہوگا انتہی - اور ام منذرؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلعم ایکشام کو
لوگون کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم خدا تعالیٰ سے شرم نہین کرتے انھون نے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہی آپ نے فرمایا کہ ایسی چیزین جمع کرتے ہو
جو کھاتے نہین اور امل اُن امور کے کرتے ہو جو پاتے نہین اور مکانات ایسے بناتے ہو جنمین رہتے نہین - اور حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہین کہ
حضرت اسامہ بن زیدؓ نے ایک لونڈی مہینہ بھر کے وعدہ پر حضرت زید بن ثابتؓ سے سو دینار کو خریدی پس مین نے آنحضرت صلعم سے سُنا کہ فرماتے تھے

کہ کیا انکو تعجب نہین آتا کہ اسامہ مہینہ کے وعدہ پر خریدار ہوا ہی اسامہ بیشک طول امل رکھتا ہی قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ مین نے اپنی دونون آنکھین کبھی اسطرح نہین کھولین کہ یہ گمان نہ کیا ہو کہ پلکین بند کرنے سے پہلے اللہ تعالی میری رُوح قبض کر لیگا اور نہ کبھی مین نے آنکھ اوپر کو ایسی طرح کی کہ جان نکلنے کے پیشتر اُسکے نیچے کرنے کا گمان کیا ہو اور نہ کبھی لقمہ ایسا کھایا کہ یہ گمان کیا ہو کہ موت سے پہلے اُسکو نگل جاؤنگا پھر فرمایا کہ اے آدم کی اولاد اگر تم عاقل ہو تو اپنی جانون کو مُردون مین شمار کرو قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی جس چیز کا تُسے وعدہ ہی وہ بیشک آویگی اور تم تھکا نہ سکوگے انتہی۔ اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے واسطے نکلتے اور پیشاب کرکے مٹی سے طہارت کر لیتے مین آپ کی خدمت مین عرض کرتا کہ حضرت پانی تو آپ سے قریب ہی ہی آپ فرماتے کہ مجھے کیا معلوم شاید مین پانی تک نہ پہونچون اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لکڑیان لین ایک کو اپنے سامنے گاڑا اور دوسری کو اُسکے پاس اور تیسری کو دُور گاڑا پھر پوچھا کہ جانتے ہو یہ کیا ہی لوگون نے عرض کیا کہ خدا اور اُسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ پاس کی دونون لکڑیان ایک انسان ہی اور ایک اُسکی موت اور دُور کی لکڑی اُسکی امل ہی کہ آدمی اُس سے معاملہ رکھتا ہی اور موت اُس تک پہونچنے نہین دیتی بیچ ہی مین اُچک لیتی ہی اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کی مثال یہ ہی کہ اُسکے گرد ننانوے موتین ہین اگر اُنسے بچے تو بوڑھاپے مین پڑے۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ یہ آدمی ہی اور یہ اُسکے گرد اُسکی موتین اُسکی طرف کو پھن اُٹھائے ہوے ہین اور بوڑھاپا اُنکے بعد ہی اور امل بوڑھاپے کے بعد پس آدمی زیست کی حرص کرتا ہی اور یہ موتین اُسکی طرف کو پھن اُٹھائے ہوے ہین جسکو حکم ہوتا ہی وہی اُسکو دھر دباتی ہی پھر اگر ان موتون سے بچ گیا تو بوڑھاپا اُسکا خاتمہ کر دیتا ہی امل کا اُسکو انتظار ہی رہتا ہی اور عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہین کہ ہمارے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکیر چوگوشی کھینچی اور اُسکے بیچ مین ایک لکیر کھینچ کر اُسکے گرد اَور لکیرین کھینچین اور ایک لکیر مربع سے باہر کھینچی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہی لوگون نے عرض کیا کہ خدا ے تعالی اور اُسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے بیچ والے خط کو تو انسان فرمایا اور مربع خط کو موت فرمایا جو انسان کو محیط ہی اور یہ خطوط درمیانی مصائب ہین کہ اُسکو نوچ رہے ہین اگر ایک نوچنا بھول جاوے تو دوسری نوچ لیتی ہی اور جو خط باہر ہی اُسکو امل فرمایا۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہرم ابن آدم ویبقی معہ اثنتان الحرص والامل اور ایک روایت مین ہی وتشب معہ اثنتان الحرص علی المال والحرص علی العمر۔ سچ ہی ع مرد چون پیر شود حرص جوان مے گردد۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اِس امت کے پہلے لوگ تو یقین اور زہد کے باعث نجات پاوینگے اور آخر کے لوگ بخل اور زندگی کی حرص کے مارے ہلاک ہونگے اور منقول ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام بیٹھے ہوے تھے اور ایک بوڑھا اپنی کُدالی سے زمین کھود رہا تھا آپ نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی اِس شخص سے امل کو دُور کر دے وہ بوڑھا کُدالی پھینک کر لیٹ رہا اور گھنٹہ بھر پڑا رہا پھر حضرت عیسی نے دعا مانگی کہ الٰہی اُسکی امل اسکو دیدے وہ شخص اُٹھکر کام کرنے لگا حضرت عیسی علیہ السلام نے اُس سے یہ ماجرا پوچھا کہ پہلے کیون لیٹ رہا تھا اور اب کیون کام کرنے لگا بوڑھے نے کہا کہ کام کرنے مین میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ تو تو بوڑھا ہوا اب کب تک کام کریگا اسلیے مین نے کُدال پھینک دی اور لیٹ رہا پھر میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ جب تک مین زندہ ہون بسر اوقات کی فکر ضرور ہی اسلیے اُٹھکر اپنا کام کرنے لگا۔ اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ تم سب اچھا جانتے ہو کہ جنت مین جاؤ لوگون نے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تو زندگی کی حرص کم کرو اور اپنی موتون کو آنکھون کے سامنے جمالو اور اللہ تعالی سے جیسی چاہیے ویسی شرم کرو۔ اور آنحضرت صلعم دعا مین یون فرمایا کرتے اللّٰھم انی اعوذ بک من الدنیا تمنع خیر الآخرۃ واعوذ بک من حیاۃ تمنع خیر الممات واعوذ بک من امل یمنع خیر العمل۔ آثار۔ مطرف بن عبداللہ کہتے ہین کہ اگر مین جانتا کہ میری موت کب ہوگی تو اپنی عقل کے جانے کا خوف کرتا مگر اللہ تعالی نے اپنے بندون پر احسان کیا ہی کہ موت سے غفلت دے دی ہی اگر غفلت نہوتی تو نہ زندگی اچھی طرح ہوتی اور نہ بازار لگتے۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ بھولنا اور امل دو بڑی نعمتین ہین بنی آدم پر

ح ابن بکر ورنبہ وبزار بسند ضعیف ۱۲ ح احمد و ابن ابی الدنیا روایت ابی المتوکل عن ابی سعید خدری ۱۲ ح ترمذی بروایت عبداللہ ابن الشخیر ۱۲ ح بخاری ۱۲ ح آدمی بوڑھا ہو جاتا ہی اور اُسکے ساتھ دو چیزین باقی رہتی ہین ایک حرص دوسری امل ۱۲ ابن ابی الدنیا و حرص امل ۱۲ ح اور دو چیزین اُسکی جوان ہو جاتی ہین اول مال کی حرص دوم زندگی کی حرص ۱۲ مسلم ح ابن ابی الدنیا بروایت ابن لہیعہ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ [illegible]

اگر یہ دونون نہوتین تو مسلمان راستون مین نہ چلتے۔ اور ثوری رح فرماتے ہین کہ مین نے سُنا ہے کہ انسان احمق پیدا ہوا ہے اگر یہ بات نہوتی تو زندگی بخوبی نہو سکتی۔ اور سعید بن عبد الرحمن رح فرماتے ہین کہ دنیا اسلیے آباد ہے کہ اُسکے لوگون کو عقلین کم ہین۔ اور حضرت سلمان فارسی رح فرماتے ہین کہ تین چیزون نے مجھے تعجب مین اتنا ڈالا کہ ہنسا دیا ایک تو زندگی دنیا کا حریص حالانکہ موت اُسکی طالب ہے۔ دوم غافل کہ اُس سے غفلت نہین کیجاویگی سوم منہہ بھر ہنسنے والا کہ نہین جانتا کہ پروردگار عالم اُس سے ناراض ہے یا راضی۔ اور تین دوسری چیزین ہین کہ اُنھون نے مجھکو اتنا غمگین کیا کہ رولا دیا اول فراق دوستون کا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکی جماعت کا دوسرے خوف قیامت مین کھڑے ہونے کا۔ تیسرے خداے تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا کہ معلوم نہوگا کہ جنت کو حکم کیا جاویگا یا دوزخ کو۔ اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین نے زرارہ بن ابی اوفی کو بعد اُنکے مرنے کے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمھارے نزدیک اعمال مین سے کونسا زیادہ ہے اُنھون نے کہا کہ توکل اور امل کی کوتاہی اور حضرت ثوری رح فرماتے ہین کہ دنیا مین زہد کرنا امل کا مختصر کرنا ہے نہ موٹا کھانا اور کمل پہننا۔ اور مفضل بن فضالہ رح نے اپنے رب سے التجا کی کہ امل دور کردے اُنسے اشتہا کھانے پینے کی جاتی رہی پھر دعا مانگی تو خداے تعالیٰ نے امل دے دی اور کھانے پینے لگے۔ اور حضرت حسن رح سے کسی نے کہا کہ اے ابو سعید آپ اپنا کرتا نہین دھوتے آپ نے فرمایا کہ معاملہ اس سے جلد معلوم ہوتا ہے اور یہ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ موت تمھاری پیشانیون کے بالون مین بندھی ہوئی ہے اور دنیا تمھارے پیچھے کو تہ ہوتی جاتی ہے۔ اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین ایسا ہون جیسے کوئی شخص اپنی گردن پھیلائے ہو اور اُسکے سر پر تلوار ہو اور انتظار کرتا ہو کہ کب اُڑائی جاویگی اور داؤد طائی رح کہتے ہین کہ اگر مین اتنی امل کرون کہ مہینہ بھر جیون تو جانون کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوا اور یہ امل مین کیسے کر سکتا ہون حالانکہ دیکھتا ہون کہ تمام خلق پر مصیبتین رات دن کی ساعتون مین چھاتی رہتی ہین۔ اور کہتے ہین کہ شقیق بلخی رح اپنے استاد ابو ہاشم رمانی رح کے پاس آئے اور اُنکے گوشۂ چادر مین کچھ بندھا تھا اُنکے اُستاد نے پوچھا کہ تمھارے پاس کیا ہے شقیق رح نے کہا کہ کچھ بادام ہین میرے ایک بھائی نے مجھے دیے ہین اور کہا ہے کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اُنسے افطار کرنا اُنکے اُستاد نے فرمایا کہ شقیق تم اپنے جی مین یہ کہتے ہو کہ مین شام تک زندہ رہونگا مین تم سے اب کبھی نہ بولونگا شقیق رح فرماتے ہین کہ اُستاد نے یہ کہکر دروازہ بند کر لیا اور اندر بیٹھ رہے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ سُن لو کہ ہر سفر کے لیے توشہ ضرور ہے اسی لیے دنیا سے آخرت تک کے سفر کا توشہ اپنے تقوی کو کر لو اور ایسے ہو جاؤ جیسے کسی نے خداے تعالیٰ کے ثواب اور عذاب مہیا کو دیکھ لیا ہو تو ثواب کو دیکھکر رغبت کرو اور عذاب کو دیکھکر خوف کرو اور حرص زندگی کو زیادہ مت بڑھاؤ ورنہ تمھارے دل سخت ہو جاوینگے اور تم اپنے دشمن کے تابع ہو جاؤگے بخدا کہ وہ شخص اپنی امل کو نہین پھیلاتا جو نہین جانتا کہ شام کے بعد مجھکو صبح ملیگی کہ نہین یا صبح ملی تو پھر شام ملیگی کہ نہین اور ان دونون کے درمیان مین موتون کے دھکے اکثر ہوا کرتے ہین مین نے اور تم نے اکثر ان لوگون کو دیکھا ہے جو دنیا پر مغرور تھے آنکھ ٹھنڈی اُسی کی ہے جو عذاب الٰہی سے نجات پانے کا اعتماد رکھتا ہو اور خوش وہی ہوتا ہے جو اہوال قیامت سے نڈر ہو اور جن لوگون کا یہ حال ہو کہ ایک زخم ابھی بھرا ہی نہین اور دوسرا دوسری طرف سے اور آ لگا تو وہ کیسے خوش ہون مین خداے تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہون اس بات سے کہ تمکو اُس بات کا حکم کرون جس سے اپنے نفس کو منع کرون پھر پڑ جاوے میری تجارت مین نقصان او میرا خسارہ اور بیچارگی اُس روز ظاہر ہو جس دن توانگری اور محتاجی کھلیگی اور ترازوئین کھڑی ہونگی تم ایسے معاملے کی تکلیف دیے گئے ہو کہ اگر ستارے اُسکی تکلیف دیے جاتے تو بے نور ہو جاتے اور پہاڑ گل جاتے اور زمین پھٹ جاتی تم کیا جانتے نہین کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہین اور تم کو بے شک اُنہین سے ایک مین جانا ہے۔ اور ایک شخص نے اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری اور ان دونون مین واسطہ موت ہے اور ہم پراگندہ خوابون مین ہین والسلام اور ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا کہ دنیا پر غم کرنا بہت لمبا ہے اور موت آدمی سے قریب ہے اور ہر روز کچھ نہ کچھ گھٹتا جاتا ہے اور بدن مین بلا آہستہ آہستہ ٹہل رہی ہے تو پہلے اس سے کہ کوچ کا نقارہ بجایا جاوے سفر کی تیاری کر لینی چاہیے والسلام۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب تک حضرت آدم علیہ السلام نے

خطا نہین کی تھی اُنکی امل پیٹھ پیچھے تھی اور موت آنکھون کے سامنے اور جب آپ نے خطا کی تو معاملہ برعکس ہو گیا کہ امل تو آنکھون کے سامنے کر دی گئی اور موت پیٹھ کے پیچھے۔ اور عبد اللہ بن سمیط رح کہتے ہین کہ مین نے اپنے باپ سے سُنا ہے کہ کہتے تھے اے وہ شخص کہ اپنے زیادہ تندرست رہنے سے مغالطہ مین ہے کیا تو نے کسی کو بدون بیماری مرتے نہین دیکھا اے وہ شخص کہ بہت سی مہلت پانے سے مغالطہ مین ہے کیا تو نے کبھی کسی گرفتار کو نہین دیکھا کہ بدون سامان پکڑا گیا ہو اگر تو اپنی عمر کی زیادتی مین فکر کرے اپنی پہلی لذتین سب بھول جاوے بھلا تم لوگ تندرستی سے مغالطہ مین پڑے ہوے ہو یا بہت دنون آرام سے گذرنے پر اکڑتے ہو یا موت سے نڈر ہو یا ملک الموت پر دلیر ہو ملک الموت جب آویگا تو اُس سے تمکو نہ تمھاری ثروت بچاویگی نہ کثرت جمعیت تمکو کیا معلوم نہین کہ موت کا وقت سختیون اور غصون اور قصور پر پشیمانی کی گھڑی ہے پھر یون کہا کرتے تھے کہ خداے تعالیٰ رحم کرے اُس بندے پر جو موت کے بعد کے لیے عمل کرے خداے تعالیٰ رحم کرے اُس بندے پر کہ اپنے نفس پر موت سے پہلے ترس کی نظر کرے اور ابو زکریا تیمی کہتے ہین کہ سلیمان بن عبد الملک مسجد حرام مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین ایک پتھر جسپر کچھ کندہ تھا کوئی اُنکے سامنے لایا اُسکے پڑھنے کو وہب بن منبہ بلائے گئے دیکھا تو اُسمین یہ لکھا تھا کہ اے آدمی اگر تو اپنی موت کے وقت کی نزدیکی دیکھ پاوے تو اپنی طول امل کو چھوڑ دے اور عمل زیادہ کرنے کا حریص ہو اور طمع اور حیلے کم کر دے اور تو کل کو پشیمانی اُٹھاویگا اگر تیرا قدم لغزش کریگا اور تیرے گھر والے اور نوکر چاکر تجھکو حوالہ کر دینگے اور باپ اور رشتہ دار تجھ سے جدا ہونگے اور بیٹا اور داماد چھوڑ دینگے تو پھر دنیا مین پھریگا نہ اپنے عمل مین زیادتی پاویگا پس قیامت کے لیے حسرت اور ندامت سے پیشتر کچھ کر لے اسکو سُنکر خلیفہ سلیمان بہت روئے اور بعضون نے کہا ہے کہ مین نے خط محمد بن یوسف کا بنام عبد الرحمن بن یوسف کے دیکھا اُسمین لکھا تھا کہ بعد سلام کے مین شکر کرتا ہون اُس معبود کا جسکے سوا اور کوئی معبود نہین اور تجھکو ڈراتا ہون اُس حال سے کہ تو اپنے مہلت کے گھر سے قیام کی جگہ اور جزاے اعمال کے گھر مین جاویگا اب تو زمین کے اوپر رہتا ہے چند روز مین اُسکے اندر ہو جاویگا پھر تیرے پاس منکر اور نکیر آکر تجھکو بٹھلاوینگے اور تجھکو ڈانٹ بتاوینگے پس اگر اُسوقت اللہ تیرے ساتھ ہوگا تو کچھ خوف اور وحشت اور حاجت نہین اور اگر معاملہ دگرگون ہوا تو خداے تعالیٰ مجکو اور تجھکو پناہ دے بڑی نوبت ہوگی مقام لیٹنے کا تنگ ہو جاویگا تجھکو خبر نہین کہ پھر اُٹھنے کے لیے چیخ ہوگی اور صور پھونکا جاویگا اور خداے جبار مقدمات خلق کے فیصلہ کے لیے آمادہ ہوگا زمین اپنے لوگون سے اور آسمان اپنے باشندون سے خالی ہو جاوینگے اسرار کُھل جاوینگے اور جہنم بھڑکائی جاویگی میزانین کھڑی ہونگی اور انبیا اور شہدا کو بلوا کر لوگون کے باب مین ٹھیک ٹھیک حکم دیا جاویگا اور کہا جاویگا کہ سب تعریفین اللہ کو شایان ہین جو سب عالمون کا پروردگار ہے تو بہت سے تو رسوا ہونگے اور بہتون کی پردہ پوشی کیجاویگی اور بہت سے تباہ ہونگے اور بہت سے نجات پاوینگے بہتون پر عذاب ہوگا اور بہتون پر رحم مجکو معلوم نہین کہ اُس روز میرا اور تیرا کیا حال ہونا ہے اسی سے لذتین جاتی رہین شہوات چھوٹ گئین امل کوتاہ ہو گئی سوتے بیدار ہوے غافل چوکنے ہوے خدا تعالیٰ اس بڑے خوف پر ہماری اور تمھاری مدد کرے اور دنیا اور آخرت کی جگہ ہمارے اور تمھارے دل مین ایسی کرے جیسے متقیون کے دل مین کرتا ہے اس لیے کہ ہم اُسی کے ہین اور اُسی کے باعث موجود و السلام۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے خطبہ پڑھا اور خداے تعالیٰ کی حمد و ثنا کرکے فرمایا لوگو تم نکمے نہین پیدا ہوے نہ مہمل چھوڑے جاؤگے تمکو ایک اُٹھنے کی جگہ مین خدا تعالیٰ حکم اور فیصلے کے واسطے اکٹھا کریگا پس نا امید اور بدبخت کل کو وہ بندہ ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کہ ہر چیز پر پھیلی ہے اور اپنی جنت سے جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہے نکال دے اور کل کو امن اُس شخص کو ہوگا جو خوف اور تقوی کرے اور تھوڑی اور ناپائدار چیز اور بدبختی کو بہت اور پائدار اور سعادت کے عوض مین دے ڈالے دیکھو مرے ہوؤن کا سوگ تم کرتے ہو اسی طرح تمھارے پس ماندہ تمھارا کرینگے ہر روز دیکھتے ہو کہ صبح کو اور شام کو خداے تعالیٰ کے پاس لوگ چلے جاتے ہین اُنکا وقت پورا ہو گیا اور امل جاتی رہی تم اُنکو زمین کے گڑھے کے اندر بے فرش و بے تکیہ رکھ دیتے ہو کہ نہ کوئی سامان اُنکے ساتھ ہے نہ کوئی رفیق و غمخوار صرف حساب کا سامنا ہے بخدا کہ مین یہ بات تو تم سے کہتا ہون مگر جتنے گناہ اپنے نفس مین جانتا ہون اُنسے زیادہ مین تم مین سے

کسی مین نہین جانتا لیکن اللہ تعالی کے طریق ٹھیک ٹھیک ہین انہین اُنکی طاعت کے لیے امر کرتا ہون او معصیت سے منع کرتا ہون اور خداے تعالی سے مغفرت چاہتا ہون اسکے بعد اپنی آستین منھ پر رکھکر اتنا روئے کہ آنسوؤن سے ڈاڑھی بھیگ گئی اور پھر اُس مقام پر آنے کی نوبت نہ آئی یہان تک کہ وفات پائی۔ اور قعقاع بن حکیم کہتے ہین کہ مین نے تیس برس سے موت کا سامان کرلیا ہو تو جب موت آویگی تو مین اتنی دیر بھی اچھی نہ جانونگا کہ ایک چیز کو دوسری سے پیچھے کردون اور سفیان ثوری رح کہتے ہین کہ کوفے کی مسجد مین مین نے ایک بڈھے کو دیکھا کہ کہتا تھا کہ مین تیس برس سے اس مسجد مین موت کا منتظر ہون کہ آوے اب اگر آویگی تو مین اُسکو نہ کسی چیز کا حکم کرون نہ کسی چیز سے منع کرون اور نہ میری کسی کے پاس کوئی چیز ہو نہ کسی کی میرے پاس اور عبد اللہ بن ثعلبہ کہتے ہین کہ میان ہنستے کیا ہو شاید تمھارا کفن دھوبی کے یہان سے آچکا ہو۔ اور محمد بن علی زاہد کہتے ہین کہ ہم کوفہ مین ایک جنازے کے ساتھ نکلے اور داؤد طائی رح بھی اُسمین شریک تھے جنازہ جب دفن ہونے لگا تو داؤد طائی ایک طرف کو ہو بیٹھے مین اُنکے پاس جا بیٹھا تو مین نے سُنا کہ یون کہتے تھے جو وعدۂ عذاب سے ڈرتا ہو وہ دور کی چیز کو نزدیک جانتا ہو اور جسکو امل زیادہ ہوتی ہو اُسکا عمل ضعیف ہوتا ہو اور جو آنے والی چیز ہو وہ قریب ہو اور بھائی جان یاد رکھ کہ جو شی خداے تعالی سے تجھکو اور کام مین لگا دے وہ تیرے اوپر منحوس ہو اور یہ بھی یاد رکھ کہ دنیا کے باشندے جو قبرون مین ہین اُنکا یہ حال ہو کہ جو چھوڑ گئے اُس سے پشیمان ہین اور جو آگے بھیج دیا تھا اُس سے شادان مگر قبر والے جس چیز پر پشیمان ہین دنیا دار اسی پر لڑتے مرتے ہین اور اُسی پر رغبت اور حاکمون کے سامنے خصومت کرتے ہین۔ اور روایت ہو کہ حضرت معروف کرخی رح نے نماز کی تکبیر کہی اور محمد بن ابی توبہ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھاؤ اُنھون نے کہا کہ مین یہ نماز اگر پڑھا دونگا تو دوسری نماز کوئی نہین پڑھانے کا حضرت معروف کرخی رح نے فرمایا کہ تم اپنے دل مین کہتے ہو کہ مین دوسری نماز بھی پڑھونگا ہم اللہ تعالی سے طول امل سے پناہ مانگتے ہین کہ وہ عمل نیک کی مانع ہو اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ دنیا رہنے کی جا نہین بہت سے گھر ایسے ہین کہ خداے تعالی نے اُنپر فنا لکھ دی ہو اور اُنکے رہنے والون پر اُسمین سے چلا جانا تو بہت سے خوبی آباد چند روز مین اُجڑ جاتے ہین اور بہت سے رہنے والے کہ لوگ اُنکے رہنے پر حرص کرین سفر کر جاتے ہین پس لوگو خداے تعالی تمپر رحم کرے اُسمین سے اچھی طرح نکلو اور جو کچھ تمھارے سامنے لے چلنے کی چیزین ہون اُنمین سے عمدہ اپنے ساتھ لو اور توشہ لے لو کہ بہتر توشہ تقوی ہی دنیا کا حال ایسا ہو جیسے سکڑتا سایہ کہ چلا جاتا ہو ابھی تو آدمی دنیا کا راغب ہو اور اُس سے خنک چشم بیٹھا ہو کہ اتنے مین خداے تعالی نے اُسکو اپنے حکم سے طلب کرلیا اور اُسکے سر پر موت کا ردا ڈالا تو سب اُسکے نشان چھین لیے اور اُسکی عمارتیں اور دولت دوسرون کے لیے کردی دنیا جتنی تازگی دیتی ہو اتنا خوش نہین کرتی خوش کم کرتی ہو اور رنج بہت دیتی ہو

سچ ہو سے جہان مین عرصۂ عشرت سے سوا وہ چند ہو غم کا ؎ اگر ہو عید کا اک دن تو عشرہ ہو محرم کا ؎

اور حضرت ابو بکر صدیق رض اپنے خطبے مین فرمایا کرتے کہ کہان گئے وہ لوگ جنکے منھ خوبصورت چمک دمک کے ساتھ تھے اور اپنی جوانی پر شیخی کیا کرتے تھے کہان ہین وہ لوگ جنھون نے شہر بنائے اور شہر پناہون سے انکو مضبوط کیا کہان ہین وہ بہادر کہ لڑائی مین بڑھ چڑھکر رہا کرتے تھے زمانے نے اُنکو زیر کردیا قبرون کے اندھیرون مین جا پڑے تو جلدی اور شتابی کرو اور اپنی جانون کے لیے نجات کی صورت ڈھونڈھو

دوسرا بیان طول امل کے سبب اور اُسکے علاج مین۔ جاننا چاہیے کہ طول امل کے دو سبب ہین ایک جہالت اور دوسرے دنیا کی محبت دنیا کی محبت کا یہ حال ہو کہ آدمی جب اُس سے اور اُسکی شہوات و لذات و علائق سے مانوس ہوتا ہو تو اُسکے دل پر اُسکی جدائی شاق ہوتی اور موت جو سبب دنیا کی مفارقت کا ہو اُس سے اُسکا دل متنفر ہوتا ہو اور اُسمین فکر نہین کرتا اور جس چیز سے آدمی نفرت کیا کرتا ہو اُسکو اپنے نفس سے ٹالا کرتا ہو اور آدمی ہمیشہ جھوٹی آرزوؤن مین مشغول رہتا ہو اپنے نفس کے لیے ایسی ہی آرزو کرتا ہو جو اُسکی مراد کے موافق ہو

اور اُسکی مرضی کے موافق دنیا مین رہتا ہی تو سدا کا خیال رکھتا ہی اور اسکو اپنے لیے فرض کر لیتا ہی اور جو لوازم یہان رہنے کے ہین اور جنکی اُسکو
ضرورت ہوتی ہی یعنی مال اور اولاد اور گھر اور دوست اور سواریان وغیرہ سامان کو فرض کر لیتا تو اُسکا دل اسی فکر پر رک جاتا ہی موت کی یاد نہین رہتی
اُسکا قریب ہونا خیال مین نہین گذرتا اور اگر کبھی کسی وجہ سے موت کا معاملہ اور اُسکی تیاری کا حال جو دل مین گذرتا ہی تو اُسکا نفس وعدہ کر لیتا ہی اور
لیت و لعل مین ڈالتا ہی اور کہتا ہی کہ ابھی بہت دن باقی ہین جب بڑا ہو کر توبہ کر لیجیو اور جب بڑا ہونے پر کہتا ہی کہ بوڑھا ہو کر توبہ کر لیجیو اور بوڑھا ہوتا ہی
تو کہتا ہی کہ یہ مکان بنا کر اور یہ زمین آباد کر کے اور اس سفر سے لوٹ کر اور اس لڑکے کی شادی اور دختر کے جہیز سے فارغ ہو کر اور اس دشمن کی قدرسے
جو بدگوئی کرتا رہتا ہی محفوظ ہو کر توبہ کر لینا غرضکہ ہمیشہ اسی طرح ٹالتا اور تاخیر اسکا شیوہ رہتا ہی اور جس کام مین گھستا ہی اُسکے پورا کرنے مین کام
اور لگ جاتے ہین اور دن کے بعد دوسرا دن رفتہ رفتہ گذرا چلا جاتا ہی اور ایک کام سے دوسرا کام آتا جاتا ہی یہان تک کہ موت ایسے وقت مین
اُچک لیتی ہی کہ اُسکا گمان بھی نہین ہوتا اُسوقت بجز حسرت و افسوس اور کچھ حاصل نہین ہوتا اور اکثر دوزخ والے لیت و لعل ہی سے فریاد کرینگے
کہ ہائے ہمنے کیون تاخیر کی تھی اور آدمی بیچارہ یہ نہین جانتا کہ جس امر کے باعث آج تاخیر کرتا ہی وہ کل کو بھی تو اُسکے ساتھ ہوگا بلکہ مدت گذرنے پر
تو اُسکو استحکام اور مضبوطی زیادہ ہو جاویگی اور اُسکو یہ گمان ہی کہ دنیا مین خوض کرنے والے کو اور اُسکی حفاظت کرنے والے کو کبھی کبھی فراغ
ہو سکتا ہی اور یہ اُسکی خام خیالی ہی اُس سے فارغ وہی ہوتا ہی جو اُسکو مختصر کرے جیسے کسی نے کہا ہی ؎ کار دنیا کسے تمام نکرد ہر چہ گیرید مختصر گیرید
اور جہل ان سب آرزوؤن کی دنیا کی محبت ہی اور اس حدیث کے معنون سے غفلت احبب من احببت فانک مفارقہ اور جہالت کا حال
یہ ہی کہ انسان کبھی اپنی جوانی پر اعتماد کرتا ہی تو جوان ہوتے ہوئے موت کا آنا بعید جانتا ہی اور بیچارہ یہ نہین سوچتا کہ اگر اپنی بستی کے بوڑھے گنے
تو دس پانچ ہونگے اور اُنکے کم ہونے کی یہی وجہ ہی کہ جوانی مین موت بہت ہوتی ہی جب تک ایک بوڑھا مرتا ہی ہزار جوان اور لڑکے مر جاتے ہین اور کبھی
موت کو اپنی تندرستی کے باعث بعید جانتا ہی اور ناگہان موت کے آنے کو دشوار سمجھتا ہی اور یہ نہین جانتا کہ اچانک مر جانا کچھ دشوار نہین اور اگر
بالفرض دشوار ہو تو یکایک بیمار ہو جانا تو دشوار نہین اور بیماری تو اچانک ہی ہوا کرتی ہی اور جب بیمار ہوا تو موت کیا دور ہی اور اگر یہ غافل سوچے
اور معلوم کرے کہ موت کے لیے کوئی وقت مخصوص جوانی اور بڑھاپے اور ادھیڑپن کا یا کوئی موسم گرمی جاڑے خزان بہار یا رات دن کا نہین
تب البتہ بہت چوکنا ہو اور اُسکے سامان مین لگے مگر جہالت اور محبت دنیا کے باعث طول امل مین گرفتار ہی اور موت کے جلد آنے سے غافل وہ
ہمیشہ یہی گمان کرتا ہی کہ موت میرے سامنے ہی ہوگی اپنے اوپر اُسکا آنا فرض نہین کرتا یہی خیال کرتا ہی کہ مین جنازے کے ساتھ چلونگا یہ نہین فرض
کرتا کہ میرے جنازے کے ساتھ بھی لوگ چلینگے اسلیے کہ ہمیشہ جنازون کے ساتھ رہتے رہتے اُس سے مالوف ہو رہا ہی اور اُون کو مرتے دیکھا اور دن
کے ہی مرنے کا عادی ہی اپنے مرنے سے اُنس نہین اور نہ ممکن ہی کہ اپنی موت سے الفت کرے اسلیے وہ واقع نہین ہوئی اور اگر ہوگی تو ایک
دفعہ ہوگی وہی اول ہی وہی دوم پس اُس سے الفت کیسے ہو تو اس صورت مین اُسکا علاج یہ ہی کہ اپنے نفس کو غیر پر قیاس کرے اور جانے کہ یقیناً
میرا جنازہ بھی اُٹھیگا اور قبر مین دفن کیا جاویگا اور کیا عجب ہی کہ جو اینٹ تختہ میری گور مین لگیگا وہ بن چکا ہو اور یہ سمجھکو علم منہو اس صورت مین تاخیر
کرنی محض نادانی ہی اور جب یہ معلوم ہو چکا کہ سبب تاخیر کا جہل اور محبت دنیا ہی تو ظاہر ہی کہ علاج سبب کے دور کرنے سے ہوگا پس جہل کو تو اسطرح دور
کرنا چاہیے کہ دل حاضر سے فکر صاف کرے اور پوری حکمت کی باتین صاف دل والون سے سُنے اور محبت دنیا کا دل سے نکالنا البتہ مشکل
اور یہ وہ مرض لا علاج ہی جسکے علاج مین اگلے پچھلے سب تھک گئے ہین اُسکا علاج یہی ہی کہ ایمان اللہ تعالیٰ پر اور پچھلے دن پر ہو اور جو کچھ بڑا
عذاب اور عمدہ ثواب اُس روز ہونا ہی اُس پر یقین کامل ہو اسلیے کہ اُس یقین سے دنیا کی محبت دل سے جاتی رہیگی کیونکہ بڑی چیز کی محبت دل سے
چھوٹی چیز کی محبت کو دور کر دیتی ہی تو جس صورت مین دنیا کی حقارت اور آخرت کی نفاست کو معاینہ کریگا تو بُرا جانیگا کہ دنیا پر نظر ڈالے گو
تمام روے زمین ہی کی کیون نہو اسلیے کہ ہر ایک بندہ کو جو تھوڑی سی دنیا ملتی ہی تو وہ بھی کدورت اور بیہودگی سے خالی نہین ہوتی تو ایسی چیز سے

کس طرح خوش ہوگا یا اُسکی محبت دل مین کیسے جمیگی بشرطیکہ آخرت پر یقین ہو ہم خداے تعالی سے سوال کرتے ہین کہ دنیا کو ہماری نظرون مین
ایسا کرے جیسا اپنے نیک بندون کی نظرون مین کر رکھا ہو اور موت کے دل پر ٹھنکنے کا علاج اس سے اچھا کوئی نہین کہ جو لوگ اپنے ہمسر اور ساتھ والے
مرگئے ہین انکے حال پر غور کرے کہ انپر موت ایسے وقت مین آگئی کہ انکو خیال اُسکا نہ تھا جو شخص اُسکے لیے تیار تھا اُسکو تو فلاح عظیم ہوئی اور جو طول
امل سے مغالطہ مین تھا اُسکو کھلا کھلی خسارہ ہوا پس انسان کو ہر ساعت چاہیے کہ اپنے پانون اور عضا کی طرف دیکھے اور تامل کرے کہ ان انکو
کیڑے کیسے کھا جائینگے اور ہڈیان انکی کس طرح علیحدہ اور متفرق ہو جائینگی اور تامل کرے کہ کیڑے اول داہنی آنکھ کا ڈھیلا یا بائین آنکھ کا کھانا
شروع کرینگے اور جو عضا میرے بدن پر ہین کوئی ایسا نہین جو کیڑون کی خوراک نہو اور میرے ساتھ بجز علم و ایسے عمل کے جو خالص خداے تعالی کے
لیے ہوا اور کچھ نہ رہیگا اسیطرح وہ حالات بھی سوچے جنکو ہم عنقریب لکھینگے یعنی عذاب قبر اور منکر نکیر کا سوال اور حشر و نشر اور قیامت کے اہوال
اور بڑے دن کی پیشی کے لیے پکار کا خوف وغیرہ تو یہ فکر اس قسم کی ہین کہ آدمی کے دل پر موت کو تازہ کرتی ہے اور اُسکی تیاری مین لگاتی ہے

تیسرا بیان لوگون کے مراتب کا طول امل کے باب مین ۔ واضح ہو کہ اس باب مین لوگ مختلف مراتب کے ہین بعض تو ایسے ہین کہ وہ ہمیشہ جینا چاہتے ہین
جیسے خداے تعالی فرماتا ہی یود احدہم لو یعمر الف سنۃ اور بعضے بوڑھا ہونے تک زندگی کے حریص رہتے ہین یعنی جتنی عمر اور زندگی بڑی سے بڑی
لوگون کی دیکھی اتنی ہی کے خواہان ہوے ایسا شخص دنیا سے بہت محبت کیا کرتا ہی حدیث[۱] شریف مین ہی کہ بوڑھا آدمی دنیا کی طلب کی محبت مین
جوان ہوتا ہی گو بڑھاپے کے سبب سے اُسکی ہانس ٹوٹ گئی ہون مگر تقوی والے اور وہ کمتر ہین انتہی ۔ اور بعض ایک برس دن کے جینے کی توقع رکھتے ہین
اور اس سے زیادہ کے سامان کی تدبیر نہین کرتے اور آیندہ سال مین اپنا وجود نہین فرض کرتے مگر گرمی مین جاڑے کے لیے اور جاڑے مین
گرمی کے لیے سامان کیا کرتے ہین پھر اگر سال بھر کے لیے سامان کافی ہو تو عبادت مین مشغول ہوتے ہین اور بعضے صرف ایک موسم مثلاً
گرمی خواہ جاڑے ہی تک کی امل کرتے ہین تو اسی نظر سے گرمیون مین جاڑے کا سامان اور جاڑون مین گرمی کا جمع نہین کرتے اور بعض کے امل کا
مآل صرف ایک دن اور رات کا ہوتا ہی تو صرف دن بھر کی تیاری کرتا ہی کل کی فکر نہین کرتا حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ کل کی روزی کا
اہتمام مت کرو اسواسطے کہ اگر کل کی تمکو مہلت ملیگی تو تمھارا رزق اور مہلت دونون تمکو پہونچینگی اور اگر کل تمھاری مہلت نہین تو تمکو اہتمام بھی نچاہیے
دوسرون کے لیے تمکو کیا ضرور ہی کہ فکر کرو اور بعضون کی امل ایک ساعت کی ہوتی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۲] کہ اے عبداللہ جب تو صبح
کرے تو اپنے دل مین شام کا خیال نکر اور شام کرے تو صبح کا دھیان نکر اور بعض ایک ساعت کا باقی رہنا بھی نہین جانتے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم استنجے کے بعد باوجود ساعت کے اندر ہی پانی پر قدرت کے تیمم کرلیا کرتے تھے اور فرماتے[۳] تھے کہ شاید مین پانی تک نہ پہونچون اور بعضے ایسے
ہوتے ہین کہ موت گویا انکی آنکھون کے سامنے ہو اور لیا چاہتی ہی وہ اُسکے منتظر رہتے ہین ایسا شخص رخصت کرنے والے کی سی نماز پڑھا کرتا ہی اور
یہی حال معاذ بن جبل کا ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے انکے ایمان کی حقیقت پوچھی[۴] تو عرض کیا کہ مین نے کوئی قدم ایسا نہین اٹھایا
کہ گمان کیا ہو کہ اب دوسرا اُسکے بعد رکھونگا اور جیسا کہ اسود حبشی کے حال مین ہی کہ وہ رات کو نماز پڑھتے اور دہنے بائین تاکتے کسی نے انسے کہا
کہ یہ کیا بات ہی انھون نے کہا کہ مین ملک الموت کو دیکھتا ہون کہ کونسی طرف سے میرے پاس آتا ہی تو یہ ہین لوگون کے مراتب اور ہر ایک کے لیے
خداے تعالی کے پاس درجات ہین اور جس شخص کی امل ایک مہینا ہو وہ ایسا نہین جسکی امل ایک مہینا اور ایک دن ہو یعنی دونون کا درجہ یکسان
نہین اسلیے کہ اللہ تعالی ذرہ بھر بے انصافی نہین فرماتا ہی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ[۵] پھر اثر امل کے تھوڑا ہونے کا عمل پر سبقت کرنے سے ظاہر ہوتا ہی
تو جو کوئی دعوی کرے کہ میری امل تھوڑی ہی وہ جھوٹا ہی بلکہ اُسکے اعمال سے ظاہر ہوگی لیکن وہ ایسا اسباب کے درپے ہوتا ہی کہ شاید برس روز مین بھی
اُسکی ضرورت نہو تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ امل بڑی رکھتا ہی اور توفیق کی پہچان یہ ہی کہ موت آنکھون کے سامنے ہو اس سے ایک گھڑی
غافل نہو اور اُسی کی تیاری مین مصروف رہے کہ ابھی آجاویگی اور اگر شام تک بچ جاوے تو خداے تعالی کا شکر کرے کہ مجھسے اپنی طاعت کرائی

[۱] ح ایسا کے لفظون سے نہین مگر صحیحین مین بروایت ابوہریرہ مرفوعاً ہی الشیخ شاب علی حب اثنتین طول الحیوۃ و حب المال ۱۲
[۲] ح یہ حدیث اوپر گذری ۱۲
[۳] ح اوپر گذری ۱۲
[۴] ح ابو نعیم در حلیہ بروایت انس اور یہ ضعیف ہی ۱۲
[۵] ترجمہ سو جسنے کی ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھ لیگا ۱۲

اور اس امر سے خوش ہو کہ دن ضائع نہوا بلکہ اسمین سے جتنا اپنا بہرہ تھا ملگیا اور ذخیرۂ آخرت ہوا پھر صبح کو از سر نو اسی طرح کرے اور ہر صبح وشام یہی کام کرے اور یہ بات اُس شخص کو میسر ہوتی ہو جسکو کل کی فکر نہو کہ کل کو کیا ہوگا ایسا شخص اگر مر گیا تو سعادت اور غنیمت پاویگا اور اگر زندہ رہیگا تو عمدہ تیاری اور لذت مناجات سے خوش رہیگا موت سے اسکی سعادت ہو اور حیات سے زیادتی منزلت ہو پس تو سکینی موت کو اپنے دل پر رکھے اسلیے کہ جان تیجھے اُڑانے لیے جاتی ہو اور تو اپنے نفس سے غافل ہو عجب نہین کہ تو منزل کے قریب پہونچ گیا ہو اور مسافت طے کرچکا ہو اور یہ بات تجھکو جبھی حاصل ہوگی جب جتنی مہلت پاویگا اسمین عمل پر

چوتھا بیان عمل پر مبادرت اور تاخیر کی آفت سے بچنے مین۔ واضح ہو کہ جس شخص کے دو بھائی غائب ہون اور ایک کا انتظار تو اسکو دوسرے دن آنے کا ہو اور دوسرے کا سال بھر کے بعد یا اور کسی مدت کے بعد تو وہ شخص دوسرے کے آنے کی تیاری نہ کریگا بلکہ جو شخص دوسرے روز آویگا اسکے آنے کا سامان کریگا اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ تیاری قرب انتظار سے ہوا کرتی ہو اس صورت مین جو شخص موت کے آنے کا انتظار برس روز کے بعد کریگا تو اُسکا دل اُسی مدت سے متعلق رہیگا بیچ کے دنون پر دھیان ندیگا اور انکو بھول جاویگا ہر روز صبح کو اسی بات کا منتظر رہیگا کہ ابھی برس روز کامل پڑا ہو اور شروع اُسی دن کو جانتا ہو جسمین صبح ہوئی ہو جو دن گزرتے جاتے ہین انکو کم نہین کرتا اور یہ امر اسکو ہمیشہ عمل پر مبادرت نہین کرنے دیتا اسلیے کہ اپنے نفس کے لیے ہمیشہ گنجایش اُس برس مین تصور کرتا ہو اور اسوجہ سے عمل مین تاخیر کرتا ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نہین انتظار کرتا تم مین سے کوئی دنیا مین سے مگر تو انگری جو مانع طاعت سے ہو یا مفلسی جو طاعت سے بھلا دے یا مرض مفسد یا بڑھاپا کہ عقل کو خبط کردے یا موت جلدی کی جسکے باعث کوئی کار ثواب نہ بن پڑے یا دجال پس دجال بڑا غائب ہو کہ انتظار کیا جاوے یا قیامت کا انتظار کرتا ہو اور قیامت نہایت سخت اور تلخ ہو انتہی۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہین فرمایا کہ پانچ چیزون کو پانچ چیزون سے پہلے غنیمت جان اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور تندرستی کو بیماری سے اور تو انگری کو مفلسی سے اور فارغ ہونے کو شغل سے اور زندگی کو موت سے پیشتر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ یعنی آدمی ان دونون نعمتون کو غنیمت نہین جانتا اور جب باقی رہتی ہین تب انکی قدر پہچانتا ہو جیسا کہ مشہور ہو ع قدر نعمت بعد زوال ہوا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا جو خوف کرتا ہو وہ اول شب مین چل دیتا ہو اور جو اول شب مین چلتا ہو وہ منزل کو پہونچ جاتا ہو سُن لو کہ خدا تعالے کی متاع بھاری مول ہو اور آگاہ ہو کہ خدا تعالی متاع جنت ہو اور فرمایا جاءت الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ جاءت الموت بما فیہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب اپنے اصحاب رض سے غفلت یا مغالطہ ملاحظہ فرماتے تو اُنمین بلند آواز سے پکارتے اتتکم المنیۃ راتبۃ لازمۃ اما بشقاوۃ واما بسعادۃ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین ڈرانے والا ہون اور موت غارت کرنے والی ہو اور قیامت وعدے کی جگہ ہو۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت باہر نکلے کہ آفتاب درختون کی ٹہنیون پر پہونچ گیا تھا فرمایا کہ دنیا مین سے اسقدر رہا ہو جتنا کہ اس دن سے باقی ہو بہ نسبت اس مقدار کے کہ گذر گیا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ دنیا کی مثال ایسی ہو جیسے کوئی کپڑا کہ شروع سے اخیر تک پھٹکر ایک دھاگے مین اخیر کو لٹکا رہا ہو تو بعید نہین کہ وہ دھاگا بھی ٹوٹ جاوے اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے مین قیامت کا ذکر فرماتے تو اپنی آواز بلند کرتے اور رخسار مبارک سرخ پڑ جاتے گویا کسی لشکر سے ڈراتے ہین فرماتے کہ صبح ہوتے آئے اور شام ہوتے آئے مین اور قیامت ان دونون کی طرح بھیجی گئی ہین اور اپنی دونون انگلیون کو ملا لیتے اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام پھر فرمایا کہ نور جب سینے مین داخل ہوتا ہو تو کھل جاتا ہو لوگون نے عرض کیا کہ حضرت اسکی کچھ پہچان بھی ہو جس سے معلوم ہو جاوے آپنے فرمایا کہ ہان اس مغالطے کے گھر سے علیحدہ رہنا اور دار باقی کی طرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پیشتر اسکی تیاری کرنی اور سدی رح اس آیت کی تفسیر مین

ترمذی بروایت ابوہریرہ ۱۲ ع ابن ابی الدنیا ۱۲ ع ابن ابی الدنیا ۱۲ ع وہ نعمتین ہین کہ انمین اکثر لوگ خسارے مین ہین ایک تندرستی دوسری فراغت ع بخاری بروایت ابن عباس ع ترمذی بروایت ابوہریرہ ع آئی ہلانے والی کہ اسکے پیچھے ہے پیچھے آئی موت مع اُن باتوں کے جو اسکے اندر ہین ۱۲ ترمذی بروایت ابی بن کعب ع ابن ابی الدنیا روایت

[illegible] ع ابن ابی الدنیا [illegible] ع ابن ابی الدنیا [illegible] ع ابن ابی الدنیا ضعیف [illegible] ع مسلم [illegible] ع ابن ابی الدنیا [illegible]

الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا فرماتے ہین کہ اس سے مراد یہ ہی کہ کون موت کی یاد زیادہ کرتا ہی اور اُسکی تیاری اچھی طرح کرتا ہی اور اُس سے خوف اور دہشت بہت رکھتا ہی اور حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ کوئی صبح اور شام ایسی نہین کہ ایک پکارنے والا یہ نہ پکارتا ہو کہ لوگو کوچ کوچ اور مضمون مصرعہ بالا کی تصدیق یہ آیت ہی انہا لاحدی الکبر نذیرا للبشر لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر یعنی موت ہین اور سحیم مولی بنی تمیم کہتے ہین کہ مین عامر بن عبداللہ کے پاس جا کر بیٹھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے اُنھون نے جلدی سے سلام پھیر کر میری طرف توجہ کی اور فرمایا کہ اپنی حاجت کہو جلد کہ مین انتظار مین ہون مین نے پوچھا کہ کس چیز کی تاک مین ہو فرمایا کہ خدا تجھپر رحم کرے مین ملک الموت کی تاک مین ہون یہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوگیا اور وہ نماز مین مصروف ہوے اور حضرت داؤد طائی رہ چلے جاتے تھے ایک شخص نے اُنسے کسی بات کا سوال کیا اُنھون نے فرمایا کہ مجھے جانے دو مین اپنی جان نکلنے تک کا موقع غنیمت جانتا ہون اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ تاخیر ہر چیز مین بہتر ہی بجز اعمال آخرت کے اور منذر رح کہتے ہین مین نے مالک بن دینار کو سنا ہی کہ اپنے نفس سے فرماتے تھے ارے کمبخت عمل پر مبادرت کر پہلے اس سے کہ وہ امر جاے اور اسی جملے کو بار بار کہتے تھے یہان تک کہ مین نے ساٹھ بار اُنسے سنا اور وہ مجھکو نہین دیکھتے تھے۔ اور حضرت حسن رح نے اپنے وعظ مین فرمایا کہ عمل کرنے کے لیے جلدی کرو کیونکہ یہ چند سانس ہین اگر رک گئے تو تمسے وہ عمل نہو سکینگے جنسے اللہ تعالی کی طرف تقرب ہو کرتے ہو خدا ے تعالی رحم کرے اس آدمی پر جو اپنے نفس کی فکر کرے اور اپنے گناہون پر روے پھر یہ آیت پڑھی انما نعد لھم عدا مراد انفاس سے ہی آخر شمار آدمی کی جان نکلتی ہی پھر اُسکے بعد اپنے عمل کی جدائی پھر اُسکے بعد قبر مین داخل ہونا۔ اور حضرت ابو موسی اشعری رض نے اپنی موت سے پہلے بہت ریاضت سخت شروع کی انسے کہا گیا کہ آپ محنت نکرین یا اپنے نفس پر کچھ نرمی کیجیے تو آپنے فرمایا کہ گھوڑ دوڑ مین جب گھوڑے چھوٹ کر حد کے قریب پہونچتے ہین تو جتنی دوڑ انمین ہوتی ہی وہ اُسی وقت نکالتے ہین اور جو مدت کہ میری موت کی باقی ہی وہ اس سے بھی کم ہی غرضکہ مرتے دم تک اُسی طرح عمل کیا کیے اور اپنی بی بی سے فرماتے کہ اپنی سواری کس لے اسلیے کہ جہنم پر اترنے کی کوئی چیز نہین یعنے پل اترنے کی چیز اعمال ہی ہونگے تو انمین کوشش کر اور ایک خلیفہ نے اپنے منبر پر کہا کہ اے بندگان خدا اللہ تعالی سے ڈرو جتنا تمسے ہو سکے اور ایسے لوگ ہو جاؤ جنکو چیخ سنائی گئی ہو اور ہوشیار ہو گئے ہون اور جان لیا ہو کہ دنیا ہمارا گھر نہین ہی تو اُسکو آخرت کے عوض مین دے ڈالا ہو اور موت کے لیے تیار ہو جاؤ کہ وہ سر پر کھڑی ہو اور کوچ کی تیاری کرو کہ وہی بڑی مشکل ہی اور جو عرصہ ایسا ہو کہ لحظے سے کم ہوتا ہو اور ساعت مین ڈھجاتا ہو وہ کم مدت ہونے کے لیے زیبا ہی اور جس غائب کو نئے رات دن لیے چلے آتے ہین وہ جلد آنے کا شایان ہی اور جو آنے والا کہ نہ جانتا ہو کہ فلاح پیدا ہوگا یا بدبختی پر وہ عمدہ سامان کرنے کا مستحق ہی پس اپنے رب کے نزدیک پرہیزگار وہ ہی جو اپنے نفس کی خیر خواہی کرے اور پہلے توبہ کر چکے اور اپنی شہوت پر غالب ہو اسلیے کہ اُسکی موت کا حال اُس سے پوشیدہ اور زیست کی حرص اُسکو فریب دیتی ہی اور شیطان اُسپر مقرر ہی کہ توبہ کی آرزو دلاتا ہی تاکہ ٹالتا رہے اور گناہون کو اُسکی نظرون مین چکنا تا ہی تاکہ انکا مرتکب ہو یہان تک کہ اُسکی موت اُسپر دوڑ آے اور یہ سب سے زیادہ اُس سے غافل ہو اور یاد رکھو کہ تم مین اور بہشت اور دوزخ مین صرف موت ہی کا آنا ہی تو بڑا افسوس ہی اُس غفلت والے کے حال پر جسکی زندگی اُسپر حجت ہو اور اُسکے دن ہی اُسکو بدبختی مین لے ڈالین خداے تعالی ہمکو اور تمکو ایسے لوگون مین سے کرے جو نعمت سے نہ اترا وین اور نہ کسی گناہ کے باعث طاعت الٰہی مین قصور کرین اور نہ مرنے کے بعد حسرت اُٹھا وین وہی دعا کا سننے والا ہی اور اُسکے ہاتھ مین بہتری ہی ہمیشہ کو اور وہی جو چاہتا ہی سو کرتا ہی اور بعض مفسرین اس آیت کی تفسیر مین فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم حتی جاء امر اللہ وغرکم باللہ الغرور فرمایا ہی کہ فتنتم انفسکم سے مراد شہوتون اور لذتون کے باعث ہی اور تربصتم سے غرض یہ ہی کہ توبہ کے لیے انتظار اور تاخیر کی اور ارتبتم یعنی شک کیا اور امر اللہ سے موت مراد ہی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ صبر کرو اور راہ راست پر رہو کہ تھوڑے دن زندگی کے ہین تم مسافر ٹھہرے ہوے ہو ایک کی طلبی ہو جاتی ہی اور وہ چلا جاتا ہی اور مڑ کر نہین دیکھتا تم تو یہان سے جو تمھارے سامنے ہی عمدہ چیز لیکر نقل مکان کرو اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ تم سب مہمان ہو اور تمھارا مال عاریت ہی پس مہمان جانے کو ہی اور عاریت جسکی ہی اُسکے پاس جانے والی ہی

اور ابو عبیدہ ناجی کہتے ہیں[1] کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کے مرض موت میں اُنکے پاس گئے تو اُنھون نے فرمایا کہ بہت خوب ہوا کہ آپ صاحب تشریف لائے خداے تعالیٰ تمکو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے اور ہمکو اور تمکو جنت میں نازل کرے یہ ایک کھلی نیکی ہی اگر تم صبر کرو اور سچا جانو اور تقویٰ اختیار کرو ایسا نہو کہ اس خبر کو اس کان ڈالو اور دوسرے سے نکال دو جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی تو یہ دیکھا ہی کہ اُنکے پاس جو چیز صبح کو آئی اور شام کو چل گئی کبھی آپ نے اینٹ پر اینٹ نہ رکھی نہ ذرہ پر ذرہ یعنے مکان کسی قسم کا نہیں بنوایا بلکہ آپ کے لیے علم اونچا کیا گیا اُسی کی طرف آپ مستعد ہوے جلدی کرو جلدی کرو تم کس چیز پر میل کرتے ہو سمجھا کہ تم اور موت گویا اکٹھے ہی ہو خداے تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جو معیشت کو ایک ہی جیسی یعنے آخرت کی کرے پس ایک ٹکڑا کھاوے اور پیٹا پہن لے اور زمین پر لیٹ رہے اور عبادت میں کوشش کرے اور خطا پر روے اور عذاب سے گریز کرکے رحمت کا خواہان رہے یہان تک کہ اُسکی موت اُسی حال پر آوے۔ اور عاصم احول کہتے ہین کہ مجھسے فضیل رقاشی نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میان صاحب لوگون کی کثرت کے باعث اپنے نفس سے غافل نہونا چاہیے اسلیے کہ معاملہ خاص تجھسے ہوگا نہ اُنسے اور یہ نہ کہو کہ وہان ہو آؤن وہان پھر آؤن کہ اس طرح تیرے دن مفت جاتا رہیگا اور موت تمھارے اوپر معین ہی وہ معلوم نہین کہ کس وقت آوے اور جیسے نئی نیکی پرانے گناہ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جلدی پکڑ لیتی ہی ایسی تجھے کوئی چیز کبھی نہ دیکھی ہوگی۔

تیسری فصل موت کی شدت اور سختیون میں اور موت کے وقت جو احوال مستحب ہین اُنکے ذکر میں۔ واضح ہو کہ اگر بندۂ بیچارہ پر کوئی ہول اور عذاب بجز جان کندنی کی سختی کے نہوتا تب بھی سزاوار تھا کہ اُسکا عیش تلخ اور سرور مکدر ہوتا اور سہو و غفلت سے علیحدہ رہتا اور بڑی بڑی فکر موت کے باب مین کرکے اُسکی تیاریان بڑی دھوم سے کیا کرتا خصوصاً ایسی صورت مین کہ وہ ہر دم اُسکے در پے ہی چنانچہ بعض حکما فرماتے ہین کہ تختیان تیرے سوا دوسرے کے ہاتھ مین ہین تجھکو معلوم نہین کہ تجھپر کب آ گریگی۔ اور حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا موت کا حال تجھکو معلوم نہین کہ کب آویگی تو پہلے اس سے کہ وہ اچانک تجھکو آ دباوے تو اُسکی تیاری کرلے۔ اور تعجب یہ ہی کہ آدمی اگر بڑی سے بڑی لذت مین اور عمدہ مجلس تماشے مین ہو اور یہ تصور کرے کہ ابھی ایک سپاہی آکر پانچ لاٹھیان ماریگا تو وہ لذت خاک مین ملجاویگی اور عیش مین کدورت آجاویگی اور یہ معلوم ہی کہ ملک الموت جان کندنی کی سختیان عین غفلت کے وقت مین لا ڈالیگا مگر اُس سے کچھ عیش مکدر نہین ہوتا اسکا سبب بجز جہالت اور مغالطے کے اور کیا کہنا چاہیے اور جسقدر تکلیف کہ جان کندنی مین ہوتی ہی اُسکی ماہیت بجز اس شخص کے کہ اُسکو چکھے اور کسیکو معلوم نہین ہوتی اور جو شخص اُسکو نہین چکھتا وہ دو طرح پر معلوم کرسکتا ہی یا تو اور دردون پر قیاس کرنے سے جو اُسکو ہوے ہون یا اور لوگون کا حال نزع مین نہایت کرب پر دیکھنے سے۔ پس قیاس کی صورت تو یہ ہی کہ جس عضو مین جان نہین ہوتی اُسکو درد معلوم نہین ہوتا اور جسمین جان ہوتی ہی تو درد معلوم ہوتا ہی تو معلوم ہوا کہ درد کی معلوم کرنے والی چیز روح ہی جب کسی عضو مین زخم لگتا ہی یا سوزش ہوتی ہی تو اُسکا اثر روح پر پہونچتا ہی اور جسقدر اثر روح پر پہونچتا ہی اسیقدر اُسکو درد ہوتا ہی اور چونکہ درد گوشت اور خون وغیرہ مین بٹ جاتا ہی تو روح کو صرف تھوڑا ہی صدمہ ہوتا ہی تو اگر ایسی صورت ہو کہ درد خاص روح ہی پر ہو اور دوسری چیز پر نہو تو ظاہر ہی کہ یہ درد نہایت بُرا ہوگا اور جانکنی کے یہی معنی ہین کہ نفس روح پر صدمہ ہوتا ہی اور اُسکے تمام اجزا مین پھیل جاتا ہی یہان تک کہ اجزاے روح مین سے جو تمام بدن کے اندر پھیلی ہوئی ہی کوئی جز باقی نہین رہتا جسمین درد نہو مثلاً آدمی کے اگر کانٹا لگتا ہی تو درد جو اُسکو معلوم اور محسوس ہوتا ہی وہ صرف روح کے اُس حصہ مین ہوتا ہی جو اس جگہ ملی ہوئی ہی جہان کانٹا لگا ہی اور جلنے کی تکلیف اسلیے زیادہ معلوم ہوتی ہی کہ آگ کے اجزا تمام بدن مین گھس جاتے ہین کوئی عضو ظاہر و باطن ایسا نہین رہتا جسمین آگ نہ لگی ہو تو جو روح کہ ان اجزا مین پھیلی ہوئی ہوتی ہی اُسکے اجزاے روحانی ہر ایک جگہ پر صدمہ درد کا سہتے ہین اور زخم تو فقط اُسی جگہ ہوتا ہی جہان لوہا وغیرہ لگا ہی اسوجہ سے زخم کی تکلیف جلنے کی نسبت کم ہوتی ہی اور جانکنی نفس روح پر گرتی ہی اور اُسکے تمام اجزا کو حاوی ہوتی ہی اسلیے کہ ہر ایک رگ میں سے کھینچ کھینچ کر وہی نکلتی ہی کوئی اجزا اور جوڑ اور بال اور کھال سر سے پاؤن تک باقی نہین رہتی جسمین سے نکالی جاتی ہو تو اُسکی تکلیف اور سختی کو

[1] ابن ابی الدنیا قصر الامل وابو نعیم در حلیہ و ابن حبان

ثقات[illegible]

مت پوچھو اسی لیے کہتے ہین کہ موت تلواروں کی ضرب اور آرے سے چیرنے اور مقراض سے کترنے کی نسبت کہ بہت سخت ہی کیونکہ تلوار وغیرہ سے بدن کا کٹنا اسلیے تکلیف دیتا ہی کہ اسمین روح ہوتی ہی تو جب خاص روح ہی پر صدمہ ہو تو کیسے سخت تر نہوگا باقی رہا یہ کہ مار وغیرہ کی تکلیف مین آدمی چیختا ہی اور جانکنی مین فریاد وچیخ کچھ نہین ہوتی تو اسکی وجہ یہ ہی کہ اول صورت مین دل مین اور زبان مین قوت رہتی ہی اور دوسری صورت مین موت کی سختی دل وزبان اور ہر عضو پر چڑھ جاتی ہی اور تمام قوت کو ضائع کر دیتی ہی اور ہر ایک عضو سست پڑ جاتا ہی قوت فریاد کی باقی نہین چھوڑتی عقل کو جدا پریشان کر دیتی ہی اور زبان کو جدا گونگا بنا دیتی ہی اور ہاتھ پانون کو جدا ڈھیلا کر دیتی ہی آدمی اسوقت چاہتا ہی کہ اگر بن پڑے تو آہ اور واویلا اور فریاد کرنے سے کچھ دم لون مگر نہین ہو سکتا اگر کچھ اسمین قوت رہتی ہی تو جان نکلتے وقت اور اسکے کھنچنے کے وقت حلق اور سینے سے غرغرہ کی آواز سنائی دیتی ہی رنگ بدلکر مٹیالا ہو جاتا ہی گویا جس مٹی سے بنا تھا وہی اس سے ظاہر ہوئی تمام رگین کھنچتی ہین اسلیے کہ درد اندر اور باہر پھیلا ہوا ہی یہان تک کہ آنکھ کے ڈھیلے اوپر چڑھ جاتے ہین اور ہونٹھ سکڑ جاتے ہین اور زبان جڑ کی جانب کو کھنچ جاتی ہی اور خصیے اوپر کی طرف کو ہو جاتے ہین انگلیان سرد پڑ جاتی ہین تو ایسے بدن کا حال کیا پوچھتے ہو جسکی ہر ایک رگ تنتی ہو سو کیا پوچھتے ہو جو مدام اسی قسم کا تو اب رگ رگ مین ایش غم ہی کیسے کہان کہان کی۔ اگر ایک رگ کھنچتی ہوتی تو اسکا درد بہت ہوتا جیسا رہی جان ہی نکلتی ہی اور وہ بھی ایک رگ سے نہین بلکہ تمام رگون سے تو اسکی تکلیف کیون نہ زیادہ ہوگی ؎ ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجان کسے ٭ کہ از دہانش برون میکنند دندانے ٭ قیاس کن کہ چہ حالت بود دران ساعت ٭ کہ از وجود عزیزش بدر رود جانے ٭ پھر ہر ایک عضو بتدریج مرنے لگتا ہی اول دونون پانون ٹھنڈے ہوتے ہین پھر پنڈلیان پھر رانین پھر ہر ایک عضو مین نئی سختی اور نئی شدت ہوتی جاتی ہی یہان تک کہ نوبت گلے کی پہونچتی ہی اسوقت اسکی نظر دنیا سے اور اسکے باشندون سے علیحدہ ہوتی ہی اور دروازہ توبہ کا اسپر بند ہو جاتا ہی اور حسرت وندامت اسپر چھا جاتی ہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تقبل توبۃ العبد ما لم یغرغر اور حضرت مجاہد رح اس آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہین ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن کہ مراد وہ وقت ہی کہ ملک الموت نظر آوے اور فرشتے سوجھائی دین غرضکہ نفسی موت کا مزہ اور اسکی سختی شدت جانکنی کے وقت قابل بیان نہین اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہم ہون علی محمد سکرات الموت اور آدمی جو اس مصیبت سے پناہ نہین مانگتے اور اسکو برا نہین جانتے اسکی وجہ یہ ہی کہ وہ اس تکلیف کو جانتے ہی نہین اسلیے کہ چیزون کا حال ہونے سے پہلے نور نبوت اور ولایت سے معلوم ہوا کرتا ہی اور یہی وجہ انبیاء و اولیا موت سے بہت خوف رکھتے تھے یہان تک کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ حواریین خدا تعالی سے دعا مانگو کہ مجھپر موت کی سختی کو آسان فرماوے اسلیے کہ مین موت سے اتنا ڈرتا ہون کہ اسکے خوف کے مارے مرا جاتا ہون اور روایت ہی کہ چند لوگ بنی اسرائیل مین سے ایک قبرستان پر گذرے اور انہین کہا کہ آؤ دعا مانگین کہ ان قبرون سے ایک شخص نکلے اور اس سے کچھ پوچھین لوگون نے دعا کی دیکھا تو ایک شخص اٹھا جسکی آنکھون کے درمیان مین سجدے کا نشان تھا اور ایک قبر مین سے نکل آیا تھا اسنے پوچھا کہ لوگو تمہاری کیا غرض ہی مجھکو پچاس برس ہوے کہ موت کو چکھا ہی ابھی تک اسکی تلخی میرے منہ سے نہین گئی اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی سختی دیکھکر کسی کی موت کی آسانی پر مجھے غبطہ نہین ہوتا اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ الہی تو جان کو پٹھون اور ہڈیون اور انگلیون مین سے لیتا ہی تو مجھپر موت کو آسان فرما اور حضرت حسن رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کا درد اور گلے مین گرفتا ہونا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اسکی تکلیف تین سو چوٹ تلوار کی برابر ہی اور آپسے جو شدت موت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ آسان سی آسان ایسی ہی جیسے اون مین گوکھرو ہو کہ جب وہ اسمین سے نکلتا ہی تو بدون لئے اون نہین نکلتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیمار کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ جو اسپر گذرتا ہی مجھے معلوم ہی کوئی رگ اسکی ایسی نہین جسکو موت کی تکلیف علیحدہ نہو۔ اور حضرت علی رض لوگون کو لڑائی پر ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر تم قتل نہ ہوگے تب بھی مروگے قسم اوس

ع
جیسے کہ توبہ قبول ہوتی ہی بندہ کی جب تک حلق مین غرغرہ نہو ابن ابی الدنیا نے بروایت ابن عمر رض

ع
اور توبہ ان لوگون کی نہین جو برائیان کرتے ہین یہانتک کہ جب کسی کے سامنے موت آئی تو کہا اب توبہ کرتا ہون ۱۲

ع
الہی آسان کر محمد پر موت کی سختیان ۱۲

ع
بیشتر گذر چکی ہی ۱۲

ع ابن ابی الدنیا بروایت مالک بن مغول نقل کی ہی اور سند منقطع ہی ۱۲

ع
ابن ابی الدنیا نے اسماعیل رح سے مرسلا روایت کیا ہی ۱۲

ع
ابن ابی الدنیا بروایت شہر ابن حوشب مرسلا ۱۲

ع
ابن ابی الدنیا بروایت ضمرہ ابن حبیب مرسلا ۱۲

ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے ہزار تلواروں کی ضرب مجھپر بستر پر مرنے کی نسبت کر آسان ہین اور اوزاعی رح فرماتے ہین کہ ہمکو تحقیق معلوم
ہوا ہے کہ مردے کو مرنے کا درد قبر سے دوبارہ اُٹھنے تک رہا کرتا ہے اور شداد بن اوس رح فرماتے ہین کہ کوئی خوف ایماندار پر دنیا اور آخرت مین
موت سے بڑھکر نہین اور وہ آرون سے چیرنے اور مقراضون سے کترنے اور ہنڈیون مین اُبالنے کی نسبت کر زیادہ ہے اور اگر بالفرض
مردہ زندہ ہوکر دنیا والون کو موت کی تکلیف سنا دے تو وہ اپنی زندگی سے نفع نہ اُٹھاوین نہ خواب سے راحت پاوین اور زید بن اسلم
اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ جب مومن کو کچھ درجات باقی رہتے ہین کہ عمل کے باعث اُنپر نہین پہونچ سکا تو اُسپر موت سخت کردی جاتی ہے
تاکہ اُسکی جہت سے اپنا درجہ جنت مین حاصل کرے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہوتی ہے کہ جسکا بدلا نہین دیا جانے کا تو اُسپر موت مین آسانی
کردی جاتی ہے تاکہ عوض اپنی نیکی کا پاکر کھرا دوزخ مین چلا جائے اور بعض کا یہ سے مروی ہے کہ اکثر مریضون کے پاس جاکر پوچھا کرتے کہ تم
موت کو کیسے پاتے ہو جب وہ خود مرض موت مین مبتلا ہوے تو لوگون نے اُنسے پوچھا کہ تمہین موت کیسی معلوم ہوتی ہے کہا کہ یون معلوم
ہوتا ہے کہ آسمان زمین سے آملا ہے اور میری روح ایک سوئی کے ناکے سے نکلتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت الفجأة راحة المومن
واسف علی الفاجر اور حضرت مکحول رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک بال مُردے کے بالون مین سے آسمان اور
زمین کے باشندے پر رکھدیا جاوے تو خداے تعالی کے حکم سے سب مرجاوین اسلیے کہ ہر بال مین موت ہے اور جس چیز پر موت آتی ہے وہ مرجاتی ہے
اور روایت ہے کہ اگر ایک قطرہ موت کی تکلیف کا تمام دنیا کے پہاڑون پر رکھدیا جاوے تو گل جاوین۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے جب وفات پائی تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے خلیل تو نے موت کو کیسا پایا حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ جیسے گرم
سیخ تر روئی مین کیجاوے اور پھر اُسکو کھینچا جاوے حکم ہوا کہ ہمنے تیرے اوپر موت مین آسانی فرمائی ہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام
کی روح جب اللہ تعالی کے پاس گئی تو خداے تعالی نے پوچھا کہ تو نے موت کو کیسا پایا عرض کیا کہ مین نے اپنے نفس کو ایسا پایا جیسا زندہ چڑیا کو
دیگچی مین چھوڑدین کہ نہ تو مرتی ہے کہ چھٹی ہو نہ نجات ملتی ہے کہ اُڑجاوے اور ایک روایت مین یون ہے کہ اپنے نفس کو ایسا پایا جیسے زندہ بکری کی
کھال قصائی کے ہاتھ سے اُترے اور روایت صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ مین پانی وفات شریف کیوقت رکھا ہوا تھا
آپ اُسمین ہاتھ ڈالکر اپنے منھ پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے اللھم ہون علی سکرات الموت اور حضرت فاطمہ رض فرماتی تھین کہ بابا جان آپپر کتنی سختی
ہے اور آپ جواب مین فرماتے تھے کہ آج کے بعد پھر تیرے باپ پر سختی نہین ہے اور حضرت عمر رض نے حضرت کعب احبار رض سے فرمایا کہ کچھ موت کا حال
بیان کرو انھون نے فرمایا کہ موت کا حال ایسا ہے جیسے کانٹے دار شاخ کسی آدمی کے اندر گھسیڑ دی جاوے اور ہر ایک کانٹا اُسکی ساری رگون مین
چبھ جاوے اور پھر اُس شاخ کو کوئی بڑا زبردست پکڑکر کھینچے کہ جو ہاتھ مین آیا سو آیا اور جو رہا سو رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ بندہ
موت کی سختی کھینچتا ہے اور اُسکے جوڑ ایک دوسرے پر سلام کرکے کہتے ہین کہ لو اب ہم تم قیامت تک جدا ہوتے ہین تو یہ حال موت کی سختیون کا اللہ تعالی
اولیا اور دوستون پر ہے اور ہم لوگ جو گناہون مین ڈوبے ہین ہمارا کیا حال ہونا ہے ہمارے اوپر تو موت کے سکرات کے سوا اور مصیبتین بھی آوینگی اسلیے
کہ موت کی مصیبتین تین ہین اول تو جانکنی کی سختی جسکا ذکر اوپر ہوا دوم مصیبت ملک الموت کی صورت دیکھنے کی ہے اور اُس سے خوف اور دہشت کا دل پر
آنا اُسکی صورت ایسی ہے کہ اگر سب سے زیادہ توانا اور زور آور آدمی ملک الموت کی وہ صورت دیکھے جس سے کہ وہ گناہگارون کی جان نکالتا ہے تو اُسکو
تاب دیکھنے کی نہو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپنے ملک الموت کو ارشاد فرمایا کہ تم سے ہوسکتا ہے کہ مجھکو وہ صورت دکھاؤ جسمین تم بدکار کی روح
قبض کرتے ہو انھون نے عرض کیا کہ مین دکھا سکتا ہون مگر آپکو تاب نہو گی آپنے فرمایا کہ تاب کیون نہو گی ملک الموت نے کہا کہ تو منھ پھیرے جب آپنے منھ پھیرا
اور پھر دوبارہ اُنکی طرف دیکھا تو دیکھا ایک سیاہ آدمی بال کھڑے بدبودار کالے کپڑون والا کھڑا ہے اور اُسکے منھ اور نتھنون سے آگ کی لپٹ اور دھوان
نکلتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غش آگیا پھر جو ہوش مین آئے تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر آچکے تھے آپنے فرمایا کہ اگر بدکار کو مرنے کے وقت

بجز تمہارے دیدار کے اور کوئی تکلیف نہو تو اُسکو یہی کافی ہو اور حضرت ابو ہریرہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام مرد غیرت والے تھے جب باہر جاتے تو دروازے بند کر جاتے ایک روز دروازہ بند کرکے باہر گئے انکی بی بی نے جو گھر مین جھانکا تو دیکھا کہ ایک آدمی گھر کے اندر ہو انھون نے کہا کہ اس آدمی کو یہان کون لایا ہو اگر داؤد علیہ السلام آوینگے تو اسکے سر بلا آویگی جب حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے اور اُس شخص کو دیکھا تو پوچھا کہ تو کون ہو اُسنے کہا کہ مین وہ ہون کہ نہ بادشاہون سے ڈرون نہ دربانون سے رکون آپ نے فرمایا کہ تو معلوم ہوتا ہی کہ تم ملک الموت ہو یہ کہکر حضرت داؤد علیہ السلام کمل مین چھپ گئے۔ اور روایت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک کھوپری پر گذرے اور اُسمین ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ خدا کے حکم سے بول اُسنے عرض کیا کہ ای روح اللہ مین فلانے وقت کا بادشاہ ہون جسوقت کہ مین تاج سر پر رکھے بیٹھا تھا اور میرے تخت کے گرد میرے نوکر چاکر سب موجود تھے یکایک مجھکو ملک الموت نظر پڑا اُسکے دیکھتے ہی میرے جوڑ سب ڈھیلے ہو گئے پھر میری جان اُسکی طرف نکل پڑی پس کیا خوب ہوتا کہ وہ جماعت تتر بتر ہوتی اور وہ اُنس والفت وحشت و نفرت سے بدل جاتی غرضکہ یہ مصیبت گناہگارون کو بھگتنی پڑتی ہو اور اطاعت کرنے والے اس سے محفوظ رہتے ہین اور انبیا علیہم السلام نے صرف شدت جانکنی کی بیان کی ہو وہ خوف جو ملک الموت کے دیکھنے سے ہوتا ہو اُسکو بیان نہین فرمایا اگر آدمی اُسکو خواب مین بھی دیکھ لے تو باقی عمر عیش تلخ ہو جاوے تو جو اُس حال مین اُسکو دیکھتے ہونگے انکا کیا حال ہوتا ہوگا اور مطیع آدمی اُسکو نہایت حسین اور شکیل صورت مین دیکھتا ہی چنانچہ حضرت عکرمہ رضہ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مرد غیرت والے تھے انکا ایک حجرہ تھا جسمین عبادت کیا کرتے جب باہر جاتے تو اُسکو بند کر جاتے ایک دفعہ جو لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک آدمی ہو آپنے پوچھا کہ تجھکو میرے گھر مین کسنے داخل کیا اُسنے کہا کہ گھر کے مالک نے فرمایا کہ گھر تو میرا ہو اُسنے کہا کہ مجھے اُسنے بھیجا ہی جو مجھسے اور تجھسے دونون سے زیادہ مالک ہو آپنے پوچھا کہ تو فرشتون مین سے کون ہو اُسنے عرض کیا کہ مین ملک الموت ہون آپ نے فرمایا کہ جس صورت سے تم مومن کی روح نکالتے ہو وہ صورت مجھے دکھا سکتے ہو اُسنے عرض کیا کہ ہان ذرا منھ پھیر لیجے تو آپ نے منھ پھیر لیا پھر جو مڑکر دیکھا تو ایک جوان خوبصورت کو پایا۔ راوی نے اُسکے حسن اور لباس کی خوبی اور خوشبو بیان کی ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ای ملک الموت اگر مومن کو صرف تیرا ہی دیدار ہو جاوے اور کچھ ثواب وغیرہ نہ ملے تب بھی اُسکو کافی ہو اور اسی مین شامل ہو دو فرشتون کا تبان کا دیکھنا حضرت وہب رح بیان فرماتے ہین کہ ہمکو یہ خبر پہونچی ہو کہ جو مردہ مرتا ہو تو اُسکے سامنے دو فرشتے اُسکے عمل کے لکھنے والے ظاہر ہوتے ہین پس اگر وہ شخص مطیع ہوتا ہو تو اُس سے کہتے ہین کہ خداے تعالیٰ ہماری طرف سے تجھکو جزاے خیر دے بہت سی اچھی مجلسون مین تو نے ہمکو بٹھایا اور بہت سے نیک کامون مین ہمکو حاضر کیا اور اگر بدکار ہوتا ہو تو یون کہتے ہین کہ خداے تعالیٰ تجھکو ہماری طرف سے خیر کا بدلہ نہ دے کہ بہت سی بری مجلسون مین تو نے ہمکو بٹھایا اور برے کامون مین ہمکو حاضر کیا اور بری باتین سنوائین خدا تجھکو جزاے خیر نہ دے اور یہ ماجرا اُسوقت ہوتا ہو جب مرنے کی آنکھ پتھرا جاتی ہو اور پھر کبھی دنیا کی طرف نہین پھرتا تیسری مصیبت یہ ہو کہ گناہگارون کو اُنکا ٹھکانا دوزخ سے نظر پڑتا ہو اور دیکھنے سے پہلے ہی ڈرتے ہین اسلیے کہ حالت جانکنی مین اُنکے قوی سست ہو جاتے ہین اور جانین نکلنے کے لیے منقاد ہوتی ہین مگر اُنکی روحین جبتک ملک الموت کا ایک نغمہ نہین سن لیتین تبتک نہین نکلتین اُسکے نغمے دو ہین ایک تو یہ کہ ای دشمن خدا تو دوزخ کی خوشخبری سن اور ایک یہ کہ ای ولی اللہ تو بہشت کی خبر خوش سن اہل عقل کا خوف اسی سے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی دنیا مین سے ہرگز نہ نکلیگا جبتک کہ دنیا ٹھکانا جان لے اور اپنی بیٹھک جنت یا دوزخ مین سے نہ دیکھ لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ لوگون نے عرض کیا کہ ہم سب موت کو برا جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد نہین بلکہ یہ غرض ہو کہ مومن پر جو چیز آنے والی ہو اگر آسان کر دی جاتی ہو تو اللہ تعالیٰ کے ملنے کو محبوب جانتا ہو اور اللہ تعالیٰ اُسکے ملنے کو محبوب جانتا ہو اور روایت ہو کہ

ح احمد و ابن ابی الدنیا ۱۲

ح ابن ابی الدنیا ... ۱۲

ح ... اللہ اُسکے ملنے کو محبوب جانتا ہو اور جو اُسکے ملنے کو برا جانتا ہو اللہ تعالیٰ اُسکے ملنے کو برا جانتا ہو ۱۲ بخاری و مسلم بروایت عبادہ بن صامت ۱۲

حذیفہ بن الیمان رضہ نے آخر شب اپنی جانکنی کی حالت مین حضرت ابن مسعود رضہ سے فرمایا کہ اٹھکر دیکھو کیا وقت ہے وہ اٹھکر دیکھ آئے اور فرمایا کہ
لال تارا نکل چکا ہے حضرت حذیفہ رضہ نے فرمایا کہ مین پناہ مانگتا ہون خداے تعالی سے کہ صبح کو دوزخ مین جاؤن ۔ اور مروان حضرت ابوہریرہ رضہ کے
پاس نزع کے وقت مین گیا اور کہا کہ الٰہی انپر آسانی کر آپنے فرمایا کہ الٰہی سختی کر پھر آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا مین اس وجہ سے نہین روتا کہ دنیا کا
غم ہے یا تمھاری جدائی کا رنج ہے مگر مین اپنے رب کیطرف سے دو خبرون مین سے ایک پر نظر کر رہا ہون خواہ جنت کا ہو یا دوزخ کا اور حدیث
شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے ملک الموت میرے فلان بندے
کے پاس جا اور اسکی روح میرے پاس لا تاکہ مین اسکو راحت دون اسکے عمل سے مجھے یہی بس ہے کہ مین نے اسکا امتحان کیا تو جیسا مین چاہتا تھا
اسکو ویسا پایا پس ملک الموت مع پانسو فرشتون کے اس بندے کے پاس آتا ہے اور فرشتون کے پاس پھولون کی چھڑیان اور زعفران کی شاخین
ہوتی ہین ہر فرشتہ اسکو نئی ہی بشارت سناتا ہے اور اسکی روح کے نکلنے کے لیے فرشتے دو صفون مین گلدستے لیے کھڑے ہو جاتے ہین جب انکو
شیطان دیکھتا ہے تو اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخین اور دھاڑین مارتا ہے اسکا لشکر اس سے پوچھتا ہے کہ تجھے کیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ تمکو کیا نہین سوجھتا
جو مرتبہ اس بندے کو عنایت ہوا ہے تم کہان تھے کہ اسکی خبر نہ لی لشکری کہتے ہین کہ ہمنے تو بہت ہاتھ پاؤن مارے مگر وہ بچ گیا اور حضرت حسن رح
فرماتے ہین کہ ایماندار کو راحت بجز دیدار الٰہی کے نہین اور جسکی راحت خداے تعالی کے ملنے مین ہوتی ہے تو موت کا دن اسکے لیے سرور اور
فرحت اور امن اور عزت اور شرف کا دن ہے شعر عروسی بود نوبت ماتمت ٭ اگر نیک روزی بود خاتمت ٭ اور کسی نے جابر بن زید سے
موت کے وقت کہا کہ تم کیا چاہتے ہو انھون نے فرمایا کہ حسن بصری رح کو دیکھنا چاہتا ہون جب وہ انکے پاس تشریف لیگئے تو لوگون نے کہا کہ حضر
حسن بصری رح موجود ہین انھون نے اپنی آنکھ انکی طرف اٹھائی اور کہا کہ لو بھائی اب ہم تمسے جدا ہو کر جنت یا دوزخ کی طرف جاتے ہین اور محمد
بن واسع رح نے موت کے وقت فرمایا کہ بھائیو السلام علیکم دوزخ کی تیاری ہے مگر اس صورت مین کہ خداے تعالی مجھے درگذر فرماوے اور بعض
اکابر نے تمنا کی کہ ہمیشہ جانکنی مین رہین نہ ثواب کے لیے اٹھکین نہ عذاب کے لیے غرضکہ خاتمہ کے برا ہونے کے خوف نے عارفون کے دل کرے
کر دیے ہین اور واقع مین موت کے وقت سخت مصیبت ہے اور رضا کے برا ہونے کا حال اور عارفون کا شدت سے خائف رہنا ہم
باب خوف و رجا مین لکھ آئے ہین اور وہ اس جگہ کے لائق ہے مگر دوبارہ لکھنے سے ہم طوالت نہین کرتے اب ان حالات کو سنا چاہیے جو
موت کے وقت مردے کے حق مین سخت ہین ۔ واضح ہو کہ بہتر صورت مرنے کے وقت آدمی کے لیے یہ ہے کہ ساکن ہو اور اسکی زبان کلمہ
شہادت سے گویا اور دل خداے تعالی سے حسن ظن رکھتا ہو صورت کا حال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میت کیواسطے
تین باتون مین توقع بہتری کی جانو ایک یہ کہ اسکی پیشانی پر عرق ہو دوم آنکھین آنسوون سے تر ہون سوم لب خشک ہون یہ علامتین
خداے تعالی کی رحمت کی ہین جو اسپر اتری ہین اور اگر گلا گھٹے ہوے کی طرح خراٹے لے اور رنگ سرخ ہو اور لب نیلے ہون تو یہ
علامتین خداے تعالی کے عذاب کی ہین جو اسپر نازل ہوا اور زبان سے کلمہ شہادت کا نکلنا خیر کی علامت ہے حضرت ابوسعید خدری رضہ فرماتے
ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ اور حضرت حذیفہ رضہ کی روایت مین اسکے بعد یہ ہے فانہا تہدم ما قبلہا من الخطایا اور حضرت
عثمان رضہ فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا من مات وہو یعلم ان لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ اور عبید اللہ کی روایت مین یعلم کی جگہ یشہد ہے اور حضرت عثمان رضہ فرماتے ہین
کہ جب میت مرنے کے قریب ہو تو اسکو کلمہ طیبہ تعلیم کرو اسلیے کہ جس بندہ کا خاتمہ اس کلمہ پر ہوگا وہ اسکا توشہ جنت کے لیے ہوگا اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین
اپنے مردون کے پاس جاؤ اور انکو نصیحت کرو اور کلمہ طیبہ کی تعلیم کرو اسلیے کہ وہ دیکھتے ہین جو تم نہین دیکھتے اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ملک الموت ایک شخص کے پاس گیا اور اسکے دل کو دیکھا تو اسمین کچھ نہ پایا پھر اسکے جبڑے جدا کیے تو دیکھا کہ اسکی زبان
کی نوک تالو مین لگی ہوئی ہے اور وہ کلمہ طیبہ کہہ رہا ہے پس اسکی بدولت اسکی مغفرت ہوئی اور تعلیم کرنے والے کو چاہیے کہ تعلیم مین اصرار نکرے بلکہ نرمی سے

ع ابن ابی الدنیا بروایت حکیم و ابن ماجہ نے سند ضعیف اور نسائی نے صحیح بروایت ابوہریرہ حاکم نے قریب قریب نقل کیا ہے ۱۲

ح حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں بروایت سلمان اور اسکی سند صحیح نہین ہے ۱۲

ح [illegible]

ح [illegible]

ح [illegible]

ح [illegible]

کرے اسلیے کہ بعض اوقات مریض کی زبان بولنے پر یاری نہین دیتی اُسوقت اُسپر یہ امر گران گذرتا ہی اور آخر کو تعلیم کو گران جاننے لگتا ہی اور کلمہ کو برا سمجھتا ہی اس سے خوف ہی کہ کہین خاتمہ برا نہو جاوے اور معنی اس کلمے کے یہ ہین کہ آدمی مرے اور اُسکے دل مین کوئی چیز خدا تعالی کے سوا نہو پس جس صورت مین کہ اُسکا مطلوب یہ رہے واحد برحق کے اور کچھ نہ رہیگا تو موت کے سبب اپنے محبوب کے پاس آنا اُسکے حق مین نہایت راحت کی بات ہوگی اور اگر دل دنیا مین مشغول اور اسکی طرف التفات رکھنے والا اُسکی لذتون پر متاسف ہوگا اور کلمہ اُسکی زبان ہی پر ہوگا دل مین کا ثبوت نہوگا تو معاملہ خطرہ مین پڑجاویگا کہ خدا چاہے تو رحمت دے چاہے نہ دے اسلیے کہ صرف حرکت زبان کی کم فائدہ کرتی ہی مگر یہ کہ خدا تعالی اپنے فضل سے قبول فرمائے۔ اور حسن ظن کا حال یہ ہی کہ وہ بھی اُسوقت مین مستحب ہی اور اُسکا حال ہم باب الرجا مین لکھ آئے احادیث مین حسن ظن کی فضیلت آئی ہی واثلہ بن الاسقع رضی ایک بیمار کے پاس گئے اور پوچھا کہ بتاؤ خدا تعالی سے کیا گمان رکھتے ہو اُسنے کہا کہ میرے گناہون نے تو مجھکو ڈبو دیا ہی اور ہلاک کے کنارے لگا دیا ہی مگر مین اپنے رب کی رحمت کی توقع رکھتا ہون یہ سنکر واثلہ رضی نے اللہ اکبر کہا اور سب گھر والون نے اُنکے ساتھ اللہ اکبر کہا پھر فرمایا کہ مین نے سنا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ مین اپنے بندے کے گمان کے پاس ہون تو وہ جو چاہے مجھپر گمان کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان پر نزع کی حالت مین داخل ہوے اور فرمایا کہ تو اپنے آپ کو کیسا جانتا ہی اُسنے عرض کیا کہ مین خدا تعالی سے توقع رکھتا ہون اور اپنے گناہون سے ڈرتا ہون آپنے فرمایا کہ یہ دونون باتین ایسے وقت مین جس بندے کے دل مین اکٹھی ہوتی ہین اللہ تعالی اُسکو وہی دیتا ہی جو وہ توقع رکھتا ہی اور خوف سے اُسکو امن رکھتا ہی اور ثابت بنانی رح فرماتے ہین کہ ایک جوان تیز مزاج تھا اور اُسکی مان اُسکو نصیحت کیا کرتی اور کہا کرتی کہ بیٹا تجھے ایک دن آتا ہی وہ دن یاد کر جب اُسپر موت آئی تو اُسکی مان اُسپر گر پڑی اور کہنے لگی کہ بیٹا مین تجھکو اسی پچھاڑ کھانے سے ڈرایا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ تیرے اوپر ایک دن آتا ہی اُسنے کہا کہ امی مادر مشفقہ میرا رب بہت احسان کرنے والا ہی مجھے توقع ہی کہ آج بھی کسیقدر احسان سے مجھکو محروم نہ فرماویگا راوی کہتے ہین کہ خدا تعالی نے اُس شخص پر حسن ظن کے باعث رحم فرمایا۔ اور جابر بن وداعہ کہتے ہین کہ ایک جوان کو کیر تھا جب وہ مرنے لگا تو اُسکی مان نے کہا کہ بیٹا کچھ وصیت کرتا ہی اُسنے کہا کہ ہان میری انگوٹھی مت نکالیو کہ اسمین خدا تعالی کا نام ہی شاید خدا تعالی مجھپر رحم کرے جب وہ دفن ہوا تو خواب مین کسی نے اُسکو دیکھا اُسنے کہا کہ میری مان سے کہدیجیو کہ مجھکو کلمہ نے فائدہ کیا اور خدا تعالی نے مغفرت فرمائی اور ایک اعرابی بیمار ہوا لوگون نے اُس سے کہا کہ تو مر جاویگا اُسنے پوچھا کہ مرنے کے بعد مجھے کہان لیجاوینگے لوگون نے کہا کہ اللہ تعالی کے پاس اُسنے کہا کہ اُسکے پاس جانے کو مین برا نہین جانتا وہ تو ہمیشہ میرے ساتھ سلوک ہی کرتا رہا ہی۔ اور معتمر بن سلیمان کہتے ہین کہ میرا باپ جب مرنے لگا تو مجھسے فرمایا کہ میرے سامنے معاملے کی آسانی کا مذکور کرتا کہ مین خدا تعالی سے حسن ظن کے ساتھ ملون۔ اور اکابر سلف مستحب جانتے تھے کہ موت کے وقت بندے کے سامنے ذکر اُسکے عمل کی خوبیون کا کیا جاوے تاکہ وہ رہے حسن ظن کرے

فائدہ اُن حکایتون کے باب مین جو زبان حال سے وہ حسرت ظاہر کرتی ہین جو بندہ کو ملک الموت کی ملاقات کیوقت ہوتی ہی اشعث بن اسلم روایت کرتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے پوچھا جسکا نام عزرائیل ہی اور اُسکی دو آنکھیں ہین ایک چہرے مین اور ایک گدی مین کہ اے ملک الموت جب کوئی جان پورب مین ہو اور کوئی پچھم مین ہو یا کسی جگہ وبا پھیلی ہو یا دو لشکر آپسمین لڑتے ہون تو تم ایسی صورتون مین کیا کرتے ہو ملک الموت نے کہا کہ مین روحون کو خدا تعالی کے حکم سے پکارتا ہون وہ میری ان دونون انگلیون مین ہو جاتی ہین اور راوی کہتے ہین کہ زمین ملک الموت کے سامنے مثل طشت کے پھیلی ہوئی ہی جسکو چاہتا ہی اُسمین سے لیتا ہی اور کہتے ہین کہ ملک الموت حضرت ابراہیم کو بشارت دیتے تھے کہ آپ اللہ تعالی کے خلیل ہین اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے ملک الموت علیہ السلام سے کہا کہ یہ کیا بات ہی کہ تم لوگون مین عدل نہین کرتے ایک کو لیتے ہو اور ایک کو چھوڑ دیتے ہو اُسنے عرض کیا کہ اس بات کو مین آپسے زیادہ نہین جانتا مجھکو فرشتے بلجاتے ہین کہ جنمین نام مُردون کے ہوتے ہین۔ اور

وہب بن منبہ کہتے ہین کہ ایک بادشاہ تھا اُسنے کسی جگہ جانے کو سواری کی تیاری کی اول کپڑے منگائے وہ اچھے نہ معلوم ہوئے دوسرا جوڑا
منگایا یہانتک کہ سب مین عمدہ جوڑا پہنا اسی طرح پھر سواریان منگاتا گیا اور جو سب سے عمدہ سواری تھی اُسپر سوار ہوا پھر شیطان نے آکر اُسکے
نتھنون مین پھونک دیا اور غرور سے بھر دیا پھر وہ مع اپنے لشکر کے چلا اور غرور کے مارے لوگون کیطرف نہین دیکھتا تھا اتنے مین اُسکے پاس ایک
آدمی پرانی صورت کا آیا اور اُسکو سلام کیا اُسنے سلام کا جواب نہ دیا اُس شخص نے گھوڑے کی باگ پکڑلی بادشاہ نے کہا کہ باگ چھوڑ دے تو نے بڑی
گستاخی کی اُسنے کہا کہ مجھکو تجھسے ایک کام ہے اُسنے کہا کہ جب تک مین اُترون اسقدر ٹھہر جا اُسنے کہا کہ نہین ابھی ضرورت ہے اور باگ کو خوب دبایا بادشاہ نے
کہا کہ اچھا کہو کیا کہنا ہے اُسنے کہا کہ وہ راز کی بات ہے بادشاہ نے اپنا سر جھکا دیا اُسنے کان مین آہستہ سے کہدیا کہ مین ملک الموت ہون بادشاہ کا رنگ
فق ہوگیا زبان لڑکھڑانے لگی اور کہا کہ مجھے اتنی مہلت دے کہ مین اپنے گھر جا کر اپنی حاجت پوری کرلون اور گھر والون سے رخصت ہولون اُسنے
کہا کہ اب مہلت نہین اپنے گھر اور اسباب کو اب کبھی دیکھنا نصیب نہوگا یہ کہکر اُسکی روح قبض کرلی بادشاہ لکڑی کے کندے کیطرح گر پڑا پھر ملک الموت
آگے بڑھا اور ایک ایماندار بندے سے ملا اور اُسکو سلام کیا اُسنے سلام کا جواب دیا ملک الموت نے کہا کہ مجھکو تجھسے کچھ کان مین کہنا ہے اُسنے کہا
بہت بہتر اُسنے آہستہ سے کان مین کہدیا کہ مین ملک الموت ہون اُسنے کہا بہت خوب کیا آپ تشریف لائے مجھے مدت سے انتظار تھا روے
زمین پر کوئی چیز غائب ایسی نہین کہ مجھے تمسے زیادہ اُسکی ملاقات کا شوق ہو ملک الموت نے کہا کہ اپنی حاجت پوری کرلے جسکے لیے گھر سے
نکلا ہے اُسنے کہا کہ مجھکو خداے تعالی کے ملنے سے زیادہ اور محبوب تر دوسرا کوئی کام نہین ملک الموت نے کہا کہ اپنی جان نکلنے کے لیے کوئی حالت
پسند کرلے کیسے حال مین تیری جان قبض کرون اُسنے پوچھا کہ یہ بات تم کرسکتے ہو کہا کہ ہان مجھکو یہی حکم ہوا ہے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ مین وضو کرکے نماز
پڑھون جسوقت سجدے مین ہون اُسوقت میری جان نکال لینا ملک الموت نے ایسا ہی کیا۔ اور بکر بن عبداللہ مزنی کہتے ہین کہ ایک شخص نے
بنی اسرائیل مین سے بہت سا مال جمع کیا جب مرنے لگا اپنے لڑکون سے کہا کہ مجھکو میرے مال کے تمام قسم دکھاؤ اُسکے سامنے گھوڑے
اور اونٹ اور غلام اور دوسری اشیا کردی گئین جب اُسنے ان مالون کو دیکھا تو بہ حسرت کرکے رویا ملک الموت نے جو اُسکو روتے دیکھا تو کہا کہ
روتا کیون ہے قسم ہے اُس ذات کی جسنے تجھکو یہ سب دیا ہے مین تیرے گھر سے بدون تیرے بدن سے تیری جان کو جدا کیے نہ نکلونگا اُسنے کہا کہ تو
اتنی مہلت دے کہ مین انکو بانٹ دون اُسنے کہا کہ یہ نہین ہوگا اب مہلت دور گئی مہلت سے پیشتر کیون نہ دیدیا یہ کہکر اُسکی روح قبض کرلی اور
روایت ہے کہ ایک شخص نے مال جمع کیا تھا اور کوئی قسم مال کی جمع کرنے سے نہ چھوڑی تھی اور ایک مکان عمدہ بنا کر اُسمین دو دروازے مضبوط
لگائے تھے اور اُسپر اپنے غلامون کا پہرہ بٹھایا تھا پھر اُسنے اپنے یگانون کو اکٹھا کیا اور اُنکے لیے کھانا پکوایا اور اپنے تخت پر پانون پر پانون رکھکر
بیٹھ گیا ادہر وہ کھاتے رہے جب کھا چکے تو اپنے نفس سے کہا کہ اے نفس اب تو کچھ برسون مزے اڑا کہ مین نے تیرے لیے اتنا جمع کیا ہے کہ بس کریگا ابھی اس
کلام کو ختم نہ کرچکا تھا کہ اُسکے پاس ملک الموت فقیرون کے بھیس مین پرانے کپڑے پہنے اور گلے مین جھولی ڈالے آیا اور کواڑون کو ایسے زور سے
کھٹکھٹایا کہ وہ اپنے بستر پر ڈرگیا نوکر جا کر اُس فقیر پر دوڑ پڑے کہ تجھے کیا ہوا ہے اُسنے کہا کہ اپنے آقا کو ذرا میرے پاس بلالاؤ اُنھون نے کہا کہ ہمارا آقا بھی
تجھ جیسے کی خاطر نکلیگا اُسنے کہا کہ ہان اُنھون نے جا کر یہ آقا سے کہا اُسنے کہا کہ تمنے اُسکی خدمت نہ کی فقیر نے دوبارہ دروازے کو پہلی مرتبہ سے
زیادہ زور سے کھٹکھٹایا پہرہ دار اُسکی طرف دوڑے اُسنے کہا کہ اپنے آقا سے کہدو کہ مین ملک الموت ہون جب یہ سُنا تو نوکرون پر رعب چھا گیا اور
آقا پر ذلت اور خشوع آپڑی کہنے لگا کہ اُس سے نرمی سے بات کرو اور کہو کہ اُسکے عوض مین کسی اور کو لینا منظور ہے ملک الموت اُسکے سامنے گھس گیا اور کہا کہ اپنا
مال مین جو کرنا ہو سو کرلے کہ مین تیرے گھر سے جبھی نکلونگا جب تیری جان لونگا اُسنے اپنا مال سامنے رکھوایا اور دیکھکر کہا کہ اے مال خدا تجھکو لعنت کرے تو نے ہی مجھکو
میرے رب کی عبادت سے روکا اور اُس سے تخلیہ کرنے دیا اللہ تعالی نے مال کو گویا کردیا اُسنے جواب دیا کہ تو مجھے کیون برا کہتا ہے تو خود مجھکو بادشاہون کے
پاس لیجایا تھا اور مفلسون کو اپنے دروازے سے ہٹا دیا کرتا تھا اور طرح طرح کے مزے مجھسے اڑاتا تھا اور بادشاہون کی مجلسون مین بیٹھتا تھا

اور بُری راہ مین اُٹھایا کرتا تھا تو مین تجھے نہین بچا سکتا اگر تو نے مجھے خیر مین خرچ کیا کرتا تو البتہ تیرے کام آتا اور آدمی تو مٹی سے پیدا ہوا ہی چاہے نیکی کرے چاہے گناہ پھر ملک الموت نے اُسکی روح قبض کر لی وہ گر پڑا۔ اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ ملک الموت نے کسی بڑے بادشاہ جابر کی روح قبض کی کہ زمین پر اُس جیسا کوئی نہ تھا جب وہ اُسکی روح کو لیکر آسمان پر گئے تو اُنسے فرشتون نے پوچھا کہ جن لوگون کی تمنے جان نکالی ہی اُنمین سے زیادہ کس پر تمکو ترس آیا ہی ملک الموت نے کہا کہ مجھکو حکم ایک عورت کی جان نکالنے کا ایک جنگل مین ہوا تھا مین جب اُسکے پاس آیا تو دیکھا کہ اُسکے اُسیوقت لڑکا ہوا تھا تو مجھے اُسپر رحم آیا کہ تنہا ہی اور سفر مین مرتی ہی اور اُسکے لڑکے پر ترس آیا کہ یہ چھوٹا بچہ جنگل مین رہیگا اور اسکا کوئی خبر گیران نہین ہی فرشتون نے کہا کہ وہ بادشاہ جسکی روح تم اب قبض کر لائے ہو وہی لڑکا ہی جسپر تمکو رحم آیا تھا ملک الموت نے کہا سبحان اللہ جسپر چاہے لطف فرماوے ۔ عطاء بن یسار کہتے ہین کہ جب شعبان کی بیچ کی رات ہوتی ہی تو ملک الموت کو ایک نوشتہ ملتا ہی اور یہ کہدیا جاتا ہی کہ جو لوگ اسمین مندرج ہین انکی روح اس سال مین قبض کر لو پس آدمی درخت لگاتا ہی اور شادی کرتا ہی اور عمارت بناتا ہی حالانکہ نام اُسکا اُس نوشتے مین ہوتا ہی اور اُسکو خبر نہین ہوتی۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ ملک الموت ہر روز ہر ایک گھر مین تین بار تجسس کرتا ہی جس شخص کو جانتا ہی کہ اُسکا رزق پورا ہو چکا اور دن گذر چکے اُسکی روح قبض کر لیتا ہی پس جب روح قبض کرتا ہی تو اُسکے گھر والے رونے چلانے لگتے ہین ملک الموت دروازے کے بازو پکڑ کر کہتا ہی کہ بخدا مین نے نہ اُسکی روزی کھائی نہ اُسکی عمر تباہ کی نہ کچھ دن اُسکے گھٹائے اور مین تو تم مین اسی طرح آتا رہونگا یہان تک کہ تم مین سے کسی کو نہ چھوڑونگا راوی فرماتے ہین کہ بخدا اگر وہ لوگ اوسکو کھڑے ہوے دیکھین اور اُسکی گفتگو سُنین تو اپنے مردے کو بھول جاوین اور اپنے نفسون پر روین۔ اور یزید رقاشی رح کہتے ہین کہ ایک بادشاہ ظالم بنی اسرائیل مین کا اپنے گھر مین بیٹھا تھا اور اپنے کسی گھر والے سے تخلیہ کر رہا تھا اتنے مین دیکھا کہ ایک شخص دروازے سے چلا آتا ہی اُسکو دیکھکر غضبناک اور ہیبت زدہ ہو کر اُسکی طرف لپکا اور کہا کہ تو کون ہی اور میرے گھر مین تجھے کسنے پہونچایا اُسنے جواب دیا کہ گھر کے مالک نے مجھے یہان داخل کیا ہی اور میرا حال جو پوچھتے ہو تو مین وہ ہون کہ دربان مجھے نہین روک سکتے بادشاہون سے اجازت مین نہین مانگتا کسی دبدبے والے کی صولت سے ڈرون کوئی ظالم سرکش مجھے نہین منع کر سکتا نہ کوئی شیطان بد ذات تب تو بادشاہ کے چھکے چھوٹ گئے اور بدن اتنا لرزہ پڑا کہ اوندھے منہ زمین پر گر گیا پھر اپنا سر ذلت اور مسکنت کی راہ سے اُسکی طرف اُٹھا کر کہنے لگا کہ معلوم ہوا کہ تو ملک الموت ہی اُسنے کہا کہ ہان مین ہی ہون بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے اتنی مہلت دیگا کہ مین اپنا عہد از سر نو کر لون اور توبہ کرون اُسنے کہا کہ بس اب رہنے دے تیری مدت پوری ہوتی اور سانس ختم ہو چکی گھڑیان تمام ہوئین مہلت کی کوئی سبیل نہین بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے کہان لیجاویگا اُسنے کہا کہ تیرے اعمال کی طرف جو پہلے کر لیا ہوگا اور گھر کی جانب جو پیشتر بنایا ہوگا بادشاہ نے کہا کہ مین نے نہ تو کوئی عمل پیشتر کیا نہ کوئی اچھا گھر بنایا ملک الموت نے کہا کہ تو پھر آگ مین لیجاؤنگا جو گوشت پوست کچھ نہ چھوڑے پھر اُسکی جان نکال لی اور وہ مر گر پڑا اُسکے گھر والون مین سے کوئی رونے لگا کوئی چیخنے یزید راوی کہتے ہین کہ اگر اُن لوگون کو اُسکے ٹھکانے کی اطلاع ہوتی تو مرے کی نسبت کرا اور بھی زیادہ واویلا کرتے اور اعمش خیثمہ رح سے روایت کرتے ہین کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئے اور اُنکے ہمنشینون مین سے ایک کو تاکتے رہے جب باہر نکلے تو اُس مصاحب نے حضرت سلیمان سے پوچھا کہ یہ کون تھا آپنے فرمایا کہ ملک الموت تھا اُسنے کہا کہ مجھے بہت تاکتے تھے گویا میری جان کے خواہان تھے آپ نے فرمایا کہ پھر تیری کیا مرضی ہی اُسنے عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو بچاوین اور ہوا کو حکم کرین کہ مجھکو زمین کے سب سے اُس طرف پہونچادے آپ نے ہوا کو حکم دیا وہ حکم بجالائی جب دوبارہ ملک الموت آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُنسے پوچھا کہ مین نے دیکھا تھا کہ تم میرے فلان مصاحب کو بہت تاکتے تھے اُنھون نے فرمایا کہ ہان مین متعجب تھا کہ مجھکو حکم ہوا تھا کہ اُسکی روح کو تھوڑی ہی دیر کے بعد زمین ہند کے اقصے حصہ مین قبض کرون اور وہ آپکے پاس بیٹھا تھا لیکن مین نے وقت مقرری پر اُسکو وہین پایا۔

چوتھی فصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین رض کی وفات شریف کے ذکر مین

حال وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل اور موت اور حیات اور سب حالات مین عمدہ اقتدا ہی اسلیے کہ آپکے حالات ناظرین کے لیے عبرت ہین اور سمجھنے والون کو موجب بصیرت کیونکہ کوئی شخص اللہ تعالی کے نزدیک آپ سے بڑھکر بزرگ تر نہ تھا آپ ہی اُسکے خلیل اور حبیب اور مناجات کرنے والے اور برگزیدہ اور رسول اور پیغامبر ہین اور باوجود اسکے دیکھو کہ جب آپ کی مدت شریف پوری ہو گئی تو ایک گھڑی کی بھی مہلت نہ دی اور وفات شریف کے وقت ایک لحظے کی تاخیر نہوئی بلکہ نزع کے وقت اللہ تعالی نے آپکے پاس اپنے بزرگ فرشتونکو جو خلق کی جان نکالنے پر متعین ہین بھیجا جنھون نے نہایت جد وجہد اور سرعت کے ساتھ آپ کی روح پُر فتوح کو جسم اقدس اور اطہر سے منتقل کرکے خداے تعالی کی رحمت اور رضا اور عمدہ عمدہ بصورتون بلکہ مکان خاطرخواہ مین خداے تعالی کے ہمسایہ مین پہونچا دیا اور اسپر بھی حالت نزع مین کرب آپ کے اوپر زیادہ ہوا اور آہ نکلی اور پیہم قلق ہوا اور کلمات شوق زبان پر آئے رنگ متغیر اور پیشانی عرق آلود ہوئی اور دونون ہاتھ اضطراب مین کہین کے کہین پڑے یہان تک کہ اس کیفیت کو دیکھکر حاضرین بیتاب اور دیکھنے والے جگر کباب تھے تو بتاؤ کہ عہدۂ نبوت کے باعث تقدیر اُنسے ٹل گئی یا حکم الٰہی نے آپ کے خاندان کا کچھ لحاظ کیا یا آپ سے اِین وجہ درگذر کی کہ آپ حق کے مددگار اور خلق کے لیے بشارت اور خوف پہونچانے والے تھے یہ بات کوئی نہین ہوئی بلکہ جس چیز کا آپ کو حکم تھا اُسکی فرمانبرداری کی اور جو لوح محفوظ مین معاینہ فرما چکے تھے اُسکے موجب کار بند ہوے یہ آپ کا حال ہوا حالانکہ آپ خداے تعالے کے نزدیک صاحب مقام محمود اور حوض کوثر ہین اور آپ ہی قبر سے پیشتر اُٹھینگے اور آپ ہی قیامت مین لب سفارش مجرمون کے لیے کھولینگے شعر فرداکہ ہمہ بدست محمدؐ تبع اوست وجملہ جہانش بتابع ست ٭ پس بڑے تعجب کی بات ہی کہ ہمکو آپکے حالات سے عبرت نہین ہوتی اور جو کیفیت ہمپر گذریگی اسپر یقین نہین کرتے بلکہ شہوتون مین گرفتار اور گناہون اور برائیون کے یار رہتے ہین ہمین کیا ہوا ہی کہ ایسے سید المرسلین اور امام المتقین اور حبیب رب العالمین کی کیفیت سے نصیحت نہین مانتے شاید ہم یہ سمجھ رہے ہین کہ ہم ہمیشہ رہینگے یا یہ وہم ومنکر ہی کہ باوجود بد افعالی کے خداے تعالی کے نزدیک ہم بڑے ہین سو یہ بات بخیر بلکہ ہم تو یقیناً جانتے ہین کہ سبکے سب دوزخ پر وارد ہونگے اور اُس سے بجز پرہیزگارون کے اور کوئی نہ بچیگا تو ورود مین تو ہمکو کلام ہی نہین مگر وہان سے پھر آنیکا وہم کرتے ہین اور اگر پھر آنے کا ظن غالب کرین تو اپنی جانونکے دشمن اور ظالم ہین اسلیے کہ ہم پرہیزگار تو نہین پھر وہان سے پھر نے کا گمان غالب کیسے کرتے ہین اللہ تعالی تو یون فرماتا ہی وان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیہا جثیا پس ہر ایک بندہ کو اپنے نفس پر غور کرنا چاہیے کہ وہ ظالمون سے قریب تر ہی یا پرہیزگارون سے تو بعد اسکے کہ تم اکابر سلف کی سیرت کو دیکھو اپنے نفس پر غور کرو کہ اُن لوگون کا دستور تھا کہ باوجود عنایت ہونے توفیق کے خائف رہتے تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر غور کرو کہ اپنے واقعۂ شریفہ کا یقین رکھتے تھے اسلیے کہ آپ سید المرسلین اور متقیون کے پیشوا تھے اور عبرت کرو کہ دنیا سے علیحدہ ہونے کے وقت کیسا کرب آپکو ہوا اور جنت ماوی مین تشریف لیجانے کے وقت کیسا سخت معاملہ گذرا۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ہم اپنے سب ایماندارون کی مان یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رض کے گھر مین وفات شریف کے وقت گئے آپنے ہماری طرف دیکھا اور دونون آنکھین ڈبڈبا گئین پھر فرمایا کہ خوش آمدید خدا تمکو زندہ رکھے اور پناہ دے اور مدد فرمائے مین تمکو خداے تعالی سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہون اور تمھارے باب مین خداے تعالی سے وصیت کرتا ہون مین اُسکی طرف سے ظاہر ڈرانے والا ہون وصیت یہ ہی کہ اللہ تعالی پر اُسکے شہرون اور بندون مین چڑھائی نکرو اور موت کا وقت آنگا ہی اور رجوع اللہ کیطرف اور سدرۃ المنتہی اور جنت ماوی اور پھر پور جام وصال کیطرف ہی تو تم میری طرف سے خود اپنے آپکو اور جو شخص میرے بعد تمھارے دین مین داخل ہو اُسکو سلام اور رحمت خدا کی کہیو اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کیوقت حضرت جبرئیل

علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کا کون ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو وحی بھیجی کہ میرے حبیب کو خوشخبری سنا دے کہ مین اُسکو اُسکی
امت کے باب مین رسوا نکرونگا اور یہ بھی بشارت دی کہ جب لوگ زمین سے اُٹھینگے تو میرا حبیب اُنسے اول ہوگا اور جب سب اکٹھے ہونگے تو وہی
اُنکا سردار ہوگا اور جنت اور امتون پر حرام ہے یہان تک کہ اُسمین اُسکی امت نہ جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میری آنکھین ٹھنڈی ہوئین
اور فکر مٹی ے جانم فدائے تو کہ تراہست بیگمان ؎ از مہتا بہ سحد ہمین فکر امتان ؎ اور حضرت عایشہ رض فرماتی ہین کہ حالت مرض مین ہمکو جناب
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات کنوون سے سات مشکین پانی کی منگوا کر نہلا دین ہمنے ایسا ہی کیا آپ کو کچھ آرام معلوم ہوا ہم
لوگون کو نماز پڑھائی اور احد کی لڑائی مین جو لوگ شریک تھے اُنکے لیے دعاے مغفرت فرمائی اور انصار کے باب مین وصیت کی یعنی اسطرح ارشاد
فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین تم تو بڑھتے جاتے ہو اور انصار ایسے ہو گئے ہین کہ جس ہئیت پر کہ آج ہین اُس سے زیادہ نہونگے وہ لوگ میرے خاص ہین
کہ جنھون نے آکر جگہ دی بس اُنکے محسن کی تعظیم کیجیو اور بُرائی کرنے والے کی خطا سے درگذر کیجیو پھر فرمایا کہ ایک بندے کو دنیا مین اور خداے تعالیٰ
کے پاس کی چیز مین اختیار دیا گیا اُسنے خداے تعالیٰ کی چیز پسند کی یہ سنکر حضرت ابوبکر رض روئے اور جانا کہ آپ اپنا ہی حال ارشاد فرماتے ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر استقلال کر گھبراؤ نہین یہ دروازے جو مسجد مین کو کھلے ہین سب بند کر دینا مگر ابوبکر کا دروازہ مت بند کرنا اسلیے
کہ اپنے نزدیک مین کسی شخص کو یاری مین ابوبکر سے بڑھکر نہین جانتا ہون حضرت عایشہ رض فرماتی ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح نے
میرے ہی گھر مین اور میری ہی باری کے دن مین اور میری ہی گود مین اعلیٰ علیین کو پرواز فرمایا اور مرنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کا لعاب
اور میرا جمع کر دیا اس طرح کہ اُسوقت میرے پاس میرا بھائی عبدالرحمن ایک مسواک ہاتھ مین لیے آگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس مسواک کیطرف دیکھنے
لگے مین نے سمجھا کہ یہ آپکو اچھی معلوم ہوتی ہے اور آپسے پوچھا کہ اسے آپکے لیے لے دون آپنے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہان مین نے مسواک لیکر آپ کو
دے دی آپنے اُسکو منہ مین ڈالا تو کڑی معلوم ہوئی مین نے پوچھا کہ مین نرم کر دون آپنے سر سے اشارہ فرمایا کہ اچھا مین نے دانتون سے ملائم کر دی اور آپکے
سامنے ایک پیالہ پانی کا رکھا تھا اپنا ہاتھ اُسمین ڈالتے تھے اور فرماتے تھے لا الٰہ الا اللہ موت کی بڑی سختیان ہین پھر آپ نے اپنا دست مبارک اوپر کو
اُٹھا کر فرمایا رفیق اعلیٰ رفیق اعلیٰ مین نے تب اپنے دل مین کہا کہ بخدا اب ہمکو آپ نہ پسند کرینگے ۔ اور سعید بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے
ہین کہ جب انصار رض نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ بھاری ہوتی جاتی ہے تو مسجد شریف کا گرد لیا پس حضرت عباس رض آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس تشریف لیگئے اور آپسے جا کر عرض کیا کہ لوگ جمع ہین اور ڈرتے ہین پھر آپکے پاس حضرت فضیل رض گئے اور یہی کہا پھر حضرت علی رض گئے
اور ایسا ہی کچھ عرض کیا آپنے اپنا ہاتھ پھیلا کر فرمایا کہ لو پکڑو اُنھون نے ہاتھ تھام لیا آپنے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہین اُنھون نے عرض کیا کہ کہتے
ہین کہ ہمکو خوف آپکے مرنے کا ہے اور آپکے پاس مردون کے اکٹھا ہونے سے اُنکی عورتین چیخنے لگین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور حضرت علی اور
فضیل رض پر سہارا دیے باہر نکلے اور حضرت عباس رض آگے آگے تھے اور آپ کا سر مبارک پٹی سے بندھا تھا اور قدم شریف گھسیٹکر رکھتے تھے یہان تک
کہ منبر کے سب سے نیچے کے درجے پر بیٹھ گئے اور لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے آپنے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو مین نے سنا ہے کہ تم میری موت
سے ڈرتے ہو گویا موت سے نفرت کرتے ہو اور تم میری موت کا جو انکار کرتے ہو تو کیا مین نے تمکو اپنی موت کی خبر نہین دی یا تمھاری جانو کی خبر مرگ نہین ہوئی
جو انبیا مجھسے پہلے تم مین بھیجے گئے اُنمین سے کوئی سچا اور تم مین ہمیشہ کو رہا ہے سن لو کہ مین اپنے رب سے ملنے والا ہون اور تم بھی اُس سے ملوگے اور مین تمکو
وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ پہلے ہجرت کرکے آئے اُنکے ساتھ بہتری کیجیو اور ہجرت کرنے والون کو آپسمین سلوک کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہون اسلیے
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر اور سب معاملات خداے تعالیٰ کے حکم سے
ہوا کرتے ہین تو ایسا نہو کہ کسی امر کی تاخیر کے باعث تم اُسمین جلدی ہونے کی درخواست کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی جلدی کے باعث جلدی نہین
کیا کرتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر غالب ہونا چاہیگا اللہ تعالیٰ اُسکو مغلوب کریگا اور جو خداے تعالیٰ سے داؤن چاہیگا اللہ تعالیٰ اُسکو دھوکا دیگا دھوکا

فرماتا ہی فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اور مین تمکو انصار کے باب مین خیر کی وصیت کرتا ہون اسلیے کہ انھون نے تمسے پہلے مدینے مین اقامت اور ایمان کا خلوص حاصل کیا تم اُنکے ساتھ احسان کرنا دیکھو انھون نے اپنے پھل آدھے تمکو دیئے تمکو گھرون مین وسعت کردی باوجود اپنی حاجت کے اپنی جانون پر تمکو ترجیح دی یاد رکھو کہ اگر تم مین سے کوئی دو آدمیون پر بھی حکومت پاوے تو چاہیے کہ اُنکے محسن کیطرف سے جو کچھ وہ دین قبول کرے اور اگر کوئی انمین سے کچھ برائی کرے تو اُس سے درگذر کرے اور آگاہ ہو کہ اُنپر اپنے آپ کو ترجیح مت دینا اور معلوم کرلو کہ مین تمہارا گواہ ہون اور تم مجھسے ملنے والے ہو اور خبردار رہو کہ تمہارے وعدے کی جگہ حوض ہی میری حوض اُس سے بھی زیادہ چوڑی ہی جو شام کے بصرہ اور یمن کے صنعا مین ہی اسمین ایک پرنالہ کوثر کا گرتا ہی جسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور جھاگ سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہی جو کوئی اُسمین سے پانی پیے گا کبھی پیاسا نہوگا اُسکی کنکریں موتی ہین اور خاک مشک اگر قیامت مین کوئی اُس سے محروم رہا تو تمام خیر سے محروم رہا سن لو جسکو یہ بات پسند ہو کہ کل کو میرے پاس اُس حوض پر آئے تو چاہیے کہ اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے صرف اُنسے وہی کام لے جسکے جو لائق کرنے کے ہون پھر حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ اے رسول خدا کچھ قریش کے باب مین بھی لوگون سے فرما دیجیے آپ نے فرمایا کہ اس امر یعنی خلافت کی وصیت مین قریش کو کرتا ہون اور لوگ قریش کے تابع ہین نیک اُنکے نیک کا تابع ہی اور بد بد کا پس اے قریش والو لوگون کو خیر کی وصیت کرتے رہنا اے لوگو گناہ نعمتون کو بدل ڈالتے ہین اور اخلاق کو متغیر کردیتے ہین پس جب لوگ نیکی کرینگے تو اُنکے امام بھی اُنکے ساتھ نیکی کرینگے اور جب بدکار ہونگے تو حاکم بھی اُنپر رحم نہ کرینگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وکذلک نولی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون اور حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکر کچھ پوچھ لے انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا موت قریب آگئی آپ نے فرمایا کہ نزدیک ہوگئی اور لٹک آئی انھون نے کہا کہ اے نبی اللہ خداے تعالیٰ کے پاس کی چیزین آپ کو مبارک ہوان ہمین معلوم ہوجاتا کہ آپ کہان تشریف لیجاوینگے آپ نے فرمایا کہ خداے تعالیٰ کیطرف اور سدرۃ المنتہیٰ کی طرف پھر جنت الماوی اور فردوس اعلیٰ اور جام اوفیٰ اور رفیق اعلیٰ اور بہرہ پایدار اور عیش خوشگوار کی طرف حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ آپ کو غسل کون دیگا آپ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے مرد جو قریب تر ہون سب سے پھر وہ جو اُنسے ذرا دور ہون انھون نے عرض کیا کہ آپکو کفن کیا دیوین آپ نے فرمایا کہ میرے یہی کپڑے اور حلۂ یمانی اور مصر کا سفید انھون نے عرض کیا کہ آپ پر ہم نماز کیسے پڑھین یہ کہکر حضرت ابوبکرؓ اور ہم سب روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے ؎ زدرد ہجر تو زہرہ شدہ است آب نگرہ کہ سیل اشک ز دیدہ ہمی شود موقوف ؎ پھر آپ نے فرمایا کہ بس کرو خداے تعالیٰ تمکو مغفرت کرے اور تمہارے نبی کی عوض مین تمکو جزاے خیر دے جب تم مجھکو نہلا کر کفنا ؤ تو چارپائی پر میرے اسی حجرے مین قبر کے کنارے پر رکھکر ذرا ایک ساعت کو باہر چلے جانا کہ اول جو مجھپر نماز پڑھیگا وہ میرا پروردگار جل شانہ ہی کہ تم پر وہ اور اُسکے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہین پھر خداے تعالیٰ فرشتون کو میرے اوپر نماز پڑھنے کی اجازت دیگا تو مخلوق خدا مین سے اول میرے پاس جبرئیل آکر میری نماز پڑھینگے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت بہت سے لشکرون سے پھر تمام باقی فرشتے علیہم السلام میری نماز پڑھینگے پھر تم مجھپر اندر آکر نماز پڑھیو اور ایک ایک جتھا جدا جدا صلوۃ و سلام مجھپر کہتے جانا اور میری تعریف کرکے مجھکو ایذا مت دیجیو چیخ مار یہ نہ پکار کر رو ئیو اور مناسب ہی کہ اول امام نماز شروع کرے اور میرے اہلبیت جو قریب تر ہون اُنکے بعد وہ جو اُنسے دور ہون پھر اسیطرح پھر عورتون کی جماعتین پھر لڑکون کے گروہ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ قبر کے اندر کون اُترے آپ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے کچھ لوگ جو میرے قریب سے قریب ہون بہت سے فرشتون کے ساتھ کہ تم اُنکو نہ دیکھوگے اور وہ تمھین دیکھینگے۔ اب میرے پاس سے اُٹھ جاؤ اور میری طرف سے میرے بعد کے لوگون کو دین کا حال تبادو اور عبداللہ بن ربیعہؓ فرماتے ہین کہ شروع ربیع الاول مین حضرت بلال نے نماز کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا آپنے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھاوے مین باہر نکلا اور دروازے کے سامنے صرف

لے یعنی تحفے بھی قوت ہو اگر ... مستم ہو کہ خرابی ڈالے ... ہیں اور تو پہچانتے تھے ۱۲

لے شخص آسکے پہونچکر ... ستی سامان کرے ۱۲

لے اسیطرح ہم ساتھ ملا دیتے ... گنہگارون کو ایک دوسرے ... بدلا اُنکی کمائی کا ۱۲

لے ابن سعد در طبقات

لے بروایت ... سند ضعیف

لے ... حدیث ابوداود ...

حضرت عمر رضہ کو مع چند لوگون کے جنہین حضرت ابوبکر رضہ سے تھے مین نے حضرت عمر رضہ سے کہا کہ آپ کھڑے ہو کر نماز کو پڑھاوین حضرت عمر رضہ نے اٹھکر نماز کے
لیئے اللہ اکبر کہا چونکہ آپ کی آواز بلند تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکے اللہ اکبر کہنے کی آواز سنی فرمایا کہ ابوبکر کہان ہین عمر کے آگے ہونے کو
نہ خدا مانیگا نہ مسلمان اس جملے کو تین بار فرماکر ارشاد فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ لوگون کو نماز پڑھاوے حضرت عایشہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابوبکر ایک
نرم دل آدمی ہین جب آپکی جگہ کھڑے ہونگے تو گریہ اُنپر غالب ہوگا آپنے فرمایا کہ تم حضرت یوسف کی ساتھ والی ہو ابوبکر ہی سے کہو کہ نماز پڑھاوے عبد اللہ راوی
کہتے ہین کہ حضرت عمر رضہ کے پڑھانے کے بعد پھر حضرت ابوبکر رضہ نے نماز پڑھائی پس حضرت عمر رضہ مجھے کہا کرتے تھے کہ او زمعہ کے بیٹے تو نے یہ کیا کیا اگر مجھکو یہ
گمان ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھکو ارشاد فرمایا ہوگا تو مین صرف تیرے کہنے سے کبھی نماز نہ پڑھاتا مین کہا کرتا کہ مجھے اسوقت تم سے
بہتر اور کوئی امامت کے لیے نظر نہ آیا حضرت عایشہ رضہ فرماتی ہین کہ مین نے جو حضرت ابوبکر کیطرف سے عذر کیا تھا تو اسکی یہ وجہ تھی کہ وہ دنیا کے راغب
نہ تھے علاوہ اسکے خلافت مین اندیشہ اور خطرہ بہت ہو مگر جسکو خدا بچا لے اور یہ بھی خوف تھا کہ لوگ ہرگز کبھی نہ پسند کرینگے کہ حضرت کی زندگی ہی مین کوئی
آپ کی جگہ نماز پڑھاوے مگر یہ کہ خدا تعالی چاہے اور حضرت ابوبکر کے نماز پڑھانے سے لوگ اُنکے حسد کرینگے اور اُنسے سرکش ہو جاوینگے اور فال بد
لینگے مگر چونکہ ہونا وہی ہو جو خدا چاہے تو اللہ تعالی نے اُنکو ہر ایک خوف دنیا اور دین سے محفوظ رکھا اور جس چیز سے مین ڈرا کرتی تھی
اُس سے صاف بچایا اور فرماتی ہین کہ جب وہ دن ہوا جس مین آپکی وفات ہوئی ہو تو لوگون نے کچھ مزاج مبارک مین صبح کے وقت ہلکا پن اور مرض مین
تخفیف پائی اسی لیے سب لوگ اپنے اپنے گھرون کو گئے اور خوشی خوشی کامون مین مصروف ہوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف عورتین
رہ گئین ہمارا حال اُس روز ایسا تھا کہ توقع اور خوشی جیسی ہمکو اُس روز تھی ایسی کبھی پہلے نہ ہوئی تھی اسی اثنا مین آپنے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس سے باہر جاؤ یہ فرشتہ
میرے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہو اور عورتین تو باہر چلی گئین اور مین آپ کا سر مبارک گود مین لیے تھی جب آپ بیٹھ گئے تو مین بھی حجرے کے گوشے مین
ہو گئی پس آپنے فرشتے سے بڑی دیر تک سرگوشی کی پھر مجھکو بلا کر سر مبارک میری گود مین رکھ لیا اور عورتون سے بھی ارشاد فرمایا کہ اندر چلی آؤ مین نے عرض کیا
کہ یہ آہٹ تو جبرئیل علیہ السلام کی نہ تھی آپنے فرمایا کہ درست ہو اے عایشہ یہ ملک الموت ہو کہ میرے پاس آکر یہ کہا کہ اللہ تعالی نے مجھکو بھیجا ہو اور حکم
کیا ہو کہ بدون اذن آپکے پاس نہ آؤن تو اگر آپ اجازت نہ دینگے تو چلا جاؤنگا اور اگر اجازت دینگے تو اندر آونگا اور یہ بھی فرمایا ہو کہ آپکی روح بدون
آپکے ارشاد کے نہ قبض کرون اب آپ کا ارشاد کیا ہو مین نے اُس سے کہدیا ہو کہ جب تک جبرئیل علیہ السلام آوین تب تک مجھسے علیحدہ رہو اب جبرئیل کے
آنے کی ساعت ہو حضرت عایشہ رضہ فرماتی ہین کہ یہ آپنے ایسی صورت پیش کی کہ جسکا ہمارے پاس کوئی جواب یا تدبیر نہ تھی تو ہمنے سکوت کیا اور یہ معلوم ہوا
کہ گویا ہم سخت آوازے کیا سے دنگ رہ گئے ہین کہ کچھ آپسے نہین کہتے اور نہ اس امر کی بُرائی اور ہیبت کے سبب کسیکو تاب گویائی کی ہمارے دل رعب سے
بھر گئے تھے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ساعت مین تشریف لائے سلام کیا ہمنے اُنکی آہٹ پہچانی اور گھر والے نکل گئے اور وہ اندر آئے اور آپ کی خدمت مین
عرض کیا کہ خدا تعالی آپ کو سلام کہتا ہو اور فرماتا ہو کہ تم اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو اور وہ آپ کا حال آپ سے زیادہ جانتا ہو مگر چاہتا ہو کہ آپکی کرامت اور
شرف بڑھاکر خلق پر آپکی بزرگی اور شرافت کامل کر دے اور یہ امر آپکی امت مین سنت ہو جاوے آپنے فرمایا کہ مین آپکو دردمند پاتا ہون حضرت جبرئیل نے
کہا کہ آپکو خوش ہو کہ خدا تعالی چاہتا ہو کہ جو مرتبے آپکے لیے تیار کیے ہین انپر آپ کو پہونچاوے آپنے فرمایا کہ اے جبرئیل ملک الموت نے مجھسے اجازت
چاہی اور یہ حال کہا حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ اے محمد آپ کا رب آپ کا مشتاق ہو اور جو کچھ آپسے کیا چاہتا ہو وہ مین بتلا ہی چکا ہون بخدا کہ
ملک الموت نے آج تک کسی سے اجازت مانگی نہ آیندہ کو کبھی کسی سے مانگیگا مگر خدا تعالی کو آپ کا شرف پورا کرنا منظور ہو اور وہ آپکا مشتاق ہو آپنے
فرمایا کہ تو اب تم اُسکے آنے تک یہان سے مت جاؤ یہ فرما کر عورتون کو اندر بلالیا اور حضرت فاطمہ رضہ سے فرمایا کہ میرے پاس آؤ وہ آپکے اوپر جھک گئین آپنے
کچھ اُنکے کان مین کہا اُنھون نے جو سر اُٹھایا تو آنکھون مین سے آنسو نکلتے تھے اور تاب گفتگو نہ تھی پھر فرمایا کہ اپنا سر میرے پاس کو کرو انھون نے
منہ سے کان ملا دیا پھر کچھ کان مین ارشاد فرمایا پھر جو انھون نے سر اُٹھایا تو ہنستی تھین اور بول نہ سکتی تھین ہمکو اس حال سے تعجب ہوا بعد کو مین نے اُنسے

[illegible]

ن اور یس اور دوسری
مین عبد اللہ بن میمون
مروزی الحدیث ہین اور
بہین بہت حدیث منا کرہ

ماجرا پوچھا تو اُنھون نے فرمایا کہ اول بار مجھسے ارشاد فرمایا کہ مین آج وفات پاؤنگا اس سبب سے مین روئی اور دوبارہ ارشاد فرمایا کہ مین نے خدائے
تعالیٰ سے دعا مانگی ہو کہ سب سے اول میرے گھر والون مین سے تجھکو مجھسے ملا دے اور میرے ساتھ رکھے اسلیے مین ہنسی پھر حضرت فاطمہ رض نے اپنے
دونون صاحبزادون کو آپ کے پاس کیا آپ نے دونون کو پیار کیا پھر ملک الموت نے آکر سلام کیا اور اجازت مانگی آپ نے اجازت دی اُنھون نے
حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ مجھکو کیا ارشاد فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھکو میرے رب سے ابھی ملا دو اُنھون نے عرض کیا کہ آج ہی ملا دونگا اور تمھارے
رب کا یہ حال ہو کہ تمھاری طرف مشتاق ہو اور جتنا تردد آپکی طرف سے پروردگار کو ہو اتنا اور کسی کیطرف سے نہین کیا اور مجھکو بدون اجازت کے
اندر جانے سے کسی کے پاس منع نہین فرمایا بجز آپ کے لیکن آپکی ساعت آپکے آگے ہی ہو یہ کہکر چلے گئے اور حضرت جبرئیل آئے اور عرض کیا کہ الصلوۃ والسلام
علیک یا رسول اللہ یہ میرا زمین پر آخری آنا ہو پھر کبھی نہین اترونگا وحی بھی تہ ہو گئی اور دنیا بھی زمین مین مجھکو آپکے سوا کوئی کام نہ تھا نہ بجز آپکی حضوری کے
اور کوئی غرض ؎ رفت از بعد تو سر زلف تو خلقے ہمین بود ورنہ کی بوسے شبنم سحری بود غرض ؎ اب مین ہون اور میری جگہ ہو حضرت عایشہ رض فرماتی ہین
کہ بخدا کہ گھر مین کسی کو تاب یک لفظ کے بولنے کی نہ تھی اور نہ کوئی مردون کو بلاتا تھا اسلیے کہ حضرت جبرئیل کا یہ کلام نہایت درجہ کو بڑا معلوم ہوتا تھا اور ہم
سب حیران و ترسان تھے پھر مین نے اُٹھکر آپکے سر مبارک کو اپنی گود مین رکھ لیا اور آپکے سینۂ مبارک کو تھام لیا اور آپکو بیہوشی ہونی شروع ہوئی یہانتک
کہ دبا دبالیتی تھی اور آپکی پیشانی مین سے اتنا پسینا ٹپکتا تھا کہ مین نے کسی آدمی کے اتنا نہین دیکھا اور اپنی انگلی سے اسکو پونچھتی جاتی تھی اور کوئی خوشبو
مین نے اُس سے زیادہ نہین دیکھی اور جب آپکو افاقہ ہوتا تو مین کہتی کہ مین اور میرے ماں باپ اور گھر بار سب آپ پر فدا ہون آپکی پیشانی اتنا پسینا کیون
دیتی ہو آپ نے فرمایا کہ اے عایشہ مومن کی جان پسینے کے ساتھ نکلتی ہو اور کافر کی جان باچھون کی راہ گدھے کی جان کیطرح نکلتی ہو اسوقت ہم ڈر گئے
اور اپنے اپنے گھر آدمی بھیجا تو اول شخص جو ہمارے پاس آیا میرا بھائی تھا مگر آپ سے نہ مل سکا اسکو میرے باپ نے میرے پاس بھیجا تھا اسکے آنے سے
پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماے خلد برین ہو چکے تھے غرض کوئی نہ آنے پایا تھا کہ آپ کی روح عرش برین کو پرواز کر گئی اور خدائے
تعالیٰ ہی نے لوگون کو آپ کے پاس نہ آنے دیا اسلیے کہ جبرئیل اور میکائیل کو آپ کا معاملہ سپرد فرمایا تھا اور جب آپ کو بیہوشی ہوتی تھی تو یہی
فرماتے تھے بلکہ رفیق اعلیٰ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ آپکو کئی کئی بار اختیار دیا جاتا تھا اور جب طاقت گفتار ہوتی تھی تو فرماتے تھے کہ نماز نماز تم لوگ
ہمیشہ جمع رہوگے جب تک نماز اکٹھے پڑھوگے نماز کی وصیت کرتے دم تک فرماتے رہے اور نماز نماز کہتے رہے حضرت عایشہ رض فرماتی ہین کہ آپکی وفات
دوشنبہ کے روز وقت چاشت اور دوپہر کے درمیان مین ہوئی۔ حضرت فاطمہ رض نے فرمایا کہ دوشنبہ تجھپر مبارک نہین بخدا کہ امت کو ہمیشہ اس روز بڑی
مصیبت ہوا کرے گی اور جس روز کوفے مین حضرت علی رض پر مصیبت آئی تو حضرت ام کلثوم رض نے بھی ایسا ہی فرمایا کہ دوشنبہ مین میرے لیے خیر نہین اُسی مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور اُسی مین میرے شوہر یعنے حضرت عمر رض شہید ہوے اور اُسی مین میرے باپ یعنی حضرت علی رض شہید ہوے تو اس روز مین میرے
واسطے کچھ خیر نہین۔ اور حضرت عایشہ رض فرماتی ہین کہ جب آپ خلد برین کو تشریف فرما ہوے تو لوگ نہایت سختی مین پڑے یہانتک کہ آواز گریہ بلند
ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتون نے آپ کے کپڑون مین ڈھانپ دیا اب لوگ مختلف حال پر ہوگئے بعضے موت سے منکر ہوے اور
بعضے گونگے ہوگئے کہ مدت تک نہ بولے اور بعضے عقل سے خارج ہوے کہ بات مہمل کرنے لگے اور کچھ لوگون کی عقل ٹھکانے رہی اور کچھ لوگ بیٹھے
رہ گئے حضرت عمر بن خطاب رض اُن لوگون مین تھے جو موت کو جھٹلاتے تھے اور حضرت علی رض بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور حضرت عثمان رض
گونگے ہوگئے حضرت عمر رض نے باہر نکلکر فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہین پائی اللہ تعالیٰ انکو پھیر دیگا اور منافق لوگون
کے ہاتھ اور پاؤن کاٹ دیگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی تمنا کرتے ہین جیسے خداے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ
کیا تھا ایسے ہی ہمارے حضرت سے بھی وعدہ کیا ہو وہ اب تمھارے پاس پھر آتے ہین اور ایک روایت مین یون ہو کہ حضرت عمر رض
نے فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے اپنی زبان روکو وہ مرے نہین بخدا کہ اگر اب کسیکو کہتے سنونگا تو اسی تلوار سے اُسکے دو ٹکڑے کردونگا اور

ابن عبد البر … اسکی سند مجہول …

حضرت علی رض گھر مین بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور حضرت عثمان رض کچھ نہ بولتے تھے لوگ اُنکا ہاتھ پکڑ کر لیجاتے تھے اور لے آتے تھے گویا
فرقت یار مین راہ بھی نہ معلوم ہوتی تھی ؎ رہ ندیدم چو برفت از نظرم صورت دوست ٭ ہمچو شمعے کہ چراغش ز مقابل ببروند ٭ مسلمانون مین سے
جیسا حال حضرت ابوبکر رض اور حضرت عباس رض کا تھا ایسا اور کسی کا نہ تھا کہ اللہ تعالی نے ان دونون کو توفیق اور راستی عنایت فرمائی تھی اگرچہ
لوگ صرف حضرت ابوبکر رض کے قول سے اپنی حرکات سے باز رہتے تھے حضرت عباس رض نے تشریف لا کر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا
کوئی معبود نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کو چکھا اور وہ تو اپنی زندگی مین تمھارے درمیان فرمایا کرتے تھے انک میت وانہم میتون
ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون اور حضرت ابوبکر رض بنی حارث بن خزرج مین تھے جب انکو خبر وفات شریف پہونچی تو تشریف لائے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ کے دیدار سے مشرف ہوے پھر آپ کے اوپر جھک کر بوسہ دیا پھر فرمایا کہ مادر و پدرم فدائے تو یا رسول اللہ
تعالی آپ کو دوبارہ تو موت چکھنے ہی کا نہین بس ایک ہی بار مرنا تھا سو آپ وفات پا چکے پھر حضرت ابوبکر لوگون کے پاس گئے اور فرمایا کہ لوگو جو کوئی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا تو اُنھون نے تو وفات پائی اور جو کوئی محمد کے رب کو پوجتا تھا وہ البتہ زندہ ہے نہین مریگا اللہ تعالی فرماتا ہے وما محمد
الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا پس لوگون کا ایسا حال ہوا کہ گویا
اس آیت کو اُسی دن سُنا تھا اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت ابوبکر رض کو جب خبر ہوئی تو آپ حجرہ شریف مین درود پڑھتے داخل ہوے آنکھون سے آنسو
جاری تھے اور ہچکی کی آواز دانتون کی رگڑ سے سنائی دیتی تھی مگر باوجود اسکے قول و فعل اچھا کرنے مین بہادر تھے آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
جھک پڑے اور آپکے روے مبارک کو کھول کر پیشانی اور رخسارون پر بوسہ دیا اور چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا اور روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ مین اور میرے
ماں باپ اور گھر بار آپ پر فدا ہون آپ زندگی مین اچھے رہے اور مر کر بھی اچھے آپکی موت سے وہ بات ختم ہو گئی جو کسی نبی کی موت سے نہ ہوئی تھی
یعنے نبوت یا وحی تو آپ کا مرتبہ وصف سے زیادہ اور رونے سے برتر ہے آپ مخصوص ہوے تو ایسے کہ سب کے رنجون کے ضامن ہو گئے اور عام
ہوے تو ایسے کہ ہم سب آپ کے باب مین برابر ہین یعنے آپ کی رسالت تمام آدمیون کے لیے ہے اور اگر آپ کی موت آپ کے اختیار سے
ہوتی تو آپ کے غم کین ہم اپنی جانین فدا کرتے اور اگر آپ رونے سے منع نہ فرما دیتے تو آنکھون کا پانی ختم کر دیتے مگر جو بات آپ ہم سے
دور نہین کر سکتے وہ رنج اور یادگاری ہے کہ کبھی نہ جاینگے الہی تو یہ باتین اپنے حبیب کو ہماری طرف سے پہونچا دے اور اے محمد صلی اللہ علیک
آپ ہمکو اپنے رب کے پاس یاد رکھیں اور گوشہ خاطر مین جگہ دین آپ اپنے پیچھے اگر وقار نہ چھوڑ جاتے تو کسی کی کیا مجال تھی جو آپ کے بعد کی
مشقت کا متحمل ہوتا الہی اپنے نبی صلعم کو ہماری طرف سے یہ حال پہونچا دے اور ہمارے درمیان مین اُسکی نگاہبانی فرما اور حضرت عمر رض سے
مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رض حجرہ شریف مین داخل ہوے اور صلوۃ و ثنا کہی تو گھر والون نے ایک شور برپا کیا جسکی آواز باہر نماز والون نے
سُنی جب آپ کچھ کہتے تھے جبھی آواز اور زیادہ ہوتی تھی اور انکی آواز کسی طرح نہ پست ہوئی مگر اُسی حال مین ایک شخص بلند آواز زور آور نے
دروازے پر سے یہ کہا کہ اے گھر والو السلام علیکم کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون خداے تعالی موجود ہے مین ہر ایک شخص کا
نائب ہے یعنے جو جاتا رہتا ہے اُسکا عوض وہ خود موجود ہے اور ہر رغبت کے لیے اللہ اور ہر خوف سے نجات حاصل ہے اور اسی سے توقع
رکھو اور اُسی پر اعتماد کرو جب گھر والون نے یہ آواز سنی تو یہ نہ معلوم ہوا کہ کسکی آواز ہے رونا موقوف کر دیا رونے کے بند ہونے پر وہ آواز بھی
موقوف ہو گئی کسی نے باہر نکل کر دیکھا تو کسیکو نہ پایا پھر گھر مین چلا آیا اور رونا شروع ہوا ایک اور پکارنے والے نے آواز دی کہ اُسکو بھی لوگ نہ پہچانتے تھے
اُسنے یہ کہا کہ اے اہل بیت خداے تعالی کو یاد کرو اور اُسکا شکر ہر حال مین کرو تم مخلص نہین سے ہو جاؤ اُسکے باقی رہنے مین ہر مصیبت سے تسکین اور ہر مرغوب
چیز سے عوض حاصل ہے تو اللہ تعالی ہی کی اطاعت کرو اور اسی کے حکم کے بموجب عمل کرو پس حضرت ابوبکر رض نے فرمایا کہ یہ دونون خضر اور الیاس علیہما السلام
تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے پر حاضر ہوے تھے اور قعقاع بن عمرو نے حکایت خطبہ حضرت ابوبکر رض کی پوری لکھی ہے وہ کہتے ہین کہ

ابن ابی الدنیا بروایت ابن عمر بسند ضعیف ۱۲
ابن ابی الدنیا بروایت انس و طبرانی در اوسط بسند ضعیف

حضرت ابوبکر رضہ لوگون مین خطبہ پڑھنے کو اُٹھے اور ایسا خطبہ پڑھا کہ لوگ رو رہے تھے ہمارا خطبہ متضمن درود شریف پر تھا اول خدائے
تعالی کی حمد و ثنا ہر حال مین بیان کی اور فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہین وہ واحد برحق ہے اُسنے اپنا وعدہ سچا کیا اور
اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا کفار کی جماعتون کو شکست دی تو خدائے تعالی یکتا کا شکر ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہون کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اُسکے بندے اور رسول اور نبیون کے تمام کرنے والے ہین اور گواہی دیتا ہون کہ کتاب ایسی ہی ہے جیسی اُتری اور دین ایسا ہی ہے جیسا کہ
شروع ہوا اور حدیث ایسی ہی ہے جیسی بیان فرمائی اور قول وہی ہے جو انھون نے فرمایا اور اللہ تعالی حق ہے کھلا ہوا الٰہی اپنی رحمت کر محمد اپنے
بندے اور رسول اور نبی اور حبیب اور امین اور چُنے ہوے اور بہترین پر ایسی رحمت کہ تونے کسی پر اپنی مخلوق مین سے کی ہو اُس سے بڑھکر ہو
الٰہی اپنی رحمتین اور عفو اور مہر اور برکتین سب مخصوص کردے سید المرسلین اور خاتم النبیین اور امام المتقین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو خیر کی طرف
کھینچنے والے اور خیر کے پیشوا اور رسول رحمت ہین الٰہی تو انکا قرب زیادہ فرما اور انکی دلیل بڑی کر اور اُنکا مقام اچھا کر اور انکو ایسے مقام محمود
مین اُٹھا کہ اگلے پچھلے سب اُنکے غبطہ کرین اور اُنکے مقام محمود پر ہونے سے ہمکو قیامت کے دن نفع پہونچا اور آخرت مین اُنکی عوض تو ہمارے
درمیان رہ اور اُنکو جنت مین درجہ اور وسیلے پر پہونچادے الٰہی تو محمد اور آل محمد پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرما جسطرح کہ تونے ابراہیم اور انکی آل پر صلوٰۃ و
برکت نازل فرمائی تو ہی ہے اچھے کام والا اور بزرگی والا بعد اسکے فرمایا کہ اے لوگو جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو انھون نے تو
وفات پائی اور جو کوئی خدائے تعالی کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالی زندہ ہے نہین مریگا اور اللہ تعالی نے اُنکے باب مین پہلے ہی تمکو کہدیا ہے پس انکو
بیصبری سے مت پکارو اسلیے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اپنے پاس کی چیز بہ نسبت تمھارے پاس کی چیز کے پسند فرمائی اور
ایسا ثواب عنایت فرمانے کو اُنکو اُٹھا لیا اور تم مین اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت پیچھے چھوڑی ہیں جو شخص کہ ان دونون پر تمسک کریگا وہ ہدایت
ہوگا اور جو کوئی ان دونون مین فرق کریگا وہ اس آیت کا منکر ہے یا ایہا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط اور چاہیے کہ شیطان تمھارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے مرنے سے تمکو غافل نہ کردے اور دین مین تمھارے اوپر کوئی بلا نہ لاڈالے خیریت سے جلدی کرو شیطان پر کہ اُسکو تھکا مارو گے
اور اُسکو مہلت مت دو ورنہ وہ تمسے ملاویگا اور تمکو فتنے مین ڈال دیگا اور حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضہ اپنے
خطبے سے فارغ ہوے تو حضرت عمر رضہ سے کہا کہ مین نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہین مرے ہین کیا تمھین معلوم نہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کا حال فلان روز اور فلان روز فرمایا تھا اور اللہ تعالی اپنی کتاب مجید مین فرماتا ہے انک میت وانہم میتون
حضرت عمر رضہ نے کہا کہ مصیبت کے باعث مجھے معلوم ہوا گویا یہ مضمون کتاب اللہ مین آج کے سوا اور کبھی سُنا ہی نہین مین گواہی دیتا ہون
قرآن مجید جیسا اُترا ہے وہی حق ہے اور حدیث ویسی ہی ہے جیسی بیان فرمائی ہے اور اللہ زندہ ہے کہ نہین مریگا انا للہ وانا الیہ راجعون اور
اللہ تعالی کے صلوات اُسکے رسول پر نازل ہون اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا ثواب ہم خدا کے پاس چاہتے ہین
پھر حضرت ابوبکر رضہ کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ جب لوگ آپکے نہلانے کو جمع ہوے تو انھون نے کہا کہ ہمکو معلوم
نہین کہ رسول خدا کو کیسے نہلا دین آیا انکو ننگا کرکے نہلا دین جیسا اور مردون کو نہلایا کرتے ہین یا کپڑون سمیت نہلا دین اسی تردد مین
تھے کہ اللہ تعالی نے اُنپر نیند بھیجدی یہانتک کہ کوئی آدمی ایسا نہ رہا جو چھاتی پر اپنی ڈاڑھی لگائے نہ سوتا ہو پھر کسی کہنے والے نے جسکا
حال معلوم نہین کہ کون تھا کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مع کپڑون کے نہلاؤ یہ سنکر سب چونک پڑے اور اسی آواز غیب کے بموجب عمل کیا
اور آپکو قمیص مین نہلایا اور غسل سے فارغ ہوکر کفن پہنایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ ہمنے آپکے قمیص کو اُتارنا چاہا ہمکو آواز
ہوئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا مت اُتارو ہمنے ویسے ہی رہنے دیا اور کرتہ پہنے ہی نہلایا جسطرح اپنے مردون کو لٹاکر نہلاتے تھے ہم اگر
آپکے کسی عضو کو بدلنا چاہتے تھے تو ہمکو ذرا بھی دقت نہوتی تھی وہ عضو بدل جاتا تھا یہانتک کہ اُسکے غسل سے فارغ ہو جاتے تھے اور ہمکو گھر مین

ہوا کا سا سنناٹ سنائی دیتا تھا اور آواز آتی تھی کہ رسول خدا کے ساتھ نرمی کرو کہ تمکو کچھ کرنا نہیں پڑیگا۔ تو وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح پر تھی آپنے نہ کوئی بالون کا کپڑا چھوڑا نہ اون کا جو تھا وہ سب آپ کے ساتھ دفن ہو گیا ابو جعفر رحؒ کہتے ہیں کہ لحد میں آپکا بستر اور چادر بچھائی گئی اور اُسکے اوپر آپکے وہ کپڑے ڈالے گئے جو آپ زیب تن مبارک فرماتے تھے پھر اُنکے اوپر آپ مع اپنے کفن کے رکھے گئے غرضکہ اپنی وفات کے بعد آپنے کچھ مال نہ چھوڑا اور نہ زندگی میں مکان کی نیت سے اینٹ پر اینٹ رکھی نہ ذبیحہ تو آپ کی وفات میں عبرت کامل اور مسلمانوں کیواسطے عمدہ اقتدا ہے

وفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو حضرت عایشہ رضہ آپکے پاس آئیں اور مثال کے طور پر ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہے شعر

کثرت دولت قسم ہے مرد کے آوے نہ کام ؛ جب رکا سینے میں دم ہوا اور لبوں پر جان ہو ؛

آپ نے اپنا چہرہ کھول دیا اور فرمایا کہ یون مت کہو یہ کہو کہ وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذلک ما کنت منہ تحید میرے ان دونوں کپڑوں کو دیکھ رکھو انکو دھو کر مجھکو انہیں میں کفنانا اسلیے کہ نئے کپڑے کی حاجت مُردے کی نسبت کر زندہ کو زیادہ ہوا اور حضرت عایشہ رضہ نے آپ کی موت کیوقت ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہے شعر

ہوتی تھی بارش اُس رخ پر نور کے طفیل ؛ بیوون کی عصمت اس سے یتیموں کی تھی بہار ؛

آپنے فرمایا کہ اس شعر کی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور لوگون نے آپکے پاس آکر کہا کہ ہم کسی طبیب کو بلا دیں جو آپ کا حال دیکھے آپنے فرمایا کہ میرے طبیب نے مجھے دیکھکر کہدیا ہے کہ انی فعال لما یرید یعنی میں جو چاہونگا سو کرونگا۔ اور حضرت سلمان فارسی رضہ آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور کہا کہ اے ابوبکر مجھکو وصیت کیجیے آپنے فرمایا کہ خدائے تعالی تمہارے لیے دنیا فتح کرنے کو ہے تو تم اُسمیں سے اسیقدر اپنا کہ بسر اوقات کے موافق ہو اور یاد رکھو کہ جو کوئی نماز صبح ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالی کے عہد میں ہوجاتا ہے تو ایسا نہ کرو کہ خدائے تعالی سے عہد شکنی کرو اور یہ عہد شکنی تمکو منہ کے بل دوزخ میں ڈالدے اور جب حضرت ابوبکر رضہ بیمار ہوے کہ باہر نہ نکل سکے اور لوگون نے چاہا کہ اپنا نایب کسیکو کر دیں تو آپنے حضرت عمر رضہ کو اپنا نایب کیا لوگون نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ آپنے اپنا نایب ایک شخص تند مزاج سخت دل کو کیا ہے خدائے تعالی کو کیا جواب دوگے آپنے فرمایا کہ یہ کہونگا کہ تیری مخلوق میں سے جو سب سے بہتر تھا اسکو نایب کیا ہے پھر حضرت عمر رضہ کو بلوایا جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ میں تمکو ایک وصیت کرتا ہوں یاد رکھو کہ اللہ تعالی کے حق کچھ دن میں ہیں کہ انکو رات میں قبول نہیں کرتا اور اللہ کے حقوق کچھ رات میں ہیں کہ انکو دن میں قبول نہیں کرتا اور وہ نفل کو قبول نہیں فرماتا جبتک کہ فرض ادا نکروا اور قیامت کے روز جو بھاری پلے والوں کے پلے بھاری ہونگے تو وجہ یہی ہوگی کہ انھوں نے دنیا میں حق کا اتباع کیا ہوگا اور اپنے اوپر اسکو بھاری سمجھا ہوگا اور اسی طرح ترازو کے لیے یہی سزاوار ہے کہ اسمیں بجز حق کے اور کچھ نہ رکھا جاوے شایان یہی ہے کہ وزن زیادہ ہوا اور ہلکے پلے والوں کے جو قیامت میں پلے ہلکے ہونگے تو اسکی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا میں انھوں نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور اسکو اپنے اوپر ہلکا معلوم کیا ہوگا اور جس ترازو میں کہ باطل کے سوا اور کچھ نہ رکھا جاوے اسکو ہلکا ہی ہونا زیبا ہے اور خدائے تعالی نے اہل جنت کا ذکر انکے اعمال بہتر کے ساتھ کیا ہے اور انکی برائی سے درگذر فرمایا تو کہنے والا یوں کہتا ہے کہ میں ان لوگوں سے کم ہوں اور انکے درجے کو نہیں پہنچتا اور دوزخ والون کا ذکر انکے بدترین اعمال سے کیا ہے اور جو عمل نیک انھوں نے کیا ہے اسکو اُنپر واپس کر دیا تو کہنے والا یون کہتا ہے کہ میں ان لوگون سے افضل ہون اور آیت رحمت اور آیت عذاب کو ذکر فرمایا ہے تاکہ مومن کو رغبت اور خوف دونوں رہیں اور اپنا ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالے اور اللہ تعالی سے بجز حق کے اور کسی کی تمنا نہ کرے پس اے عمر اگر تم میری یہ وصیت یاد رکھوگے تو تمہارے نزدیک کوئی غایب چیز موت سے زیادہ محبوب نہوگی اور اسکا آنا یقینی ضروری ہے اور اگر میری وصیت تلف کر دوگے تو موت سے زیادہ کوئی غایب چیز تمکو بُری معلوم نہوگی اور اس سے تم بھاگ نہ سکوگے نہ اسکو تھکا سکوگے اور حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضہ مرنے کو ہوے تو آپکے پاس کچھ لوگ صحابہ میں سے آئے اور کہا کہ اے نایب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمکو کچھ توشہ عنایت کیجیے کہ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا حال دگرگون ہے آپ نے فرمایا کہ جو کوئی ان کلمات کو کہکر مر جاویگا تو اللہ تعالی اسکی روح کو افق مبین میں کر دیگا لوگون نے عرض کیا کہ افق مبین کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ ایک میدان عرش کے سامنے ہے اسمیں باغ اور نہریں اور درخت اور

رخ [illegible] شب
[illegible] صلی اللہ علیہ [illegible]

آتی حالات پیہم گزر [illegible]
اور آتی ہوئی موت کی
ہچکی [illegible]

پڑھتے ہیں ہر روز اسکو سو رحمتیں خدائے تعالیٰ کی چھپا لیتی ہیں تو جو شخص ان کلمات کو کہیگا اللہ تعالیٰ اسکی روح کو اسی مکان موصوفہ بالا میں رکھیگا کلمات یہ ہیں الٰہی تو نے خلق کو شروع سے پیدا کیا اور تجھکو کچھ حاجت اُنکی نہ تھی پھر تو نے اُنکے دو فریق کردیے ایک جنت کے لیے اور ایک دوزخ کے لیے تو مجھکو جنت کے لیے کر نہ دوزخ کے لیے الٰہی تو نے خلق کو کئی فرقے پیدا کیا اور پیدائش سے پہلے اُنکو علیحدہ کردیا کہ بعضوں کو بدبخت اور بعضوں کو نیکبخت اور غوث اور راہ یافتہ بنایا پس مجھکو اپنی طاعت سے سعید کردے اور اپنی معصیت سے بدبخت نہ کر الٰہی جو ہر ایک نفس کماتا ہو وہ تجھکو اسکی پیدائش سے پہلے معلوم ہو تو جس چیز کو وہ کرتا ہو اُس سے گریز نہیں پس مجھکو اُن لوگوں میں سے کردے جنسے تو اپنی طاعت کا کام لیتا ہو الٰہی بدون تیرے چاہے کوئی کچھ نہیں چاہتا تو تو اپنی خواہش اس امر کی کر کہ میں ایسی بات چاہنے لگوں جو مجھکو تجھسے قریب کردے الٰہی تو نے بندوں کے حرکات کا اندازہ کر رکھا ہو کہ کوئی چیز بدون تیرے اذن کے نہیں حرکت کرتی تو میرے حرکات کو اپنے تقوی میں کردے الٰہی تو نے خیر اور شر دونوں کو پیدا کیا اور دونوں کے کرنے والوں کو بنایا پس مجھکو دونوں قسموں میں بہتر قسم میں کردے الٰہی تو نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا اور اُنمیں سے ہر ایک کے لیے رہنے والے بنائے تو مجھکو تو اپنی جنت کے باشندوں میں سے کردے الٰہی تو نے ایک قوم کو راہ دکھانی چاہی اور اُنکے سینوں کو کھول دیا اور ایک قوم کی تو نے گمراہی چاہی اور اُنکے سینوں کو تنگ بنایا تو خدایا میرا سینہ ایمان کے لیے کھول دے اور ایمان کو میرے دل میں اچھا کر دکھا اور مجھکو کفر اور بدکاری اور نافرمانی سے نفرت دلا اور مجھکو نیک چال والوں میں سے کر الٰہی تو نے امور تدبیر کیے اور اُنکا ٹھکانا اپنی طرف کیا پس بعد موت کے مجھکو اچھی زندگی سے زندہ کر اور مرتبے میں مجھکو اپنے نزدیک فرما الٰہی جو شخص صبح اور شام کرتا ہو اس طرح کہ اُسکا اعتماد اور توقع تیرے غیر پر ہو تو ہوا کرے مگر میرا اعتماد اور توقع تجھی پر ہو ولا حول ولا قوۃ الا باللہ بعد اسکے آپ نے فرمایا کہ یہ سب مضامین کتاب اللہ عزوجل میں ہیں۔

وفات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ جس صبح کو حضرت عمرؓ کے زخم لگا میں بھی جماعت میں کھڑا تھا میرے اور اُنکے درمیان میں صرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے آپ جب دو صفوں کے بیچ میں گذرتے تو کھڑے ہوجاتے اور اگر کچھ خلل دیکھتے تو فرماتے کہ برابر ہوجاؤ یہاں تک کہ جب کجی اور نقصان نہ رہتا تب آگے بڑھتے اور اکثر پہلی رکعت میں سورۂ یوسف یا نحل یا اور کوئی ایسی ہی سورت پڑھتے تاکہ لوگ اکٹھے ہوجاویں پس آپ نے اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ میں نے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھکو کتے نے مارڈالا یا کھالیا جب آپ کے ابولولو نے زخم لگایا اور وہ خبیث کافر دودھاری چھری لیکر بھاگا جسکے پاس کو نکلا اُسکے بائیں زخمی کرتا گیا یہاں تک کہ تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا جنمیں سے نو نے وفات پائی اور ایک روایت میں سات مرے پس جب ایک مسلمان نے یہ صورت دیکھی تو اُسپر اپنا کپڑا ڈال دیا جب اُس کافر نے دیکھا کہ میں پکڑا گیا اپنے آپکو ذبح کر ڈالا اور واصل جہنم ہوا ادھر حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو پکڑ کر آگے کردیا کہ نماز پڑھاویں اُسوقت جو حضرت عمرؓ کے پاس تھے لوگ تھے اُنھوں نے تو یہ ماجرا دیکھا اور جو لوگ مسجد کے اطراف میں تھے اُنکو اس حال کی کچھ خبر نہوئی بجز اسکے کہ حضرت عمرؓ کی آواز آنی موقوف ہوگئی اور کہنے لگے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ غرضکہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے نماز مختصر پڑھائی اور جب سلام پھیرا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو فرمایا کہ دیکھو مجھکو کسنے زخمی کیا حضرت ابن عباسؓ ایک ساعت کہ غائب ہوے پھر آکر فرمایا کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے یہ حرکت کی ہو آپنے فرمایا کہ خدا اُسکو قتل کرے میں نے تو اُسپر احسان کرنے کے لیے امر کیا تھا اور خدا کا شکر ہو کہ اُسنے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہ کی اور تم اور تمھارے باپ ہی بہت چاہتے تھے کہ مدینہ منورہ میں کفار عجم کی کثرت ہو یہ اسلیے فرمایا کہ حضرت عباسؓ کے پاس غلام بہت تھے حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا کہ اگر آپکی مرضی ہو تو سب کو مار ڈالیں آپنے فرمایا کہ اب قتل کرتے ہو جب تمھاری بولی بولنے لگے تمھارے قبلہ کی طرف کو نماز پڑھنے لگے تمھارا سا حج کرنے لگے غرضکہ آپ کو مسجد شریف سے آپکے گھر میں اُٹھا لائے اور ہم بھی ساتھ گئے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ گویا اُس دن سے پیشتر کبھی اُنپر مصیبت نہ آئی تھی اور اپنی اپنی کہہ رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ مجھے آپکے اوپر موت کا ڈر ہی

کوئی کہتا تھا کہ کچھ خوف نہین اتنے مین آپکے لیے عرق انگور لائے آپ نے جو پیا تو پیٹ مین سے نکل گیا پھر دودھ لائے وہ بھی پیا تو نکل گیا تب لوگون نے جان لیا کہ آپ نہین بچینگے اور لوگ آکر آپکی ثنا کرتے جاتے تھے ایک شخص جوان آیا اُسنے یون کہا کہ اے امیرالمومنین آپکو خداے تعالی کی طرف سے بشارت ہو کہ آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اسلام مین وہ مرتبہ میسر ہوا جو آپکو معلوم ہی ہے پھر آپ حاکم ہوے اور عدل فرمایا پھر شہادت ملی آپنے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ یہ سب باتین میری گذر ہی کے لائق ہو جاوین نہ اُنسے میرا نقصان ہو نہ فائدہ جب وہ شخص جانے لگا تو اُسکا پاجامہ زمین کو لگتا تھا آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لے آؤ جب وہ ہٹ کر آیا تو آپنے فرمایا کہ بھتیجے اپنا کپڑا اونچا کر کہ اس سے گرد وغیرہ سے بچا رہیگا اور خداے تعالی سے تقوی کے بھی قریب ہے پھر اپنے صاحبزادہ کو فرمایا کہ اے عبداللہ دیکھ کہ میرے اوپر کتنا قرض ہے حساب جو کیا تو چھیاسی ہزار یا کچھ کم وبیش پایا آپنے فرمایا کہ اگر ہمارے خاندان کا مال اسکو وفا کرے تب تو اسی مین سے ادا کر دینا ورنہ عدی بن کعب کی اولاد سے مانگنا اور اگر اُنکا مال بھی وفا کرے تو قریش سے لیکر ادا کرنا اور قریش کے سوا اورون کی طرف مت بڑھنا اور میری طرف سے یہ قرضہ دے دینا اور ام المومنین عایشہ صدیقہ رضہ کے پاس جا اور کہہ کہ عمر تمکو سلام کہتے ہین یہ مت کہنا کہ امیرالمومنین اسلیے کہ مین آج مومنون کا سردار نہین ہون اور کہنا کہ وہ اجازت چاہتے ہین کہ اپنے دونون ساتھیون کے پاس مدفون ہون حضرت عبداللہ بن عمر رضہ حضرت عایشہ رضہ کے پاس گئے اور سلام کے بعد اجازت مانگی اور انکے پاس جا کر دیکھا کہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہین اُنسے عرض کیا کہ عمر بن خطاب آپکو سلام کہتے ہین اور آپکی اجازت چاہتے ہین کہ مین اپنے دونون یارون کے پاس دفن ہون حضرت عایشہ رضہ نے فرمایا کہ مین یہ جگہ اپنے لیے رکھتی تھی مگر آج مین اپنے نفس پر عمر رضہ کو ترجیح دیتی ہون جب عبداللہ پھر کر حضرت عمر رضہ کی خدمت مین آئے تو لوگون نے کہا کہ عبداللہ حاضر ہین حضرت عایشہ کے پاس ہو آئے حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ مجھکو اُٹھا دو ایک شخص نے اُنکو اپنے سہارے سے بٹھلا دیا آپنے صاحبزادہ سے پوچھا کہ کیفیت بیان کرو کیا جواب لائے اُنھون نے عرض کیا کہ جو بات آپکو محبوب تھی وہی حضرت عایشہ رضہ نے منظور کر لی اور اجازت دے دی آپنے فرمایا الحمدللہ کوئی چیز میرے نزدیک اس سے بڑھکر ضروری نہ تھی جب مین مر جاؤن تو میرے جنازے کو لیجانا اور دروازے پر پہونچکر سلام کرنا اور کہنا کہ عمر اجازت چاہتے ہین اگر وہ اجازت دین تو مجھکو اندر لیجانا اور اگر مجھکو ہٹا دین تو مسلمانون کے قبرستان مین لیجا کر دفن کر دینا اور حضرت ام المومنین حفصہ رضہ تشریف لائین عورتین اُنکو ڈھانکے ہوے تھین جب ہمنے اُنکو دیکھا تو ہم علیحدہ ہو گئے وہ حضرت عمر رضہ کے پاس آئین اور ایک ساعت بھر اُنکے پاس رہین پھر مردون نے اجازت چاہی تو وہ اندر مکان کے ہو گئین اُنکے رونے کی آواز اندر سے ہمنے سنی پھر لوگون نے کہا کہ اے امیرالمومنین ہمکو وصیت کیجیے اور اپنا خلیفہ کسیکو مقرر کر دیجیے آپنے فرمایا کہ مین خلافت کے لیے ان لوگون سے بڑھکر اور کسیکو مستحق نہین جانتا ہون ان لوگون کا حال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنسے راضی ہی اس جہان سے تشریف لیگئے ہین پھر آپنے حضرت علی اور حضرت عثمان اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ اور حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن کا نام لیا اور فرمایا کہ عبداللہ بن عمر بھی تمہارے پاس آویگا مگر خلافت سے اُسکو کچھ سروکار نہین یہ ایسی صورت سے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر رضہ کی تسکین ہو جاوے پھر فرمایا کہ اگر نوبت خلافت کی سعد کو پہونچے تو فبہا ورنہ جو کوئی امیر ہو اُس سے استعانت کیا کرے اسلیے کہ مین نے اُسکو کچھ عاجزی اور خیانت کی وجہ سے معزول نہین کیا اور مین اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ اول ہجرت کر کے آئے ہین اُنکی فضیلت پہچانے اور اُنکی حرمت کی حفاظت کرے اور تعظیم کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ انصار کے ساتھ خیر کیا کرے یہ وہ لوگ ہین کہ اس جگہ مین اور ایمان مین سب سے پہلے اُنھون نے جگہ پکڑی ہے اُنکے محسن کیطرف سے قبول کیا کرے اور برائی کرنے والے سے درگذر کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ اطراف کے شہر والون سے سلوک کرے اسلیے کہ وہ لوگ اسلام کے حامی اور مالون کے جمع کرنے والے اور موجب دشمنون کے جلنے کے ہین اور یہ کہ اُنسے کچھ نہ لے بجز اسکے جو اُنکے مال سے زائد ہو اور بخوشی دیدین اور عرب والون سے خیر کرنے کی وصیت کرتا ہون باینوجہ کہ یہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہین اُنکے زوائد مال مین سے لیکر اُنھین کے مفلسون کو دیا کرے اور ذمیون کی وصیت کرتا ہون کہ خداے تعالی کے عہد اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو لحاظ کرے اور مسلمان لوگون سے عہد پورا کیا کرے اور اُنکی حمایت کے لیے لڑا کرے اور اُنکی طاقت سے زیادہ اُنسے کام نہ لیا کرے راوی کہتے ہین کہ جب آپکی روح خلد برین کو پرواز کر گئی تو ہم آپکے جنازے کو لیکر چلے حضرت عبداللہ

بن عمر رض نے حضرت ام المومنین عائشہ رض کی خدمت میں جا کر سلام کیا اور عرض کیا کہ عمر بن خطاب اجازت چاہتے ہیں حضرت عائشہ رض نے
فرمایا کہ اندر لے آؤ غرضکہ اندر لیجا کر انکے دونوں یاروں کے پاس دفن کر دیا آخر حدیث تک۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے
فرمایا کہ مجھسے جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہے کہ عمر کی موت پر اسلام روویگا۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رض کو چارپائی پر
رکھا تو لوگوں نے آکر جنازے کو گھیر لیا دعا کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے پہلے اس سے کہ جنازہ اٹھے اور میں بھی ان لوگوں میں تھا استنے
میں ایک شخص نے میرے دونوں مونڈھے پکڑ کر مجھکو ڈرا دیا میں نے جو پیچھے پھر کر دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے انھوں نے کلمات رحم
حضرت عمر رض کے اوپر کہے اور فرمایا کہ تمنے اپنے بعد کسیکو ایسا نہ چھوڑا کہ مجھکو اُس جیسا عمل کر کے مرنا محبوب تر ہو تمہارا ہی سا عمل کر کے خدا ے تعالی
ملنا مجھکو پسند آتا ہے اور قسم ہے خدا کی کہ مجھکو گمان غالب تھا کہ اللہ تعالی تمکو تمہارے دونوں یاروں کے ساتھ کر دیگا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ میں اکثر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اور ابوبکر اور عمر گئے اور میں اور ابوبکر اور عمر نکلے اور میں اور ابوبکر اور عمر اندر آئے
جب ہر ایک بات میں اسی طرح فرماتے تھے تو مجھکو توقع اور گمان غالب تھا کہ اللہ تعالے تمکو تمہارے دونوں یاروں کے ساتھ کر دیگا۔

وفات حضرت عثمان رض کی حدیث آپکی شہادت کی مشہور ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلام رض فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان گھرے ہوئے تھے
تو میں آپ کے سلام کو آیا اور انکے پاس اندر گیا آپ نے فرمایا کہ بھائی خوب ہوا تم آئے آج رات میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اس تابدان میں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے عثمان تجھے لوگوں نے گھیر لیا میں نے عرض کیا کہ ہاں پھر فرمایا کہ تجھے
پیاسا رکھا میں نے عرض کیا کہ ہاں پھر آپ نے ایک ڈول پانی کا لٹکا دیا میں نے اسمیں سے پانی پیٹ بھر کر پیا یہاں تک کہ اسکی ٹھنڈک اپنی
چھاتیوں اور مونڈھوں میں پاتا ہوں اور فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تجھکو مدد ملے اور انپر غالب ہو جا اور چاہے تو ہمارے پاس افطار کر میں نے آپ ہی
کے پاس افطار کرنا پسند کر لیا پس آپ کی شہادت اسی روز ہوئی۔ اور حضرت عبد اللہ بن سلام رض نے ان لوگوں سے پوچھا جنھوں نے حضرت
عثمان کو زخمی ہونے پر خون میں تڑپتے دیکھا تھا کہ حضرت عثمان رض نے اپنے خون میں لوٹنے کے وقت کیا فرمایا تھا لوگوں نے کہا کہ ہمنے سنا تھا
کہ یوں فرماتے تھے الٰہی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کر یعنے اتفاق انمیں عنایت فرما یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا حضرت عبد اللہ بن سلام رض نے
فرمایا کہ قسم ہے خدا ے تعالی کی اگر وہ دعا مانگتے کہ کبھی انمیں اتفاق نہو تو قیامت تک اتفاق نہوتا اور ثمامہ بن حزن قشیری کہتے ہیں کہ جسوقت حضرت
عثمان رض نے مکان کے اوپر سے لوگوں کیطرف نیچے کو دیکھا تھا میں بھی موجود تھا آپنے فرمایا کہ تم میرے پاس ان دونوں شخصوں کو لاؤ جنھوں نے تمکو یہاں لا کر
جمع کیا ہے وہ دونوں بلائے گئے تو ایسے آئے جیسے دو اونٹ یا دو گدھے آتے ہیں پھر حضرت عثمان رض نے لوگوں کیطرف دیکھکر فرمایا کہ میں تمکو خدا ے تعالی اور
اسلام کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ تمھیں معلوم ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے تو مدینے میں میٹھا پانی بجز چاہ رومہ کے اور
جگہ نہ تھا تو آپنے فرمایا کہ کوئی ہے کہ اس کنوئیں کو خرید کر اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ اسمیں ڈالدے اور جنت میں اس سے بہتر پاوے پس میں نے
خاص اپنے مال سے اسکو مول لیا اور تم آج اسکا پانی مجھے نہیں پینے دیتے نہ دریا کا پانی پینے دیتے ہو لوگوں نے کہا کہ یہ درست ہے آپ نے فرمایا کہ میں تم سے
بقسم پوچھتا ہوں کہ تمھیں معلوم ہے کہ میں نے مفلس لشکر کو سامان لڑائی کا دیا تھا لوگوں نے کہا کہ ہاں دیا تھا آپنے فرمایا کہ میں بقسم پوچھتا ہوں کہ تم جانتے ہو
کہ مسجد کا نمازیوں سے تنگی کرتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو فلاں لوگوں کی زمین خرید کر مسجد بڑھائے اور اس سے بہتر جنت میں
پاوے تو میں نے خاص اپنی گرہ سے اسکو خریدا اور تم آج مجھکو اسمیں دو رکعت نماز پڑھنے سے مانع ہو لوگوں نے کہا کہ درست ہے آپنے فرمایا کہ میں تمسے بقسم پوچھتا ہوں
کہ تمھیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں جبل ثبیر پر تھے اور آپکے ساتھ حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض اور میں تھا استنے میں پہاڑ نے
حرکت کی یہاں تک کہ اسکے پتھر نیچے کو گر پڑے آپنے اسکے ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ٹھہر جا اے ثبیر کہ تیرے اوپر صرف ایک نبی اور ایک صدیق اور
دو شہید ہیں لوگوں نے کہا آپ سچا فرماتے ہیں آپنے فرمایا کہ اللہ اکبر قسم رب کعبہ کی ان لوگوں نے میری گواہی دی میں بیشک شہید ہوں اور ایک شیخ

ح
[illegible] بروایت ابی بن کعب بسند ضعیف اور اسکو ابن جوزی نے موضوعات [illegible]

ح
[illegible]

ضبہ مین سے روایت کرتے ہین کہ حضرت عثمان رض کو جسوقت زخمی کیا اور خون آپ کی ریش مبارک پر بہتا تھا آپ اُسوقت فرماتے تھے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ آلہی ان لوگون کے ہاتھ سے مین تجھی سے انتقام چاہتا ہون اور اپنے سب کامون مین تجھی سے مدد چاہتا ہون اور جس امر مین تونے مجھکو مبتلا کیا ہی اُسپر تجھی سے درخواست صبر کی کرتا ہون۔

وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

اصبغ حنظلی کہتے ہین کہ جب وہ رات ہوئی جسکی صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوے ہین تو آپ لیٹے ہوے تھے ابن تیاح فجر کے وقت آپ کے پاس آئے اور نماز فجر کے لیے عرض کیا آپ نے تاخیر کی اور لیٹے رہے دوبارہ وہ پھر آئے پھر آپ نے دیر کی جب تیسری بار آئے تو آپ اُٹھکر چلے اور ایک قطعہ پڑھتے تھے جسکا مضمون یہ ہی ؏ موت کی تیاری کر آئیگی وہ بیگیان ۔ موت سے گھرائے مت جب ہو تری سہمان جب آپ چھوٹے دروازے کے پاس پہونچے تو ابن ملجم خبیث نے آپ پر حملہ کرکے مارڈالا حضرت ام کلثوم آپ کی بیٹی باہر نکلین اور کہنے لگین کہ صبح کی نماز کو کیا ہوا ہی کہ میرے شوہر حضرت عمر رض بھی اسی نماز مین شہید ہوے اور میرے باپ بھی اسی نماز مین اور قریش کا ایک بوڑھا راوی ہی کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہی رب کعبہ کی کہ میرا مطلب حاصل ہوا۔ اور حضرت محمد بن علی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جب آپ زخمی ہوے تو اپنے لڑکون کو وصیت کی اور پھر مرتے دم تک بجز لا الہ الا اللہ کے اور کچھ نہ بولے اور جب حضرت امام حسن علیہ السلام موت کے قریب ہوے تو حضرت امام حسین علیہ السلام اُنکے پاس آئے اور کہا کہ بھائی تم کیون گھبراتے ہو تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور علی بن ابی طالب رض سے ملوگے وہ دونون تمھارے باپ ہین اور خدیجہ بنت خویلد رض اور فاطمہ زہرا سے ملوگے وہ دونون تمھاری مان ہین اور حمزہ اور جعفر رض سے ملوگے وہ دونون تمھارے چچا ہین حضرت حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی مین ایسے معاملے سے جاؤنگا کہ اس جیسے سے کبھی نہین ملا اور حضرت محمد بن حسین رض فرماتے ہین کہ جب لوگون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آگھیرا اور آپ کو یقین ہوا کہ یہ لوگ مجھے مارڈالینگے تو اپنے یارون مین کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا اور اللہ تعالے کی حمد وثنا کرکے فرمایا کہ جو کچھ حال ہو رہا ہی تم دیکھتے ہی ہو دنیا بدل گئی اور انجان ہوگئی سلوک نے منھ موڑ لیا دنیا اتنی رہ گئی ہی جیسے برتن مین پانی کی تری تو اب ایسی زندگی ناگوار سے مجھکو موت ہوتی ہی کیا دیکھتے نہین کہ حق بات پر عمل اور باطل سے باز رہنا اسی لیے ہی کہ ایماندار خداے تعالے سے ملنے کی رغبت کرے اور مجھکو موت ہی سعادت معلوم ہوتی ہی اور ان ظالمون کے ساتھ زندگی محرومی جانتا ہون۔

پانچوین فصل اُن اقوال کے ذکر مین جو موت کے وقت خلفا اور امرا اور صالحین نے فرمائے ہین۔ جب امیر معاویہ رض کی وفات قریب ہوئی تو کہا کہ مجکو بٹھلادو لوگون نے بٹھلا دیا آپ نے خداے تعالے کی تسبیح اور ذکر شروع کیا پھر روئے اور کہا اے معاویہ بڑھاپے اور شکستگی کے وقت خداے تعالے کا ذکر سوجھا اسکا وقت تو جب تھا جب شاخ جوانی ترو تازہ تھی یہ کہکر اور زیادہ روتے تا آنکہ آواز رونے کی بلند ہوئی اور کہا کہ آلہی اس بوڑھے کم بخت دل سخت پر رحم فرما آلہی لغزش سے درگذر اور خطا کو معاف کر اور اپنے حلم سے اُس شخص کو اپنی طرف کھینچ لے جو تیرے سوا کسی کی توقع نہین رکھتا نہ غیر پر اعتماد کرے اور ایک بوڑھا شخص قریش مین سے بیان کرتا ہی کہ اُنکے مرض موت مین لوگون کے ساتھ مین بھی اُنکے پاس گیا تھا لوگون نے اُنکے بدن مین جُھریان دیکھین اُنھون نے بعد حمد وثنا کے فرمایا کہ دنیا سب کی سب یہی ہی جو ہم آزما اور دیکھ چکے آگاہ ہو کہ ہماری تونگری اور عیش سے لذت یابی کے باعث دنیا کی رونق ہمارے سامنے ہوئی اور ابھی جینے نہ پائے تھی کہ دنیا نے اُسکو ہر ایک حال مین توڑ ڈالا اور رسی کے بعد رسی کاٹ دی اب دنیا ایسی ہوگئی کہ ہمکو کھنڈر اچھے چھوڑ گئی اور ملامت کرنے لگی تو تف ہی ایسے گھر پر اور تھوک ہی ایسی دنیا پر۔ اور روایت ہی کہ آخر خطبہ جو امیر معاویہ رض نے پڑھا یہ تھا کہ لوگو جو کھیتی کرتا ہی سو کاٹتا ہی اور مین تمھارا حاکم تھا میرے بعد جو حاکم تمپر ہوگا وہ مجھ سے بُرا ہی ہوگا جیسے مجھ سے پیشتر کے حاکم مجھ سے بہتر تھے اور اے یزید جب میری موت ہو جاوے تو مجکو کسی ہوشیار عاقل سے نہلوانا کہ عاقل خداے تعالے کے نزدیک

مرتبہ رکھتا ہو اُس سے کیونکہ غسل اچھی طرح دے اور اللہ اکبر پکار کر کہے پھر دیکھنا کہ خزانے مین ایک رومال ہو اُسمین ایک کپڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑون مین سے اور کچھ ریزے آپ کے بالون اور ناخنون کے رکھے ہین تو ریزون کو لیکر میری ناک اور منھ اور کان اور آنکھ مین رکھنا اور کپڑے کو کفنون کے اندر میرے بدن پر رکھ دینا اور اے یزید خداے تعالےٰ کا حکم مان باپ کے باب مین یاد رکھنا اور جب تم لوگ مجکو میرے سنئے کپڑون یعنی کفن مین لپیٹ چکو اور میری قبر مین رکھ چکو تو معاویہ کو اور ارحم الراحمین کو تنہا چھوڑ دینا۔ اور محمد بن عقبہ کہتے ہین کہ جب امیر معاویہ رضہ پر موت آئی تو کہنے لگے کہ کیا خوب ہوتا کہ مین ایک شخص قریش کا بھوکا ہوتا اور امر خلافت مین سے کسی چیز کا مالک نہوتا اور جب عبد الملک بن مروان کی وفات قریب ہوئی تو ایک دھوبی کو دیکھا کہ دمشق کے اطراف مین کپڑے کو اپنے ہاتھ مین لپیٹ کر پٹرے پر مار رہا ہو عبد الملک نے کہا کہ بخدا خوب ہوتا جو مین دھوبی ہوتا اور اپنے ہاتھ کی کمائی ہر روز کھایا کرتا اور معاملات دنیا مین سے کسی چیز کا والی نہوتا یہ بات ابو حازم رحمہ نے سنی اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہو کہ اُسنے ان حکام کو ایسا بنایا کہ اپنے مرنے کے وقت اس حال کی تمنا کرتے ہین جسمین ہم ہین اور ہمکو جب موت آتی ہو تو ہم اُنکے احوال کی تمنا نہین کرتے اور کسی نے عبد الملک سے اُسکے مرض موت مین پوچھا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو اُسنے کہا کہ مین ایسا پاتا ہون جیسا خداے تعالےٰ فرماتا ہی ولقد جئتمونا فرادی کما خلقناکم اول مرة وترکتم ما خولناکم وراء ظھورکم فاطمہ بنت عبد الملک جو حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی بی بی تھین کہتی ہین کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح اپنے مرض موت مین دعا مانگا کرتے کہ الٰہی میری موت کو لوگون پر ظاہر مت کر گو دن مین سے ایک ہی گھڑی کے لیے ظاہر نہو پس جس روز کہ آپ کی وفات ہوئی مین اُنکے پاس سے اُٹھ کر ایک اور گھر مین چلی گئی کہ مجھ مین اور آپ مین ایک دروازہ حائل تھا اور آپ اپنے ایک برج مین رہے مین نے سنا کہ آپ نے یہ آیت پڑھی تلک الدار الآخرة نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین پھر ساکت ہوے جب مجکو نہ آپ کی کچھ آواز معلوم ہوئی نہ آہٹ تو مین نے آپ کے ایک غلام کو بھیجا کہ دیکھنا آپ کیا سوتے ہین جب وہ آپ کے پاس گیا تو چیخ ماری مین جھپٹی دیکھا تو آپ مر چکے ہین غرضکہ خداے تعالےٰ نے آپ کی دعا قبول کی کہ کچھ دیر تک آپ کی موت ظاہر نہوئی۔ اور اُنسے مرنے سے پیشتر کسی نے سوال کیا کہ اے امیر المومنین کچھ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ مین تمکو اپنے اس حال سے ڈراتا ہون کہ تمکو بھی ایک روز ایسا ہی ہونا ہو اور منقول ہو کہ جب آپ سخت بیمار ہوے تو آپ کے واسطے ایک طبیب بلایا گیا اُسنے آپ کا حال دیکھکر کہا کہ آپ کو زہر دیا گیا ہو اور انکی موت سے مین مامون نہین آپ نے اپنی آنکھ اوپر کو اُٹھا کر طبیب سے فرمایا کہ جسکو زہر نہین دیا جاتا اُسکی موت پر بھی تو تم مامون نہین اُسنے پوچھا کہ اب زہر کا اثر معلوم بھی ہوا آپ نے فرمایا کہ جب زہر میرے پیٹ مین پڑا تھا تبھی مجھکو معلوم ہو گیا تھا اُسنے کہا کہ پھر آپ علاج کیجیے ورنہ مجکو خوف ہو کہ آپ کی جان جاتی رہیگی آپ نے فرمایا کہ جان میری پروردگار کے پاس جائیگی جو سب سے بہتر جانے کی جگہ ہو بخدا کہ اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ میری شفا میرے کان کی لو کے پاس ہو تو اپنا ہاتھ کان تک اُٹھا کر اُسکو نہ لیتا الٰہی عمر کے لیے اپنی ملاقات مین خیر کر اسکے بعد آپ تھوڑے ہی دنون مین راہی ملک بقا ہوے اور روایت ہو کہ جب آپ کی موت قریب پہونچی تو رونے لگے کسی نے کہا کہ اے امیر المومنین رونے کا کیا مقام آپ کو مژدہ ہو کہ خداے تعالےٰ نے آپ کے باعث بہت سی سنتون کو زندہ کیا اور عدل ظاہر فرمایا آپ نے رو کر فرمایا کہ کیا مین میدان محشر مین کھڑا نہین کیا جاؤنگا اور اس خلق کے باب مین پوچھا نہ جاؤنگا بخدا کہ اگر مین بالکل عدل ہی کرتا جب بھی اپنے نفس سے خوف تھا کہ خداے تعالےٰ کے سامنے اپنی حجت پیش نہ کر سکیگا مگر یہ کہ خداے تعالےٰ ہی اُسکو تعلیم فرما دے اور جس صورت مین کہ اکثر عدل ہمسے تلف ہو گیا ہو تو اُف نہایت خوف کا مقام ہو یہ کہکر بہت روے اور اسکے بعد بہت کم جیے اور منقول ہو کہ مرنے کے وقت آپ نے فرمایا کہ مجھکو بٹھلا دو لوگون نے بٹھلا دیا آپ نے فرمایا کہ الٰہی مین وہ ہون کہ تونے حکم کیا مین نے اُسکی بجا آوری مین کوتاہی کی اور تو نے منع کیا تو مین نے نہ مانا یہ جملے تین بار فرما کر کہا کہ لیکن لا الہ الا اللہ یعنی توحید مین مین نے

لوتاہی نہین کی پھر آپ نے سر اُٹھا کر تیز نگاہ سے دیکھا لوگون نے جو سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین کچھ لوگ موجود دیکھتا ہون کہ نہ وہ آدمی ہین نہ جن پھر آپ کی وفات ہوئی رحمہ اللہ تعالے - اور خلیفہ ہارون رشید کے حال مین لکھتے ہین کہ اُنھون نے مرنے کے وقت اپنا کفن اپنے ہاتھ سے چھانٹ لیا تھا اور اُسکو دیکھکر کہتے تھے ما اغنی عنی مالیہ ہلک عنی سلطانیہ اور ماموں راکھ بچھا کر اُسپر لیٹ رہتے اور کہتے تھے کہ اے وہ شخص جسکی سلطنت کبھی نہ جاویگی تو اس شخص پر رحم کر جسکا ملک جاتا رہا اور معتصم باللہ اپنے موت کے وقت کہتے تھے کہ اگر مین یہ جانتا کہ میری عمر تھوڑی ہے تو جو کچھ مین نے کیا ہرگز نہ کرتا اور منتصر اپنی موت کے وقت بہت مضطرب تھے لوگون نے کہا کہ آپکو کچھ خطرہ نہین گھبرایئے نہین کہا کہ اتنا ہی ہے کہ دنیا گئی اور آخرت آپہونچی اور عمرو بن عاص نے اپنے بیٹون سے موت کے وقت صندوقون کو دیکھکر کہا کہ اُنکو مع اُنکے اندر کی چیز کے کون لیگا کاش وہ اینٹ مینگنیان ہوتین اور حجاج بن یوسف نے مرتے دم کہا کہ الٰہی تو میری مغفرت فرما کہ لوگ یون کہتے ہین کہ تو میری مغفرت نہین کریگا حضرت عمر بن عبد العزیز کو حجاج کی تقریر اچھی معلوم ہوا کرتی اور اُسپر غبطہ کیا کرتے اور جب یہ حال حضرت حسن بصری رح سے کہا گیا تو آپ نے کہا کہ کیا حجاج نے یون ہی کیا تھا لوگون نے کہا ہان آپ نے فرمایا کہ تو کیا عجب کہ خداے تعالے اُسکے حال پر رحم کرے -

اب اقوال خاص لوگون کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور اہل تصوف رضی اللہ عنہم اجمعین کے لکھے جاتے ہین جب حضرت معاذ رض کی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے ڈرا کرتا تھا اور آج تجھسے توقع رکھتا ہون الٰہی تو جانتا ہے کہ مین دنیا کو اور رہنے کو بہت جینے کو اسلیے پسند نہین کرتا تھا کہ نہرین جاری کرون یا درخت لگاؤن بلکہ گرمیون کے دوپہرین پیاسا رہنے اور زمانے کی آفات سہنے اور ذکر کے حلقون مین دو زانو علما کے پاس بیٹھنے کے لیے پسند کرتا تھا - اور جب آپ پر جان کنی کی شدت ہوئی اور ایسی سختی ہوئی کہ اور کسی پر نہوئی تھی تو جب آپ بیہوشی سے افاقہ پاتے تھے اپنی آنکھ کھول دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ الٰہی تو جتنا چاہے میرا گلا گھونٹ لے قسم ہے تیری عزت کی کہ میرا دل تجھے محبت رکھتا ہے - اور جب حضرت سلمان فارسی رض نے سفر آخرت کی تیاری فرمائی تو روئے لوگون نے سبب گریہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین کچھ دنیا پر اضطراب کی راہ سے نہین رویا بلکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمسے اقرار لیا تھا کہ بقدار زاد دنیا مین ہم مین سے کسی کے لیے اتنا ہو جتنا مسافر کا توشہ ہوتا ہے جب آپ کی وفات ہوئی تو جتنا کچھ چھوڑا تھا اُسکو جو دیکھا گیا تو کل کی قیمت چند اوپر دس درم یعنے چار روپیہ کے قریب تھی اور جب حضرت بلال رض کے کان مین موت کی اذان کی آواز پہونچی تو اُنکی بی بی نے کہا کہ ہاے کیسا غم ہے اُنھون نے فرمایا کہ نہین بلکہ واہ کیسی خوشی ہے کہ کل کو ہم اپنے دوستون محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکی جماعت سے ملینگے اور منقول ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رض مرنے کے وقت آنکھین کھولکر ہنس پڑے اور فرمایا لمثل ہذا فلیعمل العاملون اور حضرت ابراہیم نخعی رح کو جب موت قریب ہوئی تو روئے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین خداے تعالے کے ایلچی کا منتظر ہون کہ مجکو بشارت جنت کی دیتا ہے یا دوزخ کی اور جب ابن منکدر رح کی وفات قریب ہوئی تو روئے اور اُنسے گریہ کا باعث پوچھا گیا فرمایا کہ مین کسی ایسے گناہ کے لیے نہین روتا کہ مجکو اُسکے ارتکاب کا یقین ہو بلکہ یہ خوف ہے کہ کہین مینے کوئی کام کیا ہو اور اپنی دانست مین اُسکو ہلکا سمجھا ہو اور وہ خداے تعالے کے نزدیک بڑا ہو اور عامر بن عبد القیس کی جب وفات پہونچی تو روئے پوچھا گیا کہ کیون روتے ہو فرمایا کہ نہ مین موت سے گھبرا کر روتا ہون نہ دنیا پر حریص ہو کر بلکہ جو چیز کہ اب مجھسے چھوٹ جائیگی یعنے دوپہر کی پیاس اور جاڑون کی رات کو جاگنا اُسکے لیے روتا ہون - اور جب حضرت فضیل رح کی وفات پہونچی تو بیہوش ہوگئے پھر آنکھین کھولکر فرمایا کہ افسوس اتنا بڑا سفر اور اتنا تھوڑا توشہ اور جب حضرت عبد اللہ بن مبارک رح کی موت قریب ہوئی اپنے غلام نصر سے فرمایا کہ میرا سر مٹی پر رکھ دے نصر رونے لگا آپ نے پوچھا کہ تو کیون روتا ہے اُسنے کہا کہ مجکو آپ کی آسائش اور عیش یاد آتی ہے اور اب آپ فقیر اور محتاج ہو کر مرتے ہین آپ نے فرمایا کہ چپ رہ مینے خداے تعالے سے درخواست

کی کہ زندگانی میری تو انگرون کی سی کرے اور موت فقیرون کی سی عنایت فرماوے پھر فرمایا کہ میرے سامنے تلقین کے لیے کلمہ پڑھنا اگرچہ جبتک میری زبان سے دوسری بات نہ نکلے تب تک دوسری بار مت کہنا۔ اور عطا ابن یسار رح کہتے ہین کہ ایک شخص کے سامنے شیطان مرنے کے وقت ظاہر ہوا اور اس سے کہا کہ بچ گئے اسنے جواب دیا کہ مین ابھی تک تجھ سے امون نہین۔ اور بعض اکابر موت کے وقت روئے لوگون نے موجب پوچھا فرمایا کہ ایک آیت کلام مجید کی رُلاتی ہے انما یتقبل اللہ من المتقین اور حضرت حسن رح ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے کہ نزع کے حال مین تھا فرمایا کہ جس کام کی ابتدا یہ ہو اسکی انتہا سے ڈرنا چاہیے اور جسکی انتہا یہ ہو اسکی ابتدا کو ترک کرنا زیبا ہے۔ اور جریری کہتے ہین کہ حضرت جنید رح کی نزع کے وقت مین انکے پاس تھا وہ دن جمعہ کا اور نوروز سال تھا آپ کلام اللہ پڑھتے تھے اور اسی حالت مین ختم کر لیا مین نے عرض کیا کہ اس حالت مین آپنے ختم کیا آپنے فرمایا کہ میرے شروع کیے ہوے کو پورا کرنے کا مستحق مجھ سے زیادہ اور کون تھا کہ اسوقت میرے نامۂ اعمال تہ ہوتے ہین۔ اور رویم کہتے ہین کہ مین حضرت ابو سعید خراز کی وفات کے وقت موجود تھا وہ چند اشعار پڑھ رہے تھے جنکا ترجمہ یہ ہے ؎

ذکر کا ہے عارفون کے دل کو ہر دم اشتیاق
نشے مین ستوالے جیسے جاتے ہین سب بھول بال
تن تو ہین انکے زمین پر گشتہ اسکے عشق سے

اور رہنا جاتون مین انکو راز کی ہے قیل وقال
فکر انکی ایسے میدان مین کرے جولانیان
پردہائے غیب مین اوپر کو ہے روحون کی چال

پیتے ہی جام فنا وہ بھول دنیا کو گئے
ہے محبون کا جہان روشن ستارونکا سا حال
دم نہین لیتے مگر جس جا سے ہو نزدیک دوست

کچھ ضرر رہی کیون نہو انکو نہین ہوتا ملال

اور حضرت جنید رح سے جو کہا گیا کہ ابو سعید خراز رح پر مرنے کے وقت حال بہت تھا آپنے فرمایا کہ اگر انکی روح اشتیاق ہی کے مارے اڑجاتی تو کچھ عجیب نہ تھا۔ اور حضرت ذو النون مصری رح سے کہا گیا کہ آپ کیا چاہتے ہین فرمایا کہ یہ تمنا ہے کہ مرنے سے ایک لحظہ پہلے اسکو پہچان لون اور کسی بزرگ سے نزع کے وقت کہا گیا کہ کہو اللہ اسنے کہا کہ تم کب تک کہے جاؤگے مین تو اسی اسم ذات سے جلا جاتا ہون اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین ممشاد دینوری کی خدمت مین تھا کہ اتنے مین ایک فقیر آیا اور السلام علیکم کہکر پوچھا کہ یہان کوئی صاف وستہ جگہ ہے جسمین آدمی مر سکے لوگون نے اسکو ایک جگہ بتائی کہ پانی کے کنارے پر تھی اس فقیر نے تازہ وضو کیا اور کچھ رکعتین پڑھین بعد اسکے اس جگہ مین گیا اور پاؤن پھیلا کر مر گیا۔ اور ابو العباس دینوری اپنی مجلس مین کچھ فرما رہے تھے کہ ایک عورت کو حال آیا اور چیخ ماری آپنے اسکو فرمایا کہ مرجا وہ عورت اٹھی اور دروازے تک پہونچکر آپ کی طرف کو مڑکر دیکھا اور کہا کہ لو مین مر گئی اور مردہ ہوکر گر پڑی اور فاطمہ ہمشیرۂ ابو علی رودباری کی فرماتی ہین کہ جب میرے بھائی کی موت قریب ہوئی تو انکا سر میری گود مین تھا انھون نے آنکھین کھول کر فرمایا کہ یہ آسمان کے دروازے کھل گیے اور جنتین آراستہ ہوئین اور یہ ایک کہنے والا کہ رہا ہے کہ اے ابو علی ہمنے تجکو غایت مرتبہ پر پہونچا دیا اگرچہ تیرا ارادہ نہو پھر آپنے ایک قطعہ پڑھا جسکا مضمون یہ ہے قطعہ چشم الفت مین نہ ڈالونگا کسی پر بخدا + جب تلک مجکو نہ دکھلاویگا تو اپنا جمال + چشم بیار سے دیتا ہے تو تکلیف مجھے + رخ جو گلگون ہے حیا سے وہ مجہی پر ہے لال + اور حضرت جنید رح سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو آپنے فرمایا کہ مین اسکو بھولا تھوڑا ہی ہون جو یاد کرون اور جعفر بن نصیر نے بکران دینوری حضرت شبلی رح کے خادم سے پوچھا کہ انکے مرنے کے وقت تمنے کیا حال دیکھا بکران نے کہا کہ حضرت شبلی نے یہ فرمایا کہ میرے اوپر ایک شخص کا ایک درم ہے جو ظلماً اس سے میرے پاس آیا تھا ہر چند مین نے اس شخص کی طرف سے ہزارون صدقے دے ڈالے ہین مگر میرے دل پر اس سے بڑھکر کوئی شغل نہین پھر فرمایا کہ نماز کے لیے مجکو وضو کرا دے مین نے وضو کرایا اور داڑھی کا خلال بھول گیا آپ کی زبان بند تھی میرا ہاتھ پکڑ کر داڑھی مین دے دیا پھر وفات پائی جعفر رو دئے اور کہا کہ ایسے شخص کے باب مین تم کیا کہتے ہو کہ آخر عمر مین بھی اسنے ایک

ف اکثر قول ... ١٢

مستحب شریعت کا چھوٹنے نہ پایا۔ اور بشر بن الحارث رح سے مرنے کے وقت کہا گیا اُسوقت کہ آپ کو سختی بہت تھی کہ تمکو زندگی محبوب ہے جو موت سے ایسے چین بچین ہو اُنھون نے فرمایا کہ نہین بلکہ خداے تعالےٰ کے پاس جانا بہت مشکل کام ہے۔ اور صالح بن مسمار سے کسی نے کہا کہ تم اپنے بیٹے اور کنبے کے باب مین کچھ وصیت کرجاؤ اُنھون نے کہا کہ مجھے خداے تعالےٰ سے شرم آتی ہے کہ اُنکے باب مین اُسکے سوا کسی اور کو وصیت کرون۔ اور جب حضرت ابوسلیمان دارانی کو حالت نزع ہوئی تو اُنکے یاران طریقت اُنکے پاس آئے اور کہا کہ مژدہ ہو کہ آپ رب غفور رحیم کے پاس جاتے ہین آپ نے فرمایا کہ یون کیون نہین کہتے کہ ڈرو اسلیے کہ اب ایسے پروردگار کے سامنے جاتے ہو کہ چھوٹے گناہون کا حساب لیگا اور بڑے گناہون پر عذاب دیگا۔ اور جب ابوبکر واسطی رح کی جان نکلنے لگی لوگون نے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کرو آپ نے فرمایا کہ خداے تعالےٰ کا مقصود جو تُسے ہے اُسکا لحاظ رکھو۔ اور کسی بزرگ کو نزع شروع ہوا تو اُنکی بی بی رونے لگی پوچھا کہ کیون روتی ہے کہنے کہا کہ تمھارے اوپر روتی ہون اُنھون نے کہا کہ اگر رونا ہے تو اپنے نفس پر روئیو تو اِس دن کے لیے چالیس برس رو چکا ہون۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین سری سقطی رح کی عیادت کو اُنکے مرض موت مین گیا اور پوچھا کہ کیا حال ہے آپ نے اِس مضمون کا شعر پڑھا ؎ چگونہ شکوہ حالم کنم نبز دطبیب + کہ انچہ برسن مسکین رسیدہ است از وست + مین نے پنکھا لیکر چاہا کہ آپ پر ہوا کرون آپ نے فرمایا کہ پنکھے کی ہوا اُس شخص کو کیسے معلوم ہوگی جسکا دل جل رہا ہے پھر کچھ شعر پڑھے جنکا مطلب یہ تھا اشعار

آنکھ سے آنسو چلے آتے ہین دل مین آگ ہے
شوق سے ہوناک مین ہم اور قلق ہووے مزید

گر رب تو ہے پاس میرے صبر ہے مجھسے بعید
یا الٰہی گر گنجایش ہے کسی شے مین مری

کیسے راحت ہو اُسے جسکو کہ ہووے اضطراب
جب تلک مجھ مین رمق ہے کر اُسے مجھپر پدید

اور روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت شبلی رح کے یارون مین سے موت کے وقت اُنکے پاس گئے اور کہا کہ کہو لا الہ الا اللہ اُنھون نے یہ قطعہ پڑھا ؎ جس گھر مین کہ تو مقیم ہووے + وان شمع کی کچھ نہین ہے حاجت + بس ہے مین تیری ذات ماٰمول + جس دن کرین پیش لوگ حجت + اِس حال سے چاہون گر کشایش + وہ دن نہ کرے خدا عنایت + اور روایت ہے کہ ابوالعباس بن عطا حضرت جنید رض کے پاس اُنکی نزع کے وقت گئے اور سلام کیا اُنھون نے اُسوقت جواب نہ دیا پھر تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا اور فرمایا کہ مجکو معذور رکھو کہ مین اپنے وظیفے مین مشغول تھا پھر قبلہ کی طرف مُنھ پھیر کر اللہ اکبر کہا اور رخصت ہوے۔ اور کتانی رح سے کسی نے مرتے وقت کہا کہ آپ کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر میری موت نزدیک نہوتی تو مین ہرگز نہ بتلاتا مین اپنے دل کے دروازے پر چالیس برس کھڑا رہا جب کبھی غیر اللہ آتا تو مین اُسکو اُسکے پاس سے ہٹا دیتا۔ اور معمر کہتے ہین کہ جب حکم بن عبد الملک کو موت آئی تو مین بھی وہان موجود تھا مین نے کہا کہ الٰہی تو اِس شخص پر موت کی سختیون کو آسان فرما کہ یہ شخص چنین اور چنان تھا اُسکی بہت سی خوبیان بیان کین اُنکو جو ہوش آیا تو پوچھا کہ کون بولتا تھا مین نے کہا کہ مین فرمایا کہ ملک الموت مجھسے کہتے ہین کہ مین ہر سخی پر نرمی کرتا ہون یہ کہکر چل بسے اور جب یوسف بن اسباط کی وفات قریب ہوئی تو حضرت حذیفہ اُنکے پاس گئے دیکھا تو قلق اور اضطراب بہت ہے پوچھا کہ اے ابو محمد یہ وقت گھبرانے کا ہے اُنھون نے فرمایا کہ مین کیسے نہ گھبراؤن کہ مین یقیناً جانتا ہون کہ اپنے کسی عمل مین مین نے خداے تعالےٰ کی تصدیق نہین کی حذیفہ نے فرمایا کہ اِس نیک مرد سے بڑا تعجب ہے کہ مرنے کے وقت حلف کرتا ہے کہ اپنے کسی عمل مین خداے تعالےٰ کی تصدیق نہین کی اور مغازلی رح کہتے ہین کہ مین اِس جماعت والون مین سے ایک بوڑھے کے پاس گیا جو مرض موت مین تھا اُسکو سُنا کہ کہتا تھا کہ الٰہی تجھ سے سب کچھ کرنا ممکن ہے تو میرے حال پر رحم فرما۔ اور بعض اکابر ممشاد دینوری کے پاس نزع کی حالت مین گئے اور اُنکے واسطے دعا کی کہ خداے تعالےٰ آپ کے ساتھ ایسا ویسا سلوک فرماوے وہ ہنس پڑے پھر فرمایا کہ تیس برس سے جنت مع اُسکے اندر کی چیزون کے میرے سامنے کی جاتی ہے مین نے نظر بھر کے بھی اُسکو نہین دیکھا اور روئیم

سے مرتے دم کہا گیا کہ کہو لا الہ الا اللہ انھون نے کہا کہ مین اس سے بہتر اور کوئی چیز نہین کہ سکتا اور جب سفیان ثوری رح کی وفات آئی تو انسے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو انھون نے فرمایا کہ کیا وہان اور کوئی بات نہین اور مزنی رح حضرت امام شافعی رح کی مرض موت مین اُنکے پاس گئے اور پوچھا کہ کیسے صبح کی فرمایا کہ اسطرح صبح کی کہ دنیا سے رحلت کرتا ہون اور بھائیون سے مفارقت اور اپنے اعمال بد سے ملاقات کرتا ہون اور جام موت کو پیتا ہون اور خداے تعالے کے پاس جاتا ہون یہ معلوم نہین کہ میری روح جنت مین جاویگی کہ اسکی تہنیت اسکو دون یا دوزخ مین جاویگی کہ ماتم پرسی کرون پھر یہ اشعار پڑھے ؎

سخت جب میرا ہوا دل اور ہوئین سب راہین تنگ
کر دیا اپنی رجا کو زینہ تیرے عفو کا
اپنے جرمون کو بڑا سمجھا تھا مین رجب کیا
عفو کے تیرے مقابل عفو ہی اعظم رہا
تو ہمیشہ مغفرت کرتا ہی بندون کے گناہ
اپنے جود و عفو احسان و کرم سے اے خدا

گر نہ ہوتا تو تو عابد تھا نڈر ابلیس سے
اب تو تیرے ہی صفی آدم کو اسنے چھل دیا

اور جب احمد بن خضرویہ پر نزع کا عالم ہوا تو کسی نے ایک مسئلہ پوچھا آنکی آنکھون مین آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ بیٹا ایک دروازے کو مین پچانوے برس سے کھٹکھٹاتا تھا وہ اب کھلیگا مجھے معلوم نہین کہ سعادت پر کھلیگا یا میری بدبختی پر تو مجھے جواب کی مہلت کہان ہی یہ مین صلحا کے اقوال اور جیسے اُن لوگون کے حال مختلف تھے ویسے ہی اقوال بھی مختلف ہین بعضون پر خوف غالب تھا اور بعضون پر رجا اور بعضون پر شوق اور محبت پس ہر ایک نے اپنے مقتضاے حال کے موافق گفتگو کی ہی اور سب کے اقوال اُنکے حالات کی نسبت کر درست و بجا ہین۔

چھٹی فصل اُن اقوال کے بیان مین جو عارفون نے جنازون اور قبرستان پر کہے ہین اور زیارت قبرون کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر

بیان اول جنازے سے عبرت پکڑنے مین۔ واضح ہو کہ عاقل کے لیے جنازہ بھی عبرت اور تنبیہ کی چیز ہی اور غفلت والون کو اُسکے دیکھنے سے بجز دل کی سختی کے اور کچھ نہین بڑھتا اسلیے کہ اُنکو گمان ہی کہ ہم ہمیشہ اورون ہی کے جنازے دیکھینگے یہ نہین جانتے کہ ہم بھی بیشک چار پائی پر اُٹھائے جاوینگے یہ اُنکا صرف وہم ہی ہی چند روز بعد کچھ نہ بن پڑیگا اور یہ نہین سوچتے کہ جتنے چار پائی پر اُٹھائے جاتے ہین سب یہی جانا کرتے تھے مگر اُنکا خیال باطل نکلا اور جلدی ہی اُنکی مدت پوری ہو گئی پس ہر ایک شخص کو چاہیے کہ جب جنازہ دیکھے تو اپنے آپ کو فرض کرے کہ اُسمین مین ہون اسلیے کہ آخر عنقریب یون ہی ہوتا ہی شاید دوسرے یا تیسرے دن ہو۔ اور روایت ہی کہ حضرت ابوہریرہ رض جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے کہ چلو ہم بھی تمھارے پیچھے ہین۔ اور مکحول دمشقی رح جب جنازہ دیکھتے تو کہتے کہ تم صبح کو جاتے ہو تو ہم شام کو جاوینگے نصیحت کامل ہی اور غفلت جلد آتی ہی پہلا جاتا ہی اور پچھلے کو عقل نہین اور اسید بن حضیر کہتے ہین کہ مین کسی جنازے پر ایسی طرح نہین گیا کہ میرے جی مین اسکے سوا کچھ اور گذرا ہو کہ اس مردے کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اور اُسکا انجام کیا ہوتا ہی اور جب کہ مالک بن دینار رح کے بھائی کا انتقال ہوا تو وہ اُسکے جنازے کے ساتھ نکلے اور رو کر کہتے تھے کہ بخدا میری آنکھ ٹھنڈی نہو گی جب تک یہ نہ جانونگا کہ تیرا آل کہان ہوا اور یہ بات زندگی بھر نہ جانونگا اور اعمش رح کہتے ہین کہ ہم جنازون پر حاضر ہوتے تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ تعزیت کس شخص سے کرین اسلیے کہ سب کو غم یکسان ہوتا تھا اور ثابت بنانی کہتے ہین کہ ہم جنازون مین شریک ہوتے تھے تو بجز منہ ڈھانپ ڈھانپ رونے والون کے اور کسی کو نہین دیکھتے تھے غرضکہ اکابر کا دستور موت سے ڈرنے کا اسطرح تھا اب معاملہ برعکس ہی جو لوگ جنازے کے ساتھ ہوتے ہین وہ اکثر ہنستے ہین اور کھیلتے ہین اور گفتگو کرتے ہین تو اسکی میراث ہی کی کرتے ہین کہ وارثون کے لیے یہ چھوڑا اور جو مردے کے

ہمسر اور قریب ہوتے ہین وہ بھی یہی سوچتے ہین کہ کسی طرح سے کچھ ترکہ ہمکو بھی پہونچے کسی کو یہ فکر نہین ہوتی کہ جب ہمارا جنازہ اُٹھیگا تو
خدا ے تعالےٰ کو کیا منظور ہوگا ہماری نوبت کیسے کریگا اور اس غفلت کا سبب بجز دل کی سختی کے اور کچھ معلوم نہین ہوتا گناہ کثرت سے
کرتے کرتے دل ہمارے کڑے ہوگئے یہانتک کہ خدا ے تعالےٰ کو اور قیامت کے دن کو اور آخرت کے خوفون کو جو ہمارے سامنے ہین بھول
گئے بس کھیل اور غفلت مین پڑگئے اور ایسی چیزون مین لگے جو ہمارے کام نہ آوین خدا ے تعالےٰ سے التجا ہے کہ وہ ہمکو اس خواب
غفلت سے جگا دے سب سے بہتر جنازے کے شریکون کا یہ حال ہوتا ہے کہ میت پر روین لیکن اگر عاقل ہون تو میت کی جگہ اپنے
حال پر رونا چاہیے کہ میت پر رونے کی نسبت کر اپنے حال پر رونا مناسب تر ہے ابراہیم زیتون فروش رح نے کچھ لوگون کو دیکھا
کہ میت کا مرثیہ کہ رہے ہین فرمایا کہ تم اگر اپنے احوال پر رو ؤ تو تمھارے لیے بہتر ہو اسلیے کہ وہ شخص تین خوفون سے بچ چکا ہے ایک
ملک الموت کی صورت کہ اسنے دیکھ لی دوسرے موت کی تلخی اسنے چکھ لی تیسرے خاتمے کا خوف اُس سے بھی وہ بیخوف ہوچکا اور
تمکو یہ سب باقی ہین اور ابو عمرو بن العلا کہتے ہین کہ مین جریر کے پاس بیٹھا تھا اور وہ اپنے کاتب سے اپنا شعر بتا کر لکھوا رہے تھے
اتنے مین ایک جنازہ آیا فرمایا کہ مجھکو تو ان جنازون نے بوڑھا کر دیا پھر یہ قطعہ پڑھا **قطعہ** سامنے آتے جنازے ہین تو ہم ڈرتے ہین
لہو مین پڑتے ہین جہانکہ سے جب ہون اوجھل + دیکھ جون بھیڑیے کو بکریان ڈر جاتی ہین + اسکے جاتے ہی مگر کرتی ہین پھر کودا چھل
اور جنازے مین شریک ہونے کے آداب یہ ہین کہ فکر کرنا اور غفلت سے ہوشیار ہونا اور موت کی تیاری کرنی اور تواضع کی ہیئت سے
اسکے آگے چلنا چنانچہ تمام آداب اور سنن ہم فقہ کے بیان مین لکھ آئے ہین اور ایک اُسکے آداب مین سے یہ ہے کہ میت پر حسن ظن
کرنا اگرچہ فاسق ہو اور اپنے نفس سے بدگمان رہنا گو ظاہر مین نیک ہو اسلیے کہ خاتمے کا حال پرخطر ہے اُسکی حقیقت معلوم نہین
اور اسیواسطے عمر بن ذر سے منقول ہے کہ کوئی شخص اُنکے ہمسایے مین سے مرگیا تھا اور وہ گناہ بہت کرتا تھا تو بہت سے آدمیون نے
اُسکے جنازے سے پہلو تہی کی عمر بن ذر گئے اور اُسکی نماز پڑھی جب وہ قبر مین رکھا گیا تو اُسکی قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے فلان
تجھ پر خدا ے تعالےٰ رحم کرے تو اپنی عمر بھر توحید کے ساتھ رہا اور اپنے ماتھے کو سجدون سے گرد آلود کیا اور لوگ جو کہتے ہین کہ تو
گنہگار اور خطاوار ہے تو ہم مین سے کون ایسا ہے جسنے گناہ نہ کیا ہو اور خطاوار نہو اور نقل ہے کہ ایک شخص جو نہایت درجہ کا فسادی
تھا اطراف بصرہ مین مرگیا اُسکی عورت کو کوئی نہ ملا جو جنازے پر مدد کرتا اسلیے کہ کثرت فسق کے باعث کوئی گردن نہ اٹھاتا اُسنے
پلہ دارون کو اُجرت دے کر جنازہ اٹھوایا اور نماز کی جگہ لیگئی تو کسی نے اُسکی نماز نہ پڑھی وہ جنازے کو جنگل مین دفن کے لیے
لے گئی وہان سے قریب ایک پہاڑ پر ایک بڑا زاہد رہتا تھا عورت نے اُسکو دیکھا کہ گویا جنازے کا منتظر ہے جنازہ جب پہونچا
تو زاہد نے اُسکی نماز پڑھنی چاہی شہر مین شہرہ ہوا کہ فلان زاہد پہاڑ پر سے فلان شخص کی نماز کو اُترا ہے پس شہر والے نکلے اور زاہد
کے ساتھ نماز مین شریک ہوے مگر متعجب تھے کہ زاہد نے نماز کیسے پڑھی اُس سے جب پوچھا تو کہا کہ مجھکو خواب مین کسی نے کہا
کہ فلان جگہ اُتر کر جا وہان تجھکو ایک جنازہ ملیگا کہ اُسکے ساتھ بجز اُسکی بی بی کے اور کوئی نہین اُسکے اوپر نماز پڑھ کہ وہ شخص بخشا
گیا ہے اُس سے لوگون کا تعجب اور بھی زیادہ ہوا زاہد نے اُس میت کی بی بی کو بلا کر اُس شخص کا حال اور اُسکی عادت پوچھی اُسنے
کہا کہ سیرت اُسکی مشہور ہے دن بھر شراب خانے مین شراب پیا کرتا تھا زاہد نے کہا کہ تامل کرکے کہہ کہ کچھ اُسکے اعمال خیر مین سے
بھی تجھے معلوم ہے اُسنے کہا کہ ہان تین باتین تھین اول یہ کہ ہر روز صبح کے وقت نشہ سے افاقہ ہوتا تو کپڑے بدل کر وضو کرتا
اور نماز صبح جماعت مین پڑھتا پھر میخانہ مین جاکر فسق مین مشغول ہوتا دوسرے یہ کہ کبھی اُسکا گھر یتیم سے خالی نہین رہتا تھا
ایک دو ہمیشہ رہتے تھے اپنی اولاد کی نسبت کرم اُنکے ساتھ زیادہ سلوک کرتا تھا اور اُنکے حال کا نہایت جویا رہتا تھا تیسرے

یہ کہ جب رات کو اسکا نشہ ہلکا ہوتا تو اندھیری مین روتا اور کہتا کہ الٰہی تو دوزخ کا کونسا گوشہ مجھ ناپاک سے بھرنا چاہتا ہی زاہد کا شک یہ سنکر دور ہوا اور اپنے مقام کو لوٹ گیا - اور صلۃ بن اشیم سے مروی ہی کہ اسکا کوئی بھائی مدفون ہوا تو اسنے اسکی قبر پر یہ شعر پڑھا شعر گر قبر سے بچا تو بڑی

بات سے بچا + ورنہ مجھے یقین نہین تیری نجات کا +

دوسرا بیان قبر کے حال اور قبرون پر لوگون کے اقوال مین ضحاک رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون مین سے زاہد تر کون ہی آپ نے فرمایا کہ جو قبر کو اور اپنے گلنے کو نہ بھولے اور زینت دنیا کی زیادتی کو ترک کرے اور باقی چیز کو فانی پر ترجیح دے اور روز آیندہ کو اپنی زندگی مین نہ شمار کرے اور اپنے نفس کو مُردون مین گنے اور حضرت علی رض سے کسی نے پوچھا کہ آپکا کیا حال ہی کہ قبرستان مین بیٹھے رہتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین نے اُن لوگون کو عمدہ ہمسایہ پایا مین اُنکو سچے ہمسایے جانتا ہون کہ زبان کو روکتے ہین اور آخرت کو یاد دلاتے ہین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ما رایت منظرا الا والقبر افظع منہ اور حضرت عمر بن خطاب رض فرماتے ہین کہ ہم ہمراہ رکاب جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے گورستان مین گئے آپ ایک قبر پر بیٹھے اور مین اور لوگون کی نسبت کر آپ سے قریب تر تھا مین بھی آپ کو دیکھکر رویا اور لوگ بھی روئے آپ نے ہمسے پوچھا کہ تم کیون روتے ہو ہمنے عرض کیا کہ آپکے رونے کے باعث ہم روتے ہین آپنے فرمایا کہ یہ قبر میری مان آمنہ بنت وہب کی ہی مین نے خداے تعالے سے اذن مانگا تھا کہ زیارت اُنکی کرون مجھکو اجازت دے دی پھر مین نے اُنکی مغفرت کے لیے دعا کی تو خداے تعالے نے نامنظور فرمائی تو مجھکو وہی رقت ہوئی جو اولاد کو ہوا کرتی ہی - اور حضرت عثمان رض جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی بھیگ جاتی کسی نے پوچھا کہ آپ جنت اور دوزخ کے بیان کے وقت نہین روتے اور جب قبر پر کھڑے ہوتے ہین تو روتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی کہ فرماتے تھے کہ قبر آخرت کی منزلون مین سے اول منزل ہے اگر اُس سے مُردہ بچ گیا تو اور منزلین اس سے آسان ہین اور اگر اُس سے نجات نہ پائی تو بعد کی منزلین اور بھی کڑی کڑی ہین - اور روایت ہی کہ عمرو بن العاص رض نے ایک قبرستان کو دیکھا اور اُترکر دو رکعت نماز پڑھی لوگون نے پوچھا کہ آپنے یہ ایسی بات کی ہی کہ کبھی نہین کی تھی فرمایا کہ مین نے قبر والون کو اور اُس چیز کو جو اُن مین اور خداے تعالے مین حائل ہوگئی یاد کیا تو اسکو اچھا جانا کہ دو رکعتون سے خداے تعالے کی نزدیکی حاصل کرون - اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ اول جو چیز آدمی سے گفتگو کرتی ہی وہ قبر کا گڑھا ہی کہ اُس سے یون کہتا ہی مین کیڑون کا گھر ہون اور تنہائی کا مکان ہون اور غربت اور تاریکی کی جگہہ ہون یہ چیزین تو مین نے تیرے لیے تیار کی ہین تو نے میرے لیے کیا سامان کیا ہی اور حضرت ابو ذر رض فرماتے ہین کہ مین تمکو اپنی مفلسی کا دن بتائے دیتا ہون وہ وہ دن ہی کہ جسمین مین اپنی قبر مین رکھا جاؤنگا - اور حضرت ابو درداء رض قبرون پر بیٹھا کرتے لوگون نے جو سبب پوچھا تو فرمایا کہ مین ایسے لوگون مین بیٹھتا ہون کہ مجھکو میری آخرت یاد دلاتے ہین اور جب مین چلا آتا ہون تو میری غیبت نہین کرتے - اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رات کو قبرستان مین آتے اور قبر والون سے مخاطب ہوکر فرماتے کہ اے قبر والو تمکو کیا ہوا ہی کہ جب مین پکارتا ہون تو جواب نہین دیتے پھر فرماتے کہ ہان انکو میرے جواب دینے مین کوئی شے مانع ہوگئی ہی اور گویا کہ مین بھی انھین جیسا ہون پھر نماز پر متوجہ ہوتے اور صبح ہونے تک پڑھتے رہتے - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے بعض ہمنشینون کو فرمایا کہ اے فلان مین رات کو جاگا کیا اور قبر کا اور اُسکے رہنے والے کا حال سوچتا رہا اگر تو مُردے کا حال تین دن بعد قبر مین دیکھے تو اُسکے پاس ہونے سے وحشت کرے گو پہلے کتنا ہی اُنس اُسکے ساتھ رکھتا ہو اور قبر کو دیکھے کہ اُسمین کیڑے دوڑ رہے ہین پیپ بہ رہی ہی رنگ مردے کا بدل گیا ہی بو بگڑ گئی ہی کیڑے بدن کھا رہے ہین کفن پُرانا ہوگیا ہی اور پہلے صورت بھی اچھی تھی اور بو بھی عمدہ کپڑے صاف تھے یہ کہکر آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگئے - اور یزید رقاشی رح کہا کرتے کہ اے وہ شخص کہ گڑھے مین مدفون ہی اور قبر مین اکیلا پڑا ہی اور

ح ۱ پہلے گذری ۱۲ ح ۲ مین نے جس چیز پر نظر ڈالی ہو قبر کو اس سے زیادہ خوفناک پایا ہی ۱۲ جلد دوم باب آداب الصحبت مین گذری ۱۲ ح ۳ یہ بھی باب آداب الصحبت مین گذر چکی ۱۲ ح ۴ ترمذی حاکم و ابن ماجہ ۱۲

زمین کے اندر اپنے اعمال نیک سے اُنس رکھتا ہی مجھے معلوم نہین کہ تجھکو کون سے عملون سے بشارت ملی اور کون سے بھائیون پر تو نے غبطہ کی پھر روتے یہانتک کہ دو پٹہ تر ہو جاتا تو فرماتے کہ بخدا اپنے اعمال صالحہ سے خوشخبری لے اور اپنے اُن بھائیون پر غبطہ کر جو خدا تعالے کی طاعت پر مدد کیا کرتے تھے اور انکا یہ بھی دستور تھا کہ جب قبرون کو دیکھا کرتے تو بیل کی طرح ڈکرایا کرتے اور حاتم اصم کہتے ہین کہ جو شخص قبرستان مین گذرے اور اپنا حال نہ سوچے نہ مُردون کے لیے دعا کرے تو وہ اپنے اور اُنکے حق مین خیانت کرتا ہی اور بکر عابد رح اپنی ماں سے کہا کرتے کہ کیا خوب ہوتا کہ تم میرے حق مین بانجھ ہوتین کیونکہ تمھارے بیٹے کو قبر مین بہت دنون بند رہنا پڑیگا اور پھر وہان سے کوچ کرنا پڑیگا اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ اے ابن آدم تجھکو پروردگار دار السلام کی طرف بلاتا ہی تو دیکھ کہ تو اُسکو کہان سے جواب دیتا ہی اگر تو اُسکو دنیا مین سے جواب دیگا اور اُسکی طرف سفر کرنے کے لیے مستعد ہوگا تب دار السلام مین داخل ہوگا اور اگر قبر مین سے جواب دیگا تو اُس گھر مین نہ جانے پاویگا۔ اور حسن بن صالح رح جب قبرون پر گذرتے تو کہتے کہ تم ظاہر مین تو خوب ہو مگر مصیبت تو تمھارے پیٹ مین ہی۔ اور عطا رسلمی رح جب رات ہو جاتی تو قبرستان مین جا کر کہتے کہ اے قبر والو تم مرگئے ہائے رہی موت اور رتنے اپنے عمل دیکھے واے رے اعمال پھر کہتے کہ کل کو عطا بھی قبرون مین ہوگا کل کو عطا بھی قبرون مین ہوگا اور صبح تک یہی کہتے رہتے۔ اور سفیان ثوری رح کہتے ہین کہ جو شخص قبر کو بہت یاد کریگا تو جنت کے باغون مین سے اُسکو ایک باغ پاویگا اور جو اُس سے غافل رہیگا اُسکو دوزخ کے گڑھون مین سے ایک گڑھا پاویگا۔ اور ربیع بن خثیم رح نے اپنے گھر مین ایک قبر کھودی تھی جب اپنے دل مین سختی پاتے تو اُسکے اندر گھسکر لیٹ رہتے اور بڑی دیر تک پڑے رہتے پھر فرماتے رَبِّ ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت اِسکو کئی بار دوہراتے پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوتے اور کہتے کہ ربیع اب تو تو واپس بھیج دیا گیا اب عمل کر اور احمد بن حرب کہتے ہین کہ جو شخص اپنی خوابگاہ کو درست کرتا ہی اور سونے کے واسطے بچھونے کو برابر کرتا ہی اس سے زمین تعجب کرتی ہی اور کہتی ہی کہ اے ابن آدم تو اپنے بہت دنون سڑنے کو کیون نہین یاد کرتا میرے اور تیرے بیچ مین کوئی چیز حائل نہین۔ اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ مین حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے ساتھ قبرستان مین گیا جب اُنھون نے قبرون کو دیکھا تو روتے پھر میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اے میمون یہ میرے باپ دادون کی یعنی بنی اُمیہ کی قبرین ہین گویا دنیا والون سے کبھی اُنکی لذت و عیش مین شریک ہی نہوے تھے دیکھ کیسے بچھڑے پڑے ہین اُنپر مصیبتین ٹوٹ پڑین اور کہنگی پکی ہو گئی بدنون مین کیڑون نے گھر بنا لیے پھر روئے اور فرمایا کہ بخدا مین کسی کو اِن قبر والون مین سے ایسا نہین جانتا کہ اُسپر انعام ہوا ہو اور عذاب خدا سے محفوظ رہا ہو۔ اور ثابت بنانی رح کہتے ہین کہ مین قبرستان مین گیا جب وہان سے نکلنا چاہا تو سنا کہ ایک کہنے والا کہتا ہی کہ اے ثابت قبر والون کے سکوت سے دھوکا مت کھانا ان مین بہت سے نفس مغموم ہین۔ اور منقول ہی کہ فاطمہ بنت امام حسنؑ علیہ السلام نے قبرستان مین جا کر جنازہ اپنے شوہر حضرت حسنؑ بن حسینؑ علیہ السلام کا دیکھا اور اپنا مُنھ ڈھانپ کر یہ شعر پڑھا شعر تھی رجا ایک ہو گئی اندوہ + اس مصیبت کا کیا ٹھکانا ہی اور مروی ہی کہ اُنھون نے اپنے شوہر کی قبر پر خیمہ گاڑا اور برس روز اُسمین معتکف رہین جب برس روز ہو چکا تو خیمہ اُکھاڑا اور مدینہ منورہ مین آئین بقیع کے ایک جانب سے آواز آئی کہ جو جاتا رہا تھا کیا اُسکو پایا دوسری جانب سے سُنا کہ نا اُمید ہو کر پھر آئی۔ اور ابو موسیٰ تمیمی کہتے ہین کہ فرزدق کی بی بی نے وفات پائی اُسکے جنازے کے ساتھ بصرہ کے رؤسا نکلے اُنمین حضرت حسنؓ بھی تھے آپ نے فرزدق سے فرمایا کہ تو نے اس دن کے واسطے کیا سامان کر رکھا ہی اُسنے کہا کہ لا الہ الا اللہ کی گواہی ساٹھ برس کے عرصے سے اِسی دن کے لیے ہی جب وہ عورت مدفون ہوئی تو فرزدق نے اُسکی قبر پر کہا ؎ عفو تیرا جو نہو تجھ سے تو پھر قبر کے بعد + ہی یہ ڈر تنگی سوزش نہو اُس سے بڑھکر + جس گھڑی آوے قیامت مین کڑا سا پیادہ + لے چلے باندھ فرزدق کو سوے بستر +

طوق گردن مین ہو اور آنکھین ہون نیلی جسکی + جاوے دوزخ کو توکب پاوے وہ مطلب پہ ظفر + اور اہل قبور کے باب مین لوگون نے یہ بھی کہا ہے ؎

ہو کھڑا قبرون پہ مردون کو تو اس طور پکار
کسکو تم مین سے ہوا قبر مین جاکر اکرام
لیک دیتے ہین جواب ایسی زبان سے تجکو
باغ جنت مین جہان چاہے پھرے باآرام

کون تم مین ہے گرفتار عذاب و آلام
مُہر خاموشی ہے سب مُردون کے مُنھ پر یکسان
جس سے معلوم حقائق کے ہون حالات تمام
دامن آلودہ اگر جرم سے رکھتا ہے تو وہ

کون نامون ہوا قبر کے ڈر سے تم مین
کسطرح فضل کا ئم انکے کوئی جانے انجام
یعنی ہم مین سے کسی نے جو اطاعت کی ہے
لوٹے ہے قعر جہنم مین بہت ہو ناکام

سانپ بچھو جو ہے دوزخ کے وہ اسپر دوڑے
روح پر پیش کے صدمے یہ گذرتے ہین مدام

اور حضرت داؤد طائی رح ایک عورت پر گذرے کہ وہ ایک قبر پر روکر کہہ رہی تھی ؎

جان تیری گئی اور پھر نہ ملی ہاے دریغ
لوگون نے تیری جگہ لحد مین کی ہاے دریغ
جبکہ تکیہ ترا یہ مٹی بنی ہاے دریغ
میری آنکھون مین بھلا کیسے گذر خواب کا ہو

پھر اُسنے کہا کہ بیٹا معلوم نہین کہ کیڑون نے تیرے دونون رخسارون مین سے اول کونسا کھانا شروع کیا حضرت داؤد طائی پچھاڑ کھاکر بیہوش گر پڑے اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین گورستان مین گیا اور قطعہ بناکر پڑھا

مقابر مین آیا تو مین نے کہا
کہان ہین جنھین سلطنت پر تھا ناز
کہان ہین رئیس اور کدھر ہین فقیر
کدھر ہین جو تھے کبر والے امیر

مین نے اُنکے درمیان سے آواز سنی کہ کہنے والا تو نہ سو جھتا تھا اور آواز آتی تھی ؎

خبر اور مخبر نہ دونون رہے
وہ کرتے ہین ان صورتون کو حقیر
ہوے تجربہ موت مین سب اسیر
جو تو پوچھتا ہے گذشتون کا حال
ہے کیڑون کی آمد سحر اور شام
تجھے اُنسے عبرت نہین اسے خبیر

آپ سنتے ہین کہ یہ سنکر روتا ہوا چلا آیا۔

تیسرا بیان چند نوشتون کے بیان مین جو قبرون پہ لکھے ملے ہین ایک قبر پر اس مضمون کا قطعہ لکھا تھا ؎

قبرین چپکی ہین و لے تجکو سناتی ہین راز
آخرت کے لیے گو جمع نہین کرتا تو
اُنکے باشندے ہین مٹی کے تلے گو خاموش
تجکو تو مرنا ہے تو کیس کے لیے ہے یہ خروش

اور ایک اور قبر پر یہ قطعہ کندہ تھا قطعہ

خانۂ تو اگرچہ ہست فراخ
از چنین قبر گوچہ سود ترا
قبرت آباد و جابشش محکم
منہدم گرنشت بود ہر دم

اور ابن سماک رح کہتے ہین کہ مین قبرستان مین گیا تو دیکھا کہ ایک قبر پر یہ لکھا تھا ؎

بگور من گذرے سب کنند اقارب من
و لے او اسے دیونم تفصیل پسند ارند
مگر چنانکہ تعارف بمن لنیند ارند
گرفت ہر یکے سہم خود و خوش ست ولیکن
نمودہ اند بخود ہا متاع من تقسیم
سپاردند بیادم تو گوئی انبارند

اور ایک قبر پر یہ لکھا پایا ؎

دوست کو یارون کے اندر سے اُچک لیتی ہے وہ
موت کا مانع نہین دربان نہ کوئی پاسبان
کسطرح ہوتا ہے خوش دنیا کی تو لذات سے

لکھتے ہین تجھپر کرام کاتبین سب داستان
موت جاہل پر جہالت سے نہین کرتی ہو رحم
جنہین گونگے پن کا کچھ گاہے نہ تھا ہرگز نشان

دمبدم تیرے دمون مین ہوتی جاتی ہو کمی
علم پر عالم کے بھی اُسکو نہین ترس اے جوان
کنگرے تیرے مکان مین تجھے لگے آباد تھا

عمر کرتا ہو تو غافل لذتون مین رایگان
موت نے قبرون مین گونگا کر دیا کیا دین جواب
آج قبرون مین پرانی قبر ہو تیری نہان

اور ایک اور قبر پر یہ لکھا دیکھا ؎

یارون پہ گذرین سے کیا جب ہین اُنکی
آنکھون سے مرے آنسو گرے خوب سا رویا

گھوڑ دوڑ کے گھوڑون کی طرح قبرین برابر
پھر دیکھا تو اُن مین ہی لگا اپنا تھا بستر

اور ایک طبیب کی قبر پر لکھا دیکھا گیا مثنوی

جب کسی نے پاس میرے آ دیا مجھکو سنا
اُسکی نباضی وقار ورہ شناسی کیا ہوئی

قبر مین لقمان گیا تب مین نے اُس سے یہ کہا
دوسرون کو کیسے وہ امراض سے دیتا چھوڑا

وہ تو تھا مشہور طب مین اب کہان وہ طب گئی
بن نہ آیا ہو علاج اُس سے جو اپنی موت کا

اور دوسری قبر پر یہ لکھا ملا ؎

لو گو میرے دل مین تھی ایک آرزو
کر سکے دنیا مین جو کوئی عمل

جس سے مانع ہو گئی میری اجل
مین نہین آیا ہون تنہا گور مین

اب خدا کا خوف ہو اُسکو ضرور
ایسے ہی سب آوینگے یان آج کل

تو یہ بیتین قبرون پر اسلیے لکھی گئی ہین کہ اُنکے باشندے موت سے پہلے عبرت کم پکڑتے تھے اور ہوشیار وہ ہو جو دوسرون کی قبر دیکھکر اپنے آپ کو اُنھین مین تصور کرے اُنہین ملنے کی تیاری کرے اور جانے کہ یہ لوگ جب تک مین اُن مین نہ اونگا اپنی جگہ سے نہ ٹلینگے اور ٹھان لے کہ جن دنون کو مین ضائع کر رہا ہون اُن مین سے اگر ایک دن بھی ان قبر والون کو ملجاوے تو اُنکے نزدیک تمام دنیا سے محبوب تر ہو کیونکہ اُنکو اعمال کی قدر اب معلوم ہوئی اور حقیقت امور کی اب جانی اور اُنکو جو زندگی کے ایک روز پر افسوس ہو تو اسلیے ہو کہ تقصیر والا اپنی کمی کا تدارک کرلے اور عذاب سے چھٹی پاوے اور توفیق والا اپنا رتبہ پورا کرے اور ثواب زیادہ پاوے اور اُنھون نے عمر کی قدر بعد منقطع ہونے کے جانی اب ایک ساعت کے لیے بھی حسرت پر حسرت کرتے ہین اور تمکو تو وہ ساعت میسر ہو بلکہ کیا عجب ہو کہ بہت سی ساعتون پر قادر ہو مگر اُنکو ضائع کر رہے ہو تو یہ بات خوب دل مین ٹھان لو کہ جب کام ہاتھ سے نکل جائیگا تب ان ساعتون کے ضائع کرنے پر افسوس کروگے کہ ہائے ہمنے اپنی گھڑی سے جلد اپنا حصہ کیون نے لیا ایک نیک بخت کہتے ہین کہ مین نے اپنے ایک بھائی کو خواب مین دیکھا اور کہا تو جی گیا الحمد للہ رب العالمین اُسنے کہا کہ اگر مین اس کلمہ کے کہنے پر یعنے الحمد للہ رب العالمین پر قادر ہون تو دنیا و مافیہا سے مجھے اچھا معلوم ہوتا ہو پھر کہا کہ تو نے جب نہ دیکھا کہ لوگ مجھے دفن کر رہے تھے اور ایک شخص نے اُٹھکر دو رکعتین پڑھین اگر مین انکے پڑھنے پر قادر ہو جاؤن تو دنیا و مافیہا سے مجھے محبوب تر ہین ۔

چوتھا بیان اُن اقوال کا جو لوگون نے اپنے لڑکے کے مرنے پر کہے ہین جس شخص کا لڑکا یا کوئی اور قریب مرگیا ہو تو اُسکے پیشتر مرجانے کو یون سمجھے کہ مین اور وہ دونون سفر مین تھے اور قصد دونون کا وہ شہر تھا جو رہنے کی جگہ اور وطن اصلی ہو اب لڑکا اُس مکان مین پہلے چلا گیا اور مین بھی اُس سے جلد جا ملونگا تو اس سوچنے سے تاسف زیادہ نہو گا اسلیے کہ جان لیگا کہ مین بھی قریب اُس سے ملتا ہون صرف موت مین چند روز کی تقدیم و تاخیر ہو اور موت کا حال بھی یہی ہو کہ اُسکے معنے وطن مین چلے جانے کے ہین جتنک کہ پچھلا شخص آملے جب اس بات کو اعتقاد کریگا تو اُسکا اضطراب اور اندوہ کم ہوگا خصوصًا اُس صورت مین کہ لڑکے کے مرجانے پر وہ ثواب ملنے کا وعدہ ہو جسکے سامنے کسی مصیبت کی کچھ اصل نہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر مین پیٹ سے گرا ہوا بچہ

آگے بھیجون تو مجھکو اس بات سے بہتر ہو کہ اپنے پیچھے سو سوار چھوڑون اور ہر ایک اُن مین سے اللہ تعالے کے راستے مین جہاد کرے اور آپ نے کرے ہوے حمل کا اسلیے ذکر فرمایا کہ ادنی سے اعلے پر تنبیہ ہو جاوے اور نہ ثواب اُسی قدر ہوتا ہو جسقدر کہ لڑکے کی جگہ دل مین ہو اور زید بن اسلم رح فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک لڑکا مر گیا تھا آپنے اُسپر بہت رنج کیا آپ سے پوچھا گیا کہ اسکی قدر آپ کے نزدیک کتنی تھی آپنے فرمایا کہ زمین کی برابر اور سونے کے مانند تو اُسے کہا گیا کہ آپ کو آخرت مین ثواب بھی اتنا ہی ہوگا - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کسی مسلمان کے اگر تین بچے مرجاوین اور وہ اُنپر صبر کرے ثواب کا طالب ہو تو وہ اُس شخص کے لیے دوزخ سے سپر ہونگے ایک عورت نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی عرض کیا کہ خواہ دو بچے مرجاوین آپ نے فرمایا کہ خواہ دو ہون - اور والد کو چاہیے کہ اپنے لڑکے کے حق مین موت کے وقت دعا کرے اسلیے کہ اُسکی دعا زیادہ توقع والی اور قریب تر قبول کے ہوتی ہو - محمد بن سلیمان اپنے لڑکے کی قبر پر کھڑے ہوے اور فرمایا کہ الٰہی آج مین تجھ سے اُسکے لیے توقع رکھتا ہون اور اُسکے باب مین تجھ سے ڈرتا ہون تو میری امید کو ثابت کر اور میرے خوف کو دور فرما اور ابو سنان اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوے اور کہا کہ الٰہی جو میرا حق اُسکے ذمہ واجب تھا وہ مین نے اُسکو بخش دیا تو جو تیرا حق اُسکے ذمہ پر واجب ہو وہ تو بخش دے کہ تو زیادہ جواد اور زیادہ کریم ہو - اور ایک اعرابی اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑا ہوا اور کہا کہ الٰہی جو کچھ اُسنے میرے ساتھ سلوک کرنے مین قصور کیا وہ مین نے اُسکو معاف کیا پس جو کچھ تیری طاعت مین اُسنے قصور کیا ہو وہ تو معاف فرما اور جب ذر بن عمر کی وفات ہوئی تو اُسکے باپ عمر اُسکی لحد مین رکھے جانے کے بعد کھڑے ہوے اور کہا کہ اے ذر مجکو تیرے باب مین اتنا خوف ہو کہ اُس سے ہم تجھ پر غم کرنا بھول گئے ہمکو معلوم نہین کہ تجھ سے کیا سوال ہوا اور تو نے کیا جواب دیا پھر کہا کہ الٰہی یہ ذر ہو کہ جب تک تو نے چاہا اُس سے مجکو نفع دیا اور اُسکی مدت اور روزی تو نے پوری کی اور اُسپر ظلم نہین کیا الٰہی تو نے اُسپر اپنی طاعت اور میری فرمانبرداری لازم کی تھی الٰہی جو کچھ تو نے اس مصیبت پر صبر کرنے کا ثواب مجکو دینا کیا ہو وہ مین نے اُسکو بخش دیا پس تو اُسکا عذاب مجکو دے ڈال اور اُسکو عذاب مت کر اس تقریر سے سب آدمی رو پڑے پھر پھرنے کے وقت یون کہا کہ اے ذر تیرے بعد ہمکو کسی اور کی حاجت نہین نہ اللہ تعالے کے ہوتے ہوے کسی انسان کی ضرورت اُٹھ ہم جاتے ہین اور تجکو تنہا چھوڑتے ہین اور اگر ٹھہرے بھی رہین تو تجکو کچھ فائدہ نہ دینگے اور ایک شخص نے بصرہ مین ایک عورت کو دیکھکر کہا کہ اس جیسی تازگی مین نے کبھی نہین دیکھی اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہو کہ اُسکو رنج کم ہو اُس عورت نے کہا کہ اے بندۂ خدا مین تو اپنے غم مین ہون کہ اُسمین میرا شریک کوئی نہین اُسنے پوچھا کہ کسطرح عورت نے کہا کہ حال یہ ہو کہ میرے شوہر نے عید اضحیٰ کے روز ایک بکری ذبح کی تھی اور میرے دو لڑکے خوبصورت کھیل رہے تھے بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ تو دیکھا چاہتا ہو کہ ہمارے باپ نے بکری کیسے ذبح کی اُسنے کہا کہ اچھا پس اُسنے چھوٹے کو پکڑ کے ذبح کر ڈالا اور ہمکو جب خبر ہوئی کہ جب وہ پڑا خون مین لوٹ رہا تھا جب چیخ اور رونا بہت ہوا تو بڑا لڑکا بھاگ کر ایک پہاڑ کی طرف چھپنے چلا گیا وہان کہین بھیڑیا موجود تھا اُسنے اس لڑکے کو کھا لیا اُسکا باپ جو اُسکو ڈھونڈھنے نکلا تو گرمی کی شدت کے باعث پیاس کے مارے مر گیا تو اب گردش دوران نے مجکو ہی تنہا چھوڑ دیا غرض کہ اسطرح کے مصائب کو لڑکون کے مرنے کے وقت یاد کرنا چاہیے تا کہ شدت واویلا سے تسلی ہو اسلیے کہ کوئی مصیبت ایسی نہین کہ اُس سے بڑی خیال مین نہ آسکتی ہو اور خداے تعالے اُسکو ہر حال مین دور نہ فرماتا ہو تو معلوم ہوا کہ بہت سے مصائب وہی ہین جنکو اللہ تعالے دفع کرتا ہی ہو پس آدمی کو جزع کرنے کا مقام کسی صورت مین نہین -

پانچوان بیان قبرون کی زیارت اور میت کے واسطے دعا کرنے اور اُسکے متعلقات کے ذکر مین قبرون کی زیارت خواہ کسی کی

ہون موت کی یاد اور عبرت حاصل کرنے کے لیے مستحب ہے اور صلحا کی قبرون کی زیارت عبرت کے علاوہ تبرک کے لیے بھی مستحب ہے اور آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے اول زیارت قبور سے منع فرمایا تھا پھر اُسکی اجازت دی حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مین نے تمکو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا مگر آگاہ ہو کہ قبرون کی زیارت کیا کرو کہ وہ تمکو آخرت یاد
دلاوینگی لیکن کوئی کلمہ بیجا مت کہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مان کی قبر کی زیارت ہزار سلح آدمیون کے ساتھ کی اور جتنے آدمی
کہ اُس روز روتے معلوم ہوے اُس سے زیادہ کبھی نہین معلوم ہوے اور اُسی روز مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجکو اجازت زیارت کی ملی
نہ بخشش کی درخواست کرنے کی جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہین اور ابن ابی ملیکہ رضہ فرماتے ہین کہ ایک روز حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ
قبرستان سے تشریف لائین مین نے عرض کیا کہ آپ کہان سے تشریف لائین اُنھون نے فرمایا کہ اپنے بھائی عبد الرحمن کی قبر سے مین نے
عرض کیا کہ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع نہین فرمایا تھا اُنھون نے فرمایا کہ ہان اول منع فرمایا تھا پھر اجازت
دے دی تھی۔ اور اس سے تمسک کر کے عورتون کو قبرستان مین جانے کی اجازت نہ دینی چاہیے اسلیے کہ وہ قبرون پر جا کر کلمات ناشائستہ
بہت کہتی ہین تو زیارت قبر سے جو اُنکو بہتری ہوتی وہ بدی سے کمتر ہے علاوہ ازین اثناے راہ مین پردے کا کھولنا اور زینت کا غیرون پر
ظاہر ہونا بھی اُنسے سرزد ہوتا ہے اور یہ دونون بڑے گناہ ہین اور زیارت صرف مسنون ہے تو اُسے سنت کے پیے ایسے بڑے گناہ کا
مرتکب ہونا کیسے جائز ہوگا ہان اگر عورت پھٹے پُرانے کپڑے پہن کر نکلے کہ کوئی مرد اُسکی طرف توجہ نکرے اور قبر پر جا کر صرف دعا کرے
اور کوئی بات نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین۔ اور حضرت ابو ذر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھین کہ قبرون کی زیارت
کرا اور اُنسے آخرت کو یاد کر اور مردون کو نہلا اسواسطے کہ بدن خالی از روح کی تدبیر کرنی ایک بڑی پکی نصیحت ہے اور جنازون کی نماز
پڑھ شاید اس سے تجکو غم ہو اسلیے کہ غمگین خداے تعالے کے سایہ مین ہوگا اور ابن ابی ملیکہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ زیارت کرو اپنے مُردون کی اور اُنپر سلام کرو اور اُنکے لیے دعا کرو اسلیے کہ تمکو اُنسے عبرت ہوگی اور حضرت نافع رضہ سے
مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضہ جس قبر پر گذرتے اُسپر کھڑے ہو کر سلام کرتے۔ اور حضرت امام جعفر علیہ السلام اپنے باپ امام محمد باقر علیہ السلام سے
راوی ہین کہ حضرت فاطمہ زہرا رضہ اپنے دادا حضرت حمزہ رضہ کی قبر کی زیارت کو چند روز بعد جایا کرتین اور اُسکے پاس نماز پڑھتین اور رویا
کرتین۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ خواہ ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اُسکے گناہ
بخش دیے جاتے ہین اور نیک لکھا جاتا ہے۔ اور حضرت ابن سیرین رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص
کے ماں باپ مر جاتے ہین اور وہ اُنکا نافرمان ہوتا ہے اور اُنکے بعد اُنکے حق مین دعا کرتا ہے تو اللہ تعالے اُسکو فرمانبردارون مین لکھ
دیتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ من زار قبری فقد وجبت لہ شفاعتی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا من زارنی
بالمدینۃ محتسبا کنت لہ شفیعا وشہیدا یوم القیامۃ اور حضرت کعب احبار رضہ فرماتے ہین کہ جو فجر طلوع ہوتی ہے اُسمین ستر ہزار فرشتے
آسمان سے اُتر کر قبر شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیتے ہین اور اپنے بازو پھڑپھڑا کر آپ پر درود شریف
بھیجتے ہین یہانتک کہ جب شام ہو جاتی ہے تو وہ فرشتے آسمان کو چڑھ جاتے ہین اور اتنے ہی اُور اُترتے ہین اور جیسا پہلون نے کیا
تھا ویسا ہی یہ بھی کرتے ہین یہانتک کہ جب زمین پھٹیگی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھینگے اور آپ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے آپ کی
تعظیم کرتے ہونگے۔ اور قبرون کی زیارت مین مستحب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف پشت دے کر میت کی طرف منھ کر کے کھڑا ہو اور مردے پر
سلام کرے اور قبر کو نہ پوچھے نہ ہاتھ لگاوے نہ بوسہ دے اسلیے کہ یہ افعال نصاریٰ کی عادت مین سے ہین حضرت نافع رحمہ کہتے ہین
کہ مین نے حضرت ابن عمر رضہ کو سو دفعہ بلکہ زیادہ دیکھا ہے کہ آپ روضہ مطہرہ کے پاس تشریف لاتے اور فرماتے کہ سلام نبی صلی اللہ علیہ

وسلم پر سلام ابی بکر رضہ پر سلام میرے باپ پر اور لوٹ آتے تھے - اور ابو امامہ رح کہتے ہین کہ مین نے حضرت انس بن مالک رح کو دیکھا کہ قبر شریف
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کھڑے ہو کر دونون ہاتھ اٹھائے یہانتک کہ مین نے گمان کیا کہ آپ نے نماز کے لیے اللہ اکبر
کہا پھر آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام کہکر واپس آئے - اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہو اور اسکے پاس بیٹھتا ہو تو وہ اُس سے اُنس حاصل کرتا ہو اور اُسکے سلام کا جواب
دیتا ہو جب تک کہ وہ وہان سے اُٹھے - اور سلیمان بن سحیم کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور
عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ لوگ جو آپ کے پاس حاضر ہوتے ہین اور آپ پر سلام کرتے ہین تو آپ اُنکے سلام کو سمجھتے ہین آپ نے
فرمایا کہ ہان سمجھتا ہون اور اُنکا جواب دیتا ہون ؎ بہر سلام مکن رنجہ در جواب آن لب + کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو
اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ جب آدمی کسی جان پہچان کی قبر پر گذرتا ہو اور سلام کرتا ہو تو مُردہ جواب دیتا ہو اور پہچان
لیتا ہو اور جب ناآشنا کی قبر پر گذر کر سلام کرتا ہو تو وہ سلام کا جواب ہی دیتا ہو اور ایک شخص عاصم جحدری کی اولاد مین سے
کہتا ہو کہ مین نے عاصم کو مرنے کے دو برس بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم مر گئے تھے اُنھون نے کہا کہ ہان مین نے پوچھا کہ تم کہان رہتے
ہو اُنھون نے فرمایا کہ ہم جنت کے باغون مین سے ایک باغ مین رہتے ہین ہم اور چند ہمارے یار ہر جمعہ کی رات اور اُسکی صبح کو ابو بکر بن
عبد اللہ مزنی رح کے پاس اکٹھے ہوتے ہین اور تم لوگون کی خبرین سُنتے ہین مین نے پوچھا کہ تمھارے جسم ملتے ہین یا روحین اُنھون نے
فرمایا کہ جسم تو پڑے سوتے ہین اُنکا ملنا کہان مگر روحون مین ملاقات ہوتی ہو مین نے پوچھا کہ تم ہماری زیارت سے بھی مطلع ہوتے ہو اُنھون نے
فرمایا کہ ہان جمعہ کی رات کو اور تمام روز جمعہ کو اور ہفتے کے دن آفتاب نکلنے تک تمھاری زیارت کی خبر ہوتی ہو مین نے کہا کہ اور دنون مین
کیون نہین خبر ہوتی اُنھون نے فرمایا کہ جمعہ کی بزرگی اور فضل کے باعث اسمین اطلاع ہوتی ہو - اور محمد بن واسع رح جمعہ کے روز قبرون
کی زیارت کیا کرتے اُنسے کہا گیا کہ آپ دوشنبہ کے روز تک کی تاخیر فرمایا کیجیے آپ نے فرمایا کہ مین نے سُنا ہو کہ مردے اپنی زیارت کرنے والون
کو جمعہ کے روز اور ایک دن اُس سے پیشتر اور ایک دن اُسکے بعد پہچانا کرتے ہین - اور ضحاک رح کہتے ہین کہ جو شخص ہفتے کے روز آفتاب
نکلنے سے پیشتر کسی قبر کی زیارت کرتا ہو تو میت کو اُسکی زیارت کا حال معلوم ہو جاتا ہو لوگون نے کہا کہ اسکی کیا وجہ ہو اُنھون نے
فرمایا کہ جمعہ کی عظمت کے باعث اُسوقت تک یہ اثر رہتا ہو - اور بشر بن منصور رح کہتے ہین کہ طاعون یعنے وبا کے دنون مین ایک شخص
قبرستان مین آمد و رفت کیا کرتا اور جنازون کی نماز پڑھا کرتا جب شام ہوتی تو قبرستان کے دروازے پر کھڑا ہو کر یون کہا کرتا کہ خدا
تعالے تمھاری وحشت کو اُنس سے بدلے اور تمھاری غریبی پر رحم فرماوے اور خطاؤن سے درگذر رے اور حسنات تمھارے قبول کرے -
ان کلمات سے زائد کچھ نہین کہتا تھا وہ شخص کہتا ہو کہ ایک شام کو اتفاقاً مین قبرستان کی طرف نہ گیا اور حسب دستور دعا نہ کی اپنے
گھر چلا آیا جب مین سو رہا تو خواب مین دیکھا کہ بہت سے لوگ میرے پاس آئے مین نے اُنسے پوچھا کہ تم کون ہو اور میرے پاس کیون
آئے ہو اُنھون نے کہا کہ ہم قبرستان کے لوگ ہین مین نے پوچھا کہ پھر کیا مطلب ہو اُنھون نے کہا کہ جب تم گھر کو پھرا کرتے تھے تو تمنے عادت
کر لی تھی کہ کچھ تحفہ ہمکو دیا کرتے تھے مین نے پوچھا کہ کیا تحفہ تھا اُنھون نے کہا کہ کچھ دعا مانگا کرتے تھے آج تمنے اُس سے ہمکو محروم رکھا
اسلیے یہان مراد ہم آئے ہین ؎ شعر بروے خود در طمع باز نتوان کرد + چو باز شد بدرشتی فراز نتوان کرد + مین نے کہا کہ اچھا اب
مین پھر دعا یہ تمھارا پہونچاتا رہونگا چنانچہ پھر مین نے کبھی ناغہ نہ کیا اور بشار بن غالب نجرانی کہتے ہین کہ مین رابعہ عدویہ رح کے حق مین
بہت دعا کیا کرتا تھا ایک رات مین نے اُنکو خواب مین دیکھا کہ فرماتی ہین کہ اے بشار تیرے تحفے ہمارے پاس نور کے طباقون
مین حریر کے رومالون مین لپٹے ہوے آتے ہین مین نے کہا کہ اُنکی یہ کیفیت کیون ہوتی ہو اُنھون نے فرمایا کہ جو مسلمان زندہ اپنے

ع ابن ابی الدنیا اور [illegible]

مُردہ دوستون کے حق مین دعا کیا کرتا ہی اور وہ قبول ہوجاتی ہی تو وہ دعا اسی طرح نور کے طباقون مین رکھکر حریر کے رومالون مین لپیٹی جاتی ہی پھر مُردے کو دیجاتی ہی اور اُس سے کہدیا جاتا ہی کہ یہ فلان شخص کا ہدیہ تیرے لیے ہی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ مُردہ مثل ڈوبنے ہوے فریادخواہ کے ہی دعا کا منتظر رہتا ہی کہ باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہونچے اور جب دعا اُسکو کسی کی جانب سے پہونچتی ہی تو اُسکے نزدیک دنیا و ما فیہا سے محبوب تر ہوتی ہی اور زندون کے تحفے مردون کے لیے دعا اور مغفرت کی درخواست ہین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ میرا ایک بھائی مرگیا تھا مین نے اُسکو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ جب تجھے قبر مین رکھا تیرا کیا حال ہوا اُسنے کہا کہ ایک شخص میرے پاس آگ کی شہاب لایا اگر ایک دعا کرنے والا میرے حق مین دعا نہ کرتا تو مجھے یقین تھا کہ وہ آگ کی شہاب سے مجھے مارتا۔ اور یہان سے مستحب ہی دفن کے بعد مُردے کو تلقین کرنا اور اُسکے لیے دعا مانگنی سعید بن عبداللہ ازدی کہتے ہین کہ مین ابوامامہ باہلی رح کی نزع کے وقت اُنکی خدمت مین گیا اُنھون نے فرمایا کہ اے ابوسعید جب مین مرجاؤن تو میرے ساتھ وہ معاملہ کیجیو جسکا امر ہمکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی یعنی آپ نے یون ارشاد فرمایا ہی کہ جب تم مین سے کوئی مرجاوے اور اُسکو تم مٹی دے چکو تو چاہیے کہ ایک شخص تم مین سے اُسکی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے کہ اے فلان شخص فلانی عورت کے بیٹے وہ سنیگا تو مگر جواب نہین دیگا پھر سے دوبارہ اسیطرح پکارے وہ سیدھا بیٹھ جاویگا پھر تیسری دفعہ اسیطرح کہے وہ کہیگا کہ ارشاد کر خداے تعالے اُنپر رحم کرے مگر تم اُسکے اِس جواب کو نہ سنوگے پھر اُس سے کہے کہ یاد کر اُس چیز کو جسپر تو دنیا سے اُٹھا ہی یعنے گواہی لا الٰہ اِلّا اللہ اور محمد رسول اللہ کی اور یہ کہ تو اِس بات پر راضی ہوا کہ تیرا پروردگار اللہ ہی اور دین اسلام ہی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہین اور قرآن امام ہی اسلیے کہ اگر یہ اُسکو سنادوگے تو منکر اور نکیر اُسکے پاس سے ہٹ جاوینگے اور یون کہینگے کہ یہان سے چلدو اِس شخص کے پاس ہم کیون بیٹھین اسکو تو حجت سکھلادی گئی ہی اور اللہ تعالے اُس شخص کی طرف سے منکر نکیر کو جواب دیگا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر اُسکی مان کا نام معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ اُسکو حوا کا لڑکا کہکر پکارے انتہی۔ اور قبرون پر کلام مجید کے پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہین علی بن موسی آہنگر کہتے ہین کہ مین امام احمد بن حنبل رح کے ساتھ ایک جنازے مین شریک تھا اور محمد بن قدامہ بھی ہمارے ساتھ تھے جب جنازہ دفن ہوچکا تو ایک اندھا آدمی قبر کے پاس قرآن پڑھنے لگا امام احمد رح نے فرمایا کہ قبر کے پاس قرآن پڑھنا بدعت ہی جب ہم قبرستان سے نکلے تو محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک مبشر بن اسمعیل حلبی کیسا شخص ہی آپ نے فرمایا کہ معتبر ہی اور اُنسے پوچھا کہ تمنے اُنسے کچھ یاد کیا ہی اُنھون نے کہا کہ ہان مجھکو خبر دی مبشر بن اسمعیل نے عبدالرحمن بن علاء بن لجلاج سے کہ عبدالرحمن کے باپ علاء بن لجلاج نے وصیت کی کہ جب مین دفن ہوچکون تو میری قبر پر سر کی طرف شروع سورۂ بقر کا اور اُسکا آخر پڑھا جاوے اور علاء رح نے فرمایا کہ مین نے سنا ہی حضرت ابن عمر رض سے کہ اُنھون نے بھی اِسکی وصیت کی تھی تب امام احمد رح نے محمد بن قدامہ سے کہا کہ تو جاؤ اور اُس شخص سے کہدو کہ قرآن پڑھے اور محمد بن احمد مروزی کہتے ہین کہ مین نے امام احمد بن حنبل رح سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ جب تم قبرستان مین جاؤ تو سورۂ الحمد اور قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق اور قل ہو اللہ پڑھکر اسکا ثواب قبرستان والون کو بخش دیا کرو کہ اُنکو پہونچیگا اور ابوقلابہ کہتے ہین کہ مین شام سے بصرہ مین آیا اور خندق پر اُترکر وضو کرکے رات کو دو رکعتین پڑھین اور ایک قبر پر سر رکھکر سوگیا خواب مین دیکھا کہ قبر والا مجھ سے شکایت کرتا ہی کہ تمنے رات بھر مجھکو ایذا دی پھر کہا کہ تم نہین جانتے مگر ہم جانتے ہین اور ہم عمل پر قادر نہین یہ دو رکعتین جو تمنے پڑھین ہمارے نزدیک دنیا و ما فیہا سے بہتر ہین پھر کہا کہ دنیا والون کو خداے تعالے ہماری طرف سے جزاے خیر دیوے اُنکو ہماری طرف سے سلام کہنا اسلیے کہ کبھی اُنکی دعا سے ہمارے پاس ایک نور پہاڑ کے برابر آجایا کرتا ہی۔ غرضکہ قبر کی زیارت سے زندہ کو تو یہ فائدہ ہی کہ عبرت ہو اور مُردے کو یہ فائدہ ہی کہ دعا پہونچے اسی لیے

زیارت کرنے والے کو اپنے حق مین اور میت کے حق مین دعا کرنے سے غافل نہونا چاہیے نہ عبرت حاصل کرنے سے غفلت کرنی چاہیے اور عبرت حاصل کرنا اس طرح ہوتا ہی کہ اپنے دل مین مُردے کی صورت جمالے کہ اُسکے اعضا کیسے علیحدہ ہوگئے اور وہ قبر سے کیسے اُٹھے گا اور یہ بھی تصور کرے کہ مین بھی عنقریب ایسا ہی ہو جاؤنگا جیسا کہ مطرف بن ابی بکر ہذلی کہتے ہین کہ عبد قیس کی اولاد مین سے ایک بڑھیا عابدہ تھی جب رات ہوتی تو وہ کمر باندھتی اور نماز پڑھنے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوتی اور جب دن ہوتا تو قبرون مین چلی جاتی مین نے سنا ہی کہ لوگون نے اُسکو کہا کہ تم کثرت سے قبرستان مین کیون جاتی ہو اُسنے جواب دیا کہ دل سخت جب جفا کرتا ہی تو اُسکو یہ پُرانے کھنڈر ملائم کرتے ہین اور مین جو قبرون مین آتی ہون تو یہ دیکھتی ہون کہ گویا لوگ قبرون کی تہون مین سے نکلے ہین مُنھ اُنکے خاک آلودہ اور رنگ متغیر اور کفن میلے ہین تو ایسی نظر کا کیا کہنا ہی اگر اسی طرح کی نظر بندون کے دلون مین جم جاوے تو نفسون پر اسکی تلخی کیا کچھ نہو اور بدن اسکے باعث کیا کچھ تلف نہون بلکہ چاہیے کہ صورت مُردے کی وہ دل مین یاد کرے جسکو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحنے بیان کیا تھا یعنے ایک فقیہ نے آکر آپ کی صورت کے بدل جانے سے نہایت تعجب کیا کہ کثرت عبادت اور مشقت سے آپ کا کچھ اور ہی طور ہوگیا تھا آپ نے فرمایا کہ میان صاحب قبر مین دفن ہونے کے بعد اگر مجھے تین دن پیچھے دیکھو گے تو اور بھی تعجب کروگے کہ آنکھین نکلکر رخسارون پر کو بہی ہونگی اور ہونٹ دانتون سے چھٹے ہونگے مُنھ کھلا ہوا ہوگا اُسمین سے پیپ نکلتی ہوگی پیٹ پھول کر سینے سے اونچا ہوگا پیٹھ پاخانے کے راستے سے نکلی ہوگی اور بخارات اور ریم نتھنون سے نکلتے ہونگے جب یہ صورت دیکھوگے تو زیادہ تر تعجب کروگے اور نیز مستحب ہی کہ میت کی تعریف کرے اور جب اُسکا ذکر آوے تو اچھا ہی کہے حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی مرجاوے تو اُسکو چھوڑ دو اُسکی بُرائی مت کرو اور ایک حدیث شریف مین فرمایا کہ مُردون کو گالی مت دو کہ وہ اپنے کیے کو پہونچ گئے ہین اور ایک حدیث شریف مین ارشاد ہی کہ اپنے مردون کا ذکر بہتر ہی سے کیا کرو اسلیے کہ اگر وہ جنتی ہین تو بُرا کہنے کا گناہ تمپر ہوگا اور اگر وہ دوزخی ہین تو اُنکو اُنھین کی مصیبت کافی ہی۔ اور حضرت انس بن مالک رضہ فرماتے ہین کہ ایک جنازہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کو گذرا تو لوگون نے اُسکی بُرائی بہت سی بیان کی آپنے فرمایا کہ واجب ہوگئی پھر اور جنازہ آیا تو اُسکی بھلائی ذکر کی آپ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی حضرت عمر رضہ نے پوچھا کہ کیا واجب ہوگئی آپ نے فرمایا کہ اس جنازے کی تمنے بھلائی بیان کی اُسکے لیے جنت واجب ہوگئی اور پہلے جنازے کی بُرائی کی تو اُسپر دوزخ واجب ہوگئی اور تم خدا تعالے کے گواہ ہو زمین مین یعنی جس چیز کی گواہی دوگے ویسا ہی حکم ہوگا اور حضرت ابوہریرہ رضہ اس حدیث کو روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ بندہ جب مرجاتا ہی اور لوگ اُسکا وہ حال بیان کرتے ہین جو علم آلہی مین ویسا نہین ہوتا تو حق تعالے فرشتون سے فرماتا ہی کہ تم گواہ رہو مینے اپنے بندون کی گواہی اس بندے کے باب مین قبول کی اور اُسکے جو گناہ جانتا ہون اُنکو معاف کیا

ساتوین فصل موت کی حقیقت مین اور جو حال کہ میت پر قبر مین صور کے پھونکنے تک گذرتا ہی اُسکے ذکر مین اس فصل مین چار بیان ہین

بیان اول موت کی حقیقت مین واضح ہو کہ لوگ موت کی حقیقت کے بیان مین جھوٹے بیان اور خیالات کرتے ہین اور غلطی پر ہین مثلاً بعض گمان کرتے ہین کہ موت نیست ہو جانا ہی نہ حشر ہوگا نہ نشر نہ خیر اور شر کا کچھ انجام ہی انسان کی موت ایسی ہی جیسے اور حیوانات کی یا سوکھی گھاس کی یہ رائے ملحدین اور اُن لوگون کی ہی جو اللہ تعالے اور روز قیامت پر ایمان نہین لاتے اور بعض یہ گمان کرتے ہین کہ موت سے آدمی نیست ہو جاتا ہی مگر قبر سے لیکر حشر تک نہ کسی عذاب سے درد پاتا ہی نہ ثواب سے راحت اور بعض یہ کہتے ہین کہ روح باقی رہتی ہی موت سے نیست نہین ہوتی اور ثواب اور عذاب روحون ہی کو ہی جسمون کو نہین

اور جسم ہرگز نہ اُٹھائے جاوینگے نہ پھر سے زندہ ہونگے اور یہ سب اقوال گمانِ خراب اور حق سے پھرے ہوے ہین اور جو بات کہ اعتبار کے لائق
اور آیات اور حدیث سے ثابت ہو وہ یہ ہو کہ موت صرف حال کے بدلنے کا نام ہو اور روح جسم سے جُدا ہونے کے بعد یا عذاب مین مبتلا یا
آسائش مین چین کرتی باقی رہتی ہو اور روح کے جسم سے جُدا ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُسکا تصرف جسم پر سے جاتا رہتا ہو جسم اُسکی اطاعت
سے باہر ہو جاتا ہو یعنے اعضا سب کے سب روح کے آلات ہین کہ اُنسے وہ کام لیا کرتی ہو مثلاً ہاتھ سے پکڑا کرتی ہو کان سے سُنا کرتی ہو
آنکھ سے دیکھا کرتی ہو اور دل سے اشیا کی حقیقت جانا کرتی ہو اور دل سے غرض یہان روح ہو تو یہ غرض ہوئی کہ روح اشیا کی حقیقت خود
معلوم کیا کرتی ہو کسی آلہ کی ضرورت نہین اسیطرح کبھی اپنے آپ اقسام غم سے دُکھ پایا کرتی ہو اور انواع خوشی سے سُکھ اور یہ امور متعلق اعضائے
جسمی سے نہین تو جتنی باتین ایسی ہین کہ اُنسے خود روح موصوف ہوتی ہو وہ تو بعد جسم کے جُدا ہونے کے بھی روح کے ساتھ رہتی ہین اور جو
باتین روح کو بواسطہ اعضا کے ہوا کرتی ہین وہ جسم کے مرنے سے جاتی رہتی ہین یہانتک کہ دوبارہ پھر جسم مین روح آوے اور روح کا
جسم مین دوبارہ آنا نہ قبر مین کچھ دشوار ہو نہ قیامت کے روز تک کی دیر ہوتی کچھ بعید ہو اللہ تعالے نے جیسا جس بندے کے واسطے
حکم کر دیا ہو وہی اُسکو خوب جانتا ہو اور موت کے باعث جسم کا بیکار ہونا ایسا ہو جیسے اپاہج آدمی کے اعضا مزاج کے بگڑنے یا پٹھون
مین سُدہ واقع ہونے کے باعث نکمے ہو جاتے ہین اور اُن مین روح نہین اثر کر سکتی تو اس صورت مین روح کا عالم ہونا اور عاقل
اور مدرک ہونا باقی رہتا ہو اور بعض اعضا سے کام لیتی ہو اور بعض اُس سے نافرمان ہو جاتے ہین اور موت کے معنے سب اعضا کے
روح سے نافرمان ہونے کے ہین اور اعضا تو روح کے آلات تھے جنسے وہ کام لیتی تھی اور روح سے غرض وہ چیز ہو جو انسان کے
اندر علوم اور غمون کی تکلیف اور خوشیون کی لذت معلوم کرتی ہو تو جب روح کا تصرف اعضا مین باطل ہو گیا تو اُسکے علوم اور
ادراکات اور خوشیون اور غم اور لذت اور درد کا قبول کرنا تو نہین جاتا رہا اور انسان واقع مین وہی چیز ہو جو علوم کو ادراک کرتی ہو
اور رنج و راحت کو پاتی ہو اور یہ صفت نہین مرتی بلکہ موت کے باعث سے بدن پر سے اُسکا تصرف اُٹھ جاتا ہو اور بدن اُسکا آلہ نہین رہتا
جیسے لنجے پن کے یہ معنی ہین کہ روح کے آلہ ہونے سے ہاتھ نکلگیا اور اُسکے کام کا نہ رہا اسی طرح موت گویا سارے اعضا کا اپاہج ہو جانا
ہو کہ کوئی اُسکا آلہ نہ رہا اور انسان کی حقیقت جو اُسکا نفس اور روح ہو وہ بدستور موجود رہی ہان اُسکے حال کا بدلنا دو طرح سے ہو اول
تو یہ کہ اُس سے اُسکی آنکھ اور کان اور زبان اور ہاتھ اور پاؤن اور جملہ اعضا چھن گئے اور اہل و اقارب اور زن و فرزند اور تمام اشیاء
اور گھوڑے اور سواریان اور غلام اور گھر اور تمام جایداد چھن گئی اور اسمین کچھ فرق نہین کہ آدمی سے یہ چیزین چھن جاوین یا خود اُسکو
ان چیزون سے چھین لیا جاوے اسواسطے کہ ایذا دینے والی چیز تو جُدائی ہو اور جُدائی دونون صورتون مین حاصل ہو ایسا ہوتا ہو
کہ کبھی تو آدمی کا مال لوٹ لیا جاتا ہو اور کبھی مال وغیرہ بدستور رہتا ہو اُس مالک ہی کو قید کر لیا جاتا ہو دونون صورتون مین درد یکسان
ہوتا ہو اور موت بھی یہی ہو کہ انسان کو اُسکے جمیع اموال اور لواحق سے لیکر ایک اور عالم مین بھیج دیا جاوے جو اس عالم کے مشابہ نہو
پس اگر دنیا مین اُسکی کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے اُسکو اُنس و راحت تھی تو بعد موت کے اُس چیز کی حسرت اُسپر بڑی ہوگی اور اُسکی
جدائی مین اُس شخص کو نہایت تکلیف ہوگی بلکہ اُسکا دل ہر ایک چیز کی طرف التفات کریگا مال کی طرف جُدا اور جاہ کی طرف جدا اور جائداد غیر منقول
کی طرف جدا یہانتک کہ اگر کوئی کرتا پہنکر خوش ہوا کرتا ہوگا تو اُسکے چھوٹنے کا بھی رنج ہوگا اور اگر بجز خدائے تعالے کے ذکر کے اور چیز
سے خوش نہ تھا اور نہ اُسکے سوا دوسرے سے اُلفت رکھتا تھا تو مرنے سے بڑی آسائش ملیگی اسلیے کہ موانع برطرف ہونگے اور محبوب مین
اور اپنے آپ مین تخلیہ ہو جائیگا تمام اسباب دنیاوی خدائے تعالے کے ذکر سے شاغل ہی ہین وہ سب برطرف ہونگے پس ایک وجہ
زندگی اور موت کے حال مین اختلاف کی تو یہ تھی جو بیان ہوئی دوسری وجہ حال کے بدلنے کی یہ ہو کہ موت کے باعث انسان کو

وہ باتین کھل جاتی ہین جو زندگی مین نہین کھلتی تھین جیسے جاگتے آدمی کو ایسے حالات منکشف ہوتے ہین جو خواب مین نہین ہوتے
اور آدمی سب مُردہ ہین جب مرینگے تو جاگینگے سب سے پہلے جو آدمی پر حال کھلیگا وہ اُسکی نیکیون کا نفع یا بُرائیون کا ضرر ہوگا
حالانکہ یہ حال اُسکے دل کے اندر کی بیاض مین لکھا تھا مگر دنیا کے کامون کی جہت سے اُسکو خبر نہ تھی جب دنیا کے کام برطرف ہوگئے
تو سارے اعمال اُسپر کھل گئے اب جو بُرائی دیکھتا ہے اُسپر ایسی حسرت کرتا ہے کہ اُس حسرت سے بچنے کے لیے آگ مین گھس جانے
کو اختیار کر سکتا ہے اور ایسے حال مین اُس سے کہا جاتا ہے کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا اور یہ بات اُسوقت کھلتی ہے کہ جب سانس
ٹوٹ جاتی ہے اور دفن نہین ہوتا اور جدائی کی آگ بھڑکی ہوتی ہے یعنے اس دنیا سے ناپایدار سے جس چیز پر اطمینان تھا اور مقدار زاد
اور پہونچانے کی قدر اُس سے مراد نہ تھی اُسکے جُدا ہونے کی آگ لگی ہوتی ہے اور جو شخص کہ دنیا مین سے زاد ہی کے موافق کا طالب
ہوتا ہے تو اُسکو مرنے کے بعد کچھ رنج جُدائی کا نہین ہوتا بلکہ وہ منزل پر پہونچکر خوش ہوتا ہے کہ زاد کا تردد جاتا رہا اور وجہ اُسکی خوشی
کی یہ ہے کہ اُسکو غرض منزل مقصود تھی نہ خود زاد سے اور یہ حال ایسے شخصون کا ہوتا ہے جو دنیا مین سے بقدر ضرورت ہی لیتے ہین
اور چاہتے رہتے ہین کہ کسی طرح اتنی ضرورت بھی نہ رہے پس اُنکی آرزو مرنے سے پوری ہو جاتی ہے کہ اُسقدر سے بھی مستغنی ہو جاتے
ہین اور یہ عذاب کے اقسام اور رنج بہت بڑے ہین کہ پہلے دفن کے آدمی پر ٹوٹ پڑتے ہین پھر دفن کے وقت کبھی اور قسم کے
عذاب کے لیے اُسکی روح جسم مین دوبارہ لائی جاتی ہے اور کبھی معاف کر دیا جاتا ہے اور جو شخص دنیا سے لذت یاب اور اُسپر مطمئن
ہوتا ہے اُسکا حال ایسا سمجھو جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی غیبت مین اُسکے محل اور سلطنت اور پایہ تخت مین خوب مزے اُڑالے
اور اعتماد کرتا ہو کہ بادشاہ میرے معاملے مین کچھ سہولت برتیگا یا یہ کہ جو کچھ مین بُرے کام کر رہا ہون اُنکا علم بادشاہ کو نہوگا اور
بادشاہ اُسکو اچانک پکڑلے اور اُسپر ایک فرد پیش کرے جسمین اُسکی خطائین اور بد افعالیان ذرہ ذرہ سی لکھی ہوئی ہین اور
بادشاہ بھی بڑا زبردست اور غیرت ناک ہو اور جو لوگ اُسکے محل مین یا سلطنت مین مرتکب افعال ناشایستہ ہون اُن سے
عوض لینے والا ہو اور کسی کی سفارش نافرمانون کے باب مین نہ سُنتا ہو تو ایسی صورت مین اُس گرفتار کا حال سوچنا چاہیے کہ
پہلے سزا وغیرہ ہونے سے اُسکو کسقدر خوف اور شرم اور حسرت و ندامت ہوگی یہی حال بدکار میت کا ہے جو دنیا پر مغرور اور مطمئن
ہوتا ہے کہ پہلے قبر کے عذاب نازل ہونے سے بلکہ عین مرنے کے وقت خوف و شرم و حسرت و ندامت ٹوٹ پڑتی ہے اور جسم کے مارنے
و کاٹنے کی نسبت رسوائی اور فضیحت اور پردہ کے فاش ہونے کا عذاب اُسکو زیادہ ہوتا ہے معاذ اللہ منہا غرضکہ موت کے وقت
مُردہ کا حال ایسا ہوتا ہے اہل بصیرت نے اُسکو باطن کے مشاہدے سے دیکھا ہے جو ظاہر کے دیکھنے سے بھی قوی تر ہے اور اُسپر قرآن
و حدیث کے دلائل بھی موجود ہین ہان کنہ حقیقت موت کا حال معلوم ہونا ممکن نہین اسلیے کہ موت کی معرفت بدون زندگی کی
معرفت کے ممکن نہین اور زندگی کی معرفت روح کی حقیقت کے جاننے اور اُسکے ذات کے پہچاننے پر موقوف ہے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکے باب مین گفتگو کرنے کی اجازت نہین دی اور الروح من امر ربی کہنے کے سوا اور کچھ زیادہ کہنے سے
منع فرمایا ہے تو کسی کو علماے دین مین سے نہین پہونچ سکتا کہ روح کے راز کھولے گو اُسپر مطلع ہو صرف اس باب مین اُسقدر
اجازت ہے کہ حال روح کا بعد موت کے ذکر کرین اور اس بات پر بہت سی آیتین اور حدیثین دلالت کرتی ہین کہ موت سے روح نیست
نہین ہوتی نہ اُسکا ادراک فنا ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالے نے شہدا کے باب مین ارشاد فرماتا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ
امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین اور جبکہ جنگ بدر مین شرفاے قریش مارے گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو ایک ایک
کو پکارا اے فلان اور اے فلان مجھ سے جو میرے رب نے وعدہ کیا تھا اُسکو مین نے سچا پایا تمسے جو تمھارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا تم نے

بھی سچا پایا کہ نہین لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ اُن لوگون کو پکارتے ہین وہ تو مُردے ہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہی وہ اِس کلام کو تمسے زیادہ سنتے ہین مگر وہ جواب پر قادر نہین تو یہ حدیث نص ہی شقی کی روح کے باقی رہنے اور اُسکے ادراک و معرفت بحال رہنے کے باب مین اور آیت نص تھی شہدا کی ارواح مین اور میت کی دو ہی قسمین ہین یا سعید ہوتا ہی یا شقی - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا ایک گڑھا ہی آگ کے گڑھون مین سے یا ایک باغ ہی جنت کے باغون مین سے یہ حدیث صریح نص ہی اِس باب مین کہ موت کے معنے صرف حال کے بدلنے کے ہین اور اسمین کہ میت کے واسطے جو کچھ سعادت اور شقاوت ہونے کو ہوتی ہی وہ مرتے ہی بلا تاخیر ہوجایا کرتی ہی صرف بعض اقسام کے عذاب اور ثواب البتہ پیچھے پڑ رہتے ہین مگر اُنکی اصل اُسی وقت ہوجاتی ہی اور حضرت انس رضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا الموت القیامۃ فمن مات فقد قامت قیامتہ اور ایک حدیث شریف مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے مرجاتا ہی تو اُسکا ٹھکانا صبح و شام اُسپر پیش کیا جاتا ہی اگر وہ جنتی ہوتا ہی تو جنت مین اور اگر دوزخی ہوتا ہی تو دوزخ مین سے ٹھکانا دکھلایا جاتا ہی اور کہا جاتا ہی کہ یہ تیرا ٹھکانا ہی یہان تک کہ خدا تعالے تجھکو اِس مین قیامت کے دن پہونچا وے اور جو کچھ اُن ٹھکانون کے دیکھنے سے لذت یا عذاب اُسوقت ہوتا ہوگا وہ مخفی نہین اور ابو قیس کہتے ہین کہ ہم حضرت علقمہ رضہ کے ساتھ ایک جنازے مین شریک تھے آپنے فرمایا کہ اسکی قیامت تو قائم ہوگئی - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ نفس کو دنیا سے نکلنا حرام ہی جب تک کہ یہ نہ جان لے کہ جنت والون مین سے ہون یا دوزخ والون مین سے اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من مات غریبا مات شہیدا ووقی فتانی القبر وغدی وریح علیہ برزقہ من الجنۃ اور حضرت مسروق رضہ فرماتے ہین کہ مجھے اتنی غبطہ اور کسی پر نہین آتی جتنی اُس ایماندار پر آتی ہی کہ لحد مین جا کر دنیا کے نصیب سے آرام پایا ہی اور خدا تعالے کے عذاب سے محفوظ رہا ہو - اور یعلی بن ولید کہتے ہین کہ مین ایک روز حضرت ابو درداء رضہ کے ساتھ چلا جاتا تھا مین نے آپسے پوچھا کہ جس شخص سے آپ محبت رکھتے ہین اُسکے لیے آپ کونسا حال پسند کرتے ہین آپنے فرمایا کہ موت اُسکے لیے پسند کرتا ہون مین نے پوچھا کہ اگر وہ نہ مرے آپنے فرمایا کہ تو یہ پسند کرتا ہون کہ اُسکا مال اور اولاد کم ہو اور موت کو اسلیے پسند کرتا ہون کہ موت کی محبت مومن ہی کو ہوا کرتی ہی اور موت مومن کے حق مین قید سے چھوٹنا ہی اور مال اور اولاد کی قلت اسواسطے پسند کرتا ہون کہ یہ چیزین آزمایش کی ہین اور دنیا کے ساتھ اُنس کے باعث ہین اور ایسی چیز سے اُنس کرنا جسکا چھوڑنا ضروری ہی نہایت بدبختی ہی اور جو چیز خدا تعالے کے اور اُسکے ذکر اور اُنس کے سوا ہی اُن سب کو مرنے پر چھوڑ دینا ضروری ہی اور اِسی سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ نے فرمایا کہ مومن کی مثال اُسکے دم یا روح نکلنے کے وقت ایسی ہی جیسے کوئی شخص قید خانے مین ہو اور اُسمین سے چھوڑ دیا جاوے اور زمین مین سیر کرتا کودتا پھرے - اور یہ جو آپنے ذکر فرمایا ہی یہ ایسے شخص کا حال ہی جو دنیا سے علیحدہ اور کنارہ کش ہو اور بجز ذکر اللہ تعالے کے اور کسی چیز سے اُنس نہ رکھتا ہو اور دنیا کے علائق اُسکو محبوب حقیقی سے روکتے ہون اور شہوتون کی سختی کھٹکتی اُسکو ایذا دیتی ہو تو ایسے شخص کو موت مین سب موذیون سے چھٹی ہوجاتی ہی اور جس محبوب سے اُسکو اُنس تھا بے روک ٹوک اُس سے تخلیہ نصیب ہوتا ہی اور بہت زیبا ہی کہ یہ امر منتہاے آسایش اور کامل لذت اُن شہیدون کے لیے ہو جو خدا کی راہ مین مقتول ہوے ہین اسلیے کہ وہ جو مرنے پر جرات کرتے ہین تو جبھی کرتے ہین جب اپنی توجہ دنیا کے علاقون سے قطع کر لیتے ہین اور مشتاق دیدار الٰہی کے ہو کر اُسکی رضا جوئی مین قتل پر راضی ہوتے ہین پس اگر دنیا کی طرف نظر کرے گا تو اپنی خوشی سے اُسکو آخرت کے بدلے مین بیچ ڈالیگا اور بیچنے والے کا دل بیع کی طرف التفات نہین کیا کرتا اور اگر آخرت کی طرف نظر کرے گا تو اُسکو خریدا ہی اور اُسی کا شائق تھا تو جس چیز کو مول لیا ہی اُسکو جب دیکھیگا تو کیسی کچھ خوشی ہوگی اور جب

چیز کو بیچ دیا ہی اُسکے جُدا ہونے پر کتنا کم التفات ہوگا - اور دل کا خالص ہونا محبت الٰہی مین کبھی اتفاقاً ہو جایا کرتا ہی یہ ضرور نہین کہ موت بھی اُسی پر ہو اسی لیے بدل جاتا ہی اور خدا کی راہ مین لڑنا موت کا سبب ہی تو اُسی حالت پر موت کے آنے کا سبب ہوگا اور یہین وجہ اُسکی لذت زیادہ ہوتی ہی کیونکہ معنے لذت کے یہ ہین کہ آدمی اپنی مراد کو پہونچ جاوے اور جی چاہتی بات میسر ہو اللہ تعالےٰ فرماتا ہی ولہم فیہا ما یشتہون اِس آیت مین سب لذتین جنت کی آگئین اور بڑے سے بڑا عذاب یہ ہی کہ آدمی اپنی مراد سے روک دیا جاوے چنانچہ خدا ے تعالےٰ فرماتا ہی وحیل بینہم وبین ما یشتہون یہ آیت اہل دوزخ کے تمام عذابون کی جامع ہی اور آسائش مذکورہ بالا شہید کو فوراً دم نکلتے ہی ملتی ہی اور یہ امر ارباب قلوب کو نور یقین سے منکشف ہوتا ہی اور اگر تمکو اسپر شہادت نقلی منظور ہو تو شہدا کے باب مین جتنی احادیث ہین وہ سب اسپر دال ہین ہر ایک حدیث مین شہدا کی انتہا ے لذت کو اور ہی لفظون سے تعبیر فرمایا ہی حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضہ کو فرمایا اور اُنکا باپ جنگ احد مین شہید ہو گیا تھا کہ مین تجکو خبر خوش سناؤن اُنھون نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ کو خدا ے تعالےٰ بشارت خیر دے آپ نے فرمایا کہ خدا ے عزوجل نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور اپنے سامنے بٹھلا کر ارشاد فرمایا کہ میرے بندے جو چاہے مجھ سے تمنا کر مین تجکو دونگا تیرے باپ نے عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری عبادت جیسی چاہیے ویسی نہین کی مین تجھ سے یہ تمنا کرتا ہون کہ تو مجھکو پھر دنیا مین بھیج دے تاکہ مین تیرے رسول کے ساتھ ہو کر لڑون اور دوسری دفعہ تیری راہ مین مارا جاؤن اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری طرف سے پہلے ہو چکا ہی کہ تو دنیا مین لوٹ کر نہ جاویگا - اور حضرت کعب رضہ فرماتے ہین کہ جنت مین ایک شخص روتا ہوا پایا جاویگا اُس سے کہا جاویگا کہ تو جنت مین ہو کر کیون روتا ہی وہ کہیگا کہ مین اسلیے روتا ہون کہ خدا کی راہ مین صرف ایک ہی بار مارا گیا مین یہ چاہتا تھا کہ پھر جا کر لڑون اور کئی بار مارا جاؤن - اور جاننا چاہیے کہ ایماندار کو مرنے کے بعد خدا ے تعالےٰ کا جلال اتنا وسیع معلوم ہوتا ہی جسکے سامنے دنیا تنگ اور مثل قید خانے کے معلوم ہوتی ہی اور اُسکا حال ایسا ہوتا ہی جیسے کوئی اندھیرے قید خانے مین محبوس ہو اور اُسپر ایک دروازہ ایسے باغ وسیع کی طرف کو کھول دیا جاوے کہ اُسکی وسعت پر آنکھ کام نہ کرتی ہو اور اُسمین طرح طرح کے درخت اور پھول اور پھل اور جانور ہون تو ظاہر ہی کہ وہ شخص اُس باغ مین پہونچکر اُس اندھیرے قید خانے مین پھر آنا نہ چاہیگا اور ایک مثال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکی بیان فرمائی ہی یعنے ایک شخص مر گیا تھا اُسکو آپ نے فرمایا کہ یہ دنیا سے کوچ کر گیا اور دنیا کو دنیا دارون کے لیے چھوڑ گیا اگر یہ راضی ہی تو اُسے دنیا مین پھر کر آنا اچھا نہ معلوم ہوگا جیسے تم مین سے کوئی اچھا نہین جانتا کہ دوبارہ اپنی مان کے پیٹ مین جاوے اِس حدیث مین بتلا دیا کہ آخرت کی وسعت کو دنیا سے وہ نسبت ہی جو دنیا کی وسعت کو رحم کی تاریکی کی طرف ہی - اور ایک حدیث شریف مین ارشاد ہی کہ مومن کی مثال ایسی ہی جیسے بچہ اپنی مان کے پیٹ مین کہ جب پیٹ مین سے نکلتا ہی تو اپنے نکلنے پر روتا ہی مگر جب روشنی دیکھتا ہی تو پھر اپنی جگہ پر جانا پسند نہین کرتا یہی حال مومن کا ہی کہ موت سے گھبراتا ہی مگر جب اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہی تو پھر دنیا مین آنا پسند نہین کرتا جیسے بچہ مان کے پیٹ مین جانا نہین چاہتا اور کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص مر گیا آپ نے فرمایا کہ مستریح اور مستراح منہ یعنے یا اُسکو راحت ملی یا اُس سے دوسرون کو راحت ہو گئی اسمین مستریح سے اشارہ مومن کی طرف ہی کہ بلا ے دنیوی سے راحت پائی اور مستراح منہ سے فاجر کی طرف اشارہ ہی کہ دنیا والے اُس سے راحت مین ہو جاتے ہین اور ابو عمر پانی پلانے والے کہتے ہین کہ ہم لڑکے سے تھے ہمارے پاس کو حضرت ابن عمر رضہ گذرے اور ایک قبر کی طرف نگاہ کی دیکھا تو ایک کھوپڑی کھلی ہوئی ہی ایک شخص کو آپ نے ارشاد فرمایا اُسنے اُسپر مٹی ڈالدی پھر فرمایا کہ یہ خاک اِن بدنون کو کچھ ضرر نہین کرتی جنپر کہ ثواب اور عذاب قیامت تک ہونا ہی الا ارواح ہین اور عمرو بن دینار رضہ فرماتے ہین کہ جو میت مرتی ہی وہ جو کچھ اُسکے گھر اُسکے بعد ہوتا ہی جانتی ہی

یہانتک کہ لوگ مُردے کو غسل اور کفن دیتے ہین اور وہ اُنکو دیکھتا ہی- اور مالک بن اُنس رح فرماتے ہین کہ مین نے سُنا ہی کہ مومنون کی روحین
چھوٹی رہتی ہین جہان چاہتی ہین وہان جاتی ہین- اور نعمان بن بشیر رض فرماتے ہین کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے
سُنا کہ آگاہ رہو دنیا مین صرف اسقدر رہا ہی جیسے مکھی اُسکے جو مین اُڑتی ہی پس اللہ سے خوف کرو اپنے مُردہ بھائیون کے باب مین اسلیے کہ تمھارے
اعمال اُنپر پیش ہوتے ہین اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مُردون کو اپنے بُرے اعمال سے
فضیحت مت کرو کیونکہ تمھارے اعمال بد تمھارے مُردہ دوستون پر پیش ہوا کرتے ہین اور اسی واسطے حضرت ابو درداء رض نے دعا مین فرمایا
کہ الٰہی مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون کہ ایسا کام کرون جیسے عبد اللہ بن رواحہ رض کے سامنے فضیحت ہون حضرت عبد اللہ بن رواحہ رض حضرت
ابو درداء رض کے ماموں تھے اور پہلے مر چکے تھے- اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رض سے کسی نے پوچھا کہ مرنے کے بعد مومنون کی
روحین کہان رہتی ہین آپ نے فرمایا کہ سفید جانورون کی صورت مین عرش کے سایہ مین رہتی ہین اور کافرون کی روحین ساتوین
زمین مین رہتی ہین اور حضرت ابو سعید خدری رح فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سُنا ہی کہ فرماتے تھے کہ مُردہ اپنے
غسل دینے والے اور اُٹھانے والے اور قبر مین اُتارنے والے کو پہچانا کرتا ہی- اور صالح مری فرماتے ہین کہ مین نے سُنا ہی کہ روحین موت کے
وقت ملا کرتی ہین پہلے مُردون کی روحین اس حال کے مُردے کی روح سے کہتی ہین کہ تیرا ٹھکانا کہان ہوا اور تو پاک جسم مین رہا
یا ناپاک مین اور عبید بن عمیر کہتے ہین کہ اہل قبور اخبار کے منتظر رہتے ہین جب کوئی مُردہ اُنکے پاس جاتا ہی کہ فلان شخص کا کیا حال ہی
وہ کہتا ہی کہ دنیا سے تو وہ آیا گیا تمھارے پاس نہین آیا وہ کہتے ہین کہ نہین پھر کہتے ہین کہ انا للہ و انا الیہ راجعون اسکو
کسی اور راستے سے لے گئے ہمارے پاس نہین لائے- اور جعفر بن سعید سے مروی ہی کہ جب کوئی مر جاتا ہی تو اُسکا لڑکا اُسکے
استقبال کو آتا ہی جیسے کسی مسافر کا استقبال کیا کرتے ہین- اور مجاہد رض فرماتے ہین کہ جس شخص کا لڑکا نیکبخت ہوتا ہی تو اُسکی نیکبختی کی
بشارت اُسکو قبر مین دیجاتی ہی- اور ابو ایوب انصاری رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن کی
جان نکلتی ہی تو اُس سے خداے تعالے کے پاس کے رحمت والے مُردے ایسے ملتے ہین جیسے دنیا مین خوشخبری سُنانے والا کسی کے پاس
آتا ہی اور کہتے ہین کہ اس اپنے بھائی کو دیکھو تاکہ اُسکو تسکین ہو جاوے کہ یہ شخص بڑی سختی مین تھا پھر اُس سے پوچھتے ہین کہ فلان شخص کا
کیا حال اور فلانی عورت کیسی ہی اور تو نے فلانی عورت سے نکاح کیا کہ نہین پس جب اُس سے کسی ایسے شخص کا حال پوچھتے ہین کہ
وہ اُس سے پہلے مر گیا ہوتا ہی تو وہ جواب دیتا ہی کہ وہ تو مجھ سے پہلے مر چکا ہی کہتے ہین کہ انا للہ و انا الیہ راجعون اسکو اُسکی مان دوزخ مین لیگئی
دوسرا بیان قبر کا اور مردون کا کلام میت سے اور مُردے یا زبان سے کہتے ہین یا حال سے تقریر کرتے ہین اور زبان حال
مُردون کے سمجھانے کے لیے فصیح تر ہی بہ نسبت زبان مقال کے زندون کے سمجھانے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب مُردہ
قبر مین رکھا جاتا ہی تو قبر اُس سے کہتی ہی کہ اے خانہ خراب آدمی تجھکو کس چیز نے مجھ سے مغالطے مین رکھا تو نے نہ جانا کہ مین آزمایش کا گھر
ہون اور تاریکی کا مکان اور تنہائی کی جگہ اور کیڑون کا خانہ ہون میرے باب مین تجھے کس چیز نے دھوکا دیا کہ تو میرے اوپر اکڑ کر چلتا تھا
پس اگر نیکبخت ہوتا ہی تو اُسکی طرف سے کوئی جواب دینے والا جواب دیتا ہی کہ تو دیکھتی نہین یہ شخص اچھی بات کا امر کیا کرتا تھا اور بُری
بات سے منع کیا کرتا تھا قبر کہتی ہی کہ تو اب مین اسپر سبز ہوئی جاتی ہون اور اُسکا جسم نور بنجاویگا اور روح خداے تعالے کے پاس چلی جاویگی-
انتہی- اور عبید بن عمیر لیثی کہتے ہین کہ جو مُردہ مرتا ہی اُسکا گڑھا جسمین وہ دفن ہوگا اُس سے کہتا ہی کہ مین تنہائی اور تاریکی اور اکیلے رہنے کا
مکان ہون اگر تو اپنی زندگی مین خداے تعالے کا مطیع رہا ہوگا تو مین آج تجھپر رحمت بنونگا اور اگر تو نافرمان رہا ہوگا تو عذاب بنونگا مین وہ ہون
کہ جو مجھ مین مطیع ہو کر گھُسیگا وہ خوش ہو کر نکلیگا اور جو عاصی ہو کر آویگا وہ تباہ ہو کر نکلیگا- اور محمد بن صبیح کہتے ہین کہ جب آدمی قبر مین

رکھا جاتا ہی اور اُسکو عذاب یا اور کوئی بُری بات پہونچتی ہی تو اُسکے پڑوس کے مُردے اُس سے کہتے ہین کہ اے اپنے قریبون اور پڑوسیون سے دنیا مین پیچھے رہنے والے کیا تجکو ہمسے عبرت نہوئی کیا اپنے آپ سے آگے آنے والون کا حال تونے نہ سوچا تونے نہ دیکھا کہ ہمارے اعمال مرنے سے تمام ہوگئے تھے تجکو تو مُہلت تھی تونے تدارک اُس چیز کا کیون نہ کرلیا جو تیرے اقارب سے رہ گئی تھی اور زمین کے حصے اُس سے کہتے ہین کہ اے ظاہر دنیا پر دھوکا کھانے والے جو لوگ تیرے گھر والون مین سے زمین کے شکم مین چلے گئے تھے اُنسے تونے عبرت کیون نہ پکڑی اُنکو دنیا نے تجھسے پہلے دھوکا دیا پھر اُنکی موت اُنکو قبرون مین لے گئی تو اُنکو دیکھتا تھا کہ دوسرون کے کاندھے پر اُس منزل مین چلے جاتے ہین جو اُنکے لیے ضرور تھی۔ اور یزید رقاشی کہتے ہین کہ مین نے سُنا ہی کہ جب مردہ قبر مین رکھا جاتا ہی تو اُسکے اعمال اُسکو آگھیرتے ہین پھر اُنکو خدا تعالےٰ گویا کرتا ہی وہ کہتے ہین کہ اے اکیلے بندے گڑھے مین پڑے ہوے تیرے دوست اور گھر والے تیرے پاس سے چلے گئے تو ہمارے پاس آج تیرا کوئی انیس نہین۔ اور حضرت کعب رضہ فرماتے ہین کہ جب نیک بندہ قبر مین رکھا جاتا ہی تو اُسکے اعمال نیک نماز روزہ حج زکوٰۃ جہاد اُسکو گھیر لیتے ہین پھر عذاب کے فرشتے اُسکے پاؤن کی طرف سے آتے ہین تو نماز کہتی ہے کہ اُس سے الگ رہو یہ شخص اللہ کے واسطے اُنپر بہت کھڑا رہا کرتا تھا پھر فرشتے سر کی طرف آتے ہین تو روزہ کہتا ہی کہ ادھر کو تمکو راہ نہین دنیا مین یہ شخص بہت پیاسا رہا کرتا تھا فرشتے بدن کی طرف سے آتے ہین تو حج اور جہاد کہتے ہین کہ یہان سے الگ رہو کہ اُسنے اس بدن سے حج کے لیے بہت محنت و مشقت اُٹھائی اور اللہ کی راہ مین جہاد کیا تمکو راہ نہ ملیگی فرشتے ہاتھون کی طرف سے آتے ہین تو صدقہ کہتا ہی کہ اس شخص کو جانے دو بہت سا صدقہ اُسنے اِن ہاتھون سے دیا ہی کہ وہ اللہ تعالےٰ کو مقبول ہوا اور اُسی کی رضا جوئی کو دیا تھا تو تمکو یہان راہ نہ ملیگی تب اُس سے کہا جاتا ہی کہ مبارکباد تو پاک ہی زندہ رہا اور پاک ہی مرا پھر اُسکے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہین اور اُسکے لیے جنت کا بستر بچھاتے ہین اور حلہ بہشتی لاتے ہین اور اُسکی قبر کو جہان تک نظر کام کرے وہان تک کشادہ کرتے ہین اور جنت مین سے ایک قندیل آجاتا ہی کہ اُسی کی روشنی مین قبر مین سے اُٹھنے تک رہتا ہی۔ اور عبداللہ بن عبید بن عمیر نے ایک جنازے کے ساتھ مین فرمایا کہ مین نے سُنا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مردہ قبر مین بٹھلایا جاتا ہی اور وہ آواز اپنے ساتھیون کے پاؤن کی سُنتا ہی اور اُس سے بجز اُسکی قبر کے اور کوئی چیز کلام نہین کرتی قبر کہتی ہی کہ اے خانہ خراب تجکو مجسے کسی نے نہین ڈرایا تھا تجھے یہ خوف نہین دلایا گیا تھا کہ مین تنگ اور بدبودار اور ہولناک اور کیڑون سے بھری ہون پس تونے میرے لیے کیا سامان کیا

تیسرا بیان قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوال مین۔ حضرت براء بن عازب رضہ فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص انصار کے جنازے پر نکلے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک نیچے کو ڈالکر اُسکی قبر پر بیٹھے پھر تین بار ارشاد فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہون پھر فرمایا کہ جب ایماندار آخرت کی پیشی مین ہوتا ہی تو اللہ تعالےٰ ایسے فرشتون کو بھیجتا ہی کہ گویا اُنکے منھ آفتاب ہوتے ہین اُنکے ساتھ مین اُسکی خوشبو اور کفن ہوتا ہی وہ اُسکی آنکھون کے سامنے بیٹھتے ہین جب اُسکی روح نکلتی ہی تو ہر فرشتہ آسمان و زمین کے درمیان کا اور ہر ایک فرشتہ آسمان کا اُسپر رحمت بھیجتے ہین اور آسمان کے دروازے کھلجاتے ہین کوئی دروازہ ایسا نہین ہوتا کہ اُسکی روح اپنے اندر ہوکر جانا نہ چاہتا ہو جب اُسکی روح اوپر چڑھتی ہی تو فرشتے عرض کرتے ہین کہ الٰہی تیرا فلان بندہ ہی حکم ہوتا ہی کہ اسکو ہٹا لیجاؤ اور جو کچھ مینے اُسکے لیے سامان کرامت مہیا کیا ہی دکھلاؤ اسلیے کہ ہم وعدہ کرچکے ہین منہا خلقنٰکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃً اُخرٰی اور وہ شخص پھرتے لوگون کی جوتیون کی آواز سُنتا ہی یہانتک کہ اُس سے کہا جاتا ہی کہ تیرا رب کون ہی اور دین کیا اور نبی کون ہی وہ جواب دیتا ہی کہ میرا رب اللہ ہی اور دین اسلام ہی اور میرے نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور سوال مین اُس سے نہایت سختی کے ساتھ پوچھتے ہین اور یہ آخر جانچ ہی جو مُردے پر ہوتی ہی پس جب وہ جواب

مذکور دیتا ہی تو پکارنے والا پکارتا ہی کہ تو سچ کہتا ہی یہی معنی ہین اِس آیت کے یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الآخرۃ
پھر اسکے پاس ایک آنے والا خوبصورت خوش لباس خوشبودار آکر کہتا ہی کہ تجکو رحمت پروردگار کی بشارت ہو اور اُن جنتون کا مژدہ
ہو جنمین لذت دائمی ہی وہ کہتا ہی کہ تجکو بھی بشارت خیر کی خداے تعالےٰ دے تو کون ہی وہ کہتا ہی کہ مین تیرا عمل نیک ہون بخدا کہ مین نے
تیرا حال بھی جانا کہ تو خداے تعالےٰ کی طاعت مین جلد باز اور معصیت مین دیر کرنے والا تھا خداے تعالےٰ تجکو جزاے خیر دے پھر ایک
منادی پکارتا ہی کہ اِسکے لیے جنت کے بسترون مین سے بستر کرو اور ایک دروازہ جنت کی طرف کو کھول دو پس بستر جنت مین سے بچھایا
جاتا ہی اور دروازہ جنت کی طرف کو کھول دیا جاتا ہی وہ اُسوقت کہتا ہی کہ الٰہی قیامت کو جلد برپا کر تاکہ مین اپنے اہل اور مال کی
طرف رجوع کرون۔ اور کافر کا حال یہ ہوتا ہی کہ جب آخرت کے سامنے ہوتا ہی اور دنیا سے علحدہ ہوا چاہتا ہی تو اُسپر فرشتے تندخو کڑے
اُترتے ہین اور اُنکے ساتھ آگ کے کپڑے اور گندھک کا کرتہ ہوتا ہی وہ اُسکے گرد ہو جاتے ہین اور جب اُسکی جان نکلتی ہی تو اُسپر تمام فرشتے
ادھر کے اور تمام فرشتے آسمانکے لعنت کرتے ہین اور دروازے آسمانون کے بند کر دیے جاتے ہین کوئی دروازہ ایسا نہین ہوتا کہ اپنے اندر کو اُسکی روح
جانے دینا بُرا نہ جانتا ہو جب اُسکی روح چڑھتی ہی تو پھینک دیجاتی ہی اور عرض کیا جاتا ہی کہ الٰہی تیرے فلان بندے کو نہ آسمان نے
قبول کیا نہ زمین نے اللہ عزوجل فرماتا ہی اُسکو ہٹالے جاؤ اور جو سامان بُرائی کا اِسکے لیے ہمنے مہیّا کیا ہی اسکو دکھاؤ کہ ہمنے اِس سے
وعدہ کر لیا ہی منہا خلقناکم آخر آیت تک اور وہ جوتیون کی آواز لوگون کے پھرنے کے وقت سنتا ہی یہانتک کہ اُس سے کہا جاتا ہی
کہ تیرا رب کون ہی اور نبی کون اور دین کیا وہ جواب دیتا ہی کہ مین تو نہین جانتا اُس سے کہا جاتا ہی کہ تو نہ جانیو پھر اُسکے پاس ایک
آنے والا بدصورت بدبودار بدلباس آتا ہی اور کہتا ہی کہ تجکو مژدہ ہو غضب الٰہی اور عذاب دردناک دیرپا کا وہ کہتا ہی کہ خداے تعالےٰ
تجکو بدی کی خبر سناوے تو کون ہی وہ کہیگا کہ مین تیرا عمل بد ہون بخدا تو خداے تعالےٰ کی نافرمانی مین جلد باز اور طاعت الٰہی مین تاخیر
کرنے والا تھا خداے تعالےٰ تجکو جزاے بد دیوے وہ کہتا ہی کہ تجھے بھی خداے تعالےٰ جزاے بد دیوے پھر اُسپر ایک بہرا اندھا گونگا
معین کیا جاتا ہی جسکے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہی کہ اگر جن و انسان اُسکے اُٹھانے پر متفق ہون تو نہو سکے اگر اُسکو پہاڑ پر مارے تو مٹی
ہو جاوے وہ اِس سے اُس کافر کو مارتا ہی تو وہ مٹی ہو جاتا ہی پھر اُسمین جان آجاتی ہی پھر اُسکی آنکھون کے بیچ مین ایک چوٹ لگاتا ہی
کہ اُسکی آواز سواے جن و انسان کے سب زمین پر کے رہنے والے سُنتے ہین پھر ایک پکارنے والا پکارتا ہی کہ اسکے لیے دو تختیان
آگ کی بچھا دو اور ایک دروازہ دوزخ کی طرف کھول دو اُسکے لیے دو تختیان آگ کی بچھا دیجاتی ہین اور ایک دروازہ دوزخ کی
طرف کو کھول دیا جاتا ہی اور محمد بن علی رح کہتے ہین کہ جو مردہ مرتا ہی موت کے وقت اُسکے اعمال نیک و بد اُسکے سامنے صورت بنکر آتے
ہین تو اپنی نیکیون کو تو دیکھتا ہی اور بدیون سے آنکھین بند کر لیتا ہی اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب مومن مرنے لگتا ہی تو اُسکے پاس فرشتے ایک حریر کے کپڑے مین مشک اور ریحان کی مٹی لیکر آتے ہین پس اُسکی روح ایسے
نکال لیتے ہین جیسے آٹے مین سے بال نکال لیا جاتا ہی اور کہا جاتا ہی کہ اے نفس مطمئنہ خداے تعالیٰ کی کرامت اور راحت کی طرف
نکل تو اُس سے راضی اور وہ تجھسے خوش اور جب اُسکی جان نکلتی ہی تو اُسے مشک و ریحان مین رکھکر اوپر سے حریر لپیٹ دیا جاتا ہی اور
اُسکو علیین یعنے اوپر والون مین بھیج دیا جاتا ہی اور کافر کو جب موت آتی ہی تو اُسکے پاس فرشتے ٹاٹ مین چنگاریان لیکر آتے ہین اور بڑی
سختی سے جان نکالتے ہین اور کہا جاتا ہی کہ اے نفس پلید خداے تعالےٰ کے عذاب اور خواری کی طرف نکل کہ تو اُس سے خفا اور وہ تجھسے
خفا پھر جب اُسکی جان نکلتی ہی تو اُسی چنگاریون مین رکھ دیجاتی ہی اور روح اُن مین چھنچھناتی رہتی ہی اور اوپر سے ٹاٹ لپیٹ کر سجین
یعنی زندان مین بھیج دیجاتی ہی۔ اور محمد بن کعب قرظی رح نے اِس آیت کو پڑھکر فرمایا حتےٰ اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل

سمائی فیاترکت کی مراد یہ ہو کہ خدا ے تعالے پوچھتا ہو کہ تو کیا چاہتا ہو کون سی چیز کی رغبت کرتا ہو کیا یہ چاہتا ہو کہ پھر کر مال جمع کرے
اور باغ لگاوے اور عمارت بناوے اور نہرین کھدواوے وہ کہتا ہو کہ نہین بلکہ جو کچھ چھوڑ آیا ہون اُسمین اچھا کام کرون خداے
تعالے فرماتا ہو کلا انہا کلمۃ ہو قائلہا یعنے موت کے وقت یہ کلام کرتا ہو اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہو کہ مومن اپنی قبر مین ایک سبز باغ مین رہتا ہو اور اُسکی قبر ستر گز وسیع ہو جاتی ہو اور نورانی ہوتی ہو جیسے چودھوین رات
کا چاند اور تمکو معلوم ہو کہ یہ آیت کس باب مین اُتری ہو فان لہ معیشۃ ضنکا لوگون نے عرض کیا کہ خداے تعالے اور اُسکا رسول زیادہ
جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ عذاب کافر کا قبر مین ہوگا کہ اسپر ننانوے تنین مسلط کردیجاینگی اور جانتے ہو کہ تنین کیا چیز ہی ننانوے
اژدہا کہ ہر ایک کے سات سات پھن ہونگے اور وہ اُسکے جسم مین قیامت تک نوچتے کھسوٹتے اور پھنکارین مارتے رہینگے انتہی۔
اور اس خاص شمار سے جو حدیث مین مذکور ہوئی تعجب نہین کرنا چاہیے اسلیے کہ شمار اُن سانپون اور بچھوؤن کی موافق شمار بُرے اخلاق
یعنے کبر اور ریا اور حسد اور کینہ اور بغض وغیرہ کے ہوگی اسلیے کہ ان صفات کے اصول چند گنتی کے ہین پھر اُن مین سے چند فروع نکلی ہین پھر
اُن فروع کی چند قسمین ہین اور یہ صفات سب کے سب اپنی ذات سے مُہلک ہین اور یہی خود بچھو اور سانپ بن جاوینگے تو جو صفت اُن
مین سے زبردست ہوگی وہ اژدہا کی طرح ڈسے گی اور کمزور بچھو کی طرح کاٹیگی اور متوسط سانپ کی طرح ایذا دیگی اور اہل دل اور بصیرت
اُن مُہلکات کو اور اُنکے منقسم ہونے کو فروعات مین نور بصیرت سے دیکھتے ہین مگر یہ کہ اُنکی شمار پر بجز نور نبوت اور کسی چیز سے اطلاع
نہین ہوسکتی غرضکہ ان جیسے اخبار کے ظاہر صحیح ہین اور اُن مین پوشیدہ اسرار ہین جو ارباب بصیرت کے نزدیک ظاہر ہین پس جس شخص پر
اُنکی حقیقت منکشف نہو اُسکو اُنکے ظاہر معنون کا انکار نہ چاہیے بلکہ کمتر درجہ ایمان کا یقین کرنا اور مان لینا ہو اب اگر یہ کہو کہ ہم کافر کو قبر مین
مدت تک دیکھتے ہین اور تاکتے رہتے ہین مگر ان باتون مین سے کچھ بھی نہین دیکھتے تو تجربہ کے خلاف پر یقین لانے کی صورت کیا ہو تو اُسکا
جواب یہ ہو کہ ان جیسے اُمور کی تصدیق کی تین صورتین ہوسکتی ہین اول جو ظاہر تر اور صحیح تر اور اعتراض سے سالم تر ہو یہ ہو کہ یون تصدیق
کرو کہ یہ چیزین یعنے سانپ بچھو وغیرہ موجود ہین مُردے کو کاٹتے ہین مگر ہمکو اس جہت سے نہین معلوم ہوتے کہ اس آنکھ مین لیاقت اُن
اُمور کے دیکھنے کی نہین اسلیے کہ یہ باتین اور دوسری جو آخرت سے متعلق ہین وہ سب عالم ملکوت کی چیزین ہین جو چشم ظاہری سے نظر
نہین آتین دیکھو صحابہ رض حضرت جبریل علیہ السلام کے اُترنے پر کیسے ایمان لاتے تھے حالانکہ اُنکو دیکھتے نہ تھے اور اُسپر بھی اُنکا ایمان تھا
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُنکو دیکھتے ہین اگر تمکو اسپر ایمان نہو تو اول اصل ایمان فرشتون اور وحی پر درست کرنا لابدی ہو اور اگر
اسپر ایمان رکھتے ہو اور جائز جانتے ہو کہ نبی ایک چیز کو دیکھ سکتا ہو جسکو اُسکی اُمت نہین دیکھ سکتی تو یہ باتین مُردے کے حق مین کیون
نہین جائز ہین جسطرح فرشتہ آدمیون اور حیوانون کے مشابہ نہین اسیطرح سانپ بچھو مردے کی قبر مین کے دنیا کے سانپ بچھو جیسے نہین
اُنکی جنس اور ہی ہو اور وہ اور ہی حس سے معلوم ہوا کرتے ہین دوسری صورت یہ ہو کہ تم سونے والے کا حال دیکھو کہ کبھی خواب مین دیکھتا ہو
کہ مجھے بچھو یا سانپ کاٹتا ہو اور اُسکو اُسکا درد بھی اتنا ہوتا ہو کہ بعض اوقات نیند ہی مین چیخ پڑتا ہو اور پیشانی پر پسینا آجاتا ہو اور کبھی اپنی
جگہ سے اُچھل پڑتا ہو تو سونے والے کو یہ سب کچھ معلوم ہوتا ہو اور درد ویسا ہی پاتا ہو جیسے جاگتا آدمی حالانکہ تمکو وہ ہلتا جلتا نہین معلوم
ہوتا نہ اُسکے گرد کوئی سانپ بچھو سوجھتا ہو اور اُسکے حق مین سانپ بھی موجود ہو اور تکلیف بھی ہو مگر تمہارے مشاہدے سے خارج ہو اور
جبکہ عذاب کی تکلیف کاٹنے سے حاصل ہو تو سانپون کا خیالی ہونا یا آنکھ سے سوجھنا یکسان ہو تیسری صورت یہ ہو کہ تمکو معلوم ہو کہ
سانپ خود تکلیف نہین پہونچاتا بلکہ ایذا اُسکے زہر سے ہوتی ہو پھر زہر بھی درد نہین بلکہ زہر کا اثر جو تم مین ہو جاتا ہو تکلیف اُس سے
ہوتی ہو پس اگر بدون زہر کے ویسا ہی اثر بدن مین پایا جاوے تو ظاہر ہو کہ تکلیف تو بہت ہوگی مگر اس تکلیف کو اور طرح پر نہین

بتا سکتے بجز اسکے کہ جس سبب سے ایسی تکلیف عادت مین ہوا کرتی ہو اُسی سبب کی طرف منسوب کر دیا جاوے مثلاً اگر انسان مین لذت
صحبت کی پیدا ہو جاوے بدون اسکے کہ ظاہر مین ہم بستری عورت سے ہو تو اس لذت کو کیسے بتاوگے یہی کہوگے کہ صحبت کی لذت ہو
اس اضافت سے سبب کی شناخت ہو جاویگی اور اسکا ثمرہ معلوم ہو جاویگا گو صورت سبب کی موجود نہ ہو سبب کو ثمرے ہی کے لیے
چاہتے ہین اُسکی ذات سے غرض نہین ہوتی اور یہ صفات مہلکہ نفس کے اندر موت کے وقت ایذا دینے والے بنجاتے ہین تو اُنکی ایذا
سانپ اور بچھو کی سی ایذا کی طرح ہو جاتی ہو بدون اسکے کہ سانپ بچھو کا وجود ہو اور صفت کا موذی ہو جانا ایسا ہو جیسے عشق معشوق
کے مرنے پر موذی ہو جاتا ہو یعنے پہلے سے تو مزہ دار تھا اب اُسپر ایسی حالت آگئی کہ وہی لذیذ موذی بنگیا یہان تک کہ دل پر وہ
عذاب ہوتا ہو کہ عاشق تمنا کرتا ہو کہ کاش عشق اور وصال کا مزہ نہ چکھا ہوتا بلکہ یہی حال بعینہ میت کے عذاب کا ہو کہ اُسپر دنیا مین
عشق مسلط کر دیا گیا تو مال اور متاع اور جاہ اور اولاد اور اقارب اور آشناؤن سے عشق کرنے لگا اور اگر ان چیزون کو اُسکے پاس سے
زندگی مین کوئی ایسا شخص لے لیتا جس سے واپس لینے کی امید نہوتی تو تم دیکھتے کہ اُسکا کیا بُرا حال ہوتا اور کیسا عذاب ہوتا اور تمنا
کرتا کہ کاش میرے پاس کبھی کچھ نہوا ہوتا کہ آج اس روز سیاہ کا مُنھ نہ دیکھتا اور اُنکی جُدائی کا درد نہ سہتا اور موت کے معنی بھی یہی
ہین کہ دنیاوی محبوبات یکبارگی جُدے ہو جاوین تو جو شخص صرف دنیا ہی سے خوش ہوتا ہو اور وہ اُس سے چھین کر اُسکے دشمنون کو
دیجاوے اُسکا کیا حال ہوگا سو جسکا اُنکو تاہی غائب ہو جاوے۔ اسکا کیا جانیے کیسا ہو حال + پھر اس عذاب پر یہ اضافہ
ہوگا کہ دولت آخرت کے نہ ملنے کی حسرت ہوگی اور خدائے عزوجل سے محجوب رہنا پڑیگا اسواسطے کہ غیر اللہ کی محبت خدائے تعالے
سے بھی روک دیتی ہو اور دولت اُخروی سے بہرہ مند ہونے سے باز رکھتی ہو حاصل یہ کہ رنج فراق تمام محبوب چیزون کا اور دولت
اُخروی کے نہ ملنے کی حسرت اور درگاہ الٰہی سے مردود اور محجوب رہنے کی ذلت اُسکو ابدالآباد تک ایک دوسرے کے بعد ہوگی اور ایسی
تکلیف سے عذاب دیا جاویگا اسلیے کہ نار فراق کے بعد کوئی آگ بجز جہنم کے نہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون
ثم انہم لصالوا الجحیم مگر جو شخص دنیا کا اُنس نہ رکھتا ہو اور خدائے تعالے کے سوا اور کسی سے محبت نہ کی ہو اور دیدار الٰہی کا شائق ہو تو وہ دنیا
کی قید سے چھُوٹ جاویگا اور دنیا مین شہوات کے شدائد بھگتنے سے رہائی پاویگا اور اپنے محبوب کے پاس سب علاقون اور موانع سے
یکسو ہو کر آویگا اور ابدالآباد تک زوال کے کھٹکے سے بیخوف ہو کر خوب چین اُڑاویگا تو جسکو عمل کرنا ہو وہ ایسے ہی مزے کے لیے کرے
اب اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہین کہ آدمی کبھی اپنے گھوڑے کو اتنا چاہتا ہو کہ اگر اُسکو اختیار دیا جاوے کہ دو باتون مین سے
ایک پسند کر یا گھوڑا دیدے ڈال یا بچھو سے کٹوا لے تو وہ بچھو کے نیش پر صبر کرنا اختیار کرتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے کی جُدائی کی
تکلیف اُسکے نزدیک بچھو کے کاٹنے سے زیادہ ہو اور جب گھوڑا جُدا ہو جاتا ہو تو اُسکی محبت اُسکو کاٹا کرتی ہو تو چاہیے کہ انھین
نیشون کے لیے تیار ہو رہے اسواسطے کہ موت تو اُسکا گھوڑا اور سواری اور گھر اور زمین اور زن و فرزند اور دوست آشنا اور
جاہ و حشمت سب چھین لیگی بلکہ کان اور آنکھ اور اعضا بھی لے لیگی اور پھر اُسکے ہٹا کر دینے سے ناامیدی ہو اس صورت مین اگر
ان چیزون کے سوا اور کسی سے محبت نہوگی اور یہ سب کے سب اُس سے لے لیے جاوینگے تو اُنکی تکلیف بچھوؤن اور سانپون سے
بڑھ کر ہوگی جیسے کہ زندگی مین اگر کوئی ساری چیزین چھین لیتا تو سخت عذاب ہوتا اسی طرح موت کے بعد ہوگا اسلیے کہ یہ تو ہم
لکھ ہی چکے ہین کہ انسان مین جو چیز مدرک رنج و راحت کی ہو وہ نہین مرتی بلکہ عذاب ان اشیا کا مرنے کے بعد سخت تر ہوگا اسلیے
کہ زندگی مین تو چند اسباب ہو سکتے ہین جنسے دل بہل جاوے مثلاً لوگون کے پاس بیٹھنے اور اُنسے گفتگو کرنے اور تسکین دینے
اور پھر آنے کی توقع کرنی اور بدلہ لینے کی امید رکھنی وغیرہ سے تسلی ہو سکتی ہو مرنے کے بعد تو تسلی کے سب راستے بند ہو گئے اور ناامیدی

(۱) ہرگز نہین وہ اپنے رب سے اس دن روکے جاوینگے پھر وہ دوزخ مین داخل ہونگے ۱۲

آسودہ ہوئی اب تسلی کہان اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کرتے یار و مال سے ایسی محبت رکھتا ہو گا کہ اگر چھین لیا جاتا تو اُسکو ناگوار ہوتا تو وہ اسپر افسوس کریگا اور تکلیف اُٹھاویگا لیکن اگر دنیا مین ہلکا رہیگا تو اس عذاب سے بچا رہیگا اور یہی مراد ہی آنحضرت صلعم کی اس قول سے انجا المخففون اور اگر دنیا مین گرانبار رہوگا تو بڑا عذاب ہوگا اور جسطرح کہ دنیا مین اگر کسی کا ایک روپیہ چوری جاوے اور دوسرے کے دس چوری جاوین تو اول کا حال بنسبت دوسرے کے ہلکا ہوگا اسیطرح حال ایک درم والے کا ہلکا ہوگا بہ نسبت دو درم والے کے اور یہی مراد ہی آنحضرت صلعم کی اس قول سے کہ ایک درم والا حساب مین ہلکا ہی بہ نسبت دو درم والے کے اور جو چیز دنیا مین سے مرنے کے وقت تیرے بعد رہتی ہی وہ مرنے کے بعد تجھپر حسرت ہوگی اب چاہے تو اپنا مال زیادہ کر چاہے کم کر اگر زیادہ کرے گا تو اپنی حسرت ہی بڑھاویگا اور اگر کم کرے گا تو اپنی پیٹھ پر بوجھ ہلکا کریگا - اور سانپ اور بچھو تو انگرون کی قبرون مین زیادہ ہوتے ہین جو دنیا کی زندگی کو آخرت سے محبوب سمجھتے ہین اور اُسپر راضی اور مطمئن ہین غرضکہ ایمان کی صورتین قبر کے سانپ اور بچھوؤن اور تمام اقسام کے عذاب مین یہ تین ہین جو اوپر مذکور ہوئین - حضرت ابو سعید خدری رضنے اپنے ایک بیٹے کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ بیٹا مجکو نصیحت کر اُسنے کہا کہ جو اللہ تعالے کو منظور ہو اُسمین اُسکا خلاف مت کرو آپنے پوچھا کہ اور کچھ کہو اُسنے کہا کہ تمکو تاب اُسپر عمل کرنے کی نہوگی آپ نے فرمایا کہ تم کہدو اُسنے کہا کہ اپنے اور خدا تعالے کے درمیان مین کرتہ مت کرو یعنے کرتہ مت پہنو ورنہ موجب حجاب ہوگا پس آپنے تیس برس تک کرتہ نہ پہنا اب اگر کہو کہ ان تینون صورتون مین سے درست کونسی ہی تو معلوم کرنا چاہیے کہ بعض لوگ تو اول ہی صورت کے قائل ہین اور صورتون کے منکر ہین اور بعضے اول کے منکر اور دوسری کے مقر ہین اور بعضے صرف تیسری کے مقر ہین اور واقع مین حق یہ ہی کہ یہ تینون صورتین ممکن ہین ہمکو چشم بصیرت سے ایسا ہی کچھ معلوم ہوا ہی اور جو شخص بعض صورتون کا منکر ہی تو وہ اپنی تنگی حوصلہ کے باعث سے ہی اور قدرت الٰہی کی وسعت اور اُسکی عجائب تدبیر کے نہ جاننے سے اسی لیے افعال الٰہی مین سے جس بات کا مانوس اور عادی نہین اُسکو انکار کر بیٹھتا ہی اور یہ نادانی اور کوتاہی فہم ہو بلکہ اصل یہی ہی کہ تینون صورتین عذاب دینے کی ممکن ہین اور اُنکو سچ جاننا واجب کسی بندے کو کسیطرح عذاب دیا جاتا ہی اور کسی کو کسی طرح اور بعض ایسے بھی ہوتے ہین کہ اُنپر تینون صورتون سے عذاب دیا جاتا ہی خدا سے تعالے ہمکو اپنے تھوڑے اور بہت عذاب سے پناہ مین رکھے تو یہی ٹھیک بات ہی جو اسکو بے دلیل ہی تقلید کے طور پر سچ جان لو ورنہ روے زمین پر کوئی ایسا نہین جو اس بات کو تحقیق طور پر جانتا ہو اور مین تمکو یہ وصیت کرتا ہون کہ اپنی نظر اس امر کی تفصیل مین بہت نہ کیا کرو اور نہ اُسکی معرفت مین مشغول ہو بلکہ شغل صرف عذاب کے دور کرنے کی تدبیر مین کرو خواہ کسی طور کا ہو پس اگر تم عمل اور عبادت کو چھوڑ کر عذاب کی کیفیت کے جاننے مین مشغول ہوگے تو تمھاری مثال ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کو بادشاہ پکڑ کر ہاتھ اور ناک کاٹنے کے لیے قید کر دے اور وہ رات بھر سوچتا رہے کہ بادشاہ چھری سے کاٹے گا یا تلوار سے یا اُسترے سے اور یہ نہ سوچے کہ اس عذاب سے بچنے کا حیلہ کیا ہی تو یہ نہایت جہالت ہی پس جب یقیناً معلوم ہو چکا ہو کہ بندے پر مرنے کے بعد سخت عذاب یا آسایش جاودانی ہوگی تو چاہیے کہ اُسی کی تدبیر کرے اور کیفیت عذاب و ثواب مین گفتگو کرنی اور اُنکی تفصیل معلوم کرنی محض فضول اور تضیع اوقات ہی -

چوتھا بیان منکر نکیر کے سوال اور اُنکی صورت اور قبر کے دبانے اور تتمہ عذاب قبر کے ذکر مین حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ مرتا ہی تو اُسکے پاس دو فرشتے سیاہ رنگ نیلی آنکھون والے آتے ہین ایک کو منکر کہتے ہین دوسرے کو نکیر وہ اُس سے پوچھتے ہین کہ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے باب مین کیا کہا کرتا تھا پس اگر بندہ مومن ہوتا ہی تو کہتا ہی کہ وہ اللہ کا بندہ اور اُسکا رسول کہا کرتا تھا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ دونون فرشتے کہتے ہین کہ ہم پیشتر سے جانتے تھے کہ تو یہی کہیگا پھر اُسکی قبر ستر گز در ستر گز پھیلا دیجاتی ہی اور اُسکی قبر مین روشنی کر دیجاتی ہی پھر کہا جاتا ہی کہ سو رہ وہ کہتا ہی کہ مجھے چھوڑ دو

کہ مین اپنے گھر والون مین جاکر اُنسے حال کہہ آؤن اُس سے کہا جاتا ہو کہ سو جا وہ دُلہن کی طرح سو جاتا ہو کہ اُسکو وہی جگاتا ہو جو گھر بھر مین اُسکا زیادہ محبوب ہو یہانتک کہ اس خوابگاہ سے اُسکو خدا ے تعالیٰ ہی اُٹھاویگا اور اگر بندہ منافق ہوتا ہو تو کہتا ہو کہ مین نہین جانتا جو لوگون کو کہتے سنا کرتا تھا وہ مین بھی کہا کرتا تھا وہ دونون فرشتے کہینگے کہ ہمکو پہلے سے معلوم تھا کہ تو یون کہیگا پھر زمین کو حکم ہوتا ہو کہ اُسپر مِلجا زمین اسطرح اُسکو بھلتی ہو کہ اُسکی پسلیان ادھر کی اُدھر ہو جاتی ہین پس ہمیشہ اسیطرح عذاب دیا جاتا ہو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اُسکو اُس لوٹنے کی جگہ سے اُٹھاوے اور عطا ابن یسار رح سے مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضہ سے فرمایا کہ اے عمر تیرا کیا حال ہوگا جب تو مرجاویگا اور تیری قوم تجکو لیجاویگی اور تیرے لئے تین ہاتھ طول اور ڈیڑھ ہاتھ عرض کا گڑھا تجویز کرینگے اور تیرے پاس آکر غسل اور کفن دے کر اور خوشبو لگا کر تجکو اُٹھاوینگے یہانتک کہ تجکو اُس گڑھے مین رکھ کر تیرے اوپر مٹی ڈالینگے اور دفن کرینگے اور جب تیرے پاس سے پھرینگے تو تیرے پاس قبر کے دو جانچنے والے منکر اور نکیر جنکی آواز سخت رعد کی سی اور آنکھین اُچکنے والی بجلی کی سی ہونگی بال اُنکے گھسٹتے ہونگے اور قبر کو اپنی کچلیون سے ادھیڑ کر تجھے جھڑجھڑا اور ہلا ڈالینگے اُسوقت اے عمر تیرا کیا حال ہوگا حضرت عمر رضہ نے عرض کیا کہ میری عقل بھی اُسوقت میرے ساتھ رہیگی جیسی اب ہو آپ نے فرمایا کہ ہان حضرت عمر رضہ نے عرض کیا کہ تو کچھ فکر نہ فرمائیے مین اُنکو کافی ہونگا انتہی۔ یہ حدیث نص صریح ہو اس بات مین کہ موت کے باعث عقل نہین بدلتی صرف اعضا بدل جاتے ہین اور مردہ عاقل اور مدرک درد و راحت کا رہتا ہو جیسا اپنی زندگی مین تھا اُسکی عقل مین کچھ خلل نہین آتا اور عقل مدرک ان اعضا کا نام نہین وہ ایک باطنی چیز ہو جسکے طول اور عرض کچھ نہین بلکہ جو خود منقسم نہین ہوتی وہی اشیا کا ادراک کرتی ہو اور اگر بالفرض انسان کے تمام اعضا بکھر جاوین اور صرف وہ جزو مدرک جسکے حصے نہین ہوسکتے وہی رہ جاوے تو انسان عاقل پورے کا پورا باقی رہیگا۔

اور یہی حال اُسکا بعد موت کے ہوتا ہو اسلیے کہ اُس جزو پر موت اور نیستی نہین آتی اور محمد بن منکدر رح فرماتے ہین کہ مین نے سُنا ہو کہ کافر پر اُسکی قبر مین ایک چوپایہ بہرا اندھا متعین ہوتا ہو جسکے ہاتھ مین لوہے کا تازیانہ ہوتا ہو اُسکا سر مثل کوہان شتر کے ہوتا ہو وہ اُس تازیانے سے کافر کو قیامت تک مارتا رہتا ہو نہ اُسکو دیکھتا ہو کہ بچا کر مارے نہ آواز سنتا ہو کہ رحم کرے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ نے فرمایا ہو کہ جب مردہ اپنی قبر مین رکھا جاتا ہو تو اُسکے اعمال نیک اُسکو آکر گھیر لیتے ہین پس اگر عذاب سر کی طرف سے آتا ہو تو قرآن مجید کی قرأت روکتی ہو اور اگر دونون پانون کی طرف سے آتا ہو تو کھڑا ہونا روکتا ہو اور اگر ہاتھون کی طرف سے آتا ہو تو ہاتھ کہتے ہین کہ بخدا یہ شخص ہمکو صدقہ اور دعا کے واسطے پھیلایا کرتا تھا تمکو اسپر راہ نہ ملیگی اور اگر مُنہہ کی طرف سے آتا ہو تو ذکر اور روزہ آڑ ہو جاتا ہو اسیطرح ایک طرف کو نماز اور صبر کھڑے ہو جاتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر کچھ کسر رہیگی تو ہم اُسکے ساتھ ہونگے۔ حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ آدمی کے اعمال نیک اُسکی طرف سے ایسے جھگڑتے ہین اور عذاب کو روکتے ہین جیسے کوئی اپنے بھائی یا زن و فرزند کی طرف سے لڑا کرتا ہو پھر اُسکو کہا جاتا ہو کہ خدا ے تعالیٰ تیری خوابگاہ مین برکت کرے تیرے دوست اور رفیق بہت خوب ہین۔ اور حضرت حذیفہ رضہ سے مروی ہو کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے مین شریک تھے آپ قبر کے سرہانے بیٹھکر اُسکے اندر دیکھنے لگے پھر فرمایا کہ مومن اسمین ایسا دبایا جاتا ہو کہ اُسکا سینہ اور پسلیان اور ہڈیان چور ہو جاتی ہین اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر دبایا کرتی ہو اگر اُسکے داب سے کوئی بچتا تو سعد بن معاذ رضہ بچتے۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ جب حضرت زینب دختر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور وہ اکثر بیمار رہا کرتی تھین آپ اُنکے جنازہ کے ساتھ ہوے اور کچھ تغیر آپ کے چہرۂ مبارک پر ہمکو معلوم ہوا جب ہم قبر پر پہونچے تو آپ قبر کے اندر اُترے اور آپ کا چہرہ گونہ تابان ہوا جب باہر نکلے تو خوب صاف روشن ہو گیا ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہمنے جو حال آپ کا دیکھا یہ کیسا تھا

تھا آپ نے فرمایا کہ مجھکو اپنی بیٹی کا پہونچنا یاد آتا تھا اور سختی عذاب قبر دل مین گذری تھی جب مین قبر مین اُترا مجھے خبر دی گئی کہ اللہ تعالے اُسپر عذاب قبر کو ہلکا کر دیا اور وہ اتنا دبائی گئی کہ اُسکی آواز پورب پچھم کے درمیان کے لوگون نے سُنی یعنے سوائے انسان اور جنات کے۔

آٹھوین فصل مُردون کے اُن حالات مین جو خواب مین مکاشفہ سے معلوم ہوے ہین۔ جاننا چاہیے کہ نور عقل جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے اور عبرت کی راہون مین سے ہے اُس سے مُردون کا حال مجملاً معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ سعید ہین یا شقی مگر کسی شخص خاص کا حال نور بصیرت سے معلوم نہین ہوتا اسلیے کہ اگر ہم زید و عمرو کے ایمان پر مثلاً اعتماد کرین تو یہ تو نہین جانتے کہ اُنکی موت کس حال پر ہوئی اور خاتمہ کیسا ہوا اور اگرچہ ظاہر کی نیک بختی پر اُنکے اعتماد کر سکتے ہین مگر چونکہ تقوی کا مقام دل ہے اور وہ ایسی باریک چیز ہے کہ خود تقوے والے کو نہین معلوم ہوتی تو دوسرے کو کیسے معلوم ہوگا کہ وہ متقی ہے کیونکہ حکم ظاہر کی نیک بختی پر بدون باطن کے تقوی کے نہین کیا جاسکتا اور اللہ کیا فرماتا ہے انما یتقبل اللہ من المتقین اس سے معلوم ہوا کہ زید و عمرو کے حکم کی معرفت بدون اُنکے حال دیکھنے کے نہین ہوسکتی اور جب آدمی مرجاتا ہے تو عالم ظاہری سے عالم غیب اور ملکوت مین چلا جاتا ہے پس چشم ظاہری سے نہین معلوم ہوتا بلکہ دوسری آنکھ سے سوجھتا ہے جو ہر ایک انسان کے دل مین پیدا ہوئی ہے مگر انسان نے اپنی آنکھ پر اپنی شہوات اور کامون کا گاڑھا پردہ ڈال رکھا ہے اسی لیے اُس آنکھ سے کچھ نہین دیکھتا اور نہ توقع ہے کہ عالم ملکوت کی کوئی چیز اُسکو نظر آوے جب تک کہ وہ پردہ دل کی آنکھ پر سے دور نہو جاوے اور چونکہ انبیا علیہم السلام کی آنکھ پر سے وہ پردہ ہٹا ہوا تھا اسی لیے اُنھون نے ملکوت کی طرف نظر کی اور اُسکے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور چونکہ مُردے بھی عالم ملکوت مین ہین اسلیے انبیا علیہم السلام نے اُنکو بھی دیکھکر اُنکا حال بتایا اور یہین وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کا دبانا حضرت سعد بن معاذ رضہ کے حق مین اور اپنی بیٹی حضرت زینب رضہ کے حق مین ملاحظہ فرمایا اسیطرح حضرت جابر رضہ کو اُنکے باپ کا حال سُنایا جو شہید ہوگئے تھے کہ خداے تعالے نے اُنکو اپنے سامنے بے حجاب بٹھلایا۔ اور اسطرح کا مشاہدہ تو انبیا کے سوا اور اُن اولیا کے سوا جو انبیا کے درجے سے قریب ہین اور لوگون کو نہین ہوسکتا بلکہ ہم جیسون کو ایک اور مشاہدہ ضعیف ہوا کرتا ہے گو وہ بھی مشاہدہ نبوی ہے اور وہ مشاہدہ خواب کا ہے جو نبوت کے انوار مین سے ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءا من النبوۃ اور خواب بھی ایک انکشاف ہی ہے اور حقیقین ہوا کرتا ہے جب دل پر سے پردہ ہٹ جاوے اسی جہت سے بجز آدمی نیکبخت راست باز کے اور کے خواب کا اعتبار نہین ہوتا اور جو شخص جھوٹ بہت بکتا ہو اُسکا خواب سچ نہوگا اور جو شخص فساد و گناہ بہت کرتا ہو اُسکا دل تاریک ہوجاتا ہے تو جو کچھ وہ دیکھیگا وہ خواب پریشان ہوگا اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت وضو کے لیے حکم فرمایا تاکہ آدمی پاک ہوکر سووے اور اسمین اشارہ طہارت باطن کی طرف بھی ہے جو اصل ہے اور طہارت ظاہر بمنزلہ اُسکے تتمے کے ہے اور جب باطن صاف ہوتا ہے تو دل کی آنکھ مین وہ چیز منکشف ہوتی ہے جو آگے کو ہوگی جیسے آنحضرت صلعم کو مکہ مین تشریف لیجانا خواب مین معلوم ہوگیا تھا یہانتک کہ پھر اسکی تصدیق کے لیے یہ آیت اُتری لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق اور آدمی ایسے خوابون سے کم خالی ہوتا ہے جنمین کچھ سچی باتین نظر آجاوین اور خواب کا سچ ہونا اور اسمین غیب کا حال معلوم ہوجانا خدا تعالی کی عجیب صنعتون اور سرشت آدم کی نادر باتون مین سے ہے اور بڑی واضح تر دلیلون سے عالم ملکوت پر اور لوگ اُس سے غافل ہین جیسے دل کے تمامی عجائب اور عالم کے غرائب سے غافل ہین اور خواب کی حقیقت کو بیان کرنا علوم مکاشفہ کی باریک باتون مین سے ہے یہ تو ہو نہین سکتا کہ علم معاملہ کے ساتھ اسکا ذکر ضمیمہ کرکے بیان کیا جاوے لیکن جس قدر کہ یہان ذکر ہوسکتا ہے وہ ایک مثال ہے جس سے تمکو مقصود سمجھ مین آجاوے گا وہ یہ ہے کہ یون جانو کہ دل کی مثال مانند آئینہ کے ہے جسمین صورتین اور امور کی حقیقتین منعکس ہوتی ہین اور جو کچھ کہ اللہ تعالے نے

شروع پیدائش عالم سے آخر تک تجویز فرمایا ہی وہ ایک جا لکھا ہوا ہی جسکا نام کبھی لوح محفوظ اور کبھی کتاب مبین اور کبھی امام مبین لکھتے ہین
چنانچہ یہ تینون نام قرآن مجید مین بھی خداے تعالی نے فرمائے ہین غرضکہ جو کچھ عالم مین ہو چکا ہی اور ہوویگا وہ سب اسمین منقوش اور
لکھا ہوا ہی مگر وہ نقش ایسا نہین جو اس آنکھ سے سوجھے اور یہ گمان مت کرو کہ لوح لکڑی یا لوہے یا ہاتھی کی ہی اور کتاب کاغذ
یا پتے کی ہی بلکہ یون سمجھ لینا چاہیے کہ خداے تعالی کی تختی خلق کی تختی کے مشابہ نہین اور نہ اسکی کتاب مخلوق کی کتاب جیسی جس طرح کہ
اسکی ذات اور صفات خلق کی ذات وصفات سے نہین ملتی بلکہ اگر تم اسکی مثال چاہو جس سے کہ یہ مطلب تمھاری سمجھ مین آوے
تو یون سمجھو کہ لوح محفوظ مین تمام چیزون کا ثابت ہونا ایسا ہی جیسے قرآن کے الفاظ اور حروف حافظ قرآن کے دل ودماغ مین لکھے ہین
وہ بھی ایسی طرح لکھے رہتے ہین کہ جب حافظ پڑھتا ہی تو گویا دیکھتا جاتا ہی حالانکہ اگر اسکے دماغ کو ذرا سا ڈھونڈھ کر دیکھو تو اس خط
مین سے کوئی حرف نہ ملے نہ دل مین نشان پایا جاویگا تو اسی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ تمام تجویزات الٰہی اور احکامات خداوندی لوح محفوظ
مین منقوش ہین اور لوح محفوظ مثل آئینہ کے ہی کہ اسمین تمام اشیا کی صورت منعکس و دکھائی ہوئی ہین پس اگر ایک آئینہ کے مقابل مین دوسرا
آئینہ رکھا جاوے تو ظاہر ہی کہ ایک کی صورت دوسرے مین ظاہر ہو جاویگی بشرطیکہ دونون مین کوئی پردہ نہو اور چونکہ دل ایک آئینہ ہی
جسمین آثار علوم کے پیدا ہوتے ہین اور لوح محفوظ وہ آئینہ ہی جسمین تمام علوم کے آثار موجود رہتے ہین اور مشغول ہونا دل کا اپنی شہوات
اور حواس کی خواہشون مین ان دونون آئینون مین حجاب ہی اسیوجہ سے لوح محفوظ کا مطالعہ نہین کر سکتا جو عالم ملکوت سے ہی پس اگر
کوئی ہوا چلے جس سے بیچ کا پردہ ہٹے اور سامنے سے علیحدہ ہو جاوے تو آئینۂ دل مین کچھ چیز عالم ملکوت مین سے بجلی کی طرح چمک جاویگی اور
کبھی وہ چمک ثابت اور پایدار ہو جاتی ہی کبھی جلد چلی جاتی ہی اور اکثر یون ہی ہوتا ہی کہ جلد جاتی رہے اور دل جب تک آدمی جاگتا رہتا ہی
جب تک جو کچھ حواس کے ذریعہ سے عالم ظاہری مین سے اسپر پہونچتا ہی اسمین لگا رہتا ہی اور اسیوجہ سے عالم ملکوت سے آڑ مین رہتا ہی
اور سونے کے معنی یہ ہین کہ حواس سب ساکن ہو جاوین اور کوئی چیز دل پر نہ پہونچاوین پس جب دل حواس کیطرف سے اور خیال سے
فارغ ہوتا ہی اور اسکا جوہر بھی صاف ہوتا ہی تو اسکے اور لوح محفوظ کے بیچ مین سے پردہ اٹھ جاتا ہی اور کوئی چیز لوح محفوظ کی دل مین
پڑجاتی ہی جیسے ایک آئینہ مین کی صورت دوسرے مین بنجاتی ہی بشرطیکہ دونون مین حجاب نہو مگر چونکہ سونا سارے حواس کو تو کام سے
روک دیتا ہی لیکن خیال کو اسکے کام سے نہین روکتا اور اسکی حرکت کو موقوف نہین کرتا اسیوجہ سے جو بات دل مین پڑتی ہی خیال
اسکی طرف دوڑ جاتا ہی اور اس بات کی مشابہت کسی ایسی چیز سے دے لیتا ہی جو اسکے قریب ہو اور اثر انکا کہ خیالات دوسری
چیزون کی نسبت کہ حافظہ مین زیادہ جمع رہتے ہین اسی لیے خیال ہی حافظہ مین باقی رہجاتا ہی پس جب آدمی جاگتا ہی تو خیال کے سوا
کچھ یاد نہین رکھتا اب تعبیر دینے والے کو یہ دیکھنا پڑتا ہی کہ یہ خیال کونسی بات کے مشابہ ہی اور مناسبت ہی سے اس بات کا پتہ
لگا لیتا ہی اور جو شخص علم تعبیر مین نظر رکھتا ہی اسکے نزدیک اسکی مثالین ظاہر ہین یہان ایک مثال لکھ دینی کافی ہوگی وہ یہ ہی کہ ایک شخص نے
خواب مین دیکھا کہ اسکے ہاتھ مین انگوٹھی ہی اس سے مردون کے منھ پر اور عورتون کی شرمگاہ پر مہر کرتا ہی اسنے یہ خواب حضرت ابن سیرین
سے بیان کیا آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہی کہ تو موذن ہی رمضان مین صبح ہونے سے پہلے اذان کہا کرتا ہی اس شخص نے کہا کہ آپ درست
فرماتے ہین تو دیکھنا چاہیے کہ مہر کرنے سے غرض روکنا ہی اور اسی کے لیے مہر کیا کرتے ہین اور دل پر لوح محفوظ سے حال آدمی کا
جون کا تون کھلا کرتا ہی مثلاً اس مثال مین آدمیون کو کھانے پینے اور ہمبستری سے روکنا ظاہر ہوا ہوگا مگر خیال اس بات کا عادی ہی
کہ انگوٹھی سے مہر لگانے کو منع کیا کرتے ہین اس لیے اس روکنے کی ایک صورت خیالی بنائی جسمین اصل معنی باقی رہین اور یہی بات
بھی ہے کہ حافظہ مین صورت خیالی ہی رہا کرتی ہی پس یہ علم خواب سے ایک تھوڑا سا بیان ہی اور اس علم کے عجائب منحصر نہین اور کیونکر

خواب تو موت کے مانند ہی اور موت خود ایک عجیب امر ہی اور خواب و موت کی مشابہت اسوجہ سے ہی کہ خواب مین بھی کچھ تھوڑا سا حال
عالم غیب کا معلوم ہوجاتا ہی یہان تک کہ سوتا جان لیتا ہی کہ آئندہ کو کیا ہوگا یہی ایک ذراسی وجہ مشابہت کی ہی اور موت سے تو بالکل پردہ
دور ہوجاتا ہی اور حال معلوم ہوجاتا ہی حتی کہ انسان دم ٹوٹتے ہی بدون تاخیر کے اپنے نفس کو یا تو گھرا ہوا مصیبت و رسوائی اور فضیحت مین
پاویگا نعوذ باللہ منہ یا دولت پایدار اور بڑی سلطنت بے انتہا پر حاوی پاویگا اور بدبختون کو جب حال نظر آویگا تو اُنسے یون کہا جاویگا
لقد کنت فی غفلۃ من ہذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید اور کہا جاویگا افسحر ہذا ام انتم لا تبصرون اصلوہا فاصبروا او لا تصبروا سواء علیکم
انما تجزون ما کنتم تعملون اور انہین کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین وبدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون غرضکہ جو سب سے بڑھکر عالم اور
سب سے زیادہ حکیم ہوگا اُسکو مرنے کے بعد عجائب اور آیات مین سے وہ معلوم ہونگے کہ کبھی اُسکے دل مین اُنکا وہم اور خطرہ نگذرا ہوگا
پس اگر غافل کو کوئی رنج اور غم نہو بجز اسکے کہ اسوقت کا حال سوچا کرے کہ حجاب کس چیز سے اُٹھیگا اور کیا معلوم ہوگا بدبختی لازمی یا سعادت
دائمی مین سے کونسی نظر آویگی تو یہی فکر تمام عمر کے لیے کافی ہی اور بڑا تعجب ہی کہ یہ مصیبتین ہمارے سامنے ہین اور ہم غفلت مین ہین اور
سب سے زیادہ تعجب یہ ہی کہ ہم اپنے مالون اور گھر والون اور اسباب اور اولاد سے بلکہ اپنے اعضا کان ناک وغیرہ سے خوش ہوتے ہین حالانکہ
ہم یقیناً جانتے ہین کہ ان سب کو چھوڑ جاوینگے لیکن وہ شخص کہان ہی جسکے دل مین روح القدس ڈال دے اور وہ وہ بات کہے جو سید المرسلین
نے ارشاد فرمائی ہی احبب من احببت فانک مفارقہ وعش ما شئت فانک میت واعمل ما شئت فانک مجزی بہ اور اسیلئے یہ امر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی نظرون مین دیدۂ یقین سے محسوس تھا تو دنیا مین اسی لیے مسافرون کی طرح رہے نہ اینٹ پر اینٹ رکھی نہ دینار اور نہ پیچھے
دینار چھوڑا نہ درہم نہ کسیکو حبیب بنایا نہ خلیل ہان یون ارشاد فرمایا لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل الرحمن اس
ارشاد مین بیان فرمایا کہ خداے تعالی کی خلت دل کے اندر وطن کرگئی ہی اور اسکی محبت سویداے دل پر چھا گئی ہی اسیواسطے کسی اور خلیل
اور حبیب کے لیے گنجایش نہین چھوڑی ہی اور اپنی امت کو یہ ارشاد فرمایا ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور امت آپ کی وہی ہی جو آپکی
پیرو ہو اور آپ کی پیروی وہی کرتا ہی جو دنیا سے روگردان ہوکر آخرت پر متوجہ ہو اسواسطے کہ آپ نے بجز خداے تعالی اور روز آخرت
کے اور چیز کی طرف نہین بلایا اور چیزون سے بجز دنیا اور سر دست کی لذتون کے باز رکھا پس جسقدر تم دنیا سے روگردان ہوگے
اور آخرت پر توجہ کروگے اُتنا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چلوگے اور جسقدر آپ کا طریق اختیار کروگے اُسیقدر پیرو ہوگے
اور جتنی آپ کی پیروی کروگے اُتنے ہی آپ کی امت مین سے ہوگے اور جسقدر دنیا کی طرف میل کروگے اُسیقدر آپ کے راستے سے
انحراف کروگے اور آپ کی متابعت سے روگردانی کروگے اور اُن لوگون مین ہو جاؤگے جنکی شان مین اللہ تعالی فرماتا ہی فاما
من طغی واثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ہی الماوی پس اگر تم فریب کی گھات سے قدم باہر نکالو اور اپنے دل مین انصاف کرو اور تم کیا ہم
ایسے ہی ہین اگر کہ بیان مین منتھی والکد دیکھین تو جانین کہ صبح سے شام تک صرف حال کی لذتون کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہین
اور تمام ہماری حرکت اور سکون صرف اسی دنیاے ناپایدار کے لیے ہی پھر یہ طمع رکھتے ہین کہ کل کو آپ کی امت اور تابعین مین سے
ہونگے واہ کیا دور کا وہم ہی اور کتنی سرد طمع ہی نہین دیکھتے کہ خداے تعالی فرماتا ہی افنجعل المسلمین کالمجرمین ما لکم کیف تحکمون اب بات کہین کی
کہین جا پڑی اسلیے اسکو چھوڑ کر وہ خواب مین ذکر کرتے ہین جنکے معلوم ہونے سے بہت فائدہ ہوا اسلیے کہ نبوت تو جاتی رہی صرف
بشارت دینے والی چیزین خواب مین ہی رکھی ہین —

بیان اُن خوابون کا جو مُردون کے حالات اور اُن اعمال پر متضمن ہین جو آخرت مین کام آوین اُنمین سے ایک آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی زیارت ہی اگر کسیکو نصیب ہو جاوے آپ فرماتے ہین من رانی فی المنام فقد رانی حقا فان الشیطان لا یتمثل بی اور

حضرت عمر بن خطاب رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور دیکھا کہ آپ میری طرف التفات نہین فرماتے ہین مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کیا قصور کیا ہی آپ نے میری طرف التفات فرمایا اور ارشاد کیا کہ تم روزہ کی حالت مین کیا بوسہ نہین لیا کرتے ہو مین نے عرض کیا کہ مجھکو قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہی مین روزہ کی حالت مین کبھی عورت کا بوسہ نہ لونگا۔ اور حضرت عباس رضہ فرماتے ہین کہ مجھکو حضرت عمر رضہ سے دوستی تھی۔ مجھے یہ تمنا ہوئی کہ آپ کو خواب مین دیکھون پس برس روز کے بعد آپ کو خواب مین دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینا پوچھتے ہین اور فرماتے ہین کہ اب مجھکو فراغت ہوئی ہو میرا تختہ لوٹ ہی چکا تھا اگر مین رؤف اور رحیم سے نہ ملا ہوتا۔ اور حضرت امام حسن رضہ فرماتے ہین کہ مجھے میرے والد حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ آج رات مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ کی امت سے مجھے کچھ بھلائی نہ پہونچی آپ نے فرمایا کہ اُنکے حق مین بد دعا کرو مین نے کہا کہ الٰہی مجھکو اُنکے عوض مین وہ لوگ عنایت فرما جو اُنسے بہتر ہون اور میرے بدلے مین اُنکو وہ شخص دے جو مجھسے بُرا ہو یہ خواب دیکھکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ باہر نکلے پس ابن ملجم خبیث نے آپ کو زخمی کیا اور بعض محدثین سے روی ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعاے مغفرت فرماوین آپ نے میری طرف سے منھ پھیر لیا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سفیان بن عیینہ نے ہمسے حدیث بیان کی اور اُنھون نے محمد بن منکدر سے اور اُنھون نے جابر بن عبد اللہ رضہ سے کہ آپ سے کوئی چیز کبھی ایسی نہین مانگی گئی جسپر آپ نے نہین فرمایا ہو یہ سُنکر آپ میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ خداے تعالی تیری مغفرت فرماوے۔ اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضہ فرماتے ہین کہ مجھسے اور ابو لہب سے بھائی چارہ تھا اور وہ میرا یار تھا جب وہ مرگیا اور اللہ تعالی نے اُسکے حال کی خبر فرمائی جیسا کچھ کہ قرآن مین ہی مین نے اُسپر بہت غم کیا اور اُسکے معاملے کا مجھے بہت تردد ہوا مین نے خداے تعالی سے برس روز کامل دعا مانگی کہ اُسکو خواب مین مجھے دکھلا دے پس ایک روز مین نے دیکھا کہ آگ مین دہک رہا ہی مین نے اُسکا حال پوچھا اُسنے کہا کہ مین دوزخ کے عذاب مین گرفتار ہوا کبھی وہ عذاب مجھسے ہلکا نہین ہوتا نہ راحت ملتی ہی مگر دوشنبہ کی رات کو تمام دنون اور راتون مین تخفیف ہو جاتی ہی مین نے پوچھا کہ یہ کس طرح ہی کہا کہ اس رات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے تھے ایک لونڈی نے آکر مجھکو خوشی سُنائی کہ آمنہ کے لڑکا ہوا مین نے خوش ہو کر اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا اللہ تعالی نے اُسکے بدلے مین مجھکو یہ ثواب دیا کہ مجھسے ہر دوشنبہ کی رات کو عذاب اُٹھا لیا۔ اور عبد الواحد بن زید کہتے ہین کہ مین حج کے ارادے سے نکلا ایک شخص میرے ساتھ ہوا کہ ہر نشست و برخاست اور حرکت و سکون مین درود شریف پڑھتا تھا مین نے اُس سے اسکی وجہ پوچھی اُسنے کہا کہ مین اول دفعہ مکۂ معظمہ کیطرف کو چلا اور میرے ساتھ میرا باپ بھی تھا جب ہم مکۂ معظمہ سے پھرے تو ایک منزل مین سوئے مین سوتا ہی تھا کہ خواب مین ایک شخص نے مجھسے کہا کہ اُٹھ تیرے باپ کو خدا نے موت دی اور اُسکا منھ کالا کر دیا مین ڈرتا ہوا اُٹھا اور والد کے چہرے سے کپڑا اُٹھا کر دیکھا تو مُردہ اور منھ سیاہ پایا مجھکو اس حال سے نہایت خوف ہوا اُسی غم مین ڈوبا ہوا تھا کہ پھر مجھکو نیند آگئی خواب مین دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی لوہے کے سونٹے لیے کھڑے ہین اتنے مین ایک شخص بزرگ نہایت حسین سبز جوڑا پہنے ہوے آئے اور اُنسے کہا کہ الگ ہو اور اپنا دست مبارک میرے باپ کے منھ پر پھیر کر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اُٹھ تیرے باپ کا منھ اللہ تعالی نے سفید کر دیا مین نے اُنکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ کے اوپر میرے ماں باپ قربان ہون آپ کون ہین اُنھون نے فرمایا کہ مین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہون مین نے اُٹھکر باپ کا منھ کھولا تو واقع مین نورانی پایا اُس روز سے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا موقوف نہین کیا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحہ سے مروی ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور حضرت ابو بکر رضہ اور حضرت عمر رضہ کو آپ کی خدمت مین بیٹھا پایا مین سلام

کرکے اُن دونون کے بیچ مین بیٹھ گیا اتنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضہ حاضر خدمت ہوے اُن دونون کو ایک
کوٹھری مین میرے سامنے کرکے دروازہ بند کردیا گیا تھوڑی دیر نہوئی تھی کہ حضرت علی رضہ یہ کہتے ہوے باہر نکلے کہ قسم ہے رب کعبہ کی
کہ میرے لیے حکم ہوا اُنکے بعد ہی بہت جلد امیر معاویہ رضہ یہ کہتے ہوے نکلے کہ قسم ہے خداے کعبہ کی کہ میری خطا بخش دی گئی اور کہا
حضرت ابن عباس رضہ سوتے تھے نیند سے بیدار ہوے تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ بخدا امام حسین علیہ السلام شہید ہوے
اور یہ معاملہ آپ نے قبل خبر شہادت پہونچنے کے دیکھا تھا آپ کے یارون نے اُسکو نہ مانا تو آپ نے فرمایا کہ مین نے خواب مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ السلام کو دیکھا کہ ایک شیشے مین خون لیے ہین اور فرماتے ہین کہ تجھے معلوم نہین کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا میرے
لڑکے حسین رضہ کو شہید کیا اور یہ اسکا اور اسکے ساتھیون کا خون ہے اسکو اللہ تعالی کے سامنے لیجاؤنگا چوبیس روز بعد آپ کی شہادت کی خبر
آئی کہ جس روز حضرت ابن عباس رضہ نے دیکھا تھا اُسی روز شہید ہوے اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ کو کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا
کہ آپ اپنی زبان مبارک کے باب مین ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اسنے مجھکو تباہی کی جگہون مین پہونچایا ہے یہان اللہ تعالی نے آپ کے ساتھ
کیا معاملہ کیا آپ نے فرمایا کہ مین نے اس زبان سے لا الہ الا اللہ کہا تھا اسلیے مجھکو جنت مین وارد کیا۔ اب مشائخ کرام رح کے خوابون کا
ذکر کیا جاتا ہے کسی شیخ سے نقل ہے کہ اُنھون نے منصور دینوری کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے آپ سے کیا کیا اُنھون نے فرمایا
کہ مجھکو جنتون مین پھرایا اور پھر پوچھا کہ کوئی چیز جنتون مین تجھکو اچھی معلوم ہوئی مین نے عرض کیا کہ نہین ارشاد ہوا کہ اگر تو کسی چیز کو
اچھی جانتا تو مین تجھکو اُسی کے حوالے کرتا اور اپنے حضور مین نہ پہونچاتا اور کسی نے یوسف بن حسین کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا
معاملہ ہے خداے فرمایا اُنھون نے کہا کہ مجھکو بخش دیا اُس شخص نے پوچھا کہ آمرزش کی وجہ کیا ہوئی کہا کہ مین نے کبھی سچی بات کو ہزل سے
نہین ملایا تھا۔ اور منصور بن اسمعیل سے روایت ہے کہ مین نے عبد اللہ بزاز کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ گذرا اُنھون نے
کہا کہ خداے تعالی نے مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور جتنے گناہ تھے مین نے اقرار کیا اُن سب کو بخش دیا مگر ایک گناہ کو اُس سے
کہتے ہوے مجھے شرم آئی اسلیے مجھکو پسینے مین کھڑا کیا یہانتک کہ میرے چہرے کا گوشت گر گیا مین نے پوچھا کہ وہ گناہ کیا تھا
اُنھون نے کہا کہ مین نے ایک لڑکی کو دیکھا اور اُسکو پسند کیا اسلیے مجھے حیا آئی کہ اسکا کیا ذکر کرون۔ اور ابو جعفر صیدلانی رح کہتے ہین کہ
مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ ایک جماعت درویشون کی آپ کے گرد ہے اسی اثنا مین آسمان پھٹا اور اُس سے
دو فرشتے کہ ایک کے ہاتھ مین طشت اور دوسرے کے ہاتھ مین آفتابہ تھا اُترے طشت والے نے طشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے رکھدیا آپ نے ہاتھ مبارک دھوئے پھر ارشاد فرمایا تو اور ون نے بھی ہاتھ دھوئے پھر طشت میرے سامنے رکھا تو ایک فرشتے
نے دوسرے سے کہا کہ اسکے ہاتھ پر پانی مت ڈال یہ اُنمین سے نہین ہے مین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ سے
کیا یہ روایت نہین ہے کہ آپ نے فرمایا ہے المرء مع من احب آپ نے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہے مین نے عرض کیا کہ تو مین آپ سے اور
ان درویشون سے محبت رکھتا ہون آپ نے اُس فرشتے کو ارشاد فرمایا کہ اسکے ہاتھ پر بھی پانی ڈال کہ یہ بھی اُنھین مین سے ہے اور حضرت
جنید رح فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ لوگون کو وعظ سناتا ہون اتنے مین ایک فرشتے نے میرے پاس آکر پوچھا کہ جن
چیزون سے خداے تعالی کے تقرب کے طالب تقرب کیا کرتے ہین اُنمین سے اللہ تعالی کے نزدیک بہتر کیا چیز ہے مین نے جواب دیا
کہ پوشیدہ عمل ترازو مین بھاری ہے وہ فرشتہ یہ کہتا چلا گیا کہ یہ کلام توفیق یافتہ شخص کا ہے۔ اور شیخ کو کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ
تمنے معاملہ کیسے پایا آپ نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا مین زاہد تھے اُنکو دیکھا کہ دنیا و آخرت کی خیر لیگئے۔ اور ایک شام کے آدمی نے علما
مین سے ایک سے کہا کہ مین نے خواب مین تمکو جنت مین دیکھا ہے وہ اپنی بیٹھک سے اُترے اور اُس شخص کے پاس آکر کہا کہ اسکی تعبیر

آدمی اُسکے ساتھ ہوگا جس سے دوستی رکھتا ہے یہ حدیث

یہ معلوم ہوتی ہی کہ شیطان نے کوئی بات چاہی تھی اس سے مین بچ گیا ہون اُسنے اب کسی شخص کو میرے قتل کے واسطے معین کیا ہی
اور محمد بن واسع رح فرماتے ہین کہ خواب مومن کو خوش کیا کرتی ہی مغالطے مین نہین ڈالا کرتی ۔ اور صالح بن بشیر کہتے ہین کہ مین نے
عطاے سلمی کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی تمپر رحم کرے دنیا مین تم بہت غم کیا کرتے تھے اُنھون نے فرمایا کہ لو بھئی
اب تو اُسکے بعد مجھکو بڑی خوشی اور فرحت دائمی ہوئی مین نے پوچھا کہ آپ کونسے درجے مین ہین فرمایا کہ اُن لوگون کے ساتھ جنپر
خداے تعالی نے انعام کیا ہی یعنی نبیون اور صدیقون اور شہدا اور صالحون کے ساتھ ۔ اور کسی نے حضرت زرارہ بن ابی اوفی سے
خواب مین پوچھا کہ اعمال مین سے تمھارے نزدیک کونسا افضل ہی اُنھون نے فرمایا کہ راضی رہنا خداے تعالی کے حکم پر اور کوتاہ کرنا
امل کا اور یزید بن مذعور کہتے ہین کہ مین نے اوزاعی رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ مجھکو کوئی ایسا عمل تبلاؤ جس سے مین خداے تعالی
تقرب حاصل کرون آپ نے فرمایا کہ مین نے یہان عالمون کے رتبے سے بڑھکر اور کسی کا رتبہ نہین پایا اُنکے بعد درجہ غمگین لوگون کا ہی
راوی کہتا ہی کہ یزید بن مذعور بہت بوڑھے تھے اس خواب کے بعد ہمیشہ رویا کیے یہان تک کہ آنکھین جاتی رہین اور ابن عیینہ
کہتے ہین کہ مین نے اپنے بھائی کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ بھائی تمسے خداے تعالی نے کیا معاملہ فرمایا اُنھون نے کہا کہ جس
گناہ پر مین نے استغفار پڑھا تھا اور آمرزش کی درخواست کی تھی وہ تو خداے تعالی نے بخش دیا اور جس گناہ سے استغفار نہین
کیا تھا وہ نہ بخشا ۔ اور علی طلحی کہتے ہین کہ مین نے خواب مین ایک عورت کو دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتون کے مشابہ نہ تھی مین نے پوچھا
کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ مین حور ہون مین نے کہا کہ تو مجھسے بیاہ کرلے اُسنے کہا کہ میرے مالک سے میری نسبت کی درخواست کر
اور میرا مہر دیدے مین نے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہی اُسنے کہا کہ اپنے نفس کو اُسکی تمام آفتون سے بچائے رکھ اور ابراہیم بن اسحاق حربی
کہتے ہین کہ مین نے حضرت زبیدہ رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تمسے کیا کیا اُنھون نے فرمایا کہ مجھکو بخش دیا مین نے
کہا کہ اُنھین خیراتون کے عوض مین جو تمنے مکہ کی راہ مین دی تھین اُنھون نے کہا کہ مین نے جو خیراتین دی تھین اُنکا ثواب تو
مالکون کے پاس چلا گیا مجھے تو صرف نیت کے باعث بخشدیا ۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے جب وفات پائی تو خواب مین کسی نے
اُنکو دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے آپ سے کیا کیا اُنھون نے فرمایا کہ ایک قدم تو مین نے پل صراط پر رکھا دوسرا جنت مین رکھا
اور احمد بن ابی الحواری رح کہتے ہین کہ مین نے خواب کی حالت مین ایک لونڈی کو دیکھا جس سے خوبصورت زیادہ مین نے نہین دیکھی تھی
اور اُسکا منھ نور سے چمک رہا تھا مین نے پوچھا کہ تیرے منھ کی چمک کس باعث سے ہی اُسنے کہا کہ تمھین یاد ہی کہ ایک رات مین تم روئے
تھے مین نے کہا کہ ہان مجھے یاد ہی اُسنے کہا کہ مین نے تمھارے آنسو لیکر اپنے منھ کو لگا لیے تھے اسی سے میرا منھ ایسا چمکنے لگا ۔ اور
کتانی رح کہتے ہین کہ مین نے حضرت جنید رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے آپ سے کیا معاملہ کیا اُنھون نے فرمایا کہ
وہ اشارات تباہ ہوگئے اور نہ وہ عبارتین کام آئین صرف دو رکعتین جو ہم رات کو پڑھا کرتے تھے وہی ہمکو ملین ۔ اور زبیدہ رح کو
کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمپر کیا حال گذرا اُنھون نے کہا کہ ان چار جملون کی بدولت خداے تعالی نے مغفرت فرمائی
لا الہ الا اللہ افنی بہا عمری لا الہ الا اللہ ادخل بہا قبری لا الہ الا اللہ اخلو بہا وحدی لا الہ الا اللہ القی بہا ربی اور بشر رح کو کسی نے
خواب مین دیکھکر پوچھا کہ خداے تعالی نے تمسے کیا سلوک کیا فرمایا کہ مجھپر رحم فرمایا اور ارشاد کیا کہ بشر تجھے شرم نہ آئی کہ ہمسے اتنا ڈرتا تھا
اور ابو سلیمان دارانی رح کو کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تمسے کیا معاملہ کیا اُنھون نے فرمایا کہ مجھپر رحم کیا اور
جتنا ضرر کہ ہمکو لوگون کے اشارون سے یعنی شہرت اور انگشت نما ہونے سے ہوا اتنا اور کسی چیز سے نہین ہوا اور ابو بکر کتانی
کہتے ہین کہ مین نے خواب مین ایک جوان کو دیکھا کہ اُس سے بہتر کبھی نہین دیکھا تھا مین نے پوچھا کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ تقوی ہون

رح [illegible]

[illegible] خلوت کرون [illegible]
اب سے ملون

مین نے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہے اُسنے کہا کہ دل غمگین مین رہتا ہون پھر جو مین نے دیکھا تو ایک عورت کالی کلوٹی سی نظر آئی مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اُسنے کہا کہ مین دل کی بیماری ہون مین نے پوچھا تو کہان رہتی ہے اُسنے کہا کہ جو دل خوش اور ناکارہ ہو اُسمین رہتی ہون پھر مین جاگ پڑا اور عہد کیا کہ بدون مجبوری کبھی نہ ہنسونگا۔ اور ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا شیطان میرے اوپر چڑھ آیا ہے مین نے لاٹھی کو پکڑ کے چاہا کہ اُسکو مارون وہ لاٹھی سے نہ ڈرا اُسوقت غیب سے آواز آئی کہ یہ اس سے نہین ڈرا کرتا بلکہ ایک نور سے ڈرتا ہے جو دل کے اندر ہوتا ہے۔ اور مسوحی کہتے ہین کہ مین نے شیطان کو خواب مین برہنہ دیکھا کہ چلا جاتا ہے مین نے کہا کہ تو آدمیون سے شرم نہین کرتا اُسنے کہا سبحان اللہ یہ لوگ آدمی ہین اگر یہ آدمی ہوتے تو مین اُنکو صبح و شام کیون کھلونا بناتا جیسے لڑکے گیند سے کھیلا کرتے ہین بلکہ آدمی اور ہی لوگ ہین جنہون نے میرے جسم کو بیمار کر دیا ہے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ ہمارے صوفی یارون کی طرف کیا۔ اور حضرت ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین دمشق مین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضا اور حضرت عمر رض پر تکیہ کیے ہوے میرے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہوے اُسوقت مین کچھ الفاظ کہکر اپنے سینے پر ضرب لگا تا تھا آپنے فرمایا کہ اسکی برائی بھتری کی نسبت کر زیادہ ہے اور ابن عیینہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوری رح کو خواب مین دیکھا کہ جنت مین ایک درخت پر سے دوسرے پر اُڑ رہے ہین اور کہتے ہین لمثل ہذا فلیعمل العاملون مین نے اُنسے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے فرمایا کہ لوگون کی شناسائی کم کرو۔ اور ابو حاتم رازی قبیصہ بن عقبہ سے راوی ہین کہ انھون نے سفیان ثوری رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے تعالیٰ نے آپسے کیا معاملہ کیا انھون اس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ جو دیکھا سامنے سے مین نے رب کو تو یہ فرمایا ❊ مبارک ہو تجھے ابن سعید اسدم رضا میری ❊ تہجد تو پڑھا کرتا تھا راتون کو اندھیری ❊ بہا تا شوق کے آنسو دکھاتا دل کی مشتاقی ❊ پسند اب کر لے جنت کا مکان تو جونسا چاہے ❊ ملاکر روز ہے کیونکہ اب جاتی رہی دوری ❊ اور شبلی رح کو مرنے کے تین دن بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے تعالیٰ نے تمسے کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجھسے ایسا مطالبہ کیا کہ مین نا امید ہوگیا جب میری نا اُمیدی ملاحظہ فرمائی تو مجھکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لیا۔ اور مجنون بنی عامر کو مرنے کے بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے تعالیٰ نے تمسے کیا کیا کہا کہ مجھکو بخش دیا اور محبین کے لیے مجھکو حجت ٹھہرا دیا۔ اور حضرت ثوری رح کو کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمسے خدا نے تعالیٰ نے کیا کیا فرمایا کہ مجھپر رحم کیا اُس شخص نے پوچھا کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کا کیا حال ہے فرمایا کہ وہ اپنے رب کے پاس ہر روز دو دفعہ جایا کرتے ہین۔ اور بعض اکابر کو کسی نے خواب مین دیکھکر جو حال پوچھا تو کہا کہ مجھسے جو حساب کیا تو نہایت دقت کی پھر احسان کر کے آزاد کر دیا۔ اور حضرت مالک بن انس رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ آپ سے ہوا فرمایا کہ میری مغفرت کی ایک کلمے سے جو حضرت عثمان بن عفان رض جنازے کے دیکھنے پر فرمایا کرتے تھے وہ یہ ہے کہ سبحان الحی الذی لا یموت۔ اور جس رات حضرت حسن بصری رح کا وصال ہوا تو کسی نے خواب مین دیکھا کہ گویا دروازے آسمان کے کھلے ہین اور ایک منادی پکارتا ہے کہ حسن بصری اللہ کے پاس گئے اُس حال مین کہ خدا اُنسے راضی ہے۔ اور جاحظ کو کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمپر کیا کیفیت گذری تو اُسنے اس مضمون کا شعر پڑھا شعر لکھو اپنے قلم سے کچھ تو ایسی چیز کو لکھو ❊ کہ گر دیکھو قیامت مین تو ہووے خوش تمھارا دل

فائدہ مترجم کہتا ہے کہ شاید اس شخص کی نجات کا باعث یہ ہوا ہوگا کہ اپنی تصانیف مین کچھ عمدہ الفاظ آخرت کے کارآمد لکھے ہونگے اس شعر مین اسی طرف اشارہ کیا کہ لکھنے کے لیے حسنات اختیار کرنی چاہیین۔ اور حضرت جنید رح نے ابلیس لعین کو خواب مین برہنہ دیکھکر فرمایا کہ تو آدمیون سے شرم نہین کرتا اُسنے کہا کہ یہ لوگ آدمی نہین بلکہ وہ لوگ آدمی ہین جو مسجد شونیزی واقع بغداد مین ہین انھون نے میرے جسم کو لاغر اور جگر کو کباب کیا ہے حضرت جنید فرماتے ہین کہ جب مین جاگا تو مسجد مذکور مین گیا دیکھا تو کچھ لوگ اپنے زانو پر سر رکھے ہوے فکر مین لگے ہین جب انھون نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اُس خبیث کے کہنے سے تم فریب مین مت آنا اور نصیر ابادی کو

بعد وفات کے مکہ معظمہ میں کسی نے خواب میں دیکھکر پوچھا کہ کیا حال گذرا فرمایا کہ اول تو مجھپر اشراف کا سا عتاب ہوا پھر مجھکو فرمایا گیا
کہ اے ابو القاسم ملنے کے بعد کیا جدائی ہوا کرتی ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں اے عظمت والے بس مجھکو لحد ہی میں رکھنے پائے تھے کہ
میں اپنے رب سے جا ملا۔ اور عتبہ غلام نے ایک حور کو خواب میں دیکھا کہ بہت حسین ہے اور کہتی ہے کہ اے عتبہ میں تیرے اوپر عاشق ہوں
تو خبردار ایسی بات نہ کرنا جو مجھ میں اور تجھ میں حجاب ہو جاوے عتبہ نے جواب دیا کہ میں نے دنیا کو تین طلاق دے دیے جب تک
تجھسے نہ ملونگا اسکی طرف رجوع نہ کرونگا۔ اور منقول ہے کہ ایوب سجستانی کسی گناہگار کا جنازہ دیکھکر اپنے دروازے میں گھس گئے تاکہ اسکی
نماز نہ پڑھنی پڑے بعض شخصوں نے اس مردے کو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ کہو کیا معاملہ ہوا اسنے کہا کہ خداے تعالی نے مجھکو بخش دیا
اور ایوب سے کہدینا کہ اگر رحمت الٰہی کے خزانے تمھارے قابو میں ہوتے تو تنگ پڑ جانے کے ڈر سے تم انکو روک رکھتے اور بعض اکابر سے مروی ہے
کہ جس رات حضرت داؤد طائی رح کا انتقال ہوا میں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے آسمان سے اترتے اور چڑھتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کون سی
رات ہے انھوں نے کہا کہ یہ وہ رات ہے کہ داؤد طائی رح نے وفات پائی ہے اور انکی روح کے لیے جنتیں آراستہ کی گئی ہیں۔ اور ابو سعید شحام
کہتے ہیں کہ میں نے سہیل صعلوکی رح کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ اے شیخ انھوں نے فرمایا کہ اے شیخ کہنا چھوڑو میں نے پوچھا کہ وہ حالات
جو میں نے تمھارے دیکھے تھے اس سبب سے کہتا ہوں انھوں نے فرمایا کہ وہ کچھ کام نہ آئے میں نے پوچھا کہ پھر آخر خداے تعالی نے تمھارے
ساتھ کیا معاملہ فرمایا کہا کہ مجھکو ان مسائل کے ثواب میں بخش دیا جو فلاں بڑھیا پوچھا کرتی تھی۔ ابوبکر رشیدی رح کہتے ہیں کہ میں نے محمد طوسی معلم
کو خواب میں دیکھا تو انھوں نے مجھسے یہ کہا کہ ابو سعید زرگر ادیب سے یہ کہدینا کہ ما زیاران چشم یاری داشتیم * خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم *
جب میں جاگا تو ابو سعید سے جا کر مضمون بیان کیا انھوں نے کہا کہ میں ہر جمعہ کو انکی قبر پر جایا کرتا تھا اس جمعہ کو نہیں گیا ہوں اسی کی
شکایت ہے۔ ابن راشد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مبارک رح کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تم کیا مر نہیں گئے تھے انھوں نے کہا کہ ہاں
میں نے پوچھا کہ تو خداے تعالی نے تمسے کیا کیا انھوں نے کہا کہ مجھکو بخش دیا ایسی مغفرت سے کہ ہر گناہ کو گھیر لیا میں نے پوچھا کہ
پھر سفیان ثوری کا کیا حال ہے انھوں نے کہا کہ انکا کیا کہنا ہے وہ تو اس آیت کے مصداق ہیں مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین
والشہداء والصالحین اور ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی رح کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خداے
تعالی نے آپ سے کیا کیا آپ نے فرمایا کہ مجھکو ایک سونے کی کرسی پر بٹھایا اور میرے اوپر در شاداب بکھیرے۔ اور ایک شخص نے حضرت
حسن بصری رح کے مریدوں میں سے جس رات انکی وفات ہوئی تھی خواب میں دیکھا کہ کوئی منادی یہ پکارتا ہے کہ اللہ تعالی نے آدم اور
نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو خلق سے برگزیدہ فرمایا اور حسن بصری کو انکے وقت کے لوگوں سے اچھا اور برگزیدہ کیا اور ابو یعقوب
قاری کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک شخص گندم گون کشیدہ قامت کو دیکھا کہ لوگ اسکے پیچھے جاتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں
لوگوں نے کہا کہ حضرت اویس قرنی رح ہیں میں بھی آپ کے پیچھے چلا اور عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے مجھسے ناک چڑھائی
میں نے عرض کیا کہ میں راہ نہیں جانتا آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں اگر آپ مجھے راہ دکھا دینگے خداے تعالی آپ کو جزا دیگا آپ
میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اللہ تعالی کی رحمت کو اسکی محبت کے وقت طلب کرو اور اسکے بدلا لینے سے نافرمانی کے وقت
خوف کرو اس اثنا میں اس سے امید مت منقطع کرو پھر آپ منہ پھیر کر چل دیے اور مجھکو چھوڑ گئے۔ اور ابوبکر بن ابی مریم کہتے ہیں کہ میں نے
ورقاء بن بشر حضرمی کو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہے انھوں نے کہا کہ بڑی جانکاہی کے بعد چھٹی ملی میں نے پوچھا کہ
تمنے کونسے عمل کو فضل پایا انھوں نے فرمایا کہ خداے تعالی کے خوف سے رونے کو۔ اور یزید بن نعامہ کہتے ہیں کہ جارف یعنی وبا کے
عام میں ایک عورت مر گئی تھی اسکے باپ نے اسکو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ بیٹی مجھسے آخرت کا حال کہے اسنے کہا کہ بابا

ہم ایک بھاری کام پر پہونچے ہین ہم جانتے ہین اور عمل نہین کرتے ہین اور تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہین بخدا اگر ایکبار یا دو بار سبحان اللہ کہنا یا ایک خواہ دو رکعت نماز کا میرے نامۂ اعمال مین ہونا مجھکو دنیا اور ما فیہا سے محبوب تر ہو۔ اور بعض مرید عتبہ غلام کے کہتے ہین کہ مین نے عتبہ رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعالی نے تمسے کیا معاملہ کیا انھون نے فرمایا کہ مین برکت سے اس دعا کی جنت مین داخل ہوا جو تیرے گھر مین لکھی ہوئی تھی جب مین اٹھا تو اپنے گھر کے اندر گیا دیکھا تو عتبہ غلام کے خط سے گھر کی دیوار پر لکھا

یا ہادی المضلین ویا راحم المذنبین ویا مقیل عثرات العاثرین ارحم عبدک ذا الخطر العظیم والمسلمین کلہم اجمعین واجعلنا مع الاحیاء المرزوقین الذین انعمت علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین آمین رب العالمین۔ اور موسی بن حماد کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری کو جنت مین دیکھا کہ ایک پیڑ سے دوسرے پر اڑتے پھرتے ہین مین نے پوچھا کہ اے ابو عبد اللہ تمکو یہ مرتبہ کس بات سے ملا فرمایا کہ ورع سے مین نے پوچھا کہ علی بن عاصم کا حال تو بتاؤ فرمایا کہ وہ ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے ستارے۔ اور کسی تابعی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو نصیحت فرمائیے فرمایا کہ بہتر جو شخص نقصان کا جویا نہین رہتا وہ نقصان مین رہتا ہے اور جو نقصان مین رہے اسکے لیے موت بہتر ہے۔ اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ مجھکو ان دونون مین ایک امر مشکل ایسا پیش آیا تھا جسنے مجھکو درد و رنج دیا اور خدائے تعالی کے سوا اور کسی کو اسپر واقفیت نہ تھی کل رات میرے پاس ایک آنیوالا آیا اور خواب مین مجھسے کہا کہ

اے محمد بن ادریس یون دعا مانگو اللہم انی لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا ولا موتا ولا حیاتا ولا نشورا ولا استطیع ان اخذ الا ما اعطیتنی ولا اتقی الا ما وقیتنی اللہم فوفقنی لما تحب وترضی من القول والعمل فی عافیۃ جب مین صبح کو اٹھا تو اس دعا کو مکرر پڑھا جب دن چڑھا اللہ تعالی نے میرا مطلب مجھکو عنایت فرمایا اور جس مصیبت مین مین تھا اس سے نجات آسان فرمائی۔ تو تمکو چاہیے کہ ان دعاؤن کو ہمیشہ پڑھتے رہو اور انسے غافل نہ رہو یہ تھے کچھ مکاشفات جنسے مردون کا احوال معلوم ہوتا ہے اور ان اعمال پر دلالت کرتے ہین جو اللہ تعالی سے قریب کر دین اب انکے بعد ہم وہ حالات لکھتے ہین جو صور کے پھنکنے سے لیکر آخر تک یعنی جنت خواہ دوزخ مین ٹھیر جانے تک مردون کو پیش ہوتے ہین

دوسرا حصہ باب ذکر موت کا ان حالات مین موت کے جو صور کے پھنکنے سے لیکر جنت یا دوزخ مین قرار پانے تک ہوتے ہین اور جو کچھ ہول اس درمیان مین پیش ہوتے ہین انکی تفصیل مین اس قسم مین پندرہ بیان ہین اور آخر کو ایک خاتمہ ہے جسمین خدائے تعالی کی رحمت کے وسیع ہونے کا ذکر ہے اور اسی پر کتاب کی تمامی ہے انشاء اللہ تعالی۔

پہلا بیان نفخ صور کے ذکر مین پہلے بیانون سے تمکو اتنے حالات معلوم ہو چکے ہین میت کے حال کی شدت موت کے سکرات مین اور خطرہ خاتمے کے خوف کا پھر قبر کی تاریکی کو بھگتنا اور اسکے کیڑون کی ایذا سہنی پھر منکر نکیر اور انکا سوال پھر عذاب قبر کو بھگتنا بشرطیکہ ان لوگون مین سے ہو جنپر غصہ ہوا ہے اور یہ جتنے احوال گذرے ہین ان سب سے بڑھکر وہ خطرات ہین کہ مردے کے سامنے ہین یعنی صور کا پھنکنا اور قیامت کے دن اٹھنا اور خدائے تعالی کے سامنے پیش ہونا اور تھوڑے بہت کی پوچھ ہونی اور اعمال کے مقدار کی شناخت کے لیے ترازو کا کھڑا ہونا پھر باوجود باریکی اور تیزی کے پل صراط پر سے اترنا پھر مقدمے کے فیصل ہونے کے لیے یعنی سعادت یا شقاوت کا حکم لگنے کے لیے پکار کا منتظر رہنا تو یہ احوال اور خطرات ایسے ہین کہ تمکو انکا پہچاننا ضروری ہے پھر انپر خوب یقین اور تصدیق کے طور پر ایمان لانا پھر انمین بہت سا فکر و تامل کرنا کہ تمھارے دل مین سے انکی تیاری کے لوازم پیدا ہون اور اکثر لوگون کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن پر ایمان انکے خاص دلون مین نہین بیٹھا اور سویدائے ضمیر مین جگہ نہین پکڑی اور یہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ موسم گرما کی گرمی اور جاڑے کی سردی کے لیے کتنے سامان کرتے ہین اور دوزخ کی گرمی اور زمہریر کی سردی کے لیے باوجودیکہ انمین نہایت سختی اور خطرات ہونگے ڈھیل کرتے ہین ہان اتنا ہے کہ جب آخرت کا حال انسے پوچھیے تو زبان سے

اُسکا اقرار کرتے ہین مگر دل اُنکے اُس سے غافل رہتے ہین اور جو شخص دوسرے سے کہے کہ تیرے سامنے کے کھانے مین زہر ہی اور وہ دوسرا اُسکی تصدیق کرے کہ ہان سچ کہتے ہو پھر کھانا کھاوے تو زبان سے تو اُسکو سچا کہا اور عمل سے اُسکو جھٹلایا اور عمل کی رو سے جھٹلانا زبان کے جھٹلانے کی نسبت کہ زیادہ ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مجھکو آدمی نے گالی دی اور اُسکو زیبا نہ تھا کہ مجھے گالی دے اور اُسنے مجھکو جھٹلایا اور اُسکو شایان نہ تھا کہ جھٹلاوے اُسکا گالی دینا تو یہ ہی کہ کہتا ہی کہ خدا کا کوئی لڑکا ہی اور جھٹلانا اس طرح ہی کہ کہتا ہی کہ مجھے جیسا اول پیدا کیا ہی اُس طرح کبھی نہ اُٹھاویگا۔ اور دلون مین جو پھر سے اُٹھنے کی تصدیق اور یقین مستحکم نہین تو اُسکی وجہ یہی ہی کہ لوگ اس جہان مین اس طرح کی باتین کم سمجھتے ہین۔ اور اگر بالفرض آدمی جیوانات کا پیدا ہونا نہ دیکھتا اور اُس سے کہا جاتا کہ تیرا ایک بنانے والا ہی کہ وہ نطفۂ ناپاک سے ایسا آدمی بناتا ہی جو عاقل و متکلم اور تصرف کرنے والا ہو تو اُسکے باطن کو اُسکی تصدیق نہایت سخت ہوتی اور اسی جہت سے خداے تعالیٰ فرماتا ہی اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین اور فرمایا ایحسب الانسان ان یترک سدیً الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق فسوی فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی غرض کہ آدمی کی پیدایش مین باوجود کثرت عجائب اور اختلاف اعضا کی ترکیب کے عجیب پر عجیب باتین اُسکے اُٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے مین ہین تو جو شخص اُسکی صنعت اور قدرت مین عجائب کو معاینہ کرتا ہی وہ خداے تعالیٰ کی قدرت و حکمت سے اُسکا انکار کیسے کرتا ہی پس اگر تمھارے ایمان ہی مین ضعف ہو تو پہلے پیدایش کو غور کرکے ایمان کو پکا کرلو اسلیے کہ دوسری بار کی پیدایش اول ہی کی طرح بلکہ اُس سے سہلتر ہی اور اگر تمھارا ایمان دوبارہ اُٹھنے پر قوی ہی تو دل مین ان خوفون کو بھی ٹھان لو اور اس باب مین اتنا فکر اور عبرت کیا کرو کہ دل سے راحت اور آرام جاتا رہے اور خداے تعالیٰ کے سامنے جانے کی تیاری مین لگ جاؤ اول اس آواز کا فکر کرو کہ قبر کے باشندون کے کان مین پڑیگی یعنی صور کا زور سے پھنکنا کہ ایک ہی چیخ ایسی ہوگی کہ جس سے قبرون مین سے مُردے نکل پڑینگے پس اپنے آپ کو فرض کرو کہ تم بھی قبر سے چہرہ متغیر اور بدن سر سے پانون تک غبار آلود قبر کی مٹی مین سنا ہوا اُسکی چیخ کی شدت سے حیران اور آواز کی طرف کو نگران ہو اور تمام خلق اپنی اپنی قبرون سے یکبارگی نکل پڑی ہی کہ مدتون تک آنہین پڑے سڑتے تھے اور ایک مصیبت تو اُنکو رنج و غم اور انتظار کی سختی کی کہ انجام کب کو معلوم ہوگا پہلے سے تھی اب یک نشد دو شد یہ خوف اور رعب اور ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم قیام ینظرون اور فرمایا فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر اور فرمایا یقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین ما ینظرون الا صیحۃ واحدۃ تاخذہم وہم یخصمون فلا یستطیعون توصیۃ ولا الی اہلہم یرجعون ونفخ فی الصور فاذا ہم من الاجداث الی ربہم ینسلون قالوا یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا ہذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون پس اگر مُردون کے سامنے اس آواز کی دہشت کے سوا اور کچھ ہول نہو تب بھی اُس سے ڈرنا اور بچنا لائق تھا اسلیے کہ وہ ایسی ہیبتناک چیخ ہوگی کہ اُس سے جو لوگ آسمان و زمین کے ہین سب مرجاوینگے اور سواے اُنکے جنکو اللہ تعالیٰ چاہیگا یعنی چند فرشتے باقی رہ جاوینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیف انعم وصاحب الصور قد التقم القرآن وحنی الجبہۃ واصغی بالاذن ینتظر متی یؤمر فینفخ مقاتل فرماتے ہین کہ صور کے معنی شاخ یعنی نرسنگھے کے ہین اور اُسکی کیفیت

یہ وہ ہی جو وعدہ دیا تھا رحمن نے اور سچ کہا تھا بھیجے ہوؤن نے ۱۲

میں کس طرح آرام کرون صور والے نے پھونکنگا منھ مین رکھ لیا اور ماتھا جھکا کر کان لگارہے کہ کب حکم ہوے کہ پھونک دون ۱۲ ترمذی بروایت ابو سعید ۱۲

یون ہو کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نفیری کی شکل کے نرسنگھے پر اپنا مُنہ رکھے ہوے ہین اُس نرسنگھے کے مُنہ کا دائرہ اتنا چوڑا ہو جتنا پھیلاؤ آسمانون اور زمین کا ہو اور حضرت اسرافیل اپنی آنکھ عرش کی طرف کو اُٹھائے منتظر ہین کہ کب حکم اول پھونک کا ہو جب وہ اول پھونک ماریںگے تو آسمان و زمین کے لوگ جتنے جاندار ہونگے سب خوف کی شدت سے مرجاوینگے صرف چار فرشتے حضرت جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام رہجاوینگے پھر حکم الٰہی ملک الموت کو ہوگا کہ اول حضرت جبرئیل علیہ السلام کی روح نکالین پھر حضرت میکائیل کی پھر حضرت اسرافیل کی پھر ملک الموت کو حکم ہوگا وہ خود مرجاوینگے اور چالیس برس تک خلق اول صور کے پھونکنے کے بعد عالم برزخ مین رہیگی پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرکے حکم فرماویگا کہ دوسری دفعہ پھونک نرسنگھے مین مارو اور اسی کو اللہ تعالیٰ کلام مجید مین ارشاد فرماتا ہے ثم نفخ فیہ اخرى فاذا ہم قیام ینظرون یعنی پانوؤن پر کھڑے ہو کر جی اُٹھنے کو دیکھینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب مجھکو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تو صاحب صور اسرافیل کو کہلا بھیجا اُنھون نے صور کو اپنے مُنہ سے لگا لیا اور ایک پانون کو آگے اور دوسرے کو پیچھے کرکے منتظر ہین کہ کب حکم پھونکنے کا ہو تو مین لوکہ پھونک دے غرضکہ انتہی پس ایسے حال مین خلق کی کیفیت اور اُنکی ذلت اور شکستہ حالی اور بیچارگی اور اُس چیخ کا خوف اور حکم سعادت و شقاوت کا انتظار دیکھو اور اپنے آپ کو بھی اُنکے درمیان فرض کرو کہ جیسے وہ بڑے حال سے ہونگے ویسے ہی تم بھی ہوگے جیسے وہ حیرت زدہ ہونگے ویسے ہی تم بھی ہوگے بلکہ دنیا مین جو لوگ امیر اور تونگر اور نازپروردہ اور بادشاہ ہونگے وہ اُس وقت مین سب کے باشندون سے ذلیل اور چھوٹے اور حقیر اور پامال ذرہ کے مثال ہونگے اُسوقت وحشی جنگلون سے اور پہاڑون سے آکر اپنے سر جھکا کر باوجود وحشت کے لوگون مین رل مل جاوینگے اور گو اُنکون سے کچھ خطا نہ کی ہوگی مگر اُس دن کے اُٹھنے اور شدت چیخ اور ہول سے پھونک کے ڈر کے سبب وحشت بھول جاوینگے اور چوکڑی بھول کر لوگون مین آملینگے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا الوحوش حشرت پھر شیطان سرکش کہ پہلے متمرد اور منحرف تھے آوینگے اور خدا کے سامنے پیش ہونے کی ہیبت کے مارے گردن جھکا دینگے اور مضمون اُس آیت کا صادق ہوگا فوربک لنحشرنہم والشیاطین ثم لنحضرنہم حول جہنم جثیا پس اپنے حال مین اور اپنے دل کی ہیبت مین اُس مقام پر فکر کرو کہ کیسی ہوگی دوسرا بیان حشر کی زمین اور اُسکے لوگون کے ذکر مین پھر غور کرو کہ جی اُٹھنے کے بعد ننگے پانون ننگے بدن نفخہ کے بعد کیسے زمین محشر مین ہنکائے جاوینگے وہ ایک زمین ہموار سفید رنگ ہو کہ جسمین کچھ اونچ نیچ نہین نہ کوئی ٹیلہ ہو کہ آدمی اُسکے پیچھے چھپ جاوے نہ گڑھا ہو کہ اُسکے اندر آنکھ سے اوجھل ہو بلکہ ساری زمین ایک سی پھیلی ہوئی ہو کچھ اسمین فرق نہین اُسی کی طرف لوگ گروہ کے گروہ پہونچائے جاوینگے پس پاک ہو وہ ذات جو لوگون کو باوجود اقسام مختلف ہونے کے اطراف زمین سے پہلے اور دوسری پھونک سے ایک جگہ لاکر جمع فرماویگا اور اُن دلون کو زیبا ہو کہ اُس روز تڑپتے ہون اور آنکھون کو شایان ہو کہ نیچے کو ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز لوگون کا حشر ایک زمین سفید خاکی پر ہوگا جیسا میدہ کہ وہ صاف کیے ہو گی اور اُسمین کوئی عمارت کسی کی نہوگی کہ جسکے باعث آدمی چھپ سکے یا نظر کام نہ کرسکے اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ وہ زمین دنیا کی سی زمین ہوگی بلکہ دنیا کی زمین سے صرف نام مین شریک ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ زمین مین کچھ کمی بیشی کیجاویگی اور اُسکے درخت اور پہاڑ اور جنگل اور دوسری چیزین جاتی رہینگی اور عکاظ کے چمڑے کی طرح پھیلائی جاویگی زمین سفید شکل چاندی کے ہوگی جسپر کوئی خون یا گناہ نہوا ہوگا اور آسمانون کے چاند سورج ستارے جاتے رہینگے پس اے مسکین اُس دن کے ہول اور شدت کو غور کر کہ جب خلق اُس زمین پر اکٹھی ہوجاویگی تو اُنکے اوپر سے ستارے بکھر پڑینگے آفتاب بے نور اور چاند بے رونق ہوجاوینگے زمین پر کا چراغ گل ہونے سے بالکل اندھیرا ہوجاویگا لوگ اسی حال مین ہونگے کہ دفعتہً سرون کے اوپر سے آسمان چکر کھا کر

باوجود سختی اور پانسو برس کے مٹاپے کے پھٹ جاوینگے اور فرشتے اُسکے کنارون اور اطراف پر کھڑے ہونگے تو نہ معلوم اُسکے پھٹنے کی آواز سے تیرے کان مین کیسی ہول پیدا ہوگی اور اُس دن کی ہیبت کیسی ہوگی جسمین آسمان اتنے موٹے اور سخت ہو کر پھٹ جاوینگے اور گلی ہوئی چاندی زردی آمیز کی طرح بہنے لگینگے پھر گلابی رنگ سرخ چمڑے کی طرح اور گلے ہوئے تانبے کیطرح ہو جاوینگے اور پہاڑ دھنی ہوئی اُون کی طرح اور آدمی مثل بکھرے ہوئے پتنگون کے ہونگے اور برہنہ پا ننگے بدن چلتے ہونگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی ننگے پانون ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے اُٹھینگے پسینا اُنکے مُنہ تک مثل لگام کے کانون کی لو تک پہونچ گیا ہوگا حضرت ام المومنین سودہ رضہ راوی اس حدیث کی فرماتی ہین کہ مین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ بڑی خرابی ہوگی کہ ہم ایک دوسرے کی طرف ننگے دیکھینگے آپ نے فرمایا کہ اُس دن آدمیون کو اور ہی فکر ہوگا دیکھنے کی فرصت نہوگی لکل امرئ منہم یومئذ شان یغنیہ پس وہ دن کیسا سخت ہوگا کہ برہنگیان اُسمین عیان ہونگی اور باوجود اسکے دیکھنے اور التفات کرنے سے مامون رہینگے اور کیون نہو کہ بعضے تو پیٹ کے بل اور بعضے سر کے بل چلینگے تو اُنکو دوسرون کی طرف التفات کی قدرت کہان ہوگی ۔ حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ تین قسم ہو کر اُٹھینگے سوار اور پیادہ پا اور سر کے بل ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سر کے بل لوگ کیسے چلینگے آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے اُنکو پانون کے بل چلایا ہو وہ قادر ہو کہ سر کے بل بھی چلا دے ۔ اور یہ آدمی کی طبعی بات ہو کہ جس چیز سے مانوس نہین ہوتا اُسکا انکار کیا کرتا ہو مثلاً اگر آدمی سانپ کو پیٹ کے بل نہایت تیزی سے چلتا نہ دیکھے تو یہی کہے کہ بدون پانون کے رفتار نہین ہوسکتی اور جسنے پانون چلتے کسی کو نہ دیکھا ہو وہ پانون سے چلنے کو بھی دشوار جانیگا اس نظر سے آدمی کو چاہیے کہ قیامت کے عجائب سے جو بات دنیا کی قیاس کے مخالف ہو اُسکا انکار نہ کرے اسلیے اگر بالفرض دنیا کے عجائب اُسکے مشاہدے مین نہ گذرے ہون اور پھر دفعتہً اُسکے دیکھنے مین آتے ہین تو اُنکا بھی انکار کرنے لگتا ہو حالانکہ واقعی بات ہوتی ہو اسی طرح قیامت کے عجائب کو جاننا چاہیے اور دل مین تصور باندھ لینا چاہیے کہ ہم بھی ننگے ذلیل راندے حیرت زدہ کھڑے اس بات کے منتظر کھڑے ہونگے کہ ہمکو سعادت اور شقاوت مین سے کس چیز کا حکم ہوگا اور اس حالت کو بہت بڑی جاننی چاہیے کہ نہایت سخت ہو ۔

تیسرا بیان پسینے کے ذکر مین پھر خلق کے ازدحام کو سوچو کہ اُس کھڑے ہونے کی جگہ مین ساتون آسمان اور ساتون زمین کے لوگ یعنے فرشتے اور جن اور انسان اور شیطان اور وحش اور درندے اور پرند جمع ہونگے پھر اُنپر آفتاب نہایت تیزی سے چمکیگا اور جیسا اب کچھ اُسکا ہلکا معاملہ ہو اس سے بدل دیا جاویگا پھر خلق کے سرون سے مقدار دو کمانون کے بیچ کے ہوگا اور زمین پر کوئی سایہ سوائے سایۂ تخت رحمن کے نہوگا اور بدون مقربون کے اُسکے سایہ مین اور کوئی نہ رہنے پاویگا اُسوقت کچھ لوگ تو عرش کے سایہ مین ہونگے اور کچھ آفتاب کی تپش مین سیکتے ہونگے کہ مارے گرمی اور دھوپ کے کلیجا مُنہ کو آتا ہوگا اور اُسپر یہ کہ خلق کی دھکا پیل شدت انبوہ کے باعث اتنی ہوگی کہ کندھے سے کندھا چھلتا ہوگا اور علاوہ اُسکے فضیحت اور رسوائی جو خدائے تعالیٰ کے سامنے جانے سے ہوگی اُسکے خوف سے جدا شرم و حیا آویگی تو اتنی حرارتین جمع ہونگی ایک آفتاب کی گرمی دوسری سانسون کی حرارت تیسری دلون کی سوزش حیا و خوف کی آگ سے اسی جہت سے ہر بال کی جڑ مین سے پسینا نکلنا شروع ہوگا یہان تک کہ قیامت کی زمین پر بہنے لگیگا اور پھر بدنون کی طرف کو اُبھرنا شروع ہوگا جسکا جتنا مرتبہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک ہوگا اُسی کے مقدار اُسکا پسینا اُبھریگا پس بعضون کا پسینا زانو تک اور بعضون کا تہیگاہ تک اور بعضون کا کانون کی لو تک اور بعضون کا قریب سر سے گذر جانے تک ۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس روز آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے تو بعضون کا پسینا اتنا ہوگا کہ نصف کان تک

اُسمین ڈوب جاویگا اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگون کو پسینا آویگا
یہان تک کہ اُنکا پسینا زمین مین ستر گز جاویگا اور لوگون کے منہ تک بشکل لگام پہونچ جاویگا اور اُنکے کانون تک پہونچیگا اس حدیث کو بخاری اور
مسلم نے صحیحین مین اسی طرح روایت کیا ہوا اور ایک دوسری حدیث شریف مین ہو کہ لوگ کھڑے ہوے چالیس برس تک آسمان کی طرف
ٹکٹکی لگائے ہونگے اور شدت کرب کے باعث پسینا اُنکے منہ کا لگام ہو جاویگا۔ اور عقبہ بن عامر رضہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز آفتاب زمین سے قریب ہو جاویگا اور آدمیون کو پسینا آویگا پس بعضون کے ٹخنے تک اور بعضون کے
نصف ساق تک اور بعضون کے زانو تک اور بعضون کے رانون تک اور بعضون کے تہیگاہ تک اور بعضون کے منہ تک پہونچیگا
اور آپ نے ہاتھ مبارک کو منہ پر بشکل لگام رکھکر اشارہ منہ تک پہونچنے کا فرمایا اور بعض ایسے ہونگے کہ اُنکو پسینا ڈھانپ لیگا اور آپ نے
سر مبارک پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ ایسے اُنکے سر پر پہونچ جاویگا پس مسکین اہل محشر کے پسینے اور اُنکی سختی کو سوچ اور یہ دھیان کر کہ اس
تکلیف مین بعض لوگ یون عرض کرینگے کہ الٰہی ہمکو اس کرب اور انتظار سے نجات دے گو دوزخ ہی مین ڈالے جاوین اور یہ تکالیف
وہ ہین کہ ابھی نوبت حساب اور عذاب کی نہین آئی اور تو بھی اُنھین مین سے ایک ہوگا تجھے معلوم نہین کہ تیرا پسینا کہان تک پہونچیگا
اور دھیان کرے کہ اگر دنیا مین کسیکا پسینا خدا کی راہ مین یعنی حج اور جہاد اور روزہ اور نماز اور کسی مسلمان کی کاروائی کرنے اور امر معروف
اور نہی منکر کی مشقت اُٹھانے مین نہ نکلا ہوگا تو اُسکا پسینا اُس روز حیا و خوف کے باعث قیامت کے میدان مین نکلیگا اور اُسکی
تکلیف بہت دنون تک رہیگی اور اگر آدمی جہالت اور مغالطہ سے علیحدہ ہو تو یقیناً جان لے کہ طاعات الٰہی مین سختیون کا اُٹھانا اور
پسینے کا آنا آسان بات اور تھوڑی دیر کو ہو اور کرب و انتظار قیامت مین پسینا آنا بہت زیادہ اور دیرپا ہو اسلیے کہ وہ دن ہی
ایسا ہو کہ جسکی مدت اور شدت دونون زیادہ ہین

چوتھا بیان قیامت کے دن کی درازی کے ذکر مین جس روز مین کہ خلق اوپر کو تاک لگائے کھڑے ہونگے اور اُنکے دل عزیے
ہوے ہونگے نہ اُنسے کوئی کلام کرتا ہوگا نہ اُنکے معاملہ مین نظر کی جاتی ہوگی تو تین سو برس تک کھڑے رہینگے نہ کھانے کا کوئی لقمہ
کھاوینگے نہ پانی کا کوئی گھونٹ پیوینگے نہ ہوا کا جھونکا اُنپر چلیگا حضرت کعب رضہ اور حضرت قتادہ رضہ اس آیت کی تفسیر مین یوم یقوم الناس
لرب العالمین فرماتے ہین کہ تین سو برس تک کھڑے رہینگے بلکہ حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
آیت کو پڑھا پھر فرمایا کہ تم لوگون کا کیا حال ہوگا جب خدا تعالیٰ تمکو اس طرح جمع کریگا جیسے ترکش مین تیر کھچا کھچ بھرے جاتے ہین
پچاس ہزار برس تک تمھاری طرف نظر نہین کریگا۔ اور حضرت حسن بصری رحہ فرماتے ہین کہ تم اُس دن کو کیا خیال کرتے ہو جس روز
کہ لوگ اپنی ٹانگون پر بقدر پچاس ہزار برس کے کھڑے ہونگے کہ نہ کوئی لقمہ کھاوینگے نہ کوئی گھونٹ پانی پیوینگے یہان تک کہ جب
پیاس کے مارے گردنین جدا ہو جاوینگی اور بھوک سے پیٹ جل جاوینگے تو اُنکو دوزخ مین لیجا کر چشمۂ حمیم سے پانی پلایا جاویگا جسکی
حرارت اور لپٹ انتہا کو ہوگی جب اُنپر مشقت اتنی ہوگی جسکی تاب اُنکو نہوگی تو ایک دوسرے سے کہینگے کہ چلو جس شخص کی خدا
تعالیٰ کے نزدیک عزت اور پاس ہو اُسکو ڈھونڈھین تاکہ ہمارے حق مین شفاعت کرے پس جس پیغمبر کے دامن کو پکڑینگے وہی اُنکو
ہٹا دیگا اور نفسی نفسی کہکر کہیگا کہ مجھے اپنے معاملے سے دوسرون کے معاملے کی فرصت نہین اور عذر کریگا کہ آج اللہ تعالیٰ کا غضب
اتنا زور پر ہو کہ کبھی ایسا نہین ہوا تھا نہ آگے کو ہوگا یہان تک کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے لیے حکم پاوینگے
شفاعت فرماوینگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہو لا تنفع الشفاعۃ الا لمن اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا اب اُس دن کے طول کو سوچ اور اُسکے
انتظار کی سختی کو غور کرتا کہ تجھکو اپنی چھوٹی سی عمر مین گناہون پر صبر کرنے کا انتظار آسان ہو جاوے اور جان لے کہ جو کوئی دنیا مین

بہت سا انتظار موت کا کریگا اور شہوات پر صبر کرتا رہیگا اُسکو اُس دن مین خاص کر انتظار کم کرنا پڑیگا چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی
کہ جب آپ سے اُس دن کا طول پوچھا گیا تو فرمایا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہی وہ وقت مومن پر اتنا ہلکا اور
تھوڑا معلوم ہوگا کہ جتنے وقت مین نماز فرض دنیا مین پڑھا کرتا تھا اُس سے بھی آسان تر معلوم ہوگا پس تو کوشش کر کہ انھین ایام دنیا دون
مین سے ہوا سلیے کہ جب تک تجھ مین دم ہی اور زندگی مین سے سانس باقی ہی تب تک معاملہ تیرے اختیار مین ہی اور عنان استعداد
تیرے ہاتھ مین ان چھوٹے دنون مین اُن بڑے دنون کے لیے کچھ کرلے کہ تجھکو اتنا فائدہ ملیگا جسکی خوشی کی کچھ حد نہین اور اپنی عمر
بلکہ تمام دنیا کی عمر کو جو سات ہزار برس کی ہی حقیر جان اسلیے کہ اگر بالفرض تو سات ہزار برس صبر کرے اسوجہ سے کہ اُس دن سے ہائی
پاوے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہی تب بھی ظاہر ہی کہ تجھکو بہت سا فائدہ ملے اور مشقت کم اُٹھانی پڑے چہ جائے کہ پچاس ساٹھ
برس ہی محنت کرکے پچاس ہزار برس کی تکلیف سے بچا و ہوتا ہی۔

پانچوان بیان روز قیامت اور اُسکے مصائب اور نامون کے ذکر مین۔ اے مسکین اُس دن کی تیاری کر جسکی شان بڑی اور جسکا
زمانہ دراز اور حاکم زبردست اور وعدہ قریب ہی اُس دن کے واقعات ایک سے ایک بڑھکر ہونگے آسمانون کو دیکھیگا کہ چر جائینگے
اور ستارے اُسکی دہشت سے جھڑ پڑینگے اور اُنکے نور میلے ہو جاوینگے اور آفتاب کی دھوپ تہ ہو جاویگی اور پہاڑ چلائے جاوینگے
اور بیاہی اُونٹنیان چھٹی پھرینگی اور جنگل کے وحشیون مین رول پڑیگی اور دریا اُبلنے لگینگے اور نفس بدنون سے آملینگے اور دوزخ
دہکائی جاویگی اور جنت قریب لائی جاویگی اور پہاڑ اُڑائے جاوینگے اور زمین پھیلائی جاویگی زمین کو تو دیکھیگا کہ اُسکی پھیلائی
ہلائی جاویگی اور اپنے بوجھ سونے چاندی وغیرہ کے نکال پھینکیگی اُس دن آدمی بھانت بھانت کے ہو جاوینگے کہ اپنے کیے کو
دیکھین اُس دن پہاڑ اور زمین اُٹھائے جاوین پھر ایک ٹپکی دیے جاوین اور ہونے والی چیز ہو پڑے اور آسمان پھٹکر اُس روز
سست بنیاد ہو جاوے اور فرشتے اُسکے کنارون پر ہون اور تیرے رب کے تخت کو بجائے چار فرشتون کے آٹھ اُٹھاوین
اُس روز تمھارا سامنا ہوگا تمھارا کوئی بھید چھپ نہ رہیگا۔ اُس دن پہاڑ چلائے جاوین اور زمین کو تو کھلی دیکھے اس روز زمین لرزیگی

لہ ابویعلی و ابن حبیب بروایت ابوسعید خدریؓ لہ ترمذی و حاکم کی حدیث ہی پہلے گذر چکی ۱۲

کپکپا کر اور پہاڑ ٹکڑے ہون ٹوٹ کر اور اُڑتے گرد ہو جاوین اُس روز آدمی بکھرے ہوئے پتنگون کی طرح ہو وین اور پہاڑ رنگین اُون
دُھنی ہوئی کی طرح اس روز بھول جاویگی ہر دودھ پلائی اپنے بچے کو اور ڈال دیگی پیٹ والی اپنا پیٹ اور تو لوگون کو نشے مین
دیکھیگا حالانکہ اُنپر نشہ نہوگا بلکہ خدائے تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا۔ اُس روز بدل جاویگی اس زمین سے اور زمین اور آسمان اور
لوگ نکل کھڑے ہون سامنے اللہ یکتا زبردست کے اُس روز پہاڑ اُٹھا کر بکھیر دیے جاوینگے اور زمین چٹیل میدان کر دی جاویگی کہ اُسمین
موڑ اور ٹیلا کچھ نہ نظر آوے اُس روز تو جن پہاڑون کو دیکھکر جانتا ہی کہ جم رہے ہین وہ بادل کی طرح چلتے ہونگے اور آسمان پھٹکر گلابی
لال چمڑے کی طرح ہو جاوین اور اُس روز پوچھ نہوا سکے گناہ کی کسی آدمی نہ کسی جن سے۔ اُس روز گناہگار کو حکم نہو بولنے کا اور نہ
گناہون کی پرسش ہو بلکہ ماتھے کے بالون اور پاؤن سے پکڑا جاوے اُس روز ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی اور بدی سامنے پاویگا آرزو
کریگا کہ مجھ مین اور اُسمین فرق بہت سا پڑ جاوے اُس روز معلوم کرلے نفس جو لیکر آیا اور حاضر ہوا آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا اُس
روز زبانین گونگی ہو جاوین اور ہاتھ پاؤن بولنے لگین وہ دن ایسا ہی کہ اُسکی یاد نے سید المرسلین کو بوڑھا کر دیا یعنے جب حضرت
ابوبکر صدیق رضؓ نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ مین دیکھتا ہون کہ آپ بوڑھے ہو گئے آپ نے فرمایا کہ مجھکو سورۂ ہود اور اسکی بہنون
(یعنے سورۂ واقعہ اور مرسلات اور عم اور اذا الشمس کورت) نے بوڑھا کر دیا پس اے قاری عاجز تجھکو کلام مجید کی قرات سے اتنا ہی بہرہ ہی کہ اُسکے
الفاظ زبان پر جاری کرلے اور جیب کو اُنسے حرکت دےلے ورنہ اگر تو جو کچھ پڑھتا ہی اُسکو سوچتا تو شایان تھا کہ تیرا پتا پھٹ جاتا اُن

احوال سے کہ سید المرسلین کے بال سفید ہوے تھے اور جب تو نے زبان کی حرکت ہی پر اکتفا کی تو تو قرآن کے ثمرے سے محروم رہا دیکھ جن امور کا ذکر قرآن مجید مین ہو اُنہین سے ایک قیامت ہو اللہ تعالی نے اُسکے بعض مصائب کا ذکر فرمایا ہو اور اُسکے نام بہت ارشاد کیے ہین تاکہ تو کثرت الفاظ سے بہت سے معنی سمجھے ناموں کی کثرت سے یہ مقصود نہین کہ ایک چیز کے بہت سے نام اور القاب معلوم ہون بلکہ اُنسے عقل والون کی تنبیہ منظور ہو اسلیے کہ قیامت کے ہر نام کے تلے ایک بھید ہو اور اُسکی ہر ایک صفت مین ایک معنی ہین تو تجھکو چاہیے کہ اُن معانی کی پہچان کا حریص ہو نام اُسکے سب ہم تجھے بتائے دیتے ہین وہ یہ ہین روز قیامت روز حسرت روز ندامت روز حساب روز محاسب روز سوال روز مسبقت جوتی جھگڑے کا دن رعب کا دن زلزلے کا دن اُلٹ دینے کا دن کڑک کا دن روز واقعہ روز قارعہ روز راجفہ روز رادفہ روز غاشیہ روز مصیبت روز حاقہ روز طامہ روز صاخہ روز تلاق روز فراق روز مساق روز قصاص روز تناد روز مآب روز عذاب روز گریز روز قرار روز لقا روز بقا روز قضا روز جزا روز بلا روز گریہ روز حشر روز وعید روز پیشی روز وزن روز حق روز حکم روز فصل روز جمع روز بعث روز فتح روز رسوائی روز عظیم روز عقیم روز عسیر روز دین روز یقین روز نشور روز مصیر روز نفخہ روز صیحہ روز رجفہ روز جنبش روز توبیخ روز نشہ روز خوف روز ہلاکت روز باقی روز نادی روز میقات روز میعاد روز مرصاد روز قلق روز عرق روز فتقار روز انکدار روز انتشار روز انشقاق روز وقوف روز خروج روز خلود روز تغابن روز عبوس روز معلوم روز موعود روز مشہود وہ روز جسمین شک نہین وہ روز جسمین امتحان دل کے بھیدون کا ہو وہ روز جسمین کوئی نفس کسی نفس کے کچھ کام نہ آوے وہ روز جسمین آنکھین اوپر کو تکین وہ روز کہ اسمین کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ کام نہ آوے وہ روز جسمین بھلا نہ کر سکے کوئی کسیکا کچھ وہ روز جسمین دوزخ کیطرف کو ڈھکیلے جاوین جس روز کہ آگ مین منہ کے بل گھسیٹے جاوینگے جس روز کہ آگ مین اُنکے منہ اوندھے ڈالے جاوین جس روز کہ باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہ آویگا جس روز کہ آدمی اپنے بھائی اور مان اور باپ سے بھاگیگا جس روز کہ نہ بولینگے اور اُنکو اجازت نہوگی کہ عذر کرین جس روز کہ لوگ نکل کھڑے ہونگے جس روز کہ لوگ آگ مین عذاب دیے جاوینگے جس روز کہ مال اور اولاد فائدہ نہ دے جس روز کہ ظالمون کا عذر اُنکے کام نہ آوے اور اُنکو لعنت اور خراب ٹھکانا ملے جس روز کہ عذر نامنظور ہون اور بھیدون کی جانچ ہو اور دل کی پوشیدہ باتین ظاہر ہو جاوین اور پردے کھل جاوین جس روز کہ آنکھین دبی ہون اور آوازین ساکن اور ایک دوسرے کیطرف دیکھنا کم ہو اور چھپی باتین علانیہ اور خطائین واضح ہون جس روز کہ بندے ہنکائے جاوین اور اُنکے ساتھ گواہ ہون اور لڑکے بوڑھے ہو جاوین اور بڑے نشے مین تو ایسے دن مین ترازوئین قائم ہونگی اور دفتر اعمال کھولے جاوینگے اور دوزخ ظاہر کیجاویگی اور پانی گرم جوش دیا جاویگا اور آگ دھڑ دھڑ جلیگی اور کافر ناامید ہونگے اور آتشین بھڑکائی جاوینگی اور رنگ متغیر اور زبانین گونگی اور ہاتھ پاؤن بولتے ہونگے پس اے انسان تجھکو کس چیز نے خداے تعالی کریم پر مغالطہ دیا کہ تو نے دروازے بند کرا اور پردے چھوڑا اور خلق سے چھپکر گناہ کیے اب تو کیا کریگا کہ تیرے ہی اعضا تجھپر گواہی دینگے پس نہایت خرابی ہو ہم سب غافلون کی کہ خداے تعالی تو ہمارے پاس سید المرسلین کو بھیجے اور اُسپر کتاب مبین اُتارے اور ہمکو قیامت کے دن کے یہ سب صفات بتادے پھر ہماری غفلت کو بھی جتادے اور یون فرماوے اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلۃ معرضون ما یاتیہم من ذکر من ربہم محدث الا استمعوہ وہم یلعبون لاہیۃ قلوبہم پھر قرب قیامت کو یون ارشاد فرماوے اقتربت الساعۃ وانشق القمر اور فرماوے انہم یرونہ بعیدا ونراہ قریبا اور مایدریک لعل الساعۃ تکون قریبا ہمکو چاہیے تھا کہ اپنا عمدہ احوال قرآن مجید کی تلاوت سے جانکر اُسپر عمل کرتے نہ یہ کہ اُسکے معانی مین تامل نکرین اور نہ قیامت کے دن کے بہت سے ناموں اور اوصاف کو لحاظ کرین اور نہ اُسکی مصیبتون سے چھوٹنے کی فکر کرین پس ایسی

غفلت سے خداے تعالیٰ ہمکو بچاوے اور اپنی رحمت واسعہ سے اُسکا تدارک کرے۔

چھٹا بیان سوال کے ذکر مین پھر اے مسکین بعد ان احوال کے جو سوال تجھسے روبرو بلا ذریعہ ہوگا اُسکو سوچ کہ تھوڑے اور بہت اور تنکے تنکے کا سوال تجھسے ہوگا اس درمیان مین کہ تو قیامت کی سختی اور پسینے کی بلا اور اور بڑی آفات مین ہوگا کہ یکایک آسمان کے کنارون سے بڑے ڈیل ڈول اور نہایت موٹے اور تندخو کڑے فرشتے اُترینگے اُنکو حکم ہوگا کہ گنا ہگارون کے ماتھے کے بال پکڑکے جبار کے سامنے پیش ہونے کی جگہ لاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خداے عزوجل کے یہان ایک فرشتہ ہی کہ اُسکی دونون آنکھون کی پلکون کا فاصلہ ایک برس روز کے سفر کی راہ ہو اب تو کہ جب ایسے فرشتے تیرے پاس بھیجے جاوینگے کہ تجھے پکڑکے پیشی کے مقام مین لیجاوین تو اپنے نفس پر تو کیا گمان کرتا ہو ان فرشتون کو تو دیکھیگا کہ باوجود اتنے بڑے ڈیل ہونے کے اُس روز کی شدت سے شکستہ حال اور غضب جبار کو جو اُنپر عیان ہوگا بندون کے لیے اپنا شعار بنائے ہونگے اُنکے اترنے کے وقت جتنے نبی اور صدیق اور نیک بندے ہونگے سجدے مین گر پڑینگے اس خوف سے کہ کہین ہم ہی نہ پکڑے جاوین جب یہ حال مقربون کا ہو تو گنا ہگارون نافرمانون پر کیا گذریگی اسوقت مین بعضے لوگ شدت خوف سے فرشتون سے پوچھینگے کہ ہمارا پروردگار تمھین مین ہی کیونکہ انکا رعب اور ہیبت نہایت درجے کو ہوگی فرشتے اُنکے سوال سے ڈر جاوینگے کہ خداے تعالے کی شان کو دیکھو اور ہم مین ہونا دیکھو اور پکار کر کہینگے کہ ہمارا رب پاک ہی اور وہ ہم مین نہین مگر آنے کو آتا ہی کہ زمین والون کا وہ ہم دور ہوجاوے اب فرشتے خلق کو چہار طرف سے گھیر کر پرا باندھکر کھڑے ہونگے اور ہر ایک پر لباس ذلت اور عاجزی کا اور صورت خوف و ہیبت کی اس روز کی شدت سے ہوگی اور اُسوقت اللہ تعالیٰ اپنے اس قول کو سچا فرماویگا فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین فلنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین اور اس قول کو فوربک لنسئلنہم اجمعین عما کانوا یعملون اور شروع پوچھ انبیا سے ہوگی جیسا کہ ارشاد ہی یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب تو اُس روز کی شدت کیسی کچھ ہوگی جسمین انبیا کی عقلین جاتی رہینگی اور علم شدت ہیبت کی جہت سے محو ہوجاوینگے اسلیے کہ اُنسے جب یہ سوال ہوگا کہ تمکو جو خلق کی طرف بھیجا تھا تو اُنھون نے کیا جواب دیا انبیا کو اس سوال کا جواب معلوم تھا مگر عقل زائل ہوجاویگی اور شدت ہیبت سے نہ جانینگے کہ کیا کہین یہی بولینگے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب اور واقع مین اُسوقت اُنکا یہ جواب درست اور سچا ہوگا کیونکہ عقلین پرواز کر گئین اور علوم مٹ گئے تو بجز لا علمی کے اور کچھ نہین رہا یہان تک کہ اللہ تعالیٰ انکو قوت عنایت کرے پھر حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جاویگا اور پوچھا جاویگا کہ تمنے رسالت کو پہونچایا یا وہ عرض کرینگے کہ ہان پھر اُنکی امت سے پوچھا جاویگا کہ تمکو پیام پہونچا وہ عرض کرینگے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہین آیا۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام کو بلواکر خطاب احدیت ہوگا کہ کیا تمنے لوگون سے کہا تھا کہ مجھکو اور میری مان کو دو خدا سواے معبود برحق کے بناؤ وہ اس سوال کے جواب مین برسون مضطرب رہینگے پس ایسے روز کی بڑائی قابل غور ہی جسمین انبیا علیہم السلام پر اپنے سوال کی سیاست قائم کیجاویگی پھر فرشتے آوینگے اور ایک ایک کو پکارینگے کہ اے فلان شخص فلان عورت کے لڑکے پیشی کے مقام پر حاضر ہو اس آواز سے شانے تھرا دینگے اور ہاتھ پاؤن مین کھلبلی پڑیگی اور عقلین حیران ہونگی اور بعض لوگ تمنا کرینگے کہ ہمکو دوزخ مین ڈال دیا جاوے ہمارے اعمال بد حساب کے لیے پیش نہون اور نہ انکا پردہ خلق کے سامنے فاش ہو اور سوال سے پہلے عرش کا نور ظاہر ہوگا اور میدان حشر اُس نور سے چمکنے لگیگا ہر بندے کو اسوقت یہی گمان ہوگا کہ خداے تعالیٰ بندون کی بازپرس کے لیے متوجہ ہو اور ہر ایک یہی سمجھیگا کہ میرے سوا اور کوئی اُسکو نہین دیکھتا اور پکڑا اور بازپرس صرف مجھی سے ہوگی اور کسی دوسرے سے نہوگی اور اب حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم جبار جل شانہ کا پہونچیگا کہ

پاس دوزخ کو لے آ حضرت جبرئیل دوزخ کے پاس آوینگے اور اس سے فرماوینگے کہ اپنے مالک اور خالق کے حکم کی تعمیل کر اور حاضر
حضور ہو وہ اسوقت غیظ اور غضب مین ہوگی آواز کے سنتے ہی ہیجان مین آویگی اور جوش کھاویگی اور خلائق کی طرف کو جھنکی چلاویگی
اور خلقت اسکا شور و زور اور جوش سُنیگی اور اسکے محافظ مخلوق کی طرف کو غضب مین بھرے اُن لوگون پر جنھون نے خدائے تعالی
کی نافرمانی کی اور اسکا حکم نہ مانا اُٹھینگے پس اپنے دل مین دھیان کر اور تصور کر کہ لوگون کے دلون کا اسوقت کیا حال ہوگا خوف اور رعب سے
پھٹے جاتے ہونگے اور لوگ زانو کے بل گر کر پڑینگے اور پشت پھیر کر بھاگینگے ہر ایک قوم گھٹنے کے بل گری نظر آویگی اور بعضے منہ کے بل
اوندھے گرینگے اور نافرمان اور ظالم تباہی اور خرابی پکارینگے کہ ہائے تباہ ہوے ہائے مرے اور صدیق نفسی نفسی کہتے ہونگے
وہ اس حال مین ہونگے کہ دوزخ دوسری چیخ اور ماریگی اسوقت لوگون کا خوف دونا ہو جاویگا اور قومی سُست ہو جاوینگے اور
جانینگے کہ ہم گرفتار ہونگے پھر تیسری چنگھاڑ ماریگی تو لوگ منہ کے بل گر پڑینگے اور آنکھین اوپر کو کھولے ہونگے اور دبی چھپی نگاہ سے دیکھتے
ہونگے اسوقت ظالمون کے دل ٹوٹ کر غم کے مارے گلے مین آجاوینگے اور عقلین سعیدون اور بدبختون کی سب کی جاتی رہینگی بعد
اسکے اللہ تعالی رسولون کی طرف متوجہ ہوکر سوال فرماویگا کہ ماذا اجبتم جب لوگ یہ سیاست اور ڈانٹ انبیا علیہم السلام پر دیکھینگے
تو گنہگارون پر خوف بے انتہا ہوگا اور باپ بیٹے سے اور بھائی بھائی سے اور شوہر منکوحہ سے بھاگینگے اور ہر کسی کو اپنی ہی فکر
ہوگی کہ دیکھیے کیا ہو پھر ایک ایک کو پکڑ کر اللہ تعالی کے روبرو کھڑے اور بہت اور ظاہر اور چھپے ہوے اعمال سے پوچھیگا اور
اسکے ہاتھ پانون اور تمامی اعضا سے بازپرس فرماویگا حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین عرض کیا کہ آیا قیامت کے روز ہم اپنے پروردگار کو دیکھینگے آپ نے فرمایا کہ بھلا جب دوپہر کو آفتاب کے درمیان کوئی
بادل نہو تم اسکے دیکھنے مین کچھ خلاف کرتے ہو لوگون نے عرض کیا کہ کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ اگر چودھوین رات کے چاند مین
کوئی بادل حائل نہو تو تم اسکے دیکھنے مین کچھ شک کرتے ہو لوگون نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے
ہاتھ مین میری جان ہے خدائے تعالی کے دیکھنے مین بھی کچھ شک تامل نکروگے پھر بندے سے ملکر اس سے ارشاد فرماویگا کہ مین نے
تیرے اوپر اکرام نہین کیا تھا تجھے سردار نہین بنایا تھا تیرا جوڑا نہین دیا تھا گھوڑے اونٹ تیرے تابع نہین کیے تھے تجھکو رئیس
نہین بنایا تھا کہ چوتھ لیا کرے بندہ کہیگا کہ یہ سب نعمتین دی تھین پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے گمان تھا کہ مجھسے ملنا ہے وہ عرض کریگا کہ
نہین فرماویگا کہ اچھا ہم بھی تجھے بھول جاتے ہین جیسا تو ہمکو بھول گیا پس اے مسکین خیال کر کہ جب فرشتے تیرے دونون بازو پکڑینگے
اور تو خدائے تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا اور وہ تجھسے بالمشافہہ سوال فرماویگا کہ مین نے تجھکو جوانی کی نعمت نہین دی تھی تو کس چیز
مین اسکو کھویا اور تجھکو زندگی سے مہلت نہین دی اسکو کونسی چیز مین ڈبویا مال جو مین نے تجھکو دیا اسکو تو نے کہان سے حاصل کیا
اور کس چیز مین خرچ کیا علم کی دولت جو تجھکو دی تو اپنے علم سے تو نے کیا عمل کیا تو تامل کر کہ جب اللہ تعالی اسطرح اپنے انعام و احسان اور
تیری نافرمانیان اور برائیان ایک ایک شمار فرماویگا تو تجھکو کیسی شرم و حیا آویگی اور اگر تو انکار بھی کرے تو بن نہ پڑیگا کہ تیرے اعضا
خود اعمال بد پر گواہی دینگے۔ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ ہنسے پھر فرمایا کہ
تم جانتے ہو کہ مین کس چیز سے ہنستا ہون ہمنے عرض کیا کہ خدائے تعالی اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھے
بندے کا خطاب اپنے پروردگار کے ساتھ یاد آیا کہ یون عرض کریگا کہ الہی تو نے ظلم سے تو مجھے پناہ دی ہے حکم ہوگا کہ ہان ظلم
نہوگا وہ عرض کریگا کہ تو مین جب قائل ہونگا جب کوئی گواہ مجھی مین سے ہو اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ کفی بنفسک الیوم علیک
حسیبا اور کراما کاتبین گواہی کو بس ہین پھر بندے کے منہ پر مہر لگادی جائیگی اور اسکے اعضا کو بولنے کا حکم ہوگا اعضا اسکے

اعمال سب کو سُنا دینگے پھر جب اُسکے مُنھ پر سے روک اُٹھا لیجاویگی تو اپنے اعضا سے کہیگا کہ تمپر تباہی اور بربادی ہو مین تو تمھاری ہی
طرف سے لڑتا تھا پس ہم خداے تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ ہمکو سب خلق کے سامنے ہمارے اعضا کی گواہی سے فضیحت
کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مومن سے وعدہ فرمایا ہو کہ اُسکی پردہ پوشی فرماویگا اور اپنے سوا کسی کو اُسکے حال پر مطلع نہین کریگا حضرت
ابن عمر رض سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی کی گفتگو کرتے کیسے سُنا ہو۔ حضرت ابن عمر رض نے
فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو ح۱ کہ تم مین کا ایک شخص اپنے پروردگار سے اتنا قریب ہوگا کہ وہ اپنا شانہ اسپر رکھیگا اور پوچھیگا
کہ تو نے فلان فلان قصور کیا وہ عرض کریگا کہ ہان مین نے کیا پھر پوچھیگا کہ تو نے فلان فلان خطا کی وہ عرض کریگا کہ کی اللہ جل شانہ
فرماویگا کہ مین نے اُن خطاؤن کو دنیا مین پوشیدہ رکھا اور کسی پر ظاہر ہونے دی آج اُنکو تیری خاطر بخشے دیتا ہون اور حدیث شریف
مین ح۲ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مومن کا عیب چھپاویگا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسکے عیب چھپاویگا اس
حدیث کا مصداق ایسا شخص ہوگا جو لوگون کے عیب چھپاوے اور اگر وہ اُسکے حق مین کچھ کمی کرین تو اس تقصیر کی برداشت
کرے اور اپنی زبان کو اُنکی بُرائیون کے ذکر مین نہ ہلاوین نہ اُنکی پیٹھ پیچھے ایسی بات کہے کہ وہ سُنین تو بُرا مانین تو اس طرح کا شخص
اس بات کے شایان ہو کہ قیامت کے روز اسی طرح کا بدلہ پاوے۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ اُسنے کسی دوسرے کی پردہ پوشی
بھی کی ہو تو تیرے کان مین تو پکار پیشی کے لیے حاضری کی پڑ چکی ہو تجھکو تو وہی خوف گناہون کی سزا مین کافی ہو اسلیے کہ تیرے
ماتھے کے بال پکڑ کے آگے کو کھینچینگے اُسوقت تیرا دل دھڑکتا ہوگا عقل اُڑی ہوئی ہوگی شانے تھرّاتے ہونگے ہاتھ پاؤن مین
ہل چل ہوگی رنگ بدلا ہوا ہوگا اور شدت خوف سے عالم سیاہ معلوم ہوگا اور تو لوگون کی گردنین پھاندتا اور صفین چیرتا چلا
جاتا ہوگا اور کوتل گھوڑے کی طرح تجھے لیے جاتے ہونگے ساری خلقت تیری طرف دیکھتی ہوگی پس اپنے نفس کو اس صورت و
ہیئت مین فرض کر لے اور خیال کر کہ فرشتون کے قبضے مین اسی حال سے گرفتار چلا جاتا ہوگا یہان تک کہ خداے تعالیٰ کے
عرش کے سامنے لیجا کر تجھکو اپنے ہاتھون سے ڈال دینگے اور اللہ جل شانہ تجھکو اپنے کلام عظمت والے سے پکاریگا کہ اے آدم کے
بیٹے مجھسے قریب ہو تو دل مضطر اور غمگین اور خائف اور شکستہ سے اور نگاہ نیچی اور ذلیل سے اُسکے قریب جاویگا اور تیرے ہاتھ
مین تیرا نامۂ اعمال جسمین ادنیٰ سے اعلیٰ تک سب خطائین لکھی ہونگی دیا جاویگا تو بہت سی بُرائیون کو بھول گیا ہوگا اُسکو دیکھکر
یاد کریگا اور بہت سی طاعتون کی آفتون سے تو غافل ہوگا اُنکی بُرائیان تجھپر کھل جاوینگی اُسوقت کتنی خجالت اور بزدلی تجھکو
عارض ہوگی اور کتنی عاجزی اور زبان کی بندش پیش ہوگی پھر نہ معلوم کہ تو کون سے پاؤن سے خداے تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا
اور کونسی زبان سے جواب دیگا اور کون سے دل سے جو کہیگا اُسکو سمجھیگا پھر یہ سوچ کہ جب خداے تعالیٰ کے روبرو سب گناہون کو یاد
دلاویگا تو کتنی بڑی حیا تجھکو ہوگی یعنے جب فرماویگا کہ اے میرے بندے تو نے مجھ سے حیا نہ کی اور بُرائی سے میرا سامنا کیا اور میری
مخلوق سے حیا کی اُنکے واسطے اچھا کام کھلا کھلی کیا بھلا مین تیرے نزدیک اپنے بندون کی نسبت کیا ہی ذلیل تھا کہ تو نے میرے
دیکھنے کو اپنی طرف ہلکا جانا اور کچھ پروا نہ کی اور میرے سوا دوسرے کی نظر کو بُرا سمجھا کیا مین نے تجھکو انعام نہین کیا تھا پس کس
چیز سے تجھکو میرے باب مین مغالطہ ہوا کیا تو نے یہ جانا کہ مین تجھے نہین دیکھتا تھا یا تو مجھسے نہ ملیگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہین کہ تم مین سے ہر کسی سے خداے تعالیٰ اس طرح سوال کریگا کہ اُسکے اور تمھارے درمیان نہ کوئی حجاب ہوگا نہ کوئی بیچ مین
بیان کرنے والا۔ اور ایک حدیث مین آپ نے فرمایا ح کہ تم مین سے ہر کوئی خداے تعالیٰ کے سامنے ایسی طرح کھڑا ہوگا کہ اُسکے
اور خداے تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہوگا اور اللہ تعالیٰ اُس سے ارشاد فرماویگا کہ کیا مین نے تیرے اوپر انعام نہین کیا تھا

ح۱ متفق علیہ ۱۲ مسلم
ح۲ بیہقی ... ترمذی ۱۲
ح۳ بخاری بروایت عدی بن حاتم ۱۲

کیا سمجھا کہ مین نے مال نہین دیا تھا وہ عرض کریگا کیون نہین پھر پوچھیگا کہ کیا مین نے تیرے پاس رسول نہین بھیجا تھا وہ عرض کریگا کہ بھیجا تھا پھر وہ شخص اپنی دہنی طرف دیکھیگا تو آگ کے سوا کچھ نظر نہ آویگا اور بائین طرف دیکھیگا تو آگ ہی نظر پڑیگی پس چاہیے کہ ہر کوئی تم مین سے اُس آگ سے بچے گو نصف خرما ہی صدقہ دے کر ہو اور اگر یہ بھی نہ پاوے تو کلمۂ طیبہ سے بچے اور حضرت ابن مسعود رضی فرماتے ہین کہ تم مین سے ہر ایک خداے تعالی کے سامنے ایسی طرح اکیلا ہوگا جیسے چودھوین رات کے چاند کے سامنے علیحدہ ہوتا ہو پھر اللہ تعالی فرماویگا کہ ای ابن آدم تجھے کس چیز نے فریب دیا ای ابن آدم تو نے جو کچھ جانا اسپر کیا عمل کیا ای ابن آدم تو نے پیغمبرون کو کیا جواب دیا ای ابن آدم کیا مین تیری آنکھ کو نہین دیکھتا تھا جب تو اُسی سے وہ چیزین دیکھتا تھا کہ تجھکو جائز نہ تھی کیا مین تیرے کانون کو نہ دیکھتا تھا جب تو اُنسے ناجائز باتین سنتا تھا اسی طرح فرماتا جاویگا یہان تک کہ تمام اعضا کو شمار کریگا۔ اور حضرت مجاہد رحمہ فرماتے ہین کہ بندے کے پانؤن خداے تعالی کے سامنے نہ ہلینگے جب تک اُس سے چار باتون کی پوچھ نہ لیگی ایک تو عمر کا حال کہ کس چیز مین گذرانی دوسرے علم کا حال کہ اُس سے کیا عمل کیا تیسرے جسم کا حال کہ کس چیز مین اُسکو مبتلا رکھا چوتھے مال کا حال کہ کہان سے اسکو پیدا کیا اور کس چیز مین خرچ کیا پس ای مسکین تجھکو اُسوقت کتنی بڑی حیا ہوگی اور کتنا بڑا اندیشہ ہوگا اسلیے کہ وہ حال سے خالی نہین یا تو تجھسے یہ کہا جاویگا کہ ہمنے تیری خطا پر دنیا مین پردہ پوشی کی تو آج بھی بخشے دیتے ہین اس صورت مین تو تو نہایت خوش و خرم ہوگا اور اگلے پچھلے سب تیرا رشک کرینگے یا یہ فرشتون کو حکم کیا جاویگا کہ اس بندے کو پکڑو اور گلے مین طوق ڈالو پھر دوزخ مین داخل کردو اس صورت مین اگر سب آسمان و زمین تیرے حال پر رووین تو زیبا ہو کہ تیری مصیبت ہی بڑی اور حسرت نہایت سخت ہوگی اس امر پر کہ خداے تعالی کی طاعت مین تو نے قصور کیا اور دنیاے دنی کی بدولت جو ساتھ بھی نرہی آخرت مین یہ گل کھلا

ساتوان بیان میزان کے ذکر مین۔ پھر میزان کے باب مین فکر کرنے مین غفلت نہ کرنی چاہیے اور نامۂ اعمال کے دہنے بائین اُڑنے مین تامل سے بیخبر رہنا چاہیے اسلیے کہ سوال کے بعد آدمی تین گروہ ہو جاوینگے ایک تو وہ لوگ ہونگے کہ اُنکے پاس کوئی نیکی نہو گی اُنکے لیے ایک سیاہ گردن دوزخ سے نکلیگی اور جیسے پرند دانہ چُن لیتا ہو اسی طرح وہ اُنکو اٹھا کر دوزخ مین ڈال دیگی اور دوزخ اُنکو نگل جاویگی اور اُنپر بدبختی کی ندا ہو جاویگی جسکے بعد کبھی سعادت نہو دوسرے وہ لوگ ہونگے کہ اُنکے پاس کوئی بدی نہوگی پس ایک پکارنے والا پکاریگا کہ جو لوگ ہر حال مین خداے تعالی کی حمد کیا کرتے تھے وہ کھڑے ہوون اس آواز کو سنکر حمد والے کھڑے ہونگے اور جنت کو چلے جاوینگے پھر یہی معاملہ تہجد گذارون کے ساتھ کیا جاویگا پھر اُن لوگون کے ساتھ جنکو خداے تعالی کی یاد سے نہ دنیا کی تجارت نے روکا ہوگا نہ بیع نے اور اُنپر حکم سعادت کا پکار دیا جاویگا جسکے بعد بدبختی نہو باقی رہیگی تیسری قسم اس طرح کے لوگ اکثر ہونگے کہ جنھون نے نیک عمل و بد کو ملایا اور اُنپر تو خفیہ ہوگا مگر خداے تعالی سے پوشیدہ نہوگا کہ اُنکی نیکیان زیادہ ہین یا برائیان مگر اللہ تعالی کو منظور ہوگا کہ اُن لوگون کو بھی حقیقت حال بتلاوے تاکہ معاف کرنے کے وقت اُسکا فضل اور سزا کرنے کے وقت اُسکا عدل ظاہر ہو اسی لیے وہ نامۂ اعمال جنمین نیکیان اور بدیان ہونگی اُڑائے جاوینگے اور ترازو کھڑی کیجاویگی اور آنکھین لوگون کی نامۂ اعمال کو لگتی ہونگی کہ دیکھیے دہنے ہاتھ مین پڑتا ہو یا بائین مین پھر ترازو کے کانٹے کی جانب کو دیکھینگے کہ نیکیون کی طرف کو جھکتا ہو یا بدیون کی طرف کو اور یہ وقت نہایت خوف کا ہو جس سے خلق کی عقل اُڑ جائیگی۔ اور حضرت حسن رحمہ روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت عائشہ رض کی گود مین تھا کہ آپ سو گئے اس اثنا مین حضرت عائشہ رض نے آخرت کو یاد کیا اور روئین یہان تک کہ اُنکے آنسو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

داخل درجہ روایت حسن عائشہ رض اور ابن

رخسار مبارک پر گرے آپ جاگ پڑے اور پوچھا کہ اے عایشہ رضہ کیون روتی ہو اُنھون نے عرض کیا کہ آخرت کی یاد سے روتی ہون بھلا قیامت کو مرد اپنے گھر والون کو بھی یاد کرینگے آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے مگر تین جگہ مین کہ وہان آدمی صرف اپنے نفس ہی کو یاد کریگا ایک تو جب ترازو مین رکھا ہون اور عمل تلنے لگین یہان تک کہ آدمی دیکھ لے کہ میری ترازو ہلکی ہوئی یا بھاری اور ایک نامۂ اعمال کے اُڑنے کے وقت حتی کہ وہ دیکھے کہ میرا نامہ داہنے ہاتھ مین آتا ہے یا بائین مین اور ایک پل صراط پر۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آدمی کو قیامت کے روز لاکر میزان کے دونون پلون کے بیچ مین کھڑا کر دینگے اور ایک فرشتہ مقرر رہیگا اگر اُسکا پلہ بھاری ہوا تو فرشتہ مذکور ایسی آواز سے پکاریگا کہ تمام خلق سنیگی کہ فلان شخص سعید ہوا اور ایسی سعادت پائی کہ جسکے بعد کبھی شقاوت نہین اور اگر پلہ ہلکا ہوا تو لوگون کو سُنا کر پکاریگا کہ فلان شخص ایسا بدبخت ہوا کہ کبھی سعید نہوگا اور نیکی کے پلے کے ہلکے ہونے کی صورت مین دوزخ کے فرشتے لوہے کے گرز ہاتھ مین لیے اور آگ کے کپڑے پہنے ہوے دوزخ کے حصے کے لوگون کو پکڑ کر دوزخ مین لیجاوینگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز خداے تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو پکاریگا اور فرماویگا کہ اے آدم کھڑا ہو اور جتنے لوگ دوزخ مین جانے کے ہین اُنکو دوزخ مین بھیج وہ پوچھینگے کہ الٰہی وہ کتنے لوگ ہین اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ ہزار پیچھے نوسو ننانوے ہین جب صحابہ رضہ نے یہ سُنا تو نہایت غمگین ہوے یہان تک کہ کبھی ہنسی نہ ظاہر کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا یہ حال دیکھا آپ نے فرمایا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو اسلیے کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضے مین محمد کی جان ہے کہ تمھارے ساتھ مین وہ مخلوق ایسے ہین کہ جب کبھی کسی کے مقابل ہوتے ہین تو اُن کو بڑھکر ہی رہے ہین اور جو لوگ آدم کی اولاد اور شیطان کی اولاد سے مرگئے ہین وہ بھی اسی مین آگئے (یعنے اُنسے بھی بڑھکر ہین) صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کونسی قومین ہین آپ نے فرمایا کہ وہ یاجوج اور ماجوج ہین راوی کہتے ہین کہ اسکو سُنکر صحابہ رضہ خوش ہوے پھر آپ نے فرمایا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین محمد کی جان ہے تم لوگ قیامت مین ایسے ہوگے جیسے اونٹ کے پہلو مین سیاہ داغ ہوتا ہے یا گھوڑے وغیرہ کی آنکھون مین گٹھا ہوتا ہے

آٹھوان بیان خصومت اور حقوق کے دلانے کے ذکر مین۔ ترازو کے ہول تو تو معلوم کرچکا اور ہر ایک کو یہ اندیشہ اور ڈر لگتا کہ اُسکا میل کس طرف ہوتا ہے اگر وزن بھاری ہوگیا تو مین جان مین ہوا اور اگر ہلکا ہوا تو جلتی آگ مین گیا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ حساب کے اور ترازو کے اندیشے سے اُسی شخص کو نجات ہوگی جو دنیا مین اپنے نفس کا حساب کرے اور میزان شریعت مین اپنے اعمال اور اقوال اور خطرے اور التفات کو تولے چنانچہ حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ اپنے نفس کا حساب لو پہلے اس سے کہ تمسے حساب لیا جاوے اور اُسکو تولو پہلے اس سے کہ تم تولے جاؤ اور آدمی کا نفس سے حساب لینا یہ ہے کہ موت سے پیشتر توبہ خالص ہر ایک گناہ سے کرے اور جو کچھ قصور اور کمی اللہ تعالیٰ کے فرائض مین ہوئی ہے اُسکا تدارک کرے اور حقوق لوگون کے دام دام کوڑی کوڑی دے دے اور جسکی ہتک اپنی زبان اور ہاتھ سے کی ہو یا دل سے بدگمان ہوا ہو اُس سے معاف کرادے اور لوگون کے دل خوش رکھے یہان تک کہ مرے تو ایسی طرح کہ کوئی حق اور کوئی فرض اُسکے ذمے نرہے تو ایسا شخص بے حساب جنت مین داخل ہوگا اور اگر حقوق کے ادا کرنے سے پہلے مریگا تو حقدار قیامت مین اُسکو آگھیرینگے کوئی ہاتھ پکڑیگا کوئی ماتھے کے بال کوئی گریبان کوئی کہیگا تو نے مجھپر ظلم کیا کوئی کہیگا تو نے مجھے گالی دی کوئی کہیگا تو نے میرے ساتھ تمسخر کیا کوئی کہیگا تو نے میری غیبت کی کوئی کہیگا کہ تو میرا ہمسایہ تھا مجھے ایذا دی کوئی کہیگا تو نے مجھسے معاملے مین دغا کی کوئی کہیگا تو نے خرید و فروخت مین مجھے لوٹ لیا اور اپنی چیز کا عیب چھپائے رکھا کوئی کہیگا تو نے اپنے اسباب کا مول بتلانے مین جھوٹ بولا

لہ بخاری ومسلم بروایت ابوسعید خدری

کوئی کہیگا کہ تو نے مجھکو حاجتمند دیکھا اور باوجودیکہ تو غنی تھا مگر مجھکو کھانا نہ کھلایا کوئی کہیگا کہ تو نے مجھکو مظلوم پایا اور گو تو ظلم
کے دور کرنے پر قادر تھا لیکن تو نے ظالم سے درگذر کی اور میری کچھ مدد نہ کی پس جس گھڑی تیرا یہ حال ہوگا کہ حقدار تیرے بدن مین
ناخن گڑائے ہونگے اور تیرا گریبان ہاتھ سے مضبوط پکڑے ہونگے اور تو انکی کثرت سے حیران پریشان ہوگا یہان تک کہ اپنی
عمر بھر مین جس سے تو نے ایک درم کا معاملہ کیا ہوگا یا ایک مجلس مین کسی کے پاس بیٹھا ہوگا اور اسکا حق تیرے ذمہ رہا ہوگا خواہ
غیبت کے باعث یا خیانت کے سبب یا اسکو کم نگاہ سے دیکھنے کے لیے وہ سب تیرے گرد ہونگے اور تو انکے مقابلے سے
ضعیف ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مالک کی طرف اس توقع سے اُٹھائے ہوگا کہ وہی انکے ہاتھ سے چھڑاوے تو اسی حال مین تیرے کان مین
آواز جبار جل جلالہ کی آویگی کہ یہ فرماتا ہے الیوم تجزی کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم اسوقت تیرا دل مارے ہیبت کے نکل پڑیگا
اور تجھکو اپنی تباہی کا یقین ہوجاویگا اور وہ قول یاد کریگا جس سے کہ خدا تعالی نے اپنے رسول کی زبانی تجھکو ڈرایا ہے
چنانچہ ارشاد فرمایا ہے ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون انما یؤخرہم لیوم تشخص فیہ الابصار مہطعین مقنعی رؤسہم لا یرتد الیہم طرفہم
وافئدتہم ہواء پس دنیا مین لوگون کی ہتک اور انکے مال لینے سے کتنا خوش ہوتا ہے اس روز تجھکو اسکی کیسی حسرت زیادہ ہوگی
کہ جب تجھکو فرش عدل پر کھڑا کرکے خطاب سیاست روبرو ہوگا اور تو اسوقت مفلس اور عاجز اور محتاج اور ذلیل ہوگا کہ نہ کوئی حجت
ادا کرسکتا ہوگا نہ کوئی عذر رکھتا ہوگا پھر تیری نیکیان جنکے لیے تو نے مشقتین عمر بھر اٹھائی ہونگی لیکر حقدارون کے حقوق کے
عوض انکو دے دیجاوینگی۔ حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے
لوگون نے عرض کیا کہ مفلس ہم مین وہ ہے جسکے پاس روپیہ پیسا اسباب نہو آپ نے فرمایا کہ مفلس میری امت مین سے وہ ہے جو
قیامت مین نماز روزہ زکوۃ لیکر آویگا اور کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو تہمت زنا لگائی ہوگی اور کسی کا مال لیا ہوگا اور کسیکا خون
کیا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو اسکے سب حسنات ان سب حقدارون کو جدا جدا دیے جاوینگے اور اگر اسکے پاس نیکیان نہ رہینگی اور ابھی
حکم اخیر نہ ہوا ہوگا تو حقدارون کی خطائین لیکر اسپر رکھدی جاوینگی پھر دوزخ مین ڈالدیا جاویگا تو اب اس روز اپنی مصیبت مین تامل کرکہ
اول تو دنیا مین کوئی نیکی ریا اور شیطان کے مکرون کی آفت سے ثابت نہین رہتی اور اگر بہت دنون کے بعد ایک آدھ بچی رہینگی تو اسپر
حقدار دوڑ پڑینگے اور لے لینگے اور اگر تو دن کے روزہ رکھے اور رات کو جاگا کرے اور پھر اپنے نفس کا حساب کرے تو غالبا یہی پاویگا کہ
کوئی دن ایسا نہین گذرتا ہوگا جسمین مسلمانون کی غیبت تیری زبان پر اتنی جاری ہوتی ہو کہ تمام تیری نیکیون کو حاوی ہوجاوے
باقی برائیان علیحدہ ہین کہ کہین حرام کھاتا ہے اور کہین شبہہ کا مال چکھتا ہے اور طاعتون مین کوتاہی کرتا ہے تو ایسی صورت مین بھلا حقوق
سے خلاص کی کیا توقع ہے اس روز کہ جسمین بے سینگ کے یعنی منڈے چوپائے کا حق شاخدار سے لیا جاویگا چنانچہ حضرت ابوذر رض
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بکریون کو لڑتے دیکھا اور مجھسے پوچھا کہ تمھین معلوم ہے کہ یہ کیون ٹکرین مارتی ہین مین نے
عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ تمھارے پروردگار کو معلوم ہے اور وہی عنقریب انکے درمیان مین قیامت کے روز حکم کریگا اور حضرت
ابوہریرہ رض نے اس آیت کی تفسیر مین وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم فرمایا ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق
اُٹھینگی چوپائے اور چرند پرند اور سب چیزین پس اللہ تعالی کا عدل اس نوبت کو پہنچیگا کہ منڈے جانور کا حق سینگ والے سے
لیگا پھر فرماویگا کہ مٹی ہوجا تو اسیوقت کافر کہیگا کہ کاش مین مٹی ہوتا پس اے مسکین تیرے اوپر کیا گذریگا جس روز کہ تو اپنا نامہ اعمال
نیکیون سے خالی پاویگا جنکے لیے بہت سی مشقتین تم اٹھائی ہونگی اور کہیگا کہ میری نیکیان کہان گئین تجھسے کہا جائیگا کہ تیرے حقدارون
کے دفتر مین چلی گئین اور دیکھیگا کہ نامہ اعمال بالکل بدیون سے پر ہے حالانکہ دنیا مین اُنسے بچنے مین بہت تکلیفین سہی تھین پھر

پوچھیگا کہ الٰہی ان خطاؤن کا تو مین کبھی مرتکب نہین ہوا حکم ہوگا کہ یہ برائیان اُن لوگون کی ہین جنکی تو نے غیبت کی و اُنکو گالیان
دین اور برائی پہونچائی اور خرید و فروخت اور پاس بیٹھنے اور کلام کرنے اور بحث اور نصیحت اور درس اور تمام قسم کے معاملون مین
زیادتی کی۔ حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان زمین عرب مین بتون کی پرستش سے
نا امید ہوا مگر وہ تمسے ایسی چیز پر راضی ہوگا کہ وہ بت پرستی کی نسبت کم ہوگی اور باتین حقیر ہین مگر سب مہلک ہین پس ظلم سے بچو
جتنا تمسے ہوسکے اسلیے کہ بندہ قیامت کے روز پہاڑ کی برابر طاعتین لاویگا اور جانیگا کہ یہ مجھے بچاوینگی مگر ایک دوسرا بندہ
آکر کہیگا کہ الٰہی فلان شخص نے مجھپر ظلم کیا اور میرا حق زبردستی سے لیا اللہ تعالی حکم فرمائیگا کہ اسکی نیکیون مین کم کر دے اسیطرح
حقدار آتے جاوینگے اور نیکیان لیتے جاوینگے یہان تک کہ اسکے پاس نیکیون مین سے کچھ نہ رہیگا اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے مسافر
جنگل مین اترین اور انکے پاس ایندھن نہو اسلیے سب ادھر ادھر بہہ جاوین اور لکڑیان جمع کر لاوین اور فوراً آگ جلا کر جو منظور
تھا وہ کرلین اسیطرح گناہ بھی ہین اپنے ساری کمائی کو ایک دم مین خاک سیاہ کر دیتے ہین اور جب یہ آیت اتری انک میت و
انہم میتون ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون حضرت زبیر رض نے پوچھا کہ یارسول اللہ گناہون کے ساتھ کیا وہ معاملے بھی
ہمپر اضافہ کیے جاوینگے جو دنیا مین ہمارے آپسمین ہوے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان بیشک یہ معاملات بھی بھگتنے پڑینگے
یہان تک کہ سب حقدارون کو انکا حق دیدے۔ حضرت زبیر رض نے عرض کیا کہ بخدا اب تو بڑا سخت معاملہ ہے پس ایسے دن کی
سختی کتنی بڑی ہے جسمین ایک قدم سے بھی درگذر نہوگی نہ طمانچہ اور لقمہ اور کلمہ سے چشم پوشی کیجاویگی یہان تک ظالم سے مظلوم کا
بدلہ لیا جاوے۔ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے یحشر اللہ العباد
عراۃ غرلا بہما ہمنے عرض کیا کہ بہما سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا کہ انکے پاس کچھ نہوگا پھر انکو انکا پروردگار ایسی آواز سے
پکاریگا کہ دور اور نزدیک والے سب یکسان سنینگے اور یہ فرماویگا کہ مین بادشاہ بدلہ لینے والا ہون نہین ہوسکتا کہ کوئی اہل جنت
مین سے جنت مین جاوے اور اسپر کوئی حق اہل دوزخ کا ہو جب تک مین اس جنتی سے عوض اسکا نہ لے لون اور نہ کوئی
اہل دوزخ آگ مین داخل ہوسکتا ہے اس حال مین کہ کسی اہل جنت کا اسپر حق ہو یہان تک کہ اس دوزخی سے اس جنتی کا
عوض نہ لے لون حتی کہ طمانچے کا بھی ہمنے عرض کیا کہ یہ عوض کس طرح ہوگا ہم تو اللہ تعالی کے پاس ننگے بے ختنہ کیے
مفلس جاوینگے آپ نے فرمایا کہ عوض نیکیون اور بدیون سے دلایا جاویگا انتہی۔ پس بندگان خدا اللہ تعالی سے خوف کرو
اور بندون کے حقوق یعنے انکے مال لینے اور تہمت لگانے اور انکے دل تنگ کرنے اور معاملے مین بدخلقی کرنے سے احتراز کرو اسلیے کہ جو قصور
بندے کے اور خاص خداے تعالی کے درمیان ہونگے تو انکی طرف مغفرت جلد آویگی اور بندون کے حقوق جلد معاف نہونگے
اور جس شخص کے ذمہ حقوق بہت سے ہون اور زبردستی سے لوگون سے چھین لیے ہون اور پھر اسنے توبہ کی ہو اور حقدارون
سے انکا معاف کرانا مشکل ہو تو چاہیے کہ نیکیان بہت سی کرے کہ قصاص کے روز کام آوین اور بعض نیکیا اخلاص اپنے اور
خداے تعالی کے درمیان مین چھپا کر کمال اخلاص کے ساتھ کرے اس طرح کہ سواے خداے تعالی کے اور کسی کو اسپر
واقفیت نہو اسلیے کہ شاید یہی صورت اسکی نزدیکی کی خداے تعالی سے ہو جاوے اور اسکے باعث مستحق اس لطف کا
ہو جاوے جسکو خداے تعالی نے اپنے مومن محبوبون کے لیے دربارہ دور کرنے حقوق عباد کے انکے ذمہ سے کہ چھوڑا ہے
چنانچہ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوے تھے کہ یکایک آپ ہنسے یہان تک کہ
آپ کے دانت ظاہر ہوے حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ آپ کے اوپر میرے مان باپ فدا ہون یا رسول اللہ آپ کو کس

بات سے ہنسی آئی آپ نے فرمایا کہ دو شخص میری امت میں سے خداے تعالیٰ کے روبرو دوزانو ہوے اور ایک نے
الٰہی میں عرض کی کہ الٰہی میرا حق اس میرے ساتھی سے دلادے خداے تعالیٰ نے دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ اسکا حق دیدے
اُسنے عرض کیا کہ بار خدایا میرے پاس تو کوئی نیکی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اب تو کیسی کریگا اُسکے پاس تو کوئی
نیکی نہیں رہی اُسنے عرض کیا کہ الٰہی تو یہ شخص میرے گناہوں میں سے لیکر اپنے اوپر لے لے۔ راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رونے لگے پھر فرمایا کہ یہ دن بہت بڑا ہے اس دن میں آدمی اس بات کے محتاج ہونگے کہ کوئی انکی
طرف سے انکے گناہ اپنے اوپر لے لے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اپنا سر اُٹھا کر جنت میں دیکھ اُسنے سر
اُٹھایا اور عرض کیا کہ الٰہی مجھے چاندی کے شہر بلند اور سونے کے محل موتیوں سے جڑے معلوم ہوتے ہیں یہ کونسے نبی کے ہیں یا
کونسے صدیق کے یا کس شہید کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اُسکے ہیں جو انکا مول ادا کرے اُسنے عرض کیا کہ اُنکے مول کا مالک
کون ہے کس سے دیا جا سکتا ہے فرمایا کہ انکا مول تیرے پاس ہے عرض کیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی کو حق معاف کرنا اُسنے عرض
کیا کہ الٰہی میں نے اُسکو معاف کیا حکم ہوا کہ اپنے اس بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت میں داخل کر۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں میں خود میل کراتا ہے انتہی۔ اس حدیث میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ
یہ مرتبہ خداے تعالیٰ کے اخلاق کو اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے یعنے آپس میں میل کرانے اور دوسرے اخلاق اختیار کرنے سے
پس اب تو اپنے نفس کے باب میں فکر کر کہ اگر تیرا نامۂ اعمال حقوق سے خالی ہوگا یا خداے تعالیٰ تیرے لیے لطف فرماکر معاف
فرماویگا اور تجھکو یقین سعادت ابدی کا ہوگا تو تو فیصلہ کی جگہ سے پھرنے کے وقت کیسا خوش ہوگا کہ تجھکو خلعت رضا ہوگی اور ایسی
سعادت پر رجوع کریگا جسکے بعد شقاوت نہو اور وہ دولت پاویگا جسکے گرد فنا نہ پھٹکے اور اُسوقت خوشی اور سرور کے مارے تیرا
دل اُڑیگا اور چہرہ سفید اور نورانی اور ایسا چمکنے لگیگا جیسے چاند چودھویں رات کو چمکتا ہے تو اب خیال کر کہ خلق کے درمیان تو کیسے
سر اُٹھائے ناز سے چلتا ہوگا کہ پیٹھ گناہوں سے خالی ہوگی اور تازگی نسیم راحت اور رضا کی ٹھنڈک کی تیرے دونوں پہلو سے
دمک رہی ہوگی اور تمام خلق اگلی پچھلی تجھکو دیکھتی ہوگی اور تیرے حسن و جمال میں غبطہ کرتی ہوگی اور فرشتے تیرے آگے اور پیچھے
چلتے ہونگے اور پکار کر مجمع میں کہتے ہونگے کہ یہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوا اور اسکو راضی کردیا اور
ایسی سعادت کو پہونچا کہ جسکے بعد کبھی بدبختی نہو گی بھلا تیرے نزدیک کیا یہ رتبہ اس مرتبے سے بڑا نہیں جسکو تو دنیا میں لوگوں کے
دلوں میں حاصل کرتا ہے اور اسکے لیے ریا اور تکلف اور دین میں سستی اور بناوٹ کرتا ہے پس اگر تو جانتا ہے کہ یہ رتبہ دنیا کے رتبے سے
بہتر ہے بلکہ دنیا کے رتبے کو اس مرتبے سے کچھ نسبت ہی نہیں تو پھر اس رتبے کے حاصل کرنے کے واسطے اخلاص صاف اور خدا
کے ساتھ معاملہ کرنے میں نیت درست کو وسیلہ بنا کہ یہ رتبہ بدون اخلاص اور سچی نیت کے تجھکو نہ ملیگا اور اگر معاملہ دگرگوں ہوا
یعنے معاذ اللہ تیرے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نکلا جسکو تو ہلکا جانتا تھا اور خداے تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑا ٹھہرا اور اُسکے باعث
تجھپر غصہ ہوکر کہدیا کہ اے میرے بندے تجھپر میری لعنت ہے میں تجھسے تیری عبادت قبول نہیں کرتا تو اس آواز کے سنتے ہی تیرا منہ سیاہ
ہو جاویگا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے باعث فرشتے بھی تجھپر غضبناک ہوکر کہینگے کہ تجھپر ہماری لعنت اور تمام خلائق کی لعنت ہو
اور اُسوقت دوزخ کے فرشتے اپنے خالق کے غصے کے باعث خفا ہوکر تجھپر جھپٹ پڑینگے اور باوجود اپنی سختی اور بدخلقی اور بری
صورتوں کے تیرے پاس آکر تیرے ماتھے کے بال پکڑینگے اور تجھکو منہ کے بل مجمع میں گھسیٹینگے اور تمام لوگ تیرے منہ کی سیاہی اور غم کے
ظاہر ہونے کو تاک رہے ہونگے اور تو تباہی اور خرابی پکارتا ہوگا اور وہ کہتے ہونگے کہ آج مت پکار ایک ہلاکی کو بلکہ پکار بہت سی

ہلاک کیون کیا اور فرشتے پکار کرتے ہونگے کہ یہ فلان شخص فلان کا بیٹا ہی اللہ تعالیٰ نے اسکی فضیحتون اور رسوائیون کو کھول دیا اور
اسکے برے عیبون کے باعث اسکو لعنت کیا پس ایسا بدبخت ہوا کہ کبھی نیکبخت نہوگا اور کیا عجب ہی کہ یہ تمام خرابی کسی ایسے
گناہ کے باعث سے ہو جسکو تو نے بندون کے خوف سے کیا ہو یا انکے دلون مین جگہ ڈھونڈھنے کے لیے یا انکے سامنے رسوائی کے
خوف سے تو دیکھ کہ تو کتنا بڑا جاہل ہی کہ اللہ تعالیٰ کے چند بندون کے سامنے رسوا ہونے سے دنیا ہی خالی مین احتراز کرتا ہی مگر اس
بڑی رسوائی سے ایسے بڑے مجمع مین نہین ڈرتا جہان خداے تعالیٰ کے غصے کا سامنا جدا ہوگا اور اسکا عذاب جدا تکلیف
دیگا اور دوزخ کے فرشتون کے پنجون مین گرفتار ہوکر آگ کو چلا جاتا ہوگا پس یہ دل اور احوال تیرے ہین اور تجھکو ابھی بڑے
اندیشے کی خبر نہین وہ اندیشۂ پل صراط کا جو آگے مذکور ہوتا ہی۔

نوان بیان پل صراط کے ذکر مین۔ پھر ان ہولون کے بعد اس آیت مین تامل کر یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا ونسوق المجرمین
الی جہنم وردا اور اس آیت مین فاھدوھم الی صراط الجحیم وقفوھم انہم مسئولون یعنی لوگ بعد احوال مذکورہ بالا کے صراط کی طرف ہنکائے
جاوینگے وہ ایک پل ہی کہ دوزخ کے اوپر بنا ہوا ہی تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ پتلا پس جو شخص دنیا مین راہ راست پر
سیدھا رہیگا وہ آخرت کے پل صراط پر ہلکا ہوگا اور نجات پاویگا اور جو دنیا مین سیدھا رہنے سے عدول کریگا اور گناہون سے اسکی
پشت بھاری ہوگی وہ پل صراط کے اول ہی قدم مین لغزش کریگا اور ہلاک ہو جائیگا پس اب سوچ کہ جب تو پل صراط کو دیکھیگا اور اسکی
تیزی اور باریکی پر نگاہ کریگا پھر اسکے نیچے دوزخ کی سیاہی نظر پڑیگی اور آگ کی چیخ اور جھنجھلاہٹ سنیگا تو تیرے دل مین کیسا خوف بھریگا
اور تجھسے بزور کہا جائیگا کہ اسپر کو چلے باوجودیکہ تیرا حال ضعیف ہوگا اور دل مضطرب اور پاؤن ڈگمگاتے اور گناہون کے باعث پیٹھ
ایسی وزنی ہوگی کہ تجھسے زمین پر نہ چلا جاوے پل صراط تو علیحدہ رہا پھر جب تیرا کیا حال ہوگا جب تو اپنا ایک پاؤن اسپر رکھیگا اور
اسکی تیزی پاؤن کو معلوم ہوگی اور دوسرا پاؤن اٹھانے کے لیے مجبور ہوگا اور سامنے سے لوگ پھسل پھسل کر گرتے ہونگے اور دوزخ کے
فرشتے انکو کانٹون اور آنکڑون سے اٹھاتے ہونگے اور تو دیکھتا ہوگا کہ وہ سر نیچے اور پاؤن اوپر آگ مین چلے جاتے ہونگے تو کیا کچھ
خوف اس حال سے تجھکو ہوگا اور کیسے سخت مقام پر چڑھائی ہوگی اور کیسے تنگ رستے مین کو جانا ہوگا پس اپنے حال کو دیکھ کہ جب اسپر
چلیگا اور چڑھیگا اور تیری پیٹھ گناہون سے وزنی ہوگی اور دہنے بائین خلق آگ مین گرتی دیکھیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کھڑے ہوے کہتے ہونگے کہ الٰہی بچاوے الٰہی بچاوے اور فریاد تباہی اور خرابی کی دوزخ کے گڑھے مین سے تجھ تک پہونچتی ہوگی
اسلیے کہ اکثر لوگ جو پل سے پھسلکر گرینگے واویلا مچاوینگے تو تیرا کیا حال ہوگا اگر تیرا پاؤن لغزش کر گیا اور پشیمانی کام نہ آئی اور تو بھی
فریاد اور واویلا کرنے لگا اور کہنے لگا کہ مین ابھی روز سیاہ سے ڈرا کرتا تھا کاش زندگی مین اس روز کیواسطے کچھ کیا ہوتا کاش رسول کے
ساتھ مین رستہ اختیار کیا ہوتا کاش فلان کو یار نہ بنایا ہوتا کاش مین مٹی ہوتا کاش مین معدوم ہوتا کاش میری ماں مجھکو نہ جنتی
اور اسوقت شعلے آگ کے تجھکو معاذ اللہ اچک لین اور پکارنے والا پکارے کہ اخسؤا فیہا ولا تکلمون پس کوئی سبیل بجز چیخنے اور آہ
کرنے اور سانس بھرنے اور فریاد چاہنے کے نہین رہیگی پس اب اپنی عقل کو تو کیسے دیکھتا ہی حالانکہ یہ اندیشے تیرے سامنے ہین
اگر تجھکو ان باتون پر ایمان نہین تو معلوم ہوا کہ طبقات جہنم مین تو بہت دنون رہنا چاہتا ہی اور اگر ایمان ہی اور اُسکے غافل ہوکر
تیاری مین سستی کرتا ہی تو بڑا ہی ٹوٹے اور سرکشی والا ہی اور ایسے ایمان سے تجھے کیا فائدہ جو خداے تعالیٰ کی طاعت مین رضا جوئی پر
آمادہ نہ کرے اور نہ اُسکی نافرمانی چھڑاوے اگر بالفرض تیرے سامنے سواے ہول پل صراط اور اُسکے اوپر سے گذرنے کے
خوف سے دل کی دہشت کے اور کوئی اندیشہ نہوتا گو تو سلامت ہی گذر جاوے تب بھی ہول اور دہشت اور ڈر کو اتنا ہی کافی تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ پل صراط دوزخ کے بیچ بیچ مین کہا جاویگا اور جو شخص کہ رسولون مین سے اپنی امت کو لیکر اُترینگا وہ مین ہونگا اور اس روز سوائے رسولون کے اور کوئی نہین بولیگا اور سب پیغمبر یہی کہتے ہونگے کہ اللّٰھم سلم اللّٰھم سلم اور دوزخ مین کانٹے سعدان کے کانٹے کی شکل کے ہونگے بھلا تمنے سعدان کا کانٹا دیکھا ہے لوگون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ وہ اُسی شکل کے ہونگے مگر اُنکی بڑائی کی مقدار کو سوا خدا تعالی کے اور کوئی نہین جانتا اور وہ آدمیون کو موافق اُنکے اعمال کے اوچینگے پس بعضے تو اپنے عمل کے باعث ہلاک ہی ہو جاوینگے اور بعض بیچ بیچ گرائی جیسی ہو جاوینگے پھر بچ جاوینگے اور حضرت ابوسعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی دوزخ کے پل پر گذرینگے اور اسپر کو کھرو اور کانٹے اور آنکڑے ہونگے کہ لوگون کو دہنے اور بائین سے لپٹینگے اور اُسکے دونون طرف فرشتے کہتے ہونگے کہ الٰہی بچا الٰہی بچا پس بعضے لوگ تو مثل بجلی کے گذرینگے اور بعضے ہوا کی طرح اور بعضے دوڑتے گھوڑے اور بعضے بھاگتے ہوئے جاوینگے اور بعضے چال چلتے اور گھٹنون چلینگے اور بعضے چوتڑون گھسٹینگے اور دوزخ لوگ جو اُسمین رہینگے وہ تو نہ مرینگے نہ جیئینگے مگر جو لوگ کہ گناہ ہون اور خطاؤن مین پکڑے جاوینگے اور جلکر کوئلے سیاہ ہو جاوینگے پھر شفاعت کی اجازت ہوگی آخر حدیث تک اور حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی اگلون پچھلون سب کو قیامت کے روز جمع کریگا چالیس برس آسمان کی طرف کو آنکھین لگائے کھڑے رہینگے اور منتظر حکم فیصل کے ہونگے اس حدیث کو حضرت ابن مسعود نے ایمانداروں کے سجدے کے وقت تک بیان کیا اور فرمایا کہ پھر اللہ تعالی مومنین کو حکم کریگا کہ اپنے سر اٹھاؤ وہ سر اٹھاوینگے پس اُنکو اُنکے اعمال کے موافق نور عنایت ہوگا تو بعضون کو تو بڑے پہاڑ کے برابر نور ملیگا کہ اُنکے سامنے چلیگا اور بعضون کو اس سے کچھ کم ملیگا اور بعضون کو درخت خرما کے برابر ملیگا اور بعضون کو اس سے کچھ کم یہان تک کہ آخر کو ایک شخص کو نور اُسکے پانون کے انگوٹھے پر عنایت ہوگا وہ کبھی تو چمکنے لگیگا اور کبھی گل ہو جاویگا جب چمکیگا تب تو وہ پانون بڑھاویگا اور جب گل ہوگا تب کھڑا رہجاویگا پھر پل صراط کے گذرنے کو ذکر فرمایا کہ اپنے نور کے موافق اُسپر سے گذرینگے بعضے تو پلک مارنے کی طرح اور بعضے بجلی کی طرح اور بعضے بادل کی طرح اور بعضے ستارون کے ٹوٹنے کی طرح اور بعضے ہوا کے مانند اور بعضے گھوڑے کی دوڑ کے مانند اور بعضے آدمی کے بھاگنے کے مانند یہان تک کہ جس شخص کے پانون کے انگوٹھے پر نور ملا ہوگا وہ اپنے منھ اور دونون ہاتھ پانون پر گھسٹتا چلیگا ایک ہاتھ بڑھاویگا تو دوسرا اٹکا رہجاویگا اور ایک پانون آگے کو کھینچیگا تو دوسرا اُلجھا رہیگا اور اُسکے پہلوؤن کو آگ لگتی ہوگی اسی طرح سے جاتے جاتے پار ہو جاویگا جب خلاص ہوگا تو وہان کھڑا ہوکر کہیگا کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھکو ایسی طرح نجات دی کہ کسی کو نہین دی اسلیے کہ مجھکو جب بچایا جب مین اُسکا مزہ دیکھ چکا پھر اس شخص کو جنت کے دروازے کے پاس ایک چشمہ پر لیجاوینگے وہان وہ نہاویگا۔ اور حضرت انس بن مالک رضہ روایت کرتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ پل صراط تلوار کی تیزی کی طرح یا دھار کی تیزی کی مثال ہے اور فرشتے مومن مردون اور عورتون کو بچاتے ہونگے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام میری کمر پکڑے ہونگے اور مین کہتا ہونگا کہ الٰہی بچا دے بچا دے مگر لغزش کرنے والے مرد اور عورتین اس روز بہت ہونگے تو پل صراط کے اہوال اور مصائب یہ ہین اُنمین بہت فکر کر اسلیے کہ قیامت کے اہوال سے زیادہ تر وہی شخص بچیگا جو دنیا مین اُسکا فکر زیادہ کریگا کیونکہ خدا تعالی ایک بندے پر دو خوف جمع نہین فرماویگا تو جو کوئی ان اہوال سے دنیا مین ڈریگا وہ آخرت مین اُنسے مامون رہیگا اور ہماری غرض خوف سے یہ نہین کہ عورتون کی طرح سننے کے وقت دل پر رقت ہوئی اور آنکھون سے رو لیے اور پھر جلدی سے بھول بھال لہو ولعب مین مصروف ہوگئے یہ بات خوف مین ہرگز داخل نہین بلکہ جو شخص کسی چیز سے ڈرا کرتا ہے اُس سے بھاگا کرتا ہے اور جس چیز کی امید کیا کرتا ہے اُسکو طلب کیا کرتا ہے اس صورت مین وہی

اوری وسلم بروایت ... رضی اللہ عنہ ۱۲ ... الٰہی بچا الٰہی بچا ۱۲ ... ایک گھاس ... اسکا کانٹا ... کا ہوتا ہے ۱۲

[illegible]

خوف اُس روز نجات دیگا جسکے باعث آدمی خداے تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رہے اور اُسکی طاعت پر آمادہ ہو اور عورتون لے رونے کی نسبت کرینکی زیادہ تر بڑا خوف ہیو قوفون احمقون کا ہو کہ جب اہوال کو سُنتے ہین تو فوراً زبان سے استغفار نکلتا ہو کوئی کہتا ہو استعیذ باللہ کوئی کہتا ہو نعوذ باللہ خدا کی پناہ الٰہی بچائیو اور باوجود اسکے اُن گناہون پر مصر رہتے ہین جو سبب انکے ہلاک ہونے کا ہو تو ایسے شخصون کے پناہ مانگنے سے شیطان ہنستا ہو جیسے اُس شخص پر ہنسا کرتے ہین جسپر جنگل مین کوئی درندہ حملہ کرے اور اُسکے پیچھے ایک قلعہ یا گڑھی مضبوط ہو تو جب وہ اُس درندے کی کراہت اور حملے کو دور سے دیکھے تو زبان سے کہنے لگے کہ پناہ ہو اُس گڑھی کی اور اُو بائی ہو اُسکی سخت عمارت اور مضبوط دیوارون کی اور یہ قول زبان ہی سے کہے اور اپنی جگہ سے نہ ہلے تو ان باتون سے درندہ تھوڑا ہی ہٹا جاتا ہو اسی طرح آخرت کے اہوال کی گڑھی بجز لا الٰہ الا اللہ کے اور کوئی نہین مگر اسکا صرف زبانی کہنا کارآمد نہین بلکہ اُسکا سچ جاننا بھی ضرور ہو اور سچ جاننا اس طرح ہو کہ آدمی کا مقصود سواے خداے تعالیٰ کے نہو اور نہ کوئی معبود اُسکے سوا اور جو شخص کہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنائے ہوے ہو تو وہ راستہ توحید سے ابھی دور ہو اور اُسکا معاملہ خود خطرناک ہو پس اگر آدمی سے یہ بھی نہو سکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت کرے اور اُنکی سُنت کی بزرگی بجالاوے اور آپ کی امت کے نیکبختون کی دلداری کرے اور اُنکی دعاؤن سے برکت حاصل کرے شاید اسی جہت سے آپ کی شفاعت یا اُن صلحا کی شفاعت نصیب ہو اور اگر اپنے پاس کچھ مایہ نہو تو شفاعت ہی سے نجات ملجاوے

دسوان بیان شفاعت کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ جب کچھ جماعتون پر ایماندارون کے عذاب کا ثبوت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انکے باب مین شفاعت انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کی اور ایسے لوگون کی جنکا خداے تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ اور حسن معاملہ ہو قبول فرماویگا پس یہ لوگ اپنے رشتہ اور قرابت والون اور دوستون اور آشناؤن کے باب مین شفاعت کرینگے تو آدمی کو چاہیے کہ اس بات کا حریص ہو کہ اُن لوگون کے نزدیک رتبہ شفاعت حاصل کرے اُسکی صورت یہ ہو کہ کسی آدمی کو ہرگز حقیر نہ جانے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت کو اپنے بندون مین پوشیدہ رکھا ہو تو شاید جس شخص کو تیری آنکھ حقیر جانتی ہو وہ اللہ کا ولی ہو شعر خاکساران جہان را بحقارت منگر؛ تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد؛ اور کسی معصیت کو ہرگز چھوٹا نہ جانے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا غضب اپنی نافرمانیون مین چھپا رکھا ہو تو شاید جس معصیت کو تو حقیر جانتا ہو اُسی مین خداے تعالیٰ کا غضب ہو اور کسی طاعت کو حقیر مت جان کہ اللہ نے اپنی رضا اپنی طاعت مین پوشیدہ رکھی ہو تو شاید اُسی طاعت مین اُسکی رضا ہو گو وہ طاعت کلمہ طیبہ ہی ہو یا ایک لقمہ ہو یا نیت درست یا کوئی اور اسی کے قائم مقام ہو اور شفاعت کی دلیلین قرآن شریف اور حدیث مین بہت ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ولسوف یعطیک ربک فترضی حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پڑھا رب انہن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم اور قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان تعذبہم فانہم عبادک پھر ہاتھ اُٹھا کر فرمایا امتی امتی پھر آپ روئے اللہ عزوجل نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کیون روتے ہو چنانچہ حضرت جبرئیل نے خدمت مین حاضر ہو کر پوچھا کہ خداے تعالیٰ سبب گریہ پوچھتا ہو آپ نے فرمایا کہ غم امت کے باعث روتا ہون حالانکہ یہ سبب خداے تعالیٰ کو معلوم تھا جب حضرت جبرئیل نے جناب احدیت مین عرض کیا تو حکم ہوا کہ جاؤ میرے حبیب سے کہو کہ مین تجھکو تیری امت مین راضی کرونگا ناخوش نہین کرونگا۔ اور ایک حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ باتین ہین کہ مجھکو عنایت ہوئی ہین مجھسے پہلے کسی کو عنایت نہین ہوئی تھین اول تو رعب ایک مہینے کے فاصلے سے دوم مجھکو غنیمتین حلال کی گئین مجھسے پہلے کسی کو حلال نہین ہوئین تیسرے میرے لیے زمین مسجد کر دی گئی اور اُسکی خاک

اور اگر تو انکو عذاب کرے تو وہ بندے ہین تیرے
اگر تو انکو عذاب کرے تو وہ بندے ہین تیرے

پاک کرنیکی چیز تو جس شخص پر میری امت میں سے نماز آجاوے تو چاہیے کہ تیمم کے یعنی پانی کے نہ ملنے سے ہرج نہیں اسلیے کہ مٹی تیمم کے لیے موجود ہی نہ خاص جگہ نماز کی شرط ہی کہ زمین ساری سجدہ گاہ ہی چوتھے مجھکو شفاعت ملی پانچوین یہ کہ ہر ایک نبی خاص اپنی قوم کے لیے بھیجا گیا ہو اور مین سب کے لیے بھیجا گیا ہون۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو مین نبیون کا امام ہونگا اور انکی طرف سے بولنے والا ہونگا اور انکی سفارش کرنے والا اور اسمین کچھ فخر نہین کرتا ہون اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مین اولاد آدم کا سردار ہون اور کچھ فخر نہین اور مین اول ہون ان لوگون کا جو زمین سے نکلینگے اور مین اول سفارش کرونگا اور سب سے پہلے میری سفارش مقبول ہوگی میرے ہاتھ مین حمد کا علم ہوگا آدم اور انکے سوا اسکے نیچے ہونگے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہی کہ ہر ایک نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہی تو مین چاہتا ہون کہ اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن کے واسطے دبا رکھون۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر بچھائے جاوینگے اور وہ اُنپر بیٹھ جاوینگے مگر میرا منبر خالی رہیگا مین اُسپر نہین بیٹھونگا اور اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا رہونگا اس خوف سے کہ مبادا مین جنت مین بھیج دیا جاؤن اور میری امت پیچھے رہجاوے پس مین عرض کرونگا کہ یارب امتی اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ اے محمد تو کیا چاہتا ہی جو تیری امت کے ساتھ کرون مین عرض کرونگا کہ الٰہی انکا حساب جلد ہوجاوے پس مین سفارش کیے جاؤنگا یہان تک کہ جن لوگون کو دوزخ مین بھیجدیا گیا ہوگا انکے لیے برات نامہ مجھکو ملیگا اور مالک دوزخ کا داروغہ مجھسے کہیگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمنے اپنی امت مین خدا تعالی کے غضب کے واسطے آگ کا کچھ حق نہ چھوڑا اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ مین قیامت کے دن روے زمین کے پتھرون اور ڈھیلون سے بھی زیادہ کے لیے سفارش کرونگا۔ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت آیا اور ہاتھ آپ کے سامنے کیا گیا آپکو ہاتھ اچھا معلوم ہوا کرتا تھا آپ نے اسمین سے دانت سے کاٹا پھر فرمایا کہ قیامت کے دن مین آدمیون کا سردار ہونگا اور تمکو معلوم ہی کہ اسکی کیا وجہ ہی کہ اللہ تعالی اگلون اور پچھلون کو ایک میدان مین جمع کریگا اور پکارنے والے کی آواز انکو سنادیگا اور نظر کے سامنے رکھیگا اور آفتاب قریب ہوگا اور آدمیون پر غم اور کرب اتنا ہوگا کہ اُسکی برداشت نہ کرسکینگے تب آدمی ایک دوسرے کہینگے کہ دیکھتے نہین کہ ہماری کیا نوبت ہوگئی ہی کسی ایسے کو کیون تجویز کرتے جو پروردگار سے سفارش کرے تب آپسمین کہینگے کہ چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائین چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جاکر کہینگے کہ تم ابو البشر ہو خداے تعالی نے تمکو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تم مین اپنی روح پھونکی اور تمھارے لیے فرشتون کو سجدہ کا حکم کیا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کرو دیکھو ہمارا کیا حال ہی اور ہماری کیا نوبت پہونچی ہی حضرت آدم علیہ السلام انکو جواب دینگے کہ آج میرا پروردگار ایسا خفا ہوا ہی کہ وہ کبھی پہلے ہوا تھا نہ آگے کو ہوا اور اُسنے مجھکو ایک درخت جنت سے منع کیا تھا مین نے اُسکا کہنا نہ مانا مجھے اپنی ہی جان کی پڑی ہی تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ لوگ حضرت نوح ع کے پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ تم زمین کے باشندون کے پاس اول رسول ہوکر آئے اور اللہ تعالی نے تمکو بندہ شکرگزار فرمایا ہمارے باب مین اپنے پروردگار سے سفارش کرو دیکھو کہ ہمارا کیا حال ہی وہ جواب دینگے کہ آج خداے تعالی ایسا غصہ ہورہا ہی کہ پہلے کبھی نہ ایسا ہوا نہ آگے کو کبھی ایسا ہو اور مین اپنی قوم پر ایک بددعا کرچکا ہون مین اپنی ہی جان کے بچاؤ مین ہون تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ تم اللہ تعالی کے پیغمبر اور زمین کے لوگون مین سے اُسکے خلیل ہو اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کرو دیکھتے ہو کہ ہم کس حال مین ہین حضرت ابراہیم جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج

ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابی بن کعب ۱۲

ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابوسعید خدری ۱۲

[illegible]

ایسا غصہ ہوا ہو کہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا نہ آیندہ کو ہوا اور میں تین بار جھوٹ بولا تھا اور اُنکا آپ ذکر کر دینگے کہ مجھے اپنی ہی پڑی ہی ہو تم کسی اور کے پاس جاؤ تم موسی علیہ السلام کے پاس جاؤ لوگ حضرت موسی علیہ السلام کے پاس آکر کہینگے کہ آپ رسول خدا ہیں آپ کو خدا نے تعالیٰ نے اپنے رسالت اور کلام سے لوگون پر زیادتی دی اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے دیکھیے ہمارا کیا حال ہو حضرت موسی علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا غضبناک ہو کہ نہ پہلے ہوا نہ پیچھے ایسا ہوا اور میں نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا جسکے مار ڈالنے کا مجھکو حکم نہ تھا مجھے اپنی ہی فکر ہو تم دوسرے کے پاس جاؤ تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہینگے آپ اللہ کے رسول اور اُسکے کلام ہین کہ مریم کیطرف ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ کی روح ہین اور آپ نے لوگون سے گودی مین کلام کیا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے اور دیکھیے کہ ہماری کیا نوبت ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسے غصے مین ہو کہ نہ پہلے ایسا ہوا اور نہ آگے کو ایسا ہوا اور کوئی خطا اپنی ذکر نہیں فرمائی مین اپنے ہی نفس کی فکر مین ہون تم کسی اور کے پاس جاؤ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ بس لوگ میرے پاس آوینگے اور کہینگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ رسول خدا اور خاتم انبیا ہین اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف فرمائے اپنے رب سے آپ ہماری سفارش فرمایئے اور ہمارے حال زار کو ملاحظہ فرمایئے کہ سب بجنبان پئے شفاعت ما ہو منکر ہر گناہ و طاعت ما ہیں روانہ ہوکر عرش کے نیچے آونگا اور اپنے رب کے لیے سجدے مین جاؤنگا پھر اللہ تعالیٰ میرے اوپر اپنے محامد اور ثنا کی خوبی سے وہ چیز کھول دیگا کہ پہلے کسی کے اوپر نہیں کھولی پھر کہا جاویگا کہ اے محمد اپنا سر اٹھا مانگ تجھکو ملیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت منظور ہوگی پس مین اپنا سر اُٹھاؤنگا اور کہونگا امتی امتی یا رب یعنی الٰہی میری امت کو بخش دے مجھکو حکم ہوگا کہ اے محمد اپنی امت مین سے جن لوگون پر حساب نہیں اُنکو جنت کے دروازون مین سے دہنے دروازے سے اندر پہونچا دے اور باقی دروازون مین تیری امت کے لوگ اور لوگون کے شریک ہین پھر فرمایا کہ قسم ہو اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہو کہ فاصلہ دو کواڑون کا جنت کے اتنا ہو جتنا درمیان مکہ اور حمیر یا جتنا درمیان مکہ اور بصرے کے ہو اور ایک دوسری حدیث مین یہی مضمون جون کا تون ہوا اور اُسمین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خطائین بھی مذکور ہین یعنی اول کو اُنکے باب مین فرمایا کہ ہذا ربی یہ میرا پروردگار ہی دوسرے کفار کے معبودون کو فرمایا بل فعلہ کبیرہم ہذا یہ کام انہین سے اس بڑے بت نے کیا ہو تیسرے آپ کا فرمانا کہ انی سقیم مین بیمار ہون غرض کہ یہ حال ہو شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کی امت کے لوگ عالم اور شہید بھی سفارش کرینگے یہان تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے جنت مین ربیعہ اور مضر کی قوم سے زیادہ لوگ داخل ہونگے اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو حکم ہوگا کہ اے شخص اٹھ اور سفارش کر وہ اٹھکر اپنے خاندان اور گھر والون اور ایک دو اور شخصون کے لیے موافق اپنے عمل کے سفارش کریگا۔ اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص جنت مین کا قیامت کے روز دوزخ والون مین جھانکیگا اُسکو ایک دوزخی پکاریگا کہ اے فلان تو مجھے پہچانتا ہو وہ کہیگا کہ مین تو نہیں پہچانتا تو بتا کون ہو وہ کہیگا کہ دنیا مین فلان روز تو میرے پاس کو گذرا اور ایک گھونٹ پانی پینے کو مجھسے مانگا مین نے تجھے پانی پلایا جنتی کہیگا کہ ہان مین نے تجھکو پہچانا وہ کہیگا کہ تو اُسی گھونٹ کی عوض اپنے رب سے میرے باب مین سفارش کر وہ اللہ تعالیٰ سے اُسکے حال کہنے کی اجازت لیکر کہیگا کہ الٰہی مین دوزخ والون پر جھانکا تو ایک شخص نے دوزخیون مین سے مجھے پکارا اور کہا کہ مجھے تو پہچانتا ہو مین نے کہا کہ نہیں تو کون ہو اُسنے کہا کہ مین وہ ہون کہ

ذکر حدیث مین ہو ترمذی بروایت ابوسعید بزار بروایت انس ابو یعلی و بیہقی

تو نے مجھسے دنیا مین پانی پینے کو مانگا تھا مین نے تجھے پانی پلا دیا تھا اُسکے عوض مین تو میری سفارش اپنے پروردگار سے کر
پس اگر تھی تو اُسکے باب مین میری سفارش قبول فرما اللہ تعالیٰ اُسکی سفارش قبول فرماویگا اور حکم ہوگا اور ہوگا تو دوزخ سے باہر نکل
آویگا۔ اور حضرت انس رضہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی قبرون سے اٹھینگے تو سب سے اول
مین نکلونگا اور جب وہ میرے پاس آوینگے تو مین انکا خطیب یعنے اُنکی طرف سے بولنے والا اور معذرت کرنے والا جناب الٰہی مین
ہونگا اور جب وہ ناامید ہونگے تو مین اُنکو بشارت دونگا حمد کا علم اُس روز میرے ہاتھ مین ہوگا اور مین سب اولاد آدم سے اپنے رب
کے نزدیک گرامی تر ہون اور کچھ فخر نہین اور ایک حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اپنے رب کے سامنے
کھڑا ہونگا اور ایک لباس بہشت کے حلون مین سے پہنونگا پھر عرش کے دہنی طرف کھڑا ہونگا جس مقام پر کہ خلق مین سے میرے
سوا کوئی کھڑا نہوگا۔ اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوے آپ کا انتظار
کرتے تھے آپ باہر نکلے یہان تک کہ جب اُنکے قریب پہونچے تو سنا کہ وہ باتین کر رہے ہین آپ نے اُنکی باتین سُنین کسی نے
کہا کہ تعجب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا دوسرے نے کہا کہ یہ امر کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام
سے کلام سے عجیب تر نہین اللہ تعالیٰ نے اُنسے کلام فرمایا ایک اور شخص نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھو کہ وہ کلمۃ اللہ اور
روح اللہ ہین اور شخص بولا کہ آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے سامنے ہوے اور
سلام کیا اور فرمایا کہ مین نے تمھاری گفتگو سنی اور تمھارا تعجب کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور موسیٰ
علیہ السلام اللہ کے ہمکلام ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور آدم علیہ السلام
کو خدا تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور وہ ایسے ہی ہین اب سن لو کہ مین اللہ کا حبیب ہون اور کچھ فخر نہین اور مین اٹھانے والا
لواء حمد کا قیامت کے دن ہون اور کچھ فخر نہین اور مین سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہون اور سفارش میری سب سے اول قبول
ہونے والی ہو اور کچھ فخر نہین اور مین لوگون مین سب سے پہلے جنت کے دروازون کے کڑے ہلاؤنگا اور میرے لیے دروازہ خدا تعالیٰ
کھولدیگا اور مین اندر جاؤنگا اور فقراے مومنین میرے ساتھ ہونگے اور کچھ فخر نہین اور مین سب اگلون اور پچھلون سے بزرگتر ہون اور کچھ فخر نہین

گیارھوان بیان حوض کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ حوض ایک بڑی عطا ہو جسکو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
مخصوص فرمایا ہو اور اخبار اُسکے وصف پر مشتمل ہین ہم اللہ تعالیٰ سے توقع رکھتے ہین کہ دنیا مین وہ ہمکو اُسکا علم اور آخرت مین اُسکا
ذائقہ نصیب فرماوے اسلیے کہ اُسکی تاثیر یہ ہو کہ جو کوئی اُسمین سے پیوے تو کبھی پیاسا نہو حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہلکی نیند سوئے پھر سر اُٹھایا تو تبسم کرتے تھے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیون ہنسے آپ نے
فرمایا کہ ایک آیت مجھپر اسوقت اُتری ہی اور پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطیناک الکوثر یہان تک کہ تمام کیا سورۃ کو پھر فرمایا کہ تم
جانتے ہو کوثر کیا چیز ہو لوگون نے عرض کیا کہ اللہ اور اُسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہو جسکا وعدہ مجھسے
میرے پروردگار نے جنت مین کیا ہو اُسپر برکت بہت ہو اُسپر ایک حوض ہو کہ جسپر میری امت قیامت کے دن آویگی اُسکے برتن اتنے
ہین جتنے آسمان کے تارے۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس حال مین کہ مین جنت
مین سیر کرتا تھا یکایک مین ایک نہر پر پہونچا کہ جسکے دو طرف قبے موتیون کے بیچ مین سے خالی تھے مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کیا
ہو اُنھون نے کہا کہ یہ کوثر ہو جو آپ کے رب نے آپ کو مرحمت کی ہو پھر فرشتے نے اُسپر اپنا ہاتھ مارا تو دیکھا کہ اُسکی مٹی مشک اذفر
ہو اور وہی راوی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے حوض کے دونون طرف کی سیٹرھی زمین مین اتنا

فاصلہ ہو جتنا مدینہ منورہ اور صنعا سے یمن میں ہی یا جتنا مدینہ مکہ میں اور عمان شام کے شہر میں ہی اور حضرت ابن عمر رض روایت کرتے ہیں
کہ جب سورۂ انا اعطینا اُتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہی جنت میں جسکے دونون کنارے سونے کے
ہین اُسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے بڑھکر خوشبو ہی موتی اور سونے کی نہرین بہتا ہی
اور ثوبان مولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری حوض عدن سے لیکر
عمان بلقاے شام کے شہر تک ہی اُسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہی اور اُسکے کوزے آسمان کے
ستارون کی گنتی کے برابر ہین جو شخص اُسمین سے ایک گھونٹ پیویگا کبھی پیاسا نہوگا لوگون مین سے سب سے پہلے فقراے مہاجرین
آوینگے حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جنکے سر کے بال اُلجھے ہوے اور کپڑے میلے ہین اور
جو چین کرنے والیون سے نکاح نہین کرتے اور اُنکے لیے ڈیوڑھیون کے دروازے نہین کھولے جاتے۔ اس حدیث کو
سنکر حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے فرمایا کہ مین نے تو فاطمہ بنت عبد الملک دولت والی نازپروردہ سے نکاح کیا ہی اور میرے
لیے دروازے ڈیوڑھیون کے بھی مفتوح ہین مگر یہ کہ خداے تعالی مجھپر رحم کرے ضرور ہوا کہ مین سر مین تیل نڈالونگا تاکہ
بال اُلجھ جاوین اور نہ کپڑے دُھلاؤنگا تاکہ میلے رہین۔ اور حضرت ابوذر رض سے روایت ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ حوض کے برتن کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین محمد کی جان ہی کہ اسکے
برتن آسمان کے ستارون کے شمار سے زیادہ ہین جب کہ رات اندھیری اور آسمان گرد و غبار سے صاف ہو جو کوئی اُسمین سے
پیویگا آخر تک پیاسا نہوگا اور اُسمین دو پرنالے جنت مین سے گرتے ہین اور اُسکا عرض طول کے برابر ہی اور وہ اتنا ہی جتنا فاصلہ
عمان اور ایلہ کے درمیان ہی اور اُسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیرین ہی۔ اور حضرت سمرہ رض فرماتے ہین کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کے واسطے ایک حوض ہی اور انبیا آپسمین فخر کرینگے کہ کسکے حوض پر زیادہ آدمی
آتے ہین اور مین توقع کرتا ہون کہ اُن سب سے زیادہ میری حوض پر لوگ وارد ہون پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ توقع ہی
اسلیے ہر ایک بندے کو چاہیے کہ توقع کرے کہ حوض پر آنے والون مین سے ہو اور اس بات سے احتراز کرے کہ بیہودہ
تمنا کرے اور جانے کہ مین توقع کرتا ہون اسلیے کہ توقع تو اس کی اُس شخص کی ہوتی ہی جو زمین مین بیج ڈالے اور اُسکو صاف کرے
اور پانی دے پھر بیٹھکر اللہ تعالی کے فضل سے توقع کرے کہ وہ اُگا دیگا اور کاٹنے کے وقت تک آفات سے محفوظ رکھیگا
مگر جو شخص نہ زمین جوتے نہ بووے نہ اُسکو صاف کرے نہ پانی سینچے اور امید رکھے کہ خداے تعالی اپنے فضل سے دانہ جما دیگا
اور میوہ لگا دیگا تو یہ شخص توقع والا نہین بلکہ مغالطہ والا اور جاوکرنے والا ہی اور اب اکثر لوگون کی توقع کا یہی حال ہی وہ
احمقون کے سے مغالطہ مین پڑے ہین ہم پناہ مانگتے ہین خداے تعالی سے اس غفلت اور مغالطہ سے اسلیے کہ خداے تعالی پر
مغالطہ ہو جانا دنیا کے باب مین مغالطہ کھانے کی نسبت بہت زیادہ ہی اللہ تعالی فرماتا ہی فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور

بارھوان بیان دوزخ کے حال اور اُسکے ہولون اور عذابون کے ذکر میں۔

اے لوگو تم جو دنیاے فانی اور قریب الزوال کے
دھندھون پر مغالطہ کھاکر اپنے نفس سے غافل ہو تو ایسی چیز مین فکر کرنا چھوڑو جسمین سے کوچ کر جاؤگے اور اُس چیز مین فکر کرو
کہ جسمین وارد ہوگے یعنے تمکو اطلاع مل چکی کہ آتش جہنم سب کے اُترنے کی جگہ ہی چنانچہ قرآن مجید مین ارشاد ہی وان منکم الا واردھا
کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیھا جثیا اس آیت سے اُترنا تو یقیناً ثابت ہوا اور نجات مین شک ہی
پس اب اپنے دل مین اُس اُترنے کی جگہ کا ہول سوچو کہ شاید اُس سے بچنے کے لیے مستعد ہو جاؤ اور لوگون کے حال مین تامل کرو

کہ قیامت کے مصائب سے اُنپر گذرا ہوگا وہ تو گذر ہی چکا ہوگا ابھی اُسکی سختی اور اہوال مین گرفتار ہوے منتظر ہونگے کہ اُسکی حقیقت حال
اور سفارش کرنے والے کی سفارش کی منظوری معلوم ہو کہ اتنے مین مجرمون کو اندھیریان شاخ در شاخ آگھیرینگی اور اُنپر آتش شعلہ انگیز
چھا جاویگی آواز اور جھنجھناہٹ اُنکے کان مین پڑیگی اور بشدت غضب پیدا ہوگی اُسوقت مین مجرمون کو اپنی ہلاکی کا یقین ہوجاویگا
اور سب لوگ گھٹنون کے بل گر جاوینگے اور جو لوگ بری بھی ہونگے اُنکو اپنے برے انجام سے خوف لگیگا۔ اور دوزخ کے فرشتون مین سے
ایک پکارنے والا یون کہتا ہوا نکلیگا کہ کہان ہے فلان بیٹا فلان کا جسکا نفس دنیا مین طول امل کے باعث لیت و لعل کیا کرتا تھا اور برے
کام مین اپنی عمر ضائع کیا کرتا تھا پھر لوہے کے گرز لیکر لپکینگے اور بڑی بڑی دھمکیان دینگے اور سخت عذاب مین کھینچینگے اور اوندھے
منھ دوزخ کے قعر مین ڈالدینگے اور کہینگے کہ لے مزا چکھ تو تو عزت والا اور بزرگی والا ہے اب اس گھر مین رہ جسکے کنارے تنگ اور
راہ تاریک اور مہلک اور ہولناک ہین اسیر اسمین ہمیشہ رہتا ہے اور یہ ہمیشہ تنہا رہتا ہے اُسکے قیدیون کے پینے کی چیز کھولتا پانی ہے اور
اُسکا ٹھکانا دوزخ آگ کے فرشتے انکو جدا جدا گرز مارتے ہین اور آگ انکو جدا جدا پہنچتی ہے اُنکی تمنا اسمین مرجانے کی ہے مگر اُس سے رستگاری
کہان اُنکے پانون ماتھے کے بالون سے بندھے ہونگے اور گناہون کی تاریکی سے منھ سیاہ ہونگے ہر طرف اور ہر گوشے مین پکارینگے
اور چلاوینگے اے مالک ہمسے جو وعدہ عذاب تھا سو پورا ہوچکا ہمپر بیڑیان بھاری پڑگئین ہمارے چمڑے جل گئے یہان سے نکال دے
کہ اب ایسا نہ کرینگے دوزخ کا داروغہ جواب دیگا کہ پر اب امن کے دن دور ہوگئے تمکو اس ذلت کے گھر سے نکلنا نصیب نہوگا اسمین
پھٹکارے پڑے رہو مجھسے گفتگو نہ کرو اگر تم بالفرض نکال بھی دیے جاؤگے تو تم اپنے کردار سے باز نہ آؤگے جس چیز سے تمکو روکا گیا ہے
وہی عمل مین لاؤگے اُسکے سننے سے ناامید ہو جائینگے اور خداے تعالی کے مقابل مین جو باتین کی ہونگی اُنپر افسوس کرینگے مگر اب کیا
ہوتا ہے اب تو نہ عذر سے کام چلے نہ پشیمانی بچاوے نہ حسرت سود مند ہو بلکہ منھ کے بل گلون مین طوق پڑے ہوے دوزخ مین
قید ہونگے کہ آگ ہی اوپر آگ ہی نیچے آگ ہی داہنے آگ ہی بائین ہوگی غرض کہ آگ مین ڈوبے رہینگے کہ کھانا ہوگا تو آگ کا اور پینا
ہوگا تو آگ کا اور کپڑا ہوگا تو آگ کا اور بچھونا ہوگا تو آگ کا یعنی وہ لوگ آگ کے کپڑے اور گندھک کے کرتے پہنے گرز کھاتے
ہونگے اور بھاری بیڑیان پڑی ہونگی اور دوزخ کی تنگ راہون مین آواز کرتے اور اُسکے طبقات مین شکستہ پھرتے ہونگے
اور اطراف و جوانب مین اضطراب کرتے ہونگے آگ اُنکو ہانڈی کے اُبال کی طرح اُبالیگی اور وہ خرابی اور تباہی اور فریاد اور
واویلا کا غل کرتے ہونگے جبھی ہلاک کا لفظ منھ سے نکالینگے تو اُنکے سر کے اوپر سے کھولتا پانی ڈالا جاویگا جس سے اُنکی
انتڑیان اور چمڑے پگھل جاوینگے اور اوپر سے گرزون کی مار ہوگی جس سے اُنکے ماتھے چور ہو کر منھ سے پیپ نکلیگی اور پیاس کے
مارے جگر ٹکڑے ہونگے آنکھون کے ڈھیلے رخسارون پر بہ نکلینگے رخسارون کے اوپر سے گوشت اور ہاتھ پانون پر سے
گوشت اور پوست اور بال سب جھڑ پڑینگے اور جب چمڑے پک جاوینگے تو اور چمڑے بدل دیے جاوینگے اور گوشت سے
ہڈیان خالی ہونگی اور جان صرف رگون اور پٹھون مین لگی رہجاویگی اور اُن آگ کی لپٹون مین شور کر رہی ہوگی اور وہ لوگ
اس حال مین موت کی تمنا کرینگے مگر نہ مرینگے پس جب تم اُن لوگون کا حال دیکھو کہ منھ تو کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ ہو رہے
اور آنکھون سے اندھے اور زبانون سے گونگے ہڈیان اور ٹکھین ٹوٹی ہوئین ناک کان کٹے ہوے چمڑے پھٹے ہوے ہاتھون
کے طوق گردنون مین پڑے ہوے اور پیشانی کے بالون سے پانون بندھے ہوے ہین اور آگ پر اپنے چہرون سے
چلتے ہین اور لوہے کے گوکھرو اپنی آنکھ کے ڈھیلون سے کچلتے ہین تو تمھارا کیا حال ہو تمکو نظر آوے کہ آگ کا شعلہ اُنکے
اندر کے اجزا مین دوڑ رہا ہو اور ظاہر کے اعضا پر دوزخ کے سانپ بچھو لپٹے ہین یہ تو حالات مجمل ہونگے اب اُنکی تفصیل کو

دیکھو یعنی اول دوزخ کے جنگلون اور اسکی گھاٹیون مین فکر کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جہنم مین ستر ہزار جنگل ہین
اور ہر جنگل مین ستر ہزار شعبے اور ہر شعبے مین ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو ہین کافر اور منافق جب تک اُن سب سے نہین ملتا تب تک
اپنے انجام کو نہین پہنچتا اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وادی حزن یا جاہ حزن سے پناہ
مانگو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جہنم کا ایک جنگل ہے جس سے جہنم ہر روز ستر بار پناہ مانگتی ہے اسکو اللہ تعالی نے
ریاوالے قاریون کے لیے بنایا ہے یہ حال تو جہنم کی وسعت اور اُسکے جنگلون کے شاخ در شاخ ہونے کا ہے اور اُسکے جنگلون کی شمار
اتنی ہی ہے جتنے دنیا کے جنگل اور اُسکی خواہشین ہین اور جہنم کے دروازون کی شمار موافق تعداد سات اعضا کے ہے جنسے آدمی گناہ
کرتا ہے اور ایک دوسرے کے اوپر ہین سب سے اوپر والا جہنم ہے پھر سقر پھر لظی پھر حطمہ پھر سعیر پھر جحیم اور سب سے نیچے ہاویہ ہے پھر اب ہاویہ کے
عمق کو تامل کرو کہ اُسکے عمق کی کچھ حد نہین جیسے کہ دنیا کے شہوات کی کچھ حد نہین یعنی جس طرح دنیا کی ایک حاجت پوری نہین ہوتی
کہ دوسری اُس سے بڑی پیش آجاتی ہے اسی طرح دوزخ کا ایک گڑھا تمام نہین ہوتا کہ دوسرا اُس سے گہرا آتا ہے حضرت ابو ہریرہ
فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ دفعتًا ایک دھماکا سُنا آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہے ہمنے کہا
کہ اللہ تعالی اور اُسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ ایک پتھر ہے کہ جہنم مین ستر برس ہوے جب چھوڑا گیا تھا اسوقت
اُسکی تہ پر پہونچا پھر دوزخ کے طبقون کے فرق کو تامل کرو کہ آخرت کے معاملات مین بڑے بڑے درجے اور برائیان ہین پس
جس طرح لوگون کا دنیا پر گرنا مختلف ہے یعنی بعضے تو خوب اُسمین ڈوبے ہوے کی طرح مصروف رہتے ہین اور بعضے ایک حد معین
تک اُسمین گھستے ہین اسیطرح آگ کا لگنا بھی اُنپر متفاوت ہوگا کیونکہ اللہ تعالی ذرہ بھر بھی ظلم نہ کریگا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص
دوزخ مین جاویگا یہ ضرور نہین کہ اُسپر ہر قسم کا عذاب پڑ رہا ہو وہ دوزخ مین کسی طرح نہ جاوے بلکہ ہر شخص پر عذاب ایک حد
خاص پر ہوگا جو اُسکی نافرمانی کے موافق ہو اُسپر بھی جسکو کم سے کم عذاب ہوگا اُسکا یہ حال ہوگا کہ اگر بالفرض اُسکے پاس تمام دنیا ہو تو وہ
اپنی تکلیف کی شدت کے عوض مین دیڈالے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز آدمی پر کمتر عذاب
دوزخ کا یہ ہوگا کہ اُسکو دو جوتیان آگ کی پہنائی جاوینگی جس سے اُسکا مغز جلنے لگیگا تو دیکھو جسپر ہلکا عذاب ہوگا اُسکی تو کیفیت یہ ہے
جسپر سخت ہوگا اُسکی کیا صورت ہوگی اور اگر تمکو عذاب آتش مین کچھ شک ہو تو اپنی اُنگلی ذرا آگ کے پاس لیجاؤ اور اُس سے
قیاس اُس آگ کا کر لو پھر یہ یاد رہے کہ یہ تمھارا قیاس درست نہوگا اسواسطے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مشابہ نہین مگر چونکہ
دنیا مین کوئی عذاب سخت آگ کی نسبت کر نہین تو عذاب جہنم کو بتلانے کے لیے دنیا کی آگ سے تشبیہ دی ورنہ اگر دوزخیون کو
بجاے آتش دوزخ کے دنیا کی آگ دیجاوے تو بیشک دوڑ کر اپنی خوشی سے اُسمین کود پڑین اسلیے کہ دوزخ کی تکلیف بہت زیادہ ہے
اور دنیا کی آگ اُسکی نسبت کر گویا راحت ہے اور اسی لیے بعض احادیث مین آیا ہے کہ دنیا کی آگ آب رحمت سے ستر بار پانی مین دھوئی
گئی ہے یہان تک کہ دنیا کے لوگون کے کام کی ہوئی ہے بلکہ ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی آگ کی تصریح بھی کر دی کہ اللہ
تعالی کے حکم سے وہ آگ ہزار برس جھونکی گئی یہان تک کہ لال ہو گئی پھر جھونکی گئی یہان تک کہ سفید ہو گئی پھر جھونکی گئی یہان تک
کہ سیاہ ہو گئی اب وہ سیاہ اندھیری ہے اور ایک حدیث مین آیا ہے کہ دوزخ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی اور عرض کیا کہ
الٰہی میرے حصہ نے بعض کو کھا لیا اُسکو اجازت ملی کہ دو سانس لے لیا کرے ایک جاڑے مین ایک گرمی مین پس موسم گرما مین جو
تمکو سخت گرمی معلوم ہوتی ہے یہ اُسی کی سانس کی حرارت ہے اور جاڑے مین جو شدت کا جاڑا معلوم ہوتا ہے تو اسی کی سانس کی تاثیر ہے
اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ قیامت کے دن کافرون مین سے سب سے زیادہ نازپروردہ دولت والے شخص کو لا دینگے

ح ۱ [illegible]
ح ۲ [illegible]
ح ۳ ترمذی نے کہا ہے کہ غریب ہے
ح ۴ مسلم نے نقل کیا ہے
ح ۵ بخاری و مسلم بروایت نعمان بن بشیر
ح ۶ ابن عبد البر نے بروایت ابن عباس [illegible]
ح ۷ بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ

اور اسکو حکم ہوگا کہ اسکو آگ میں غوطہ دے دو غوطے کے بعد اُس سے پوچھا جاویگا کہ بھلا کبھی تو نے آرام دنیا میں پایا تھا وہ کہیگا
کہ نہیں اور بعض مسلمانوں میں سے جسکو دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف ہوئی ہوگی اسکو لاوینگے اور حکم ہوگا کہ اسکو جنت میں غوطہ دے دو
پھر اُس سے پوچھا جاویگا کہ تو نے کبھی کوئی تکلیف اُٹھائی ہے وہ کہیگا کہ نہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ اگر مسجد میں لاکھ
آدمی یا زیادہ ہوں پھر ایک آدمی دوزخیوں میں سے سانس لے تو یہ سب مر جاویں۔ اور بعض علما نے اس آیت کی تفسیر میں تلفح
وجوههم النار لکھا ہے کہ آگ انکو ایک لپٹ دیگی جس سے کسی ہڈی پر گوشت نہ چھوڑیگی بلکہ ایڑی پر گرا دیگی۔ پھر اس پیپ کی بدبو میں تامل کرو
جو دوزخیوں کے بدن میں سے بہیگی یہاں تک کہ اُسمیں ڈوب جاوینگے اور اُسکا نام غساق ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے
ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک ڈول جہنم کے غساق کا دنیا میں ڈال دیا جاوے تو تمام باشندے بدبو ہو جاویں
اور یہی اُنکو پینے کو ملیگا جب پیاس سے فریاد کرینگے چنانچہ قرآن مجید میں ہے ویسقی من ماء صدید یتجرعه ولا یکاد یسیغه ویاتیه الموت
من کل مکان وما هو بمیت اور دوسری جگہ ہے وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمهل یشوی الوجوه بئس الشراب وساءت مرتفقا پھر اُنکے
کھانے کو دیکھو کہ سینڈھ ہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ثم انکم ایها الضالون المکذبون لآکلون من شجر من زقوم فمالئون منها البطون
فشاربون علیه من الحمیم فشاربون شرب الهیم اور فرمایا انها شجرة تخرج فی اصل الجحیم طلعها کانه رءوس الشیاطین فانهم لآکلون منها فمالئون منها
البطون ثم ان لهم علیها لشوبا من حمیم ثم ان مرجعهم لالی الجحیم اور فرمایا تصلی نارا حامیة تسقی من عین آنیة اور فرمایا ان لدینا انکالا وجحیما
وطعاما ذا غصة وعذابا الیما اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک قطرہ زقوم کا دنیا کے
سمندروں میں گر پڑے تو دنیا کے لوگوں پر انکی زندگی خراب ہو جاوے پس کیا حال ہوگا اُن لوگوں کا جنکی یہ غذا ہوگی اور حضرت
انس رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کی رغبت خدا تعالی نے دلائی ہے اُسمیں تو رغبت کرو اور
جس چیز سے خوف دلایا اور ڈرایا ہے اُس سے ڈرو یعنی اسکے عذاب اور سزا سے خوف کرو اور جہنم سے ڈرو کہ اگر ایک قطرہ جنت کا
تمہاری دنیا میں جسمیں کہ تم موجود ہو تمہارے پاس ہو تو دنیا کو تمہارے لیے اچھا کر دے اور اگر دوزخ کا قطرہ تمہارے ساتھ اس دنیا
میں کہ تم موجود ہو ہو وے تو تمہارے اوپر اسکو میلا اور برا کر دے۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ دوزخ والوں پر بھوک ڈال دی جاویگی تاکہ آخر عذاب کی تکلیف ٹھیک ٹھیک ہو پھر کھانے کے لیے فریاد کرینگے تو
انکا کانٹوں کی دی جاویگی جو نہ موٹا کرے نہ بھوک دور کرے اور پختہ کھانے کے لیے جو فریاد کرینگے تو کھانا گلے میں اٹکتا ملیگا پھر
یاد کرینگے کہ ہم دنیا میں گلے میں اٹکی چیزوں کو پانی سے اُتار لیا کرتے تھے پھر پانی کے لیے فریاد کرینگے تو کھولتا پانی لوہے کے
آنکڑوں سے اُٹھا کر اُنکے قریب کیا جاویگا جبھی اُنکے منھ کے پاس کیا جاویگا تو منھ بھن جاوینگے اور جب وہ پانی پیٹ میں جاویگا
تو پیٹ کے اندر کے اعضا کے ٹکڑے کر دیگا پھر کہینگے کہ جہنم کے داروغوں کو بلاؤ اُنکو بلا کر کہینگے کہ اپنے رب سے دعا مانگو کہ
ہمکو کسی روز عذاب میں تخفیف کر دے وہ کہینگے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزے نہیں لائے تھے وہ کہینگے کہ لائے تو تھے
داروغہ کہینگے کہ تو پکارا کرو کافروں کا پکارنا محض گمراہی کا ہے پھر وہ لوگ مالک کو پکار کر کہینگے کہ تیرا رب ہمپر جو حکم کرتا ہو کر چکے یا مالک

جواب دیگا کہ تم دوزخ ہی مین رہو گے انخش کہتے ہین کہ مالک سے کہنے اور اسکے جواب دینے مین مینے یہ سُنا ہو کہ ہزار برس کا فاصلہ ہوگا پھر کہینگے کہ اپنے رب کو پکارو اُس سے بہتر اور کوئی نہین چنانچہ خدا سے تعالیٰ سے التجا کرینگے کہ الٰہی ہمپر بدبختی غالب ہوئی اور ہم گمراہ تھے الٰہی ہمکو اس بلا سے نکال اگر پھر ہم ایسا کرین تو ہم ظالم ہونگے جناب الٰہی سے اُنکو جواب ملیگا کہ اخسئوا فیہا ولا تکلمون یعنے دوزخ ہی مین پھٹکارے پڑے رہو اور مجھسے نہ بولو یہ جواب سُنکر ہر ایک خیر سے ناامید ہونگے اور چیخنا چلانا اور حسرت اور ہلاکی کے الفاظ بولنے شروع کرینگے۔ اور حضرت ابو امامہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر مین ویسقی من ماء صدید یتجرعہ ولا یکاد یسیغہ فرمایا کہ پانی اُسکے پاس کیا جاویگا تو اُس سے ناک چڑھاویگا مگر جب اُسکے مُنہ سے لگایا جاویگا تو مُنہ کو جُھلس دیگا اور سر کی کھال گر پڑیگی اور جب پیویگا تو انتین کٹکر پاخانے کے مقام سے نکل پڑینگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وسقوا ماء حمیما فقطع امعاءہم اور فرمایا وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمہل یشوی الوجوہ پس بھوک اور پیاس کے وقت یہ غذا اور پانی ہوگا اب دیکھو کہ جہنم کے سانپ اور بچھو بڑے قد کے نہایت زہریلے بری صورت کے دوزخیون پر معین ہونگے اور انپر برانگیختہ کیے جاوینگے تو ایک دم بھر کے لیے بھی نوچنے اور کاٹنے سے مہلت نہ دینگے حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو خدا سے تعالیٰ نے مال دیا اور اُسنے اُسکی زکوۃ نہ دی تو اُسکا مال قیامت کے روز گنجے سانپ کی صورت بنایا جاویگا جسکی آنکھون پر دو نقطے سیاہ ہونگے اور اُس شخص کے گلے مین پڑکر اُسکی دونون باچھین پکڑکر کہیگا کہ مین تیرا مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پھر یہ آیت پڑھی ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ ہو خیرا لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ مین سانپ بختی اونٹون کی گردنون جیسے ہونگے وہ اگر ایک دفعہ کاٹینگے تو اُسکی لہر چالیس برس تک معلوم ہوگی اور اسمین بچھو اتنے بڑے ہونگے جیسے پالان کھنچے خچر اُنکے نیش کی لہر چالیس برس تک رہیگی اور یہ سانپ اور بچھو اُس شخص پر مسلط کیے جاوینگے جسپر دنیا مین بخل اور بدخلقی اور لوگون کی ایذا مسلط ہو اور جو ان باتون سے دنیا مین محفوظ ہو وہ اُن سانپون سے محفوظ رہیگا۔ اُسکے لیے سانپ مجسم نہ کیے جاوینگے پھر ان سبکے بعد دوزخیون کے جسم کی بڑائی مین فکر کرو کہ اللہ تعالیٰ انکا جسم طول اور عرض دونون مین بڑھا دیگا کہ اسکے باعث اُنکو زیادہ عذاب ہو آگ ہو کی لپٹ اور سانپ بچھوؤن کا کاٹنا بہت جگہ ہو سکے اور سب کی تکلیف ایکبارگی برابر ہوتی رہے حضرت ابو ہریرہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ کافر کی ڈاڑھ دوزخ مین مثل احد پہاڑ کے ہوگی اور اُسکے چمڑے کی موٹائی تین دن کے سفر کی برابر ہوگی اور ایک حدیث مین ہو کہ کافر کا نیچے کا ہونٹ سینے پر آپڑیگا اور اوپر کا اتنا اونچا ہوگا کہ اُسکے چہرے کو ڈھانپ لیگا۔ اور ایک حدیث مین ہو کہ قیامت کے روز کافر اپنی زبان دوزخ کے بندی خانہ مین گھسیٹینگے اور لوگ اُسکو اپنے پانون تلے ملینگے اور باوجود جسم کے بڑا ہونے کے آگ اُنکو بار بار پھونکتی رہیگی نئے نئے گوشت پوست اُنپر آتے رہینگے۔ حضرت حسن رح اس آیت کی تفسیر مین کلما نضجت جلودہم بدلناہم جلودا غیرہا فرماتے ہین کہ آگ دوزخیون کو ایک دن مین ستر ہزار بار کھا لیا کریگی جب کھا لیگی تو کہدیا جاویگا کہ پھر ویسے ہی ہو جاؤ وہ فوراً جون کے تون ہو جاوینگے۔ پھر اب دوزخیون کے رونے مین فکر کرو اور اُنکی چنگھاڑ اور تباہی اور خرابی پکارنے کو خیال کرو کہ یہ باتین اُنپر آگ مین ڈالتے وقت مسلط کیجاوینگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جہنم کو اُس روز اس طرح لاوینگے کہ اُسکی ستر ہزار باگین ہونگی اور ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے لگے ہونگے اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیون پر رونا بھیجا جاویگا تو اتنا روینگے کہ آنسو نہ رہینگے پھر خون روینگے

یہان تک کہ چہرون مین دراڑین سوجھنے لگینگی ایسی کہ اگر انمین کشتیان چھوڑ دی جاوین تو بہنے لگین اور جب کہ انکو رونے اور چیخنے اور واویلا اور تباہی پکارنے کی اجازت رہیگی تب تک انکو کچہ راحت ملتی رہیگی مگر پہر ان باتون سے بھی روک دیے جاوینگے اور محمد بن کعب فرماتے ہین کہ دوزخ والے پانچ بار دعا مانگینگے چار کا تو خداے تعالی انکو جواب دیگا جب پانچوین ہوگی تو پہر کبھی بولنا نصیب نہوگا اول بار یہ کہینگے ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فہل الی خروج من سبیل اللہ تعالی انکو یون ارشاد فرماویگا ذلکم بانہ اذا دعی اللہ وحدہ کفرتم وان یشرک بہ تؤمنوا فالحکم للہ العلی الکبیر دوسری بار یہ عرض کرینگے ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا اللہ تعالی جواب دیگا اولم تکونوا اقسمتم من قبل مالکم من زوال تیسری بار کہینگے ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل اللہ تعالی جواب دیگا اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظالمین من نصیر چوتھی بار التجا کرینگے ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوما ضالین ربنا اخرجنا منہا فان عدنا فانا ظالمون اللہ تعالی انکے جواب مین ارشاد فرماویگا اخسئوا فیہا ولا تکلمون اسکے بعد پہر نہ بولینگے اور یہ نہایت درجہ کا سخت عذاب ہوگا مشہور ہی کہ زبردست بارے اور رونے نہ ہونے حضرت مالک بن انس رح فرماتے ہین کہ حضرت زید بن اسلم رض نے اس آیت کی تفسیر مین سواء علینا اجزعنا ام صبرنا ما لنا من محیص ارشاد فرمایا کہ سو برس صبر کیا اور سو برس بیقراری کی پہر کہا سواء علینا الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز موت کو لاوینگے ایسی صورت مین کہ گویا سفید مینڈھا ہی پہر وہ جنت اور دوزخ کے درمیان مین ذبح کیا جاویگی اور اہل جنت سے کہدیا جاویگا کہ اب ہمیشہ رہنا ہی بلا موت کے اور دوزخ والون کو سنا دیا جاویگا کہ سدا رہنا ہی بے مرنے کے۔ اور حضرت حسن بصری رض سے مروی ہی کہ ایک شخص ہزار برس بعد دوزخ سے نکلیگا اور وہ شخص مین ہی ہوون تو کیا اچھا ہو اور ایک بار کسی نے آپ کو ایک گوشے مین بیٹھے ہوے روتے دیکھا اور پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ مین مجھے دوزخ مین ڈال دے اور کچھ پروا نہ کرے غرض کہ بھلا عذاب اہل جہنم کی تفصیل یہ ہین اور اسکے غمون اور مشقتون اور حسرتون کی تفصیل کی کچھ انتہا نہین شدت عذاب کے ساتھ جو بڑی مصیبت دوزخیون پر ہوگی یہ ہی کہ راحت جنت کے نہ ملنے کی حسرت اور خدا سے تعالی کے نہ ملنے کی حسرت اور اسکی خوشنودی کے کھو بیٹھنے کی حسرت ہوگی اور جانتے ہونگے کہ یہ سب نعمتین ہمنے چند کھوٹے داموں کی عوض مین دے ڈالین یعنی ان نعمتون کو جو کھویا تو صرف دنیا کے چند چھوٹے دنون کی شہوات کے بدلے مین ضائع کیا اور وہ بھی صاف نہ تھین بلکہ کدورت آمیز تھین اسلیے کہینگے کہ ہاے افسوس ہمنے اپنے نفسون کو اپنے پروردگار کی نافرمانی کرکے کیسے ہلاک کیا اور چند چھوٹے دنون کے صبر کی تکلیف نہ اٹھائی اگر ہم صبر کرتے تو وہ دن گذر ہی جاتے اور اب ہم راضی اور خوش اور پہلو بچائے خداے تعالی کے ساے مین رہتے پس جب انکے لذات آخرت فوت ہوتے ہے اور ان مکروہات مین مبتلا ہوے اور انکے پاس دنیا کی آسایش اور لذات سے کچھ نہ رہا تو اس حسرت کا کیا ٹھکانا ہی پہر اگر وہ جنت کی آسایش کو مشاہدہ نہ کرتے تب بھی انکو زیادہ حسرت ہوتی مگر جنت کی بہار بھی انکے سامنے کیجاویگی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز کچھ لوگون کو حکم ہوگا کہ جنت کی طرف لیجاؤ جب وہ اسکے پاس جاوینگے اور اسکی خوشبو سونگھینگے اور اسکے محلون کو دیکھینگے اور جو چیزین کہ اللہ تعالی نے جنت والون کے واسطے تیار کین انپر انکی نگاہ پڑیگی تو آواز ہوگی کہ انکو وہان سے ہٹا لو جنت مین انکو کچھ بہرہ نہین بس وہان سے ایسی حسرت لیکر پہرینگے کہ ایسی اگلون پچھلون مین کسی کو نہوئی ہوگی اور عرض کرینگے کہ الہی اگر تو ہمکو پہلے ہی دوزخ مین ڈالتا اور یہ بہارین کہ دوستون کے لیے جو کچھ تونے تیار کی ہین ہمکو نہ دکہاتا تو دوزخ مین جانا آسان معلوم ہوتا اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ مین نے قصداً ایسا کیا ہی اسلیے کہ تم دنیا مین

جب علیحدہ ہوتے تھے تو بڑی بڑی نا فرمانیون سے میرے سامنے ہوا کرتے تھے اور جب لوگون سے ملتے تھے تو اُنسے دوستی سے ملتے اُنکے دکھلانے کو وہ باتین کرتے جو دل سے میرے واسطے نہ کرتے لوگون سے ڈرتے اور مجھسے نہ ڈرتے اُنکی تعظیم کرتے اور میری نہ کرتے اُنکی خاطر سے کوئی چیز چھوڑ دیتے اور میری خاطر سے نہ چھوڑتے تو آج مین تمکو عذاب دردناک چکھاؤنگا اور ثواب پایدار سے جدا محروم کردیا ہی احمد بن حرب رح کہتے ہین کہ عجیب بات ہی کہ ہم لوگ دھوپ کے اوپر تو سایے کو ترجیح دیتے ہین مگر دوزخ پر جنت کو ترجیح نہین دیتے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ بہت سے جسم صحیح اور صورتین ملیح اور زبانین فصیح قیامت کے روز دوزخ کی تہون مین فریاد کرینگی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی مجھکو تیرے آفتاب کی گرمی پر تو صبر ہی نہین پھر دوزخ کی گرمی پر کیسے صبر ہوگا اور تیری رحمانی کی آواز پر تو مجھکو صبر نہین پھر تیرے عذاب کی آواز پر مجھے کیسے صبر ہوگا پس ای مسکین ان ہولون کو دیکھ اور جان کہ خدا تعالی نے دوزخ کو مع اُسکے ہولون کے پیدا کیا ہی اور اُسکے واسطے اہل بنائے ہین کہ وہ نہ زیادہ ہون نہ کم ہون اور یہ بات پہلے ہوچکی ہی اور اس سے فراغت ہوگئی اور اللہ تعالی جو فرماتا ہی وانذرہم یوم الحسرۃ اذ قضی الامر وہم فی غفلۃ وہم لا یومنون یعنی گویا اشارہ روز قیامت کی طرف ہی مگر حکم قیامت کے دن نہین ہوگا بلکہ وہ تو ازل ازال مین ہوچکا اُسکا ظہور قیامت کے روز ہوگا تجھسے نہایت تعجب ہی کہ تو ہنسی اور کھیل اور دنیا کی حقیر چیزون مین مصروف ہوتا ہی اور یہ نہین جانتا کہ حکم قضا تیرے حق مین ازل مین کیا ہوچکا ہی۔ اب اگر یہ پوچھو کہ ہمکو کیا معلوم ہی کہ ہمارا آثار کہان ہوگا اور ٹھکانا اور مآل کس چیز کی طرف ہی اور حکم قضا ہمارے باب مین کیا ہوچکا ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اس امر کی ایک پہچان ہی جس سے کہ تمکو اپنے رجا کا حال ٹھیک ٹھیک معلوم ہوسکتا ہی اور وہ یہ ہی کہ تم اپنے احوال اور اعمال پر نظر کرو اسلیے کہ ہر ایک شخص کو وہی کام میسر ہوتا ہی جسکے لیے وہ پیدا ہوا ہی پس اگر تیرا یہ حال ہو کہ سبیل خیر تیرے لیے میسر ہو تب تو تجھکو مژدہ ہو کہ تو دوزخ سے دور رہیگا اور اگر یہ حال ہو کہ جہان خیر کا قصد کیا بہت سے موانع پیش آگئے اور انکو دور کرتا رہا اور جہان شر کا قصد کیا تو فوراً اُسکے لوازم تجھکو میسر ہوگئے تو جان لے کہ تیرے اوپر حکم وگرگون ہوچکا اسلیے کہ ان باتون کی دلالت انجام پر ایسی ہی جیسے مینھ کی دلالت روئیدگی پر اور دھوئین کی دلالت آگ پر اور چونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم تو اپنے نفس کو دونون آیتون پر پیش کر دونون گھرون مین سے تجھے اپنا ٹھکانا تو معلوم ہوجاویگا۔

تیرھوان بیان جنت کی کیفیت اور اُسکی راحت کے اقسام مین واضح ہو کہ جس گھر کے غمون اور مصائب کا حال اوپر گذرا اُسکے مقابل ایک اور گھر ہی اب اُسکی راحت اور خوشی مین تامل کرنا چاہیے اسلیے کہ جو شخص ان دونون مین سے ایک سے دور ہوگا وہ بالضرور دوسرے مین جا ٹھہریگا پس تجھکو چاہیے کہ دوزخ کے احوال کو فکر کرکے تو اپنے دل مین خوف پیدا کرے اور جنت والون کے لیے جو راحت دائمی کا وعدہ ہی اُسمین بہت سا فکر کرکے رجا پیدا کرے اور اپنے نفس کو خوف کے تازیانے لگا اور رجا کی باگ سے راہ رست کی طرف کھینچ اسکے باعث تجھکو بڑی سلطنت ملیگی اور عذاب دردناک سے محفوظ رہیگا پس جنت والون کے حال مین فکر کر کہ اُنکے چہرون پر آرام کی تازگی ہوگی اور شراب سر بمہر پلائی جاتی ہوگی اور یاقوت سرخ کے منبرون پر در شاداب اور سفید کے خیمون مین بیٹھے ہونگے بچھونے سبز دیباج کے بچھے ہوے اور تختون پر تکیے لگے ہوے ہونگے اور وہ چشمے شراب اور شہد کی نہرون کے کنارون پر کھڑے ہوے اور غلامون اور بچون سے گھرے ہوے اور گوری گوری عورتون بڑی آنکھ والیون سے آراستہ خوش خلق اور خوبصورتون سے مزین ہونگے وہ حورین ایسی ہونگی گویا

آرام مین ہین اور بدبخت گنہگار دوزخ مین ہین ۱۲

یاقوت اور موتی کا ہے اور انکو اُن جنتیون سے پیشتر کسی نے پہلے نہین رکھا ہوگا جنت کے درجون مین خرامان ناز کرینگی اور جب انمین
سے کوئی حور تبختر کریگی تو اُسکے دامنون کو ستر ہزار لڑکے اُٹھاوینگے اور اُنپر سفید حریر کی چادرین ایسی ہونگی کہ جنکو دیکھکر آنکھین دنگ
ہون موتی اور مونگے سے جڑی ہون تاج اُنکے سر پر ہونگے آنکھون مین سرخ ڈورے ناز کی پتلیان عطر بیز بڑھاپے اور مفلسی سے
مامون لعل کے محلون مین پردہ نشین نیچی نگاہ والیان ہونگی اُنکے مکان جنت کے باغون کے بیچ بنے ہونگے پھر اُن مردون اور
عورتون پر آبخورون اور بدھنیون کا دور ہوگا اور شراب خالص اور سفید پینے والون کو جس سے لذت ہو اُسکے پیالے انمین
چلینگے اور اُن پیالون کو انمین لڑکے خالص موتی جیسے لیے پھرینگے یہ اُنکی کمائی کا بدلہ ہوگا کہ چین کے مقام مین باغون اور
چشمون کے درمیان بتاشون اور نہرون کے بیچ مین سچی بیٹھک مین اپنے بادشاہ ذی اقتدار کے پاس بیٹھے اُسکی صورت
کریم کو تاکتے ہونگے اور اس لذت کی شادابی اُنکے چہرے سے چمکتی ہوگی نہ اُنپر گرد ہوگی نہ ذلت بلکہ بندہ ہائے معزز ہونگے
اور طرح طرح کے تحفون سے پروردگار کی طرف سے اُنکی خبرگیری ہوتی ہوگی غرض کہ اپنی خاطرخواہ آرزوؤن مین سدا رہینگے
نہ اُنکو کسیکا خوف ہوگا نہ غم کرینگے اور موت کے شبہے سے محفوظ رہ کر جنت مین چین کرینگے اور اُسکی غذاؤن مین سے کھائینگے
اور نہرون مین سے دودھ اور شراب اور شہد پیوینگے اُن نہرون کی زمین چاندی کی ہوگی اور کنکرین مونگے کی اور مٹی مشک اذفر
کی اور سبزہ زعفران کا اور بادل جو انمین برسیگا اُسمین پانی شیرین کافور کی ٹیلون پر پڑیگا اور آبخورے جو پائینگے تو موتیون اور
لعل اور مونگے سے جڑے ہونگے اور انمین شراب سربمہر جسمین سلسبیل شیرین کی ملونی ہوگی دیجاویگی پیالے ایسے ہونگے کہ اُنکے
جوہر کی صفائی کے باعث شراب کی سرخی اور لطافت اُنمین سے صاف عیان ہوگی اُنکو کسی آدمی نے نہین بنایا جسکی بناوٹ
مین کسی طرح کا قصور اور فتور رہا ہو اور ایسے خادم کے ہاتھ مین ہونگے جسکے چہرے کی جوت سورج کی جوت کے مشابہ ہو مگر سورج
مین وہ صورت کی ملاحت اور زلفون کی خوبی اور آنکھون کی ملاحت کہان پس تعجب ہے اُس شخص سے کہ ایسے گھر پر ایمان رکھتا ہو
اور یقین رکھتا ہو کہ اُسکے باشندے نہین مرینگے اور جو اُسمین جاویگا اُسپر درد اور مصیبت نہ آویگی اور نہ کوئی حادثہ لگا تغیر تبدل
اُسکے باشندون کی طرف دیکھیگا تو وہ شخص ایسے دار فانی مین کیسے دل لگاتا ہے جسکے خراب کرنے کا حکم خداے تعالی نے دیا ہے اور
اُسکو زندگی یہان کی کیسے خوشگوار معلوم ہوتی ہے بخدا اگر بالفرض جنت مین بجز تندرستی اجسام کے اور موت اور بھوک اور پیاس
وغیرہ حوادث سے محفوظ رہنے کے اور کچھ نہوتا تب بھی لائق تھا کہ دنیا کو اُسکے سبب سے چھوڑ دیا جاوے اور ایسی چیز کو جسکا منقطع
ہو جانا اور مکدر رہنا ضروری ہے جنت پر ترجیح نہ دیجاوے اور جس صورت مین کہ جنت والے بادشاہ سب باتون سے
مامون اور ہر ایک طرح کی خوشی سے بہرہ ور ہون اور سب دل چاہتی باتین اُنکو میسر ہون اور ہر روز صحن عرش مین حاضر ہوکر
دیدار الٰہی کی وہ لذات پاتے ہون جو تمام لذات جنت سے اعلیٰ اور اشرف بلکہ اُسکے سامنے اُنکی کچھ اصل ہی نہین اور ہمیشہ
اسی آسایش اور قیام آرام مین گذارتے ہون اور زوال سے بیخوف ہون تب تو دنیا مین دل لگانا کمال ہی حماقت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اے جنت والو تمکو وہ تندرستی ہے کہ کبھی بیمار نہوگے
اور تمکو وہ زندگی ہے کہ کبھی نہ مروگے اور تمکو وہ جوانی ہے کہ کبھی بوڑھے نہوگے اور تمکو وہ توانگری ہے کہ کبھی محتاج نہوگے یہی
اللہ تعالی کا فرمانا ونودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموہا بما کنتم تعملون اور جب تمکو جنت کی کیفیت دریافت کرنی منظور ہو تو قرآن مجید کو
پڑھو کہ اُس سے زیادہ اور کوئی بیان نہین اور اس آیت و من خاف مقام ربہ جنتان سے لیکر آخر سورہ رحمن تک تلاوت کرو
اور سورہ واقعہ وغیرہ کو پڑھو اور اگر منظور ہو کہ احادیث سے جنت کی صفات کی تفصیل معلوم کرو تو حدیث کی رو سے کئی امور

جنت کے تامل طلب ہین اول جنتون کے شمار۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیت مذکورہ بالا کی تفسیر مین ارشاد فرماتے ہین
کہ وہ دونون جنتین چاندی کی ہونگی اُنکے برتن اور انمین کی چیزین سب چاندی کی ہونگی۔ اور دو جنتین مع برتنون اور اپنے
اندر کی چیزون کے سونے کی ہونگی اور لوگون مین اپنے پروردگار کے دیکھنے مین بجز چادر کبریائی کے اور کوئی چیز حائل نہین وہ چادر
اُسکی وجہ کریم پر جنت عدن مین ہو دوم جنت کے دروازون کو تامل کرو کہ وہ موافق اصول طاعات کے بہت ہین جس طرح کہ
دوزخ کے دروازے موافق اصول معاصی کے کئی تھے حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جو شخص اپنے مال مین خداے تعالیٰ کی راہ مین دو جوڑے خرچ کریگا وہ جنت کے دروازون مین سے بلایا جاویگا اور جنت کے
آٹھ دروازے ہین پس جو کوئی نمازی ہوگا وہ باب الصلوۃ سے پکارا جاویگا اور جو شخص روزہ دار ہوگا وہ باب الریان سے پکارا
جاویگا اور جو شخص صدقہ دینے والا ہوگا وہ باب الصدقہ سے بلایا جاویگا اور جو اہل جہاد ہوگا وہ باب الجہاد سے بلایا جاویگا پس
حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور نہین کہ کوئی کسی دروازے سے بلایا جاوے الا کوئی ایسا بھی ہو کہ اُن سب دروازون
سے بلایا جاوے آپ نے فرمایا کہ ہان ایسے لوگ بھی ہونگے کہ جنت کے سب دروازون سے بلائے جاوین اور مجھکو توقع ہے کہ تو
انمین سے ہے اور عاصم بن ضمرہ حضرت علی رضؓ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت علی رضؓ نے دوزخ کا ذکر فرمایا اور اُسکے باب مین ایسی
طویل تقریر کی کہ مجھکو یاد نہین بعد اُسکے یہ آیت پڑھی وسیق الذین اتقوا ربہم الی الجنۃ زمرا اور فرمایا کہ جب یہ لوگ اُسکے کسی دروازے
پر پہونچینگے تو اُسکے پاس درخت دیکھینگے جسکی جڑ کے پاس دو چشمے بہتے ہونگے وہ بموجب حکم کے اُن دونون مین سے ایک کا
قصد کرینگے اور اُسکا پانی پیوینگے اُسکے پیتے ہی پیٹ مین جو ایذا یا حاجت ہوگی وہ جاتی رہیگی پھر دوسرے چشمے کی طرف قصد
کرینگے اور اُس سے نہا دینگے تو اُنپر راحت کی شادابی عیان ہوگی پھر کبھی اُنکے بالون مین فرق نہ آویگا اور اُلجھنے اور میلے ہونے نپاوینگے
ہر وقت ایسے معلوم ہونگے کہ تیل پڑا ہوا ہے پھر جنت تک پہونچینگے تو جنت کے داروغہ اُنسے کہینگے سلام علیکم طبتم فادخلوہا خالدین پھر اُنسے
لڑکے ملینگے اور اُنکا گرد ایسا لینگے جیسے کوئی رشتہ دار دنیا مین دور سے آیا کرتا ہے اور اُسکے گرد ہوا کرتے ہین وہ لڑکے اُنسے کہینگے کہ
تجھکو بشارت ہو اُس کرامت کی کہ خداے تعالیٰ نے تمھارے لیے تیار کی ہے پھر ایک لڑکا اُن لڑکون مین سے جا کر اُس جنتی کی کسی حور سے
کہیگا کہ فلان شخص آیا ہے اور وہی نام لیگا جو دنیا مین اُسکا تھا وہ کہیگی کہ تو نے اُسکو دیکھا ہے لڑکا کہیگا کہ ہان دیکھا ہے اور وہ میرے پیچھے
آتا ہے وہ حور خوشی کے مارے اُچھلیگی اور اپنے دروازے کی دہلی پر پیشوائی کو آکھڑی ہوگی جب جنتی اپنے گھر مین داخل ہوگا تو دیکھیگا کہ
پتھرون کی جگہ موتی ہین اور اُنپر ایک عمارت عالیشان سرخ زرد سبز ہر ایک رنگ کی بنی ہے پھر اپنا سر اُٹھاویگا تو چھت بجلی سی چمکتی نظر آویگی
اور اگر خداے تعالیٰ نظر کو قدرت نہ دیتا تو کیا عجب تھا کہ اُسکی چمک سے نظر جاتی رہتی پھر اپنی نظر کو نیچی کریگا تو دیکھیگا کہ اُسکی بیبیان
ہین اور پیالے رکھے ہوے اور فرش بچھے ہوے اور تکیے لگے ہوے ہین پھر تکیہ لگا کر کہیگا کہ خداے تعالیٰ کا شکر ہے جسنے ہمکو
اسپر ہدایت کی اگر خداے تعالیٰ ہدایت نہ فرماتا تو ہم اس قابل نہ تھے کہ راہ پاتے پھر ایک منادی پکاریگا کہ تم زندہ رہوگے
کہ کبھی نہ مروگے اور ٹھہروگے کہ کبھی سفر نہ کروگے اور تندرست رہوگے اس طرح کہ کبھی بیمار نہوگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ قیامت کے روز مین جنت کے دروازے پر آکر اُسکو کھلواؤنگا داروغہ کہیگا کہ تم کون ہو مین کہونگا کہ محمد ہون
وہ کہیگا کہ مجھکو بھی حکم ہے کہ آپ سے پیشتر کسی کے لیے دروازہ نہ کھولون تیسری جنت کی کنگریون مین تامل کرو اور اُسکے
درجون کی بلندی مختلف ہونے کو دیکھو کہ آخرت مین بڑے بڑے درجے اور فضیلتین ہین اور جس طرح کہ آدمیون مین ظاہری
طاعتون اور باطن کی عمدہ عادتون مین فرق بین ہوتا ہے اسی طرح جو اُنکو ثواب ملیگا اُسمین تفاوت ہوگا بس اگر کسی کو یہ منظور ہو

کہ مجھے سب سے اعلیٰ درجہ ملے تو چاہیے کہ اس باب مین کوشش کرے کہ کوئی شخص اس سے خدائے تعالیٰ کی طاعت مین بڑھنے
نہ پاوے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کی اس باب مین حرص کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے سابقوا
الی مغفرۃ من ربکم اور فرمایا ہے وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور تعجب یہ ہے کہ اگر آدمی پر اسکے ہمسر یا ہمسایے روپیہ مین خواہ اونچا
مکان بنانے مین بڑھ جاوین تو یہ امر اسپر شاق ہوا اور اس سے نہایت دلتنگ ہوا اور حسد کے مارے زندگی تلخ ہو جاوے اور
جنت مین عمدہ حال یہ ہوگا کہ بہت سے اسطرح کے ہونگے کہ اس سے ایسی لطیف باتون مین بڑھے ہونگے کہ جنکے سامنے تمام دنیا کی
کچھ اصل نہین چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت والے کھڑکیون والون کو اپنے
اوپر ایسا دیکھینگے جیسے تم ستارے کو مشرق اور مغرب کے کنارے مین جاتا دیکھتے ہوا اور وہ اسواسطے ایسے نظر آوینگے کہ جنت
والون مین اور انمین رتبے کی رو سے بہت فرق ہوگا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ مراتب انبیا ہی کے ہونگے انکے سوا
اورون کو نہ ملینگے آپ نے فرمایا کہ کیون نہین ملینگے قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے اس رتبے والے وہ لوگ
ہونگے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولون کی تصدیق کی اور ایک حدیث مین یون ارشاد فرمایا کہ بلند درجے والون کو
اُنکے نیچے کے لوگ ایسے دیکھینگے جیسے تم آسمان کے کسی کنارے سے ستارے کو نکلتے دیکھتے ہوا اور ابوبکر رض اور عمر رض انھین بلند
درجے والون مین سے ہین اور فضل مین بڑھکر ہین۔ اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسے فرمایا
کہ تمسے مین جنت کی کھڑکیون کا بیان کرون مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ پر ہمارے مان باپ فدا ہون آپ نے فرمایا
کہ جنت مین کھڑکیان ہین جوہر کی قسم سے جنمین سے اندر کی چیز باہر اور باہر کی چیز اندر معلوم ہوتی ہے اور انمین راحت اور لذت
اتنی ہے کہ نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی نہ کسی آدمی کے دل مین گذری مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کھڑکیان کن لوگون کو
ملینگی آپ نے فرمایا ان لوگون کو جو سلام کو پھیلاوین اور کھانا کھلاوین اور ہمیشہ روزہ رکھین اور رات کو لوگون کے سوتے
ہوے نماز پڑھین راوی کہتے ہین کہ ہمنے عرض کیا کہ ان باتون کی طاقت کسکو ہے آپ نے فرمایا کہ میری امت اسکی طاقت
رکھتی ہے اور اب مین تمکو اسکا حال بتاتا ہون جو شخص اپنے بھائی مسلمان سے ملے اور اسکو سلام کرے خواہ سلام کا جواب دے
تو اسنے سلام کو پھیلایا اور جسنے اپنے گھر والون اور کنبے کو اتنا کھانا کھلایا کہ انکا پیٹ بھر دیا تو اسنے کھانا کھلایا اور جسنے رمضان
کے روزے رکھے اور ہر مہینے مین تین روزے رکھ لیے اسنے ہمیشہ روزے رکھے اور جسنے نماز عشا اور نماز فجر جماعت سے
پڑھی اسنے رات کو نماز پڑھی کہ لوگ سوتے ہوتے ہین یعنی یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
اس آیت کے معنی پوچھے ومساکن طیبۃ فی جنات عدن آپ نے فرمایا کہ مساکن سے غرض موتی کے محل ہین ہر محل مین ستر
گھر لعل سرخ کے ہین اور ہر گھر مین ستر کوٹھریان ہین سبز زمرد کی ہر کوٹھری مین تخت ہین ہر تخت پر ستر فرش ہر رنگ کے ہین
ہر فرش پر ایک بی بی حورون مین سے ہے ہر کوٹھری مین ستر دسترخوان ہین ہر دسترخوان پر ستر رنگ کا کھانا ہے ہر کوٹھری مین
ستر لونڈیان ہین اور ایماندار کو ہر روز اتنی طاقت عنایت ہوگی کہ ان سب سے ہمبستر ہو جاوے جو شخص جنت کی دیوار اور زمین
اور درخت اور نہرون مین تامل کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ جو انمین رہینگے وہ کیسے اسکی صورت دیکھکر خوش ہونگے اور جو
لوگ اس سے محروم رہینگے انکو کیسی کچھ حسرت ہوگی کہ اسکے بدلے مین دنیا پر قناعت کی حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی دیوار کی ایک اینٹ چاندی کی اور ایک سونے کی اور اسکی مٹی زعفران ہے اور گارا مشک
اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا سفید میدا مشک خالص ہے اور حضرت

ابوہریرہ رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جسکو یہ منظور ہو کہ آخرت مین خداے تعالی شراب پلاوے تو چاہیے کہ دنیا مین شراب نہ پیوے اور جسکو یہ منظور ہو کہ خداے تعالی اُسکو آخرت مین حریر پہنا دے تو چاہیے کہ دنیا مین حریر کا پہننا ترک کرے جنت کی نہرین مشک کے ٹیلون یا مشک کے پہاڑون کے نیچے سے نکلتی ہین اور اگر جنتی لوگون مین سے کسی کے پاس سب سے کمتر زیور ہوا اور وہ تمام دنیا کے زیور سے مقابلہ کیا جاوے تو جو زیور کہ اللہ تعالی آخرت مین دیگا وہ تمام دنیا کے زیور سے اچھا ہوگا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین ایک درخت ایسا ہے کہ اگر سوار اُسکے سایے مین سو برس چلے تب بھی اُسکو تمام نہ کر پاوے اگر چاہو تو قرآن مجید مین سے وظل ممدود پڑھ لو اور حضرت ابوامامہ رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی ہمکو اعراب اور اُنکے مسائل سے نفع دیتا ہے ایکبار ایک اعرابی آیا اور اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ تعالی نے قرآن مجید مین درخت ایذا دہندہ کو ذکر فرمایا ہے اور مجھے معلوم نہ تھا کہ جنت مین کوئی درخت ایسا بھی ہے جو جنتی کو ایذا دے آپ نے فرمایا کہ وہ کونسا درخت ہے اُسنے عرض کیا کہ بیری ہے جسمین کانٹے ہوتے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے فی سدر مخضود اللہ تعالی اُسکے کانٹے کاٹ دیگا اور ہر کانٹے کی جگہ ایک پھل لگا دیگا کہ ہر پھل مین سے بہتر طرح کا مزہ ہوگا اور ایک دوسرے سے ملتا نہوگا اور جریر بن عبداللہ رحؒ کہتے ہین کہ ہم صفاح مین ٹھہرے دیکھا تو ایک درخت کے نیچے سوتا ہے اور دھوپ اُسپر آنے کو تھی مین نے غلام سے کہا کہ یہ چمڑے کا بچھونا لیجا اور اُنپر سایہ کر دے اُسنے جا کر سایہ کر لیا جب وہ جاگے تو معلوم ہوا کہ حضرت سلمان فارسی رضؓ ہین مین نے اُنکی خدمت مین جا کر سلام کیا آپ نے فرمایا کہ اے جریر اللہ کے واسطے تواضع کر جو شخص دنیا مین خداے تعالی کے واسطے تواضع کرتا ہے اللہ تعالی اُسکو قیامت مین بزرگی دیتا ہے تجھکو معلوم ہے کہ قیامت مین تاریکیاں کیا ہونگی مین نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ لوگون کا آپسمین ایک دوسرے پر ظلم کرنا پھر ایک چھوٹی سی لکڑی اُٹھائی کہ چھوٹے ہونے کی جہت سے گویا مجھے معلوم نہوتی تھی پھر فرمایا کہ اے جریر اگر تو اُسکے مانند جنت مین ڈھونڈھیگا تو نہ پاویگا مین نے عرض کیا کہ پھر خرما کے درخت اور دوسرے پیڑ کہان جاوینگے فرمایا کہ وہ لگے ہونگے اُنکی جڑین موتی اور سونے کی ہونگی اور اُنکے اوپر پھل ہونگے پانچوین اہل جنت کے لباس اور فرش اور تخت اور تکیے اور خیمون کو تامل کرو اللہ تعالی فرماتا ہے یحلون فیہا من اساور من ذہب ولؤلؤا ولباسہم فیہا حریر اسی طرح آیتون مین اُسکی تفصیل بہت ہے اور حدیثون مین بھی تفصیل آئی ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنت مین داخل ہوگا وہ نعمت دیا جاویگا کہ نہ محتاج ہوگا نہ کپڑے پرانے ہونگے نہ جوانی کو چھینگی اور جنت مین وہ نعمتین ہونگی جو آنکھون دیکھی نہ کانون سنی نہ کسی آدمی کے دل مین گذرین اور ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمسے جنتیون کے کپڑون کا حال بیان فرمایے کہ وہ مخلوق ہونگے یا پیدا کر دیے جاوینگے یا بناوٹ ہوگی یا بنے جاوینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور بعض لوگ ہنسنے لگے آپ نے فرمایا کہ تم کیون ہنستے ہو کیا اس سے ہنستے ہو کہ جو شخص نہین جانتا وہ جاننے والے سے پوچھتا ہے پھر فرمایا کہ جنت کے میوون مین سے نکلا کرینگے دو بار اُسکو ارشاد فرمایا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ اول گروہ جو جنت مین داخل ہوگا اُنکی صورتین چودھوین رات کے چاند سی ہونگی وہ نہ جنت مین تھوکینگے نہ چھنکینگے نہ پاخانہ پھرینگے اُنکے برتن اور کنگھیان سونے چاندی کی ہونگی اور اُنکا پسینا مشک کا ہوگا ہر ایک کے لیے اُنمین سے دو بیبیان ہونگی جنکی پنڈلیون کا مغز گوشت مین سے حسن اور لطافت کے باعث

ف کہا بیٹا دیکھنے
آنکھوں ان کا سونے کے
اور موتی کی پوشاک
آزو ان ریشم کی ۱۲
بخاری ۱۲
ابوہریرہ
مین روایت کیا ہے ۱۲
نسائی بروایت عبداللہ
بن عمرو ۱۲
بخاری و مسلم ۱۲

معلوم ہوتا ہوگا نہ اُسمین اختلاف رہیگا نہ داون مین بغض بلکہ یکدل ہوکر صبح شام خدا سے تعالی کی تسبیح کرینگے اور ایک روایت
مین آیا ہو کہ ہر ایک بی بی پر ستر لباس ہونگے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر مین یحلون فیہا من اساور
من ذہب فرمایا کہ اون لوگون کے تاج ایسے ہونگے کہ اُنمین کے ادنی موتی کی چمک پورب سے لیکر پچھم تک روشن کردے -
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ خیمہ جنتیون کا موتی بیچ مین سے خالی ہوگا جسکی اُنچائی ساٹھ میل کی ہوگی اُسکے ہر ایک
گوشے مین مومن کی گھر والی ہوگی جسکو دوسری نہ دیکھینگی یہ روایت بخاری نے اپنی کتاب مین لکھی ہو حضرت ابن عباس رض
فرماتے ہین کہ خیمہ موتی مجوف ہو اُسکا طول و عرض ایک فرسخ کا اور چار ہزار دروازے سونے کے ہونگے اور حضرت ابوسعید
خدری رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول خداوندی مین وفرش مرفوعة ارشاد فرمایا ہو کہ فاصلہ درمیان
دو فرشون کے اتنا ہوگا جتنا آسمان اور زمین مین ہو پھر جنت والون کے کھانے مین تامل کرو کھانے کا حال قرآن مجید مین
مذکور ہو کہ میوے اور مرغ کے پرندے اور من اور سلوی اور شہد اور دودھ اور بہت سے اقسام بیشمار ہونگے اللہ تعالی فرماتا ہو
کلما رزقوا منہا من ثمرة رزقا قالوا ہذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابہا اور اہل جنت کے پینے کی چیز کا حال بھی خدا سے تعالے
نے بہت سی جگہون مین ذکر فرمایا ہو اور ثوبان مولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین کھڑا تھا کہ ایک عالم علماے یہودیون سے آیا اُسنے چند سوال پوچھے یہان تک کہ پوچھا کہ پل صراط پر لوگون مین
سے اول کون اُتریگا آپ نے فرمایا کہ فقراے مہاجرین یہودی نے پوچھا کہ جب وہ جنت مین جائینگے تو اُنکو تحفہ کیا ملیگا آپ نے
فرمایا کہ مچھلی کے جگر کے کباب اُسنے عرض کیا کہ اسکے بعد اُنکی غذا کیا ہوگی آپ نے فرمایا کہ جنت کا بیل جو اُسکے کنارون مین
کھاتا پھرتا ہو وہ اُنکے لیے ذبح ہوگا اُسنے پوچھا کہ پھر پانی کیا ہوگا آپ نے فرمایا کہ جس چشمے کا نام سلسبیل ہو اُسمین سے پانی
پیوینگے اُسنے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہین اور زید بن ارقم رض فرماتے ہین کہ ایک شخص یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ابوالقاسم آپ فرماتے ہین کہ نہین کہ جنت کے لوگ اُسمین کھاوینگے اور پیوینگے اور اپنے یارون سے
کہا کہ اگر آپ اس امر کا مجھسے اقرار کرینگے تو مین اعتراض کرونگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان قسم ہو اُس ذات کی جسکے
ہاتھ مین میری جان ہو کہ جنتیون مین سے ایک ایک کو طاقت سو مردون کے کھانے اور پینے اور صحبت کی عنایت ہوگی
یہودی نے کہا جو شخص کھاوے پیویگا اُسکو پاخانے کی احتیاج ہوگی آپ نے فرمایا کہ پاخانے کی عوض مین یہ ہوگا کہ اُنکے
پوست سے پسینا مشک کے مانند بہیگا اور پیٹ صاف ہوجاویگا اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جنت مین پرند کو دیکھکر اُسکی خواہش کریگا تو وہ تیرے سامنے ذبح ہوکر بھُن جاویگا - اور حضرت حذیفہ
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین کچھ پرند مثل بختی اونٹ کے ہین حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا کہ
وہ خوب ہین یارسول اللہ آپ نے فرمایا کہ اُنسے خوب زیادہ وہ ہو جو اُنکو کھاویگا اور تو اے ابوبکر اُن لوگون مین سے ہو جو
اُنکو کھاوینگے اور حضرت عبداللہ بن عمرو اس آیت کی تفسیر مین یطاف علیہم بصحاف ارشاد فرماتے ہین کہ جنت والون پر ستر
پیالون کا سونے کے دور ہوگا کہ ہر ایک مین اُنمین سے نئی قسم کا کھانا ہوگا جو دوسرے مین نہوگا اور حضرت ابن مسعود رض
ومزاجہ من تسنیم مین فرماتے ہین کہ یہ واسطے اصحاب یمین کے لیے ملائی جاویگی اور مقرب لوگ اُسکو خالص بے ملونی کے پیونگے
اور حضرت ابودردا رض ختامہ مسک کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ وہ ایک سفید شراب چاندی کے مانند ہو جس سے جنت والون
کی آخر شراب پر مہر کرینگے اگر کوئی شخص دنیا والون مین سے اُسمین اپنا ہاتھ ڈالے پھر باہر نکال لے تو کوئی جاندار

سه ترمذی بروایت ابوسعید اور اسمین آیت کا مذکور نہین ہو اور اسکی سند مین رشدین ابن سعد ہو ۱۲

سه بخاری و مسلم دونون نے بروایت ابوموسی اشعری رض نقل کیا اور پھوٹنے اور پھٹنے ۱۲

سه ترمذی اسنے اسکو اور الفاظ سے روایت کیا ہو اور غریب کہا ہو اور رشدین سعد کی سند مین ضعیف ہو ۱۲ جس بار سے اُنکو [illegible]

باقی رہے کہ اسکو خوشبو اسکی نہ پہونچے ساتوین حور اور لڑکون کی کیفیت کو سو جو قرآن مجید مین اُنکے اوصاف جابجا آئے ہین اور
احادیث مین کچھ زیادہ شرح سے وارد ہے چنانچہ حضرت انس رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کی
راہ مین ایکبار صبح کو جانا یا شام کو جانا دنیا وما فیہا سے بہتر ہے اور تم مین سے کسی کی مقدار قوس یا پانون رکھنے کی جگہ جنت بہشت کی
دنیا وما فیہا سے بہتر ہے اور اگر کوئی عورت جنت والون کی عورتون مین سے زمین کی طرف آجاوے تو آسمان و زمین کے
درمیان اُجالا ہوجاوے اور خوشبو سے بھرجاوے اور اُسکے سر کی اوڑھنی دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔ اور حضرت ابو سعید خدری
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول خداوندی کانہن الیاقوت والمرجان کی تفسیر مین ارشاد فرمایا ہے کہ
اُنکی صورتین پردے مین سے آئینہ سے بھی صاف نظر آوینگی اور اُنکے زیور مین سے ادنیٰ موتی مشرق سے لیکر مغرب تک
روشن کردیگا اور اُنپر ستر کپڑے ایسے ہونگے جنمین سے آدمی کی نظر پار ہوجاوے یہانتک کہ اُنکی پنڈلیون کا مغز اُنکے
اندر سے معلوم ہوگا۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج کو جنت کے اندر مین ایک
جگہ مین گیا جسکو بیذخ کہتے ہین اُسپر موتی اور سبز زبرجد اور لعل سرخ کے خیمے تھے اُنکی عورتون نے مجھسے کہا کہ السلام علیک یا رسول اللہ
مین نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آواز کن عورتون کی ہے اُنھون نے کہا کہ یہ عورتین خیمون مین پردہ نشین ہین انھون
نے اپنے پروردگار سے آپ کو سلام کرنے کی اجازت مانگی تھی چنانچہ اُنکو اجازت مرحمت فرمائی پس وہ کہنے لگین کہ ہم راضی
ہین کبھی ناراض نہونگی اور ہم ہمیشہ رہنے والیان ہین کبھی سفر نہ کرینگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی حور
مقصورات فی الخیام اور حضرت مجاہد وازواج مطہرۃ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ پاک سے غرض حیض اور بول و براز اور تھوک اور
رینٹ اور منی اور جننے سے ہے کہ ان سب سے پاک ہونگی۔ اور اوزاعی رح فی شغل فاکہون کے ذکر مین فرماتے ہین کہ اُنکا
کام باکرہ عورتون کی بکارت دور کرنے کا ہوگا اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جنت والے جماع
بھی کرینگے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کو اُنمین سے ایک دن مین اتنی قوت ملیگی کہ تم مین سے ستر مردون سے زیادہ ہو۔ اور
حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ فرماتے ہین کہ اہل جنت مین سے ادنیٰ مرتبہ وہ شخص ہوگا کہ اُسکے ساتھ ہزار خادم ہونگے اور ہر خادم کو
وہ کام ہوگا جو دوسرے کو نہوگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت مین سے ایک شخص پانسو حورون اور چار ہزار
باکرہ عورتون اور آٹھ ہزار رسیدہ عورتون سے نکاح کریگا اور اُنمین سے ہر ایک سے اتنا معانقہ کریگا جتنا دنیا مین جیا ہوگا اور
ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنت مین ایک بازار ہے کہ اسمین خرید و فروخت کچھ نہین بجز مردون اور عورتون کی صورتون کے
پس جب کوئی شخص کسی صورت کی خواہش کریگا تو اُس بازار مین جاویگا اور اسمین حورون بڑی آنکھ والیون کے جمع ہونے کی
جگہ ہے وہ ایسی بلند آواز سے کہتی ہین کہ لوگون نے ایسی نہین سنی ہم ہمیشہ رہینگی کہ فنا نہونگی اور ہم نعمت والی ہین کہ محتاج نہونگی
اور ہم خوش ہین کہ کبھی خفا نہونگی پس اچھا ہے وہ شخص جو ہمارا ہوا اور ہم اُسکی ہون۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حورین جنت مین گاتی ہین اور کہتی ہین کہ ہم خوبصورت لونڈیان ہین اور کریم مردون کے لیے
ہمکو چھپا رکھا ہے۔ اور یحییٰ بن کثیر فی روضۃ یحبرون مین فرماتے ہین کہ جنت مین راگ ہوگا۔ اور ابو امامہ باہلی رضہ فرماتے ہین کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ جنت مین داخل ہوتا ہے اُسکے سر اور پانون کے پاس دو حورین بہشتی بیٹھکر
نہایت خوش آوازی سے گیت سناتی ہین جسکو انسان اور جن سنتے ہین اور وہ گیت مزامیر شیطان یعنی شعر نہین ہوتا بلکہ
خدائے تعالیٰ کی حمد اور تقدیس کا حال ہوتا ہے

ف ہ ترمذی بروایت علی مرتضیٰ اور اسمین ذکر بازار کا نہین ۱۲
ف باغ مین ... انکی آواز بھلکت ہوتی ... ترمذی نے ... اختلاف سند کے ساتھ نقل کیا ہے روایت ابو ہریرہ ... اسکی سند قوی نہین ۱۲

چودھوان بیان چند متفرق اوصاف اہل جنت کے جو احادیث میں وارد ہین ۔ حضرت اسامہ بن زید رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضہ سے فرمایا کہ سنو کوئی ہو کہ جنت کی تیاری کرے جنت کو کچھ خطرہ نہین ہے بخدا کے کعبہ ایک نور ہے تابان اور ایک گلدستہ ریحان اور محل مضبوط اور نہر جاری اور میوے پکے ہوے کثرت سے اور زوجہ خوبصورت صاحب جمال خوشی اور نعمت میں مقام ابد مین یا مقام نضرت مین مکان عالیشان محفوظ مین لوگون نے عرض کیا کہ ہم ہین اسکی تیاری کرنے والے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہو انشاء اللہ تعالیٰ پھر آپ نے جہاد کا ذکر فرمایا اور اسکی رغبت دلائی ۔ اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ جنت مین گھوڑا بھی ہوگا کہ وہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تجھکو گھوڑا پسند ہو تو یاقوت سرخ کا گھوڑا تجھے ملیگا کہ جنت مین جہان تو چاہے تجھکو لیے ہوے اڑتا پھریگا اور ایک اور شخص نے آپ سے پوچھا کہ بھلا جنت مین اونٹ بھی ہوگا آپ نے فرمایا کہ اے بندہ خدا جب تو جنت مین داخل ہوگا تو جو تیرا نفس چاہیگا اور جس سے تیری آنکھون کو لذت ہو وہ سب کچھ ملیگا ۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی کا دل چاہیگا تو اُسکے اولاد ہوگی اور اُسکا حمل اور وضع حمل اور جوانی ایک ساعت مین ہوجاویگی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اہل جنت جنت مین ٹھہر جاوینگے تو بھائی بھائیون کے مشتاق ہونگے پس ایک کا تخت دوسرے کے پاس جاویگا اور ملاقات کرینگے اور وہ باتین کرینگے جو دنیا مین دونون مین ہوتی تھین ایک کہیگا کہ بھائی تجھے یاد ہے کہ فلان روز فلان مجلس مین ہمنے خداے تعالیٰ سے دعا مانگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ہمکو بخشدیا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اہل الجنۃ جرد مرد بیض جعاد مکحلون ابناء ثلث وثلثین علی خلق آدم طولہم ستون ذراعا فی عرض سبعۃ اذرع اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اہل جنت مین سے ادنیٰ وہ ہوگا جسکے پاس اسی ہزار خادم اور بہتر بیبیان ہونگی اور اُسکے لیے ایک خیمہ موتی اور زبرجد اور یاقوت کا اتنا کھڑا کیا جاویگا جتنا فاصلہ جابیہ اور صنعا کے درمیان ہے اور اُنکے سرون پر تاج ہونگے اور انمین کا ادنیٰ موتی پورب سے پچھم تک کو روشن کردیگا اور فرمایا کہ مین نے جنت کو دیکھا تو اُسکے انارون مین کا انار مثل پشت اونٹ پالان کسے ہوے کا تھا اور اسمین کا پرند مثل بختی اونٹ کے اور اسی مین ایک لونڈی کو دیکھا اور اُس سے مین نے پوچھا کہ تو کسکی ہے اُسنے کہا کہ زید بن حارثہ کی ہون اور جنت مین جو چیز نظر پڑی وہ ایسی ہی تھی کہ نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سُنی اور نہ کسی بشر کے دل مین گذری ۔ اور حضرت کعب رضہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور جنت کے درخت اپنے ہاتھ سے لگائے پھر اسکو کہا کہ بول جنت نے کہا کہ قد افلح المومنون یعنے ایماندارون کی بن پڑی پس جنت کی جو صفتین ہین جنکو ہمنے اول مجملاً بیان کیا پھر مفصل نقل کیا ۔ اور حضرت حسن بصری رح نے ان سبکو ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ اُسکے انار ڈول جیسے ہین اور اسکی نہرین ایسے پانی کی ہین جو نہین سڑتا اور وہ نہرین دودھ کی ہین جسکا مزہ نہین بدلتا اور نہرین شہد صاف کی جسکو آدمیون نے صاف نہین کیا اور نہرین ایسی شراب کی ہین جو پینے والون کو مزہ دے نہ پینے سے اُسکا سر دوکھے نہ اُس سے سرون مین درد ہو اور جنت مین وہ بہار ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سُنی نہ کسی بشر کے دل مین گذری اُسکے لوگ بادشاہ نعمت والے تینتیس ۳۳ برس کے ایک ہی سن مین ہونگے اُنکا قد ساٹھ ہاتھ کا سرمگین آنکھ بدن بالون سے صاف چہرہ سبزہ سے خالی ہوگا مزے سے امون گھر کو اُسنے اطمینان اور اسکی نہرین یاقوت اور زبرجد کے کنکرون پر چلتی ہین اور اُسکے درخت اور رگین اور انگور موتی ہین اور پھلون کا احوال سواے خداے تعالیٰ کے اور کوئی نہین جانتا اور اسکی خوشبو پانسو برس کی راہ سے پائی جاتی ہے اور جنت والون کو جنت مین گھوڑے اور اونٹ تیز قدم

اور سبک رفتار پلنگے جنکی کاٹھیان اور باگین اور زین یاقوت کے ہونگے جنت مین سیر کرینگے اور انکی بیبیان حورین ہونگی جیسے
موتی لپٹا ہوا یعنے نظر اور دست مالی کے ہر عیب سے محفوظ اور وہ عورت اپنی دونون انگلیون مین ستر لباس پکڑ کر پہنیگی اور
اُسکی پنڈلی کا مغز اُن سب لباسون کے اندر سے معلوم ہوگا اللہ تعالی نے اخلاق کو بُرائی سے پاک فرمایا اور جسمون کو موت سے وہ جنت
مین ناک صاف کرینگے نہ بول و براز کرینگے بلکہ اُنکی عوض مین ڈکار اور پسینا مثل مشک کے ہوگا اُنکا رزق صبح و شام اُنھین ملیگا مگر یہ کہ
رات نہوگی جو صبح شام ہو اور شام صبح پر نوبت بنوبت آتی رہے اور سب سے آخر مین جو شخص جنت مین داخل ہوگا اور مرتبے مین سب سے
کم ہوگا اُسکا یہ حال ہوگا کہ آنکھ اُٹھا کر سو برس کی راہ تک دیکھنے لگیگا اور اُسکی سلطنت چاندی سونے کے محلون اور موتی کے خیمون
مین اسی قدر فاصلے تک ہوگی اور اُسکی آنکھ کو قدرت دیجاویگی کہ دور اور نزدیک کی چیزین یکسان دیکھے صبح کو بھی جنت والون کے
پاس ستر ہزار پیالے لائے جاوینگے اور شام کو بھی اتنے ہی موجود ہونگے اور ہر پیالے مین جدا ہی کھانا ہوگا اور وہ اول سے
لیکر آخر تک سب کا مزہ چکھینگے اور جنت مین ایک یاقوت ہے جسمین ستر ہزار گھر ہین اور ہر گھر مین ستر ہزار کوٹھریان ہین جنمین کہین شق
شگاف ہو نہ سوراخ ہے- اور حضرت مجاہد رح نے فرمایا ہے کہ جنت مین ادنی مرتبہ کا شخص وہ ہوگا کہ اپنی سلطنت مین ہزار برس سفر
کرے اور وہ دور و نزدیک کے اشیا کو برابر دیکھیگا اور سب مین اعلی درجہ وہ ہوگا جو صبح شام اپنے پروردگار کے دیدار سے
مشرف ہوگا- اور حضرت سعید بن المسیب رض فرماتے ہین کہ اہل جنت مین ایسا کوئی نہوگا جسکے ہاتھ مین تین کنگن ہون ایک سونے کا
ہوگا ایک موتی کا ایک چاندی کا- اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ جنت مین ایک حور ہے جسکا نام عیناء ہے جب وہ چلتی ہے
تو اُسکے دہنی اور بائین طرف سے ستر ہزار لونڈیان ساتھ چلتی ہین اور وہ کہتی ہے کہ کہان ہین وہ لوگ جو اچھی بات کا حکم
کرنے والے ہین اور بُری بات سے منع کرنے والے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ دنیا کا ترک کرنا سخت کام ہے لیکن
جنت کا ہاتھ سے نکلنا سب سے زیادہ سخت ہے اور دنیا کا چھوڑ دینا آخرت کا مہر ہے اور یہ بھی انھین کا قول ہے کہ دنیا کی طلب مین نفس کی
ذلت ہے اور آخرت کی طلب مین اُسکی عزت تو تعجب ہے اُس شخص سے کہ فانی چیز کی طلب مین ذلت کو پسند کرے اور باقی چیز کی
طلب مین عزت کو ترک کرے-

پندرھوان بیان خدائے تعالی کے وجہ کریم کی رویت اور دیدار کے ذکر مین اللہ تعالی فرماتا ہے للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ
اس زیادتی سے مراد دیدار الہی اور شرف رویت ہے جو ایسی بڑی لذت ہے کہ اُسمین جنت کی آسایش بھول جاتی ہے اور ہمنے
رویت کی حقیقت باب المحبت مین بیان کی ہے اور اُسکا ثبوت کتاب اللہ اور حدیث سے ہے بخلاف اُس عقیدے کے جو
اہل بدعت رکھتے ہین- حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رض روایت کرتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے
تھے کہ آپ نے چودھوین رات کے چاند کو دیکھکر فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کا دیدار ایسا دیکھوگے جیسا اس چاند کو دیکھتے ہو کہ
اُسکے دیکھنے مین تم ایک دوسرے پر نہین گرتے یعنے سب بے تکلف اور بے مشقت دیکھتے ہو پس اگر تم سے ہو سکے
کہ طلوع اور غروب آفتاب سے پیشتر کی نماز سے نہ تھکو تو اُسکو ادا کیا کرو پھر یہ آیت پڑھی وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل
غروبہا یہ روایت بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے اور مسلم نے اپنی کتاب مین حضرت صہیب رض سے روایت کی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ اور فرمایا کہ جب جنت والے جنت مین اور دوزخ والے دوزخ
مین چلے جاوینگے تو ایک منادی پکاریگا کہ اے اہل جنت تمسے خدائے تعالی کا ایک وعدہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اُسکو تمسے پورا کرے
وہ عرض کرینگے وہ کونسا وعدہ ہے کیا ہمارے وزن بھاری نہین کرچکا اور ہمارے چہرے سفید نہین کیے اور جنت مین ہمکو داخل کیا

اور وہ ہنسی سے نہین سچا یا پھر فرمایا کہ اسکے بعد پردہ اٹھا لیا جاویگا اور لوگ خداے تعالی کی صورت کی طرف دیکھینگے پس یہ حال ہوگا کہ کوئی چیز انکو خداے تعالی کے دیدار سے زیادہ محبوب نہ ملی ہوگی اور حدیث رویت کو چند صحابہ رضنے بھی روایت کیا ہو غرض کہ شرف دیدار غایت خوبی اور نہایت درجہ کی نعمت ہو اور جتنی لذتون کی شرح ہمنے اوپر کی ہو وہ اس نعمت کے آگے بھول جاتی ہین اور اہل جنت کو جو اس نعمت دیدار کے وقت سرور ہوگا اسکی کچھ انتہا نہین بلکہ لذات جنت کو لذت دیدار کی طرف کچھ منسبت ہی نہین اور چونکہ ہم اسکی تفصیل باب محبت اور شوق اور رضا مین خوب لکھ چکے ہین اسی لیے اس باب مین مختصر طور پر کچھ کہدیا پس آدمی کو چاہیے کہ جنت مین سے اسکی ہمت سواے دیدار الٰہی کے اور کسی طرف نہو اور دوسری لذتون مین جنت کے تو بہائم بھی شریک ہین جو چراگاہون مین چھوٹے پھرتے ہین

خاتمہ خداے تعالی کی رحمت کی وسعت کے ذکر مین اس سے فال نیک لینے کے طور پر۔ از انجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فال کو محبوب جانتے تھے اور ہمارے اعمال ایسے نہین جنسے ہم توقع مغفرت کی کرین اسی لیے ہم فال نیک لیتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہین اور توقع رکھتے ہین کہ وہ ہمارا انجام دنیا و آخرت مین خیر کے ساتھ کرے جیسے ہمنے اس کتاب کو اسکی رحمت کے ذکر پر تمام کیا اور وہ خود فرماتا ہو ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور فرمایا قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم اور فرمایا و من یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما اور ہم خداے تعالی سے بخشش چاہتے ہین جہان کہین اس کتاب مین یا اور تمام ہماری کتابون مین ہمارا قدم پھسلا ہو یا قلم بہکا ہو اور آن اپنے قولون سے بھی آمرزش چاہتے ہین جنکے موافق ہمارے اعمال نہون اور اس علم اور بصیرت سے جسکا دعوی ہمنے خداے تعالی کے دین مین کیا ہو اور اسمین قصور کیا ہو اور اس علم و عمل سے جس سے ہمنے خالص اسی کی ذات پاک کا قصد کیا ہو پھر اسمین کوئی دوسرا ملگیا ہو اور اس وعدہ سے جسکو ہمنے اپنے جی سے اس سے کیا ہو اور پھر اسکے پورا کرنے مین ہمنے کوتاہی کی ہو اور اس نعمت سے جسکو اسنے ہمکو دیا اور ہمنے اسکو اسکی نافرمانی مین برتا اور اس عیب سے جسکے ساتھ ہم متصف تھے اور ہمنے اوروں پر اسکو صریح لفظا یا اشارہ سے لگایا اور انکو ناقص اور قصوروار ٹھہرایا اور اس خطرے سے جو ہمکو موجب تکلف اور بناوٹ اور لوگون کے دکھلانے کا کسی کتاب لکھنے یا کلام کرنے یا علم کے پڑھنے پڑھانے مین ہوا ہو ان سب باتون سے بخشش چاہنے کے بعد ہم اپنے لیے اور ان لوگون کے لیے جو ہماری اس کتاب کو پڑھین یا لکھین یا سنین یہ توقع کرتے ہین کہ وہ ہم سب کو مغفرت اور رحمت سے عزت بخشے اور ہماری سب ظاہری اور باطنی خطاؤن سے درگذر فرماوے اسلیے کہ اسکا کرم عام اور رحمت وسیع اور بخشش تمام اقسام خلق پر جاری ہو اور ہم بھی ایک مخلوق اللہ تعالی کے ہین ہمارا وسیلہ اسکی طرف بجز اسکے فضل و کرم کے اور کوئی نہین چنانچہ اسکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کی سو رحمتین ہین انمین سے ایک رحمت کو جن اور انسان اور پرندا اور بہائم اور حشرات زمین کے درمیان اتارا ہو اسی سے ہر چیزین آپسمین رحم اور مہر کرتی ہین اور ننانوے رحمت کو پیچھے رکھا ہو انسے اپنے بندون پر قیامت کے روز رحم فرماویگا اور روایت ہو کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی ایک نوشتہ عرش کے نیچے سے نکالیگا جسمین لکھا ہوگا کہ میری رحمت بڑھگئی میرے غضب سے اور مین سب مہربانون سے زیادہ تر مہربان ہون پس دوزخ مین سے جنت والون کے دونے آدمی باہر ہو جاوینگے اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداے تعالی قیامت کے روز ہمارے لیے ہنستا ہوا تجلی فرماویگا اور ارشاد کریگا کہ مژدہ ہو اے گروہ مسلمانون کے

کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جسکی عوض مین نے یہودی و نصرانی کو دوزخ مین نہ ڈالا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی سفارش انکی تمام اولاد مین سے ایک لاکھ اور ایک کروڑ کے
باب مین منظور فرماویگا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایمانداروں سے پوچھیگا کہ تمکو میرا ملنا
محبوب تھا وہ عرض کرینگے کہ خدایا ہان اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ کیون وہ عرض کرینگے کہ ہمنے تیری مغفرت اور عفو کی توقع کر لی تھی پس
فرماویگا کہ مین نے تمھارے لیے اپنی مغفرت واجب کردی۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز حکم فرماویگا کہ دوزخ مین سے اُن لوگون کو نکالو جنھون نے مجھے ایک روز یاد کیا ہو یا ایک مقام پر
مجھسے ڈرے ہون۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جب دوزخ والے دوزخ مین اکٹھے ہونگے اور اُنکے ساتھ جسقدر خداے
تعالیٰ کو منظور رہیگا اُسقدر اہل قبلہ ہونگے تو کافر مسلمانون سے سوال کرینگے کہ کیا تم مسلمان نہ تھے وہ کہینگے کہ تھے کیون نہین
کافر کہینگے کہ تمھارا اسلام تمھارے کام نہ آیا اسلیے کہ تم بھی دوزخ مین ہمارے ساتھ ہو وہ جواب دینگے کہ ہمارے پاس گناہ
بہت تھے اُنکے باعث ہم ماخوذ ہوے اللہ تعالیٰ انکی تقریر سنیگا اور حکم فرماویگا کہ جو شخص اہل قبلہ سے دوزخ مین ہو سب
نکال لیے جاوین وہ بموجب حکم کے نکالے جاوینگے جب کافر یہ معاملہ دیکھینگے تو کہینگے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ایسے ہی
نکالے جاتے جیسے یہ لوگ دوزخ سے نکالے گئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین
اور ایک حدیث مین ارشاد ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن پر زیادہ تر رحم کرتا ہو بنسبت مادر مشفقہ کے اپنی اولاد پر۔ اور جابر
بن عبد اللہ رضہ فرماتے ہین کہ قیامت کے روز جسکی نیکیان برائیون سے بڑھکر ہونگی تو وہ بے حساب جنت مین داخل ہوگا اور جسکی
نیکیان اور بدیان قیامت کو برابر ہونگی اُس سے کچھ تھوڑا سا حساب لیا جاویگا پھر جنت مین داخل ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی سفارش اُس شخص کے لیے ہو جس نے اپنے نفس کو ہلاک کیا ہو اور اُسکی پیٹھ گناہون کے بوجھ سے بھاری ہو اور
روایت ہو کہ خداے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ قارون نے تجھسے فریاد کی تو نے اسکی فریاد رسی
نہ کی قسم ہو اپنی عزت و جلال کی اگر وہ مجھسے فریاد کرتا تو مین اسکی فریاد کو پہونچتا اور اُسکا قصور معاف کردیتا۔ اور سعید بن بلال
کہتے ہین کہ قیامت کے روز دو آدمیون کو دوزخ مین سے نکالنے کا حکم ہوگا اللہ تعالیٰ اُنکو فرماویگا کہ یہ تمھارا بدلا اعمال کا ہو
اور مین بندون پر ظلم کا روادار نہین یہ فرماکر حکم دیگا کہ انکو دوزخ مین ہٹا لیجاؤ پس ایک تو اپنی بیڑیون مین دوڑیگا یہانتک کہ
دوزخ مین گھس جاویگا اور دوسرا توقف سے اور پانون ملتا جاویگا پھر اُنکے واپس لانے کا حکم ہوگا اور اُنسے اُنکی حرکت کا
سوال ہوگا کہ ایک کیون دوڑکر گیا اور دوسرا کیون دیر لگاتا ہو تو جو دوڑکر گیا تھا وہ عرض کریگا کہ ابھی مین نافرمانی کے
وبال سے ڈرا ہوا تھا اب خوف کیا کہ مبادا کہین دوبارہ تیرے غضب مین نہ پڑجاؤن اور جسنے دیر لگائی وہ عرض کریگا کہ
الٰہی مجھکو تیرے ساتھ حسن ظن تھا جس سے مین یہ سمجھا کہ جب تو دوزخ مین سے نکال چکا ہو دوبارہ اُسمین نہ بھیجیگا اللہ تعالیٰ
اُن دونون کو جنت مین جانے کا حکم فرماویگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز عرش کے نیچے سے
ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اے امت محمد جو حقوق میرے تمھارے ذمہ پر تھے وہ مین نے تمکو معاف کیے اب تمھارے آپس کے
حقوق رہے انکو آپسمین ایک دوسرے کو بخش دو اور میری رحمت سے جنت مین داخل ہو۔ اور روایت ہو کہ ایک اعرابی نے
حضرت ابن عباس رضہ کو یہ آیت پڑھتے سنا وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها اعرابی نے کہا کہ بخدا اُس سے بچایا تو نہین
وہ تو یہ چاہتا ہو کہ اُسمین ڈالدے حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ آیتون کو بے سمجھ والون سے نہ پڑھا کرو۔ اور صنابحی

کہتے ہین کہ مین حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے مرض موت مین انکی خدمت مین گیا اور رویا انھون نے فرمایا کہ ٹھہر و تم کیون روتے ہو
بخدا کہ جو حدیث کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور تمھین تمھاری بہتری ہوتی وہ مین نے تمسے بیان کردی ہو مگر ایک
حدیث ہو وہ بھی آج کہے دیتا ہون کہ میری جان اب رک گئی ہو مین نے سنا ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ جو
شخص گواہی دے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی اللہ تعالی اسپر دوزخ حرام فرمادیتا ہو - اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرماتے
ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالی ایک شخص کو میری امت کے سب جمع کے سامنے چھوڑیگا
اسپر ننانوے طومار پھیلائے جاوینگے اور ہر طومار آنکھ کے پہونچنے تک کا لنبا ہوگا پھر اللہ تعالی اس سے پوچھیگا کہ ان دفترون
مین تجھکو کسی کا انکار تو نہین تیرے اوپر میرے کاتبون محافظون نے زبردستی تو نہین لکھ لیے وہ عرض کریگا کہ خدایا نہین پھر
ارشاد فرماویگا کہ تجھے کچھ عذر کرنا ہو عرض کریگا کہ نہین پھر خداے تعالی فرماویگا کہ ہان ہمارے یہان تیری ایک نیکی ہو اور تجھپر آج ظلم نہوگا
پس ایک چھوٹا سا پرچہ نکالیگا جسمین ہوگا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ وہ عرض کریگا کہ الٰہی یہ پرچہ بھلا ان
طوماروں کے سامنے کیا کریگا اللہ تعالی فرماویگا کہ تجھپر ظلم نہین ہوگا پس وہ طومار ایک پلہ مین رکھے جاوینگے اور وہ پرچہ
دوسرے پلے مین پس طومار ہلکے ہوجاوینگے اور وہ پرچہ بھاری اتریگا کیونکہ خداے تعالی کے ساتھ کوئی چیز ہم پلہ نہین ہوسکتی
اور ایک حدیث طویل مین جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصف قیامت اور پل صراط کا فرمایا ہو آخر کو ارشاد فرمایا ہو کہ اللہ
تعالی فرشتون کو ارشاد فرماویگا کہ جسکے دل مین دینار کی برابر خیر پاؤ اسکو دوزخ سے نکال لو تو فرشتے حکم کے بموجب بہت سے
لوگون کو نکال لینگے اور جناب باری مین عرض کرینگے کہ جن لوگون کو تو نے حکم کیا تھا انمین سے ہمنے کسی کو نہین چھوڑا
حکم ہوگا کہ پھر جاؤ اور جسکے دل مین آدھے دینار کی برابر خیر پاؤ اسکو نکال لو پھر بہت سی خلقت کو نکال لینگے پھر عرض کرینگے کہ خدایا
جن لوگون کے لیے تو نے حکم دیا تھا انمین سے ہمنے کسی کو نہین چھوڑا اللہ تعالی فرماویگا کہ پھر جاؤ اور جسکے دل مین ذرہ کی برابر
خیر پاؤ اسکو نکال لو پس بہت سے لوگون کو نکال لینگے پھر عرض کرینگے کہ خدایا جنمین سے تو نے ہمکو امر فرمایا تھا انمین سے
ہمنے کوئی نہین چھوڑا - پس حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ اگر تم اس حدیث مین مجھکو سچا نہ جانو تو چاہو تو قرآن مین پڑھ لو
ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضاعفہا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد اسکے اللہ تعالی
فرماتا ہو کہ فرشتون نے سفارش کی اور نبیون نے سفارش کی اور مومنون نے سفارش کی اور کوئی باقی نہین رہا بجز ارحم الراحمین کے
پس ایک مٹھی بھریگا اور دوزخ مین سے ایسے لوگون کو نکالیگا جنھون نے کبھی خیر نہ کی ہوگی اور کوئلے ہوگئے ہونگے پس انکو اس
نہر مین ڈالیگا جو جنت کے دروازون مین ہو اور نہر الحیات کہلاتی ہو پھر اسمین سے ایسے نکلینگے جیسے رو کے پانی سے سبزہ نکل
آتا ہو تم دیکھتے نہین کہ سبزہ چونکہ پتھر اور درخت سے متصل ہوتا ہو تو جو مقابل آفتاب کے ہوتا ہو وہ زرد و سفید ہوتا ہو اور جو
انمین سے سایہ مین ہوتا ہو وہ سفید ہوتا ہو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ گویا آپ نے جنگل مین چرایا تھا آپ نے فرمایا
کہ وہ لوگ پھر ایسے نکلینگے جیسے موتی انکی گردنون مین بھرے ہونگے جنسے اہل جنت انکو پہچانینگے اور کہینگے کہ یہ لوگ خداے تعالی کے آزاد
کیے ہوے ہین اللہ تعالی نے انکو جنت مین داخل کیا بدون اسکے کہ انھون نے کوئی عمل کیا یا کوئی خیر آگے بھیجی ہو پھر اللہ تعالی انکو ارشاد
فرماویگا کہ تم جنت مین داخل ہوا اور جو دیکھو وہ تمھارے ہی لیے ہو وہ عرض کرینگے کہ الٰہی تو نے ہمکو وہ چیز دی جو کسی کو لوگون مین سے نہین
دی اللہ تعالی فرماویگا کہ تمھارے لیے میرے پاس وہ ہو جو اس سے بھی افضل ہو وہ عرض کرینگے کہ الٰہی اس سے افضل کونسی چیز ہو وہ
ارشاد فرماویگا کہ وہ میرا رضا ہو یعنی ہوتا ہو کہ مین تمسے کبھی ناراض نہونگا اس حدیث کو بخاری و مسلم نے صحیحین مین روایت کیا ہو اور نیز

لہ گواہی دیتا ہون کہ کوئی نہین سواے خدا کے اور محمد رسول ہین

سلہ اللہ نہین ظلم کرتا کسی کا

[illegible]

سلہ بخاری و مسلم نے صحیحین مین روایت [illegible]

بخاری نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی ہو کہ اُنھون نے فرمایا کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس گھر مین سے تشریف لائے
اور فرمایا کہ میرے سامنے اُمتین پیش کی گئین ایک نبی جاتا تھا کہ اُسکے ساتھ ایک شخص اور ایک نبی کے ساتھ دو اور کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا
اور کسی نبی کے ساتھ دس پانچ تھے پھر مین نے بہت سا انبوہ دیکھا اور توقع کی کہ یہ میری امت ہوگی پس مجھسے کہا گیا کہ یہ موسیٰ اور اُنکی قوم
پھر مجھسے کہا گیا کہ دیکھو مین نے ایک ایسا انبوہ کثیر دیکھا کہ اُسنے کنارون کو آسمان کے روک دیا پھر مجھسے کہا گیا کہ ایسے ہی ایسے دیکھو پس مین نے
بڑی بھاری جماعت کو دیکھا پھر مجھسے کہا گیا کہ یہ لوگ تیری امت ہین اور ان لوگون کے ساتھ ستر ہزار جنت مین بیحساب داخل ہونگے اسکے بعد
لوگ جدا ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی تصریح نہ فرمائی کہ بیحساب کون لوگ جنت مین داخل ہونگے اسکا چرچا صحابہ رض نے آپس مین
کیا اور کہا کہ ہم تو شرک مین پیدا ہوے لیکن اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے تو وہ لوگ ہمارے بیٹے ہونگے جو بیحساب جنت مین
جاوینگے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنی تو فرمایا کہ وہ وہ لوگ ہین جو نہ داغ کھاوین نہ منتر پڑھین نہ بدفالی کرین اور اپنے رب پر
بھروسا کرین پس عکاشہ رض کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ خدائے تعالیٰ مجھکو ان لوگون مین سے کرے آپ نے
فرمایا کہ تو انھین مین سے ہو پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور جیسا عکاشہ نے عرض کیا تھا ویسا ہی عرض کیا پس آپ نے فرمایا کہ اب تو عکاشہ کے
حق مین تجھسے پیشتر وہ دعا ہو چکی۔ اور عمرو بن حزم انصاری سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین روز غائب رہے کہ صرف
فرض نماز کے لیے نکلتے تھے پھر چلے جاتے تھے جب چوتھا روز ہوا تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ
ہمسے رُک رہے یہان تک کہ ہمنے گمان کیا کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی آپ نے فرمایا کہ خیر کے سوا نئی بات کوئی نہین ہوئی میرے پروردگار
نے مجھسے وعدہ کیا ہو کہ میری امت مین سے جنت مین ستر ہزار بیحساب داخل کریگا مین نے ان تین دنون مین اپنے رب سے درخواست
کی کہ اور زیادہ لوگ بیحساب داخل ہون پس مین نے اپنے رب کو بڑائی والا ہر چیز موجود کرتا اور کریم پایا کہ اُسنے ستر ہزار مین سے
ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار مجھکو عطا فرمائے مین نے عرض کیا کہ الٰہی میری امت اس تعداد کو پہونچیگی ارشاد ہوا کہ ہم تیرے لیے شمار
اعراب مین سے پورے کر دینگے۔ اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام پتھریلی زمین
کی طرف بیرون مدینہ مطہرہ کے متصل ظاہر ہوے اور مجھسے کہا کہ اپنی امت کو خوشخبری دے کہ جو کوئی مریگا اس طرح کہ شریک نہ کیا ہو اللہ تعالیٰ
کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ جنت مین داخل ہوگا پس مین نے کہا کہ ای جبرئیل گو زنا کرے اور چوری کرے جبرئیل نے کہا ہان گو زنا کرے
اور چوری کرے مین نے کہا کہ گو زنا کرے اور چوری کرے جبرئیل نے جواب دیا کہ گو زنا کرے اور چوری کرے مین نے کہا کہ گو زنا کرے
اور چوری کرے جبرئیل نے کہا کہ اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے اور شراب پیوے اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ولمن خاف مقام ربہ جنتان پس مین نے عرض کیا کہ اگرچہ زنا اور چوری کرے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا
ولمن خاف مقام ربہ جنتان پھر مین نے عرض کیا کہ گو زنا اور چوری کرے پھر آپ نے فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان پس مین نے
عرض کیا کہ گو زنا اور چوری کرے یا رسول اللہ آپ نے جواب دیا کہ گو ابودرداء کو برا معلوم ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مومن کو ایک دوسری ملت کا آدمی حوالہ کیا جاویگا اور اُس سے کہدیا جاویگا کہ یہ تیرا بدلہ ہو دوزخ سے
اور مسلم نے اپنی کتاب مین ابوبردہ رح سے روایت کی ہو کہ اُنھون نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے سامنے حدیث بیان کی کہ
میرے باپ ابوموسیٰ اشعری رض نے روایت کیا ہو اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان
مرتا ہو اللہ تعالیٰ اُسکے عوض دوزخ مین کوئی یہودی یا نصرانی داخل کر دیتا ہو حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ابوبردہ رض کو تین بار
قسم دلائی کہ تمکو قسم ہو اُس معبود کی جسکے سوا کوئی معبود نہین تمھارے باپ نے تمسے حدیث نقل کی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت نے قسم کھائی کہ ہاں مجھ سے بیان کی ہو اور روایت ہو کہ ایک لڑکا کسی معرکہ جہاد میں کھڑا تھا اور اسپر بولی ہو رہی تھی کہ زیادہ دیے سو لے اور دن گرمی کا نہایت حرارت کا تھا اسکو ایک عورت نے لوگون کے خیمے کے اندر سے دیکھا وہان سے دوڑتی ہوئی اور اسکے ساتھی اسکے پیچھے آتے تھے یہانتک کہ اسنے لڑکے کو اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا پھر اپنے آپ کو پتھریلی گرم زمین پر لیٹ کر گرمی سے بچانے کے لیے لڑکے کو اپنے اوپر لے لیا اور کہنے لگی میرے بچے میرے لڑکے پس آدمی روئے اور جس حال میں تھی اسکو چھوڑ دیا اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہوے لوگون نے ماجرا آپ کی خدمت میں عرض کیا آپ انکے ترس کھانے سے خوش ہوے پھر انکو خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ کیا اس عورت کے اپنے بچے کے اوپر رحم کرنے سے تمکو تعجب ہے لوگون نے عرض کیا کہ ہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ تم سب پر اس عورت کے رحم کی نسبت کہ اپنے بچے پر زیادہ تر رحیم ہے پس مسلمان وہان سے نہایت سرور اور عمدہ بشارت کے ساتھ علیحدہ ہوے تو یہ حدیثین اور جو کچھ ہم باب الرجا میں لکھ آئے ہیں ہمکو بشارت خداے تعالی کی رحمت کی وسعت کی دیتی ہین اسلیے ہم اس سے توقع رکھتے ہین کہ ہمارے ساتھ وہ معاملہ نکرے جسکے ہم سزاوار ہین اور ہمسے اپنے فضل وکرم سے وہ انعام واحسان کرے جسکے لائق اسکی جود ورحمت ہے فقط والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً۔

بخاری ومسلم سے روایت عمر بن خطاب انس

قطعہ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم غفر اللہ لہ ولوالدیہ

فروہ جناب حبیب عشق اٹھائینگے تو یہ لکھینگے	نہ تھا آسان کچھ کو یہ مین لانا بجز قائم کا	لکھا جیتے جمعہ عقدہ تو احسن یہ لکھو تاریخ	عجائب کے اردو ترجمہ جلد چہارم کا ۱۳۰۲

خاتمة الطبع

الحمد للہ العلی العظیم والصلاۃ علی رسولہ محمد ذی الشرف والتعظیم والسلام علی آلہ وصحابہ اولی العز والتکریم اما بعد طالبان شاہراہ نجات اخروی وپویان صراط مستقیم مصطفوی کو بشارت ہو کہ اس زمان برکت اقتران مین توشہ سفر آخرت ہادی طریق ہدایت تمیمہ بازوے جان مجموعہ تکمیل ایمان مشعل راہ یقین کتاب لاجواب مسمی باسم تاریخی مذاق العارفین ترجمہ فاضل جلیل عالم نبیل البحر الاعظم والنحریر المعظم مستجمع شرایف الکمالیہ عالم علیم الخبیر فی البریہ فاضل لوذعی جناب مولانا محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی ادامہ اللہ العلی القوی کی جو پورا ترجمہ چارون جلد احیاء علوم الدین مصنفہ راس الفقہاء العظام سید العلماء الاعلام المولی العلامۃ البحر الفہامہ امام محمد غزالی قدس سرہ کا نہایت شرح وبسط کے ساتھ زبان اردو سلیس عام فہم مین ہے جسکا مشتاق سارا جہان ہے اور جسکا بیان خوبی وحمد کی خارج از حیطہ بیان ہے ایسا مجموعہ احادیث جو مشتمل مسائل عبادات ومعاملات پر ہے فی الحقیقت اپنا آپ ہی نظیر ہے جامعیت ارشادات نبوی کا ایک ذخیرہ کثیر ہے بحمد اللہ کہ یہ چارون جلدین نہایت اہتمام اور حسن انتظام سے بخط خوب اور تقطیع خوش اسلوب بغور صحت ارباب فضل وکمال مطبع فیض منبع قدردان اہل ہنر شریف پرور مشہور شہر و دیار جناب مستطاب منشی نول کشور الاثال بالفرح والسرور بار سوم واقع لکھنؤ باہ فروری ۱۸۹۱ء مطابق ماہ رجب المرجب ۱۳۰۸ ہجری حلیہ طبع سے آراستہ وپیراستہ ہوکر فروغ بخش دیدہ مشتاقان ہوئین اللہ تعالی مقبول عالم وعالمیان فرماوے بمنہ وکرمہ

اعلان

تقریظ واقف غوامض علوم دینی و دنیوی جناب مولوی امیر علی صاحب مدظلہ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد دانشمندوں کا قول مشہور ہے کہ جو شخص دوسروں کا خیرخواہ ہوتا ہے وہ جیسا کچھ ہر دل عزیز ہوتا اور زندگی میں نیکنام رہتا ہے ویسا ہی اُسکو خود بخود بھلائی بھی پہونچی رہتی ہے اور کیوں نہیں کہ نیکی کا بدلا نیکی ہے - اِس مطبع اودھ اخبار نے اِس قول حکمت کو مضبوط گرہ میں باندھا اور آ تجربہ کر کے خود تو جانچ لیا اور جو لوگ عقل رکھتے ہیں اُنکو بھی معلوم لیکن اپنا تجربہ کرنا ضرور ہے تا کہ آئینہ کی طرح ہر ایک پر ہویدا ہو جاوے دیکھو زمانہ کے مسلمان ہندو ہر قسم وہر قوم کے ایسے خواب غفلت میں پڑے کہ اپنے دین وملت تک سے بھی غافل ہوے - اِنکو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمارے دانشمندوں سے کیا کیا حکمت کی باتیں بیان ہیں اور بزرگوں نے کس نیک راہ کی ہدایت کی ہے - پھر یہ معلومات کیونکر حاصل ہو کہ وہ لوگ اُس زبان ہی سے واقف نہیں جسمیں یہ باتیں اور ایسے مضامین بیان ہوے ہیں اِسمیں شک نہیں کہ اچھا مضمون جس زبان میں چاہو ادا کرو وہی مضمون ہے بنا برین خیرخواہی عام کی نظر سے اِس مطبع نے عربی و فارسی و سنسکرت وبھاشا اور انگریزی کی بہت سی کتابیں اپنے ملک والوں کے لیے اِنکی زبان میں ترجمہ کرا دیں کہ وہ بھلی باتیں اور اچھے مضامین اِنکو اپنی زبان میں ملیں اور کارآمد ہوں - یہ تدبیر بہت مفید ہوئی اور اِس سے بہت کچھ فائدہ مترتب ہوا - ایک یہی کتاب **مذاق العارفین** ہے کہ کارخانہ کی فرمایش سے اسکا ترجمہ ہوا اور کارخانہ نے اپنی عالی ہمتی اور دریا دلی سے اِسکے عوض میں بہت کچھ زر خطیر صرف کیا اور بدریغ دیا حالانکہ اُسوقت تک یہ نہیں معلوم تھا کہ اسکا انجام کیا ہوگا - مگر ہم تو دانشمندوں کا مقولہ پہلے سے نقل کر چکے ہیں کہ بھلائی چاہنے والے کو بھلائی ہی ملتی ہے - اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کتاب پہلی بار چھپی تھی تو لوگوں کو اسکی قدر معلوم ہونے کے بعد خواہش اِتنی ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ ہدیۂ طالبین ہوگئی اور برابر خواہش جاری ہے لہذا اہتمام کے ساتھ دوبارہ اِسکے چھپنے کی نوبت پہونچی اور امید ہے کہ یوں ہی خواہش روز افزوں ترقی ہوگی - اور کیوں نہو درحقیقت کتاب ہی ایسی نایاب ہے یہ امام ہمام محمد غزالی حجۃ الاسلام کی اُس مشہور کتاب کا ترجمہ ہے جو بنام احیاء علوم الدین مشہور و معروف ہے سبحان اللہ عجب کتاب ہے اِتنے سے حجم وضخامت میں کتنے دین کے علوم بھر دیے ہیں - بہت لوگوں کو تو یہی غرّہ ہے کہ یہی فقہ کی دو ایک کتابیں اور اصول وعقائد کی ایک آدھ کتاب پڑھ لی پھر علوم دین کے ماہر ہوگئے یہ نہیں جانتے ہیں کہ یہ تو الف بے تھی - علوم دین کا تو ابھی نام بھی کہیں آیا اور علوم دین کا تمنے ابھی کہاں مزہ اگر چاہتے ہو کہ دین کے علوم سے خبردار رہو اور اِس باغ کی خوشبودار کلیاں چنو تو اِس کتاب کو دیکھو - اِسمیں جھگڑے بکھیڑوں سے کچھ کام نہیں - پریشانی خاطر کا کہیں نام نہیں - ہر ہر بیان میں ملائمیت اور تسکین ہوتی ہے اور یہی دین کی خوبی ہے اسی کتاب سے تمکو معلوم ہوگا یہ علم کیا ہے اور اِسکی تفصیل کیا اور کتنے اقسام اور کون بہتر اور کون اور کیا برتاؤ وغیرہ اُمور ہیں - فقہ اِسمیں حدیث اِسمیں مدارک تفسیر اِسمیں ہے اور ان سب کے برتاؤ کے قواعد اور آداب کو رہیں پھر سب سے بڑھکر افعال قلبی کا بیان ہے اگر اُنکو دیکھوگے تو ہوگا کہ واقعی علم یہی اور دین اسی کا نام ہے - ہر شخص کو یہ مضمون حدیث معلوم ہے کہ قلب ہی کی صلاحیت وسلامتی سے سب کام ہے اور جسنے اِسکو درست نہ کیا اگر ہزار علم پڑھ لیا وہ سچ بلکہ پڑھا شیطان ہے نعوذ باللہ منہ - مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے جو لکھا کہ مجکو اِس کتاب سے بہت فیض ہوا بہت سچ کہا اللہ تعالیٰ اُنپر رحمت ومغفرت کرے - اہل اسلام یہ کتاب بھی بہت عمدہ کتاب ہے اور مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی عالم باعمل جو اِس کتاب کے مترجم ہیں اُنھوں نے دلی شوق ونیک نیتی سے اِسکا اچھا ترجمہ کیا اور اپنے واسطے توشۂ آخرت ساتھ لیا ہے جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزا اور ترجمہ سلیس بامحاورہ اُردو ہے چنانچہ خود مترجم صاحب نے کہا کہ ایسا بامحاورہ اُردو ترجمہ ہے کہ اول نظر میں یہ گمان نہیں ہوتا کہ کسی کتاب کا ترجمہ ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہی پہل اُردو ہی میں یہ کتاب تالیف ہوئی ہے سچ فرمایا کہ عربی عبارت پڑھانی مقصود نہیں بلکہ مضامین سمجھانا مراد ہے اور مترجم صاحب نے کیا کہ اہل احیاء العلوم کی لفظ کتاب وباب کو باب وفصل سے بدل دیا ہے اور یہ تنبیہ ضروری ہے جو مترجم صاحب نے خود بھی لکھدی کہ امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ شافعی المذہب تھے فقہی مسائل ومعاملات کو اُنھوں نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا ہے اور مترجم صاحب نے ویسا ہی ترجمہ کر دیا اور حنفی مذہب کے موافق اُسپر تنبیہ وتوضیح نہیں فرمائی ہے لہذا ان مسائل حنفی کو کتابوں مثل فتاوائے عالمگیری وغیرہ سے معلوم کرلیں باقی افعال قلوب تہذیب اخلاق وتہذیب نفس واصلاح قلب کے جو اُمور مذکور ہیں وہ یکساں ہیں اور یہ جان رکھیں کہ نیت خالص للہ طالب رضائے الٰہی مقصود ہے اِسمیں حنفیت وشافعیت کچھ مضر نہیں ہے اور ہرگز کسی قسم کے تعصب کی راہ نہ دیں کہ وہ ہلاکت وگمراہی کا پہلا زینہ ہے اور اسکی خرابی وویرانی کو اِسی کتاب دیکھ لیں - اِس کتاب میں یہ مضمون خوب تفصیل کے ساتھ اسطرح مذکور ہے کہ دل کو اچھی طرح تسکین ہو جاتی ہے مترجم صاحب کو فائدہ بڑھانے کی کوئی حاجت نہ تھی پھر بھی اُنھوں نے کمیر کا

بڑھایا ہے اور اس کتاب کی انہیں دونوں جلدوں بہت ہی نادر مضامین سے بھری ہوئی ہیں جس سے پڑھے لکھے لوگ جو عالم کہلاتے ہیں اور انکو جاننا واجب تھا وہ بھی غافل ہیں علاوہ ترجمہ کی سادگی اور مطلب خیز ہے قافیہ بندی و عبارت آرائی ایسے مضامین میں نازیبا و بیکار ہے۔ آیات کتاب مجید کے ساتھ انکا ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کے ترجمہ لکھا ہے اور تخریج احادیث جو حاشیہ پر لکھی ہے وہ اس کتاب کے واسطے عمدہ زیور ہے کیونکہ بعضے اہل علم اس کتاب کی احادیث کو قابل اعتبار نہیں جانتے تھے مصنف رح نے اگرچہ ایسا کیا ہے دیگر الفاظ سے معنی حدیث کو ادا کیا ہے لیکن یہ امر اسکا باعث نہیں کہ اعتبار چھوڑ دیا جاوے۔ یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا کہ مقصود مضمون ہے نہ عبارت چنانچہ حافظ الحدیث عراقی رح نے ان احادیث کی تخریج میں اچھی کوشش کی اور علامہ زیلعی رح اور یہ دونوں تخریج احادیث میں شریک تھے۔ عراقی رح تو تخریج احادیث احیاء العلوم میں اور زیلعی رح تخریج احادیث ہدایہ میں ایک دوسرے کے مؤید رہے ہیں مترجم سلمہ نے تصریح کر دی کہ میں نے تخریج عراقی سے احادیث کے مخرج کا حوالہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے اور عراقی نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھا کہ میں نے اس بات کا التزام نہیں کیا کہ حدیث کو مخرج نے بھی انہیں الفاظ سے نقل کیا ہو جو الفاظ احیاء العلوم میں ہیں بلکہ اگر روایت بالمعنی ہوئی تب بھی میں نے لکھ دیا کہ فلان مخرج نے اسکو اخراج کیا ہے اور مترجم صاحب نے یہ التزام رکھا ہے کہ جن احادیث کی نسبت عراقی رح نے کہا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے تو مترجم نے وہاں کچھ نہیں لکھا اور جن احادیث کو عراقی رح نے کسی وجہ سے معلول کہا انکے ساتھ ضعف وغیرہ کو ہر جگہ حاشیہ پر بیان کر دیا ہے لہذا ناظرین کے لیے تنبیہ کر دی کہ حاشیہ پر جن احادیث کے ساتھ کوئی جرح نہو انکو تصور فرماویں اور بعض جگہ کسی خاص مصلحت سے بسند صحیح یا بسند جید کا لفظ بھی لکھ دیا ہے جو لوگ اس سے استفادہ حاصل کریں یہ بات یاد رکھیں۔ عراقی رح کی کوشش ایسے احادیث کی تخریج قابل تحسین ہے کہ اچھی تفصیل و توضیح سے انہوں نے تخریج لکھی جزاہ اللہ تعالی جزاء کاملا۔ مطبع اودھ اخبار کی کوشش جو اس کتاب کے ترجمہ میں صرف کی عامۂ اہل اسلام کے نزدیک قابل سپاس داری ہونی چاہیے ہے کہ اسنے اصل کتاب سے بھی زیادہ اس ترجمہ سے لوگون کو فائدہ پہونچایا۔ اور ایسے ہی اہل ہنود کے مذہب اخلاق و تصوف و وید وغیرہ کو بھی ایسے ہی مزید اہتمام سے ترجمہ کرایا بلکہ بہت سی سنسکرت کو مع شرح ترجمہ کیا اور اس علم کا نفع بہت کچھ ظاہر ہوا علی ہذا القیاس بہت سے انگریزی علوم فنون جس سے اہل ہند گویا بالکل بیخبر تھے اردو میں ترجمہ کر کے طبع کیے اور اسکے مصارف کثیر اپنے ذمہ لیے اور نیز جس فن کے کامل نے اپنے فن کے کمال سے جو عام مفید یا عام پسند کوئی تصنیف و تالیف کی راہ سے مطبع کو مطلع کیا اسکی حیثیت سے موافق اسکے قدردانی عمل میں آئی۔ یہ سلسلہ بھی برابر جاری ہے اور روز بروز اسمین ترقی ہے اسوقت بھی عربی فارسی سنسکرت [illegible] مترجم صاحبان و دیگر اہل فن کا تعلق و ربط اس کارخانہ سے حسن اسلوب کے ساتھ قائم ہے اور طب یونانی کی بہت سی کتابیں ترجمہ ہو کر عام شائع ہو [illegible] دل سے [illegible] اہتمام میں سرگرمی ہے اور نصف ہزار سے زاید ماہواری انہیں مصارف میں خرچ کیا جاتا ہے ایسی حالت میں کارخانہ کو کسی خاص قوم و ملت سے نہیں بلکہ [illegible] خطاب کے ساتھ گزارش ہے کہ اپنی خاص استعداد کے وسیلوں سے جو کسی نہج و طرز کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں اس صلہ میں کہ کارخانہ انکی بہبودی و خیرخواہی میں سرگرم [illegible] مدد دیں اور نہیں تو یہی سہی کہ اپنے اہل ملت و قوم کو تہذیب و تعلیم پر مستعد کریں اور عمدہ عمدہ تصانیف سے انکو رغبت دلا دیں اور اگر خود ایسی تصنیف رکھتے ہیں یا بنانا [illegible] ہیں تو تمام کر کے کارخانہ کو دے دیں کہ انکے علمی صرف اور یہاں کے مالی خرچ سے عام کی بہبودی حاصل ہو و ہل جزاء الاحسان الا الاحسان مثل مشہور ہے کہ نیکی کا بدلا نیکی ہے اور اعلا[illegible] تمام مترجم و مصنف صاحبان کو دیا گیا ہے کارخانہ کی فہرست کتب کے آخر میں درج ہے۔ کارخانہ جن عمدہ کتابوں کے حقوق تالیف کا مالک ہے اگر انکو ذکر کیا جاوے تو فہرست ہو جاتی [illegible] انمین سے بہت چھپ گئیں اور بہت چھپنے کو باقی ہیں ہاں چند کتابیں ناظرین کی تفریح کے لیے مطبوعہ و غیر مطبوعہ ذکر ہوتی ہیں چنانچہ علم اخلاق و تصوف میں تو یہی مذاق العارفین کافی ہے اور مدارک تفسیر میں ترجمہ تفسیر حسینی مسمی بہ تفسیر قادری کئی مرتبہ چھپا اور ایک عجیب نادر جامع تفسیر ظاہر و حقائق تصوف جس میں مضامین بیضاوی و کشاف و مشہور تفسیر ابن کثیر وغیرہ کے عمدہ مضامین و حقائق قرآن حضرت ابو محمد روزبہان قدس سرہ مسمی بعرائس البیان تمام و کمال چھپکر ہدیۂ ناظرین ہو گی اور فقہ میں ترجمہ درمختار [illegible] متین فتاوی کئی بار چھپا۔ اور حاوی و محیط فتاوی عالمگیری جو اپنے ذاتی مضامین سے بلند پایہ ہے ترجمہ اسکا بہت آسان عبارت کے ساتھ مع حل مطلب وغیرہ حاشیہ کیا گیا ہے طبع ہو کر ہدیۂ ناظرین ہوا اسکی خوبی ظاہر ہے بیان کرنا کچھ ضرور نہیں اور کارخانہ کی یہ سعی قابل شکریہ کے ہے اور بہت سی کتب طب از انجملہ قانون شیخ ابو علی سینا اور کامل الصناعۃ علی بن عباس مجوسی کہ وہ بھی مشہور حکیم ہے ترجمہ ہو کر چھپ گئیں اور عموماً فارسی کتابیں مثل مخزن الادویہ و جامع کبیر وغیرہ ترجمہ ہو کر طبع ہوئی ہیں اب علی العموم ان فنون کا حاصل کرنا شائقین کو کچھ مشکل نہیں اور انسانی لیاقت میں کمال حاصل کرنا کتنا آسان ہے۔

جامع الاحکام

یعنی مجموعہ مسائل شرع محمدی فریقین

شائقین شرع محمدی کو عموماً اور وکلاء عدالت کو خصوصاً مژدہ ہو کہ ایسی نایاب کتاب ہے جس سے بہتر اور جامع تر کوئی کتاب شرع محمدی میں زبان اردو اسوقت تک تالیفاً و طبعاً نہیں ہوئی ہے اور جسمیں جملہ احکام ضروری اور مسائل شرعی کو جو معاملات دنیوی سے متعلق ہیں کتب معتبرہ فریقین یعنی سُنی و شیعہ سے بکمال صحت و دقت نظر اور بنہایت تحقیق و تدقیق جمع کیا ہے اور فریقین میں جو اختلافات فروع میں ہوئے ہیں بلکہ اہل سنت کے چاروں فرقوں میں جو اختلافات ہوئے ہیں انکو بھی تفصیلاً بیان کیا ہے اور رجحان و وکلاء عدالت کے فائدہ کے لیے صد ہا نظائر فیصلجات صدر دیوانی عدالت و ہائی کورٹ و پریوی کونسل مع حوالہ جلد و صفحہ وغیرہ لکھ دیئے ہیں۔ یہ کتاب عالم المعی فاضل لوذعی واقف علوم مشرقی و مغربی کاشف اسرار خفی و جلی آنریبل مولوی سید امیر علی بار ایٹ لاء ممبر سابق کونسل واضع آئین و قوانین گورنر ہند نے زبان انگریزی میں تالیف کی ہے اور دو جلدوں پر منقسم ہے۔

جلد اول میں مسائل و احکام میراث۔ نکاح۔ اور طلاق مع انکے جملہ اقسام اور شقوق کے بیان کیے ہیں اور اس جلد کا نام اصل انگریزی میں پرسنل لا آف دی محمڈنس یعنی مسلمانوں کا قانون شخصی ہے۔ میراث کے مسئلہ میں عصبات وغیرہ کی تفصیل موافق مذاہب اربعہ اہل سنت و جماعت ایسے مسلسل اور واضح طور سے بیان کی ہے کہ عربی تا تو ذکر نہیں فارسی اور اردو میں کسی نے اس اہم و ادق مسئلہ کو اس طور سے نہیں لکھا ہے۔ نکاح کی بحث میں جملہ شرائط صحت نکاح۔ ولایت صغار۔ باپ کا حق الجبر۔ ماں کا حق الحضانت وغیرہ مشرح بیان کیے ہیں اور طلاق کی دونوں قسمیں یعنی بائن اور رجعی اور خلع و مبارات اور لعان و ظہار یہ سب مسائل بغایت وضوح لکھ دیے ہیں۔

جلد دوم جلد اول سے زیادہ مبسوط اور ضخامت میں تقریباً اسکی ڈیوڑھی ہے۔ اس جلد میں بھی تین مسئلے جو نہایت مفید اور بکار آمد ہیں بیان کیے ہیں یعنی ہبہ۔ وقف۔ اور وصیت۔ دراصل یہ جلد مجموعہ ٹگور لا لکچرس کا ہے جو جناب مؤلف نے ۱۸۸۴ء میں دی تھی جب وہ ٹگور لا لکچرر یعنی معلم قانون کلکتہ یونیورسٹی میں تھے۔ ان تینوں مسئلوں کو مع جملہ اختلافات کے فرقہائے اسلام و فیصلجات عدالتہا سے انگریزی ایسا شرح و بسط سے بیان کیا ہے کہ کوئی بات فروگذاشت نہیں ہونے پائی ہے صد ہا علمائے متقدمین و متاخرین کے اقوال کتب معتبرہ فریقین سے عربی میں بعینہ نقل کرکے انکا ترجمہ انگریزی میں کر دیا ہے کتب حنفی میں ہدایہ اور اسکی شروح۔ شرح وقایہ۔ رد المحتار فی شرح در المختار۔ سراجیہ۔ ملتقی الابحار اور اسکی شرح مجمع الانہار فتاوی عالمگیری۔ فتاوی قاضیخان وغیرہ۔ کتب شافعیہ میں منہاج الطالبین المحرر وغیرہ۔ کتب مالکیہ میں خلیل ابن اسحٰق مالکی کی تصنیفات کتب شیعہ اثنا عشریہ میں شرائع الاسلام۔ شرح لمعہ دمشقیہ۔ جواہر الکلام ارشاد الاذہان جامع الشتات۔ جامع عباسی۔ مفاتیح وغیرہ سے مسائل اخذ کیے ہیں اور عبارتیں نقل کر دی ہیں۔

مسٹر ہیملٹن صاحب کا ترجمہ ہدایہ۔ بیلی صاحب کی شرح حنفی و امامیہ۔ میکناٹن صاحب کی اصول شرع محمدی۔ شاما چرن سرکار کی لکچر شرع محمدی پر انگریزی زبان میں موجود ہیں اور عربی زبان میں تو اتنی کتابیں فقہ کی ہیں کہ انکی تعداد عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے۔ مگر جو لوگ ان زبانوں سے واقف نہیں ہیں وہ ایسی کتابوں سے کیونکر مستفید ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ ہیملٹن صاحب و بیلی صاحب وغیرہ کے تبحر و علم میں شک نہیں ہے مگر بہرحال وہ انگریز تھے اور دائرہ اسلام سے خارج تھے اور [illegible] مسائل لکھے لکھائی باتیں بیان کر لیے ہیں۔ شرع محمدی کے رموز و نکات اور مسائل و حکم کو کچھ یہی شخص خوب سمجھ سکتا اور بیان کر سکتا ہے جو مسلمان پیدا ہوا ہے اور جسنے مسلمانوں کی سوسائٹی میں پرورش پائی ہو اور یہ اوصاف اس کتاب کے مؤلف میں [illegible] دونوں جمع ہیں پھر اسکے مفید عام ہونے میں کیا کلام ہے۔ حضرات و اہل [illegible] اگر مسلمانوں کے [illegible] معاملات میں پوری کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اپنے قانونی کورٹ میں اس کتاب کو ضرور داخل سمجھیں اور اسکے مضامین و عبارات کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور اسکی خریداری میں بخل اور دریغ نہ فرمائیں۔ اس مجموعہ ہر دو جلد کا حق کاپی رائٹ ترجمہ مترجم و مصنف سے مطبع [illegible] نے [illegible] حاصل کیا ہے۔ جامع الاحکام دونوں جلدیں مطبع [illegible] میں چھپکر تیار ہو گئی ہیں۔ اور قیمت حسب ذیل ہے۔

		قیمت پیشگی	مابعد
جلد اول	۹۶۲ صفحہ	[illegible]	[illegible]
جلد دوم		[illegible]	[illegible]

اسرار الفاتحہ

یہ وہ نایاب تفسیر اس ہندوستان میں ان حضرات سے دیکھنے کو ملی ہے جسکی قدر علماے پشاور سے پوچھیے جسکا اعتراف علماے کابل و قندھار و ماوراء النہر سے دریافت کیجیے۔ حقیقت یہ تفسیر ان مدارک کا التقاط ہے جو علامہ بحر العلوم نسفی رحمۃ اللہ علیہ کی غیر معروف تفسیر اسرار میں مکنون تھی اور اُن جواہر کا انتخاب ہے جو علماے کبار و اولیاے عظام کے فیوض غیبی و حکمتہاے [illegible] کو امام نسفی رحمۃ نے پیرایۂ عبارت میں بیان کیا تھا۔ کسی ذی علم نے آج تک اقرار نہ کیا کہ ہم اس پاک وحی قرآن کے جملہ علوم سے ماہر ہو سکتے ہیں بلکہ بحسب بیان صاحب اتقان و دیگر ائمہ کے سب کا اعتراف ہے کہ اس بحر ناپیدا کنار کے علوم و اسرار اُسیقدر زیادہ تر کھلتے جاتے ہیں جسقدر آدمی کو تقوی و تدبر بڑھتا جاتا ہے اور اسیقدر زیادہ اپنی جہالت کی قدر جانتا ہے جسقدر بحر ناپیدا کنار کا جلوہ نظر آتا ہے۔ بے شک عجیب تفسیر [illegible] و حکمت کے ساتھ بیان [illegible] مطبع کو ایک نسخہ نعمت غیر مترقبہ [illegible] سے ملا۔ یا یوں کہیے کہ جناب مولانا خیر محمد پشاوری نے وہ نایاب [illegible] ایک ہی نسخہ ہم پہونچایا۔ اور سنا جاتا ہے کہ [illegible] کتب خانجات امراء میں دوسرا نسخہ بھی موجود ہے کیا خوب ہوتا اگر اہل ریاست بذات خود ان علوم نایاب کی اشاعت پر توجہ فرماتے۔ خوب ہوتا کہ اہل دولت ایسے جواہر بے بہا کو خرید فرماتے تاکہ انکا نام نامی بھی تا قیامت صفحہ ہستی پر نیک یادگار قائم رہتا۔ اور آخرت کی بیشمار نعمتوں سے سرفراز ہوتے۔ الغرض یہ گوہر گرانمایہ تمام کوشش کے ساتھ کاتب جواہر رقم سے لکھوایا گیا۔ اور پوری حفاظت سے باراول پیمانہ ۱۱+۹ پر طبع ہوا۔ ۳۴۳ صفحہ یعنی [illegible] ورق جز

سواطع الالہام یعنی بے نقط تفسیر قرآن

اس نادر تفسیر کا تذکرہ حلقۂ طلبہ و جمیع علما میں عجیب مشہور ہو رہا تھا۔ مدتوں اسکی داستان سننے سے [illegible] اشتیاق ہو گیا تھا۔ اگر کسی عالم کے پاس کسی سورہ کی تفسیر ہوتی تھی تو اسکو ایک گوہر نایاب کی طرح رکھتے گویا ایک [illegible] تھا کہ اسکو کبھی کبھی نکال کر زیارت کرتے۔ در واقع ایک اور صنعت اسکے [illegible] شہنشاہ اکبر ہندوستان نے [illegible] علامہ ابو الفیض فیضی کو اگر تاج کرامت و اعزاز سے سر[illegible] تو بہت بجا تھا۔ اور بقول مشہور ولی را ولی می شناسد [illegible] ادیب کا اسکے جوہر پر فریفتہ ہونا لائق تھا۔ بحمد اللہ کہ اودھ اخبار کو اسکا نہایت خوشخط صحیح نسخہ دستیاب اور نہایت اہتمام سے جواہر رقم کتابت اور نفیس کاغذ پر طبع کیا۔ حجم پیمانہ ۱۲ بہ ۱۸ (۲۰۰۰) صفحات یعنی [illegible] کلان [illegible] اور قیمت مقررہ اسکے مقابلہ میں گویا مفت

جواہر غیبی

یہ اسم با مسمیٰ کتاب مذاق تصوف میں نایاب مؤلفہ حضرت سید مظہر علی شاہ اکبرآبادی قدس سرہ ہے۔ عجیب کی کتاب ہے جسمیں ابتدا سے انتہا تک کا طریق سلوک عجائب تحقیقات مذکور ہیں جنھوں نے اسکو دیکھا وہ دلدادہ شیدا ہیں۔ اور جو محروم ہیں افسوس کرینگے۔ یہ نہایت اہتمام سے چھپی ہے۔ پیمانہ ۱۲+۹ [illegible] یعنی [illegible] ورق جزو کلان —